# آیات اللہ الکاملہ



اردو ترجمہ

## کتاب حجۃ اللہ البالغہ

مصنفہ

حکیم امتِ محمدیہ واصل باللہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی مرحوم و مغفور

مترجمہ

مولنا مولوی خلیل احمد صاحب بن مولنا مولوی سراج احمد صاحب اسرائیلی

۱۸۹۷ء مطابق ۱۳۱۵ھ

حسب فرمائش

کتب خانہ اسلامی پنجاب لاہور

باہتمام کرم بخش مالک



بار اول ... (۱۵۰۰) ... قیمت فی جلد

# دیباچہ

سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم۔

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادي له ونشهد ان لا اله الا الله ونشهد ان محمدا عبده ورسوله۔ قال الله تعالى عز وجل قل هو للذين امنوا هدى وشفاء والذين لا يؤمنون في اذانهم وقر وهو عليهم عمى اولئك ينادون من مكان بعيد۔ اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کہدے کہ جو لوگ ایمان رکھتے ہیں انکے لیئے تو یہ قرآن ہدایت اور شفا ہے اور جو لوگ ایمان نہیں لاتے انکے کانوں میں بوجھ ہے۔ اور وہ ان کے حق میں نابینائی ہے۔ یہ لوگ بڑی دور جگہ سے پکارے جاتے ہیں۔ اللہ جل جلالہ اس آیت شریفہ میں قرآن مجید کو ایمان والوں کیواسطے ہدایت اور شفا فرماتے ہیں اور جو لوگ ایمان نہیں لاتے انکے کانوں کیواسطے اسکو بوجھ اور ان کی آنکھوں کیواسطے اسکو نابینائی قرار دیا ہے۔ یہ نہایت واضح بات ہے کہ ہر ایک انسان کی مدت زندگی ایک ایسے سفر کی مدت ہے جسکی حد اسکی موت اور پہلی منزل قبر ہے۔ اور اس سفر کو اختیار کرنیوالوں کو راستے میں طرح طرح کا سامان کھانے پینے سینے پہننے سونے بیٹھنے کیواسطے مہیا کیا گیا ہے۔ اس مہیا شدہ سامان میں سے صرف اسقدر حصہ جو ہر ایک کی اپنی ذات میں دیا گیا ہے اور سورج۔ چاند۔ پانی۔ ہوا۔ آگ۔ زمین اور انکی تاثیرات اور تغیرات تبدلات کو تدبر اور غور والی نظر سے ایک معمولی نظر کا آدمی اسقدر غور کیساتھ دیکھیگا تو اسکو قبول کرنا پڑیگا کہ ان چیزوں کا مہیا کرنیوالا کوئی بڑا ہی اعلیٰ طاقت والا وسیع علم والا اور غیر محدود قدرت والا ہے اسکے ساتھ ہی بڑا اور غالب اور زبردست بھی ہے۔ اور یہ بھی اسکو ضرور ماننا پڑیگا کہ یہ ایسا عظیم الشان سامان بیکار اور بے فائدہ نہیں بلکہ یہ انتظام کسی شے کیواسطے کیا گیا ہے اور وہ شے بھی بڑی عظمت والی ہے۔ اور نیز اس شے سے جسکے واسطے اتنا کچھ کیا گیا ہے۔ اتنا کچھ کرنیوالے نے کوئی کام اور خدمت بھی بڑی بھاری لینی ہے۔

اس سفر میں پڑنیوالے مسافروں کی ایک جماعت ایسی بھی ہے جسکی نظر کی غایت اسکا اپنا ذاتی مشاہدہ اور تجربہ ہے۔ اور اس مشاہدہ اور تجربہ کی بنا پر وہ اس عظیم الشان سامان کے وجود کا موجد انہی سامان کو سمجھتے ہیں اور کسی کو مستقل متصرف اور حاکم نہیں مانتے۔ اسیوجہ سے اس سامان کی اشیاء کی جو خواص کی پیدائش سے جو طریق انکے مشاہدے میں آئی ہیں۔ انہیں کسی قسم کے تغیر و تبدل یا خلاف کو تسلیم نہیں کرتے۔ بعض ایسے ہیں جو اسقدر تو مانتے ہیں کہ اس سامان کا پیدا کرنیوالا کوئی ہے لیکن پیدا کرنیکے بعد انہیں کسی قسم کی تغیر و تبدل کو نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ موجود اور مشاہد اشیاء کو جو خواص اور طبیعتیں اسنے عطا کردی ہیں انکو ان میں بدلتا اور ساتھ ہی انکی علی کل شیء قدیر بھی مانتے ہیں۔ اور نیز انکے نزدیک انکی اور اس سامان کی پیدائش کی غرض اور غایت یہی ہے کہ سفر کا سارا وقت اور ساری قوتیں انکے حاصل کرنے اور عیش و عشرت کرنیکے واسطے ہیں۔ کیونکہ سفر کے ختم ہونیکے بعد پھر کچھ بھی نہیں۔ آیت مندرجہ عنوان میں خداوند انہی دو فریقوں کی نسبت فرماتے ہیں۔ جو لوگ اس سفر میں پڑکر اللہ جل جلالہ کی ہستی کا انکی تمام صفتوں کے ساتھ یقین اور اقرار کرتے ہیں وہ یعنی قرآن۔ ان کیواسطے ہدایت یعنی ایک نہایت ہمدرد اور شفیق رہنما انکے اس تدبیر اور فکر سے نتیجہ کی تصدیق اور آگے بڑھنے کیواسطے دستگیری کرنیوالا ہے اور اثنائے سفر میں تقاضائے بشری کی غفلتوں اور نسیانوں کے باعث جو کبھی کبھی بہت چھوٹے بڑے اوہام باطلہ و خیالات فاسدہ کے امراض عارض ہوتے رہتے ہیں ان کیواسطے شفا ہے۔ ایسے خوش اقبال مسافروں کی مثال اس حکیم حاذق کی ہے جو بدنی امراض اور انکے زائل کرنیوالی ادویات اور مفرحات قلب اور مقویات دماغ و اعصاب و دیگر اعضائے جسم سے بخوبی واقف ہو یا اس باخبر اور تجربہ کار کی سی جو اپنے ہمشیروں کے مکانوں سے بخوبی واقف اور انکے دفعیہ کا کافی سامان موجود رکھتا ہو۔ قرآن مجید ان مبارک مسافروں کو ایک ایسے بے نظیر سامان کی ذخیرہ کا مالک اور وارث بناتا ہے جو مدت سفر کے اندر بیماری کی حالتیں عاجل الشفا و امصیبت کے وقت میں زبردست حامی۔ تنہائی کی وحشت میں شفیق مونس غرض ہر ایک پیش آنیوالی مشکل کے واسطے مشکل کشا صائب تدبیر بتانیوالا اور اطمینان دینے والا ہے۔ یہ عاشق صفت معشوق اپنے طالبوں کی دلربائی اور دلبری کیواسطے اپنے اندر ایسی ایسی ادائیں۔ ایسی رعنائیاں اور ایسی ایسی دلفریب زینتیں اور زیبائشیں رکھتا ہے۔ کہ دنیا کے دوسرے معشوقوں میں انکا عشر عشیر بھی نہیں پایا جاتا جن لوگوں پر اسکے حسن حقیقی پر تو ایک دفعہ بھی پڑ جاتا ہے۔ اسکے واسطے وہ کچھ ایسے دلچسپی کے سامان تیار کرتا ہے جن سے دوسرے دلچسپیوں کا خیال انکے دلوں سے معدوم ہو جاتا ہے اور انمیں عجیب قسم کی ایک کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جرأت اور قوت ایسی کہ نہ خونخوار درندوں سے خوف ہوتا ہے۔ نہ سفاک اور جلاد آدمیوں سے۔ استغنا اور بے پروائی ایسی کہ دنیا بھر کا سونا چاندی اگر سامنے لایا جائے تو اسکی طرف نظر بھی نہیں جاتی۔ راہ سفر میں جسقدر زینت اور آرائش کے سامان ہیں وہ انکو مخصوص اور منکدر کرنے والے اور انکی آنکھیں اور انکے دماغ اس ہمیشہ بہار والے باغ کی قسم قسم کی نظر فریب اور خوشبو دار پھولوں کی رنگ آمیزی اور خوشبو سے معطر۔ انکے کان اس محبوب کی الفت اور شفقت بھرے آوازوں کو سننے کے ایسے دلدادہ ہیں کہ دوسرے کسی آواز کے سننے کی انکو حاجت اور خواہش ہی نہیں۔

دوسرا گروہ جسکے ادراک اور فہم کا منبع اسکا مشاہدہ ہی۔ اور اسیواسطے وہ اس عزیز اور قدیر احکم الحاکمین کی ہستی کو بالکل یا اسکے صفات کاملہ کے ساتھ نہیں
مانتا خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ اسکے واسطے وہ یعنی قرآن مجید اسکے کانوں کا بوجھ اور انکی آنکھوں کیواسطے نابینائی ہی یعنی جب اسکے سامنے قرآن مجید کی آیتیں
پڑھی جاتی ہیں تو جیسے کسی دلکش آواز یا خوشخبری کی بات کا اثر کانوں کے رستہ دل تک پہنچتا ہی اور دل اس سے متاثر ہوتا ہے اسطرح ان آیات کی دلفریبیاں اور
دلربائیاں انکے دلوں تک نہیں پہنچتیں۔ بلکہ ان آیات کے پڑھنے کی آوازان کے کانوں کیواسطے ایک بوجھ ہو جاتی ہے۔ جو دوسری آوازوں کیطرح
جہاں اسے پہنچنا چاہئیے نہیں پہنچتی۔ اسیطرح جب قرآن شریف اپنے دلدادوں کو منور اور پابند کرنیوالی دواؤنکو ظاہر کرتا ہے۔ تو وہ انکو نہیں دکھائی دیتیں
یعنے انکی نظروں میں اس سفری سامان کا حسن اور خوبی اسقدر نہیں بھاتی ہے کہ قرآن شریف کی خوبیاں اسکی بانکپن ادائیں اور دلکش دل پر قابو پا
جانیوالی سج دھج انکو نظر نہیں آتی انکی مثال قرآن کی خوبیوں کو دیکھنے کی نسبت ایسی ہی جیسے کسی شخص کو کوئی دوسرا بلاتا ہو۔ اور وہ یا تو اس تک آواز ہی
نہیں پہنچتی۔ یا آواز تو پہنچتی ہے لیکن آواز دینے والا جو کچھ اسکو کہنا چاہتا ہے۔ اسکو بالکل نہیں سنتا۔ اسیواسطے ایسے مسافر قرآن شریف کی بڑی بڑی
اور خاص خاص خوبیوں کے دیکھنے و سننے سے جو اس کے سوا موجود اور مشاہد اشیا میں سے کسی میں بھی نہیں پائی جاتیں محروم رہتے ہیں۔ اور وہ اثر جو ان خوبیوں
کے ساتھ لازم اور وابستہ ہے۔ اس سے انکے دل متاثر نہیں ہوتے جسکا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہی کہ اس عزیز قدیر عظیم الشان عالیجاہ شہنشاہ کی اس قدرت
عظمت۔ عزت ہیبت اور جلال کا حقیقی جلوہ اور مکمل پرتو ان کے دلوں پر نہیں پڑتا۔ اور جب دل اس عجیب قسم کی راحت اور ٹھنڈک والی روشنی سے بے نصیب
ہوئے تو زبان ہاتھ اور دیگر اعضا پر جو اسکے ہر وقت کمربستہ ملازم ہیں کیا اثر کی امید ہو سکتی ہے یہی وجہ ہی کہ انکی زبان کو انکی زندگی میں ایسا موقعہ
کبھی نہیں ملتا کہ قرآن کی ان خاص خوبیوں کو معرض نطق میں لاوے۔ اور نہ ہی اس قلم کو جو اسکے بدنصیب ہاتھوں میں ہے کبھی خیال گذرا ہی کہ
ایک آدھ گمشدہ کتاب یا کتاب کا ایک آدھ صفحہ یا صفحے کی ایک آدھ سطر یا سطر میں ایک آدھ لفظ اسبارے میں لکھدے بلکہ برخلاف اسکے وہ ہلاکت
پہنچانیوالے ہاتھوں کا تو روپنی لائق قلم اور کاٹ جانیوالی زبان بجائے اسکے کہ ان سے اپنے دل کے عناد اور فہم کا قصور سرزد ہو۔ قرآن شریف کی ان خاص
خوبیوں کی مٹانے پر مستعد رہتی ہے۔ اور مٹانیکے سامان بعینہ اس باطل خیال والے شخص جیسے جو آفتاب کی روشنی اپنے منہ کی پھونکوں سے دور
کرنیکا ارادہ اور کوشش کرے۔ بہت سے زیادہ اپنی ذات کیلئے بخیل اپنی ہی نامرادی پر بس نہیں کرتے۔ بلکہ چاہتے ہیں کہ دوسرے مسافر بھی اس روشنی سے
انکی طرح بے نصیب اور محروم رہیں۔ اور سفر کے اختتام پر انہی کی ہم بستر اور ہمخانہ ہوں۔ اللھم ربنا نعوذ بك من تقیض لشیطان ونعوذ بك من
بئس القرین اس اپنی ذات پر ظلم کرنیوالی جماعت کے مقابل وہ دوسرا کریم النفس اپنا اور اپنے بنی نوع کی دلی خیرخواہ اور شفقت و رحمت
جماعت ہے کہ جب سے اس نے اس آب حیات اور آب زلال کا ذائقہ اٹھایا ہے۔ اسوقت سے اپنی ہر ایک طاقت کے ذریعہ اس کوشش میں
سرگرم ہے کہ اپنے دوسرے ہمسفروں کو بھی اسکی چاشنی چکھائے انکے مبارک اور کریم ہاتھوں کی مبارک قلموں نے اس دلارام کی خاص خاص
خوبیوں کا لکھنا اور انکی متبرک زبانوں نے انہی کا وظیفہ ہر دم جاری رکھنا اپنے اس سفر کا اعلیٰ مقصود سمجھ رکھا ہی۔ انکی سب سے عزیز خواہش یہ ہی
ہے کہ اس محبوب کی وہ خاص خوبیاں لوگوں کے دلوں میں بٹھائیں۔ تاکہ وہ اس سے ملکر ایسے بڑے سامان اور اپنے اس سفر کے دستور العمل اور اسکی غرض
سے بخوبی واقف ہو جائیں۔ ایسی مسافروں کا وجود نہ صرف انکے ہمعصر بلکہ ان کے بعد کے آنیوالے مسافروں کیواسطے بھی خداوند تعالے کی
رحمت اور راحت کا باعث ہوتا ہی۔ اس متبرک جماعت میں سے ایک بزرگ مخدومنا مکرمنا حضرت شاہ ولی اللہ صاحب مرحوم ہیں جنکو انکے طریق کی ہمیشہ
بعد میں آنیوالے مسافروں کی جماعت نے حکیم امت محمدیہ علیہ الصلوۃ والتحیۃ کا ہزاروں جانوں سے بھی بڑھ کر عزیز خطاب دیا ہے اور اس خطاب [illegible]
انسان کی روحانی بیماریوں اور انکے مناسب علاج کی مکمل تشریحات کا تیار کرنا ہے آپکا سفر کا زمانہ اس محبوب کی خوبیوں کے کھولنے اور بیان
کرنے میں ختم ہوا ہی چنانچہ آپ کی منجملہ بہت سی تصنیفات کے ایک کتاب حجۃ اللہ البالغہ ہی جسمیں اس ہدایت اور شفا یعنی قرآن مجید کے احکام کے
اسرار اور مصالح کو وضاحت اور تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ یہ کتاب آپنے عربی میں لکھی ہی اور عربی زبان کی جاننے والے خصوصاً اس زمانہ
میں بہت ہی کم لوگ رہ گئے ہیں لیکن زمانے کی استدلال پسند ہونیکی وجہ سے ایسی کتاب کی اشاعت نہایت ضروریات سے تھی اسواسطے میں نے اسکا اردو
ترجمہ بڑی محنت اور کوشش سے توکلاً علی اللہ چھپادیا ہے اور اس چشمہ حیات کو جو بہت سے لوگوں کی نظروں سے حجاب میں تھا عام کردیا
ایسے صاحبوں سے جنکو مذہب اسلام کے ساتھ دلچسپی ہے قوی امید ہی کہ وہ اس کتاب کے فوائد سے محروم نہیں رہینگے واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین
وعلیہ التوکل والتکلان هو المولی والنصیر نعم المولی ونعم النصیر +

خاکسار کرم بخش مالک اسلامیہ پریس لاہور +

## مختصر حالات مصنف کتاب علیہ الرحمۃ

**نام ونسب وولادت** - انکا نام ولی اللہ اور انکے والد کا شیخ ابو الفیض عبدالرحیم تھا۔ جو دہلی کے مشاہیر مشائخ سے گذرے ہیں انکا سلسلہ نسب باپ کی طرف سے
حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ ثانی تک پہنچتا ہے۔ اور ماں کی طرف امام موسیٰ کاظم رضا سے حضور تمیں شاہ ولی اللہ صاحب عربی النسل اور خاندان فاروقی کے ایک معزز رکن تھے
یہ معلوم نہیں کہ انکے آباؤ اجداد کس زمانہ میں عربستان سے نکلکر ممالک عجم اور پھر دہلی میں وارد ہوئے مگر ان کی چھبیسویں ۲۶ پشت میں ایک شخص کا نام ہمایوں ہونے سے
قیاس ہوسکتا ہے کہ یہ لوگ عرصہ دراز سے عربستان چھوڑ چکے تھے سلسلہ نسب سطر ذیل ہے۔ ولی اللہ بن عبدالرحیم بن وجیہ الدین الشہید بن معظم بن منصور بن
احمد بن محمود بن قوام الدین عرف قاضی قاذن بن قاضی قاسم بن قاضی کبیر عرف قاضی بدہ بن عبدالملک بن قطب الدین بن کمال الدین۔ بن
شمس الدین المفتی بن شیر ملک بن محمد عطا ملک بن ابو الفتح ملک بن عمر حاکم ملک بن عادل ملک بن فاروق بن جرجیس بن احمد بن محمد شہریار
بن عثمان بن ماہان بن ہمایون بن قریش بن سلیمان بن عفان بن عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن عمر بن خطاب۔ ان کی ولادت شوال کی چوتھی
تاریخ یوم چہارشنبہ ۱۱۱۴ھ ایک ہزار ایک سو چودہ ہجری کو دہلی میں ہوئی۔ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی مرحوم کی بشارت سے جو انکے والد کو خواب میں ہوئی
تھی انکا نام قطب الدین رکھا گیا۔ مگر عجب اتفاق ہے کہ اس نام کو شہرت نہیں ہوئی۔ عام وخاص کی زبان پر شاہ ولی اللہ مشہور ہوگیا۔

**تحصیل علم اور سلسلہ تدریس** - ان کی عمر ابھی پانچ برس کی تھی کہ والد بزرگوار نے بسم اللہ شروع کرادی۔ ساتویں سال قرآن مجید ختم ہوا
اور پھر کتب فارسی پڑھانیکے بعد عربی پر متوجہ کیا چنانچہ دسویں سال شرح ملا تک پہنچے اور تھوڑے ہی دنوں میں اسقدر ترقی کی کہ پندرہویں سال تفسیر
بیضاوی کا درس ان کو ملنے لگا غرض فقہ حدیث تفسیر معانی بیان اصول عقائد تصوف منطق تمام فلسفہ کی درسی کتابیں اور طب ہیئت حساب کے چند
مختصر رسالے اپنے والد سے بخوبی پڑھے۔ اور سترہویں سال انکے انتقال کے بعد کتب منقول و معقول کے پڑھانے میں مصروف ہوئے اور بارہ برس تک اس کام کو بخوبی
سرانجام کیا۔ انکے تحصیل علوم کی سند اپنے والد کے ذریعہ زاہد بن اسلم ہروی کے واسطہ محقق دوانی تک پہنچتی ہے کتب حدیث کو انہوں نے دو مرتبہ
پڑھا پہلے مرتبہ ہندوستان میں مولانا محمد افضل معروف بحاجی بالکوٹ سے دوسرے ۱۱۴۳ھ میں مدینہ شریف پہونچکر ابو طاہر مدنی سے جو اپنے وقت کا بڑا
مشہور محدث تھا سند پائی اجازت لی۔ اللہ تعالیٰ نے ذہن سلیم اور ذہن رسا اس درجہ کا عطا کیا تھا کہ ابو طاہر اپنے فخر کیا کرتے اور کہتے کہ ولی اللہ لفظ
کی سند مجھ سے لیتا ہے اور میں معنی کی سند اس سے حاصل کرتا ہوں ایک برس دو مہینہ زائد عرصہ حرمین میں رہکر اور حج کعبۃ اللہ سے مشرف ہوکر شروع ۱۱۴۵ھ
میں ہندوستان کو واپس ہوئے اور چودہویں رجب کو بخیر و عافیت وطن مالوف میں پہونچے۔

**بیعت** - شیخ عبدالرحیم صاحب ان کے والد بزرگوار جیسے علوم ظاہری سے باخبر تھے ویسے ہی اللہ تعالیٰ نے علوم باطنی کا شرف انکو عطا کر رکھا تھا۔
شاہ ولی اللہ کی عمر جب چودہ برس کو پہنچ گئی اور علوم دینیہ سے بخوبی واقف ہوگئے تو والد نے پندرہویں سال انکو یہ شرف عطا کرنا چاہا چنانچہ اسیوقت انہوں نے
والد سے بیعت کی اور اشغال صوفیہ خصوصاً نقشبندیہ میں اپنا بیشتر وقت صرف کرنا شروع کیا ... طہارت سے اس کمال
میں اسقدر ترقی کی کہ ان کی زندگی ہی میں دو تین برس کے اندر عرفان کے اعلیٰ مدارج طے کر لئے اور والد نے سترہویں
میں حج بیت حجاز کو گئے اور ایک سال تک حرمین شریفین کی مجاورت اور ابو طاہر مدنی کی روایت

### قرآن اور حدیث کی اشاعت

ہندوستان میں اسوقت تک فقہ تصوف اور معقولات کا بہت رواج تھا اور قرآن حدیث کا چرچا کم۔ گیارہویں صدی ہجری میں صرف شیخ عبدالحق محدث دہلوی ایک
ایسے بزرگوار گذرے تھے جنہوں نے حدیث کی اشاعت درس تدریس اور تصنیف و تالیف کے ذریعہ کی اور انکی کتابیں بھی ایسی مقبول ہوئیں کہ اب تک نہایت عزت کی نگاہ
سے دیکھی جاتی ہیں مگر انکے بعد اس سلسلہ میں کچھ ترقی نہ ہوئی اور عام وخاص پیر پرستی اور بادہ تقلید میں عقید اور صد ہا قسم کے توہمات میں گرفتار تھے کہ اس اثنا میں اللہ تعالیٰ نے
شرک اور بدعت کی تردید اور سنت نبوی کی ترویج کے واسطے شاہ ولی اللہ کو آمادہ کیا انہوں نے قرآن اور حدیث کی اشاعت میں خوب کوشش کی قرآن مجید کے
مطالب کا سمجھنا اب تک تفاسیر پر منحصر تھا اور علما اسکو اپنا حصہ سمجھتے تھے اسکا ترجمہ فارسی میں کیا۔ اور لفظوں کی رعایت سے ایسا مطلب خیز ترجمہ کیا کہ عام
لوگوں کو کلام الٰہی کا سمجھنا آسان ہوگیا باوجودیکہ اس ترجمہ کی عمر ڈیڑھ سو برس سے زیادہ ہوگئی ہے اور اشاعت علوم و فنون خصوصاً ترجمہ کا برابر ترقی کی لہر میں رہا ہے مگر
اس ترجمہ پر کبھی کسی کو دم مارنے کی طاقت نہیں ہوئی یہ ترجمہ قرآن مجید کی بین السطور میں بخط جلی ہوکر مرات وکرات ہندوستان کے متعدد مطابع میں چھپ چکا ہے

اور اس کا رہی ہی لیکن کوہ ہمالیہ تک مقبول خلائق ہی۔ علوم مخمسہ قرآنیہ تاویل مقطعات اور رموز قصص انبیا میں فوز الکبیر شرح غرائب الخبیر تاویل الاحادیث ایسے عمدہ اور مختصر رسالے لکھے کہ بڑی بڑی تفاسیر کے مطالعہ سے شائقین کو مستغنی کر دیا۔ مسائل فقہیہ مذاہب اربعہ یعنی حنفی شافعی مالکی حنبلی کی تطبیقات مذاہب صحابہ و تابعین اور اقوال جامع فقہا محدثین سے کر کر فقہ حدیث کی بنیاد از سر نو قائم کی۔ اور اسرار حدیث و مصالح احکام کو ایسی عمدگی اور خوش اسلوبی سے بیان کیا کہ ان کی ذہانت سے مصنف کو یہ بات کثرت حاصل ہوئی ہے۔ کتاب حجۃ اللہ البالغہ انکے اس کمال پر شاہد متین ہے رسالہ انصاف فی بیان سبب الاختلاف اور عقد الجید فی احکام الاجتہاد و التقلید میں اس امر کو نہایت وضاحت سے بیان کیا ہے کہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کی موجودگی میں اقوال فقہاء متقشفین اور استبداد مقلدین کی کیا وقعت ہو سکتی ہے۔ اسیطرح عقائد تصوف اور سلوک میں محققانہ تقریریں کی ہیں اور خیالات عالیہ کو الفاظ کی سہولت اور مسائل کی تبیین میں عبارات مختصرہ اور اشارات لطیفہ کو ذریعہ اسطرح ادا کیا ہے کہ انکے زمانہ میں دوسرے مصنف کو کم میسر ہوا ان بے نظیر تصنیفات کے باعث نواب صدیق حسن خانصاحب نے لکھا ہے "اگر وجود او در صدر اول در زمانہ ماضی میبود امام الائمہ و تاج المجتہدین شمردہ میشد" ہندوستان میں شرک و بدعت کی تردید اور سنت نبوی کی ترویج میں انکے پوتے مولوی محمد اسمعیل صاحب شہید کا نام خصوصیت سے لیا جاتا ہے اور بلاشبہ وہ اس تعریف کے مستحق ہیں لیکن جن لوگوں نے دونو بزرگوں کی تصانیف کو دیکھا ہے وہ سمجھ سکتے ہیں کہ انکے تمام اصول انکے دادا کی تحریرات سے ماخوذ ہیں فرق اس قدر کہ وہ اپنے زمانہ کے مناسب حال نرم گفتاری سے کام لیتے تھے اور یہ شمشیر برہنہ کو میدان میں نکال کر اپنی چمک دکھاتے تھے۔

**حجۃ اللہ البالغہ** ۔۔ یہ کتاب یوں تو فقہ حدیث پر مشتمل ہے مگر اسمیں فقہ حدیث اخلاق تصوف اور فلسفہ پانچوں مضمون کا مذاق پایا جاتا ہے پہلا باکمال جس نے اسرار علوم دین کے بیان کرنے میں اپنے جوہر قابلیت دکھائے اور مضامین خمسہ کو نباہا وہ امام غزالی ہیں۔ اور احیاء العلوم انکی عظیم الشان یادگار جو سات سو برس سے لوگوں کے افتخار کا باعث ہو رہی ہے۔ دوسرا بزرگوار جس نے مدت دراز کے بعد اپنے زمانہ کے مناسب حال اس فن کی تہذیب کی وہ شاہ ولی اللہ ہیں اور حجۃ اللہ البالغہ ان کی بے نظیر کتاب ہمارے ہاتھوں میں ہے جس سے فقیہہ مسئلہ فقہی اور محدث مطابقت حدیث کو اور فلسفی اسکی دلیل و برہان کو نکالتا ہے۔ اور اس خوض و غور میں ساتھ کے ساتھ اخلاق و تصوف کا ذائقہ بھی اسکو حاصل ہوتا رہتا ہے یہ کتاب اگرچہ احیاء العلوم کے مقابلہ میں مختصر ہے۔ مگر تنقید احادیث میں اس سے بدرجہا بڑھی ہوئی ہے۔ نواب صدیق حسن خانصاحب نے اسکی نسبت اپنی رائے اسطرح ظاہر کی ہے "ایں کتاب اگرچہ در علم حدیث نیست اما شرح احادیث بسیار در آن کردہ و حکم و اسرار آں بیان نمودہ۔ تا آنکہ در فن خود غیر مسبوق الیہ واقع شدہ ومثل آں درین دوازدہ صد سال ہجرت ہیچ کے از علمائے عرب و عجم تصنیفے موجود نیامدہ۔ و منجملہ تصانیف مؤلفش مرضی بودہ است و فی الواقع بیش از آن است"

## تفصیل تصانیف

شاہ ولی اللہ صاحب نے اکثر فنوں میں کتابیں تصنیف کی ہیں جو سب کی سب مفید اور منفعت بخش ہیں اور بعض ان میں سے عدیم النظیر غیر مسبوق ہیں کتب مشہورہ کی تفصیل قسم وار یہ ہے (۱) **متعلق قرآن مجید**۔ فتح الرحمن فی ترجمۃ القرآن۔ فوز الکبیر فی اصول التفسیر۔ فتح الخبیر تفسیر بالماثور۔ تاویل الاحادیث۔ (۲) **متعلق حدیث**۔ مصفی شرح (فارسی) مؤطا۔ مسوّی شرح (عربی) مؤطا۔ (۳) **متعلق فقہ الحدیث**۔ حجۃ اللہ البالغہ۔ انصاف فی بیان سبب الاختلاف۔ عقد الجید فی احکام الاجتہاد و التقلید (۴) **متعلق خلافت صحابہ**۔ ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء۔ قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین (۵) **متعلق تصوف و سلوک**۔ فیوض الحرمین۔ انسان العین۔ قول الجمیل۔ ہمعات۔ الطاف القدس۔ سطعات۔ لمعات۔ انفاس العارفین۔ خیر کثیر۔ شفاء القلوب۔ بدور البازغہ۔ زہراوین۔ رسائل تفہیمات۔ انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ۔ در الثمین (۶) **متفرقات**۔ عقیدۃ الحسنہ۔ المقدمۃ السنیہ فی انتصار الفرقۃ السنیہ۔ سرور المحزون۔ رسالہ دانشمندی۔ ارشاد الی مہمات الاسناد۔ المقالۃ الوضیۃ فی النصیحۃ والوصیۃ ٭ ازالۃ الخفاء کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مصنف کو حدیث تفسیر اور تاریخ پر کس قدر عبور اور استخراج مسائل میں کیا تبحر تھا۔ یہ کتاب بلحاظ جامعیت و یکتائی عجیب و غریب ہے۔ اور مصفی میں حدیث کی تحقیقات اس عمدگی سے کی ہے کہ درجہ اجتہاد اس سے نمایاں ہوتا ہے۔

**وفات و اولاد**۔ شاہ ولی اللہ صاحب ۱۱۷۶ھ میں فوت ہوئے اسوقت انکی عمر ۶۳ برس کو پہنچ چکی تھی۔ ان کی قبر پرانی دہلی میں شاہجہان آباد کی جنوب ہے۔ تاریخ وفات اس مصرع سے نکلتی ہے ع او بود امام اعظم دین ٭ انکے بعد انکے چار بیٹے مشہور گذرے ہیں شاہ عبد العزیز شاہ عبد القادر شاہ رفیع الدین۔ شاہ عبد الغنی۔ یہ چاروں بزرگوار اپنے زمانہ میں علم و عمل و فہم و قوت تقریر و فصاحت تحریر و تقوی و دیانت و امانت و مراتب ولایت میں فرید دہر اور وحید عصر تھے۔ انمیں سے شاہ عبد العزیز بالخصوص زیادہ نامور مانے گئے ہیں ہندوستان میں اسوقت جسقدر محدث ہیں ان سب کا سلسلہ روایت حدیث شاہ عبد العزیز کے ذریعہ شاہ ولی اللہ پر منتہی ہوتا ہے۔٭

اللہ کے واسطے تمام خوبیاں ہین جسنے تمام لوگون کو مذہب اسلام اور ہدایت پر پیدا کیا۔ اور ان کی پیدایش اس خالص کشادہ اور سلیس روشن مذہب پر کی ہے اور جب لوگونپر جہالت چھا گئی اور نہایت پست درجہ کے نشیب مین اوسنے انکو گرا دیا اور بدبختی نے انکو گھیر لیا تو خدا نے انپر رحم کیا اور انکے حال پر مہربانی کی کہ انبیا کو اونکی طرف مبعوث کیا تاکہ ان کے ذریعے سے لوگون کو تاریکیون سے روشنی کی طرف اور تنگی سے کشادہ میدان کیطرف باہر نکال لاوے (خدا نے) اپنی فرمانبرداریکو ان کی فرمانبرداری پر موقوف کیا۔ اس بزرگی اور مرتبہ کا کیا ٹھکانا ہے۔ بعد انبیا کے انکی پیروی کرنے والونمین (خدا نے) جنکو چاہا اسکی توفیق دی کہ انبیا کے علمون کو کوشش سے حاصل کرین اور انکی شریعتون کے اسرار معلوم کرین اسلیئے وہ انعام خداوندی سے اسرار انبیا کے جامع اور انکے انوار نبوت سے کامیاب ہوگئے۔ ایسے لوگونمین سے خدا نے ایک ایک کو ہزار ہزار عابدونپر فضیلت دی ہے اور عالم ملکوت مین انکا نام عظما (بڑے مرتبہ والے) رکھا گیا ہے انکی ایسی حالت ہے کہ تمام مخلوق الہی حتی کہ پانی کے اندر مچھلیان بھی انکے لئے دعا کرتی ہین۔ بار خدایا تو انپر اور انکے وارثون پر جب تک آسمان اور زمین قایم ہے۔ رحمت نازل کرتا رہ۔ اور اونکو سلامت رکھ اور ان سب مین سے سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو (جنکو کشادہ اور روشن نشانیون سے دیگئی ہین) افضل ترین رحمت اور بزرگترین تحفہ اور پسندیدہ ترین قبولیت کیساتھ خاص کر اور آپ کی اولاد و اصحاب پر اپنے خوشنودیکا مینہ برسا اور انکو عمدہ جزا عطا کر۔

اسکے بعد بندہ خدا ے کریم کی رحمت کا محتاج احمد مشہور ولی اللہ ابن عبدالرحیم (عاملہما اللہ تعالی بفضلہ العظیم وجعل لہما النعیم المقیم) کہتا ہے کہ تمام یقینی علوم سے زیادہ عمدہ اور منزلہ بیخ کے اور مذہبی فنون کی بنیاد علم حدیث ہے جسمین ان اقوال اور افعال اور بیانات کا ذکر کیا جاتا ہے جو کہ افضل المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے نکلے ہین۔ اسلیئے وہ اقوال وغیرہ تاریکی مین چراغ اور ہدایت کے نشانات اور گویا چودھوین رات کے تابناک چاند ہین۔ جسنے انکی پیروی کی اور انکو محفوظ کرلیا وہ راہ راست

پر ہے اوسکو بڑے درجہ کی خوبی عطا کی گئی ہو اور جسنے اون کو نہین مانا وہ راہ راست سے بھٹک گیا اور پستی مین گرا اور اپنے لیے بجز نقصان کے اور کچھ زیادہ نہین کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (رزایل سے) منع کیا اور (خوبیون کا) حکم دیا ہے (درکات سے) ڈرایا ہے اور (درجات کی) بشارت دی ہو (بات بات کی) مثلین بیان کی ہین اور لوگون کو نصیحتین کی ہین وہ نصیحتین شمار مین قرآن کے برابر ہین بلکہ زیادہ +

علم حدیث کے مختلف طبقے ہین اسلئے باہم اہل حدیث کے درجے مختلف ہین اور اس علم مین بعض حصے بمنزلہ پوست کے ہین جنکے اندر مغز بھرا ہوا ہے اور بعض بمنزلہ سیپیون کے ہین جنکے اندر موتی ہین +

اور اکثر ابواب کے متعلق علماے رحمہم اللہ کی ایسی تصانیف ہین کہ جنسے وحشی مضامین کا شکار کیا جاتا ہے اور سخت سے سخت مطالب بھی اونکے ذریعہ سے رام ہوسکتے ہین اور فنون حدیث مین سے سب سے زیادہ ظاہری وہ فن ہے جس سے احادیث کی صحت ضعف شہرت اور غرابت کا حال معلوم ہوتا ہے۔ محدثین مین سے نقادان فن اور علماے متقدمین سے حفاظ حدیث نے اس فن کا بڑا اہتمام کیا ہے۔ اسکے بعد اس فن کا درجہ ہے کہ جس مین غریب احادیث کے معانی اور مشکل احادیث کا پورا انضباط ہوا اوسکا اہتمام فنون ادبیہ کے ماہرون اور علماے عربیہ کے پختہ مغز لوگون نے کیا ہے۔ پھر اُس فن کا درجہ ہے کہ جس مین احادیث کے [illegible] بیان کئے جاتے ہین اور فرعی احکام اُنسے نکالے جاتے ہین اور احکام منصوص کی عبارت یا اشارہ اور رمز پر [illegible] احکام کا قیاس کیا جاتا ہے منسوخ اور محکم احکام سمجھے جاوین اور ضعیف اور قوی کا علم حاصل کیا جاوے عام علما کے نزدیک یہی فن بمنزلہ مغز اور موتی کے ہو فقہاء محققین نے اس فن کیطرف نہایت توجہ کی ہے +

لیکن میری دانست مین تمام علوم حدیث مین سے زیادہ دقیق فن جسکی جڑ نہایت عمیق ہو اور اُسکا سنار نہایت بلند ہے اور میری نظر مین جو تمام علوم شرعیہ سے زیادہ بلند مرتبہ اور عالیقدر ہے وہ اسرار دین کا علم ہے جس مین تمام احکام دین کی حکمت اور لِم اور ایک ایک عمل کے راز اور نکات بیان کئے جاتے ہین بالعموم وہ تمام علمون مین سے سب سے زیادہ اسکا مستحق ہے کہ جس سے بن پڑے اپنے نفیس وقتون کو اوسمین صرف کیا کرے اور مفروضہ طاعتون کے بعد معاد کے لئے اوسکو ذخیرہ کرے اسلئے کہ شریعت کے احکام مین اوسیکے ذریعہ سے بصیرت پیدا ہوتی ہے اور اس فن کے عالم کو اخبار شریعت سے وہی تعلق ہوا کرتا ہے جو عروض کے عالم کو شعرا کے دیوانون سے اور منطقی کو حکما کے دلایل سے اور نحوی کو فصحاے عرب کے کلام سے اور اصول فقہ کے عالم کو فقہا کی تفریعون سے ہوتا ہے اسی علم کے ذریعہ سے ایسی حیرانی سے حفاظت ہوتی ہے جو کسی شخص کو رات کیوقت لکڑیان جمع کرنے مین پیش آتی ہے کہ خشک و تر مین وہ امتیاز نہین کرسکتا یا پانی کی رو مین غوطہ لگانے والے کو اور وہ اس سے امن مین رہتا ہے کہ اُس اونٹنی کی طرح پاؤن مارے جسکو اپنے سامنے کی کوئی چیز نظر نہ آتی ہو۔ یا کسی نابینا اونٹنی پر سوار ہو +

ایسے شخص کی حالت اُس آدمی کی سی نہین ہوسکتی جس نے کسی طبیب کو کھانے کے لئے سیب بناتے ہوئے سنا ہو اور مشکل ہونے کی وجہ سے اندرائن (حنظل) کا اوس پر قیاس کرلیا ہو +

اس علم کی وجہ سے آدمی اپنے پروردگار کی جانب سے ایک صاف دلیل پر اوس شخص کی طرح ہوجاتا ہے کہ جسکو کسی معتبر آدمی نے یہ بتادیا ہو کہ زہر مار ڈالا کرتا ہے اور اسنے اُسکے فرمانے کی تصدیق کی ہو اور پھر قراین سے معلوم کیا ہو کہ واقعی زہر کی حرارت اور خشکی بڑے درجہ کی ہوتی ہے اور یہ دونو کیفیتین انسانی مزاج کے بالکل مخالف ہین تو جس بات پر اسنے پہلے یقین کرلیا تھا اب اوسپر ایک درجہ یقین کا اور زیادہ ہوگیا ÷

اگرچہ احادیث نبوی نے اسرار دین کے اصول و فروع کو ثابت کردیا ہے اور آثار صحابہ و تابعین نے اوسکی اجمال و تفصیل کو صاف صاف بیان کردیا ہے اور ان مصلحتون کے دریافت کرنے مین جو شریعت کے ہر ہر باب مین ملحوظ رکھی گئی ہین مجتہدین کا غور نظر بھی انتہا کو پہونچگیا ہے اور ان کی پیروی کرنے والون نے بھی بڑے بڑے نکتے ظاہر کئے ہین اور انکے گروہون مین دقیق نظر علمانے بڑے عمدہ مضامین پیدا کئے ہین ÷

اسلئے یہ علم اس حالت سے نکل گیا ہے کہ اسمین کلام اجماع امت کے خلاف سمجھا جاوے یا کسی حیرت یا ابہام مین پڑنے کا باعث ہو لیکن تاہم ایسے لوگ کم گذرے ہین کہ جنہون نے اس مین کوئی تصنیف کی ہو اوسکی بنیادون کے استحکام مین غور کیا ہو اور اسکے اصول و فروع کو مرتب کیا ہو یا کوئی چیز سیری کے قابل بلکہ اسقدر بھی کہ خواہش کی گرسنگی کو دفع کرسکے بیان کی ہو اس فن کے ماخذ اسی شخص پر ظاہر ہوسکتے ہین جسکو تمام علوم شریعت مین پورا ملکہ ہو وہ تمام فنون دین مین یگانہ ہو اس علم کا چشمہ اسی شخص کے لئے صاف ہوتا ہے جسکا دل خدا نے علم لدنی سے کھول دیا ہو اور اسرار وہبی سے لبریز کردیا ہو اور اسکے ساتھ ہی نہایت روشن ضمیر بھی ہو اور اسکی طبیعت مین انتقال بھی ہو اور تحریر و تقریر مین فرزانہ ہو ہر بات کی تصویر کھینچے اور اسکو خوشنما پیرایہ مین ظاہر کرنے مین فوقیت رکھتا ہو اس سے خوب واقف ہو کہ اصول کو کیسے باہم ملاتے ہین اور فروع کو انپر کسطرح قایم کرتے ہین اور یہ جانتا ہو کہ قاعدون سے پہلے کیسے تمہید لایا کرتے ہین اور قاعدون کے لئے عقلی اور نقلی دلایل کیسے بیان کرتے ہین ÷

خدا کا مجھپر یہ بڑا انعام ہے کہ اسرار دین کے علم سے اُسنے مجھے بہرہ مند کیا اور ایک حصہ اس علم کا مجھکو بھی عطا کیا۔ اسپر مین کچھ ناز نہین کرتا ہون بلکہ اپنے قصور کا معترف ہون اور اپنے نفس کے تزکیہ کا کچھ دعوی نہین کرتا وہ برائی کا ہمیشہ حکم کرتا رہتا ہے ÷

ایک روز مین بعد عصر کے متوجہاً الی اللہ بیٹھا ہوا تھا دفعۃً آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی روح نے ظہور فرمایا اور اُسنے مجھکو اوپر کیجانب سے ایسا ڈھانپ لیا کہ گویا کسینے مجھپر کوئی کپڑا ڈالدیا ہے اُس حالت مین مجھپر القا کیا گیا کہ یہ کسی امر دینی کے بیان کیطرف اشارہ ہے اُسوقت مینے اپنے سینہ مین ایک ایسا نور پایا جس مین وقتاً فوقتاً ہمیشہ وسعت اور کشادگی بڑھتی رہی پھر چند روز کے بعد الہام ہوا کہ اس صاف اور روشن امر کے لئے میرا آمادہ ہونا تقدیر الہی مین قرار پاچکا ہے اور مجھکو بھی معلوم ہوا کہ اپنے پروردگار کے انوار سے تمام زمین منور ہوگئی غروب کے وقت روشنی نے اپنا عکس زمین پر ڈالا ہے اور شریعت مصطفوی اس زمانہ مین بدین وجہ کہ دلایل کے وسیع و مکمل لباس مین ظہور فرما ہونیکو ہے سراپا نور ہوگئی اور اسکے بعد مین ایک زمانہ مین مکہ معظمہ مین وارد تھا وہین مین نے جناب امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو خواب مین دیکھا کہ

اُن دونون نے مجکو ایک قلم عطا فرماکر کہا کہ یہ قلم ہمارے نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور مین اللہ اس فکر مین رہتا ہون کہ کوئی کتاب ایسی مدون کرون جو مبتدی کے لیے بینائی کا باعث اور منتہی کے لیے قابلِ تذکرہ ہو اور شہری اور بدوی سب اُس سے فیض حاصل کرسکین اور مجمعون مین اُسکے تذکرے رہین +

لیکن مجکو اس قصد مین یہ بات دامنگیر ہوتی تھی کہ مین اپنے قریب کسی ایسے انصاف پسند معتبر عالم کو نہین پاتا تھا کہ مشتبہ مسئلون مین اُسکیطرف رجوع کیا کرتا اور نیز علوم نقلی مین جو کہ برگزیدہ عہد مین مدون ہوئے ہین میری دستگاہ کافی نہ تھی اور اسنے مجکو اور بھی بزدل کردیا تھا کہ مینے ایسا زمانہ پایا کہ جس مین جہالت تعصب خواہشون کی پیروی اور اپنی ناقص رایون پر ناز کرنا شایع تھا اور ہمعصر ہونا باہمی نفرت کی جڑ ہوا کرتا ہے اور جو تصنیف کیا کرتا ہے ملامت کا ہدف بنا کرتا ہے مین اسی شش و پنج مین تھا کبھی ایک قدم آگے بڑھتا تھا اور پھر پیچھے ہٹ جاتا تھا اور ایک بار چلکر تھکاکر پھر مجبورانہ واپس آتا تھا +

اسی اثنا مین میرے بزرگ بھائی اور گرامی دوست مولانا محمد عاشق (خدا اُنکو حوادث سے محفوظ رکھے) نے اس علم کے مرتبہ اور فضیلت کو خوب طرح سمجھا اُنکو الہام ہوا کہ جب تک اس علم کے دقایق اور بڑے نکتون کی کافی تلاش نہ کیجاویگی پوری طرح سعادت حاصل نہوگی انہون نے خوب طرح اندازہ کرلیا تھا کہ جب تک شکوک اور شبہات کی تکالیف نہ برداشت کیجاوینگی اور اختلاف اور مخالفتون کی سختی نہ جھیلی جاویگی اس علم تک پہونچنا آسان نہین ہے تو اسمین پورا خوض وہی شخص کرسکتا ہے جو سب سے پہلے اس دروازہ کو کھولے اور اُسکے پکارتے ہی وحشی اور مشکل مضامین حاضر ہوجاوین اسکے لئے وہ حتی الامکان شہر شہر پھرے اور جس شخص کو عمدہ اور نیک پایا اُس سے تفتیش کیا اور ہر ایک ادنی و اعلیٰ ناقص و کامل کی جستجو کی لیکن کسیکو نپایا کہ کوئی کار آمد بات کہتا یا کوئی روشن بیان ظاہر کرتا یہ دیکھکر وہ مجھسے مصر ہوئے اور چمٹ گئے اور میرا دامن پکڑ لیا جتنی مین معذوری ظاہر کرتا تھا وہ مجکو یہ حدیث یاد دلاتے تھے کہ جو کوئی شخص علم کو سیکھکر چھپاویگا قیامت کے روز آگ کی لگام اُسکے دہن مین چڑھائی جاویگی یہانتک کہ اُنہون نے مجکو بالکل خاموش کردیا سب راستے تنگ ہوگئے اور پھر کوئی عذر نہ چل سکا اور مجکو یقین ہوگیا کہ یہ ایک نہایت اہم کام ہے اور پچھلے الہام کی ایک صورت ہے تقدیر الٰہی مین ایسا ہی مقدر ہوچکا ہے۔ اور ہر سمت سے اُسنے مجکو گھیر لیا ہے لہذا مینے خدا کیطرف متوجہ ہوکر استخارہ کیا اور ہمہ تن مشغول ہوکر ہر امر مین اُسکی مدد کا خواہان ہوا اور اپنی قوت سے بالکل جدا ہوگیا اور ایسا مجبور ہوگیا کہ جیسے بے اختیاری حرکتون مین غسال کے ہاتھ مین مردہ ہوتا ہے تب مینے اُنکی درخواست کو شروع کیا اور نہایت عاجزانہ طور پر خدا سے دعا کی کہ تمام لہو ولعب کی باتون سے میرا دل پھیر دے اور ٹھیک ٹھیک ہر چیز کی حقیقت مجکو بتادے اور جو وسوسے میرے دل مین فکر پیدا کرے اُسکے دور کرنے مین میرا معاون ہو میرے دل کو توانا اور زبان کو گویا کردے اور جس بحث مین مین داخل ہون اُسکی لغزشون سے مجکو محفوظ رکھے اور ہر حالت مین راست بیانی کی توفیق دے مینے اُنکے سامنے پیش کردیا تھا کہ بیان کے موقع مین مین ایک محض خاموش آدمی ہون اور گھوڑدوڑ کے گھوڑون مین لنگ اعضا ہون میرا سرمایہ بالکل ناقص

جیسا وراق کی تلاش مین نہ مجھسے غور کیا جاتا ہے اسلیے کہ میرا دل ایک ایسے امر مین مصروف ہے کہ جسپر زیادتی ممکن نہین اور نہین منقولات کے حفظ کرنے مین انتہا درجہ کی کوشش کر سکتا ہون کہ ہر آنے اور جانے والے کے سامنے اوسکو بیان کرتا رہون اور مین اپنی جان سے صرف تنہا ہون اپنی ہی گرد کو جمع کرنے والا ہون اپنے وقت کا بندہ اور اپنے بخت کا امید ہون اور اپنے ہی خیال بندی کا فریفتہ ہون اور اپنے ہی ناقص متاع کو غنیمت سمجھنے والا ہون جو اس کو پسند کرکے ہمی پر بس کرنا چاہے وہ بس کرے نہین تو وہ مختار ہے جو چاہے سو کرے اور چونکہ آیتہ (وعندالحجۃ البالغۃ) مین تکلیف شرایع اور جزاء اعمال کے راز اور احکام منزل من اللہ کے اسرار کی طرف اشارہ ہے۔ اور یہ کتاب بھی اونہین کی ایک بالیدہ شاخ ہے اور اسیکے کنارہ سے چودھوین رات کے چاند نکلے ہین اسلیے اسکا نام **حجۃ اللہ البالغہ** رکھا گیا۔ حسبی اللہ ونعم الوکیل ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم +

## مقدمہ

بعض لوگ خیال کیا کرتے ہین کہ شریعت کے احکام مین کوئی مصلحت نہین ہوا کرتی اور اعمال اور انکی جزا مین جو جانب اللہ مقرر ہے کوئی مناسبت نہین ہے اور احکام شریعت سے تکلیف کرنا بعینہ ایسا ہے کہ جیسے کوئی آقا اپنے ملازم کی فرمانبرداری کی آزمایش کرنے کو کسی پتھر کے اٹھانے یا کسی درخت کے چھونے کا حکم دے جسمین بجز آزمایش کے اور کوئی فایدہ نہین پس اگر اسکی اطاعت کرے جزا پاوے اور سرکشی کرے تو سزا دیجاوے +
یہ گمان بالکل فاسد ہے حدیث اور ان زمانون کے اجماع جنکی خوبی اور برکت پر خود شرع نے شہادت دی ہے اس خیال کی تکذیب کرتے ہین۔ جو شخص امور ذیل کو نہ سمجھ سکے اسکی واقفیت اس سوزن کی نمی سے کیا زیادہ ہوسکتی ہے جسکو دریا مین غوطہ دیا ہو کہ اعمال کا اثر نیتون پر اور ان نفسانی حالتون پر موقوف ہے جنسے اعمال سرزد ہوتے ہین جیسا کہ رسول خدا نے فرمایا۔ انما الاعمال بالنیات۔ اعمال کا ثواب نیتون پر موقوف ہے اور خدا تعالی نے فرمایا۔ لن ینال اللہ لحومها ولا دماؤها ولکن یناله التقوی منکم۔ خدا سے نہین نزدیک کرتے ہین قربانیون کے گوشت اور نہ خون لیکن تمہاری پرہیزگاری اس سے نزدیک کردیتی ہے اور **نماز** خدا کی یاد اور اسکے حضور مین عاجزی کرنے کے لئے مشروع کی گئی ہے خدا تعالی فرماتا ہے "اقم الصلوۃ لذکری" میری یاد کرنے کو نماز پڑھ اور نماز سے یہ بھی مقصود ہے کہ اسکی طفیل سے آخرت مین دیدار خدا نصیب ہوجاوے +
فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے "سترون ربکم کما ترون هذا القمر لا تضامون فی رویته فان استطعتم ان لا تغلبوا علی صلوۃ قبل طلوع الشمس وصلوۃ قبل غروبها فافعلوا" بیشک تم اپنے پروردگار کو ایسا ہی دیکھوگے جیسا اس چاند کو دیکھتے ہو اسکے دیدار مین کچھ شک و شبہ تمکو نہوگا پس اگر تم سے اسکا اہتمام ہوسکے کہ سورج نکلنے اور غروب ہونے سے پہلے کوئی چیز تمکو نماز سے باز نرکھے تو ایسا ہی کرو +
اور **زکوۃ** کا حکم شریعت مین اسلیے دیا گیا ہے کہ اس سے بخل کی کمینہ عادت جاتی رہے اور حاجتمندون کی کار برآری ہوتی رہے جیسا کہ زکوۃ نہ دینے والون کے حق مین خدا تعالے فرماتا ہے "ولا یحسبن الذین یبخلون بما آتاهم اللہ

من فضلہ ہو خیر لہم بل ہو شر لہم سیطوقون ما بخلوا بہ یوم القیامۃ" وہ لوگ جو اُن نعمتون مین بخل کرتے ہین جو خدا نے اپنے فضل سے اونکو دی ہین یہ ہرگز خیال نہ کرین کہ یہ اُنکے حق مین اچھا ہے بلکہ بُرا ہے قیامت کے روز یہ چیزین جسکا انہون نے بخل کیا اونکے گلے کا طوق ہونگے اور جیساکہ فرمایا رسولِ خدا نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے فاخبرہم ان اللہ تعالیٰ فرض علیہم صدقۃ توخذ من اغنیاءہم فترد علے فقراءہم" آنحضرت نے اُنکو بتایا کہ خدا نے اُن لوگون پر صدقہ بنا فرض کیا ہے مالدارون سے لیا جاوے اور غریبونکو دیا جاوے +

اور روزہ نفس کے مطیع کرنے کے لیئے مقرر کیا گیا ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے "لعلکم تتقون" اسلیئے کہ تم پرہیزگار ہوجاؤ اور فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے "فان الصوم لہ وجاء" کہ روزہ نفس کی خواہش کو روک دیتا ہے +

اور **حج** اسلیئے مشروع ہوا ہے کہ اُس سے خدا کی نشانیون کی عظمت ظاہر کیجاوے خداتعالےٰ فرماتا ہے "ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ الآیۃ" بیشک سب سے پہلا گھر جو لوگون کی عبادت کے لیئے بنایا گیا وہ گھر ہے جو مکہ مین ہے اور فرمایا "ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ" صفا اور مروہ خدا کے نشانون سے ہین +

اور **قصاص** کُشت وخون کو باز رکھنے کے لیئے قرار دیا گیا ہے خداتعالیٰ فرماتا ہے "ولکم فی القصاص حیوۃ یا اولی الالباب" اے عقلمندو تمہارے لیئے قصاص مین زندگی ہے +

**حدود** اور **کفارے** اسلیئے قرار دیئے گئے ہین کہ گناہون پر زجر و توبیخ ہوتی ہے "کقولہ لیذوق وبال امرہ" تاکہ اپنے کیئے کا مزہ چکھے +

**جہاد** مین یہ مصلحت ہے کہ خدا کا کلمہ بلند ہو اور فتنہ وفساد کا استیصال ہوجاوے فرمایا اللہ تعالیٰ نے "وقاتلوہم حتی لاتکون فتنۃ ویکون الدین کلہ للہ" اور کافرون سے لڑتے رہو تاکہ کوئی فتنہ پیدا نہو اور خدا کے ہی تمام مذہب ہوجاوین +

اور باہمی **معاملات** اور **نکاح** کے اصول مین یہ خوبی ہے کہ لوگونمین باہم عدل و انصاف قایم رہے علاوہ ازین اور امور بھی ہین جنکی تشریح احادیث سے ہوتی ہے اور ہر زمانہ کے بعض بعض علما بھی اُنکو بیان کرتے رہے ہین۔ جو شخص ان امور سے ناواقف ہو اُسکو بجاے اسکے کہ اپنے قول کو شمار مین لاوے یہ بہتر ہے کہ اپنے حال زار پر افسوس کرے۔ پھر آنحضرت نے بعض بعض ہوقعون پر اوقات معین کرنے کے اسرار بھی بیان فرمائے ہین چنانچہ ظہر کی چار رکعتون کے متعلق آپ نے فرمایا ہے کہ اسوقت آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہین لہذا مین چاہتا ہون کہ کوئی نیک عمل میرا بھی آسمان کی طرف بلند ہو۔ روزِ عاشورہ کی نسبت آپ نے فرمایا کہ یہ روزہ اسلیئے مشروع ہوا تھا کہ موسیٰ نے فرعون کے ہاتھ سے اُسیدن نجات پائی تھی اور ہمارے واسطے اسلیے کہ موسیٰ کے طریقے کی پیروی ہو مشروع ہوا ہے۔ اِسکے علاوہ بھی اور بعض بعض احکام کے اسرار بیان کیئے ہین +

جاگنیوالے کے لیئے فرمایا کہ کچھ اُسکو خبر نہین رہتی کہ کہان اُس کا ہاتھ جا پڑا ہو اور مینی صاف کرنے کیلیئے فرمایا کہ شیطان اُسکی ناک کے نتھنے پر سوتا ہے اور خواب کی نسبت فرمایا کہ سونے سے بدن کے جوڑ ڈھیلے پڑجاتے ہین رمی جمار کے لیے فرمایا کہ یہ خدا کی یاد بڑہانے کو ہے اور فرمایا کہ اندر آنے کے لیے اجازت لینا اسلیئے ہے کہ کہین نظر نہ پڑجائے

بلی کی نسبت ارشاد ہوا کہ وہ تمہارے مکانون مین اکثر پھرتی پھراتی رہتی ہے اسلیے اُسمین کچھ نجاست نہین ہے اور بارہا فرمایا کہ یہ کام کسی خرابی دور کرنے کے لیے ہے۔ شیر خوارگی کے زمانہ مین عورتون سے اختلاط کرنے کے متعلق فرمایا کہ اس سے بچے کو ضرر پہونچتا ہے۔ بعض امور کے متعلق فرمایا کہ اس سے کافرون کے فعل کی مخالفت مقصود ہے چنانچہ فرمایا کہ آفتاب صبح کو شیطان کے دونو سینگون کے بیچمین سے طلوع ہوتا ہے اور اُسوقت کافر اُسکو سجدہ کرتے مین۔ کہین تحریف سے بچنا مصلحت قرار دیا جیسا کہ حضرت عمرؓ ایک شخص سے جو نفل پڑھنے والے کے پیچھے فرض پڑھتا تھا کہا کہ اگلے لوگ ایسے ہی ایسے کامون سے ہلاک ہو گئے ہین آنحضرت نے فرمایا کہ اے عمر تیری راے درست ہے اور کبھی کسی حرج کی وجہ سے بھی بعض مسایل مشروع ہونے ہین آنحضرت نے فرمایا اَوَ لِكُلِّكُم ثوبان کیا تم مین سے ہر ایک کے پاس دو ہی کپڑے ہوا کرتے ہین اور خدا تعالی نے فرمایا۔ علم اللہ انکم کنتم تختانون انفسکم فتاب علیکم وعفا عنکم" خدا جانتا تھا کہ تم اپنے نفسون کی خیانت کیا کرتے ہو اسلیے تمہاری توبہ قبول کی اور تمہارا قصور معاف کر دیا۔ بعض موقعون مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رغبت اور خوف دلانے کے اسرار بیان فرمائے ہین اور بعض مشتبہ موقعون پر صحابہ نے آپ سے رجوع کیا ہے اور اُنکے شبہ رفع کرنیکو اُس امر کے متعلق اُنہی اصلی بات بتا دی ہے چنانچہ فرمایا کہ مکان پر یا بازار مین نماز پڑھنے سے جماعت کا ثواب ۲۵ درجہ زیادہ ہے اسلیے کہ جب کوئی تم مین سے وضو کرتا ہے اور بخوبی اُسکے آداب بجالاتا ہے اور پھر مسجد مین داخل ہوتا ہے تو اُسکے دل مین صرف نماز ہی کا خیال ہوا کرتا ہے اور فرمایا کہ تمہاری شرمگاہ مین بھی ایک قسم کا ثواب ہے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہم مین سے جب کوئی اپنی نفسانی خواہش کو پورا کرتا ہے اُس مین بھی ثواب پاتا ہے۔ آپ نے فرمایا کیون نہین۔ کیا تم نہین جانتے کہ اگر وہ حرام مین اُسکو بیجا استعمال کرتا تو اُسپر بار گناہ ہوتا یا نہین ایسا ہی جب اُسنے حلال مین استعمال کیا اُسکو ثواب ملیگا۔

اور فرمایا کہ جب دو مسلمان باہم تلوار سے لڑین وہ دونو دوزخی ہین صحابہ نے عرض کیا کہ قاتل تو خیر مقتول کیون دوزخی ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ مقتول بھی تو اپنے مقابل کے قتل کا از بس خواہان تھا اُسکے علاوہ اور بے شمار موقع ہین حضرت عباس نے جمعہ کے روز غسل مسنون ہونیکی وجہ بیان کی۔ حضرت زید بن ثابت نے درختونکے پھل ظاہر ہونے سے پہلے بہار فروخت کرنے کی ممانعت کا سبب بیان کیا اور عبداللہ ابن عمر نے اسکی وجہ بیان کی کہ بیت اللہ کے چار رکنون مین صرف دو ہی کو بوسہ کیون دیا جاتا ہے۔

ان کے بعد تابعین اور تابعین کے بعد آیمہ مجتہدین ہمیشہ مصلحتون کو احکام کے علل بیان کرتے رہے مصلحتون کے اغراض بخوبی سمجھتے رہے منصوص احکام کے ایسے ایسے مناسب اسباب بیان کرتے رہے جنکو کسی منفعت کے حاصل ہونے یا کسی مضرت کے دفع کرنے سے کچھ نہ کچھ تعلق تھا اُنکی کتابون اور مذاہب مین یہ سب امور تفصیل مذکور ہین۔ ان طبقون کے بعد امام غزالی اور علامہ خطابی اور امام عز الدین ابن عبد السلام وغیرہ (شکر اللہ مساعیہم) نے لطیف لطیف نکتون اور بلند ترین تحقیقات کو ظاہر کر دیا۔

ہان جیسے کہ مذہب اسلام نے اس مصلحت اندیشی کو ضروری قرار دیا ہے اور اُسپر گویا اجماع ہو گیا ہے ایسے ہی یہ بھی

ضرور ہو کہ ان مصلحتون سے قطع نظر کرکے خود کسی چیز کا واجب کسی چیز کا حرام قرار دینا ہی فرمانبردار کے ثواب پانے اور نافرمانی کرنے والے
کے عذاب کا ذاتی سبب ہو اور محض بے اصل ہے جو خیال کیا جاتا ہے کہ اعمال کا حسن و قبح یعنی کام کرنے والے کا مستحق ثواب
یا عذاب ہونا محض عقلی ہے۔ شریعت اپنی جانب سے نہ کسی چیز کو واجب کرتی ہے نہ حرام اُس کا کام یہ ہے کہ اعمال کی
خاصیتون کو ٹھیک ٹھیک تبلا دے جیسے کہ کوئی طبیب دواؤن کی خاصیتین بیماریون کے اقسام بیان کر دیتا ہے۔ یہ
گمان فاسد ہے حدیث علانیہ طور پر اسکی تردید کرتی ہے +

یہ کیسے ہوسکتا ہے آنحضرت تو رمضان مین تراویح کی نسبت فرماتے ہین مجھے اندیشہ ہے کہ کہین وہ فرض نہو جاوین
اور فرمایا بڑا گنہگار وہ مسلمان ہے جو ایسی ایسی چیزین دریافت کرے جو ابھی تک حرام نہ تھین لیکن اُسکے سوال کرنے
سے حرام کر دی گئین انکے علاوہ اور کئی حدیثین اسی مضمون کی وارد ہوئی ہین۔ بھلا اگر ایسا ہی ہوتا تو اُس مقیم کو جو سختی سے
بسر کرتا ہے روزہ کا افطار کرنا درست ہوا کرتا جیسا کہ مسافر کو سختی کی وجہ سے افطار درست ہے وہی تنگی و سختی جو
رخصتون کا مدار ہے یہان بھی مقیم کی حالت مین موجود ہے اور ایسا ہی خوشحال مسافر کو افطار کرنا درست نہوتا۔ تمام
حدود شرع کا یہی حال ہے +

ایسے ہی علم حدیث نے یہ بھی لازم کر دیا ہے کہ جب کوئی حکم شرع بروایت صحیح ثابت ہو جاوے تو اُسکی تعمیل کو مصلحت
کے معلوم ہونے پر موقوف نہ رکھے۔ اکثر عقلین عموماً مصلحتونکو اپنے بل پر معلوم نہین کر سکتین ہین اور نیز ہمکو اپنی عقلون
اتنا اعتماد نہین ہے جتنا کہ آنحضرت پر ہے اسیلیے اُن لوگونپر اس علم کا اظہار نہین کیا گیا جو اسکے اہل نہین تھے۔ اس علم
کے بھی وہ شرایط ہین جو کتاب الٰہی کی تفسیر کے ہین بغیر سند حدیث کے محض اپنی راے سے اُس مین خوض کرنا حرام ہے +

مذکورہ بالا تقریر سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ احکام شرعی کے مقرر کرنیکی ٹھیک مثال یہ ہے کہ کسی آقا کے غلام بیمار ہون اور
یہ آقا اونکی دوا پلانے کو ایک خاص آدمی متعین کر دے اس صورت مین اگر یہ غلام علاج کرانے مین اُس طبیب
کی فرمانبرداری کرینگے تو گویا اپنے آقا کی فرمانبرداری کرینگے انکا آقا خوش ہوگا اور بھلائی سے اونکے ساتھ پیش
آویگا اور اُنکو بھی بیماری سے نجات ملجاویگی۔ اور اگر اُنھون نے اُس طبیب کا کہنا نمانا تو گویا اپنے آقا ہی سے سرتابی
کی اوسکے غصہ مین مبتلا ہوئے اور نہایت سخت سزا اونکو ملی اور مرض نے اُنکا کام تمام کر دیا اسیطرف آنحضرت نے
اُس حدیث مین جو فرشتون کیطرف سے روایت کی ہے اشارہ فرمایا کہ اسکا حال ایسا ہے کہ جیسے کسی شخص نے ایک
گھر تعمیر کرکے اُسمین کھانا تیار کیا اور ایک بلانیوالے کو بھیجدیا کہ لوگون کو بلا لاوے اب جسنے بلانے والے کی بات مان لی
اُسنے گھر مین داخل ہو کر کھانا کھایا اور جس نے اُس کے کہنے کی پروانہ کی وہ نہ گھر مین داخل ہوا نہ اُسنے کھانا کھایا۔
اور جگہ ارشاد فرمایا کہ میرا اور اُن احکام کا حال جن کے ساتھ خدا نے مجکو بھیجا ہے ایسا ہے جیسا کہ کسی آدمی نے
کسی قوم کے پاس جا کر کہا کہ لوگو مینے اپنی آنکھ سے لشکر دیکھا ہے تمکو برملا آگاہ کرتا ہون کہ اپنے بچنے کی فکر کرو۔ اپنے
آپ کو بچاؤ۔ جنھون نے اُس کا کہنا مان لیا اور شروع رات سے سفر کا سامان کر کے چلدیے وہ محفوظ رہے اور جس فریق
نے اُس کو سچا نہ جانا وہ اپنی جگہ ٹھیرا رہا یہان تک کہ صبح کے وقت لشکر نے اُنکو آلیا اور بیخ و بن سے برباد کر دیا اور

آنحضرت نے اپنے پروردگار کیطرف سے فرمایا کہ وہ تمہارے اعمال ہین جو تم پر اترتے ہین +
ہماری اس تقریر سے کہ حالت احکام کا مین بین ہو یعنی اعمال کو اور چیزون کے واجب اور حرام مقرر کرنے کو دونون کو ثواب اور عذاب کے مستحق ہونے مین دخل ہے۔ ان مختلف دلیلون مین بھی اتفاق ہوگیا کہ زمانہ جاہلیت کے لوگون کو ان کے اعمال پر عذاب دیا جاویگا یا نہین +
اور بعض لوگ یہ تو کسی قدر جانتے ہین کہ احکام کے لیے مصلحتین علت ہین اور اعمال پر جزا اون نفسانی حالتون کی ہی وجہ سے مرتب ہوتی ہے کہ جنسے نفس عمدہ ہوجاتا ہے یا بگڑجاتا ہے جیساکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ بدن مین ایک بوٹی ہے اوسکی درستی سے سارا بدن درست رہتا ہے اور اسکے بگڑنے سے سارا بدن بگڑجاتا ہے سنو کہ وہ دل ہے لیکن یہ لوگ سمجھتے ہین کہ اس فن کا مدون کرنا اسکے اصول وفروع کا مرتب کرنا عقلاً تو اسواسطے منع ہے کہ اسکے مسایل نہایت مشکل ہین اور شرعاً اسلیئے ناممکن ہے کہ سلف نے اسکو جمع نہین کیا حالانکہ انکا زمانہ آنحضرت سے قریب تھا اور انکے علوم بہت وسیع تھے تو گویا اوسکے ترک پر سب کا اتفاق سا ہوگیا ہے۔ یا یون کہہ اٹھتے ہین کہ اس علم کے مرتب کرتے ہین کوئی معتدبہ فایدہ نہین ہے کیونکہ شریعت پر عمل کرنا کچھ احکام کی مصلحتون سے واقف ہونے پر موقوف نہین۔ یہ سب گمان فاسد ہین اسلیئے اس قول کے کہ اسکے مسایل مشکل ہین اگر یہ معنی ہین کہ اس صورت مین اس علم کا جمع کرنا بالکل ہی ناممکن ہے تو مسایل کے مشکل ہونے سے یہ بات لازم نہین آتی۔ دیکھو توحید صفات کے مسایل کیسے کیسے مشکل ہین ان کا پورا دریافت کرنا کیسا دشوار ہے تاہم خدا جسکیلیے چاہتا ہے انکو آسان کردیتا ہے۔ ہر ایک علم کا یہی حال ہے ظاہر نظر مین معلوم ہوا کرتا ہے کہ اسمین بحث کرنا دشوار ہوگا اور اسکا پورا پورا دریافت کرنا تقریباً ناممکن ہوگا۔ لیکن جب اسکے متعلقات مین کوشش کی جاتی ہے اور آہستہ آہستہ اسکے مقدمات اور مبادی سمجھے جاتے ہین تو اس مین قدرت بڑھتی جاتی ہے اور اسکی بنیادین مستحکم ہوتی جاتی ہین اور اسکی فروعات اور متعلقات کا نکالنا آسان ہوتا جاتا ہے اور اگر یہ معنی ہین کہ اس مین کسی قدر دشواری ہے اسکو ہم بھی تسلیم کرتے ہین لیکن دشواری ہی سے تو بعض عالمون کی فضیلت بعض پر ظاہر ہوا کرتی ہے جب تک کہ مشقتین اور شداید نہ جھیلے جاوین تمنائین پوری نہین ہوتین۔ علوم مین ملکات جبھی حاصل ہوتے ہین کہ عقلی تکالیف برداشت کیجاوین اور ہر ہر بات کے سمجھنے مین نہایت خوض اور غور کیا جاوے اور یہ کہنا کہ سلف نے اس کو مدون نہین کیا ہے ہمکو سلف کے مدون کرنے کی کیا پروا ہے جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکے اصول کو قایم کردیا ہے اور اسکے فروع کو مرتب فرمادیا ہے حضرت عمر حضرت علی حضرت زید حضرت عبداللہ ابن عباس حضرت عایشہ وغیرہ جیسے فقہا وصحابہ نے اس مین گفتگوئین کی ہین اور اسکی وجوہ کو روشن بیانی سے ظاہر کردیا ہے اور انکے بعد علماے دین اور رہروان طریقۂ یقین ان ضروری امور جن کو خداتعالی نے انکے دلون مین ذخیرہ کیا تھا ظاہر کرتے رہے ہین۔ جب انکو کسی ایسے شخص سے مناظرہ کی ضرورت آپڑتی تھی جو تشکک اور شبہ سے فتنہ پردازی کرنا چاہتا تھا تو وہ مستعدانہ بحث کی شمشیر کو میان سے نکال لیتے تھے اپنے ارادون کو مصمم کرکے جرأت اور دلیری سے بدعتیون کے لشکر کو ہزیمت دیتے تھے +

مینے خوب سمجھ لیا کہ ایک ایسی کتاب کا مدون کرنا جس مین اس فن کے اصول و قواعد کا ایک معقول حصہ ہو نہایت کارآمد اور پُرمنفعت ہوگا +

متقدمین کو اِس فن کی اسلیے ضرورت نہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فیض صحبت سے اُنکے عقیدے بالکل صاف تھے۔ آپ کے زمانہ سے وہ قریب تھے آنمین اختلافات کم تھے اُنکے دل مطمئن تھے۔ اُن امور کی تفتیش کی اُن کو کچھ ضرورت نہ تھی جو آنحضرت سے ثابت ہو چکے تھے منقول کو معقول سے مطابق کرنے کا اون کو کچھ خیال نہ تھا ثقات سے اکثر مسئلون کا دریافت کر لینا ممکن تھا +

علےٰ ہذا القیاس اسیوجہ سے کہ اون کا زمانہ قرن اوّل کے متصل تھا رجال حدیث اُنکے پیش نظر تھے اپنے کانون سے وہ اُنکا کلام سنتے تھے ہر ایک بات کو علماے ثقات سے دریافت کرسکتے تھے اختلافات مذہبی اُن مین کم تھے فنون حدیث کی کچھ ضرورت اُنکو نہین تھی غریب حدیثون کے شرح اسماء رجال کے تحقیقات اُنکی عدالت کے درجے بیان کرنے کی کوئی حاجت نہ تھی ایسے ہی مشکل احادیث کی تفسیر حدیث کے اصول مختلف حدیثون کا بیان۔ احادیث کے راز ضعیف کو صحیح سے تمیز دینا موضوع کو معتبر سے جدا کرنا یہ سب غیر ضروری تھا +

فنون بالا مین سے ہر فن کی تدوین اُنکے اصول و فروع کی ترتیب مدت دراز کے بعد ہوئی جب اُسکی ضرورت کا وقت آیا پھر ایک زمانہ کے بعد فقہا مین اس بنا پر اختلاف ہوا کہ احکام کی کیا کیا علتین ہین اور اُن علتون کے متعلق ایسی بحثین چھڑ مین کہ اُنسے مصلحتین کیسی حاصل ہوسکتی ہین جو شرع مین معتبر ہین اب اکثر مذہبی مسایل مین اکثر اپنی راے کو دخل دیا جانے لگا اور اعتقادی اور عملی مسئلون مین شکوک و شبہات پیدا ہونے لگے اور ایسا وقت آ پہونچا کہ نقلی نصوص پر عقلی دلایل کا قایم کرنا اور منقول کو معقول سے مطابق کرنا دین کی کامل مدد کا باعث ہوا اور مسلمانون کی پراگندگی دور کرنے مین ایسی ایسی کوششون سے عمدہ آثار ثابت ہوئے۔ یہ عبادت سب عبادتون سے افضل اور تمام بندگیون کے اصل اصول قرار پائے +

یہ کہنا کہ اس فن یعنی اسرار دین کی تدوین بے فایدہ ہے بالکل بے اصل ہے بلکہ اسمین بڑے بڑے فایدے مین۔
اولاً۔ اسکے ذریعہ سے آنحضرت کے معجزات مین سے ایک بہت بڑے معجزہ کا اظہار ہوتا ہے آنحضرت نے لوگون کے سامنے قرآن عظیم کو پیش کیا جسنے تمام بلغاءِ زمانہ کو تھکا مارا کسی ایک سے بھی بن نہ پڑا کہ ویسی ایک سورہ بنا سکتا۔ لیکن جب زمانہ قرن اوّل کا گزر گیا اور اسکی معجز نما وجہین لوگون پر مخفی ہوگئین تو علماء امت نے اپنی ہمت سے ان وجوہ کو ظاہر و باہر کر دیا کہ جو لوگ اُنکے ہمرتبہ نہون وہ قرآن کے اعجاز کو بخوبی سمجھ سکین ایسے ہی خدا کی جانب سے آپ نے ایسی شریعت کو عام نظرون کے سامنے پیش کیا جو تمام شرایع سے زیادہ مکمل ہے اسمین ایسی ایسی مصلحتین ملحوظ مین جن کا اندازہ طاقت بشری نہین کرسکتی آپ کے زمانہ کے لوگون نے احکام الٰہیہ کی عظمت کو خوب معلوم کر لیا تھا اپنی زبانون سے انہون نے اسکا اظہار کیا ہے اور اپنے خطبون اور تقریرون مین اسکو صاف صاف بیان کیا ہے لیکن اُنکا زمانہ گذرجانے کے بعد یہ ضرورت پیش آئی کہ امت محمدیہ مین کوئی ایسا شخص ہو جو اس قسم کے اعجاز

کی وجہوں کو لوگوں پر ظاہر کرے اُن سباب کی تشریح کر دے جن سے عیان ہو جاوے کہ شریعت محمدیہ تمام شرایع سے زیادہ کامل ہے نا آنحضرت جیسے شخص سے اس پایہ کی چیز کا ظاہر ہونا ایک عظمت معجزہ ہے ثانیاً۔ ایمان لانے کے بعد اس علم سے دل کی اطمینان زیادہ بڑھ جاتا ہے جیسے آنحضرت ابراہیم خلیل اللہ نے فرمایا لیکن تاکہ میرا دل مطمئن ہو جاوے +

ثالثاً جب دلایل باہم ایک دوسرے کے موید ہوتے ہین اور کوئی شے جب مختلف طریقونسے ثابت کیجاتی ہے تو اس سے سینہ مین ایک قسم کی راحت پیدا ہو کر اضطراب دور ہو جاتا ہے +

رابعاً۔ خالصاً خدا کی عبادت کرنے والا جب خدا کی عبادت مین کوشش کرتا ہے اور اسپر وہ عبادتون کے مشروع ہونے کی وجہ سے واقف ہوتا ہے اور عبادت کے ارواح اور انوار کی دل سے محافظت کرتا ہے تو تھوڑی عبادت بھی اسکو بہت نفع دیتی ہے اور وہ اند ھادھند کسی کام کو نہین کرتا اسلیے امام غزالیؒ نے سلوک کی کتابون مین عبادات کے اسرار جابجا بیان کئے ہین +

خامساً۔ فقہا نے اکثر فقہ کے فرعی مسئلون مین اسی بنا پر کہ احکام کی علتین کونسی مناسب اور کون سی نا مناسب ہین بڑا اختلاف کیا ہے اور پورے تحقیق بدون اسکے کہ مصلحتون کے متعلق ایک مستقل گفتگو کیجاوے ناتمام رہتی ہے +

سادساً۔ بدعتی لوگ اکثر اس قسم کے شبہے اسلامی مسئلون مین ظاہر کیا کرتے ہین کہ یہ عقل کے خلاف ہین اور جو چیز عقل کے خلاف ہو اسکو رد کر دینا چاہئے یا کسی تاویل سے درست کر دینا چاہئے۔ چنانچہ وہ عذاب قبر مین کہا کرتے ہین کہ یہ کیفیتین بداہتہً اور عقل کے بالکل خلاف ہین ایسے ہی حساب اعمال۔ پلصراط۔ میزان کے متعلق تقریر کرتے ہین اور انھین دور از کار تاویلین گھڑا کرتے ہین اور فرقہ اسمٰعیلیہ نے یہ کہکر بڑا فتنہ برپا کیا تھا کہ یہ کیا بات ہے کہ رمضان کے پہلے دن کا روزہ تو واجب ہو اور شوال کے پہلے دن کا روزہ حرام ہو اور ایسی ہی گفتگوئین اور بھی ہوتی ہین۔ ایک فرقہ یہ خیال کر کے کہ رغبت اور خوف دلانے کی چیزین صرف طبیعتونکے ابھارنے کے لیے ہین۔ واقعہ مین ان کی کوئی پایدار اصل نہین۔ ترغیب اور ترہیب کے مضامین کا مذاق اُڑاتے ہین +

ایسے ایسے مفسدون کے دفع کرنے کی یہی صورت ہے کہ ہر امر کی مصلحتین بیان کی جاوین اُن کے قاعدے خوب پختہ کئے جاوین۔ یہود و نصارے۔ دہریون کے مقابلہ مین بھی ایسا ہی کیا گیا ہے اور اس علم کا ایک بڑا فایدہ یہ ہے کہ فقہا مین ایک فرقہ اسکا قایل ہے کہ جو حدیث قیاس کے بالکل مخالف ہو وہ نہین ماننی چاہئے۔ اس سے اکثر صحیح حدیثون مین بڑی خرابی پڑ گئی۔ مثلاً حدیث مصراۃ اور حدیث قلتین اسلیے اہلحدیث کو ضرور ہوا کہ انکے الزام حجۃ کے لئے بتادین کہ یہ سب حدیثین شرعی مسئلون کے بالکل موافق ہین اور علاوہ مذکورہ بالا فایدون کے اور بے شمار فایدے ہین اور جب مجھے بیان کا جوش غالب ہوگا اور قاعدون کی تمہید بیان کرنے مین مجکو نہایت غور کرنا پڑے گا تو بتقضاے کلام بری قلم سے وہ باتین نکل جاوینگی کہ مناظر متکلمین سے کم لوگ اسکے قایل ہوئے ہونگے مثلاً اسکا قایل ہونا کہ خدا تعالی آخرت کے موقعہ پر شکل وصورت مین تجلی فرماویگا اور ایک ایسے عالم کو ثابت کرنا جس کی ترکیب عنصری نہین ہے اس مین اعمال

اور اور مخفی چیزین ایسے ایسے قالبونمین جو صفت مین اُن اعمال وغیرہ کے مناسب ہوتے ہین مجسم ہوکر ظاہر ہوتی ہین اور قبل اسکے کہ زمین پر حوادث پیدا ہون وہ پہلے ہی سے اس بیچگون عالم مین ظاہر ہو جاتی ہین +

اور اسباب کا قایل ہونا کہ اعمال کو نفس کی حالتون سے ایک خاص تعلق ہے اور دنیا اور آخرت مین جزا پانیکا حقیقۃً وہی باعث ہوتے ہین اور قضا و قدر کا قایل ہونا جسکا اثر لازمی ہے اور علے ہذا القیاس +

اور معلوم کر لینا چاہیئے کہ جنے ایسے ایسے اقوال پر جرأت جبھی کی ہے کہ آیتون اور حدیثون اور صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم کے آثار کو اونکے سوید پالیا ہے اہل سنت مین خاص درجہ کے لوگ جو علم لدنی کیوجہ سے سب سے ممتاز ہوئے ہین اُن مسئلون کے قایل ہو چکے تھے اُنہون نے اپنے اصول اُن اقوال کے موافق قایم کئے تھے +

اہل سنت حقیقۃً علم کلام کے کسی خاص فرقہ کا نام نہین ہے بلکہ اہل قبلہ نے ضروریات دین کے ماننے کے بعد جن جن مسئلون مین اختلاف کیا ہے اور باہمی اختلاف سے آنکے جدا فرقے بن گئے ہین وہ دو قسم کے ہین بعض تو ایسے ہین کہ قرآن کی آیتون یا صحیح حدیثون مین اُنکا بیان ہوا ہے سلف یعنی صحابہ و تابعین اُنکو مانتے رہے ایک زمانہ کے بعد جب اپنی رائے کا پسند کرنا ہر صاحب رائے کا شیوہ ہو گیا اور مسلمانون کے باہم فرقے بننے لگے تو ایسے وقت مین ایک فرقہ نے تو انہین امور کو اختیار کیا جو صاف صاف قرآن اور حدیث سے ثابت تھے سلف کے عقیدہ وغیرہ مضبوطی سے جم گئے اسکی کچھ پروا نہ کی کہ عقلی قاعدون کے مخالف ہون یا موافق اگر فن معقول کی کوئی بات بیان بھی کی تو مخالفین کے الزام دینے کو یا دلی اطمینان بڑھانے کو راویون سے کوئی فایدہ حاصل کرنا اونکو مقصود نہین تھا انکا نام اہل سنت ہے اور ایک فرقہ نے اپنا یہ شیوہ اختیار کیا کہ جہان جہان اپنے زعم مین اسلام کی کوئی بات انہین عقلی اصول کے خلاف معلوم ہوئی تو اسکی تاویل کر کے ظاہری معنی سے پھیر دیا اور ہر مسئلہ مین علم معقول کے قاعدون کے موافق کلام کیا۔ جیسے سوال قبر۔ وزن اعمال۔ خدا کا دیدار اولیا کی کرامتین یہ سب امور قرآن و حدیث سے برملا ثابت ہین سلف نے انپر اتفاق کیا ہے لیکن بعض لوگونکی نظر مین یہان معقول کا قافیہ تنگ ہوا اسیواسطے ایسے ایسے امور کا یا تو وہ صاف صاف انکار کر دیتے ہین یا پھیر پھار کے معنی کچھ کے کچھ لیا کرتے ہین اور ایک فریق قایل ہے کہ ہمارا ان امور پر ایمان ہے اگرچہ اُن کی اصلی حقیقت ہم کو معلوم نہو اور انپر معقول کی کافی شہادت ہمارے خیال کے موافق نہو +

اور ہم کہتے ہین کہ ہمارا سب امور پر ایمان ہے اور خدا کیجانب سے صاف صاف دلایل اُسکے حقانیت کے ہمارے پاس موجود ہین اور ہماری رائے مین عقلی شہادتون سے انکا کافی ثبوت ہوتا ہے +

اور امور دینی مین سے ایک حصہ ایسا ہے کہ قرآن مین اُن کا ذکر نہین ہے اور احادیث مین اُنکی شہرت نہین ہوئی صحابہ نے بھی اُن کے متعلق کچھ بیان نہین کیا اسلیئے اس حصہ پر ایک پردہ سا پڑا رہا لیکن آیندہ دور کے علما مین اُسکا چرچا ہوا اور وہ ایک دوسرے سے بالکل جدا ہو گئے۔ علما نے اس حصہ کو دو طرح پر خوض کیا۔ یا تو اُن مسئلون کو محض نقلی دلایل سے ثابت کیا جیسا کہ انبیا کا فرشتون سے افضل ہونا اور حضرت عایشہ کی حضرت فاطمہ پر فضیلت یا علما نے اُن امور کو جزو دین قرار نہین دیا بلکہ امور دینی کا سمجھنا اُن پر موقوف سمجھا +

چنانچہ امور عامہ کے مسئلے جوہر و عرض کے مباحث اسلیے عالم کا حادث ہونا جب ہی ثابت ہوسکتا ہے کہ ہیولی باطل اور جزو لایتجزی ہی ثابت کر دیا جائے اور یہ امر کہ خدا تعالی نے عالم کو بلا وساطت دوسرے کے پیدا کیا ہے جب ہی یہ ثبوت کو پہونچ سکتا ہے کہ اس مشہور قول کی تردید ہوجاوے کہ ایک چیز سے ہمیشہ ایک ہی چیز پیدا ہو سکتی ہے اور جب تک کہ اسباب اور اونکے مسببات مین لزوم عقلی باطل نہ ہوجاوے معجزات کا ثبوت نہین ہوسکتا معاد جسمانی کا مسئلہ جب ہی طے ہوسکتا ہے کہ ایک معدوم چیز کا دوبارہ لوٹ آنا ممکن ہو وعلی ہذا القیاس۔

ان باقی امور کو سمجھنا چاہئے جو بالتفصیل کتابونمین مندرج ہین۔

اور ایک تیسری نحو اختلاف کی یہ ہے کہ ایک اصلی امر پر تو اتفاق ہو جو قرآن و حدیث سے ثابت ہوتا ہو لیکن اوسکی تفصیل اور تفسیر کرنے مین علما نے اختلاف کیا ہو چنانچہ اسپر سب کا اتفاق ہے کہ خدا مین سمع۔ بصر کی دو صفتین ہین اب اسمین اختلاف ہے کہ اسکے سمیع۔ بصیر ہونے کے کیا معنی ہین ایک فرقہ قایل ہے کہ ان دونون کا حاصل یہ ہے کہ خدا اُن چیزون کو اپنے علم سے جانتا ہے جو سننے یا دیکھنے کے لایق ہین اور بعض نے کہا کہ وہ دونو بالکل علحدہ صفتین ہین +

علی ہذا اسپر سب کا اتفاق ہے کہ خدا تعالی حی ہے علیم ہے۔ ارادہ کرنے والا ہر چیز پر قادر ہے۔ کلام کرتا ہے لیکن بعض کا قول ہے کہ ان صفتونسے یہی معنی جو ان سے مفہوم ہوتے ہین مراد نہین ہین بلکہ ان صفتون کے اثر اور کام مراد ہین اور یہی لحاظ سے صفات مذکور اور صفت رحمت و غضب۔ جود مین کوئی فرق نہین ہے اور نہ احادیث نے اُنمین کچھ فرق ثابت کیا ہے +

اور بعض قایل ہین کہ نہین بلکہ خدا کی ذات واجب ہی ہین یہ سب امور موجود اور قدیم ہین اور علے ہذا سب متفق ہین کہ خدا مین استواء۔ وجہ ہونے کی ضحک کی صفت ثابت ہے لیکن بعض کا قول ہے کہ ان صفات سے وہ معنی مراد ہین جو ان کے مناسب ہون مثلاً عرش پر ٹھیرنے سے اُسپر غالب آنا مراد ہے وجہ سے ذات مراد ہے۔ اور ایک فریق نے ان امور کو بحال خود چھوڑ دیا ہے اور صاف کہہ دیا کہ ان لفظون کی مراد کو ہم کچھ نہین سمجھتے +

میری دانست مین اس حصہ کے لحاظ سے جس مین کوئی حکم شرعی صاف اور منصوص نہ ہو بلحاظ مُثبتی ہونے کے کسی فریق کو دوسرے پر کوئی فوقیت نہین ہے +

اسلیے کہ اگر خالص سُنیت پر نظر کیجاوے تو اوسکا مقتضا یہی ہے کہ سلف کیطرح سے کسی مذہبی مسئلہ مین چون و چرا نکی جاوے اور جب ایسے ایسے امور مین زیادہ گفتگو کرنے کی ضرورت آپڑے تو ان امور مین انکا پیرو بننا کچھ ضروری نہین ہے یہ کیا ضروری ہے کہ جو کچھ انہون نے قرآن و حدیث سے مستنبط کیا ہو وہ سراپا راست ہو اور اسیکا پلہ گران ہو یا اپنی دانست مین انہون نے کسی بات کو کسی امر پر موقوف خیال کیا ہو تو کیا ضرور ہے کہ یہ توقف تسلیم کرنے کے قابل ہی ہو۔ یا جس امر کو انہون نے قابل الرد خیال کیا ہو وہ حقیقت مین رد کے قابل ہی ہو۔ یہ کیا ضرور ہے کہ انہون نے ایک امر دشوار سمجھ کر خوض نہ کیا ہو تو وہ حقیقت مین ایسا ہی دشوار ہو کچھ اونکے بیان اور تفسیر کو اس کا کوئی ذاتی استحقاق

نہین ہے کہ اور انکی تفاسیر سے حقانیت کے لحاظ سے گرا مرتبہ ہون اور اسلیئے اُستی ہونے کا مدار پہلے حصہ پر ہے نہ دوسرے پر
تم دیکھو گے کہ دوسرے حصہ کے اکثر مسایل مین جابجا علماے سنت نے باہم اختلاف کیا ہے ۔ اشاعرہ اور ماتریدیہ کو دیکھ
لو۔ انکے علاوہ ہر زمانہ کے حاذق علما کبھی اُن دقایق کے اظہار مین توقف نہین کرتے جو حدیث کے مخالف نہون
اسکی کچھ پرواہ نہین کرتے کہ متقدمین مین سے کوئی اسکا قایل ہوا ہے یا نہین ۔ جہان مین علما کی فرقی اور مذہب
مختلف پاتا ہون تو مین ایک صاف اور روشن راستہ اختیار کر لیتا ہون ۔ کنارہ و نظر نہین مُڑتا معتدل طریقہ پسند کرکے
پختگی سے اوسپر تفریعات کرتا ہون +

یہ معلوم رکھنا چاہیئے کہ ہر فن کا ایک خاصہ ہوا کرتا ہے اور ہر مقام کا مقتضا جدا ہوتا ہے جسکو حدیث کی غرابت سے
بحث ہے اسکو حدیث کی صحت اور ضعف سے کچھ غرض رکھنا نہ چاہیئے ۔ ایسے ہی حافظ حدیث کو فقہی فروعات مین
کلام کرنا اور ایک مسئلہ کو دوسرے پر ترجیح دینا زیبا نہین ہوتا ایسے ہی ان مذکورہ بالا مباحث مین پڑنا اُس شخص کا
منصب نہین ہے جو اسرار دین کے مباحث مین مصروف ہے اُس کی غایت ہمت اور مطمح نظر صرف اُس راز کا ظاہر کرنا
ہے جسکا کہ آنحضرت نے اپنے کلام مین قصد فرمایا ہے خواہ وہ حکم قایم رہا ہو خواہ منسوخ ہو گیا ہو یا اُس کی معارض کوئی
دوسری دلیل آگئی ہو اور اس معارضہ نے فقیہ کی نظر مین اُس حکم کو مرجوح کر دیا ہو ۔ ہان یہ امر لابدی ہے کہ ہر فن
کے خوض کرنیوالے کو وہی بات اختیار کرنی چاہیئے جو اُس فن کے لحاظ سے زیادہ اچھی اور موزون ہو جیسے کہ جو
شہر مین مدون ہو کر اقوال فقہا سے موید ہونے کے بعد اور یہ معلوم ہونے کے بعد کہ پیروی کے قابل کون کون سی
ہین اون حدیثون سے ممیز ہو گئی ہین جنمین یہ اوصاف نہین ہین اور ایسے ہی وہ حدیثین جو کثرت اور قوت روایت
کیوجہ سے اوسلے درجہ کی حدیثون سے خاص قرار پا چکی ہین تاہم اگر اسی قسم کا کوئی امر شاذ و نادر ہو تو کیا مضایقہ ہے
مسایل اجتہاد مین بحث کرنا اسکی طرف میلان کرنا جو حق سے قریب ہو اہل علم سے کوئی نئی بات نہین ہے اور ایمہ
کی کسر شان مین کوئی طعن باعث نہین ہے +

اور سن لو کہ مین ایسی گفتگو سے بالکل بری ہون جو کسی آیت قرآنی یا حدیث نبوی کے مخالف ہو یا اجماع امت
کے خلاف ہو جس کی خوبی اور بہتری پر شہادت ہو چکی ہے یا کسی ایسے مسئلے کے خلاف ہو جس
کو جمہور مجتہدین نے اختیار کیا ہو یا مسلمانون کی جماعت کثیر نے اُس کو مقبول کر لیا ہو اگر مجھ سے
کہیں اس قسم کی کوئی بات سرزد ہوئی ہو تو اُس کو بالکل خطا سمجھنا چاہیئے ۔ جو شخص
مجکو خواب غفلت سے بیدار کرے خدا کی اوسپر رحمت ہو ۔ ہم کو ایسے لوگون کی ہر بات سے اتفاق کرنا کچھ ضروری نہین
ہے ۔ جو متقدمین کے کلام سے مسئلے مستنبط کرتے رہتے ہین اور جھگڑے اور مناظرے کرنا انکا منصب ہوتا ہے ۔ ہم بھی
آدمی ہین وہ بھی آدمی تھے کبھی وہ کامیاب ہوتے ہین کبھی ہم +

مینے اس کتاب کے دو حصے کیے ہین ۔ پہلے حصہ مین وہ کلی قاعدے ہین جنپر شرایع کی مصلحتون اور اغراض کا
مدار ہے ۔ اس قسم کے اکثر مسئلے ایسے ہین جو کہ آنحضرت کے عہد کے موجودہ مذہبون مین مسلم ہو چکے تھے ۔ باہم

اُن اہل مذہب مین اُن امور کے متعلق کچھ ایسا اختلاف تھا آنحضرت نے تنبیہاً اُنکا ذکر فرمایا ہے جیسے کہ فروع باتون کے
بتانے کے وقت اُن اصول کو بتا دیا کرتے ہین جنپر کہ وہ فروع مبنی ہوتی ہین اسطرح پر کہ فروع کو اصل کی طرف پھیر
دینے پر وہ قادر ہوگئے وہ پہلے ہی اُن کے نظایر دیکھ دیکھ کر جو ملت اسمعیلی کے پیرو عرب اور یہود و نصاریٰ اور
مجوسیون مین پائے جاتے تھے مشتاق ہوگئے تھے۔ مجکو معلوم ہوا کہ اگر تمام شرایع کو تفصیلاً دیکھا جاوے تو اُن
کی انتہا دو قاعدون پر ہوتی ہے اولاً نیکی او گناہ کے مباحث۔ دوسرے سیاست مذہبی کے مباحث۔ لیکن نیکی اور
گناہ کی پوری حقیقت بدون اُس کے ناتمام رہتی ہے کہ اُس سے قبل جزاے اعمال پر کافی بحث نہ کی جاوے نفع اُٹھانے
کے وسایل کا پورا بیان نہو نوع انسانی کے کمالات او سعادت کے درجے نہ بیان کئے جاوین لیکن یہ مباحث بھی اور
اورشاون پر مبنی پائے گئے جو اس علم مین صرف تسلیم کرلئے گئے ہین اُن کی کچھ حقیقت یہان نہین بیان کی گئی
عام شہرت کی وجہ سے اُن کی یہان تصدیق کر لیگئی یا اسلیے مان لیا ہے کہ اُن کی تعلیم دینے والے کے ساتھ
حسن عقیدت تھی یا اُن دلایل پر اعتماد کیا گیا ہے جو اُن امور کے اثبات کے لیے ایک دوسرے بلند مرتبہ علم مین
لائے جاوین اور نفس کے مباحث چونکہ عام فرقون کی کتابون مین طے ہوچکے ہین اسلیے مینے نفس کی حقیقت
اُسکی بقا اور بدنی مفارقت کے بعد آرام و رنج پانے کے متعلق زیادہ گفتگو نہین کی البتہ ایسے بعض مسایل
کا ذکر ان موقعون پر کر دیا ہے کہ کتابین اُسکے بیان مین خاموش تھین۔ کہین کہین ترتیب اور تفریع کر دی گئی ہے
جسکو خدا کی توفیق سے مینے ایجاد کیا ہے۔ مسلم مسایل مین سے صرف وہی بیان کر دئے ہین کہ اوایل مین سے کوئی
اُن کے درپے نہوا تھا۔ نقلی دلایل بیان کرنے کا بھی مینے کچھ اہتمام نہین کیا اسلئے مین اِس حصہ مین صرف
وہی مسایل بیان کرونگا جنکی بغیر دریافت لمیت کے یہان صرف تصدیق کر لینی چاہئے۔ اسکے بعد دنیا اور آخرت
مین اعمال کے جزا پانے پر بحث کی جاویگی پھر نفعتون کے وہ وہ مسایل بیان کیے جاوینگے جو عام لوگون مین
اور فطری ہین اور اپنی اپنی راے کے موافق عرب اور عجم مین کوئی اُنکو فروگذاشت نہین کرتا اسکے بعد انسان کی نوعی
سعادت اور بدبختی کا بیان ہو اور اسکا بھی ذکر ہے کہ آخرت مین ان دونون کے نتایج کیونکر ظہور پذیر ہون گے پھر نیکی
اور گناہ کے اصول ذکر کئے جاوینگے جنپر تمام اہل مذاہب کا نسلاً بعد نسل اتفاق ہوتا رہا ہے پھر اسکا بیان ہے کہ جب
کسی قوم پر مذہبی حکمرانی کی جاتی ہے تو حدود اور شرایع کا تقرر کیونکر ہوتا ہے پھر اسکا تذکرہ ہے کہ کلام نبوی (علیہ
الصلوٰۃ والسلام) سے احکام شرعی کیونکر مستنبط کئے جاتے ہین۔ دوسرے حصہ مین اُن اسرار کی تفصیل ہے جو ابواب
ذیل سے علاقہ رکھتے ہین (۱) ابواب ایمان (۲) ابواب طہارت (۳) ابواب نماز (۴) ابواب زکوٰۃ (۵) ابواب
روزہ (۶) ابواب حج (۷) ابواب احسان (۸) ابواب معاملات (۹) ابواب تربیت منزل (۱۰) ابواب سیاست مدن
(۱۱) ابواب معیشت (۱۲) چند ابواب مختلف۔ اب مقاصد شروع کرنے کا وقت آپہنچا الحمد للہ اولاً و آخراً *

قسم اول اُن قواعد کلیہ کے بیانمین جن سے وہ شرعی مصلحتین نکلتی ہین جن کا شریعت کے احکام مین لحاظ کیا گیا ہے۔ اسمین سات مباحث نشر بابون مین ہین +

## مبحث اول

تکلیف اور جزا سزا دینے کے بیان مین

# باب اوّل

خدا کی صفت ابداع۔ خلق۔ تدبیر کے بیانمین۔

جاننا چاہئے کہ ایجاد عالم کے لحاظ سے خدا کی ترتیب تین صفتین ہین اوّلاً ابداع۔ ابداع کہتے ہیں عدم محض سے کسی چیز کو پیدا کرنا اسطرح بغیر کسی مادہ کے کوئی چیز پر وہ عدم سے وجود مین آتی ہے۔ رسول اللہ صلعم سے اس امر کے آغاز سے سوال کیا گیا آپ نے فرمایا کہ پہلے صرف خدا ہی تھا اُس سے پہلے کوئی چیز موجود نہ تھی +

دوسری صفت خلق کی ہے۔ خلق کہتے ہین کسی مادہ سے کسی چیز کو پیدا کرنا جیسے کہ خدا تعالیٰ نے آدم کو مٹی سے پیدا کیا اور جنکو خالص بے دھوئین کی آگ سے پیدا کیا۔ عقل و نقل سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے عالم کی نوعین اور جنسین مختلف مختلف پیدا کی ہین اور ہر ایک نوع اور جنس کی خاصیتین جدا جدا کر دی ہین۔ مثلاً نوع انسان کی خاصیت بولنا۔ جلد کا کھلا ہوا ہونا۔ قد کا سیدھا ہونا گفتگو کا سمجھ لینا ہے۔ گھوڑے کی نوع کی خاصیت ہے ہنہنانا۔ اسکی جلد کا بالون سے ڈھکا ہُوا ہونا۔ قد کا کج ہونا۔ گفتگو کا نہ سمجھنا۔ زہر کی خاصیت ہے زہر کھانے والے آدمی کو ہلاک کرنا۔ سونٹھ کی خاصیت گرم خشک ہے۔ کافور کی خاصیت سرد ہے۔ علی ہذا القیاس تمام معدنی۔ نباتی حیوانی نوعون کی یہی کیفیت ہے۔ خدا تعالیٰ کی عادت جاری ہے کہ جو خاصیت جس چیز مین پیدا کر دی ہے وہ اُس سے کبھی جدا نہین ہو سکتی +

ان خاصیتون کے درجون مین جو خاصیتین کہ خاص افراد کی ہین وہ سب سے خاص ہین خاصیتون مین جو کسی قدر عموم اور احتمال تھا وہ اُنکی وجہ سے معین ہو جاتا ہے ایسے ہی نوعون کے درجہ مین جو خاصیتین ہوتی ہین اُنسے جنس کی خاصیتو نمین ایک خصوص پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ خاصیتین ترتیب وار بعض عام بعض خاص ہین مثلاً جسم۔ نامی۔ حیوان۔ انسان خاص شخص مین باہم مخلوط معلوم ہوتی ہین لیکن عقل اُنکا فرق معلوم کرکے ہر ایک خاصیت کو اوسکی ہی طرف منسوب کر دیتی ہے جسکی وہ خاصیت ہے آنحضرت صلعم نے اکثر چیزون کے خواص بیان فرمائے ہین اور اُنکے اثرون کو اُن چیزونکی طرف منسوب کیا ہے +

فرمایا کہ تلبینہ (ایک قسم کا حریرہ ہوتا ہے جو آٹے کا بنایا جاتا ہے کبھی کبھی اُسمین شہد بھی ڈالتے ہین دودھ کے ہمرنگ ہوتا ہے) مریض کے شکم کو آرام دیتا ہے۔ کلونجی کو فرمایا کہ وہ موت کے سوا ہر مرض کے لیے شفا ہے +

اونھون نے پیشاب اور دودھ کی نسبت فرمایا کہ وہ اونکو آرام دیتا ہے جنکو کھانا نہ ہضم ہوتا ہو اور اونکے معدہ مین غذا اٹکتی ہو شیرم کو فرمایا کہ وہ گرمی پیدا کرتا ہے +

تیسری صفت خدا تعالی کی عالم موالید کی تدبیر کرنا ہے۔ اس تدبیر کا مآل یہ ہے کہ تمام موالید مین جو حوادث خیر حادث ہوتی ہین وہ سب ایک ایسے انتظام کے موافق ہون جو اوسکے علم و حکمت مین پسندیدہ ہے۔ سب سے وہ مصلحت حاصل ہو جو فیض الہی کا مقتضا ہے۔ جیسے کہ ابر سے مینہ نازل کرتا ہے اُس سے لوگون اور حیوانات کے لئے زمین مین سے ہر قسم کے درخت بوٹیان پیدا کرتا ہے کہ مدت معلوم تک انکی زندگی کا باعث ہون اور جیسے حضرت ابراہیم آگ مین پھینکے گئے تو خدا نے انکے زندہ رکھنے کے لئے آگ کو خنک اور باعث سلامتی کر دیا اور حضرت ایوب کے بدن مین بیماری کا مادہ پیدا ہو گیا تھا۔ خدا تعالی نے ایک ایسا چشمہ پیدا کر دیا جس سے انکی بیماری کو آرام ہو گیا۔ اور خدا تعالی نے اہل زمین پر نظر ڈالی وہ تمام عرب اور عجم سے ناخوش ہوا اسلئے آنحضر صلعم کو وحی بھیجی کہ اون کو ڈراوین اور جہاد کرین تاکہ جنکو چاہے تاریکیون سے نور کیطرف نکالے +

اسکی تفصیل یہ ہے کہ جو قوتین موالید مین خدا تعالی نے پیدا کی ہین اور اونسے کبھی جدا نہین ہوتین وہ جب آپس مین ایک دوسرے سے مزاحمت کرتی ہین تو حکمت الہی کا یہ تقاضا ہے کہ اونسے مختلف اثر پیدا ہو جائین بعض جوہر ہون بعض عرض اور جو اعراض ہون وہ افعال ہون یا ارادے و تعقل سے ہون یا غیر تعقل سے +

اب ان امرون مین اس لحاظ سے تو کوئی شر نہین ہے کہ جو اوسکے سبب کا تقاضا تھا وہ صادر نہوا یا وہ چیز صادر ہوئی جو اسکے مقتضائے سبب کے خلاف تھی اور قاعدہ ہے کہ اگر کسی چیز کے وجود کو اسکے سبب کے لحاظ سے دیکھیں کہ جو اسکے پیدا ہونیکا باعث ہوتا ہے اسمین خوبی ہوا کرتی ہے جیسے کہ کاٹنے کی صفت کو اس لحاظ سے دیکھین کہ لوہے کا جوہر اسکا باعث ہے اگرچہ وہ اس لحاظ سے برا ہے کہ اس سے بنیاد انسانی فوت ہو جاتی ہے اُن آثار مین شر کی بات یہی ہے کہ اونسے ایک ایسی چیز پیدا ہوتی ہے کہ اوسکے علاوہ ایک دوسرے مین مصلحت زیادہ ہے۔ اثرون کے اعتبار سے کوئی ایسی چیز پیدا نہین ہوتی جسکے عمدہ اثر ہون۔ جب اس قسم کے شر کے آثار مہیا ہونے لگتے ہین تو خدا تعالی کی رحمت عام کا جو اپنے بندون پر ہے اور اُسکی قدرت شاملہ اور محیط علم کا یہ اقتضا ہوتا ہے کہ اُن قوتون اور قوت والی چیزون مین مختلف طور پر تصرف کرے قبض یا بسط سے۔ احالہ اور الہام سے تاکہ انسے امر مطلوب حاصل ہو جاوے قبض کی مثال یہ ہے کہ دجال مسلمان بندہ کے قتل کا دوسری مرتبہ ارادہ کریگا لیکن باوجودیکہ قتل کے اسباب درست ہونگے اسکے اوزار مہیا ہونگے لیکن خدا اسکو قدرت نہ دیگا +

بسط کی مثال یہ ہے کہ حضرت ایوب نے زمین کو رگڑا اور خدا تعالی نے انکے لئے چشمہ کو جاری کر دیا حالانکہ عادۃً ایسا نہین ہوا کرتا کہ پاؤن رگڑنے سے پانی پھوٹ جایا کرے +

خدا اپنے بعض مخلصین کو جہاد مین ایسی طاقت عطا کرتا ہے کہ عقلاً اس قسم کے بدنون سے بلکہ اُسکے دوچند سہ چند سے بھی اس قسم کی طاقت خیال مین نہین آسکتی اور احالہ جیسے حضرت ابراہیم کی آگ کو پاکیزہ ہوا کر دیا +

اور الہام کی صورت یہ ہے جیسے کشتی کو پھاڑ دینا اور دیوار کو درست کر دینا اور غلام کو قتل کرنا کتابون اور شریعتون کا نازل کرنا اور الہام کبھی تو اُسی شخص کو ہوتا ہے جسکے لئے اسکی ضرورت ہو اور کبھی اُسی کی وجہ سے دوسرے کو بھی ہو جاتا ہے قرآن عظیم نے تدبیر کے انواع کو نہایت تفصیل سے بیان کیا ہے +

# باب دوم

## عالم مثال کے ذکر مین

جاننا چاہئے کہ اکثر حدیثون سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ایسا عالم موجود ہے جسکی ترکیب عناصر سے نہین ہے اسمین ہر ایک جسمانی چیز کی مناسب صفت اور حالت مین وہ چیزین جو معنوی ہین صورت پکڑتی ہین اور قبل اسکے کہ چیزین زمین پر ظاہر ہون پہلے اُس عالم مین موجود ہو جایا کرتی ہین اور موجود ہونے کے بعد ہو بہو انہین معانی کے اندازہ کی ہوتی ہین اور اکثر ایسی چیزین جنکا کہ عام نظر مین کسی قسم کا جسم نہین ہوا کرتا وہ ایک جگہ سے۔ دوسری جگہ مین منتقل ہوتی ہین نازل ہوتی ہین لیکن عام لوگون کو نظر نہین آتین +

آنحضرت نے فرمایا کہ خدا نے جب رحم کو پیدا کیا اور وہ درست ہو گیا تو خدا نے فرمایا کہ یہ اُس شخص کا مقام ہے جو قطع تعلق سے تیری پناہ مین آوے اور فرمایا کہ سورہ بقر اور آل عمران قیامت کے روز دو ابرون کی صورتین یا صف بستہ پرندون کی جماعتون مین آوینگی اور اپنے پڑھنے والون کے لئے حجتین کرینگی اور آنحضرت نے فرمایا کہ قیامت کے روز تمام اعمال حاضر ہونگے پہلے نماز حاضر ہوگی پھر صدقہ اسکے بعد روزہ الحدیث ۔ اور فرمایا کہ بھلا کام اور بُرا کام دونو مخلوق ہو کر قیامت کے روز لوگون کے سامنے کھڑے کئے جاوینگے نیکی تو نیک لوگون کو مژدہ دیگی اور بُرائی کہیگی ہٹو ہٹو لیکن وہ اُسکو چمٹ ہی جاوینگے اور فرمایا کہ خدا قیامت کے روز دنون کو اپنی صورت مین پیدا کریگا جمعہ کی صورت شگفتہ تابناک ہوگی اور فرمایا کہ دنیا قیامت کے روز ایک بڑھیا کی صورت مین ظاہر کیجاویگی جسکے بال کھڑے ہونگے اسکی آنکھین نیلگون ہونگی ہونٹ اُسکا پھیلا ہوا ہوگا اور فرمایا کہ کیا تم وہ چیزین دیکھتے ہو جنکو مین دیکھتا ہون مین تمہارے مکانون کے پشتون پر فتنون کی بوچھاڑ دیکھتا ہون شب معراج کی حدیث مین آپ نے فرمایا کہ مجکو چار نہرین نظر آئین دو اندر کیجانب کو دو ظاہر۔ مینے کہا اے جبرئیل یہ دونو کیا ہین جبرئیل نے کہا دو اندر کی تو جنت مین ہین اور یہ دونون ظاہر نیل اور فرات ہین +

نماز کسوف کی حدیث مین آپ نے فرمایا کہ جنت و دوزخ نے میرے سامنے صورت پکڑی دوسری لفظ مین ہے کہ میرے اور قبلہ کی دیوار کے بیچ مین جنت و دوزخ کی صورت مینے دیکھی اور اُسمین ہے کہ آپ نے جنت کا خوشہ توڑنے کو اپنا ہاتھ پھیلایا اور دوزخ کی آگ سے آپ پیچھے کو ہٹے اور اُسکی گرمی سے پھونک ماری اور دوزخ مین آپ نے حاجیون کے مال چورانے والے کو دیکھا اور دوزخ مین آپ نے اُس عورت کو دیکھا جس نے بلی کو باندھ رکھا تھا یہانتک کہ وہ مر گئی اور آپ نے جنت مین ایک عورت زانیہ کو دیکھا جس نے کتے کو پانی پلایا تھا +

یہ امر تو معلوم ہے کہ جنت و دوزخ کا بدن جو عام خیال مین ہے اتنی مسافۂ قلیل مین نہین آسکتا ہے اور آپ نے فرمایا کہ جنت
ناگواریون سے بھری ہوئی ہے اور دوزخ ۔ خواہشون سے ۔ پھر حضرت جبریل کو حکم فرمایا کہ جنت و دوزخ کا معاینہ کرین ۔ اور فرمایا
کہ بلا نازل ہوتی ہے تو دعا اُسکو دفع کرتی ہے اور فرمایا کہ خدا نے عقل کو پیدا کر کے فرمایا کہ سامنے ہو وہ سامنے ہوئی اور
فرمایا کہ پیٹھ پھیر اُسنے پیٹھ پھیر لی اور فرمایا کہ پروردگار عالم کیطرف سے یہ دو کتابین ہین الحدیث اور فرمایا کہ موت ایک مینڈھے
کیصورت مین لائی جاویگی اور جنت و دوزخ کے مابین اُسکو ذبح کردینگے ✦

خدا تعالی فرماتا ہے کہ ہمنے اُسکے پاس اپنی روح کو بھیجا اور وہ مریم کے سامنے ایک درست آدمی کیصورت مین ظاہر ہوا اور
حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت جبریل آنحضرت کے سامنے ظاہر ہوا کرتے تھے آپ اُنکو دیکھتے اُنسے گفتگو کرتے لیکن اور لوگون
کو وہ نظر نہین آتے تھے اور یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ قبر ستر درستر ہو کر پھیلکر ایسی سمٹ جاتی ہے کہ قبر والے کی پسلیان الگ
ہو جاتی ہین اور فرشتے قبر والے کے پاس آکر اُس سے سوال کرتے ہین اور قبر والے کے اعمال اُسکے سامنے صورت پکڑ کر آتے
ہین اور قریب المرگ کے پاس فرشتے آتے ہین اور اُنکے ہاتھو پر حریر یا روئی کا کپڑا ہوتا ہے اور فرشتے قبر والے کو ہتھوڑے
سے مارتے ہین اور وہ ایسا چیختا ہے کہ اُسکو وہ چیزین سنتی ہین جو مشرق اور مغرب کے بیچ مین ہیں اور آنحضرت نے فرمایا
کہ خدا کافر پر اُسکی قبر مین ننانوے قسم کے سانپ مقرر کرتا ہے وہ اُنکو قیامت کے قایم ہونے تک نوچتے ہین کاٹتے ہین
اور فرمایا کہ جب مردہ قبر مین داخل کیا جاتا ہے تو اُسکے سامنے آفتاب ڈوبتی حالت میں ہوتا ہے وہ بیٹھکر اپنی
آنکھین ملنے لگتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھکو چھوڑ دو تاکہ مین نماز پڑھلون اور حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عرفات مین کھڑے
ہونے والے کے سامنے خدا تعالی مختلف صورتون مین تجلی فرماتا ہے ۔ اور یہ کہ آنحضرت صلعم خدا کے حضور مین جاتے تھے اور خدا
بھی کرسی پر ہوتا تھا اور یہ کہ خدا تعالی آدمی سے دوبدو کلام کرتا ہے اور اُسکے علاوہ اور بے شمار مثالین ہین جو لوگ اس قسم
کی حدیثون مین غور کرتے ہین اُنکی تین حالتون مین سے کوئی نہ کوئی حالت ہوا کرتی ہے یا وہ ان حدیثون کے ظاہری معنی
کا اقرار کرتے ہین تو لامحالہ وہ ایک ایسے عالم کے ثابت کرنے پر مجبور ہوتے ہین جسکا ہمنے ذکر کیا اور اسی کو اہل حدیث کا قاعدہ
مقتضی ہے سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اسپر تنبیہ کی ہے مین بھی اسی کا قایل ہون اور یہی میرا مذہب ہے ✦

(۲) یا اس کے قایل ہوتے ہین کہ اگرچہ حس سے خارج مین یہ واقعات موجود نہون لیکن دیکھنے والے کی نظر کے سامنے
متمثل ہوتے ہین اسی قسم کی تقریر حضرت عبد اللہ ابن مسعود نے خدا تعالی کے اس قول مین کی ہے ۔ کہ جب خدا تعالی ایک
ظاہر دھوان ظاہر کرتا ہے ✦

کہ اونکے زمانہ مین قحط پڑا تھا جب زمین سے کوئی شخص آسمان کیطرف نظر اُٹھاتا تھا تو اُسکو گرسنگی کی وجہ سے دھوئین
کیصورت معلوم ہوتی تھی ۔ اور امام ابن ماجشون سے نقل کیا جاتا ہے کہ قیامت مین خدا کے منتقل ہونے یا دیکھنے کے متعلق
جو حدیثین وارد ہوئی ہین اُنکے یہ معنی ہین کہ خدا اپنی مخلوق کی بینائیون کو بالکل بدلدیگا تب وہ خدا کو تجلی کرتے ہوئے
دیکھین گے اور خدا اُن سے گفتگو کریگا لیکن حقیقۃً خدا کی عظمت مین کوئی تغیر نہ آئیگا ۔ نہ وہ منتقل ہوگا تاکہ لوگون کو معلوم
ہو جاوے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے ✦

(۳) یا وہ یہ کہین گے کہ ان اقوال سے کچھہ اور معنی مراد ہین اُنکے سمجھنے کے لیے یہ امور مثال کے طور پر لائے گئے ہین لیکن جو شخص ان حدیثون کی نسبت تیسرے ہی معنی اختیار کرتا ہے وہ میرے نزدیک اہل حق مین سے نہین ہے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے عذاب قبر مین ان تینون مقامات کو بیان کیا ہے۔ وہ فرماتے ہین کہ اس قسم کی اخبار کے ظاہری معنی درست ہین اور وہ انہین مخفی راز ہین لیکن ارباب بصیرت کے نزدیک کھلی ہوئی باتین ہین جب تک کہ انکی حقیقتین پوری منکشف نہو جاوین انکے ظاہری معنی سے انکار کرنا مناسب نہین ہے ادنی درجہ کا ایمان یہ ہے کہ اونکو مانے اور یقین کرے ٭

اگر کوئی شبہہ کرے کہ ہم مدت تک کافر کو قبر مین پڑا ہوا دیکھتے ہین اوسکا خیال رکھتے ہین لیکن ایسے ایسے امور مین سے کوئی بات بھی نہین دیکھتے پس جو امر مشاہدہ کے خلاف ہو اوسپر کیسے یقین کیا جاوے اسلیئے جاننا چاہیئے کہ ایسے امور کی تصدیق کرنے کی تین حالتین ہین۔ ایک حالت تو یہ ہے اور یہی ظاہر اور درست اور زیادہ محفوظ ہے کہ یہ سب امور موجود ہین مردہ کو وہ کاٹتے ہین لیکن تجھکو اسلیئے نظر نہین آتے کہ تیری آنکھہ ان ملکوتی امور کے مطالعہ کے قابل نہین ہے جو امور کہ عالم آخرت کے متعلق ہین وہ سب عالم ملکوت سے ہین کیا تو صحابہ کرام کے حالات کو نہین دیکھتا انکو حضرت جبریل کے آنیکا کیسا یقین تھا اور انہون نے کبھی اونکو آنکھہ سے نہین دیکھا حالانکہ انکو یقین تھا کہ آنحضرت انکو دیکھتے ہین۔ اگر تیرا اسپر ایمان نہین ہے تو پہلے فرشتون اور وحی پر ایمان لانے کو درست کرنا تجھکو بہت ضروری ہے اور اگر تجھکو اسکا یقین ہے اور تجویز کر سکتا ہے کہ آنحضرت اُن چیزون کو دیکھہ سکتے ہین جنکو انکی امت نہ دیکھہ سکے تو مردہ کی حالت مین اسکو کیون تجویز نہین کرتا اور جیسے کہ فرشتہ کو آدمیون اور حیوانات سے کچھہ مشابہت نہین ہے ایسے ہی سانپ اور بچھو بھی جو کہ قبر مین کاٹتے ہین ہمارے دنیا کی سانپون کی جنس سے نہین ہین بلکہ اونکی اور ہی جنس ہے اور ایک دوسری قسم کی حس کرنے والی قوت سے وہ معلوم ہوتے ہین ٭

دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ تمکو سونیوالے کی حالت خیال کرنی چاہیئے وہ خواب مین دیکھتا ہے کہ اُسکو سانپ کاٹتا ہے مین اس سے تکلیف اٹھا رہا ہے حتی کہ تم کبھی کبھی دیکھوگے کہ وہ چلا اُٹھتا ہے اُسکی پیشانی پر پسینہ آجاتا ہے اپنی جگہہ سے کبھی اچھل پڑتا ہے ان سب امور کو وہ اپنے دل سے معلوم کرتا ہے وہ ایسے بیدار آدمی کیطرح اذیت اٹھاتا ہے وہ آنکھہ سے ان امور کو دیکھتا ہوتا ہے اور تم اسکو ظاہر مین بالکل چپ چاپ پاتے ہو اسکے پاس نہ سانپ ہوتے ہین نہ بچھو حالانکہ اسکے حق مین بچھو موجود ہوتے ہین اور اسکو تکلیف ہوا کرتی ہے لیکن تمہارے حق مین موجود نہین ہوتے جب کاٹنے کا اثر تکلیف ہے تو برابر ہے کہ سانپ خیالی ہو یا نظر کے سامنے ٭

تیسرا درجہ یہ ہے کہ یہ تم جانتے ہو کہ خود سانپ تکلیف نہین دیتا ہے بلکہ اُسکی زہر کی تکلیف سے تمہاری یہ حالت ہوتی ہے اور خود زہر بھی کوئی تکلیف کی چیز نہین ہے بلکہ تمکو اُس اثر کیوجہ سے تکلیف ہوتی ہے جو زہر سے تمہارے اندر پیدا ہوتا ہے تو اگر بغیر زہر کے بھی ایسا ہی اثر پیدا ہو جاوے تو یقینا اُسکی تکلیف بہت زیادہ ہوگی اور اُس کا اندازہ صرف اسیطرح ہو سکیگا کہ اُسکو ایسے سبب کیطرف منسوب کرین جس سے عادۃً ایسے اثر پیدا ہوا کرتے ہین ٭

مثلاً اگر کسی شخص مین بغیر مباشرت صورۃ جماع کے جماع کی لذت پیدا ہو جاوے تو اوسکو اسی طرح بتا سکین گے

کہ اس لذت کو مباشرۃ کیطرف منسوب کریں تا کہ اس نسبت کرنے سے تعریف بالسبب ہوجاوے اور سبب کا ثمرہ بدون اسکے کہ صورت سبب کی موجود ہو حاصل ہوجاوے اور کوئی سبب ہو وہ خود مطلوب نہیں ہوا کرتا بلکہ اپنے ثمرہ کیوجہ سے مطلوب ہوا کرتا ہے یہ تمام مہلک صفتیں موت کیوقت نفس میں ایذا رسان اور تکلیف دہ ہوجایا کرتی ہیں اونکی تکالیف سانپون کے کاٹنے کی سی تکالیف ہوتی ہیں حالانکہ سانپ حقیقۃً نہیں ہوا کرتے +

# باب سوم

## ملاء اعلیٰ کے ذکر مین

فرمایا خدا تعالیٰ نے کہ جو عرش اور اون چیزونکو جو اوسکے آس پاس مین اُٹھائے ہوئے ہین خدا کی حمد کے ساتھ اوسکی تسبیح کرتے ہین اور اسپر یقین رکھتے ہین مسلمانون کے لئے مغفرت چاہتے ہین کہ اے پروردگار تیری رحمت تیرا علم ہر چیز پر پھیلا ہوا ہے۔ پس اون لوگون کی مغفرت کر جنہون نے گناہون سے توبہ کی اور تیری راہ کی اور دوزخ کے عذاب سے اونکو نجات دے اونکے پروردگار انکو اور انکے باپ دادون بیویون اولادون سے انکو جو نیک ہون جنتون مین داخل کر جنکا تو نے اُنسے وعدہ کیا ہے بیشک تو غالب حکمت والا ہے اور اونکو برائیون سے محفوظ رکھ اُسروز جسکو تو نے برائیون سے محفوظ رکھا بیشک اُسپر تو نے بڑا رحم کیا اور یہ بڑی کامیابی ہے +

رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جب خدا تعالیٰ آسمانپر کسی حکم کو پورا کرنا چاہتا ہے تو فرشتے خدا کی قول کی فرمانبرداری کے سبب سے اپنے پر مارتے ہین اور خدا کا قول ایسا ہوتا ہے جیسے کہ چکنے پتھر پر صفوان (ایسی آواز جسکا بجنا کانون کو اولاً محسوس ہوتا ہے اور اُسکو قرار نہیں ہوتا یہانتک کہ بعد کو وہ سمجھ مین آجاتی ہے) جب اونکے دلونپر سے خوف دور ہوجاتا ہے تو باہم وہ کہتے ہین کہ تمہارے پروردگار نے کیا کہا وہ جواب دیتے ہین حق بات کہی ہے وہ بڑا اور برتر ہے +

اور ایک روایت مین ہے جب کسی حکم کو پورا کرتا ہے تو حاملین عرش فرشتے تسبیح کرتے ہین اونکے بعد جو فرشتے آسمانپر اُنکے قریب ہین خدا کی تسبیح کرتے ہین شدہ شدہ وہ تسبیح کی خبر اُن فرشتون تک پہونچتی ہے جو ورلے آسمانپر ہین اسکے بعد جو فرشتے حاملین عرش کے قریب ہوتے ہین حاملین سے دریافت کرتے ہین کہ تمہارے پروردگار نے کیا کہا وہ اُس مقولہ کی اُن کو خبر دیتے ہین علیٰ ہذا ایک آسمان کے فرشتے دوسرے آسمان کے فرشتون سے پوچھتے جاتے ہین حتی کہ اُس اخیر آسمان کے رہنے والونکو خبر پہونچ جاتی ہے +

رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ مینے شب کو اُٹھکر وضو کیا نماز پڑہی جتنی میرے لئے مقدر تھی نماز پڑھتے پڑھتے مجکو خواب آگئی جب خواب خوب گران ہوگئی تو مینے ایک نہایت عمدہ صورت مین اپنے پروردگار کو پایا اوسنے فرمایا اے محمد مینے کہا۔ لبیک میرے پروردگار۔ فرمایا کہ ملاء اعلیٰ مین کس بات پر نزاع ہوتا ہے مینے کہا مجھے معلوم نہین ایسے ہی تین بار فرمایا۔ اسکے بعد مین دیکھتا ہون کہ اُسنے اپنا ہاتھ میرے شانون کے بیچمین رکھا حتی کہ مین نے اسکی انگلیون کی خنکی کا اثر اپنے دو پستانون کے بیچمین پایا۔ اُسوقت سب چیزین مجھپر ظاہر ہوگئین اور مین نے اُسکا جواب بھی معلوم کرلیا۔ اُسنے فرمایا اے

محمد مینے عرض کیا لبیک سیکر پروردگار فرمایا کہ ملاء اعلی مین کس بات پر نزاع ہوتا ہی مینے عرض کیا کفارات پر فرمایا کفارات کیا ہین مینے عرض کیا پیادہ پا نماز کی جماعتون کے شوق مین چلنا۔ نمازون کے بعد مسجدونمین ٹھیرے رہنا ناگوار حالتونمین وضو کو پورا کرنا۔ پھر فرمایا اور کس چیز مین۔ مینے عرض کیا درجات مین۔ فرمایا درجات کیا۔ مینے عرض کیا کھانا کھلانا نرم کلامی شب کی نماز کو اسوقت مین کہ سب لوگ سورہے ہون ادا کرنا +

رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جب خدا اپنے کسی بندہ کو دوست رکھتا ہے تو جبریل کو بلا کر کہتا ہے کہ مین فلان شخص کو دوست رکھتا ہون تو بھی اسکو دوست رکھ۔ جبریل بھی اسکو دوست رکھنے لگتے ہین اور آسمان پر ندا کرتے ہین۔ کہ خدا فلان شخص کو دوست رکھتا ہے تم بھی اس سے محبت رکھو اسلیئے آسمان والے سب اس سے محبت کرنے لگتے ہین پھر زمین پر بھی وہ مقبول ہو جاتا ہے اور ایسے ہی جب کسی بندہ کو وہ برا جانتا ہے تو جبریل کو بلا کر فرماتا ہے کہ مین فلان شخص سے بغض رکھتا ہون تو بھی اس سے بغض رکھ حضرت جبریل بھی اس سے بغض کرنے لگتے ہین اور آسمان پر ندا کر دیتے ہین کہ فلان شخص سے خدا بغض کرتا ہے تم بھی اس سے بغض رکھو سب اس سے بغض کرنے لگتے ہین اور زمین پر اس سے بغض پھیلجاتا ہے +

اور رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جب تک تم مین سے کوئی اس جگہ رہتا ہے جہان نماز پڑھی تھی فرشتے تم پر اسوقت تک برابر درود بھیجتے رہتے ہین اور کہتے رہتے ہین بار الہا اسپر رحمت کر اسکی مغفرت کر اس کی توبہ قبول کر مالم یوذ فیہ مالم یحدث فیہ +

رسول اللہ صلعم نے فرمایا کوئی روز ایسا نہین ہے جسمین بندے صبح کرتے ہین مگر یہ کہ ہمیشہ دو فرشتے آسمان سے اترتے ہین انمین سے ایک یہ کہتا ہے بار خدایا فیاض کو عوض جلد عطا کر اور ممسک آدمی کا اجر کھودے +

جاننا چاہیے کہ شرع سے یہ ثابت ہے کہ خدا کے بندونمین سے بزرگ فرشتے بھی ہین جو بارگاہ خداوندی مین مقرب ہین جو شخص اپنے نفس کی اصلاح کرتا ہے اور اسکو مہذب کرلیتا ہے لوگون کی اصلاح مین کوشش کرتا رہتا ہے تو فرشتے ہمیشہ اسکے لئے دعا مانگتے ہین جس کے اثر سے ان لوگونپر برکتین نازل ہوتی ہین +

ایسے ہی جو خدا کی نافرمانی کرکے فساد ڈالنے مین کوشش کرتا رہتا ہے اسپر فرشتے لعنت کرتے ہین اس لعنت کے اثر سے اس مفسد کے دلمین ندامت اور افسوس پیدا ہوتا ہے اور اسی لعنت کے اثر سے ملاء سافل نکے دلونپر اسکا الہام ہوتا ہے کہ اس بدکار سے تعلق نرکھین اور دنیا مین یا بعد مرنے کے اسکو برائی پہنچائین اور فرشتون کے لئے بہت سی خدمتین مفوض ہین انکی یہ بھی خدمت ہے کہ خدا اور بندون کے بیچمین ایلچی ہوتے ہین لوگون کے دلونمین نیک الہام ڈالتے رہتے ہین یعنی کسی نہ کسی وجہ سے نیک خطرات لوگون کے دلونمین انسے پیدا ہوتے رہتے ہین اور جسطرح خدا کو منظور ہوتا ہے اور جہان منظور ہوتا ہے خدا انکو جمع کرتا ہے اس اعتبار سے انکو رفیق اعلی اور مجلس اعلی اور ملاء اعلی سے تعبیر کرتے ہین +

اور آدمیون سے بھی بعض جنکی روحین بہت بزرگ ہین فرشتون مین شامل ہوجاتے ہین اور انہی مین مل جاتی

مین جیسیکہ خداتعالی فرماتا ہے کہ اے مطمئن روح تو اپنے پروردگار کیطرف خوشی خوشی لوٹ آ اور میرے بندون مین داخل ہوکر میری جنت مین آجا ✤

سرورِ کائنات صلعم نے فرمایا ہے کہ مین نے جعفر ابن ابی طالب کو دیکھا کہ وہ فرشتہ کیصورت مین معہ دو پرون کے فرشتون کیساتھ ساتھ جنت مین اڑتے پھرتے مین ✤ اور وہین ملاء اعلی مین احکام الٰہی کا نزول بھی ہوتا ہے اور جسطرف اس آیت مین اشارہ ہے کہ اسمین سب مضبوط کام جدا کیے جاتے ہین ۔ وہ وہین قرار پاتا ہے ✤ اور کسی نہ کسی وجہ سے تمام شرایع کا تقرر بھی وہین ہوتا ہے ✤

اور جاننا چاہئے کہ ملاء اعلی کی تین قسمین ہین - ایک قسم ایسی ہے کہ خدانے یہ جانکر کہ نیکی کا انتظام اونپر موقوف ہے ایسے نورانی اجسام پیدا کئے جو کہ حضرت موسی کی آگ کی مانند ہین پھر ان جسمونمین بزرگ روحین پھونک دین ایک قسم ایسی ہے کہ کبھی کبھی عناصر سے لطیف بخارات صعود کرتے ہین اور انسے ایسا مزاج پیدا ہوجاتا ہے جو اسکے قابل ہوتا ہے کہ ایسے بلند نفوس کا فیضان کیا جاوے جنمین بہیمی میل و حرکت کا اثر کمتر ہو اور ایک قسم نفوس انسانیمین سے ہوتی ہے جنکو ملاء اعلی سے قرب ہو جاتا ہے وہ ہمیشہ نجات دہ اعمال پر عمل مین لاتے ہین حتی کہ انہین ہی شامل ہو جاتے ہین اپنے بدنون کی چادرین اتارکر انہین مین منسلک ہو جاتے ہین اور منجملہ انکے شمار کئے جاتے ہین اور ملاء اعلی کی حالت یہ ہوتی ہے کہ نہایت خوض و محویت سے وہ اپنے پروردگار کیطرف متوجہ رہتے ہین کسی چیز کا میلان انکو اس توجہ سے نہین روک سکتا ہے اور یہی معنی ہین اس قول خداوندی کے کہ وہ اپنے پروردگار کی حمد سے خدا کی تسبیح کرتے رہتے ہین اور خدا پر یقین رکھتے ہین ✤

انکے دلونمین اپنے پروردگار کیطرف سے یہ ڈالا جاتا ہے کہ فلان عمدہ انتظام پسندیدہ ہے اور اسکے مخالف ناپسندیدہ ہے اسکی وجہ سے جود الٰہی کا ظہور ہوتا ہے اور یہی مراد ہے اس خدا کے قول سے کہ وہ ایمان والون کے لیے مغفرت کے خواستگار رہتے ہین اور ملاء اعلی مین جو نہایت مرتبہ والے ہین انکے انوار کبھی یکجا جمع ہو جاتے ہین اور ایک دوسرے مین اس روح کی صورت مین داخل ہو جاتے ہین جسکا کہ آنحضرت نے ذکر فرمایا ہے کہ اسکی مونہہ اور زبانین بکثرت ہوتی ہین اسوقت وہ سب ملکر گویا ایک شی ہو جاتے ہین اور اسیکا نام حظیرۃ القدس ہے ✤ اور بارہا حظیرۃ القدس مین اسپر اتفاق کیا جاتا ہے کہ معاش اور معاد کے صدمونسے لوگون کو نجات دینے کا کوئی ذریعہ اسطرح قایم کرنا چاہئے کہ مخلوق الٰہی مین اس شخص کو جو اس زمانہ مین نہایت ذکی النفس ہو مضبوط کرنا چاہئے اسکے حکم کو لوگونمین جاری کرنا چاہئے اس اتفاق کا یہ اثر ہوتا ہے کہ منور لوگون کے دلمین اسکا الہام کیا جاتا ہے کہ اس شخص کے اتباع پر کمربستہ ہون اور ایسے گروہ نہین جو لوگون کی رہبری اور نفع رسانی کے لئے باہر نکلین ✤

اسی اتفاق کے اثر سے ایسے ایسے علوم لوگون کے دلونمین منقش ہوتے ہین جنمین اقوام کی درستی اور سراسر انکی ہدایت ہوتی ہے - یہ الہام کبھی بذریعہ وحی ہوتا ہے کبھی خواب مین کبھی ہاتف غیب کے ذریعہ سے اسکی ذکی النفس کے سامنے وہ حظیرۃ القدس والے فرشتے کبھی کبھی سامنے ظاہر ہوکر گفتگو بھی کرتے ہین - یہ اتفاق اس شخص کے احباب کی امداد کا باعث ہوتا ہے - ہر ایک ناکامی سے انکو قریب کر دیتا ہے اور خدا کے راستہ سے روکنے والونپر لعنت ہوتی ہے سہرا

کے رنج و تکلیف میں وہ گرفتار کئے جاتے ہیں۔ یہی نبوت کے لئے اصل الاصول ہے +

جب دایمی طور پر انکا اتفاق ہوتا ہے تو تائید روح القدس اسکو کہتے ہیں یہ تائید ایسی ایسی برکتوں کا ثمرہ ہوتی ہے کہ عادۃً ایسی برکتیں ظہور میں نہیں آتیں اسیکا نام معجزات ہے + اور ان ملاء اعلی سے کم درجہ کے نفوس اور بھی ہیں جنکے فیضان سے لطیف بخارات میں ایک ایسا معتدل مزاج پیدا ہوجاتا ہے کہ جو سعادت میں تو ملاء اعلی تک نہیں پہونچتا تاہم انمیں اتنی کمالیت ہوتی ہے کہ وہ فراغ کیحالت میں اس انتظار میں رہتے ہیں کہ اوپر سے انپر کیا ترشح ہوتا ہے جب ہی کہ قابل کی استعداد اور فاعل کی تاثیر کے اندازہ کے موافق کوئی بوچھار اونپر پڑتی ہے وہ ان فوقانی امور کیطرف ایسی ہی آمادگی ظاہر کرتے ہیں جیسے کہ پرند اور چارپائے طبعی اسباب کی تحریک سے آمادگی ظاہر کرتے ہیں۔ وہ اس حالت میں اپنے تمام نفسانی امور سے علیحدہ اور فوقانی الہام میں ثابت اور قایم رہتے ہیں لوگوں اور بہایم کے دلوں پر انکا اثر ہوتا ہے انکے ارادے اور نفسانی باتیں ونہیں امور کیطرف پھر جاتے ہیں جو مقصود کے مناسب ہوں بعض بعض اشیا میں انکا یہ اثر ہوتا ہے کہ انکی طبعی حرکات کو چند در چند کر دیتے ہیں یا انمیں تبدیلیاں پیدا کردیتے ہیں جبکہ کوئی پتھر لڑکایا جاوے تو اسوقت اسپر فرشتہ اپنا اثر ڈالتا ہے اور زمین پر مافوق العادۃ وہ لڑکتا ہے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ صیاد نہر میں دام پھینکتا ہے اور فرشتوں کی فوج میں ایک مچھلی کے دلمیں الہام کرتی ہیں کہ دریا کے اندر گھس جا اور دوسری سے بھاگ جانیکا ایک کو سی پکڑ لیگی ایک کو سی چھوڑ دیگی کا۔ مچھلی کچھ نہیں جانتی کہ میں یہ کیا کرتی ہوں لیکن صرف الہام کی تابع رہتی ہے۔ اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ دو فریق لڑتے ہوتے ہیں اسوقت فرشتے آکر ایک فریق کے دلمیں گفتگو سے حسب مقام خیالات سے شجاعت کی خوبی پیدا کردیتے ہیں غلبہ کے ذریعوں کا الہام کرتے ہیں تیر اندازی وغیرہ میں انکی مدد کرتے ہیں اور مخالفین میں ان امور کے خلاف کو پسندیدہ بنا دیتے ہیں۔ یہ تدبیر اسلئے ہوتی ہے کہ جس امر کا ہونا مقدر ہے وہ ظہور ہو جاوے +

کبھی ان کے دلپر اسکا ترشح ہوتا ہے کہ کسی نفس کو آرام پہنچایا جاوے کسیکو تکلیف بچاوے اسمیں وہ نہایت سرگرمی کرتے ہیں اور ہر ایک طریقہ سے اسکو پورا کرتے ہیں۔ اور ان ملاء اعلی کے مقابلہ میں اور قسم کے وجود ہیں جنمیں ہلکاپن بے چینی ہوتی ہے ایسی فکریں انسے سرزد ہوتی ہیں جو نیکی کے بالکل خلاف ہوتی ہیں۔ وہ تاریک بخارات کے سڑ جانے سے پیدا ہوتے ہیں یہ شیاطین ہیں جنکی کوششیں ہمیشہ فرشتوں کی کوششوں کے خلاف ہوتی ہیں۔ واللہ اعلم +

# باب چہارم

خدا کے اس طریقہ کے بیان میں جسکا اس قول الہی میں بیان ہوا ہے۔ ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا۔ خدا کے طریقہ میں تو کوئی تبدیلی نپاویگا +

جاننا چاہئے کہ خدا تعالی کے بعض افعال ان قوتوں کے ہونے پر کسی کسی طریقہ سے مرتب ہوتے ہیں جو کہ اس عالم

مین ودیعت رکھی گئی ہین نقل اور عقل دونون سے اسکی شہادت ملتی ہے +

رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ خدا تعالی نے آدم کو مشت خاک سے جسکو تمام زمین سے لیا تھا پیدا کیا۔ اسلیئے آدمی اسی اندازہ زمین کیوجہ سے بعض سرخ رنگ بعض سپید رنگ بعض سیاہ رنگ اور ان رنگون کے درمیان اور بعض نرم طبع بعض سنگدل بعض ناپاک سیرت بعض پاکیزہ نفس پیدا ہوتے ہین +

اور حضرت عبد اللہ بن اسلام نے آنحضرت سے دریافت کیا کہ بچہ کو باپ یا ماسے مشابہ ہونیکا کیا سبب ہے آپ نے فرمایا کہ مرد کا پانی جب عورت کے پانی سے پہلے سبقت کرتا ہے تو وہ مرد کے شبیہ ہو جاتا ہے اور جب عورت کا پانی مرد کے پانی سے پہلے پہنچ جاتا ہے وہ عورت کے شبیہ ہو جاتا ہے +

مین کسیکو نہین دیکھتا کہ اسمین شبہ کرے کہ مرجانے کو تلوار مارنے یا زہر کھالینے کیطرف منسوب کیا کرتے ہین اور رحم مین بچہ کی پیدایش منی کرنے کے بعد ہوا کرتی ہے دانون اور درختون کی پیدایش تخم ریزی درخت لگانے آب رسانی کے بعد ہوا کرتی ہے +

اسی استطاعت اور قدرت کیوجہ سے آدمی مکلف بنایا گیا ہے مامور کیا گیا ہے اور برائیون سے بچایا گیا ہے اپنے اعمال پر جزا سزا دیا جاتا ہے +

یہ قوانین جنپر خدا کے افعال جاری ہوتے ہین مختلف قسم کی ہین بعض ان مین سے عناصر کی خاصیتین اور طبیعتین ہین اور بعض ان مین سے وہ احکام ہین جنکو خدا تعالی نے ہر ایک صورۃ نوعیہ کی فطرت مین ودیعت رکھا ہے بعض انہین سے عالم مثال اور اس وجود کے حالات ہین جن کا تقرر زمین مین آنے سے پہلے ہو چکتا ہے اور بعض ان مین سے ملاء اعلی کی دعائین یا بد دعائین ہین جنکو وہ ان لوگون کے لیے نہایت کوشش و اہتمام سے مانگتے ہین جنہون نے اپنے نفس کو مہذب بنایا ہے اور اپنی قوتون کی اصلاح مین بڑی کوشش کی ہے اور انکے مخالفین پر ہوا کرتی ہین + اور منجملہ انکے احکام شریعت ہین جو لوگون پر مقرر کی گئی ہین بعض امور واجب کیے گئے ہین اور بعض حرام۔ یہ احکام بھی بجا آوری کرنے والے کے لئے موجب ثواب ہین اور نافرمانی کرنے والے کے لئے باعث عذاب اور انہین سے ایک یہ امر بھی ہے کہ خدا تعالی کسی شے کو مقرر کرتا ہے تو عادت الہی کے موافق یہ شے دوسری چیز کو لازم ہوا کرتی ہے تو اس شے کا اثر اس دوسری شے تک پہنچتا ہے اسلیئے کہ اس انتظام لزوم کا درہم برہم کرنا پسندیدہ نہین ہے +

اسکی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ جب خدا کسی بندہ کے لئے کسی جگہ مرنا مقدر کرتا ہے تو وہان پہونچنے کی اسکے لئے کوئی نہ کوئی ضرورت پیدا کر دیتا ہے۔ یہ سب امور ایسے ہین کہ اخبار سے معلوم ہوئے ہین اور عقل کی ضرورت نے انکو ضروری قرار دیا ہے +

اور جاننا چاہیئے کہ جب ایسے اسباب مختلف طور پر جمع ہون جنپر کہ عادۃ حکم الہی مرتب ہوا کرتا ہے اور ان اسباب کے آثار باہم جمع نہون تو اسوقت مقتضائے حکمت یہ ہے کہ ایسے امر کا لحاظ کرین جو خیر محض سے زیادہ ملتا ہوا ہو۔ اسیکا نام اس قول رسالت مین میزان رکھا گیا ہے کہ خدا کے ہاتھ مین میزان ہے وہ کبھی اس کا پلہ اٹھا دیتا ہے۔

کبھی جھکا دیتا ہے اور خدا کے قول ہین شان کے لفظ سے یہی مراد ہے کہ خدا ہر روز ایک خاص شان مین ہوتا ہے اور ترجیح
کے وجوہ مختلف ہوتے ہین کبھی اسباب کے لحاظ سے ہوا کرتی ہے کہ سب میں ہے کونسا سبب زیادہ قوی ہے
کبھی اُن اثرون کے لحاظ سے ہوتی ہے جو اُن اسباب پر مرتب ہوا کرتی ہین کہ اُن سب مین زیادہ نفع کے قابل کون
ہے اور کبھی باب تدبیر پر باب خلق کے مقدم ہونے سے ہوتی ہے اور ایسے ہی اپنے وجوہ اور ہوا کرتے ہین +

بہرحال اگرچہ ہمارا علم یہ معلوم کرنے کے لئے کافی نہین ہے کہ ہم سب اسباب کو احاطہ کر سکین اور جب اسباب
مین تعارض ہو تو یہ معلوم کر سکین کہ انہین سے زیادہ قابل استحقاق کونسا ہے لیکن تاہم یہ ہمکو قطعاً معلوم ہوا ہے
کہ جو چیز موجود ہوتی ہے وہ موجود ہونے ہی کے لائق ہوتی ہے جو شخص ہماری مذکورہ بالا تقریر کو نجتگی سے سمجھ لیگا۔
وہ اکثر اشکالات کی اُلجھن سے نکلجائیگا +

باقی رہین وہ تاثیرین جو ستارون کی ہیئتون کے متعلق ہین انہین سے بعض تو ضروری ہین جیسے گرمی و سردی
کا ایک دوسرے کے پیچھے آنا دن کا گھٹنا بڑھنا آفتاب کی حرکتون کے اختلاف سے اور جیسے چاند کی حالتون کی تبدیلی
سے دریامیں جذر و مد کا ہونا +

حدیث مین وارد ہے کہ جب ثریا طلوع کریگا آفات برپا ہوجاوینگی یعنی بلحاظ عادت کے لیکن فقیری تونگری
خشک سالی سرسبزی اور تمام انسانی حادثون کا ستارون کے حرکات سے پیدا ہونیکا ثبوت شرع سے کچھ نہین
ہے آنحضرت نے اُن امور پر غوض کرنے سے منع فرمایا ہے +

اور فرمایا کہ جسنے نجوم کا کوئی حصہ سیکھا تو گویا اُسنے جادو کا حصہ سیکھا اور اُس عرب کے قول سے کہ ہمپر فلان ستارہ
سے بارش ہوئی آپ نے بہت تشدد فرمایا ہے مین کہتا ہون کہ شریعت نے اسکی تصریح کی ہے کہ خدا نے ایسی
تاثیرین اور خاصیتین پیدا نہین کین ہین جنسے اِس عالم مین ہوا وغیرہ کے ذریعہ سے جو لوگونکو گھیرے ہوئے ہے
حوادث پیدا ہون +

تمکو خوب معلوم ہے کہ آنحضرت نے کہانت سے منع فرمایا ہے جسمین جنون کی جانب سے خبر دیجاتی ہے اور فرمایا
ہے کہ جو کاہن کے پاس جا کر اسکو سچا جانے اُس سے مین علیحدہ ہون آپ سے کاہنون کا حال دریافت کیا گیا تو خبر
دی کہ فرشتے جو ہوا مین اُتر کر اُن امور کا ذکر کرتے ہین جنکا آسمان پر فیصلہ ہو جاتا ہے تو شیاطین اُس مین سے کچھ
چُرا لیتے ہین اور کاہنون کو بتا دیتے ہین وہ اُس مین اور سو جھوٹی باتین ملا دیا کرتے ہین +

خدا فرماتا ہے اے ایمان والو کافرون کی طرح سست ہو جو اپنے بھائیونسے کہتے ہین جب وہ سفر کرتے ہین اور
لڑتے ہوتے ہین کہ اگر وہ ہمارے پاس ہوتے تو کاہے کو مرتے یا قتل کئے جاتے +

اور آنحضرت نے فرمایا کہ تمہارا عمل کسی کو جنت مین داخل نہ کریگا اور آپ نے فرمایا کہ تو رفیق ہے اور خدا
طبیب ہے بہرحال منع فرمانا بہت سی مصلحتون پر موقوف ہے۔ واللہ اعلم

# باب پنجم

## روح کی حقیقت کے بیان مین

خداتعالیٰ فرماتا ہے ویسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلا +

ترجمہ۔ تجھسے روح کا حال پوچھتے ہین (یہودی) تو کہہ روح میرے پروردگار کے عالم امر کی چیز ہے اور تمکو صرف تھوڑا علم دیا گیا ہے۔ حضرت عبد اللہ ابن مسعود کی روایت سے اعمش نے وما اوتوا من العلم الا قلیلا پڑھا ہے +

یہانسے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت مین یہودیون سے خطاب ہے جنہون نے روح کا حال دریافت کیا تھا اس آیت مین اسکی تصریح نہین ہے کہ امتہ مرحومہ مین سے روح کا حال کوئی جانتا ہی نہین ہے جیسا کہ لوگون کا خیال ہے۔ اور یہ بھی ضرور نہین ہے کہ شرع نے جس چیز کا کوئی حکم بیان نہ کیا ہو وہ معلوم ہی نہ ہو سکے بلکہ شرع مین اکثر اسوجہ سے سکوت کیا جاتا ہے کہ اشکال کیوجہ سے عام لوگ اُسکے برتاؤ کے قابل نہین ہوا کرتے اگرچہ بعض بعض اسکو سمجھ سکتے ہون +

جاننا چاہئیے کہ روح کے متعلق اولاً یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ حیوان مین زندگی کا باعث ہوا کرتی ہے جب حیوان مین روح ڈالدیجاتی ہے تو وہ زندہ ہوجاتا ہے اور جب نکال لیجاتی ہے تو وہ مرجایا کرتا ہے +

اسکے بعد غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بدن مین ایک لطیف بھاپ ہے جو اخلاط کے خلاصہ سے پیدا ہوتی ہے حس کرنے کی۔ حرکت کرنے کی اُس مین وہ سب قوتین ہوتی ہین جو تدابیر غذا کے متعلق ہین۔ طب کے احکام کو اس بھاپ سے بڑا تعلق ہے +

تجربے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس بھاپ کے رقیق ہونے کا اور غلیظ ہونے کا صاف اور مکدر ہونے کا بدنی قوتون پر اور اُن افعال پر جو اِن قوتونسے پیدا ہوتے ہین بڑا اثر پڑتا ہے اگر اس عضو پر یا اُس بھاپ کے پیدا ہونے پر جسکو عضو سے تعلق ہے کوئی آفت پہونچتی ہے تو وہ بھاپ بگڑ جاتی ہے اُسکے کام مختل اور پریشان ہو جاتے ہین اس بھاپ کی موجودگی سے زندگی باقی رہتی ہے اور اُسکے تحلیل ہو جانیسے موت ہو جاتی ہے +

بادی النظر مین روح اسیکا نام ہے لیکن غور رس نظر مین یہ روح کا ادنیٰ طبقہ ہے بدن مین اُسکی ایسی مثال ہے جیسی گلاب مین پانی اور کوئلہ مین آگ +

پھر جب زیادہ غور کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ روح روح حقیقی کا مرکب ہے اور روح حقیقی کے بدن سے متعلق ہونے کا مادہ ہے اسلئے کہ ہم بچہ کو دیکھتے ہین کہ وہ جوان ہوتا ہے تب ناہو جاتا ہے اور اسکے بدنی اخلاط مین تبدیلی ہوتی رہتی ہے اور جو روح ان اخلاط سے پیدا ہوتی ہے وہ ہزار درجہ پہلے کی نسبت زیادہ ہوتی ہے کسی حالت مین وہ لڑکا صغیر سن ہوتا ہے پھر وہ بڑا ہو جاتا ہے کبھی اُس کا رنگ سیاہ ہوتا ہے کبھی گورا ہوتا ہے کبھی وہ جاہل ہوتا ہے پھر عالم ہو جاتا ہے اور انکے علاوہ اُسکے اکثر اوصاف مین تبدیلی ہوتی رہتی ہے لیکن اُسکے وجود مین کوئی تغیر نہین ہوتا وہ وہی رہتا ہے جو پہلے تھا +

اور اگر ان اوصاف کے تبدل اور عدم تبدل مین مناقشہ کیا جاوے تو ہم ان تغیرات کو فرضی طور پر تسلیم کرتے ہین تو اس وقت مین بھی لڑکا وہی ہوگا جو کہ پہلے تھا یا ہم یہ کہین گے کہ ہم ان اوصاف کو اپنی حال پر باقی رہنے کا یقین نہین کرتے اور لڑکے کا بعینہ باقی رہنے کا یقین کرتے ہین اسلیئے لڑکے کی ذات ان اوصاف کے خلاف ہے +

اب ہم لیتے ہین کہ وہ چیز جسکی وجہ سے وہ لڑکا بعینہ وہی لڑکا باقی رہا یہ روح بخاری نہین ہوسکتی اور نہ بدن اور وہ چیزین ہوسکتی ہین جو نہ اسکے مشخص ہونیکی باعث ہین اور ظاہر نہین دیکھی جاتی ہین بلکہ حقیقی روح ایک جدا گانہ چیز ہے وہ ایک نورانی نقطہ ہے ان تمام متغیرات سے جنمین سے بعضی جوہر ہین بعض عرض اُسکا ڈھنگ نرالا ہے وہ بچہ ہونے کیحالت مین بھی ویسی ہے جیسی بڑے ہونیکی حالت مین جیسیکہ وہ سیہ رنگی کی حالتمین ہے ایسے ہی سپیدی کی حالت مین ہے ایسے ہی وہ تمام اضداد کیحالت میں یکساں ہے اُسکو ابتداء روح ہوائی سے تعلق ہے اور ثانیاً بدن سے اسلئے کہ بدن روح ہوائی سے مرکب ہے وہ عالم قدس کا ایک روزن ہے جب روح ہوائی مین قابلیت اور استعداد پیدا ہو جاتی ہے تو اُس روح سماوی کا اُسپر نزول ہوتا ہے +

جن امور مین کہ تغیر پیدا ہوتا ہے وہ زمین کی مختلف استعدادون کیوجہ سے ہے جیسیکہ دھوپ کپڑے کو سپید کر دیتی ہے اور دھوبی کو سیاہ اور ہمکو وجدان صحیح سے معلوم ہوگیا ہے کہ موت روح حیوانی کا بدن سے جدا ہونے کا نام ہے جسوقت کہ بدنمین روح ہوائی پیدا کرنے کی قوت نہین رہتی۔ روح ہوائی سے روح قدسی کے جدا ہونے کا نام نہین ہے۔ جب ضعف امراض سے روح ہوائی تحلیل ہو جاتی ہے تو یہ حکمت الٰہی کا مقتضا ہے کہ روح ہوائی اسقدر باقی رہجائے کہ روح الٰہی کا اُس سے تعلق رہ سکے جیسیکہ تم شیشہ سے ہوا کو چوس لیتے ہو تو حتی الامکان اسمین تخلخل پیدا ہو جاتا ہے پھر تم اسکے بعد ہوا کو نکال نہین سکتے یہانتک کہ اخیر مین شیشہ ٹوٹ جاتا ہے یہ صرف اُس رازکیوجہ سے ہے جو خدا نے ہوا کی طبیعت اور سرشت مین رکھا ہے ایسے ہی روح ہوائی ایک راز اور اندازہ ہے کہ اُس سے تجاوز نہین ہوسکتا +

مرنے کے بعد روح ہوائی کو از سرِ نو زندگی ہوتی ہے اور روح الٰہی کے فیضان سے اُن امور مین جو حس مشترک کے ذریعہ سے اُسمین باقی رہگئے تھے ایک طاقت جدید پیدا ہوتی ہے اور عالم مثال یعنی اُس قوۃ کے ذریعہ سے جو کہ مجرد اور محسوس کے مابین ہے اور افلاک مین پھیلی ہوئی ہے" کی امداد سے وہ روح ہوائی ایک نورانی یا تاریک لباس پہن لیتی ہے اور اسطرح پر عالم برزخ کے عجائبات نمودار ہو جاتے ہین پھر جب صور تون مین روح ڈالی جائیگی۔ ویسا ہی فیضان پھر ہوگا جیسے کہ ابتداء عالم مین ہوا تھا اور روحین بدنومین ڈالی گئیں تھین اور عالم سوالیہ کی بنیاد قایم کیگئی تھی تو اُسوقت روح الٰہی کے فیضان سے روح ایک جسمانی لباس یا ایسا لباس جو عالم مثال اور جسم کے بین بین ہوگا پہن لیگی اور جو کچھ صادق مصدوق علیہ افضل الصلوات وایمن التحیات نے خبرین بیان کین ہین سب کا حصول ہوگا اور جو کہ روح ہوائی ایک متوسط شے ہے روح الٰہی اور بدن آدمی کیبیچ

بیچ مین اسواسطے ضرور ہے کہ اُس کا رُخ اس طرف بھی ہو اور اس طرف بھی اور جو اُسکا رُخ عالم قدس کی جانب مائل ہے اُس کا نام ملکی حالت ہے اور جو زمین کی جانب ہے اُس کا نام بہیمیت ہے مناسب ہے کہ روح کی حقیقت کے متعلق انھین مقدمات پر اکتفا کیا جاوے تاکہ اس علم مین اسکی تسلیم کے بعد تفریعات کی جائین اور اس علم سے ایک زیادہ بلند مرتبہ علم مین اسکے چہرہ سے پردہ اُٹھایا جاوے واللہ اعلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# باب ۶ سر التکلیف

خدا تعالیٰ فرماتا ہے انا عرضنا الامانة علی السموات والارض والجبال فابین ان یحملنها واشفقن منها وحملها الانسان انہ کان ظلوماً جھولاً لیعذب اللہ المنافقین والمنافقات والمشرکین والمشرکات ویتوب اللہ علی المومنین والمومنات وکان اللہ غفوراً رحیماً - ترجمہ - ہمنے امانت کو آسمانون اور زمین اور پہاڑون پر پیش کیا - انہون نے اُسکی برداشت کرنیسے انکار کیا اور اُس سے خوف زدہ ہو گئے اور آدمی نے اُس امانت کو برداشت کر لیا بیشک آدمی بڑا ظالم اور نادان ہے تاکہ خدا منافقون اور منافق عورتون کو اور مشرکون اور مشرکہ عورتون کو عذاب دے اور مسلمانون اور مسلمان عورتونکی توبہ قبول کرے خدا بخشنے والا اور مہربان ہے +

غزالی اور بیضاوی نے تنبیہ کی ہے کہ امانت سے مراد مکلف ہونیکی ذمہ واری ہے اسطرح پر کہ اطاعت اور نافرمانی احکام سے ثواب یا عذاب کا استحقاق ہو سکے اور آسمانون اور زمین پر انکے پیش کرنیکے یہ معنے ہین کہ اُن کی استعدادونکا اندازہ کیا گیا کہ ایسے کامون کے کرنے یا نکرنے کا مادہ اُنمین ہے یا نہین ہے اور اُنکے انکار کرنیسے یہ غرض ہے کہ اُن کی طبیعت مین اس کام کی لیاقت اور استعداد نہ تھی - اور یہ جو فرمایا کہ آدمی نے اُس امانت کو برداشت کر لیا اس سے یہ مراد ہے کہ اُس مین ان امور کی انجام کی ذاتی صلاحیت تھی مین کہتا ہون اِس معنی کے لحاظ سے انہ کان ظلوماً جھولاً گویا حکم سابق کی علت ہو اسلئے کہ ظالم اسیکو کہتے ہین کہ جسمین انصاف و عدل کرنیکی قابلیت ہو لیکن پھر بھی انصاف نکرے اور جہول اسکو کہتے ہین کہ باوجود قابلیت کے ناواقف ہو - اور علاوہ آدمیکے بعض چیزین عالم اور عادل ہین کہ ظلم اور جہل کا اُن تک گذر نہین ہے جیسیکہ فرشتے - اور بعض چیزین ایسی ہین کہ نہ وہ عالم اور عادل ہین اور نہ اُنمین علم اور عدل کا مادہ ہے جیسے چارپائے + مکلف ہونیکے قابل وہی چیز ہو سکتی ہے جسکا کمال بالقوہ ہو نہ بالفعل +

اور لیعذب مین لام بمعنی عاقبت ہے یعنی اُسی امانت کے متحمل ہونیکا انجام عذاب کرنا اور آرام دینا ہے اور حقیقۃ الامر کا پورا انکشاف فرشتون کیحالت اور اُنکے تجرد کے خیال کرنیسے ہوتا ہے اُنکی حالت مین نہ وہ کیفیت مزاحمت کرتی ہے جو قوۃ بہیمیہ کی تفریط سے پیدا ہوتی ہے جیسے گرسنگی - پیاس - خوف - رنج اور نہ وہ جو اِس قوت کے افراط سے پیدا ہوتی

ہے۔ جیسے مجامعت کی حرص۔ غصہ۔ تکبر۔ نہ انکو تغذیہ تنمیہ کا اہتمام کرنا پڑتا ہے ہمیشہ وہ اس انتظام مین محو رہتے مین کہ عالم بالا سے انپر کیا وارد ہوتا ہے جب ہی کہ انپر عالم بالا سے کوئی حکم مترشح ہوتا ہے خواہ وہ کسی انتظام مطلوب کا قایم کرنا ہو یا کسی چیز سے خوشنودی یا کسی سے ناگواری تو انکے قوا اس سے لبریز ہو جاتے ہیں یہانتک وہ اسکی طاعت کرتے ہیں جو اسکا مقتضا ہوتا ہے۔ اسکے لئے وہ آمادہ ہو جاتے ہیں۔ وہ ان امور کے اہتمام میں اپنے نفسانی ارادون سے بیخود ہوتے ہین اور عالم بالا کی مراد پر پابند رہتے ہین ؛

اسکے بعد بہایم کی حالت کو خیال کرو کہ وہ رذیل ہمیشہ سے ملوث رہتے ہین اپنی طبعی خواہشون پر شیفتہ ہوتے ہین انہین مین محو رہتے ہین جب انہین کوئی آمادگی ہوگی وہ ایسی ہی کوئی بہیمی آمادگی ہوگی جسکا مآل کوئی بدنی نفع ہوگا یا طبیعت کے موافق کسی چیز کا دفع کرنا ؛

ان دونون کے بعد معلوم کرنا چاہئے کہ خدا تعالیٰ نے اپنی روشن حکمت کی وجہ سے آدمی مین دو قوتین عطا کی ہین ایک ملکی روح طبعی پر جو تمام بدن مین منتشر ہے جب روح انسانی کا فیضان ہوتا ہے تو یہ قوت پیدا ہوتی ہے روح طبعی اس فیضان کو قبول کرکے مغلوب ہو جاتی ہے۔ دوسری قوت بہیمی ہے جو کہ نفس حیوانی مین پیدا ہوتی ہے جو تمام حیوانون مین یکسان پائی جاتی ہے ؛

جو قوتین کہ روح طبعی مین قائم ہین وہ اس حیوانی مین منقش ہوتی ہین روح طبعی خود مستقل طاقت رکھتی ہے اور روح انسانی اسکے احکام کو قبول کر لیتی ہے ؛

اسکے بعد یہ معلوم کرنا چاہئے کہ ان دونون قوتون مین باہم مزاحمت ہے اور ہر ایک کی کشش مختلف ہے ملکی طاقت بلندی کیطرف کشش کرتی ہے اور بہیمی پستی کی جانب۔ جب بہیمی کا ظہور ہوتا ہے اور اسکی اثر پذیر زود ہو جاتے ہین تو ملکی کے جذبات مخفی ہو جاتے ہین اور ایسے ہی اسکے خلاف مین ہوتا ہے اور پروردگار جلشانہ کو انتظام عالم کے ساتھ توجہ خاص ہے ہر چیز کی استعداد ذاتی اور کسبی جس قسم کی درخواست کرتی ہے اسیکا خداوندکریم افاضہ فرماتا ہے جب کوئی بہیمی جذبات کو کسب کرتا ہے تو ویسے ہی اسکو مدد پہنچتی ہے اور جو امور اسکے مناسب ہوتے ہین وہی اسکے لئے آسان ہو جاتے ہین اور اگر ملکی جذبات کو کسب کرتا ہے تب بھی اسی قسم کی امداد اسکو پہنچتی ہے اور اسی کے موافق امور اسکے لئے آسان ہو جاتے ہین جیسے خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

**فاما من اعطےٰ واتقی وصدق بالحسنی فسنیسرہ للیسری واما من بخل واستغنےٰ وکذب بالحسنےٰ فسنیسرہ للعسریٰ**۔ جو کوئی کچھ دیگا اور پرہیزگار بنیگا اور نیکی کی تصدیق کریگا تو ہم سہولت کو اسکے لئے آسان کر دینگے اور جو کوئی بخیلی کریگا اور بے پرواہ ہو جاویگا اور نیکی کی تکذیب کریگا ہم دشواری کو اسکے لئے آسان کر دینگے ؛

اور فرمایا **کلا نمد ہؤلاء وہؤلاء من عطاء ربک وما کان عطاء ربک محظورا** اور سب کو ہم مدد دیتے مین اور تیرے رب کی بخشش روکی نہین گئی ہے ہر ایک قوۃ کے لئے جداجدا تکلیف اور لذۃ ہے لذۃ پ

مناسب کیفیت کو ادراک کرتا ہے اور تکلیف اپنی حالت کے ناموافق کیفیت کا ادراک کرتا ہے آدمی کی حالت کو
اس شخص کی حالت سے عجب مشابہت ہے جسنے کسی مخدر چیز کا استعمال کیا ہو وہ اس وقت مین آگ کی سوزش
کا کچھ اثر اپنے اندر نہین پاتا ہے یہانتک کہ جب خدر کا اثر کم ہو جاتا ہے اور مقتضائے طبیعت کیطرف وہ رجوع
کرتا ہے تب کس شدت کی تکلیف اُسے معلوم ہوتی ہے پاس اسکو کلاب کی حالت کے مشابہ سمجھنا چاہیے اطبا
نے بیان کیا ہے کہ گلاب مین تین قوتین مین (۱) قوت زمینی جو رگڑنے یا پیس کر پینے ظاہر ہوتی ہے (۲) مائی
قوت جو اُسکو نچوڑنے یا پینے کیوقت ظاہر ہوتی ہے (۳) ہوائی قوت جو کہ سونگھنے کیحالت مین ظاہر ہوتی ہے*
اس تقریر سے معلوم ہوا کہ آدمی کو مکلف کرنا اسکی نوع کا مقتضے ہے یقیناً آدمی اپنی زبان استعداد سے اپنے
پروردگار سے خواستگار رہتا ہے کہ ان امور کو جو ملکیت کے مناسب ہین اُسپر واجب کردے اور اُنپر اسکو ثابت قدم
رکھے اور جو بہیمی امور مین منہمک ہونیکو اُسپر حرام کردے اور اُسپر اُنکے ارتکاب سے دار و گیر کرے واللہ اعلم*

# باب تکلیف کا تقدیر سے نکلنا

جاننا چاہیے کہ خدا تعالیٰ کی اپنی مخلوق مین ایسی نشانیان ہین کہ انمین غور کرنیوالا یہ معلوم کرسکتا ہے کہ خدا نے جو
اپنے بندون اور حیوانون کا مکلف کیا ہے تو اسکی خدا کے پاس زبردست دلیل ہے درختون اور اُنکے پتون اور
شگوفون اور پھلون کو دیکھو اور جو کیفیتین اُنمین نظر آتی ہین یا چکھ کر معلوم ہوتی ہین وعلیٰ ہذا انمین غور کرو کہ خدا نے
ہر ایک قسم کیلئے پتے ایک خاص شکل کے اور شگوفے خاص رنگ کے اور خاص خاص مزہ کے پھل پیدا کیے ہین
جسسے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ فلانے قسم کا ایک فرد ہے اور یہ سب امور صورت نوعیہ کے تابع ہوا کرتے ہین اُسی کے ساتھ
لپٹے رہتے ہین جیسا صورت نوعیہ کا ظہور ہوتا ہے ویسا ہی اُنکا ظہور ہوتا ہے*
خدا تعالیٰ کا یہ فرمان کہ یہ مادہ خرما کا ہونا چاہیے اس تفصیلی فرمان کے ساتھ لپٹا ہوا ہے کہ اسکا پھل ایسا ہو اور اُسکا
شگوفہ ایسا ہو*
اور ہر ایک قسم کی خاصیتون مین سے بعض تو ظاہر ہوتی ہین ہر ایک عقلمند اسکو سمجھ سکتا ہے اور بعض ایسی ہوتی ہین
جنکو وہی شخص معلوم کرسکتا ہے جو زیرک اور فطین ہو*
جیسے کہ یاقوت کی تاثیر ہے کہ وہ یاقوت رکھنے والے کے دل مین مادہ فرحت اور شجاعت کا پیدا کرتا ہے*
اور نیز بعض خاصیتین ایسی ہوتی ہین جو کسی قسم کے ہر فرد مین ہوتی ہین اور بعض ایسی ہوتی ہین کہ استعداد مادہ کے موافق صرف بعض
افراد مین پائی جاتی ہین اور اسی قسم کی اور افراد مین نہین ہوتیں مثلاً بلیلہ کہ جو شخص اسکو اپنے ہاتھ مین پکڑتا ہے اسکے لئے دست آور ہے*
اب تمکو یہ کہنے کا موقع نہین ہے کہ خرما کا پھل اس صفت کا کیون ہوتا ہے اسلئے کہ یہ سوال بےمعنی ہے لوازم ذاتی
کے ثابت ہونیکے لئے دلیل کی حاجت نہین ہوا کرتی*
اسکے بعد حیوانات کے ہر ایک قسم کو دیکھو ہر ایک کی شکل و صورت جدا جدا ہے جیسے کہ تم درختون کی صورتین جدا

جدا جدا پاتے ہو اور حیوانات مین ان اختلافات کیساتھ مختارانہ حرکتین اور ذاتی الہامات اور طبعی تدابیر بھی ہین جنکی وجہ سے ہر ایک قسم دوسرے سے بالکل ممتاز ہے ۔ مثلاً چارپائے گھاس کو چرتے ہین جگال کرتے ہین اور گھوڑے گدہے خچر گھاس چرتے ہین مگر جگال نہین کرتے درندے گوشت خوار ہین پرند ہوا مین اڑتے پھرتے ہین مچھلیان پانی مین تیرتی ہین اور حیوانات مین ہر قسم کی آواز جدا جدا ہے ہر ایک کیلئے مجامعت کا طریقہ علیحدہ ہے اپنے بچون کے پالنے کا طریقہ جو ایک کا ہے وہ دوسرے کا نہین ہے جسکا بیان طول طویل ہے +

ہر ایک قسم کے لئے اسی قسم کا الہام کیا گیا ہے جو اسکی طبیعت اور مزاج کے مناسب تھا اور جنسے اس نوع کی تکمیل اور درستی ممکن تھی اور یہ الہامات سب کے سب انکے پروردگار کیجانب سے انکی صورت نوعیہ کے وزن سے مترشح ہوتے ہین اور انکی مثال ایسی ہی ہے جیسے کہ شگوفون کے خطوط اور پھلونکے مزے جو صورۃ نوعیہ کے اثر سے متعلق ہوتے ہین +

اور نوعی احکام بعض ہر ہر فرد بشر مین موجود ہوتے ہین اور بعض مادہ کی قابلیت اور اسباب کے اتفاق سے صرف بعض افراد ہی مین ہوتے ہین اگرچہ اصلی استعداد سب مین ہوا کرتی ہے مثلاً شہد کی مکھیون مین یعسوب اور جیسے طوطا کہ تعلیم اور مشاقی کے بعد لوگون کی آوازون کو بخوبی نقل کر لیتا ہے +

ان امور کے بعد انسان کی نوع مین غور کرو جو امور کہ درختون مین پاؤ گے انسان مین بھی پاؤ گے اور انکے علاوہ حیوانی اقسام مین جو اوصاف ہین وہ بھی اس مین ہین مثلاً کھانا پینا ۔ نر مادہ کا ربط ۔ فضلات کا دفع کرنا ۔ ابتدائے پیدایش مین دودھ پستان سے چوسنا اور انکے علاوہ اور بہت سی ایسی خاصیتین بھی ہین جن کی وجہ سے وہ تمام حیوانات سے ممتاز ہے مثلاً گفتگو کرنا دوسرے کی گفتگو سمجھنا بدیہی مقدمات کی ترتیب سے یا تجربہ ۔ استقرا ۔ فراست سے مکتسب علوم کو پیدا کرنا ان امور کا اہتمام کرنا جنکو وہ اگرچہ اپنی حس اور وہم سے نہین معلوم کرتا ہے لیکن بنظر عقل انکو پسندیدہ سمجھتا ہے جیسے نفس کو مہذب کرنا اور لائقون کو اپنے زیر حکم کرنا اور یہ امور چونکہ اس مین نوعی اور پیدائشی ہین اسلئے سب فرقے حتے کہ پہاڑون کی بلندیون کے باشندے بھی ان مین مشترک ہین ۔ اس کا راز وہی ہے جو اس کی صورۃ نوعیہ کا منشا ہے اور یہ راز بھی ہے کہ مزاج انسانی کا مقتضا یہی ہے کہ اسکی عقل دل پر غالب ہو اور دل نفس پر غالب ہو +

اسکے بعد خدا تعالی کی اس تدبیر اور تربیت اور مہر کو دیکھنا چاہئے کہ جسکی مراعاۃ ہر ایک قسم مین رکھی گئی ہے نباتات جنمین حس و حرکت کی قوت نہ تھی اسلئے اس کے لئے رگون کو پیدا کیا وہ اس مادہ کو چوستی رہتی ہین کہ جو پانی اور ہوا اور لطیف اجزاء ارضی سے جمع ہوتا ہے اور جمع کر کر اسکو تمام شاخون مین اسی مناسب تقسیم سے پھیلا دیتی ہین جس کا فیضان صورت نوعیہ کیجانب سے ہوتا ہے اور حیوان مین حس ہوتی ہے اپنے قصد سے وہ چلتا پھرتا ہے اسلئے خدا تعالی نے انکے لئے ایسی رگین زمین سے مادہ کو چوسنے والی پیدا نہین کی ہین بلکہ اسکو الہام کیا کہ اپنے اپنے موافقہ سے غلون کو گھاس پانی کو تلاش کرے اور جتنی منفعتین اسکو مطلوب تھین ان سب کا اسکو الہام کیا +

اور جو قسمین زمین سے پیدا نہین ہوتین خدا تعالی نے انکے لئے خاص تدابیر رکھی ہین کہ انہین تناسل کی قوتین جمع کی ہین اور مادہ کے مادہ مین ایک خاص رطوبت پیدا کی ہے کہ جو بچہ کی تربیت مین خرچ کی جاتی ہے وہ خالص دودھ بنجاتی

بچے اور بچہ کو الہام کیا کہ وہ پستان چوسکر دودہ کو نگلجاوے - اور مرغی مین ایک ایسی رطوبت پیدا کی ہی جس سے انڈے پیدا
ہوتے ہین اور بعد انڈے دینے کے اُسکے مزاج مین خشکی پیدا ہوجاتی ہے اور اُسکا پیٹ خالی ہوجاتا ہے جس
سے اُس مین ایک قسم کی دیوانگی سے پیدا ہوتی ہے جسکا اثر یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے بنی نوع سے میل جول ترک
کردیتی ہے اور کسی چیز کی حفاظت کرنے کو خود بخود پسند کرتی ہے تاکہ اُس سے اپنے شکم کو دبائے رکھے اور کبوترون
کی طبیعت مین آپسمین یہ پیدا کیا ہے کہ نر اور مادہ باہم مانوس ہین اور مادہ کے شکم کو اول ہی خالی کیا تاکہ انڈونکی حفاظت
بخوبی اُس سے ہوسکے پھر اُس مین زائد رطوبت اسلئے پیدا کی کہ وہ بذریعہ نفس کے باہر نکلے اور اسکی طبیعت مین بچہ پر شفقت
اور رحم کرنیکا مادہ پیدا کیا - اسلئے اُس رطوبت زائد مین مہربانی کے جوش سے منھ کے پھوٹین نکلنے کا ذریعہ کیا اور اس ذریعہ
سے دانہ اور پانی بچہ کو پہنچتا ہے اور باہم ملاپ کے سبب سے نر بھی مادہ کی تقلید کرتا ہے اور بچہ کا مرطوب مزاج پیدا کیا
اُس رطوبت سے اُسکے پہنچانے مین جتنے وہ اڑنے لگتا ہے ✤

اور انسان مین چونکہ حس کرنے اور حرکت کرنیکی قوت پیدا کی ہے اور پیدائشی الہامات کا اسکو قابل بنایا ہے اور
بالطبع اُس مین علوم کا مادہ رکھا ہے اسکو عقل عطا کی ہے اور اختیاری علوم کے پیدا کرنیکی قابلیت دی ہے اسلئے
اسکو کھیتی کرنے درخت لگانے تجارت کرنے اور دیگر معاملات کا الہام کیا ہے ✤

انہین مین سے بعض لوگون کو پیدائشی سرور بنایا ہے اور بعض کی طبیعت مین یا اتفاقی اسباب سے غلامی کی خصلت
پیدا کی ہے بعض کو انہین سے بادشاہ بنایا ہے بعض کو رعیت - بعض مین مادہ حکمت کا رکھا ہے کہ حکمت الٰہیہ کے
مطابق گفتگو کرے بعض کو علوم طبعی مین خوض کرنیکی قوت دی ہے بعض کو علوم ریاضی اور حکمت عملی کے
مسائل حل کرنیکی اور ایسے ہی بعض کو غبی پیدا کیا ہے کہ وہ بغیر تقلید دوسرے کے علوم بالا کو نہین سمجھ سکتا ہے - اور اسلئے
تم لوگونکے گروہون کو بادیہ نشینون اور شہریون کے دیکھوگے کہ انپر یہ امور وارد ہوتے رہتے ہین ✤

جاننا چاہئے کہ انسان کا حال حیوانات کا سا نہیں ہے بلکہ انسان کا ادراک حیوانات کے ادراک سے نہایت
گرانبہا ہے منجملہ اُسکے علوم کے جسپر کہ بجز اُن لوگونکے جنکا مادہ نوع کے احکام کو قبول نہین کرتا سب کا اتفاق ہے اپنے
پیدا کرنیوالے اور تربیت کرنیوالے کو تلاش کرنا اور مدبر عالم کو ثابت کرنا ہے جسنے اُس کو پیدا کیا ہے اسکو رزق دیا ہے
وہ اپنے پروردگار کے حضور مین اپنی ہمت اور علم کے موافق گریہ وزاری کرتا ہے جیسا کہ وہ اور اُسکے ابنائے جنس زبان
حال اُسکے حضور مین خشوع و خضوع کرتے ہین اور اس قول خداوندی کے یہی معنی ہین کہ الم تر ان اللہ یسجد لہ من
فی السموات ومن فی الارض والشمس والقمر والنجوم والجبال والشجر والدواب وکثیر من الناس و
کثیر حق علیہ العذاب - کیا تو نے نہین دیکھا کہ خدا کے لئے وہ چیزین جو آسمانو نمین اور وہ چیزین جو زمین مین ہین اور سورج
اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چارپائے اور بہت سے آدمی سجدہ کرتے ہین اور بہت سون پر عذاب
ثابت ہوا ✤

کیا تم نہین دیکھتے کہ درخت کی شاخون پتون شگوفون کا ہر جز نفس بنانے کے سامنے جو درخت کی مدبر ہے ہمیشہ

اور ہر آن اپنا ہاتھ پھیلائے ہوئی عاجزانہ درخواست کرتا رہتا ہے اگر اسکے ہر ایک حصہ مین عقل ہوتی تو وہ نفس نباتی کا
بینظیر شکریہ ادا کرتے اور اگر اسکو فہم ہوتا تو بھی درخواست خالی اسکے علم اور ارادہ مین بھی منقش ہو جاتی +

اور انسان کی خاصیتو مین سے یہ بھی ہے کہ نوع انسا مین بعض ایسے لوگ بھی ہون جنکو علوم عقلی کے چشمہ کیطرف
خالص توجہ ہو وہ وحی کے ذریعہ سے یا فراست یا خواب کے ذریعہ سے ان علوم کو حاصل کرین اور باقی لوگ جو ایسے نہ
ہون اس شخص کی رہنمائی اور برکت کے آثار مشاہدہ کر کے اتباع کرین اور اسکے اوامر و نواہی کی پیروی کرین اور افراد
انسانی مین کوئی فرد ایسا نہین ہوتا کہ جسکو بدایہ خواب کے جسکو وہ دیکھتا ہے اور اپنی رائے سے یا کسی ہاتف کے سننے
سے یا بصیرت کی فطانت سے کچھ نہ کچھ غیب کیطرف توجہ نہ ہو لیکن سب لوگ یکسان نہین ہوتے ہین بلکہ بعض انمین
باکمال ہوتے ہین اور بعض ناقص اور ناقصکو کامل کی حاجت ہوا کرتی ہے اسکی صفات کا اندازہ بہایم کی صفات سے
بالکل جدا ہوتا ہے اسمین فروتنی۔ پاکیزگی انصاف سماحت کی اوصاف ہوتے ہین عالم جبروت و ملکوت کی روشنیان
اس سے ظاہر ہوتی رہتی ہین اسکی دعا مقبول ہوتی ہے تمام کرامات حالات اور مقامات کا اس سے ظہور ہوتا ہے +

اگرچہ وہ امور جنکی وجہ سے آدمیکو اور حیوانات سے امتیاز حاصل ہوتا ہے بکثرت ہین لیکن انکا مدار دو خصلتو نپر ہے +
(۱) قوۃ عقلی کا بڑھنا۔ اسکے دو شعبے ہین ایک وہ شعبہ ہے کہ اسمین انتظام بشر کیلئے متعلق مصالح مین ملحوظ ہوتی ہین انکے
دقائق مستنبط کئے جاتے ہین اور ایک شعبہ مین علوم غیبی کے حاصل کرنیکی استعداد ہوتی ہے جسکا فیضان وہبی طریقہ سے
ہوتا ہے +

(۲) قوت عملی کی فوقیت ہے اسکے بھی دو شعبے ہین۔ اول یہ کہ اعمال کو اپنے قصد و اختیار سے کرنا حیوانات کے افعال
اختیاری ہوا کرتے ہین انکے افعال انکی اصل طبیعتو مین راسخ نہین ہوا کرتے ان افعال کی روح سے انکے نفوس نگین
نہین ہوتے انکو لگاؤ صرف ان قوتون سے ہوتا ہے جو روح ہوائی مین قائم ہین اس لگاؤ سے وہ بآسانی اپنے اپنے کام
کرتے ہین اور انسان جو جو فعل کرتا ہے تو بعد فراغ کے وہ افعال تو نابود ہو جاتے ہین لیکن انکی روحین جدا ہو کر
نفس مین بیٹھ جاتی ہین اسلئے انکے بعد نفس مین ایک نور یا تاریکی باقی رہجاتی ہے۔ اور افعال پر مواخذہ کرنیکے لئے
جو شارع کا قول شرط ہے وہ اسیطرح ہے کہ انکو قصداً کرے جیسیکہ زہر کی مضرت اور تریاق سے منتفع ہونیکے لئے طبیب کا
قول اسطرح شرط ہے کہ ان دونونکو آدمی اپنے حلق سے فرو کرے اور شکم مین داخل کرے +

اور ہمارے اس قول کی کہ نفس انسانی مین اعمال کی روح راسخ ہو جاتی ہے یہ دلیل ہے کہ تمام آدمیون کی جماعتین
ریاضتون اور عبادتو نپر متفق ہین اپنے وجدان سے انہون نے اسکے انوار معلوم کر لئے ہین اور گناہون اور منہیات
سے سب احتراز کرتے ہین اور اپنے وجدان سے انکی سنگدلی انہون نے معلوم کر لی ہے +

اور ایک درجہ ایسا ہے جسمین بلند بلند حالات اور مقامات پیش آتے ہین جیسے محبت الٰہی خدا پر توکل وغیرہ اور
اس قسم کے اوصاف حیوانات مین بالکل مفقود ہین +

اور جاننا چاہئے کہ مزاج انسانی مین ٹھیک اعتدال جسکو صورۃ نوعیہ عطا کرتی ہے بغیر چند علوم کے کامل نہین

پہونچتا جسکو کہ اذکی الناس ہی معلوم کرتا ہے اور اور لوگ اسکا اتباع کرتے ہین +

اور شریعت کہ جسمین علوم الٰہی اور منفعت کی تدابیر شامل ہون اور وہ قواعد جنمین افعال اختیاری کی بحث اور پانچ قسمون واجب مستحب مباح مکروہ حرام کی تقسیم اور تفصیل ہو اور وہ مقدمات جنمین مرتبہ احسان کے درجات بیان کئے جاوین اسلئے حکمت و رحمت الٰہی مین ضروری ہے کہ اپنی غیب مقدس مین قوۂ عقلی کے رزق کو مہیا کرے اور سب اذکی الناس کو اس عالم قدس سے علوم اخذ کرنیکے لئے خالص اور جدا کرے جیسے کہ تم شہد کے چھتے مین سب کو دیکھتے ہو کہ وہ تمام مکھیونکی بذات خود مہیا کرتا ہے اگر اس طرح پر علوم کو حاصل کرنا بواسطہ یا بلا واسطہ نہوتا تو جو کمال نوع انسانی کیلئے قرار دیا گیا ہے وہ ہرگز مکمل نہوتا کوئی شخص جب حیوانات مین کے کسی نوع کو دیکھتا ہے کہ بغیر گھاس کے انکی زندگی بسر نہین ہوتی تو سمجھ جاتا ہے کہ خدا تعالی نے انکے لئے چراگاہین طیار کردی ہونگی جسمین کثرت گھاس ہوگی ویسے ہی خدا کی صنعت مین غور کرنے سے یقین ہوتا ہے کہ نوع انسان کے درجہ مین ایسے علوم بھی ہین جنسے عقل انسانی اپنے نقصان اور خلل کو دور کرسکتی ہے اور اس سے عقل کا کمال نہایت کو پہونچتا ہے ان علوم مین سے ایک حصہ توحید و صفات کا علم ہے اس علم مین یہ ضروری ہے کہ اسکی تشریح ایسی صاف صاف ہو کہ بالطبع عقل انسانی اسکو حاصل کرسکے اسمین ایسی دقت ہرگز نہو کہ اسکو شاذ و نادر ہی کوئی حاصل کرسکے۔ اس علم کی تشریح اس قول مین ہے کہ سبحان اللہ وبحمدہ کہ خدا تعالی کیلئے انہی وہ صفتین ثابت کین جنکو ہر شخص جانتا ہے یعنی زندہ رہنا۔ سننا۔ دیکھنا۔ قدرت۔ ارادہ۔ کلام۔ غصہ۔ رحمت۔ مالک ہونا۔ غنا اور اسکے ساتھ ہی یہ ثابت کیا کہ لیس کمثلہ شیء ان صفتون مین کوئی اسکا ہمتا نہین ہے اسکی زندگی ہماری سی زندگی نہین ہے۔ اسکی بینائی ہماری سی بینائی نہین ہے اسکی قدرت کو ہماری قدرت سے کوئی نسبت نہین اسکا ارادہ ہمارے ارادے سے الگ ہے اسکی کلام کرنیکی شان ہمارے کلام کی سی نہین پھر خدا تعالی نے تمثیل ہونیکی تفسیر ایسے طور سے کی جو ہماری عقل مین بالکل مستبعد ہے مثلاً کہا جاتا ہے کہ وہ مینہ کے قطرونکی تعداد بیابانون کی ریگ کی تعداد کو درختون کے پتون کی تعداد کو حیوانات کے سانس کی تعداد کو جانتا ہے اور بہت ہی کے چلنے کو دیکھتا ہے ان وسوسونکو سن لیتا ہے جو عقل دروازونکے اندر لحافون کے نیچے پیدا ہوتے ہین +

اور ایک حصہ عبادات کا علم ہے اور انہین علوم مین سے منافع کا علم ہے اور انہین سے مخاصمت کا علم یعنی جب انکی نفوس مین شبہات پیدا ہوجاتے ہین جنسے حق کی مخالفت ہوتی ہے تو اسوقت انکے دفع کرنیکا کیا طریقہ ہونا چاہئے اور انہین سے خدا کی نعمتون اور اسکی مختلف عقوبتون کو یاد دلانا ہے اور عالم برزخ اور قیامت کے واقعات کا بیان کرنا ہے اسلئے کہ خدا تبارک وتعالی نے نوع انسان کی استعداد کو جو تمام انسانون مین نسلاً بعد نسل منتقل ہوتی ہے اور اسکی قوۂ ملکیہ کو اور ان تدابیر اور علوم کو جنسے استعداد اور قابلیت کے موافق اسکی اصلاح ہوتی ہے دیکھا اور سب علوم غیب الغیب مین محدود طور پر اور محفوظ ہو متمثل ہوگئی اسی تمثیل کو اشاعرہ کلام نفسی کے ساتھ تعبیر کرتے ہین اور یہ حالت علم۔ ارادہ۔ قدرت سے جدا ہے +

اور جب تمام فرشتونکی پیدایش کا وقت آیا تو حقتعالی نے معلوم کیا کہ افراد انسانی کی مصلحت جبھی کامل ہوگی کہ بزرگ نفوس پیدا کئے جاوین کہ انسے نوع انسانی کو ایسا ہی تعلق ہو جیسیکہ ہمارے عقلی قوا کو نفوس سے تعلق ہوتا ہے اسوجہ سے افراد انسانی پر اسنے محض عنایت فرمائی اور کلمۂ کن سے انکو ایجاد کیا انکے دلونمین ان علوم کا جو غیب الغیب مین محدود اور

محفوظ ہو چکے تھے پر توڈالا اور وہ علوم روحانی صورتین انکے لئے متصور ہو گئے انہین نفوس کیطرف اس قول مین اشارہ ہے الذین یحملون عرش ربک ومن حوله - جو کہ تیرے رب کا عرش اٹھاتے ہین اور وہ کہ عرش کے آس پاس ہین +

اور جب ایک زمانہ ایسا آیا کہ اسمین دولتون اور مذاہب کی تبدیلی مقرر تھی تو اُسنے قرار دیا کہ وہ علوم روحانی وجود مین ظاہر ہون مطلبے اس عہد کے موافق انکی تشریح اور تفصیل کیگئی اسیکی طرف اشارہ ہے خداتعالی کے قول مین انا انزلنه فی لیلة مبرکة انا کنا منذرین فیہا یفرق کل امر حکیم - یعنی قرآن کو مبارک شب مین نازل کیا ہم ہی ڈرانیوالے تھے اس شب مین سب مضبوط کام جدا جدا کئے جاتے ہین +

پھر حکمت حق نے ایک ذکی شخص کے موجود ہونیکا انتظار کیا جو وحی الہی کے قابل ہو اسکی بلندی مرتبہ اور بڑی شان کا حکم دیا گیا ہو یہانتک کہ جب وہ موجود ہو گیا تو اسکو اپنے لئے خاص کر لیا اور اپنے مقصود کے پورا ہونیکا اسکو ذریعہ بنایا اپنی کتاب اسپر نازل کی اور اپنے بندونپر اسکی اطاعت واجب کر دی یہی خدا نے حضرت موسی سے فرمایا - واصطنعتک لنفسی یعنی تجھکو اپنے لئے بنایا +

پس خداتعالی نے ان علوم کو غیب الغیب مین جسطرح پیمین فرمایا تو نوع انسانی پر محض اسکی عنایت وکرم تھا نوعی استعداد نے ہی حقتعالی سے ملاء اعلی کے نفوس کے فیضان کی خود درخواست کی تھی اور نوعی حالات نے ہی ان قوتہاے خاص بعث کے طلب کا اصرار کیا تھا +

اگر کہا جاوے کہ انسان پر نماز پڑھنا کہانسے واجب ہوا رسول کی اطاعت کسطرح واجب ہوئی زنا اور چوری کہانسے حرام ہوئے تو کہا جاویگا کہ یہ اور وہ اسطرح کیا گیا کہ جیسے بہایم پر گھاس کا کھانا واجب کیا گیا گوشت کا کھانا حرام کیا گیا درندونپر گوشت کھانا ضروری قرار دیا گیا اور حکم دیا گیا کہ گھاس نہ کھاوین - شہد کی مکھیونکو حکم دیا گیا کہ یعسوب کا اتباع کرین - اتنا فرق ہے کہ حیوانات مین یہ علوم جبلی ہین اور انسان کسب سے غور سے وحی یا تقلید سے انکو حاصل کرتا ہے +

# باب ۳ تکلیف کا جزا سزا کیلئے باعث ہونا

جاننا چاہئے کہ الناس مجزیون باعمالہم ان خیرا فخیر وان شرا فشر لوگونکو اعمال کی جزا ملیگی اگر اعمال اچھے ہین انکی جزا بھی اچھی ہوگی اور اگر اعمال بد ہین تو ایسے ہی انکی جزا بھی بد ہوگی +

اس جزا و سزا اپنکی چار صورتین ہین (۱) اولاً یہ صورة نوعیہ کا مقتضا ہے جیسیکہ چارپایہ جب گھاس کو چرتا ہے اور درندہ جب گوشت کھاتا رہتا ہے تو ان کا مزاج سلیم رہتا ہے اور جبھی کہ چارپایہ نے بجائے گھاس کے گوشت کا استعمال کیا اور درندہ بجائے گوشت کے چارہ کا استعمال کرتا ہے تو ان کا اصلی مزاج بگڑ جاتا ہے - یہی حال آدمی کا بھی ہے کہ جب وہ ایسے اعمال کرتا ہے کہ جنکی روح بارگاہ حقتعالی مین فروتنی اور نیازمندی ہوتی ہے انمین پاکیزگی فیاضی عدالت ہوتی ہے تب اسکا ملکی مزاج درست رہتا ہے اور جب ایسے کام کرتا ہے کہ جنکی روح ان امور بالا کے خلاف ہوتی ہے تو اسکی ملکی حالت

ہوجاتی ہے جب وہ بدنکی گرانی سے سبکسار ہوتا ہے اسوقت نفرت و انس کا اثر اپنے اندر ایسے ہی پاتا ہے جیسے کہ ہم جلنے کی تکلیف معلوم کرتے ہین ✦

(۲) دوسری صورت جزا و سزا کی ملاء اعلے کیوجہ سے ہوتی ہے جیسیکہ ہمارے اندر دماغی قوتین ہین جنکی وجہ سے ہم چنگاری وغیرہ کا احساس کر لیتے ہین جبکہ اسپر ہمارا قدم پڑتا ہے ایسے ہی خدا تعالیٰ نے محض لطف و عنایت سے صورۂ انسانی کیلئے جو ملکوت مین موجود ہے فرشتونکو خادم بنایا ہے اسلئے کہ جیسے بغیر قواے ادراکیہ کے ہماری درستی نہین ہو سکتی ایسے ہی انسان کی درستی بغیر فرشتوں کے نہین ہو سکتی اسکا یہ اثر ہوتا ہے کہ جب آدمی کوئی کام نجات کے قابل کرتا ہے تو فرشتونسے محبت اور سرور کی شعاعین خارج ہوتی ہین اور اگر کوئی مہلک کام کرتا ہے تو نفرت اور بغض کی شعاعین اُنسے خارج ہوتی ہین اور پھر وہی شعاعین اس شخص کے نفس مین حلول کرتی ہین اور محبت یا نفرت کا مادہ اس مین پیدا کر دیتی ہین اور کبھی یہی مادہ محبت یا نفرت کا بعض فرشتون یا لوگون کے دلون مین پیدا ہو جاتا ہے اُسوقت الہامی ذریعہ سے اُس شخص سے محبت رکھکر احسان پہنچاتے ہین یا اُس سے متنفر ہو کر رنج مین ڈالتے ہین ✦

اسکو ایسے ہی خیال کرنا چاہئے کہ جب کسیکا قدم چنگاری پر پڑتا ہے تو اُسکے قواے ادراکیہ کو تکلیف سوزش کی معلوم ہوتی ہے پھر اس تکلیف کی شعاعین دل پر اثر کر کے اسکو غم آلودہ کر دیتی ہین اور طبیعت پر موثر ہو کر اسکو گداختہ کر دیتی ہین اُن فرشتون کا ہمارے اندر اثر پہنچانا ایسا ہی ہے جیسیکہ ہمارے ادراکات کا بدن مین اثر پہنچانا جیسیکہ ہم مین سے کسی شخص کو رنج یا ذلت کا خوف ہوتا ہے تو پسلیان کانپنے لگتی ہین رنگ زرد ہو جاتا ہے بدن ضعیف ہو جاتا ہے اکثر اشتہا جاتی رہتی ہے پیشاب سرخ ہو جاتا ہے اور اکثر خوف کی شدت سے پیشاب یا براز خطا بھی ہو جاتا ہے یہ سب امور اسلئے پیش آتے ہین کہ قواے ادراکیہ طبیعت مین اثر کرتی ہین بذریعہ وحی کے اُنکا فرمان طبیعت کو پہنچایا جاتا ہے ایسے ہی اُن فرشتون کے جو آدمیون پر موکل ہین آدمیون پر اور سفلی فرشتونپر جبلی الہامات مترشح ہوتے ہین اور آدمیونکے افراد اُن فرشتون کے ایسے ہی تابع رہتے ہین جیسے طبعی قوتین قواے ادراکیہ کے تابع رہتی ہین اور جیسیکہ وہ شعاعین سفل کیطرف گرتی ہین ایسے ہی حظیرۃ القدس کیطرف صعود کرکے اسمین ایک حالت پیدا کر دیتی ہین کہ جسکو رحمت و رضا غضب و لعن سے تعبیر کرتے ہین یہ اثر ایسے ہی منتقل ہوتا ہے کہ جیسے آگ قرب کیوجہ سے پانی کو گرم کر دیتی ہے اور قیاس کے مقدمات نتیجہ کو مہیا کر دیتے ہین اور دعا پر قبولیت مترتب ہوتی ہے اسیوجہ سے عالم جبروت مین ایک نئی حالت پیدا ہوتی رہتی ہے اور ابھی غصہ کیحالت ہوتی ہے اُسکے بعد ہی توبہ کی شان ہو جاتی ہے اور رحمت کے معنا خوشی ظاہر ہو جاتی ہے خدا تعالیٰ فرماتا ہے ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم آنحضرت صلعم نے اکثر احادیث مین فرمایا ہے کہ فرشتے آدمیونکے اعمال کو آسمان پر لیجاتے ہین اور خدا تعالیٰ اُنسے پوچھتا ہے کہ تمنے میرے بندونکو کس حال مین چھوڑا اور نیز فرمایا کہ دن کے اعمال شب کے اعمال سے پہلے آسمان پر جاتے ہین اسمین آنحضرتؐ نے اسطرف تنبیہ فرمائی ہے کہ فرشتے آدمیون اور اُس نور الٰہی مین جو کہ حظیرۃ القدس مین قایم ہے ایک طرح پر واسطہ ہین ✦

اور تیسری صورت جزا و سزا کی شریعت کا تقتضا ہوتا ہے جو لوگونکے لئے قرار دیگئی ہے جسوقت سلاطین کی کوئی نظر

ہوتی ہے تو ایک روحانیت کا حصول ہوتا ہے جسمین ستارون کی قوتین ملی ہوتی ہین اور فلک کے کسی حصے مین وہ صور
ہوتی ہے اور اس روحانیت کو جب چاند جو احکام فلکی کو منتقل کرنیوالا ہے زمین کیطرف منتقل کرتا ہے تو اہل زمین کے
ارادے اس روحانیت کے موافق پھر جاتے ہین ایسے ہی خدا تعالی یہی جانتا ہے کہ جب ایک خاص وقت آدمیکو
شرع مین نیلہ مبارک کہتے ہین اور اسمین سب مستحکم امور کا فیصلہ کیا جاتا ہے تو عالم ملکوت مین ایک روحانیت کا
ظہور ہوتا ہے جس مین نوع انسان کے احکامات شامل ہوتے ہین اور مقتضائے وقت وہانسے سب لوگون سے نہایت
ذکی شخص پر الہامات برستے ہین اور اسیکے واسطہ سے لوگونکے نفوس پر جو ذکاوت مین اس سے زیادہ قریب ہوتے ہین
اسی قسم کے علوم کا القا ہوتا ہے پھر سب لوگون پر ان الہامات کے تسلیم اور پسندیدگی کا الہام ہوتا ہے انکے معاون
کی تائید کیجاتی ہے اور انکا مخالف ذلیل کیا جاتا ہے اور اسفل کے فرشتونکو الہام ہوتا ہے کہ انکے فرمانبردار پر احسان
کرین اور نافرمانی کرنیوالے کو تکلیف پہنچاوین اور پھر انکا اثر ملاء اعلے اور خطیرۃ القدس کیجانب صعود کرتا ہے اور وہان
خوشنودی اور ناخوشی اسسے پیدا ہوتی ہے *

اور چوتھی صورت جزا و سزا کی یہ ہے کہ خدا تعالی کی آنحضرت کی بعثت سے یہ غرض تھی کہ لوگونپر مہربانی کرے اور نیکی
سے انکو قریب کرے اسواسطے لوگونپر آپ کی اطاعت کو اسنے واجب کیا اسلیئے وحی کے علوم آپ کے سامنے مشخص اور
مصور ہوگئے وہ آپ کی ہمت اور دعا سے ممزوج ہوگئے خدا کا حکم ہوا کہ آپ کی امداد کیجاوے تاکہ آپ کے مقاصد مین
استحکام پیدا ہو *

اب جو جزا و سزا کہ بمقتضائے صورۃ نوعیہ اور ملاء اعلے کیوجہ سے ظہورپذیر ہوتی ہے وہ تو فطرت الٰہی کا اثر ہے جسپر لوگون
کو پیدا کیا ہے ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا اور تو خدا کے طریقہ مین تبدیلی نپاویگا *

اور دین اسی فطرۃ کا نام ہے جس مین زمانون کے بدلنے سے کوئی اختلاف نہین ہوتا اور تمام انبیا کا اسپر اتفاق
ہے جیسیکہ خدائے تبارک وتعالی نے فرمایا وان ہذہ امتکم امۃ واحدہ اور آنحضرت نے ارشاد کیا الانبیاء بنو علات
ابوہم واحد وامہاتہم شتی انبیا علاتی بھائی ہین انکا باپ ایک ہے اور مائین مختلف ہین اور اسپر مواخذہ ہمیشہ ہوتا
ہے انبیاکے بعثت سے پہلے بھی ہوتا ہے اور بعد کو بھی اس مین دونون برابر ہین اور جو جزا و سزا بمقتضائے شریعت
ہوتی ہے اس مین زمانہ کی تبدیلی سے تبدیلی ہوجایا کرتی ہے اور پیغمبرون کی بعثت اسی لیئے ہوا کرتی ہے اور آنحضرت
کے اس قول مین اسی کے طرف اشارہ ہے انما مثلی ومثل ما بعثنی اللہ بہ کمثل رجل اتی قوما فقال یا قوم انی
رایت الجیش بعینی وانی انا النذیر العریان فالنجا النجا فاطاعہ طائفۃ من قومہ فادلجوا فانطلقوا علے
مہلہم فنجوا وکذبت طائفۃ منہم فاصبحوا مکانہم فصبحہم الجیش فاہلکہم واجتاحہم فذلک مثل من
اطاعنی فاتبع ما جئت بہ ومثل من عصانی وکذب ما جئت بہ من الحق تحقیق میری اور میری رسالت
کی ایسی مثال ہے کہ جیسے ایک شخص نے کسی قوم کے پاس آکر کہا کہ مینے اپنی آنکھ سے لشکر کو دیکھا ہے اور مین صاف
صاف تمکو اس سے ڈراتا ہون خبردار ہوجاؤ اور اپنے آپ کو بچاؤ اس قوم مین سے بعض لوگون نے اسکا کہا مان لیا

اور بڑھے ہی سے وہ سامان سفر کر کے چلدئے اور وہ بچگئے اور بعض نے اسکے کہنے کو نمانا اور اپنی اپنی جگہ ٹھیرے رہے صبحکو لشکر نے انکو آلیا اور بیخ وبن سے انکا استیصال کر دیا ایسے ہی ان لوگونکا حال ہم انہوں نے میری اطاعت کر کے ان احکام کا اتباع کیا جنکو مین لایا ہون اور ان لوگون کا جنھون نے نافرمانی کی ان حق باتون کی تکذیب کی جنکو مین لایا ہون +

اور جزاد سزا کا جو چوتھا طریقہ ہے وہ جبھی ہوتا ہے کہ انبیا کی بعثت ہو لوگونکے شبہے دور ہو جائین اور تبلیغ رسالت ٹھیک ٹھیک ہو جائے لیہلک من ہلک عن بینۃ ویحییٰ من حی عن بینۃ کہ جو ہلاک ہو وہ دلیل سے ہی ہلاک ہو اور جو زندہ بچے وہ بھی دلیل سے ہی زندہ بچے +

## باب ۹ اسکے بیان مین کہ لوگ پیدائش مین مختلف ہین یہی وجہ ہے کہ انکے اخلاق انکے اعمال انکے کمال کے درجے اور مرتبے مختلف ہوتے ہین

اسکی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت سے روایت ہے کہ اذا سمعتم بجبل زال عن مکانہ فصدقوہ واذا سمعتم برجل تغیر عن خلقہ فلا تصدقوا بہ فانہ یصیر علےٰ ما جبل علیہ اگر تم سنو کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ گیا تو اسکا تیقین کر لینا اور اگر کسی شخص کو سنو کہ اسکی جبلی عادت بدلگئی ہے تو اسکا یقین نکرنا وہ پھر پیدایشی عادت کیطرف منتقل ہو جاویگا اور آپ نے فرمایا الا ان بنی آدم خلقوا علےٰ طبقات شتٰے فمنہم من یولد مومنًا فذکر الحدیث بطولہ لوگ مختلف درجون کے پیدا کئے گئے ہین بعض مسلمان پیدا کئے گئے ہین آخر حدیث تک۔ غصہ اور غرض کے تقاضے مین انکے درجونکا ذکر فرمایا۔ اور فرمایا الناس معادن کمعادن الذہب والفضۃ جیسی سونے چاندی کی کانین ہین ایسے ہی آدمیون کی کانین ہین +

اور خدا تعالےٰ نے فرمایا کل یعمل علی شاکلتہ یعنے اسی طریقے پر ہر شخص عمل کرتا ہے جسپر وہ پیدا کیا گیا ہے اور اگر تمکو اسکا معلوم کرنا منظور ہو کہ اس باب مین مجھپر خدا نے کیا منکشف کیا ہے اور ان احادیث کے معنے مجکو کیا بتائے ہین +

تو سمجھو کہ ملکی قوت خدا نے لوگون مین دو طرح پر پیدا کی ہو (۱) اسطرح پر کہ ملاء اعلےٰ کیحالت سے اسکو مناسبت ہوتی ہے جنکی شان یہ ہے کہ خدا کے اسما اور صفت کے علوم سے وہ رنگین رہتے ہین عالم جبروت کی باریکیون سے واقف ہوتے ہین محیط طور پر انتظامی امور کو حاصل کرتے رہتے ہین اور ان امور کو وجود مین لانے کے لئے ہمت کو جمع کرتے ہین +

اور دوسری اسطرح پر ہوتی ہے کہ اسکو ملاء اسفل کے فرشتون سے مناسبت ہوتی ہے جنکا یہ کام ہے کہ جس خواہش کا اوپر کیجانب سے حال معلوم ہوا فورًا اسکے لئے آمادہ ہو گئے نہ اسکا احاطہ کیا نہ وہان ہمت جمع ہوتی ہے نہ انکو اس سے پوری واقفیت ہوتی ہے وہ سراپا نور ہوتے ہین بہیمی آلودگیون سے بالکل پاک +

اور علےٰ ہذا قوۃ بہیمی بھی انمین دو ہی طرح سے پیدا ہوتی ہے بعض حالتون مین بہیمیت کے اثر نہایت شدت سے انمین جمع ہوتے ہین جیسے کہ مست اونٹ جو نہایت قوی ہو پیدائش ہی سے اسکو بہت سی غذا ملی ہو اور مناسب تدبیر

سے اسکی تربیت ہوئی ہو اسلئے بڑا تنا ور اور مضبوط ہو گیا ہو بلند آواز ہو سخت گیر ہو اسکے قصد مین کسی قسم کی روک نہو اس
مین بھی نتیجہ ہو غصہ اور کینہ اسمین راسخ شدہ ہو شہوانی قوت زیادہ ہو ہر بات مین دوسرے پر غلبہ چاہتا ہو توانا دل ہو
اور بعض مین بہیمیت کے اثر نہایت ضعیف ہوتے ہین جیسا کہ کوئی حیوان خصی ناقص الخلقت جسکا نشو و نما خشکسالی
مین ہو نامناسب تدبیرون سے اسکی تربیت ہو اسکا جسم کمزور حقیر ہو آواز باریک نرم ہو بزدل کم ہمت ہو دوسرونکے مقابلے
مین حملہ اور غیرت بھی نہ کی اسکو پرواہ نہو + اور ان دونون قوتون کی ایک خاص جبلی حالت ہے جو کہ انمین سے ایک خاص
قوۃ کو بھڑکا دیتی ہے اور اسکے بعد کسی اور اختیاری امور سے اسکو قوۃ اور مدد پہنچتی رہتی ہے +

اور جب یہ دونو قوتین کسی مین جمع ہوتی ہین تو اسکے جمع ہونیکے بھی دو طریقے ہین کبھی تو باہمی مزاحمت کے بعد ان دونو
کا اجتماع ہو جاتا ہے اسطرح پر کہ ہر ایک قوۃ اپنی اپنی خواہشونکی طلب مین سرگرم ہوتی ہے اپنی اپنی انتہائی اغراض مین
کامیاب ہونیکے منتظر رہتی ہے اپنی اپنی ذاتی مسالک اور طریقونکے حاصل کرنیکا قصد کرتے رہتے ہین اسلئے انمین باہم جذب
اور کشمکش رہا کرتی ہے اسکا غلبہ ہوا تو دوسری مین پژمردگی آگئی اور علی ہذا +

اور کبھی باہم دونو مین مصالحت ہو جاتی ہے اسطرح ملکی قوۃ اپنے خالص احکام کی طالب نہین ہوتی بلکہ ان احکام
پر بس کرتی ہے جو قریب قریب ہین جیسے دانائی نفس کی فیاضی طبیعت کی پارسائی اپنے نفع ذاتی پر عام منفعت کو
پسند کرنا موجودہ خواہشون پر آئندہ فائدہ کو یا آئندہ نتیجہ کا انتظار کرنا اپنے تعلق کی تمام چیزونمین صفائی اور ستھرے پن کو
محبوب سمجھنا اور ایسے ہی قوۃ بہیمی بھی اپنی خالص رغبتون کا مطالبہ نہین کرتی بلکہ جو امور ایسے رائے کلی سے بالکل دور
نہین ہوتے اور اس سے زیادہ مخالف نہین ہوتے انکو اپنا شیوہ کر لیتی ہے ان دونو قوتون مین باہم میل جول ہو کر
ایک ایسا مزاج حاصل ہو جاتا ہے جس مین باہمی مخالفت کے اثر نہین ہوتے +

ملکیہ اور بہیمیہ اور انکے باہمی میل کے دو دو کنارے ہین اور ایک درجہ توسط کا ہے اور کچھ کنارونکے قریب ہین اور بعض توسط کے
قریب مین اسطرح پر بے نہایت درجے انمین ہو گئے ہین لیکن اصلی اقسام جنکی احکام جدا جدا ہین اور انکے قسمونکے معلوم ہونیسے اور
اقسام کا حال بھی معلوم ہو جاتا ہے آٹھ ہین اسطرح پر کہ جب ان دونو قوتون مین باہمی کشمکش سے میل ہو جاتا ہے تو انکی چار صورتین
ہوتی ہین (۱) ملکیہ بلند و قوی بہیمیہ کیحالت قوی یا ضعیف ایسے ہی ملکیہ ضعیف اور اسکے ساتھ ملکیت قوی یا ضعیف +
اور ایسے ہی چار قسمین اس صورت مین ہین کہ ان دونو قوتون مین باہمی میل و مصالحت ہو جائے۔ ہر ایک قسم کا حکم
جدا ہے جسمین تبدیلی نہین ہوتی خدا نے جسکو ان کے احکام معلوم کرنیکی توفیق دی ہے اسکو اکثر پریشانیونسے آرام ملجاتا ہے +

# باب ۱۰

## ان ارادونکے اسباب مین جو کامون کے باعث ہوتے ہین

معلوم کرو کہ آدمی جن ارادونکو اپنے دل مین پاتا ہے اور انہین ارادونکے موافق اسکو کام کرنے کی آمادگی ہوتی ہے ضرور ہے
کہ ان ارادونکے کچھ نہ کچھ اسباب ہونگے۔ خدا کا طریقہ جیسا کہ اور نا پیدا شدہ اشیا مین ہے ویسا ہی یہان بھی ہوگا۔ غور اور تجربہ

ہے یا مظاہر ہوتا ہے کہ منجملہ ان اسباب کے سب سے بڑا سبب آدمی کی ذاتی پیدایش ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں ذکر فرمایا ہے جسکو ہم نے پہلے بیان کیا ہے (کل مولود یولد علی فطرۃ الاسلام)

منجملہ انہیں اسباب میں سے آدمی کا پیدائشی مزاج ہے جو خورد ونوش وغیرہ کی محیط تدابیر سے متغیر رہتا ہے۔ مثلاً گرسنہ کھانیکو طلب کرتا ہے اور تشنہ پانیکو اور خواہش نفسانی والا عورتونکی جانب مائل ہوتا ہے۔ اکثر لوگ مقوی باہ غذاؤن کا استعمال کرنے مین تو انکو عورتون کیطرف میلان ہو جاتا ہے انکے دلونمین ایسے ہی ایسے خیالات اور وسوسے گذرتے ہین جن کو عورتون سے تعلق ہوتا ہے یہی حالت ہے اکثر کا۔ انکا جوش لوگون کے دلونمین پیدا ہو جاتا ہے۔ اکثر لوگ سخت غذاؤن کا استعمال کرتے مین انسے وہ سنگدل ہو جاتے مین قتل کرنے پر آمادہ ہوتے ہین۔ ایسے ایسے موقعونپر غصہ ظاہر کرتے مین جہان اور ونکو غصہ نہین آتا۔ اور جب وہی لوگ روزہ نماز سے ریاضت نفس کرتے ہین یا بڈھے بوڑھے ہو جاتے مین یا کوئی سخت بیماری انکو لاحق ہوتی ہے تو اکثر پہلی حالتین بدلجاتی ہین دل نرم ہو جاتے مین نفوس پاکیزہ ہو جاتے ہین۔ اسلئے تم بوڑھون اور جوانون کیحالت مین بڑا فرق دیکھتے ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ کیحالت مین بوڑھے آدمی کو بوسے کی اجازت دی ہے اور جوان کو اسکی اجازت نہین دی +

اور انہین اسباب مین سے عادات اور مالوف چیزین ہین اسلئے کہ جس شخص کو جب کسی چیز سے تعلق ہو جاتا ہے اور اسکی مناسب صورتین اور شکلین اسکے دلمین جم جاتی ہین تو اکثر خواہشون اور ارادون کیجانب اسکا میلان ہو جاتا ہے +

اور انہین اسباب مین سے یہ بھی ہے کہ بعض اوقات نفس ناطقہ قوۃ بہیمیہ کی قید سے آزاد ہو جاتا ہے اور مقام ملاء اعلےٰ سے جیسا کہ اسکے لئے آسان ہو وہ ایک نورانی ہیئۃ کو اخذ کر لیتا ہے کبھی یہ ہیئۃ انس وطمانیت کی قسم سے ہوتی ہے اور کبھی اس سے کسی کام کرنے کا عزم پیدا ہوتا ہے +

اور انہین اسباب مین سے یہ ہے کہ بعض ردی نفوس شیاطین سے متاثر ہو جاتے مین انکا بعض رنگ ان نفوس پر چڑھ جاتا ہے اور اکثر ارادے اور کام ایسی حالت اور ہیئۃ سے ہوتے ہین +

معلوم کرو کہ خوابون کا حال بھی ارادون ہی کا سا ہوتا ہے مگر یہ فرق ہے کہ تجرید نفس کی حالت مین ارادونکی صورتین نفس کے سامنے متشکل ہوا کرتی ہین۔

محمد ابن سیرین نے فرمایا ہے کہ خواب تین قسم کے ہوتے ہین (۱) نفس کی بات (۲) شیاطین کا ڈرانا (۳) خدا کی جانب سے مژدہ۔ واللہ اعلم



## باب ۱۱

### اعمال کی نفس کے ساتھ چسپیدگی اور اعمال کی یادداشت نفس مین

خدا تعالیٰ فرماتا ہے وکل انسان الزمنٰہ طٰئرہ فی عنقہ ونخرج لہ یوم القیامۃ کتٰبا یلقٰہ منشورا اقرا کتابک کفٰے بنفسک الیوم علیک حسیبا +

بشخص کے عمل کو ہمنے اسکی گردن میں چپکا دیا ہے قیامت کے روز ہم اسکے سامنے ایک کُھلی ہوئی کتاب کو پیش کرینگے جس سے وہ ملیگا اور کہینگے اپنی کتاب کو پڑھ آج تیرا نفس ہی تیرا حساب کرنے کو کافی ہے +

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پروردگار تبارک وتعالی کی نقل سے فرمایا ہے کہ بیشک یہ تمہارے اعمال ہین انکو مین تم پر شمار کرتا ہون ان اعمال کو تمہارے لیے پورا کرتا ہون جو شخص بھلائی پاوے وہ خدا کا شکر کرے اور جو اسکے علاوہ کچھ اور پاوے وہ اپنے ہی نفس کو ملامت کرے +

اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے نفس آرزو اور خواہش کرتا ہے اور شرمگاہ اسکو سچ کر دیتی ہے یا اسکی تکذیب کر دیتی ہے +

معلوم کرو کہ آدمی جن اعمال کا اہتمام سے قصد کرتا ہے اور جو اخلاق کہ انہین تمے ہوئے ہین وہ سب نفس ناطقہ کی جڑ سے نکلتے ہین پھر اسی کی طرف رجوع کرتے ہین اور نفس کے دامن کو چپٹ کر اسکو گھیر لیتے ہین +

نفس سے نکلنے کی یہ وجہ ہے کہ تمکو معلوم ہو چکا ہے کہ قوۂ ملکی اور بہیمی اور ان دونون کی جمع ہونیکی مختلف قسمین ہین اور ہر ایک قسم کا حکم جدا ہے اور مزاج طبعی کا غالب ہو جانا اور فرشتون اور شیاطین سے رنگین ہونا اور ایسے اسباب کا غلبہ اسی انداز سے ہوتا ہے جو پیدایش انسانی کا عطیہ ہوتا ہے اور پیدایش سے اسکو مناسبت ہوتی ہے اسیواسطے ان سب کا مآل نفس ہے بواسطہ یا بلاواسطہ +

دیکھو مخنث کی پیدایش ابتداءً ایک رکیک مزاج پر ہوتی ہے پہچاننے والا اس مزاج سے معلوم کرلیتا ہے کہ اگر وہ اسی رکیک مزاج پر جوان ہو گیا تو عورتون کی سی عادات اختیار کریگا انہین کے ہم لباس ہوگا اور انہین کے رسم و رواج کا شوقین ہوگا۔ ایسے ہی طبیب معلوم کرلیتا ہے کہ کوئی لڑکا اگر اپنے اسی مزاج پر جوان ہو گیا اور کوئی ناگہان عارضہ پیش نہ آیا تو توانا اور تیز ہوگا یا ناتوان اور کند ہوگا +

اور اخلاق کا نفس کیطرف عائد ہونا اسطرح ہے کہ جب کوئی شخص کسی کام کو برابر کرتا رہتا ہے اور اسکو بکثرت کرتا ہے تو اسکا عادی ہو جاتا ہے پھر وہ بآسانی اسکو کر سکتا ہے اور کچھ غور وفکر یا ارادہ کی محنت برداشت کرنیکی ضرورت نہین ہوتی اسلئے یہ ضروری ہوتا ہے کہ نفس اس کام سے متاثر ہو جاتا ہے اسکا رنگ قبول کرلیتا ہے اور ان یکجنس اعمال مین سے ہر ایک عمل کو اس تاثیر مین دخل ہوتا ہے اگرچہ یہ تاثیر باریک اور مخفی المکان ہو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اس قول مین اسیطرف اشارہ ہے کہ چٹائی کیطرح مرتبہ بمرتبہ فتنے دلونکو احاطہ کئے ہوئے ہین جس دلمین وہ فتنے بیٹھ جاتے ہین اس مین ایک سیاہ نقطہ پیدا ہو جاتا ہے اور جو دل انسے بیزار ہوتا ہے اس مین ایک سفید نقطہ پیدا ہو جاتا ہے حتی کہ وہ فتنے دو دلونپر منتقل ہوتے ہین ایک سپید صاف پتھر کیطرح جبتک کہ آسمان اور زمین ہین کوئی فتنہ اس دل کو مضر نہین ہوتا اور دوسرا دل سیاہ ہوتا ہے غبار آلودہ جیسیکہ کج کوزہ نہ کسی نیک کام کو پہچانتا ہے نہ بُرے کام کو وہان صرف اس خواہش کو پہچانتا ہے جو اس مین مبیٹھی ہوئی ہوتی ہے +

اور اعمال کا نفس کے دامن کو پکڑنا اسطرح ہوتا ہے کہ نفس اول مرتبہ ہیولانیت کیحالت مین پیدا کیا جاتا ہے اور ان

سب نیکیوں سے خالی ہوتا ہے جو اسپر چڑھتی رہتی ہیں۔ اسکے بعد روز بروز ہمیشہ وہ قوۃ سے فعلیتہ کیطرف خارج ہوتا رہتا ہے اور جو
حالت بعد کو حاصل ہوتی ہے وہ پہلی حالت کیلئے مستعد ہوتی ہے اور ان سب سعدت کا ایک مرتب سلسلہ ہوجاتا ہے پچھلی کو پہلی
پر تقدم نہین ہوتا اور نفس کی ہئیتہ مین وہ سب حالتین مجموعی طور پر جمع ہوتی ہین اور نفس مین بالفعل ہر ایک سعد کا حکم موجود
رہتا ہے اگرچہ خارجی امور کی مشغولی کیوجہ سے نفس پر انکا تفصیلی وجود مخفی ہوجائے البتہ اگر وہ شئے ہی فنا ہوجائے جسمین وہ
قوت موجود تھی جس سے اعمال کی آمادگی ہوتی تھی جیسے بوڑھا یا مریض تو وہ حالتین بیشک مفقود ہوجاتی ہین یا آسمانی جانب سے
کوئی ہیئتہ ہجوم کرے جو ان حالتون کے انتظام کو بالکل بدل دے جیسے بوڑھا اور مریض مین بدل دیا تھا تب بھی نفس مین سے حالتون
کا ازالہ ہوجاتا ہے جیساکہ خداتعالیٰ فرماتا ہے ان الحسنات یذہبن السیأت نیکیان بیشک برائیون کو دور کردیتی ہین اور
فرمایا لئن اشرکت لیحبطن عملک اوبیشک اگر تونے شرک کیا تو تیرے کام نابود ہوجاوینگے +
اور نفس کا اعمال کو یاد رکھنا اسکے راز کو مین نے اپنے ذوق سے اسطرح پر پایا ہے کہ عالم مثال مین ہر ایک آدمی کے لئے نظام فوقانی
کیطرف بخشش وعطا سے ایک خاص صورت ظاہر ہوتی ہے میثاق کے قصہ مین جسکا ظہور ہوا وہ اسیکا شعبہ تھا +
جب شخص موجود ہوتا ہے تو وہی صورۃ اسپر منطبق ہوجاتی ہے اور اسکے ساتھ متحد ہوجاتی ہے +
یہ شخص جب کوئی کام کرتا ہے تو بے اختیار ایک قدرتی بشاشتی اس صورۃ کو اس عمل سے ہوتی ہے سو جسے عالم معاد مین ظاہر
ہوتا ہے کہ نفس کے اعمال آسمانی جانب سے محفوظ رکھے گئے ہین اعمالنامہ ہونکے پڑھنے کے یہی معنی ہین اور وہین یہ بھی اکثر ظاہر ہوتا ہے
کہ اعمال نفسانی اعضا کو چمٹے ہوئے ہین ہاتھ پاؤنکے گویا ہونیکے یہی معنی ہین +
اور یہ امر بھی ہے کہ ہر ایک عمل کی صورۃ سے اس عمل کے ثمرہ کا اظہار ہوتا ہے جو دنیا اور آخرت مین مقرر ہے اور فرشتے کبھی
اس عمل کی صورۃ قرار دینے مین توقف کرتے ہین تو خداتعالیٰ فرماتا ہے اکتبوا العمل کما ہو کہ اس عمل کو جیسا کا تیسا لکھ لو +
امام غزالی نے فرمایا ہے کہ عالم کی ابتداء آفرینش سے اخیر تک جو کچھ خدا نے مقدر کیا ہے وہ سب ایک مخلوق الٰہی مین تحریر کیا
گیا ہے کبھی اسکو لوح سے تعبیر کرتے ہین کبھی کتاب سے اور کبھی امام مبین سے جیساکہ قرآن مین اسکے نام آئے ہین پس جو کچھ
عالم مین ہوچکا ہے یا ہوتا چلا جاتا ہے وہ اس مین نوشتہ اور منقوش ہے لیکن اسکے نقوش اس آنکھ سے نظر نہین آتے
اور یہ گمان نکرنا کہ یہ لوح لکڑی یا لوہے یا ہڈی کی ہے اور وہ کتاب کاغذ یا پتے کی قسم سے ہے بلکہ تمکو قطعاً یہ سمجھنا چاہئے
کہ خدا کی لوح مخلوق کی لوح کے مشابہ نہین ہے اور خدا کی کتاب مخلوق کی کتاب کے ہمشکل نہین ہے. خدا کی ذات وصفات
بھی تو مخلوق کی ذات وصفات سے مشابہت نہین رکھتی +
اگر تم اسکی کوئی مثال چاہتے ہو جس سے یہ بخوبی سمجھ مین آجاوے تو معلوم کرلو کہ لوح محفوظ مین امور کا جمنا ایسا ہے جیساکہ
حافظ قرآن کے دماغ اور دل مین قرآن کے حروف اور کلمات منقش ہوتے ہین وہ اسکے دل ودماغ مین سب ایسے مندرج
ہوتے ہین گویا کہ وہ پڑھتے وقت انکو دیکھتا ہے اور اگر اسکے دماغ کی تلاشی لوگے تو اس خط کا ایک حرف بھی اسکے
دماغ مین نپاؤگے اسی اندازہ پر تمکو یہی سمجھنا مناسب ہے کہ تمام مقدرات الٰہی اس لوح مین منقش ہوتے ہین انتہے۔ اور
نفس اکثر اپنے اعمال نیک اور بد کو یاد کرتا رہتا ہے انکے جزا وسزا کا متوقع رہتا ہے اس سے اسکے عمل کے نفس مین

جمنے اور قرار پانے کی منجملہ اور وجوہ کے ایک اور وجہ ہو جاتی ہے واللہ اعلم +

# باب ۱۲

## اعمال کا ملکات نفسانی سے تعلق

معلوم کرو کہ اعمال کے ذریعہ سے نفسانی ہیئات کا ظہور اور بیان ہوتا ہے یہ اعمال اُنکے لیے بمنزلہ دام کے ہین عرف طبعی میں اعمال اُنکے ساتھ متحد ہوا کرتے ہیں یعنی قدرتی سبب کیوجہ سے جسکو صورتِ نوعیہ عطا کرتی ہے عام لوگونکا اسپر اتفاق ہے کہ وہ اُن ملکات کو اعمال سے تعبیر کیا کرتے ہین یہ اسلئے ہے کہ خواہش اور ارادہ سے جب کسی کام کی آمادگی پیدا ہوتی ہے اور نفس اسکا کہنا مان لیتا ہے تو اس ارادہ مین انبساط اور فرحت ہوتی ہے اور اگر نفس نے اس کا کہنا نہ مانا تو اُس مین انقباض اور افسردگی پیدا ہوتی ہے اب جب وہ عمل سرزد ہو جاتا ہے تو اس عمل کا چشمہ قوۂ ملکی یا بہیمی مضبوط اور مستقل اور اُسکا مقابل کمزور ہو جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ نفس آرزو اور خواہش کرتا رہتا ہے اور شرمگاہ اس کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے تم کسی خلق کو دیکھو گے کہ جسکے لیے خاص خاص اعمال اور صورتین ہوں کہ جنسے اس خلق کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے انھین سے اس خلق کو تعبیر کرتے ہین انھین اعمال کی صورت سے اس خلق کا اظہار ہوتا ہے اگر کوئی شخص کسیکی شجاعت کا بیان کرے اور اس سے اسکی شجاعت کو دریافت کرین تو یہ اسکی سخت سخت جفاکشیون کو ہی بیان کریگا اور اگر سخاوت بیان کریگا تو ان درہمون اور دینارون کی کیفیت بیان کریگا جسکو کہ وہ فیاضی سے خرچ کرتا ہے۔ اگر کوئی شخص ارادہ کرے کہ شجاعت اور سخاوت کی صورتین اسکے سامنے پیش ہون تو ان اعمال کی صورتون کی ہی اسکو حاجت پڑیگی۔ ہان اگر اس نے خدا کی فطرۃ کو جسپر خدا نے لوگون کو پیدا کیا ہے بدل دیا ہوگا وہ ایسا نہ کریگا اگر کسی شخص مین کوئی خلق موجود نہو اور وہ چاہے کہ وہ خلق مجھ مین پیدا ہو جاوے تو اسکا طریقہ یہی ہے کہ اس خلق کے موقعون کا متلاشی ہو اور ان اعمال کی محنت برداشت کرے جنکا اس خلق سے تعلق ہو اور اس خلق کے توانا اور پرزور لوگونکے واقعات کو یاد رکھے +

اسکے بعد یہ ہے کہ اعمال منضبط امور ہوا کرتے ہین جنکے لیے اوقات معین ہوتے ہین وہ سامنے نظر آتے ہین نقل کیے جاتے ہین اور ہر وقت انکا اثر ہوتا ہے وہ قدرۃ اور اختیار مین داخل ہوتے ہین یہ ہو سکتا ہے کہ انکے کرنے نہ کرنے پر دارو گیر کیجائے +

اعمال اور ملکات اعمال کے حفظان مین نفوس سب برابر نہین ہوا کرتے بعض نفوس تو بڑے دانا ہوتے ہین کہ بہ نسبت اعمال کے ملکات زیادہ تر اُنکے سامنے متمثل رہتے ہین اُنکا اصلی کمال صرف اخلاق ہوتے ہین انھین اخلاق کیوجہ سے اعمال کی صورتین بھی اسلئے اُنکے پیش نظر رہتے ہین کہ یہ اعمال اُن ملکات کے لیے قالب اور ہیکل ہوا کرتی ہین اسلئے وہ اعمال کی بھی محافظت کرتے ہین لیکن یہ محافظت اخلاقی محافظت کی نسبت کم ہوتی ہے یہ محافظت اسی درجہ ہوتی ہے جیسیکہ خواب مین مقصود معانی کا متمثل ہونا مثلاً سونہون اور شرمگاہون پر مہر لگانا +

اور بعض نفوس ضعیف ہوا کرتے ہین چونکہ نفسانی ملکات انمین مستحکم طور پر نہین ہوتے اسلئے وہ اعمال کو ہی اپنا

عین کمال سمجھتے ہین انکے اعمال مین مضمحل طور پر ملکات کی صورتین نمایان ہوتی ہین اسلئے وہ اعمال سے ملکات کو جمع کرتے رہتے ہین اس قسم کے لوگ اکثر ہوا کرتے ہین اور انہین کو تعیین اوقات کی سخت حاجت ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ نوامیس اور شرایع الہیہ نے اعمال کا نہایت اہتمام کیا ہے +

بہت سے اعمال ایسے ہین جنکا تقرر ملاء اعلے مین ہو چکا ہے اور ان نفسانی ملکات سے قطع نظر کرکے کہ جنسے وہ اعمال صادر ہوتے ہین خود ان اعمال کی خوبی اور برائی ملاء اعلے کیطرف متوجہ ہوتی ہے اسلئے کسی عمدہ عمل کا کرنا ایسا ہوتا ہے کہ گویا ملاء اعلے کیجانب سے اوا کردینے والے نے الہام قبول کرلیا کہ اپنے آپ کو انسے قریب کرے انکے مشابہ ہو جاوے انکے انوار کو حاصل کرے اور برے کام کرنیسے انکی مخالف اثر ہوتے ہین +

## اعمال کا ملاء اعلے مین اسطرح پر تقرر کسی طرح سے ہوتا ہے

کبھی اسطرح کہ انکو اپنے پروردگار کیجانب سے معلوم ہو جاتا ہے کہ انسانی انتظام جب ہی منتظم ہوگا کہ خاص خاص اعمال ادا کئے جاوین اور بعض بعض اعمال سے باز رہین اسلئے وہ اعمال انکے سامنے متصور ہوتے ہین اور پھر وہین سے شریعتون مین انکا نزول ہوتا ہے +

اور کبھی اسطرح پر ہوتا ہے کہ بزرگ نفوس جنہون نے اعمال کی مشق کی ہوتی ہے اور انکو ہمیشہ استعمال کیا ہے جب وہ ملاء اعلے کیطرف منتقل ہوتے ہین اور ملاء اعلے کی خوبی اور برائی ان کیطرف متوجہ ہوتی ہے اور اسیحالت مین مدتین گذر جاتی ہین تو اعمال کی صورتین ملاء اعلے کے سامنے قرار پکڑ جاتی ہین تو اب اعمال ایسا ہی اثر کرتے ہین جیسا کہ عزیمتون اور منترون کا اثر ہوتا ہے جنکی ہمیشہ اور صفات سلف سے نقل ہوتے چلے آتے ہین واللہ اعلم -

# باب ۱۳

## جزا و سزا کے اسباب

معلوم کرو کہ جزا و سزا کے اسباب اگرچہ بہت ہین لیکن انکا مآل دو قاعدون کیطرف ہے +

اول یہ کہ نفس اپنی قوۃ ملکی کیوجہ سے کسی عمل اور خلق کو جسکا وہ اکتساب کرتا ہے یہ معلوم کرتا ہے کہ یہ قوت ملکی کے مناسب اور موافق نہین ہے اسلئے اسمین ندامت اور حسرت و افسوس پیدا ہوتا ہے اور اکثر اسیکی وجہ سے خواب یا بیداری مین ایسے ایسے واقعات پیش آتے ہین جن مین تکلیف - اہانت اور تہدید ہوا کرتی ہے اور اکثر نفوس مین اس الہام کی استعداد ہوتی ہے کہ فلان عمل اور خلق مخالف ہے اور ملائکہ کے ذریعہ سے اس مخالفت کا ظہور ہو جاتا ہے نفس مین جیسیکہ اور علوم کی استعداد ہوتی ہے ایسے ہی اس قسم کی بھی استعداد ہوتی ہے اسی قاعدہ کیطرف اشارہ اس خدا تعالی کے قول مین ہے بلی من کسب سیئۃ و احاطت بہ خطیئتہ فاولئک اصحب النار ہم فیہا خالدون - ہان جو لوگ برے کام کرین اور ان کی خطا انکو گھیر لے تو یہ لوگ جہنمی ہین ہمیشہ وہ اس مین رہینگے +

اور دوسرا سبب حظیرۃ القدس کا لوگون کیطرف متوجہ ہونا ہے اسلئے کہ ملاء اعلے مین اکثر صورتین اور اعمال و اخلاق پسندیدہ

اور باعث خوشنودی اور اکثر ناپسند اور باعث ناخوشی ہین۔ اسی وجہ سے وہ اپنے پروردگار سے اہتمام بلیغ سے درخواست کرتے ہین کہ پسندیدہ اخلاق والون کو آرام پہنچے اور بد اعمال نکبت مین مبتلا ہون تو انکی دعا کو خدا قبول فرماتا ہے اور اُن فرشتون کے ارادے لوگون کا احاطہ کر لیتے ہین اور اور علوم کیطرح خوشنودی یا لعنت کی صورت اُنپر ترشح ہوتی ہے۔ اسلئے ایسے ایسے واقعات متشکل ہوتے ہین جن مین تکلیف یا مہربانی الہام پایا جاتا ہے اور علماء اعلےٰ کا مختلف صورتون مین ظہور ہوتا ہے کبھی مہد داد صورت مین اور کبھی سرزد بحث پیش کرتے ہوئے۔ ملائکہ کی ناخوشی سے کبھی نفس پر برا اثر پڑتا ہے اور نفس مین غشی یا مرض کیسی حالت پیدا ہو جاتی ہے +

بلکہ خاص حق الامر یہ ہے کہ جب سے خداوند عالم نے آسمانون اور زمین کو پیدا کیا ہے تب ہی سے اُس کو لوگون کے ساتھ ایک خاص توجہ ہے وہی توجہ اسلئے باعث ہو کہ لوگون کو بے مہار اور مہمل نہ چھوڑے اُن کے اعمال پر اُنسے مواخذہ کرے۔ لیکن ہم اسکے ادراک کرنے مین چونکہ قاصر تھے اسلئے ہم نے ملائکہ کی دعا کو اس کا عنوان قرار دیا ہے واللہ اعلم۔ اور اسی قاعدہ کیطرف اس آیت مین اشارہ ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ۔ جن لوگون نے کفر کیا اور کفر ہی کیحالت مین مر گئے اُنپر خدا اور تمام فرشتون اور آدمیون کی لعنت ہو وہ ہمیشہ اسی لعنت مین رہین گے اُنسے عذاب کم نہ کیا جائیگا اور نہ وہ رستگار ہونگے +

اور یہ دونو قاعدے باہم مل بھی جایا کرتے ہین اور اُن کے ملنے سے استعداد نفس اور اعمال کے لحاظ سے اکثر عجیب عجیب صورتین پیدا ہوتی ہین۔ لیکن پہلے قاعدے کو زیادہ قوت اُن اعمال اور اخلاق مین ہوتی ہی جو اصلاح یا فساد نفس کے باعث ہین اور اسوجہ کو وہ نفس زیادہ قبول کرتے ہین جو نہایت ذکی اور قوی ہون اور دوسری کو قوۃ اُن اعمال و اخلاق مین ہوتی ہے جو مصالح عامہ کے مخالف ہون اور اس انتظامی حالت کے منافی ہون جن کا مآل یہ ہے کہ لوگون کے انتظامات درست ہو جائین۔ اسوجہ کو وہ نفوس قبول کرتے ہین جو کہ خود کمزور اور قبیح ہوتے ہین +

ان اسباب مین سے ہر ایک کیلئے خاص خاص موانع ہوتے ہین جو اس سبب کے اثر سے ایک خاص وقت تک روکتے ہین۔ پہلے سبب سے قوت ملکی کا ضعف اور قوۃ بہیمی کا غلبہ مانع ہوتا ہے۔ بہیمیت بڑھتے بڑھتے نفس گویا بالکل بہیمی ہو جاتا ہے۔ قوت ملکی کی تکلیف سے اس کو کوئی رنجش نہین ہوتی۔ لیکن جب بہیمی چادر سے نفس سبکدوش ہوتا ہے دنیا کے بعدم اور بہیمیت سے اسکو مدد نہین پہنچتی اور قوۃ ملکی کی بجلیان اُس پر چمکتی ہین تب اُس کو رنج و آرام رفتہ رفتہ محسوس ہوتا ہے اور دوسرے سبب سے یہ امر مانع ہوتا ہے کہ اُس سبب کے حکم کے مخالف اسباب متفق ہو جائین۔ یہانتک کہ جب مقدر موت کا وقت آتا ہے تو اسوقت جزا و سزا کی روانگی تیزی سے ہوتی ہے۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ

لا یستاخرون ساعتہ ولا یستقدمون۔ ہر ایک قوم کا ایک وقت معین ہے جب وہ وقت آجاتا ہے تو ایک گھڑی کی دیر نہین ہوتی اور نہ وہ اُس سے پہلے اپنے آپ کو کر سکتے ہین +

# دوسرا مبحث زندگی اور بعد موت کے جزا و سزا کی کیفیت مین

# باب ۱۴

## دنیا مین اعمال کی سزا

خداتعالیٰ فرماتا ہے وما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم ویعفوا عن کثیر جو مصیبت تمکو پہنچتی ہے وہ تمہارے اعمال کیوجہ سے پہنچتی ہے اور وہ اکثر قصور انکو معاف بھی کر دیتا ہے اور فرمایا ولو انہم اقاموا التوریۃ والانجیل وما انزل الیہم من ربہم لاکلوا من فوقہم ومن تحت ارجلہم۔ بیشک اگر وہ لوگ ٹھیک رکھتے توریت اور انجیل اور ان احکام کو جو ان کے پروردگار کیجانب سے اُنپر نازل ہوئے تو وہ اپنے اوپر سے اور اپنے پیرون کے نیچے سے کھاتے اور خداتعالیٰ نے باغ والون کے حق مین جب انہون نے صدقہ کو منع کیا تھا جو فرمایا ہے وہ معلوم ہے
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ارشاد الہی کی تفسیر مین کہ ان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ (جو تمہارے دلو مین ہے خواہ تم اسکو ظاہر کرو یا مخفی رکھو خدا اُسکا حساب تم سے لیگا اور اس ارشاد مین من یعمل سوء یجز بہ۔ جو برا کام کریگا اس کی سزا اُسکو دیجاویگی فرمایا ہے کہ ان آیتون مین خداتعالیٰ کے اُس عتاب کا بیان ہے جو بندہ پر بخار اور مصیبت کے پہنچنے سے ہوا کرتا ہے حتیٰ کہ وہ کوئی سامان اپنی قمیص مین رکھتا ہے۔ اور اُسکے کھو جانے سے گھبرا جاتا ہے ایسے حالات کی وجہ سے وہ بندہ گناہ سے ایسا صاف نکلجاتا ہے جیسے لوہار کی بھٹی سے سرخ لوہا +

معلوم کرو کہ ملکی حالت کبھی بہیمیت مین پوشیدہ ہوکر پھر ظاہر ہو جاتی ہے وہ پہلی بہیمیت سے پیوند پاکر پھر علیحدہ ہو جاتی ہے۔ یہ علیحدگی کبھی طبعی موت سے ہوتی ہے جب قوۃ بہیمی کو غذا سے مدد نہین پہنچتی اُسکے مادے تحلیل ہو جاتے ہین اور اُنکو کچھ بدل نہین پہنچتا اور عارضی حالات۔ گرسنگی۔ سیری۔ غصہ وغیرہ کے نفس مین کوئی پہچان پیدا نہین کرتے تو عالم قدس کا اُسپر پرتو پڑتا ہے +

اور کبھی اختیاری موت سے یہ صورت پیش آتی ہے۔ ہمیشہ آدمی ریاضت سے بہیمی طاقت کو مغلوب کرتا رہتا ہے اور اپنی توجہ ہمیشہ عالم قدس کیطرف رکھتا ہے اسواسطے اُسپر ملکی طاقت کی بجلیان درخشان رہتی مین +

اور یہ بھی معلوم کرنا چاہئے کہ ہر چیز کو اپنے مناسب اعمال سے انبساط ہوتا ہے اور اپنے مخالف کامون سے کشیدگی اور ناگواری ہوا کرتی ہے اور ہر ایک رنجیدگی اور لذت کی خاص شکل ہوتی ہے اسی سے وہ متشکل ہوا کرتی ہے مثلاً حاد اور تیز خلط کیصورت ایسی ہے جیسے کوئی سوزن چبھاتا ہے اور صفرا کی حرارت سے ایذا پانے کی صورت بے چینی اور بے قراری اور خواب مین آگ اور شعلون کا نظر آنا ہے اور بلغم سے ایذا اُٹھانے کی

صورت مین سردی کی تکلیف اور خواب مین پانیون کا اور برف کا نظر آنا ہے تو جب قوۃ ملکی ظاہر ہوتی ہے تو
بیداری کی حالت مین یا خواب مین جس وقت کہ وہ پاکیزہ اور فروتنی و نیازمندی کا کام کرتا ہے ایک اندرونی انبساط
پیدا ہوتا ہے اور جب ملکیت کے خلاف اُس سے اعمال سرزد ہوتے ہین تو اُن کیفیات کی صورت مین جو
اعتدال کے خلاف ہوتی ہین یا اُن واقعات کی صورت مین جن مین اہانت اور تہدید پائی جاتی ہے خوشحالی
اور بشاشی کے مخالف امور صورت پذیر ہوتے ہین۔ ایک گزندہ درندہ کی صورت مین غصہ ظاہر ہوتا ہے اور ایک
گزندہ کی صورت مین بخل کا ظہور ہوتا ہے۔ بیرونی جزا و سزا کا کلیہ قاعدہ یہ ہے کہ اسباب کی صورت مین اُسکا
ظہور ہوتا ہے جو شخص تمام اسباب اور اُس انتظام کو معلوم کریگا جو اسباب سے پیدا ہوتا ہے وہ خوب سمجھ لیگا کہ خدا
کسی گنہگار کو بغیر دنیوی سزا کے نہین چھوڑتا ہے لیکن اُس انتظام کا لحاظ رکھتا ہے جب بظاہر اسباب آرام
اور تکلیف کے نہین ہوتے تو اُن اعمال صالحہ اور اعمال فاجرہ ہی کی وجہ سے آرام و رنج پہنچتا ہے اور جب کوئی
بندہ نیک ہوتا ہے اور اسباب تکلیف کے مہیا ہوتے ہین اور اُسکی اصلی اصلاح کے وہ منافی نہین ہوتے تو اُسکے
خود اعمال کسی بلا کے دفع ہونے یا بلا کی تخفیف کا باعث ہوا کرتے ہین اور کسی فاسق کے لیئے جب اسباب آرام
کے جمع ہوتے ہین تو اُن سے اُس کی نعمت کا ازالہ ہوتا ہے اور اگر اعمال کے مناسب ہی اسباب جمع ہوتے ہین
تو انہین صاف صاف زیادتی ہو جایا کرتی ہے +

اور اکثر نظام عالم کے اسباب اعمال کے حکم کی نسبت زیادہ اہم ہوا کرتے ہین تو اُسوقت بظاہر مکار کو ڈہیل
دے دی جایا کرتی ہے اور نیک بندہ پر تنگی کی جاتی ہے اور اُس تنگی سے اُس کی قوۃ بہیمی کے مغلوب کرنے کا
کام لیا جاتا ہے اُس کو یہ امر سمجھا دیا جاتا ہے اور وہ اُس کو اسی خوشی سے مان لیتا ہے جیسے کہ کوئی شخص اپنے
شوق و رغبت سے تلخ دوا کو پی لیتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے یہی معنی ہین۔ مثل المؤمن
کمثل الخامۃ من الزرع تفیئہا الریاح تصرعہا مرۃ وتعدلہا اخرے حتی یاتیہ اجلہ ومثل المنافق کمثل الارزۃ المجذیۃ التی
لا یصیبہا شئی حتی یکون انجعافہا مرۃ واحدۃ۔ مومن کا حال نرم تنہ درخت کا سا ہے اُسکو ہوائین ادہر سے اُدہر کو
جھکاتی رہتی ہین کبھی وہ اُس کو پٹک دیتی ہین کبھی اُس کو سیدھا کر دیتی ہین یہانتک کہ اُس کی موت آ
جاتی ہے۔ اور منافق ایسا ہے جیسے کہ سیدھا مضبوط تنہ اُس کو کوئی صدمہ نہین پہنچتا یہانتک کہ ایک ہی
بارہ وہ اکھڑ کر جا پڑتا ہے +

آنحضرت نے فرمایا ہے کہ ما من مسلم یصیبہ اذی من مرض فما سواہ الا حط اللہ بہ سیاتہ کما تحط الشجرۃ
ورقہا۔ کوئی مسلمان ایسا نہین ہے کہ مرض وغیرہ کی تکلیف اُسکو پہنچے اور اُسکے گناہ ایسے نہ جھڑ جائین جیسے
درخت کے پتے جھڑ جاتے ہین +

اکثر ملک ایسے ہوتے ہین کہ وہان شیطان کی بندگی کا غلبہ ہوتا ہے اور وہان کے لوگ بہایم کے سے نفوس
رکھتے ہین لیکن خاص خاص مدت تک جزائے عمل کو اُن سے موقوف رکھتے ہین۔ خدا تعالے فرماتا ہے۔ وما ارسلنا

فی قریۃ من نبی الا اخذنا اھلھا بالباساء والضراء لعلھم یضرعون ثم بدلنا مکان السیئۃ الحسنۃ حتی
عفوا وقالوا قد مس آباءنا الضراء والسراء فاخذناھم بغتۃ وھم لا یشعرون ولو ان اھل القری
آمنوا واتقوا لفتحنا علیھم برکات من السماء والارض ولکن کذبوا فاخذناھم بما کانوا یکسبون۔ ترجمہ
گاؤن میں ہمنے نبی نہیں بھیجا کہ ہمنے سختی اور نقصان مین انکی پکڑ نہ کی تاکہ وہ نیاز مند ہو جائین پھر ہمنے
برائی کی جگہ بھلائی سے بدل دی یہانتک کہ وہ بڑھ گئے اور انہون نے کہا کہ ہمارے باپ دادون کو تکلیف پہنچی تھی تو ہم
نے دفعۃً انکو پکڑ لیا بے خبری مین اور اگر گاؤن کے باشندے ایمان لاتے اور تقوے اختیار کرتے تو ہم
آسمان اور زمین سے برکتین کھول دیتے لیکن انہون نے تکذیب کی تو ان کے اعمال کے بدلے ہمنے انکی
پکڑ کی ۔

اور حال یہ ہے کہ دنیا مین جزا سزا کا حال آقا کا سا ہے جو اپنے نوکر کے لئے خوب طرح فارغ نہو اور جب فراغت کا
دن آویگا تو وہ پورے فراغ کیساتھ اسکو پورا کریگا سنفرغ لکم ایہا الثقلان اے آدمیون اور جنون مین تمہارے
لئے فارغ ہونگا اسکی طرف اشارہ ہے اور جزا سزا کا ظہور کسی بندے کے نفس مین ہوتا ہے مثلاً یہ کہ انبساط اور
ظلمت اسمین پیدا ہو جاوے یا انقباض اور حیرانی اور کبھی اسکا اثر اسکے بدن مین ہوتا ہے کہ غم اور خوف کی
وجہ سے امراض اسپر طاری ہو جائین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے پہلے جب شرک ظاہر ہوگیا تھا
پس بہت مسخ ہو گئے تھے وہ جزا سے بدلی اسی قسم کی تھی اور کبھی مال اور اہل و عیال مین اسکا ظہور ہوتا ہے اور
اکثر لوگون یا فرشتون اور بہایم کو الہام ہوتا ہے کہ فلان شخص کیساتھ نیکی سے پیش آئین یا اسکو برائی پہنچائین
اور کبھی وہ شخص الہام اور تدبیرات کیوجہ سے خود بھلائی یا برائی کے قریب پہنچا دیا جاتا ہے ۔
جو شخص مذکورہ بالا تقریر کو خوب سمجھ لیگا اور ہر ایک چیز کو اپنے موقع پر رکھیگا وہ بہت سی اشکالات
سے آرام مین ہو جائیگا مثلاً ان احادیث کے اختلاف کو سمجھ جائیگا جو بعض حدیثون مین وارد ہے کہ نیکی سے رزق بڑھتا
ہے اور گناہ ہی رزق کی کمی کا سبب ہے اور بعض حدیثون سے معلوم ہوتا ہے کہ بدکار کو دنیا مین فوراً سزا ملجاتی ہے
اور بلا مین گرفتار ہونے والے وہ ہین جنکو زیادہ قرب اور فضیلت حاصل ہے اور انکے بعد درجہ بدرجہ اور ایسی ہی اور حدیثین ۔ واللہ اعلم

# باب ۱۵

## موت کی حقیقت مین

معلوم کرو کہ ہر ایک صورت معدنی اور نباتی اور حیوانی کا ایک خاص مرکب اور سواری ہے جو دوسرے کے
لئے نہین ہے اور ہر ایک اپنے کمالات ازلی مین دوسرے سے ممتاز ہے اگر بنظر ظاہر اسکے معلوم کرنے مین کچھ اشتباہ
ہو تو سمجھ لو کہ جب عناصر چھوٹے چھوٹے ہو جاتے ہین اور کمی و بیشی کیوجہ سے مختلف طریقون سے ان کی باہمی
آمیزش ہوتی ہے تو انسے مرکبات تامی جن مین دو دو عناصر سے ترکیب ہو مثلاً بھاپ۔ غبار۔ دھوان۔ [illegible]

مٹی۔ زمین کاشت کی ہوئی۔ لپٹ۔ شعلہ وغیرہ پیدا ہوتی ہین اور کبھی مرکبات ثلاثی مثلاً خمیر کردہ مٹی۔ پانی کے اوپر کی سبزی اور مرکبات رباعی مذکورہ بالا کیطرح پیدا ہوتے ہین +

اب ان اشیا مین سے ہر ایک کی خاصیتین اپنی اپنی جدا جدا ہین جو صرف اُنکے اجزا کی خاصیتون سے ملکر بنتی ہین۔ اُن خاصیتون مین اور کوئی چیز اجزا کی خاصیت کے علاوہ نہین ہوتی۔ ان اشیا کا کائنات الجو نام ہے۔ تو معدنی صورت معدنی مزاج پر اپنا تسلط کر لیتی ہے اُسکو اپنا مرکب بناتی ہے اُس مین اپنے نوعی خواص پیدا ہوتے ہین اور اُس مزاج معدنی کی وہ محافظ رہتی ہے۔ اسکے بعد صورۃ نباتی محفوظ المزاج جسم کو اپنا مرکب بناتی ہے وہ ایسی طاقت ہوتی ہے کہ عناصر اور کائنات الجو کو اپنے مزاج کیطرف منتقل کرتی رہتی ہے تاکہ اُن اجزا کے لئے جو کمال ممکن اور متوقع ہے اُسکو فعلیہ مین لاوے۔ پھر صورت حیوانی روح ہوائی کو جس مین تغذیہ اور تنمیہ کی قوتین ہوتی ہین اپنا مرکب بناتی ہے وہ صورۃ اس روح ہوائی کے اطراف و جوانب مین حس و ارادہ کے تصرفات کو نافذ کرتی ہے اپنے مطالب کی اُسمین آمادگی ہوتی ہے اور اُن چیزون سے وہ باز رہتی ہے جو گریز کرنے کے قابل ہین

ان کے بعد صورۃ انسانی نسمہ کو جسکا بدن مین تصرف ہوتا ہے اپنا مرکب بناتی ہے اور اُن اخلاق کو اپنا مقصد قرار دیتی ہے جو آمادگیون اور نفرتون کے لئے اصول ہین وہ اُن اخلاق کو مزین کرتی ہے عمدگی سے اُن کا انتظام کرتی ہے اور آسمانی جانب سے جن امور کا اُسپر القا ہوتا ہے اُن کے لئے اخلاق کو جلوہ گاہ بناتی ہے +

اول نظر مین اگرچہ کسی قدر اشتباہ معلوم ہوتا ہے لیکن غور نظر ان تمام اثرون کو اپنے اپنے چشمون سے ملحق کر دیتا ہے اور ہر ایک کو اپنے اپنے مرکب سے جدا کر دیتا ہے اور ہر ایک صورۃ کے لئے ایک مادہ کی ضرورت ہے جس مین وہ صورۃ قایم رہے ہر ایک صورۃ کا مادہ اُسکے مناسب ہوا کرتا ہے۔ صورۃ کا ایسا حال ہے جیسا کہ موم کے پیکر مین انسان کی صورت قایم ہوتی ہے بغیر موم کے صورت کا قیام نہین ہوسکتا وہ شخص حق گو نہین ہے جو قایل ہے کہ موت کیوقت نفس ناطقہ مخصوص بہ آدمی مادہ کو کلیتہً ترک کر دیتا ہے۔ البتہ آدمی کے دو مادے ہین ایک بالذات وہ تو نسمہ ہے اور دوسرا بالعرض وہ یہ زمینی بدن ہے جب آدمی مرتا ہے تو اس مادہ زمینی کے زوال سے اُس کو کوئی مضرت نہین ہوتی وہ بدستور اپنے مادہ نسمہ مین حلول کئے ہوئے رہتا ہے وہ پُرجودت کاتب کیطرح رہتا ہے کہ جب اُسکے دونو ہاتھ قطع کر دئے جاوین تب بھی وہ اپنی کتابت مین محو رہتا ہے اُسمین کتابت کا ملکہ بحالہا قایم رہتا ہے یا جیسے کوئی چلنے کا شایق ہو اور اُسکے دونون پاؤن قطع کر دئے جائین یا سمیع اور بصیر جب وہ گنگ یا نابینا ہو جاوے +

اور یقین کرو کہ اعمال اور صورتین بعض تو ایسی ہین کہ آدمی اُنکو دلی قصد اور ارادے سے کرتا ہے اگر اُسکو اپنے حال پر چھوڑ دو تو وہ اُسکے کرنے کا اقدام کریگا اور اُن کے مخالف اعمال سے باز رہیگا اور بعض اعمال اور ہیئتین ایسی ہین کہ اُن کو آدمی اپنے بھائی بندونکی خاطر سے یا کسی خارجی عارض گرسنگی اور تشنگی وغیرہ کیوجہ سے کرتا ہے جب وہ عارض دور ہو جاتا ہے تو اُسکی خواہش بھی فسردہ ہو جاتی ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کسیکو کسی آدمی کے یا شعر یا

اور کسی امر کی کوشش عاشقانہ ہوا کرتی ہے اور لباس وضع مین اپنی قوم کی موافقت کی اُسکو ضرورت ہوا کرتی ہے لیکن جب اُسکو اُسکے حال پر چھوڑ دین اور وہ اُس لباس کو بدل ڈالے تو اُسکو کچھ پروا نہین ہوتی اور بہت سے آدمی خود کسی خاص لباس کو پسند کرتے ہین جب اُنکو بحال خود چھوڑ دو تو اُس لباس کے ترک کرنے کی اُن کو جرأت نہین ہوتی +

اور بعض آدمی بیدار بالطبع ہوتے ہین وہ اکثر امور مین ایک جامع چیز کو خود سمجھ لیتے ہین اور معلولات کو چھوڑ کر انکا دل علت کو پکڑ لیتا ہے اور فعلون سے نظر قطع کرکے ملکہ پر دل جم جاتا ہے اور بعض خوابیدہ طبع اور غافل ہوا کرتے ہین وحدت کو ترک کرکے کثرت کیطرف مائل رہتے ہین اور ملکات سے اُنکو بحث نہین ہوتی - صرف کام اُن کو ملحوظ نظر رہتے ہین اور اعمال کی ارواح سے اُن کی صورتون کیطرف توجہ کرتے ہین +

معلوم کرو کہ مرنے کے بعد آدمی کا یہ زمینی بدن خراب ہوجاتا ہے اور اُسکے نفس ناطقہ کا تعلق نسمہ سے باقی رہتا ہے جو چیزین اُس مین موجود ہوتی ہین اُنھین کے لئے نفس فارغ ہوجاتا ہے اور جو جو امور اُس مین دنیوی زندگی کیوجہ سے بغیر [illegible] دلی خواہش کے تھے اُ[illegible] کو خدا حافظ کہتا ہے جن امور کو وہ اپنے اصل جوہر مین روک لیتا ہے وہ سب باقی رہتے ہین اُسوقت ملکی طاقت کا ظہور ہوتا ہے اور بہیمی قوت مخفی اور کمزور ہوجاتی ہے اور اُسکو اس وقت مین آسمانی جانب سے خطیرۃ القدس اور اُن امور کا یقین ہوتا ہے کہ جو وہان اُسکے لئے جمع کئے گئے ہین اور اسی وجہ سے قوۃ ملکی کی خوشحالی یا بدحالی ہوتی ہے +

معلوم کرو کہ قوت ملکی جب بہیمیت سے مل ملا کر اُس مین ڈوب جاتی ہے تو کسی قدر اُسکی مطیع ہوکر اُس کے بعض بعض اثرون سے متاثر ہوجاتی ہے - لیکن ملکی طاقت کے لئے نہایت مضر یہ ہے کہ نہایت درجہ کے قابل نفرت امور اُسمین جم جائین اور اُسکا سرا پا نقع اسمین ہے کہ نہایت درجہ کی مناسب ہئیتین اُسمین متشکل ہون - نفرت کے قابل امور مین سے ایک تو یہ ہے کہ اُس کو مال اور اہل وعیال سے تعلق زیادہ ہو اُسکو یقین ہو کہ ان دونون امرون کے علاوہ کوئی اور مطلوب نہین ہے - نہایت دنی دنی صورتین اُسکے اصل جوہر مین سما گئی ہون اور وہ امور جمع ہون جو فیاض طبیعت کے بالکل خلاف ہیں +

اور دوسری صورت یہ ہے کہ نجاستون سے اُسکو آلودگی رہتی ہو خدا تعالی کو نہ پہچانکر تکبر کرتا ہو کبھی اُسکی حضوری مین نیازمندی سے پیش نہ آتا ہو اور علٰے ہذا ایسے ایسے امور کا مرتکب ہو جو مرتبۂ احسان کے مدمقابل ہیں +

اور خطیرۃ القدس کی توجہ جو امداد حقتمین اُسکے حکم کی تعظیم انبیا کی بعثت کے پسندیدہ انتظام کے قایم کرنے مین ہوا کرتی ہے اُس کو یہ برہم کرتا ہو اور اسوجہ سے اُن کی جانب سے بغض اور لعنت کا مستحق ہوتا رہے +

اور زیبا امور مین سے اُن اعمال کا کرنا ہے جنمین طہارت - بارگاہ خداوندی مین نیاز - اُن اعمال کو کرنا جو ملایکہ کی یاد ہوتی ہو اور ایسے عقاید کا حاصل کرنا ہے جس سے زندگی دنیا کا اطمینان دلسے دور ہوجاوے - وہ شخص فیاض طبع اور نرم دل ہو اُس کی جانب ملاء اعلٰے کی دعاؤن کا رخ ہو اور اُن کی توجہات جو پسندیدہ انتظامات کے

لئے سوا کرتی ہین اُسکی طرف مائل رہین - واللہ اعلم +

# باب ۱۶

## لوگون کے حالات کا عالم برزخ مین مختلف ہونا

(۱) عالم دنیا مین لوگون کے بیشمار و نہایت طبقے ہین لیکن اُن طبقات مین چار طبقے بمنزلہ اصول کی ہین
وا قسم اُن لوگون کی ہے جو بالطبع بیدار دل پیدا کئے گئے ہین اُنکو صرف اُن زہیاد ور نازیبا اعمال ہی سے رنج
و آرام حاصل ہوا کرتا ہے - اسی قسم کیطرف اشارہ ہے کہ ان تقول نفس یا حسرتی علی ما فرطت فی جنب
اللہ و ان کنت لمن الساخرین یہ ہے کہ نفس کہیگا کہ ہائے افسوس اُسپر جو مینے خدا کی نسبت کوتاہی کی
بیشک مین استہزا کیا کرتا تھا) مینے اہل اللہ کے ایک گروہ کو دیکھا کہ اُنکے نفوس ایسے تھے جیسے تھمے ہوئی پانی سے
لبریز حوضیں - جنکو ہوا مین جنبشین نہین دیتی تہین یکبارگی عین دوپہر کیوقت آفتاب کی روشنی اُنپر پڑی اور وہ
نورانی قطعہ ہوگئے - یہ نور جو اُن لوگون کے دلونپر پڑا تھا پسندیدہ اعمال کا تھا یا نور یاد داشت یا نور رحمت +
(۲) قسم اُنکے حالات کی قریب قریب ہی لیکن اُنپر طبعی غنید طاری ہوتی ہے ایسے لوگونکو خواب ہوتا ہے نہایت
خواب ہونے کے معنی یہ ہین کہ وہ علوم پیش ہو جاتین جو حس مشترک مین جمع ہین بیداری کی حالت اُن میں استغراق
رکھنے سے مانع ہوتی ہے اور اُن کے خیالی ہونے سے غفلت نہین ہوتی لیکن سونے ہی معلوم ہو جاتا ہے کہ جیسے تھیں
بعینہا وہی چیزین ہین جنکی یہ صورتین ہین +
صفراوی مزاج اکثر دیکھتا ہے کہ وہ گرمی کے دن ایک خشک نیستان مین ہے بادسموم چل رہی ہے اور دیکھتے
ہی دیکھتے ناگہان چارون جانب سے آگ نے اسکو گھیر لیا ہے وہ بھاگتا ہے لیکن موقع گریز کرنے کا نہین ملتا اور آگ
اُسکو پھونک دیتی ہے اسوجہ سے اُس کو سخت رنج و تکلیف پہنچتی ہے علی ہذا بلغمی مزاج بھی خواب مین دیکھتا ہے
کہ سرمائی رات ہے سرد نہر جاری ہے بادزمہریر چل رہی ہے موجون نے اُسکی کشتی کو لوٹ پوٹ کر ڈالا ہے وہ
ہر چند بھاگنے کا قصد کرتا ہے لیکن کوئی موقعہ نہین ملا ہے اور وہ دریا مین غرق ہوگیا ہے - اسوجہ سے نہایت
سخت تکلیف اُس کو ہوئی ہے +
اگر آدمیون کی تم تفتیش کروگے تو کسی کو ایسا نپاؤگے جسنے اسکا تجربہ نکیا ہو کہ مجتمع حوادث کی صورتین جو
اُنکے اور دیکھنے والے کے نفس کے مناسب ہون آرام و تکلیف کی ضمن مین نظر آئی ہون - جو خواب مین مبتلا
ہوتا ہے اُس کی یہ حالت ہوا کرتی ہے لیکن یہ عالم برزخ کی خواب ایسی ہے کہ روز قیامت تک اُس سے بیدار
نہوگی خواب والا اپنی حالت خواب مین یہ نہین جانتا ہے کہ یہ چیزین خارج مین نہین ہین اور یہ آرام و تکلیف
خارج مین موجود نہین ہے اگر بیداری نہوتی تو یہ راز خارجی نہونے کا اُس کو معلوم نہوتا - عالم برزخ کا نام عالم
رویا کی نسبت عالم خارجی ہونا زیادہ مناسب ہے +

تو وہ بھی جس کی غالب ہوتی ہو وہ اکثر دیکھا کرتا ہے کہ کوئی درندہ اس کو زخمی کر رہا ہے اور تخیل دیکھتا ہے کہ سانپ بچھو اس کو کاٹ رہے ہیں علوم آسمانی کا زوال اکثر دو فرشتوں کی صورت میں نظر آتا ہے جو اس سے دریافت کرتے ہیں من ربک من دینک وما تقول فی النبی صلعم (تیرا رب کون ہے تیرا دین کیا ہے ۔ نبی صلعم کے متعلق تیرا کیا قول ہے) +

دوسری قسم ان لوگوں کی ہے جنکی بہیمی اور ملکی دونوں قوتیں ضعیف ہوتی ہیں انکو زمین کے ملائکہ سے اتصال ہو جاتا ہے اسکے اسباب کبھی پیدائشی طور پر ہوتے ہیں ۔ اسطرح پر کہ انکی ملکی قوت بہیمیت میں نہیں ڈوبتی اس کی اطاعت نہیں کرتی اس کے اثروں سے متاثر نہیں ہوتی +

اور کبھی اسکے اسباب کسبی ہوتے ہیں یہ لوگ ولی ارادہ سے یا ایسے گروہوں سے تعلق رکھتے ہیں اپنے نفسوں میں الہامات اور ملکیت کی روشنیوں کی قوت پیدا کر لیتے ہیں جیسا کہ بعض لوگ مردوں کی صورت پیدا ہوتے ہیں اور انکے مزاج میں زنانہ پن اور عورتوں کی خصلتوں کی جانب میلان ہوتا ہے لیکن بچپن میں ان کی زنانہ پن کی خواہشیں مردوں کی خواہشوں سے تمیز نہیں ہوتیں ۔ اس زمانے میں بڑا اہتمام کھانے پینے اور لہو و لعب کی رغبت کا ہوتا ہے ۔ اس زمانے میں آدمیوں کی سی روش کا جیسا ان کو حکم دیا جاتا ہے وہ پابند رہتے ہیں اور زنانہ وضع و انداز سے منع کرنے سے وہ باز رہتے ہیں لیکن جوان ہوتے ہی اور بے باک طبیعت کی مقتضا کیطرف لوٹتی ہی مستقل طور پر وہ عورتوں کی وضع اختیار کر لیتے ہیں انہیں عادات کے عادی ہو جاتے ہیں انہیں کی رغبت ان کے مزاج پر غالب ہو جاتی ہے ۔ جو جو عورتوں کے کام ہیں وہی کرتے ہیں انہیں کی سی گفتگو کرتے ہیں ۔ ویسا ہی عورتوں کا سا اپنا نام رکھتے ہیں ۔ اب وہ مردوں کے زمرہ سے بالکل خارج ہو جاتے ہیں علی ہذا آدمی بھی دنیوی زندگی میں کھانے پینے شہوات وغیرہ مقتضاے اور لوازم طبیعت میں مشغول رہتا ہے لیکن ملاء سافل کی حالت سے اس کو قرب ہوا کرتا ہے ان کی کشش انمیں قوی ہوتی ہے اسلئے بعد مرنے کے تعلقات کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور وہ اپنے اصلی مزاج کی طرف عود کرتا ہے اور ملائکہ سے اسکو اتصال ہو جاتا ہے اور انہیں میں مندرج ہو جاتا ہے انکا ہی سا الہام اسکو بھی ہونے لگتا ہے اور انہیں کی مساعی میں سرگرم رہتا ہے حدیث میں وارد ہے کہ میں نے جعفر طیار کو فرشتہ کی صورت میں دیکھا وہ دو پروں سے فرشتوں کے ساتھ ساتھ پرواز کرتے تھے +

اکثر وہ کلمۃ اللہ کے بلند کرنے میں خدا کے گروہ کی امداد میں مصروف رہتے ہیں کبھی ان کو آدمیوں کے سلوک کیطرف توجہ ہوتی ہے +

اکثر ان کو بدنی صورت کا نہایت اشتیاق ہوتا ہے ۔ پیدائشی اثر سے یہ اشتیاق پیدا ہوتا ہے اس سے عالم مثال میں کشایش پیدا ہوتی ہے عالم مثال کی طاقت نسمہ سے ملکر ایک نورانی جسم بن جاتا ہے بعض کو کھانے وغیرہ کی رغبت ہوتی ہے تب مرغوبات میں مدد دینے سے انکا شوق پورا کر دیا جاتا ہے ۔ آیت ذیل میں اسکی طرف اشارہ ہے
ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربہم یرزقون فرحین بما آتاہم اللہ من

فضلہ رتم اُن لوگون کو جو خدا کی راہ مین قتل کیئے گئے ہین مُردہ مت خیال کرو بلکہ وہ زندہ ہین اپنے پروردگار کے پاس سے وہ رزق پانے مین جو مہربانی خدانے اُنپر کی ہے اُس سے وہ محظوظ رہتے ہیں +

ان کے مقابلہ مین ایک ایسا گروہ ہوتا ہے جن کو شیاطین سے زیادہ قرب ہوتا ہے یہ قرب کبھی پیدایشی طور پر ہوتا ہے کہ خود اُنکا مزاج ہی فاسد ہوتا ہے اُن کی نظر مین ایسی رائین پسندیدہ ہوتی ہین جو حق کے مخالف سمت کی ہوتی ہین نامناسب پسندیدہ اخلاق سے دور کنارہ پر ہوتی ہین اور کبھی یہ قرب شیطانی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اُن کو بوجہ حالتون اور فاسد خیالات سے تعلق رہا کرتا ہے شیطانی وسوسون کی وہ بجا آوری کرتے ہین اسلیئے لعنت اُنکو گھیر لیتی ہے مرنے کے بعد وہ شیاطین مین مل جاتے ہین اور ایک تاریک لباس پہن لیتے ہین بعض بعض خسیس لذات اُن کے سامنے مصور ہوتی ہین اُنہین سے وہ کچھ کچھ اپنی کاربراری کر لیتے ہیں پہلے گروہ کو ذاتی خوشی سے آرام حاصل ہوتا ہے اور دوسرے کو تنگی اور غم سے تکلیف ہوتی ہے جیسے کہ مخنث یہ خوب جانتا ہے کہ زنانہ پن آدمی کے حالات مین نہایت بدترین حالت ہے لیکن مخنث اپنی طبیعت سے اُس کو قلع قمع نہین کر سکتا

(۴) درجہ اُن لوگون کا ہے جنکی بہیمی قوۃ غالب اور قوی ہوتی ہے اور ملکی طاقت کم زور ہوتی ہے اکثر لوگون کی حالت ایسی ہی ہوا کرتی ہے اُن کے اکثر امور صورتِ حیوانی کے تابع رہا کرتے ہین اُنکی پیدایش مین یہی ہے کہ بدنی تصرفات مین محو رہے موت کے وقت ان لوگون کے نفوس کلیۃً بدن سے جدا نہین ہوتے تدابیر بدن سے نفس کو علیحدگی ہو جاتی ہے لیکن بدن کے خیال اور وہم سے جدائی نہین ہوتی اُن نفوس کو اِس امر کا یقین کامل ہوتا ہے کہ وہ اور بدن معینہ شے واحد ہین حتی کہ اگر بدن کو پامال یا قطع کرو تو اُن نفوس کو یقین ہوتا ہے کہ ہمارے ساتھ ایسا کیا گیا ہے ایسے لوگون کی علامت یہ ہے کہ گو وہ تقلید یا رسم کیوجہ سے اپنی زبانون سے قائل ہون لیکن وہ خاص دلی حالت سے اسکے قائل ہوتے ہین کہ اُن کی روحین اور بدن ایک ہی شے ہین یا جان ایک عارضی شے ہین جو بدن پر طاری ہو جاتی ہین ایسے لوگون کا جب انتقال ہوتا ہے تو ایک خفیف سی روشنی اُنپر چمکتی ہے اور جیسے کہ یہان ریاضت کرنیوالون کو ضعیف سا خیال نظر آتا ہے ایسا ہی اُنکو بھی نظر آتا ہے کبھی خیالی صورتون مین امور اُن کو نظر آتے ہین اور کبھی دوسری خارجی مثالی شکلون مین اُنکا مصور ہونا ایسا ہی ہوتا ہے جیسے ریاضت کرنے والون کے سامنے +

اگر کسی شخص نے ملکی اعمال کیئے تھے تو خوشنما صورت فرشتون کی صورتون مین جو ہاتھون مین حریر لیئے ہوتے ہین اُن اعمال کی عمدگی کا علم مندرج ہوتا ہے لطیف لطیف خطابات اور صورتون مین اُنکا ظہور ہوتا ہے جنت کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے جسمین سے جنت کی مہک آتی ہے اور اگر ملائکہ کے قابلِ نفرت اور لعنت اعمال کیئے ہوتے ہین تو وہ اعمال کریہ منظر فرشتون کیصورت مین اور سخت سخت گفتگو اور صورتون مین نمایان ہوتی ہین جیسا کہ غصہ کیحالت مین درندون کیصورت مین اور بزدلی کیحالت مین خرگوش کیصورت مین ظہور ہوتا ہے اور عالم برزخ مین بعض نفوس ملکی ایسے ہوتے ہین کہ اُن کی استعداد باعث ہوتی ہے کہ وہ ایسے

سو نفوس پر ظاہر ہوکر آرام یا تکلیف پہنچائین اسوقت وہ گرفتار حالت اُن کو اپنی آنکھون کے سامنے معاینہ کرتا ہے گویا دنیا کے لوگ اُن کو اپنی آنکھون سے نہ دیکھین۔ معلوم کرو کہ عالم قبر ایسی عالم دنیا کے متمم امور سے ہوا کرتا ہے ایک پردے کے آڑمین وہ سب علوم نمایان ہوتے ہین اور فرادی فرادی نفوس کے احکام ظاہر ہوتے ہین عالم حشر مین ایسا نہین ہوتا وہان نفوس کے جزئی احکام مفقود ہو جاتے ہین اور صورۃ انسان کے احکام نفوس مین باقی رہ جاتی ہین واللہ اعلم +

# مبحث تیسرا تدابیر نافعہ کی بیانمین

## باب ۱۸

### تدابیر نافعہ کی حصول کی کیفیت مین

معلوم کرو کہ آدمی کھانے۔پینے۔مجامعت۔دھوپ اور بارش سے بچنے کے لئے سایہ مین رہنے۔موسم سرما مین گرمی کی تلاش مین اور انکے علاوہ اور تمام ضرورتون مین اپنے ان ہمجنسون کے موافق ہے خدا تعالی کی آدمی کے عالم پر بڑی عنایت ہے کہ اُسکو طبعی الہامات سے بمقتضاے صورۃ نوعی یہ تعلیم دی گئی ہے کہ حوائج رفع کرنے کی ڈھنگین کیونکر دور ہو سکتی ہین تمام اُسکے ہمجنس افراد اس الہام و تعلیم مین اُس کے برابر ہین اگر کوئی ناقص الخلقت ہی ہو اور اسکا مادہ ہی عاصی ہو تو یہ احکام اُسمین نہونگے ورنہ سب مین عموماً وہ پائے جائینگے مثلاً خداوند عالم نے شہد کی مکھی کو الہام کیا ہے کہ یون پھلون کی رطوبت کو چوسے اسطرح اپنا گھر بنائے تمام مکھیان اُسمین جمع ہون اسطرح اپنے یعسوب کا اتباع کرین اور شہد کو جمع کرین چڑیا کو الہام سے بتایا کہ اسطرح غذائی دانون کو تلاش کرکر یون پانی پر اُترے اسطرح بلی اور شکاری سے گریز کرے پھر جوڑے سے مل کر انڈون کی پرورش کرین بچون کو چگا دین یسے ہی خداوند عالم نے ہر ایک نوع کے لئے ایک شرعیت قرار دی ہے جو صورۃ نوعی کے راہ سے اُس نوع کے تمام افراد کے سینو نمین پھونک دی ہے ایسے ہی آدمی کو بھی الہام کیا ہے کہ ان ضرورتون کے متعلق کیا کیا مفید تدابیر عمل مین آسکتی ہین لیکن انسانی تدابیر مین جنسے تدابیر کے علاوہ تین امر کا اور اضافہ ہو گیا ہے یہ تینون امر بھی آدمی کی صورۃ نوعی کے اقتضا سے ہوتے ہین جسکو تمام انواع پر فوقیت اور برتری ہے +

(۱) یہ کہ آدمی کسی راے کلی اور جامع تحریک سے کسی چیز کو اپنا مقصود قرار دیتا ہے اور چار پائے صرف طبعی خواہش اور ارادہ سے کسی محسوس یا موہوم غرض کیلئے آمادہ ہو جایا کرتے ہین مثلاً گرسنگی کی خواہش سے یا تشنگی اور مجامعت کی شوق سے اور آدمی عقلی منفعت کیوجہ سے اکثر آمادہ ہوتا ہے اُسمین کوئی طبعی تحریک نہین ہوا کرتی وہ بسا اوقات قصد کرتا ہے کہ تمدن کے متعلق کوئی پسندیدہ اور عمدہ انتظام قایم کرے۔یا اپنے اخلاق کو مکمل کرے اپنے نفس کو مہذب بنائے آخرت کی عذاب سے اپنے آپ کو رہائی دے اپنی وجاہت لوگون کے دلون

مین راسخ کرے +

(۲) آدمی اپنی تدابیر مین لطافت اور ظرافت کا اضافہ کرتا ہے چارپائے صرف اتنی ہی تگاپو پر بس کرتے مین جس سے اُنکی کاربرآری ہو جائے اور آدمی علاوہ کاربرآری کے یہ بھی چاہتا ہے کہ وہ شی ظاہر النظر مین خوش نما ہو دلی لذائذ اور کیفیات اُسمین زیادہ ہون اسواسطے وہ جمیلہ بیوی لذیذ طعام فاخرہ لباس بلند بلند ایوانون کا طالب رہتا ہے +

(۳) آدمیون مین بعض بعض دقیقہ شناس اور خردہ بین ایسے لوگ ہوتے مین جو مفید مفید تدابیر کو خود مستنبط کرتے مین اور بعض ایسے ہوتے مین کہ انکے دلونمین بھی عقلا کیطرح تدبیر کی اُلجھن پیدا ہوتی ہے لیکن خود اُن مین استنباط کی قوۃ نہین ہوتی ہے جب وہ حکما کی تدابیر کو دیکھتے مین یا اُنکی مستنبط باتون کو سنتے مین تو فوراً دل سے اُن کو قبول کر لیتے مین اور چونکہ اُن امور کو وہ اپنے علم اجمالی کے موافق پاتے مین اسلئے خوب استحکام سے اُنکو اختیار کر لیتے ہین - آدمی گرسنہ یا تشنہ ہوتا ہے اور کھانے پینے کی کوئی چیز اُس کو نہین ملتی ہے تو نہایت تکالیف کے بعد یہ چیزین اُس کو میسر تو ہو جاتی ہین تاہم اُنسے متمتع ہونے کا کوئی طریقہ نہین سوجھتا اتنے ہی مین اُسکو کوئی حکیم مل جاتا ہے جو اُسی کی سی مصیبت مین گرفتار ہو چکا ہو اُسنے خود غذائی ناجون کو معلوم کر لیا ہو - اُسکے لئے تخم ریزی آب رسانی اور کاٹنے کے طریقے استنباط کئے ہون اُن کے کھوندنے سے ہوا اور زدائے اور وقت ضرورت تک اُنکی حفاظت کے طریقے نکالے کنوئین کھودنے کا طریق اُن موقعون کے لئے ایجاد کیا جو چشمون اور نہرون سے دور تھے بڑی بڑی خم شکلین بڑے بڑے پیالے بنائے اور ان امور سے فوائد حاصل کرنے کی راہین نکالین اسکے بعد وہ ناواقف شخص غلہ کو بغیر اصلاح کے استعمال کرتا تھا اور وہ معدے مین غیر منہضم رہجاتے تھے خام میوون کو کھاتا تھا اور وہ ہضم نہوتے تھے اسلئے اُسکے قصد و ارادہ مین آتا تھا کہ کوئی چیز اُنکی اصلاح کے لئے ہوتی لیکن اُسکو رہنمائی نہوتی تھی اب اُس کی ملاقات ایسے حکیم سے ہو جاتی ہے کہ جسنے پکت ویز اور بریان کرنے کے طریقے ایجاد کئے ہوتے ہین تو اُس سے ایک دوسرا باب متمتع ہونے کا مفتوح ہو جاتا ہے انہین امور پر تمام حوائج انسانی کو قیاس کر لو +

تامل کرنے والے کی نظر مین ایسے ایسے بہت سے مفید امور شہرونمین نئے نئے ایجاد ہوتے رہتے ہین جن کا پہلے ذکر بھی نہ تھا اب وہ مدتون سے رائج ہو گئے ہین - لوگ ہمیشہ اُن کو استعمال مین لاتے ہین جتنی کہ ان الہامی علوم کا جن کو کسب سے مدد پہنچتی رہتی ہے ایک مجموعہ مرتب ہو جاتا ہے - لوگ پختگی سے اُن اصول کے پابند رہتے ہین انہین پر انکی زندگی اور موت کا مدار ہوتا ہے - حاصل یہ ہے کہ ان ضروری الہامات کا ان تینون اشیا کے ساتھ ملکر تنفس کا سا حال ہے حرکت نبض کیطرح فی الحقیقت سانس لینا بھی ایک ضروری امر ہے لیکن اپنے اختیار سے سانس کو چھوڑنا اور بڑھا کر سکتے ہین اور چونکہ یہ تینون امر سب لوگون مین ایک سے نہین ہوتے اسوجہ سے کہ لوگون کے مزاج اور عقول مین جن کا مقتضا یہ ہے کہ رائے کلی کی آمادگی ہو لطافت پسندی

ہوا مور نافع کا استنباط ہو اُن کی پیروی کیجائی بڑا اختلاف ہے اور علی ہذا استدلال اور فکر و خوض کرنے مین سب ایک طرح فارغ دل نہین ہوتے اور ایسے ہی اور اسباب کی وجہ سے تدابیر نافعہ کی دو حدین قرار پاگئی ہین ✦

تدبیر اول

(۱) ایسے امور ہین کہ ادنے درجہ کی جماعتون مین مثلاً بیابانیون پہاڑی چوٹیون کے باشندون عمدہ ولایتون کے بعید اطراف مین رہنے والون مین اُنکا وجود ضروری قرار دیا گیا ہے اُن کا تدابیر اولے نام ہے ✦

(۲) وہ تدابیر ہین جو اُن شہرون معمور قصبون اور عمدہ ولایتون مین قرار دیجاتی ہین جن کا مقتضا یہ ہے کہ کامل الاخلاق لوگون اور حکمائی اُنمین پیدایش ہو۔ اِن آبادیون مین جماعتون کی کثرت ہوتی ہے بکثرت اُن کو حاجتین پیش آتی ہین بہت سی آزمایشون اور تجربون کا موقع ملتا ہے اسلئے بڑے بڑے قوانین وضع کئے جاتے ہین اور استحکام کے ساتھ اُنپر عملدرآمد ہوتا ہے۔ اِس حد کا نہایت ذیشان حصہ شاہانہ عملدرآمد کا ہوتا ہے جو پوسے عیش و آرام کے لوگ ہین۔ مختلف فرقون کے حکمائی اُن کے پاس آمد و رفت رہتی ہے سلاطین عمدہ عمدہ اصول کو اخذ کرتے رہتے ہین اُنکا نام تدابیر ثانی ہے اور جب تدابیر ثانی پایۂ تکمیل کو پہنچ جاتے ہین تو تدابیر ثالث کی اسطرح اُسسے تولید ہوتی ہے کہ لوگونمین معاملات باہمی کا دور رہتا ہے پھر اُنمین معاملات کیوجہ سے بخل سُستی انکار۔ طبیعتونمین پیدا ہوتا ہے۔ اسلئے اختلافات نزاع فساد کی بنیاد لوگون مین قایم ہوجاتی ہے اور نیز ایسے ایسے لوگ بھی پیدا ہوتے رہتے ہین جنپر ردی نفسانی خواہشین غالب ہوتی ہین۔ بعض کی پیدایش مین قتل و غارت گری کی بے باک صفت ہوتی ہے اور نیز مشترک النفع تدابیر کا قایم کرنا ایک شخص کا کام بھی نہین ہوتا اُنکے حق مین ایسی تدابیر کا قایم کرنا نہ آسان ہوتا ہے اور نہ دلیری سے وہ اُس کو انجام دے سکتے ہین اسلئے مجبورانہ اُن کو ایک بادشاہ کے مقرر کرنے کی ضرورت پڑتی ہے جو انصاف سے اُن کی باہمی خصومتون کا فیصلہ کرے سرکشون پر اپنا رعب قایم رکھے دلیرون سے مقابل ہو کر محصول تحصیل کرے۔ اپنے موقعون پر اُسکو صرف کرے اور ایسے ہی یہ تدابیر سوم تدابیر چہارم کے منتج اور باعث ہوتے ہین اسلئے کہ جب ہر ہر ملک کا مستقل بادشاہ قرار دیا جاتا ہے اُسکو مالگذاری ادا کی جاتی ہے۔ دلیر طبع لوگ اُس سے آملتے ہین تب اُنمین بخل حرص اور کینہ پیدا ہوتا رہتا ہے اور باہمی فساد بڑھتے بڑھتے جنگ و جدل کی نوبت آتی ہے اسلئے اُنمین خلیفہ کے قایم کرنے یا ایسے شخص کی اطاعت کی ضرورت ہوتی ہے جسکا عام تسلط خلافت کبرے کا سا ہو خلیفہ سے میری مراد ایک ایسا شخص ہے جسکو اتنی شوکت اور صولت حاصل ہو کہ دوسرے شخص کا اسکے ملک کو دبالینا ناممکن سا ہو۔ اُسکے ملک کا انتزاع جب ہی ہوسکے کہ بکثرت لوگون کی جماعتین اتفاق کرین کثرت سے یہ لوگ مال صرف کرین اور اِس امر کا امکان مدتہاے دراز کے بعد ایک دو شخصون کو ہوا کرتا ہے خلفا کی حالت لوگون اور عادات ملکی کیوجہ سے مختلف ہوا کرتی ہے جن لوگون کی طبیعت نہایت سخت اور تند ہوتی ہے اُن کو بہ نسبت اور کمزور لوگون کے سلاطین اور خلفا کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ اب ہم ان تدابیر نافعہ کے اصول اور اُن کے ابواب کی فہرستین مندرج کرتے ہین ان کی ایسی پیراستہ جماعتون کی عقلون نے جانچ کی ہر

تدبیر ثانی
تدبیر ثالث

تدبیر چہارم

جنکے عمدہ اخلاق نے بلا اختلاف اونکے اور لوگونے اون کو ایک مسلم طریقہ مین تسلیم کرلیا ہے آئندہ بیانات مین تمکو غور کرنا چاہئے +

# باب ۱۹

## تدابیر اولے کے بیان مین

انہین تدابیر سے ایک لغت ہی جس سے دلی امور بیان کئے جاتے ہین لغت کی یہی حقیقت ہی کہ اجسام کے افعال اور ہیئتون کو کسی نہ کسی آواز سے کچھ تعلق ہوا کرتا ہے یہ آوازین اون اشیا سے ملی ہوتی ہین یا سبب وغیرہ کا اون دونو مین علاقہ ہوتا ہے لغت سے اس آواز کو ہو بہو نقل کر دیا کرتے ہین پھر معانی کے مقابلے مین مختلف صیغے بنا بنا کر اس مین تصرفات کیا کرتے ہین اور جن امور کا نظرون کے سامنے اثر پڑتا ہے یا نفس کی وجدانی ہیئتون سے وہ پیدا ہوتے ہین وہ سب اسی قسم مذکور سے مشابہ کئے جاتے ہین اور تکلیف ویسی ہی آوازون کے لئے بھی بنائے جاتے ہین اور مشابہت کیوجہ سے یا کسی میل یا کسی علاقہ سے نقل کرنیکی وجہ سے لغات مین مجازی طور پر وسعت ہوجاتی ہے لغات کے اور اصول بھی ہین جن کو تم کہین کہین ہمارے کلام مین پاسکوگے۔ انہین تدابیر مین سے زراعت درختون کا بونا۔ کنوؤن کا کھودنا۔ نکانے اور ناشتون بنانے کی کیفیت بھی ہے اور انہین مین سے برتنون اور مشکون کا بنانا ہے +

انہین مین سے بہایم کا مطیع کرنا انکو اپنے قابو مین رکھنا بھی ہے کہ انکی سواریون گوشتون پوستون بالون دودھون بچون سے امداد لی جائے +

انہین مین سے غار اور مکانات وغیرہ ہین جو گرمی اور سردی سے لوگون کو محفوظ رکھین +

انہین مین سے بہایم کی پوست درختون کے پتون یا اپنے بنائے ہوئے کپڑون کا لباس ہے جو کہ پرندون کے پرون کے قایم مقام ہے +

انہین مین سے اپنی منکوحہ کا معین کرنا ہے کہ کوئی دوسرا اس مین مزاحمت نہ کرسکے اس سے نفس رانی کیجائے اپنی نسل اس کے ذریعہ سے بڑہائیجائے اور اپنی خانگی ضرورتون مین اولاد کی نگرانی اور تربیت مین اس سے مدد لی جائے۔ آدمی کے علاوہ اور حیوانات اپنے جوڑے کو متعین نہین کرسکتے مگر محض اتفاقیہ طور پر یا اسلئے کہ وہ دونون توامان ہون اور بلوغ تک انمین رفاقت رہی ہو یا اور ایسے ہی اسباب سے +

اور انہین تدابیر سے صنعتون کی رہنمائی ہے جنکے بغیر زراعت کرنا۔ درختون کا لگانا۔ کنوؤن کا کھودنا بہایم سے کام لینا۔ ممکن نہین ہے جیسے (دولاب) ڈول۔ہل۔رسیان وغیرہ +

اور انہین مین سے باہمی مبادلون کے بعض بعض امور مین باہمی ہمدردی کی رہنمائی ہے +

اور انہین مین سے یہ ہے کہ جس شخص کی رائے درست ہو اور اس کے مزاج مین سخت گیری ہو

اوروں کو اپنا مسخر بناکر انپر ریاست کرے اور انسے کسی نہ کسی طرح سے جوتہ لیوے +
اور انہیں سے یہ بھی ہے کہ انمین مسلم قوانین ہوں جنسے منافشون کا فیصلہ ہوسکے اور انسے ظالمون کی
تعدی رد کی جائے اسکی مدافعت کیجائے۔ جو ان سے جنگ کرنے کا ارادہ کرے۔ ہر قوم مین ایسے لوگون کا وجود
ضروری ہے۔ وہ لوگون کی مہتم بالشان امور مین تدابیر کے طریقے وضع کرتے ہین اور اور لوگ اس کی پیروی
کرتے ہین۔ اور وہ لوگ بھی ضروری ہین جو آراستگی پسند ہون کسی نہ کسی وجہ سے عیش و آرام اور تن آسانی کے
خواہان ہون جو اپنے اوصاف شجاعت۔ فیاضی۔ خوش بیانی۔ زیرکی وغیرہ پر نازان ہون اور ان کی تمنا یہ ہو
کہ ہماری شہرت دور دور پہنچ جائے انکا رتبہ بلند ہو۔ خدا تعالی نے کلام مجید مین بندون پر اسکا بڑا احسان کیا ہے کہ
ان تدابیر کے الہامی شعبون کو بخوبی بتا دیا ہے اسکو معلوم تھا کہ عموماً ہر قسم کے لوگ احکام قرآنی سے مکلف ہونگے۔
اور اسی قسم کی تدابیر ہین جو ان سب مین پائی جاتی ہین واللہ اعلم +

# باب ۲۰

## آداب معیشت کے بیان مین

آداب معیشت حکمۃ کا ایک شعبہ ہے اسمین ان تدابیر کا بیان ہوتا ہے جو ان ضرورتون کے متعلق ہین جنکا
بیان حد ثانی کے موافق پہلے گذر چکا ہے انمین اصلی امر یہ ہے کہ تدابیر اولے کو ہر باب مین صحیح تجربہ پر پیش کرین۔
جو جو صورتین ضرر سے بعید ہین اور نفع سے قریب ہین وہی اختیار کیجاتی ہین اور ان آداب کا عمدہ اخلاق سے
موازنہ کیا جائے جو کامل المزاج لوگون کی پیدائش مین ہوا کرتے ہین جو آداب ان اخلاق کے زیادہ مناسب
ہون وہی اختیار کئے جائین اور انکے ماسوا سب ترک کردئے جائین اور نیز ان آداب کا اندازہ حسن معاشرت
اور لطف مشارکت سے کیا جائے۔ انمین وہ مقاصد ملحوظ رکھنے چاہئین جو رائے کلی سے پیدا ہون۔ معاش کے
اہم مسائل یہ ہین۔ کھانے پینے کے آداب۔ چلنے کے نشست برخاست سونے کے۔ سفر کرنے۔ قضائے حاجت۔
ہم بستری۔ لباس۔ مکان۔ ستھرائی۔ پاکیزگی۔ آرائش۔ باہمی گفتگو کے طریقے۔ آفات کے وقت دواؤن
منترون کا استعمال۔ حوادث پیش آنے کے وقت پیش بینی۔ خوشی۔ ولادۃ۔ نکاح۔ عید۔ مسافرون کے آنے
وغیرہ کی خوشی کے موقعون مین اور ویسے ہی فرحت اور سرور کا اظہار۔ مصائب مین رنج وغم کا اظہار۔ مریضون کی
عیادت۔ مردون کو دفن کرنا جو معمور شہرون کے باشندہ نہایت صحیح المزاج لوگ شمار کئے جاتے ہین ان کا اتفاق
ہے کہ ایسی چیزین نہ کھائی جائین جن مین پلیدی ہو۔ مثلاً جو چیز اپنی موت سے مرگئی ہو یا متعفن ہو اور وہ
جانور بھی استعمال نہ کئے جائین جن کے مزاج مین اعتدال نہو انکے اخلاق منتظم نہون۔ یہ بھی سب کے نزدیک
مسلم ہے کہ برتنون اور دسترخوانون وغیرہ پر کھانا چنا جائے۔ کھانے کیوقت منہ اور ہاتھ پاک کئے جائین ایسی
حالتون سے احتراز کیا جائے جو احمقانہ ہون +

ایسے امور کی احتیاط چاہئے جنسے اپنے شرکا کی طبیعتون مین تکدر پیدا ہو۔ بدبودار پانی نہ پیا جائے بغیر
ہاتھ لگائے صرف منہہ سے پانی پیے بدبو اسی مین بھی پانی نہ پیا جائے اور نیز تمام عمدہ طبیعت کے لوگ اپنے
بدن اور کپڑے اور مکان کو دو قسم کی پلیدیون سے پاک صاف رکھنا پسند کرتے ہین۔ اول اُن چیزون سے
جنمین گندگی اور بُو آتی ہو دوسری اُن میل اور چرکون سے جو قدرتی طور پر پیدا ہوتی ہین۔ گندہ دہنی کو مسواک
سے غالبًا دور کرتے ہین۔ بغل اور زیر ناف کے بالون کو منڈواتے ہین۔ کپڑون کا میلا ہونا اور مکان پر خس
خاشاک کا ہونا ناپسند کرتے ہین۔ عمومًا سب کا اتفاق ہے کہ سب لوگون کے سامنے آدمی نہایت پاک صاف نظر
آئین۔ لباس درست ہو۔ سر اور داڑھی کے بال شانہ سے صاف کیے جائین۔ کوئی عورت جب کسی شخص
کے نکاح مین ہو تو خضاب اور زیور سے آراستگی کرتی رہے سب کی نظر مین برہنگی بے شرمی کی بات ہے
لباس رونق کی چیز ہے۔ دونون شرمگاہون کا کھلا رہنا بھی بے شرمی خیال کی جاتی ہے پورا لباس وہی ہے
جس سے تمام بدن چھپتا ہے اور نیز مناسب ہے کہ شرمگاہ چھپانے کا لباس جدا ہو اور باقی بدن کا لباس جدا ہو
اور یہ بھی اتفاقی امر ہے کہ خواب نجوم نیک فالی کہانت رمل وغیرہ سے آئندہ واقعات کی پیش بینی کی جائے۔
جس شخص کا مزاج معتدل اور ذوق سلیم ہوا کرتا ہے وہ اپنی گفتگو مین ضرورةً ایسے الفاظ کو استعمال کرتا ہے
جنمین وحشت نہو زبان پر وہ گران معلوم نہون۔ ایسی ایسی تراکیب کو اپنی گفتگو مین وہ پسند کرتا ہے۔
جن مین متانت اور سنجیدگی ہو ایسا طرزِ کلام اختیار کرتا ہے جسکو لوگ گوش دل سے متوجہ ہو کر سنین ایسا شخص
فصاحت اور خوش بیانی کی میزان ہوا کرتا ہے ؀

بہر حال ہر ایک باب مین اجماعی مسائل قرار دیے گئے ہین جن کو تمام شہریون نے گو وہ ایک دوسرے
دور و دراز فاصلہ پر ہون تسلیم کر لیا ہے۔ اسکے بعد آداب معیشت کے قواعد مرتب کرنے مین لوگ مختلف ہین عالم
طبیعت کا واقف طبعی خوبیون کو ملحوظ رکھتا ہے اور نجومی ستارون کی خاصیتون کا لحاظ رکھتا ہے اور الہیات
کا واقف اخلاص اور احسان کی رعایت کرتا ہے یہ سب امور مذکورہ بالا تمام فرقون کی تصانیف مین مفصل
مذکور ہین۔ مزاج اور عادات کے اختلاف سے ہر ایک قوم کا لباس اور ادب وغیرہ جدا جدا ہوتے ہین انہین سے
ان مین باہم امتیاز ہوا کرتا ہے واللہ اعلم ؀

# باب ۲۱

## تدبیر منزل مین

تدبیر منزل حکمت کا وہ حصہ ہے جسمین اُن روابط اور تعلقات کے محفوظ رکھنے کی کیفیت بیان کی جاتی ہے
جو تدابیر کے دوسری حد کے موافق ایک مکان کے رہنے والون مین ہوا کرتے ہین۔ اِس حکمت کے چار شعبے
ہین (۱) ازدواج (۲) ولادت (۳) مالک ہونا (۴) باہمی صحبت۔ ان تعلقات کی اصل یہ ہے کہ ہم ...

کی ضرورت نسل اولاد مرد اور عورت مین ایک تعلق اور رابطہ کو پیدا کیا پھر بچہ پر شفقت والدین باعث ہوئی
کہ دونون مل کر اُس کی پرورش مین ایک دوسرے کی اعانت کرین۔ مرد اور عورت کی حالتین مختلف ہوتی
ہین تربیت کی جانب عورت کو بہ نسبت مرد کے زیادہ ہنموئی ہوا کرتی ہے نیز عورت بہ نسبت مرد کے کم عقل
ہوتی ہے محنت کے کامون سے جان چُراتی ہے عورت مین شرم کا مادہ زیادہ ہوتا ہے خانہ نشینی کیجانب
زیادہ مایل رہتی ہے ادنے ادنے اور حقیر کامون کی کوشش مین زیادہ ہوشیاری اور حذاقت صرف کیا کرتی
ہے بہ نسبت مرد کے اُس مین مادہ اطاعت کا بھی زیادہ ہوتا ہے مرد کی راے مین سنجیدگی زاید ہوتی ہے وہ
ننگ و ناموس کے امور کی زیادہ روک تھام کرتا ہے مشقتون کے داخل ہونے مین بڑا جری اور دلیر ہوتا
ہے نخوت تسلط، غیرت مناقشہ وغیرہ اوصاف اُس مین پورے ہوتے ہین اسواسطے عورت کی زندگی بغیر
مرد کے نہین ہوسکتی اور مرد کے لئے عورت کی ضرورت ہوا کرتی ہے اور چونکہ عورتون کے باب مین مردون
کی مزاحمت کا اندیشہ ہوا کرتا ہے اور عورتون کے معاملات مین مردون کو غیرت ہوا کرتی ہے اسواسطے اُن
دونون کی اصلاح جب ہی ہوسکتی ہے کہ سب کے سامنے علے روس الاشہاد مرد کی بیوی مرد کے لئے خاص
ہو جائے اور چونکہ اِس امر کا اظہار ضروری ہے کہ مرد کو عورت کی جانب رغبت ہے اور عورت اپنے ولی کی
نظر مین معزز ہے اسلئے مہر اور منگنی اور ولی کیطرف سے سربراہ کاری ضروری قرار دی گئی اگر محارم مین اولیا
کی رغبت تجویز کی جاتی تو عورت کو اِس سے بڑا ضرر پہنچ سکتا تھا ولی عورت کو اُس شخص سے روک سکتا
تھا جو عورت کی نظر مین مرغوب ہوتا اور نیز عورت کے لئے کوئی ایسا شخص نہوتا جس سے وہ حقوق زوجیت
کا مطالبہ کرتی حالانکہ اُس کو ان حقوق کی نہایت ضرورت ہے اور سوکنون وغیرہ کے باہمی مناقشون سے
رحم کی حالت بھی خراب رہتی اور نیز سلامت مزاج کا یہ بھی اقتضا ہے کہ آدمی کو اُس عورت کیجانب رغبت
نہو جس سے وہ خود پیدا ہوا ہے یا اُس سے عورت پیدا ہوئی ہے یا وہ دونون ایسے ہین جیسے ایک باغ
کی دو شاخین جو کہ ہم بستری کی ضرورت کے ذکر کرنے مین حیا آیا کرتی ہے اسواسطے ضروری ہے کہ عروج
(عورت کو اپنی جانب مائل کرنا) کے ضمن مین اِس حاجت کا ذکر مخفی رہے جو کہ دونون کے وجود سے مقصود ہے
اور شہرت دینے اور عروج دینے کو مدار منزلی قرار دینے کے لئے اُس کی ضرورت ہے کہ ولیمہ کیا جاوے اور لوگون
کی اُس مین دعوت کی جاوے دف بجائی اور خوشی مین اُس کا اظہار کیا جاوے اور حاصل یہ ہے کہ بہت سی
وجوہ سے جنین سے بعض کو مینے ذکر کیا ہے اور بعض کو لوگون کے فہم پر اعتماد کرکے حذف کر دیا نکاح کی حالت
کذائی کہ غیر محارم سے نکاح کیا جائے لوگون کے مجمع مین اُس کی تقریب ہو اُس سے پہلے مہر اور منگنی ہو کفو کا
بھی لحاظ رکھا جائے اولیا کی سربراہ کاری ہو ولیمہ کیا جاوے لوگون کا عورتون پر قابو رہے لوگ اُن کی معاش
کے متکفل رہین عورتین خانگی خدمات مین مصروف رہین اولاد کی تربیت کرنے مین اطاعت سے رہین تمام لوگون
کی نظر مین لازمی طریقہ اور مسلم امر ہو گیا ہے اور امر فطری ہوگیا ہے جسپر لوگون کو خدانے پیدا کیا ہے عرب عجم مین

کوئی اس مین اختلاف نہین کرتا اور نیز زن و شوہر مین باہم اعانت مین کامل سعی کہ دوسرے کی نصرت کو
اپنی نصرت اور دوسرے کے نفع کو اپنا ہی نفع خیال کرے جب ہی ہو سکتی ہے کہ دونون اپنے ذہن مین عزم
مصمم کر لین کہ نکاح کی ہی حالت مین زندگی بسر کرینگے اور جب اُن دونون مین نہ بنے اور ایک دوسرے سے
بیزار ہوکر ترکشی کرین تو کوئی ایسا طریقہ بھی ضرور ہونا چاہیے جس سے ایک دوسرے کے پنجہ سے خلاصی پا سکین
اگرچہ یہ علیحدگی تمام مباح امور مین سے نہایت ہی درجہ مبغوض ہو اسلئے طلاق مین خاص خاص قیود اور عدۃ
وغیرہ کا لحاظ ضروری قرار دیا گیا اور ایسی ہی خاوند کی وفات مین اس قسم کے لحاظات معتبر کئے گئے تا کہ
دونو مین نکاح کا ادب اور وقعت باقی رہے اور دوامی حقوق اور معاہدہ مصاحبت کی کسی قدر وفاداری
ادا ہو سکے اور نسبون مین اشتباہ بھی نہونے پائے اور اولاد کو چونکہ آباء کی ضرورت ہوتی ہے اور بالطبع آباء
کو اپنی اولاد کیطرف کشش ہوا کرتی ہے اسواسطے ضرورت ہے کہ وہ اپنی اولاد کو ایسے مفید امور کی مشاقی
اور تربیت کرائین جو نظرۃً اُن کے لئے موزون اور مفید ہین اور ضرور ہوا کہ اولاد پر آباء کو تقدیم ہو وہ اسلئے
بزرگ تسلیم کئے گئے ہین کہ اُن کے عقول اور تجربے مکمل ہوتے ہین اور اخلاقی تندرستی کا بھی مقتضا یہی
ہے کہ احسان کے مقابلے مین احسان کیا جاوے اور اولاد کی تربیت مین وہ ایسے ایسے شدائد جھیلتے
ہین جو محتاج بیان نہین ہین اسلئے والدین کی خدمت گذاری بھی لازمی طریقہ قرار دیا گیا ہے اور چونکہ لوگون
کی استعدادین مختلف ہوا کرتی ہین اسواسطے یہ بھی ضرور ہے کہ بعض لوگ بالطبع سروری کے قابل ہون
جن مین فراست اور بالطبع بیداری ہو۔ امور معاش مین وہ مستقل ہون۔ اُن مین انتظام اور رفاہ عام کا پیدایشی مادہ
ہو اور بعض لوگ قدرتی طور پر غلامی کی حالت پر پیدا ہوتی ہین اُن مین حماقت دوسرے کی تابعداری کا
ہی مادہ ہوتا ہے جس طرف اُن کو کھینچو وہ پیچھے چلے جاتے ہین لیکن ایسے دونون شخصون کی معاش بغیر
ایک دوسرے کے مکمل نہین ہو سکتی اور رنج و آرام مین باہمی ہمدردی آقا اور مملوک مین جب ہی ممکن
ہوتی ہے کہ وہ دونون اپنے اپنے دلون مین ٹھان لین کہ اس تعلق کو ہمیشہ قایم رکھینگے اور نیز بعض اتفاقات
ایسے واقع ہوتے ہین کہ ایک شخص دوسرے کو قید کر لیتا ہے یہ حالت اسیری بھی لوگون مین قابل لحاظ ہے
اس سے بھی ایک قسم کا علاقہ مالکیت اور مملوکیت کا باہم مقید اور قید کرنے والے مین منتظم ہو جایا کرتا ہے اسکے
لئے بھی وضع قانون کی ضرورت ہے کہ مالک و مملوک اسکے پابند رہین اور اسکی فروگذاشت پر قابل تعزیر
سمجھے جائین +

اور اسیری کے بعد فی الجملہ کوئی طریقہ رہائی کا بھی مال یا بغیر مال کے ہونا ضروری ہے۔ نیز لوگون کو
اکثر مصائب اور ضرورتین پیش آیا کرتی ہین کبھی مرض لاحق ہو جاتا ہے کبھی یا تنگی پیش ہوتی ہے کبھی کسی کا
حق اُس سے متعلق ہوتا ہے بہرحال ایسی ایسی ضرورتین پیش آیا کرتی ہین کہ بغیر اپنے ابنائے جنس کی دستگیری
کے اپنی حالت کی اصلاح بدقت ہوتی ہے ایسے ایسے عوارض پیش آنے مین سب لوگون کی حالت یکسان؟

اسی واسطے ضرورت پڑا کرتی ہے کہ لوگون مین باہم الفت اور میل ہمیشہ قایم رہے اور لوگون مین مظلوم کی داد رسی اور مصیبت زدہ کی امداد کا طریقہ مسلوک رہے کہ لوگ اُس کے متقاضی ہون اور اُسکی فروگذاشت پر نفرین کی جائے۔ اور ضرورتون کے دو حصے ہوا کرتے ہین (۱) وہ حصہ کہ اُس کی تکمیل جب ہی ہوتی ہے کہ ہر شخص دوسرے کے ضرر اور نفع کو اپنا ہی ضرر اور نفع سمجھے یہ امر جب ہی پورا ہو سکتا ہے کہ ہر شخص دوسرے کے خلوص محبت مین پوری طاقت صرف کرے اُسکے نفقہ کا اور وراثت کا التزام ہو اکثر امور کی وجہ سے جانبین مین سے ہر شخص کو ایسی ایسی امداد کا التزام کرنا پڑتا ہے تاکہ نقصان کے عوض مین کسی قدر متمتع ہونے کا بھی موقعہ حاصل ہو سکے اس اندازے کے قابل رشتہ دارون کیحالت ہوا کرتی ہے اُن کی باہمی محبت اور رفاقت قدرتی امر سا ہوتا ہے ضرورتون کا ایک حصہ ایسا ہوتا ہے کہ ضروریات بالا سے کسی قدر اُن کا درجہ کم ہوتا ہے اسلئے اہل مصائب کی ہمدردی اور مواساۃ لوگون مین مسلم قانون بن گیا ہے اور ان سب مین صلہ رحم کا سب سے زیادہ مضبوطی سے اہتمام کیا جاتا ہے اس خانگی تدابیر کے مہتم بالشان مسایل یہ ہین +

(۱) اُن اسباب کا دریافت کرنا جو ازدواج یا ترکیب ازدواج کے باعث ہوتے ہین +

(۲) خاوند کے فرائض کہ جن سے معاشرت قایم رہے اور نوحش وننگ وعار سے اہلیہ کا ناموس محفوظ رہے +

(۳) اہلیہ کے فرائض پارسائی خاوند کی اطاعت خانہ داری کی مصلحتون مین پوری طاقت صرف کرنا +

(۴) جب باہم دونون مین نفرت ہوجائے تو مصالحت کیسی کروائی جائے +

(۵) طلاق کا طریقہ +

(۶) خاوند کی وفات کے بعد ماتمی حالت مین بسر کرنا +

(۷) اولاد کی تربیت +

(۸) والدین کے خدمات +

(۹) غلامون کا انتظام اور نیز احسانات +

(۱۰) غلامون کی اپنے آقاؤن کی خدمت گذاری +

(۱۱) آزادی کا طریقہ +

(۱۲) رشتہ دارون اور ہمسایون سے صلہ رحم کرنا +

(۱۳) شہر کے حاجتمندون کے ساتھ ہمدردی اور جو مصائب اُن پر طاری ہون اُن کی مدافعت کی کوشش

(۱۴) خاندان کے نقیب کا ادب اور عزت +

(۱۵) نقیب کا حالات خاندانی پر نظر رکھنا +

(۱۶) ورثہ مین ترکے کی تقسیم +

(۱۷) نسبی اور حسبی امور کی پاسداری لوگون مین سے کسی جماعت کو نپاؤگے کہ ان ابواب کے اصول پر انکو اعتقاد

ہو اُن کے مذاہب مین اختلاف ہو اُن کے وطن جدا جدا ہون لیکن اِن امور کے قائم کرنے مین سب کو سعی اور کوشش رہتی ہے واللہ اعلم +

## باب بست و دویم معاملات کے فن مین -

یہ علمت کا وہ حصہ ہے جس مین باہمی مبادلون کا ایک دوست کی دستگیری اور پیشون کا بیان کیا جاتا ہو اِس مین اصلی امر یہ ہے کہ جب ضرورتون کی کثرت ہوئی اور سب ضرورتون کا مہیا کرنا مطلوب ہوا اور یہ قصد کیا گیا کہ ایسی شائستگی سے یہ ضرورتین سب مہیا کی جائین کہ جنسے آنکھون کو تازگی ہو اور دلون کو لذیذ معلوم ہون تو ہر شخص سے اسطرح پر اُنکا سر انجام متعذر ہوا اور بعض لوگون کے پاس غذا حاجت سے زیادہ ہوتی ہے لیکن اُس کے پاس پانی نہین ہوا کرتا بعض کے پاس پانی حاجت سے زیادہ ہوتا ہے لیکن غذا کافی نہین ہوتی تو اُن صورتون مین بجز مبادلہ کے اور کوئی طریقہ اُن کے حصول کا نہین ہوتا اسلیئے باہمی مبادے ضرورتون کی دقتین رفع کرنے کے لیئے قرار دیئے گئے اور ضرورۃً یہ قرار پایا گیا کہ ہر شخص ایک ایک ضرورت کے سر انجام کیطرف متوجہ ہو اُس کو خوب مستحکم کرے اُسی کے تمام وسائل کے مہیا کرنے کی کوشش کرے اور اپنی اور ضرورتون کو مبادلون کی وجہ سے اسی ذریعہ سے رفع کرے سب لوگون کی نظر مین یہ ایک مسلم قانون ہوگیا ہے اکثر لوگون کو کسی خاص چیز کی رغبت ہوتی ہے یا کسی چیز سے بے رغبتی ہوتی ہے لیکن اسحالت مین ایسا کوئی شخص نہین ملا کرتا جس سے معاملہ کیجے اور جو کہ پہلے ہی سے ایسے امور کے سر انجام کیضرورت پڑا کرتی ہے اسلیئے سب لوگون نے قرار دیا کہ معدنی جوہرون کو اُن اغراض کے لیئے معین کرلین یہ جوہر زیادہ دیرپا مین انہی سے داد و ستد کرنا سب کی نظر مین مسلم ہوگیا ہے اور ان معدنی جوہرون مین سے سونا اور چاندی زیادہ موزون تھے اسلیئے کہ اُن کا حجم چھوٹا ہوتا ہے اور اُن دونون کے اقسام بھی یکسان ہوتے ہین اور بدن انسانی کے لیئے وہ نافع بھی بہت ہین اُن سے آرایش بھی ہوتی ہے تو گویا یہ دونون قدرتی طور پر نقد تھے اور اور معدنی چیزین قرار دینے سے نقد ہو جاتی ہین +

کسبی اصول مین سے زراعت ہے اور چارپایون کو چرانا اور بر و بحر کے مباح مالون معدنیات نباتات حیوانات کا جمع کرنا ہے - یا نجاری آہنگری بوریا بافی وغیرہ کی دستکاریان ہین جن کے ذریعہ سے قدرتی جوہرونکو اِس قابل کر لیتے ہین کہ وہ نفع حاصل کرنے اور اغراض مین استعمال کرنے کے لائق ہو جائین ان کے بعد تجارت پیشہ ہوگیا پھر ملکی مصالح کا سر انجام دینا بھی پیشہ قرار دیا گیا اِسکے بعد اور تمام انسانی ضرورتون کا مہیا کرنا پیشہ ہوگیا لوگ جتنی ترقی کرتے جاتے ہین اور لذائذ اور عیش و آرام کو جتنا زیادہ بڑہاتے جاتے ہین اُسی قدر مطالب کے اطراف و جوانب اور متعلقات روز بروز پھیلتے جاتے ہین ہر شخص کا کسی خاص پیشے سے تعلق دو وجہون سے ہوا کرتا ہے +

(۱) قوتون کی مناسبت سے مثلاً شجاع و دلیر آدمی فنون جنگ کے مناسب ہوتا ہے اور زیرک قوی الحافظہ حساب کتاب کیلیے اور نہایت توانا
باربرداری کیلیے اور مشقت و محنت کے کامون کیلیے (۲) موجودہ اتفاقات کیوجہ سے مثلاً آہنگر کے بیٹے اور ہمسایہ کیلیے آہنگری کا
پیشہ جیسا آسان ہوسکتا ہے دوسرے کیلیے نہین ہوسکتا اور کنارہ دریا کی باشندون کیلیے مچھلی کا شکار جیسا آسان ہوسکتا ہے دوسرے
کیلیے نہین ہے + اکثر لوگ ایسے ہوتے ہین کہ مطالب کے عمدہ طریقونکا اختیار کرنا انکو دشوار ہوتا ہے اسلیے وہ ایسے پیشے اختیار کرلیا
کرتے ہین جو ملک کیلیے ضرررسان ہوا کرتے ہین مثلاً چوری۔ قماربازی + مبادلہ کی بہی صورتین مختلف ہوا کرتی ہین مبادلہ کبھی
شے کا شے سے ہوتا ہے جیسے بیع کہ خرید فروخت اور کبھی کسی شے کو دیکر اسکے بدلے مین منفعت حاصل کرلیا کرتے ہین اسکو مزدوری کہتے ہین
چونکہ ملک کا انتظام بغیر اسکے نہین ہوسکتا ہے کہ لوگونمین باہم ہمدردی اور الفت پیدا ہو اور الفت کا مقتضا ہوتا ہے کہ ضروری
چیزین بغیر معاوضہ کے فیاضانہ طور پر دیجایا کرین اسلیے ہبہ اور عاریت کی صورتین پیدا ہوگئی ہین اور ہمدردی کا مقتضا یہ
بھی ہے کہ حاجتمندان اور فقیرون کی کاربراری کیجائے اسلیے صدقہ اور خیرات کا طریقہ مقرر ہوا ہے +

سلسلۂ اسباب کیوجہ سے سب لوگ یکسان حالتمین نہین ہوتے بعض احمق ہوتے ہین اور بعض کارگذار بعض مفلس اور بعض تونگر
بعضون کو ادنے کامونسے عار آتی ہے بعضونکو کچھ عار نہین ہوتی بعض لوگونپر ورثونکا ہجوم ہوتا ہے اور بعض فارغبال ہوتے
ہین اسلیے ہر ایک کی معاش کا پورا سامان جب ہی ہوسکتا ہے کہ دوسرے کی جانب سے اعانت ہو اور بغیر عقد اور شرائط کے اور بغیر
اسکے کہ سب ملکر ایک طریقہ مقرر کرلین اعانت ہو نہین سکتی اسلیے مزارعت۔ مضاربت۔ شرکت وکیل مقرر کرنا قرار دیا گیا ہے
ضرورتون کیوجہ سے قرض لینا پڑتا ہے ودیعت رکھنی ہوتی ہے اور آسمین تجربے سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگ خیانت۔ انکار سستی کیا
کرتے ہین اسلیے گواہون۔ تحریر دستاویزات رہن۔ کفالت۔ حوالہ کی حاجت ہوا کرتی ہے اور لوگ جتنے خوشحال و آسودہ ہوتے
ہین وتنے ہی معاملتونکے اقسام پھیلتے جاتے ہین اگر تو نہین ہے تم کوئی فرقہ ایسا نپاؤگے جو ان معاملات کا برتاؤ نہ کرتے ہون اور انصاف
اور رحم مین تمیز نہ کرتے ہون۔ واللہ اعلم +

## باب ۲۳ سیاست مدن کے بیان مین۔

سیاست مدن حکمت کے اس حصہ کا نام ہے جسمین ان تعلقات کے حفظان کی کیفیت بیان کیجاتی ہے جو باہم اہالیٔ شہر کے مابین
ہوا کرتے ہین۔ شہر سے وہ جماعتین مراد ہین جو قریب قریب آباد ہون انمین باہم معاملات ہوتے رہین اور جدا جدا مکانونمین بود و باش
رکھتے ہون سیاست مدن مین اصلی امر یہ ہے کہ تعلقات کیوجہ سے شہر گویا ایک شخص ہوا کرتا ہے جسکی ترکیب اجزا اور مجموعی ہیئت سے ہوتی ہے
ہر مرکب چیز مین ممکن ہے کہ اسکے مادہ یا صورتمین کوئی نقصان و خرابی پیدا ہوجائے اسکو کوئی مرض ہوجائے یعنی اسمین ایسی حالت
پیدا ہوجائے کہ نوعی احکام کیلیے کوئی دوسری حالت زیادہ مناسب ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ مرکب صحت کیحالت مین ہے یعنے وہ اپنی ذاتی
رونق اور خوبیونکیوجہ سے مکمل حالت مین ہو۔ چونکہ شہر مین بڑی بڑی جماعتونکا مجمع ہوا کرتا ہے اور یہ ناممکن ہے کہ سب کے سب اسپر
متفق الراے ہوجائین کہ راہ راست کی حفاظت مین مجموعی کوشش کرین اور بغیر کسی ممتاز منصب اور رتبے کے ایک دوسرے کی
روک ٹوک بھی نہین کرسکتا اسسے جنگ و جدل کا اندیشہ ہوتا ہے اسلیے شہر کا پورا انتظام جب ہی ہوسکتا ہے کہ تمام اہل

حل و عقد ایک شخص کو اپنا مقرار دین وہ پر شوکت ہو اعوان و انصار کی ایک جماعت اُسکے ہمراہ ہو۔ جو لوگ نہایت تنگ دل تیز مزاج خونریزی اور غصہ مین بے باک ہونگے اُنکو سیاست کی ضرورت اور ونسے زیادہ ہوگی۔ سیاست مدن مین بڑی خرابی اسوجہ سے ہوتی ہے کہ بدذات لوگون کی ایک جماعت جنکو قوت اور شوکت حاصل ہو نفسانی خواہشون اور راہ راست کے ترک کرنے پر متفق ہو جائے ایسا اتفاق کئی طرح پر ہوتا ہے ✦

(۱) لوگون کے مال و متاع کی طمع سے جیسے راہزن لوگ ✦

(۲) لوگون کو غصہ اور کینے کے سبب سے ضرر رسانی ✦

(۳) ملک اور حکمرانی کی آرزو جسکی وجہ سے لوگون کے جمع کرنے اور جنگ قایم کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور ایسی خرابی کا باعث ظالم شخص کا کسی کو مار ڈالنا یا زخمی کرنا یا زد و کوب کرنا ہے۔ یا کسی شخص کی اہلیہ مین مزاحمت کرنا اُسکی بیٹیون اور بہنون کی ناحق طمع کرنا۔ یا کسی کا مال علانیہ غصب کرنا۔ یا چوری سے لے لینا۔ یا کسی شخص کی بے آبروئی کرنا۔ اُس کو کسی قابل ملامت قبیح امر سے منسوب کرنا۔ یا سختی سے گفتگو کرنا ہے اور نیز اُن کامون سے بھی خرابی ہوا کرتی ہے جو شہر کے لئے مخفی طور پر مضر ہوتی ہین. جیسے سحر زہر خورانی۔ لوگون کو فساد کرنے کی ترغیب و تعلیم دینی۔ بادشاہ کے مقابلے مین رعیت کو اور آقا کی نسبت غلام کو اور شوہر کے حق مین اہلیہ کو مکر و فریب پر آمادہ کرنا اور نیز تمدن کے خلاف وہ خراب عادات ہین جن سے اہم ملکی منفعتین تلف ہو جاتی ہین۔ جیسے کہ لواطت۔ نکاح بالید چار پایون سے مجامعت کرنا۔ یہ سب امور نکاح سے باز رکھتے ہین یا وہ عادات ہین جو فطرۃ سلیم کے مقتضا کے خلاف ہوتے ہین جیسے مرد ہوکر زنانہ پن اختیار کرنا اور عورت کو مردانہ روش اختیار کرنی۔ یا اُن عادات سے بڑے بڑے نزاع پیدا ہوتے ہین۔ جیسے کسی عورت سے کوئی خصوصیت نہو اور چند لوگ اُس سے تعلق پیدا کرکے ایک دوسرے کی مزاحمت اختیار کرین۔ شراب کی کثرت بھی ایسی ہی مذموم عادت ہے اور بعض معاملات ایسے ہوا کرتے ہین جنسے تمدن کو مضرت پہنچتی ہے جیسے قمار۔ دونا دونا سود کھانا۔ رشوت لینا پیمانہ اور وزن مین کمی کرنی۔ کسی جنس مین عیب کو مخفی رکھنا۔ تاجرون سے شہر کے باہر ہی باہر مال خرید لینا۔ غلہ کو بند کر رکھنا۔ خود خریداری کا قصد نہو اور مال کی تعریف کرکرکے دوسرے کو دھوکہ دینے کو قیمت بڑھا دینا اور ایسے ہی باہمی مقدمات ہین جن مین ہر ایک شخص مشتبہ دلیل پیش کرتا ہو اور ان کا صاف صاف حال معلوم نہوتا ہو اسوجہ سے دلایل۔ قسمون۔ دستاویزات۔ قراین۔ واقعات۔ وغیرہ کی ضرورت پڑا کرتی ہے اور راہ راست پر اُن کو لانا پڑتا ہے۔ ترجیح حق کی وجہ ظاہر کرنی پڑتی ہے فریقین کے مکاید وغیرہ معلوم کئے جاتے ہین ✦

اور شہریت کے لئے یہ بھی مضر ہے کہ شہر کے رہنے والے بادیہ نشینی اختیار کرلین یا کسی دوسرے شہر مین جا بسین۔ یا سب ایسے مکاسب پر جھک پڑین جن سے تمدن کو نقصان پہنچے۔ مثلاً زراعت چھوڑکر

سب تجارت پیشہ ہوجائین - یا اکثر لوگ لڑائی کا پیشہ اختیار کرلین - مناسب یہی ہے کہ زراعت پیشہ لوگ بمنزلہ غذا کے قرار دیے جائین اور دستکار - تاجر - محافظین ملک - بجائے نمک کے سمجھے جائین - جن سے گویا غذا کی اصلاح ہوجاتی ہے - مضرور ندون اور موذی پرندون کا بھی پلنا باعث ابتری ہوتا ہے انکے نکالنے کی بھی کوشش ہونی چاہئے اور شہر کی پوری حفاظت اُن عمارتون کے بنانے سے ہوتی ہے جن مین سب کا مشترک نفع ہو - مثلاً شہرپناہین - سرائین - قلعجات - سرحدین - بازار پلین وغیرہ اور ایسے ہی کنوون کا کھدوانا چشمون کا نکالنا کشتیون کا دریا کے کنارے پر فراہم کرنا - ہے اور نیز سوداگرون کو مانوس و مالوف کرکے اِسپر آمادہ کرنا کہ باہر سے اجناس وغیرہ لائین - شہر والون کو سمجھا دینا کہ مسافرون سے خوش معاملگی کرین - اسکی وجہ سے سوداگرون کی آمد رفت زیادہ ہوتی ہے زراعت پیشہ لوگون کو اسپر آمادہ کرنا کہ کوئی زمین کاشت سے چھوٹی نہ رہے - دستکارون پر تاکید کرنا کہ چیزون کو عمدہ اور خوب مضبوط بنائین شہر والون کو فضائل کے تحصیل پر آمادہ رکھنا - علم خط حساب تاریخ طب اور سپہ گری کے عمدہ عمدہ طریقون کی تکمیل کروانا - اور یہ بھی ضرور ہے کہ شہر کے تمام حالات کی اطلاع ملتی رہے تاکہ مفسد اور خیراندیش کا حال معلوم ہوتا رہے اگر کسی محتاج کا حال معلوم ہو تو اعانت ہوسکے - اگر کوئی عمدہ دستکار ہے تو اُس سے مدد لی جائے اور اِس زمانے مین شہرون کی ویرانی کے دو بڑے باعث ہین ✦

(۱) لوگون نے بیت المال کو تنگ کردیا - غازیون اور اُن علما کی جن کا بیت المال مین حق ہے اور اُن شعرا زہاد وغیرہ کی جن کے ساتھ سلاطین مسلوک ہوا کرتے ہین یہ عادت ہوگئی ہے کہ اُنھون نے اپنا طریق معاش بیت المال کو سمجھ رکھا ہے یہ لوگ کوئی خدمت نہین کرتے اُن کا گذارہ بیت المال سے ہوتا ہے ✦

اسلئے یکے بعد دیگرے یہ لوگ بڑھتے جاتے ہین اور باعث تنفس ہوکر شہر پر ایک بار سا ہوجاتے ہین ✦

(۲) وجہ مزارعین اور سوداگرون اور پیشہ ورون پر بڑے بڑے ٹکس مقرر کرنا ویرانی کا بڑا باعث ہے اسکی وجہ سے فرمانبردار لوگون کا استیصال ہوجاتا ہے اور جن لوگون کو قوت ہوتی ہے وہ درپے بغاوت ہوجاتے ہین - تمدن کی اصلاح خفیف لگان سے اور بقدر ضرورت محافظین ملک کے قایم کرنے سے ہوتی ہے اہل زمانہ کو اِس نکتہ سے واقف رہنا چاہیئے - واللہ اعلم ✦

## باب ۲۴ بادشاہونکی سیرت مین -

بادشاہ کے لئے ضروری ہے کہ پسندیدہ اخلاق سے موصوف ہو ورنہ وہ شہر پر بار ہوجاویگا - اگر اُس مین شجاعت نہوگی تو وہ اپنے مخالفون سے پورا مقابلہ نہ کرسکیگا - رعیت اُس کو ذلت کی آنکھ سے دیکھیگی - اگر اُس مین حلم کی صفت نہوگی تو وہ سطوت سے اُن کو برباد کردیگا اگر حکیم نہوگا تو مناسب تدابیر کو مستنبط نہ کرسکیگا بادشاہ کو چاہیئے کہ عقلمند بالغ آزاد مرد ہو - ذی عقل ہو - بینا شنوا اور گویا ہو - لوگ اُس کی اور اُس کے

خاندان کے اعزاز کو تسلیم کرتے ہون - اُس کے آبا و اجداد کے عمدہ فضائل کو لوگ دیکھ چکے ہون - اور خوب جانتے ہون کہ بادشاہ مصالح ملکی کی پاسبانی مین کسی قسم کی کوتاہی نہین کرتا - یہ سب امور عقل کے ذریعہ سے معلوم ہوتے مین اور تمام فرقون نے اُس پر اتفاق کیا ہے - اُن کے شہرون مین کیسا ہی کیون نہو اور وہ کسی ہی مذہب کے کیون نہون اسلیئے کہ وہ خوب جانتے مین کہ بادشاہ کے مقرر کرنے سے جو مصلحت مقصود ہے وہ بغیر امور بالا کے مکمل نہین ہو سکتی - اگر بادشاہ اُن امور مین فروگذاشت کریگا تو لوگ اسکو خلاف مقصود جانینگے اور اُس سے بیزار ہو جائینگے اور اگر خاموش بھی رہینگے تو درپردہ اُن کی طبیعتون مین غصہ بھرا رہیگا - اور بادشاہ کو مناسب ہے کہ اپنی رعایا کے دلون مین اپنے اعزاز کو پیدا کرے اور پھر اعزاز باقی رکھنے کا اہتمام کرے مناسب تدبیرون سے اُن امور کا تدارک کرتا رہے جو اُس کی شان کے منافی ہون اور اُس سے سرزد ہون - جو بادشاہ اپنے جاہ و مرتبے کو قائم رکھنا چاہے اُس کو چاہئے کہ اُن اعلےٰ ترین اخلاق سے اپنے آپ کو پیراستہ کرے جو اُس کے رتبہ ریاست کے شایان ہون مثلاً شجاعت و حکمت سے فیاضی سے زیادتی کرنیکی حالت مین معافی عام منفعت کے اہتمام مین اُن کرتبون کا لحاظ رکھے جن کو کہ صیاد وحشی جانورون کے صید کرنے مین کیا کرتا ہے - صیاد جب ریگستان مین جاتا ہے تو آہوؤن کو دیکھ کر اُن صورتون کو سوچتا ہے جو آہوؤن کی طبیعتون اور عادتون کے مناسب ہوا کرتے مین اُنہین صورتون کے لیئے وہ آمادہ ہوتا ہو پھر دور سے اُن کے سامنے ظاہر ہوتا ہے اُن کی آنکھون اور کانون کیطرف سے نگاہ کو نیچا کر لیتا ہے - آہوؤن کیجانب سے جب اُس کو ذرا سا بھی کھٹکا معلوم ہوتا ہے تو فوراً جم کر ایسا کھڑا ہو جاتا ہے جیسے پتھر ذرا بھی حرکت نہین ہوتی - اور جب اُس کو کسی قدر غافل پاتا ہے تو نہایت نرمی اور آہستگی سے آگے کو بڑھتا ہے - کبھی اُس کو نغمہ سے خوش کرتا ہے کبھی اُس کے سامنے ایسا چارہ ڈالتا ہے جس کو وہ بہت پسند کرتا ہو اور بادشاہ خود بھی بالطبع فیاض ہو - فیاضی سے اُس کی غرض لوگون کا صید کرنا نہو - نعمتون سے منعم کی محبت دلون مین پیدا ہوتی ہے اور محبت کی زنجیر آہنی زنجیر سے زیادہ سخت ہوا کرتی ہے ایسے ہی جو شخص اپنے آپ کو لوگون کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہے تو اُس کو مناسب ہے کہ ایسا لباس گفتگو ادب اختیار کرے جس کی جانب لوگون کے دلون کو کشش ہو - اور آہستہ آہستہ اُنسے قریب ہوتا جائے اور اخلاص و محبت کو بغیر لاف و گزاف کے اُنپر ظاہر کرے کوئی ایسا قرینہ نہو جس سے وہ سمجھ جائین کہ یہ مہربانیان صرف اُن کے شکار کرنے کو مین اور خوب اُن کی دل نشین کر دے کہ اُس کا مثل اُن کے حق مین ناممکن ہے اور جب تک لوگون کے دلون مین اُس کی فضیلت اور فوقیت خوب بیٹھ نجائے برابر اسی کوشش مین اُس کو رہنا چاہئے - یہان تک کہ وہ اپنی آنکھون سے دیکھ لے کہ اُن کے سینون مین بادشاہی محبت اور تعظیم بھر گئی ہے اُن کے اعضا مین نیازمندی اور فروتنی سرایت کر گئی ہے اب بادشاہ کو ان سب امور کی نگرانی چاہئے - کوئی امر ایسا پیش نہ آئے جس کی وجہ سے اُن کی حالت مین

کوئی تبدیلی پیدا ہو۔ اگر بالفرض کوئی کوتاہی پیش بھی آجائے تو فوراً اُس کا تدارک کردے ہم پر لطف و احسان
کرے اور ظاہر کردے کہ جو کچھ عمل میں آیا ہے بمقتضائے حکمت عملی آیا ہے۔ یہ اُن کے فائدے کے
لئے ہوا ہے نہ مضرت کے لئے اور اِن سب امور کے بعد بادشاہ کو اپنی فرمانبرداری ثابت کرنے کے لئے
یہ بھی ضروری ہے کہ سرکشوں سے انتقام لے جس شخص کا اُس کو حال معلوم ہو کہ اُس نے جنگ میں
یا خراج وصول کرنے یا کسی اور تدبیر میں کوئی کارنمایاں کیا ہے تو اُسے زیادہ داد و دہش کرے اُسکے مرتبہ کو بلند
کرے اور کشادہ پیشانی کے ساتھ اُس سے پیش آئے اور جس شخص کی خیانت تخلف نافرمانی بادشاہ کو معلوم
ہو اُس کے وظیفہ کو گھٹا دینا چاہئے اُس کے مرتبے کو کم کر دینا چاہئے اُس سے ترشروئی کرنی چاہئے اور
بادشاہ کو بہ نسبت عام لوگوں کے زیادہ تو خرچ کی بھی ضرورت ہے اور بادشاہ کو مناسب ہے کہ لوگوں کو
بیہودہ تنگ نہ کرے۔ مردہ میتوں کا زندہ کرنے پر اُن کو مجبور نہ کرے اور دور جانب کی حمایت اور حفاظت
نہ کر دالے۔ اور اگر کسی سے نہایت سختی کرے۔ تو پہلے اہل حل و عقد کو ثابت کر دے۔ کہ یہ اسی کا
مستحق ہے مصلحت کلی اسی کی مقتضی ہے اور بادشاہ کو چاہئے کہ اُس میں نہایت فراست کا مادہ ہو
دلوں کے راز سمجھ سکتا ہو۔ اُس میں ایسی زیرکی ہو کہ اُس کے گمان ایسے ٹھیک ہوں جیسا کہ کسی چیز
کو دیکھ رہا ہے یا سن رہا ہے۔ اور بادشاہ کے لئے ضرور ہے کہ ضروری امر کو کل پر نہ چھوڑے اور اگر رعیت
میں سے کسی کو ایسا پائے کہ اُس کے دل میں بادشاہ کیجانب سے عداوت ہو تو جب تک اُس کو برہم
نہ کر دے اور اُس کی طاقت کو ضعیف نہ کر دے اُس کو تسلی نہو واللہ اعلم +

## باب ۳۵ - اپنے اعوان و انصار کی سیاست کے بیان میں۔

بادشاہ خود ان تمدن کی مصلحتوں کا کارپرداز نہیں ہو سکتا ہے اسلئے ضرور ہے کہ ہر ایک کام کے
لئے اُس کے پاس معاون ہوں۔ معاونین میں یہ شرط ہے کہ اُن میں امانت کی صفت ہو اور جو خدمت
اُن کے متعلق کی گئی ہے وہ اُس کی بجا آوری کر سکیں اور بادشاہ کے ظاہر و باطن میں فرمانبردار
اور مخلص ہوں جس معاون میں یہ صفت نہو وہ معزول کرنے کے لائق ہے۔ اگر بادشاہ اُس کے
معزول کرنے میں سستی کرےگا تو گویا وہ اپنے ساتھ بددیانتی کریگا اور اپنی حالت کو خراب کر دیگا اور
یہ بھی مناسب ہے کہ ایسے لوگوں کو اپنا معاون نہ بنائے جن کا معزول کرنا دشوار ہو یا قرابت وغیرہ
کے سبب سے وہ ملکی حقدار سمجھے جاتے ہوں اسلئے کہ ایسے لوگوں کا معزول کرنا بھی نازیبا ہوا کرتا ہے
اور بادشاہ اپنے مخلصین کی بخوبی تمیز رکھے بعض لوگ تو کسی بیم یا امید کے لئے اخلاص ظاہر کیا کرتے
ہیں ایسے لوگوں کو کسی حیلہ اور ذریعے سے اپنی طرف مائل رکھنا چاہئے اور بعض بے غرضانہ بادشاہ
کے مخلص ہوا کرتے ہیں بادشاہ کا نفع اُن کا نفع اور اُس کا نقصان اُن کا نقصان ہوا کرتا ہے ایسے

لوگون کی محبت صاف بے غل وغش ہوتی ہے ہر شخص کی ایک خاص پیدایشی طبیعت اور ایک خاص عادت ہوتی ہے جس کا وہ عادی ہوا کرتا ہے اور بادشاہ کو یہ بھی مناسب ہے کہ ہر شخص کی حیثیت اور حالت سے زیادہ خدمت کی توقع نہ رکھے۔ معاونین کی خدمتین مختلف ہوا کرتی ہین انمین سے ایک حصہ مخالفین کی شر سے ملک کی پاسبانی کرتا ہے اُن کی ایسی مثال ہے جیسے کہ بدن انسانی مین ہاتھ ہتھیارون کو تھامے ہوئے۔ اور ایک حصہ شہر کی تدابیر کا منتظم رہتا ہے جیسے بدن انسان مین مدبر قوتین اور ایک حصہ ملکی مشیرون کا ہوتا ہے جیسے آدمی کے لئے عقل اور حواس۔ بادشاہ کا فرض ہے کہ روزانہ معاونین کی حالت کو دریافت کرکے تمام واقعات اصلاح اور خرابی کو معلوم کرتا رہے اور چونکہ بادشاہ اور تمام کارکن شہر کی مفید خدمتون مین مصروف رہتے ہین اسلئے شہر کو اُن کی مصارف کی کفالت کرنی چاہئے اور ضرور ہے کہ وہ ٹیکس اور خراج جمع کرنے مین ایسا راہ راست اختیار کیا جاوے جس مین لوگون کو ضرر نہ پہنچے اور حوائج کے لئے کافی ہو جائے اور یہ مناسب نہین ہے کہ ہر شخص اور ہر ایک مال سے ٹیکس وصول کیا جائے اور تمام مشرقی اور مغربی قومون کے سلاطین نے خاص لحاظ کرکے اتفاق کیا ہے کہ مالدارون اور پیشہ ورون سے محصول وصول کیا جائے اور اُن مالون سے جو ترقی پذیر ہین جیسے نسل والے چہارپائے اور زراعت و تجارت اگر کبھی زیادہ خراج لینے کی ضرورت ہوتی ہے تو پیشہ ورون سے وصول کیا جاتا ہے اور بادشاہ کا یہ بھی فرض ہے کہ لشکرون کی سیاست اس طرح کرے جیسے ایک ماہر شہسوار گھوڑے کی درستی کرتا ہے وہ ہر ایک قسم کی چال پویہ دوڑ قدم سے واقف ہوتا ہے گھوڑے کے تمام بُرے عادات توسنی وغیرہ کو بخوبی جانتا ہے چابک للکارنے مہمیز وغیرہ سے گھوڑے کی بخوبی تنبیہ کرنے کو سمجھتا ہے اور خوب اِن امور کا لحاظ رکھتا ہے جب کوئی ناپسندیدہ حرکت وہ کرتا ہے یا پسندیدہ حرکت کو ترک کرتا ہے تو اُس کو اسطرح تنبیہ کرتا ہے کہ اُس کی طبیعت اُس کو قبول کرلیتی ہے اور جس سے اُس کی تندی فرو ہو جاتی ہے اِس تنبیہ مین شہسوار کو یہ لحاظ رہتا ہے کہ اُس کی طبیعت پریشان نہو جائے اور جس وجہ سے اُس کو مارا ہے اُس کو نہ سمجھ سکے اور جس امر کو وہ گھوڑے کے سامنے پیش کرتا ہے اُس کی صورت گویا اُس کے سامنے کھڑی کر دیتا ہے اور خوب اُس کے دل مین بٹھا دیتا ہے اور اُس کی طبیعت مین سزا کا خوف جما دیتا ہے اور جب غرض کے موافق اُس سے بخوبی کام ہونے لگتے ہین تو وہ اُس کی مشاقی کو جب تک ترک نہین کرتا کہ جب تک یہ نہین دیکھ لیتا کہ اغراض مطلوبہ اُس کی طبیعت اور عادت ہوگئی ہین اور اُس کی یہ حالت ہوگئی ہے کہ اگر روک ٹوک نکی جائیگی تو خلاف اغراض کیطرف میلان نکریگا ایسے ہی لشکرون کے منتظم پر بھی یہ ضرور ہے کہ مقصود طریقون کو خوب پہچان سکے کہ کون کون سے امور کرنے کے قابل ہین اور کون سے امور نکرنے کے لایق اور ان امور سے بھی واقفیت ہو کہ جنسے لشکریون کو متنبہ کرتے ہین اور منتظم کو چاہئے کہ ان امور کو کبھی ترک نہ کرے اور

معاونین کی تعداد محدود نہین ہے شہر کی جتنی ضرورتین ہوتی ہین اُن ہی کے موافق معاونین کی تعداد ہوا کرتی ہے کبھی اُس کی ضرورت ہوتی ہے کہ ایک کام کے لئے دو معاون ضروری ہوتے ہین اور کبھی دو خدمتون کے لئے ایک ہی معاون کافی ہوتا ہے لیکن اصلی معاون پانچ قسم ہوتے ہین اول قاضی۔ قاضی مین یہ اوصاف ہونے چاہئین کہ آزاد ہو مرد بالغ اور عاقل ہو پوری طرح پر اپنی خدمت کو انجام دے سکے معاملات کے طریقون سے اچھی طرح واقف ہو اُن کو دونئے خوب واقف ہو کہ اثناے خصومت مین مدعی مدعا علیہ کیا کرتے ہین اُس مین صفت سختی اور حلم کی ہو اور دونو پر خوب غور کرے اور دوسرا امیر لشکر۔ امیر لشکر کو چاہئے کہ سامان جنگ اور دلیر طبع اور شجاعت پیشہ لوگون مین باہم الفت قایم رکھے اور خوب جانتا ہو کہ ہر شخص کو کہان تک نفع پہنچ سکتا ہے لشکرون کی ترتیب جاسوسون کے مقرر کرنے کی کیفیت اُس کو خوب معلوم ہو اور مخالفین کی کیدون سے بخوبی آگاہ ہو۔ اور تیسرا منتظم شہر۔ منتظم شہر کا تجربہ کار ہونا چاہئے جو شہر کی درستی اور خرابی کے طریقون سے خوب واقف ہو اُس مین سختی کے ساتھ حلم بھی ہو اور ایسے خاندان کا ہو جو ناپسندیدہ امر کو دیکھ کر خاموش نہ رہ سکتے ہون اور منتظم شہر کو یہ بھی مناسب ہے کہ ہر قوم کے لئے اُنھی مین سے ایک نقیب مقرر کرے جو اُس قوم کے حالات سے پورا واقف ہو اس نقیب کی ذریعہ سے اُس قوم کے تمام حالات منتظم رہ سکتے ہین اور اُس قوم کی حالت کی دار و گیر اُس نقیب کی ذریعہ سے کی جا سکتی ہے اور چوتھا عامل۔ عامل کو چاہئے کہ مالونپر محصول لینے کی کیفیت سے واقف ہو اور یہ جانتا ہو کہ مستحق لوگونپر اُس آمدنی کو کیسی تقسیم کر سکتے ہین اور پانچوان وکیل۔ جو بادشاہ کے تمام اُن امور کا متکفل ہو جو اُس کے معاش کے متعلق ہین اسلئے کہ بادشاہ احوال ملکی کیوجہ سے اپنی اصلاح معاش کیطرف توجہ نہین کر سکتے +

## باب ۲۶ - منافع چہارم کے بیان مین۔

یہ حکمت کا وہ حصہ ہے جس مین شہرون کے حکام اور بادشاہون کی حکمرانی کا بیان کیا جاتا ہے اور اُن تعلقات کے محفوظ رکھنے کی کیفیت بیان کی جاتی ہے جو مختلف اقالیم کے باشندون کے مابین ہوا کرتے ہین۔ جب ہر ایک بادشاہ اپنے اپنے شہر پر بالاستقلال حکومت کرتا ہے ہر ایک کو مالی حصہ ملتا ہے دلیر طبع لوگون کی جماعتین اُس سے آملتی ہین تو مزاجون کے اختلاف اور استعدادون کی یکسان حالت نہونے سے اُن مین جور و تعدی کا مادہ آجاتا ہے اور رہنمائی کے راستے کو ترک کر کے ایک دوسرے کے شہر چھین لینے کی طمع کرتے ہین جزئی خیالات اس کے باعث ہوتے ہین مثلاً کسی کو مالی خواہش ہوتی ہے کسی کو اراضی کے یا صرف تنگ و حسد کے سبب سے اُن مین باہمی رنجشین پیدا ہو کر نوبت جنگ و جدال کی آیا کرتی ہے جب باہم بادشاہون مین یہ خرخشے بڑھتے رہتے ہین اسلئے ان امور کی اصلاح کے لئے خلیفہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ خلیفہ سے

ایسا شخص مراد ہے جسکے قبضہ مین اتنی لشکر اور سامان ہون کہ دوسرے شخص کا اُس سے ملک لینا بغیر لڑے
ناممکن کے ہو ایسے شخص سے ملک کو لینا جب ہی ممکن ہوتا ہے کہ نہایت درجہ کوشش اور محنت کیجائے بہت
سی جماعتین متفق ہون بکثرت مال صرف کیا جائے ایسا اہتمام لوگون سے نہین بن پڑتا عادۃً ایسا ہونا ناممکن
ہے جب خلیفہ قرار پاجاتا ہے اور ملک مین اپنی عمدہ سیرت کا وہ عملدرآمد کرتا ہے اور تمام زبردست لوگ اور بادشاہ
اُس کے فرمان پذیر ہوتے ہین تو خدا کی نعمت کامل ہو جاتی ہے شہرون اور لوگون مین خاموشی پیدا ہوجاتی
ہے اُن مضرتون کے دور کرنے کے لئے جو لوگون کو درندہ طبیعتون سے پہنچتے ہین کہ اُن کے مالون کو وہ تاخت
تاراج کرتے ہین اُن کی اولادون کو اسیر کرلیتے ہین اُن کے ننگ ناموس کی پردہ دری کرتے ہین خلیفہ کو
جنگ کرنے کی ضرورت پڑا کرتی ہے - اسی ضرورت کیوجہ سے بنی اسرائیل نے اپنے نبی سے کہا تھا -
**ابعث لنا ملکا نقاتل فی سبیل اللہ** (ہمارے لئے ایک بادشاہ کو بھیجو تاکہ ہم خدا کی راہ مین لڑین) ابتدأ
جب نفسانی خواہشون یا درندون کی سیرت پیدا کرلینے سے لوگون کی حالت خراب ہو جاتی ہے اور وہ
ملک مین خرابیان پیدا کرتے ہین تو بلاواسطہ یا انبیا کے ذریعے سے خدا سبحانہ الہام فرماتا ہے کہ ایسے لوگون کا
رعب داب اٹھایا جائے اور اُن مین جو بالکل قابل اصلاح نہو وہ قتل کردیا جائے اس قسم کے لوگ نوع انسانی
مین ایسے ہوتے ہین جیسے کوئی عضو اکال (گلنے) کی بیماری سے ماؤف ہو جائے - **لولا دفع اللہ الناس
بعضہم ببعض لہدمت صوامع وبیع** (اگر خدا لوگون کو بعض لوگون کے ذریعہ سے دفع نکرے تو
تمام کلیسا اور عبادت خانے منہدم کردئے جائین) مین اسی ضرورت کیطرف اشارہ کیا گیا ہے اور اسی
لئے خدا نے فرمایا ہے **وقاتلوہم حتے لاتکون فتنۃ** (اُن سے جب تک لڑو کہ کوئی فتنہ برپا نہو) اور
خلیفہ بغیر مالی طاقت اور لوگون کی زبردست جماعتون کے بادشاہون سے مقابلہ کرکے اُن کے رعب
داب کو اٹھا نہین سکتا ہے اور اُن امور کے لئے ضرور ہے کہ خلیفہ اُن اسباب سے واقف ہو جو جنگ
وصلح کے مقتضی ہوا کرتے ہین خراج اور جزیہ لگانے کے طریقون کو جانتا ہو اُس کو اس مین تامل کرنا چاہئے
کہ مقابلے سے کیا مقصود ہے کسی ظلم کا دفع کرنا ہے یا ناپاک درندون کی سی طبایع کا تباہ کرنا جن کی اصلاح
سے بالکل مایوسی ہو یا اُن لوگون کے رعب وداب کو گھٹانا جو ناپاکی مین پہلونکی نسبت کم درجے کی ہین یا
کسی قوم مفسد ملک کی قوت کو اس طرح توڑنا کہ اُن کے مدبر سردار قتل کردئے جائین یا اُن کے مالون اور
اراضی کی ضبطی کی جائے یا رعیت کا رخ اُن سے پھیر دیا جائے خلیفہ کو یہ زیبا نہین ہے کہ کسی غرض کے
حاصل کرنیکے لئے اس سے زیادہ سخت اور مشکل امر مین پھنس جائے مثلاً مالی فوائد کے لئے اپنے رفقا کی
ایک عمدہ جماعت کو فنا کردے خلیفے کا فرض ہے کہ لوگون کے دلون کو اپنی طرف پھیرے ہر ایک کی نفع
رسانی کا اندازہ رکھے اور ہر شخص کی جو حالت ہے اُس سے زیادہ کسی پر اعتماد نکرے اور رؤسا اور
دانشمند لوگون کی بلندی مرتبہ کا خیال رکھے اور ترغیب اور تخویف سے اُن کو لڑائی پر آمادہ کرتا رہے اور

ابتدائی حالت مین اس کا اہتمام رکھے کہ ماتحت بادشاہوں کی جماعت متفرق رہے انکو غلبہ ہونے نہ پاوے ان کے
دل خائف رہین حتی کہ وہ سب کے سب حضوری مین دست بستہ رہین اور اپنے لئے کچھ منصوبہ نہ کر سکین جب ایسا بنانی
مین انپر کامیابی ہو جائے تب لڑائی سے پہلے اپنے کمانے خوب ان کا اندازہ کرے اگر اب بھی اس کو اندیشہ
ہو کہ فساد سے باز نہ آئینگے تو ان پر گران خراج بٹھا جائے سخت جرمانے سے ان کو زیر بار کرتا رہے ان کے
قلعوں کو مسمار کرے ان کو اسباب جبر کر دے کہ پھر آئندہ ایسی حرکت نہ کر سکے اور چونکہ خلیفہ ایک ایسے مزاج
کا محافظ ہوتا ہے جو نہایت مختلف خلطوں سے حاصل ہوا کرتا ہے اسلئے بہت ضرور ہے کہ وہ خود بیدار طبع ہو
وہ ہر طرف جاسوسون کو بھیجتا رہے اور ہمیشہ فراست اور دور بینی سے کام لیتا رہے جہان کہین دیکھے کسی
لشکر کی ایک جماعت نے اتفاق کر لیا ہے تو فوراً ایک دوسری جماعت کو متعین کرے کہ ان سے نہ مل
سکین اور اگر کسی شخص کو دیکھے کہ خلافت کا خواہان ہے تو اس کی جان اور اس کی شوکت اور عافیت
کے زائل کرنے مین تامل نہ کرے اور سب لوگون کے لئے یہ طریقہ قرار دے کہ سب اس کے حکم کو قبول کرین
اور اس کے احکام پر متفق رہین بصورت زبانی ہی قبول نہو بلکہ قبول کی ظاہری علامت ایسی ہو جس
سے رعایا پروری ظاہر کی جائے مثلاً اسکے لئے متفق ہو کر دعا مانگتے رہین بڑے بڑے مجمعون مین اس کی رفعت
شان کا اظہار ہو اور جیسے لباس اور ہیئت کا خاص خاندان اس کو دل سے اختیار کرین جیسے فی زماننا
سکہ کا اشرفیون پر نام کندہ ہوتا ہے واللہ اعلم

## باب ۲۷ اس بیان مین کہ اصول منافع پر سب لوگونکا اتفاق ہے -

اقالیم معمورہ کے شہرون مین سے کسی شہر کا معتدل المزاج عمدہ اخلاق قومون مین سے کوئی قوم حضرت آدم علیہ السلام
کے عہد سے لے کر روز قیامت تک ان تدابیر منافع سے خالی نہین رہی اور ہر ملک کی مختلف زبانون مین درجہ بدرجہ ان تدابیر کے
اصول سب کے نزدیک مسلم چلے آئے مین جو شخص ان تدابیر کی مخالفت کرتا ہے لوگ اس سے نہایت
بیزاری ظاہر کرتے ہین اور چونکہ وہ نہایت مشہور ہو گئی ہین اسلئے بدیہی امور کے درجہ مین سمجھی جاتی ہین ان
تدابیر کی صورتون اور فروعات کے اختلاف سے بیان بالا کی تکذیب نہین ہوتی اسلئے کہ مثلاً سب کا
اتفاق ہے کہ مُردون کی عفونت دور کیجائے اور انکی برائی ظاہر نہو لیکن اس کی صورت مین لوگ مختلف
ہین بعض زمین مین دفن کرنا پسند کرتے ہین بعض آگ مین جلانے کو اچھا خیال کرتے ہین سب اس پر
متفق ہین کہ نکاح کی شہرت دیجائے تاکہ حاضرین کے سامنے اس مین اور زنا مین تمیز ہو جائے لیکن اس
کے لئے مختلف صورتین قرار دی گئی ہین بعض نے گواہون اور ایجاب و قبول اور ولیمہ کو بہتر سمجھا ہے اور
بعض نے دف اور رنگ و راگ اور لباس فاخرہ کو جو کہ صرف بڑی بڑی دعوتون مین ہی پہنا جاتا ہے سب
اسپر متفق ہین کہ زانیون اور چورون پر زجر اور توبیخ کی جائے بعض نے سنگساری اور ہاتھ کا قطع کرنا پسند کیا ہے

بعض نے تکلیف دہ زدوکوب یا سخت قید یا سخت سخت جرمانون کی سزا اختیار کی ہے اور نیز دوقت کے گروہون کے ان اصولون کے مخالف ہونے سے ہمارے قول کی تردید نہین ہوتی +

(۱) احمق لوگون کے مخالفت جن کی حالت چارپایون سے ملتی جلتی ہے عام لوگ یقیناً جانتے ہین کہ اُن کے مزاج ناقص اور اُن کی عقلین بیہودہ ہوتی ہین و ایسے لوگون کی بلاہت اس ہی سے معلوم ہوتی ہے کہ وہ ان تدابیر نافع کے پابند نہین ہوا کرتے +

(۲) فاسق و فاجر اگر اُن کا دل ٹٹولا جائے تو صاف ظاہر ہو جائیگا کہ وہ ابیرنا فع کے معتقد ہین لیکن یہ نفسانی خواہشین غالب ہو جاتی ہین جو اُنسے نافرمانیان کروانی ہین وہ خوب سمجھتے ہین اہم گنہگار ہین اور لوگون کی بیٹیون اور بہنون سے زنا کرتے ہین اور اگر کوئی اُن کی بہو بی یا بہن سے ایسی حرکت کرے تو غصے سے کانپنے لگین وہ خوب جانتے ہین کہ لوٹ مار اُن ہیون کا وہی اثر ہوتا ہے جو شہر ہوتا ہے اور ایسے ایسے اثرون اور امور کا ہونا انتظام تمدن کے لیئے مضر ہے لیکن خواہش اُن کو اندھا کر دیتی ہے چوری اور غصب کا بھی یہی حال ہے یہ خیال نہ کرنا چاہئے کہ لوگون نے بلاوجہ ان تدابیر پر اتفاق کر لیا ہے اور سب کی تدابیر کا یکسان ہونا محض اتفاقی امر ہے جیسے کہ تمام اہل مشرق و مغرب ایک ہی غذا اختیار کرین یہ خیال محض دھوکہ ہے یہ نہین ہے بلکہ سلیم فطرت فیصلہ کرتی ہے کہ سب لوگون کا ان امور پر اتفاق کرنا حالانکہ اُن کے مزاج مختلف اُن کے شہر دور دور اور اُن کے مذاہب جدا جدا ہین صرف قدرتی مناسبت سے ہے جو نوعی صورت سے پیدا ہوتی ہے تمام آدمیون نے کثیر الوقوع ضرورتون کیوجہ سے اُن کو اختیار کیا ہے اور صحت نوعی اُس کی باعث ہوتی ہے جو لوگون کے مزاجون مین پڑی ہوئی ہے اگر کوئی شخص بیابان مین پیدا ہو جو اطراف آبادیون سے دور ہو اور کسی سے وہ مراسم نہ سیکھے تو ضرور ہے کہ اُس کو کھانے پینے تشنگی خواہش نفسانی کی حاجتین عارض ہونگی اور عورت کی رغبت بالطبع اُس مین پیدا ہوگی اور جب مرد عورت کا مزاج صحیح ہوگا تو ان سے اولاد بھی پیدا ہوگی اور خاندان کی بنا پڑنے لگیگی اور پھر باہم معاملات ہونے لگینگے اور تدابیر اولی منتظمہ صورت مین ظاہر ہونے لگینگی اور جب اُن کی اور بھی کثرت ہوگی تو ضرور ہے کہ کامل الاخلاق لوگ بھی اُن مین ہونے لگینگے اور ایسی واقعات پیش آنے لگینگے جن سے تمام تدابیر متحقق ہوتی جائینگی + واللہ اعلم +

## باب ۲۷ - اُن رسمون کے بیان مین جو لوگونمین مشتہر ہوتی ہین

معلوم کرنا چاہئے کہ رسمین تدابیر کے لیئے ایسی ہین جیسے بدن انسان کے لیئے دل مذاہب نے اُن کا بالذات اور سب سے پہلے قصد کیا ہے اور شرایع الٰہیہ مین اُنہین کے مباحث اور اشارات ہوا کرتے ہین رسمون کے پیدا ہونے کے بہت سے اسباب ہین مثلاً حکما کا اُن کو مستنبط کرنا اُن دلون پر خدا کا الہام جن کو انوار ملکی سے خدا نے موید کیا ہے - رسومکے مختلف اسباب ہوتے ہین جن کے سبب سے

وہ لوگون مین پھیلتی ہین کبھی کسی بڑے بادشاہ کا طریقہ ہوتا ہے جسکے سب لوگ مطیع ہوتے ہین اور کبھی وہ اُن امور کی تفصیل اور تشریح ہوتی ہین جن کو لوگ اپنے دلون مین موجود پاتے ہین اور اپنی دلی شہادت سے اُن کو قبول کر لیتے ہین اور کبھی رسم کے چھوڑنے سے اُن کو غیبی سزا ملنے کا تجربہ ہوتا ہے اسلیئے وہ نہایت اہتمام سے اختیار کر لیتے ہین یا اُن کے ترک کرنے سے کوئی فساد پیدا ہوتا ہے یا رسما عقلمندون کے قایم کرنے سے وہ پیدا ہوتی ہین ایسے لوگ اُن رسمون کے ترک کرنے پر ملامت کیا کرتے ہین اہل بصیرت کو طریقون کے زندہ کرنے یا اُن کو مردہ کرنے سے اکثر شہرون مین نظایر بالا سے تصدیق کرنے کی توفیق اکثر حاصل ہوجایا کرتی ہے +

اور مستعمل طریقے اپنے اصلی حالت مین درست ہوتے ہین اسلیئے کہ اُن سے عمدہ تدبیر کی حفاظت ہوتی ہے اور اُن کے ذریعے سے انسان کو کمال نظری یا عملی حاصل ہوتا ہے اور اُن کے نہونے سے اکثر لوگ بہائم طبع ہو جاتے ہین اکثر آدمی نکاح و معاملات مقصود طریقے کے موافق کرتے ہین اور جب اُن سے اسکا سبب پوچھا جاوے کہ اُن قیدون مین کیون پھنسے ہوئے ہین تو وہ یہ جواب دینگے کہ ہم لوگون کی موافقت سے ایسا کرتے ہین اُن کی نہایت کوشش کا نتیجہ اُن امور کی پابندی کے متعلق ایک علم اجمالی ہوتا ہے کہ جس کو صاف طور پر اُن کی زبان بیان نہین کرسکتی تو اُس کا کیا احتمال ہے کہ اُن امور کی تدابیر کی وہ تمہید بیان کرسکین ایسے لوگ اگر ان طریقون کی ضروری پابندی نہ کرین تو تقریبًا وہ بہائم صفت ہوجاوینگے لیکن ان رسومات مین کبھی کبھی باطل چیزین بھی شامل ہوجاتی ہین اور لوگون کو اُن کے عمدہ ہونے کا شبہ ہوجاتا ہے اسطرح پر کہ ایسے خاندان کو کبھی ریاست حاصل ہوجاتی ہے جن پر جزئی رائین غالب ہون تو وہ کلی مصلحتون کا خیال نہ کرین اسلیئے درندگی اور غضب وغیرہ درندون کے سے کام کرنے لگین یا نفسانی خواہشون کے موافق کام کرین جیسے لواطت اور مردون کا زنانہ بن یا پر ضرر پیشے اختیار کرین یا خواری کرین اور وزن پیمانہ مین کمی کرین یا لباس در لبیون مین ایسے عادات اختیار کرین جن مین فضولی اور اسراف ہو اور اُن اشیا کے موجود و مہیا کرنے مین بڑے اہتمام کی ضرورت پڑے یا تفریح کے لیئے اپنے شوق بڑھائین جنکے سبب سے امور معاش و معاد معطل ہوجائین جیسے مزامیر شطرنج شکار کبوتر بازی وغیرہ یا مسافرون پر پر مشقت محصول مقرر کرین اور رعیت سے ایسے خراج وصول کرین جس سے وہ تباہ ہوجائے یا باہم حرص و بغض زیادہ کرلین اُن کو یہ عمدہ معلوم ہوتا ہو کہ لوگون سے ایسا برتاؤ کرین اور اُس کو ناپسند کرتے ہین کہ اور لوگ اُن سے ایسا معاملہ کرین ایسے لوگون کے مرتبے اور شوکت کیوجہ سے کوئی شخص اُن پر حرف گیری نہ کرسکتا ہو اُن کے بعد اُسی خاندان کے فاسق و فاجر لوگ ایسے اعمال کی پیروی کرین اُن اعمال مین مدد دین اُن کے پھیلانے مین خوب کوشش کرین یا ایسے لوگ پیدا ہون کہ جن کی طبیعتون مین نہ اعمال صالحہ کا قوی میلان ہو نہ اعمال فاسد

کا لیکن دوسا ہی کی حالت دیکھ دیکھ کر اُن مین بھی اُن ہی امور کی آمادگی پیدا ہو جائے یا عمدہ راستے ہی اُن کو باسانی نہ مل سکین اسواسطے وہ ایسے امور کو اختیار کرلین ایسے خاندانون کی اخیر حالت مین بھی ایسے لوگ باقی رہا کرتے ہین جن کی فطرتین درست ہوتی ہین وہ اُن سے میل جول نہین رکھتے اور ضعفے کی حالت مین خاموش رہتے ہین ایسی خاموشی سے بھی مذموم طریقے مستحکم ہوتے رہتے ہین ایسی حالت مین کامل العقل لوگون کا فرض ہے کہ حق کے پھیلانے وجاری کرنے مین باطل چیزون کے نابود کرنے مین پوری کوشش کرین اکثر حق کی تائید کے لئے نزاعون اور لڑائیون کی نوبت بھی آتی ہے لیکن یہ نزاعین تمام نیک کامون مین سے افضل ہوا کرتی ہین اور جب رہنمائی کے طریقے خوب منعقد ہوجاتے ہین اور ہر زمانے مین لوگ اُن کو تسلیم کرتے ہین تو انہی پر اُن کی موت زندگی ہوتی ہے اور دل اور خیالات اُن طریقون سے مملو ہوتے ہین اور وہ سمجھ لیتے ہین کہ یہ طریقے اصل تدبیرون کے لئے لازم ہین ایسی حالت مین اُن کی نافرمانی ایسے ہی لوگ کرتے ہین جن کی طبیعتون مین بہت ہی بے باکی ہوتی ہے اور وہ سبک حرکات ہوتے ہین اور اُن کی نفسانی خواہشین اُن پر غالب ہوتی ہین اور ہوا پرستی اُن کی عادت ہوجاتی ہے وہ ایسی نافرمانیان تو کرتے ہین لیکن یہ خوب جانتے ہین کہ ہم گنہگار ہین مصلحت کلی مین اور اُن مین ایک پردہ حائل ہوجاتا ہے اور جب وہ کام بے باکانہ طور پر کرتے ہین تو اُن کی نفسانی مرض کی کیفیت صاف صاف معلوم ہوتی ہے اور اُن کے ذہن مین رخنہ پڑجاتا ہے اور جب خوب صاف صاف یہ باتین دل مین قرار پاجاتی ہین تو ملاء اعلےٰ کی دعائین اور اُن کی نیاز مندیین اُس طریقے کے موافقین کے لئے باعث ہوتی ہین اور اُن کے مخالفون پر اُن کی بددعا ہوتی ہے اور حظیرۃ القدس مین موافق کے لئے خوشنودی اور مخالف کے لئے ناخوشی ظاہر ہوتی ہے جب اُن طریقون کی یہ حالت ہوتی ہے تو وہ اُس فطرت سے شمار کئے جاتے ہین جس پر خدا نے لوگون کو پیدا کیا ہے ؁

# چوتھا مبحث سعادت کے بیان مین

## باب ۲۹ - سعادت کی حقیقت کے بیان مین -

معلوم کرنا چاہئے کہ انسانی کمالات مختلف ہین بعض باقتضاے صورۃ نوعی ہوتے ہین اور بعض نوعی نہین اور وہ بھی جنس قریب یا بعید کے اقتضاے ہوتے ہین لیکن سعادۃ کا وہ حصہ جن کے مفقود ہونے سے انسان کو مضرت ہوتی ہے اور درست عقل کے لوگ اُس کا نہایت اہتمام اور قصد کرتے ہین وہ پہلا حصہ نوعی کمالات کا ہے اسلئے کہ عادۃً تعریف کے قابل کبھی ایسی صفات ہوتی ہین کہ معدنی اجسام بھی اُس مین شریک ہین مثلاً درازی قد اور بزرگی قد اگر سعادۃ اسی کو قرار دین تو پہاڑون مین سعادت کی صفت پوری پوری ہونی چاہئے اور بعض صفات ایسے ہین کہ وہ نباتات مین بھی ہوتے ہین جیسے

مناسب نشو ونما و بار بار تر و تازہ ہونا ہیں اگر اس کو سعادت کہینگے تو پھولون مین کامل سعادت ہوگی اور بعض
صفات ایسی ہین جن مین حیوانات شریک ہین جیسے زور آوری بلند آوازی جفتی کی طاقت زیادہ کھانا
پینا غضب اور کینہ کا زیادہ ہونا اگر انہی کا نام سعادت ہو تو گدھے مین سعادت زیادہ ہونی چاہئے اور
بعض صفات ایسے ہین کہ صرف انسان ہی کا وہ حصہ ہے جیسے مذہب اخلاق عمدہ تدابیر اعلیٰ قسم
کی صنعتین علمی رتبہ بادی الراے مین یہی معلوم ہوتا ہے کہ انہین کا نام سعادت ہے یہی وجہ ہے
کہ تمام انسانی طبیعتون مین کامل العقل اور درست راے لوگ انہاین اوصاف کو حاصل کیا کرتے ہین
اور اس کے علاوہ اور اوصاف کو زیادہ قابل تعریف ہی نہین سمجھتے لیکن ابھی تک پوری تنقیح نہین
ہوئی اسلئے کہ تمام اخلاق حیوانات مین ان اوصاف کی اصل موجود ہے مثلاً شجاعت کی بنیاد ہے غصہ انتقام
لینا شدائد مین ثابت قدمی مہلکات کیطرف اقدام اور یہ سب امور بہائم مین موجود ہین لیکن ان
واقعات سے [illegible] ہو جاتا ہے کہ نفس ناطقہ کے فیضان سے انمین تہذیب آتی ہے اور مصلحت
کلیہ کی طاقت سے ان کا صدور ہوتا ہے عقلی خواہش ان کو پیدا کرتی ہے اور ایسے ہی اور صفتون کی
اصل بھی حیوانات مین موجود ہے چڑیا اپنے آشیانے کو بناتی ہے بلکہ اکثر صنعتین ایسی ہین کہ حیوانات بالطبع
ان کو بناتے ہین اور انسان تکلف سے بھی ویسی نہین بنا سکتا ہے تو اس مین کچھ شک نہین کہ یہ امور بھی
اصلی سعادت نہیں ہو سکتے بلکہ ان کو بالعرض سعادت کہہ سکتے ہین۔ اور سعادت یہی ہے کہ بہیمی حالت
نفس ناطقہ کے تابع ہو خواہش عقل کے تابع ہو خواہش پر عقل کی حکومت ہو باقی سب خصوصیات لغو ہین
معلوم کرو کہ حقیقی سعادت سے جن امور کو تعلق ہے وہ دو قسم کے ہین ایک قسم ایسی ہے جس مین پیدائشی
طور پر نفس ناطقہ کا فیضان امور معاش مین ہوتا ہے لیکن اس قسم کے خاص مطلوب کا پوری طرح پر حاصل
ہونا ممکن نہین ہے اِس قسم کے مرتبہ افعال کے لئے جزئی فکرون مین اکثر خوض کرنا پڑتا ہے اور یہی
حالت کمال مطلوب کے خلاف ناقص شخص کی ہوا کرتی ہے جیسے کہ کوئی شخص غصہ اور کشتی کے جوش
دلانے سے شجاعت حاصل کرنا چاہے یا عرب کے اشعار اور خطبون کی واقفیت سے فصیح بننا چاہے اسلئے
کہ اخلاقی امور کا ظہور اپنے ہمجنسون کی مزاحمتون سے ہوتا ہے اور ضرورتون کے پیش آنے سے منافع حاصل
ہوا کرتے ہین اور آلات و مادہ سے صنعتون کی تکمیل ہوا کرتی ہے اور یہ سب امور دنیوی زندگی کے ختم
ہو جانے سے طے ہو جایا کرتے ہین اگر وہ ناقص اسی حالت مین مرجائیگا اور اس کو ان امور سے کچھ بیزاری
بھی ہوگی تب تو وہ صرف اصلی کمال سے ہی محروم رہیگا اور اگر ان تعلقات کی صورتین نفس کو پہنچی ہونگی
تو نفع سے زیادہ اس کو مضرت ہوگی +

اور دوسرا حصہ وہ ہے جس کی بہیمیت ملکیت کے تابع ہو کہ بہیمیت ملکیت کے اشارہ سے
سب امور کی بجا آوری کرے اور اسی کے رنگ سے رنگین ہو جائے اور قوۃ ملکی ایسی ہو کہ بہیمیت کے ادنے

اثرون کو قبول نہ کرسکے اُس کے کمینہ نقوش اُس مین نہ جم سکین جیسے موم مین انگشتری کے نقوش جم جاتے ہین اور اُس کا طریقہ یہہ ہے کہ ملکی طاقت اپنی ذاتی خواہشون کو بہیمیت کے سامنے پیش کر کے اُس سے مطالبہ کرتی رہے اور بہیمیت اُس کی اطاعت کرے کسی قسم کی بغاوت اُس کی جانب سے نہو اُن کی تعمیل سے باز نہ رہے اور ایسے ہی ملکی طاقت اپنی خواہشون کا بہیمیت سے مطالبہ کرتی رہے حتی کہ وہ اُس کی عادی ہوکر مشاق ہوجائے یہ سب ملکی خواہشین جو ملکیت کے لیئے ذاتی ہونگی اور بہیمیت کو بمجبوری اُن کی تعمیل کرنی ہوگی وہ سب اِس قسم کی ہونگی کہ اُن مین ملکیت کو خوشی اور کشایش ہوگی اور بہیمیت کی تنگ دلی اِس سے عالم الملکوت کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے اور جبروت کی کیفیت نظر آنے لگتی ہے یہ حالتین قوت ملکی کا خاصہ ہین اور قوت بہیمی کو اُن حالات سے نہایت بعد ہوتا ہے اور اسی قسم مین سے ہے کہ قوت بہیمی کی خواہشین وہ اُس کے لذائذ اور وہ موجین کا جوش بہیمیت مین زیادہ شوق ہوا کرتا ہے ترک کردیجائین اِس حصے کا نام عبادات اور ریاضات ہے یہ آن مقصود اخلاق کے حاصل کرنے کے لئے دام ہے جو موجود نہین ہوتے اسلیئے اِس مقام کی تحقیق کا انجام یہ ہوا کہ بغیر عبادات کے اصلی اور حقیقی سعادت حاصل نہین ہوسکتی اسی لئے صورت نوعیہ کے روشندان سے مصلحت کلی افراد انسانی کو ندا کرتی ہے اور نہایت تاکیدی حکم کرتی ہے کہ بقدر ضرورت اُن صفات کی اصلاح کیجائے جو انسان کے لئے کمال ثانی ہین اور غایت ہمت اور نہایت توجہ سے تہذیب نفس حاصل کیجائے اور نفس ایسی ایسی ہیئتون سے آراستہ و پیراستہ کیا جاوے جن کی وجہ سے وہ ملاء اعلے کے ہمرنگ ہوجاوے اُس مین ایسی استعداد پیدا ہوجاوے کہ عالم جبروت و ملکوت کے اثر اُس مین پیدا ہوسکین قوت بہیمی اُس کے زیر فرمان رہے اور وہ ملکی احکام کا مظہر بنجاوے افراد انسانی مین جب نوعی تندرستی ہوتی ہے اور اُن کا مادہ احکام نوع کے پوری طرح پر ظاہر ہونے کے قابل ہوتا ہے تو اُن مین اِس سعادت کے حاصل کرنے کا شوق ہمیشہ رہتا ہے اور اِس سعادت کیطرف اُن کی کشش ایسی ہوتی ہے جیسے لوہے کی مقناطیس کیطرف یہ ایک جبلی فطری امر ہے جو خدا نے لوگون کی طبیعت مین پیدا کیا ہے اور اسیواسطے لوگون مین سے معتدل المزاج کوئی فرد ایسا نہین ہوا جس مین ایسا عظیم الشان حصہ موجود نہو جو اس کو اس خلقی کمال کے حاصل کرنے کا اہتمام نہو اور اُس کو اعلے ترین سعادت تسلیم نکرتا ہو سلاطین اور حکما اور اُن سے پست درجہ کی لوگ جانتے ہین کہ ایسے لوگون کو اُن مقاصد پر کامیابی ہوئی ہے جن کا درجہ دنیوی سعادت سے برتر ہے یہ لوگ فرشتون مین مل گئے ہین اُن ہی کی جماعت مین منسلک ہوئے ہین حتے کہ یہ سب لوگ اُن سے برکت لیتے ہین اور اُن کے ہاتھ پاؤن پر بوسہ دیتے ہین پس تمام عرب اور عجم کا اِسپر متفق ہونا حالانکہ اُن کے عادات اور مذاہب مختلف ہوتے ہین اور اُن کے وطن دور دراز ہوتے ہین اور بوحدت نوعی سب کا ایک ہی حالت کا مقر

ہونا پیدائشی اور فطرتی مناسبت کے سبب سے ہے یہ اتفاق کچھ بعید نہیں ہے اسلئے کہ معلوم ہو چکا ہے کہ قوت ملکی اصل فطرت انسانی میں موجود ہے اور سب لوگوں میں افضل اور اعلےٰ درجے کے لوگ ایسے ہی ہوتے ہیں واللہ اعلم -

## باب ۱۲ - اس بیان میں کہ لوگ اس سعادت انسانی کے حاصل کرنیمیں مختلف ہوا کرتے ہیں -

معلوم کرنا چاہئے کہ جیسے لوگ شجاعت اور تمام اخلاقی اوصاف میں مختلف ہوا کرتے ہیں یعنے ایسے لوگ ہوتے ہیں کہ جن میں شجاعت کا بعض موجود نہیں ہوتا اور کسی ایسی مخالف حالت کی وجہ سے جو اُن کی نفس طبیعت میں ہوتی ہے شجاعت کے حاصل ہونے کی امید ہی نہیں ہوتی جیسے کہ مخنث اور نہایت کمزور اور بعض لوگوں میں بالفعل شجاعت نہیں ہوتی لیکن شجاعت کے مناسب افعال اور اقوال اور مناسب ہیئتوں کی مشاقی کے بعد اُن کے شجاع ہونے کی امید ہو سکتی ہے جب شجاع لوگوں سے وہ اُن اقوال اور افعال کو حاصل کرتے ہیں اور پیشوایان شجاعت کے تذکرے اور واقعات کو یاد کرتے ہیں تو سختیوں میں ثابت قدمی ہلاکی کے موقعوں پر اُن سے اقدام ہونے لگتا ہے اور بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ اصلی خلق اُن کی طبیعت میں پیدائشی ہوتا ہے ہمیشہ وہ اُس کی لاف زنی کرتے ہیں اگر اُس خلق سے اُن کی طبیعت روکی جائے تو اُن کو بہت تنگ دلی ہوتی ہے اور ناگواری سے وہ خاموش رہ سکتے ہیں اور اگر اُن کی پیدائشی حالت کے مناسب کوئی حکم دیا جاوے تو اُن کی ایسی حالت ہو جاتی ہے جیسے گندھک شعلہ آتشین کے قریب پہنچتے ہی فوراً مشتعل ہو جاوے اور بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ اُن میں نہایت کامل طور پر کسی خلق کی پیدایش ہوتی ہے وہ اُس کے مناسب اُس ہی کی خواہشوں کی طرف عجلت کرتے ہیں اگر اُن کو بزدلی کی طرف بزور بلائیں تو وہ بالطبع اُس کو قبول نہیں کرتے بغیر کسی رسم و رواج اور بغیر کسی دوسرے کی خواہش کے اُن کو اس خلق کے سے کاموں اور ہیئتوں کا کرنا آسان ہوتا ہے ایسا آدمی اُس خلق کا امام ہوا کرتا ہے اُس کو کسی اور امام کی حاجت نہیں ہوا کرتی ہے اور جو لوگ اس خلق میں اُس سے کم درجہ کے ہوتے ہیں انہیں ضرور ہوتا ہے کہ اُس کے طریقے کو مضبوطی سے اختیار کریں اور اُس کی حالتوں اور واقعات کو اہتمام سے یاد کرتے ہیں تاکہ اُن کو وہ اخلاقی کمال حاصل ہو سکے جسکی توقع ہو سکتی ہے ایسے ہی لوگ اس خلقی حالت میں مختلف ہوتے ہیں جس پر اُن کی سعادت کا مدار ہے بعض میں وہ حالت ایسی مفقود ہوتی ہے جس کی درستی کی امید ہو ہی نہیں سکتی جسکو حضرت خضر نے مارڈالا اعتقادہ بالطبع کافر تھا صم بکم عمی فہم لایرجعون میں اسکی ہی طرف اشارہ ہے اور بعض لوگوں میں اصلاح کی امید ہوتی ہے لیکن جب وہ سخت سخت ریاضتیں کریں اور اعمال پر مداومت کریں نفس اُن اعمال سے متاثر ہوتا رہے اسکے لئے انبیا کی جوش و ہمت دعوت اور اُن کے منقول شدہ طریقوں کی

ضرورت ہوتی ہے اِسقدر کم لوگ اکثر ہوا کرتے ہین بعثت انبیا کے لئے بالذات یہی لوگ مقصود ہوا کرتے ہین اور
بعض لوگون مین اجمالی طور پر خلق کیحالت موجود ہوتی ہے اُن سے اُس خلق کے اثر ظاہر ہوا کرتے ہین لیکن
وہ تفصیلی امور مین اور اُس خلق کے مناسب اکثر ہیئتون کے درست کرنے مین الہام کے محتاج ہوتے ہین
یکاد زیتہا یضیٔ ولو لم تمسسہ نار (قریب ہے کہ اُس کا روغن روشن ہو جائے اگرچہ اُس کو آگ بھی نہ لگے)
مین اسی مرتبہ کی طرف اشارہ ہے اِن لوگون کو سُبّاق کہتے ہین اور لوگون مین ایک طبقہ ایسا ہے وہ اِس
خلق کے کمالات کو مرتبہ فعلیہ مین لا سکتے ہین اس کی مناسب ہیئتون کو اختیار کرتے ہین اور خلق کے جو
مین جو کمی ہو اُس کے حاصل کرنے کی اور جو موجود ہو اُس کے باقی رکھنے کی کیفیت کو اختیار کرتے ہین اسیے
کسی رہبر اور امام اور کسی کی دعوت کے وہ ناقص کو پورا کرتے ہین وہ بمقتضاے فطرت جیسا جیسا کہ عمل
کرتے رہتے ہین تو اُن کے اس عمل درآمد سے ایسے قانون منتظم طور پر مرتب ہو جاتے ہین جو لوگون میں باقی
رہتے ہین اُن کو لوگ اپنا دستور العمل کر لیتے ہین جیسے آہنگری اور درودگری وغیرہ تمام لوگون کو یہ بات
حاصل نہین ہوتی ہے کہ وہ اپنے بزرگون کے منقول شدہ طریقون کا استعمال [illegible]
نسبت تم کیا خیال کر سکتے ہو جن کی رہنمائی صرف انہین لوگون کو ہوتی ہے جن کو خدا نے توفیق دی ہے
اِس بات سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیا کے اور اُن کے طریقون کی پیروی کے لئے اُن کے حالات و اختیار کی طرف
متوجہ ہونے کی کیسی شدید ضرورت ہے واللہ اعلم +

## باب ۴۱ - اِس سعادت کی حاصل کرنے کی کیفیت لوگون مین مختلف ہوتی ہے

معلوم کرو کہ یہ سعادت دو طرح پر حاصل ہوتی ہے ایک طریقہ ایسا ہے کہ گویا اُس مین بہیمی طبیعت سے بالکل
علیحدگی اور آزادگی کرنی پڑتی ہے ایسے حیلے اور ذرایع اختیار کئے جاتے ہین جنسے طبعی حکومتین خاموشی
پیدا ہو جاتی ہے اُن کا جوش بجھ جائے اُن کے علوم اور حالات بالکل پژمردہ ہو جائین اور عالم جبروت
کیطرف جو تمام جہتون سے علیحدہ ہے اُس کی کامل توجہ ہو جائے نفس اُن علوم کو قبول کرنے لگے جو مکان
اور زمانے سے بالکل علیحدہ اور جدا ہین اور ان لذتون کی خواہش اُس مین پیدا ہو جائے جو مالوف لذتون
سے بالکل علیحدہ ہین حتی کہ لوگون سے ملنا جلنا ترک کر دیا جائے اُن کی مرغوبات سے بے رغبتی ہو اُن کے
خوف کرنے کی چیزون سے بے خوفی ہو تمام لوگون سے ایک دور نفسا رہے یہ علیحدگی ہو حکماے
اشراقین کا بھی مدعا ہوتا ہے اور صوفیہ کرام مین سے مجذوبون کی بھی یہی حالت ہوتی ہے انہین سے
بعض لوگ انتہاے غایت تک پہنچ بھی جاتے ہین لیکن ایسے لوگ بہت کم ہوا کرتے ہین اور باقی لوگ
اُس غایت کے اشتیاق ہی مین رہتے ہین اسکے منتظر ہوتے ہین کہ اُس مین بہیمیت کی اصلاح ہو جایا کرتی ہے
اُس کی کجی دور کر دی جاتی ہے لیکن اُس کی اصل حالت باقی رہتی ہے یہ اِسطرح پر ہوتا ہے اور یہ کوشش

کیجاتی ہے کہ نفس ناطقہ کے افعال و ہیئتین اور اذکار وغیرہ کی قوت بہیمی ایسی ہی نقل کرتی رہے جیسے گونگا آدمی لوگون کے اقوال کی اپنے اشارون سے نقل کرتا ہے اور کوئی مصور نفسانی حالات خوف اور شرمندگی وغیرہ کی ایسی ایسی صورتون سے نقل کرتا ہے کہ ان حالات کے ساتھ ساتھ نظر آیا کرتی ہین اور جب عورت کا بچہ مرجاتا ہے وہ اس کا غم ایسے کلمون اور دردمندی سے ظاہر کرتی ہے کہ اس کو جو سنتا ہے اسپر غم طاری ہوجاتا ہے اور غم کی صورت اس کے سامنے کھڑی ہوجاتی ہے اور چونکہ تدبیر الٰہی کا مقتضا یہ ہے کہ پہلے بہت قریب اور سہل حالت اختیار کرنی چاہیئے اور رفتہ رفتہ جو اس کے قریب ہو اور ان امور کی درستی ہو جائے جو تمام افراد انسان کے لئے موزون ہو سکین نہ صرف چند صورتون کے لئے اور ان کی مصلحتین قائم کیجائین ان دونون مین سے کسی انتظام کی برہمی نہ ہو اسی لئے لطف و رحمت الٰہی کا مقتضا ہے کہ اس دوسرے طریقہ کے قائم کرنے اور اس کی طرف دعوت اور آمادہ کرنے کے لئے پیغمبرون کو مبعوث کیا وہ پہلے طریقے کیطرف بھی رہبری کرتے ہین لیکن صرف ضروری اشارات اور ضمنی اظہارات سے ۔ حجۃ اللہ البالغۃ ؎

اسکی تفصیل یہ ہے کہ پہلے حالات انہین لوگون سے بن پڑتے ہین جن مین لاہوتی کشش زیادہ ہو اور ایسے لوگ بہت کم ہوتے ہین ان حالتون کے لئے نہایت سخت ریاضتون کی نہایت درجہ فراغ خاطر کیضرورت ہوا کرتی ہے انکے انجام دینے والون کی تعداد کم ہوتی ہے ان حالتون کے رہبر اور امام وہی لوگ ہوتے ہین جنہون نے امور معاش کو بالکل ترک کردیا ہو دنیا مین دعوت دین کا ان کو منصب حاصل نہین ہے اور نیز اس حصہ کی تکمیل بغیر اسکے نہین ہوتی کہ دوسرے حصے کا مقبول مجموعہ بھی پیش نظر رکھا جائے اور نیز اس حصہ سے ایک نہ ایک سعادت سے حرمان ہوگا یا دنیوی تدبیر کی اصلاح نہوگی یا آخرت کے لئے نفس کی اصلاح نہوگی اگر سب لوگ اسی حصہ کو اختیار کرلین تو دنیا ویران ہوجائیگی اور اگر لوگون کو ان احکام کی تکلیف دیجائے تو گویا تکلیف بالمحال ہوگی اسلئے کہ تدابیر نافعہ ایک فطری شے ہوگئے ہین جن کے بغیر کوئی چارہ ہی نہین اور دوسرے طریقے کے رہنما اور امام فہیم اور مصلحین ہوتے ہین دین اور دنیا کی ریاست انکو حاصل ہوتی ہے ان کے دعوت دینی کو لوگ قبول کرتے ہین انکے طریقہ کا اتباع کیا جاتا ہے سابقین اور اصحاب الیمین کے کمالات اسی تعلیم مین منحصر ہوتے ہین اور اس قسم کے لوگ بھی کثرت سے موجود ہوا کرتے ہین ذکی اور غبی اور مشغول اور بیکار بغیر حرج کے ان امور کو عمل مین لاسکتے ہین اور نفس کی درستی اس کی بھی رفع کرنے کے لئے ان تکالیف سے بچنے کے لئے جنکا معاد مین اندیشہ ہے اس قدر بندہ کے لئے کافی بھی ہے اسلئے کہ ہر نفس کے لئے ملکی افعال مقرر ہین جن کے ہونے سے اس کو آخرت مین آرام ملتا ہے اور ان کے نہونے سے اسکو تکلیف ہوتی ہے اور تجرد کیحالت مین جب عالم قبر اور حشر پیش آئیگا تو ان کے احکام اسطرح ظاہر ہونگے جن کا علم انکو جبلی طور پر نہوگا اگرچہ وہ ایک زمانہ کے بعد ہونگے **شعر**

ستبدی لک الایام ما کنت جاهلاً ۔۔۔ ویأتیک بالاخبار من لم تزود

دشتیچپر زمانہ وہ حالات ظاہر کردیگا جن کی تجکو خبر بھی نہ تھی اور تیرے پاس خبرون کو وہ شخص لائیگا جن کے لئے
تونے توشہ طیار نہ کیا تھا) یعنے وہ قاصد جس کو تونے قاصدی کیلئے روانہ نہ کیا تھا - اور حاصل یہ ہے کہ خیر و سعادت
کے لئے تمام طریقون کو پوری طرح پر احاطہ کرنا قریب محال کے ہے اور جہل بسیط اُس سے مضر نہین ہے واللہ اعلم

## باب ۲۳ - اُن اصول و قواعد کے بیان مین جو دوسرے طریقہ کیلئے مدار اور مرجع ہین -

معلوم کرنا چاہئے کہ دوسرے طریقے کے موافق سعادت کا حاصل کرنا بہت سی صورتون سے ہوتا ہے لیکن خلاصہ پچھلے
فصل سے تجکو سمجھایا ہے اور انکی انتہا چار خصلتون پر ہوتی ہے کہ جب نفس ناطقہ کا قوت بہیمی پر فیضان ہوتا ہے
اور نفس ناطقہ اُس کو اپنی مناسب حالتون پر مجبور کرتا ہے تو اُس مین یہ اوصاف پیدا ہوجاتے ہین انسان کے
تمام حالات مین سے اُن اوصاف کو ملاء اعلےٰ سے زیادہ ہمرنگی ہے انہین اوصاف کیوجہ سے انسان اُس بہتر
جماعت سے ملحق ہوجاتا ہے اور انہین مین منسلک ہوجاتا ہے خدا نے مجکو سمجھایا ہے کہ انبیا کی بعثت انہین وصفون
کے لئے ہوئی ہے انہین پر وہ لوگون کو مستعد کرتے ہین تمام شرعی امور انہین کے تفصیل ہین سب کی انتہا انہین
کیطرف ہوتی ہے اُن مین سے ایک وصف طہارت اور پاکیزہ زندگی کا ہے اسکی حقیقت یہ ہے کہ جب آدمی کی فطرت
سلیم ہوتی ہے اسکا مزاج صحیح رہتا ہے اُسکا دل تمام سفلی مشاغل سے جو تدبیر کے لئے ہوتے ہین خالی ہوتا ہے
تو ایسی حالت مین جب اُس کو پلید چیزون سے آلودگی ہوجاتی ہے یا اُس کو بول و براز مثلاً حاجت
ہوتی ہے اور اُسے فراغ نہین ہوتا یا وہ مجامعت اور اُس کی دواعی سے قریب ہی فارغ ہوتا ہے تو اُس کا
دل ایک انقباض کیحالت مین ہوتا ہے اور تیرہ رنگی اور غم سا طاری ہوتا ہے اور اپنے آپ کو وہ نہایت نقصان
مین پاتا ہے اور جب دونو قسم کی نجاستین دور ہوجاتی ہین اور اپنے بدن کو ملتا ہے اور غسل کرتا ہے اور اچھے
کپڑے بدل کر خوشبو لگاتا ہے تب اُس کا انقباض دور ہوجاتا ہے اور بجاے اُسکے بہجت و خوشی معلوم
ہوتی ہے یہ لوگون کی نمایش کے لئے یا اُن کی رسمون کی پابندی کی وجہ سے نہین ہوتا بلکہ صرف نفس ناطقہ
کے اثر سے ہوتا ہے پہلی حالت کو حدث کہتے ہین دوسری کو طہارت اور جو لوگ ذکی ہین اور احکام نوعی مین انکی صحت
سلامتی ظاہر ہوتی ہے اور اُن کا مادہ صورت نوعیہ کے احکام کو قادرانہ طور پر عمل مین لاسکتا ہے اُن کی نظر مین
ہر ایک حالت دوسرے سے بخوبی متمیز ہوتی ہے وہ ایک کو بالطبع پسند کرتے ہین اور دوسرے سے ناخوش
رہتے ہین غبی لوگون کا بھی یہ حال ہے کہ جب کسی قدر قوت بہیمی اُن کی کم ہوجاتی ہے اور پاکیزگی اور
علٰحدگی کا اثر اُنپر پڑتا ہے اور ان دونو کیفیتون کے پہچاننے کی کسی قدر اُن کو فرصت مل جاتی ہے تو وہ بھی
اُن دونون کو پہچان سکتے ہین اور ایک کو دوسرے سے تمیز کر لیتے ہین اور سب روحانی صورتون مین سے
ملاء اعلے کیحالت سے مشابہت اِس طہارت اور پاکیزگی کی صفت کو ہے اُن کو بھی تمام بہیمی آلودگیون سے
علٰحدگی رہتی ہے اور ہمیشہ اپنی نورانی کیفیت سے اُن مین بہجت رہتی ہے اِسی طہارت کے سبب سے

نفس مین قوت عملی کے کمالات کی استعداد پیدا ہوتی ہے اور جب حدث کی کیفیت انسان مین جم جاتی ہے اور چارون
طرف سے احاطہ کرلیتی ہے تو آدمی مین شیطانی وسوسون کے قبول کرنے کا مادہ حاصل ہوجاتا ہے وہ شیاطین کو
حس مشترک کے سامنے دیکھتا ہے اُس کو پریشان خوابین نظر آتی ہین اور نفس ناطقہ کے قُرب مین تاریکی سے
ظاہر ہوتی اور ملعون اور کمینہ حیوانات کیصورتین نظر پڑتی ہین اور جب آدمی کو پاکیزگی کی پوری قدرت ہوتی ہے
اور کیفیت اُس کو احاطہ کرلیتی ہے اُس کے لئے وہ متنبہ رہتا ہے اور اُسی کا میلان طبیعت مین ہوتا ہے
تو اُس مین فرشتون سے الہامات قبول کرنے کی اور اُن کے دیکھنے کی استعداد پیدا ہوجاتی ہے وہ عمدہ عمدہ
خوابین دیکھتا ہے انوار اُس کے سامنے ظاہر ہوتے ہین اور نہایت پاکیزہ اور پُربرکت اور بزرگ چیزین اُسکو
نظر آتی ہین اور دوسری صفت خدا کے حضور مین اپنی عاجزی اور نیاز ظاہر کرنا ہے اُس کی حقیقت یہ ہے کہ
آدمی کو اپنی سلامتی اور فراغ حال کے زمانے مین جب خداتعالیٰ کی نشانیان اور صفتین یاد دلائی جاوین اور
وہ خوب طرح سے ان مین غور کرے تو نفس ناطقہ کو بیداری حاصل ہوتی ہے اور تمام حواس و بدن اُن کے سامنے
عاجزی کو اظہار کرتے ہین اور وہ حیرت زدہ سا ہوجاتا ہے اور عالم قدس کیجانب اپنا میلان پاتا ہے اور ایسی
حالت ہوجاتی ہے کہ جیسے بادشاہون کے مقابلے مین اپنی عاجزی دیکھ کر اور اُن کا استقلال بخشش اور
منع کرنے مین معلوم کرکے رغبت کیحالت ہوتی ہے یہ حالت بھی تمام روحانی حالتون کی نسبت ملاء اعلےٰ سے
نزدیک تر اور زیادہ مشابہ ہے وہ بھی اپنے خالق کیطرف متوجہ رہتے ہین اور اُس کی جلال اور تقدس مین سراپا حیرت
اور مستغرق ہوتے ہین اسیوجہ سے یہ حالت نفس کو آمادہ کرتی ہے کہ اُس کے کمالات علمی ظاہر ہون یعنے
اس مین خدا کی معرفت منقش ہوجاوے اور خاص طرح سے اُس بارگاہ کیساتھ ایک اتصال ہوجاوے اگرچہ
عبارت سے اس اتصال کا پورا بیان نہین ہوسکتا اور تیسری صفت سماحت ہے اور اُس کی حقیقت یہ ہے کہ نفس
اِس درجہ کو پہنچ جائے کہ قوت بہیمی کی خواہشون کی اطاعت نہ کرے اُس کے نقش اُس مین نہ جم سکین اور
اُس قوت کا چرک اُس سے نہ مل سکے یہ کیفیت جب پیدا ہوتی ہے کہ جب نفس امور معاش مین مصروف ہوتا ہے
عورتون کی اُس مین خواہش پیدا ہوتی ہے اور لذات کا عادی ہوتا ہے یا کسی غذا کا اُس کو شوق ہوتا ہے تو
اُن اغراض کے حاصل کرنے مین اتنی کوشش کرتا ہے کہ اپنی حاجت کو پورا کرلے اور ایسے ہی جب وہ غصہ ہوتا
ہے یا کسی چیز کی حرص کرتا ہے تو وہ اُس کیفیت مین کسی قدر مستغرق ہوجاتا ہے دوسری چیز کیطرف نظر اُٹھاکر
نہین دیکھتا پھر یہ حالت دور ہوجانے کے بعد اگر اُس مین سماحت کی قوت ہوتی ہے تو وہ ان تنگیون سے
ایسا نکل جاتا ہے کہ گویا اُس مین کبھی نہ تھا اور اگر اُس مین قوت سماحت کی نہین ہوتی تو وہ کیفیتین اُس
مین اپنا جال پھیلا دیتی ہین اور جیسے موم مین انگشتری کے نقوش جم جاتے ہین ایسے ہی وہ کیفیتین بھی
اُس مین جم جاتی ہین اور وہ کشادہ دل اور صاحب سماحت جب اپنے بدن سے جدا ہوتا ہے اور تمام تاریک اُمور
مجتمع تعلقات سے اُس کو سبکدوشی ہوتی ہے اور اپنی موجودہ حالت کیطرف رجوع کرتا ہے تو کوئی چیز ملکی

قوت کی مخالف جو کہ دنیا مین تھین نہین پاتا اسیواسطے اُس کو ایک حالت انس و اطمینان کی حاصل ہو جاتی ہے اور
نہایت فراخ عیش ہوتا ہے اور حریص طمع شخص مین ان تعلقات کے نقوش ایسے ہی جمے رہتے ہین اس کی
مثال ایسی سمجھو جیسے کسی کا کوئی نفیس اور عمدہ مال چوری ہو جاوے اگر وہ شخص سخی ہوتا ہے تو اُس کو کچھ
اُس چوری کی پرواہ نہین ہوتی اور اگر وہ تنگ دل ہوتا ہے تو دیوانہ سا ہو جاتا ہے اور اُس مال کیصورت
اُس کے سامنے کھڑی رہتی ہے اور سماحت اور حرص کی اُن چیزون کے لحاظ سے کہ جن مین وہ ہوا کرتی
ہین بہت سے لقب ہین اگر وہ مال مین ہون تو سخاوت اور حرص انکا نام ہے اور اگر شرمگاہ اور شکم کی خواہش
مین ہون تو پارسائی اور شرہ اُس کا نام ہے اور اگر آرام کے اور مشقتون کے وہ رہتے مین ہون تو اُس کو صبر
اور بیقراری کہتے ہین اور جو گناہون اور ممنوعات شرعی مین ہون تو انکا نام تقوی اور بدکاری ہے جب انسان
مین سماحت کی صفت جم جاتی ہے تو نفس تمام دنیوی خواہشون سے خالی ہو جاتا ہے اور بلند ترین اور عمدہ ذاتہا
کی لذتون کے لئے مستعد ہوتا ہے اور سماحت ایسی صفت ہے جو انسان کو اسبات سے روکتی ہے کہ کمال مطلب
علمی اور عملی کے خلاف کوئی چیز اُس مین جم سکے اور چوتھی صفت عدالت ہے عدالت اُس نفسانی ملکہ کا نام ہے
وجہ سے نفس سے ایسے اعمال کئے جاتے ہین جنسے ملکی اور قومی انتظامات بہ آسانی منتظم اور قیام پذیر ہوتی
ہین اور نفس اس قسم کے افعال پر گویا مجبور ہو جاتا ہے اُس کا راز یہ ہے کہ ملائکہ اور نفوس مجردہ مین ہمیشہ
منقش ہوا کرتے ہین جن کو اس انتظام کی اصلاحات کے متعلق آفرینش عالم مین خدا الہام کرتا ہے اس نظام
کے مناسب تدابیر کیطرف اُن کی مرضیات کا میلان رہتا ہے روح مجرد کے لئے یہ طبعی امر ہے جب نفوس اپنے
بدنون سے علیحدہ ہوتے ہین اور اُنمین عدالت کی صفت ہوتی ہے تو اُن کو نہایت فرحت اور بہجت
حاصل ہوتی ہے اور موقع ملتا ہے کہ اُس لذت سے مسرور ہون جو تمام دنی لذتون سے جدا ہوتی ہے اور اگر بدنون
سے مفارقت کرنے کے بعد نفوس مین یہ صفت عدالت نہین ہوا کرتی تو اُن کا حال نہایت تنگ ہوتا ہے وہ
متوحش اور ملول ہوتے ہین جب خداوند تعالی پیغمبر بھیجتا ہے تاکہ دین قائم کرے اور تاریکیون مین سے لوگون
کو نورانیت کیطرف نکال لائے اور تمام لوگ متصف بہ عدالت ہو جائین تو ایسے وقت مین جو شخص اس نور
کے پھیلانے مین کوشش کرتا ہے لوگون مین اُس کی تمہید کرتا ہے وہ قابل رحمت ہو جاتا ہے اور جو اس کے
رد کرنے مین اُس کے معدوم کرنے مین کوشش کرتا ہے وہ قابل لعنت و سنگساری ہوتا ہے جب عدالت کی
صفت آدمی مین خوب جم جاتی ہے تو اُس مین اور حاملین عرش اور نزدیکان بارگاہ فرشتون مین شرکت
ہو جاتی ہے جو جود الہی اور برکات نازل ہونے کے ذریعہ ہین اور اس مین اور ان ملائکہ مین فیضان کا راستہ
مفتوح ہو جاتا ہے اُن کے اثر اُس پر نازل ہوتے ہین اُن کے الہامات سے وہ مستفیض ہوتا ہے اور ان
الہامات کے موافق اُس کو آمادگی ہوتی ہے اگر ان چارون اوصاف اور خصائل کی تو حقیقت معلوم کریگا
اور اُس کیفیت کو سمجھیگا جس سے کمالات علمی اور عملی حاصل ہوتے ہین اور یہ اوصاف کیونکر

کو فرشتون مین منسلک کر دیتے ہین اور یہ بھی سمجھ لینا کہ ان اوصاف سے ہر زمانے مین نوامیس الٰہی کا
استخراج ہوتا ہے تو اسوقت تجھکو نفع عظیم حاصل ہوگا دین کا تو رازدان ہو جائیگا ان لوگون سے تیرا شمار
ہوگا جن کی ہمت ہی خدا کو منظور ہوتی ہے۔ ان اوصاف کے مجموعہ سے یہ حالت مکتسب ہوتی ہے اسی کو فطرت
کہتے ہین اور فطرت کے بہت سے اسباب انھین اوصاف سے حاصل ہوتے ہین بعض علمی ہین اور بعض عملی
اور بعض اسباب ایسے ہوتے ہین کہ انسان کو خاص فطرت تک پہونچا دیتے ہین اور بعض ایسے ہین کہ فطرت کے حجابات
کو زائل کر دیتے ہین ہمارا قصد ہے کہ ان تمام امور پوشیدہ کو منضبط کرین انشاء اللہ ان بیانات پر کان لگاکر بتوفیق
الٰہی غور کرو واللہ اعلم +

# باب ۳۳ -

ان چارون اوصاف کے حاصل ہونے کے طریقے مین اور اس بیان مین کہ ناقص اوصاف کی تکمیل اور فوت
شدہ کی واپسی کیسی ہو سکتی ہے ان اوصاف کے حاصل ہونے کی دو تدبیرین ہین (۱) تدابیر علمی (۲) عملی۔
تدبیرین کی اسواسطے ضرورت ہے کہ طبیعت علمی قوتون کے تابع اور مطیع ہوا کرتی ہے نفس مین جب حیا یا خوف
کی کیفیت گذرتی ہے تو خواہش نفسانی اور مجامعت کی رغبت جاتی رہتی ہے ایسے ہی جب نفس مین وہ تمام علمی
امور معلوم ہون جو فطرت کے مناسب ہین تب فطرت نفس مین راسخ ہو جائیگی اسلیئے اعتقاد کرنا چاہیئے کہ ہمارا
ایک پروردگار تمام بشری کوتاہیون سے منزہ اور پاک ہے زمین اور آسمان مین ذرہ برابر بھی کوئی چیز اس سے
مخفی نہین ہے اگر تین شخص مل کر کسی امر مین سرگوشی کرین تو وہ خداوند عالم انمین چوتھا ہوتا ہے اور اگر
پانچ مل کر رہین تو وہ چھٹا ہوتا ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو چاہتا ہے حکم کرتا ہے اس کے حکم کا کوئی شخص
لوٹ پھیر کرنے والا نہین ہے ہر چیز کو اپنے انعام سے موجود کرنیوالا اور ان کو جسمانی اور نفسانی نعمتین عطا کرنے
والا ہے اعمال کی وہ جزا دیتا ہے اگر اچھے ہون اور سزا دیتا ہے اگر وہ برے ہون ایسا ہی خدا کا ارشاد ہے کہ
میرے بندے نے گناہ کر کے یقین کیا کہ میرا ایک پروردگار ہے جو گناہ کی مغفرت کرتا ہے اور مین پھر مواخذہ کرتا
ہے مین نے اپنے بندہ کی مغفرت کی اور حاصل یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کا نہایت مضبوط اور کامل اعتقاد کرنا چاہیئے
جس سے کمال خوف اور غایت اس کی تعظیم نفس مین راسخ ہو جائے اور بقدر ریشہ کے بھی دوسرے کی
عاجزی اور خوف کی گنجائش نہ رہے اور خوب اعتقاد رکھے کہ انسان کا اصلی کمال یہ ہے کہ اپنے پروردگار
کی طرف متوجہ ہوکر اس کی عبادت کرے اور آدمی کی سب سے عمدہ حالت یہ ہے کہ فرشتون کے مشابہ ہو جائے
اور ان کی حالت سے اس کو قرب ہو یہی امور ہین جن سے قرب ربانی حاصل ہوتا ہے خدا نے ان ہی امور کو
لوگون سے پسند کیا ہے یہ خدا کا وعدہ برحق ہے اس کے لئے اس نے وقت مقرر کر رکھا ہے اور حاصل یہ ہے
کہ انسان کو خوب یقینی طور پر جس مین خلاف و نقیض کا احتمال نہو جاننا چاہیئے کہ انسانی سعادت ان ہی امور کے

حاصل کرنے مین ہے اور اُن کے ترک کرنے مین اُس کی بدبختی اور شقاوت ہے اور ضرور ہے کہ طاقت بہیمی کے متنبہ کرنے کو ایک تازیانہ ہو جو اُس کو بالکل برہم کردے انبیا کے طریقے اس علمی اور اعتقادی حالت کے پختہ کرنے کے لیے مختلف رہے ہین سب سے عمدہ وہ طریقہ ہے جس کو خداوند کریم نے حضرت ابراہیم پر نازل کیا کہ خدا کی روشن نشانیون کی یاد آوری ہو اُس کی برتر صفات اور تمام آفاقی اور نفسانی نعمتون کو یاد دلائین تاکہ بخوبی یہ امر محقق ہو جائے کہ خدا کی شان ہی لائق ہے کہ تمام لذائذ کو اُس کے لئے صرف کردین اُس کے ذکر کو تمام ماسواے الٰہی پر مقدم رکھین نہایت درجہ کی اُس سے محبت رکھین اور انتہائی کوشش سے اُسکی عبادت مین مصروف ہون ان امور کے ساتھ حضرت موسیٰ کی تعلیمات مین خدا تعالےٰ نے تذکیر بایام اللہ کی مطالب کا اضافہ کردیا یعنی اُن جزاؤن اور سزاؤن کو بیان کرنا جو خداتعالےٰ نے اپنے فرمان پذیر اور نافرمان بندون کو دی ہین لئے اپنی نعمتون یا تکالیف کو کس طرح ادل بدل رکھا ہے تاکہ لوگون کے دلون مین گناہون کا خوف اور خدا کی اطاعت کی کامل رغبت ذہن نشین ہو جائے اور اُن علوم بالا کے ساتھ ہمارے پیغمبر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیم مین حوادث قبر اور مابعد قبر کے خوف اور بشارت کا اضافہ کردیا اُن کے ذریعہ سے نیکی اور گناہ کے خواص بیان فرمادئے گئے ان امور کا صرف معلوم کرلینا ہی کافی نہین ہوتا بلکہ ہمیشہ اُن کے تکرار کا دَور رہنا چاہئے ہمیشہ اُن کو ملاحظہ رکھنا چاہئے حتیٰ کہ علمی طاقتین اُن کے اثرون سے لبریز ہو جائین اور تمام اعضا اُن اثرون کی بجا آوری کرین یہ تینون علوم اور علم احکام جن مین واجب حرام وغیرہ کی تفصیل ہوتی ہے اور کفار کی مخاصمت کا علم یہ پانچون علوم قرآن عظیم کی علوم مین سے جیدہ اور عمدہ ہین *

اور دوسری تدبیر سعادت انسانی کی تکمیل کے لئے عملی ہے اسلئے ایسی ہیئتین اور افعال اور امور اختیار کرنے چاہئین جن کی وجہ سے نفس مین مطلوب عادات و اوصاف کی یاد پیدا ہو نفس کو وہ تنبیہ کرتے رہین اسکو جوش دلاکر اُنہین اوصاف کی آمادگی پیدا کرتے رہین ان اعمال مین اور اُن اوصاف مین یا تو عادةً تلازم ہوتا ہے یا مناسبت فطری کیوجہ سے اُن اوصاف کے ہونے کا گمان غالب ہوتا ہے دیکھو جب کوئی شخص اپنے آپ کو غصہ پر آمادہ کرتا ہے اور اپنے سامنے اُس کی صورت پیش کرتا ہے تو اُس شخص کی دشنام دہی کا خیال کرتا ہے جسپر غصہ کرنا منظور ہوتا ہے اور دشنام سے جو شرم و عار پیدا ہوتی ہے اُس کو سوچتا ہے ایسے ہی کوئی رونے والی عورت جب اظہار غم اور بے قراری کرنی چاہے تو مُردے کی خوبیون کو ہی یاد کرتی جاتی ہے جو شخص ہم بستری کا ارادہ کرتا ہے تو اُس کی دواعی کو خیال مین لاتا ہے ایسے ہی اس بات کی نظیرین بکثرت ہین جو شخص اُس مین زیادہ بسط دیکر تقریر کرے تو اُس کو تمام متعلقات کلام کا ذکر کرنا آسان ہے ان اوصاف مذکورہ مین ہر ایک وصف کے اسباب مقرر ہین جن کے ذریعہ سے وہ اوصاف حاصل کئے جا سکتے ہین ان امور کی بخوبی معرفت کے لئے اُن لوگون کے ذوق پر اعتماد کیا جا سکتا ہے جن کے ذوق سلیم ہین مثلاً حدث کے اسباب یہ ہین دل مین بہیمی خواہشون کا مملو ہونا عورتون سے نفسانی رغبت کر

پورا کرنا حقانی امور کی مخالفت دل مین پوشیدہ ہونا ملاء اعلے کی لعنت کا دل کو گھیر لینا بول و براز کیضرورت کا
پیش آنا یعنی بول و براز اور ریح سے ابھی فارغ ہونا یہ تینون معدے کے فضلے ہین ایسے ہی بدن پر میل
و چیک کا ہونا گندہ دہنی ناک مین آب بینی کا جمع ہونا زیر ناف یا بغل مین بالون کا بڑھ جانا ناپاکیون سے کپڑے
یا بدن کا آلودہ ہونا حواس مین ایسی صورتون کا مملو ہونا جن سے بہیمی حالتین پیش نظر رہین مثلاً قاذورات
شرمگاہ کو دیکھنا حیوانون کی جفتی اور مجامعت کو زیادہ غور سے دیکھتے رہنا فرشتون اور نیک لوگون کی
شان مین طعن و تشنیع لوگون کے ایذا دینے مین کوشش کرنا اور پاکیزگی کے اسباب یہ ہین کہ یہ تمام نجس
اسباب دور کر دیئے جائین ان کے مخالف اسباب حاصل کیئے جائین اُن عادات کا برتاؤ کرنا جن کا بہ
کمال پاکیزہ ہونا قرار پا چکا ہے جیسے غسل وضو عمدہ لباس کا پہننا خوشبو لگانا یہ امور نفس کو طہارت کے
لیئے تنبیہ کرتے ہین اور خاکساری اور نیازمندی کے اسباب مین سے ہے کہ تعظیمی حالتون مین سے اعلے
قسم کی حالتون کا اختیار کرنا سرنگون ہو کر کھڑے رہنا سجدہ کرنا ایسے لفظون کو ادا کرنا جن سے مناجات
ایسی ذلت اپنی حاجت کا خدا کے حضور مین اظہار ہو اور سے نفس کو عاجزی اور فروتنی کی کمال تنبیہ
ہوتی ہے اور سماحت کے اسباب سخاوت داد و دہش خادم کے قصور معاف کرنا ناگوار حالتون مین صبر اختیار کرنا
ہے اور عدالت کے اسباب مین تفصیلی طور پر تمام رہنمائی کے طریقون کی محافظت ہے +

## باب ۴۳ حجابات کی تفصیل مین جو فطری امور کے ظاہر ہونے سے مانع ہوا کرتے ہین +

معلوم کرو کہ بڑے بڑے حجاب مانع فطرت تین ہین (۱) طبیعت کا حجاب (۲) رسم کا حجاب (۳) نافہمی کا حجاب
اسکا سبب یہ ہے کہ آدمی مین کھانے پینے نکاح کی خواہشین پیدا کی گئی ہین اُس کا دل طبعی حالات کے لیئے سواری
ہے کبھی وہ غمگین ہوتا ہے کبھی خوش ہوتا ہے کبھی غصہ کرتا ہے اور خوف کرتا ہے وعلے ہذا ان حالتون مین
وہ مصروف رہتا ہے ہر حالت کے طاری ہونے سے پہلے نفس اُس کے اسباب کیطرف متوجہ ہوتا ہے اس کے
مناسب امور کے لیئے قوتین مطیع ہوتی ہین اسطرح پر نفس اس مین مستغرق رہ کر اُس کے علاوہ اور اہتماموں
سے اس کو غفلت رہتی ہے ہر حالت کے بعد اُس کی کیفیت اور رنگ باقی رہتی جاتی ہے شب و روز گذرتے
جاتے ہین اور وہ شخص اسی محویت مین رہتا ہے اُس کو اور کمالات کے حاصل کرنے کا کوئی موقع نہین ملتا اور
بعض لوگون کے قدم اس گلابے مین ایسے پھنس جاتے ہین کہ تمام عمر ان کو رستگاری نہین ہوتی اور اکثر
لوگون پر طبیعت کے احکام اسطرح غالب آجاتے ہین کہ وہ تمام رسمی اور عقلی امور کو خیرباد کہہ دیتے ہین اور ملامت کا
بھی اُنپر کچھ اثر نہین ہوتا اسی حجاب کو حجاب نفس کہتے ہین لیکن بعض لوگون کی عقل کامل ہوتی ہے اُنین
بیداری کا کافی مادہ ہوتا ہے وہ اپنے اوقات مین فرصت اور موقع تلاش کرتے ہین اور طبعی حالات مین خاموشی
پیدا کر سکتے ہین اُن کے نفس مین ان حالات کے علاوہ بھی اور امور کی گنجائش ہوتی ہے اور طبعی مناسبات

کے علاوہ اور علوم کے فیضان کی بھی وہ قابل ہوتے ہین مُنمین قوت علمی اور عملی کے لحاظ سے کمال نوعی کیطرف بھی گرویدگی ہوتی ہے جب وہ اپنی چشم بصیرت کو کھولتے ہین تو فوراً وہ اپنی قوم کی تدابیر لباس اور مخزوبانات کا مطالعہ کرتے ہین فصاحت مختلف صنائع کی خوبیان اُن مین دیکھتے ہین اُن کے دل پر ان امور کا بڑا اثر پڑتا ہے اور بہ عزم کامل اور قوی ہمت سے وہ اُن کی طرف رخ پھیرتے ہین اس کا نام حجاب رسم ہے اور اُس کا نام دنیا ہے بعض لوگ ایسے ہوتے ہین کہ وہ اُن ہی امور مین محو اور مستغرق ہوجاتے ہین یہان تک کہ موت اُن کو دبا لیتی ہے اور اُن فضائل اور خوبیون کا کمال چونکہ بدن کی بقا اور ثبات پر موقوف ہوتا ہے اسلئے مرنے کے بعد وہ سب زائل اور مفقود ہوجاتے ہین نفس اب بالکل فضائل سے عاری ہوجاتا ہے کوئی خوبی اُس مین نہین رہتی اُس کا حال باغ والے کا سا ہوتا ہے جس کو آندھی نے ایسا ویرانہ کردیا ہو جیسے گرد کو تیز ہوا اندھیارے دن مین اُڑا لے جاتی ہے اور اگر اُس شخص مین ہوشیاری اور بیداری کی چالاکی ہوتی ہے تو وہ کسی دلیل یقینی یا خطابی یا شریعت کی پیروی سے یقین کرتا ہے کہ اُس کا کوئی پروردگار ہے تمام بندون پر غالب اُن کے تمام ساز و سامان کا مدبر تمام نعمتون کی بخشش کرنے والا اس کے بعد اُس کے دل مین خدا کی جانب میلان اور محبت پیدا ہوتی ہے اُسکے قرب کا وہ خواستگار ہوتا ہے اپنی حاجتون کا اُس سے طالب ہوتا ہے اُس کو قبلۂ مقاصد سمجھتا ہے بعض اُنمین سے ٹھیک راستے پر ہوتے ہین اور بعض کو خطا ہوجاتی ہے خطا کے دو بڑے سبب ہین (۱) یہ کہ خالق مین مخلوق کے اوصاف کا اعتقاد کرے یا مخلوق مین صفات واجبی کو ثابت کرنے لگے پہلی حالت کا نام تشبیہ ہے اُسکا منشا ہوتا ہے غائب کی حالت کو کسی حاضر پر قیاس کرلینا اور دوسری خطا خدا کی شان مین شرک کرنا ہے جب کوئی شخص مخلوقین مین خلاف عادت اثرون کو دیکھتا ہے تو اُس کو گمان ہوتا ہے کہ ان کا تعلق اُنہین کی ذات سے ہے یہ اُن کے امور ذاتی ہین تم تمام افراد انسانی کا تجسس کرو جیسے حالات بتائے گئے ہین سب مین بلا تفاوت یہ پاؤگے ہر ایک انسان کے لئے وہ کسی مشرب مین ہو ضرور ایسے اوقات ہوا کرتے ہین جن مین وہ تھوڑے بہت طبعی حجاب مین محو رہتا ہے اگرچہ وہ رسم کی عملی طور پر پابندی بھی کرتا ہو اور ایسے اوقات بھی ہوتے ہین کہ وہ اُن مین رسم کے پردے مین مستغرق رہتا ہے اور اہتمام کرتا ہے کہ عقلا سے قوم کی گفتگو لباس اخلاق معاشرت مین مشابہت کرے +

## باب ۳۵ - اُن طریقون کے بیان مین جس سے یہ حجاب دور ہو سکتے ہین +

حجاب طبع دور کرنے کے دو طریقہ ہین (۱) اس حجاب کے دور کرنے کا اُس پر حکم کرین اس کو رغبت دلائین اُس مین آمادگی پیدا کیجائے کہ طبعی امور کو دفع کرے (۲) ان امور پر زد و کوب کرین اور برضا یا باکراہ اُس سے مواخذہ کیا جائے پہلا طریقہ ریاضتون سے حاصل ہوتا ہے جنسے بہیمی قوت کمزور ہوجاتی ہے روزہ رکھنا

جائے بیداری اختیار کیجائے بعض لوگ ریاضتون کو اتنا بڑہاتے ہین کہ ان سے تدریجی امور کی تبدیلی ہوجاتی ہے مثلاً آلات تناسل کو قطع کردیتے ہین اور عمدہ اعضا مثلاً دست وپا کو خشک کردیتے ہین ایسے لوگ جاہل ہوتے ہین توسط کیحالت بہت عمدہ ہوا کرتی ہے روزہ اور بیداری بھی ایک سمی علاج ہے اُس کو بھی بقدر ضرورت کرنا چاہیئے ✦

اور دوسرے طریقے کے لیئے اُس شخص کو ملامت کرنا چاہیئے جس نے طبیعت کا اتباع کرکے صحیح راستہ کو ترک کردیا ہو اُس کو وہ طریقہ بتانا چاہیئے جس کی وجہ سے وہ غلبۂ طبیعت کے پنجہ سے چھوٹ سکے لیکن لوگون کو نہایت تنگ نہ کرنا چاہیئے اور سب حالتون مین صرف زبانی انکار ہی پر اکتفا نہ کرنا چاہیئے بلکہ بعض صورتون مین محنت بدنی یا مالی سزا بھی دینی چاہیئے اور جن زیادتیون مین کہ تعدی ضرر ہوتا ہے مثلاً زنا یا قتل ایسے سزا دینا اور بھی زیادہ مناسب ہے اور حجاب رسم سے بچنے کے دو طریقے ہین اولاً ہر تدبیر نافع کے ساتھ ذکر الٰہی کو مقرون کرنا چاہیئے اُن لفظون کو محفوظ رکھنا چاہیئے جو ذکر الٰہی کے لیئے قرار دیئے گئے ہین اُن کی محافظت نہایت اہتمام اور تاکید سے کرنی چاہیئے کوئی خوش ہو یا ناخوش اُن کے ترک کرنے پر ملامت کرنی چاہیئے اُن امور کو رولنا چاہیئے جو جاہ ومنزلت کے لیئے مرغوب ہون اِن دونون تدبیرون سے رسمی کدورتین رفع ہوجاتی ہین عبادت الٰہی سے اُن کو تائید ہوتی ہے اور حقانی امور کیطرف اُنکا رخ ہوجاتا ہے اور دونون قسم کے دو سببون سے پیدا ہوتی ہے چونکہ پروردگار تمام بشری صفتون سے بالکل منزہ ہے محسوسات اور محدثات مین سے اُس مین کوئی اثر اور نشان نہین ہے اسواسطے بخوبی معرفت الٰہی اور شناخت خداوندی لوگون کو نہین ہوسکتی اُس کی تدبیر یہی ہے کہ لوگون کو خدا کی حقیقت اس عنوان سے سمجھانی چاہیئے جو اُن کے ذہن مین آسکے اصل حقیقت یہ ہے کہ کوئی شے ہو خواہ موجود یا معدوم انسان اُس کو دو طرح پر معلوم کیا کرتا ہے یا اُس کی صورت کو اپنے سامنے پیش کرتا ہے یا کسی نہ کسی مشابہت اور قیاس سے اُس کو جان لیتا ہے جیسے کہ عدم مطلق اور مجہول مطلق کو بھی اصطلاح سمجھتا ہے کہ پہلے وجود کے معنے جانتا ہے خیال کرتا ہے کہ عدم وجود سے موصوف نہین ہوا کرتا اور اولاً جہل سے صیغہ مشتق مفعول کے معنے سمجھتا ہے پھر مطلق کا مفہوم کرتا ہے پھر ان امور کو باہم ایک دوسرے سے ملاکر ایسی صورت ترکیبی درست کرلیتا ہے جس سے امر بسیط کی حقیقت ظاہر ہوجاتی ہے جس کا خیال مین لانا مقصود ہوا کرتا ہے اور وہ نہ خارج مین ہوا کرتی ہے نہ ذہن مین ایسی ہے جب کسی مفہوم نظری کا معلوم کرنا چاہتا ہے تو پہلے ایک ایسے معنے کو سوچتا ہے جس کے جنس ہونے کا خیال ہوسکتا ہے اور پھر ایسی مفہوم کو سوچتا ہے جس کو فصل خیال کرتا ہے ان دونون کو ملاکر ایسی صورت ترکیبی پیدا کرلیتا ہے جس سے وہ چیز معلوم ہوجاتی ہے جس کا تصور کرنا مقصود ہے اسطرح پر لوگون کو بتانا چاہیئے کہ خدا موجود ہے زندہ ہے لیکن اُس کا وجود اور زندہ ہونا ہمارا سا وجود اور ہمارا سا زندہ ہونا نہین ہے بہرحال خدا کی ذات مین ایسی صفتون کا لحاظ کرنا چاہیئے جو موجود اور محسوس اشیا مین باعث خوبی اور تعریف سمجھی جاتی ہین

تین مضمون کا لحاظ رکھنا چاہئے جو ہماری نظر میں ہیں بعض چیزین ہم ایسی دیکھتے ہین کہ اُن مین صفات
بھی موجود ہین اور اُن میں اُن صفات کے آثار بھی پیدا ہوتے ہین اور بعض چیزون مین نہ وہ صفات موجود
ہین اور نہ اُن کی شان سے ہین کہ اُن مین صفات پیدا ہون اور بعض چیزون مین صفات موجود تو نہین
ہین لیکن وہ قابل صفات ہین مثلاً زندہ اور مردہ اور جماد تو اس قسم کی صفات خدا کو ثابت کرنا چاہئین
اشرون کے لحاظ سے پھر تشبیہ کا تدارک یون کر دیا جائے کہ خدا مین اور اُنمین کوئی مشابہت نہین ہے
دوسری وجہ نافہمی اور سوء معرفت کی یہ ہے کہ نہایت مزین اور بہتی صورتین مبش نظر ہوتی ہین نہایت
خوش نما لذیذ چیزین سامنے ہوتی ہین یہ جتنی صورتین علم اور خیال مین بھری رہتی ہین اسلئے خدا کی جانب خالص
توجہ نہین ہوتی اُس کی تدبیر یہ ہے کہ ریاضتین کی جائین ایسے اعمال کی پابندی کرنی چاہئے جن سے
آدمی مین تجلیات عالیہ کی استعداد پیدا ہو جائے اگرچہ اُس کا ظہور عالم معاد مین ہی ہو خلوتین اور اعتکاف
اختیار کرنا چاہئے بہ قدر امکان ان شغلون کو دور کرنا چاہئے جیسے کہ آنحضرت صلعم نے پردہ نگارین کو پارہ
کر دیا تھا اور ریشمی کپڑے کو دور کر دیا تھا جس مین بیل بوٹے تھے ✤

## مبحث پانچوان نیکی اور گناہ کی حقیقت مین۔

### مقدمہ

### نیکی اور گناہ کی حقیقت مین

پہلے ہم جزا اور سزا کے دلائل بیان کر چکے ہین اُس کے بعد فطری تدابیر نافع کا بیان کیا گیا کہ وہ لوگون
مین ہمیشہ بلا زوال قائم رہتی ہین پھر سعادت اور اُس کے حاصل کرنے کے طریقے بیان کئے گئے اب ہم نیکی
او رگناہ کی تحقیق مین مشغول ہوتے ہین نیک وہ عمل ہے جس کو آدمی ملاء اعلےٰ کی اطاعت سے یا الہام الٰہی
کے قبول کرنے مین ہمہ تن محو ہو جانے سے یا مراد الٰہی مین فانی ہو جانے سے کرتا ہے یا ایسا عمل ہو جس کی جزا
دنیا یا آخرت مین ملے یا ایسا عمل ہو جس سے تدابیر نافع کی اصلاح ہو جاوے جنپر نظام انسانی کی بنا ہے یا ایسا
عمل ہو جس سے فرمان پذیری کا اظہار ہو اور حجابات دور کرنے کا ذریعہ ہو اور گناہ وہ عمل ہے جو شیطانی تحریک
اور اطاعت سے کیا جاوے یا جس کی سزا دنیا یا آخرت مین حاصل ہو یا اُس سے تدابیر نافعہ مین خرابی اور ابتری
پیدا ہو یا تمردانہ ہو اور حجابات فطرت اُس سے مستحکم ہو جائین جیسے کہ نافع تدابیر کو آگاہ دل لوگون نے مستنبط
کیا ہے اور تمام لوگون نے دلی شہادت سے اُن کی پیروی کی ہے اور تمام روے زمین کے رہنے والون نے
اُنپر اتفاق کر لیا ہے ایسے ہی نیکی کے یہی طریقے ہین جن کا الہام اُن کے دلون پر ہوا ہے جو ملکی روشنی
سے موید کئے گئے ہین اُنپر حالت فطری غالب ہوتی ہے یہ الہامات ایسے ہی ہین جیسے شہد کی مکھی کو ان
امور کا الہام ہوتا ہے جو اصلاح کے لئے مفید ہین اسی واسطے ان لوگون نے ایسے الہامی امور اختیار کرکے
اور لوگون کو اُن کی رہنمائی کی اور اُن کی طبیعتون مین آمادگی پیدا کی لوگون نے اُن کی پیروی کی اور تمام

مذاہب کے لوگون نے اپر اتفاق کیا حالانکہ اُن کے وطنون مین بعد تھا اُن کے مذہب مختلف تھے یہ اتفاق
بمناسبت فطری اور نوعی اقتضا سے ہوا ہے اور جب اُن امور کے اصول سب کے نزدیک مسلم ہین تو اُن طریقون
کیصورتون مین اختلاف کچھ مضر نہین ہے اور نہ کچھ اس سے مضرت ہوتی ہے کہ لوگون کا ناقص طبقہ اس
کی تعمیل سے باز رہے اصحاب بصیرت اگر اُن لوگون کی حالت پر غور کرین گے۔ تو اُن کو کبھی شک
نہ ہوگا کہ خود اُن کا مادہ ہی احکام صورت نوعیہ کی بجا آوری سے عاصی ہوا کرتا ہے وہ لوگون مین ایسی
ہی ہوتے ہین جیسے انسانی بدن مین عضو زائد جس کا علٰحدہ ہوجانا اُس کے ہونے سے زیادہ زیبا ہوتا
ہے ان سنن اور قوانین الٰہیہ کے شایع ہونے کے بڑے بڑے اسباب اور پختہ تدابیر ہوتے ہین اُن کو وہ
لوگ مستحکم کرتے ہین جو بوحی الٰہی موید ہوتے ہین صلوات اللہ علیہم اُنہون نے لوگون کی گردن پر اپنا
نہایت بڑا احسان ثابت کیا ہے ہمارا قصد ہے کہ ان طریقون کے اصول پر تنبیہ کرین جن پر عمدہ اقالیم
کے باشندون اور بڑی بڑی جماعتون نے اتفاق کیا ہے اُن جماعتون مین سے ہر ایک حصہ حکماے
الٰہیین اور سلاطین اور روشن راے حکماے عرب اور عجم یہود و مجوس و ہنود کا شامل ہے ہم یہ بھی بیان
کرینگے کہ بہیمی طاقت جب ملکی قوت کے مطیع ہوجاتی ہے تو یہ اصول کیونکر اُس سے پیدا ہوتے ہین اور
یہی چند فوائد ذکر کرینگے جن کا ہم کو چند مرتبہ ذاتی تجربہ ہوا ہے اور عقل سلیم نے بھی اُن کا فیصلہ کیا ہے
واللہ اعلم +

## باب ۳۷ توحید کے بیان مین +

نیکی اور اقسام نیکی مین اصل الاصول اور نہایت عمدہ حصہ توحید ہے پروردگار عالم کے حضور ہی مین
نیاز و انکسار کا حاصل ہونا اُس کی توحید پر منحصر ہے اور یہ نیاز ہی سعادت جاذب اخلاق مین ایک
بڑی چیز ہے یہ تدبیر علمی کی بنیاد ہے جو اُن دونون تدابیر مذکور مین زیادہ مفید ہے اسی کی وجہ سے
آدمی کو غیب کی جانب کامل توجہ ہوتی ہے نہایت مقدس طریقے سے نفس مین غیب کے اتصال کی
اسی کی وجہ سے استعداد حاصل ہوتی ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس کی عظمت پر تنبیہ کی ہے
اور اُس کو تمام اقسام نیکی مین بمنزلہ دل کے قرار دیا ہے اگر وہ درست ہے تو سب نیکیان درست ہین
اور اگر وہ فاسد ہے تو سب نیکیان فاسد ہین اور آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص مرے اور خدا کے
ساتھ کسی کو کسی امر مین شریک نہ کرتا ہو وہ بے شک جنت مین داخل ہوگا یا فرمایا ہے کہ اُس پر دوزخ
کی آگ حرام یا وہ جنت سے نہ روکا جائے گا اور ایسے ہی ایسی عبارتین وارد ہوئی ہین اور خدا کی جانب
سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص مجھ سے ملے اور روے زمین کے برابر اُس کی
خطائین ہون لیکن کسی امر مین خدا کا شریک کسی کو نہ کرتا ہو تو مین وتنی ہی اُسکی مغفرت کرونگا +

معلوم کرنا چاہیئے کہ توحید کے چار مرتبے ہین (۱) صرف خدا تعالی مین ہے صفت وجوب وجود کی ثابت کرنا کوئی دوسرا بجز اُس کے واجب نہو (۲) صرف اُسی کی ذات کو عرش و کرسی آسمان و زمین اور تمام جوہرون کا خالق جاننا کتب الہیہ نے ان دونو مرتبون سے کچھ بحث نہین کی ہے مشرکین عرب اور یہود و نصاریٰ بے بھی اس توحید کی مخالفت نہین کی قرآن عظیم مین صاف مذکور ہے کہ یہ دونون مقدمات اُن سب کو مسلم تھے (۳) تیسرے آسمان و زمین اور تمام اُن چیزون کا جو دونون کے درمیان ہین تدبیر صرف ذات خداوند کو سمجھنا (۴) بجز خدا کے کوئی اور عبادت کا مستحق نہین ہے ان دونون حصون مین قدرتی تعلق اور ربط ہے اسلئے ایک دوسرے کو لازم ہے اور انہین مین فرقون نے اختلاف بھی کیا ہے مخالفین مین تین فرقے بڑے ہین۔

(۱) نجومی انکا مذہب ہے کہ ستارے پرستش کے مستحق ہین اُن کی پرستش سے دنیاوی منفعت حاصل ہوتی ہے اپنی حاجتون کو اُن کے سامنے پیش کرنا بجا ہے وہ قایل ہین کہ ہم کو خوب ثابت ہوگیا ہے کہ روزانہ حوادث مین ستارون کا بڑا اثر ہے اُن کو آدمی کی خوش نصیبی اور سیہ بختی تندرستی اور مرض مین بڑا دخل ہے ستارون کے نفوس مجردہ اور ملاءاعلیٰ ہین وہی ان کو ان حرکتون پر آمادہ کرتے مین وہ اپنے پوجاریون سے بے خبر نہین ہین اسلئے نجومیون نے ستارون کے نام پر مورتین بنالی ہین اُنہین کو وہ پوجتے ہین اور متاخرین کا وہ فرقہ مسلمانون کے ساتھ اس امر مین تو موافق ہے کہ بڑے بڑے امور کی تدبیر اور قطعی حکم کرنے کا منصب تو خدا ہی کو ہے اُس نے کسی کو اختیار نہین دیا ہے لیکن وہ باقی امور مین مسلمانون کے موافق نہین ہین اُنکا مذہب ہے کہ پہلے صلحا نے جو خدا کی خوب عبادت کی ہے اِس سے وہ بارگاہ الہی مین مقرب ہوگئے ہین خدا نے الوہیت کا مرتبہ اُن کو عطا کر دیا ہے اِسواسطے وہ بہ نسبت اور مخلوقات کے پرستش کے مستحق ہوگئے ہین جیسے کہ کوئی شخص کسی شہنشاہ کی نہایت خدمت کرتا ہے تب شہنشاہ اسکو ملکی خلعت عطا کر کے کسی شہر کی حکومت اور انتظام اُس کے متعلق کر دیتا ہے اسلئے وہ مستحق ہوجاتا ہے کہ اُس شہر کے لوگ اُس کی خدمت اور اطاعت کرین مشرکین کا قول ہے کہ بغیر اُن کی پرستش شامل کئے عبادت مقبول نہین ہوتی بلکہ خدا کا رتبہ نہایت بلند ہے اُس کی عبادت سے تقرب الہی حاصل نہین ہوتا البتہ اُن لوگون کی پرستش ضرور ہے تاکہ یہ قرب الہی کے لئے ذریعہ بن جائین مشرکین بھی کہتے ہین کہ یہ لوگ سنتے ہین دیکھتے ہین اپنے پوجاریون کی شفاعت کرتے ہین اُن کے امور کا ساز و سامان کرتے ہین اُن کے معاون رہتے ہین اسی لئے مشرکین نے اُن کے نام کے پتھر تراش لئے ہین جب وہ اُن لوگون کیطرف متوجہ ہوتے ہین تو اُن پتھرون کو اپنی توجہ کا قبلہ کرتے ہین ان مشرکین کے بعد اور لوگ پیدا ہوئے انہون نے ان پتھرون مین اور اُن لوگون مین جن کے لئے یہ پتھر تراش کئے گئے کوئی فرق نہین کیا اور خود انہین پتھرون کو اصلی معبود قرار دے لیا اسیوجہ سے خدائے تعالیٰ نے مشرکین کے رد مین تنبیہ فرمائی کہ حکومت اور قدرت صرف خدا ہی کا خاصہ ہے اور کبھی بیان فرمایا کہ یہ محض جمادات ہین الھم ارجل یمشون بھا ام لھم اید یبطشون بھا ام لھم اعین

یبصرون بہا ام لہم آذان یسمعون بہا کیا ایکے پاؤن ہین جن کے بل پر وہ چلتے ہین یا ہاتھ ہین جن سے وہ کچھ پکڑ سکتے ہین یا اُن کی آنکھین ہین جن سے دیکھ سکین یا کان ہین جن سے کچھ سن سکین ) اور فرقہ نصاری کا مذہب ہے کہ حضرت عیسےٰ کو خداوند سے نہایت قرب ہے اور تمام مخلوق سے اُن کا رتبہ زیادہ ہے اسلئے مناسب نہین ہے کہ ہم اُن کو بندہ کہین یہ اُن کی شان مین سوء ادبی ہے اور اس قرب کا لحاظ ترک کردینا ہے جو اُن کو خدا سے حاصل ہے اس لیئے بعض نصارے اس خصوصیت کے اظہار کے لیئے اُن کا نام ابن اللہ رکھتے ہین چونکہ باپ بیٹے پر مہربانی کرتا ہے اور اپنی نظر کے سامنے اُس کی تربیت کیا کرتا ہے اُس کا درجہ غلام سے زیادہ ہوا کرتا ہے اسواسطے یہ ہی نام مناسب ہے اور بعض نصارے نے حضرت عیسےٰ کا نام خدا ہی رکھدیا ہے اس خیال سے کہ خدا نے اُنمین حلول کیا ہے اسلیئے اُن سے ایسے ایسے آثار صادر ہوئے کہ آدمیون سے وہ صادر نہین ہوا کرتے مردون کو اُنھون نے زندہ کیا پرندون کو پیدا کیا اسلئے حضرت عیسےٰ کا کلام بعینہ کلام الٰہی ہے اور ان کی عبادت بالکل خدا کی عبادت ہے اور نصاری جب بعد کو پیدا ہوئے تو اس نام رکھنے کی وجہ کو اُنھون نے کچھ نہ سمجھا اور وہ بیٹے کے لفظ سے حقیقی ہی معنے کے بیٹے سمجھے یا ان کو من جمیع الوجوہ واجب خیال کیا اسی واسطے خدا تعالےٰ نے کبھی اُن کے اقوال کو اسطرح رد کیا کہ خدا کے پاس بیوی نہین اور کبھی اسطرح تردید فرمائی کہ **اللہ بدیع السموات والارض انما امرہ اذا اراد شیئًا ان یقول لہ کن فیکون** (خدا آسمانون اور زمین کا ازسرنو پیدا کرنے والا ہے اُس کی شان ہے کہ جب وہ کسی شئے کے پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو کہدیتا ہے ہوجا وہ فوراً ہوجاتی ہے ) ان تینون فرقون کے بڑے لمبے چوڑے دعوے ہین اُنمین بکثرت خرافات اور بیہودہ پن بھرا ہوا ہے متلاشی پر وہ مخفی نہین ہین قرآن عظیم نے ان دونون مرتبون کو خوب بیان کیا ہے اور کافرون کے شبہات کا بالاستیعاب رد کیا ہے ✢

## باب ۴۳ حقیقت شرک کے بیان مین

معلوم کرنا چاہیئے کہ عبادت کے معنے ہین نہایت درجہ کی عاجزی جب کسی سے ایسے نہایت درجہ کی ذلت اور عاجزی ظاہر ہوگی تو اُس کی دو صورتین ہین یا صوری مثلاً ایک شخص کا کھڑا ہونا ایک کا سجدہ کرنا یا قصد اور نیت سے ہوتی ہے مثلاً سجدہ سے بندون کی اپنے مولے کے لئے تعظیم کرنا اور قیام سے رعیت کی بادشاہون کے لیئے یا شاگردون کی اُستاد کے لیئے تعظیم کرنا اور کوئی تیسری صورت تعظیم کی نہین ہے اور جب ثابت ہوچکا ہے کہ سجدہ سے فرشتون نے حضرت آدم کے اور حضرت یوسف کے بھائیون نے حضرت یوسف کی تعظیم کی تھی حالانکہ سجدہ سے زیادہ کوئی اور تعظیم نہین ہے تو ضرور ہوا کہ نیت سے ہی فرق کیا جائے لیکن ابھی تک پوری تنقیح نہین ہوئی اسلیئے کہ مولا کے لفظ کے کئی معنے مستعمل ہوتے ہین اور یہان اُس سے مراد معبود کی ذات ہے تو وہ گویا عبادت کے تعریف مین ماخوذ ہے پس اُس سے متعلق یون تنقیح کی جائے گی کہ ذلت و

خواری کا اقتضا سے ذلیل مین ناتوانی اور ضعف کا لحاظ کرنا اور دوسری مین قوت اور غلبہ کا خیال کرنا ذلیل کی حالت مین ذلت اور پستی اور دوسری مین شرف اور رفعت کو ملحوظ رکھنا اور آدمی جب مخلی بالطبع ہو جائے تو اُس کو معلوم ہوگا کہ وہ قوت ۔ شرف ۔ مسخر کرنے وغیرہ امور کے لئے دو قسم پر اندازہ کرتا ہے ایک اپنی ذات کے لئے اور اُس کے لئے جو ذاتی امور مین اُس سے محتاج ہو اور ایک اور ذات کے لئے جو حدوث و امکان کے داغ سے بالکل پاک ہے دوسرے اُن لوگون کے لئے جن مین ایسی پلیدترین ذات کی بعض خصوصیتین منتقل ہو آئی ہون مثلاً وہ امور غیبیہ کے معلوم کرنے کے لئے دو درجے قرار دیتا ہے ایک وہ درجہ جو غور و فکر یا مقدمات کے ترتیب دینے یا بقوت حدس یا خواب یا اُن چیزون سے الہام کو اخذ کرنا جن کے مخالف اپنے آپ کو بالکلیہ نہین پاتا ہے دوسرے ذاتی علم جو عالم کی ذات کا ہے مقتضا ہو دوسرے سے وہ اُس کو حاصل نکرے اور تحصیل کی محنت کا بار نہ برداشت کرے ایسے ہی تاثیر تسخیر کے لئے کوئی سا لفظ ہو دو درجے سمجھتا ہے ایک تو اعضا اور قواء کا استعمال کرنا مزاجی کیفیات قرار دینا دوا وغیرہ سے اعانت لینا یا اور امور جن کی استعداد قریب یا بعید اُس مین موجود ہے دوسری تاثیر کا یہ خیال کیا جاتا ہے کہ بغیر کسی کیفیت جمانے اور بغیر کسی امر کے استعمال کئے کسی شے کو پیدا کر دینا جس کی طرف اشارہ ہوتا ہے **انما امرہ اذا اراد شئی ان یقول لہ کن فیکون** (جب وہ کسی شے کا ارادہ کرتا ہے تو کہہ دیتا ہے ہو جا وہ ہو جاتی ہے) اور ایسے ہی وہ عزت اور شرف کے دو درجے قرار دیتا ہے ایک ایسی عظمت جیسے کہ بادشاہ کی رعیت کے مقابلے مین ہوتی ہے جس کی انتہا معاونین کی کثرت انعامات داد و دہش کا زیادہ ہونا ہے یا جیسے کسی بڑے توانا اور استاد کی عظمت دوسرے ضعیف القوی اور شاگرد کے مقابلے مین ہوتی ہے اور دوسرا درجہ عظمت کا وہ ہے کہ وہ صرف اُس مین ہو جس کی رفعت و شان نہایت اعلےٰ درجے کی ہو اس راز کو مستعدی سے تلاش کرنا چاہئے تاکہ تجکو یقین ہو جائے کہ جو شخص اسکا معترف ہے کہ یہ تمام امکانی سلسلہ ذات واجبی پر ختم ہو جاتا ہے دوسرے کی پھر کچھ حاجت نہین رہتی اُس کو ان صفات قابل مدح کے دو درجہ قرار دینے پڑینگے ایک وہ درجہ ذات خداوندی کے لائق ہو دوسرے جو اپنی حالت اور شان کے مناسب ہے ✚

اور چونکہ الفاظ جو دونون مین استعمال کئے جاتے ہین باہم معنے کے لحاظ سے بہت قریب ہوا کرتے ہین اس لئے لوگ شرایع الہیہ کے لئے موقع معنے لگا لیا کرتے ہین اور اکثر بعض آدمیون یا فرشتون وغیرہ کے ایسے ایسے افعال آدمی کو معلوم ہوتے ہین جن کا صادر ہونا اُن کی ابنائے جنس سے مستبعد ہوا کرتا ہے اسلئے اُن کی نظر مین حالت مشتبہ ہو جایا کرتی ہے اور اُن کے لئے وہ قدسی مرتبہ اور الہی تاثیر ثابت کرتا ہے لوگ درجہ بلند کی شناخت مین برابر نہین ہوتے بعض لوگ اُن انوار کی قوتون کا احاطہ کر لیا کرتے ہین جن کے اثر تمام موالید پر غالب اور محیط ہوتے ہین لیکن یہ شخص اُن طاقتون کو اپنی طاقت جیسے سمجھتے ہین اور بعضون کو ایسے احاطہ کرنے کی طاقت نہین ہوا کرتی ہر انسان کو اُس قدر تکلیف

دی گئی ہے جتنی اُس سے ممکن ہے اُس حکایت کے یہی معنے ہین جس کو کہ سراپا صداقت آنحضرت صلعم
نے بیان فرمایا کہ خدا نے اُس شخص کو نجات دی تھی جس نے اپنے اہل کو حکم دیا تھا کہ مجھکو جلا دینا اور میرے
خاکستر کو ہوا مین اڑا دینا اُس کو خوف تھا کہ مبادا خدا مجھکو پھر زندہ کرے اور مجھ پر قابو پالے اُس شخص کو یہ
یقین تھا کہ خدا مین کامل درجے کی قدرت ہے لیکن اُس کو قدرت اُن ہی چیزون مین ہے جو کہ ممکن ہین
ممتنع چیزون پر اُس کو قدرت نہین ہے وہ جانتا تھا کہ اُس خاکستر کا جمع کرنا ممکن ہے جو پراگندہ ہو کر
اُس کا نصف حصہ خشکی مین ہو اور نصف دریا مین اس سے خدا کی ذات مین نقص پیدا نہین ہوا جتنا
اُس کا علم تھا اتنا ہی وہ ماخوذ ہوگا ایسے کافرون مین اُس کا شمار نہ ہوگا تو تشبیہ اور ستارون اور نیک بندون
کے ساتھ شرک کرنا جن سے خلاف عادت امور مانند مکاشفہ اور مقبولیت دعا کے ظاہر ہوتی رہتی ہین لوگون مین
موروثی ہوگیا ہے اور جو نبی اپنی قوم مین بھیجا جاتا ہے اسکو کہا جاتا ہے کہ لوگون کو شرک کی حقیقت خوب
سمجھا دے اور دونون درجون کی حقیقت بتا دے کہ مقدس دربار سے واجب تعالے ہی مین ہے اگرچہ دونو
درجون کے الفاظ قریب المعنے ہون جیسے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک طبیب سے فرمایا کہ تو صرف
رفیق ہے اور طبیب حقیقت مین خدا ہی ہے اور جیسے کہ آپ نے فرمایا کہ سردار صرف خدا ہی ہے اُن حدیثون
مین طبیب اور سردار کے خاص معنے لئے ہین اس کے بعد جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حواری اور
صحابہ اور اُن کے حاملین دین کا زمانہ ختم ہو گیا اُن کے بعد ایسے ناشدنی لوگ پیدا ہوئے جنہون نے
نمازون کو ضایع کر دیا اور خواہشون کی پیروی کی اور مستعمل اور مشتبہ الفاظ کے معانی بنا لئے جیسے کہ
محبوبیت اور شفاعت کو خدا نے تمام شریعتون مین بندگان خاص کے لئے ثابت کیا ہے لیکن لوگ اُس کے
سچے معنے مراد نہین لیتے اور ایسے ہی خوارق عادات اور مکاشفات سے وہ لوگ یہ مراد لیتے ہین کہ علم الٰہی اور
غلبہ الٰہی کی حالت اُس شخص مین منتقل ہو گئی ہے جو ایسے ایسے کام کرتا ہے حالانکہ یہ امور ناسوتی یا روحانی
طاقتون سے تعلق رکھتے ہین جن مین ایک خاص وجہ سے تدبیر الٰہی کے نازل ہونے کی استعداد آ جاتی ہے
اُن امور کو ایجاد الٰہی اور اُن امور سے کوئی لگاؤ نہین ہوتا جو واجب تعالے کے لئے خاص ہین اس مرض
مین لوگ کئی طرح سے گرفتار ہوتے ہین بعضے خدا کی بزرگی کو بالکل بھول جاتے ہین اور صرف شرکاء کی
ہی عبادت کرتے ہین اپنی حاجتون کو انہین سے مانگتے ہین خدا کی طرف بالکل متوجہ نہین ہوتے اگرچہ
یقینی دلیل سے یقین کرتے ہین کہ سلسلۂ وجود خدا پر ہی ختم ہوتا ہے اور بعض لوگون کا اعتقاد ہوتا ہے
کہ سردار اور مدبر تو خدا ہی ہے لیکن وہ کبھی کبھی اپنے بعض بندون کو بزرگی اور معبودیت کا خلعت پہنا دیتا
ہے اور بعض خاص کامون کا اُن کو اختیار مل جاتا ہے وہ اُن کی سفارش کو قبول کرتا ہے جیسے کوئی شہنشاہ
کسی حصہ ملک پر کسی بادشاہ کو بھیجتا ہے اور وہ بجز بڑے بڑے کامون کے اُس ملک کی پوری تدبیر اُس کے
سپرد کر دیتا ہے اس وجہ سے ایسے شخص کے حق مین ان لوگون کو بندگان خدا کہنے کی جرات نہین ہوا

کرتی کہ کہین وہ اورون کے برابر نہ ہوجائین وہ بجاے اس نام کے اُن کو ابن اللہ او محبوب الٰہی کہتے ہین اور اپنے آپ کو اُنکا غلام سمجھتے ہین وہ اپنا نام عبدالمسیح یا عبدالعزا رکھتے ہین عام یہود و نصارے اور مشرکین کو یہ مرض ہوتا ہے اور فی زماننا اسلام مین بھی بعض ایسے غالی منافق موجود ہین اور چونکہ شریعت کی بنا اسپر ہوا کرتی ہے کہ مشتبہ کی چیز کو بجاے اصل کے قرار دین اس لئے وہ محسوس امور جن مین شرک کا گمان تھا کفر شمار کئے گئے جیسے بتون کا سجدہ کرنا اُن کے لئے قربانی کرنا اُن کے نام پر حلف کرنا اور ایسے ہی اور امور اول اول مجھپر یہ علم اسطرح منکشف ہوا کہ میرے سامنے ایسی ایک قوم پیش کی گئی جو ایک چھوٹی سی زہریلی مکھی کے لیے سجدہ کرتی تھی جو ہمیشہ اپنی دم اور ہاتھ پاؤن ہلاتی رہتی تھی تو میرے دل مین القا ہوا کہ کیا تو انمین بھی شرک کی تاریکی پاتا ہے اور جیسی خطا اور بزہ کاری نے بت پرستون کو گھیر لیا ہے ایسے ہی ان مکھی پرستون کو بھی گھیر لیا ہے مینے کہا کہ ان لوگون نے مکھی کو اپنا قبلہ قرار دیا ہے لیکن ذلت کے درجہ کو عزت کے درجہ سے نہین ملایا ہے اسواسطے مین ان لوگون مین شرک کی تاریکی نہین پاتا مجھسے کہا گیا کہ تجھے اصلی راز کی رہبری ہوگئی ہے اُس روز سے میرا دل علم توحید سے لبریز ہوگیا اور اُس مین مجھکو بصیرت حاصل ہوگئی اور توحید و شرک اور اُن چیزون کی حقیقت جن کو شرع نے توحید و شرک کا موقع قرار دیا ہے بخوبی مجھکو معلوم ہوگئی ہے اور تدبیر کے ساتھ عبادت کے تعلق کو مین خوب سمجھ گیا واللہ اعلم ۔

## باب ۲۹ ۔ شرک کے اقسام مین ۔

شرک کی حقیقت یہ ہے کہ ایک بڑے بزرگ شخص کی نسبت کسی کا یہ اعتقاد ہو کہ عجیب عجیب اثر اُس سے صادر ہوتے مین وہ اسی لئے صادر ہوتے ہین کہ اُس مین ایسی کمالی صفت حاصل ہوگئی ہے جو اُس کے ابنا ے جنس مین معمولی طور پر نہین ہوسکتی بلکہ صرف واجب تعالی ہی مین پائی جاسکتی ہے دوسرے کسی شخص مین اُس کا جبہی امکان ہے کہ خدا تعالی الوہیت کا خلعت اُس کو پہنادے اور اُس کو خدا اپنی ذات مین ملالے یا ایسا ہی بیہودہ گمان کوئی اور ہو جس کا مشرکین اعتقاد کیا کرتے ہین حدیث مین آیا ہے کہ مشرکین تنبیہ لبیک کہنا اسطرح کیا کرتے تھے لاشریک لک الاشریکا ہو لک تملکہ وما ملک (ہم حاضر ہین ہم حضور مین ہین تیرا کوئی شریک نہین ہے ہان وہ شریک جس کا تو مالک ہے اور جس کی تمام ملکیت کا تو مالک ہے) اسی لئے اُس شخص معبود کی نسبت کمال ذلت اور عاجزی کا اظہار کیا جاتا ہے اور اُس سے ویسا ہی معاملہ کیا جاتا ہے جیسا کہ کوئی بندہ اپنے خدا کے ساتھ شرک کے قصد سے کرتا ہے اور اِس قسم کے معاملات کی مختلف صورتین اور قالب ہوا کرتے ہین شریعت کو صرف انہین صورتون سے بحث ہوتی ہے جن کو لوگ عمل مین لاتے ہین اور اُن امور مین شرک کا احتمال ہوتا ہے اور عادت وہ شرک کو لازم ہوا کرتی ہین ایسے ہی شرع کی عادت اور روش یہ ہے کہ بجاے مصالح اور مفاسد کے وہ اُن کے اسباب و علل کو قرار دیتی ہے ہم اُن امور پر متنبہ کرتے ہین جن کو شریعت محمدیہ نے ذریعے

صاحبہا الصلوات والتسلیمات) شرک کے مواقع بتاکر ان امور سے منع کیا ہے کہ انہیں سے ہے جو مشرکین ستون
اور ستارون کو سجدہ کیا کرتے تھے اسی لئے غیر خدا کے سجدہ کو منع فرمایا خدا تعالے نے فرمایا ہے لا تسجدوا للشمس
ولا للقمر واسجدوا لله الذي خلقهن (آفتاب اور چاند کو سجدہ نہ کرو بلکہ اُن کے خالق کو سجدہ کرو) اور تدبیر
کرنے مین شرک کرنے کو ضرور اور لازم ہے کہ تدبیر مین بھی شرک ہو گا اُس کی طرف ہم اشارہ کر چکے ہین اور ایسا
نہین ہے جیسے متکلمین کا گمان ہے کہ توحید عبادت احکام الٰہیہ سے ایک حکم ہے اور یہ حکم مذہبون کے اختلاف
سے مختلف ہوا کرتا ہے اُس کے لئے دلیل یقینی کی ضرورت نہین ہے یہ تقریر درست نہین اگر یہی ہوتا تو خدا
مشرکین کو الزام کیون دیتا اور وعید اکرنے اور تہدید کرتے ہوئے بھی نہ فرماتا ہے خدا فرماتا ہے قل الحمد لله وسلام على
عباده الذين اصطفى آلله خير أما يشركون (کہہ الحمد للہ اور مقبول لوگون پر سلام ہے کیا خدا بہتر ہے یا جن کو شریک
کرتے ہیں) بلکہ یہی حق ہے کہ مشرکین مقر تھے کہ بڑے بڑے امور کی تدبیر اور خالق خدا ہی کی صفت ہے اور یہ تسلیم
کرتے تھے کہ عبادت ان دونون صفتون کو لازم ہے توحید کے معنے مین ہم اُس کی طرف اشارہ کر چکے ہین
اسیواسطے خدا تعالیٰ نے اُنکو الزام دیا و لله الحجة البالغة اور انہین امور شرکیہ مین سے یہ تھا کہ مشرکین اپنے اغراض
کے لئے غیر خدا سے امداد طلب کیا کرتے تھے بیمار کی شفا اور فقیرون کی تونگری کو اُن سے طلب کرتے تھے
اُن کے لئے نذرین مانتے تھے ان نذرون سے اُن کو حل مطالب کی امید ہوا کرتی تھی تبرکا اُن کے نام جپا کرتے
تھے اسیواسطے خدا تعالے نے لوگون پر واجب کیا کہ نمازون مین ایاک نعبد وایاک نستعین (ہم تیری ہی
عبادت کرتے ہین اور تجھی سے یاوری کے خواہان ہین) پڑھا کرین اور خدا نے فرمایا فلا تدعوا مع الله احدا
(خدا کے ساتھ دوسرے کو مت پکارا کرو) اور دعا کے معنے عبادت کے نہین ہین جیسے بعض مفسرون کا قول ہے
بلکہ استغاثہ کے ہین خدا دوسری جگہ فرماتا ہے بل اياه تدعون فيكشف ما تدعون (خدا ہی سے مدد طلب کرو
تاکہ وہ حاجت پوری ہو جائے جس مین تم مدد کے خواہان ہو) انہین امور سے یہ ہے کہ مشرکین بعض شرکاے الٰہی کا نام
نبات الله یا ابناء الله رکھتے تھے نہایت سخت درجہ کے تشدد سے وہ ایسے افعال سے روکے گئے پہلے ہم اس کا
راز بیان کر چکے ہین اور نیز امور شرکیہ مین سے یہ بھی تھا کہ انہون نے اپنے علما اور زاہدون کو بجز خدا کے اپنا حاکم
اور پروردگار بنا رکھا تھا اُن کا اعتقاد تھا کہ جس چیز کو یہ لوگ حلال کر دیتے ہین وہ حلال ہو جاتی ہے نفس الامر
مین اُس مین کوئی مضائقہ نہین ہوتا اور جس چیز کو وہ حرام کر دیتے ہین وہ واقع مین مواخذہ کے قابل
ہوا کرتی ہے اور جب آیہ (اتخذوا احبارهم ورهبانهم اربابا من دون الله) کافرون نے علما اور زاہدون
کو دوسرا خدا بنا رکھا ہے) نازل ہوئے تو عدی بن حاتم رضہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کے معنے دریافت
کئے آپ نے فرمایا کہ جن چیزون کو وہ حلال کر دیا کرتے تھے اُن کو لوگ حلال سمجھنے لگتے تھے اور جن چیزون
کو حرام بتاتے تھے اُن کو لوگ حرام ہی سمجھتے تھے اس کا راز یہ ہے کہ تحلیل اور تحریم کا موجود کرنا ملکوت مین جاری
ہوا کرتا ہے کہ فلان شے مواخذہ کے قابل ہے اور فلان قابل مواخذہ نہین ہے اسطرح پر موجود کرنا مواخذہ اور

ترک مواخذہ کا سبب ہوا کرتا ہے اور یہ بجز خدا کے کسی دوسرے کی صفت نہیں ہو سکتی تحلیل اور تحریم کی نسبت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کیطرف اسواسطے کیا کرتے ہین کہ آپ کا فرمانا قطعی قرینہ ہوتا ہے کہ یہ خدا ہی نے حرام یا حلال کیا اور امت محمدیہ کے مجتہدین کیطرف اُن کی اسواسطے نسبت کرتے ہین کہ انہون نے نص شارع سے اُس کو نقل کر دیا ہے یا شارع کے کلام سے اُس کو مستنبط کیا ہے۔ معلوم کرنا چاہئے کہ جب خدا تعالے کسی پیغمبر کو مبعوث کرتا ہے اور اُس کی رسالت معجزات سے ثابت ہو جاتی ہے اور اُس کی زبان سے بعض امور کا حلال و حرام ہونا معلوم ہو جاتا ہے تاہم بعض لوگون کو اس خیال سے کہ اُس کے مذہب مین کوئی چیز حرام تھی اُس کے کرنے مین کشیدگی سی رہا کرتی ہے یہ توقف دو طرح پر ہوتا ہے اگر اُس کو اس شریعت کے ثبوت ہی مین کلام ہے تب تو وہ کافر ہے اور اگر اُس کا یہ اعتقاد ہے کہ پہلی تحریم منسوخیت کے قابل ہی نہ تھی خدا نے اپنے بندے کو الوہیت کا خلعت پہنا دیا تھا وہ فانی فی اللہ اور باقی باللہ تھا کسی امر سے اُس کا منع کرنا یا کسی امر کو اُس کا مکروہ خیال کرنا مالی یا جانی نقصان کا باعث ہے ایسا شخص مشرک ہے وہ گویا خدا کے لئے غصہ اور ناخوشی تحلیل اور تحریم الٰہی کا ثابت کرتا ہے اور غیر محدود حدیثون مین وارد ہوا ہے کہ آنحضرت نے اکثر صحابہ کے نام بدل دئیے تھے جن کا نام عبد العزے اور عبد الشمس تھا اُن کا نام عبد اللہ اور عبد الرحمن وغیرہ رکھ دیا تھا یہ سب مذکورہ بالا امور شرک کے قالب تھے اسواسطے شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُن سب سے لوگون کو روک دیا ✚

## باب ۴۰ - خدا تعالے کے صفات پر ایمان لانے کے بیان مین

نیکی کے تمام قسمون سے سب سے زیادہ پر عظمت قسم خدا تعالے کی صفات پر ایمان لانا اُن کے ساتھ خدا کے متصف ہونے کا اعتقاد کرنا ہے اس کی وجہ سے بندے اور خدا تعالے کی ذات مین تعلق کا دروازہ مفتوح ہو جاتا ہے اور خدا تعالے کی بزرگی اور کبریائی کے منکشف ہونے کا ذریعہ نکل آتا ہے معلوم کرنا چاہئے کہ خدا کا مرتبہ اس سے بلند ہے کہ کسی عقلی یا حسی چیز پر اُس کو قیاس کر سکین یا اُس مین صفات ایسے حلول کرین جیسے اپنے محل مین اعراض حلول کرتے ہین یا عام عقلین اُن کا اندازہ کر سکین یا معمولی لفظ اُن کو ادا کر سکین لیکن لوگون کو اُن صفات کی رہبری بھی ضرور ہے تاکہ حتے الامکان وہ اپنے کمال کو پورا کر سکین اسلئے ضرور ہے کہ صفات کا جب استعمال کیا جائے تو اُن سے نتیجے اور غایتین مراد لیجائین نہ انکی ابتدائی حالتین مثلاً رحمت کے معنے سے نعمتون کے ذریعہ سے فیض پہنچانا مراد ہو نہ دل کا میلان اور نرمی اور ایسے لفظ اوصاف کے بیان کرنے کے لئے مستعار لئے جائین جن سے خدا کا مالک اور قابض ہونا معلوم ہو جیسے کہ بادشاہ اپنے شہر پر قابض ہوتا ہے اسلئے کہ تمام موجودات خدا تعالے کے قبضے مین ہین اس غرض کے لئے کوئی اور عبارت زیادہ خوش ادا نہین ہے اور تشبیہات کا اسطرح استعمال ہو کہ اُن کے اصلی معنے مراد نہون بلکہ ایسے معنے

مقصود ہون جو عرفاً اصلی معنے کے مناسب ہون مثلاً ہاتھ کی کشایش سے جود و فیاضی مراد ہو اور تشبیہ کے
بیان میں یہ لحاظ رہے کہ مخاطبین کو بھی اُن لوگون کا خدا کی ذات میں ہونے کا صریح شبہ معلوم ہو اس مین
مخاطبین کی حالت مختلف ہو جاتی ہے اسلیئے یون کہنا چاہئیے کہ خدا سنتا ہے دیکھتا ہے یہ نہین کہنا چاہئیے
کہ وہ چکھتا ہے یا چھوتا ہے اور چند معانی کا جب ایک ہی اثر ہو تو اُن کی فیض رسانی کو ایک ہی نام سے تعبیر
کرین جیسے کہین رزاق یا مصور اور اُن اوصاف کی خدا سے نفی کیجائے جو اُس کی شان کے شایان نہون
خصوصاً وہ اوصاف جن کو کافر بیان کیا کرتے ہین مثلاً خدا کے کوئی فرزند نہین اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا ہے
تمام آسمانی مذاہب نے اتفاق کیا ہے کہ خدا کی صفات اس طرح بیان کی جائین ان عبارتون کا استعمال ہو بہو
رہے اور استعمال سے زیادہ اُن کی بحث و تفتیش نہ کی جائے جن زمانون کی خوبی اور بہتری کی شہادت
دی گئی ہے وہ اسی حالت پر گذر گئے لیکن اُن کے بعد مسلمانون کے ایک فرقے نے اُن کے مباحث اور
تحقیق معانی مین زیادہ خوض کیا لیکن اُس کے متعلق نہ کوئی نص تھی نہ دلیل قطعی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے مخلوق مین غور کرو اور خالق مین مت غور کرو اور آنحضرت نے آیت (و ان الی ربک المنتہے)
مین فرمایا کہ پروردگار کی ذات مین غور کرنا بیجا نہین ہے اور صفات چونکہ مخلوق اور نو پیدا نہین مین تو انہین
غور کرنے کے معنے یہی ہین کہ خدا مین یہ صفتین کیونکر حاصل ہوگئین تو گویا اُن مین غور کرنا خالق ہی مین غور
کرنا ہوگیا۔ترمذی نے حدیث ید اللہ ملائی (خدا کا ہاتھ بھرا ہوا ہے) کے متعلق بیان کیا ہے کہ ائمہ حدیث نے
اس حدیث کی نسبت بیان کیا ہے کہ جس طرح یہ حدیث وارد ہے ویسے ہی ہم اُسپر ایمان لاتے ہین نہ اُس کی
ہم کچھ تفسیر کرتے ہین نہ اُس مین کسی اور امر کا خیال کرتے ہین اکثر ائمہ کا قول یہی ہے اُن مین حضرت سفیان
ثوری۔مالک بن انس۔ابن عیینہ اور عبد اللہ ابن مبارک بھی ہین یہ سب کہتے ہین کہ یہ امور روایت سے ثابت
ہین ہمارا اُنپر ایمان ہے یہ نہین کہا جا سکتا کہ ایسا کیونکر ہے اور دوسرے موقع پر ترمذی ہی نے کہا ہے کہ ان
صفات کو جیسا کا تیسا رکھنا تشبیہ نہین ہے تشبیہ جب ہی کہا جائے کہ خدا کی صفت شنوائی اور بینائی ایسی
ہو جیسی ہماری شنوائی اور بینائی حافظ ابن حجر نے بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم یا کسی صحابی
سے صحیح طریقہ سے کوئی ایسا امر منقول نہین ہے کہ جس سے اس کی صاف توضیح ہو سکے کہ متشابہات مین
تاویل کرنا ضروری ہے یا تاویل بیان کرنا بالکل منع ہے یہ امر محال ہے کہ خدا تعالےٰ نے اُن چیزون کی تبلیغ کا حکم
دے جو خدا کی جانب سے لوگونپر نازل ہوئین اور اکملت لکم دینکم بھی اُنپر نازل ہوا پھر بھی متشابہات کا کچھ
ذکر نہ کیا جائے اور اُس کی کچھ تمیز نہ ہو کہ خدا کی جانب کسی امر کو منسوب کر سکتے ہین اور کس کو منسوب نہین
کر سکتے حالانکہ آنحضرت ہمیشہ لوگون کو آمادہ کیا کرتے تھے کہ احادیث کو نقل کرتے رہین اور فرماتے رہے کہ
حاضر شخص غائب کو سب حالات کی خبر دے دے حتے کہ لوگون نے آپ کے اقوال و افعال اور حالات کو اور
اُن امور کو جو آپ کے سامنے پیش آئے بخوبی نقل کر دیا پس معلوم ہوا کہ سب مسلمانون کا اتفاق رہا کہ جو

خدا کی ان متشابہات سے مراد ہے اُسی پر ایمان رکھنا چاہئے مخلوقات کے مشابہات سے خداتعالے نے اس طرح تنزیہ ذکر کردی ہے کہ لیس کمثلہ شیٔ (اس کی مثل کوئی نہین ہے) جس شخص نے اُن کے بعد اس قول کی مخالفت کی تو گویا اسلامی طریقے کے مخالفت کی انتہے مین کہتا ہون کہ شنوائی بینائی قدرت ضحک کلام استواء مین کوئی فرق نہین اہل زبان کی نظر مین ان تمام اوصاف سے وہی معنی مفہوم ہوتے ہین جو خدا کی بارگاہ قدس کے لائق نہین ہین ضحک مین اگر کوئی استحالہ ہے تو یہی ہے کہ اس کے لئے منھ چاہئے ایسے ہی صفت کلام کا حال ہے اور رقت و نزول مین بھی یہی استحالہ ہے کہ بغیر ہاتھ پیرون کے نہین ہوسکتے ایسے ہی یہ شنوائی اور بینائی کی صفت بھی گوش اور آنکھ کی خواہان ہے واللہ اعلم ان خوض کرنے والون نے اہل حدیث پر بڑی زبان درازی کی ہے اور انکا نام مجسمہ اور مشبہ رکھا ہے کہتے ہین کہ یہ لوگ (تجسیم) کو چھپاتے تھے مجکو خوب صاف ظاہر ہوگیا ہے کہ ان کی زبان درازی محض بے معنی ہے اپنے قول مین انھون نے اور روایۃ خطا کی ہے ائمہ ہدایت کی نسبت انکا طعن بیجا ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ متشابہات مین دو مقام ہین (۱) یہ خداتعالے کو یہ صفات کس طرح ثابت ہوئے ہین آیا یہ صفات ذات خداوندی پر زائد ہین یا اُس کی عین ذات ہین اور شنوائی بینائی اور کلام وغیرہ کی حقیقت کیا ہے بادی الرای مین جو اُن الفاظ سے معنے سمجھے جاتے ہین وہ خدا کی شان کے مناسب نہین ہین اس مرتبہ کے متعلق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کچھ ارشاد نہین فرمایا ہے بلکہ اس مین بحث و گفتگو کرنے سے اپنی امت کو روک دیا ہے اس لئے کسی کی تاب نہین ہے کہ جس چیز کو آپ نے منع فرما دیا ہے اُس کا اقدام کرے اور دوسرا مقام یہ ہے کہ ایسی صفات کون سی ہین جن کو ہم شرع کی اجازت سے خدا کے لئے ثابت کرسکین اور ایسی کون سی ہین جن کا اطلاق خدا کے لئے درست نہین ہے اس کے متعلق حق یہ ہے کہ خدا کی صفات اور اسما توقیفی ہین یعنی اگرچہ ہم کو وہ قواعد معلوم ہین جن کو شرع نے صفات الٰہی کے بیان کرنے کے لئے معیار قرار دیا ہے اس کو ہم کتاب کے شروع مین تحریر کرچکے ہین لیکن اکثر لوگ ایسے ہوتے ہین کہ اگر صفات مین خوض کرنے کی اُن کو اجازت دے دی جاوے تو وہ خود بھی گمراہ ہوجائین اور اورون کو بھی گمراہ کردین اور بہت سی صفات بھی ایسی ہین کہ اُن کے ساتھ خداتعالے کو موصوف کرنا اصل مین جائز ہے لیکن کفار کے بعض فرقون نے اُن کا بے جا استعمال کیا ہے یہ استعمال اُن مین شائع تھا اس لئے اس فساد کے دور کرنے کو شرع نے اُن صفات کے استعمال سے منع کردیا ہے اور بعض صفات ایسے ہین کہ اگر اُن کو ظاہری معنے مین استعمال کرین تو خلاف مقصود کا وہم ہوا کرتا ہے اسواسطے اُن صفات کے استعمال سے بھی احتراز چاہئے اسی حکمت سے شرع نے اوصاف کو توقیفی قرار دیا ہے اور اپنی رائے سے اُن مین خوض کرنے کو جائز ٹھیرایا ہے اور حاصل یہ ہے کہ ضحک فرحت بشاشی کا استعمال کرنا خدا کی شان مین جائز ہے اور گریہ خوف وغیرہ کا استعمال درست نہین ہر اگرچہ ان دونون قسمون کا ماخذ قریب قریب ہے اور یہ مسئلہ جیسا کہ ہم نے اُس کی تحقیق کردی عقل اور نقل

سے موید ہے اُنکے اسوپاس باطل کو گذر نہین ہے۔ لوگون کے اقوال و مذاہب کے باطل کرنے کا یہ موقع بھی نہین ہے
بلکہ دوسرے موقع مین اُنکا ابطال کیا جاتا ہے اور ہم ان الفاظ متشابہ کی تعبیر اور دوسرے معنے سے بھی کر سکتے ہین جو
بہ نسبت ان علما کے معنے کے زیادہ قریب الفہم اور مناسب ہون جو معنے اُنہون نے ذکر کئے ہین وہ ابھی تک بالکل
متعین نہین ہو سکے ہین دلیل عقلی اُنپر ہم کو مجبور نہین کرتی اور دوسرے معنے کے لحاظ سے کچھ اُنکو ترجیح اور
فضیلت بھی نہین ہے نہ اُن مین یہ حکم کیا جاتا ہے کہ یہی اقوال مراد الٰہی کے موافق ہین نہ اُنکے اعتقاد پر اجماع
اور اتفاق ہو گیا ہے یہ بات ابھی بہت دور ہے اسلئے ہم کہتے ہین مثلاً تمہارے سامنے تین قسم کی چیزین ہین
زندہ۔ جماد۔ مردہ اور زندہ چونکہ دانا مخلوق مین موثر ہوتا ہے اسواسطے زندہ کی حالت کو حضور خداوندی سے
زیادہ مشابہ ہوتی ہے اسلئے ضرور ہے کہ ہم خدا کا نام حی رکھین اور ہمارے حق مین علم اشیا کی ظاہر اور منکشف
ہونے کا نام ہے اور خدا پر بھی تمام اشیاء منکشف ہین پہلے وہ سب اُس کی ذات مین مندرج تھین اُس کے بعد
اُن کا وجود تفصیلی ہوا اسلئے ضرورتہً ہم اُس کو علیم کہہ سکتے ہین اور بینائی اور شنوائی سے نظر آنے والی اور سنی
گئی چیزون کا پورا انکشاف ہوا کرتا ہے اور خدا کو یہ انکشاف نہایت کامل درجہ کا ہے اسلئے ہم اُسکو سمیع اور علیم
ضرورتہً کہینگے اور جب ہم کہا کرتے ہین کہ فلان شخص نے یہ ارادہ کیا تو اُس کے یہی معنے ہوتے ہین کہ کسی کام کے
کرنے یا ترک کرنے کی خواہش اُس مین پیدا ہوئی اور جب کسی کام کی شرائط موجود ہو جاتی ہین یا عالم مین کوئی استعداد
پیدا ہو جاتی ہے تو خدا تعالی بھی اکثر کامون کو فعلیت مین لاتا ہے جو چیزین پہلے ضرور نہ تھین شرط اور استعداد اُنکو ضروری
ہے کر دیا کرتی ہے اور بہت دور کے حصون مین خدا کے حکم سے بکثرت اجتماع ہو جاتا ہے حالانکہ پہلے سے وہ اتفاق
نہین ہوا کرتا اِس وجہ سے خدا کو مرید کہا جاتا ہے اور نیز جب ارادہ الٰہی جو خدا کی ذاتی صفت ہے اور خواہش اُسکے
معنے بیان کئے گئے ہین ایک مرتبہ تمام عالم سے وہ متعلق ہو چکا اور بعد کو وقتاً فوقتاً نئی نئی چیزین پیدا ہوتی رہتی ہین
اسلئے یہی مناسب ہے کہ ایسی ہر چیز کی طرف اُسکو منسوب کر کے کہین کہ خدا نے ایسا ارادہ کیا اور ویسا ارادہ کیا +
اور جب ہم کہا کرتے ہین کہ فلان شخص کو قدرت ہے تو اُسکے یہی معنی ہوا کرتے ہین کہ وہ کوئی کام کر سکتا ہے اور کوئی
خارجی سبب اُس کو نہین روک سکتا اور دو مقدور چیزون مین سے اگر قادر ایک ہی کو اختیار کرے تو اُس سے نفی قدرت
نہین ہو سکتی اور خدا تعالی ہر چیز پر قادر ہے وہ محض اپنی عنایت اور خواہش ذاتی سے بعض افعال کو پسند کرتا ہے اور
اُن افعال کے مخالف امرون کو ترک کر دیتا ہے اِسی وجہ سے اُس کا نام قادر ہے اور جب کلام کیا فلان نے فلان سے
کہا جاتا ہے تو اُسکے یہی معنی ہوا کرتے ہین کہ اُس نے اپنے مقصود معانی کو اُن لفظون سے ادا کر دیا جن سے وہ معانی معلوم
ہوتے تھے اور خدا بھی اکثر اپنے بندے کو علمی فیض پہنچایا کرتا ہے اور اُنکے ساتھ ہی الفاظ کا بھی افاضہ کرتا ہے جنکی
صورت اُس بندے کے خیال مین منعقد ہو جاتی ہے وہی الفاظ اُن معنے پر دلالت کیا کرتے ہیں اس کی وجہ سے تعلیم خوب
صاف اور صریح ہوتی ہے اِسوجہ سے خدا کو متکلم کہتے ہین خدا تعالی فرماتا ہے۔ وما کان لبشرٍ ان یکلمہ اللہ الا
وحیاً او من وراءِ حجاب او یرسل رسولاً فیوحی باذنہ ما یشاء انہ علی حکیم (آدمی کا مرتبہ نہین ہے کہ خدا اُس

سے ہم کلام ہو ماں وحی سے یا پردے کی آڑ مین وہ کلام کرتا ہے یا کسی پیغمبر کو بھیج دیتا ہے وہ خدا کی اجازت سے
جو چاہتا ہے وحی کرتا ہے بیشک خدا بڑا اور حکمت والا ہے۔ وحی نام ہے دل مین کسی چیز کا خواب کے
ذریعے سے ڈال دینا یا جب غیب کی طرف توجہ ہو تو بدیہی طور پر علم پیدا کر دینا اور پردے کی آڑ کے معنی یہ ہین
کہ ایک منتظم گفتگو کر سنا دے سامع کسی گفتگو کرنے والے کو نہ دیکھتا ہو لیکن واقع مین اُس کی آواز سن رہا
ہو یا خدا کبھی پیغمبر کو بھیج دیتا ہے اور وہ اُس کے سامنے صورت پکڑ کر ظاہر ہوتا ہے اور کبھی پیغمبر عالم غیب کی جانب
متوجہ ہوتا ہے اُس کے تمام حواس مغلوب ہوتے ہین کہ دفعتہً وہ گھنٹہ کی سی جھنکار کو سنتا ہے جبکہ سرخ اور سیاہ
رنگون کے دیکھنے سے غشی سی طاری ہو جایا کرتی ہے چونکہ حظیرۃ القدس مین یہ مطلوب ہے کہ لوگون مین نظام قائم کیا
جائے اگر اُنکے طبائع اُس نظام کے موافق ہوتی ہین تو وہ ملاء اعلےٰ مین شامل ہو کر تاریکیون سے نور الٰہی مین
آجاتے ہین اُنکو نفسانی بشاشت حاصل ہوتی ہے فرشتون اور لوگون پر الہام ہوتا ہے کہ اُنکے ساتھ نیکی سے
پیش آئین اور اگر اُن کی طبائع اُس نظام کے مخالف ہوتی ہین تو ملاء اعلےٰ سے اُن کی علیحدگی ہو جاتی ہے
اور ملاء اعلےٰ کی بیزاری سے اُن پر مصیبت ہوتی ہے اور جیسا پہلے ذکر ہوا ہے اُن کو تکلیف عذاب ہوتا ہے اس
لحاظ سے کہتے ہین کہ خدا خوشنود ہے شکر کی جزا دیتا ہے یا خدا ناخوش ہوا اُسکی لعنت ہوئی یہ امور اسی لئے ہوتے ہین
کہ بمقتضائے مصلحت عالم کے احکام جاری رہین اور منجملہ نظام عالم کے اُس امر کا پیدا کرنا بھی ہے جسکے لئے دعا مانگی گئی
ہو اس لحاظ سے کہا جاتا ہے کہ خدا نے دعا قبول کر لی اور ہمارے استعمال مین رویتہ کے معنے یہ ہین کہ نظر آنے والی
چیز پورے طرح پر ظاہر ہو جائے اور لوگون کو جب اُخروی وعدے حاصل ہونگے تو اُن کو تجلی حاصل ہوگی جس کا
قیام عالم مثال کے وسط مین ہے تمام لوگ اُسوقت خدا کو برائے العین دیکھینگے اسواسطے مذکور ہے کہ کیا جا ہے
انکم سترونه کما ترون القمر لیلة البدر (بے شک تم خدا کو ایسا ہی دیکھو گے جیسا کہ شب بدر مین ماہ کو دیکھتے ہین)
واللہ اعلم +

## باب ۱۸ - قدر پر ایمان لاتے ہین۔

قضاء و قدر پر ایمان لانا بڑے اعلےٰ درجہ کی نیکی ہے اسی سے آدمی کو وہ یکسان تدبیر نظر آسکتی ہے جو تمام عالم کو
سمیٹے ہوئے ہے جس شخص کو اس تدبیر کا ٹھیک ٹھیک اعتقاد ہوگا وہ اُن چیزون پر نظر رکھیگا جو خدا تعالےٰ کے قبضے
مین ہین دنیا اور مافیہا اُن کا عکس ہے معلوم ہوگا لوگون کے اختیارات کو قضائے الٰہی کے مقابلے مین ایسا
سمجھے گا جیسے آئینہ مین صورت کا عکس ہوتا ہے اس سے اُس شخص مین تدبیر یگانہ کا انکشاف ہوگا اگرچہ کامل
انکشاف عالم معاد ہی مین ہوگا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نیکی کے تمام قسمون مین اُس کا بلند رتبہ ہونا بتایا ہے
کہ جس شخص کا قدر کی نیکی اور برائی پر ایمان نہو تو مین اُس سے جدا ہون اور نیز آپ نے فرمایا ہے کہ کسی بندہ کا ایمان
درست نہین ہو سکتا جب تک کہ قدر کی نیکی اور برائی پر ایمان نہ رکھے اور خوب یقین کرے کہ جو کوئی عمل درست

ہو گیا اس مین خطا کا دخل تھا اور جو اس نے خطا کی اس مین درستی کا احتمال نہ تھا۔

معلوم کرنا چاہیے کہ خدا کا علم ازلی اور ذاتی تمام اُن چیزون کو محیط ہی جو موجود ہو چکین یا آئندہ موجود ہونگین یہ محال ہے کہ خدا کے علم سے کوئی ایسی چیز موجود ہو جو اس کے علم مین نہ تھی اگر ایسا ہو تو وہ علم نہ ہوگا بلکہ جہل ہوگا یہ مسئلہ تو شمول علم کا ہے قدر کا مسئلہ یہ نہین ہے اس مین کسی اسلامی فرقہ نے مخالفت نہین کی ہے جس قدر کا حال مشہور حدیثون سے معلوم ہوا ہے اور سلف صالح کا وہی عقیدہ رہا اور محققین ہی کو اس کے سمجھنے کی توفیق ہوئی اُس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ یہ تکلیف کو دور کرتی ہے اور جب یہ حالت ہے تو عمل کرنے کے کیا معنے ہین وہ قدر وہی ہے جو قبل موجود ہونے کے حادث اشیا کے وجود کو ضروری قرار دیتی ہے اس کے لازم کرنے سے وہ شے موجود ہوتی ہے ناگزیر کام اس کو دفع کر سکتا ہے نہ کوئی اور ذریعہ مفید ہے اس قدر کے واقع ہونے کے پانچ مرتبہ اور درجہ ہین پہلا مرتبہ یہ ہے کہ خدا تعالےٰ نے ازل مین قرار دیا کہ عالم کو ایک عمدہ صورت مین پیدا کرے حتی الامکان اُس مین سب خوبیان ہون تمام مصلحتون کا لحاظ ہو اس کے موجود ہونے کے وقت تمام اضافی خوبیون کے آثار ہون خدا کے علم کی نہایت اس پر ہوئی کہ اُن کی تمام صورتون مین سے خاص خاص صورتین متعین کر دی گئین اسطرح پر تمام حادث اشیا کا ایک مرتب سلسلہ قائم ہو گیا جن سے سب جو دیکھا جا ہو گئے اُن کے مصداق مین کثرت نہ تھی خدا اور عالم کا جس پر کوئی امر پوشیدہ نہین ہو سکتا یہ ارادہ کرنا کہ عالم کو موجود کرے یہی معنی رکھتا ہے کہ اس نے وجود عالم کی صورت کو نہایت الامر تک خاص کر دیا دوسرا مرتبہ یہ کہ اس نے ہر چیز کے مقدار اور اندازہ کو مقدر کیا روایت کی جاتی ہے کہ خدا تعالیٰ نے تمام مخلوقات کے مقدارون کو پچاس ہزار برس پہلے آسمانون اور زمین کی پیدایش سے پہلے لکھ لیا تھا یہ اسطرح ہوا کہ عرش کے وجود مین خدا نے تمام مخلوقات کو پیدا کیا اور ہر ایک کی صورت مقرر کر دی شرایع مین اسے مرتبہ کو ذکر سے تعبیر کرتے ہین مثلاً اُس نے وہان محمد الرسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صورت موجود کی اور مقرر کر دیا کہ وہ فلان وقت مین لوگون کی طرف مبعوث ہونگے لوگون کو احکام الٰہیہ پر مطلع کرین گے ابو لہب اُنکا انکار کریگا دنیا مین خطا اور گناہ اُسکے دل کا احاطہ کرے گا اور آخرت مین آتش دوزخ سے اُسپر عذاب ہوگا اسی صورت کی وجہ سے تمام حادث چیزون کا ظہور اسی روش و طریقے سے ہوتا ہے کہ جیسے وہان اُنکا اندازہ ہو چکا تھا ❊

تیسرا مرتبہ یہ ہے کہ خدا نے جب آدم علیہ السلام کو اس لئے پیدا کیا کہ وہ تمام آدمیون کے باپ ہر نوع انسانی کے مبدا ہون تب اُس نے اُن کی اولاد کی صورتین عالم مثال مین پیدا کرین اور نور و تاریکی سے اُن کی سعادت اور شقاوت کی صورت مقرر کر دی اُن کی ایسی حالت بنا دی کہ احکام الٰہیہ سے مکلف ہونے کے قابل ہون اُن مین اپنی شناخت اور نیازمندی کا مادہ پیدا کیا عہدِ قدیم جو لوگون کی فطرت مین مخفی رکھا گیا ہے یہی اصل ہے اسی کی وجہ سے مؤاخذہ کیا جاتا ہے اگرچہ وہ واقعہ اُن کو یاد نہ رہا ہو جو لوگ زمین پر پیدا کئے گئے ہین وہ انہین صورتون کا عکس ہین جو وہان موجود ہو چکے ہین اُن مین وہی امور مضمر ہین جو وہان پیدا ہو چکے تھے ❊

چوتھا درجہ اسوقت تقدیر اور اندازہ کا ہوتا ہے کہ جب جنین مین روح ڈالی جاتی ہے جیسے تخم عرما خاص وقت مین
کسی زمین مین بویا جاتا ہے اور سب اُس کی خاص خاص تدبیرین تربیت کے متعلق عمل مین آتی ہین تو جس شخص
کو اُس درخت اور زمین و ہوا کی خاصیتین معلوم ہوتی ہین وہ جان جاتا ہے کہ یہ درخت اچھی طرح اُگے گا اُس
کی شان دیکھ کر بعض بعض امور کا پتہ لگا لیتا ہے ایسے ہی اُس زمانے مین مدبر فرشتون کو اُس کی عمر اور رزق کی
کیفیت ظاہر ہو جاتی ہے وہ معلوم کر لیتے ہین کہ یہ شخص اُن لوگون کے سے عمل کریگا جن کی ملکی قوت بہیمی
پر غالب ہوتی ہے یا اُن لوگون کے سے جن کی ملکی قوت بہیمی سے مغلوب ہوتی ہے اُس کی سعادت اور شقاوت
کے سب ڈھنگ اُن کو معلوم ہو جاتے ہین کسی واقعہ کے پیدا ہونے سے پہلے ہر چیز کا اندازہ کیا جاتا ہے حظیرۃ القدس
سے زمین پر ہر ایک کا نزول ہوتا ہے ایک صورت پہلے مثالی زمین کیطرف منتقل ہوتی ہے پھر اُس کے احکام
یہان پھیل جاتے ہین اس کو مین نے اکثر مرتبہ مشاہدہ کیا ہے ایک بار چند لوگ باہم مناقشہ کر رہے تھے انکا رنج
بڑھتا جاتا تھا مین نے خدا سے التجا کی کہ یہ مناقشہ ان مین سے دور ہو جاوے اُسی وقت ایک مثالی نورانی نقطہ
حظیرۃ القدس سے زمین پر نازل ہوا وہ آہستہ آہستہ پھیلتا گیا جتنا وہ پھیلتا تھا اُتنا ہی رنج اُن کے دلون سے دور
ہوتا جاتا تھا ابھی ہم اپنے مجلس سے علیحدہ نہ ہوئے تھے کہ اُن سب مین باہم ایسے ہی میل و محبت پیدا ہو گئے جیسے
پہلے تھے یہ میرے نزدیک خدا تعالے کی عجیب نشانیون مین سے ایک نشانی تھی ایسے ہی میرا ایک لڑکا بیمار پڑا تھا
میرا دل اُسطرف لگا ہوا تھا اتنے مین نماز ظہر پڑھ رہا تھا کہ اُس کی موت کو مین نے نازل ہوتے ہوئے دیکھا تو اُسکا
اُسی روز شب مین انتقال ہو گیا حدیث مین صاف صاف بیان کیا گیا ہے کہ زمین پر پیدا ہونے سے پہلے سب حوادث
پیدا ہو جاتے ہین اُس کے بعد اس عالم مین اُسی طرح پیدا ہو کر ظاہر ہوتے ہین کہ جیسے پہلے مرتبہ پیدا ہو چکے تھے یہ
خدا کا قانون اور طریقہ ہے کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جو چیزین وہان موجود ہو چکی تھین وہ محو ہو جاتی ہین
خدا تعالی فرماتا ہے یمحو اللہ ما یشاء و یثبت و عندہ ام الکتاب (خدا جس چیز کو چاہتا ہے محو کر دیتا ہے جسے چاہتا
ہے ثابت رکھتا ہے اور اُس کے پاس ام الکتاب ہے) مثلاً کبھی کسی بلا کی کچھ نہ کچھ پیدایش ہو جایا کرتی ہے وہ
مصیبت زدہ پر نازل ہونے کو ہوتی ہے کہ دعا اُس کو روک لیتی ہے اور کبھی موت کی پیدایش ہونے کو ہوتی ہے
کہ کوئی نیکی اُس کو روک لیتی ہے اس کا راز یہ ہے کہ یہ نازل ہونے والی شے بھی معمولی اسباب مین سے ایک ایسا
ہی سبب ہے جیسے بقاے زندگی کے لئے کھانا اور پینا اور موت کے لئے زہر کھا لینا یا تلوار مارنا - اکثر احادیث سے معلوم
ہو گیا ہے کہ ایک عالم ایسا ہے جس مین تمام قائم بالغیر چیزین مجسم ہوتی اور معانی اُس مین منتقل ہوتے ہین قبل اسکے کہ
کوئی شے زمین مین پیدا ہو جایا کرتی ہے جیسے رحم کا عرش مین معلق ہونا اور فتنے ایسے نازل ہوتے ہین جیسے قطرون
کی بوچھاڑ ہوتی ہے - اور نیل و فرات پہلی سدرۃ المنتہے کی جڑ مین پیدا کئے گئے تھے پھر زمین پر اُن کو اُتار دیا ہے
ایسے ہی سورہ حدید اور انعام کا نازل کرنا - مجموعہ قرآن کا درلے آسمان پر اُتارنا - اور آنحضرت اور دیوار مسجد کے
بیچ مین جنت اور دوزخ کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے اسطرح ہو جانا کہ خوشہ انگور کو توڑ سکین اور

دوزخ کی حرارت کو محسوس کرسکین - اور دعا اور بلا کے باہم کشتی - ذریت آدم کو پیدا کرنا عقل کا پیدا کرنا - وہ سامنے ہوئے اور اس نے پیٹ پھیرلی - سورۂ بقر آل عمران کا بندون کی دو صفون کی صورت مین ظاہر ہونا - اعمال کا وزن - جنت کا ناگوار چیزون سے اور دوزخ کا خواہشون سے بھرا ہونا - ایسے ہی اور امور بھی مین جس کو حدیث کا ادنےٰ علم بھی ہوگا وہ ان امور کو خوب سمجھ سکتا ہے ور اپنے مسببات کے لئے اسباب کے سبب ہونے کی تقدیر کچھ مزاحم نہین ہے - اسکا تعلق اس سلسلے سے ہے جو مجموعی طور پر ایک ہی مرتبہ مرتب ہوگیا ہے جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ منتر اور دوا اور پرہیز تقدیر الٰہی سے بچا سکتے ہین - آپ نے فرمایا یہ بھی تقدیر الٰہی سے ہین اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سرغ (نام مقام کے قصہ) مین فرمایا کیا یہ امر نہین ہے کہ اگر تم ناقہ کو سبزہ زار مین چراتے تو تقدیر سے ہی چراتے اور بندون کو اپنے افعال کا اختیار ہے لیکن اس اختیار مین ان کا کچھ اختیار نہین ہے اس لئے کہ اس اختیار کے لئے ضرور ہے کہ مقصود کی صورت اس کا نفع اور خواہش اور عزم پیدا ہوجائے اور ان سب امور کا علم بھی نہین ہوا اگر پھر ان مین خود مختاری کیسی - آنحضرت فرماتے ہین - ان القلوب بین اصبعین من اصابع اللہ یقلبها کیف یشاء (دل خدا کی دو انگشتون مین ہین جس طرح چاہتا ہے ان کو پھیر دیتا ہے) واللہ اعلم -

## باب ۴۴ - اس پر ایمان لانا چاہئے کہ عبادت کرنا بندون پر خدا تعالیٰ کا حق ہے خدا بندون پر انعام کرنیوالا ہے اور بالقصد انکو جزا دینے والا ہے -

معلوم کرو کہ نیکیون کے تمام اقسام مین سے بڑی نیکی یہ ہے کہ آدمی خالص دل سے اسطرح یقینی اعتقاد کرے کہ دوسرے کسی خلاف اعتقاد کا اس مین احتمال بھی نہو کہ عبادت کرنا بندون پر خدا تعالیٰ کا حق ہے - خدا کی جانب سے عبادت کا بندون سے ایسا ہی مطالبہ کیا جاتا ہے جیسے کہ اور حقدار اپنے حقوق کا مطالبہ کیا کرتے ہین - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ سے ارشاد فرمایا کہ اے معاذ تم جانتے ہو کہ خدا کا بندون پر اور بندون کا خدا پر کیا حق ہے حضرت معاذ نے عرض کیا خدا اور اسکے رسول ہی کو یہ خوب معلوم ہے آپ نے فرمایا خدا کا بندون پر یہ حق ہے کہ اس کی خالص عبادت کرین کسی کو خدا کا شریک نہ بنائین - اور بندون کا حق خدا پر یہ ہے کہ جو بندہ مشرک نہو خدا اسکو عذاب نہ دے - اسلئے کہ جس شخص کا اس امر پر کہ عبادت خدا کا حق ہے یقینی اعتقاد نہوگا اور اس کی نظر مین یہ احتمال ہوگا کہ آدمی بالکل مہمل اور بے مہار ہے اس سے عبادت کا مطالبہ نہین ہے - اور پروردگار مدبر مختار کی طرف سے عبادت کا کچھ مواخذہ نہوگا تو ایسا شخص دہریہ ہوگا اگر اعضاء ظاہری سے اس نے عبادت کی بھی لیکن دلی حالت پر وہ کچھ موثر نہوگی - خدا کے اور اس کے درمیان کوئی دروازہ مفتوح نہوگا - جیسے عادۃً وہ اور کام کرتا ہے ایسے ہی وہ عبادت بھی کریگا - اس مین اصلی امر یہ ہے کہ عالم جبروت کے موقعون مین ایک ایسا موقعہ ہے جہان قصد و ارادہ قرار پاتا ہے یعنی کسی کام کے کرنے کا فیصلہ ہوجاتا ہے اور اس موقع کے لحاظ سے اس کام کو کرنا یا اس کو ترک کردینا دونون امر درست ہوا کرتے ہین اگرچہ مصلحت فوقانی کے لحاظ سے کوئی امر متردد فیہ اور مشکوک نہین رہا کرتا وہان کوئی حالت منتظرہ نہین ہوا کرتی یا کسی

امر کا ہونا ضروری قرار پایا جاتا ہے یا اُس کا نہونا"۔ اُن لوگون کا کچھ اعتبار نہین ہے جو اپنا نام حکما کہتے ہین۔ اور
کہتے ہین کہ ارادہ مین کسی شے کے ہونے یا نہونے کا فیصلہ ہوا کرتا ہے۔ ایسے لوگون نے بعض چیزین ضرور رکھین اور
بہت سی چیزین اُن کی نظر سے غائب رہین۔ وہ جبروت کے اِس موقع کے مشاہدہ کرنے سے محجوب ہین۔ اور آفاقی
و نفسی دلائل اُنپر قائم ہو سکتی ہین۔ اُن کے محجوب ہونے کی وجہ تو یہ ہے کہ اُن کو اِس مقام کی رہبری نہین ہوئی
جو تجلئ اعظم اور ملاء اعلےٰ کے بین بین ہے۔ جیسے شعاع کے جوہر مین قایم ہوتی ہے ایسے ہی اِس مقام کی حالت ہے
**ولله المثل الاعلیٰ** اِس مقام مین کسی امر کے ہونے کی صورت قرار پا جایا کرتی ہے۔ ملاء اعلےٰ کے علوم اور اُنکے حالات
اِس تقریر کے باعث ہوا کرتے ہین لیکن اس شے کا کرنا نکرنا ابھی تک امر اختیاری ہوا کرتا ہے۔ اور اُن حکما کے مقابلے مین
دلیل اِسطرح پر قایم ہو سکتی ہے کہ ہر شخص اسکو بداہتہ جانتا ہے کہ مثلاً ہاتھ بڑھا کر قلم سے لیا جایا کرتا ہے لیکن ابھی یہ شخص
محض ایک شے کا قصد کرنے والا ہی ہوا کرتا ہے۔ اِس قصد کے اعتبار سے اُس شے کا کرنا نکرنا یکسان ہوتا ہے۔
اُس قوت کے لحاظ سے جو اُس شخص کے نفس مین ہے فعل یا ترک فعل مین کوئی ترجیح نہین ہوا کرتی اگرچہ فوقانی مصلحت
نے اس امر کا واجب الفعل یا واجب الترک ہونا طے کر دیا ہو یہی حالت اُن سب امور کی سمجھ لینی چاہئے کہ خاص خاص
استعدادین اُن کے باعث ہوا کرتی ہین اور مادے جیسی جیسی صورتون کے لئے قابل اور مستعد ہوا کرتے ہین ویسے ہی
صورتین خالق امور کی جانب سے اُنپر نازل ہو جایا کرتی ہین جیسے دعا کی جاتی ہے تو اُسکے بعد قبولیت مرتب ہوتی ہے تو کہہ
سکتے ہین کہ ایک جدید شے کے پیدا ہونے مین دعا کو ایک قسم کا دخل ہے۔

اور اِس تقریر مین اگر یہ شبہ ہو کہ اِس حالت مین مصلحت فوقانی سے ناواقفیت معلوم ہوتی ہے کہ اُس مصلحت نے
کس چیز کو واجب کیا ہے تو یہ مقام عقائی اور نفس الامری کیونکر ہوا۔ مین کہتا ہون کہ حاشا للہ ایسا نہین ہے۔ بلکہ یہ علم
ہے اور اُس مقام کا حق پورا کرتا ہے۔ جہل جب ہوتا کہ یون کہا جاتا کہ یہ شے واجب نہین ہے۔ تمام شرایع الہیہ نے اس جہل
کی نفی کی ہے اسلیئے کہ اُنہون نے ایمان بالقدر کو ثابت کیا ہے۔ **ما اصابک لم یکن لیخطئک وما اخطاک لم
یکن لیصیبک** (جو چیز تم کو پہنچی ہے اُس مین چوک ہونے والی نہ تھی اور جس چیز مین چوک ہوگئی وہ تجکو پہنچنے والی نہ
تھی) جب یہ کہا جاویگا کہ اس موقع کے لحاظ سے اُس شے کا کرنا یا نہ کرنا درست ہوتا ہے تو بھی علم حق ہے۔ یقیناً جب تم شتر
نر کو نرینہ کام کرتے ہوئے اور اونٹنی کو مادینہ کام کرتے ہوئے دیکھوگے تو اُسوقت اگر یہ حکم کروگے کہ یہ کام مجبوری سے
ایسے ہی ہوتے ہین جیسے پتھر دور سے لڑکانے سے لڑکتا ہے تو تم خلاف واقع حکم کروگے۔ اور اگر یہ کہوگے کہ بلا سبب
یہ کام صادر ہوتے ہین نہ اونٹ کا مزاج اُن کا باعث ہے نہ اونٹنی کا تب بھی تمہارا حکم خلاف واقع ہوگا اور اگر یہ کہوگے
کہ اُنکا ارادہ جو اُن کی ذات اور طبیعت مین منقش ہے صرف فوقانی ضرورت کا ناقل ہے اُسپر اُسکا سہارا ہے خود
اُن مین کوئی ذاتی اور مستقل جوش اور ہیجان کسی امر کا نہین ہوا کرتا اس فوقانی حالت کے علاوہ کوئی اور آماجگاہ
نہین ہے تب بھی یہ حکم خلاف واقع ہوگا بلکہ امر حق اور یقینی بین بین حالت ہے یعنی اختیار ایک امر معلول ہے
جو اُس کی علل و اسباب ہین اُن سے اُس کو تخلف نہین ہوا کرتا جو کام مقصود ہوا کرتا ہے اُسی کے اسباب اُسی کے

باعث ہوا کرتے ہین ان کے لحاظ سے یہ ممکن نہین ہے کہ وہ کام نہو لیکن اس اختیار کی شان اور حالت یہ ہے کہ ذاتی اور اُس کی اپنی حالت کیوجہ سے اُس مین بہجت اور سرور حاصل ہوا کرتا ہے کسی فوقانی امر کا اُس مین لحاظ نہین ہوتا۔ اب اگر تو اِس مقام کا حق ادا کرے گا کہ مین اپنی ذات مین معلوم کرتا ہون کہ کسی امر کا کرنا نہ کرنا میرے نزدیک برابر تھا اور مین نے اُس کا کرنا اختیار کر لیا ہے اور یہ میرا اختیار ہی اس کام کی علت اور سبب ہے تو البتہ تو اپنے قول مین سچا ہو سکیگا شرایع الیہ نے اسی ارادے کی خبر دی ہے جو اِس مقام مین منتقش ہوا کرتا ہے بہر حال یہ ثابت ہو گیا کہ ایک ایسے ارادے کا ثبوت ہے جو وقتاً فوقتاً متعلق ہوتا رہتا ہے اور اس کے لحاظ سے دنیا اور آخرت مین جزا ثابت اور مرتب ہوتی رہتی ہے۔ اور یہ امر بھی ثابت ہے کہ مدبر عالم نے احکام شریعت کے واجب کرنے سے عالم مین تدابیر کو قایم کیا ہے کہ لوگ اس شریعت پر عمل کرین اور اس سے منفعت حاصل کرین تو گویا شریعت سے لوگونکو مامور کرنا ایسا ہے جیسے کوئی آقا اپنے غلامون سے کوئی خدمت لینا چاہتا ہے وہ اپنے اُن غلامون سے خوش ہوتا ہے جو اُسکی خدمت کرین اور ان سے وہ ناخوش ہوتا ہے جو خدمت کرنے سے انکار کرین اسی طرز و انداز پر شریعتوں کا نزول ہوا ہے۔ ہم نے اوپر ذکر کیا ہے کہ صفات الیہ وغیرہ کا بیان شریعتون مین ایسے طرز و عنوان سے ہوا کرتا ہے کہ اُن کے بیان کے لئے کوئی اور عبارت زیادہ خوش ادا اور حق کو زیادہ واضح طور پر بیان نہین کر سکتی۔ شریعت کی تعبیر کبھی حقیقۃ لغوی کے طور پر ہوتی ہے اور کبھی متعارف مجاز کی صورت مین۔ شریعت نے اِس امر کے دریافت کرنے پر کہ عبادت خداوند عالم کا حق ہے لوگون کو تین مقدمات کی وجہ سے قدرت دی ہے۔ یہ تینون اصول سب کے نزدیک مسلم ہین۔ اور بمنزلہ امور مشہور اور بدیہی کے ان کی نظر مین ہو گئے ہین

(۱) خداوند عالم منعم ہے اور منعم کا شکر یہ واجب ہوا کرتا ہے اور عبادت کرنا واجبی انعامات کا شکریہ ہے۔

(۲) خداوند تعالی بارگاہ احدیت سے اعراض کرنے والون اور دنیا مین عبادت کے ترک کرنیوالوں کو سخت سزا دیتا ہے۔

(۳) خدا تعالی آخر مین اطاعت اور نافرمانی کی جزا دیگا۔ ان مقدمات سے تین قسم کے اور علوم کا اضافہ ہوتا ہے۔

(۱) انعامات الہی کا یاد دلانا۔

(۲) انتقامات خداوندی کا یاد دلانا۔

(۳) معاد کے حالات کا یاد دلانا۔ قرآن بزرگ مین انہین علوم کی تشریح ہے۔ اِن علوم کی تشریح کی جانب زیادہ تر توجہ اسی وجہ سے ہوئی ہے کہ انسان کی اصل فطرت مین خدا جل مجدہ کی جانب ذاتی میلان پیدا کیا گیا ہے یہ میلان ایک امر دقیق ہے۔ اسکی صورت آدمی کی خلقت مین ہی منتقش ہے۔ انسانی خلقت مین یہ مندرج ہے کہ خدا تمام لوگون کا منعم ہے۔ وہ انکے اعمال کی جزا دیتا ہے۔ اسواسطے اس پر ایمان ہونا چاہئے کہ عبادت اُسی کا حق ہے۔ وجدان صحیح سے یہ امر ثابت ہے جس شخص ارادے کا انکار کرے یا اسکو اِس مین کلام ہو کہ بندہ پر خدا کا کوئی حق نہین ہے یا جزا سزا پر اسکو یقین نہو تو وہ شخص دہریہ ہے اس کی فطرت سلیم نہین اس نے اس میلان کو کھو دیا جو فطرۃً اُس کی طبیعت مین ودیعت رکھا گیا تھا ایسا ہی شخص دہریہ کا نائب اور خلیفہ اور اُسکے قائم مقام مانا جاتا ہے +

اور اگر اس میلان کی حقیقت معلوم کرنی چاہتے ہو تو سمجھو کہ روح انسانی مین ایک لطیفہ نورانی ہے جس کو بالطبع

خداوندِ عالم کی جانب ایسی ہی کشش ہے جیسے لوہے کو مقناطیس کی طرف ہوتی ہے۔ وجدان سے یہ امر معلوم ہے ۔ جو شخص اپنے لطائفِ نفسانی کے آثار معلوم کرنے کا نہایت خوض سے متلاشی ہوگا اور ہر لطیفہ کی کیفیت کو وہ معلوم کریگا تب وہ اس لطیفۂ نورانی کی کیفیت بھی معلوم کرسکیگا اور یقیناً معلوم کریگا کہ اس کو خداوند تعالیٰ کی جانب بالطبع میلان اور کشش ہے اہلِ وجدان کے نزدیک اِس میلان کا نام محبت ذاتی ہے جبکہ اور وجدانی امور کے لئے دلائل کی حاجت نہیں ہے ایسے ہی اس کے لئے بھی نہیں ہے وہ ایسا ہے جیسے گرسنہ کی بھوک اور تشنہ کی تشنگی جب آدمی لطائف سفلی کے احکام کی وجہ سے پردہ اور تاریکی کی حالت میں ہوتا ہے تو اس کی مثال ایسی ہوتی ہے جیسے اس نے اپنے بدن میں کسی مخدر چیز کا استعمال کیا ہو اور اسکی بالکل حس جاتی رہی ہو۔ اس پر گرمی اور سردی کا کچھ اثر نہیں ہوتا۔ جب اس کے لطائف سفلی میں مزاحمت سے خاموشی اور سکون پیدا ہوتا ہے یہ خواہ اضطراری موت سے ہو جس سے نسمہ کے بہت سے اجزا منتشر ہو جاتے ہیں اور نسمہ کی اکثر خاصیتیں گھٹ جایا کرتی ہیں۔ یا اختیاری موت سے ہو کہ نفسانی اور بدنی ریاضتوں کے ذرائع عجیب عجیب اس نے استعمال کئے ہوں تب وہ بمنزلہ اس شخص کے ہوتا ہے کہ مخدر چیز کا اثر اس میں سے دور ہو گیا ہو اسوقت میں وہ اپنی ذاتی اثروں کو معلوم کرسکتا ہے جن کی پہلے اسکو خبر بھی نہ تھی۔ پس جب آدمی کی وفات ہوتی ہے اور بارگاہ ازلی کی طرف اس کو توجہ نہیں ہوا کرتی ہے اس حالت میں اگر اس کا اعراض محض جہلِ بسیط اور سادہ لاعلمی سے ہوا کرتا ہے تو ایسا شخص کمال نوعی کے لحاظ سے شقی ہوا کرتا ہے۔ بعد مرنے کے اس کو برزخ کے بعض حالات کا انکشاف تو ہوگا لیکن ذاتی استعداد کے نہونے سے کامل انکشاف نہوگا۔ اسلئے وہ حیران ہکا بکا رہ جائیگا اور اگر اس اعراض کے ساتھ اس کی علمی اور عملی قوتوں میں کوئی مخالف صورت توجہ الی اللہ کے قایم تھی تو وہاں باہم کشش ہوگی اور اسکا نفس ناطقہ جبروت کی طرف اور نسمہ مخالف صورت حاصل کرنے کی وجہ سے عالم سفل کیطرف منجذب ہو جاویگا۔ اس میں وحشت اور سرگردانی ہوگی جو نفس ناطقہ کے جوہر سے صعود کریگی۔ اور اس نسمہ کے جوہر پھیل جائیگی۔ اکثر توحش کے ہر رنگ اسکو واقعات بھی پیش آئینگے جیسے صفراوی مزاج والے کو خواب میں آگ کے شعلے نظر آیا کرتے ہیں۔ یہ کلیہ معرفت کی حکمت سے پیدا اور معلوم ہوتا ہے۔ اور نیز ملأ اعلےٰ کی جانب سے ایسے شخص پر غضب ناک تند نظری بھی ہوتی ہے جس کی وجہ سے ملائکہ وغیرہ ذوی اختیار نفوس کے دلوں پر الہامات ہوتے رہتے ہیں کہ ایسے لوگوں کو ایذا اور تکلیف پہنچائیں۔ یہ قاعدہ ان ارادوں اور خواہشوں کے اسباب معلوم کرنے سے دریافت ہوتا ہے جو لوگوں کے دلوں میں پیدا ہوتے ہیں۔

بہرحال جبروت کی طرف میلان اور عمل کو واجب قرار دینا جس سے اس قید سے رہا ہوسکے جو لطائف سفلی کی مزاحمت سے پیدا ہوتی ہے اور اس واجب کردہ عمل کے ترک سے مواخذہ کرنا یہ صورت نوعیہ کے احکام اور اس کی قوتوں اور اثروں میں سے ہے جس کا خالق صور اور وجود کا فیضان عطا کرنے والے کی جانب سے افراد نوعی کے ہر فرد پر مصلحت کل کا لحاظ کر کے فیضان کیا گیا ہے۔ لوگوں کے ذاتی التزام یا رسم و رواج کی پابندی سے نہیں ہے۔ اور یہ تمام اعمال حقیقتہً اِس لطیفہ نورانی کا ہی فرض اور حق ہے جس کو خدا کی جانب ذاتی کشش ہے۔ ان اعمال سے اس لطیفہ کی خواہش کا پورا کرنا اور اس کی ہی کمی کا درست کرنا ہے۔ اور چونکہ یہ مضمون نہایت دقیق تھا اس کو بخوبی سمجھنے والے

لوگ شاذ و نادر ہی ہوا کرتے ہین اسواسطے اس حق کی نسبت اِس لطیفے کی جانب نہین کی جاتی ہے بلکہ اس کو ذات خداوندی کی طرف منسوب کرتے ہین جس کی طرف اُسکا میلان اور وہی اُسکا قبلہ مقصود ہے اور اس مین نفسانی قوتون مین سے خاص ایک قوت کو معتین کر لیتا ہے جس کی وجہ سے میلان ہوا کرتا ہے تو گویا وہ مضمون ہمارے اس قول کا اختصار ہے کہ عبادت لطیفہ کا حق ہے اسوجہ سے کہ اُس کو خدا کی جانب میلان ہوا کرتا ہے شرائع الٰہیہ نے اِس راز کو نہایت صاف عبارت سے ظاہر کر دیا ہے جس کو لوگ اپنی ذاتی اور فطری علوم سے سمجھ سکین خدا کا یہی طریقہ ہے کہ وہ دقیق معانی کو اُن مثالی صورتون کے لباس مین نازل کیا کرتا ہے جو وجود مثالی کے مناسب ہوا کرتی ہین جیسے کہ ہم کو خواب کے ضمن مین مجرد معانی کسی شے کی ایسی صورت مین نظر آیا کرتے ہین جو اُن معانی کو عادۃً لازم یا اُسکے ہمرنگ اور مشابہ ہوا کرتی ہے اسیواسطے کہا جاتا ہے کہ عبادت بندون پر خدا تعالیٰ کا حق ہے۔ اِسطرح پر قرآن مجید کا حق اور پیغمبر کا آقا کا۔ والدین کا۔ رشتہ دارون کا حق قیاس کر لینا چاہیئے۔ حقیقت مین یہ سب نفس کے حقوق خود اپنے ہی ذمہ پر ہین۔ انہین سے نفس کو اپنے کمال کی تکمیل ہوا کرتی ہے۔ ان کی وجہ سے وہ جور و تعدی سے آزاد ہو جاتا ہے لیکن ان حقوق کی نسبت نفس کی طرف نہین کیا کرتے بلکہ اُن اشیا کیطرف کیا کرتے ہین کہ جن سے حقوق کا مطالبہ کیا جاتا ہے اور اُن سے ہی معاملہ پڑتا ہے۔ اسلیئے تمکو ظاہری امور پر ٹھیرنا نہین چاہیئے بلکہ واقعی امور کا تحقیق سے سراغ لگانا چاہیئے۔

## باب ۴۳۔ خدا کے نشانات اور شعائر کی تعظیم کے بیان مین۔

خدا تعالیٰ فرماتا ہے **ومن یعظم شعائر اللہ فانہا من تقوی القلوب** (دلی تقوی مین سے خدا کے نشانات کی تعظیم بھی ہے) معلوم کرو کہ شریعتون کی بنا شعائر الٰہی کی تعظیم اور اُنکے ذریعہ سے خدا کی حضور مین تقرب حاصل کرنے پر ہے اس کی وجہ وہ ہے جس کی طرف ہم اشارہ کر چکے ہین کہ جس طریقے کو خدا نے مقرر کیا ہے وہ یہی ہے کہ جو امر فضاء تجرد مین ہین اُن کی نقل اسطرح کی جائے کہ قوت فہمی انسانی سے اُسکا استعمال کر سکے اور شعائر سے وہ ظاہری اور محسوس امور مراد ہین جو اسلیئے قرار دئے ہین کہ عبادت الٰہی کا وہ ذریعہ ہون۔ خدا کے ساتھ اُن کو خصوصیت ہو۔ لوگون کے ذہن مین اُن کی تعظیم گویا خدا کی تعظیم سمجھی جاتی ہو۔ اور اُن مین کوتاہی بارگاہ خداوندی مین کوتاہی ہو۔ یہ تعظیم لوگون کے دلون مین ایسی راسخ ہو گئی ہو۔ کہ اگر اُن کے دلون کے ٹکڑے ٹکڑے کر دئے جائین تو بھی یہ تعظیم اُن کے دلون سے نہ نکل سکے۔ اور شعائر کا وجود قدرتی طور پر ہو جایا کرتا ہے۔ جب اطمینان دلی سے لوگ کوئی عبادت اختیار کرتے ہین اور وہ عبادت اُن مین مشہور۔ اور شائع ہو کر بمنزلہ بدیہی امور کے ہو جاتی ہے۔ کوئی شک و شبہ اُس مین باقی نہین رہتا۔ تو انہین امور کے ذریعہ سے جن کو اُن کی طبیعتین اور مشہور علوم ضروری قرار دیتے ہین رحمت الٰہی کا ظہور ہوتا ہے۔ وہ سب اُس رحمت کو قبول کرتے ہین اور اُن کی حقیقت پر سے پردہ اُٹھ جاتا ہے۔ برابر قریب و بعید اُس کی طرف بلائے جاتے ہین۔ اسوقت مین اُن امور کی تعظیم لوگون پر واجب قرار

دیجاتی ہے۔اور ایسی ہی حالت ہو جاتی ہے۔ جیسے خدا کے نام کی قسم کھانیوالا اپنی قسم توڑنے سے خدا کے حق میں گویا کمی اور کوتاہی اُس میں رکھتا ہے اس وجہ سے اسی باندرونی کمی پر اُن سے مواخذہ کیا جاتا ہے۔ ایسے ہی لوگوں میں بہت سے ایسے امور کی شہرت ہوتی ہے۔ لوگوں کے خیالات اور علوم میں اُن کی عظمت ہوتی ہے۔ اُن کے خیالات کا مطبوع ہونا اس کا باعث ہوتا ہے۔ خدا کی رحمت کا ظہور اُنہیں امور میں ہوتا ہے جنکو وہ تسلیم کر رہے ہیں۔ تدبیر کی بناء اس پر ہے کہ پہلے سب سے زیادہ آسان امر لیا جائے اُس کے بعد اور آسان۔ اور یہ بھی ضرور ہے کہ جو اُن کی نظر میں نہایت درجہ تعظیم کی چیز ہے۔ اُسی سے لوگوں کی دارو گیر ہو۔ لوگوں کا یہ ہی کمال ہے کہ اہتمام سے اُن امور کی تعظیم کریں سستی اور اہمال اُس میں نہ کریں۔ خدا تعالیٰ نے بندوں کے لئے کوئی ایسی چیز قرار نہیں دی ہے جس کا فائدہ خدا کو ملتا ہے۔ خدا کی شان اس سے منزہ ہے۔ بلکہ جو کیا ہے اُنہیں کے فائدوں کے لئے کیا ہے۔ اور چونکہ اُن کا ذاتی کمال یہ تھا کہ نہایت درجہ تعظیم ہو۔ اس واسطے جو امور اُن کے نزدیک تعظیمی ہوں۔ اُنہیں کا مواخذہ کیا جائے۔ اور اُن کو حکم دیا جائے کہ خدا کی شان میں کوتاہی نہ کریں اور شریعت کے امور میں زیادہ لحاظ تمام لوگوں کی جماعت کا ہوا کرتا ہے نہ ایک دو شخصوں کا و للہ الحجۃ البالغہ +

خدا کے بڑے شعائر چار ہیں (۱) قرآن (۲) کعبہ (۳) نبی صلی اللہ علیہ وسلم (۴) نماز۔ قرآن کا نشان الٰہی ہونا اس طرح پر ہے کہ لوگوں میں سلاطین کی طرف سے فرامین کا رعایا کی طرف بھیجنا رائج ہے سلاطین کی تعظیم کے تابع فرامین شاہی کی بھی تعظیم ہوتی ہے۔ اور انبیا کے صحیفے اور اَور لوگوں کی تصانیف بھی شائع اور رائج ہو گئی تھیں۔ لوگوں کا اُن کے مذہب کی پیروی کرنے کے ساتھ ہی اُن کتابوں کا تعظیم کرنا۔ اُن کا پڑھنا پڑھانا بھی تھا۔ اُن کے علوم کو ہمیشہ کے لئے قبول اور حاصل کرنا بغیر ایسی کتاب کے بادی الرائے میں محال بھی تھا جس کو وہ پڑھیں یا اُس کی روایت کریں۔ اس واسطے لوگوں کا منشاء ہوا کہ ایک کتاب کی صورت میں رحمت الٰہی کا ظہور ہو جو رب العالمین کی طرف سے نازل ہوئے۔ اور اُس کی تعظیم واجب ہو تعظیم کی یہ صورت ہو کہ جب وہ کتاب پڑھی جائے تو سب لوگ خاموش ہو کر اُس کو غور سے سُنیں اُس کے فرامین کی فوراً تعمیل کریں۔ سجدۂ تلاوت کریں۔ جہاں تسبیح کرنے کا حکم دیا گیا ہے وہاں تسبیح کریں۔ بغیر وضو کے قرآن کو ہاتھ نہ لگائیں۔ اور کعبہ کا شعائر میں سے ہونا اس لئے قرار پایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں لوگوں نے آفتاب اور ستاروں کے نام پر بکثرت عبادت خانے اور کنیسے بنائے تھے۔ اُن کی نظر میں کسی ذات مجرد غیر محسوس کی طرف متوجہ ہونا بغیر اس کے محال تھا کہ اُس کے نام کی ہیکل بنائی جائے۔ اُس میں جانا اور رہنا باعث تقرب کا ہو۔ بادی الرائے میں اُن کی عقلوں میں اور کوئی بات نہیں آتی تھی اس واسطے اُس زمانہ کے لوگوں کے لئے ضرور ہوا کہ خدا کی رحمت کا ظہور ایک گھر کے ذریعہ سے ہو۔ لوگ اُس کا طواف کریں اُس کے ذریعہ سے خدا سے تقرب حاصل کریں۔ اس لئے خدا نے اُن کو خانہ کعبہ کی طرف بُلایا۔ اُس کی تعظیم کا حکم دیا۔ اُس کے بعد ایک زمانہ بعد زمانہ کے آتا رہا۔ ہر زمانہ میں یہ حکم پیدا ہوتا رہا۔ کہ خانہ کعبہ کی تعظیم خدا کی تعظیم ہے۔ اُس میں کمی خدا کی شان میں کمی ہے اس لئے خانہ کعبہ کا حج فرض ہو گیا۔ اور اُس کی تعظیم کا اس طرح حکم دیا گیا کہ بغیر صفائی اور طہارت کے اُس کا طواف نہ کیا جائے۔ نمازیں اُس کے سامنے کھڑے ہوں۔ ضرورت بشری کے وقت اُس کے سامنے نہ ہوں۔ نہ اُس کی طرف پشت کریں اور پیغمبر صاحب کا شعائر الٰہیہ میں سے ہونا اس واسطے ہے۔ کہ اُن کا نام رسل اسی واسطے رکھا گیا ہے کہ اُنکو بادشاہوں کے ایلچیوں سے

مشابہت دیگئی ہے جو رعایا کی طرف بھیجے جاتے ہیں سلاطین کے امر و نہی کی اُن کو اطلاع کرتے ہیں ایلچیوں کی تعظیم اس واسطے
قرار دیگئی ہے کہ اُس سے بھیجنے والے کی تعظیم کا اظہار ہو۔ پیغمبر کی تعظیم یہ ہے کہ اُن کے احکام کی بجا آوری کیجاے۔ اُس پر درود
بھیجا جاے۔ گفتگو کرتے وقت آواز بلند نہ کیجاے۔ اور نماز کا شعائر سے ہونا اس واسطے ہے کہ اس سے مقصود بندگان شاہی سے
مشابہت کا اظہار ہے جب وہ حضور شاہی میں دست بستہ کھڑے ہوتے ہیں اور عاجزانہ درخواست وہاں کیجاتی ہے۔ اِس لئے
دعا کرنے سے پہلے تعریف کیجاتی ہے اور آدمی کو ایسی ایسی ہیئتیں اختیار کرنی پڑتی ہیں جو مناجات کے وقت سلاطین کے ملاحظہ میں لائی
کی جاتی ہیں۔ تمام ہاتھ پاؤں سمیٹ لئے جاتے ہیں کسی قسم کا بے توجہی نہیں کیجاتی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ
جب کوئی شخص نماز پڑھتا ہے تو خداوند کریم اُس کے منہ کے سامنے ہوتا ہے۔ واللہ اعلم ✤

## باب ۴۴ ۔ وضو اور غسل کے اسرار میں ۔

کبھی کبھی آدمی طبعی تاریکیوں سے جدا ہو کر حظیرۃ القدس کی روشنیوں کو اخذ کرلیتا ہے یا انوار اُن پر غالب ہو جاتے ہیں۔ وہ تھوڑے
عرصہ کے لئے طبیعت کی حکومتوں سے علیحدہ ہوکر انہیں میں منہمک ہو جایا کرتا ہے اور تجرید نفس کی طرف متوجہ ہونے سے ایسا معلوم
ہوتا ہے کہ گویا اُنہیں میں سے ہے اس کے بعد پھر اُس کی وہی اصلی حالت ہو جاتی ہے۔ اُس وقت میں اُسے پہلی حالت کے مناسب
امور کا وہ مشتاق ہوتا ہے۔ اگرچہ وہ حالت نہیں ہوتی لیکن وہ اُنہیں امور کو غنیمت جانتا ہے۔ یہ چاہتا ہے کہ اُس فوت شدہ حالت کو اُن امور
سے اپنے دام میں لے آوے۔ اس صفت کی وجہ سے وہ اُسی حالت کا سا لطف اور سرور و انبساط پاتا ہے۔ یہ کیفیت اُس کو بیہودگی کے
ترک کرنے اور پاکیزگیوں اور ستھرائیوں کے استعمال سے حاصل ہوتی ہے۔ اِس لئے وہ اُن امور کا پختگی سے پابند ہوتا ہے۔ اور اس کے
بعد اُس شخص کا مرتبہ ہے کہ اس نے مخبر صادق کو تعلیم دیتے ہوئے سنا کہ یہ حالت آدمی کے لئے موجب کمال ہے۔ پروردگار ایسی حالت کو
آدمی سے پسند کرتا ہے۔ اور اُس میں بے نہایت فائدے ہیں یہ سنکر اس نے دلی شہادت سے اُس کو سچ جانا اور جیسا اُس کو
حکم دیا تھا ویسے ہی اُس نے تعمیل کی۔ جتنا وہ اُس پر کاربند ہوتا گیا ویسا ہی اُس کی تمام خبروں کو حق پاتا گیا۔ اور اُس پر رحمت کے
دروازے کھلتے گئے۔ اور فرشتوں کی سی حالت اُس کی ہوتی گئی۔ اِس کے بعد اُس شخص کا رتبہ ہے جو کہ خود اُس حالت کو نہیں
سمجھ سکتا تھا لیکن انبیاء نے اُس کو ایسی ہیئتوں کی طرف زبردستی کھینچا اور مجبور کیا۔ جو معاد میں آدمی کو فرشتوں کے ساتھ ملحق کر دیتی ہیں
یہی لوگ وہ ہیں جو جنت کی طرف زنجیروں کے ذریعہ سے کھینچے جاتے ہیں۔ وہ ناپاکی جس کا اثر ظاہر انفس پر ہوا کرتا ہے پلیدی کا
خیال اُن میں زیادہ ہوا کرتا ہے اس لئے وہ عام لوگوں کے سمجھانے کے قابل ہوئے ہیں۔ اور انہیں کا وقوع بھی زیادہ ہوتا ہے۔ اگر وہ
نہ بتلائے جائیں تو لوگوں کو بڑا ضرر پہنچ سکتا ہے۔ تلاش سے دو قسموں میں منحصر ہیں۔ (۱) فضول شکم میں طبیعت کا مصروف رہنا۔
فضول معدی تین چیزیں ہیں (۱) ریاح (۲) بول (۳) براز۔ کوئی شخص ایسا نہ ہوگا جو اپنی اس نفسانی کیفیت کو نہ جانتا ہو کہ جب
شکم ریاح سے پُر ہوتا ہے۔ اور اُس کو بول و براز کی ضرورت ہوتی ہے۔ تو اُس کا دل کیسا بگڑا ہوا محبوس سا ہوتا ہے۔ وہ متحیر اور منقبض سا
ہو جاتا ہے اور اُس کے اور بشاشی کے بیچ میں پردہ سا حائل معلوم ہوتا ہے۔ جب ریاح خارج ہو جاتے ہیں بول و براز سے فارغ ہونے
کے بعد طبیعت ہلکی ہو جاتی ہے اور غسل و وضو وغیرہ کا استعمال کرتا ہے جس سے نفس کی پاکیزگی پر تنبیہ ہوتی ہے۔ تو اُس وقت وہ اپنے

دل میں ایک شگفتگی اور فرحت پاتا ہے ایسا خوش ہوتا ہے کہ گویا کوئی گم شدہ شے مل گئی (۲) نفس کا خواہش مجامعت میں مشغول اور فریفتہ ہونا اسکی وجہ سے نفس کا رخ بہ تن بہیمی طبیعت کی جانب پھر جاتا ہے جب بہائم سے مقصود آداب کی مشق بڑھائی جاتی ہے یا شکاری جانور بھول اور جاگتے کے لئے مطیع کئے جاتے ہیں۔ اُن کو بتایا جاتا ہے کہ اپنے مالک کے پاس شکار پکڑ لائیں اور پرندوں کو آدمیوں کی بولیاں سکھائی جاتی ہیں۔ بہاں کوئی جانور ہو جب اُس کی مقتضائے خواہش اور طبیعت کے کھودینے کی بخوبی کوشش کیجاتی ہے۔ پھر یہ جانور مادیتوں میں رل ملکر اپنی خواہش اُن سے پوری کرتا ہے و چند روز انہیں انداز میں دوبارہ رہتا ہے تو سب سیکھے سکھائے سور بھول جاتا ہے تاریکی وگمراہی اُس میں پیدا ہو جاتی ہے ✦

اِن امور میں غور کرنے سے ضرور معلوم ہوتا ہے کہ نفس کی آلودگی ہیں جو اثر اس خواہش کے پورا کرنے سے ہوتا ہے کہ تنگ کھانے وغیرہ اور اُن تمام امور سے نہیں ہوتا جن سے نفس کو طبیعت بہیمی کیجانب کشش ہوتی ہے۔ آدمی کو اس کا تجربہ اپنی نفسانی حالت سے ہی کرلینا چاہئے اور اُن تدابیر کو یاد کرنا چاہئے جن کا ذکر اطبائے تارک دنیا۔ راہبوں کی اصلاح اور نفس بہیمی کی طرف انکی طبیعتوں کو جھکنے نہ دینے کے لئے کی ہیں۔ اور طہارتیں جن کا اثر ظاہر محسوس ہوتا ہے عام لوگوں کو وہ بھائی جاسکتی ہیں اور آباد ملکوں میں اُن طہارتوں کا ذریعہ پانی وغیرہ بکثرت موجود ہے۔ لوگوں کے دلوں میں سب طہارتوں سے زیادہ اُن کا وقوع ہوتا ہے اور علاوہ فدرتی طریقہ کے تمام لوگوں کا ان وہ مسلم اور مشہور بھی ہوگئی ہیں تہاش سے انکی دو قسمیں پائی جاتی ہیں (۱) طہارتِ صغرےٰ (۲) طہارتِ کبرےٰ ✦

طہارتِ کبرےٰ سے یہ مراد ہے کہ تمام بدن دھویا جاوے اس لئے کہ پانی خود ایک پاک چیز ہے سب نجاستوں کو دور کر دیتا ہے تمام طبیعتوں نے اُس کے اثر کو تسلیم کرلیا ہے۔ نہایت عمدہ ذریعہ ہے کہ اُس کی وجہ سے صفت طہارت پر نفس متنبہ کیا جائے۔ اکثر لوگ شراب کا استعمال کرتے ہیں نشہ میں چور ہو جاتے ہیں اسی مدہوشی میں وہ ناحق خون کر ڈالتے ہیں یا نہایت نفیس مال کو ضائع کر دیتے ہیں اس کے بعد دفعۃً وہ متنبہ ہو جاتے ہیں اپنی ہوش میں آکر نشہ کا اثر اُن سے دور ہو جایا کرتا ہے۔ اور اکثر ناتوان لوگوں کو نشست برخاست کی طاقت نہیں ہوتی کوئی کام نہیں کرسکتے۔ دفعۃً کوئی کام پیش آتا ہے اور اُن کی طبیعت میں کوئی بڑی تنبیہ پیدا ہوتی ہے جس سے غلبہ یا حمیت یا اور سے بڑھ جانے کا جوش پیدا ہوتا ہے اُس وقت بڑے کام سے بڑا کام وہ کرسکتے ہیں۔ یا کوئی بڑی خونریزی کر بیٹھتے ہیں۔ بہرحال نفس کیحالت بعض امور سے دفعۃً بدل جایا کرتی ہے۔ اور ایک عادت سے دوسری عادت کے لئے بیداری اُس میں آجایا کرتی ہے نفسانی علاجوں کیلئے اس قسم کی تبدیلیاں مفید اور عمدہ ہیں۔ اس قسم کی بیداری اُس چیز سے پیدا ہوتی ہے جس کا کامل طہارت ہونا طبیعتوں اور دلوں میں راسخ ہوگیا ہے۔ اور ایسی چیز صرف پانی ہی ہے۔ اور طہارتِ صغرےٰ صرف ہاتھ پاؤں۔ مُنہ کے دھونے سے حاصل ہوتی ہے تمام آباد ملکوں میں یہ معمول جاری ہے کہ یہ اعضا قدرتی طور پر کھلے ہوئے رہتے ہیں۔ لباس نفی سے وہ جدا رہتے ہیں۔ آنحضرتؐ نے اس طرح پر بدن پر کپڑا پہننے سے کہ کوئی عضو بھی کھلا ہوا نہ رہے منع فرماکر اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ تو ان اعضا کے کھلے رہنے سے اُن کے دھونے میں کوئی دقت نہیں ہوسکتی۔ اور اعضا میں البتہ حرج ہوسکتا ہے۔ تمام شہر والوں کا معمول ہے کہ روزانہ اپنے ان اعضا کو دھوتے رہتے ہیں۔ جب سلاطین و امرا کی حضور میں جائیں یا عمدہ اور پاکیزہ کام کرنے کا قصد کرینگے تو ان اعضا کو ضرور دھولینگے۔ اس کی وجہ ظاہر ہے کہ ان اعضا پر اکثر گرد و غبار چیک وغیرہ کا اثر جلد ہوتا رہتا ہے۔ اور باہم ملاقات کے وقت بھی یہی اعضا نظر پڑتے ہیں۔ اور نیز تجربہ سے شہادت ملتی ہے کہ ہاتھ۔ پاؤں کے دھونے سے مُنہ اور سر پر پانی چھڑکنے سے نفس پر بڑا اثر ہوتا ہے

خواب یا نہایت بیہوشی اس سے دور ہو جاتی ہے۔ اس تجربہ اور علم کی تصدیق اطباء کی تجویز سے بھی ہوتی ہے۔ وہ اس شخص کیلئے
جس کو غشی ہو یا اس کو زیادہ اسہال آتے ہوں یا کسی کی فصد زیادہ لی گئی ہو۔ یہی پانی چھڑکنا تجویز کرتے ہیں۔ تدابیر نافعہ
کے ابواب سے جن پر انسانی کمال کا مدار ہے اور لوگوں کے لئے وہ بمنزلہ فطرت کے ہو گئے ہیں۔ طہارت بھی ایک باب
ہے اس کی وجہ سے فرشتوں کے ساتھ قرب و اتصال ہو جاتا ہے شیاطین سے بعد ہوتا ہے۔ اور عذاب قبر بھی
اس سے دور ہو جاتا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ پیشاب سے اپنے آپ کو پاک صاف رکھو۔ عام
عذاب قبر اس سے ہوتا ہے۔ اور طہارت کو اس میں بڑا دخل ہے کہ اس کے ذریعے نفس احسان کا درجہ حاصل کر سکتا ہے
خدا فرماتا ہے واللہ یُحِبُّ المُتَطَھِّرِین پاکیزہ رہنے والوں کو خدا دوست رکھتا ہے۔ جب طہارت کی کیفیت نفس
میں خوب راسخ ہو جاتی ہے تو ہمیشہ کے لئے نورانی کا ایک شعبہ اس میں بیٹھ جاتا ہے و بہیمیت کی تاریکی کا حصہ مغلوب ہو جاتا
ہے۔ نیکیوں کے لکھے جانے اور خطاؤں کے دور ہونے کے یہی معنی ہیں۔ اور اگر رسمی طور پر بھی وہ عمل میں لائی جائے تاہم
رسمی طور پر بھی مفید ثابت ہوتی ہے۔ اور جب کوئی متمدن اور پاک آدمی ان ہیئتوں کی پابندی کرتا ہے جن کا لوگ
سلاطین کی حضور میں لحاظ رکھا کرتے ہیں۔ ان کے ساتھ ساتھ کچھ اذکار روحانی بھی ہوں تو سوء معرفت میں وہ مفید ہوا
کرتے ہیں۔ جب آدمی خوب سمجھ جاتا ہے کہ طہارت اس کا کمال ہے۔ تو اور بغیر کسی خواہش حسی کے وہ عقلی طور پر آداب
طہارت سے نفس کو مہذب کرتا ہے۔ تو اس سے مشتاق ہوتی ہے۔ کہ طبیعت میں عقل کے اتباع کا مادہ بڑھتا رہتا ہے واللہ اعلم۔

## باب ۴۵۔ نماز کے اسرار میں

معلوم کرنا چاہئے کہ کبھی آدمی خطیرۃ القدس کی سی حالت کو اخذ کر لیتا ہے۔ بارگاہ خداوندی سے اس کو کمال اتصال
قرب ہو جایا کرتا ہے۔ وہاں سے اس پر مقدس تجلیات کا نزول ہوتا ہے۔ وہاں وہ ایسی حالت کو مشاہدہ کرتا ہے۔
جس کو زبان نہیں بیان کر سکتی ہے۔ پھر جہاں تھا وہاں کا وہیں آ جاتا ہے۔ اس وقت میں وہ بے قرار ہو کر کوشش کرتا
ہے کہ سفلی حالتوں میں سے جو حالت اس سے قریب ہے اپنے اندر پیدا کرے۔ اس لئے اپنے پروردگار کی معرفت میں
مستغرق ہو جاتا ہے اور یہ جانتا ہے کہ جو حالت فوت ہوئی ہے وہ پھر واپس آ جائے۔ یہ حالت خدا کی عظمت اور اپنی
خاکساری کے اظہار سے ان افعال اور اقوال کے ذریعے خدا کی حضور میں مناجات کرنے سے جو مناجات کرنے کے لئے
مقرر ہیں ہوا کرتی ہے۔ اس کے بعد اس شخص کا درجہ ہوتا ہے جس نے کسی احکام کے سچے حالات بیان کرنے والے کو سنا
کہ وہ ایسی حالت کی طرف لوگوں کو بلاتا اور رغبت دلی دلاتا ہے۔ پھر دلی شہادت سے اس سامع نے اس کی تصدیق کی
اس کے احکام کی تعمیل کی۔ اور اس کے تمام وعدوں کو اس نے سچا پایا۔ اور اپنی آرزو میں کامیاب ہو گیا۔ اس کے
بعد اس کا رتبہ ہے کہ انبیاء نے نمازوں پر اس کو مجبور کیا لیکن اس کو کوئی ذاتی علم ان کی خوبیوں کا نہ تھا۔ اس کی مجبوری
ایسی ہی تھی جیسے باپ اپنے بیٹے کو مفید صنعتوں کی تعلیم دے اور وہ ان کو پسند نہ کرتا ہو۔ کبھی آدمی اپنے پروردگار
سے مصیبت کے دفع ہونے یا کسی نعمت کے ملنے کی درخواست کرتا ہے۔ اس وقت زیادہ مناسب یہی ہوتا ہے۔ کہ وہ

تعظیمی افعال و اقوال میں مُستغرق ہو جائے تاکہ اُس کی ہمت کا جو درخواست کی روح ہے کچھ اثر پڑ سکے۔ نمازِ استسقاء اسی وجہ سے مسنون ہوئی ہے۔ نماز میں اصلی امور تین ہیں۔ (۱) خدا تعالیٰ کی بزرگی اور جلال دیکھ کر دلی عاجزی (۲) خدائی عظمت اور اپنی خاکساری کو خوش بیانی سے ظاہر کرنا (۳) اُس خاکساری کی حالت کے موافق اعضا میں آداب کا استعمال۔ قائل بیان کرتا ہے۔ **شعر**

افادتکم النعماء منی ثلثۃ　　　　یدی ولسانی والضمیر المحجبا

تمہاری نعمتوں کا فائدہ تین چیزوں کو پہنچا۔ میرے ہاتھ اور زبان اور پوشیدہ دل کو +

افعال تعظیمی میں سے یہ بھی ہے کہ خدا کی حضور میں کھڑا ہو کر مناجات کرے۔ اور کھڑے ہونے سے بھی زیادہ تعظیم اس میں ہے کہ اپنی خاکساری اور پروردگار کی عزت و بزرگی کا خیال کر کے سرنگون ہو جاوے۔ تمام لوگوں اور بہائم میں یہ فطری امر ہے کہ گردن کشی غرور اور تکبر کی علامت ہے۔ اور سرنگون ہونا نیازمندی اور فروتنی کی علامت ہے۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے فَظَلَّتۡ أَعۡنَاقُهُمۡ لَهَا خَاضِعِينَ (اُن کی گردنیں اُس کے سامنے جھک گئیں) اور اس سے بھی زیادہ تعظیم کی بات یہ ہے کہ اُس کی حضور میں اپنے سر کو زمین پر گرے۔ جو تمام اعضا میں سے زیادہ بزرگ اور حواس انسانی کے جمع ہونے کی جگہ ہے۔ یہی تینوں قسم کی تعظیمیں تمام لوگوں میں رائج ہیں۔ وہ ہمیشہ اپنی نمازوں میں۔ اپنے سلاطین اور امراء کی حضوری میں انہیں کو استعمال کرتے ہیں۔ اور سب صورتوں میں نماز کی یہ صورت عمدہ ہے۔ جس میں یہ تینوں امر جمع ہوں۔ اور اس کے ساتھ ہی ادنےٰ تعظیمی حالت سے اعلےٰ کی طرف ترقی ہو۔ تاکہ دم بدم نیازمندی اور خاکساری کی حالت زیادہ ہوتی ہوئی معلوم ہو۔ جو فائدہ اس ترقی کی حالت میں ہو سکتا ہے۔ وہ تنہا اعلےٰ درجہ کی تعظیم میں یا اعلیٰ حالت سے ادنےٰ کی طرف منتقل ہونے میں معلوم نہیں ہو سکتا۔ اور نماز میں یہ تقرب کے اعمال اصلی قرار دیئے گئے ہیں عظمت آلٰہی میں صرف غور کر لینا یا ہمیشہ خدا کا ذکر کرنا اُس میں اصلی نہیں قرار دیا گیا۔ اس لئے کہ خدا کی عظمت کا صحیح خیال صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں جن کی طبیعتیں اعلےٰ درجہ کی ہوں۔ اور ایسے لوگوں کے وجود کم ہوا کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے علاوہ اگر اور عام لوگ خدا کی عظمت میں خوض کریں تو اُن کا غور کام نہیں دیتا۔ اور فائدہ کے تو کیا معنی وہ تو اپنے راس المال کو بھی کھو بیٹھتے ہیں۔ اور محض ذکر ہی ذکر جس کی تشریح اور مدد کسی دوسری عملی تعظیم سے جو اعضا کے ذریعہ سے ہر ایک عضو کے آداب کا لحاظ کر کے کیجاتی ہے نہ ہو تو وہ اکثر لوگوں کے حق میں بالکل بے فائدہ ہوا کرتا ہے۔ البتہ نماز ایک مرکب معجون ہے جس میں فکر و غور ہے۔ اُس کے ذریعہ سے خدا کی جانب توجہ ہوتی ہے۔ ہر شخص کو اس کا موقع مل سکتا ہے۔ اور جس کو گرداب شہود میں خوض کرنے کی استعداد حاصل ہو۔ اُس کو بھی کوئی مانع نہیں ہے۔ وہ بخوبی اُس میں خوض کر سکتا ہے بلکہ نماز کی وجہ سے نفس کو اس قسم کی کامل توجہ کا بخوبی موقع مل سکتا ہے۔ اور نیز نماز میں مختلف دعائیں بھی شامل ہوا کرتی ہیں جنسے صاف صاف اظہار کیا جاتا ہے کہ اُس کا عمل خالصاً خدا ہی کے لئے ہے۔ اُس کا رخ اُسی کی جانب ہے۔ ہر قسم کی اعانت کی خواستگاری صرف اُسی سے ہے۔ اور ان کے علاوہ نماز میں بہت سے تعظیمی افعال بھی ہیں۔ سجدہ۔ رکوع۔ ہر ایک دوسرے کا معاون اور مکمل اور اُس پر متنبہ کرنے والا ہے۔ اسی وجہ سے نماز کی منفعت عام اور خاص سب لوگوں کے لئے

یکساں ہے ہر ایک شخص اپنے اپنے درجہ اور استعداد کے موافق اُس سے نفع اُٹھا سکتا ہے۔ نماز ایمان والے کے لیے معراج ہے وہ اُس کو اخروی تجلیات کے لئے طیار کرتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تم اپنے رب کو بیشک دیکھو گے اگر تم کو مشاغل نہ روک سکیں تو طلوع وغروب آفتاب سے پہلے وقتوں کی نماز کا اہتمام رکھو۔ او خدا کی محبت اور رحمت کا نماز سبب ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ سجدوں کی کثرت سے اپنے نفس کو مدد کرو۔ خدا تعالیٰ نے دوزخیوں کے احوال میں نقل کیا ہے۔ وَلَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ (ہم نماز نہ پڑھا کرتے تھے) اور جب نماز کا شوق دل میں جم جاتا ہے۔ تو نور آلہی میں نماز گداز ہو جاتا ہے۔ اور اُس کی خطائیں دور ہو جاتی ہیں۔ اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ (نیکیاں بُرائیوں کو دور کر دیتی ہیں) معرفت آلہی کے لئے کوئی چیز زیادہ مفید نماز سے نہیں ہے خاصکر جب نماز کے تمام افعال و احوال حضور دل اور ربانیت سے عمل میں لائے جائیں۔ اور جب نماز رسم کے طور پر بھی ادا کیجاتی ہے۔ تو بھی اکثر رسمی بُرائیوں میں اُس کا بین نفع ہے وہ مُسلمانوں کا شعار ہو گیا ہے۔ نماز سے ہی مُسلمان اور کافر میں فرق کیا جا سکتا ہے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کافروں کے اور ہمارے درمیان نماز کا ذمہ ہے جو نماز کو ترک کریگا وہ کافر ہے اور نماز سے زیادہ کوئی چیز ایسی نہیں ہے کہ جس سے طبیعت کو عقلی تدابیر کے متبع رہنے کی مشق کرائی جا سکے۔ واللہ اعلم +

# باب ۴۶۔ زکوٰۃ کے اسرار کے بیان میں

معلوم کرو کہ جب کسی مسکین کو کوئی حاجت پیش آتی ہے۔ اور وہ زبانِ قول یا حال سے اُس کے لئے خدا کی حضور میں گریہ وزاری کرتا ہے۔ تو اُس کا یہ عاجزی کرنا خدا کی بخشش کے دروازہ کو کھولدیتا ہے۔ اور اُس وقت مقتضائے مصلحت اکثر یہ ہوتا ہے۔ کہ کسی زکی شخص کو الہام ہوتا ہے۔ کہ اُس کی حاجت رفع ہو جائے تب الہام اُس پر چھا جاتا ہے ایسی موافق خدا کی خوشنودی پیدا ہوتی ہے۔ اور اوپر سے نیچے سے دائیں بائیں سے برکتیں اُس پر نازل ہوتی ہیں اور وہ قابلِ رحمت ہو جاتا ہے۔ ایک روز مجھ سے ایک مسکین نے اپنی حاجت ظاہر کی۔ وہ اُس کی وجہ سے مضطر ہو رہا تھا۔ تب میں نے اپنے دل میں الہام کی آہٹ پائی۔ گویا وہ مجھ کو حکم دیتا ہے۔ کہ میں اُس کو کچھ دوں۔ وہ الہام مجھ کو بشارت دیتا تھا کہ دنیا و آخرت میں اس کا بڑا اجر ملیگا۔ میں نے اُس مسکین کی حاجت براری کرائی۔ اور میں نے اپنے پروردگار کے وعدہ کو سچا دیکھ لیا۔ اُس غریب کا جودِ آلہی کے دروازہ کو کھٹکھٹانا اور الہام کا پیدا ہو کر میرے دل کا اُس کو اُس روز اختیار کر لینا۔ اور اُس کے بعد جب کا ظاہر ہونا یہ سب امور آنکھ کے سامنے محسوس ہوئے۔ اکثر کسی موقع پر خرچ کرنا رحمتِ آلہی کے نازل ہونے کا باعث ہوا کرتا ہے۔ جب ملاء اعلیٰ کی خواہش کسی مذہب کے مشہور اور معزز کرنے کے لئے طے ہو جاتی ہے۔ تو جو شخص اُس کے کام چلانے کے درپے ہوتا ہے۔ اُس پر رحمت ہوتی ہے۔ یہ اس طرح پر ہوتا ہے کہ تنگ حالی کی ضرورت پڑے یا قحط سالی کا زمانہ ہو یا کسی مفلس گروہ کا خدا کو زندہ رکھنا مقصود ہو۔ تب سچی خبر دینے والا پیغمبر ان موقعوں سے ایک قاعدہ کلیہ اخذ کر کے کہتا ہے کہ جو شخص ایسے ایسے تنگ حال پر یا فلاں فلاں حالت میں خیرات کریگا۔

تو اُس کا عمل مقبول ہو جائیگا۔ اور اِن امور کو کوئی شخص سنتا ہے۔ اور اپنی دلی شہادت سے اُس کے حکم کو مان لیتا ہے۔ اور اِن سب وعدوں کو سچا پاتا ہے۔ اور اکثر بعض لوگ یہ سمجھ جاتے ہیں کہ مال کی محبت بخیلی کرنے سے اُس کے حق میں مضر ہوگی۔ اُنکو وہ مقصود راستہ سے باز رکھیگی۔ اِس لئے اُس کو اِس خیال سے نہایت تکلیف ہوتی ہے۔ اس تکلیف کو وہ اِس طرح دفع کرتا ہے۔ کہ اپنی کسی نہایت محبوب چیزوں کے صرف کرنے کی مشق کرتا ہے۔ اُس وقت میں خرچ کرنا ہی اُس کے حق میں بہت مُنبہ ہوتا ہے۔ اگر وہ صرف نہ کرتا تو محبت اور بخیلی بُری کی ویسی ہی اُس میں باقی رہجاتی۔ اور عالم معاد میں وہ محبت گنج سانپ کی صورت میں ہوتی۔ وہ اموال مخصوصوں میں اُس کے سامنے متمثل ہوتے۔ حدیث میں یہ بعینہٖ [illegible] قرآن اور خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۙ يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ الخ (جو لوگ سونا چاندی جمع کر رکھتے ہیں اور نہیں خرچ کرتے ہیں راہ خدا میں اُنکو عذاب [illegible] کی خبر سنا دیجئے۔ [illegible] اُنکی پیشانیاں اور پہلو اُسی سونے اور چاندی سے جہنم کی آگ میں تپا کر داغ دیئے جائینگے) اور اکثر کسی شخص کے مر جانے کے [illegible] میں وہ بہت سا مال صرف کرتا ہے۔ اور وہ شخص اور قابل رحمت لوگ خدا کی حضور میں گریہ زاری کرتے ہیں۔ تو اُس کے صرف سے اُس کی خود بلا کی محو ہو جاتی ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لا یرد القضاء الا الدعاء ولا یزید فی العمر الا البر (قضا کو دعا ہی ہٹا دیتی ہے اور نیکی سے عمر بڑھتی ہے) اور آدمی اکثر طبیعت کے غلبہ سے کوئی بُرا کام کر لیتا ہے۔ پھر اُسکی بُرائی معلوم کر کے نہایت شرمندہ ہوتا ہے۔ لیکن طبیعت پھر غالب ہو جاتی ہے اور اُسی کام کو پھر کرتا ہے ایسے نفس کا علاج یہی ہے کہ اپنے فعل کے تاوان کے لئے بہت سا مال صرف کرے تاکہ یہ نقصان اُس کے پیش نظر رہے اور پھر آیندہ ایسے قصد سے اُس کو باز رکھے۔ اور نیز اکثر خوش خلقی اور انتظام خاندانی کا حفظ اِسی طرح سے ہوتا ہے۔ کہ خوب کھانا کھلایا جاوے۔ سلام میں تقدیم کیجاوے۔ اور طرح طرح ہمدردی کیجاوے۔ اِن امور کا حکم دیا جاتا ہے اور یہ امور صدقہ شمار کئے جاتے ہیں۔ اُس سے برکت زیادہ ہوتی ہے۔ اُس سے غضب الٰہی کی آگ بجھ جاتی ہے اور فیضانِ رحمت کو حاصل کر کے عذاب آخرت اُس سے دور ہو جایا کرتا ہے ملاء اعلیٰ کی دعا اُس کی طرف مصروف ہوتی ہے جو زمین میں مصلح اور مدبر ہیں ✣

## باب ۴۷۔ روزہ کے اسرار میں

معلوم کرو کہ اکثر آدمی خدا کے الہام سے سمجھتا ہے کہ طبیعت بہیمی کا جوش اُس کو کمالِ ذاتی سے باز رکھتا ہے۔ وہی جوش بہیمیت کو ملکی قوت کے تابع ہونے نہیں دیتا۔ اِس لئے بہیمی قوت سے اُس میں نفرت اور بغض پیدا ہو جاتا ہے۔ وہ کوشش کرتا ہے کہ اُس کے جوش کو مارے۔ کوئی چیز اُس کو اُس کے تدارک کے لئے بجز اِس کے نہیں ملتی کہ گرسنہ اور تشنہ رہے۔ مجامعت ترک کرے۔ اپنی زبان۔ دل اور اعضا کو روکے رہے۔ انہیں امور سے وہ اپنی مرض جسمانی کا علاج کرتا ہے۔ اِس کے بعد اُس شخص کی حالت ہے جس نے سچی خبر دینے والے سے اِن تدابیر کو دلی شہادت سے اخذ کیا ہو۔ اُس کے بعد اُس شخص کا حال ہے کہ شفقت اور مہربانی سے انبیا علیہم السلام اُس میں یہ حالت پیدا کریں۔

اُس کو ان خوبیوں کا ذاتی علم نہ ہو لیکن معاد میں اُس کا فائدہ اُس کو حاصل ہو جب یہ جوش اُس میں دب جائے۔ اکثر آدمی کو یقین ہو جاتا ہے کہ اُس کا یہی کمال ہے کہ طبیعت عقل کے تابع رہے لیکن طبیعت بغاوت کرتی ہے کبھی آزادانہ رہنے کی کوشش کرتی ہے۔ اور کبھی باحکام عقلی کے تابع بھی ہو جاتی ہے۔ اس واسطے اُس شخص کو مشاقی کے لئے محنت کے کام روزہ جیسے اختیار کرنے پڑتے ہیں۔ وہ اپنی طبیعت کو ایسے کاموں پر مجبور کرتا ہے اور طبیعت سے چاہتا ہے کہ اطاعت کے عہد کو پورا کرتی رہے۔ وہ اس طرح انہیں امور کے اہتمام میں رہتا ہے حتیٰ کہ اُس کا مقصود اصلی حاصل ہو جاتا ہے کبھی کبھی کسی شخص سے گناہ سرزد ہو جاتا ہے تو وہ مدتوں تک روزے رکھے چلا جاتا ہے۔ جن میں کہ بہ نسبت گناہ کے زیادہ محنت اور جبر ہوتا ہے تاکہ دوبارہ ایسا کام اُس سے نہ ہو۔ اور نیز کبھی دل میں عورتوں کی رغبت پیدا ہوتی ہے لیکن اس کو مہر دینے کا مقدور نہیں ہوتا۔ زنا کا خوف ہوتا ہے۔ اس لئے وہ اپنی رغبت کو روزہ سے مار دیتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ فان الصوم لہ وجاء (جس شخص کو شادی کرنے کی طاقت نہ ہو۔ تو روزہ اُس کے لئے بمنزلہ خصی ہونے کے ہے) روزہ اعلیٰ درجہ کی نیکی ہے۔ اُس سے ملکی قوت بڑھتی ہے۔ اور بہیمی طاقت کمزور ہو جاتی ہے۔ روح کے چہرہ روشن کرنے کے لئے کوئی قلعی اُس سے زیادہ نہیں ہے۔ اور طبیعت کے مغلوب کرنے کی کوئی دوا اُس سے زیادہ مفید نہیں ہے۔ اسی واسطے خدا نے فرمایا ہے الصوم لی وانا اجزی بہ (روزہ خاص میرے لئے ہے اور میں ہی اُس کی جزا دونگا) روزہ سے قوت بہیمی جتنی مضمحل اور کمزور رہتی ہے وتنی ہی خطائیں دور ہوتی ہیں اور فرشتوں کی حالت سے مشابہت بڑھتی جاتی ہے اُن کو روزہ دار سے اُنس و محبت ہو جاتی ہے۔ یہ محبت کا تعلق بہیمیت کے ضعیف ہونے کا اثر ہوتا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ روزہ دار کے مُنہ کی بُو خدا کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ اگر روزہ رسمی طور پر ہو۔ تاہم رسمی امور کے لحاظ سے مُفید ہے۔ جب کوئی اُمت اُس کی پابندی کرتی ہے۔ تو اُن کے شیاطین کے پاؤں میں زنجیر پڑ جاتی ہے۔ اُن کے لئے جنت کے دروازے کھلجاتے ہیں۔ دوزخ کے دروازے بند ہو جاتے ہیں +

اور جب کوئی آدمی نفس کے مغلوب کرنے کا اہتمام کرتا ہے۔ اُس کے رذائل کو دور کرنا چاہتا ہے تو عالم مثال میں اُس کے عمل کی ایک مقدس صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور عارفین باللہ میں زکی القلب لوگ اُس صورت کی طرف متوجہ ہوتے ہیں وہ عالم غیب سے اُن کی علمی مدد کرتے ہیں۔ اور تنزیہ و تقدیس کے ذریعہ سے ذات واجبی سے اُس شخص کو قرب حاصل ہو جاتا ہے الصوم لی وانا اجزی بہ کے یہی معنی ہیں +

کبھی آدمی اس خرابی کو معلوم کرتا ہے جو اُس کی طبیعت میں امور معاش کی مصروفیت اور بیرونی اثروں کی خواہش بڑھ جانے سے پیدا ہوتی ہے اُس کے لئے تنہا ہو کر کسی مسجد میں عبادت کرنا جو نماز کے لئے بنائی گئی ہو مفید ہوا کرتا ہے۔ اور ہمیشہ کے لئے تو علیحدگی ممکن نہیں ہوتی لیکن ما لا یدرک کلہ لا یترک کلہ وہ شخص اپنے اوقات میں کسی قدر فرصت کو جدا کر کے جتنا میسر ہوتا ہے اعتکاف میں تنہائی سے اوقات بسر کرتا ہے۔ اس کے بعد اُس کی حالت ہے جس نے دلی شہادت سے مخبر صادق کے ذریعہ سے اعتکاف کی خوبی کو قبول کیا ہو۔ پھر اُس شخص کی حالت ہے کہ زبردستی اُس کو اعتکاف کی تعلیم دی گئی ہو۔ اکثر روزہ میں زبان کو پاک رکھنے کے لئے اعتکاف کی ضرورت پڑا کرتی ہے کبھی لیلۃ القدر کی اور اُس میں فرشتوں کے اتصال کی اُس کو خواہش

ہوتی ہے۔ یہ بھی بغیر اعتکاف کے میسر نہیں ہو سکتا۔ لیلۃ القدر کے معنی آیندہ آوینگے واللہ اعلم +

# باب ۴۰ حج کے اسرار میں

معلوم کرو کہ حج کی حقیقت یہ ہے کہ صلحا کی ایک جماعت کثیر ایک وقت خاص میں جمع ہوں۔ انبیاء اور صدیقین و شہداء اور صالحین کے حالات کو جن پر خدا نے اپنا انعام کیا ہے وہ یاد کریں اور سب ایسے موقع پر جمع ہوں جہاں خدا کی ظاہر نشانیاں موجود ہوں۔ آمدینوں کی جماعتیں وہاں کا قصد کرتی رہی ہوں۔ وہاں وہ نہایت عاجزی اور رغبت سے خدا کے شعائر کی تعظیم کرتی رہی ہوں خدا سے نیکی کی امید اور خطائیں معاف ہونے کی دعائیں اور التجائیں کرتی رہی ہوں جب اس کیفیت سے بہت سے لوگوں کی جمع ہوتی ہیں۔ تو لازمی طور پر خدا کی رحمت اور مغفرت وہاں نازل ہوتی ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان جیسا کہ عرفہ کے روز نہایت ذلیل و مطرود و حقیر و غصہ ناک نظر آتا ہے ایسا کسی روز نظر نہیں آتا۔ ہر ایک امت میں حج کی اصل موجود ہے۔ ہر ایک کے لئے ایک خاص جگہ برکت لینے کی معین ہے۔ اس میں انہوں نے خدا کی نشانیوں اور اپنے بزرگوں کی عبادات اور آثار کو ظاہر ہوتے دیکھا ہے۔ اس سے مقرب لوگوں اور ان کے حالات کی یاد آتی ہے اس لئے وہ پابندی سے وہاں کا قصد کرتے ہیں لیکن بیت اللہ سب جگہوں سے زیادہ حج کے قابل ہے اس میں بڑی نشانیاں موجود ہیں حضرت ابراہیم صلوات اللہ علیہ وسلم نے جن کی نیکی اور خوبی کی شہادت اکثر امتوں کی زبان سے ظاہر ہے۔ خدا کے حکم اور وحی سے اس کی بنیاد قائم کی ہے۔ پہلے اس کی زمین سخت چٹیل میدان تھی۔ وہاں تک پہنچنا بھی مشکل تھا۔ اور بیت اللہ کے علاوہ اور مقامات میں یا تو کچھ نہ کچھ شک ہے یا بے اصل اس کی گھڑت کر لی گئی ہے۔ طہارت نفسانی کے حصوں میں سے یہ بھی ہے کہ ایسی جگہ رہنا اور ٹھہرنا اختیار کیا جائے جس کے صلحا ہمیشہ تعظیم کرتے رہے ہوں۔ ذکر الٰہی اس کو معمور رکھا ہو +

اس سے ملائکہ سفلی کی توجہ پیدا ہوتی ہے۔ اور نیک لوگوں کے لئے ملاء اعلےٰ دعا کرتے ہیں۔ ایسی جگہ رہنے سے انہیں کے منور اثر نفس میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ میں نے بچشم ظاہر اس کو مشاہدہ کیا ہے اور ذکر الٰہی کے متعلق خدا کے نشانات کو ملاحظہ کر کے ان کی تعظیم کرنا بھی داخل ہے۔ جب ان پر نظر پڑتی ہے۔ تو خدا یاد آتا ہے۔ جیسے ملزوم کے دیکھنے سے کوئی لازم چیز یاد آتی ہے۔ خاصیتہ جب تعظیمی حالتوں اور ان حدود کی پابندی کیجائے جن سے نفس کو کمال درجہ تنبیہ حاصل ہوتی ہے۔ اکثر آدمی اپنے پروردگار کے شوق میں تڑپتا ہے۔ اس وقت اس کو ضرورت ہوتی ہے کہ کسی طرح یہ اپنا شوق پورا کروں۔ تو سوا حج کے اور کوئی ایسی چیز اس کو نہیں ملتی۔ اور جبکہ دولت اور سلطنت کو ہمیشہ ایک آزمائش اور امتحان کی ضرورت پڑتی ہے جس سے مخلص اور منافق میں تمیز ہو جائے۔ دولت کی شہرت ہو۔ اس کا کلمہ بلند ہو۔ اور سب لوگوں میں باہم جان پہچان ہو جائے۔ ایسے ہی مذہب کو حج کی ضرورت ہے تاکہ منافق اور موافق کی بخوبی تمیز ہو جائے۔ اور دین الٰہی میں مختلف گروہ کا داخل ہونا عیاں ہو جائے۔ ایکدوسرے سے ملیں جلیں۔ اور ہر ایک دوسرے سے ان فوائد کو حاصل کر سکیں جو اس کو حاصل نہیں ہیں۔ اس لئے کہ مقاصد باہمی مصاحبت اور ایکدوسرے کے ملنے ہی سے حاصل ہوا کرتے

ہیں۔ اور رسمی حج بھی بہت سے فوائد کا اضافہ کرتا ہے یقیناً آئمۂ دین کی حالت یاد کرے اور ان کے اختیار کرنے کی آمادگی کیلئے کوئی چیز حج سے زیادہ مفید نہیں ہے اور چونکہ حج میں دور دراز سفر کرنا پڑتا ہے۔ وہ نہایت دشوار عمل ہے۔ بڑی مشقت سے پورا ہوتا ہے۔ اس لئے ان کی تکالیف کا برداشت کرنا خدا کی خالص عبادت ہے جس سے خطائیں معاف ہوتی ہیں وہ پچھلے گناہوں کو ایسا دور کرتا ہے جیسا کہ ایمان ؂

# باب ۴۹ نیکی کی اقسام کے بارے میں

نیکی کی اقسام میں سے ذکر الٰہی ہے۔ ذکر الٰہی اور خدا کے بیچ میں کوئی آڑ اور پردہ نہیں ہے سو معرفت کی اصلاح کیلئے کوئی چیز ذکر سے زیادہ مفید نہیں ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا قول ہے کیا تم کو سب اعمال میں افضل عمل نہ بتاؤں۔ الا انبئکم بافضل اعمالکم۔ نیز نفس کی حضوری حاصل کرنے اور اس کی قساوت دور کرنے میں ذکر کا بڑا اثر ہوتا ہے خصوصاً اس شخص کے لئے جس کی قوت بہیمی فطرتی طور پر یا عملاً ضعیف ہوتی ہے اور اس شخص کے لئے بھی جو فطرتاً اپنے خیال میں محسوس چیزوں کے احکام مجرد میں خلط ملط کر دیتا ہے۔ اور انہیں اقسام میں سے دعا بھی ہے۔ اس سے حضوری کا بڑا دروازہ کشادہ ہو جاتا ہے۔ پروردگار عالم کے حضور میں نہایت درجہ طاعت اور احتیاج کو وہ پیش نظر کر دیتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الدعاء مخ العبادة دعا عبادت کا مغز ہے۔ وہ مبدا کی جانب نفس کے متوجہ ہونے کی ظاہری صورت ہے۔ جو درخواست کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے اس کے حاصل ہونے کی جس کے لئے دعا مانگی گئی ہے روح ہے۔ اور نیز بڑی نیکی تلاوت قرآن اور اس کی نصائح اور گوش دل سے سننا ہے۔ جو توجہ سے ان کو سنتا ہے اور دل میں جگہ دیتی ہیں۔ بیم و امید کی حالتیں خدا کی عظمت میں حیرانی۔ اس کے احسانات میں استغراق ہو جاتا ہے طبیعت کا جوش جھانے کے لئے نہایت ہی مفید ہے نفس کو قرآن کی تلاوت اس لئے طیار کرتی ہے کہ آسمانی اثر پیدا ہونے لگیں۔ اور عالم معاد میں وہ نہایت نافع ہے فرشتہ قبر والے سے کہیگا لا دریت ولا تلیت تو نے نہ حق کو جانا نہ قرآن کی تلاوت کی۔ قرآن سے تمام سفلی کیفیتوں سے پاک صاف ہوتا ہے حدیث میں آیا ہے ہر چیز کے لئے ایک خاص صیقل ہوتی ہے اور دل کا صیقل قرآن کا تلاوت کرنا ہے۔ اور نیز نیکیوں میں سے قرابت والوں اور ہمسایوں کے حقوق ادا کرنے ہیں۔ اپنے قرابتیوں اور ہم مذہبوں کے ساتھ حسن معاشرت کرنا چاہیئے غلاموں کو آزادی دینا چاہیئے۔ ان امور سے رحمت اور اطمینان نازل ہوتا ہے۔ تدابیر دوم اور سوم کے انتظامات ان سے مکمل ہوتے ہیں۔ ملائکہ کی دعا کے یہ امور باعث ہوتے ہیں۔ نیز نیکیوں میں سے جہاد ہے۔ خدا تعالیٰ جب کسی فاسق پر لعنت کرتا ہے جس سے عام لوگوں کو مضرت پہنچتی ہے اس کا نابود کرنا یا مصلحت کلی کے لحاظ سے زیادہ مناسب ہوا کرتا ہے اسلئے خدا کسی زکی القلب کے دل پر اس کے قتل کرنے کا الہام کرتا ہے۔ اس کی طبیعت سے خود بخود بغیر کسی سبب طبعی کے غصہ شعلہ زن ہوتا ہے۔ وہ اپنے تمام ذاتی امور سے اس کام کے لئے علیحدہ ہو کر خدا کی مراد سے زندگی حاصل کر کے ہمہ تن متوجہ ہو کر خدا کی رحمت اور نور میں غرق ہو جاتا ہے۔ اس سے تمام آدمیوں اور شہروں کا کام بنجاتا ہے۔ اسی کے قریب یہ حالت بھی ہے کہ خدا ان ملکوں کی دولت اور حکومت کو تباہ کرنے کا حکم فرماتا ہے۔ جو خدا کی شان میں کفر کرتے ہیں۔ ان کے چال چلن بگڑ جاتے

ہیں۔اس لئے کسی نبی کو جہاد کرنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ اُس کی قوم کے دل میں جہاد کی خواہش پیدا کی جاتی ہے۔ تاکہ ایسی قوم ہو جو لوگوں کی تکمیل کے لئے پیدا کی گئی ہوں۔ اور کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ ملاءِ اعلیٰ سے کسی قوم کو معلوم ہوتا ہے کہ مظلوموں سے درندہ خصلت لوگوں کی تعدی کو روکنا عمدہ ہے۔ نافرمانوں پر تعزیرات قائم کرنی چاہئیں۔ اور برائی سے اُن کو روکنا چاہئے۔ ان کوششوں سے لوگوں میں امن اور اطمینان پیدا ہو جاتا ہے۔ اور خدا ان قوموں کے مجاہدوں کو عمدہ جزا دیتا ہے۔ اور کبھی مصائب امراض کے بلاقصد پیش آ جاتے ہیں۔ اِن میں بھی کسی جیسے نیکی کا سامان ہو جاتا ہے کبھی اس طرح پر خدا کی توجہ ہوتی ہے۔ کہ کسی بندے کے اعمال درست ہو جائیں اور اسباب عالم کا مقتضا ہوتا ہے کہ اُس کی حالت تنگ ہو جاوے۔ تو وہی اسباب اُس کی تکمیلِ نفس کی باعث ہو کر اُس کے خطاؤں کو دور کر دیتے ہیں۔ اور اُس کے لئے بجائے اُن کے نیکیاں لکھی جاتی ہیں جیسے کہ جب پانی کا منفذ بند ہو جاتا ہے۔ تو پانی اُوپر اور نیچے سے پھوٹ نکلتا ہے۔ یہ بہاؤ اُس پر تنگی کی طرف منسوب ہوا کرتا ہے۔ اُس سے غیر اضافی کی حفاظت رہتی ہے۔ اور کبھی اس طرح پر اُن میں نیکی ہو جاتی ہے کہ مسلمان پر جب مصائب ٹوٹ پڑتے ہیں اور زمین اس پر تنگ ہو جاتی ہے۔ تو اُس وقت میں طبیعت اور رسم کا حجاب اُٹھ جاتا ہے۔ اور سب امور کو ترک کر کے خدا ہی کی طرف وہ متوجہ ہو جاتا ہے۔ اور کافر اس حالت میں اُس گم شدہ چیز کی ہی یاد میں رہتا ہے۔ اور اسی زندگی میں ڈوبا رہتا ہے حتیٰ کہ زمانہ مصیبت کا پہلی حالت سے بھی زیادہ خبیث ہو جاتا ہے۔ اور کبھی وہ سختیاں نیکی کا باعث اسلئے ہوتی ہیں کہ تمام روکنے والی بُرائیاں غلیظ اور کثیف قوتِ طبعی میں جمع ہوا کرتی ہیں۔ تو مریض اور ضعیف ہو جانے سے جتنا کہ بدن کو پہنچتا ہے اُس سے زیادہ مادہ تحلیل ہو جاتا ہے۔ تو وہ خود ظلمت بھی جو بُرائیوں کی حامل تھی تحلیل ہو جاتی ہے جیسے ہم دیکھتے ہیں کہ مریض کی خواہشِ نفسانی غصہ وغیرہ سب دور ہو جاتے ہیں۔ اُس کے اخلاق بدل جاتے ہیں۔ اور وہ پچھلے امور کو ایسا بھول جاتا ہے کہ گویا اُس میں وہ موجود ہی نہ تھے۔ اور ایک صورت یہ ہے کہ جب مسلمان کی قوتِ بہیمی اُس کی قوتِ ملکی سے آزاد ہوتی ہے تو دنیا ہی میں اکثر اُس کے گناہوں پر مواخذہ ہوتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ دنیا کی محنت مسلمانوں کے لئے عذاب ہے۔ واللہ اعلم ✦

# باب ۵۰۔ گناہوں کے درجوں میں

معلوم کرو کہ جیسے کہ بہت سے عمل اور طریقے ایسے ہیں جن سے معلوم ہو جاتا ہے کہ قوتِ بہیمی ملکی کے تابع ہے۔ ایسے ہی ایسے بھی اعمال ہیں۔ جن سے صاف نافرمانی معلوم ہوا کرتی ہے۔ اُن سے قوائے بہیمی کی سرکشی پیدا ہوتی ہے۔ انہیں امور کو گناہ کہتے ہیں۔ اور گناہوں کے مختلف مرتبے ہیں (۱) وہ گناہ ہیں جو انسانی کمال اور ترقی کا راستہ بالکل مسدود کر دیں ایسے بڑے گناہ دو قسم کے ہیں۔ اوّل وہ جن کا تعلق مبداء کی ذات سے ہے۔ آدمی کو اپنے پروردگار سے ہی لاعلمی ہو۔ یا اُس کا علم تو رکھتا ہو لیکن مخلوقین کے اوصاف اُس میں ثابت کرتا ہو یا خدا کی صفات مخلوقین میں ثابت کرتا ہو۔ تو دوسری صورت تشبیہ کی ہے اور تیسری شرک کی نفس میں کبھی تقدیس نہیں پیدا ہو سکتی جب تک کہ علوی تجرد اور تدبیر عالم کا جو تمام عالم کو محیط ہو رہی ہے بصیرت کی آنکھ سے مطالعہ کرتا ہے جب اس قسم کا غور نہیں ہوا کرتا۔ تو نفس اپنی ہی حالت میں مشغول رہا کرتا ہے

کبھی یگانگی کا پردہ دور نہیں ہوتا۔ اور بقدر سوزن بھی اُسمیں انکشاف نہیں ہوتا۔ یہ نہایت سخت بلا ہے۔ اور دوسری قسم بڑے گناہ کی
یہ امر کا اعتقاد کرنا ہے کہ بجز اس بدنی زندگی کے اور کوئی زندگی نہیں ہے۔ اور بدن کے لئے اور کوئی کمال دوسرا نہیں ہے جس کا
طلب کرنا اُس کو ضروری ہو جب نفس میں یہ خیال جم جاتا ہے۔ تو پھر اُس کی نظر کبھی کمال کی طرف نہیں اُٹھتی۔ اور جو کہ علاوہ
کمالات اِن کے دوسرے کمال کا ثبوت عام لوگوں سے جب ہی ممکن ہے کہ موجودہ حالت کی ہمہ جوہ مخالف حالت کا وہ تصور کر سکیں
اگر یہ دو نو کمالات جدا جدا اُس کے خیال میں نہ آئیں تو کمال عقلی اور کمال حسی دو نو ایک دوسرے کے مخالف ہوں۔ اور وہ شخص کمال
عقلی کو چھوڑ کر کمال حسی کی طرف مائل ہو جائے اِس لئے لقاءِ الٰہی اور روز آخرت پر ایمان لانا اُس کا معیار قرار دیا گیا ہے۔ خدا تعالیٰ
فرماتا ہے۔ والذین لا یؤمنون بالآخرۃ قلوبھم منکرۃ وھم مستکبرون (جو لوگ آخرت کا یقین نہیں کرتے
اُن کے دل منکر ہیں۔ اور وہ متکبر ہیں) حال یہ ہے کہ جب آدمی اس درجہ کے گناہ میں گھر جاتا ہے۔ اور اُس کی قوت بہیمی
مضمحل ہو جاتی ہے۔ تو نہایت درجہ کی نفرت آسمانی جانب سے اُس کو لپٹتی ہے۔ وہ کبھی اپنے آپ کو اس سے رستگار نہیں
کر سکتا۔ اور دوسرا مرتبہ گناہ کا یہ ہے کہ قوتِ بہیمی کے غرور سے آدمی اُن فضائل سے تکبر کرتا ہے۔ جو خدا تعالیٰ نے لوگوں کے لئے
اپنے کمالات تک پہنچنے کے لئے قرار دئے ہیں۔ اور ملاءِ اعلیٰ نے نہایت اہتمام سے پیغمبروں اور شریعتوں کے ذریعہ سے اُن کے
شائع کرنے اور اُن کی شان بلند کرنے کا قصد کرتے ہیں۔ لیکن ایسا شخص ان امور کا انکار کر کے اُن سے عداوت کرتا ہے اور
جب یہ مر جاتا ہے تو ملاءِ اعلیٰ کی تمام ہمتیں اُس سے نفرت کرتی ہیں۔ اور اُس کو ایذا پہنچانے کی طرف مائل ہوتی ہیں۔ اور خطاء ہر جانب
سے ایسا احاطہ کر لیتی ہے کہ پھر اُس سے نکلنے کا اُس کو موقع نہیں ملتا۔ اور چونکہ وہ اپنے کمال کو نہیں پہنچا اور اگر پہنچا بھی ہے
تو وہ پہنچنا قابل اعتبار اور لحاظ نہیں ہوتا۔ اِس واسطے یہ حالت اُس سے کبھی جدا نہیں ہوتی۔ یہ مرتبہ آدمی کو مذاہب میں اپنے پیغمبر
کے طریقہ سے باہر کر دیتا ہے۔ اور تیسرا مرتبہ گناہ کا یہ ہے کہ آدمی نجات دہندہ افعال کو ترک کر دے اور ایسے ایسے کام کرے
کہ جن کے کرنے والے پر عالم ذکر میں لعنت مقرر ہے یا تو ان کاموں کی وجہ سے زمین میں کسی بڑے فساد کا گمان غالب ہوتا ہے
یا اُس کی صورت تہذیب نفس کے بالکل خلاف ہوتی ہے اُس کی چند صورتیں ہیں یا وہ شریعت کے احکام کی تعمیل نہ کرے جس سے
بے جا آدمی کا مادہ پیدا ہوتا ہے۔ یا بجا آدمی کی کچھ نہ کچھ اُس میں آمادگی پیدا ہو جاتی ہے شرائع کی تعمیل نفوس کے
مختلف ہونے سے مختلف طرح پر پڑتی ہے۔ جو لوگ بہیمیت میں ڈوبے ہوئے ہوں اور یہ قوت اُن میں کمزور ہو۔ اُن کو تو احکام
شرعیہ کی کثرت کی ضرورت ہوتی ہے اور جن میں یہ قوت شدید و غلیظ ہوتی ہے۔ اُن کو اعمال شاقہ کی کثرت کی ضرورت ہوا
کرتی ہے۔ اور انہیں اعمال میں سے بعض اعمال درندوں کے سے ہوتے ہیں۔ جو بڑی لعنت کے مستحق ہوتے ہیں مثلاً قتل۔ اور
بعض اعمال شہوانی ہوا کرتے ہیں بعض پیشے ضرر رساں ہوتے ہیں جیسے قمار۔ ربا ان تمام مذکورہ امور سے نفس میں بڑا رخنہ
پیدا ہوتا ہے۔ اِس لئے کہ ان امور سے اُن امور پر اقدام ہوتا ہے۔ جو لازمی طریقوں کے مخالف ہیں اور اُن کو ملاءِ اعلیٰ کی جانب سے
لعنت احاطہ کرتی ہے۔ اِس لئے اِن دو نو کے ملنے سے عذاب حاصل ہوتا ہے۔ یہ گناہ کبیرہ کا مرتبہ سب کبائر سے زیادہ ہے
حظیرۃ القدس میں اُن امور کا حرام ہونا۔ ایسے گنہگاروں کا ملعون ہونا قرار پا چکا ہے۔ انبیاء ہمیشہ اُن امور کو بیان فرماتے رہتے ہیں جو وہاں
قرار پا چکے ہیں۔ اُن میں سے اکثر تمام شرائع میں متفق علیہ ہیں۔ چوتھا مرتبہ ان شرائع اور طریقوں کی نافرمانی کرنی ہے۔ جو کہ

ہر ایک امت اور زمانہ کے لحاظ سے ہوتی رہی ہیں۔ اس لئے جب خدا تعالیٰ پیغمبر کو کسی قوم کی طرف مبعوث کرتا ہے۔ تاکہ اُن کو تاریکیوں سے روشنی کی طرف پہنچائے۔ اُن کی کجی کی اصلاح کرے۔ عمدگی سے اُن کی سیاست کرے۔ تو اُس کے مبعوث ہونے میں یہ بات داخل ہوتی ہے کہ نہایت اہم امور جن کے بغیر اُن کی اصلاح اور سیاست نہیں ہو سکتی۔ واجب قرار پاتے ہیں۔ اس لئے ہر ایک مقصد کی ایک معیار دائمی یا اکثری ضرور ہوتی ہے۔ اُس کے لحاظ سے اُن سے مواخذہ اور خطاب کیا جاتا ہے۔ ہر ایک امر کے لئے اوقات متعین کرنے کے لئے ضروری قاعدے ہوا کرتے ہیں۔ اکثر امور سے کوئی فساد یا مصلحت پیدا ہوتی ہے۔ تو جیسے اُس امر کی حالت ہوتی ہے ویسا ہی حکم اُس کا مقرر کیا جاتا ہے۔ اس لئے بعض امور تو ایسے ہوتے ہیں کہ اُن کا امر و نہی ضروری ہوتا ہے۔ اور بعض کا مامور و منہی عنہ ہونا بغیر اہتمام کے ہوتا ہے۔ ایسے اکثر امور نبی کے اجتہاد سے بھی ثابت ہوا کرتے ہیں۔ پانچواں رتبہ یہ ہے کہ شارع نے اُس کی کچھ تصریح نہیں کی۔ نہ ملاء اعلےٰ میں کوئی حکم اُس کے متعلق ہونیکا منعقد ہوا لیکن کوئی خدا کا بندہ پوری ہمت سے خدا کی طرف متوجہ ہوا اور اُس نے قیاس سے یا تخریج وغیرہ سے ایک شئے کا مامور یا ممنوع ہونا معلوم کیا۔ جیسے عام لوگوں کو اپنے ناقص تجربہ سے یا حکیم حاذق کو علت کے پائے جانے سے کسی دوا کی تاثیر معلوم ہو جاتی ہے۔ عامی کو تاثیر کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ اور طبیب نے اُس کی کوئی تصریح نہیں کی ہوتی۔ پس ایسا شخص جب تک خود اپنی احتیاط اُس امر میں نہ کریگا۔ وہ عہدہ برا نہیں ہو سکتا۔ ورنہ اُن کے گمان کی وجہ سے اُس میں اور خدا میں ایک پردہ سا ہو جائیگا اور وہ اس کی وجہ سے ماخوذ ہوگا۔ اس مرتبہ میں اصل خوشنودی کے قابل یہ ہے کہ اس مرتبہ کے حالات کو ترک کرکے اُن کی طرف توجہ کرے لیکن ایسے لوگ بھی موجود ہیں۔ جو اس مرتبہ کے لائق ہیں جس کے وہ قابل ہیں خدا جو اُن پر اُسی کی کثرت کرتا ہے۔ اسی کو خدا فرماتا ہے انا عند ظن عبدی بی (بندہ کا جیسا میرے ساتھ گمان ہوتا ہے ویسے ہی میں اُس کے ساتھ ہوتا ہوں) اور فرماتا ہے ورھبانیۃ ابتدعوھا ما کتبنا علیھم الا ابتغاء رضوان اللہ۔ (رہبانیت جس کو انہوں نے خود ایجاد کرلیا ہے ہم نے اُن پر اسکو اسلئے لکھا تھا کہ خدا کی رضامندی کی تلاش میں ہیں۔) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اپنے اوپر سختی نہ کرو ورنہ خدا تم پر سختی کریگا۔ اور فرمایا گناہ وہی ہے۔ جو تیرے دل میں برا اثر پیدا کرے۔ یہی حال اُس حکم کی نافرمانی کا ہے۔ جو کسی مجتہد کے اجتہاد سے ثابت ہوا ہو اور اسی مجتہد کا جس نے یہ حکم دیا ہے نافرمانی کرنے والا پیرو اور مقلد ہو واللہ اعلم ✦

# باب ۱۵۔ گناہوں کی خرابیوں کے بیان میں

معلوم کرو کہ گناہ صغیرہ اور کبیرہ کا اطلاق دو لحاظ سے کیا جاتا ہے (۱) نیکی اور گناہ کی حکمت کے لحاظ سے (۲) شریعتوں اور طریقوں کے لحاظ سے۔ جو ہر ایک زمانہ سے مخصوص ہوتے ہیں نیکی اور گناہ کی حکمت کی نظر سے۔ گناہ کبیرہ کے معنی یہ ہیں کہ وہ ایسا گناہ ہے جس کے سبب سے قبر یا قیامت میں عذاب ضرور دیا جائے۔ اُس کی وجہ سے تدابیر نافع میں کوئی بڑی خرابی برپا ہو۔ فطرت کے کاموں سے وہ بالکل علیحدہ ہو اور گناہ صغیرہ وہ ہے جس سے امور بالا میں سے کسی امر کے ہونے کا شبہ ہو یا اکثر تو اُس سے کوئی امر پہلے امور میں سے پیدا ہوتا ہو یا ایک وجہ سے اُس میں اس قسم کی کوئی خرابی پیدا ہوتی ہو۔ اور دوسری

وجہ سے وہ خرابی نہ پیدا ہوتی ہو مثلاً کوئی شخص خدا کی راہ میں خرچ کرے اور اُس کے بال بچے بھوکے مرتے ہوں۔ تو اُس نے بخل کی رذیل عادت دفع کی۔ لیکن خانہ داری کی تدبیر کو کھو دیا۔ اور خاص خاص شریعتوں کے لحاظ سے کبیرہ وہ گناہ ہے جس کے حرام ہونے کی شارع نے تصریح کر دی ہو۔ یا اُس کے مرتکب کے لئے دوزخی ہونے کی وعید کی گئی ہو۔ یا اُس پر کوئی حد مقرر کی ہو۔ یا اُس فعل کی بُرائی ظاہر کرنے کے متعلق شدت بیان کرنے کو اُس کے مرتکب کو کافر و دائرہ اسلام سے خارج کیا ہو۔ کبھی بعض امور نیکی اور گناہ کے لحاظ سے صغیرہ ہوتے ہیں لیکن شریعت کے لحاظ سے وہی کبیرہ قرار پاتے ہیں۔ اُس کی صورت یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ کوئی قبیح کام اختیار کر لیتے ہیں۔ وہ رسم ہو کر اُن میں پھیل جاتا ہے۔ اُن کے دلوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیں جب بھی وہ اُن کے دل سے نہیں نکلتا ہے۔ اُس کے بعد شریعت اُس کو اُس سے روکنا چاہتی ہے۔ لیکن وہ لوگ اُس کام پر اڑ جاتے ہیں۔ اسکے کرنے پر اصرار کرتے ہیں شرع سے اُن کے اصرار پر ضد اور سختی ہوتی ہے۔ گویا اب اُس کا کرنا شریعت کی سخت عداوت سمجھی جاتی ہے۔ ایسی حالت میں اُس کو وہی شخص کرتا ہے۔ جو مردود اور سرکش ہو خدا اور لوگوں سے اُس کو کسی قسم کی حیا نہ ہو۔ بہرحال ہم اُن گناہوں کی تفصیل جو شریعت کے لحاظ سے کبیرہ قرار دئے گئے ہیں اس کتاب کی دوسری قسم میں بیان کرینگے۔ وہیں اُن کے بیان کا موقع ہے۔ لیکن اُن گناہوں کی حد انہیں جو بر و اثم کی حکمت سے کبیرہ قرار دی گئی ہیں۔ ہم یہیں بیان کرتے ہیں +

نیکی کے انواع میں بھی ہم نے ایسا ہی کیا ہے۔ لوگوں نے اس میں اختلاف کیا ہے کہ جب کوئی شخص گناہ کبیرہ کی حالت میں مرجائے اُس کو توبہ نصیب نہ ہو تو یہ جائز ہے یا نہیں کہ خدا اس گناہ کو معاف کر دے ہر ایک فرقہ نے قرآن و حدیث سے اپنے اپنے دلائل بیان کئے ہیں۔ لیکن میرے نزدیک اس اختلاف کو یوں حل کر سکتے ہیں کہ خدا کے افعال دو قسم کے ہوتے ہیں۔ (۱) وہ افعال جو بعادت استمراری ہوتے رہتے ہیں (۲) جو خلافِ عادت ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ اور جو مسائل لوگوں کے سامنے ذکر کئے جاتے ہیں وہ بھی دو قسم کے ہوتے ہیں۔ (۱) موافق عادت (۲) بلا قید اور دو مسئلوں میں مخالف ہونے کی شرط یہ ہے کہ اُن کی وجہ ایک ہی ہو۔ جیسے منطقیوں نے قضایائے موجہ (جن میں ثبوت جملہ کی کیفیت مذکور ہو) میں ذکر کیا ہے کبھی جب وجہ کو ذکر نہیں کرتے ہیں تو قرآن سے اُس کا پتہ لگانا ضرور ہوتا ہے مثلاً ہم کہیں کہ جو شخص زہر کھائیگا وہ مر جائیگا۔ اس کے معنی یہی ہیں کہ عادت اور معمول کے موافق زہر کا یہ اثر ضرور ہوگا۔ اور جب کہا جائے کہ یہ امر نہیں ہے کہ زہر کھا کر مر ہی جایا کریں اس کے معنی یہ ہیں۔ کہ اگر ایسا ہوگا تو خلاف عادت ہوگا۔ اس لئے دو تو باتیں درست ہیں۔ اُن میں کچھ مخالفت نہیں ہے اور جیسے خدا تعالیٰ کی دنیا میں بعض افعال خلافِ عادت ہوتے ہیں۔ اور بعض معمول کے موافق۔ ایسے ہی آخرت میں بھی افعالِ الٰہی وہی قسم ہیں معمولی یا غیر معمولی تو خدا کی استمراری عادت تو یہ ہے کہ بغیر توبہ کے مرنے کے بعد وہ گنہگار کو زمانہ دراز تک عذاب دیتا ہے اور کبھی خلافِ عادت بھی ایسے کام کرتا ہے۔ ایسے ہی حقوق عباد کا یہی حال ہے اور صاحب کبیرہ کا ہمیشہ دوزخ میں رہنا صحیح نہیں ہے حکمت الٰہی کا تقتضا یہ نہیں ہے کہ جو معاملہ کافر سے کرے ویسا ہی صاحب کبیرہ سے بھی کرے۔ واللہ اعلم +

# باب ۵۲۔ اُن گناہوں کے بیان میں جو نفس کی حالت سے متعلق ہیں

معلوم کرو کہ آدمی کی قوت ملکی کو ہر جانب سے قوت بہیمی احاطہ کئے ہوئے ہے اُس کا حال ایسا ہے جیسے قفس میں کسی پرند کا ہونا۔ اس پرند کی خوش نصیبی اور سعادت اسی میں ہے کہ اس قفس سے نکل کر اپنے اصلی وطن تر و تازہ باغوں میں پہنچ جائے۔ وہاں غذائی دانوں اور لذیذ میوہ جات کھائے۔ اور اپنے ہمجنس پرندوں کے جھنڈ میں مل کر خوشحالی و بشاشت زندگی بسر کرے۔ اسی طرح آدمی کے لئے نہایت درجہ بدنصیبی اور شقاوت اس میں ہے کہ وہ دہریہ ہو۔ دہریہ کی حقیقت یہی ہے کہ وہ ان علوم کے مخالف ہو۔ جو اُس کی طبیعت اور فطرت میں خدا نے پیدا کئے ہیں۔ جیسے ہم نے بیان کیا ہے۔ آدمی کی اصلی فطرت میں سب سے بلند درجہ کی جانب کی میلان ہے۔ اور نہایت درجہ اُسکی تعظیم کرنے کی خواہش ہے۔ خدا کا قول واذ اخذ ربک من بنی ادم من ظهورهم ذریتهم ثم اشهدهم علی انفسهم (اور اُس وقت کو یاد کرو جب تیرے رب نے آدم کی اولاد سے ان کی اولاد کو نکالا اور اُن کو گواہ کیا اپنی جانوں پر) اور کل مولود یولد علی فطرة الاسلام (سب کی پیدائش فطرت اسلام پر ہوتی ہے) یہی بتاتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی بے انتہا تعظیم دلمیں جب ہی راسخ ہوتی ہے کہ خدا کی نسبت اعتقاد کیا جائے کہ وہ اپنے قدرت و اختیار سے ہر قسم کا تصرف کرتا ہے۔ اعمال کی جزا دیتا ہے۔ اُن کو مذاہب کا مکلف کرتا ہے۔ جو شخص اس کا منکر ہو کہ اس کا کوئی پروردگار ہے جس پر تمام ہستی کا سلسلہ ختم ہوتا ہے۔ یا وہ معتقد ہو کہ پروردگار عالم معطل ہے۔ اِس عالم میں وہ کوئی تصرف نہیں کرتا۔ یا تصرف کرتا ہے تو بلا قصد اور مجبورانہ کرتا ہے۔ یا وہ اپنے بندوں کے اچھے بُرے افعال کی جزا نہیں دیتا۔ یا وہ اپنے پروردگار کو اور مخلوق جیسا اعتقاد کرتا ہے۔ یا اُس کے صفات اور لوگوں میں بھی اعتقاد کرتا ہے۔ یا یہ جانتا ہے کہ خدا اپنے بندوں کو پیغمبر کے ذریعہ سے احکام شریعت کا پابند نہیں کرتا پس ایسا ہی شخص دہریہ ہے۔ اس کے دل میں پروردگار کی عظمت نہیں جمع ہوسکتی اور حظیرۃ القدس کی طرف اُس کے علم کی رسائی نہیں ہوسکتی۔ وہ بمنزلہ ایک پرند کے ہے جو اپنے قفس میں بند ہے۔ اُس میں سوزن کے برابر بھی کوئی سوراخ نہیں۔ مرنے کے بعد اس پر سب چیزیں ظاہر ہو جائینگی۔ اور کسی قدر قوت ملکی ظاہر ہوگی۔ اور اُس کے فطری میلان میں جنبش پیدا ہوگی لیکن پروردگار کے علم اور حظیرۃ القدس کی رسائی سے عوائق مانع ہونگے۔ اور اُس سے اُس کے نفس میں نہایت وحشت کا جوش ہوگا اور اس ناپاک حالت پر باری تعالیٰ اور ملاء اعلیٰ کی نظر پڑیگی۔ تو ناخوشی اور حقارت کی نگاہ تند سے وہ دیکھے جائینگے۔ اور ملاء اعلیٰ کو اس ناخوشی اور عذاب کا الہام ہوتا ہے۔ اور عالمِ مثال اور عالم تدریجی میں اُن پر عذاب کیا جاتا ہے۔ اور جیسا کہ دہریہ ہونا آدمی کے لئے نہایت درجہ شقاوت کا باعث ہے۔ ایسے ہی آدمی کے کافر ہونے میں بھی اُس کی ذلت اور شقاوت ہے۔ کافر اُس شان سے تکبر کرتا ہے جس کا اندازہ خدا تعالیٰ نے اُس کے نفس کے لئے کیا ہے +

شان سے مراد یہ ہے کہ حکمت آلہیہ کی مقتضا سے عالم کے لئے خاص دور و طریقے معین ہوتے ہیں جب کوئی دور شروع ہوتا ہے تو تمام آسمانوں میں اُس کی وحی کی جاتی ہے۔ اور ملاء اعلیٰ اُس کی تکمیل کی مناسب تدابیر عمل میں لاتے ہیں۔ اور لوگوں کے لئے اس دور میں شریعت کا ایک قرار داد ہوتا ہے۔ اور خدا ملاء اعلیٰ کو الہام کرتا ہے کہ عالم میں اس دور کے چلانے پر متفق ہوں ان کے اتفاق سے لوگوں کے دلوں پر الہام ہوتا ہے۔ یہ مرتبہ شان کا اُسی قدیم مرتبہ کے بعد ہوتا ہے جس میں حدوث کا لگاؤ

تھیں تو نا اُس پہلے مرتبہ کی طرح اُس مرتبہ میں ہی بعض کمالات واجب تعالیٰ کا اظہار ہوتا ہے۔ جو شخص اس شان کی حالت کے خلاف ہوتا ہے اُس سے بیزاری ظاہر کرتا ہے تو ملاء اعلےٰ کی جانب سے نہایت سخت لعنت کا مستحق ہوتا ہے وہ لعنت اُس کے نفس کو محیط ہو کر اعمال پر چھا جاتی ہے اور اُس کا دل سخت ہو جاتا ہے اور مفید اعمال نیکی کو وہ حاصل نہیں کر سکتا اِس کی طرف خدا کے قول میں اشارہ ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَالْهُدٰی مِنْۢ بَعْدِ مَا بَیَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِی الْکِتٰبِ اُولٰٓئِکَ یَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَیَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ (جو لوگ ہماری کھلی نشانیوں اور ہدایت کو اُس کے بعد بھی چھپاتے ہیں کہ ہم نے لوگوں کے لئے کتاب میں صاف صاف بیان کر دیا ہے اُن پر خدا اور لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں) اور خدا تعالیٰ فرماتا ہے خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰی سَمْعِهِمْ (خدا نے اُن کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا دی ہے) +

شخص اُس پرندہ کی مانند ہوتا ہے جو ایسے قفس میں بند ہو جس کی روزن تو ہیں لیکن اُس پر کوئی غلاف پڑا ہوا ہو۔ کفر کی ادنےٰ حالت یہ ہے کہ کسی شخص کو توحید اور تعظیم الٰہی کا تو ٹھیک ٹھیک اعتقاد ہو لیکن وہ اُن احکام کی تعمیل نہ کرتا ہو جو بحکمت بر و اثم قرار دئے گئے ہیں۔ وہ ایسا ہے جیسے کسی شخص نے شجاعت کی منفعت اور فائدہ معلوم کر لیا لیکن وہ صفت اُس میں پیدا نہیں ہو سکتی اس لئے کہ نفس شجاعت کا حاصل ہونا اور ہے اور صورۃ شجاعت کا حاصل ہونا اور لیکن اس شخص کی حالت اُس سے کسی قدر بہتر ہے جو شجاعت کے معنی بھی نہیں سمجھتا۔ وہ ایسا ہے جیسے کوئی پرند ایسے قفس میں ہے جس میں سوراخ ہیں وہ سبزہ زار اور میوہ جات کو دیکھتا ہے مدتوں وہاں رہ چکا تھا۔ لیکن اب پھنسا اُسی کے شوق میں مبتلا ہو کر اپنے پر مارا کرتا ہے اور اپنی چونچ روزنوں میں ڈالتا ہے لیکن باہر نکلنے کا راستہ اُس کو نہیں ملتا۔ حکمت بر و اثم کے لحاظ سے کبائر بھی ہیں اور اِس شخص سے بھی کمتر درجہ اُس شخص کا ہے کہ وہ ان تمام احکام کی بجا آوری کرتا ہے لیکن اُن شرائط کے ساتھ نہیں کرتا جو اُن کے لئے ضروری ہیں۔ وہ ایسا ہے جیسے کوئی پرند شکستہ قفس میں بند ہے۔ تنگی سے اُس سے باہر نکل سکتا ہے لیکن جبتک بدن میں خراش نہ ہو اور پر نہ نُچ جائیں نکلنا وہاں سے متصور نہیں اُس کا قفس سے نکلنا ممکن ہے۔ لیکن بہت محنت سعی سے۔ چونکہ نکلنے کے بعد اُس کے بدن میں خراش ہوگا اور پر نُچے نُچائے ہونگے اس واسطے وہ اپنے ہم جنسوں میں بخوبی محفوظ نہ رہ سکیگا۔ اور جیسا چاہئے ان باغوں سے میوہ جات سے بھی بہرہ مند نہ ہوگا یہ لوگ وہی ہیں جنہوں نے اعمال صالحہ کے ساتھ بُرے اعمال بھی کئے ہیں۔ اُن کے لئے عائق اور مانع وہ گناہ ہوتے ہیں جو حکمت بر و اثم کے لحاظ سے صغیرہ گناہ ہیں۔ پُلصراط کی حدیث میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسی کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ بعض لوگ آگ میں گر ینگے اور بعض کو اُس میں گر کر نجات ہو جائیگی اور بعض کو آگ کی لپٹ کے بعد نجات ملجائیگی واللہ اعلم +

# باب ۵۳ - اُن گناہوں کا بیان جن کا تعلق لوگوں سے ہوتا ہے

معلوم کرو کہ حیوانات کی قسمیں مختلف ہیں بعض کی پیدائش ایسی ہوتی ہے جیسے زمین کے کیڑے اُن کا خلق یہ ہے کہ پروردگار صور کی جانب سے یہی الہام اُن پر ہوتا ہے کہ وہ کیسے اپنی غذا حاصل کریں اُن کو مکانات کی تدابیر کا الہام

نہیں ہوتا اور بعض جمیع اناث ایسے ہیں کہ اُنمیں توالد و تناسل ہوتا ہے بچونکی پرورش مذکر و مادہ ملکر باہم ایکدوسرے کے معاون ہو کے ہیں حکمت الٰہی میں اُنکا یہ حق ہے کہ
مکانوں کی تدابیر انکو الہام ہوتا ہے۔ پرند ونکو غذا حاصل کرنے اور پرواز کا [illegible] الہام ہوتا [illegible] کہ وہ کیسے [illegible] کریں۔ کیسے
اپنا آشیانہ بناتے ہیں۔ اپنے بچوں کو کیسے پرورش کرتے [illegible] آدمی مدنی الطبع [illegible]
ضرور ہے کہ اوراس کی [illegible] دستگیری [illegible]
قسم [illegible] اپنے اندر گرمی نہیں پیدا کر سکتا [illegible] آدمی [illegible]
آداب معاش کے [illegible] سیاست مدن [illegible]
کے وقت طبعی الہام ہوتا ہے۔ اور انسان [illegible] مثلاً [illegible]
پینے کے وقت پستان کو کیسے چوستے ہیں [illegible] دیکھنے کے [illegible]
ہیں معیشت کے [illegible] کے الہام [illegible] کہ اُس کا خیال [illegible]
کرتا ہے وہ تدبیر منزل اور سیاست مدن کے [illegible] ان لوگوں کی پیروی [illegible] کرتا [illegible]
نگی روشنی سے خدا تائید کرتا ہے یہ روشنی اُن [illegible] کے ذریعہ سے اُن [illegible]
اور تدابیر غیبی ہے وہ ان علوم کو حاصل کرتا ہے [illegible] خود غور [illegible] قیاس [illegible]
کرتا ہے۔ اُن علوم کی مثال جو لوگوں میں [illegible] استعدادوں کے مختلف [illegible] حالت
مختلف ہوتی ہے۔ ایسی ہی شان ہے جیسے خواب میں واقعات پیش ہوتے ہیں [illegible]
حاصل ہوتے ہیں۔ اور مناسب [illegible] جلوہ گر [illegible] اُن کی تعبیر [illegible]
لوگوں کی حالت کی وجہ سے مختلف ہوتی ہیں۔ [illegible]
باہم۔ شہری ہوں یا بدوی گو اُن کے حاصل ہونے [illegible] الہام ہوا [illegible]
مدن میں خرابی اور بربادی ہوتی ہے۔ ایسے [illegible] اعمال [illegible]
بدمعاملگیوں سے پیدا ہوتے ہیں ان [illegible] یہ ہے کہ تمام لوگ [illegible]
میں مشترک ہیں اور جیسے قوی بہائم کو مادہ کا میلان ہوتا ہے وہ دوسرے کی مداخلت کو اپنے جوڑے میں گوارا نہیں کرتے
ایسی ہی طبیعت قوی لوگوں کی ہوتی ہے اتنا فرق ہے کہ بہائم باہم لڑنے لگتے ہیں جو زیادہ مضبوط ہوتا ہے وہ کمزور پر غالب
ہوجاتا ہے دوسرا اُس کے سامنے سے بھاگ جاتا ہے۔ اور چونکہ نقصان کرتے ہوئے نہیں دیکھتے اس لئے کچھ مزاحمت کا بھی
اُنکو خیال نہیں ہوتا۔ اور آدمی نہایت زیرک پیدا کیا گیا ہے۔ عقل سے چیزوں کو ایسا معلوم کرلیتا ہے کہ گویا اُن کو دیکھ رہا ہے
یا سُن رہا ہے اور الہام سے اُس کو یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ایسے امور میں زیادہ لڑنے جھگڑنے سے شہر ویران ہوجائینگے شہروں میں
بسنا بغیر باہمی ہمدردی کے ممکن نہیں اور یہ بھی اُس کو معلوم ہے کہ تمدن میں نسبت عورتوں کے زیادہ دخل قوی مردوں کو ہوتا
ہے۔ اس واسطے بالہام الٰہی اُن میں یہ خیال پیدا ہوگیا ہے کہ ہر شخص کی بیوی دوسرے سے علیحدہ ہو اُس میں دوسرا شخص کسی قسم کی
مزاحمت نہ کرے۔ حرمت زنا کی اصل یہی ہے۔ اور بیویوں کے خاص کرلینے کی رسمیں اور طریقے جدا جدا ہیں اور نیز جیسے کہ

اپنے بندوں کے لئے یہی مقرر فرمایا ہے کہ مباح ذریعوں سے کوئی چیز حاصل کریں اُس میں موشی چرائیں کھیتی کریں یا زراعت تجارت وغیرہ سے معاش پیدا کریں۔ شہر یا مذہب کا انتظام کریں۔ جو پیشے اِن کے علاوہ ہیں وہ تمدن کی حالت کے مناسب ہیں۔ لیکن بعض لوگ مضر پیشے اختیار کر لیتے ہیں مثلاً چوری یا غصب اِن سے شہر تباہ ہو جاتے ہیں اِس واسطے خدا نے لوگوں کو اپنے الہام سے ان سب مضر پیشوں کو حرام ہونا تلقین کیا ہے عام لوگوں کا ان کی حرمت پر اتفاق ہو گیا ہے۔ گو سرکش لوگ طغیانی نفس سے اُن کے مرتکب ہوتے ہیں لیکن انصاف پسند سلاطین کی یہی کوشش ہوتی ہے کہ ان کو دور کر دیں۔ بعض پیشے ایسے ہیں کہ سلاطین کو ان کے استیصال کا اہتمام ہوتا ہے۔ جھوٹے دعاوی۔ جھوٹی قسمیں۔ جھوٹے گواہوں کا پیشہ کر لیتے ہیں۔ ناپ تول میں کمی کرتے ہیں۔ قمار بازی کرتے ہیں۔ دو چند سہ چند سود کھاتے ہیں۔ ان سب امور کا حکم بھی انہیں مضر پیشوں کا سا ہے اور تدریج کی زیادہ ستانی بھی بمنزلہ رہزنی کے ہے۔ بلکہ اُس سے بھی بدتر ہے۔ بہر حال انہیں اسباب سے لوگوں کے دلوں میں ایسے امور کی حرمت آگئی ہے۔ جو لوگ زیادہ ہوشمند سلیم الرائے مصالح عامہ سے زیادہ واقف ہوتے ہیں وہ درجہ بدرجہ ہمیشہ لوگوں کو ان امور سے منع کرتے رہتے ہیں۔ حتّٰے کہ یہ عام رواج ہو کر اور مشہور امور کی طرح بمنزلہ بدیہیات کے ہو جاتے ہیں۔ اور جب لوگوں میں الہامی طور پر ان کا میلان ہوتا ہے سو اسی کا اثر ملاء اعلےٰ میں ہوتا ہے کہ یہ امور حرام اور نہایت پُر مضرت ہیں۔ اس لئے جو شخص ایسے افعال کا مرتکب ہوتا ہے تو اُن کو سخت اذیت ہوتی ہے۔ جیسے ہمارا پاؤں جب چنگاری پر پڑتا ہے تو فوراً اسی لمحہ میں قوائے ادراکیہ میں اُس کا اثر منتقل ہو جاتا ہے اور اُس اذیت کے خطوط شعاعی اُس عاصی کو احاطہ کر لیتے ہیں اور فرشتوں وغیرہ میں سے اصحاب استعداد کے دلوں میں پڑتا ہے کہ اُس شخص کو جب ممکن ہو ایذا پہنچائیں۔ جب وہ شخص مر جاتا ہے اور اس مصلحت میں خاموشی ہو جاتی ہے۔ تو خدا تعالیٰ اُس کو پوری طرح پر جزا دیتا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ (اے اِنس و جن ہم تمہارے لئے قریب فارغ ہونیوالا ہوں) واللہ اعلم

# چھٹا مبحث مذہبی سیاستوں کے بیان میں

## باب ۵۴ اِس کے بیان میں کہ مذہبی رہنماؤں اور مذہب کے قائم کرنے والوں کی ضرورت ہے

خدا تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ (بیشک تو ڈرانے والا ہے اور ہر ایک قوم کے لئے کوئی نہ کوئی رہبر ہوا کرتا ہے) معلوم کرو کہ وہ اصول و قوانین جن سے بہیمیت کو قوتِ ملکی کے تابع بناتے ہیں اور وہ گناہ جو قوتِ ملکی کے بالکل مخالف ہیں عقلِ سلیم سے بھی معلوم ہو سکتے ہیں وہ ان اصول کے فوائد اور اُن گناہوں کی مضرتوں کو معلوم کر سکتے ہیں لیکن لوگ اُن سے غفلت میں رہا کرتے ہیں۔ اُن کی سمجھ پر چونکہ پردے پڑے ہوئے ہیں اس لئے اُن کی وجدانی قوت صفراوی آدمی کی طرح بگڑ جاتی ہے مقصود حالتیں اور اُن کی منفعتیں اور اندیشناک حالتیں اور اُن کے مضر اُن کے خیال میں نہیں آتے اِس لئے تمام لوگوں کو ایک ایسے واقف کی ضرورت ہے جو رہنمائی کے قوانین کو خوب جانتا ہو۔ لوگوں کا ان قوانین سے

انتظام کرے۔ اُن لوگوں کو ہدایت کر کے آمادہ کرے۔ اُن قوانین کی مخالفت سے باز رکھے بعض لوگوں کی رائے ایسی فاسد
ہوتی ہے۔ اُن کے مقصود بالذات وہ طریقے ہوتے ہیں جو مطلوب اصول کے مخالف ہوتے ہیں۔ اس لئے وہ خود بھی
گمراہی میں رہتے ہیں۔ اور اوروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ لوگوں کی حالت جب ہی درست ہوتی ہے کہ ایسے خیالات بالکل
نابود کر دئے جائیں۔ اور بعض لوگوں کی رائے میں کسی قدر رہبری ہوتی ہے لیکن ہدایت کے صرف نتقد حصہ کو وہ معلوم کر سکتے
ہیں۔ اس لئے چند امور اُن کی یاد میں رہتے ہیں۔ اور بہت سے امور یا اُن کی نظر سے چھپتے ہیں یا اُن کو خیال ہوتا ہے کہ وہ
فی نفسہ بڑے کامل ہیں اُن کو کسی مکمل کی حاجت نہیں ہے اس واسطے اُن کی اصلاح کے لئے ایسے شخص کی ضرورت پڑتی ہے
جو اُن کو جہل پر مطلع کرے۔ بہرحال لوگوں کو ایک ایسے واقف کی ضرورت ہے جس کو پوری واقفیت ہو۔ لغزشوں سے
وہ بالکل محفوظ ہو۔ اور جب عقل معاش اکثر لوگوں میں موجود ہے تمدن کی اصلاحات اور انتظامات کو مستقل طور پر معلوم کر سکتی
ہے۔ تاہم شہر کو ایسے شخص کی ضرورت رہا کرتی ہے۔ جو بخوبی تمدن کی مصلحتوں سے واقف ہو۔ اُن کی سیاست شائستگی
سے کر سکے تو پھر جب ایسا فرقہ ہو جن کی استعدادیں نہایت درجہ ناقص ہوں۔ اور ایسا طریقہ ہو کہ اُس کو دلی شہادت سے
وہی لوگ قبول کر سکیں جو نہایت زیرک ہوں۔ اُن کی طبیعت علائق سے صاف ہو۔ کامل تجربہ اُن کو حاصل ہو۔ اُس طریقہ
کی رہبری صرف انہیں کو ہو سکتی ہے جو انسانی طبقے میں اعلےٰ درجہ کے ہوتے ہیں۔ اور ایسے لوگوں کا وجود شاذ و نادر
ہوا کرتا ہے۔ تو ایسی حالت میں کیونکر کامل کی حاجت نہ ہوگی۔ اور جب آہنگری و درودگری وغیرہ پیشہ عام لوگوں سے بغیر اُن
اصول کے جو اُن کے بزرگوں سے اور رہنما اُستادوں سے برابر نقل ہوتے چلے آتے ہیں۔ وہ اُن سے لوگوں کو آمادہ کرتے
رہتے ہیں۔ پایہ تکمیل کو نہیں پہنچتے تو اُن عمدہ مطالب کی رہنمائی جن کے سمجھنے کی خاص لوگوں کو ہی توفیق ہوتی ہے۔ اور
خالص طبیعت کے لوگوں ہی کو وہ مرغوب ہوتے ہیں۔ کیسے ہو سکتی ہے۔ ایسے عالم کو ضرور ہے کہ لوگوں کو برملا علیٰ رؤس الاشہاد
ثابت کر دے کہ وہ رہنما طریقہ کا عالم ہے۔ اپنے اقوال میں خطا اور گمراہی سے معصوم اور محفوظ ہے۔ اور یہ بھی ضرور ہے کہ وہ اصلاح کے
ایک حصہ کو اختیار کرے اور دوسرے ضروری حصہ کو ترک کر دے۔ اُس کی دو صورتیں ہوتی ہیں۔ (۱) یہ کہ کسی ایسے
پہلے بزرگ کے کلام کو نقل کر دے جس پر سلسلۂ کلام کا ختم ہوتا ہے۔ اور لوگ اُس کے کمال اور معصومیت کے بالاتفاق معتقد
ہوتے ہیں۔ اُن لوگوں میں اُس کی روائتیں محفوظ ہوتی ہیں۔ وہ انہیں اعتقادات کے موافق لوگوں سے مواخذہ کرتا ہے
اور انہیں کی دلیل پیش کر کے اُن کو ساکت کر دیتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے۔ کہ گفتگو کا خاتمہ اُس شخص پر ہوتا ہے جس پر سب
لوگوں کا اتفاق ہوا کرتا ہے۔ بہرحال لوگوں کو ایسے شخص کی بڑی ضرورت ہے جو معصوم ہو۔ اور اُس کی عصمت پر سب کا
اجماع ہو۔ ایسا آدمی خواہ اُن میں موجود ہو یا اُس کے اقوال اُن کے ذہنوں میں محفوظ ہوں ایسے معصوم کا لوگوں کے مطیع ہونے کی بابت
اُن قوانین کو جو اس حالت سے پیدا ہوتے ہیں۔ اُس کے منافع کو معلوم کرنا۔ گناہوں اور گناہوں کے مضر اثروں پر اطلاع کبھی
دلیل کے ذریعہ سے یا عقل سے یا بذریعہ حس کے نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اُن کا انکشاف صرف وجدان سے ہوا کرتا ہے جیسے بھوک کی
اور تشنگی اور دوا حار یا بارد کی تاثیر صرف وجدان سے ہی معلوم ہوتی ہے۔ ایسے ہی روح کے مناسب اور مخالف امور کی شناخت
صرف ذوقِ سلیم سے ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ بدیہی طور پر اُس کی ذات میں علم پیدا کرتا ہے۔ کہ وہ خطا سے محفوظ رہے۔ اور تمام

وہ چیزیں جن کا اُس نے ادراک کیا ہے بالکل حق اور واقع کے مطابق ہیں جیسے کہ دیکھنے والے کو دیکھتے ہی معلوم ہو جایا کرتا ہے اُس کو کچھ احتمال نہیں ہوتا۔ کہ میری بینائی میں کچھ فرق ہے یا خلاف واقع میں ان چیزوں کو دیکھ رہا ہوں۔ اور جیسے زبان کے موضوع الفاظ علم ہوتا ہے مثلاً عربی دان کو اس میں شک نہیں ہوتا کہ ماء (پانی) اس عنصر کے لئے موضوع ہے۔ اور ارض (زمین) کا لفظ اُس عنصر کے لئے موضوع ہے۔ حالانکہ اس علم کی کوئی عقلی دلیل نہیں ہے۔ نہ اُس لفظ اور معنی میں کوئی لزوم عقلی ہے۔ تاہم خدا ان امور کا بدیہی علم طبیعتوں میں پیدا کرتا ہے۔ اکثر لوگوں کو ان وجدانی علوم کی صداقت اپنے فطری وجدان سے ہو جاتی ہے۔ وہ ہمیشہ ٹھیک قوانین کو اپنے علم وجدانی سے معلوم کر لیتے ہیں۔ پیاپے یہ وجدانی علم اُن کو حاصل ہوتا رہتا ہے اور اپنے وجدان کی قوت کا اُن کو ہمیشہ تجربہ ہوتا رہتا ہے اور ایسے لوگوں کے علاوہ اوروں کو یقینی یا مشہور دلائل سے خوب ثابت ہو جاتا ہے کہ شخص جن امور کی طرف متوجہ ہوتا ہے وہ سب حق ہیں۔ اِس شخص کے چال چلن ایسے عمدہ ہوتے ہیں کہ کذب کا احتمال نہیں ہو سکتا اور نیز لوگ اُس کی ذات میں تقرب کے آثار دیکھتے ہیں۔ معجزات اُس سے صادر ہوتے ہیں۔ اُس کی دعائیں مقبول ہوتی ہیں جس سے کہ یقین ہو جاتا ہے کہ سماوی۔ ایسی ہیں اُس کا درجہ بلند ہے۔ اُس کا نفس مقدس ہے اُس کو ملائکہ سے اتصال ہے ایسا شخص اقبال نہیں ہے کہ خدا کی طرف جھوٹی بات کو منسوب نہ کرے اور گناہ کو عمل میں نہ لائے اُس کے بعد اُس شخص سے ایسے ایسے امور ظاہر ہوتے رہتے ہیں جن سے لوگوں کے دل میں نہایت ہی اُلفت پیدا ہوتی ہے۔ اِن کی وجہ سے وہ لوگوں کو مال اور اولاد سے زیادہ عزیز ہو جاتا ہے تشنہ آدمی کو آب زلال کی ایسی رغبت نہیں ہوتی جیسی لوگوں کو اُس سے رغبت ہوتی ہے۔ بغیر ایسے شخص کے کسی زمانہ اور قوم میں حالت مقصودہ کا رنگ نہیں چڑھ سکتا ہے۔ اسی وجہ سے لوگ اِس قسم کی عبادت میں مصروف رہا کرتے ہیں اور اپنے تمام امور کی ایسے شخص کی طرف نسبت کرتے ہیں جس میں ایسے امور کے ہونے کا اُن کو اعتقاد ہوا کرتا ہے خواہ وہ اعتقاد اُن کے صحیح ہوں یا غلط واللہ اعلم +

## باب ۵۵۔ نبوت کی حقیقت اور اُس کے خواص کے بیان میں +

معلوم کرو کہ انسانی طبقوں میں سب سے اعلےٰ درجہ کے لوگ مفہمین ہیں یہ لوگ اہل اصطلاح ہوتے ہیں اُن کی ملکی قوت نہایت بلند ہوتی ہے اِن لوگوں سے یہ ہو سکتا ہے کہ حقانی خواہش سے کوئی انتظام مقصود قائم کریں۔ ملاء اعلےٰ کی جانب سے اُن پر علوم اور الٰہی حالات وارد ہوتے ہیں مفہمین کی سیرت میں یہ امور داخل ہوتے ہیں۔ اُن کے مزاج اور خلقت اور خُلق میں اعتدال اور تناسب ہوتا ہے۔ اُن میں جزئی رایوں کی وجہ سے بیتابی نہیں ہوتی۔ اور نہ ایسے پرلے درجہ کی ذکاوت ہوتی ہے۔ کہ کلی سے جزئی کو اور روح سے صورت کو معلوم نہ کر سکیں۔ نہ ایسی غباوت ہوتی ہے کہ جزئی سے کلی کی طرف اور صورت سے روح کی جانب منتقل نہ ہو سکیں۔ سب لوگوں سے زیادہ وہ جادۂ راست کا پابند ہوتا ہے۔ عبادت میں اُس کی نہایت پسندیدہ شان ہوتی ہے۔ لوگوں کے معاملات میں انصاف پسند ہوتا ہے۔ تدابیر کلی کو ہمیشہ پسند کرتا ہے منفعت عام کا ہمیشہ راغب رہتا ہے۔ کسی کو بالطبع ایذا نہیں دیتا۔ ہاں اگر تکلیف اور ایذا پر عام نفع موقوف ہو یا نفع عام کو ایذا لازم ہو۔ تو البتہ اُس سے ایذا پہنچ سکتی ہے۔ عالم غیب کی جانب ہمیشہ اُس کا میلان رہتا ہے۔ اثر اُس کی گفتگو میں اُس کے چہرہ میں اور اُس کی تمام حالتوں میں محسوس ہوتے رہتے ہیں

اُس کے جو ایک پہلو سے معلوم ہوتا ہے کہ عالم غیب سے اُس کو تائید پہنچی ہے اور نیز ریاضت سے اُس کو ایسا قرب اور تسکین حاصل ہوتی ہے
جو اور کسی کو حاصل نہیں ہو سکتی مفہمین کی قسمیں اور استعدادیں مختلف ہوا کرتی ہیں جس کی اکثر حالت ہو کہ خدا کی
جانب سے اُن علوم کو اخذ کرتا رہے جن سے عبادتوں کے ذریعہ سے نفس میں تہذیب پیدا ہوتی ہے۔ اُس کو کامل
کہتے ہیں۔ اور جو اخلاق حسنہ کا کامل اور تدبیر منزل کے علوم کو اخذ کرے اُس کو حکیم کہتے ہیں۔ اور اکثر انتظامات کلی کو
حاصل کر کے لوگوں میں عدل اور انصاف قائم کرے اور ان ظالموں کی جور و تعدی کو دفع کرے اُس کا نام خلیفہ ہے
اور جس کو ملاء اعلیٰ کی حضوری ہو یہ فرشتے اُس کو تعلیم دیں۔ اُس سے خطاب کریں۔ اُس کو وہ آنکھوں سے نظر
آئیں اور مختلف قسم کی کرامتیں اُس سے ظاہر ہوں اُس کا نام مؤید بروح القدس ہے۔ اور جس کی زبان اور دل
پر نور چمکے لوگوں کو وہ اپنی صحبت اور مواعظ سے نفع پہنچائے اور پھر وہی تسلی اور نور اُس کے خاص صحابہ اور حواریین
میں منتقل ہو۔ وہ اُس کی برکت سے کمالی درجات تک پہنچ جائیں۔ اُس کو اُن کی ہدایت اور رہبری کی نہایت ہی
حرص ہو اُس کو ہادی مزکی کہتے ہیں۔ اور جس کا زیادہ علم ملت کے قواعد اور مصالح ہو۔ وہ اُس کا زیادہ مشتاق ہو
کہ ان علوم کو قائم کرے جو محو ہو گئے ہیں اُس کو امام کہتے ہیں۔ اور جس کے دل میں القا کیا گیا ہو کہ لوگوں کو اُن
مصائب اور صدمات کا حال بتا دے جو دنیا میں اُن کے لئے مقدر رہوں یا کسی قوم کے ملعون اور مردود ہونے کو
معلوم کر کے انکو انکی اطلاع دے یا بعض اوقات تجرد نفس کی حالت میں ان واقعات کو اُس نے معلوم کیا جو قبر اور حشر میں لوگوں کو
پیش آنے والے ہیں۔ اور پھر اس قسم کے حالات اُن کو بتاتا ہے اُس کو منذر کہتے ہیں جب حکمت الٰہی کا اقتضا ہوتا ہے
کہ کسی مفہم کو لوگوں کی طرف بھیجے۔ تو خدا تعالیٰ اُس شخص کے باعث سے لوگوں کو ظلمتوں سے نور کی طرف نکالتا ہے۔ بندوں
پر خدا کا فرض ہوتا ہے کہ اپنی زبانوں اور دلوں سے اُس کے آگے سر تسلیم ہوں۔ ملاء اعلیٰ کو اس کی تاکید ہوتی ہے کہ اُس
کے فرمان پذیروں سے خوشنود ہو کر اُن کے شریک رہیں اور مخالفوں سے ناخوش ہو کر اُن سے علیحدگی کریں۔ خدا
لوگوں کو اس کی اطلاع کرتا ہے۔ اُن پر اُس کی اطاعت واجب کرتا ہے۔ ایسا شخص نبی ہوتا ہے اور تمام انبیاء
سے سب سے زیادہ عزت و شان والا وہ ہی ہے جس میں ایک اور ہی قسم کی بعثت ہوتی ہے اُس کی نسبت مراد الٰہی یہ
ہوتی ہے کہ لوگ زندگی کی تیرگیوں سے نکلکر نورانیت اپنے اندر پیدا کریں۔ اور اُس کی قوم عام لوگوں کے لئے رہبر بنے
اس طرح پر گویا اس نبی کی بعثت میں ایک دوسرے قسم کی بعثت ہوا کرتی ہے۔ پہلی حالت کی طرف اس آیت میں
اشارہ ہے۔ هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ الخ (خدا ہی نے اَن پڑھوں میں اُن میں سے
ایک نبی بھیجا) اور دوسری حالت کی طرف خدا کے قول كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ میں اشارہ ہے
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے فَإِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُيَسِّرِينَ وَلَمْ تُبْعَثُوا مُعَسِّرِينَ (تم لوگ آسانیاں
بڑھانے کو پیدا ہوئے ہو نہ دشواریاں بڑھانے کو) ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم میں مفہمین کے تمام کمالات بالاستیعاب
جمع تھے اور دونو نعمتوں میں سے کامل حصہ آپ کو حاصل تھا۔ جو انبیاء علیہم السلام کہ آپ سے پیشتر گذرے ہیں اُن کو
نبوت میں صرف ایک یا دو فن حاصل تھے۔ اور معلوم کرنا چاہئے کہ حکمت الٰہیہ انبیاء کے بعثت کی اس لئے مقتضی ہوا کرتی ہے

کہ لوگوں کی منافی اور قابلِ اعتبار بہتری تدابیر بعثت میں ہی منحصر ہوا کرتی ہے۔ اور اس بہتری کی اصلی حقیقت کا علم گو صرف علام الغیوب کو ہی ہوتا ہے۔ لیکن اتنا ہم بھی یقیناً جانتے ہیں کہ ضرور انبیاء کے مبعوث کرنے کے لئے ایسے ایسے اسباب ہوا کرتے ہیں جو بعثت سے تخلف نہیں کیا کرتے۔ انبیاء کی پیروی لوگوں پر اسی لئے فرض کیجاتی ہے کہ خدا تعالیٰ کو علم ہوتا ہے کہ کسی قوم کی درستی اور خوبی اس میں ہی ہے کہ وہ خدا کی اطاعت کریں اور اس کی عبادت کریں۔ لیکن اُن لوگوں کے نفوس ایسے قابل نہیں ہوا کرتے کہ وہ خود علوم الٰہی کو اخذ کریں۔ ان کے حال کی درستی اسی میں ہوتی ہے کہ وہ نبی کا اتباع کریں۔ اس لیے خدا حظیرۃ القدس میں مقرر فرماتا ہے کہ نبی کا اتباع واجب ہے۔ وہاں اس امر کا فیصلہ ہو جاتا ہے۔ اس کے مختلف طریقے ہیں۔ کبھی تو بعثت کا وقت خاص دولت اور قوت کے غلبہ کا اور دیگر طاقتوں کے سرنگوں کرنے کا زمانہ ہوتا ہے۔ اس لئے خدا تعالیٰ ایسے شخص کی بعثت کرتا ہے جو اس دولت اور طاقت والوں کے دین کو درست کر دے جیسے سیدنا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت یا خدا تعالیٰ مقدر کرتا ہے کہ کسی قوم کو باقی رکھے اور لوگوں پر اُن کو برگزیدہ کرے۔ اس لئے ایسے شخص کو مبعوث کرتا ہے جو اُن کی کجی کو رفع کر دے اور اُن کو کتاب الٰہی کی تعلیم دے۔ جیسے سیدنا حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام کی بعثت۔ یا اُن امور کا نظم ونسق ہوتا ہے جو کسی قوم کے واسطے مقدر ہوتے ہیں کہ اُن کی دولت یا مذہب جس کی کسی مجدد کے ذریعہ سے اصلاح کی ضرورت ہوتی ہے باقی رکھی جائیں حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیٰ نبینا علیہم السلام اور انبیائے بنی اسرائیل علیہم السلام کی ایک جماعت کی یہی حالت تھی۔ خدا تعالےٰ نے ان تمام انبیاء علیہم السلام کے لئے دشمنوں پر ظفرمندی کو مقدر کیا تھا۔ جیسے کہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنصُورُونَ وَإِنَّ جُندَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ (اپنے پیغمبر بندوں کے لئے ہمارا قول پہلے ہی طے ہو چکا تھا کہ وہ ہمیشہ فتحمند رہینگے اور ہمارا لشکر ہی غالب ہو کر رہیگا) ان انبیا کے علاوہ ایسے لوگ بھی ہوا کرتے ہیں۔ جو اتمام حجت کے لئے پیدا کئے جاتے ہیں واللہ اعلم اور جب کوئی نبی مبعوث ہو۔ تو اُن لوگوں پر جن کی جانب وہ مبعوث ہوا ہے فرض ہے کہ گو وہ راہِ راست پر ہی کیوں نہ ہوں۔ لیکن اُس نبی کا سب اتباع کریں۔ اس لئے کہ ایسے بلند رتبہ شخص سے سرتابی سے ملاء اعلیٰ کی لعنت اور ذلت ورسوائی پیدا ہوا کرتی ہے۔ نبی کے آنے کے بعد لوگوں کو خدا کی حضور میں تقرب خود حاصل نہیں ہو سکتا ہے ایسی کشتی کی حالت میں اُن کی تمام کوششیں رائیگاں ہو جایا کرتی ہیں۔ اُن کے مرنے کے بعد چاروں طرف سے اُن کے دلوں کو لعنت گھیر لیتی ہے۔ علےٰ ان ھذہ صورۃ مفروضۃ غیر واقعنۃ تم کو یہود کی حالت سے عبرت حاصل کرنی چاہئے۔ انہوں نے دین میں کیسی کیسی زیادتیاں اور کتاب الٰہی میں کیسی تحریف کی تھی۔ اس لئے سب لوگوں سے زیادہ اُن کے لئے پیغمبر کی بعثت کی ضرورت تھی۔ اور پیغمبروں کے بھیجنے سے خدا کی حجت لوگوں کے مقابلے اس لئے ثابت ہوتی ہے کہ اکثر لوگوں کی پیدائش اس قابل نہیں ہوا کرتی کہ وہ بلاواسطہ مفید اور مضر امور کو حاصل کر سکیں۔ بلکہ اُن کی استعداد ضعیف ہوتی ہے۔ انبیاء کے بتانے اور خبر دینے سے اس کو قوت پہنچتی ہے۔ اور نیز ایسے ایسے خراب اور فاسد امور جمع ہو جاتے ہیں کہ بغیر جبر اور دلیل کے دفع نہیں ہو سکتے۔ لوگ اس قابل ہو جاتے ہیں کہ دنیا اور آخرت میں اُن کے

اعمال کی باز پرس کیجائیگی۔ تب بعض اسباب علوی اور سفلی کے جمع ہونے کے بعد لطف خداوندی کا اقتضا ہوتا ہے۔ کہ کسی قوم میں سے نہایت زکی شخص پر وحی کرے کہ لوگوں کو حق کی جانب رہنمائی کرے اور راہ راست کی جانب اُنکو بلائے۔ اِس لئے نبی کا حال رہبری کے بارہ میں ایسا ہوتا ہے جیسے کسی مالک کے غلام بیمار ہوجائیں اور وہ مالک اپنے خواص میں سے کسی کو حکم دے کہ اُن کو دوا پلاو خواہ وہ خوشی سے پئیں یا ناگواری اور ناخوشی سے۔ اِس وقت میں اگر یہ شخص اُن کو دوا پینے پر مجبور بھی کریگا۔ تاہم حق پر ہوگا۔ لیکن یہ مہربانی اِس کی مقتضی ہے کہ اول اُن کو بتادے کہ تم بیمار ہو اور یہ دوا تم کو نفع دیگی۔ اور اُن کے سامنے خلاف عادت و معمول ایسے افعال بھی ظاہر کرے۔ جن سے اُنکے دلوں میں بخوبی بیٹھ جائے کہ وہ اپنے اقوال میں بالکل سچا ہے۔ اور نیز اُس کو مناسب ہے کہ اُس دوا میں کوئی شیریں چیز بھی ملادے۔ اِن امور کے بعد وہ اُس کے احکام کی بجا آوری اپنی بصیرت اور رغبت سے کرینگے۔ اِسی وجہ سے معجزات اور قبولیت دعا وغیرہ اصل نبوت سے محض خارج اور علحدہ ہیں۔ ہاں اکثر حالتوں میں لازم ضرور ہوا کرتے ہیں۔ اور بڑے بڑے معجزات کا ظہور اکثر تین اسباب سے ہوا کرتا ہے۔ (۱) کوئی نبی مفہمین کے رتبہ کا ہوتا ہے اِس وجہ سے بعض بعض حوادث اُس کو ظاہر ہوجایا کرتے ہیں اور یہ ظہور دعاؤں کی قبولیت اور اِن امور میں موجب برکات ہوجاتا ہے جن کے لئے برکت کی دعا کی جاتی ہے اور برکت کے ہونے کی بھی مختلف صورتیں ہوتی ہیں۔ کبھی کسی شے کا نفع زیادہ ہوجاتا ہے۔ مثلاً اعدا کے خیال میں لشکر کی کثرت متمثل ہوتی ہے۔ اِس سے وہ بزدل ہوجاتے ہیں یا طبیعت غذا کو خلط صالح بنا دیتی ہے۔ اِس سے ایسا اثر ہوتا ہے گویا اُس غذا سے دو چند زیادہ تناول کی ہے۔ اور کبھی خود اصل شے ہی بڑھ جاتی ہے اِس طرح پر کہ کسی صورت کے مادہ ہوائی میں کوئی قوت مثالی حلول کرتی ہے اور اُس کو بدلدیتی ہے اِن اسباب کے علاوہ اور بھی اسباب ظہور برکات کے ہوتے ہیں جن کا شمار کرنا دشوار ہے۔ اور (۲) سبب ظہور معجزات کا یہ ہوتا ہے کہ ملاء اعلے متفق ہو کر نبی کے احکام جاری کرنا چاہتے ہیں۔ اِس وجہ سے الہامات اور انفعالات اور تقریبات پیش آتے ہیں جو پہلی حالت کی نسبت محض غیر معمولی ہوتے ہیں۔ اِس لئے نبی کے احباب ظفر مند اور اعدا خوار و خراب ہوتے ہیں اور حکم آلہی کا ظہور ہوتا ہے ولو کرہ الکفرون (۳) تیسرا سبب معجزات کا یہ ہوتا ہے کہ اسباب خارجی کی وجہ سے بہت سے حوادث نئے نئے پیدا ہوتے ہیں۔ نافرمانوں کو سزا دیجاتی ہے۔ اور عالم وجود میں بڑے بڑے امور کا احداث ہوتا ہے۔ یہی امور کسی نہ کسی وجہ سے معجزات ہوجاتے ہیں۔ نبی یا پہلے سے اُن پر لوگوں کو مطلع کردیتا ہے۔ یا اُس کی نافرمانی پر لوگوں کی سزا مرتب ہوا کرتی ہے یا جو طریقہ سزا کا نبی نے بتادیا تھا۔ وہ حوادث اُسی کے موافق ہوتے ہیں۔ یا ایسے ہی اور امور ہوا کرتے ہیں۔ انبیا کے معصوم ہونے کے بھی تین اسباب ہوا کرتے ہیں۔ (۱) یہ کہ تمام رذیل خواہشوں اور رغبتوں سے کسی انسان کی فطرت نہایت خالص اور صاف پیدا کی جاتی ہے۔ خاصتہ اُن امور کی نسبت جو حدود شرعی کی حفاظت اور پاسبانی سے متعلق ہوا کرتے ہیں۔ (۲) یہ کہ اُس کو اچھے کام کی خوبی اور بُرے کام کی بُرائی اور دونوں کا انجام وحی آلہی سے معلوم ہوجایا کرتا ہے۔ (۳) یہ کہ اُس شخص کے اور اُن رذیل خواہشوں کے مابین خدا حائل ہوجاتا ہے +

معلوم کرو کہ انبیاء علیہم السلام کی سیرت میں سے یہ ہوتا ہے کہ خدا کی ذات اور صفات میں غور اور فکر کرنے کا حکم نہ کریں عام لوگ ایسے ایسے موضوعوں کی طاقت نہیں رکھا کرتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تفکروا فی خلق اللہ ولا تفکروا فی اللہ (خدا کی ذات میں غور مت کرو بلکہ اُس کی مخلوق میں غور کرو) اور اِنَّ الٰی ربک المنتھی (تیرے رب کی طرف نہایت ہے) میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پروردگار کی ذات میں غور کا موقع نہیں ہے۔ انبیاء ہمیشہ یہی ارشاد فرماتے رہے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے انعامات اور نشانہائے قدرت میں لوگ غور کیا کریں۔ نیز انبیاء علیہم السلام کی سیرت میں سے یہ امر ہوتا ہے کہ لوگوں سے ایسی ہی گفتگو کیا کرتے ہیں جو اُن کے عقلی اندازہ کے مناسب اور اُن کے علوم کے موافق ہو جو اُن کے اندر پیدائشی طور پر پائے جاتے ہیں۔ اِس لئے کہ نوعِ انسانی کی کیفیت خواہ کچھ ہو۔ اُس کو جبلی طور پر ایک خاص ادراک عطا کیا گیا ہے جس کا مرتبہ تمام حیوانی ادراک سے زیادہ ہے ہاں اس کا اصلی وہ ہے۔ اگر عاصی ہو۔ اور اس قسم انسانی ادراک کے قابل نہ ہو تو اور بات ہے۔ ورنہ انسانی ادراک میں سب افراد نوعی شریک ہوتے ہیں۔ اور اس ادراک کے علاوہ انسان کے لئے اور زائد علوم سے حصہ پایا جاتا ہے کہ وہ اُس میں معمولی عادت کے خلاف حاصل ہوتے ہیں۔ جیسا کہ انبیاء اور اولیاء کے قدسی نفوس کیحالت ہوا کرتی ہے اور کبھی انسان کو نہایت پر مشقت ریاضتوں کے استعمال سے بعض ایسے علوم حاصل ہوتے ہیں جو اُس کو ایسے بلند ادراکات کے لئے تیار کرتے ہیں جن کا اندازہ اُس کے وہم و خیال میں بھی نہیں ہوتا۔ اور کبھی مدت دراز تک علوم حکمیہ کی اور علم کلام اور اصول فقہ وغیرہ کی مشق اور مزاولت سے علوم کا اضافہ ہو جایا کرتا ہے۔ لیکن انبیاء کی گفتگو صرف اُسی سادہ ادراک کے طریقہ کے موافق ہوا کرتی ہے۔ جو بلحاظ اصلی پیدائش کے اُن کی طبائع میں موجود ہوا کرتا ہے۔ اُن علوم کی طرف جن کا وجود شاذ و نادر اسباب سے ہوا کرتا ہے اور محض اتفاقی ہوتا ہے اُن کو کچھ التفات نظر نہیں ہوتا۔ اسی واسطے انبیاء لوگوں کو اس پر مجبور نہیں کرتے کہ وہ خدا کو تجلیات اور مشاہدات کے ذریعے سے یا دلائل اور قیاسات سے معلوم کریں۔ یا وہ خدا کو تمام جہتوں سے منزہ خیال کریں۔ اِس لئے کہ اس طرح پر معلوم کرنا اُن لوگوں کے لئے گویا محال ہے کہ جن کو ریاضتوں کے اشتغال نصیب نہیں ہوتے۔ اُنھوں نے مدت دراز تک معقولیوں سے میل جول نہیں رکھا ہے۔ استنباط اور استدلال اور استحسانات کے طریقوں کی جانب اُن کو رہبری نہیں کی گئی ہے۔ اُن مقدمات کے ذریعہ سے جن کے ماخذ پُر وقت ہیں۔ باہم مشابہ چیزوں سے اُن کو فرق کرنے کی تعلیم نہ دی گئی ہو۔ اُن کو وہ علمی دقیقیں نہ آتی ہوں جن کی وجہ سے اصحاب الرائے اہل حدیث پر ناز کیا کرتے ہیں۔ اور نیز انبیاء کی سیرت میں یہ امر بھی داخل ہے کہ وہ اُن امور کیجانب توجہ نہیں کیا کرتے۔ جو تہذیب نفس سیاستِ امت سے تعلق نہ رکھتے ہوں۔ وہ اُن اسباب کو بیان نہیں کرتے جو عالم جو میں پیدا ہوا کرتے ہیں مثلاً مینہ اور کسوف اور ہالہ کی کیفیت۔ عالم نبات اور حیوان کی عجائبات یا آفتاب و چاند کی رفتار کا اندازہ۔ روزمرہ حوادث کے اسباب۔ انبیاء یا سلاطین یا شہروں وغیرہ کے حالات اور قصص البتہ کبھی کبھی خدا کے انعامات اور انتقامات بیان کرنے کے لئے چند لفظوں میں امور بالا کا ذکر بھی بطور تبعیت آ جایا کرتا ہے۔ وہ بھی محض اجمالی صورت میں کسی استعارات اور مجازات کے پردہ میں آ جایا کرتا ہے جس سے لوگوں کو الفت ہوتی ہے

اُن کی عقلیں اُس کو قبول کر سکتی ہیں۔ اسی بناء پر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چاند کے گھٹنے اور بڑھنے کا سبب دریافت کیا تھا۔ تو خدا تعالیٰ نے اِس سے اعراض فرما کر صرف مہینوں کے فائدے بیان کر دیئے۔ اور فرما دیا۔ یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْاَھِلَّۃِ قُلْ ھِیَ مَوَاقِیْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ (تجھ سے لوگ ہلالوں کا حال دریافت کرتے ہیں کہہ دے اُن سے لوگوں کا اور حج کا وقت معلوم ہوتا ہے) اکثر لوگوں کو تم دیکھو گے کہ ان فنون رسمی کی الفت سے یا اور وجوہ سے اُن کے ذوق خراب ہو گئے ہوں۔ اس لئے وہ پیغمبر کی کلام کے بے موقع معنی لگا لیتے ہیں ۔ واللہ اعلم

## باب ۵۶ اِس کے بیان میں کہ مذہب کی اصل ایک ہی ہے اُس کے طریقے اور راستے مختلف ہُوا کرتے ہیں

خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے شَرَعَ لَکُمْ مِّنَ الدِّیْنِ مَا وَصّٰی بِہٖ نُوْحًا وَّالَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ وَمَا وَصَّیْنَا بِہٖٓ اِبْرٰھِیْمَ وَمُوْسٰی وَعِیْسٰٓی اَنْ اَقِیْمُوا الدِّیْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِیْہِ (خدا نے دین کا تم کو وہی راستہ بتایا ہے جس کی نوح کو وصیت کی تھی اور جو وحی ہم نے تجھ پر نازل کی۔ ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو بھی اُسی کی وصیت کی تھی وہ یہی بات تھی کہ دین حق کو ٹھیک رکھو اور اُس میں تفرقہ نہ ڈالو) مجاہد کا قول ہے کہ اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہم نے تجھ کو اور نوح کو ایک ہی دین کی وصیت کی تھی۔ اور خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاِنَّ ھٰذِہٖٓ اُمَّتُکُمْ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً وَّاَنَا رَبُّکُمْ فَاتَّقُوْنِ ۔ فَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَھُمْ بَیْنَھُمْ زُبُرًا کُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَیْھِمْ فَرِحُوْنَ (تم سب کی امت ایک ہی ہے میں ہی تمہارا رب ہوں اُس سے ڈرتے رہو۔ پھر پھوٹ کر اپنے کام کو انہوں نے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ اپنی اپنی باتوں پر ہر ایک فریق خوش ہُوا کرتا ہے) یعنی تمہارا دین اسلام ہے۔ اس لئے مشرکین اور یہود و نصاریٰ سے الگ رہو۔ اور خدا تعالیٰ فرماتا ہے لِکُلٍّ جَعَلْنَا مِنْکُمْ شِرْعَۃً وَّمِنْھَاجًا (ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لئے ایک ایک طریق اور راستہ مقرر کر دیا) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس کے معنی یہی کئے ہیں یعنی راستہ اور طریقہ اور نیز خدا تعالیٰ فرماتا ہے لِکُلِّ اُمَّۃٍ جَعَلْنَا مَنْسَکًا ھُمْ نَاسِکُوْہُ یعنی ہر ایک امت کے لئے ایک شریعت بنا دی ہے جس پر ان کا عمل ہے معلوم کرو کہ دین کی اصل ایک ہی شے ہے۔ تمام انبیاء اس پر متفق ہیں۔ اگر اختلاف ہے تو اُس کے طریقوں میں ہے۔ اُس کی تفصیل یہ ہے کہ نبیوں کا اس پر اتفاق ہے کہ عبادت اور استعانت صرف خدا تعالیٰ ہی سے ہے۔ جو امور کہ اُس کی بارگاہ قدس کے مناسب نہیں ہیں اُن سے خدا کو منزہ سمجھیں اُس کے ناموں میں الحاد کو حرام سمجھیں اور بندوں پر خدا کا حق یہ ہے کہ اُس کی نہایت درجہ تعظیم کریں۔ کسی قسم کی کوتاہی نہ ہو۔ اپنی ذاتوں اور دلوں کو خدا کے حوالہ کر دیں۔ خدا کے شعائر کے ذریعہ سے قرب خداوندی حاصل کریں۔ اور یہ بھی جاننا چاہئے کہ حوادث کے پیدا ہونے سے پہلے ہی خدا نے حوادث کو مقدر کر دیا تھا۔ اور فرشتے خدا کے بندے ہیں وہ خدا کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے جو اُنکو حکم ملتا ہے اُسی کی تعمیل کرتے ہیں۔ اور خدا اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنی کتاب نازل فرماتا ہے اپنی اطاعت کو بندوں پر فرض کر دیا ہے اور قیامت کا ہونا حق ہے۔ بعد مرنے کے جی اُٹھنا حق ہے۔ جنت دوزخ حق ہیں علی ہذا۔ تمام انبیاء نیکی کے تمام اقسام طہارۃ۔ نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ۔ حج۔ نوافل طاعت۔ دعا۔ ذکر۔ کتاب الٰہی کی تلاوت کے ذریعہ سے خدا کی

حضور میں تقرب حاصل کرنے پر سب متفق ہیں۔ نکاح اور زنا کی حرمت پر سب کا اتفاق ہے۔ سب کے نزدیک لوگوں میں انصاف قائم کرنا چاہیے اور ظلم کی صورتوں کو سب حرام بتاتے ہیں۔ نافرمانوں پر حدود مقرر کرتے ہیں۔ دشمنان الٰہی سے جہاد اور احکام الٰہی اور دین خداوندی کی اشاعت میں نہایت درجہ کوشش کرتے ہیں۔ یہ امور دین کی بیخ و بنیاد ہیں۔ قرآن پاک میں ان امور کے قرار پانے کی وجہ نہیں بیان کی ہے۔ الا ماشاء اللہ اس لئے کہ اُن لوگوں کے نزدیک جن کی زبان میں قرآن نازل ہوا ہے۔ یہ سب امور مسلم تھے اختلاف اگر ہے تو ان امور کی صورتوں اور شکلوں میں ہے۔ اس لئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں نماز کے وقت بیت المقدس کی جانب رُخ کرنا پڑتا تھا۔ اور ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں قبلہ رُخ کھڑا ہونا چاہیے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں زانی کے لئے رجم (سنگساری) سزا تھی۔ اور ہماری شریعت میں محصن (جس سے پہلے پہلے زنا ہوا ہو) رجم ہے۔ اور دوسرے کے لئے تازیانہ مارنا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں صرف قصاص کا ہی حکم تھا۔ اور ہماری شریعت میں قصاص کے ساتھ دیت بھی ہے۔ اور ایسے ہی طاعتوں کے اوقات اور اُن کے آداب اور ارکان میں بھی اختلاف کا حال سمجھ لو۔ بہر حال نیکی اور تدابیر نافع کی جو خاص خاص صورتیں مقرر کی گئی ہیں اُن کا نام شریعت اور منہاج ہے۔ اور یہ بھی معلوم کر لینا چاہیے۔ کہ خدا تعالیٰ نے جن عبادتوں کا مذاہب میں حکم فرمایا ہے۔ وہ اُنہیں اعمال کا نام ہیں جو نفس کی حالتوں اور ہیئتوں سے پیدا ہوتے ہیں۔ معاد میں انہیں اعمال کا نفسوں پر اچھا یا بُرا اثر پڑتا ہے۔ اُنہیں اعمال کی وجہ سے نفسوں میں انشراح پیدا ہوا کرتا ہے۔ یہ اعمال نفسانی حالتوں کی بہ پیدا اور اُن کے عکس کی صورتیں ہوا کرتی ہیں یہی نفسانی ہیئتیں اعمال کے لئے میزان اور بالکل مدار علیہ ہوتی ہیں۔ جو اس امر کو معلوم نہ کریگا اُس کو اعمال کے کرنے میں کچھ بصیرت حاصل نہ ہوگی اور اکثر اُن اعمال پر اکتفا کریگا۔ جو محض ناکافی ہونگے بغیر قراءۃ اور دعا کے ہی نماز پڑھ لیا کریگا۔ اس لئے نماز کچھ مفید نہ ہوگی۔ اس لئے دین میں ایک ایسے کامل شناسا کی سیاست کی ضرورت ہے۔ جو مخفی اور مشتبہ امور کو صاف صاف قرائن اور نشانات سے منضبط کر دے اُن کو بمنزلہ امر محسوس کے قرار دے جس کو تمام ادنے اور اعلےٰ قسم کے لوگ تمیز کر سکیں۔ لوگوں پر اعمال سمجھنے میں کسی قسم کا اشتباہ نہ رہے وہ اُس بدیہی و محسوس امر کا لوگوں سے مطالبہ کر سکیں اور خدا کی دلیل قائم کر کے اپنی قدرت سے اُس کام پر دار و گیر کر سکیں۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بعض امور میں گناہ ہوتا ہے۔ لیکن وہ اُن چیزوں کے ہمرنگ معلوم ہوتے ہیں جن میں کوئی گناہ کی بات نہیں ہے جیسے مشرکین نے کہا تھا اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا (بیع اور ربو یکساں ہیں) ایسا اشتباہ یا علم کی کوتاہی سے ہوتا ہے یا دنیوی غرض سے جو آدمی کی بصیرت کو فاسد کر دیتی ہے۔ اسی لئے ضرورت پڑتی ہے کہ ایسے نشانات قرار دئے جائیں جن کی وجہ سے گناہ غیر گناہ سے ممیز ہو سکے۔ اور اگر عبادات کے لئے اوقات معین نہ کئے جائیں تو بعض لوگ تھوڑے ہی سے نماز، روزہ کو زیادہ خیال کریں جو کہ بالکل رائگاں اور غیر مفید ہو۔ اور اگر کوئی شخص اُن کی پابندی سے آزاد رہنا چاہے اور اُس کی ترک کے حیلے کرے تو اُس کی گوشمالی ممکن نہ ہو۔ اور اگر لوگوں کے لئے عبادتوں کے ارکان اور شروط معین نہ ہوں تو وہ بے بصیرتی سے ہاتھ پاؤں مارتے رہیں۔ اور اگر حدود مقرر نہ ہوں تو سرکش لوگ کسی طرح پر

باز نہیں آسکتے۔ بہرحال تمام لوگوں کے حق میں احکام الہیہ کی تکلیف جب ہی مکمل ہوتی ہے کہ اُن کے لئے اوقات۔ ارکان۔ شروط۔ سزائیں۔ احکام کلیہ وغیرہ قرار دئے جائیں۔ اور اگر تجھ کو منظور ہے کہ شریعت قرار دینے کی میزان معلوم کرے تو تجھ کو ایک طبیب حاذق کی حالت میں غور کرنا چاہئے۔ جب وہ بیماروں کی درستی میں نہایت درجہ کوشش کرتا ہے اُن کو ایسے ایسے امور پر مجبور کرتا ہے جن سے وہ واقف نہیں ہوا کرتے۔ وہ طبیب اُن کو ایسے امور کے کرنے کا ارشاد کرتا ہے جن کی باریکیاں اُن کے علم و فہم سے برتر ہوا کرتی ہیں و محسوس موقعوں کو مخفی امور کے قائم مقام قرار دیتا ہے۔ چہرہ کی سُرخی مسوڑوں سے خون جاری ہونے کو غلبۂ خون کی علامت قرار دیتا ہے۔ مرض کی قوت۔ مریض کی عمر اور شہر اور موسم کی حالت میں غور کرتا ہے۔ دوا کی قوت اور علاج کے تمام متعلقات میں غور کرتا ہے۔ دوا کی مقدار خاص کا اندازہ کرتا ہے۔ اور مریض کی حالت کے مناسب اُس کو سمجھ کر مریض کو اُس کے استعمال کا حکم دیتا ہے کبھی علامت بجائے سبب مرض کے قرار دیکر اور دوا کی خاص مقدار کو جس کو اپنی فطانت سے وہ مرض کے ازالہ یا اُس مادہ کی ہیئت فاسدہ کے بدلدینے کے قائم مقام جان کر قواعد کلیہ مرتب کر لیا کرتا ہے۔ مثلاً وہ کہتا ہے کہ جس شخص کا چہرہ سُرخ ہو۔ اُس کے مسوڑوں سے خون نکلتا ہو۔ اُس کو طبی احکام کے لحاظ سے نہار منہ شربت عناب یا ماء العسل پینا چاہئے جو ایسا نہ کریگا۔ وہ اپنے آپ کو ہلاکی کے قریب کریگا۔ یا وہ کہتا ہے کہ جو شخص فلانی معجون اس قدر تناول کریگا اُس سے فلاں مرض زائل ہو جائیگا۔ یا فلاں مرض سے وہ محفوظ رہیگا۔ اس قسم کے کلیات طب سے اخذ کئے جاتے ہیں اُن پر عملدرآمد کیا جاتا ہے اس طرح پر خدا تعالیٰ بڑے بڑے نفع پیدا کرتا رہتا ہے۔ یا اُس کے سمجھنے کو حکیم بادشاہ کی حالت میں غور کرنا چاہئے۔ جو اصلاحات ملکی اور انتظامات لشکر کا نگراں رہتا ہے۔ وہ زمینوں کی حالت۔ اُن کی سرسبزی۔ کاشتکاروں کی کیفیت۔ اُن کی محنت و جانفشانی کا محافظین اور اُن کے کافی ہونے کی حالت کا بخوبی اندازہ کرکے وہ ملک اور لگان مقرر کرتا ہے وہ بدیہی صورتوں اور قرائن کو کیسے اُن اخلاق اور ملکات کے قائم مقام قرار دیتا ہے۔ جن کا ہونا معاونین ملک میں ضروری ہوا کرتا ہے۔ اُسی قانون سے وہ اُن سے بازپرس کیا کرتا ہے۔ وہ بادشاہ تمام ملکی ضرورتوں پر نظر ڈالتا ہے۔ جو ملک کے لئے کافی ہو سکیں معاونین کی تعداد کا لحاظ کرکے اس طرح پر اُن کو ملک میں تقسیم کرتا ہے جن سے کاربراری ہو جاوے اور لوگوں پر تنگی اور ادبار کا باعث نہ ہو علی ہذا تم کو لڑکوں کے معلم کی حالت دیکھنی چاہئے وہ لڑکوں کی حالت کا کیسا تعلیمی منتظم ہوتا ہے۔ اور غلاموں کی نسبت آقا پر نظر کرنی چاہئے۔ اُستاد کی غرض بچوں کی تعلیم ہوتی ہے اور آقا کی غرض یہ ہوتی ہے کہ جو اغراض غلاموں سے متعلق ہیں وہ کس طرح پورے ہو سکتے ہیں۔ بچے اور غلام کچھ نہیں سمجھا کرتے کہ مصلحت کی کیا حقیقت ہے مصلحت کے قائم کرنے کی اُن کو کچھ بھی پروا نہیں ہوا کرتی۔ وہ تو اُس سے جان چھڑاتے ہیں۔ عذر اور حیلہ کرتے رہا کرتے ہیں لیکن معلم اور آقا خوب آگاہ ہوتے ہیں کہ اس امر سے یہ رخنہ پیدا ہوگا۔ رخنہ پیدا ہونے سے پہلے ہی اُن کو یہ معلوم رہتا ہے۔ وہ پہلے ہی سے خلل کو روکتے ہیں۔ وہ اپنے ماتحتوں سے خطاب اس طرح کرتے ہیں کہ جس کے انبساط میں انقباض اور انقباض میں انبساط ہوا کرتا ہے۔ کسی حیلہ سے وہ اپنی رستگاری نہیں کر سکتے۔ اسی طرح اُن کو کامیابی

ہوتی ہے۔ ماتحتوں کو اُس کی واقفیت ہو یا نہ ہو۔ بہرحال جو شخص ایک بہت بڑے گروہ کی انتظامی حالت کا ذمہ دار ہوا کرتا ہے جنکی استعدادیں بالکل مختلف ہوں۔ اپنے ذاتی امور میں اُن کو بصیرۃ نہ ہو۔ اُن کی تعمیل کی خواہش اُن میں نہ ہو۔ تو وہ مجبور ہوا کرتا ہے کہ ہر ایک چیز کا ٹھیک اندازہ کرے ہر ایک چیز کا وقت معین کرے۔ اُس کے طریقوں اور صورتوں کو مقرر کرے لوگوں سے مطالبہ اور مواخذہ کے لئے اسی میں عمدگی ہوا کرتی ہے +

معلوم کرنا چاہیئے کہ جب خدا تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ پیغمبروں کی بعثت سے لوگوں کو تاریکیوں سے روشنی کیجانب نکالے۔ تو اُن پر وحی بھیجی کہ تم اِس کام کے لئے مقرر کیئے گئے۔ اپنا نور اُن کے دلوں میں ڈالا۔ اور اصلاح عالم کی رغبت اُن میں پیدا کی۔ اُس زمانہ میں اُن لوگوں کے راہِ راست پر آنے کے لئے خاص خاص امور اور مقدمات کی ضرورت تھی۔ اِس لئے بحکمت الٰہی ضرور ہوا کہ تمام اُن مصلح امور کو انبیا کے ارادہ بعثت میں شامل کردے اور گویا انبیا کی اطاعت کی مفروضیت میں اُن مقدماتِ اصلاح کی مفروضیت بھی شامل ہو اس لئے کہ عقلاً اور عادۃً کسی شے کا متمم بھی اُس شے میں ہی داخل ہوا کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ پر کوئی امر مخفی نہیں ہوتا۔ اور دین الٰہی میں کوئی امر بیہودہ اور گزاف نہیں ہوا کرتا کوئی شے جب قرار دیجاتی ہے اور اُس کے نظائر کا وہ حکم نہیں ہوا کرتا۔ تو اُس کی خاص علتیں اور اسباب ہوا کرتے ہیں۔ راسخین فی العلم اُن اسباب کو جانتے ہیں۔ ہمارا قصد ہے کہ اُن حکمتوں اور اسباب کے ایک عمدہ مجموعہ پر لوگوں کو متنبہ کریں۔ واللہ اعلم +

## باب ۷۵۔ اِس کے بیان میں کہ خاص خاص نزولِ شرائع کے اسباب کیا ہیں ایک شریعت کسی زمانہ میں کچھ نازل ہوتی ہے اور کسی زمانہ میں کچھ نازل ہوتی ہے ایک قوم کی شریعت کچھ ہوتی ہے دوسری کی کچھ ہوتی ہے

اِس کی دلیل خدا تعالےٰ کا قول ہے کُلُّ الطَّعَامِ کَانَ حِلًّا لِّبَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآئِیْلُ عَلٰی نَفْسِہٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىۃُ قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىۃِ فَاتْلُوْھَآ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ (بنی اسرائیل کے لئے سب کھانے حلال تھے البتہ توریت کے نازل ہونے سے پہلے جو یعقوب نے اپنے اوپر حرام کرلئے تھے وہ حلال نہ رہے تھے۔ اگر تم سچے ہو تو توریت لاکر پڑھو) اِس آیت کی تفسیر یہ ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام ایک بار سخت بیمار ہوئے۔ تب اُنہوں نے نذر مقرر کی کہ اگر خدا مجھ کو اچھا کردیگا۔ تو میں اپنے اوپر سب چیزوں سے زیادہ مرغوب کھانے اور پینے کی چیز حرام کرلونگا۔ چنانچہ اچھے ہونے کے بعد اونٹوں۔ اونٹنیوں کا گوشت اور دودھ اپنے اوپر اُنہوں نے حرام کرلیا۔ اور اُنہیں کی پیروی سے اُن کی اولاد نے بھی اُن چیزوں کو حرام ہی سمجھا۔ ایک مدت تک اِن ہر دو کی حرمت ہی چلی آئی۔ یہاں تک کہ اُن کی طبیعت میں یہ بات جم گئی کہ اگر کسی نے اِن چیزوں کو

کھا کر انبیا کی مخالفت کی۔ تو اُن کے ادب اور حق میں کوتاہی کی تب توریت میں ان چیزوں کی حرمت نازل
ہوئی۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جب بیان فرمایا کہ اُن کا مذہب ابراہیمی ہے۔ تو یہود کہنے لگے۔ کہ وہ
حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مذہب پر کیسے ہو سکتے ہیں۔ وہ تو اونٹوں کا گوشت کھاتے پیتے ہیں اسواسطے
خدا تعالیٰ نے اُن کے قول کو رد کیا کہ اصل میں سب کھانے حلال تھے۔ اونٹ صرف ایک عارضی وجہ سے جو یہودیوں کو
لاحق ہوئی حرام ہو گئے تھے۔ اس وقت میں جب نبوۃ کا اولاد اسمٰعیل میں ظہور ہوا۔ اور اس عارضی امر سے اُن کو کچھ
لگاؤ نہ تھا۔ تو اس حرمت کی رعایت کچھ ضروری نہ رہی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز تراویح کے متعلق فرمایا
ہے میں تمہارا فعل (تراویح پڑھنا) ہمیشہ دیکھتا ہوں مجھ کو اندیشہ ہے کہ یہ نماز تم پر کہیں مقرر نہ ہو جائے۔ اگر مقرر ہو گئی
تم سے نبھ نہ سکیگی۔ اس لئے اے لوگو تم اپنے اپنے مکانوں میں ہی اس کو پڑھتے رہو۔ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اس سے
روکا کہ کہیں نماز تراویح اُن میں پھیل نہ جائے پھیل جانے سے یہ خیال تھا کہ لوگ اس کو شعائر دین سے سمجھنے لگتے
اور اس کے ترک کرنے کو خدا کی شان میں تفریط کا اعتقاد کرنے لگتے اور یہی فرضیت کا باعث ہو جاتا۔ اور نیز آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمانوں میں سب سے زیادہ قصوروار وہ شخص ہے جس نے کسی امر کو دریافت کیا اور محض
اس کی پوچھ گچھ ہی سے وہ شے حرام ہو گئے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے
مکہ کو حرم قرار دیا تھا۔ اس کے لئے اُنہوں نے دعا کی تھی۔ اور جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم قرار دیا تھا
میں مدینہ کو بھی حرم قرار دیتا ہوں اور اس کی مد (ایک پیمانہ) ہے۔ اور صاع (پیمانہ) میں برکت کی ایسی ہی دعا
کرتا ہوں جیسی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کے لئے کی تھی۔ اور ایک شخص نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے
حج کے متعلق سوال کیا کہ کیا حج ہر سال ہونا چاہئے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر میں ہاں کہہ دوں تو ہر سال ہی حج کرنا فرض
ہو جائے تو تم سے نبھ نہ سکے اور جب نبھ نہ سکے تو تم پر عذاب آجاوے۔ معلوم کرنا چاہئے کہ انبیا کی شریعتوں میں اختلاف
اسباب اور مصلحتوں کی وجہ سے ہو گیا ہے۔ اس لئے شعائر خداوندی کا شعار قرار پانا معدات کی وجہ سے ہے
اور احکام کی مقداریں مقرر کرنے میں مکلفین کی حالت اور عادات کا لحاظ کیا گیا ہے۔ چونکہ حضرت نوح علیہ السلام
کی قوم کے مزاج نہایت سخت اور قوی تھے حق تعالیٰ نے بھی اُس پر تنبیہ فرمائی ہے۔ اس لئے وہ اسی قابل تھے
کہ ہمیشہ روزہ رکھنے کا اُن کو حکم دیا جاتا۔ تاکہ اُن کی قوت بہیمی میں روزہ سے کسی قدر کمزوری اور خاموشی
پیدا ہوتی۔ اور اس اُمت محمدیہ کے مزاج ضعیف تھے اس لئے ہمیشہ روزہ رکھنے سے منع کر دئے گئے۔ اور ایسے ہی
مال غنیمت کو خدا نے اگلے لوگوں کے لئے حلال نہیں کیا تھا۔ لیکن ہمارا ضعف دیکھکر اُس کو حلال کر دیا۔ انبیاء کا
بڑا قصد یہ ہوا کرتا ہے کہ اُن تدابیر کی اصلاح ہو جائے جو لوگوں میں دائر و سائر رہا کرتی ہیں۔ لوگوں کے کسی مخالف
طبع امر سے کبھی تجاوز نہیں کیا جاتا ہے۔ الا ماشاء اللہ۔ اور مصلحتوں کے موقعی زمانوں اور عادتوں کے مختلف
ہونے سے بدلتے رہا کرتے ہیں۔ اور اسی بنا پر نسخ کا ہونا صحیح ہے۔ نسخ کی مثال بالکل ایسی ہے کہ جیسے کوئی طبیب
اس امر کا قصد کرے کہ سب حالتوں میں مزاج حالت اعتدال پر محفوظ رہے۔ اسی واسطے شخصوں اور زمانہ کے ہر رنگ

دہونے سے اِس طبیب کے احکام ایک ڈھنگ کے نہیں ہوسکتے۔ وہ جوان کو ایسی باتیں بتادیگا کہ اُن سے بوڑھے کو منع کر دیگا۔ وہ یہ دیکھ کر کہ موسم گرما میں احتمال اعتدال با ہر ہوا میں ہوتا ہے یہ حکم دیگا کہ اِس موسم میں باہر سونا چاہئے اور موسم سرما میں سردی کا لحاظ کرکے یہ بتادیگا کہ اِس موسم میں مکان کے اندر سونا چاہئے۔ پس جو شخص اصلیت دین کو معلوم کر لیگا اور اُن اسباب کو سمجھ لیگا جن کی وجہ سے مذہبی طریقے مختلف ہوا کرتے ہیں۔ تو اُس کی نظر میں کسی قسم کی تبدیلی نہ ہوگی۔ اِسی بناء پر شریعت ہونے کا تعلق اُن قوموں سے ہے۔ جن میں وہ شریعت قائم کی گئی۔ اور چونکہ اِس قوم کی استعدادی حالت نے اُس شریعت کے قابل اُن کو بنایا تھا۔ اور اُنہوں نے زبان حال نہایت اصرار سے گویا اُس کی درخواست کی تھی۔ اِس لئے وہ ہی ہدف ملامت ہؤا کرتے ہیں خدا فرماتا ہے (فَتَقَطَّعُوٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا) اور اِسی واسطے ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے کہ جمعہ کا روز اُن کے حق میں معین کیا گیا۔ اِس لئے کہ وہ آگاہ نہ تھے اور تمام علوم کسبی سے علیحدہ تھے۔ اور یہود کے لئے ہفتہ کا دن قرار دیا گیا۔ اِس لئے کہ یہودیوں کے اعتقاد میں تھا کہ ہفتہ ہی کے روز خدا دنیا کے پیدا کرنے کے کام سے فارغ ہوا تھا۔ ادائے عبادت کے لئے یہی دن بہت اچھا ہے۔ حالانکہ سب چیزیں خدا کے حکم اور وحی سے ہؤا کرتی ہیں اور شریعتوں کی مثال ایسی ہے جیسے کسی امر سورہ کی حالت ہوتی ہے اُن امور کا حکم دیدیا جاتا ہے۔ لیکن اُس کے بعد عذر اور حرج پیش آجایا کرتے ہیں۔ اِس لئے اُن لوگوں کی ذاتی حالت کے لحاظ سے اجازتیں اور رخصتیں شروع ہوجایا کرتی ہیں۔ تو اِس وجہ سے کہ اُنہوں نے اپنی ذاتی حالت کی وجہ سے اُس امر کے قابل اپنے آپ کو بنا لیا تھا۔ وہ ہی لوگ قابل ملامت ہؤا کرتے ہیں۔ خدا تعالی فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ (جب تک لوگ اپنی ذاتی حالت کو نہ بدلیں خدا کسی قوم کو نہیں بدلا کرتا) اور اِسی ذاتی اور استعدادی اختلاف کی وجہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ میں نے عقل و دین میں ناقص رہنے والوں سے ہوشمند آدمی کے لئے زیادہ ہوش ربا تم سے (عورتو نہیں) زیادہ نہیں دیکھا۔ اور پھر عورتوں کے نقصان کی وجہ یہ بتائی۔ کہ حیض کی حالت میں عورت نماز پڑھ سکتی ہے نہ روزہ رکھ سکتی ہے۔ معلوم کرو کہ ایک صورت خاص میں شریعتوں کے نازل ہونے کے اسباب کثیر ہیں۔ لیکن اسباب کی انتہا دو قسموں پر ہوتی ہے۔ اول سبب بمنزلہ ایک قدرتی امر کے ہے جس کی وجہ سے لوگوں کو احکام کی تکلیف دیجاتی ہے پس جبکہ تمام افراد انسانی کے لئے ایک خاص طبیعت اور حالات معین ہیں۔ جو نوع ہونے کی وجہ سے وراثتہ سب کو پہنچا کرتے ہیں۔ اور وہی باعث ہؤا کرتے ہیں کہ لوگ احکام کے لئے مکلف کئے جائیں اور جیسے مادر زاد کور کے خزانہ خیال میں رنگتیں اور صورتیں نہیں ہوا کرتیں اُس کے خیال میں صرف الفاظ اور وہ چیزیں ہوتی ہیں جو چھوئی جاسکتی ہیں۔ اور اِسی قسم کی اور چیزیں ہوتی ہیں۔ اِس لئے جب کبھی عالم غیب سے کوئی علم یا واقعہ اُنکو خواب وغیرہ میں حاصل ہوگا۔ تو اِس امر کا اُس کو علم اُسی صورت میں حاصل ہوگا جو اُس کے خزانہ خیال میں موجود ہے بجز اِس کے کوئی اور صورت علم حاصل ہونے کی نہ ہوگی۔ اور جیسے کسی عربی شخص کو جو زبان عربی کے سوا اور

زبان کو نہیں جانتا ہے۔ الفاظ کی دنیا میں جب کسی امر کا علم ہوگا۔ تو اُس کی صوت صرف عربی ہی پیرایہ میں حاصل ہوگی اور مثلاً جن شہروں میں کہ ہاتھی وغیرہ حیوانات کثرت سے نظر ہوتے ہیں۔ تو ان شہروں کے باشندوں کی نظر میں جنوں کا سامنے آجانا یا بھوتوں اور شیاطین کا ڈرانا انہیں حیوانات کی صورت میں ہوگا۔ اور شہروں میں یہ صورت پیش نہ آئیگی۔ اور جن شہروں میں بعض اشیاء پر نظر رغبت خیال کی جاتی ہیں اور کھانے اور لباس ہیں جو عمدہ اور پاکیزہ چیزیں وہاں پائی جاتی ہیں۔ تو وہاں کے باشندوں کو نعمت اور خوشی ملائکہ کی صرف اُسی قسم کی صورتوں میں نظر آویگی۔ اور شہروں میں یہ امر نہ ہوگا۔ اور جیسے کوئی عربی شخص جب کسی کام کرنیکا قصد کریگا۔ یا کسی سفر کا ارادہ کریگا جب وہ راشد یا نجیح (کامیاب) کے لفظ کو سُنیگا۔ تو آیندہ حالت کی عمدگی اور کامیابی کی دلیل اُس کو قرار دیگا۔ جو عربی نہیں ہے اُس پر ان الفاظ کا کوئی اثر نہ ہوگا۔ حدیث میں بعض اس قسم کے واقعات آئے بھی ہیں۔ تو جیسے کہ امور بالا کے اثر اپنا پرتو حالات پر ڈالتے ہیں۔ ایسے ہی شریعت میں اُن علوم کا جو کسی قوم میں مخزون اور جمع ہوتے ہیں اور اُن اعتقادات کا جو اُن میں مخفی ہوتے ہیں اور اُن کی عادات کا جو کلب (کتّے کے کاٹنے سے جو دیوانگی ہو جاتی ہے) بیماری کی طرح اُن میں ساری اور جاری ہوا کرتی ہیں۔ لحاظ اور اعتبار ہوا کرتا ہے اسی واسطے اونٹوں کا گوشت اور دودھ بنی اسرائیل کے لئے حرام تھا نہ بنی اسمٰعیل کے لئے۔ اور اسی وجہ سے کھانے کی چیزوں کا پاکیزہ اور ناپاک ہونا عرب کی عادات پر مفوض کیا گیا۔ اور ہمشیرہ زادیاں ہمارے لئے حرام کی گئیں۔ یہودیوں میں وہ حرام نہ تھیں۔ اس لئے کہ یہودی ہمشیرہ زادیوں کو اُن کے باپ کی قوم سے شمار کیا کرتے تھے۔ اُن سے کسی قسم کا میل جول ربط وصحبت نہیں رکھا کرتے تھے اُنسے بالکل بیگانگی کیطرح ان میں رہا کرتے تھے عرب میں یہ رسم نہ تھی اور ایسے ہی گوسالہ کو اُس کی ماں کے دودھ میں پکانا۔ یہودیوں میں حرام تھا۔ ہمارے یہاں حرام نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہودیوں کو معلوم تھا کہ اس سے خدا کی پیدائش اور تدبیر الٰہی کی مخالفت ہوتی ہے جو چیز خدا تعالیٰ نے گوسالہ کی پیدائش اور نشو و نما کے لئے پیدا کی ہے۔ اُس سے ہی اس صورت میں گویا اس کی بنیاد باطل کرنا اور اُس کے جوڑ بند کی تحلیل کرنی ہوگی۔ اور عرب کے لوگ اس قسم کے علم و فہم سے نہایت درجہ دور تھے۔ اگر اُن کو اس قسم کے راز سمجھائے جاتے تاہم انکی سمجھ میں نہ آتے وہ اُس امر کو کبھی معلوم نہ کر سکتے۔ جو حکم دینے کا مناسب مدار علیہ تھا۔ اور یہ بھی معلوم کر لینا چاہئے کہ شرائع کے قرار دینے میں صرف انہیں علوم اور حالات اور ان اعتقادات کا ہی اعتبار نہیں کیا جاتا ہے جو لوگوں کے سینہ میں متمثل ہوا کرتے ہیں۔ بلکہ بڑا لحاظ اور اعتبار اُن پیدائشی امور کا ہوا کرتا ہے جن کی طرف اُن کی عقلیں منتقل ہوتی رہتی ہیں خواہ اُن امور کا اُن کو علم ہو یا نہ ہو۔ تم اس نکتہ کو اُن تعلقات میں دیکھ سکو گے کہ جب ایک شے کسی دوسری شکل اور پیرایہ میں ظاہر ہوا کرتی ہے۔ دیکھو مونہوں پر مہر لگانے کی صورت میں لوگوں کو سحر سے منع کرنا ظاہر ہوا تھا۔ اس لئے کہ لوگوں کی نظر میں مہر لگانا ایک شے کے بند کرنے اور روکنے کی صورت ہوا کرتی ہے خواہ یہ امر لوگوں کے پیش نظر ہو یا نہ ہو۔ اور خدا تعالیٰ کا بندوں پر یہ اصلی حق اور فرض ہے کہ نہایت درجہ اُس کی تعظیم کریں کسی طرح اُس کے حکم کی مخالفت پر اقدام نہ کریں اور لوگوں کا باہم یہ فرض ہے

کہ ہمدردی اور باہمی الفت کی مصلحت کو ہمیشہ قائم رکھیں کوئی کسی کا دل آزار نہ ہو۔ ہاں اگر سلسلے کلی و غیرہ بنانا بالقی
کے باعث ہو تو مضائقہ نہیں ہے اسی وجہ سے جو شخص کسی عورت کو اجنبی خیال کر کے اُس سے ہم بستر ہو جائے
تو خدا کے اور اُس کے درمیان پردہ حائل ہو جائیگا۔ خدا کے مقابلہ میں یہ کام اُس کی دلیری کا خیال کیا جاویگا۔
اگرچہ وہ عورت واقع میں اُس کی بیوی ہی کیوں نہ ہو۔ اس لئے کہ اُس شخص نے خدا کے فرمان کی مخالفت
پر اقدام کیا۔ اور جس شخص نے اجنبی عورت سے اپنی بیوی سمجھ کر ہم بستری کر لی تو خدا کے نزدیک وہ معذور رہیگا۔
اور جو شخص نذر کی نیت کریگا وہ اپنی نذر کی وجہ سے ماخوذ ہو جاویگا اور جس نے نذر نہ کی ہوگی وہ ماخوذ
نہ ہوگا۔ اور جو شخص دین میں سختی اختیار کریگا وہ قابل تشدد ہوگا۔ اور یتیم کے طمانچہ مارنا تادیباً بہتر ہوگا۔ اور
تکلیف دینے کے لئے قباحت اور بُرائی ہوگی۔ خطاکار اور بھول چوک سے کام کرنے والا اکثر احکام میں قابل
معافی ہوا کرتا ہے۔ یہ کلیہ قاعدہ قومی علوم اور رسوم کی ظاہر اور مخفی عادات میں ہمیشہ بڑا ہوتا ہے اور اُن کے
حق میں اسی قاعدہ کے موافق شریعتوں کی تعیین ہوا کرتی ہے۔ اور نیز معلوم کرنا چاہیئے کہ اکثر عادات اور مخفی
علوم ایسے ہوتے ہیں کہ اُن پر تمام عرب و عجم اور تمام معتدل اقالیم کے باشندوں اور ایسے لوگوں کا جن کے
مزاج عمدہ اور بزرگترین اخلاق کے قابل ہوا کرتے ہیں۔ اتفاق ہوا کرتا ہے۔ جیسے اپنے مردہ پر غم کرنا اُسکے
حق میں نرم دلی کو پسند کرنا حسب و نسب پر ناز کرنا چوتھائی یا تہائی شب کے گذرنے پر خواب کرنا صبح پہلے
سے اُٹھ بیٹھنا۔ اِن کے علاوہ اور اکثر امور ہیں جن کی طرف اشارہ تدابیر کی بحث میں کیا گیا ہے۔ تو اِس قسم
کے جتنے عادات اور علوم ہوتے ہیں۔ ان کا سب چیزوں سے زیادہ اندازہ اور لحاظ کیا جایا کرتا ہے۔ اِن کے
بعد اکثر عادات اور عقائد ایسے بھی ہوتے ہیں۔ جو صرف اُنہیں لوگوں میں خاص ہوا کرتے ہیں جنمیں نبی مبعوث
کیا جاتا ہے۔ اِس لئے ان عادات کا لحاظ بھی ضروری ہوتا ہے ولقد جعل الله لكل شئ قدرا
اور معلوم کرنا چاہیئے کہ نبوت اکثر ملت اور مذہب کے ماتحت ہوا کرتی ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے ملة ابيكم
ابراهيم۔ اور فرمایا وان من شيعته لابراهيم۔ اِس کا راز یہ ہے کہ مدت دراز تک لوگ جب کسی دین کے
پابند رہا کرتے ہیں۔ اُس دین کے شعائر کی عزت اور ادب اُن میں راسخ ہوتا ہے اُس مذہب کے احکام نہایت
مشہور اور شائع بمنزلہ بدیہیات اولیہ کے ہوا کرتے ہیں۔ کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ اُس کے بعد ایک دوسری
نبوت کا زمانہ آتا ہے۔ تاکہ پہلے مذہب کی کجی بالکل دور ہو جائے۔ اُس کی بگڑی ہوئی باتیں درست ہو جائیں
اُس مذہب کے بانی کی منقولہ روایتوں میں چونکہ خلط ملط ہو جایا کرتا ہے۔ اِس لئے بہت سی خرابیاں اُس مذہب
میں ملجایا کرتی ہیں۔ اب یہ دوسری نبوت لوگوں میں مشہور اور معتبر احکام کی تفتیش کرتی ہے جو جو صحیح
سیاست مذہبی کے قاعدوں سے منطبق پائے جاتے ہیں۔ اُن میں کوئی تبدیلی نہیں کیجاتی۔ بلکہ لوگ اُن پر اور
زیادہ آمادہ کئے جاتے ہیں۔ اور جو احکام خراب معلوم ہوتے ہیں اور تحریف کا دخل اُن میں پایا جاتا ہے اُن
میں بقدر ضرورت تبدیلی کر دیجاتی ہے۔ اور جو قابل اضافہ ہوتے ہیں ان پر اضافہ بھی کر دیا جاتا ہے۔ اور یہ

نیز انہیں اُن امور سے جو پہلی شریعت کے باقی رہجاتے ہیں اکثر اپنے مطالب و دعاوی پر استدلال بھی کیا کرتا ہے
اسی وجہ سے یوں کہا کرتے ہیں کہ یہ نبی اُس فلاں نبی کے مذہب ہیں یا اُس کے گروہ میں سے ہے۔ اور اُن
مذہبوں کے اختلاف سے جن میں نبوت کا نزول ہوا کرتا ہے۔ اکثر نبوتوں میں اختلاف ہوجایا کرتا ہے۔ اور
دوسری قسم خاص پیرایہ میں شرائع کے نازل ہونے کی یہ ہے۔ لیکن یہ قسم بمنزلہ ایک امر عارض طاری کے ہے
کہ خداوندگار عالم اگرچہ زمانہ سے بلند و برتر ہے۔ لیکن اُس کو کسی نہ کسی وجہ سے زمانہ اور زمانہ کی چیزوں سے
ربط و تعلق ہوا کرتا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ ہر ایک صدی کے بعد خدا کسی بڑے
حادثہ کو پیدا کیا کرتا ہے۔ اور حضرت آدم علیہ السلام اور اور انبیا نے بھی حدیث شفاعت میں اسی باب کے متعلق
ارشاد کیا ہے کہ ہر ایک نبی قیامت کے روز کہیگا کہ میرے پروردگار نے بارک و تعالے نے ایسا غصہ کیا کہ نہ
کبھی پہلے ایسا غصہ کیا تھا اور نہ کبھی اس کے بعد ایسا غصہ کریگا۔ پس جب عالم آمادہ اور طیار ہوتا ہے کہ
شریعتوں کا اُس پر فیضان کیا جاے۔ اور دین کے حدود معین کئے جائیں اور خدا تعالے تجلی فرما کر دین کو
لوگوں پر نازل کرتا ہے اور اُسی کے موافق ملاء اعلے ہند ہمتی سے لبریز ہوجاتے ہیں تو ایسے وقت میں عارضی
اسباب میں سے ایک ادنے سبب بھی جود والہی کے دروازہ کھٹکھٹانے کے لئے کافی ہوا کرتا ہے۔ و
من دق باب الکریم انفتح۔ دیکھو موسم بہار پر نظر ڈالو۔ اُس میں بونے اور تخم ریزی کا ادنے اہتمام بھی
ایسا موثر ہوا کرتا ہے کہ اور موسم میں اُس سے زیادہ کتنا ہی اہتمام کرو کچھ بھی اُس کا اثر نہیں ہوا کرتا نبی کی توجہ
کسی شے کیلئے اُس کا انتظار کرنا۔ اُس شے کے لئے اُس کا دعا کرنا۔ اسکی مشتاقانہ درخواست کرنی احکام کے نازل
ہونے کا سبب قوی ہوا کرتی ہے۔ اور جب نبی کی دعا روشن طریقہ کو زندہ کرتی ہے۔ بڑی بڑی جماعتوں
پر اُس سے غلبہ حاصل ہوجایا کرتا ہے۔ اُس سے نظر کے سامنے کھانے پینے کی زیادتی ہوجایا کرتی ہے تو اُس کی وجہ
سے کسی حکم کا نازل ہونا کیا بعید ہے۔ اس کی تو لطیف روح ہوتی ہے۔ اور صورت مثالی میں اُس کا تعین
ہوتا ہے۔ اور اُسی بناء پر سمجھ لینا چاہئے کہ جب کوئی جدید بڑا حادثہ پیدا ہوتا ہے اور نبی کی اُس کی وجہ سے
بیقراری ہوتی ہے۔ جیسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان بندی کا قصہ۔ یا جب کوئی سائل ایک امر دریافت
کرتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اُس میں بار بار پوچھ گچھ کرتا ہے جیسے ظہار کا قصہ۔ تو یہ امور نزول
احکام کے سبب پڑ جایا کرتے ہیں۔ اور اصل حال کا اُس سے انکشاف ہوجایا کرتا ہے۔ اور نیز لوگوں کا فرمان پذیری
میں کاہلی کرنا۔ سرکشی پر جمے رہنا۔ اور ایسے ہی لوگوں کے دل میں کسی شے کی رغبت کا ہونا۔ اور نہایت اہتمام و تقید سے
اسکی پابندی کرنا۔ اور اُس شے کے ترک کرنے میں یہ اعتقاد کرنا کہ ہم نے خدا کے حق میں کوتاہی کی ہے۔ نیز
احکام کے نازل ہونے کا سبب ہوا کرتا ہے اُسی کی وجہ سے نہایت موکد طور پر کسی چیز کے واجب کر دینے سے
لوگوں پر سختی کیجایا کرتی ہے یا بہت سختی سے کوئی شے حرام کر دیجایا کرتی ہے۔ باران جود کی تراوش چاہنے
کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص صالح قوی الہمت روحانیت کے منتشر ہونے اور سعادت کی کمالیت کے وقت

سد کر کے خدا کی بارگاہ میں نہایت اہتمام کے ساتھ درخواست کرتا ہے۔ اور ایسے وقت میں درخواست اُس کی مقبول ہو جایا کرتی ہے۔ ان ہی معانی کی طرف خدا کے اس قول میں ارشاد کیا گیا ہے یا ایها الذین آمنوا لا تسئلوا عن اشیاء ان تبد لکم تسؤکم وان تسئلوا عنها حین ینزل القرآن تبد لکم (مسلمانوں بہت سی چیزوں کا سوال مت کرو اگر وہ تمہارے لئے کھلجا ئینگی تب تم کو ناگوار معلوم ہونگی۔ قرآن نازل ہوتے وقت جو اُن اشیاء کا حال دریافت کیا جاویگا تو سب ظاہر ہو جائینگی)۔ خداوند کریم کی اصل مرضی یہی ہے کہ نزول شرائع کے اس قسم کے سوالات کم ہوا کریں۔ اس سے وہ امور نازل ہوجایا کرتے ہیں جن میں مصلحت خاص کا حکم اور اثر غالب ہوا کرتا ہے۔ اور اکثر اس سے آیندہ نسلوں کے لئے تنگی اور بزدلی پیش آیا کرتی ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم زیادہ مسائل دریافت کرنے کو بُرا خیال فرماتے تھے کہ مجھ کو اپنے حال پر چھوڑ دو۔ میں نے کوئی چیز تمہارے لئے باقی نہیں چھوڑی ہے تم سے اگلے لوگ زیادہ سوالات کرنے اور انبیاء سے اختلافات کی وجہ سے ہلاک ہو گئے ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مسلمانوں میں سب سے زیادہ قصوروار وہ شخص ہے کہ صرف اُسی کے دریافت کرنے سے لوگوں پر کوئی چیز حرام ہو جائے۔ اور حدیث میں وارد ہوا ہے کہ بنی اسرائیل جس گائے کو چاہتے ذبح کر لیتے وہی کافی ہو جاتی۔ لیکن اُنہوں نے سختی کی اس لئے اُن سے سخت گیری کی گئی واللہ اعلم ✦

# باب ۵ شریعت کے طریقوں پر مواخذہ کرنیکے اسباب میں

ہم اس امر کو بیان کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے جو شرائع اپنے بندوں کے لئے مقرر فرمائی ہیں۔ اُن پر عذاب و ثواب ایسے ہی ہوتا ہے جیسے کہ نیکی اور گناہ کے اصول پر مرتب ہوا کرتا ہے یا صرف اُنہیں امور پر مرتب ہوتا ہے جو نیکی اور گناہ کے مواقع اور قالب قرار دئے گئے ہیں ✦

مثلاً کسی شخص نے ایک وقت کی نماز ترک کر دی لیکن اُس کے دل میں خدا کی حضور میں اطمینانی طور پر عجز و نیاز موجود ہے تو نماز ترک کرنے پر اُس شخص کو عذاب ہوگا یا نہ ہوگا۔ اور ایک شخص نے نماز تو ادا کی۔ نماز کے تمام ارکان و شرائط اسی طرح پورے کئے کہ وہ بری الذمہ ہوگیا لیکن اُس میں نیازمندی کا کچھ اثر نہ تھا۔ اُس کے دل میں خشوع و خضوع جما ہوا نہ تھا تو اُس نماز پر اُس کو ثواب ملیگا یا نہ ملیگا۔ اس میں کلام نہیں ہے کہ شریعت کے طریقوں کی نافرمانی کرنے سے فساد عظیم پیدا ہوا کرتا ہے۔ اس سے سنتہ راشدہ میں روک پیدا ہوتی ہے معصیت کا دروازہ کھلجاتا ہے اور مسلمانوں کی جماعت میں تکدر ہوتا ہے۔ اس سے قریہ اور شہر اور ولایت کو ضرر پہنچتا ہے۔ جیسے شہر کی مصلحت کی وجہ سے کسی سیلاب کی وجہ سے بند باندھ دیا گیا تھا۔ ایک شخص نے نقب دیکر اُس بند کو توڑ دیا۔ وہ شخص خود تو بچ گیا۔ لیکن شہر والوں کو اُس نے ہلاک کر دیا۔ گفتگو اس میں ہے کہ آدمی کی ذاتی اور نفسانی حالت پر اس نافرمانی کا کیا اثر پڑتا ہے۔ وہ گناہ کی تاریکی میں گھر جاتا ہے یا اس

ہیں جنکی کا مادہ بھی باقی رہتا ہے۔ تمام اہل مذاہب کا اس میں یہ مسلک ہے کہ شرائع خود ہی ثواب اور عذاب کا باعث ہوا کرتی
ہیں۔ لیکن اہل مذاہب سے جو کہ ارباب تحقیق علم میں راسخ انبیا علیہم السلام کے صحابہ میں حواریوں کے رتبہ کے ہیں۔ وہ
شرائع کو ثواب و عذاب کا باعث سمجھتے ہیں۔ اور ان کے اصول واوضاع اور ان کے اعمال کی صورتوں اور قالبوں میں جو ربط
ومناسبت ہے اس کو بھی خوب جانتے ہیں۔ اور حاملین دین و حافظین شرائع میں سے تمام لوگ صرف صورتوں اور قالبوں
پر ہی اکتفا کیا کرتے ہیں۔ اور فلاسفہ اسلام کا مذہب یہ ہے کہ عذاب و ثواب کا مدار صرف نفسانی صفات اور وہ اخلاق ہیں
جو روح کے دامن کو لپٹے ہوئے ہیں۔ ان صفات کے قالبوں اور صورتوں کا ذکر شرائع میں محض سمجھانے کے لئے اور
دقیق معانی کو لوگوں کے ذہنوں سے قریب کر دینے کے لئے ہوا کرتا ہے۔ مذاق قوم کے موافق اس مقام کے متعلق یہ
تحریر کیا گیا۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ مذہب محققین کا مذہب حق ہے۔ جس کا بیان اس طرح ہے کہ شرعی امور کے لئے سامان
اور اسباب ہوا کرتے ہیں۔ جن سے بعض شرعی امور کو بعض پر ترجیح ہو جایا کرتی ہے۔ خدا خوب جانتا ہے کہ بغیر ان امور
شرعی کے لوگوں سے دین پر عمل نہ ہو سکیگا۔ اس کو علم ہوتا ہے کہ یہی شرعی طریقے اور یہی لوگوں پر واجب کر دینے کے
قابل ہیں۔ یہ امر خدا کی توجہ میں مندرج ہوا کرتا ہے۔ جو ازل سے لوگوں کے حال پر ثابت ہوتی ہے۔ اور جب یہ عالم اسلام
کے لئے متفق اور طیار ہوتا ہے کہ اس پر شرعی صورتوں کا فیضان کیا جاوے۔ اور ابھی پیکر پیدا کئے جائیں تو جان لو اسوقت
خدا نے ان شرعی امور کو پیدا کر کے اپنا فیضان پورا کیا۔ اور ازل سے اس کا تعین ہو گیا۔ اسلئے یہی امور بمنزلہ اصل کے
ہو گئے۔ اس کے بعد جب خدا تعالیٰ نے ملاء اعلیٰ پر اس علم کو منکشف کیا۔ ان کو الہام سے بتا دیا کہ یہی موقع شرعی اصول کے
قائم مقام ہیں۔ انہیں کے حوالہ کی یہ صورتیں اور مثالیں ہیں۔ بدون ان کے لوگ مکلف نہیں ہو سکتے۔ پس حظیرۃ القدس
میں اس قسم کا اجماع اور اتفاق ہو گیا۔ کہ یہ صورتیں ایسی ہی ہیں جیسے حقیقت موضوع لہ کے لئے لفظ ہوتے ہیں یا حقیقت
خارجی کی نسبت صورت ذہنی ہوا کرتی ہے۔ جو اسی صورت خارجی سے منتزع اور حاصل کیجاتی ہے یا تصویر کی صورت
اصل شے کے لئے منظ ہوا کرتی ہے۔ اور الفاظ موضوعہ کے لئے یہ صورت خطی ہوتی ہے۔ ان سب امور میں دال اور
مدلول میں باہم جب ایسا قوی تعلق اور ان میں باہمی لزوم اور گرفت ہو گئی ہے۔ اس لئے اپنے موقع پر یہ طے ہو گیا ہے
کہ وہ دونوں شے واحد ہی ہیں۔ اس کے بعد تمام بنی آدم عرب و عجم کے علوم پر اسی علم کا پرتو پڑا۔ اور سب نے اتفاق کر لیا کہ
وہ شرائع اور اصول ایک ہی شے ہیں۔ ایسا کوئی شخص نہ دیکھو گے جس کے دل میں اس علم کا ایک حصہ نہ ہو۔ اکثر ہم نے
اس کا نام وجود شبہی للمدلول رکھا ہے۔ اکثر اس وجود کے عجیب عجیب اثر ہوا کرتے ہیں۔ تتبع کرنے والے پر وہ مخفی نہیں
ہیں۔ شرائع میں اس کے بعض بعض آثار پر لحاظ کیا گیا ہے۔ اسی وجہ سے صدقہ کو صدقہ لینے والوں کی چرکوں سے ایک چرک
قرار دیا ہے۔ اور اسی لئے کسی کام کی برائی مزدوری میں بھی سرایت کر جایا کرتی ہے۔ اس کے بعد جب آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم کی بعثت ہوئی روح القدس سے وہ مؤید کئے گئے۔ قومی صلاح کا ان کے دل میں القا کیا گیا۔ اور شرائع کے نازل
ہونے اور صور مثالیہ کے ظاہر ہونے کے متعلق آپ کی جوہر روح کے سامنے بڑی راہ قوی ہمت کیجانب مفتوح ہو گئی۔ تب آپ نے
نہایت درجہ کی اولوالعزمی سے اس اصلاح کا اہتمام فرمایا۔ اس کے ساتھ موافقت دینے والوں کے لئے نہایت قصد و ہمت

سُنے جائیں کہیں۔ اور اُس کے مخالفوں پر لعنت کی۔ اور انبیاء کی ہمتیں معمولی نہیں ہُوا کرتیں۔ بلکہ وہ ساتوں آسمانوں کے طبقوں کو پھاڑ کر پار ہو جاتی ہیں۔ وہ مینہ کی درخواست کیا کرتے ہیں۔ آسمان پر ابر کا ایک ٹکڑا بھی نہیں ہُوا کرتا لیکن فوراً پہاڑوں کی مانند بادلوں کے دل کے دل جمع ہو جایا کرتے ہیں۔ وہ دعا کرتے ہیں اور اُن کی دعا سے مُردوں میں زندگی پیدا ہو جاتی ہے اِس لئے کہ حظیرۃ القدس میں اُن کی وجہ سے خوشی اور ناخوشی بخشگی سے منعقد ہوا کرتی ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ لے پروردگار تیرے نبی اور رسول ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کے لئے دعا کی تھی اور مدینہ کے لئے میں دعا کرتا ہوں۔ اب جس شخص کو معلوم ہُوا کہ خدا نے ایسا ایسا حکم کیا ہے۔ اور وہ یہ جانتا ہے کہ ملاء اعلےٰ تمام اوامر و نواہی میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی تائید کیا کرتے ہیں۔ اور خوب جانتا ہے کہ مامور بہ کو ترک کرنا اور منہی عنہ کام کا اقدام کرنا خدا کے مقابلہ میں دلیری اور خدا کی شان میں کوتاہی کا باعث ہے۔ اور پھر جان بوجھ کر اور دیکھ بھال کر عمداً وہ کسی کام کو کر بیٹھتا ہے۔ تو اُس کی وجہ بجز اِس کے کچھ نہیں ہوسکتی کہ حجابات کی گہری تاریکی میں وہ مبتلا ہے۔ ملکی قوت اُس کی ضعیف اور منکسر ہو گئی ہے۔ اِسکی وجہ سے اُسکے دل میں خطاکاری کا اثر جما ہُوا ہے۔ اور جب کوئی پُرمشقت کام سرزد ہوتا ہے جس سے اسکی طبیعت مزاحم ہوتی ہے۔ اِس کو وہ کسی کی نمائش کے لئے نہیں کرتا بلکہ صرف تقرباً للہ اور مرضیات خداوندی کی حفاظت اور لحاظ سے کرتا ہے۔ تو اُس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مرتبہ احسان کی فضیلت میں وہ لپٹا ہُوا ہے اُس کی بہیمی طبیعت کمزور اور مغلوب ہو گئی ہے۔ اس سے نیکی کا مادہ نفس میں جم جاتا ہے۔ اب جو شخص کہ کسی وقت کی نماز ترک کر دیتا ہے۔ تو اُس میں اِس امر کی تفتیش ضروری ہے کہ اُس نے نماز کو کیوں ترک کیا۔ اور کس امر نے اس کو اسپر آمادہ کیا۔ اگر وہ نماز کو بھول گیا تھا یا سو گیا تھا۔ یا اسکی فرضیت سے ناواقف تھا۔ یا کسی نہایت ضروری کام نے اُس کو روک لیا تھا۔ تو مذہبی تصریح اور نص کا یہ مقتضا ہے کہ ایسا شخص گنہگار نہیں ہے۔ اور اگر جان بوجھ کر اور یاد رکھ کر اختیاری حالت میں اُس نے نماز نہیں پڑھی تو اُس کی یقیناً یہی وجہ ہوسکتی ہے کہ اُس کے مذہب ہی میں رخنہ ہے۔ اور کوئی شیطانی یا نفسانی تاریکی اُس کی بصیرت پر چھا گئی ہے۔ اور اُس کا اثر اُس کے نفس پر ہی پڑتا ہے۔ اور جس شخص نے نماز پڑھ لی اور وہ اُس سے فارغ الذمہ ہو گیا۔ تو اُس میں بھی تفتیش کرنی چاہئے۔ اگر اُس نے نمائش کے لئے یا لوگوں کی تعریف سننے کے لئے یا قومی عبادت کی پابندی کی وجہ سے یا لہو کے طور پر نماز پڑھی ہے تو مذہبی نص کے لحاظ سے ایسے شخص میں اطاعت کا مادہ نہیں ہے۔ اور یہ نماز کچھ اعتبار کے قابل نہیں ہے اور اگر اُس نے تقرب الی اللہ کی وجہ سے اور ایمانی لحاظ خدا تعالیٰ کے وعدوں کی تصدیق سے نماز پڑھی بحضور نیت اور خدا کے دھیان میں اخلاص کے سبب سے یہ کام کیا ہے۔ تو خدا اور بندے میں کسی قدر حجاب اِس عمل سے اُٹھ ہی جایا کرتا ہے اگرچہ سر سوزن کے برابر ہو۔ اور یہ جو کہا گیا تھا کہ اُس شخص نے بند میں نقب لگانے سے شہر کو ہلاک کر دیا۔ اور خود اپنے آپ کو بچا لیا۔ اُس کو ہم تسلیم نہیں کرتے کہ اُس نے خود اپنے آپ کو بچا لیا۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ خدا کے ایسے فرشتے مقرر ہیں جنکی کامل ہمت اِس طرف متوجہ رہتی ہے۔ کہ جو شخص عالم کی صلاح میں یا خراب کرنے میں کوشش کرے اُس پر دعا یا بددعا کرتے رہیں۔ اِن کی دعا کے اثر سے جود الٰہی کا دروازہ مفتوح ہوتا ہے اور کسی نہ کسی طرح پر اُس سے جزا نازل ہوتی ہے۔ اور لوگوں کی طرف خدا تعالیٰ کی ہمیشہ توجہ جزا کے باعث ہُوا کرتی ہے۔ اِس کا سمجھنا چونکہ کسی قدر

انفعال سے خالی نہ تھا اس لئے فرشتوں کی دعا کو ہم نے اس کا عنوان قرار دیا ہے واللہ اعلم ۔

# باب ۵۹ حکمتوں اور علتوں کے اسرار کے بیان میں

معلوم کرو کہ بندوں کے بعض افعال ایسے ہوتے ہیں جنسے پروردگار عالم لوگوں سے خوش ہوتا ہے۔ اور بعض افعال کی وجہ سے اُن سے ناخوش ہوتا ہے۔ اور بعض افعال ایسے ہوتے ہیں۔ جنسے نہ وہ خوش ہوتا ہے نہ ناخوش اسی واسطے حکمتِ بالغہ اور رحمتِ کاملۂ الٰہی کا اقتضا ہُوا کہ انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث کرکے لوگوں کو اُن کے افعال پر آگاہ کرے۔ جن سے اُس کی رضامندی اور ناراضی کا تعلق ہوا کرتا ہے۔ اس ذریعہ سے خداوند کریم پسندیدہ امور کا مطالبہ کرے۔ اور امورِ ناپسند کو منع کردے اور باقی امور میں اُن کو مختار رہنے دے تاکہ جو کہ ہلاک ہونے والے ہیں وہ دلیل کے بعد ہلاک ہوں۔ اور جو زندگی حاصل کرنے والے ہیں وہ بھی بعد دلیل ہی کے زندہ ہوں۔ پس کسی فعل سے خدا تعالیٰ کی رضا اور عدم رضا کا متعلق ہونا۔ یا دونو حالتوں سے افعال کا بے تعلق ہونا۔ اسی کا نام حکم ہے یا یوں کہو کہ حکم کسی شئے کا ایسی حالت پر ہوتا ہے کہ لوگوں سے اُس کا مطالبہ کیا جاوے یا وہ اُس سے روکے جائیں۔ یا اُس میں مختار ٹھیرائے جائیں۔ جو چاہو سو کرو۔ اور بعض اشیا کا مطالبہ تاکیدی ہُوا کرتا ہے کہ اُن کے کرنے پر رضائے الٰہی اور ثواب حاصل ہوتا ہے۔ اور اُن کے نہ کرنے پر خدا کی ناخوشی اور عذاب الٰہی ہوا کرتا ہے۔ اور بعض کا ایسا تاکیدی نہیں ہُوا کرتا۔ اُس امرِ مطلوب کے کرنے پر رضا و ثواب حاصل ہوتا ہے لیکن اُس کے نہ کرنے پر کچھ ناخوشی اور عذاب کا استحقاق نہیں ہوتا۔ جیسے کہ مطالب کے دو حصے ہیں۔ ایسے ہی نہی کرنے کی بھی دو ہی صورتیں ہیں۔ تاکیدی جس سے نہ کرنے اور بچنے پر رضا اور ثواب کا استحقاق ہو۔ بشرطیکہ منع کرنے کی وجہ سے باز رہا ہو۔ اور اُس فعل کے کرنے سے ناخوشی اور عذاب میں گرفتاری ہو۔ تم اس کا اندازہ اپنے اور لوگوں کے محاورات کے الفاظ طلب اور منع میں کرسکتے ہو۔ کہ جو بات اوّلاً کہی جایا کرتی ہے۔ اُس کے خلاف میں رضامندی یا ناراضی کے اثر سے ایک قسم کی دو قسمیں ہو جایا کرتی ہیں۔ یہ ایک لازمی اور قدرتی ہو گیا ہے۔ اسی وجہ سے احکام کی پانچ قسمیں ہو گئی ہیں (۱) ایجاب (۲) استحباب (۳) اباحت (۴) کراہیت (۵) تحریم۔ لوگوں کے سامنے افعال مکلفین میں سے ہر ہر فعل کی علیحدہ علیحدہ حالت پیش نہیں کیجا سکتی ہے۔ یہ افعال علاوہ اس کے کہ حد میں نہیں آسکتے۔ لوگ پوری طرح پر انکو معلوم بھی نہیں کرسکتے ہیں۔ اس واسطے یہ ضروری ہُوا کہ لوگوں کو وہ نوع کلی کی صورت میں بتائے جائیں مجموعی صورت وحدت سے بیان کیجائے اور کثرت اُس میں لپٹی ہوئی ہو اس طرح پر لوگ ان افعال کو معلوم کرسکینگے اور اپنے افعال کی حالت پہچان سکینگے۔ علوم کلیہ کو دیکھو خاص خاص امور کے لئے اُن میں کیسے قوانین قرار دئے گئے ہیں۔ نحوی کہتا ہے الفاعل مرفوع تو سامع اُس کا یہ قول حفظ کرکے تمام زید میں زید قال اور قعد عمرو میں عمرو کا حال معلوم کرلیتا ہے وعلیٰ ہذا۔ یہی وحدت جس میں کثرت منسلک ہُوا کرتی ہے حکم کی علت اور اسکی مدار علیہ ہُوا کرتی ہے۔ اس علت کی دو قسمیں ہیں۔ اوّل وہ جس میں اُسی حالت کا اعتبار کیا جاتا ہے جو مکلفین میں

موجود ہوا کرتی ہے لیکن یہ ممکن نہیں کہ صرف مکلفین کی کوئی دائمی اور لازمی حالت کا اعتبار کیا جاے جس کا اثر یہ ہو
کہ اُن کو ہمیشہ کے لئے کسی حکم کی تکلیف دیجاے۔ یہ امر مکلفین کے قابو سے باہر ہے۔ ایسی تکلیف صرف ایمان
میں ہی ہو سکتی ہے۔ اور احکام میں اس وجہ سے ضرور ہے کہ ایک ایسی حالت کا اعتبار کیا جائے کہ تکلیف دادہ
شخص کی لازمی صفت بھی اُس میں شامل ہو۔ اسی صفت کی وجہ سے وہ شخص قابل خطاب شارع ہو سکے۔ اور
اُس کے ساتھ ہی کسی عارضی حالت میں وقت ہوتی ہے کبھی آسانی سے اُس کام کا ہو سکنا (استطاعت میسرہ)
کبھی ہرج کا احتمال یا کبھی کسی شے کا قصد کرنا۔ ونحو ذلک۔ مثلاً شارع کا قول ہے کہ جب کسی شخص عاقل اور بالغ کو نماز کا وقت
ملجائے۔ تو اُس پر نماز فرض ہو جائیگی اور جو عقل اور بلوغ کی حالت میں ماہ رمضان پائیگا۔ اور اُس کو روزہ رکھنے
کی طاقت بھی ہو۔ تو اُس پر روزہ رکھنا فرض ہے۔ جو نصاب کا مالک ہو اور اُس پر ایک سال بھی گذر جائے تو ایسے
شخص کو زکوٰۃ دینا واجب ہوگا۔ اور شارع کا ارشاد ہے کہ مسافر کو نماز میں قصر اور روزہ افطار کرنا جائز ہے۔ اور
بے وضو شخص جب نماز پڑھنے کا قصد کرے تو اُس کو پہلے وضو کرلینا ضرور ہے۔ اس قسم میں اکثر اُن صفات کا لحاظ
نہیں کیا جاتا جو اکثر اوامر میں معتبر ہوا کرتی ہیں۔ بلکہ صرف وہی صفت خاص لیجایا کرتی ہے جس سے ایک حکم کا دوسرے
سے امتیاز ہوا کرتا ہے۔ اس لئے مسامحۃً اُس کو علت کہا کرتے ہیں۔ مثلاً کہا جاتا ہے کہ نماز کی علت وقت کا
ملجانا ہے۔ اور روزہ کی علت ماہ رمضان کا آجانا ہے۔ اور شارع علیہ السلام نے ان اوصاف میں سے ایک
وصف کا کوئی اثر قرار دیا ہے۔ دوسری وصف کا نہیں قرار دیا مثلاً مالک نصاب کے لئے تجویز کیا ہے کہ
ایکسال یا دو سال پیشتر زکوٰۃ ادا کردے اور غیر مالک نصاب کے لئے اُس کو تجویز نہیں کیا۔ اسی وجہ سے فقیہ ہر ایک امر کا
ٹھیک اندازہ کرتا ہے کسی صفت کو سبب قرار دیتا ہے اور کسی کو شرط۔ اور دوسری قسم علت کی وہ ہے جسمیں
اُس شے کی حالت ملحوظ ہوتی ہے جس پر کسی کام کا اثر ہوتا ہے یا کام اُس سے کچھ نہ کچھ تعلق ہوا کرتا ہے۔ حالت یا
اُس شے کی صفت لازمی ہوتی ہے۔ جیسا کہ شارع کا قول ہے کہ شراب پینا حرام ہے۔ اور خنزیر کھانا حرام ہے
اور درندوں اور پرندوں میں سے پنجہ دار جانوروں کا کھانا حرام ہے۔ ماؤں سے نکاح کرنا حرام ہے یا کوئی عارضی
صفت اُس شے کی بجائے ہوتی ہے۔ جیسے خدا کا قول ہے۔ السارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیھما
(چورانے والے اور چورانے والی کے ہاتھ کاٹو) اور جیسے کلام الٰہی الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد
منھما مائۃ جلدۃ (زنا کرنے والے اور زنا کرنے والی کے سو درے لگاؤ) کبھی اُس شے کی جس پر فعل واقع
ہوتا ہے دو دو یا زیادہ صفتیں بیان کیا کرتے ہیں۔ جیسے شارع کا قول ہے پاکدامن زانی کو سنگسار کرنا چاہیے
اور غیر پاکدامن زانی کے درے لگانے چاہئیں۔ اور کبھی مکلف کی حالت کے ساتھ اُس شے کی حالت بھی ملا دیجاتی
ہے جس پر فعل واقع ہوا ہے۔ جیسے شارع کا قول ہے کہ اس امت کے مردوں پر سونا اور حریر حرام ہے لیکن عورتوں
پر حرام نہیں ہے۔ دین الٰہی میں کسی قسم کا گزاف نہیں ہے ان افعال سے جو رضا یا عدم رضا کا تعلق ہوا کرتا ہے۔ تو
اُس کی کوئی نہ کوئی وجہ ضرور ہوتی ہے۔ ان افعال کے متعلق ایسے امور معین ہوتے ہیں۔ کہ انہیں وجہ سے حقیقت

رضائے الٰہی اور اُس کی ناخوشی کا تعلق ہُوا کرتا ہے۔ یہ امور دو قسم کے ہیں۔ اول نیکی اور گناہ۔ تدابیر نافع۔ اور اُن تدابیر کی بربادی۔ اور انہیں کی مثل اور امور۔ دوسرے ایسے امور ہیں جنکا تعلق احکام شرعی سے ہوتا ہے کہ تحریف کا دروازہ بند کر دیا جائے۔ لوگ مکر وحیلہ اور سُستی سے احتراز رکھیں۔ ان معین امور کے لئے اور مواقع اور لوازم ایسے بھی ہوتے ہیں کہ رضا اور عدم رضا کا بالعرض اُن سے تعلق ہوتا ہے۔ لیکن اُن کو انہیں لوازم سے مجازاً منسوب کر دیا کرتے ہیں۔ اس کی ایسی مثال ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ دوا کا پینا آرام پانے کی علت ہے۔ اور حقیقت میں اخلاط کا پختہ ہو کر نکلجانا آرام کی علت ہے۔ لیکن عادۃً یہ امور دوا پینے کے بعد ہی ہُوا کرتے ہیں اور بعینہ دونو ایک شے نہیں ہوتے اور جیسے کہا کرتے ہیں کہ تمازتِ آفتاب میں بیٹھنا یا محنت کا کام کرنا یا کسی گرم غذا کا کھانا بیماری کی علت ہے۔ اور بیماری کی اصلی علت اخلاط کا گرم ہو جانا ہے۔ اور یہ سب امور اخلاط کی گرمی کے ذریعے ہُوا کرتے ہیں۔ اور صرف کسی شے کے حصول پر ہی اکتفا کرنا اور اُن کے متفرق وسائل اور ذرائع کو ترک کر دینا اُن لوگوں کا مذاق ہے۔ جنکی نگاہ علوم نظری میں عمیق ہُوا کرتی ہے۔ اور شرع صرف عام لوگوں کی زبان کے موافق نازل ہوتی ہے۔ اور یہ بھی ضرور ہے کہ حکم کی علت ایسی صفت ہونی چاہئیے جس کو عام لوگ بھی سمجھ سکیں۔ اُن پر اُس علت کی حقیقت اور اُس کا ہونا۔ اُس کے نہ ہونے سے مخفی نہ رہے۔ اور اُن قاعدوں میں سے کسی نہ کسی قاعدہ سے ملتی جُلتی ہو جن سے رضا یا عدم رضا متعلق ہُوا کرتی ہے۔ اِس قاعدہ پر اُس علتہ کا خاتمہ ہو یا اُس کے قریب قریب ہو وعلےٰ ہذا۔ مثلاً شراب خواری اس میں بہت سی خرابیوں کا اندیشہ ہے جن سے خدا تعالیٰ کی ناخوشی ہوتی ہے۔ شراب کی وجہ سے خدا کی جانب خالص توجہ نہیں ہوسکتی تمدن اور خانہ داری کے انتظامات سب برہم ہو جاتے ہیں۔ یہ اکثر شراب خواری کو لازم ہُوا کرتے ہیں۔ اسی واسطے شراب کی قسم کو روکدینا پڑا۔ اور جب ایک شے کے چند لوازم اور وسائل ہوں۔ تو اُن میں سے خاص وہی امر علت قرار دیا جاویگا جس کا علت ہونا بہ نسبت اوروں کے زیادہ ظاہر ہوگا یا اُس کی حالت زیادہ منضبط ہوگی یا اصل سے اُس کو زیادہ تعلق اور لزوم ہوگا وعلیٰ ہذا مثلاً نماز قصر اور افطار روزہ کا مدار سفر اور مرض قرار دیا گیا ہے۔ حالانکہ حرج کے اور بھی احتمالات تھے لیکن اُن کو اُن کی علت قرار نہیں دیا۔ پُر مشقت پیشوں مثلاً کاشتکاری اور آہنگری وغیرہ میں ضروری حرج ہُوا کرتا ہے اِن سے قصر اور افطار کی اجازت نہیں دیگئی اس لئے کہ پیشہ ور اُن میں ہمیشہ مصروف رہتے ہیں اُن کی معاش انہیں پیشوں پر موقوف ہوا کرتی ہے۔ اِن سے اگر اجازت دیجاتی تو اطاعتِ الٰہی کے انتظامات سب ابتر ہو جاتے۔ اور گرمی سردی کا اندازہ ٹھیک نہیں ہوسکتا۔ قرائن اور علامات سے اُنکی تحدید نہیں ہوتی اس لئے وہ احتمالات منتخب کئے جاتے ہیں جو قرن اول میں اکثر اور مشہور تھے اور سفر و مرض کا سمجھنا کسی طرح پر مشتبہ نہیں ہوسکتا اگرچہ اب کسی قدر اُن میں اشتباہ اس وجہ سے پیدا ہوگیا کہ عرب اول کا زمانہ ختم ہوگیا ہے اور لوگوں نے احتمالات میں زیادہ چھان بین کرنی شروع کی اُن کے ذوق سلیم جو خالص عرب کا ہوا کرتا ہے بگڑ گیا واللہ اعلم ٭

# باب ٦٠ ۔ اُن مصلحتوں کے بیان میں جن سے فرائض اور ارکان اور آداب وغیرہ معین کئے جایا کرتے ہیں

معلوم کرو کہ جب اُمت کی درستی اور سیاست کیجائے تو ضرور ہے کہ ہر ایک قسم کی طاعت کی دو حدیں قرار دیجائیں (۱) اعلےٰ (۲) ادنےٰ ۔ اعلےٰ سے یہ غرض ہے کہ اُس سے پوری طرح پر مقصود حاصل ہو جائے ۔ اور ادنےٰ کے یہ معنی ہیں کہ اُس سے کسی قدر مقصود کا حصول ہو کہ اُس کے بعد کا درجہ لحاظ کے قابل بھی نہ ہو ۔ یہ دو قسمیں اس واسطے قرار پاتی ہیں کہ یہ تو نہیں ہو سکتا کہ لوگوں سے کوئی شے طلب کیجائے ۔ اور اُن کے لئے اُس شے کے اجزاء اُس کی صورت ۔ اُس شے مطلوب کی مقدار نہ بیان کی جائے ۔ ایسا ابہام تو موضوع شرع کے خلاف ہے ۔ اور یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ تمام لوگ اُس پر مکلف کئے جائیں ۔ کہ ہر شے کے آداب اور متمم اشیاء کی وہ تعمیل کریں ۔ اُن لوگوں کو ایسی تکلیف بمنزلہ تکلیف بالمحال کے ہے جو کاروبار میں مصروف رہتے ہیں یا تنگ حال رہتے ہیں ۔ بخوبی اُن کو فراغ خاطر حاصل نہیں ہے ۔ اُمت کی سیاست اور انتظام کی بنیاد اعتدال پر ہے ۔ نہ نہایت درجہ پر ہر شے کی حالت کو پہنچانا ۔ اور یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ اعلےٰ حالت کو چھوڑ کر ادنےٰ حالت پر ہی اکتفا کریں ۔ اعلےٰ حالت سابقین اُمت کا مسلک اور مشرب اور خدا کے مخلصین بندوں کا مذاق اور حصہ ہے ۔ ایسے درجہ کو بالکل ترک کرنا لطفِ الٰہی کے مناسب نہیں ہے ۔ اِس لئے یہی ضروری ہوا کہ ادنےٰ کی حالت کی بخوبی توضیح کر کے اُس کے ساتھ لوگ مکلف قرار دئیے جائیں ۔ اور اُس سے زیادہ اور اعلےٰ امور کی طرف بھی لوگ مائل کئے جائیں لیکن ہر شخص پر اُن کو ضروری نہیں قرار دینا چاہئیے ۔ جن امور سے لوگ مکلف کئے جاتے ہیں ۔ اُن کے حصے مختلف ہوا کرتے ہیں ۔ ایک حصہ تو اُس میں کی طاعت کی مقدار ہوا کرتی ہے مثلاً پنج وقت نماز ۔ رمضان کے روزے ۔ اور بعض امور اُس طاعت کے اجزا ہوا کرتے ہیں ۔ جن کے بغیر وہ طاعت لحاظ و اعتبار کے قابل نہیں ہوا کرتی مثلاً تکبیر اور سورہ فاتحہ کا پڑھنا نماز کے لئے ۔ ایسے اجزا کا نام ارکان ہے اور بعض امور اُس طاعت سے خارج ہوتے ہیں لیکن بدون اُن امور کے طاعت غیر معتبر ہوا کرتی ہے ۔ اِن امور کا نام شروط ہے جیسے نماز کے لئے وضو ۔ معلوم ہونا چاہئیے کہ کبھی تو کوئی شے رکن کسی سبب ذاتی اور امر طبعی کے طور پر قرار دیجاتی ہے ۔ اور کبھی کسی امر عارض کی وجہ سے پہلی صورت میں بغیر اس رکن کے طاعت کا قیام اور قاعدہ کچھ نہیں ہوا کرتا ۔ جیسے نماز میں رکوع اور سجدہ ۔ اور روزہ میں کھانے پینے اور مجامعت سے باز رہنا ۔ یا ایسے رکن کی وجہ سے کوئی امر مخفی اور مبہم جو اہم اور ضروری ہوا کرتا ہے ۔ صاف اور منضبط ہو جایا کرتا ہے ۔ جیسے تکبیر سے نیت کا انضباط اور استحضار ہو جایا کرتا ہے اور سورہ فاتحہ سے دعا کا انضباط ہو جایا کرتا ہے ۔ اور سلام کے ذریعہ سے نماز سے باہر آنے کی صورت ایسے عمدہ کلام سے منضبط ہو جایا کرتی ہے جو وقار اور تعظیمی حالت کے منافی نہیں ہے ۔ اور جو امر عارضی کی وجہ سے رکن قرار دئیے جاتے ہیں اُن کا وجوب کسی نہ کسی سبب سے ہوا کرتا ہے وہ نماز کے لئے اِس لئے رکن قرار دئیے جاتے ہیں کہ اُن سے نماز کی تکمیل ہوتی ہے ۔ پوری طرح سے نماز کی غرض اُن سے حاصل ہوتی ہے ۔ اُن کے تعین میں خوبی اور عمدگی ہوا کرتی ہے ۔ جیسے کہ اُس شخص کے مسلک کے موافق جو کسی سورۂ قرآنی کے پڑھنے کو رکن قرار دیتے ہیں ۔ تو اُس کا رکن ہونا اِس لئے ہے کہ قرآن خدا کے شعائر میں سے ہے ۔ اُس سے بے پروائی نہیں کرنی چاہئیے ایسے شخص کے لئے یہ مناسب ہے کہ اُس کی تلاوت کا

اُس عبادت میں حکم دیا جائے۔ جو سب عبادتوں میں زیادہ ضروری اور موکد اور سب سے زیادہ اُس کے پائے جانے کے موقع ہوں زیادہ قسم کے لوگ اُس سے مکلف ہوں۔ اور کبھی کوئی شے رکن اس واسطے قرار دیجاتی ہے۔ کہ اُس کی وجہ سے دو مشتبہ چیزوں میں تمیز ہو جائے یا اُس سے مستقل شے اور اُس کے مقدمہ میں فرق ظاہر ہو جائے۔ ایسی شے کو بھی رکن لیتے ہیں۔ اور اُن کی بجاآوری کا حکم دیتے ہیں۔ جیسے رکوع سجود میں قومہ۔ اس کی وجہ سے سر جھکانے میں جو سجدہ کا مقدمہ ہے اور رکوع میں جو مستقل تعظیم ہے فرق ہوجایا کرتا ہے۔ اور جیسے نکاح میں ایجاب قبول۔ گواہ۔ ولی کا موجود ہونا۔ عورت کی رضا بغیر ان امور کے نکاح اور زنا میں فرق ظاہر نہیں ہو سکتا۔ یہ بھی احتمال ہے کہ بعض ارکان میں دونو وجہیں ذاتی اور عرضی جمع ہو جائیں۔ اور شرط کا حال بھی رکن پر ہی قیاس کرلینا چاہئے۔ اکثر کوئی شے کسی وجہ سے واجب ہوا کرتی ہے۔ اس لئے اُس کو کسی شعائر دینی کے لئے شرط کردیا کرتے ہیں۔ اس شرط سے اُسکی شان بڑھ جایا کرتی ہے۔ یہ صورت جب ہی ہوتی ہے کہ اس شرط کے ملجانے ہی سے اُس طاعت کی کمالیت ہوتی ہو مثلاً استقبال قبلہ۔ جیسے کہ خانہ کعبہ شعائر الٰہی میں سے ہے۔ اس لئے واجب التعظیم ہے۔ اور بڑی تعظیم کی صورت یہ ہے۔ کہ لوگ اپنی سب سے زیادہ عمدہ حالت میں اُس کی جانب اپنا رُخ کریں ایک خاص سمت کیجانب خدا کی بعض نشانیاں اور شعائر ہوں۔ رُخ کرنے سے مُصلی کو خدا کی حضوری میں فروتنی اور نیازمندی پر آگاہی ہوا کرتی ہے۔ اور اُس کو وہ حالت یاد آتی ہے جو مالکوں کے سامنے غلاموں کے کھڑا رہنے سے ہوا کرتی ہے۔ اس واسطے نماز میں استقبال قبلہ کو شرط ٹھیرایا ہے۔ بہت سے امور ایسے ہوتے ہیں کہ بغیر کسی خاص صورت کے اُن میں فائدہ نہیں ہوا کرتا ہے اس واسطے اُس ہیئت کو اُن کی شرط کردیا کرتے ہیں مثلاً نیت کا اعمال پر اثر جب ہی ہوا کرتا ہے کہ وہ نفسانی حالت کی تصویر ہو اور نماز نیاز کی تصویر ہوا کرتی ہے اور بغیر نیت کے نیاز کوئی شے نہیں ہے۔ اور ایک دوسری صورت کے لحاظ سے استقبال قبلہ بھی ایسا ہی ہے۔ دل کا باحضور اور متوجہ ہونا ایک مخفی امر تھا۔ اس لئے بیت اللہ کے سامنے کھڑا ہونا۔ جو کہ خدا کے شعائر میں سے ہے بجائے حضور دل کے قرار دیا گیا۔ اور مثلاً وضو۔ ستر ڈھانکنا۔ بیہودگی کو ترک کرنا۔ اس لئے کہ دلی تعظیم ایک مخفی امر تھا۔ اس کے لئے وہ حالتیں اُس دلی تعظیم کے قائم مقام کی گئیں جنکا سلاطین اور اُن کے پایہ کے لوگوں کی حضوری میں لوگ لحاظ کیا کرتے ہیں۔ اور اُن کو آداب تعظیمی سے شمار کرتے ہیں۔ یہ امور اُن کے دلنشین ہو گئے ہیں۔ عرب اور عجم کے باشندوں نے اُن پر اتفاق کرلیا ہے ✤

جب بعض طاعات منجملہ فرائض کے معین کیجائیں تو چند اصول پر لحاظ کرنا ضرور ہے۔ اول یہ کہ لوگوں کو صرف آسان امر کی تکلیف دینی چاہئے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر میں اپنی اُمت پر گراں نہ سمجھتا تو ہر نماز کے وقت اُن کو مسواک کرنے کا حکم کرتا۔ اس حدیث کی ایک دوسری حدیث سے تفسیر ہوتی ہے۔ آپ نے ارشاد کیا ہے کہ اگر میں اپنی اُمت پر گراں نہ سمجھتا تو جیسے میں نے ہر نماز کے وقت وضو کو فرض کیا ہے۔ ایسے ہی مسواک کو فرض کردیتا اور ایک قاعدہ یہ ہے کہ جب کسی مقدار کے متعلق لوگوں کا یہ اعتقاد ہو جائے کہ اُس کو فروگذاشت کرنا خدا کی شان میں کوتاہی کرنا ہے۔ اور یہ امر اُن کے دلوں میں اس لئے خوب جم جائے کہ وہ شے انبیاء علیہم السلام سے منقول ہوتی چلی آتی ہو

سلف کا برابر اُس پر اتفاق رہا ہو۔ یا ایسے ہی امور اور بھی ہوں تو ایسی حالت میں کہ مقتضائے حکمت یہی ہے کہ جیسے لوگوں نے
اُس کو اپنے ذمہ واجب ٹھیرا لیا ہے۔ اُن پر وہ شے واجب ہی کر دیجائے۔ جیسے اونٹوں کا گوشت اور دودھ بنی اسرائیل
پر حرام کر دیا گیا تھا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں قیام کی نسبت فرمایا کہ مجھ کو اندیشہ ہو گیا کہ کہیں یہ قیام
تم پر فرض نہ کر دیا جائے۔ اور ایک قاعدہ یہ بھی ہے کہ جب تک کوئی شے خوب صاف صاف اور ظاہرا ور منضبط نہ ہو
لوگ اُس کے ساتھ مامور نہ کئے جائیں۔ یہی وجہ ہے کہ حیا اور تمام اخلاق حالانکہ اسلامی شعبے ہیں۔ اسلام کے ارکان میں
نہیں قرار دئے گئے۔ اور ادائے طاعت کبجاآت آرام اور آسائش اور سختی کی وجہ سے مختلف ہو جایا کرتی ہے طاقت
رکھنے والے کے لئے قیام کو رکن نماز مقرر کیا ہے لیکن ناتوان کے لئے بیٹھنے کو قیام کا جانشین ٹھیرایا ہے۔ اور ایسے ہی
طاعت حاجیئے ہیں کمیت اور کیفیت کے لحاظ سے زیادتی ہو جایا کرتی ہے بعض نوافل فرائض کے ہم جنس سمجھے جاتے
ہیں جیسے سنن آداب و رواتب ہیں (مغرب کی سنتیں، نماز تہجد، ہر ماہ میں تین تین روزے۔ اور مستحب صدقات وغیرہ
اور کیفیت کی زیادتی اس طرح ہوتی ہے کہ خاص خاص سنتیں اور ذکر اور اطاعت کے مناسب امور سے بڑھ کر بنا امور
تکمیل کے لئے طاعت میں ضروری قرار دئے جاتے ہیں۔ ان کی بجاآوری سے مکمل صورت میں طاعت ادا کیجاتی ہے
جیسے جوڑ۔ بندوں کا چرک وغیرہ سے پاک صاف رکھنے کا وضو میں حکم دیا جاتا ہے۔ تاکہ نظافت بخوبی حاصل ہو جائے
اور دائیں جانب سے ابتدا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس کی وجہ سے نفس میں بیداری پیدا ہوتی ہے۔ اور طاعت
کا خیال اُس میں پیدا ہوتا ہے نفس جب طاعت کی اس طرح بجاآوری کرتا ہے جیسے مہتم بالشان امور کی کرتا ہے اس سے
اُس کی توجہ پر بڑا اثر پڑتا ہے۔ اور معلوم کرنا چاہئے کہ جب کوئی شخص کسی خلق کو اپنے اندر پیدا کرتا ہے۔ وہ قصد کرتا ہے
کہ یہ خلق اُس کی رگ و پے میں سرایت کر جائے تو اس کے حصول کا ذریعہ یہی ہے کہ اُس کے مناسب جو جو افعال
اور مناسب امور ہوں اُن سب کا انجام کرے اگرچہ وہ تمام لوگوں کی نظر میں ادنٰے اور ناقابل اعتبار ہی کیوں نہ ہوں
جس کو شجاعت کی مشق اور ورزش کا اہتمام ہوتا ہے وہ نہ دلدلوں میں چلنے سے جھجکتا ہے۔ نہ آفتاب کی گرمی اور نہ
شب تار میں چلنے سے باک کرتا ہے ایسے ہی جس کو حضور خداوندی میں عجز و نیاز کی مشق منظور ہوتی ہے۔ وہ تمام تعظیمی حالتوں
کی مؤدبانہ حفاظت کرتا ہے۔ رفع ضرورت کے وقت نہایت شرمگین اور سرنگون طور پر بیٹھتا ہے۔ خدا کے ذکر کے وقت
اپنے تمام پاؤں کو وہ سمیٹ لیتا ہے۔ اور جس کو اعتدال اور مرتبہ عدالت کی ورزش مقصود ہوتی ہے وہ ہر چیز کو اُسی کا
حق ادا کرتا ہے کھانے اور پاکیزہ چیزوں کے لئے داہنے ہاتھ کو اور نجاست دور کرنے کے لئے بائیں کو خاص کرتا
ہے۔ اور یہی راز تھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا تھا کہ بڑے کو مسواک دو (آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ خواب میں میں نے دیکھا کہ مسواک کر رہا ہوں۔ اتنے میں دو شخص آئے اُن میں سے ایک بڑا تھا میں نے مسواک
چھوٹے کو دیدی۔ اُسوقت مجھ سے کہا گیا کبّر کبّر یعنی بڑے کو دو) ایسے ہی خویّصہ اور محیّصہ (مسعود کے
دو بیٹوں کا نام ہے) کے قصہ میں آپ نے فرمایا بڑے کو پہلے گفتگو کرنے دو۔ (جنگ خیبر میں جب ابن سہیل قتل ہو گئے
اور کوئی اُن کا قاتل معلوم نہ ہوا۔ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس عبد الرحمٰن مقتول کے بھائی اور مسعود کے دو نو

بیٹے آئے عبدالرحمن نے گفتگو شروع کردی لیکن وہ عمر میں چھوٹے تھے اس لئے آپنے ارشاد فرمایا کبر الکبیر بڑے کو پہلے گفتگو کرنے دو، حدیث میں وارد ہوا ہے ان الشیطان یاکل بشماله د شیطان بائیں ہاتھ سے کھایا کرتا ہے، اور ایسے ہی اور جگہ بھی شیاطین کی طرف بعض افعال کی نسبت کی گئی ہے۔ اسکے معنی خدا تعالیٰ نے مجھ کو یہ سمجھائے ہیں کہ شیاطین کو خدا تعالیٰ نے قدرت دی ہے کہ خواب میں یا بیداری کی حالت میں لوگوں کی نظر کے سامنے ایسی کالبد میں ظاہر ہوتے ہیں جو ان کی مزاجوں کے موافق ہوتی ہیں۔ وہ شکلیں ان حالات کا بھی مقتضا ہوا کرتی ہیں جو شکل بننے کے وقت شیاطین پر طاری ہوتی ہیں جن لوگوں کا وجدان سلیم ہوتا ہے وہ بخوبی جانتے ہیں کہ شیاطین کی مزاجی حالت کی وجہ سے بدکاریاں اور ایسے ایسے کام سرزد ہوتے ہیں جن میں سفلی اور تنگدلی پائی جایا کرتی ہے۔ ناپاکیوں سے وہ حالت قریب کردیتی ہے۔ ذکر الٰہی میں ان کی وجہ سے سنگدلی ہوا کرتی ہے جتنے انتظامات پذیرا اور رکزیدہ ہیں ان میں اس حالت کی وجہ سے ابتری ہوا کرتی ہے۔ بدکاریوں سے ہماری مراد ایسے افعال ہیں جن سے لوگوں کے دل نہایت بیزار ہوں ان کے رونگٹے کھڑے ہوجائیں وہ زبان سے ان افعال پر لعن طعن کریں یہ لوگوں کا قدرتی طریقہ ہے جو صورت نوعیہ کے فیضان سے ان میں پیدا ہوا ہے۔ تمام فرقے اس میں برابر ہیں۔ ایسے آثار کسی قومی رسم رواج کی پابندی یا کسی خاص مذہبی اثر سے نہیں ہوا کرتے مثلاً اپنی شرمگاہ کو ہاتھ سے گرفت کرنا۔ کودنا۔ ناچنا اپنی دبر میں انگلی داخل کرنا۔ اپنی ڈاڑھی کو تھوک سے آلودہ کرنا۔ ناک کان کٹا ہونا یا سیاہ رو ہونا۔ لباس کو الٹا پہننا قمیص کا اوپر والا حصہ نیچے کرلینا۔ یا کسی چوپایہ پر سوار ہوکر اس کی دم کی طرف اپنا منہ کرلینا۔ یا ایک پاؤں میں موزہ پہنکر دوسرا برہنہ چھوڑ دینا۔ ایسے ہی اور افعال ہیں جنکو دیکھتے ہی ہر شخص لعنت ملامت کرتا ہے بعض واقعات میں ہمنے خود شیاطین کو ایسی ایسی حرکتیں کرتے ہوئے دیکھا ہے اور سب کا موں سے میری غرض یہ ہے مثلاً اپنے کپڑے یا لنگر کو بیہودہ طور پر لوٹ پوٹ کرنا۔ بدنما طور پر ہاتھ پاؤں کو ہلانا۔ جل خداوند کریم نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ان افعال کو منکشف کیا کہ یہ شیطانی مزاج کی میلان اور اقتضا سے ہوا کرتے ہیں۔ جب کسی کو خواب یا بیداری میں شیطان کی صورت نظر آتی ہے تو ایسے حرکات اس میں ہوا کرتے ہیں۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا کہ جہاں تک ممکن ہو مسلمانوں کو شیاطین اور شیطانی حالتوں سے گریز کرنا چاہئیے تب آنحضرت صلے اللہ وسلم نے ان افعال اور صورتوں اور ان کی زشتی کو بیان فرمایا۔ اور ان سے محترز رہنے کا حکم دیا۔ اسی بات سے آنحضرت صلے اللہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قضائے حاجت کے موقعوں پر شیاطین آموجود ہوتے ہیں۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ شیطان لوگوں کی مقعدوں سے بازی کیا کرتا ہے۔ اور جب انسان ہاہا کرتا ہے تو شیطان خوب ہنستا ہے۔ اور ملائکہ کی حالتوں کی جو رغبت لوگوں کو دلائی گئی ہے۔ اسکو بھی اسی پر قیاس کرلو۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جیسی ملائکہ صفیں باندھتے ہیں ویسی ہی تم کیوں نہیں باندھتے۔ ابواب آداب کے متعلق یہ ایک دوسرا قاعدہ ہے معلوم کرو کہ جب کوئی شے فرض کفایہ مقرر کیجاتی ہے۔ تو اس کا سبب یہی ہوتا ہے کہ اگر سب لوگ اس کو متفقانہ طور پر کرنے لگیں تو انتظام معاش برہم ہوجائے۔ ان کی تدابیر نافع معطل ہوجائیں۔ اور یہ بھی نہیں ہوسکتا ہے کہ بعض لوگ ایک کام کے لئے خاص کردئے جائیں۔ اور اوروں سے کوئی دوسرا کام لیا جائے۔ مثلاً اگر عام لوگ زراعت اور تجارت کے تمام کاروبار چھوڑ کر جہاد پر ہی اتفاق کرلیں تو معاش برہم ہوجائیگی

اور یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ بعض کو جہاد کا کام سپرد کر دیا جائے اور کسی کو زراعت کا بعض کو تجارت کا۔ کوئی تعلیم علوم کی خدمت کرے۔ اسلئے کہ کسی شخص کو کسی امر میں آسانی ہوتی ہے کسی کو کسی میں۔ اور تمام محض اور قسمیں نہیں بتا سکتیں کہ کس کس چیز کے قابل ہے۔ تا کہ حکم کا وہ مدار علیہ ہو سکے۔ فرض کفایہ کے اصول میں سے یہ بھی ہے کہ اس سے انتظام ملت درست ہے۔ اس کی فروگذاشت سے کوئی نفسانی ابتری اور بہیمیت کا غلبہ نہ ہو۔ مثلاً قاضی ہونا علوم دین کی تعلیم۔ خلافت کا انتظام یہ سب امور انتظام مقرر ہوئے ہیں۔ ایک شخص اس کے تکفل کے لئے بس کرتا ہے۔ اور جیسے بیماروں کی عیادت۔ نماز جنازہ اس واسطے مشروع ہوئے ہیں کہ ان سے بیمار دل۔ اور مردوں کی تضیع نہ ہو۔ بعض لوگ اگر اس کو پورا کر دینگے تو مقصود حاصل ہو جاویگا۔ واللہ اعلم ؎

# باب ۶۱۔ اوقات کے اسرار میں

امت کی سیاست تعیین اسکے پوری نہیں ہوا کرتی۔ کہ ان کے لئے طاعتوں کے اوقات معین کر دئے جائیں تعیین اوقات میں اصلی امر فراست اور حدس ہے جس سے مکلفین کی حالت کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ ایسی وہ چیز اختیار کی جاتی ہے جو لوگوں پر گراں نہ ہو۔ اور اس سے مقصود حاصل ہو جائے۔ اور اسکے علاوہ تعیین اوقات میں اور بھی حکمتیں اور مصلحتیں ہوا کرتی ہیں۔ جن کو راسخین فی العلم ہی خوب جانتے ہیں لیکن تین قاعدوں پر اس کا استنباط ہوا کرتا ہے۔ اولاً یہ کہ اگرچہ خداوند کریم زمانہ سے برتر ہے لیکن آیات اور احادیث باہم ایک دوسرے کی اس امر میں موید ہیں کہ خدا تعالیٰ بعض اوقات میں اپنے بندوں سے قریب ہوا کرتا ہے۔ اور بعض اوقات میں لوگوں کے اعمال خدا تعالیٰ پر پیش ہوا کرتے ہیں۔ بعض اوقات میں وہ بعض بعض حوادث کو دنیا میں منفرد اور مقدر کیا کرتا ہے وعلیٰ ہذا۔ اور جدید جدید حالات کو بھی سمجھ لو۔ اگرچہ ان سب امور کی اصلی حقیقت خدا تعالیٰ ہی کو معلوم ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر شب کو تہائی رات رہی ہمارا پروردگار آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے۔ اور نیز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ یک شنبہ اور جمعرات کو لوگوں کے اعمال خدا کی حضور میں پیش ہوتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ نصف شعبان کی شب میں طلوع کیا کرتا ہے۔ اور ایک روایت میں آیا ہے کہ اس شب میں خدا تعالیٰ ورلے آسمان پر نزول کرتا ہے۔ اس باب میں اکثر حدیثیں وارد ہیں۔ جو کہ معلوم ہیں۔ حاصل یہ کہ یہ امر ضروریات دین سے ہے کہ بعض خاص خاص اوقات میں زمین پر روحانیت پھیلا کرتی ہے۔ اور اس میں ایک مثالی قوت کا ظہور ہوتا ہے۔ قبول طاعات اور قبولیت دعا کے لئے ان اوقات سے عمدہ اور مناسب وقت کوئی نہیں ہوا کرتا ہے ان اوقات میں ایک ادنے سعی کرنے سے نہایت وسعت کے ساتھ قوت بہیمی ملکی طاقت کے مطیع ہو جایا کرتی ہے۔ اور ملاء اعلےٰ اس روحانیت اور مثالی قوت کے پھیلنے کا اندازہ آسمانی دوروں سے نہیں کیا کرتے۔ بلکہ اپنے ذوق و وجدان سے اسکو معلوم کر لیا کرتے ہیں۔ ان کے دلوں میں اولاً کوئی شے منطبع ہوتی ہے اس سے وہ سمجھ جاتے ہیں کہ کوئی روحانیت پھیلنے والی ہے۔ اور کسی حکم الٰہی کا نزول ہونے کو ہے ؎

حدیث شریف میں اس کا بیان آیا ہے کہ فرشتوں کے پروں کی آواز ایسی معلوم ہوا کرتی ہے جیسے کوئی آہنی

زنجیر جکنے پتھر پر مارتا ہے۔ بمنزلۃ سلسلۃ علی صفوان +

انبیاء علیہم السلام کے دلوں پر بھی یہی علوم ملاء اعلےٰ کیجانب سے منقش ہوتے ہیں اور وہ اُن کو وجدانی قوت سے معلوم کرلیا کرتے ہیں۔ آسمانی دوروں کا انکو حساب لگانا نہیں پڑتا۔ اس کے بعد انبیاء اُس موقع کے قرار دینے میں کوشش کرتے ہیں۔ جہاں اُس ساعت کے ہونے کا احتمال ہُوا کرتا ہے۔ اُس کے تعین کے بعد لوگوں کو حکم کرتے ہیں کہ اُس ساعت کا لحاظ رکھیں اور اُسکی حفاظت کریں بعض ساعتوں کا دورہ سال کے دورہ کے ساتھ ہُوا کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے انا انزلنٰہ فی لیلۃ مبارکۃ انا کنا منذرین ۞ فیہا یفرق کل امر حکیم۔ امرا من عندنا انا کنا منذرین ہم نے قرآن کو مبارک شب میں نازل کیا ہے ہم بُرائیوں سے لوگوں کو ڈرانے والے تھے۔ ہمارے حکم سے اُس میں مضبوط کام جدا جدا کئے جاتے ہیں۔ ہم ہی پیغمبروں کو بھیجا کرتے ہیں) اور اُس ساعت میں ورلے آسمان میں قرآن کی روحانیت معین ہوگئی تھی۔ اس پر اتفاق ہے کہ ماہ رمضان میں یہ تعین ہُوا تھا +

اور بعض اوقات کا دور ہفتہ کے دور کے ساتھ ساتھ ہوتا ہے۔ یہ تھوڑا سا وقت ہے۔ اُس میں دعا اور طاعتوں کی مقبولیت کی اُمید کیجا سکتی ہے۔ اور جب لوگ عالم معاد کی طرف رجوع کرینگے تو اُسی وقت خدا تعالیٰ اُن پر تجلی کرتا ہے اسی ساعت میں لوگوں کو خدا سے قرب ہوتا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ وقت جمعہ کے روز واقع ہوتا ہے اس پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے استدلال فرمایا ہے کہ دنیا میں بڑے بڑے واقعات جمعہ کو ہی ہوئے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش بھی اسی روز ہوئی تھی اور نیز بہائم کو ملائکہ سفلی کے ذریعہ سے اس ساعت کی عظمت معلوم رہتی ہے اُس وقت وہ خوف زدہ اور ایسے مرعوب رہتے ہیں۔ جیسے کوئی سخت آواز سے خوف زدہ رہتا ہے۔ جمعہ کے روز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو مشاہدہ کیا تھا۔ اور بعض اوقات کا دور روزانہ دور کے ساتھ ہُوا کرتا ہے۔ اور روحانیتوں کی نسبت اُس وقت کی روحانیت کسی قدر ضعیف ہُوا کرتی ہے۔ اور ارباب فن جو ملاءِ اعلےٰ سے علوم حاصل کیا کرتے ہیں۔ انکا اتفاق ہے کہ روزانہ ایسے اوقات چار ہیں (۱) کسی قدر آفتاب سے پیشتر (۲) ٹھیک آفتاب کے ٹھہرنے کے بعد۔ (۳) غروب آفتاب کے بعد (۴) نصف شب سے صبح تک خاص اُن اوقات میں اور کسی قدر اُن سے آگے پیچھے روحانیت پھیلتی ہے۔ اور برکات ظاہر ہوتے ہیں۔ روئے زمین میں کوئی اہل مذہب ایسے نہیں ہیں جو واقف نہ ہوں کہ ان وقتوں میں عبادت زیادہ مقبول ہوتی ہے لیکن مجوس نے دین کی تحریف کرلی تھی۔ اور خدا کو چھوڑ کر آفتاب کی ان وقتوں میں پرستش کرنے لگے تھے۔ اسواسطے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تحریف کو روک کر ان اوقات کو ایسے وقتوں سے بدلدیا جو ان اوقات سے کچھ دور بھی نہ تھے۔ اور اصلی غرض بھی اس تبدیلی سے فوت نہ ہوتی تھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے بروایت صحیح ثابت ہے آپنے فرمایا کہ شب میں ایک ایسی ساعت ہے کہ اگر وہ بندۂ مسلمان کو ملجائے۔ اور دنیا و آخرت میں کسی بھلائی کی وہ دعا کرے تو خدا قبول فرماتا ہے۔ ہر شب کو یہ ساعت ہوتی ہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ نصف شب کی نماز سب نمازوں سے افضل ہے لیکن اُس کے پڑھنے والے لوگ کم ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کونسے وقت دعا زیادہ مقبول ہوتی ہے آپنے فرمایا کہ نصف شب میں۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے زوال

کی ساعت کی نسبت فرمایا ہے کہ اس میں آسمان کے دروازے مفتوح ہوتے ہیں۔ اس لئے میں پسند کرتا ہوں کہ اس وقت میرا کوئی عمل آسمان کی طرف صعود کرے۔ اور آپ نے فرمایا کہ رات کے فرشتوں سے پہلے دن کے فرشتے آسمان کیطرف صعود کرتے ہیں۔ اور دن کے فرشتوں سے پہلے رات کے فرشتے صعود کرتے ہیں۔ ان مضامین کی طرف خدا تعالیٰ بھی اپنی محکم کتاب میں اشارہ فرماتا ہے۔ فسبحن اللہ حین تمسون وحین تصبحون وله الحمد فی السموات والارض وعشیا وحین تظهرون (خدا کی پاکی ہے جس وقت کہ تم شام کرتے ہو اور جس وقت کہ تم صبح کرتے ہو اور آسمانوں اور زمین میں خدا کی تعریف ہے شام کے وقت اور جبکہ تمہارا وقت ظہر آتا ہے) اس بات کے متعلق نصوص بکثرت ہیں۔ وہ امور معلوم ہیں میں نے اس کے متعلق تجربے بڑے مشاہدہ کئے ہیں۔ دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے کا ٹھیک وقت وہ ہے کہ تمام طبعی تشویشات سے آدمی فارغ ہو۔ زیادہ گرسنگی۔ زیادہ تشنگی۔ یادہ سیری نیند کا زیادہ غلبہ نہ ہو سستی نہ ہو بول و براز کی حاجت نہ ہو۔ ایسی خیالی پریشانیوں سے بھی آدمی کو آزادی ہو۔ لغو اور بیہودہ گفتگوؤں سے کان۔ اور مختلف صورتوں اور پریشان کرنیوالی رنگتوں سے آنکھیں بھی ہوئی نہ ہوں۔ اور اسی قسم کی تشویشوں کے اقسام سے تنہائی ہو۔ یہ فراغ اور آزادی عادات کے اختلاف سے مختلف ہؤا کرتی ہے۔ لیکن جو عرب اور عجم اور نیز ترک اور غربی لوگوں کے بمنزلہ طبعی طریقہ کے ہوگیا ہے۔ وہ اس قابل ہے کہ نوامیس کلی میں اس کو دستور العمل قرار دیں اور اس کے مخالف شاذ و نادر ہی ہؤا کرتا ہے۔ وہ صبح اور شام کا وقت ہے۔ اور جب آدمی سونے کا قصد کرتا ہے تو اسوقت ضرور ہوتی ہے کہ شغلوں سے جو چرک طبیعت میں جم جاتا ہے۔ وہ صیقل سے دور کر دیا جائے۔ اس لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے منع فرما دیا کہ عشا کے بعد لوگ قصے اور شعر نہ پڑھا کریں۔ سیاست امت کی تکمیل کے لئے یہ بھی ضرور ہے کہ اس کا حکم دیا جائے کہ کچھ نہ کچھ زمانے کے بعد نفس میں نماز کی آمادگی اور طیاری پیدا ہوتی رہے تاکہ نماز کا انتظار اور اس کی طیاری نماز پڑھنے سے پہلے اور نماز کا بقیہ نور اور رنگ نماز پڑھنے کے بعد نماز کے حکم میں سمجھا جائے۔ اور اسی طرح پر اگر تمام اوقات کا استیعاب نہ ہو سکے تو اکثر اوقات کا استیعاب ہو جائے۔ بارہا دفعہ ہم نے تجربہ کیا ہے کہ جو شخص نماز شب کے قصد سے سوتا ہے۔ وہ بھی خواب میں مستغرق نہیں ہوتا۔ اور جس شخص کا دل کسی عمدہ تدبیر دنیوی یا کسی نماز کے وقت میں یا کسی طبعی فراغ ہو جانے کے متعلق رہتا ہے۔ تو بھی حالت میں اس کو محویت نہیں ہؤا کرتی۔ اسی واسطے حدیث میں وارد ہے کہ جو شخص خواب سے جاگے اور پڑھے لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک له له الملك وله الحمد وهو علی کل شیئ قدیر وسبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ اس کے بعد کہے رب اغفرلی خدا اس کی دعا قبول کر لیتا ہے۔ اور اگر یہ شخص وضو کرکے نماز پڑھ لیگا تو اس کی نماز بھی مقبول ہوگی۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے رجال لا تلهیهم تجارة ولا بیع عن ذکر اللہ (وہ ایسے لوگ ہیں جنکو نہ تجارۃ نہ خرید و فروخت خدا کی یاد سے غافل کرتی ہے) اور یہ مناسب ہے کہ دو وقتوں کے درمیان چوتھائی روز کا فاصلہ دیا جائے اتنے عرصہ میں تین گھنٹہ کی مہلت ہو جائیگی۔ اور عرب اور عجم کے ہاں جو تقسیم شب و روز کی ہے اس تقسیم کا یہ تین گھنٹہ مقدار مستعمل کی۔ اول حد کثرت ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ سب سے پہلے شب و روز کے حضرت نوح علیہ السلام نے حصے کئے

تھے ان کے بعد ان کی اولاد برابر یہی حصے کرتی آئی ہے۔ تیسرا قاعدہ اوقات میں یہ ہے کہ عبادت واذکار کا وقت ایسا ہونا
چاہئے کہ جس سے خدا کی نعمتوں میں سے کسی نعمت کی یاد آجائے مثلاً روز عاشورہ میں خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون
پر مظفر کیا تھا۔ انہوں نے اُس کے شکریہ میں خود بھی روزہ رکھا تھا اور اوروں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا تھا۔ اور جیسے ماہِ
رمضان میں قرآن مجید نازل ہوا۔ اور ملت اسلام کے ظہور کی ابتدا اُس سے ہوئی۔ یا اُس عبادت سے انبیاء علیہم السلام کی طاعت
اور عبادت پروردگار کی۔ اور خدا نے جو اُس بندگی کو اُن سے مقبول کر لیا تھا یاد آتی ہو مثلاً بقرعید کی نماز سے حضرت
اسمٰعیل علیہ السلام کے ذبح ہونے کا قصد اور بھیڑی ذبح کرنے سے ان کے فدا کرنے کا حال یاد آجاتا ہے۔ یا اُس وقت کی عبادت
سے دین کے بعض نشانات کی شان اور مرتبہ معلوم ہوتا ہو جیسے عید الفطر کو نماز پڑھتے ہیں خیرات کرتے ہیں۔ اِس سے رمضان
کی ایک شان معلوم ہوتی ہے۔ اور خدا نے اپنے بندوں کو جو عبادت کی توفیق دی تھی اُس کے ادائے شکر کی بھی ایک شان معلوم
ہوتی ہے۔ اور نیز جیسے بقرعید کے روز حجاج کی حالت سے ایک قسم کی مشابہت ہو جایا کرتی ہے۔ اور جو رحمتیں خدا تعالیٰ نے
حجاج کے لئے مقرر کی ہیں اُن کو اپنے سامنے پیش کرنا ہوتا ہے۔ یا اُن علماء کا جنکی نیکی پر تمام امتوں کی زبان پر شہادت
دی گئی ہوتی ہے۔ یہ طریقہ چلا آتا ہے کہ اُن اوقات میں اطاعت خداوندی اور عبادت الٰہی کیا کرتے تھے۔ جیسے نماز پنجگانہ
کے اوقات حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا یہ تمہارا وقت ہے اور انبیاء سابقین کا وقت بھی یہی تھا۔ اور جیسے رمضان
شریف کی نسبت ارشاد الٰہی ہے۔ کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم (تم پر روزے ایسے
ہی فرض ہوئے جیسے اگلے لوگوں پر فرض ہوئے تھے) تفسیر میں سے ایک وجہ یہ بھی ہے۔ اور ہمارے متعلق روز عاشورہ کا
بھی یہی حال ہے۔ یہ تیسرا قاعدہ اکثر اوقات میں ملحوظ ہے لیکن وہ دونو پہلے قاعدے اوقات کے اصل الاصول ہیں واللہ اعلم ◆

## باب ۶۲ - اعداد اور مقداروں کے بیان میں

جاننا چاہئے کہ شرع میں جو ایک چیز کی مقدار معین کر دی ہے۔ اور اُس کی دوسری نظیر کی وہ مقدار معین نہیں کی ہے
تو اُس کی حکمتیں اور مصلحتیں خاص ہیں۔ اگرچہ ہر شے کے معین کرنے میں پورا اعتماد قوت حدس پر ہے۔ جس سے مکلفین کی حاجات
اور وہ امور معلوم ہوتے ہیں۔ جو لوگوں کی سیاست کے مناسب اور لائق ہیں لیکن مصلحتوں کی انتہا تین قاعدوں پر ہے
(۱) یہ کہ طاق کا عدد مبارک ہے۔ جبتک یہ کافی ہوسکیگا دوسرے عدد کی طرف تجاوز نہ کرینگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے کہ بیشک خدا طاق ہے اور طاق ہی کو پسند کرتا ہے۔ پس اے قرآن پڑھنے والو۔ وتر نماز پڑھا کرو۔ اِس میں راز
یہ ہے کہ ہر کثرت کی بدایت وحدت سے ہوا کرتی ہے اور طاق عدد تمام کثرت کے درجوں میں وحدت سے زیادہ قریب
ہوا کرتا ہے۔ اس واسطے کہ جو مرتبہ عدد کا فرض کیا جاوے اِس میں ایک غیر حقیقی وحدت شامل ہوا کرتی ہے جس سے
وہ مرتبہ مرتبہ قرار پاتا ہے مثلاً اُس کا مرتبہ چند وحدتوں کا مجموعہ ہے۔ جو ملکر ایک عدد بنگیا۔ پانچ اوپر پانچ کا نام دس نہیں ہے
اسی پر اور عددوں کو بھی قیاس کر لو۔ اِن مراتب عددی میں بھی غیر حقیقی وحدۃ وحدۃ حقیقی کا نمونہ اور اُس کے جانشین ہے
اور طاق عدد میں یہ غیر حقیقی وحدۃ بھی ہوا کرتی ہے۔ اور اُس کے ساتھ اُسی قسم کی ایک اور وحدت بھی ہوتی ہے یعنی عدد و

صحیح مساوی کی طرف منقسم نہ ہونا اِس لئے بہ نسبت عدد جفت کے عدد طاق وحدت سے زیادہ قریب ہے۔ چونکہ خدا تمام مبدؤں کا مبدا ہے۔ اسلئے موجود شے اپنے مبدا سے زیادہ قریب ہوگی۔ وہ گویا حق تعالیٰ سے زیادہ قریب ہوگی۔ اس لئے جس میں وحدت کمال درجہ ہوگی۔ اُس میں تخلقِ الٰہی کا ایک نمونہ ہوگا۔ جاننا چاہئے کہ عدد طاق کے مختلف مرتبے ہیں۔ بعض عدد طاق جفت کے مشابہ ہوا کرتے ہیں مثلاً نو اور پانچ کا عدد۔ ان دونوں سے صرف ایک عدد جدا کرتے ہی دو جفت عددوں میں انقسام ہوتا ہے اور نو کا عدد اگرچہ دو برابر حصوں میں منقسم نہیں ہوتا ہے لیکن اس کے برابر برابر تین حصے ہو سکتے ہیں البتہ یہی بعض جفت عدد طاق کے مشابہ ہوا کرتے ہیں مثلاً بارہ۔ وہ تین بار چار چار عدد لینے سے حاصل ہوتا ہے اور چھ کا عدد دو کو تین بار لینے سے بنتا ہے۔ اور تمام طاق عددوں میں امام اور جفت کی مشابہت سے نہایت دور ایک کا عدد ہے۔ اور اُس ایک کے بعد اُس کے وارث اور جانشین تین اور سات کے عدد ہیں اور جو اعداد ان کے علاوہ اور ہیں وہ ایک عدد کے خاندان اور امت میں سے ہیں۔ اسی وجہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اکثر ایک اور تین اور سات کے عدد کو پسند فرمایا ہے۔ اور جب بمقتضائے حکمت ان اعداد سے زیادہ کسی اور عدد کا حکم دیا گیا ہے تو وہ اختیار کیا گیا جو ان کی ترقی دینے سے حاصل ہوتا ہے مثلاً ایک کی ترقی سے دس اور سو اور ہزار اور نیز گیارہ حاصل ہوتا ہے۔ اور تین کی ترقی سے تیس اور تینتیس اور تین سو حاصل ہوتے ہیں اور سات کی ترقی سے ستر اور سات سو حاصل ہوتے ہیں جو عدد ترقی کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ وہ گویا بعینہ وہی عدد ہوتا ہے جس کو بڑھا لیا ہے۔ اسی واسطے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر نماز کے بعد سو کلموں کا پڑھنا مسنون فرمایا ہے۔ پھر تین تین مرتبہ تینتیس تینتیس ۳۳ ۳۳ ۳۳ پر اس کو تقسیم کردیا ہے اور تاکہ پوری حالت طاق کی ہو جاوے۔ اور انتہا طاق عددوں کی امام یا جانشین کی طرف ہو۔ ایک کو زیادہ کردیا ہے اور اعداد کی طرح ہر ایک مقولہ جوہر اور عرض کے لئے بھی ایک امام اور جانشین ہوا کرتا ہے مثلاً نقطہ بمنزلہ امام کے ہے۔ اور دائرہ اور کرہ اُس کے جانشین ہیں۔ اور امام سے بہ نسبت اور شکلوں کے زیادہ قریب ہیں۔ یہ میرے والد قدس سرہٗ نے مجھ سے بیان فرمایا کہ انہوں نے ایک بڑے واقعہ کا معائنہ کیا۔ اُس واقعہ میں حیوٰۃ۔ علم۔ ارادہ اور تمام صفات الٰہیہ یا انہوں نے فرمایا کہ الحی العلیم المرید اور تمام اسمائے الٰہیہ۔ ان دونوں میں مجھ کو ٹھیک معلوم نہیں کہ کیا فرمایا۔ بہرحال یہ صفات یا اسما سب نہایت نورانی دائروں کی شکل میں سامنے آئے۔ پھر انہوں نے مجھ کو آگاہ کیا کہ بسیط اشیاء کا اشکال کی صورت میں پیش ہونا انہیں اشکال میں ہوا کرتا ہے۔ جو نقطہ سے زیادہ قریب ہوں اور ایسی شکل سطح میں دائرہ اور جسم میں کرہ ہوا کرتے ہیں۔ انتہی کلامہ۔ جاننا چاہئے کہ وحدت کا عالم کثرت میں نازل ہونا عالم مثال کے خاص تعلقات اور ارتباطوں کی وجہ سے ہوا کرتا ہے اور انہیں تعلقات کی وجہ سے تمام واقعات صورت پکڑا کرتے ہیں اور جہاں تک ممکن ہوتا ہے زبانِ قدم کا ترجمان انہیں ارتباطات کا لحاظ رکھا کرتا ہے۔

دوسرا قاعدہ اُن اعداد کے راز ظاہر کرنے میں جن کا بیان ترغیب یا ترہیب کے موقع میں آیا ہے۔ جاننا چاہئے کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے نیکی اور برائی کے عادات پیش کئے جاتے ہیں نیکی کے فضائل اور برائی کے عیوب آپ پر منکشف ہوتے ہیں۔ خدا تعالےٰ جس طرح آپ کو بتاتا ہے ویسے ہی آپ بیان کردیتے ہیں انکشاف کے وقت جس

چیز کا جو حال آپ کو معلوم ہوتا ہے اُس کا عدد آپ بتلاتے ہیں۔ اس عدد میں اُس امر کا منحصر ہونا مقصود نہیں ہوا کرتا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری اُمت کے سب اچھے اور بُرے اعمال میرے سامنے پیش کئے گئے۔ تو اُن کے عمدہ اور نیک اعمال میں سے میں نے راستہ میں سے کسی اذیت کو دور کرنا بھی پایا۔ اور اُن کے بُرے اعمال میں سے مسجد میں لعاب دہن کو پایا جو مسجد میں بغیر دبائے یونہی چھوڑ دیا جائے۔ اور نیز آپ نے فرمایا کہ میری اُمت کے اجر میرے سامنے پیش ہوئے حتے کہ وہ خاشاک بھی جس کو آدمی مسجد میں سے باہر نکال دیتے ہیں پیش کیا گیا۔ اور میری اُمت کے گناہ بھی مجھ پر پیش ہوئے اُن میں میں نے اس سے زیادہ کوئی گناہ نہیں پایا کہ کسی شخص کو قرآن کی کوئی سورت یا آیت یاد ہو اور اس کو وہ بھلا دے۔ اسی قاعدہ پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اس قول کو قیاس کرنا چاہئے کہ تین شخصوں کو دو دو اجر ملینگے۔ اول اہل کتاب جو اپنے پیغمبر پر بھی ایمان لایا اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر بھی ایمان لایا دوسرے کسی کا غلام خدا کا حق بھی ادا کرے اور اپنے مالک کا حق بھی۔ تیسرے وہ شخص جس کے پاس کوئی کنیزک ہو وہ اُس سے ہمبستر ہوتا تھا پھر اُس کو ادب سکھایا اور اچھی طرح اُس کو تعلیم دی اور اُس کو آزاد کرکے نکاح کر لیا اُس کو بھی دو اجر ملینگے۔ اور اسی طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تین شخصوں سے خدا تعالیٰ کلام نہ کریگا۔ نہ اُن کو ستھرا کریگا۔ ایک بوڑھا آدمی زانی۔ دوسرے جھوٹا بادشاہ تیسرے متکبر حاکم۔

اسی طرح آپ کا ارشاد ہے کہ چالیس خصلتیں ہیں اُن سب میں سے زیادہ دودھ کی بکری کا دیدینا ہے تاکہ وہ شخص اُس کے دودھ اور اُن سے فائدہ اٹھالے اور پھر یہ شخص اس کو واپس دے لے۔ اُن چالیس میں سے جو شخص ایک خصلت کو بھی بامید ثواب اور اُس کے وعدہ کی تصدیق کرنے کے لئے کریگا۔ خدا اُس کو جنت میں داخل کریگا۔ اور کبھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو کسی عمل کے فضائل یا کسی شے کے اجمالی حصے ظاہر ہوتے ہیں تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فضائل کے منضبط کرنے کی وجہ قائم کرنے میں اجتہاد کرتے ہیں۔ اور اُس کے لئے ایسا عدد مقرر کرتے ہیں جو قلیل الوقوع یا عظیم الشان وغیرہ ہوا کرتا ہے۔ اسی پر قیاس کرلینا چاہئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قول کو کہ تنہا نماز پڑھنے پر جماعت کی نماز کو ستائیس درجہ فضیلت ہے صلوٰۃ الجماعۃ تفضل صلوٰۃ الفذ بسبع وعشرین درجۃ اس لئے کہ ستائیس کے عدد کو تین میں ضرب دینے سے پھر مضروب فیہ کو تین میں ضرب دینے سے حاصل ہوتا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نظر میں جماعت کے فائدے تین قسم کے تھے۔ ایک وہ جس کا اثر خود نمازی کے جسم پر ہوتا ہے اُس میں تہذیب آجاتی ہے۔ قوۃ ملکی کا ظہور ہوتا ہے اور بہیمی طاقت دب جاتی ہے۔ اور ایک حصہ کا اثر لوگوں کی جماعت پر ہوتا ہے۔ کہ ایک مبارک روش اُن میں پھیلتی ہے۔ لوگ اُس میں ایک دوسرے سے زیادہ شوق ظاہر کرتے ہیں۔ اس سے اُن میں تہذیب آتی ہے اور سب ملکر مشفقانہ برتاؤ کرتے ہیں۔ اور ایک حصہ کا اثر ملت مصطفوی پر پڑتا ہے کہ اُس میں اصلی شادابی اور ترو تازگی رہتی ہے۔ تحریف یا سستی اُس میں نہیں گھس سکتی۔ اور نیز پہلے حصہ میں تین منفعتیں ہیں۔ بارگاہ خداوندی اور ملاء اعلے سے نزدیکی۔ اُن کے لئے نیکیاں مندرج کی جاتی ہیں۔ اور اُن سے برائیاں دور کیجاتی ہیں۔ ایسے ہی دوسرے حصہ میں بھی تین منافع ہیں۔ لوگوں کے خاندان اور شہر کا منتظم رہنا۔ دنیا میں اُن پر برکتوں کا نازل ہونا۔ آخرت میں ایک دوسرے کے لئے شفاعت کرنا۔ اور تیسرے حصہ میں بھی تین امر ہیں

منفعت ہیں۔ ملاء اعلےٰ کی اتفاقی کوشش کا جاری ہونا۔ خدا کی درازرسی کو لوگوں کا پکڑنا۔ بعض لوگوں کے انوار کا بعض پر پرتو
پڑنا۔ اور اُن نو امور میں سے ہر ایک میں بھی تین تین خوبیاں ہیں۔ خدا تعالیٰ کی لوگوں سے خوشنودی۔ فرشتوں کا اُن پر رحمت
بھیجنا۔ شیاطین کو لوگوں سے روپوشی۔ اور ایک روایت میں بجائے ستائیس کے پچیس کا عدد آیا ہے۔ اِس کی وجہ بھی
یہ ہے۔ کہ جماعت میں پچیس خوبیاں ہیں۔ اوّل لوگوں کا استقلال۔ دوسرے لوگوں کی جماعت میں باہمی الفت۔ تیسرے
اُن کو مذہب کی پائداری۔ چوتھے فرشتوں کا محفوظ ہونا۔ پانچویں لوگوں سے شیاطین کا روپوش ہونا۔ اور اِن پانچ میں سے
ہر ایک صورت میں پانچ پانچ خوبیاں ہیں (۱) خداوند عالم کی خوشنودی (۲) دنیا میں لوگوں کا بابرکت ہونا۔ (۳) اُن کیلئے
نیکیوں کا لکھا جانا (۴) خطاؤں کی معافی۔ (۵) آنحضرت اور فرشتوں کی اُن کے لئے شفاعت کرنا۔ وجوہ ضبط کے لئے
ان روایتوں میں اختلاف ہو گیا ہے کبھی کسی شے کی عظمت یا بُرائی ظاہر کرنے کو کوئی عدد لایا کرتے ہیں۔ ایسے موقع پر عدد کا اظہار
صرف مثالی طور پر ہوا کرتا ہے۔ اس کی نظیر یہ ہے کہ لوگ کہا کرتے ہیں فلاں شخص کی محبت میرے دل میں پہاڑ کی برابر ہے۔
یا فلاں شخص کا مرتبہ آسمان تک پہنچتا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے یہی معنی ہیں کہ جب مسلمان قبر میں منکر نکیر کو
ٹھیک جواب دیتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم پہلے ہی سے جانتے تھے کہ تو یہی جواب دیگا اور اُس وقت اُس مسلمان کی قبر بعرض
یا ستر گز تک پھیل جاتی ہے۔ یا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے حوض کی وسعت اتنی ہے جتنی مکہ اور بیت المقدس
میں وسعت ہے۔ یا آپ کا قول ہے کہ میرے حوض کی وسعت اس سے زیادہ ہے۔ جتنی شہر ایلہ سے عدن تک ہے ایسی
صورتوں میں کبھی کوئی مقدار بیان کیجاتی ہے کبھی کوئی مقدار لیکن اصلی غرض کے لحاظ سے اُن میں کوئی اختلاف نہیں ہوا کرتا +

تیسرا قاعدہ مقادیر کے اندازہ میں یہ ہے کہ کسی شے کی مقدار ایسی ظاہری معین کیجاوے۔ جس کو مخاطبین اس حکم کے نظائر میں
استعمال کیا کرتے ہیں۔ یہی مناسب ہے کہ اُس کو حکم کے مدار علیہ اور حکم کی حکمت سے مناسبت ہو۔ اسلئے درہموں کو اوقیوں
(ایک اوقیہ کے چالیس درہم ہوتے ہیں) اور خرما کا اندازہ وسقوں (ساٹھ صاع) سے کرنا مناسب ہے۔ ایسا حصہ بھی ذکر
نہ کرنا چاہئے۔ جن کو محاسب غور و خوض سے نکالیں۔ جیسے سترھواں۔ اُنیسواں حصہ۔ اسی اسلئے خدا تعالےٰ نے فرائض اور سہام
میں ایسی کسریں ذکر کی ہیں۔ جن کا نصف اور دوچند کرنا۔ اور اُن کا مخرج نکالنا نہایت آسان ہے۔ اِن سہام کے خدا تعالےٰ
نے دو حصے قرار دئے ہیں (۱) چھٹا۔ تہائی۔ دو تہائیاں (۲) اٹھواں۔ چوتھائی۔ نصف۔ اس میں بھی راز ہے۔ کہ
اِن میں قابل زیادہ کی فضیلت اور قابل کمی کا نقصان ظاہر نظر میں معلوم ہو جایا کرتا ہے۔ اور ادنےٰ و اعلےٰ پر مسائل کا نکالنا
آسان ہوا کرتا ہے۔ اِن مقادیر مذکورہ کے علاوہ اگر کسی اور مقدار مقرر کرنے کی ضرورت پڑے۔ تو یہی مناسب ہے کہ ایک
اور نصف کے درمیان دو تہائیوں سے اور چہارم و نصف کے بیچ میں ایک تہائی سے زیادہ تجاوز نہ کریں۔ اِس لئے کہ اور حصے
اِن دو نو حصوں کی نسبت زیادہ مخفی ہیں اور اگر کسی شے کثیر کا اندازہ کرنا مقصود ہو۔ تو یہی مناسب ہے کہ تین سے اندازہ کریں
اور اگر اس سے بھی زیادہ اُس کی کثرت بیان کرنی ہو۔ تو دس کے عدد سے اُسکا اظہار کریں۔ اور جب کوئی شے کم بھی ہو اور زیادہ
بھی۔ تو چھوٹا اور بڑا مرتبہ لیکر اُس کو نصف کر لیں۔ زکوٰۃ کے باب میں پانچواں اور دسواں اور بیسواں اور چالیسواں حصہ معتبر کیا
گیا ہے۔ اِس لئے کہ صدقہ زیادہ کرنے کا مدار آبادی کی وسعت اور منفعت کی کمی پر ہے اور تمام اہل ولایت کے پیشے اور مطالب

صرف چار رقموں ہی سے منتظم ہوا کرتے ہیں۔ ان میں یہ بھی مناسب تھا کہ دو دو مرتبوں میں فرق صاف طور پر مبین ہو جائے یعنی ایک
مرتبہ کا دوسرے مرتبہ سے دو چند ہونا معلوم ہو جائے۔ آئندہ اس کی تفصیل بیان کی جائیگی۔ جب دولتمندی کا اندازہ کیا جائے
تو ان امور کا لحاظ کرنا چاہئے جن کو عرفاً دولتمندی میں دخل ہے یا دولتمندی کے احکام و آثار کو دیکھنا چاہئے۔ اور شہرہا و قریہا
عرب و عجم کے مکلفین کے حالات سے ان امور کو اخذ کرنا چاہئے اور مالیت نہ ہونے کی صورت میں جو قدرتی طریقہ کے موافق ان کی
کیفیت ہوا کرتی ہے۔ اس کو خیال میں رکھنا چاہئے۔ اگر لوگوں کی عام حالت اور عادت پر اس کو مبنی نہ کریں گے۔ تو ان کے حالات
میں پریشانی ہو جائیگی۔ اسی واسطے بالیقین عرب کا ہی حال قابل اعتبار سمجھا گیا ہے جن کی زبان میں قرآن نازل ہوا ہے۔
اور ان کی ہی عادت کے موافق شرحوں کی قرارداد ہوئی ہے۔ اسی لحاظ سے شرع نے پانچ اونٹوں سے کمتر کا اندازہ
کیا ہے۔ اکثر آبادی کے حصوں میں ایک چھوٹے سے خاندان کو ایک سال بھر کے لیے یہ غذا کافی ہوا کرتی ہے۔ ہاں اگر
قحط سالی ہو یا شہر ہی بہت بڑے بڑے ہوں یا ایسے شہروں کے پر تنگ ہوں تو اس قدر رقم صرف کے لئے وفا نہ کریگی۔ اور
بکریوں کے چھوٹے ریوڑ کا اندازہ چالیس سے اور بڑے کا ایک سو بیس سے کیا گیا ہے۔ اور زیادہ کھیتی کا اندازہ پانچ وسقوں سے
کیا گیا ہے۔ ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوا کرتا ہے۔ اس سے اکثر چھوٹے سے خاندان میں ایک خاوند ہوگا اور ایک اس کی بیوی
اور تیسرا خادم ہوگا یا ان کا کوئی لڑکا۔ اور روزانہ خوراک ایک آدمی کی ایک مُد یا ایک رطل ہوگی۔ اور اس کے ساتھ سالن
وغیرہ کی بھی ضرورت ہوگی اور ایک سال کے لئے اتنی مقدار سے گذارہ ہی ہو سکتا ہے اور آب کثیر کا اندازہ قلتین سے کیا گیا ہے
اس قدر پانی کافی ہوا کرتا ہے اور معمولی ظروف میں اتنا پانی نہیں سکتا ہے۔ انہیں اندازوں پر دوسروں کو بھی قیاس کر لو۔ واللہ اعلم بالصواب

## باب ۶۳ - قضاء اور رخصت کے اسرار میں

جاننا چاہئے کہ سیاست کا مقتضا یہ ہے کہ جب کسی شئے کا حکم کیا جائے یا کسی شئے سے لوگ روکے جائیں اور مخاطبین کو اس
حکم کی ٹھیک طور پر غرض معلوم نہ ہو تو ضرور ہے اسی واسطے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اکثر اوامر و نواہی کے صراحۃً بیان کرنے
سے اکثر جگہ سکوت فرمایا ہے البتہ راسخین فی العلم کے لئے کسی قدر ان اسرار کو ذہن نشین کر دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حاملین دین یعنی
خلفاء راشدین و ائمہ دین کی توجہ مذہبی امور کے قائم کرنے کی طرف بہ نسبت ان کی ارواح قائم کرنے کے زیادہ تر رہتی
تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نماز کی حالت میں بحرین کے جزیہ کا شمار کرتا ہوں اور نماز کی حالت
میں ہی لشکر کا سامان کرتا ہوں۔ اسی لئے پہلے سے اور بعد میں مفتیوں کا یہی طریقہ چلا آیا ہے کہ فتویٰ دیتے وقت وہ مسئلہ کی دلیل کے بیان
کرنے کی طرف توجہ نہیں کرتے تھے۔ اور یہ بھی ضرور ہے کہ حکم یا مور کے اختیار کرنے کا نہایت اہتمام کیا جائے۔ اس کی ترک پر
لوگوں کو نہایت ملامت کریں۔ لوگوں کے دل تعمیل احکام کی جانب مائل اور راغب کئے جائیں اور ان کو شوق دلایا جائے تاکہ
حق باتوں کی خواہش ان کے ظاہر باطن کو ہر طرف سے احاطہ کر لے اس حالت کے بعد اگر احکام کی تعمیل سے کوئی ضروری مانع یا عذر
رکھے۔ تو ضرور ہے کہ کوئی ان کا بدل اور قائم مقام قرار دیا جائے اس لئے کہ ایسی ضرورتوں میں مکلف کی دو حالتیں ہو سکتی
ہیں۔ یا ہر شخص سے ایسے احکام کی تعمیل مشقت اور دقت سے کرائی جائے۔ یہ موضوع شرع کے خلاف ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے

یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر۔ خدا تمہارے لئے آسانی کا قصد کرتا ہے دقت اور دشواری تمہارے لئے نہیں چاہتا۔ یا اُن احکام کی تعمیل بالکل ترک کرا دی جاوے اُس وقت میں نفس اُن کی ترک کا عادی ہو جائیگا۔ اور مہمل چھوڑ دیا جائیگا نفس کی مشاقی ایسے ہی کرائی جاتی ہے جیسے کسی شتر چارپایہ کو مشق کرواتے ہیں۔ اُس میں امر مطلوب کی رغبت اور الفت غنیمت سمجھی جایا کرتی ہے۔ جو لوگ اپنے نفس کی ریاضت کرتے ہیں یا لڑکوں کو تعلیم دیتے ہیں یا چارپایوں کو مشق کرواتے ہیں وہ خوب سمجھتے ہیں کہ ہمیشگی سے الفت کیسی پیدا ہوتی ہے اور کام کرنے میں اُس سے کیسی آسانی حاصل ہوتی ہے۔ اور کام کے چھوڑ دینے سے الفت کیسی جاتی رہتی ہے اور نفس پر پھر اس کا کرنا کیسا گراں معلوم ہوا کرتا ہے اور جب یہ ہوتا ہے کہ دوبارہ ان میں کام کرنے کی تحریک پیدا ہو تو از سر نو ان میں الفت اور میلان پیدا کرنا پڑتا ہے۔ اس واسطے ضرور ہے کہ جب کسی کام کرنے کا وقت ہاتھ سے نکل جاوے تو اس کے لئے قضا مشروع ہو اور افعال کے لئے رخصتیں بھی منظور کیجائیں تاکہ آسانی اُس امر کی تعمیل ہونے اور قضا اور رخصتوں کے مقرر ہونے میں عمدہ شئے حدود کی تعیین ہے جس سے مکلفین کی حالت کی شناخت ہوتی ہے۔ اُس عمل کی غایت کے اجزا کا ہونا اس غایت کے حاصل کرنے میں ضروری ہے۔ بخوبی معلوم ہو سکتی ہے علاوہ حدود کے اس قضا اور رخصتوں کے خاص خاص اصول بھی ہیں جن کو ہمیں فی الجملہ خوب جانتے ہیں۔ (۱) قضا اور رخصت میں دو امر رکن اور شرط ہیں (۱) جو امر کسی شئے کی حقیقت میں داخل ہو یا اُس شئے کا کوئی امر لازمہ ہو کہ اس سے اصل کی غرض پر لحاظ کرنے سے بدون اس لازم کے وہ شئے معتبر نہ سمجھی جاوے یا ایسا امر ہو کہ جس سے تعظیم حاصل ہوتی ہے اور خصائل طہارت اور خشوع پر نفس کو متنبہ کرتا ہو جو امر اس قسم کے ہونگے۔ وہ اس قابل نہیں ہیں کہ ناگواری یا دقت کی حالت میں فرو گذاشت کئے جائیں۔ اس لئے کہ ایسے امور کی ترک کرنے سے عمل بالکل بے اثر ہو جایا کرتا ہے۔ (۲) وہ امور جو اوروں کی تکمیل کے لئے ہوا کئے ہیں۔ وہ اور معانی کے لئے واجب قرار دئے جایا کرتے ہیں۔ ان کی وجہ سے اصلی غرض بکمال صورت میں حاصل ہوا کرتی ہے یہ قسم اس قابل ہے کہ ضرورتوں اور ناگواریوں کی حالت میں اُس میں رخصت دیجا سکتی ہے۔ اسی قاعدہ کے موافق تاریکی وغیرہ کی حالت میں استقبال قبلہ کی جگہ صرف تحری پر کفایت کیجا سکتی ہے۔ اور جس کو کپڑا میسر نہ ہو۔ وہ ستر عورت کو ترک کر سکتا ہے۔ اور جس کو پانی نہ ملے وہ وضو کو ترک کرکے تیمم کر سکتا ہے اور جس کو سورۂ فاتحہ پڑھنے کی قدرت نہ ہو وہ کسی ذکر پر اکتفا کر سکتا ہے۔ جس کو قیام کی قدرت نہ ہو وہ بیٹھے بیٹھے یا لیٹے لیٹے نماز پڑھ سکتا ہے۔ جو رکوع یا سجدہ نہ کر سکتا ہو۔ اس کی نماز صرف سر جھکانے سے ہو سکتی ہے۔ (۲) قاعدہ یہ ہے کہ بدل میں کوئی ایسی شئے باقی رکھنی چاہئے جس سے اصل یاد آجاوے اور معلوم ہو جاوے کہ یہ اُس کا نائب اور بدل ہے اس سے رخصتوں کی تجویز کرنے سے جو غرض مطلوب ہے کہ پہلے عمل سے بھی الفت باقی رہے۔ وہ بھی حاصل ہوا کرتی ہے۔ اس صورت میں نفس کو پہلے عمل کا انتظار سا رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسح موزوں میں موزہ پہننے کے وقت طہارت مشروط ہے اور اس کی ایک مدت قرار دیگئی ہے جس سے مسح کا اختتام ہو جایا کرتا ہے۔ اور قبلہ میں تحری شرط ہے۔ (۳) قاعدہ یہ ہے کہ ہر ایک حرج کی صورت میں رخصت تجویز نہ کرنی چاہئے۔ اس لئے کہ حرج کے طریقے کثرت ہیں۔ اور اگر سب میں رخصت تجویز کیجاوے تو طاعت بالکل متروک ہو جاوے اور زیادہ تر اہتمام رخصتوں سے محنت اور سختی کی برداشت کرنا بالکل جاتا رہے۔ اور ایسی محنت برداشت کرنے سے معلوم ہوا کرتا ہے کہ شریعت کی پیروی کیجاتی ہے

اور نفس میں نیت طاعت ہے۔ اس واسطے مقتضائے حکمت یہ ہے کہ صرف انہیں چیزوں سے رخصتیں متعلق کیجائیں جو کثیر الوقوع ہیں۔ اور ان میں گرفتاری اکثر ہوا کرتی ہے۔ خاص وہ اُن لوگوں میں زیادہ پیش آیا کرتے ہیں جن کی زبان میں قرآن نازل ہوا ہے۔ اور اُن کی عادات کے موافق شریعتوں کا تقرر ہوا ہے۔ اور اس امر کا لحاظ ضرور رہنا چاہئے۔ کہ طاعت کا اثر بالخاصیت ہو۔ جہاں تک ممکن ہو۔ اسی واسطے سفر میں قصر مشروع ہے۔ پر مشقت پیشوں اور کاشتکاروں یا اور کاریگروں کے لئے قصر تجویز نہیں کیا گیا ہے۔ اور خوشحال اور غیر آزاد مسافر کی حالت ایک سی ہی کی گئی ہے۔ بعض قضا مثل معقول ہوا کرتی ہے۔ اور بعض مثل غیر معقول۔ اور چونکہ طاعت اس کا نام ہے کہ خداوندی حکم بدل سے اطاعت بجا لائے اور نفس میں خداوندی تعظیم جاگزین ہو۔ تو جس شخص کا عمل بلا قصد اور بدون عزیمت ہو۔ یا وہ شخص ایسا ہو کہ اس کا قصد کالعدم ہوا کرتا۔ اور کما ینبغی تعظیم [illegible] راسخ ہوا کرتی۔ تو ایسے شخص کو معذور رکھنا چاہئے اور اس کو زیادہ تنگی میں نہ ڈالنا چاہئے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے یہی معنی ہیں کہ سونے والے اور لڑکے اور مجنوں سے قلم اُٹھا لیا گیا ہے یعنی اس سے مواخذہ نہیں کیا جاتا ہے۔ رفع القلم عن ثلثة عن النائم والصبی والمعتوہ واللہ اعلم

## باب ۹۳۔ تدابیر کے قائم کرنے اور رسموں کی اصلاح میں

ہم نے پہلے سمجھا دیا ہے کہ تدابیر دوم و سوم حصے کے اصول پر آدمی مجبور کیا گیا ہے۔ انہیں اصول کی وجہ وہ اور باتیں پیدا ہوئی ہیں [illegible]۔ یہ بالکل محال ہے کہ لوگ ان تدابیر کو ترک کر دیں۔ لوگ ان تدابیر کے اکثر حصے کے پورا کرنے میں ایسے شخص کے محتاج ہوا کرتے ہیں جو انسانی ضرورتوں سے واقف ہو۔ ان تدابیر سے منتفع ہونے کا ڈھنگ اُس کو آتا ہو۔ مصالح کلیہ کا وہ لحاظ کرتا ہو۔ وہ حکیم ہو غور و فکر سے ان اصول کو مستنبط کرتا ہو۔ یا اسکے نفس میں پیدائشی طور پر قوۃ ملکی موجود ہو جس کی وجہ سے [illegible] عالم بالا کے علوم نازل ہونے کے لئے ہمیشہ طیار رہتا ہو۔ یہ طریقہ انکشاف کا ان دونوں طریقوں میں سے زیادہ کامل اور قابل اعتماد ہوا کرتا ہے ٭

رسوم باب تدابیر میں ایسی ہی ہوتی ہیں جیسے کہ دل بدن کے لئے لیکن رسموں میں ایسے لوگوں کی ریاست کی وجہ سے خرابیاں پیدا ہو جایا کرتی ہیں جن کو عقل کلی سے کچھ مس نہیں ہوا کرتا۔ اس لئے وہ سبعی یا شہوانی یا شیطانی اعمال کے خوگر ہو کر اور لوگوں میں انکو رواج دیتے ہیں اور اکثر لوگ اُن کے پیرو ہو جایا کرتے ہیں۔ اور اس کے علاوہ اور وجوہ سے بھی رسوم میں ابتری بڑھ جایا کرتی ہے۔ ان رخنوں کے روکنے کیلئے ایک زبردست آدمی کی ضرورت پڑا کرتی ہے۔ جو غیب سے موید ہو مصلحت کلی کو وہ دل سے مانتا ہو۔ ایسا شخص لوگوں کی رسومات کو ایسی ایسی تدابیر سے حق کی جانب مائل کر دیا کرتا ہے۔ جن کی طرف رہبری صرف انہیں لوگوں کو ہوا کرتی ہے۔ جو روح القدس سے موید ہوا کرتے ہیں۔ جب اس قدر معلوم ہو چکا تو اب سمجھنا چاہئے کہ انبیا کی بعثت اگرچہ اوّلاً اور بالذات عبادت کے طریقوں کی تعلیم دینے کے لئے ہوا کرتی ہے لیکن اب انہیں کے ساتھ ساتھ یہ ارادہ بھی شامل ہوا کرتا ہے۔ کہ خراب رسومات کی بیخ کنی ہو جائے اور تدابیر کے طریقوں پر لوگوں میں آمادگی پیدا ہو۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بعثت لمحق المعازف (میں دفوں اور راگوں کے معدوم کرنے کے لئے پیدا ہوا ہوں)۔ اور ارشاد فرمایا ہے بعثت لاتمم مکارم الاخلاق (میں بزرگ عادات کے کامل کرنے کے لئے پیدا ہوا ہوں) معلوم کرنا چاہئے۔ کہ

خدا کی مرضی اس میں نہیں ہے کہ تدابیر دوم و سوم متروک کر دی جائیں۔ انبیاء میں سے کسی نے بھی ایسا حکم نہیں دیا ہے۔ اِن لوگوں کا گمان بالکل بیہودہ ہے جو پہاڑوں کی طرف بھاگ جاتے ہیں۔ اور بُرائی بھلائی میں لوگوں سے بالکل میل جول ترک کر دیتے ہیں وحشیانہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن لوگوں کا رد کیا ہے جو دنیا سے کنارہ کشی کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہے ما بعثت بالرھبانیۃ وانما بعثت بالملۃ الحنیفۃ السمحۃ (میں رہبانیت سکھانے کے لئے مبعوث نہیں ہوا ہوں۔ بلکہ ایک مذہب سراپا راستی اور آسان کے ساتھ مبعوث ہوا ہوں) ہاں انبیا کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ تدابیر دوم میں اعتدال پیدا کر دیں۔ اور عیش و آرام میں زیادہ خوض کرنے والوں کی حالت سلاطین عجم کی سی نہ ہو جائے اور نہ یہ کہ لوگوں کی زندگی کوہستانی چوپایوں کے باشندوں کی سی ہو جائے جو وحشیوں سے ملتی جلتی ہے۔ اس موقع پر دو مخالف قیاس جمع ہو گئے ہیں (۱) یہ کہ آسودگی اور آرام سے بسر کرنا عمدہ بات ہے اُس سے مزاج درست ہو جاتا ہے۔ اخلاق میں راستبازی پیدا ہوتی ہے۔ اور وہ اوصاف لوگوں میں ظاہر ہوتے ہیں جن کی وجہ سے وہ اپنے تمام ابنائے جنس سے ممتاز ہیں۔ اور سوء تدبیر سے عبادت اور حاضری وغیرہ اوصاف پیدا ہوا کرتے ہیں (۲) یہ کہ آسودگی بری چیز ہے اس سے باہمی نزاع پیدا ہوتی ہیں مُنتیں گھگتنی پڑتی ہیں جانب غیب سے اُس کی وجہ سے اعراض ہو جایا کرتا ہے۔ اخروی تدابیر کو خوشحالی کی وجہ سے لوگ چھوڑ دیا کرتے ہیں۔ اسی واسطے پسندیدہ یہ ہے کہ تدابیر کو باقی رکھیں اور اُن کے ساتھ اذکار و آداب کو پیوند کر دیں اور عالم جبروت کی جانب متوجہ ہونے کے لئے فرصت کے متلاشی رہیں۔ اس باب میں تمام انبیا علیہم السلام نے جو خدا کی جانب سے لوگوں کے سامنے پیش کیا ہے وہ یہی ہے کہ اُن امور میں جو لوگوں کے استعمال میں ہیں بخوبی توجہ کی جائے۔ یہ دیکھا جائے کہ کھانے پینے لباس کے آداب۔ تعمیر۔ آرائش کے اسباب لوگوں میں کیا کیا ہیں۔ اُن میں نکاح کا طریقہ اور زن و شوہر کی سیرت کیا ہے۔ وہ باہمی خرید و فروخت کس وجہ سے کرتے ہیں۔ جرائم سے باز رکھنے کے لئے کیا کیا تعزیرات اُن میں مستعمل ہیں۔ مقدمات کا فیصلہ وہ کس طرح کرتے ہیں۔ وعلی ہذا دیگر امور کا بھی اندازہ کرنا چاہئے اگر یہ امور رائے کلی کے مناسب اور اُس پر منطبق ہوں تو اُن میں کسی قسم کی تبدیلی کرنا بے معنی ہے۔ بلکہ لوگوں کو ایسے امور پر اور زیادہ آمادہ کرنا چاہئے۔ اور اِن میں اُن کی درستی رائے ظاہر کر دینی چاہئے۔ اور جو جو مصلحتیں اُن میں مضمر ہیں وہ بتا دینی چاہئیں اور اگر وہ امور رائے کلی کے موافق نہ ہوں۔ اور اُن امور میں اس وجہ سے تبدیلی کی ضرورت پیش آئے۔ کہ اُن کے سبب سے ایک شخص دوسرے کا ایذا رساں ہو سکتا ہو یا دنیوی لذات میں اُن کی وجہ سے زیادہ انہماک ہو۔ یا مرتبہ احسان سے اُن کی وجہ سے اعراض ہوتا ہو۔ یا اُن سے بے غمی ایسی پیدا ہوتی ہو جن سے دنیوی یا اخروی وغیرہ مصلحتیں فوت ہوتی ہوں۔ تو اُن امور کی تبدیلی ایسی صورت میں کرنی چاہئے جو لوگوں کے مالوفات کے بالکل مخالف نہ ہو بلکہ ایسے نظائر میں اُنکو بدلنا چاہئے جو لوگوں میں شائع ہوں۔ یا اُن نظائر کی جانب اُن کو بدلیں جو ایسے صالحین کی روایت سے مشہور ہوں جنکی بھلائی پر لوگوں کی زبان پر شہادت ہوتی چلی آئی ہو۔ یہ تبدیل شدہ امور ایسے ہوں کہ اگر اُن کے سامنے وہ پیش کئے جائیں تو اُن کی عقلیں اُن امور کو دفع نہ کریں بلکہ اطمینان سے معلوم کر سکیں کہ یہ تبدیلی حق اور صحیح ہے ٭

وہ لوگ جن کا علم راسخ ہے اس امر سے بخوبی واقف ہیں کہ شرع نے ابواب نکاح طلاق معاملات زینت لباس حکومت حدود تقسیم میراث میں وہ امور قرار نہیں دیے ہیں جن سے لوگ محض ناواقف ہوں۔ اُن کے مکلف کرنے سے وہ تردد میں پڑ جائیں بلکہ

شرع نے اُن امور کی کجی کو درست کر دیا ہے اور مکدر حالت کو قوی کر دیا ہے اُس زمانہ کے لوگوں میں سود خواری کی کثرت ہو گئی تھی اُس
سے وہ روک دئے گئے۔ بہار آنے سے پیشتر پھلوں کو فروخت کر دیا کرتے تھے۔ اور جب پھلوں کو صدمہ پہنچتا تھا تو جھگڑے کیا کرتے
تھے۔ اِس واسطے اس بیع سے بھی روکے گئے۔ عبد المطلب کے زمانہ میں دیت کے لئے دس اونٹ معین تھے جب اُنہوں نے دیکھا
کہ لوگ قتل سے باز ہی نہیں آتے۔ تب بجائے دس کے سو کر دیے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی سو باقی رکھے قسامہ (قاتل کا
حال معلوم نہ ہو۔ تو قسم سے فیصلہ کیا جاوے) کی اولاً قرارداد ابو طالب کے حکم سے ہوئی تھی۔ سردار قوم کے لئے مال غنیمت میں چہارم حصہ
مقرر تھا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی جگہ ہر ایک غنیمت میں سے خمس مقرر فرمایا۔ کیقباد اور کیقباد کے بیٹے نوشیرواں نے
لوگوں پر خراج اور دہ یک مقرر کی تھی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی کے قریب قریب قرار دیا۔ بنی اسرائیل زانیوں کو
سنگسار کیا کرتے تھے۔ چوروں کے ہاتھ قطع کیا کرتے تھے۔ جان کے بدلہ میں جان لیا کرتے تھے۔ یہی احکام قرآن مجید میں بھی نازل ہوئے
ہیں۔ اس قسم کے احکام بکثرت ہیں تلاشی پر مخفی نہیں رہ سکتے بلکہ اگر کوئی فہیم ہو۔ اور احکام کے اطراف و جوانب پر اس کی نظر محیط ہو۔ تو اسکو
معلوم ہو سکتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام نے عبادات میں بھی وہی طریقے مقرر کئے ہیں۔ جو اُس زمانے کے لوگوں میں پائے جاتے تھے۔
انبیاء کے احکام یا بعینہ وہی ہوتے ہیں۔ جو لوگوں میں تھے یا اُن سے قریب قریب ہوتے ہیں۔ البتہ انبیا زمانہ جاہلیت کی تحریفات
کو نکال دیا کرتے ہیں۔ اور مبہم احکام کو اوقات و ارکان سے منضبط کر دیا کرتے ہیں اور جو احکام گم شدہ ہو گئے تھے اُنکو شائع کر دیا کرتے ہیں۔

معلوم کرنا چاہئے کہ جب عجم اور روم کے لوگ مدتہائے دراز سے سلطنت کے وارث ہوتے چلے آئے۔ اور دار آخرت کو بھول کر
دنیوی لذت میں فرو رفتہ ہو گئے۔ اور شیطان اُن پر غالب آ گیا۔ تو انہوں نے معیشت کے منافع میں بہت خوض کیا۔ انہیں امور کو
مایۂ ناز قرار دیا اطراف عالم سے حکماء کی اُن کے پاس آمد و رفت رہی۔ یہ لوگ معاش کے منافع کو اُن کے لئے مستنبط کرتے رہے اور
وہ ہمیشہ ان امور پر عملدرآمد کرتے رہے۔ ہر ایک شخص دوسرے پر ان امور میں سبقت کرنے اور فخر کرنے کا ساعی رہا۔ شدہ شدہ یہاں تک
نوبت پہنچ گئی کہ اگر اُن میں سے کسی رئیس کی پیٹی یا تاج کی قیمت ایک لاکھ درہم سے کم ہوتی تھی۔ تو اُس پر طعن و تشنیع کرتے تھے۔
اُن کی نظر میں بڑا عیب تھا کہ کسی رئیس کے پاس نہایت بلند ایوان۔ اور آبزن۔ حمام۔ باغات نہ ہوں۔ آرام کے لئے چارپائے
نہ ہوں یا خوبصورت غلام۔ کھانوں میں زیادہ وسعت۔ لباسوں میں تجمل نہ ہو۔ بہت سے ایسے ہی امور تھے۔ جن کے ذکر میں طول ہے
اور اپنے شہروں کے سلاطین کے حالات جو تم خود دیکھ رہے ہو۔ اُن کے ہوتے ہوئے اُن گذشتہ حالات کی کیا ضرورت ہے۔ بہرحال
یہ سب امور اُن کے اصول زندگی میں داخل ہو گئے تھے۔ اگر اُن کے دلوں کے ریزہ ریزہ کر دئے جاتے۔ یہ باتیں اُن سے نکلنے والی نہ تھیں
ایسی بے اعتدالیوں سے اعضائے شہر میں ایک نہایت سخت بیماری سرایت کر گئی تھی اور بڑی آفت برپا ہو گئی تھی۔ رعایا میں سے دہقانیوں
میں سے امیر و غریب کوئی ایسا شخص باقی نہ رہا تھا جس پر عیش و آرام اُن کے دست بگریباں نہ ہو گئے ہوں۔ اُن کو تھکا تھکا کر بے انتہا
مصائب و رنجشوں میں پھنسا دیا ہو۔ یہ عیش و آرام زیادہ تکالیف کے باعث اسلئے ہو گئے تھے کہ جب تک بہت سا مال صرف نہ کیا جائے
یہ لطف حاصل نہیں ہو سکتے۔ اور مال کی اتنی مقدار پیدا کرنے کے لئے ضرور ہے کہ کاشتکاروں۔ تاجروں اور اور پیشہ وروں پر
ٹیکس زیادہ کئے جائیں۔ وہ خوب تنگ کئے جائیں۔ اگر یہ لوگ ٹیکسوں کے ادا کرنے سے دست کشی کریں۔ تو حکام کو اُن سے لڑنا
پڑیگا۔ طرح طرح کی اُن کو تکالیف دینا ہو گی۔ اور اگر وہ لوگ اُن کے احکام کی تعمیل کرتے رہینگے تو حکام گدھے اور بیل کا سا اُن کا درجہ

کرو بنگے۔ جو آبپاشی جوتنے اور اناج کی کثائی میں استعمال کئے جاتے ہیں۔ صرف اپنی مطلب برآری کے لئے یہ چارپائے وغیرہ لئے جاتے ہیں ایک لحظہ محنت سے اُن کو فرصت نہیں ملا کرتی۔ امرا ایسی ہی گرفتار بلا ہو کر سعادت اخروی کی طرف سر اُٹھا کر بھی نہیں دیکھتے۔ اور اس مرتبہ کے قابل ہی نہیں رہتے۔ اور نیز اکثر بڑے بڑے ملک ایسے ہوا کرتے ہیں جن میں ایک شخص بھی ایسا نہیں ہوتا جس کو دین کا اہتمام اور خیال ہو۔ اور نیز یہ سب عیش کے سامان ایسے ہی لوگوں کے ذریعے سے حاصل ہوا کرتے ہیں جن کا پیشہ یہی ہوتا ہے کہ عیش کی چیزیں۔ لباس۔ عمارات وغیرہ کو درستی سے کرتے رہیں۔ ایسے لوگ پیشوں کے ان اصول سے پہلو تہی کرتے ہیں جن پر نظام عالم کا مدار ہے ان کے علاوہ اور عام لوگ جو بڑے لوگوں کی حضور میں رہتے ہیں۔ ان سب امور میں انہی کی نقل کرتے ہیں۔ ورنہ ان کو ان امرا کی خدمت میں باریابی نہ ہو۔ اُن کے دلوں میں اُن کی کچھ وقعت نہ رہے۔ اور نیز اکثر عام لوگ حکام پر بار ہو جاتے ہیں۔ اور وہ مختلف طریقوں سے متقاضی رہا کرتے ہیں۔ بعض دعوے کرتے ہیں کہ ہم غازی اور شہر کے منتظم ہیں ایسے لوگوں کی وہ روزینہ مقرر کرتے ہیں۔ لیکن اپنے فرائض ادا کرنے کا کچھ بھی قصد نہیں کرتے۔ صرف اپنے بزرگوں کے حالات ہی کے پیرو رہا کرتے ہیں۔ اور بعض شاعر ہوتے ہیں کہ شعرا ہیں۔ جن پر انعام اکرام کرنے کے سلاطین عادی ہوا کرتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ ہم درویش اور پارسا ہیں۔ سو شاہوں کو زیبا نہیں ہے کہ ان کے حالات کے پرساں نہ ہوں۔ اس واسطے یہ فرقے ایک دوسرے کی تنگدلی کے باعث ہوتے ہیں۔ اور ان کے ذرائع معاش اس پر موقوف ہوتی ہیں۔ کہ وہ سلاطین کی خدمت میں رہیں۔ ان سے نیازمندانہ پیش آئیں۔ متملقانہ ان کے ساتھ گفتگو کریں۔ اُن کی خوشامد کرتے رہیں۔ انہیں فنون میں اُن کی فکریں ڈوبی رہتی ہیں اسکی وجہ سے اُن کے اوقات غارت ہوتے جاتے ہیں جب اس قسم کے شغل زیادہ بڑھ جاتے ہیں تو انکے دلوں میں پوچ اور بیہودہ باتیں جاگزین ہو جاتی ہیں اور عمدہ اخلاق سے وہ اعراض کرتے رہتے ہیں ٭

اگر تم کو اس مرض کی واقعی حقیقت معلوم کرنی ہو۔ تو ان لوگوں کی حالت میں غور کر لو جن کو امور سلطنت سے تعلق نہیں ہے اور لذیذ کھانوں عمدہ لباسوں میں زیادہ انہماک ان کو ہوا کرتا ہے۔ ہر شخص ان میں سے خود مختارانہ زندگی بسر کرتا ہے۔ ان کو لباسوں کا بار ان پر نہیں ہوا کرتا۔ ایسے لوگوں کو مذہبی امور کے ادا کرنے کی مہلت ملتی ہے پھر انہیں لوگوں کی اس حالت کو خیال کرو کہ کیا اچھے ہاتھ میں نظام خلافت آ جائے رعایا کو وہ اپنا مطیع بنا کر ان پر اپنا قبضہ کر لیں ٭

جب ایسی مصیبت زیادہ بڑھ گئی تھی اور اس قسم کی بیماری بہت سخت ہو گئی تو اُس وقت خدا تعالےٰ اور ملائکہ مقربین نے اُن پر غصہ ظاہر فرمایا۔ خدا کی مرضی ہوئی کہ اس مادہ فساد کو بالکل قطع کر دی۔ اس واسطے اس نے اس غرض کے پورا کرنے کے لئے ایک نبی اُمی صلے اللہ علیہ وسلم کو مرسل کیا۔ جس کا عجم اور روم سے کسی قسم کا میل جول نہ ہوا تھا اُن کے رسوم کو اس نے بالکل اختیار نہ کیا تھا اس پیغمبر کو خدا تعالیٰ نے میزان قرار دیا جس کو اُن طریقوں کی پوری شناخت تھی۔ جو خدا کے نزدیک پسندیدہ اور ناپسندیدہ تھے۔ اُس نے عجمیوں کی رسموں کی مذمت بیان کی۔ اور دنیوی زندگی میں مطمئن مستغرق ہو جانے کی قباحتیں ظاہر کیں۔ اس پیغمبر کے دل میں خدا تعالےٰ نے القا فرمایا کہ لوگوں پر وہ امور حرام کر دیئے جس کے عجمی لوگ خوگر ہو گئے تھے۔ وہ امور ان میں رایج زندگی ہو گئے تھے مثلاً ریشم کا استعمال (قسی) ارغوانی لباس۔ سنہری اور روپہلی برتن سنہری زری لیس ایسے کپڑے جن میں تصویریں بنی ہوئی ہوں۔ مکانوں پر نقش و نگار کرنا وغیرہ خدا تعالےٰ نے مقدر کیا کہ اُس [illegible] کی دولت سے اُن کی دولتوں کا استیصال کرے اور اُس کی ریاست سے اُن کی ریاستوں کو نیست و نابود کر دے۔ اُس کے وجود سے کسریٰ ہلاک ہو گیا۔ اب اُس کے بعد کوئی کسریٰ نہ ہو گا۔ اور نیز اُسکے ذریعہ سے قیصر بھی

ہلاک ہو گیا۔ اب کوئی قیصر نہ ہو گا ۔

جاننا چاہئے کہ زمانہ جاہلیت میں ایسے ایسے مناقشے پیدا ہو گئے تھے جن سے لوگ تنگ آگئے تھے۔ اُن کا رفع ہونا جب ہی ممکن تھا کہ وہ بالکل اصل سے ہی اُڑا دیے جائیں جیسے مقتولوں کے بدلہ میں خون لینا۔ کوئی شخص کسی کو مار ڈالتا تھا تو مقتول کا ولی قاتل کے بھائی یا بیٹے کو قتل کرتا تھا۔ پھر اس مقتول کا ولی بھی قاتل کے بھائی یا بیٹے کو قتل کرتا تھا۔ اور یہی حالت جاری رہتی تھی اسکے رفع کرنے کے لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کل دم موضوع تحت قدمی ھذا واول دم اضعہ دم ربیعۃ (تمام خون میرے اس پاؤں کے نیچے باطل کر دئے گئے اور سب سے پہلا خون جسکو میں باطل کرتا ہوں ربیعہ کا ہے) اور جیسے میراثین بمیان قوم وارثوں کے متعلق مختلف طرح کے فیصلے ہوا کرتے تھے۔ اور اس زمانہ کے لوگ غصب سود خوری وغیرہ سے باز نہیں آتے تھے۔ اس لئے ایک مدت گذر نے کے بعد سب اپنی اپنی دلیلیں پیش کیا کرتے تھے۔ اس لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کل شیء ادرک الاسلام نقسم علی تقسیم القرآن (زمانہ اسلام میں ہر چیز کی تقسیم قرآن کے موافق ہوگی) وما قسم فی الجاھلیۃ اوما اسلام فی الجاھلیۃ وجمیں موجودہ فھو علی ما کان (یعنی اور جو شے زمانہ جاہلیت میں تقسیم ہو چکی یا وہ کسی شخص کے قبضہ میں آگئی تو وہ بدستور اپنے حال پر باقی رہیگی) اور مثلاً سود اس زمانہ میں کوئی شخص قرض دیا تھا اور کسی قدر اس پیشی کی شرط کر لیا کرتا تھا۔ اس کے بعد مدیون کو تنگ کرکے اصل اور شرط کو اصل بنا دیا تھا۔ اور اس پر اور بیشی کی شرط کیا کرتا تھا۔ اسی طرح بڑھتے بڑھتے اسقدر مال پہنچ جایا کرتا تھا۔ اس واسطے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سود کو باطل کرکے اصلی سرمایہ ادا کرنے کا حکم فرمایا کہ لوگ نہ اوروں پر ظلم کریں نہ اوروں کے مظلوم بنیں انکے علاوہ اور بہت سی خرابیاں تھیں اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا وجود باجود نہ ہوتا۔ تو لوگ اُن کو ترک کرنے والے نہ تھے ۔

جاننا چاہئے کہ بعض ترجیں اس واسطے مشروع ہوا کرتی ہیں کہ لوگوں کی دلی رنجشیں دور ہو جائیں۔ جیسے زمین کو پانی دینے میں ابتداء اُس جانب سے مشروع کیگئی ہے اسلئے کہ اکثر لوگوں میں اُس کے متعلق مناقشے ہوتے رہتے ہیں کہ پہلے کون پانی زمین کو دے اور شروع کرنے میں کوئی وجہ ترجیح اور اولویت کی قابل تسلیم نہیں ہوا کرتی تو دفع خصومت کے لئے اسی قسم کا کوئی طریقہ ہو سکتا ہے۔ اور جیسے امامت (جنازہ میں) مالک مکان کو ترجیح دیجاتی ہے۔ اور جب ایک گھوڑے پر دو شخص سوار ہونے کا قصد کریں تو دوسرے شخص پر مالک گھوڑے کو ترجیح ہے۔ وغیرہ ذالک واللہ اعلم ۔

## باب ۶۵ - اُن احکام کے بیان میں جن سے بعض بعض پیدا ہوتے ہیں

خدا تعالےٰ فرماتا ہے وما ارسلنا من قبلک الا رجالا نوحی الیھم فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون (ہم نے تجھ سے پہلے اُنہیں لوگوں کو پیغمبر کیا ہے جن پر وحی بھیجی ہے اب اگر نہ جانتے ہو۔ تو ذکر والوں سے دریافت کر لو) ہم نے تجھ پر قرآن اس واسطے نازل کیا ہے کہ تو لوگوں سے نازل شدہ باتیں بیان کر دے اور اُمید ہے کہ لوگ غور کریں ۔

جاننا چاہئے کہ خدا تعالےٰ نے اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اس واسطے مبعوث کیا ہے کہ لوگوں کو وہ عبادات جو بطریقہ بتاویں جو بذریعہ وحی آپ کو معلوم ہوئے ہیں تاکہ لوگ اُن کا عملدرآمد کریں اور نیز اس واسطے بھی کہا جاتا ہے کہ اُن ...

اُن کو اطلاع کریں۔ لوگ اُن گناہوں سے احتراز کریں۔ اور نیز پسندیدہ منافع کو بتائیں۔ اور لوگ اُن کا اتباع کریں۔ اسی بیان میں یہ بھی مندرج ہے۔ کہ وہ امور بھی بتائے جائیں جو وحی کے اقتضا یا ایما سے ثابت ہوں۔ یہی اصول ہیں جن سے احادیث کا بہت بڑا حصہ نکالا گیا ہے۔ ہم یہاں ان میں سے اہم امور کو بیان کرتے ہیں ÷

(۱) یہ کہ جب خدا کے طریقہ کی ایک خاص روش منظور ہوتی ہے مثلاً خدا تعالیٰ اسباب کو مرتب کر کے مسببات کو اُن سے پیدا کرتا ہے تاکہ وہ مصلحت حاصل ہوجائے جو خدا تعالیٰ کی حکمت کاملہ اور رحمت شاملہ سے مقصود ہے۔ تو اس انتظامی حالت کا مقتضا یہ ہے کہ خلقت الٰہی کو بدلدینا بُری بات ہوگی اور خرابی برپا کرنے کی کوشش ہوگی۔ اور ملاء اعلیٰ کو اس قسم کے امور سے نفرت پیدا ہوگی۔ مثلاً خدا تعالیٰ نے آدمی کی پیدائش ایسی کی ہے کہ اکثر اوقات وہ زمین میں کیڑوں کی طرح پیدا نہیں ہوتا۔ تو حکمت آلٰہی کا مقتضا یہی ہے کہ نوع انسانی باقی رہے۔ بلکہ بکثرت آدمی دنیا میں پھیلیں۔ اس لئے اُس نے تناسل اور توالد کے قوےٰ آدمی میں پیدا کئے۔ اور نسل کی رغبتیں اُس میں پیدا کردیں۔ اور خواہش نفسانی کو اُس پر غالب کردیا تاکہ اُس کی وجہ سے وہ کام پورا ہوجائے۔ جسکو اُسکی کامل حکمت نے ضروری قرار دیا ہے۔ جب خدا تعالےٰ نے اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اس بات پر مطلع کردیا۔ اور اصلی حالت آپ پر بالکل منکشف ہوگئی۔ اس واسطے مناسب ہوا۔ کہ آپ اُن امور کو منع کردیں جن سے قطع نسل ہوتی ہو۔ یا اُن سے وہ قوتیں معطل ہوجاتی ہوں جو نسل کی باعث ہوتی ہیں یا وہ قوتیں بے موقع امور کی جانب مائل ہوتی ہوں یہی وجہ ہے کہ خصی کرنے سے۔ لواطت سے نہایت سختی کے ساتھ منع کردیا۔ اور عزل (یعنی انزال کے وقت عورت سے علیحدہ ہوجانا تاکہ حمل نہ قرار پائے) کو مکروہ قرار دیا۔ جاننا چاہئے کہ لوگوں کا مزاج جب سلیم ہوا کرتا ہے۔ اور اُن کے مادہ میں احکام نوعی کے ظہور کی قوت ہوا کرتی ہے تو اُس کی ایک معین شکل اور صورت ہوا کرتی ہے۔ خد سب صاف ہوا کرتا ہے۔ جلد کھلی ہوئی ہوتی ہے۔ اور ایسے ہی سب امور ہوا کرتے ہیں۔ یہ امور لوگوں میں احکام نوعی کا مقتضا اور لازم ہیں۔ اور حیزِ عالی کی بھی خواہش ہے کہ نوع اور اُس کی صورتیں زمین پر باقی رہیں۔ اسی واسطے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اولاً کتوں کے مار ڈالنے کا حکم کیا تھا لیکن بعد میں منع فرمادیا اور ارشاد کیا انما امۃ من الامم (کتا بھی گروہوں میں سے ایک گروہ ہے) یعنی خداوند عالم کو نوع کا وجود مطلوب ہے زمین سے اُس کی صورتوں کا دور کرنا خدا تعالیٰ کو پسند نہیں ہے۔ اس قسم کی خواہش کا یہ اثر ہے کہ نوعی احکام تمام افراد نوع میں ظہور پذیر ہوں۔ اس واسطے اس خواہش کے خلاف کرنا اور اس مرضی کو رد کرنا نہایت قبیح اور مصلحت کلی کے بالکل خلاف ہے اسی قاعدہ سے اُن بدنی تصرفات کا حکم نکلتا ہے جو احکام نوعی کے اندازہ کے خلاف ہیں جیسے خصی کرنا۔ اگلے دانتوں کے بیچ میں بتکلیف کشادگی پیدا کرنا۔ عورتوں کے چہرہ سے بالوں کو چننا وعلی ہذا۔ باقی رہا آنکھوں میں سرمہ لگانا یا بالوں میں شانہ کرنا تو ایسے امور سے تو احکام نوعی کے ظہور کو اور مدد ملتی ہے۔ یہ سب امور اُن احکام کے موافق ہیں ÷

جب خداوند تعالےٰ نے تمام لوگوں کے لئے ایک شریعت قرار دی جس سے اُن کے تمام حالات منتظم ہوں۔ اُن کے احوال درست ہوں۔ اور عالم ملکوت میں اس شریعت کے رواج اور ظہور کا قصد اور شوق ہوا۔ اس لئے شریعت کی حالت بھی نوعی احکام کی سی ہوگئی۔ جیسے زمین پر نوع کی صورتیں پھیلنے کا قصد و شوق ہوا کرتا ہے۔ ایسے ہی اُس شریعت کا ہوا کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شریعت کے فروگذاشت کرنے میں سعی کرنا ملاء اعلیٰ کی ناخوشی کا باعث ہے اور بالکل اُنکی مقتضا کے خلاف ہے

اُن کی سطح ہمت سے بعید ہے۔ ایسے ہی منافع اور تدابیر بھی بمنزلہ امر طبعی کے ہو گئے ہیں جن پر لوگوں کے عام فرقوں نے عرب ہوں یا عجم۔ قریب ہوں یا دور اتفاق کر لیا ہے اسی وجہ سے جب خدا تعالیٰ نے قسموں اور سندوں۔ وستاویزوں کو شروع فرمایا جن سے اصلی حالات اور واقعات کا انکشاف ہوا کرتا ہے۔ تو اس سے یہ لازم ہو گیا۔ کہ جھوٹی گواہی اور جھوٹی قسم خدا کے نزدیک اور فرشتوں کی نظر میں ناخوشی کا باعث ہے۔

اور اُنہیں امور بالا میں سے یہ بھی ہے کہ جب خدا تعالیٰ بندہ بعد کسی کے اپنے پیغمبر کو کسی حکم شرعی کی اطلاع کرتا ہے اور اُس کی حکمت اور سبب بھی بتا دیا کرتا ہے۔ تو نبی کو اختیار رہتا ہے کہ اُس حکمت کو اخذ کر کے اُس کی کوئی علت قرار دے۔ اور اُس حکم کا مدار علیہ اس علت کو ٹھہرا دے۔ یہ نبی کا قیاس ہے۔ اور اُمت کے قیاس کے معنی یہ ہیں کہ وہ کسی حکم منصوص علیہ کی علت معلوم کر کے جہاں علت پائی جائے۔ وہاں اُس حکم کو بھی پہنچا دیتے ہیں۔ اسکی مثال یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے صبح شام اور سوتے وقت خاص خاص ذکر معین فرما دئیے ہیں جب خدا تعالیٰ نے آپ کو نماز کے مشروع ہونے کی حکمت پر اطلاع کی تو اُس سے آپ نے یہ اجتہاد کیا +

اُنہیں امور میں سے یہ بھی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی آیت سے سیاق کلام کی وجہ دریافت فرما لیتے تھے اگرچہ اور لوگوں کو اُس کلام کے وقت یا چند احتمالات کے ہونے سے وجہ معلوم ہو نہیں سکتی تھی۔ تو اپنے فہم کے موافق حکم قرار دیتے تھے۔ جیسے کہ خدا تعالیٰ کا قول ہے۔ ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ (کوہ صفا اور مروہ خدا کی نشانیوں میں سے ہے) اس آیت سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو مفہوم ہوا۔ کہ صفا کا مروہ سے پہلے ذکر کرنا اسی بیان کے لئے ہے کہ لوگوں کے لئے اسی طرح سعی کرنا مشروع ہے کہ پہلے صفا کی سعی کیجائے۔ پھر مروہ کی۔ اس قسم کی تقدیم کبھی سوال وغیرہ کی موافقت کے لئے ہوا کرتی ہے کبھی بیان مشروعیت کے لئے خدا تعالیٰ فرماتا ہے ابدأوا بما بدأ اللہ بہ (جس چیز سے خدا نے شروع کیا ہے اُسی سے تم بھی شروع کرو) اور ایسے ہی اجتہاد کی مثال یہ بھی ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ لا تسجدوا للشمس ولا للقمر واسجدوا للہ الذی خلقھن (آفتاب اور چاند کو سجدہ مت کرو۔ بلکہ اُن کے خالق کو سجدہ کرو) اور نیز خدا کا قول ہے فلما افل قال لا احب الافلین (جب چاند ڈوب گیا تو ابراہیم نے کہا میں ڈوبنے والوں کو پسند نہیں کرتا) ان دو آیتوں کے مضمون سے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ کسوف و خسوف کیحالت میں عبادت الٰہی کرنا مستحب ہے۔ اور آپ کو خدا کے اس قول وللہ المشرق والمغرب (خدا کے لئے ہے مشرق اور مغرب) سے معلوم ہوا۔ کہ استقبال قبلہ کی فرضیت عذر کیحالت میں ساقط ہو سکتی ہے اسی سے اُس شخص کا حکم مستنبط ہوا جس نے شب تاریک میں بے خبری سے نماز پڑھی اور سمت قبلہ اُس کو ٹھیک معلوم نہ ہوئی۔ اور قبلہ سے دوسری سمت کی طرف کھڑے ہو کر اُس نے نماز پڑھی اور اسی سے سواری کیحالت میں شہر کے باہر نماز نفل پڑھنے کا حکم معلوم ہو گیا +

اور اُنہیں امور سے ایک یہ بھی ہے کہ جب خدا کسی شخص کو لوگوں سے معاملہ کرنے کے لئے مقرر کرے تو مناسب ہے کہ لوگوں کو اُسکے احکام کی بجا آوری کا حکم دیا جائے۔ جب فاتحین کو حدود قائم کرنے کا حکم دیا گیا۔ تو مسلمانوں کو حکم دیا گیا۔ کہ اُن کی احکام کی تعمیل کیا کریں۔ اور جب مصدق کو زکوٰۃ لینے کا حکم دیا گیا۔ تو لوگوں کو یہ حکم کیا گیا کہ مصدق جب اُن کے پاس سے واپس آوے۔ تو ناخوش ہو کر نہ آئے۔ اور جب عورتوں کو حکم دیا۔ تو لوگوں کو مامور کیا کہ اپنی نگاہیں اُن سے نیچی رکھیں +

شے بھی جسکو عرفاً خرچ کرتے رہتے ہیں اور اُس سے ہمدردی کا اظہار کیا جا سکتا ہے۔ جیسے پانی اور ہیزم۔ اور چوری سے معلوم ہوا کرتا ہے کہ کوئی چیز مخفی طور پر لیلی گئی ہو۔ اس واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چوری کا اندازہ چوتھائی دینار یا تین درہموں سے فرمایا تا کہ حقیر اور ناچیز سے تمیز ہو جائے اور فرمایا کہ خیانت کرنے والے اور لوٹنے والے اور چھیننے والے کا ہاتھ قطع نہ کیا جاوے۔ اور فرمایا کہ اُس پھل میں بھی ہاتھ نہ کاٹنا چاہیئے۔ جو درخت پر لٹکتا ہو۔ اور نہ ایسی چیز میں جو پہاڑ میں محفوظ ہے۔ اِن میں اشارہ ہے۔ کہ سرقہ میں حفاظت شرط ہے ✦

اور مثلاً عیش پسندی نہایت درجہ کی ایسی حالت بھی نہایت خراب امر ہے لیکن وہ ٹھیک باقاعدہ نہیں ہے کہ اُسکے موقع ظاہری نشانات سے تمیز ہوں جنکی وجہ سے ہر ایک ادنے اور اعلے سے باز پرس کر سکیں اور اس میں کسی کو شبہ نہ رہے کہ اُنہیں امور میں عیش پسندی پائی جاتی ہے۔ اور یہ امر معلوم ہے کہ عجمیوں کی عادات عمدہ سواریوں بلند بلند ایوانوں۔ فاخرہ لباس قیمتی زیورات وغیرہ میں نہایت درجہ کی عیش پسندی تک پہنچ گئیں تھیں اور یہ بھی معلوم ہے کہ لوگوں کی حالت مختلف ہونے سے عیش پسندی کی بھی حالت یکساں نہیں ہوا کرتی۔ بعض لوگوں کے سامان عیش اوروں کی نظر میں تنگئے عیش ہوا کرتی ہے۔ اور بعض لوگوں کی نظر میں۔ جو شے جید ہوتی ہے۔ اوروں کی نظر میں وہی جید ناقص ہوا کرتی ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ منافع کا حصول جید سے بھی ہوتا ہے اور ردی سے بھی لیکن ردی شے کا استعمال کرنا عیش پسندی نہیں ہے اور بلا قصد جودت کسی جید شے سے منتفع ہونا یا اکثر اوقات میں کسی شخص کا جید اشیاء کا پابند ہونا عیش پسندی نہیں ہو سکتا! سو جبکہ شرع نے ہر صورت عیش پسندی کی خرابیاں بیان کیں اور اُن اشیاء کا خصوصیت کو ساتھ ذکر کر دیا۔ کہ جن سے لوگ صرف عیش و آرام ہی کے لئے منتفع ہوا کرتے ہیں۔ اور اُن سے عیش حاصل کرنے کی لوگوں میں عادت شائع ہو گئی ہے۔ اور شرع نے عجم اور روم کو گویا اُن اشیاء پر متفق پایا تھا۔ اِس واسطے شرع نے کمال عیش و آرام کے مواقع اُن امور کو قرار دیکر اُن کو حرام کر دیا۔ اور بطریق قدرت جن اشیاء سے نفع اُٹھایا جاتا ہے۔ یا اطراف ممالک میں اُن کی عادت ہے۔ اُن پر شارع نے کچھ التفات نہیں کیا۔ اسی لئے حریر۔ اور سونے۔ چاندی کے برتن انہیں محرم ابواب سے شمار کئے گئے ہیں اِس کے بعد نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے عیش و آرام کی حقیقت اسکو پایا کہ ہر ایک امور نافع سے جید شے پسند کیجاوے اور ردی سے اعراض کیا جاوے اور کامل عیش کا موقع اسکو پایا کہ ایک جنس کی اشیاء میں سے صرف جید ہی کو اختیار کریں۔ اور ردی کو بالکل ترک کر دیں۔ اور معاملات میں اس قسم کے معاملات کو بھی موجب عیش قرار دیا جنمیں ایک جنس کی اشیاء میں سے صرف جید ہی اختیار کیجائیں۔ اور ردی بالکل ترک کر دیجائیں۔ البتہ بعض بعض مادوں میں اس کا لحاظ نہ بھی کیا جاتا ہو لیکن قوانین شرع میں ایسے مادوں کا کچھ اعتبار و لحاظ نہیں ہے۔ اسواسطے شرع نے ایسے معاملات کو بھی حرام قرار دیا۔ ایسے معاملات بھی عیش پسندی کی صورت اور مثال تھے۔ اِن کی تحریم بھی بمقتضائے طبع ہے۔ مقتضائے طبیعت کے لحاظ سے عیش پسندی مکروہ امر ہے۔ اور جب اسی مقتضائے طبیعت کی وجہ سے اشیاء کے مواقع حرام ہیں تو اُن مواقع کی صورتیں اور مثالیں بھی بطریق اولیٰ حرام ہونگے۔ نقد کو نقد کے بدلہ میں اور کھانے کی چیز کو اُسی کی جنس کے بدلہ میں بڑھا کر فروخت کرنا اسی قاعدہ سے مستنبط ہو کر حرام کیا گیا ہے۔ لیکن کسی جید شے کا زیادہ قیمت سے فروخت کرنا حرام نہیں ہے۔ اسلئے کہ جب جنس ایک نہیں ہے تو زیادتی کے بدلہ میں اصل مبیع ہوگی نہ مبیع کا وصف۔ ایسے ہی ایک چھوکری کا دو چھوکریوں کے

بدلہ میں اور ایک کپڑے کا دو کپڑوں کے بدلہ میں بھی خریدنا حرام نہ ہوگا۔ اس لیئے کہ یہ اشیاء ذوات القیم میں سے ہیں اسواسطے قیمت کی زیادتی اُس شئے خاص کے خواص کے بدلہ میں قرار دیجائیگی اور یہ جودة بھی اُنہیں خواص میں مندرج ہو جائیگی اسلیئے باوی الرائے میں جودت کا کچھ اعتبار نہ رہیگا۔ ہماری ان تمہیدات سے اس کے متعلق بہت سے نکتے منکشف ہو سکتے ہیں مثلاً حیوان کے بدلہ حیوان کو خریدنا کیوں مکروہ ہے وغیرہ وغیرہ ذٰلک ✤

کبھی دو چیزیں باہم بھی مشابہ معلوم ہوتی ہیں۔ اُن دونوں میں تمیز امر کی وجہ سے تمیز ہوا کرتی ہے جنکو صرف نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور اُن کی امت میں راسخ العلم لوگ ہی سمجھ سکتے ہیں اسواسطے ضرورت پیش آتی ہے کہ اُن میں سے ہر ایک کی ظاہری علامت معلوم کیجائے اور نیکی اور گناہ کے لحاظ سے اُن باتوں کا کوئی معیار قرار دیا جائے اور اُن میں باہم علیحدگی احکام بتائے جائیں مثلاً نکاح اور زنا۔ نکاح اسلئے قرار دیا گیا ہے کہ اُس کے ذریعہ سے وہ مصلحت ٹھیک ہو جائے جس پر انتظامِ عالم کا مدار ہے کہ زن و شوہر میں باہم ہمدردی ہو نسل کی امید پیدا ہو نے تمدن کا حفظ ہو اور تمام امور پسندیدہ اور منجملہ مقاصد کے ہیں۔ اور زنا کی حقیقت یہ ہے کہ نفسانی شورش دور کیجائے اور خواہش نفسانی کا اتباع لیا جائے حیا کی پردہ دری کیجائے اُس سے نفس کو آزادی ہو اور مصلحت کلی اور نظم عالم سے لا پرواہی ہو اور یہ سب باتیں خوشی کے باعث اور ممنوعات سے ہیں۔ لیکن نکاح اور زنا، اکثر امور میں یکساں معلوم ہوتے ہیں۔ دونوں سے خواہش نفس دور ہوتی ہے طبیعت کی شورش جاتی رہتی ہے۔ دونوں میں عورتوں کی جانب میلان ہوا کرتا ہے۔ اسواسطے ضرورت ہوئی کہ ظاہری علامات سے ایک کو دوسری سے بالکل تمیز ہو جائے اور طلب و منع کا اُس پر مدار ہو۔ اسواسطے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے نکاح کی تعیین چند امور سے قرار دی (۱) یہ کہ نکاح عورتوں سے کیا جائے نہ مردوں سے۔ نسل کی امید صرف عورتوں سے ہو سکتی ہے (۲) یہ کہ اپنے قصد اور مشورہ اور اعلان سے ہو اسی لیئے گواہوں اور ولی کی موجودگی اور عورت کی رضامندی اُس میں شرط کیگئی ہے (۳) وہ دونو یہ قرار دیں کہ ایکدوسرے کے معاون رہینگے۔ اور یہ صورت اکثر اوقات جب ہی ہو سکتی ہے کہ عقد دائمی اور لازمی طور پر ہو۔ اُس کی کوئی میعاد معین نہ ہو اسواسطے نکاح پوشیدگی میں اور متعہ اور لواطت حرام قرار پائے ✤

اور اکثر کوئی نیک کام کسی دوسرے نیک کام کے مشابہ ہوا کرتا ہے جو دوسرے کام کے مقدمات میں سے ہوا کرتا ہے۔ اسواسطے ان دونو میں فرق کی ضرورت ہوا کرتی ہے جیسے قومہ اس لئے مشروع ہوا ہے کہ رکوع اور سرنگون ہونے میں جو سجدہ کے مقدمات میں سے ہے فرق ظاہر ہو جائے ✤

کبھی کوئی رکن یا شرط حقیقت میں مخفی امر اور افعال قلبی میں سے کوئی کام ہوا کرتا ہے۔ اسواسطے افعال بدنی میں سے کوئی فعل یا کوئی قول اس امر مخفی کے انضباط کے لئے علامت قرار دیا جاتا ہے جیسے نیت اور خدا کی حضور میں اخلاص کے ساتھ کوئی کام کرنا امرِ مخفی ہے اسلئے استقبالِ قبلہ اور نیت اُنکی علامت مقرر کر کے نماز میں اصلی شئے کر دیئے گئے ✤

جب نص میں کوئی لفظ مذکور ہو یا کوئی قسم حکم کے لئے مدار علیہ قرار دیجائے اور پھر اُس کے بعض مادوں میں کوئی شبہہ پیدا ہو جائے تو بھی مناسب یہی کہ اُس لفظ کے معنی معلوم کرنے یا کسی قسم کی تعریف جامع اور مانع کے معلوم کرنے میں اہل عرب کی عرفی حالت کیطرف رجوع کرنا چاہئے۔ جیسے روزہ کے متعلق نص میں ماہ رمضان وارد ہوا ہے لیکن ابر کے وقت اُس کی تعداد میں شبہ ہو جاتا ہے

اسلئے اسکا حکم وہی ہوگا جو عرب کے عرف میں تھا کہ شعبان کے تیس روز پورے کر لینے چاہئیے مہینہ کبھی تیس روز کا ہوتا ہے کبھی انتیس کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا قول ہے۔ انا امۃ امیۃ لا نکتب ولا نحسب الشھر کذا (ہم امی ہیں اس طرح پر مہینہ کو نہیں لکھتے اور نہ اس کا ایسا حساب کرتے ہیں)۔

ایسے ہی قصر میں قصر کا لفظ نص میں وارد ہوا ہے اور بعض حدود میں سفر کے معنی معلوم کرنے میں اشتباہ پیدا ہوتا ہے اسلئے صحابہ نے حکم کیا سفر جب ہوتا ہے کہ مکان سے ایسی جگہ جائیں کہ جہاں پورے ایک روز اور اس شب کے شروع حصہ میں پہنچ سکیں اسکی مسافت ایک روز اور دوسرے روز کا کچھ حصہ ہو اس طرح پر سفر کا اندازہ چار بردوں کے ساتھ کیا گیا ہے۔

جاننا چاہئے کہ جو حکم خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کیلئے ہو اور لوگوں کیلئے وہ حکم نہیں ہے اس وقت بعد اس حکم کا مدار اس شے کی حقیقت کو قرار دینا نہیں چاہئیے بلکہ مظنون کو قرار دینا چاہئے۔ امام طاؤس کا عصر کے بعد دو رکعتوں میں یہی قول ہے کہ ان کی ممانعت اسلئے کیگئی ہے لئلا یتخذ سلما۔ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم اصلی حقیقت سے واقف تھے آپ کی شان میں امر مظنون کا اعتبار نہیں کرنا چاہئے۔ دریافت حقیقت کے بعد گمان کا کیا احتمال ہے مثلاً چار بیبیوں سے زیادہ سے شادی کرنے میں احتمال تھا کہ بیبیوں کی معاشرت میں کوئی قباحت پیدا ہوجاے اور ان کے حقوق میں کسی قسم کی فروگذاشت ہو اور لوگوں کو اس کا شبہ ہو سکتا ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو خوب معلوم تھا۔ کہ ان کی معاشرہ میں کون سے امور پسندیدگی کے قابل ہیں اسلئے گمان کے موافق اس کے متعلق کوئی حکم نہیں ہو سکتے یا آنحضرت کا بعض امور کو اپنے لئے خاص تہذیب نفس کے علاوہ کسی قسم کی تحقیق اور باقی رکھنا مقصود ہوا کرتا ہے۔ جیسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بیع کے ساتھ کسی شرط کے لگانے سے منع فرمایا ہے۔ پھر آپنے ایک اونٹ حضرت جابرؓ سے اس شرط پر خرید فرمایا کہ مدینہ تک وہ ان کی سواری میں رہے۔ یا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے کسی امر کی تخصیص اسلئے ہوا کرتی ہے کہ اس کام کے قابل وہ شخص نہیں ہوا کرتا جس میں مادہ عصمت کا نہیں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کا روزہ دار کے بوسہ کے متعلق قول ہے ایکم یملک اربہ کما کان رسول اللہ صلے اللہ وسلم یملک اربہ (آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرح کون شخص خواہش نفس پر غالب ہے) یا وجہ تخصیص یہ ہوتی ہے کہ آپکا نفس قدسی کسی خاص نیک امر کا مقتضی ہوا کرتا ہے اسواسطے آپ پر اس کا کرنا واجب کر دیا جاتا ہے جیسے کہ کسی قوی آدمی کو زیادہ غذا کی رغبت ہوتی ہے۔ ایسے ہی نفوس عالیہ کو خدا کیجانب زیادہ توجہ کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ مثلاً نماز تہجد۔ نماز چاشت کی واللہ اعلم۔

## باب ۶۷۔ مذہبی آسانیوں کا بیان

خداتعالی فرماتا ہے۔ فبما رحمۃ من اللہ لنت لھم ولو کنت فظا غلیظ القلب لانفضوا من حولک (خدا کی رحمت کے ساتھ لوگوں سے نرمی کرو۔ اگر تم سخت دلی سے پیش آؤگے تو لوگ تمہارے پاس سے منتشر ہو جائینگے) اور خداتعالے فرماتا ہے۔ یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر (خدا تمہارے حق میں آسانی کا ارادہ کرتا ہے نہ دشواری کا) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت ابوموسی اشعری اور حضرت معاذ بن جبل کو یمن کیجانب روانہ کیا۔ تو ان سے فرمایا۔ یسرا ولا تعسرا وبشرا ولا تنفرا وتطاوعا ولا تختلفا (آسانیاں پیدا کرنا دشواریاں لوگوں کو خوش کرنا متنفر

اور باہم ہمیشہ موافق رہنا۔ اختلاف نہ کرنا) +

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے فانما بعثتم میسرین ولم تبعثوا معسرین (تم آسانیاں بڑھانے کو پیدا ہوئے ہو نہ دشواریاں پیدا کرنے کو) +

معلوم کرنا چاہئے کہ تیسیر کی چند صورتیں ہیں (۱) یہ کہ طاعت کیلئے کوئی ایسی چیز رکن یا شرط قرار نہ دیجاوے جس کا ادا کرنا لوگوں پر دشوار ہو۔ اسکی دلیل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے لولا ان اشق علی امتی لامرتھم بالسواک عند کل صلوٰۃ (اگر میں اُمت کے لوگوں پر دشوار نہ سمجھتا تو میں ہر نماز کے لئے مسواک کرنے کا حکم کرتا) +

(۲) بعض امور طاعت کو منجملہ رسوم کے قرار دینا چاہئے جن پر فخر و مباہات کی جایا کرتی ہے۔ ان امور کو ان امور میں داخل کرنا چاہئے جن کو لوگ اپنی نفسانی رغبتوں سے عمل میں لایا کرتے ہیں مثلاً عیدین جمعہ۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تاکہ یہودی جان لیں کہ ہمارے مذہب میں کیسی وسعت ہے۔ بڑے بڑے مجمعوں میں اپنے آپ کو مزین کرنا اور عز و مباہات کے کاموں میں ایک دوسرے سے سبقت کا طالب ہونا اور منافستہ کرنا لوگوں کا خاص طریقہ ہے +

(۳) یہ کہ طاعات میں وہ امور مسنون کرنے چاہئیں جو لوگوں کو بالطبع مرغوب ہوں تاکہ جس امر کی عقل خواہاں ہے طبیعت بھی اُسکی خواہاں رہے اور دونوں ہمتیں جمیع ہو کر ایک دوسرے کی معاون رہیں اسیوجہ سے مسجدوں کا پاکیزہ اور ستھرا رکھنا روز جمعہ کو غسل کرنا۔ اُس روز خوشبو لگانا مسنون ہے۔ اور قرآن کو خوش الحانی سے پڑھنا اور اذان کا خوش آوازی سے پڑھنا مستحب قرار دیا گیا ہے +

(۴) یہ کہ لوگوں کی طبیعتوں پر سے گرانی دور کیجاوے جس سے وہ بالطبع متنفر ہوں۔ وہ ناپسند سمجھی جاوے اسی لئے غلام اعرابی اور مجہول النسب کی امامت مکروہ خیال کیگئی ہے لوگ اس قسم کے لوگوں کی امامت سے دل گرفتہ ہوا کرتے ہیں +

(۵) بعض وہ امور بحال خود باقی رکھے جائیں جو اکثر لوگوں کی طبیعت کے موافق ہوں۔ یا اُن امور کے ترک کرنے سے اُن کو دل تنگی معلوم ہوتی ہو۔ جیسے سب سے زیادہ مستحق امامت کے لئے سلطان اور مالک خانہ قرار دیا گیا ہے۔ اور جو شخص نئی عورت سے شادی کرے تو اُس کے لئے اول سات روز یا تین روز خاص کرکے پھر اور بیبیوں میں اپنی نوبت کو تقسیم کرنے +

(۶) یہ کہ لوگوں میں یہ معمول قرار دیا جاوے کہ اُن کو علم و نصائح کی ہمیشہ تعلیم دیتا رہے نیکی کا حکم کرتا رہے اور ممنوعات سے روکتا رہے تاکہ لوگوں کے دلوں میں یہ امور بھر جائیں اور بلا دقت وہ نوامیس کے مطیع رہیں رسول صلے اللہ علیہ وسلم لوگوں کو ہمیشہ نصیحت فرماتے رہا کرتے تھے کہ کہیں اُن میں ناگواری اور سستی نہ پیدا ہو جائے +

(۷) یہ کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم بعض اُن امور کو عمل میں لاتے رہیں جن کا لوگوں کو حکم کرتے ہوں۔ یا انکے کرنے میں لوگوں کو مجاز کرتے ہوں تاکہ آپکے فعل پر لوگوں کا لحاظ رہے +

(۸) ہمیشہ خدا تعالی سے التجا کرتے رہیں کہ لوگوں میں تہذیب آجائے وہ کامل بنجائیں +

(۹) یہ کہ پیغمبر کے ذریعہ سے خدا کیجانب سے اطمینان اور تسکین نازل ہوتی رہے اور لوگ نبی کی حضوری میں ایسے ہو جائیں گویا اُن کے سر پر پرندے ہیں (مرد ـــ ۷) +

(۱۰) جو شخص حق سے سرتابی کرے اُس کو ذلیل اور محروم کردینا چاہئے۔ جیسے قاتل کو ورثہ نہیں ملتا۔ اور اکراہ کی صورت میں طلاق نافذ نہیں ہوتی۔ ایسی حالتوں میں جب زبردستی کرنے والوں کی غرض حاصل نہ ہوگی۔ تو وہ جبر اور اکراہ کرنے سے باز رہیں گے ✣

(۱۱) جن امور میں محنت اور مشقت ہو اُن کو آہستہ آہستہ شروع کرنا چاہئے۔ حضرت عائشہ رضہ کا اسی کے متعلق قول ہے۔ کہ قرآن میں اول وہ مفصل سورتیں نازل ہوئیں جن میں صرف جنت دوزخ کا ذکر تھا۔ اور جب اسلام پر لوگ ٹوٹنے لگے تو حلال اور حرام کے احکام نازل ہوئے۔ اگر شروع ہی سے لا تشربوا الخمر (شراب مت پیو) نازل ہوتا تو لوگ کہہ بیٹھتے کہ ہم شراب کو کبھی ترک نہ کرینگے۔ اور لا تزنوا (زنا مت کرو) نازل ہوتا تو لوگ کہتے کہ ہم زنا کو ترک نہ کرینگے ✣

(۱۲) پیغمبر حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو وہ فعل ترک کردینا چاہئے۔ جس سے لوگوں کے دلوں میں تشویش پیدا ہو فتنہ کے لحاظ سے بعض مستحب امور ترک کردینے چاہئیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضہ سے فرمایا لولا حدثان قومك بالكفر لنقضت الكعبة وبنيتها على اساس ابراهيم عليه السلام (اگر تیری قوم سے زمانہ کفر کا قریب ہوتا تو میں کعبہ کو منہدم کرکے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیاد پر تعمیر کرتا ✣

(۱۳) شارع نے مختلف نیکیوں وضو غسل۔ نماز۔ زکوٰۃ۔ روزہ حج وغیرہ کا حکم دیا۔ ان امور کو لوگوں کی رائے پر موقوف نہیں رکھا۔ سب کے لئے ارکان شرائط و آداب کو پوری طرح سے منضبط نہیں کیا۔ بلکہ اُن کی تکمیل کو لوگوں کی عقلوں پر چھوڑ دیا تاکہ وہ اپنی عقل سے اُن لفظوں کے معانی اپنی عادات کے موافق خود سمجھ لیں یہ تو مثلاً بیان کردیا لا صلوٰۃ الا بفاتحة الكتاب (بغیر سورہ فاتحہ کے نماز نہیں ہوتی) لیکن حرفوں کے مخارج کی تفصیل نہیں کی۔ جن پر سورہ فاتحہ کا ٹھیک طور پر پڑھنا موقوف ہے۔ اس سورہ کی تشدیدیں حرکات سکنات نہیں بیان کئے۔ اور نیز شارع نے یہ بیان کردیا کہ استقبال قبلہ نماز میں شرط ہے لیکن کوئی ایسا قاعدہ نہیں بتایا جس سے استقبال قبلہ معلوم ہوسکے اور یہ بیان کردیا کہ زکوٰۃ کا نصاب دو سو درہم ہیں۔ لیکن اس کا کچھ ذکر نہیں فرمایا کہ درہم کا کیا وزن ہوتا ہے۔ اور جب اس قسم کی کوئی بات آپ سے دریافت کی گئی تو انہیں امور سے جواب دیدیا۔ جو اُن کے خیال میں تھے۔ ماہ رمضان کے ہلال کی نسبت فرمایا کہ گرابر ہو تو ماہ شعبان کے تیس روز پورے کرلو۔ اور اُس پانی کی نسبت جو بیابان میں ہو درندے چارپائے وہاں آتے جاتے ہوں فرمایا۔ اذا بلغ الماء قلتين لم يحمل خبثا (جب پانی بقدر قلتین کے ہو تو ناپاک نہیں ہوتا۔ عرب میں ان امور کی اصل موجود تھی۔ پہلے ہم نے اس کو بیان کردیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب سب اشیاء کی حقیقتیں بیان کیجائینگی تو اُن میں ظہور وخفا اور عدم انضباط ویسا ہی ہوگا۔ تو پھر ان کے بیان کی ضرورت پڑے گی اور ایسے ہی ضرورت پڑتی جائیگی۔ اور اس سے براحج ہوگا۔ اور چونکہ ہر ایک امر کی تعیین میں کسی قدر دقت ہی ہوا کرتی ہے۔ جب بہت سے تعینات ہوجائینگے تو دقتیں بہت زیادہ ہوجائینگی۔ اور نیز شرع کے امور ادنےٰ اور اعلےٰ سب ہی ہوا کرتے ہیں۔ تو ان تفاصیل میں سب حدود و تعریفات کے محفوظ رکھنے میں زیادہ دقت ہوگی ✣

اور نیز اگر لوگ اُن امور کا زیادہ اہتمام کریں جن سے نیکیاں محدود کیجاتی ہیں تو وہ اُن نیکیوں کے فواید معلوم نہ کرینگے اور

کہا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ احکام کو قواعد کلیہ سے تعلق ہوا کرتا ہے صحابی کے سوال کا حاصل یہ ہے کہ نیکیوں سے تہذیب نفس ہوا کرتی ہے مثلاً تسبیح تہلیل تکبیر یا شہر کے انتظام میں اُن سے کوئی مصلحت قائم ہوا کرتی ہے۔ اور برائیوں میں ان دونوں کے خلاف امور ہوا کرتے ہیں۔ اور خواہش نفس میں طبیعت کی خواہش کی پیروی ہوتی ہے۔ اُس میں عادات سے زیادہ کوئی اور مصلحت نہیں ہوتی۔ صحابہ کا منشاء سوال اسی کو سمجھنا چاہئے۔ یا ایسا ہی کوئی اور امر خیال کر لینا چاہئے جس میں کسی امر کلی کا معلوم کرنا پڑے۔ اور اُس کی طرف سوال کے پھیرنے میں غرابت نہ ہو۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے جواب کا حاصل یہ ہے کہ اپنی بیوی سے مباشرت کرنے میں خاوند اور بیوی کی شرمگاہ محفوظ رہتی ہے اور اُس میں اِس سے نجات مل جاتی ہے۔ کہ بے موقع خواہش نفس پوری کی جاوے ✤

ترغیب اور ترہیب کے طریقے مختلف ہوا کرتے ہیں۔ اور ہر ایک طریقہ کا راز جدا ہوتا ہے۔ اُن میں بڑے بڑے طریقوں سے آگاہی کیجاتی ہے ✤

اُن طریقوں میں سے ایک یہ ہے کہ تہذیب نفس میں کسی کام کا جو اثر ہوتا ہے وہ بیان کر دیا جائے نفس کی نیات بد تو تول میں ایک قوت غالب ہوجاوے یا مغلوب اسی کو زبان شرع میں نیکیوں کا لکھا جانا اور برائیوں کا محو ہوجانا کہتے ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جو شخص لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک له له الملك وله الحمد وھو علٰی کل شیٍ قدیر۔ روزانہ ایک بار پڑھ لیا کرے تو یہ دس بردہ آزاد کرنے کے برابر ہے۔ اُس کی سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور سو برائیاں اُس سے محو کیجاتی ہیں۔ اور اُس روز شام تک وہ محفوظ رہتا ہے۔ ایسے شخص سے زیادہ کسی کا عمل عمدہ نہیں ہوتا مگر اُس شخص کا جو اس سے زیادہ عمل کرے۔ اس حدیث کا راز ہم پہلے بیان کر چکے ہیں ✤

اور انہیں طریقوں میں سے یہ ہے۔ کہ اُس عمل کا وہ انداز بیان کیا جاوے جسکی وجہ سے شیطان وغیرہ سے حفاظت ہوتی ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ شام تک شیطان سے حفاظت رہتی ہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بدکار لوگ اسکو نہیں کر سکتے۔ یا اُس عمل سے رزق میں زیادتی اور برکت کا ظہور ہوا کرتا ہے اس کا سبب یہ ہے کہ کوئی شخص خدا سے سلامتی کو طلب کرتا ہے اور یہ اُسکی درخواست قبولیت دعا کا سبب پڑتی ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خدا کی جانب سے فرمایا ہے ولئن استعاذني لاعيذنه ولئن سالني لاعطينه (اگر بندہ مجھ سے کسی امر سے پناہ چاہیگا میں اس کو پناہ دونگا۔ اور اگر کسی امر کی مجھ سے درخواست کریگا میں اُسکو پورا کرونگا) اور بعض اور حدیثوں میں وارد ہے کہ ذکر الٰہی میں غرق ہوجانے اور عالم جبروت کی طرف متوجہ ہونے اور ملکوت سے مدد طلب کرنے سے طالب اور مطلوب میں قطعی مناسبت ہوجایا کرتی ہے۔ اور مناسبت پر تاثیر کا مدار ہوا کرتا ہے۔ اور بعض احادیث میں وارد ہے کہ جبکی ایسی حالت ہوا کرتی ہے۔ تو ملائکہ اُس کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں۔ اِس کی وجہ سے منافع حاصل ہونے اور مضرت کے دفع ہونے کے اکثر ذرائع پیدا ہوتے رہتے ہیں ✤

موجبات ترغیب اور ترہیب یہ ہے کہ عالم معاد میں اعمال کا اثر بتایا جاوے۔ دو مقدموں سے اس کا اصلی راز معلوم ہوتا ہے۔ (۱) یہ کہ معاد میں کسی شے کو ثواب اور عذاب کا سبب قرار نہیں دے سکتے۔ جبتک کہ جزا کے دو سببوں میں سے کسی سبب کے

ساتھ کچھ نہ کچھ مناسبت نہ ہو۔ اُس کو یا اُن چاروں اخلاق میں سے کسی نہ کسی میں دخل ہو جنکے ہونے نہ ہونے پر سعادت اور تہذیب نفس کا
مدار ہے۔ وہ اخلاق یہ ہیں نظافت۔ رب العلمین کی حضور میں نیازمندی نفس کی سماحت و فیاضی۔ اسکی کوشش کرنا کہ لوگوں
میں عدل قائم ہو۔ یا اُن کو اُن امور کے اجرا میں دخل ہو جس پر ملاء اعلے کا اتفاق ہوا کرتا ہے کہ شرائع کو استحکام ہو۔ اور انبیاء
علیہم السلام کی امداد ہو۔ اور عمل اور سبب جزا میں مناسبت کے معنی یہ ہیں کہ اس عمل سے وہ سبب خود حاصل ہوتا ہو۔ یا
اُس کو عادۃً لازم ہو۔ یا اُس کے لئے ذریعہ ہو مثلاً اذان و اقامت کو اس طرح ادا کریں کہ کوئی نفسانی وسوسہ پیش نہ آئے۔ تو
اس سے ثبوت ہوتا ہے کہ اُسکے دل میں خدا کی جلال کی یاد اور مناجات کا اثر ہے اور بہیمیت کی پستی سے ایک قسم کی ترقی
اس میں مطلوب ہے اور ایسے ہی پورا پورا وضو کرنا پاکیزگی کا باعث ہے جس کا اثر نفس پر پڑتا ہے اور مال کثیر کا صرف کرنا جس
میں معمولی طور پر بخیلی بیجا بار گذرتی ہے یا کسی بے ظلم کو معاف کرنا اور خدا کے حقوق میں یا گوٹ کرنا نفس کی سماحت کی
دلیل اور اُس کو لازم ہے۔ اور ایسے ہی بھوکے کو کھانا کھلانا پیاسے کو پانی پلانا۔ قوموں میں آتش جنگ کے بجھانے میں کوشش
کرنا۔ اصلاح عالم کی دلیل اور ذریعہ ہے اور ہر سبب سے محبت رکھنا ذریعہ ہے کہ انہیں کی سی وضع اختیار کیجیے اور اسکی وجہ سے
ملت حنیفی کی پسندیدگی کا موقع ہو سکیگا۔ یہ مشابہت عادات عرب ہی موافق معین کی گئی ہے اِس پسندیدگی سے شریعت
مصطفوی کی عزت اور شان حاصل ہوتی ہے اور افطار میں بہ نسبت اختیار کرتے رہنا۔ اور مذاہب کے خیالات اور تحریف
کنارہ کشی کی دلیل ہے لوگوں کے اکثر فرقے مثلاً حکما۔ ارباب صناعت۔ اطبا وغیرہ اشیا کو موافق لو مدار علیہ احکام قرار
دیتے رہتے ہیں۔ اور خطیبوں محاورات میں عرب کی بھی یہی روش رہی ہے بعض بعض ایسی صورتیں ہم ذکر بھی کر چکے ہیں *
یا وہ عمل شاق۔ یا کم شدہ۔ یا طبیعت کی مخالف ہو۔ اُس پر وہی شخص اقدام کر سکے جس میں کامل اخلاص ہو اس لئے ایسا
عمل اخلاص ولی کا شارح ہوا کرتا ہے مثلاً آب زمزم سے سیرابی حاصل کرنا اور حضرت علی رضہ سے محبت رکھنا۔ اسلیے کہ
حضرت علی رضہ خدا کے احکام کی تعمیل میں نہایت سخت تھے اور انصار سے محبت رکھنا۔ خاندان معد او یمن کی قومیں باہم
ایک دوسرے سے متنفر تھیں اسلام نے اُن میں اُلفت پیدا کر دی تھی اس لئے اُن سے محبت کرنا دلیل ہے کہ اس میں اسلام
کی بشاشت سرایت کر گئی ہے۔ اور جیسے پہاڑ پر چڑھ کر دیکھنا اور اسلامی لشکروں کی نگرانی کرنا بتاتا ہے کہ کلمۃ اللہ کے اعلان
اور دین الٰہی میں اُسکی توجہ کامل ہے *

دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ جب کسی کی وفات ہو جاتی ہے اور اُس کو وہ نفسانی حالتیں پیش آتی ہیں جو نفس میں راسخ تھیں
خواہ وہ نفس کے موافق تھیں یا مخالف۔ تو اُس پر عنقریب ہی تکلیف و آرام کی صورتیں ظاہر ہونگی۔ اِن نفسانی حالات اور تکلیف و
آرام میں گو کہ کوئی عقلی مشابہت نہ ہو۔ لیکن یہ ملازمہ کی ایک دوسری قسم ہے جس سے نفس کے بعض امور کی بعض کی طرف
کشش ہوتی ہے۔ اور اسی طرح پر خواب میں بھی معانی خاص خاص صورتوں میں ظاہر ہوا کرتے ہیں۔ جیسے شرمگاہوں اور
مونہوں پر موذن کا مہر لگانا دلیل تھا۔ کہ وہ لوگوں کو مباشرت عورات اور کھانے وغیرہ سے باز رکھنا چاہتا ہے عالم مثال
میں خاص خاص مناسبتیں ہوا کرتی ہیں جن پر احکام کا دوران ہوا کرتا ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام جو دحیہ کلبی ہی کی صورت
میں آیا کرتے تھے وہ ایک خاص معنی کی وجہ سے تھا۔ اور خاص وجہ ہی کے سبب سے حضرت موسی علیہ السلام کے سامنے

آگ کا ظہور ہوا تھا۔ جو شخص اس مناسبت کو بخوبی سمجھتا ہے وہ جان سکتا ہے کہ جزائے اعمال کی کیا صورت ہوگی +

یہ حال نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اسی طریقے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص علم کو مخفی رکھتا ہے اور تعلیم سے اپنے آپ کو روکتا ہے حالانکہ تعلیم کی ضرورت ہوا کرتی ہے تو خدا تعالے آگ کی لگام سے اُسکو عذاب دیگا۔ یہ تشبیہ اسلئے دیگئی ہے کہ ایسے بخل سے نفس کو تکلیف ہوتی ہے اور بخل کا قالب اور صورت لگام کے مشابہ ہے۔ اور جو شخص مال سے زیادہ محبت کرتا ہے ہمیشہ اُس کا دل مال سے ہی متعلق رہتا ہے اُس کی گردن میں گنجے سانپ کا طوق ڈالا جائیگا۔ اور جو شخص دراہم۔ دنانیر۔ چارپایوں کی حفاظت میں سخت تکلیف برداشت کرتا ہے اور خدا کی راہ میں اُن کے خرچ میں بہت احتیاط کرتا ہے۔ اُسکو انہیں اشیاء کے ذریعے عذاب دیا جائیگا۔ جیسے تکلیف دینے کا طریقہ ملاء اعلے کی نظر میں مقرر ہے اور جو شخص لوہے کی چیز یا زہر وغیرہ سے اپنے آپ کو تکلیف دیتا ہے اور اس وجہ سے وہ خدا کے حکم کی مخالفت کرتا ہے تو انہیں صورتوں سے اُس کو عذاب دیا جائیگا۔ اور جو شخص محتاج کو کپڑے پہناتا ہے تو قیامت کے روز جنت کے سندس سے اس کے کپڑے بنائے جائینگے۔ اور جو شخص مسلمان کو آزاد کرتا ہے اور غلامی کی مصیبت سے جو اُسکو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے آزاد کردیگا۔ تو اُس غلام کے ہر ایک عضو کے بدلے میں اس مالک کا ہر ایک عضو دوزخ سے آزاد کیا جائیگا +

اور ایک صورت یہ بھی ہے کہ عمل کو اُس چیز سے مشابہت دیں جسکی خوبی یا بُرائی ذہنوں میں شرع یا عادت کی وجہ سے راسخ ہوجاتی ہے۔ اور اُس وقت میں ضرور ہے کہ ان دونوں امور میں کوئی جامع امر پایا جائے جو کسی ذاتی وجہ سے دونوں میں بالاشتراک پایا جائے۔ جیسے اُس شخص کو جو نماز صبح سے طلوع آفتاب تک انتظار کی حالت میں متکلفانہ بیٹھا رہے صاحب حج اور عمرہ کے ساتھ مشابہت دیگئی ہے۔ اور اُس شخص کی جو ہبہ کرکے کسی چیز کو واپس کرلے۔ اُس کتے کے ساتھ مشابہت دیگئی ہے جو قے کرکے پھر اُسکو کھا جائے۔ یا اُس عمل کو معذب لوگوں یا قابل نفرت لوگوں سے مشابہت دیگئی ہو۔ یا اُس عمل کے کرنے والے کے حق میں دعا یا بد دعا وارد ہوئی ہو۔ اِس تشبیہ سے اگر اُس عمل کے عمدہ یا قبیح ہونے کی وجہ کا لحاظ بھی کیا جائے۔ تاہم اُس سے اُس عمل کی اجمالی حالت معلوم ہوجایا کرتی ہے۔ جیسے شارع کا قول ہے۔ تلك صلوة المنافق (یہ منافق کی نماز ہے) اور جیسے ارشاد ہوا۔ ليس منا من فعل كذا (جو شخص ایسا کام کریگا وہ ہم سے نہیں ہے) یا فرمایا وهذا العمل عمل الشياطين او عمل الملائكة و يرحم الله امرأ فعل كذا وكذا (ایسا کام شیاطین یا فرشتوں کا سا ہے۔ اور جو شخص ایسا کام کریگا خدا اُس پر رحم کرے) اور اسی قسم کی اور عبادتوں کو قیاس کرلینا چاہئے +

اور ایک صورت یہ ہے کہ عمل کی حالت ہی ایسی ہو جس سے خدا تعالیٰ کی خوشی یا ناخوشی کا تعلق ہوا کرتا ہے اِس کی وجہ سے ملائکہ کی دعا یا بد دعا کا اُس سے تعلق ہوتا ہو۔ جیسے شارع کا قول ہے ان الله يحب كذا وكذا ويبغض كذا وكذا (خدا ایسے ایسے امور کو پسند کرتا ہے اور فلاں فلاں کو بُرا جانتا ہے) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ ان الله وملائكته يصلون على ميامن الصفوف (دائیں جانب کی صفوں پر خدا اور فرشتے رحمت بھیجتے ہیں) اس کا راز ہم پہلے بیان کرچکے ہیں +

# باب ۶۹ کمال مطلوب کے حاصل ہونے یا نہ ہونے کی وجہ سے اُمتِ محمدیہ کی طبقات اور درجات

اس باب کے متعلق اصلی حالات سورۂ واقعہ میں مذکور ہے۔ وکنتم ازواجا ثلثۃ فاصحب المیمنۃ ما اصحب المیمنۃ واصحب المشئمۃ ما اصحب المشئمۃ والسابقون السابقون اولئک المقربون۔ آخر سورۃ تک (تم تین تین جوڑے ہو۔ اصحاب المیمنۃ اور اصحاب الیمین کیا ہیں اور اصحاب المشئمۃ اور اصحاب المشئمۃ کیا ہیں اور جو لوگ سب پر سبقت لیجانے والے ہیں۔ وہی مقرب ہیں) اور خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ ثم اورثنا الذین اصطفینا من عبادنا فمنهم ظالم لنفسه ومنهم مقتصد ومنهم سابق بالخیرات باذن اللہ (پھر ہم نے اُن لوگوں کو وارث بنایا جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے برگزیدہ بنایا تھا پھر بعض لوگ اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہیں بعض میانہ رو بعض نیکیوں میں سب سے آگے بڑھنے والے خدا کے حکم سے) اس سے معلوم ہوا کہ ابتداءً سب سے اعلےٰ درجہ کے نفوس مفہمین کے ہیں (ہم نے اُن کا پہلے ذکر کیا ہے) اور مفہمین کے بعد اُن لوگوں کا درجہ ہے جن کا سابقین نام ہے۔ سابقین کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) قسم اصحاب اصطلاح بلندی ہیں۔ اِن کی استعداد بھی کمالات کے حاصل کرنے میں مفہمین کی سی ہی ہوا کرتی ہے لیکن اُن کی کمالیت اور سعادت مفہمین کے درجہ تک نہیں جا سکتی۔ اُن کی استعداد خفتہ آدمی کی مانند ہوتی ہے۔ ایک بیدار کرنے والے کی انکو ضرورت ہوا کرتی ہے۔ پیغمبروں کی خدمت اُن کو بیدار کر دیتی ہیں تو وہ اُن علوم کی جانب متوجہ ہوتے ہیں۔ جو مخفی مناسبت کی وجہ سے جو اُن کے باطن نفوس میں موجود ہوتی ہے۔ اُن کی استعداد کے مناسب ہوا کرتی ہیں۔ اسلئے وہ لوگ مجتہدین مذہب کے مرتبہ کے ہوتے ہیں۔ اُن کے الہامات کی حالت ہوتی ہے کہ وہ اجمالی اور کا الہام کو اخذ کر لیتے ہیں حظیرۃ القدس میں اُن کو ایک قسم کی استعداد شامل ہوا کرتی ہے۔ اکثر سابقین میں یہ امر مشترک ہوا کرتی ہے پیغمبروں نے اُس کو بیان کیا ہے۔ (۲) قسم اصحاب تجاذب اور علوی کی ہے۔ توفیق الٰہی سے وہ ایسی ریاضتیں اور توجہات میں مشغول رہتے ہیں۔ جو اُن کی طاقتِ بہیمی کو مغلوب کر دیتی ہیں۔ کمالِ عملی اور کمالِ علمی کے ذریعہ سے حقانی امور اُن کو حاصل ہوتے رہتے ہیں اپنے امور میں انکو پوری بصیرت ہوا کرتی ہے اس واسطے انکو خداوندی واقعات۔ راہنمائی اور اطلاع حاصل ہوتی رہتی ہے صوفیہ کرام کے طریقوں میں اکابر صوفیہ ایسے ہی ہوئے ہیں۔ تمام سابقین میں دو امر ضرور جمع ہوا کرتے ہیں (۱) وہ خدا کی جانب متوجہ ہونے اور بارگاہ خداوندی میں قربت پیدا کرنے میں نہایت درجہ اپنی طاقت صرف کرتے ہیں۔ (۲) اُن کی فطرۃ نہایت قوی ہوا کرتی ہے۔ خود ملکاتِ مقصودہ ہو بہو اُن کے سامنے متمثل ہوا کرتے ہیں۔ وہ اُن ملکات کے قالب اور تصویروں کو نہیں دیکھا کرتے۔ اُن کو اُن قالبوں کی ضرورت صرف اُن ملکات کی تشریح کیلئے ہوا کرتی ہے۔ وہ قوالب اُن ملکات کے لئے ذرائع ہوتے ہیں۔ سابقین میں سے ایک قسم مفردین کی ہے۔ یہ لوگ ہمیشہ عالمِ غیب کی طرف متوجہ رہتے ہیں ذکر الٰہی اُن کی تمام گرانیوں اور دقتوں کو دور کر دیا کرتا ہے دوسری قسم صدیقین کی ہے۔ یہ امورِ حقہ کا اسقدر اتباع کرتی ہیں کہ تمام لوگوں سے ان کو امتیاز ہوا کرتا ہے۔ تیسرے شہداء۔ یہ لوگ آدمیوں کی راہبری کے لئے معین ہوتے ہیں ملاءِ اعلےٰ کیطرح کافروں پر لعنت کرتے ہیں اور ایمان والوں سے خوش ہوتے ہیں نیک امور کی ہدایت کرتے ہیں اور بُرے کاموں سے روکتے رہتے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے

ذریعہ سے اسلام کو غالب کرتے رہتے ہیں جب روز قیامت ہوگا۔ تو یہی کافروں سے خصومت کرنے کو مستعد ہونگے اور اُن کے کفر کی شہادت دینگے۔ یہ لوگ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت میں بمنزلہ اعضا کی ہوا کرتے ہیں تاکہ جو بعثت سے مقصود ہے وہ اُن کے ذریعہ سے تکمیل کو پہنچ جائے۔ اسی وجہ سے اُن کو اوروں سے افضل جانتا۔ اُن کی عزت و توقیر کرنا ضرور ہے۔ اور ایک قسم راسخین فی العلم کی۔ ان میں ذکاوت اور ہوشمندی کامل ہوتی ہے۔ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے سراپا علم و حکمت کی باتیں سنتے ہیں تو سنتے سنتے اُن میں یہ استعداد پیدا ہو جاتی ہے اور کتاب الٰہی کے ٹھیک ٹھیک معانی سمجھنے میں وہ استعداد اُن کے باطن کی مدد کرتی رہتی ہے۔ اسی کی طرف حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اشارہ فرمایا ہے۔ او فھما اعطیہ رجل مسلم (یا استنباط قرآنی کی طاقت جو مسلمان آدمی کو دیجاتی ہے) اور ایک قسم عباد کی ہے۔ یہ لوگ عبادت کے فواید کو برملا دیکھتے ہیں اُنکے نفوس عبادت کے انوار سے منور ہو جاتے ہیں۔ اُن کے دلوں میں ایسا فہم حاصل ہو جاتا ہے جس سے وہ عبادت الٰہی نہایت بصیرت اور خوش ضمیری سے کیا کرتے ہیں اور ایک درجہ سابقین میں سے زہاد کا ہے اِن کو عالم معاد اور وہاں کے لذائذ کا کامل یقین ہوا کرتا ہے اُن لذائذ کے مقابلہ میں انکو دنیوی لذت نہایت حقیر معلوم ہوتی ہے۔ لوگ اُن کی نظر میں ایسے معلوم ہوتے ہیں جیسے اونٹ کی مینگنیاں۔ اور نیز سابقین میں سے بعض لوگ انبیا کی جانشینی کے قابل ہوا کرتے ہیں وہ صفت عدالت کے ساتھ موصوف ہو کر ہمیشہ خدا تعالی کی عبادت کرتے ہیں اس صفت عدالت کو احکام الٰہیہ میں صرف کرتے رہتے ہیں اور بعض لوگوں میں حسن خلق کی صفت ہوا کرتی ہے ان میں فیاضی تواضع ظاہر کر دیا لوگوں کو معافی کر دو وصف نیکے ہیں اور ایک فرقہ سابقین میں سے ہے۔ ان لوگوں کا تمیز فرشتوں کو سے مشابہ ہوتے ہیں۔ اُن کو فرشتوں سے اختلاط رہتا ہے۔ جیسے حدیث میں ہے کہ بعض بعض صحابہ پر فرشتے سلام کیا کرتے تھے۔ اِن سابقین کے فرقوں میں سے ہر ایک فرقہ میں ایک تو جبلی اور فطری استعداد ہوتی جو اپنے کمال کی خود متلاشی رہتی ہے۔ اور انبیا کی طلاعوں سے اُن میں بیداری پیدا ہوتی رہتی ہے۔ اور ایک استعداد کسبی ہوتی ہے۔ جو اپنا کمال حاصل کرنے کو شرائع کو قبول کرتی رہتی ہے منجملہ ان کے جو لوگ ہدایت کے لئے مبعوث نہیں ہوا کرتے وہ بھی شرائع میں سابقین میں سے شمار کئے جاتے ہیں +

سابقین کے بعد اُس جماعت کا درجہ ہے جن کا اصحاب الیمین نام ہے۔ اصحاب الیمین کی بھی چند قسمیں ہیں۔ ایک قسم اُن لوگوں کی ہے جنکے قلوب سابقین کے درجہ سے بہت قریب ہیں انکو جبلی امور کی تکمیل کرنے کا موقع نہیں ملتا اس لئے وہ اعمال کی ارواح چھوڑ کر صرف اعمال کی صورتوں پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔ لیکن اُن ارواح سے اُن کو بالکل بیگانگی نہیں ہوتی۔ اور ایک قسم اصحاب جذب کی ہے اِن کے نفوس میں قوت ملکی ضعیف ہوا کرتی ہے۔ اور بہیمی قوت غالب اور قوی ہوتی ہے اس لئے سخت سخت ریاضتوں کی انکو توفیق ہوتی ہے۔ اس سے وہ علوم اُن کو حاصل ہو جاتے ہیں جو ملاء سافل کے لئے ہو سکتے ہیں۔ کبھی اِن لوگوں کی بہیمی قوت بھی ضعیف ہوا کرتی ہے۔ اس وقت اُن میں ذکر الٰہی ایک ولولہ پیدا کرتا ہے۔ اور اُن پر جزئی جزئی الہامات اور جزئی عبادت اور طہارت کا ترشح ہوتا ہے۔ اور ایک قسم ارباب اصطلاح کی ہے۔ انکی ملکی قوت نہایت ہی ضعیف ہوا کرتی ہے۔ اِن لوگوں کی بہیمی طاقت اگر قوی ہوتی ہے تو سخت سخت ریاضتوں کا وہ اہتمام کرتے ہیں۔ اور اگر قوت بہیمی ضعیف ہوتی ہے تو ہمیشہ وظائف کے پابند رہتے ہیں۔ اِن تمام محنتوں سے اُن کو کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اور کسی قسم کا انکشاف اُن کو نہیں ہوا کرتا۔ البتہ اعمال اور وہ صورتیں جو عمدہ ملکات کے لئے لباس اور تصویر ہوتی ہیں۔ اُن کے نفوس میں راسخ ہو جاتی ہیں۔ اکثر لوگوں کے اعمال میں کامل اخلاص اور طبیعت

و عادت کے میلانوں سے بالکل آزادی اور علیحدگی ہوا کرتی ہے۔ وہ نیک کام کرتے ہیں لیکن طبیعت کی رغبت اور ثواب کی اُمید اُنکی نیت میں شامل ہوا کرتی ہے۔ وہ نماز اس لئے پڑھتے ہیں کہ اُن کے خاندان میں نماز کا طریقہ جاری ہوا آتا ہے۔ اور ثواب کی اُمید بھی انکو رہتی ہے۔ زنا اور شراب خواری میں کسی قدر اُنکو خدا کا خوف ہوتا ہے۔ اور کچھ لوگوں کا۔ اسلئے وہ اِن سے اجتناب کرتے ہیں۔ یا یہ لوگ اپنی مرغوبات کے حاصل کرنے کے قابل نہیں ہوتے۔ اور لہو و دل لگی کی باتوں میں مال صرف نہیں کر سکتے۔ تو ایسے لوگوں سے اس قسم کے اعمال اُسی صورت میں قابل قبول ہوتے ہیں۔ کہ خالص اخلاص کی صفت کی وجہ سے ان کے دلوں کو تاب نہ ہو۔ ورنہ نفس اعمال اُن کے نفوس سے سرزد ہوتے ہیں۔ نہ یہ وہ صرف کام کر لیتے ہیں۔ جن میں ملکات کی کسی قدر تشریح ہوا کرتی ہے پیشتر زمانہ کی حکمت میں مندرج تھا کہ بعض صورت میں حیا نیک مرہے۔ اور بعض صورت میں حیا عاجزی اور ضعف سے ہوا کرتی ہے لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ الحیاء خیر کلہ (حیا سب صورتوں میں عمدہ ہی چیز ہے) اس حدیث میں ہماری مذکورہ بالا تقریر پر تنبیہ کی گئی ہے +

اکثر لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ اُن پر بعض بعض وقتوں میں قوت ملکی کی بجلی چمک جاتی ہے۔ خود اُن کا ملکہ راسخ نہیں ہوا کرتا۔ لیکن وہ ایسے بھلے اور بالکل ناواقف بھی نہیں ہوتے۔ ایسے لوگ وہ ہوتے ہیں جو خدا سے توبہ و استغفار کرتے رہتے ہیں۔ برائیوں پر اپنے نفسوں کو ملامت کرتے ہیں۔ یا تنہائی میں خدا کی عبادت کرتے ہیں۔ اور اُن کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ یا ضعف خواہش کے سبب اُن کے دلوں میں برائی جم نہیں سکتی۔ اُن کا دل پرندوں کا سا ہوتا ہے۔ یا اُن کے مزاج میں کوئی شئے قوت کی محلل عارض ہو جاتی ہے جیسے کسی کو شکم کی بیماری ہو۔ یا مصیبتوں میں گرفتار ہو۔ ایسے لوگوں کی خطاؤں کو اُن کی مصیبتیں دور کر دیا کرتی ہیں۔ اور حاصل یہ ہے کہ اصحابِ یمین کو سابقین کے خصائل میں سے ایک تو حاصل ہوتی ہے لیکن ایک دو ہی حاصل نہیں ہوتی +

اصحاب یمین کے بعد اُن لوگوں کا درجہ ہے جن کا نام اصحاب الاعراف ہے۔ ان کی بھی دو قسمیں ہیں ایک قسم کے وہ لوگ ہوتے ہیں جنکے مزاج صحیح اُن کی فطرت صاف و پاکیزہ ہوتی ہے لیکن اُن کو دعوۃ اسلام کی کچھ خبر نہیں ہوا کرتی۔ اور اگر کسی قدر ہوتی بھی ہے۔ تو نہ اتنی کہ الزام حجت کے قابل ہو۔ یا اس سے اُن کے دلوں کا شبہ دور ہو سکے۔ اس واسطے ان لوگوں کو دنی ملکات اور مہلک اعمال میں انہماک نہیں ہوا کرتا۔ اور نہ بارگاہ خداوندی کی جانب کسی قسم کی توجہ اُن کو ہوتی ہے۔ اُنکی اکثری حالت یہ ہوتی ہے کہ تدابیر دنیوی میں مستغرق رہتے ہیں۔ مرنے کے بعد ایک گونہ حالت کی طرف وہ رجوع کرتے ہیں۔ جبتک کہ اُنکی بہیمی حالت بالکل ریزہ ریزہ نہیں ہو جاتی۔ وہ نہ ثواب کی حالت میں ہوتے ہیں نہ عذاب کی۔ البتہ بہیمیت کے آثار محو ہونے کے بعد ملکی طاقت کی درخشاں بجلیوں میں سے بعض بعض اُن پر چمکتی ہیں۔ اور دوسری قسم ایسے لوگوں کی وہ ہے۔ کہ اُن میں عقلی مادہ کم ہو۔ جیسے اکثر لڑکے دیوانے۔ کاشتکار۔ غلام۔ وغیرہ وغیرہ +

بعض لوگ محض بے معنی ہوتے ہیں اگر رسوم کی پابندی اُن میں نہ ہو۔ تو وہ خود محض بے عقل رہجاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے حق میں مسلمان ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے جتنا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کالی لونڈی کے لئے کافی سمجھا تھا۔ اُس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا۔ خدا کہاں ہے (این اللہ) اُس نے آسمان کیجانب اشارہ کیا۔ ایسے لوگوں سے

صرف یہی مقصود ہوتا ہے کہ کلمہ کی تفریق نہ ہو اور سب مسلمانوں کے ہمشکل رہیں +

جو لوگ رزیل عادات میں منہمک رہتے ہیں اور بارگاہ خداوندی کی جانب نامناسب طریقہ سے اُن میں میلان ہوتا ہے تو یہ لوگ اصحاب جاہلیت ہوتے ہیں اور مختلف صورتوں سے اُن کو عذاب دیا جاتا ہے +

اصحاب اعراف کے بعد منافقین کا درجہ ہے - ان کا نفاق عملی ہوتا ہے - اِن منافقین کو کامل سعادت حاصل نہیں ہوا کرتی جس سے کمال مطلوب ٹھیک طور پر حاصل ہو اسکی وجہ یہ ہوتی ہے کہ طبیعت کا پردہ ان پر پڑا ہوتا ہے - رزیل ملکہ میں وہ از خود رفتہ ہوتے ہیں - کھانے - عورتوں - کینہ وغیرہ میں وہ محو ہوتے ہیں - اُن کے اُن رزائل پر عبادت کا کچھ اثر نہیں ہوتا - یا اُن لوگوں پر رسم کا پردہ غالب ہوتا ہے - اس وجہ سے رسوم جاہلیت یا بھائی بندیوں یا دوستوں کے ترک کرنے کی جرأت نہیں ہوتی - یا اُن پر سوء معرفت اور کج فہمی کا پردہ پڑا ہوتا ہے جیسے خدا کے ساتھ اوروں کو تشبیہ دینے والے یا اعانت اور استعانت میں خدا کے ساتھ اوروں کو شریک کرنے والے خدا کی حضوری میں شرک خفی کرنے والے جو کہ اہل ہیں کہ اس قسم کا شرک مبغوض نہیں ہے - یہ شرک اُن صورتوں میں ہوتا ہے جبکہ مذہب میں پوری تصریح نہیں ہوتی - اور بخوبی پردہ اُن پر سے اُٹھایا نہیں جاتا اور بعض لوگ ضعیف المزاج اور نحیف ہوا کرتے ہیں انکو خدا اور رسول سے محبت بھی ہوتا ہم وہ معاصی سے باز نہیں آتے اُس شخص کا قصہ ایسا ہی ہے جو شراب خور تھا اور خدا رسول سے اُس کو محبت بھی تھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُسکی شہادت دی ہے +

اور ایک جماعت فاسقین کی ہے - اِن لوگوں میں رزیل عادات کی نسبت زیادہ اعمال بد غلبہ ہوا کرتا ہے فاسقین میں سے بعض لوگوں میں بہیمی قوت زیادہ ہوتی ہے درندوں اور بہائم کی خواہشوں میں وہ منہمک ہوا کرتے ہیں اور بعضوں کے مزاج فاسد ہو کر اُن کی بیہودہ ہوتی ہیں - وہ بمنزلہ اُس بیمار کے ہوتے ہیں جسکو مٹی اور جلی ہوئی روٹی کھانے کی عادت ہو جاتی ہے - ان سے شیطانی امور سرزد ہوتے رہتے ہیں +

فاسقین کے بعد درجہ کفار کا ہے یہ لوگ سرکش اور متمرد ہوتے ہیں اُنکی عقلیں کامل ہوتی ہیں اور احکام الٰہی کی تبلیغ بھی اُنکو کیجاتی ہے تاہم وہ لوگ لا الٰہ الا اللہ کہنے سے انکار کرتے ہیں - یا اُن مقاصد کی مخالفت کرتے ہیں جو انبیاء کو احکام پھیلانے میں خدا تعالےٰ کو منظور رہیں اسلیئے وہ خداوندی راستہ سے باز رہتے ہیں اور دنیوی زندگی پر قناعت کرتے ہیں دنیا کے مابعد زندگی کی کچھ پرواہ نہیں کرتے - ایسے لوگ ابدی لعنت کے قابل ہیں وہ ہمیشہ مقید رہینگے - انہیں ہی سے اہل جاہلیت ہیں اور منافق بھی ان میں ہی شامل ہے جو صرف زبان سے ایمان کا اظہار کرتا ہے اور اُس کے دل میں کفر خالص باقی رہتا ہے واللہ اعلم +

## باب - اس بیان میں کہ ایک ایسے مذہب کی ضرورت ہوا کرتی ہے جو اور مذاہب کا ناسخ ہو +

جتنے مذاہب روئے زمین پر موجود ہیں سب کی چھان بین کرو - ابواب سابق میں ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے اُسکے خلاف نہ ہوگا کوئی مذہب ایسا نہ ہوگا جس میں بانی مذہب کی صداقت کا اعتقاد اور اُس کی تعظیم دل میں نہ ہو - اُس کی نسبت سب کا یہی اعتقاد ہوتا ہے - کہ وہ بڑا کامل اور بے نظیر ہوتا ہے - اس اعتقاد کی وجہ یہی ہوتی ہے کہ عبادات میں لوگ اس کے استقلال کو دیکھتے ہیں خلاف معمول امور اُس سے ظاہر ہوتے ہیں اُسکی دعائیں مقبول ہوتی ہیں اور ایسے ہی مذہب میں ایک حصہ حدود اور شرائع اور

تعزیرات کا ہوتا ہے جنکے بدون مذہب کا انتظام نہیں ہو سکتا۔ ان کے بعد مذکورہ بالا امور میں آسانیاں بھی ہوتی ہیں ؂

ہر ایک قوم کا ایک طریقہ اور خاص شریعت ہوتی ہے جسمیں وہ اپنے بزرگوں کے عادات کا اتباع کرتے ہیں اپنی آمد و رفت اور حاملین مذہب کی روش کو پسند کرتے ہیں اسلئے اُس مذہب کی بنیادیں نہایت مستحکم ہو جاتی ہیں حتٰے کہ اُس مذہب کے پیرو اُس کے اپنی پشت و پناہ ہو جاتے ہیں اُسکی حمایت میں جنگ زبانی کرتے ہیں اپنی جانوں اور مالوں کو اُسپر قربان کرتے ہیں یہ جانبازیاں نہایت مضبوط تدابیر اور سنجیدہ مصلحتوں کی وجہ سے ہوا کرتی ہیں۔ عام لوگ انکے نتائج کو نہیں سمجھ سکتے ؂

اور جب ہر ایک فرقہ کا مذہب علیحدہ قرار پا جاتا ہے اُنکے طریقے متعین ہو جاتے ہیں وہ زبان سے سنان سے وہ اُن کے حامی بنتے ہیں اور اُن میں اسی وجہ سے ایک ناراستی اور بے اعتدالی پیدا ہو جاتی ہے کہ جو شخص سب کو قائم رکھنے کے قابل نہیں ہوتا۔ وہ اُس کا سربراہ کار رہ جاتا ہے یا نئے نئے طریقے [illegible] خلط ملط ہو جاتے ہیں یا حاملین دین اشاعت مذہب میں سست ہو جاتے ہیں۔ تو ان اسباب سے وہ لوگ مذہب کے اکثر حصے اور مناسب حصے کو چھوڑ بیٹھتے ہیں فلم یبق [illegible] منہ [illegible] رسم کے نشانات ہی نشانات ہیں جو اُس کا کچھ حال نہیں بتاتے۔ اس وقت میں ہر ایک مذہب والا اپنے مخالف مذہب کو برا بھلا کہتا ہے۔ اُس کا انکار کرتے ہیں اُس سے قتل و قتال کرتے ہیں تب ایک ایسے کامل رہنما اور امام کی ضرورت ہوتی ہے جو تمام مذاہب سے ایسا ہی معاملہ کرے جیسا کہ چرو بادشاہوں سے خلیفہ معاملہ کرتا ہے۔ اسکے متعلق تمام مذاہب کے خلط ملط ہونیکا قصہ دیکھو جسکو کتاب کلیلہ دمنہ کے مترجم نے ذکر کیا ہے۔ مترجم نے قصد کیا تھا کہ ٹھیک بات کا اندازہ کرے۔ لیکن کچھ تھوڑا سا وہ اندازہ کر سکا۔ ایسا ہی مورخین نے زمانہ جاہلیت کے حالات اور اُن کے مذاہب کی ابتری بیان کی ہے ؂

اُس امام کو جو تمام فرقوں کو ایک مذہب پر جمع کرنا چاہتا ہے علاوہ اصول امامت مذکورہ کے اور اصول کی بھی ضرورت پڑتی ہے۔ (۱) یہ کہ وہ ایک جماعت کو پسندیدہ طریقہ کی طرف دعوت کرے۔ اُن کے نفوس کا تزکیہ کرے اُن کی حالت کو درست بنائے۔ پھر اُن کو اپنے اعضاء بنائے۔ اُن کو اپنے ساتھ لیکر تمام لوگوں سے جنگ کرے اور اُن کی طاقتوں کو آفاق عالم میں متفرق کردے۔ خداتعالیٰ فرماتا ہے "تم بہترین اُمت ہو۔ جو لوگوں کی تکمیل کے لئے پیدا کئے گئے کنتم خیر امۃ اخرجت للناس۔ اس لئے کہ وہ خود تنہا بے تعداد فرقوں سے جہاد نہیں کر سکتا ہے اس واسطے ضرورت ہے کہ اُس کی شریعت کا مادہ وہی ہو۔ جو تمام معتدل اقالیم کے باشندوں کے لئے بمنزلہ قدرتی طریقہ کے ہے پھر امام کو اُن علوم و تدابیر پر نظر کرنی چاہئے جو اُسکی قوم میں رائج ہوں۔ اوروں کی نسبت اپنی قوم کی مراعات حالات زیادہ کرنی چاہئے۔ جب اس قوم کی شریعت مقرر ہو جائے۔ تو تمام لوگوں کو اُسکی پیروی پر آمادہ کرے۔ اس کا موقع نہیں ہوا کرتا۔ کہ ہر ایک قوم کی حالت اُسی کو مفوض کر دیجائے یا ہر ایک زمانہ کے اماموں پر اُسکو چھوڑ دیں۔ اس سے شریعت مقررہ بے سود ہو جاتی ہے۔ اور یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ امام ہر ایک قوم کے علوم کا اندازہ کرکے ہر ایک کے لئے جدا شریعت قرار دے۔ سب کے عادات اور اُن کے تمام ذاتی امور کا احاطہ کرنا۔ حالانکہ اُن کے شہر اور مذاہب مختلف ہوتے ہیں ناممکن کے درجہ میں ہے۔ اور جب ایک شریعت کے نقل کرنے میں تمام ناقلین کو عاجزی پیش آتی ہے تو مختلف شرائع کی نسبت تم کیا خیال کر سکتے ہو۔ اور نیز اکثر یہ بھی ہوا کرتا ہے کہ مدت دراز کے بعد دو فرقے مطیع ہوا کرتے ہیں جسکی لئے نبی کی عمر وفا نہیں کیا کرتی۔ موجودہ شرائع میں ہی دیکھ لو [illegible] اور مسلمانوں میں سے

اولاً معدودے چند ہی ایمان لائے تھے۔ پھر اُن کو غلبہ حاصل ہو گیا تھا۔ تو اس سے زیادہ عمدہ اور آسان طریقہ نہیں ہے کہ شعائر حدود اور تدابیر میں اپنی ہی قوم کا لحاظ کرے جنکی طرف وہ مبعوث ہوا ہے۔ اور آیندہ فرقوں کے لئے بھی یہ امور رعایت تنگی نہ ہوں اُنپر اُسکو نظر ترحم چاہئے۔ اگلے لوگ تو اپنی دلی شہادت اور اپنے عادات کی رہنمائی سے اُس شریعت کو اختیار کرتے ہیں۔ اور پچھلے لوگ اُس مذہب کے ائمہ اور خلفا کی سیرتوں کو مرغوب جانکر اتباع کیا کرتے ہیں۔ ہر زمانہ میں قدیماً و حدیثاً یہ ایک قوم کا رہی شیوہ ہو گیا ہے +

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اکثر عمدہ ملک جن میں معتدل مزاجوں کی تولید ہوتی ہے وہ بجز دو شہنشاہوں کے تحت میں تھے (۱) کسرے کہ عراق یمن خراسان و ایران کی متصل ملک اُس کے زیر حکومت تھے۔ اور ماورالنہر اور ہند کے بادشاہ بھی اُسکے محکوم اور باجگذار تھے۔ ہر سال وہ کسرے کو خراج بھیجتے تھے۔ (۲) قیصر شام و روم ان کے اطراف شاہان مصر و مغرب و افریقہ سب اُسکے زیر فرمان اور باجگذار تھے اسی وجہ سے ان دونو شہنشاہوں کی طاقت کو متزلزل کردینا۔ اور ان کے ممالک پر قبضہ کرلینا گویا تمام روے زمین پر قبضہ کرلینا تھا۔ ان سلاطین کے عادات کا اثر جو آرام و آسائش سے متعلق تھیں تمام اُنکے ماتحت شہروں میں پھیل گیا تھا اس لئے ان عادات کو تبدیل کرنا۔ اُن کو ایسے حرکات سے باز رکھنا گویا تمام ملک کے لئے تنبیہ تھی۔ حضرت عمر رضی نے جب عجم کی لڑائیوں میں ہرمزان سے مشورہ لیا تھا۔ تو کسیقدر اس حالت کا اُس نے ذکر کیا تھا +

ان کے علاوہ اطراف میں جو اعتدال مزاجی سے دور تھے مصلحت کلی میں قابل لحاظ و اعتبار نہ تھی۔ اسی وجہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تک ترک و حبش نے تم کو اپنے حال پر چھوڑ رکھا ہے تم بھی اُنکو اپنے حال پر رکھو اترکوا الترک ما ترکوکم ودعوا الحبشۃ ما ودعوکم +

حاصل یہ ہے کہ جب خداوند عالم نے ارادہ کیا کہ مذہب کی کجی کو دور کرے اور لوگوں کی اصلاح کے لئے ایک ایسا فرقہ پیدا کرے جو لوگوں کو نیکیوں پر مامور کریں اور برائیوں سے روکیں اور لوگوں کی خراب رسموں کو بدلدالیں تو ایسا انتظام اس پر موقوف تھا کہ ان دونو دولتوں کا زوال ہو جائے۔ اسکی آسانی کے لئے ضرور تھا کہ ان سلطنتوں کی حالت سے تعرض کیا جائے۔ ان ہی کی حالتیں تمام عمدہ ملکوں میں سرایت کر گئیں تھیں۔ یا سرایت کرنے کے قریب تھیں اسواسطے حضرت خداوندی نے مقدر کیا کہ یہ دونو طاقتیں تباہ ہو جائیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسرے ہلاک ہو گیا۔ اب کوئی کسرے اُس کے بعد نہ ہوگا۔ اور قیصر ہلاک ہو گیا۔ اب کوئی قیصر اُس کے بعد نہ ہوگا۔ ھلک کسرٰی فلا کسرٰی بعدہ وھلک قیصر فلا قیصر بعدہ اور خدا تعالیٰ نے مقدر کیا کہ تمام دنیا کی بیہودگی کو بذریعہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم او صحابہ کرام کے عرب کی بیہودگی دور کرنے سے دور کرے اور بذریعہ عرب کے ان دونو سلطنتوں کی بیہودگی کو رفع کرے اور پھر ان کے ذریعہ سے تمام عالم کو دروغ اور ناراستی سے صاف و پاک کرے +

ایسے امام کا قاعدہ یہ بھی ہے کہ مذہبی تعلیم کے ساتھ ساتھ خلافت عامہ کا بھی اہتمام اور انتظام کرتا ہے خلفا انھیں لوگونکو مقرر کرے جو اُس کے ہموطن اور خاندان کے ہوں جن کا نشوونما انہیں عادات اور طریقوں پر ہوا ہے۔ اصل اور نقل میں بڑا فرق ہوا کرتا ہے۔ لیس التکحل فی العینین کالکحل۔ ایسے لوگوں میں خاندانی حمیت اور غیرت کے ساتھ مذہبی حمیت بھی

ہوا کرتی ہے۔ انکی شان اور رتبہ کی بلندی صاحبِ مذہب کی بلندیٔ درجہ کا باعث ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے امام خاندان قریش سے ہونے چاہئیں۔ الائمۃ من قریش۔ امام ہمیشہ خلفاء کو دین کے قائم کرنے اور شائع کرنے کی
ہدایت کرتا ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ تم دین پر جب تک ہی باقی رہو گے کہ تمہارے لئے امام تمہارے ساتھ
ٹھیک رہینگے۔ بقاءکم علیہ ما استقامت بکم ائمتکم ۔

امام کا یہ فرض بھی ہونا چاہئے کہ دین اپنے مذہب کو سب مذاہب پر غالب کرے۔ کسی شخص کو ایسا نہ چھوڑے جس پر دین غالب نہ ہو جائے
خواہ انہیں کسی کی عزت ہو یا ذلت۔ اس وقت میں تین درجہ کے لوگ ہو جائینگے۔ (۱) وہ فرقہ جو ظاہرًا اور باطنًا مذہب کا مطیع ہوگا
(۲) جو مجبورًا ظاہر میں اسکی اطاعت کریگا اس سے مخالفت کرسکتا ہی نہیں (۳) کافر خوار و ذلیل اس سے وہ امام ذلیل ذلیل کام
لیگا۔ اور جیسے چارپائے کھیتی اور جوتنے کے کام میں آتے ہیں ایسے ہی کھیت کاٹنے اناج نکالنے اور دستکاریوں کے
اس سے کام لئے جائینگے۔ اور ذلیل کر کر اس سے جزیہ وصول کیا جائیگا ۔

اور مذاہب پر دین کے غلبہ کے چند اسباب ہوا کرتے ہیں۔ (۱) تمام مذہب کے شعاروں پر اپنے مذہب کے شعار کا اعلان اور
شاعت کرے۔ مذہبی شعار ایسے ظاہر ہوا کرتا ہے کہ جس کی وجہ سے یہ مذہب اور مذاہب سے ممتاز ہوا کرتا ہے۔ مثلاً ختنہ۔
مسجدوں کی تعظیم اذان جمعہ جماعت۔ (۲) یہ کہ لوگوں کو ممانعت کردے کہ اور مذاہب کے شعاروں کو ظاہر نہ کریں۔ برملا انکا
استعمال نہ کریں (۳) قصاص اور دیتوں میں نکاحوں میں ریاستوں کے انتظام میں۔ کافروں کو مسلمانوں کی ہمسر نہیں کرنا
چاہئے تاکہ یہ امور انکو ان امور پر مجبور کریں۔ (۴) یہ کہ لوگوں کو نیکی اور بدی کے اعمال ظاہری کی تکلیف دے سخت پابندی انکی
کرائے اعمال کے اندازہ اور طرح کی بابت وہ تصریح ان کے سامنے نہ کیا کرے۔ اور شریعت کی کسی بات میں انکو خود مختار نہ کرے
شرائع کے اسرار جو تفصیلی احکام میں ہیں عام لوگوں سے مخفی رکھے۔ جو راسخ العلم ہوں وہی ان کا پتہ لگا سکیں اسواسطے کہ اکثر مکلفین
کی حالت یہ ہوا کرتی ہے کہ وہ مصالح کو جب ہی معلوم کرسکتے ہیں کہ ان مصالح کے قواعد منضبط کردیئے جائیں اور وہ بمنزلہ محسوسات
کے ہو جائیں کہ ہر شخص انکو دیکھ پائیگا۔ اگر کسی امر کے چھوڑنے کی انکو اجازت دیدیجائے یا یہ بتایا جائے کہ مقصود اصلی ان
ظاہری اعمال کے سوا کوئی اور ہے تو ان کو پتہ نہ لگنے کے زیادہ موقع ملینگے اور ان کے اختلافات زیادہ ہو جائینگے۔ اور
خدا تعالی کی مراد نا تمام رہجائیگی واللہ اعلم ۔

اور چونکہ صرف تلوار سے غلبہ لوگوں کے شبہات اور حجابات کو بخوبی دور نہیں کرسکتا۔ اسکی بعد احتمال رہتا ہے کہ چند دن
کے بعد پھر وہ لوگ کفر کی حالت پر عود کرجائیں اسواسطے امام کا یہ بھی فرض ہے۔ کہ عام لوگوں کے ذہن میں برہانی اور یقینی دلائل یا مفید
مشہور امور سے ثابت کردے کہ اور مذاہب اتباع کے قابل نہیں ہیں وہ کسی معصوم شخص سے منقول نہیں ہیں۔ یا وہ مذہبی قواعد پر منطبق
نہیں ہیں۔ یا ان میں تحریف اور تبدیلی واقع ہوگئی ہے۔ اور بہت سے امور ان میں قرار دئے گئے ہیں۔ علی رؤس الاشہاد۔
ان سب امور کی تشریح اور تفصیح کردیجائے اور دینِ محکم کے مرجحات کو صاف صاف بیان کردے کہ یہ دین آسان اور صاف ہے
اسکے عقائد واضح ہیں جنکی خوبیاں عقل خوب معلوم کرسکتی ہے۔ جو امر اس میں مشتبہ ہو وہ بالکل صاف ہے ان لیلھا
نہارھا۔ اس کے طریقے عام لوگوں کو زیادہ نافع ہیں اور انبیائے سابقین کی سیرت سے جو امور باقی ہیں ان سے یہ

زیادہ مشابہ ہے بحال ایسے ہی ایسے تفاصیل ہونے چاہئیں۔ واللہ اعلم ✤

## باب اٹ۔ مذہب کو اس طرح پختہ کرنا کہ اُس میں تحریف اور ردوبدل نہ ہو سکے

اُس شخص کو جسکے ذہن میں نہایت بڑا انتظام ہو۔ اور وہ خدا کی جانب سے ایک ایسا مذہب لایا ہو۔ جو تمام مذاہب کا ناسخ ہو۔ نہایت ضرور ہے کہ وہ اپنے مذہب کو اس طرح پختہ کرے کہ کسی قسم کی تحریف کا وہاں تک گذر نہو سکے۔ ایسے مذہب میں متفرق جماعتیں شامل ہوتی ہیں جنکی استعدادیں اور اغراض مختلف ہوا کرتے ہیں اسلیئے وہ لوگ بہوائے نفس یا اُس مذہب کی الفت سے جس میں وہ پہلے رہ چکے ہیں یا اپنے فہم کی کوتاہی سے کسی شے کو وہ سمجھ لیتے ہیں اور اُس کی اکثر مصلحتیں اُنکو معلوم نہیں ہوتیں مذہب کے منصوص مسائل میں فروگذاشت کرتے ہیں یا جو چیزیں اُس مذہب میں شامل نہیں ہوتیں اُن کو مندرج کر دیا کرتے ہیں اس لیئے اُس مذہب میں خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ گذشتہ مذاہب کا یہی حال ہوا۔ چونکہ خرابیونکے طریقے تمام معلوم نہیں ہو سکتے اور حصر میں نہیں آ سکتے۔ اور اُن کی تعیین نہیں ہو سکتی۔ وما لایدرك كله لا يترك كله۔ یہ ضرور ہے کہ اجمالی طور پر تحریف کے اسباب سے اُن کو خوب متنبہ کر دے۔ اُن مسائل کو متعین کر دے۔ جو ظن وتخمین سے ایسی ابتری کے باعث ہوتے ہیں یا اُن میں سستی اور تحریف کرنا لوگوں میں ایک استمراری بیماری ہوا کرتی ہے۔ ایسے ایسے رستوں کو نہایت اہتمام سے بند کر دینا چاہیئے ✤

منجملہ اسباب تحریف کے ایک سستی ہے۔ اور اس سستی کی حقیقت یہ ہے۔ کہ حواریوں کے بعد ایسے ناخلف پیدا ہو جاتے ہیں۔ جو نمازوں کو تباہ کرتے ہیں۔ اور اپنی خواہشوں کا اتباع کرتے ہیں انکو درس تدریس یا عمل کے ذریعہ سے مذہب کے پھیلانے کی کچھ پرواہ نہیں ہوتی۔ نہ وہ لوگوں کو نیکی کی تعلیم کرتے ہیں۔ نہ برائی سے اُن کو روکتے ہیں اس وجہ سے بہت جلد مذہب کے بالکل خلاف رسمیں قائم ہو جاتی ہیں اور طبائع کا رخ اُن امور کیطرف ہو جاتا ہے جو شریعتوں کے خلاف ہوا کرتے ہیں۔ انکے بعد اور ناخلف ایسے ہی پیدا ہوتے ہیں یہ اور بھی زیادہ کاہل ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ علم مذہب کا بڑا حصہ نسیاً منسیاً ہو جاتا ہے اور لوگوں کے حق میں نہایت ضرررساں اور باعث فساد یہ رکان قوم ومذہب کی سستی ہوتی ہے یہی وجہ ہوئی کہ حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کا مذہب بالکل نیست ونابود ہو گیا۔ اب کوئی ایسا شخص نہیں جو ٹھیک ٹھیک اُن مذاہب کا واقف ہو ✤

سستی کے باعث چند امور ہوا کرتے ہیں (۱) یہ کہ صاحب مذہب سے مذہبی امور کے نقل کرنے میں اور انپر عمل کرنے میں سستی کیجائے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ ہوشیار ہو جاؤ۔ اس کا احتمال ہے کہ بعض آدمی اپنی مسند پر سیر اور بے فکر ہونگے۔ اور لوگوں سے کہینگے اس قرآن کو مضبوطی سے لو۔ پس جو چیزیں تم قرآن میں حلال پاؤ۔ اُن کو حلال سمجھنا اور جو حرام پاؤ اُن کو حرام سمجھنا۔ اور جن چیزوں کو پیغمبر خدا نے حرام کیا ہے۔ وہ ایسی ہی حرام ہیں جیسی خدا نے حرام کیں ہیں۔ "الا یوشك رجل شبعان على اريكته يقول عليكم بهذا القرآن فما وجدتم فيه من حلال فاحلوه وما وجدتم فيه من حرام فحرموه وان ما حرم رسول الله كما حرم الله" اور نیز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ خدا تعالی لوگوں سے علم کو اس طرح نہ دور کریگا کہ لوگوں میں وہ نہ رہے بلکہ علماء کے نہ ہونے سے اُس میں کمی ہو جائیگی جب کوئی عالم ہی باقی نہ رکھیگا تب لوگ جاہلوں کو اپنا پیشوا بنا لینگے۔ اُن سے مسائل دریافت کیئے جائینگے بے علمی سے وہ انکا

جواب دینگے۔ اسلئے خود بھی گمراہ ہونگے اور اور لوگوں کو بھی گمراہ کرینگے +

(۲) سبب تہاون اور سستی۔ یہ وہ اغراض ہوتے ہیں جن سے لوگ جھوٹی تاویلیں کیا کرتے ہیں۔ لوگ بادشاہوں کی خوشامد سے اُن کی خواہشیں پورا کرنے کے لئے ایسا کیا کرتے ہیں جیسا خدا تعالیٰ فرماتا ہے جو لوگ کتاب الٰہی کی احکام کو جو منزل من اللہ ہیں چھپاتے ہیں اور انکے عوض میں تھوڑی قیمت لیلیتے ہیں وہ اپنے شکموں میں آگ کو کھاتے ہیں۔ ان الذین یکتمون ما انزل اللہ من الکتب ویشترون به ثمنا قلیلا اولٓئک ما یاکلون فی بطونھم الا النار +

(۳) سبب یہ ہے کہ [illegible] بُرائیاں پھیل جاتی ہیں اور علماء [illegible] لوگوں کو باز نہیں رکھتے +

فلولا کان من القرون من قبلکم اولوا بقیة ینھون عن الفساد فی الارض الا قلیلا ممن انجینا منھم واتبع الذین ظلموا ما اترفوا فیه وکانوا مجرمین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب بنی اسرائیل گناہوں میں مبتلا ہوگئے۔ تو علماء نے ان کو پہلے [illegible] مگر وہ [illegible] اُن کی مجلس میں شریک ہونے لگے۔ اور اُن کے ہم پیالہ اور ہم نوالہ ہوگئے۔ [illegible] اسلام کی زبانی سے خدا نے ان پر لعنت بھیجی [illegible]

[illegible]

اور تحریف کے اسباب [illegible] ہے کہ شارع نے کسی شئے کا حکم دیا ہے اور کسی چیز سے ممانعت کی ہے [illegible] اس کے [illegible] کہ اپنے ذہن کے موافق [illegible] سمجھتا ہے۔ اور اسی حکم کو وہ ان امور میں بھی سمجھ لیتا ہے [illegible] اس میں اس حکم کی [illegible] کے بعض اجزا پائے جاتے ہیں۔ [illegible] اس شئے کے اجزا میں [illegible] کے متعلق یا واقع یا اس کے اسباب [illegible] کسی امر میں شبہ ہوجاتا ہے۔ تو وہ تمام مشتبہ کام کا [illegible] اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام افعال کو عبادت پر محمول کرتا ہے حالانکہ [illegible] اس لئے ان امور عادیہ میں بھی اس کا یہی خیال ہوتا ہے کہ [illegible] اور وہ صاف صاف کہتا ہے کہ خدا نے اس کا حکم دیا ہے۔ اس چیز سے منع کیا ہے مثلاً شارع نے [illegible] کو مغلوب کرنے کے لئے مقرر کیا ہے۔ اور عورتوں کی صحبت [illegible] منع کیا ہے۔ اس سے بعض لوگوں کو گمان ہوا [illegible] شروع اور ناجائز ہے۔ اس لئے کہ نفس کی مغلوبیت کے خلاف ہے اور یہ بھی بعض لوگوں نے گمان کیا۔ کہ اپنی بیوی کا بوسہ لینا بھی روزہ میں حرام ہے۔ بوسہ لینا ہمبستری کے اسباب میں سے ہے جیسے ہمبستری سے نفس کی خواہش پوری ہوتی ہے ایسے ہی اس سے بھی پوری ہوتی ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس قول کی خرابی بیان فرمادی کہ یہ دین میں تحریف ہے +

اور اسباب تحریف تشدد ہے یعنی جن شاق امور کا شارع نے حکم نہیں دیا ہے۔ اُن کی پابندی کیجائے۔ ہمیشہ روزہ رکھنا۔ ہر وقت نماز پڑھنا۔ دنیا سے آزادی اور شادی نہ کرنا۔ یہ سب امور ایسے ہی ہیں۔ واجبات دین کی مانند مستحبات و سنن کی پابندی کرنا حضرت عبداللہ ابن عمر اور حضرت عثمان بن مظعون نے جب نہایت سخت سخت عبادات کی پابندی کا قصد کیا تو آنحضرت

نے اُن کو منع فرمایا۔ کہ جس نے مذہبی امور میں بار تعمق کیا ہے دین اُس پر غالب آگیا ہے۔ لن یشاد الدین احد الا غلبہ جب ایسا سخت پابند آدمی کسی فرقہ کا رہبر اور پیشوا ہوتا ہے۔ تو لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ یہ شرع کا حکم اور شارع کی مرضی سے ہے یہود و نصاریٰ کے راہبوں میں یہی بیماری تھی ✤

اسباب تحریف سے استحسان بھی ہے یعنی جب کوئی شخص دیکھتا ہے۔ کہ شارع ہر ایک حکم کے لئے موقع اور محل تجویز کرتا ہے اور امور شرعیہ کو منضبط کرتا ہے۔ تب امور شرعی کے بعض بعض اسرار معلوم کرکے لوگوں کے لئے اپنے فہم کے موافق مستحسن قرار دیتا ہے۔ مثلاً جب یہودیوں نے دیکھا۔ کہ شارع نے حدود کو اس واسطے مقرر کیا ہے تا لوگوں کی اصلاح ہو جاوے۔ اور وہ معاصی سے اجتناب کریں۔ اور پھر انہوں نے خیال کیا۔ کہ رجم سے اختلاف اور جنگ و جدال پیدا ہوتا ہے۔ اور اس سے فساد کا اور زیادہ اندیشہ ہے۔ اس لئے انہوں نے رجم میں منہ سیاہ کیا اور تازیانے مارنا اختیار کر لیا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے صاف بیان فرما دیا۔ کہ یہ مذہب میں تحریف ہے۔ اور توریت کے حکم منصوص کے بالکل مخالف ہے۔ حضرت ابن سیرین سے منقول ہے۔ کہ سب سے پہلے ابلیس نے قیاس کیا ہے۔ اور آفتاب چاند کی پرستش قیاسوں سے ہی ہوئی ہے۔ اور حضرت حسن سے روایت ہے کہ انہوں نے یہ آیت پڑھی خلقتنی من نار و خلقتہ من طین (مجھ کو تو نے آگ سے پیدا کیا اور آدم کو مٹی سے) یہ آیت پڑھ کر انہوں نے کہا۔ ابلیس نے یہ قیاس کیا تھا۔ اور سب سے پہلے قیاس ابلیس ہی نے کیا تھا۔ اور امام شعبی سے منقول ہے کہ اگر تم قیاسوں پر عملدرآمد کرو گے تو حلال کو حرام اور حرام چیزوں کو حلال کر لو گے ✤

اور حضرت معاذ ابن جبل سے منقول ہے کہ قرآن لوگوں کے سامنے کھولا جائیگا۔ اس کو عورت بچہ آدمی سب پڑھینگے۔ تب وہ آدمی کہیگا کہ میں نے قرآن پڑھا۔ لیکن کسی نے میری پیروی نہیں کی۔ واللہ میں لوگوں میں کھڑے ہو کر قرآن کو پڑھونگا وہ لوگوں میں رہکر اور کھڑے ہو کر بھی قرآن کو پڑھیگا۔ تب بھی کوئی اس کی پیروی نہ کریگا۔ اور وہ یہی کہیگا کہ آدمیوں میں بھی قرآن کو پڑھا۔ اب بھی کسی نے پیروی نہ کی۔ اب میں مسجد میں ایک حجرہ بناؤنگا شاید کوئی میری پیروی کرے۔ وہ ایسا ہی کریگا اور یہی کہیگا کہ میں نے خود بھی قرآن پڑھا۔ لوگوں میں قیام کرکے بھی پڑھا مسجد میں حجرہ بنا کر بھی پڑھا لیکن کوئی پیرو نہ ہوا۔ اب کوئی ایسی بات لوگوں سے کہوں جو کلام الٰہی میں اُن کو نہ ملے اور نہ پیغمبر خدا سے انہوں نے اس کو سُنا ہو۔ اس سے شاید کوئی میرا اتباع کرے۔ پس اے لوگو تم ایسی باتوں سے بچیو جن کو یہ شخص بیان کرے۔ یہ چیزیں جن کو وہ بیان کریگا سراپا گمراہی ہونگے۔ حضرت عمر سے روایت ہے "اسلام کو عالم کی غلطی منافق کا کتاب الٰہی کے ساتھ جھگڑا گمراہ اماموں کا حکم کو زائل کر دیتا ہے" ان سب امور سے وہی مراد ہیں۔ جو کتاب الٰہی اور حدیث رسالت پناہی سے مستنبط نہ ہوں ✤

اور اسباب تحریف سے اجماع کی پیروی ہے یعنی طالبین دین کا ایک فرقہ جن کی نسبت عام لوگوں کا یہ گمان ہے کہ ان کی رائے اکثر یا ہمیشہ درست ہوا کرتی ہے۔ کسی امر پر اتفاق کرے۔ اور اس اتفاق سے یہ خیال کیا جائے کہ ثبوت حکم کے لئے یہ اتفاق قطعی دلیل ہے۔ اس خیال کی قرآن و حدیث میں کچھ اصل نہیں ہے۔ یہ اجماع اس اجماع کے علاوہ ہے جس پر اُمت کا اتفاق ہے۔ لوگ سب اس اجماع پر متفق ہیں جس کی سند قرآن و حدیث میں ہو۔ یا ان دونوں میں سے کسی نہ کسی

مستنبط ہو لیکن لوگوں نے اُس اجماع کو تسلیم نہیں کیا جس کی سند قرآن و حدیث میں نہ ہو۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ جب کفار سے کہا جاتا ہے۔ کہ اُن چیزوں پر ایمان لے آؤ۔ جو خدا تعالےٰ نے نازل کیں ہیں۔ تو وہ بھی جواب دیتے ہیں۔ کہ ہم تو اُنہیں باتوں کی پیروی کرینگے جن پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا ہے۔ الی آخرہ۔ واذا قیل لھم امنوا بما انزل اللّٰہ قالوا بل نتبع ما الفینا علیہ اٰباء نا۔ یہودی حضرت عیسےٰ علیہ السلام اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے انکار میں بھی دلیل پیش کرتے ہیں۔ کہ ہمارے بزرگوں نے اُن کے حالات کی چھان بین کی لیکن انبیاء کے شرائط اُن میں نہیں پائے۔ عیسائیوں کے عقائد سے شرائع توریت و انجیل سے بالکل مخالف ہیں۔ اُن کے بزرگوں کا صرف اتفاق ہی اُن کی دلیل ہے ✤

اور اسباب تحریف سے غیر معصوم کی تقلید ہے یعنی نبی کے علاوہ جس کی عصمت ثابت نہیں ہوتی ہے کسی اور کا اتباع کرنا۔ اس تقلید کی حقیقت یہ ہے کہ کسی مسئلہ میں علماء اُمت میں سے کوئی عالم اجتہاد کرے اور اس عالم کے پیرو یہ خیال کریں۔ کہ یہ اجتہاد بالکل صحیح ہے۔ اور اُس کے مقابلہ میں حدیث صحیح کو بھی رد کر دیں۔ اس قسم کی تقلید اُس تقلید کے مخالف ہے جس پر اُمت مرحومہ نے اتفاق کیا ہے۔ اس لئے کہ سب کا اتفاق ہے کہ مجتہدین کی تقلید جائز ہے۔ لیکن اس کے ساتھ یہ بھی سمجھنا چاہیئے کہ مجتہد سے خطا بھی ہوتی ہے۔ اور صواب بھی۔ اور ہر مسئلہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے منصوص حکم پر نظر رکھنی چاہیے۔ اس کا پورا عزم چاہیے۔ کہ جب اس تقلید ہی کے خلاف کوئی حدیث صحیح ظاہر ہو۔ تو تقلید کو ترک کرکے حدیث کا اتباع کرنا چاہیئے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کے متعلق کہ اتخذوا احبارھم و رھبانھم اربابا من دون اللّٰہ (یہود نے اپنے عالموں اور راہبوں کو بجز خدا کے اور لوگوں کو اپنا رب قرار دیا) فرمایا ہے کہ یہودی اِن علماء اور راہبوں کی پرستش نہیں کرتے تھے۔ بلکہ اُن کے نبی جس چیز کو جائز کر دیتے تھے وہ اُسی کو جائز سمجھتے تھے اور جس چیز کو حرام بتاتے تھے وہ اُسی کو حرام کہ لیتے تھے ✤

اسباب تحریف میں سے ایک مذہب کو دوسرے کے ایسا خلط ملط کر دینا بھی ہے کہ ایک کی دوسرے سے کچھ تمیز نہ رہے اِس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ جب کوئی شخص کسی مذہب کا پابند ہوا کرتا ہے۔ تو اُس کا دلی تعلق اُس مذہب کے علوم سے رہا کرتا ہے۔ جب یہ شخص مذہب اسلام میں داخل ہو جاتا ہے۔ تب بھی اس کا میلان دلی اُنہیں امور کی جانب باقی رہتا ہے جن کے ساتھ وہ پہلے سے مالوف تھا۔ اِس واسطے وہ متلاشی رہتا ہے کہ اس مذہب میں اس کی کوئی وجہ ملجائے اگرچہ ضعیف یا موضوع ہی وہ وجہ کیوں نہ ہو۔ اکثر وہ حدیث کی وضع کو یا روایت وضعی کو اسی لئے تجویز کرتا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ بنی اسرائیل میں ہمیشہ اعتدال رہا کیا۔ یہاں تک کہ اُن میں مخلوط النسل لوگ اور قیدیوں کی اولاد پیدا ہوئی تب اُنہوں نے اپنی رائے کو مذہب میں دخل دیا۔ وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور آوروں کو بھی گمراہ کیا۔ ایسے ہی ہمارے مذہب اسلام میں بھی بنی اسرائیل کے علوم خطبائی جاہلیت کے تذکرے۔ یونانیوں کا فلسفہ۔ بابلیوں کی دعوات۔ پارسیوں کی تاریخ اور علم نجوم و رمل اور علم کلام مخلوط ہو گیا ہے۔ یہی سبب ہے کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ کی حضور میں توریت کا ایک نسخہ پڑھا گیا تو آپ غصہ ہوئے۔ اور جو شخص حضرت دانیال کی کتابیں تلاش کرتا تھا حضرت عمر رضے اللہ عنہ نے اُس کو مارا۔ واللہ اعلم ✤

اور اعمال فطری و ختنہ کو بڑھا دیا تھا۔ ان کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ملت ابراہیمی پر چند امور اور زیادہ کر دئے۔ اونٹوں کے گوشت کو حرام کر دیا۔ اور سبت کے دن کو ضروری مقرر کر دیا۔ اور زانی کے لئے سنگساری زیادہ کر دی۔ ایسے ہی بعض اور امور تھے۔ ذاتی شریعت میں غور و خوض کرنے والا جب اس بادتی نقصان و تبدیلی کی چھان بین کریگا۔ تو اُن کو وہ کسی وجہ میں پائیگا۔ (۱) یہودی مذہب احبار اور رہبانوں کے ہاتھ میں تھا۔ اور انہوں نے مذکورہ بالا طریقوں سے بالکل اُس کو ردوبدل کر دیا تھا جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پیغمبر ہوئے۔ تو آپ نے ہر چیز کو اصلی حالت کے موافق کر دیا۔ اس واسطے شریعت محمدیہ اُس یہودیت کی مخالف ہو گئی۔ جو یہودیوں کے ہاتھ میں تھی۔ اور یہودی اس سے کہنے لگے۔ کہ اس شریعت میں کمی بادتی اور تبدیلی ہے۔ حالانکہ حقیقت میں کوئی تبدیلی نہ تھی۔ (۲) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت میں ایک دوسری بعثت شامل تھی ایک تو آپ بنی اسمٰعیل کی طرف مبعوث ہوئے خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ خدا ہی نے اُمیوں کے لئے اُن میں ہی سے ایک شخص کو پیدا کیا ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم اور فرماتا ہے تاکہ تو اُن لوگوں کو ڈرائے۔ جن کے آباو اجداد نہیں ڈرائے گئے تھے۔ اسی لئے وہ غافل بیٹھے ہیں۔ لتنذر قوما ما انذر اباءھم فھم غفلون۔ اس بعثت کا مقتضا یہی تھا کہ شریعت محمدیہ کا مادہ وہی شعائر اور عبادات کے طریقے اور تدابیر و بیوی کے اصول ہوں جو بنی اسمٰعیل کے پاس موجود تھے۔ اس لئے کہ شرع میں صرف اُن امور کی درستی ہو جایا کرتی ہے۔ جو لوگوں کے پاس ہوا کرتے ہیں۔ اُن کو اُن امور کی تکلیف نہیں دیجاتی جن سے وہ محض ناواقف ہوں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ ہم نے قرآن عربی زبان میں نازل کیا ہے۔ شاید تم اس کو سمجھو۔ قرانا عربیا لعلکم تعقلون۔ اور خدا فرماتا ہے اگر ہم قرآن کو عجمی زبان میں نازل کرتے تو لوگ کہتے اس کی آیتیں جدا جدا مفصل کیوں نہ کی گئیں کیا یہ عجمی بھی ہے اور عربی بھی۔ لو جعلنہ قرانا اعجمیا لقالوا لولا فصلت ایتہ ءاعجمی و عربی۔ اور خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ ہم نے جو نبی بھیجا ہے اُسی کی قوم کی زبان والا بھیجا ہے وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ۔ دوسری بعثت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تمام عالم کی طرف تھی۔ اس میں عموماً وہ علوم و تدابیر بھی مندرج تھے جو تمدن سے متعلق ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں خدا نے تمام قوموں پر بعثت کی۔ اور اُن کی دولت عجم اور روم کے استیصال کو اُس نے مقدر کیا اور حکم کیا کہ تمدن کے اصلاحات منتظم ہوں۔ اس واسطے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے درجہ اور غلبہ کو مقصود الامر کے حاصل کرنے کا ذریعہ قرار دیا۔ اور اُن سلاطین کے خزانوں کی کنجیاں آپ کو عطا کیں۔ اس کمالیت اور تمامیت کی وجہ سے علاوہ احکام توریت کے اور احکام بھی آپ کو حاصل ہوئے۔ خراج۔ جزیہ۔ مجاہدات۔ اسناد تحریف سے احتیاط وغیرہ اور اس کے اسی قسم کے احکام ہیں ؞

(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت زمانہ فترت میں ہوئی۔ اُس وقت تمام مذاہب حقہ محو ہو گئے تھے۔ اُن میں تحریف و تبدیل ہو گئی تھی۔ لوگوں کو تعصب اور اصرار نے دبا لیا تھا۔ جب تک اُن عادات کی سخت مخالفت نہ کی جاتی وہ کسی طرح اپنے طریقۂ باطل اور عادات جاہلیت کو ترک نہیں کر سکتے تھے۔ ان دقتوں سے بھی اختلافات اور شورشیں زیادہ ہو گئیں تھیں۔

واللہ اعلم

# باب ۳۷ - اسباب نسخ میں

نسخ کے باب میں آیت ہے "ہم کوئی آیت منسوخ نہیں کرتے نہ اُس کو بھلاتے ہیں۔ مگر اُس کے بدلہ میں اُس سے بھی بہتر یا ویسی ہی لاتے ہیں۔ ما ننسخ من ایة او ننسھا نات بخیر منھا او مثلھا۔ جاننا چاہئے کہ نسخ کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) یہ کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم امورِ نافع او عبادات کے طریقوں میں غرض کرکے شریعت کے قوانین کے ڈھنگ پر اُن کو کر دیتے ہیں ایسا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد سے ہوا کرتا ہے لیکن خدا تعالیٰ اس حکم و اجتہاد کو باقی نہیں رکھتا بلکہ اس حکم کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ظاہر کر دیتا ہے۔ جو خدا نے اُس مسئلہ کے متعلق قرار دیا ہے۔ اس حکم کا اظہار یا یوں ہوتا ہے کہ قرآن میں وہ وارد کیا جائے۔ یا اس طرح پر کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد ہی میں تبدیلی ہو جائے۔ اور دوسرا اجتہاد آپ کے ذہن میں قرار پا جائے۔ پہلی صورت کی مثال یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں بیت المقدس کی طرف مُنہ کرنے کا حکم دیا تھا۔ پھر قرآن میں اس حکم کی منسوخیت نازل ہوئی۔ اور دوسری صورت کی مثال یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بجز چھاگل کے ہر برتن میں نبیذ بنانے سے ممانعت کر دی تھی۔ پھر ہر ایک برتن میں نبیذ بنانا لوگوں کیلئے جائز کر دیا۔ اور فرما دیا نشہ کی کوئی چیز مت پیو۔ لا تشربو مسکرا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ نے دیکھا کہ نشہ پیدا ہونا ایک مخفی امر ہے۔ اس لئے اُس کی علامت ظاہری بتا دی کہ اُن برتنوں میں نبیذ نہ بنائی جائے۔ جن میں مسامات نہیں ہوتے۔ مثلاً مٹی یا لکڑی کے برتن یا جو کدو سے بنالئے جاتے ہیں۔ ان برتنوں میں وہ چیز بہت جلد مسکر ہو جاتی ہے جس کی نبیذ بنائی جائے۔ اور چھاگل میں نبیذ بنانے کو آپنے خیال فرمایا کہ تین روز تک اُس سے نشہ نہیں آتا ہے پھر آپ کے اجتہاد میں تبدیلی ہوگئی اور نشہ آور ہونے کو آپنے حرمت کا مدار ٹھیرایا۔ نشہ آور ہونا کسی چیز کا جوش کرنے جھاگ لانے سے معلوم ہو سکتا ہے۔ اور اُس چیز کو جو لوازم سُکر سے ہو۔ یا اُس میں شے مسکر کے صفات پائے جائیں۔ موقع اور مظنہ اسکار کا قرار دینا کسی امر اجنبی کے موقع اسکار کا قرار دینے سے بہتر ہے۔ اور ایک اور توجیہ اس اجتہاد کی تبدیلی کی یہ بھی ہو سکتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دیکھا کہ لوگ نشہ اور چیزوں کے نہایت ہی شائق ہیں اگر صرف مسکر سے ہی ممانعت کر دی جائے تو اس کا احتمال ہے کہ کوئی شخص نشہ آور چیز کو پی لے اور یہ عذر کرنے لگے کہ میں نے خیال کیا تھا کہ وہ مسکر نہیں ہے یا مجھے اسکار کی ٹھیک ٹھیک علامتیں معلوم نہ تھیں۔ اور نیز اُس زمانہ میں لوگوں کے برتن نشہ کی چیزوں سے آلودہ ہو رہے تھے۔ ایسے برتنوں میں جو نبیذ طیار کی جاتی ہے۔ اُس میں فوراً نشہ آجاتا ہے۔ لیکن جب اسلام قوی ہوگیا۔ اور اطمینان سے لوگوں نے نشہ کی چیزوں کو ترک کر دیا۔ اور نہ وہ آلودہ برتن باقی رہے تب نشہ آور ہونے کو مدار علیہ حرمت آپ نے قرار دیا۔ اس توجیہ کے لحاظ سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ موقعوں کے بدلنے سے حکم بدل جایا کرتا ہے۔ اسی قسم کے متعلق آپ نے فرمایا ہے کہ میرا کلام کلام الٰہی کو نسخ نہیں کر سکتا۔ اور کلام الٰہی میرے کلام کو منسوخ کرتا ہے۔ اور کلام الٰہی بعض اس کا بعض کو منسوخ کرتا ہے۔ کلامی لا ینسخ کلام اللہ وکلام اللہ ینسخ کلامی وکلام اللہ ینسخ بعضہ بعضا +

(۲) قسم نسخ کی یہ ہے کہ کسی شے میں ایک وقت میں کوئی مصلحت یا خرابی ہوا کرتی ہے۔ اسی کے موافق اُس کا حکم متعین ہو جایا کرتا ہے۔ اس کے بعد ایک زمانہ آتا ہے۔ اُس میں وہ حالت اُس شے کی نہیں ہا کرتی۔ اس واسطے وہ حکم بھی اُس کا نہیں رہا کرتا اس کی مثال یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی جانب ہجرت فرمائی۔ اور مسلمانوں اور ان کو قرابتیوں میں کوئی طریقہ باہمی موافقت اور امداد کا نہ رہا۔ اس وقت میں مصلحت ضروری کی وجہ سے صرف اخوت ہی ذریعہ ہمدردی کا تھی۔ اس واسطے قرآن میں نازل ہوا کہ وراثت کے حقوق اخوت سے متعلق کر دئے جائیں۔ اور اس کا فائدہ بھی ذکر کر دیا گیا۔ کہ اگر ایسا نہ کروگے تو زمین میں شورش اور بڑا فساد ہوگا۔ الا تفعلوہ تکن فتنۃ فی الارض وفساد کبیر اور جب اسلام کو قوت ہوگئی اور مہاجرین سے ان کے رشتہ دار آملے تو وہی طریقہ نسبی وراثت کا متعین ہوگیا۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بعض اشیا میں ایسی حالت میں کہ نبوت کے ساتھ خلافت کا مرتبہ شامل نہیں ہوا کرتا کوئی مصلحت اور خوبی نہیں ہوا کرتی۔ جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پیشتر یا آپ ہی کے عہد میں مازہجرت سے پیشتر اور اب کہ نبوت کے ساتھ خلافت منضم ہو جاتی ہے۔ تو ان اشیا میں مصلحت پیدا ہو جایا کرتی ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے مال غنیمت کو اگلی اُمتوں کیلئے جائز نہیں کیا تھا۔ لیکن ہمارے لئے جائز کر دیا۔

حدیث میں اس حلت کی دو وجہیں بیان کی گئیں ہیں (۱) یہ کہ خدا تعالیٰ نے ہماری ناتوانی اور عاجزی دیکھکر مال غنیمت کو ہمارے لئے حلال کر دیا۔ (۲) وجہ یہ ہے۔ کہ اس حلت سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی فضیلت اور انبیا علیہم السلام پر اور امت محمدیہ کی فضیلت اور امتوں پر ظاہر کرنی مقصود ہے۔ ان دو توجیہوں کی تحقیق یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے اور انبیا کی بعثت صرف اپنی قوم کے لئے ہوا کرتی تھی جنکی تعداد محصور تھی کبھی کبھی سال دو سال میں نوبت جہاد کی آیا کرتی تھی اور نیز ان کی امتیں قوی اور زور مند تھیں وہ جہاد بھی کرسکتے تھے اور کاشتکاری یا تجارت وغیرہ سے سامان معیشت بھی کر سکتے تھے اُن کو غنیمتوں کی کچھ ضرورت اور پروا نہ تھی۔ اس واسطے خدا تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ ان کے عمل میں کوئی غرض دنیوی نہ ملے اور اس خلاص عمل کی وجہ سے اُن کو ثواب پورا پورا ملے۔ اور رہا ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت عموماً تمام لوگوں کیجانب ہوئی۔ جن کا شمار حصر و اندازہ سے زیادہ تھا۔ اور زمانہ جہاد بھی اُن کے لئے معین نہ تھا۔ یہ ممکن نہ تھا کہ وہ جہاد بھی کر سکیں اور سامان معیشت بھی کر سکیں اور کاشتکاری یا تجارت کر سکیں۔ اس واسطے اِن کو مال غنیمت کے جائز ہونے کی بڑی ضرورت تھی۔ اور نیز چونکہ دعوت اسلام عام تھی۔ اس لئے اس میں ایسے لوگ بھی شامل ہوتے ہیں جن کی نیتیں کمزور اور اعتقاد سست ہوا کرتے ہیں۔ انہی کے حق میں وارد ہوا ہے کہ خدا اس دین کی تائید بدکار آدمی سے کریگا۔ ان اللہ یوید ھذا الدین بالرجل الفاجر۔ اور اس قسم کے ضعیف الاعتقاد لوگ فائدہ دنیوی ہی کی وجہ سے جہاد پر مستعد ہوا کرتے ہیں۔ ان مجاہدات میں خدا تعالیٰ کی نظر رحمت و انعام سب کو عموماً شامل تھی۔ جیسے کہ اعدائے اسلام پر نگاہ غضب عموماً تھی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ خدا تعالیٰ نے تمام لوگوں کو دیکھا اور عرب و عجم سب سے وہ ناخوش ہوا۔ ان اللہ نظر الی اھل الارض فمقتھم عربھم وعجمھم۔ اسی بیزاری اور ناخوشی کی وجہ سے ضروری قرار دیا گیا۔ کہ اُن کے مالوں اور جانوں کی حفاظت بالکل منقطع ہو جائے۔ اور ان کے مالوں میں تصرف کر کے خوب اُن کے دل جلائے جائیں۔ جیسے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے

ابوجہل کا اونٹ خانہ کعبہ کو ہدیۃً اس ہیئت سے بھیجا تھا کہ اس کے ناک میں چاندی کی کیل پڑی تھی۔ اس سے کافروں کا جلانا ہی منظور تھا۔ ایسے ہی آپ نے کافروں کے نخلستان کے کاٹ ڈالنے اور جلادینے کا حکم دیا تھا۔ تاکہ اُن کو پیچ و تاب پہنچے یہی وجہ ہے کہ اس اُمت کے لئے قرآن میں غنائم کی حلت کا حکم نازل ہوا *

ایک دوسری مثال اسی قسم کی یہ ہے کہ بدایتِ اسلام میں اس اُمت کے لئے کفار سے لڑائی کی اجازت نہ تھی۔ اُس وقت نہ لشکر تھا نہ خلافت۔ لیکن جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی۔ اور مسلمان دو ایک جگہ اکٹھے ہوگئے۔ خلافت کا انتظام ہوا اور دشمنانِ خدا سے مقابلہ کی قوت ہوگئی۔ تو خدا تعالیٰ نے نازل کیا۔ اب اُن لوگوں کو اجازت ہے (لڑنے کی) جن کے ساتھ لڑائی کیجاتی ہے۔ اس طرح پر کہ وہ مظلوم ہیں اور بیشک خدا اُن کی مدد دینے پر قادر ہے۔ " اذن للذین یقٰتلون بانھم ظلموا و ان اللہ علی نصرھم لقدیر۔ اسی قسم کے متعلق خدا کا قول ہے۔ ہم جو آیت منسوخ کرتے ہیں ہم کوئی آیت بھلاتے ہیں تو اس سے بہتر یا ویسی ہی اور نازل کرتے ہیں۔ ما ننسخ من اٰیۃ او ننسھا نات بخیر منھا او مثلھا۔ بخیر منھا سے وہ صورت مراد ہے کہ نبوت سے خلافت شامل ہوگئی تھی۔ او مثلھا سے وہ صورتیں مراد ہیں جن میں موقعوں کے مختلف ہونے سے حکم بدلا جایا کرتا ہے واللہ اعلم *

# باب ۴۷۔ اس کے بیان میں کہ زمانہ جاہلیت میں لوگوں کا کیا حال تھا جس کی اصلاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی

اگر شریعت محمدیہ علے صاحبہا الصلوۃ والتسلیم کے حقائق میں غور کرنا منظور ہو۔ تو اولاً اُن اُمیوں کی حالت کا اندازہ کرنا چاہئے جن میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی۔ انہیں کے حالات آپ کی شریعت کے لئے بمنزلہ مادہ کے ہیں اس کے بعد اُس حالت کی اصلاح کی کیفیت سمجھنا چاہئے۔ اِس اصلاح میں اُن مقاصد کا کیسا لحاظ کیا گیا ہے جو باب تشریع اور تیسیر اور احکامِ ملت میں مذکور رہیں *

معلوم کرنا چاہئے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس واسطے مبعوث ہوئے تھے کہ ملتِ حنیفیہ اسمٰعیلیہ کی کجی کو دور کردیں اُس کے تغیر و تبدل کی اصلاح فرمادیں۔ اُس کی روشنی کو پھیلادیں۔ اسی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کا مذہب اختیار کرو۔ ملۃ ابیکم ابراھیم اور جب ایسی حالت ہے تو ضرور ہے کہ ملتِ ابراہیم علیہ السلام کے اصول قابلِ تسلیم اور اس کے حالات ثبت اور مقرر ہوں۔ اس واسطے کہ جب نبی ایسی قوم میں مبعوث ہو جن میں عمدہ مذہب اور سنّت راشدہ کے آثار باقی ہوں تو اُن طریقوں میں تغیر و تبدل بے معنی ہے اُن کو اپنی اصلی حالت پر رکھنا چاہئے۔ لوگ انہیں کو زیادہ مانینگے۔ اور دلیل پیش کرنے کے بھی اصول خوب پایۂ ثبوت کو پہنچ سکینگے۔ بنی اسمٰعیل کی نسلوں میں اُن کے جد اکبر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا طریقہ برابر نسلاً بعد نسل چلا آتا تھا۔ تمام بنی اسمٰعیل اسی شریعت پر ثابت قدم تھے یہاں تک کہ عمرو بن لحی پیدا ہوا۔ اِس شخص نے ملتِ اسمٰعیلی میں اپنی بیہودہ رائے

سے بہت سی چیزیں داخل کر دیں۔ قصی و حنلی اسی نے بت پرستی اول شروع کی۔ سانڈ چھوڑے۔ اور بحیرہ مقرر کئے جب مذہب بالکل خراب ہو گیا۔ اور صحیح باتوں میں غلط شامل ہو گئیں۔ اور لوگوں پر جہالت اور شرک و کفر کی تاریکی چھا گئی۔ تب خداوند عالم نے سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا۔ تا آپ کی وجہ سے اس کی کجی دور ہو جائے۔ اور اس کی خرابیوں کی اصلاح ہو جائے۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نبی اسمٰعیل کی شریعت میں غور کیا۔ اس میں جو جو طریقے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی سنت کے موافق منجملہ شعائر الٰہیہ کے تھے اُن کو باقی رکھا۔ اور جن میں تحریف ہو گئی تھی اور بدعتیں آگئی تھیں اور جو امور علامات شرک وکفر سے تھے۔ اُن کو نیست و نابود کر دیا۔ اُن کا بطلان خوب مستحکم اور مسجل کر دیا۔ اور جو امور عادات وغیرہ کے متعلق تھے اُنکی خوبیاں اور برائیاں اس طرح بیان کر دیں۔ جن سے لوگ سمجھ لیں اور اُن افعال سے احتراز کریں۔ خراب رسموں کی آپ نے ممانعت فرما دی۔ اور عمدہ کی جانب رہبری کی۔ اور جو مسائل اصلی یا عملی زمانہ فترت میں متروک ہو گئے تھے۔ ان کو شاداب اور تر و تازہ ویسا ہی کر دیا۔ جیسے کہ وہ تھے۔ اس طرح پر خدا کا انعام مکمل اور خدا کا دین مستقیم ہو گیا ❊

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اہل جاہلیت بعثت انبیا کو تسلیم کرتے تھے۔ اعمال کی جزا کے قائل تھے۔ اسلام نیکی کے تمام اصول پر اُن کا اعتقاد تھا۔ جو امور منافع قوم اور تمدن کے متعلق تھے۔ وہ اُن کے استعمال میں تھے۔ ان اہل جاہلیت میں جو فرقے البتہ پیدا ہو گئے تھے اور جو زیادہ پھیل گئے تھے لیکن ایسے لوگوں کے ہونے سے ہماری تقریر سے مخالفت نہیں ہو سکتی۔ اُن میں ایک فرقہ فاسقین اور زنادقہ کا تھا۔ فاسق لوگ چار پایوں اور دیگر درندوں کے سے کام کرتے تھے جو ملت اسمٰعیل کے مخالف تھے۔ نفسانی حالتیں اُن پر غالب تھیں۔ مذہبی امور کا اُن کو پاس کم تھا۔ یہ لوگ ملت کے دائرہ سے خارج تھے۔ فسق کی شہادت اُن کے نفوس سے حاصل تھی۔ اور زنادقہ میں پیدائشی طور پر ناقص فہم ہوا کرتا ہے۔ وہ پوری طرح پر ٹھیک اس امر کی تحقیق نہیں کر سکتے۔ جو صاحب مذہب کا مقصود ہوا کرتا ہے۔ وہ صاحب امر کی خبروں کو تسلیم نہیں کیا کرتے اور اُن کی پیروی نہیں کرتے۔ وہ اپنے شبہ میں متردد رہتے ہیں لیکن اپنے مجمعوں سے اُن کو اندیشہ رہتا ہے۔ لوگ اُنکو برا جانتے ہیں۔ اُن کو مذہب سے خارج سمجھتے ہیں۔ اور جانتے ہیں کہ مذہب کی پابندی سے انہوں نے اپنے آپ کو آزاد کر دیا ہے۔ جب اُنکی حالت لوگوں کو ایسی ناگوار ہوتی ہے۔ اور اُس میں ایسی ناپسندیدگی ہے تو اُن کا مذہب سے خارج ہونا کچھ مضر نہیں ہوتا ❊

دوسرا فرقہ جاہل اور غافل لوگوں کا تھا جنہوں نے مذہبی امور کی جانب بالکل توجہ نہیں کی تھی۔ قریش اور اُن کے قریب کے لوگ ایسے ہی اکثر تھے۔ انبیاء کے عہد سے اُن کو بعد تھا۔ اس لئے اُن کی ایسی حالت ہو گئی تھی جیسا تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے "تاکہ تو ایسے لوگوں کو منادی کرے جن کے پاس کوئی منادی دینے والا نہیں آیا ہے۔" لتنذر قوما ما اتٰهم من نذیر۔ لیکن وہ راستہ سے اتنا دور نہیں ہٹ گئے تھے۔ کہ اُن کے سامنے دلیل بھی پیش نہ ہو سکے اُن کو الزام نہ دیا جا سکے اور اُن میں خاموشی پیدا نہ کیجا سکے ❊

جو اصول اہل جاہلیت میں مسلم تھے۔ اُن میں سے ایک یہ تھا۔ کہ آسمان و زمین اور جو جو کچھ آسمان و زمین کے درمیان ہیں اُن سب کا خالق خدا ہے۔ کوئی اُس کا شریک نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے بیشک اگر تو ان لوگوں سے دریافت کرے

کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے۔ تو وہ سب کہینگے خدا نے پیدا کیا ہے۔ ولئن سألتھم من خلق السموٰت والارض لیقولن اللہ۔ اور خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ بلکہ تم صرف خدا ہی کو پکارتے رہو۔ بل ایاہ تدعون۔ اور خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وہ گمراہ ہیں جن کو تم بجز خدا کے پکارتے ہو ضل من تدعون الا ایاہ۔ لیکن اُن کے زندیق ہونے کی ایک بات یہ تھی کہ وہ کہتے تھے کہ بعض فرشتے اور ارواح ایسے ہیں جو علاوہ بڑے بڑے انتظامات کے امور اہل زمین کے مدبر ہوا کرتے ہیں۔ اور اپنے پرستش کرنے والی کی حالت درست کرتے رہتے ہیں۔ جس کا تعلق خاصکر اُس کی ذات یا اولاد اور مال سے ہوتا ہے۔ یہ مشرکین ان فرشتوں اور ارواح کا ایسا ہی حال سمجھتے تھے۔ جیسا بادشاہوں کا شہنشاہ کے مقابلہ میں ہوتا ہے یا جو حالت شفیعوں اور ندیموں کی لیسے بادشاہ کے حضور میں ہوتی ہے۔ جو اپنی حکومت سے تصرف کیا کرتا ہے۔ اس کا منشاء یہ ہوا کہ شریعتوں میں یہ وارد ہوا تھا۔ کہ بہت سے امور فرشتوں کے تفویض کئے جاتے ہیں اور مقربان بارگاہ الٰہی کی دعائیں مقبول ہو جاتی ہیں۔ اس سے اُنہوں نے خیال کیا کہ یہ تصرفات ذاتی اُن کے ایسے ہی ہیں۔ جیسے سلاطین کے ہوا کرتے ہیں۔ حاضر پر غائب کو اُنہوں نے قیاس کیا اسی سے یہ ابتری ہوئی +

اہل جاہلیت کا یہ اعتقاد بھی تھا کہ خدا کی ذات اُس سے منزہ ہے۔ جو اُس کی بارگاہ کے مناسب نہیں ہے اور اُس کے ناموں میں الحاد کرنا حرام ہے۔ لیکن اس میں اُنہوں نے یہ بات زندقہ کی زیادہ کر دی تھی۔ کہ فرشتے خدا کی لڑکیاں ہیں اور فرشتوں کو خدا نے اس امر کا ذریعہ قرار دیا ہے کہ جو امر اُسکو معلوم نہ ہو۔ وہ اُن کے ذریعہ سے معلوم کرے۔ جیسے بادشاہ جاسوسوں کے ذریعہ سے حالات معلوم کیا کرتے ہیں +

اُن کے اعتقادات میں سے یہ بھی تھا۔ کہ پیدا ہونے سے پیشتر خدا تعالیٰ نے تمام حوادث کو مقدر کر دیا ہے۔ امام حسن بصری رضہ کا قول ہے۔ کہ اہل جاہلیت اپنے خطبوں اور اشعار میں ہمیشہ قدر کا ذکر کیا کرتے تھے۔ شرع نے اور اُس کو موکد کر دیا ہے +

اُن کا یہ بھی اعتقاد تھا کہ عالم بالا میں ایک مقام معین ہے۔ وہاں بتدریج حوادث محقق ہوتے رہتے ہیں۔ اور مقرب فرشتوں اور بزرگ آدمیوں کی کسی نہ کسی طرح سے وہاں دعائیں اپنا اثر کرتی رہتی ہیں۔ لیکن اسکی صوت اُن کے ذہنوں میں ایسی تھی جیسے شاہی ندیموں کی شفاعت کا اثر سلاطین پر پڑتا ہے +

اُن کا یہ بھی اعتقاد تھا کہ خدا تعالیٰ اپنے بندوں کو احکام کا پابند اور مکلف کرتا ہے بعض چیزوں کو حلال کرتا ہے بعض کو حرام کرتا ہے۔ اعمال کی جزا دیتا ہے۔ اچھے ہوں تو جزا بھی اچھی ہوتی ہے۔ اور اگر اعمال بُرے ہوں تو جزا بھی بُری ہوتی ہے ان خیر فخیر وان شر افشر۔ خدا تعالیٰ کے پاک فرشتے ہیں۔ جو اُس کی بارگاہ میں مقرب ہیں۔ وہ اُس کی بادشاہت میں بڑے درجہ والے ہیں۔ خدا کے حکم سے وہ اِس عالم کی تدابیر میں مصروف رہتے ہیں۔ احکام الٰہیہ کی تعمیل سے سرتابی نہیں کرتے۔ جو حکم اُن کو ملتا ہے۔ اُسی کی تعمیل کرتے ہیں۔ لا یعصون اللہ ما امرھم ویفعلون ما یومرون وہ نہ کھاتے ہیں نہ کچھ پیتے ہیں نہ براز کرتے ہیں۔ نہ شادی کرتے ہیں کبھی کبھی وہ بزرگ کے سامنے ہو جاتے ہیں اُنکو بشارت اور خوف دلاتے ہیں +

اُن کا یہ بھی اعتقاد تھا کہ کبھی کبھی خدا اپنی مہربانی اور فضل سے کسی آدمی کو لوگوں کی طرف مبعوث کیا کرتا ہے۔ اُس پر وحی نازل کرتا ہے۔ فرشتوں کو اُس کے پاس بھیجتا ہے۔ اُس کی اطاعت لوگوں پر فرض کرتا ہے۔ بغیر اُس کی تعمیل اور فرمانبرداری کے کوئی چارہ نہیں ہوا کرتا۔

ملاء اعلیٰ اور حاملین عرش کا ذکر اشعار جاہلیت میں بکثرت ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے امیہ بن ابی الصلت کی دو بیتوں میں تصدیق کی ہے۔ اُس کا قول ہے:-

رجل و ثور تحت رجل یمینہ والنسر للاخریٰ و لیث مرصد

(آدمی بیل کے ... اور شیر غراں سب خدا کے قبضۂ قدرت میں ہیں) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ شعر سنکر فرمایا امیہ نے سچ کہا۔ اس کے بعد امیہ کا یہ شعر پڑھا:-

والشمس تطلع کل آخر لیلۃ حمراء یصبح لونہا یتورد

تابی فما تطلع لنا فی رسلہا الا معذبۃ والا تجلد

یعنی آفتاب رات کے ختم ہونے کے بعد سُرخ اور گلابی رنگ کا نکلتا ہے۔ اور اُس کا طلوع نرمی کے ساتھ نہیں ہوتا بلکہ ... اجاتا ہے اور تازیانہ لگایا جاتا ہے (یعنی اپنے پروردگار کی قدرت سے مغلوب رہتا ہے) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس شعر کو سُن کر فرمایا۔ کہ سچ کہا اور اُس کی تحقیق یہ ہے کہ اہل جاہلیت کا قول تھا کہ عرش اُٹھانے والے فرشتے چار ہیں۔ ایک کی صورت آدمی کی سی ہے۔ اور یہ فرشتہ خدا کی حضور میں آدمیوں کا شفیع ہے اور دوسرا ... بیل کی ہے اور یہ چارپایوں کا شفیع ہے۔ اور تیسرا کرگس کے ہمشکل ہے یہ پرندوں کی شفاعت کرتا ہے اور چوتھا شیر ... شکل ہے۔ درندوں کی شفاعت اس کے متعلق ہے۔ اس کے قریب ہی قریب شریعت میں بھی آیا ہے شرع نے اُن فرشتوں کا نام بُز کو ہی لکھا ہے (وعول) عالم مثال میں اُن فرشتوں کی صورتیں ایسی ہی ظاہر ہوتی ہیں یہ ... اہل جاہلیت کو معلوم تھیں۔ لیکن وہ غائب کا حاضر سے اندازہ کرتے تھے۔ اور امور علمی اور یقینی کو اپنے ... خیالات سے خلط ملط کر دیتے تھے۔ اگر مذکورہ بالا تقریر میں شبہ ہو۔ تو ان مضامین میں غور کرنا چاہیے۔ جو قرآن عظیم میں مذکور ہیں خداتعالے نے علم کے ... میں جو ان میں باقی رہگیا تھا۔ اُن کو کیسے کیسے الزام دیے ہیں۔ اور وہ شکوک کیسے رفع کئے ہیں۔ جو انہوں نے اپنے معتقدات میں داخل کرلئے تھے۔ جب اہل جاہلیت نے قرآن شریف کے نازل ہونے سے انکار کیا۔ تو خداتعالے نے فرمایا۔ ... کو کس نے نازل کی تھی جسے حضرت موسیٰ لائے تھے۔ قل من انزل الکتاب الذی جاء بہ موسیٰ اور جب اُن لوگوں نے کہا۔ کہ اس پیغمبر کا حال کیا ہے کہ کھانا کھاتا ہے۔ اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔ مالھذا الرسول یاکل الطعام ویمشی فی الاسواق۔ تو خداتعالے نے فرمایا یہ باتیں پیغمبروں سے کچھ قابل تعجب نہیں ہیں۔ ما کنت بدعا من الرسل۔ ایسی ہی اور بہت سی مثالیں ہیں اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اہل جاہلیت اگرچہ راہ راست سے دور ہٹ گئے تھے۔ لیکن جو علمی حصہ ان میں باقی رہگیا تھا۔ اُس کے ذریعے سے اُن کو الزام دیا جانا ممکن تھا۔ زمانۂ جاہلیت میں جو لوگ حکیم ہوئے ہیں اُن کے خطبوں کو دیکھو مثلاً قس بن ساعدہ اور زید بن عمرو بن نفیل اور جو بزرگ لوگ عرب کی

کے عہد سے پیشتر تھے۔ اُن میں جو حکما اور کامل تھے وہ سب عالم معاد اور فرشتوں وغیرہ کے قائل تھے۔ وہ توحید کو ٹھیک طور پر مانتے تھے زید بن عمرو بن نفیل نے اپنے شعر میں کہا ہے۔ **شعر**

وانت رب ملیک الناس طرا بکفیک المنایا والحتوم

(تو پروردگار سب لوگوں کا بادشاہ ہے۔ موتیں تیرے ہی اختیار میں ہیں) اور نیز اس کا قول ہے۔ **شعر**

اربا واحدا ام الف رب ادین اذا تقسمت الامور

ترکت اللات والعزی جمیعا کذلک یفعل الرجل البصیر

(میں ایک پروردگار کو مانوں یا ہزار کو جب کاموں کی تقسیم ہو۔ میں نے تو لات وعزی سب کو چھوڑ دیا۔ ہوشمند آدمی ایسا ہی کیا کرتا ہے) اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے امیہ بن الصلت کے حق میں فرمایا ہے۔ اُس کے شعر میں ایمان ہے لیکن اُس کے دل میں ایمان نہیں ہے ؎

یہ سب امور وہ تھے جو حضرت کے عہد سے وراثتہً اُن میں چلے آتے تھے۔ اور بعض امور اہل کتاب سے لیکر بھی انہوں نے داخل کرلئے تھے اُن کو بخوبی معلوم تھا کہ انسان کا اصلی کمال یہی ہے کہ اپنے پروردگار کی حضور میں سرنگوں ہو۔ اور نہایت زیادہ بشش اور کوشش سے خدا کی پرستش کیجائے۔ عبادت کے ابواب میں سے اُن کے ہاں ایک طہارت بھی تھی اور غسل جنابت تو ایک معمولی طریقہ تھا۔ ختنہ اور تمام اوصاف وخصائل فطرت کا بھی بخوبی وہ اہتمام کرتے تھے۔ توریت میں ہے۔ کہ خدا تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اُن کی اولاد کے لئے ایک نشان قرار دیا تھا۔ ان اللہ جعل الختان میسم علی ابراهیم وذریته۔ اور مجوسی ویہودی وغیرہ سب وضو کے پابند ہیں حکماے عرب بھی وضو کیا کرتے تھے۔ اہل جاہلیت میں نماز بھی تھی۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے سے پیشتر دو سال سے نماز پڑھا کرتے تھے۔ اور قس ابن ساعدہ ایادی برابر نماز پڑھا کرتے تھے۔ یہود ومجوس اور بقیہ عرب میں نماز کے اندر تعظیمی افعال کی پابندی تھی۔ خاصہ سجدہ بہت ضروری تھا۔ اور دعا وذکر آلہی کے متعلق بعض منقولے بھی تھے۔ ایسے ہی زمانہ جاہلیت میں زکوٰۃ بھی تھی۔ اسی زکوٰۃ میں مہمان نوازی۔ مسافر نوازی۔ اہل وعیال کا نفقہ۔ مساکین پر خیرات کرنی۔ صلہ رحم۔ اُن حوادث میں ہمدردی اور امداد کرنا جو حق ہوں۔ یہ سب زکوٰۃ میں داخل تھے یہ امور اُن کے ہاں بڑے قابل تعریف تھے۔ وہ خوب جانتے تھے کہ انہی امور سے انسان کامل ہوا کرتا ہے۔ حضرت خدیجہ رضی نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا۔ واللہ کہ خدا آپ کو پسماندہ نہ کریگا۔ آپ صلہ رحم اور مہمان نوازی کرتے ہیں۔ اہل وعیال کے متکفل ہیں۔ حقانی حوادث پر لوگوں سے ہمدردی کرتے ہیں۔ فواللہ لا یخزیک اللہ ابدا انک تصل الرحم وتقری الضیف وتحمل الکل وتعین علی نوائب الحق۔ ایسا ہی ابن دغنہ نے بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا تھا۔ اور فجر سے غروب آفتاب تک اُن میں روزہ بھی معمول بہ تھا۔ زمانہ جاہلیت میں قریش عاشورا کا روزہ رکھا کرتے تھے۔ مسجد میں وہ اعتکاف بھی کیا کرتے تھے۔ زمانہ جاہلیت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شب کی اعتکاف کی نذر کی تھی۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اُس میں استفتا کیا تھا۔ عاص ابن وائل نے وصیت کی تھی کہ میری طرف سے

اتنے غلام آزاد کئے جاویں۔ جاہل اہل جاہلیت مختلف وجوہ سے بُتوں کی عبادت کیا کرتے تھے۔ اور بیت اللہ کا حج کرنا شعائر اللہ اور بزرگ مہینوں کی تعظیم کرنی یہ تو ایسے ظاہر ہیں کہ اُن میں کوئی شبہ ہو ہی نہیں سکتا۔ اُن کے پاس کئی قسم کے منتر اور تعویذ بھی تھے لیکن اُن میں شرک کی باتیں داخل کر دی تھیں حیلق کا ذبح کرنا اور گردن میں برچھا مارنا اون کا طریقہ تھا وہ ذبیحہ کا گلا نہیں گھونٹتے تھے۔ اور چھری سے پیٹ چاک نہیں کرتے تھے۔ ستاروں اور علم طبیعت کے دقائق ترک کرنے میں وہ ملتِ ابراہیم علیہ السلام کے پیرو تھے۔ البتہ اُن میں سے جو بداہتہً معلوم ہوتے تھے اُن کو مانتے تھے پیش بینی کے لئے اُن کے ہاں خواب اور گذشتہ انبیاء کے بشارات تھے۔ مدت کے بعد کہانت اور قمار کے تیروں سے آیندہ حالات کا اندازہ کرنا اور فال اُن میں پھیل گئے تھے۔ اُن کو معلوم تھا کہ یہ سب امور اصل ملتِ ابراہیم علیہ السلام میں مفقود تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت ابراہیم و حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کی تصویریں دیکھیں جن کے ہاتھوں میں قمار کے تیر تھے تو فرمایا یہ لوگ خوب جانتے ہیں کہ انہوں نے قمار کے تیروں سے کبھی اندازہ نہیں کیا۔ لقد علموا انهما لم يستقسما قط بني اسمٰعیل بر ابراہیمی جد حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہی کی روش پر ثابت رہے۔ جبتک کہ اُن میں عمرو بن لحی پیدا ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے تقریباً تین سو برس قبل یہ عمرو پیدا ہوا تھا ؛

ایسے ہی زمانہ جاہلیت میں کھانے پینے لباس دعوتوں میں میلوں۔ مُردوں کے دفن کرنے۔ نکاح۔ طلاق۔ عدت۔ ماتم۔ خرید و فروخت اور تمام معاملات کے نہایت مستحکم طریقے معین تھے۔ جو اُن کی پابندی نہیں کرتا تھا۔ وہ قابلِ ملامت سمجھا جاتا تھا ؛

محارم۔ مثلاً بیٹیاں۔ مائیں۔ ہمشیریں وغیرہ سب اُن کے ہاں حرام تھیں ظلم و تعدی کے لئے اُن کے ہاں تعزیرات معین تھیں۔ قصاص۔ دیت۔ قسامہ سے وہ سزا دیتے تھے۔ ایسے ہی زنا اور چوری کی بھی سزائیں مقرر تھیں۔ ایرانی اور رومی سلطنتوں کے ذریعہ سے بہت سے منزلی اور تمدن کے علوم و تدابیر بھی اُن میں اضافہ ہو گئے تھے۔ لیکن اُن میں فسق و فجور کی کثرت ہو گئی تھی۔ غارتگری لوٹ مار سے ظلم بہت کرتے تھے۔ زنا اور فاسد نکاح اور ربو بہت پھیل گیا تھا نماز اور ذکر الٰہی کو بالکل ترک کر دیا تھا۔ ان امور کی طرف کچھ توجہ نہ تھی۔ ایسی پر آشوب حالت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اُن میں بعثت ہوئی۔ تب آپ نے تمام اُن علمی اور عملی امور میں خوض کیا۔ جو اُن میں موجود تھیں۔ اِن میں سے جو حصہ ٹھیک ملتِ ابراہیمی کا تھا۔ اُس کو آپ نے بحال رکھا۔ اُس کے اختیار کرنے کا حکم فرمایا۔ اور عبادات کے طریقے معین فرما دئیے۔ اسباب و اوقات۔ شروط و ارکان۔ مستحبات و مفسدات۔ رخصت و عزیمت۔ ادا و قضاء کے طریقے تعلیم کر دئیے۔ گناہوں کو منضبط فرما کر اُن کے ارکان و شروط معین کر دئیے۔ گناہوں کی سزائیں اور کفارات مشروع کر دئیے۔ ترغیب اور ترہیب کی تقریر سے دین کو اُن کے لئے آسان کر دیا۔ گناہ کے تمام ذرائع مسدود کر دئیے۔ اور اُن امور کی مستعدی پیدا کر دی۔ جن سے نیکی پایۂ تکمیل کو پہنچتی ہے۔ ایسے ہی اُس مجموعہ کو مرتب کر دیا جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ ملتِ حنیفی کی اشاعت اور تمام مذاہب پر اُس کے غالب کرنے کی نہایت کوشش کی۔ اُن کی تمام تحریفات اور تغیراتِ مذہبی کو نسیاً منسیا کر دیا۔ اور امورِ نافع کی ہدایت فرمائی۔ اُن کی تمام رسوم فاسدہ کی روک کر دی۔ اور خلافت کبریٰ کو اُن میں قائم کیا۔ اور اپنے ہمراہیوں کو لیکر

غیر قوموں سے جہاد کیا حتی تما امر اللہ وھم کارھون +

بعض حدیثوں میں وارد ہوا ہے "کہ میں آسان حنیفی روشن مذہب لایا ہوں" بعثت بالملۃ السمحۃ الحنیفیۃ البیضاء۔ سمحہ سے یہ مراد ہے کہ اس میں عبادات کی ایسی سختیاں نہیں ہیں۔ جیسی راہبوں نے گھڑ لیں تھیں۔ بلکہ اس میں ہر ایک عذر کے لئے رخصت ہے۔ قوی اور عاجز۔ اور کاریندہ اور بیکار سب اس پر عملدرآمد کر سکتے ہیں۔ اور حنیفیہ سے مراد ملت ابراہیمی ہے جس میں شعائر الٰہیہ قائم کئے جاتے ہیں اور شرک کے شعار پست کئے جاتے ہیں۔ تحریف اور فاسد رسمیں بالکل باطل کیجاتی ہیں اور بیضاء سے یہ مراد ہے کہ اس کی علتیں اور حکمتیں اور وہ مقاصد جن پر اس مذہب کی بنیاد قائم ہے نہایت صاف ہیں۔ جو شخص ان میں تامل کریگا اس کو کچھ شبہ باقی نہ رہیگا۔ اور کوئی سلیم العقل ہٹ دھرمی نہ کریگا +

# مبحث ساتواں

## حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے احکام شرعی کے مستنبط ہونے کی کیفیت

### باب ۵۷ ۔ علوم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقسام میں

جاننا چاہیئے کہ جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے اور کتب حدیث میں مدون کیا گیا ہے اسکی دو قسمیں ہیں (۱) وہ امور جو تبلیغ رسالت سے علاقہ رکھتے ہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے پیغمبر جو تم کو بتائے۔ اس کی تعمیل کرو اور جس سے منع کرے اس سے باز آؤ۔ ما اتکم الرسول فخذوہ وما نھکم عنہ فانتھوا۔ ایسے امور میں سے ایک حصہ علوم معاد اور عالم ملکوت کے عجیب عجیب حالات کا ہے یہ سب امور بواسطہ وحی ہی کے ہوا کرتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کو ان میں کچھ دخل نہیں ہے اور انہیں امور میں سے ایک حصہ احکام شرعی اور عبادات اور منافع کا وجوہ مذکورہ بالا میں سے کسی نہ کسی وجہ سے منضبط کرنے کا ہے۔ ان علوم میں سے بعض وحی کے ذریعہ سے معلوم ہوتے ہیں۔ اور بعض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد سے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اجتہاد بھی وحی کے درجہ میں ہے۔ خدا تعالیٰ نے آپ کو اس سے محفوظ رکھا تھا کہ آپ کی رائے خطا پر جم سکے اور ایسا بھی نہیں ہے کہ آپ کسی امر منصوص سے حکم مستنبط کر کے اجتہاد کرتے ہوں۔ جیسا لوگ گمان کرتے ہیں بلکہ اکثر یہ حالت تھی کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو شرع کے مقاصد اور وہ قانون تعلیم کیا تھا جس سے حکم شرعی یا آسانی کا طریقہ یا کسی امر کو مستحکم اس سے کر سکتے تھے۔ اسی قانون سے آپ ان مقاصد کی توضیح فیصلہ کیا کرتے تھے۔ جو بذریعہ وحی آپکو حاصل ہوتے رہتے تھے +

انہیں امور تبلیغ رسالت سے ایک حصہ ان حکمتوں اور مصلحتوں کا ہے جو بلا قید رکھی گئی ہیں۔ ان کا کوئی وقت

مُتعین نہیں کیا گیا ہے۔ نہ اُس کی حدیں بیان کی گئی ہیں جیسے عمدہ اور ناقص اخلاق کا بیان۔ یہ حصّہ غالبًا اجتہادی ہے۔ اس طرح پر کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو تدابیر کے قوانین تعلیم کئے۔ اُنہیں سے آپ نے کسی حکمت کو اخذ کر کے اُس سے کوئی کلیہ بنا لیا۔ اور اُنہیں امور میں سے ایک حصّہ اعمال کی خوبیوں اور اُن اعمال کے کاربند ہونے والوں کے مناقب اور اوصاف کا ہے میری رائے میں اس میں سے بعض امور بوحی الٰہی معلوم ہوتے ہیں اور بعض اجتہادی ہیں۔ اِس قسم کے قوانین پہلے معلوم ہو چکے ہیں۔ اور اسی حصّہ کی تشریح اور اُن کے مقاصد کا بیان کرنا ہم کو مقصود ہے *

(۲) قسم اُن اموں کی وہ ہے جن کو تبلیغ رسالت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اسی کی نسبت آنحضرت صلی اللہ وسلم نے فرمایا ہے۔ میں ایک انسان ہوں۔ جب میں تم سے کوئی مذہبی امر بیان کروں تو اُس کو اختیار کرو۔ اور جو بات میں اپنی رائے سے کہوں پس میں ایک انسان ہوں۔ انما انا بشر اذا امرتکم بشیئ من دینکم فخذوا به واذا امرتکم بشیئ من رائی فانما انا بشر۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت خرما کے گابھا لگانے میں فرمایا تھا۔ کہ میں نے صرف گمان کیا تھا۔ اوس ظنی بات کا مجھ سے مواخذہ نہ کرو۔ لیکن میں خدا کی جانب سے کوئی بات بیان کروں تو اُس کو اختیار کرو۔ اس لئے کہ میں نے خدا پر جھوٹ نہیں بولا ہے۔ انما ظننت ظنا ولا تواخذونی بالظن ولکن اذا حدثتکم عن الله شیئا فخذوا به فانی لم اکذب علی الله۔ اسی قسم میں سے علاج و طب کا حصّہ ہے۔ اور اسی کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے۔ کہ گھوڑا نہایت سیاہ جس کی پیشانی پر ہلکی سی سپیدی ہو اپنے پاس رکھا کرو۔ علیکم بالادھم الاقرح۔ اور اس میں سے وہ امور بھی ہیں جن کو آپ محض عادۃً کیا کرتے تھے یا اتفاقیہ بلا قصد کرتے تھے۔ تعبدی طور پر اُن کو عمل میں نہیں لاتے تھے۔ اور اسی میں سے وہ امور بھی ہیں جن کو بسبیل تذکرہ بیان کیا کرتے تھے ایسا ہوتا تھا کہ لوگ کچھ بات چیت کر رہے ہیں آپ بھی کچھ فرمانے لگے۔ حدیث ام ذرع اور حدیث خرافہ اسی قسم کی حدیثیں ہیں اس کو ہی حضرت زید ابن ثابت نے فرمایا ہے۔ چند لوگ اُن کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ کچھ حدیثیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہم سے بیان کیجئے حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا۔ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمسایہ میں تھا۔ جب وحی نازل ہوتی تھی تو مجھ کو آپ بلا بھیجتے تھے۔ میں اُس کو لکھ دیا کرتا تھا۔ آپ کی یہ حالت تھی کہ جب ہم دنیا کا ذکر کرتے تو ہمارے ساتھ آپ بھی دنیا کا ذکر کرتے۔ اور جب ہم آخرت کا ذکر کرتے تو آپ بھی آخرت کا ذکر کرتے۔ اور جب ہم کھانے کا ذکر کرتے تو آپ بھی ہمارے ساتھ کھانے کا ذکر فرماتے۔ پس کیا میں ان سب قسم کی حدیثوں کو تمہارے سامنے ذکر کروں۔ اور ایسے ہی بعض امور وہ ہوتے ہیں۔ جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایک جزئی مصلحت تھی لیکن وہ تمام اُمّت کے لئے لازمی اور حتمی نہ تھے۔ اُن کی مثال ایسی سمجھنی چاہئے۔ جیسے کوئی بادشاہ لشکروں کی ترتیب کرتا ہے۔ اور کوئی فوجی علامت قرار دیتا ہے۔ اسی لئے حضرت عمر نے فرمایا ہے۔ کہ ہم کو رمل (طواف میں سینہ نکالنا) سے کیا علاقہ۔ ہم اُن کو یہ حالت دکھایا کرتے تھے جن کو خدا نے اب ہلاک کر دیا ہے۔ مالنا وللرمل کنا نترایا به قوما قد اھلکھم الله۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اندیشہ ہوا کہ کہیں رمل کا کوئی اور سبب ہو۔ اکثر احکام اسی مصلحت جزئی پر عمل کئے گئے ہیں چنانچہ حضرت کا ارشاد ہے جو شخص کسی کو قتل کرے تو اُس قتیل کا سامان مارنے والے ہی کو ملنا

چاہئے۔ من قتل قتیلا فلہ سلبہ +

اسی حد میں سے آپکے احکام اور فیصلے ہیں۔ دلائل اور قسموں سے جیساکہ ثابت ہُوا کرتا تھا۔ ویسا ہی آپ حکم فرمایا کرتے تھے جو حضرت علی رضؓ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ جن چیزوں کو غائب شخص نہیں دیکھ سکتا۔ اُن کو وہ شخص دیکھتا ہے جو واقع پر موجود ہو۔ الشاھد یری مالا یراہ الغائب +

# باب ۶۷ مصلحتوں اور شریعتوں میں کیا فرق ہے

جاننا چاہئے کہ شارع نے ہم کو دو قسم کے علمی فائدے پہنچائے ہیں۔ اِن دو نو قسموں کے احکام اور درجے مختلف اور جدا جدا ہیں (۱) مصالح اور مفاسد کا علم یعنی وہ امور جو تہذیب نفس کے متعلق ہیں۔ کہ جو اخلاق دنیا و آخرت میں مُفید ہیں وہ کسب کئے جائیں اور اُن کے مخالف اخلاق دور کئے جائیں۔ یا وہ امور جو تدبیرِ خانہ داری اور آدابِ معاش اور سیاستِ مدن سے علاقہ رکھتے ہیں۔ شارع نے اِن امور کے لئے کوئی مقدار معیّن نہیں کی ہے۔ اُن میں جو امر مبہم تھے۔ اُن کو منضبط نہیں کیا۔ اور جو قابلِ اشکال تھے اُن کو معلوم نشانوں سے ممتاز نہیں کیا ہے۔ جو چیزیں پسندیدہ تھیں اُن کی جانب لوگوں کو مائل کر دیا ہے اور رذائل سے کنارہ کش رہنے کی ہدایت فرمادی۔ اپنے کلام کو اس حالت میں چھوڑ دیا ہے کہ زبان دان اپنی سمجھ کے موافق اُس سے مطلب سمجھ لیں۔ اُس نے صرف مصالح کو مدار علیہ طلب یا باز رہنے کا قرار دیا ہے۔ اُس کے لئے مواقع اور نشانات نہیں بتلائے جن سے اُن کی رہبری ہو سکے۔ مثلاً شارع نے زیرکی اور شجاعت کی تعریف کی ہے۔ اور لوگوں کے ساتھ نرم دلی اور خلوص سے پیش آنے کا حکم دیا ہے اور بتایا ہے کہ امورِ معاش میں اعتدال چاہئے۔ اور زیرکی کا کوئی ایسا اندازہ نہیں بتایا۔ کہ اُسی حد تک اُس کو طلب کرنا چاہئے۔ اور اگر اُس حد سے تجاوز ہو تو لوگوں سے مواخذہ کرنا چاہئے +

جس مصلحت پر ہم کو شارع نے مُستعد کیا ہے اور جس خرابی سے باز رکھا ہے۔ اُس کی انتہا تین اصولوں میں سے ایک تک ہوتی ہے۔ (۱) اُس سے اُن چار اوصاف میں سے جو معاد میں مُفید ہیں یا اُن تمام خصلتوں میں سے جو دنیا میں سود مند ہیں کوئی نہ کوئی وصف نفس میں پیدا کرنا اور اُن کو شائستہ اور مہذب بنانا ہے۔ (۲) کلمہ آلہی اور سچے مذہب کو غالب کرنا۔ شرائع کو خوب مستحکم کرنا۔ اُن کی اشاعت میں کوشش کرتا ہوتا ہے۔ (۳) عامہ خلائق کی حالت کو منتظم کرنا۔ اُنکے امورِ نافع اور تدابیرِ مفیدہ کی درستی کرنا۔ اُن کی رسموں کو مہذب صورت میں لانا۔ اور مصلحت و خرابی کی انتہا ان اصول پہ ہونے کے معنی یہ ہیں۔ کہ ان امور میں اُس کو کچھ نہ کچھ دخل ہُوا کرتا ہے۔ خواہ یہ اصول اُس سے حاصل ہوتے ہیں یا منتفی ہوتے ہیں یہ امور اُن اصول کی شاخ ہوں یا اُن کے مخالف اصول کی۔ یا اُن اصول کے ہونے نہ ہونے کا اُن میں احتمال ہو۔ یا اُن کو مساوی لازم ہوں یا اُن کے مخالف کو لازم ہوں۔ یا اُن اصول کے حصول اور اغراض کا ذریعہ ہوں +

اصل رضاء آلہی کے باعث یہی مصالح ہُوا کرتے ہیں۔ اور انہیں مفاسد سے عتابِ خداوندی پیدا ہوتا ہے پیغمبر کی بعثت سے پہلے اور بعد کا زمانہ اس خوشی اور ناخوشی میں یکساں ہے۔ اگر ان دونو حصتوں سے خدا کی خوشی اور ناخوشی کا تعلق نہ ہوتا۔ تو پیغمبروں کی بعثت بھی نہ ہوتی۔ اس لئے کہ یہ تمام شرائع اور حدود تو انبیاء کے پیدا ہونے کے بعد

مستحق ہوا کرتے ہیں تو اگر پہلے ہی سے اُن کو تکلیف دیجائے اور پکڑ دھکڑ کیجائے تو خدا کی مہربانی اور لطف ہی کیا ہوا مصالح اور مفاسد کا چونکہ تہذیب اور نفس کی ناپاکی پر اثر ہوا کرتا ہے۔ لوگوں کی بدانتظامی اور ابتری حالت پر انبیا کی پیدائش سے پیشتر ہی اُس سے پرتو پڑا کرتا ہے اس واسطے لطف الٰہی مقتضی ہوتا ہے کہ امور مہتم کی لوگوں کو اطلاع دیجائے اہم اور ضروری امر کی اُن کو تکلیف دی جائے اور اس لطف الٰہی کی تکمیل جب ہی ہوتی ہے کہ ہر چیز کی مقادیر اور احکام نوعی مقرر ہوں ؁

## باب - اُمت محمدیہ نے شریعت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیسے اخذ کیا

معلوم کرو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے شریعت دو طریقے سے اخذ کی گئی ہے (۱) ظاہری طرفوں سے اُس کو حاصل کیا۔ اس میں ضرور ہے کہ اقوال نبوی نقل کئے جائیں۔ خواہ بتواتر یا بلا تواتر۔ تواتر کی نقل کبھی لفظی ہوا کرتی ہے جیسے قرآن عظیم اور چند احادیث مثلاً انکم سترون ربکم (تحقیق تم اپنے رب کو دیکھو گے) اور کبھی تواتر معنوی ہوتا ہے مثلاً طہارت نماز۔ زکوٰۃ۔ روزہ۔ حج۔ بیوع۔ نکاح۔ غزوات کے اکثر احکام دین میں اسلامی فرقوں میں سے کسی نے اختلاف نہیں کیا اور غیر متواتر میں سے سب سے بلند درجہ مستفیض کا ہے مستفیض اُس حدیث کو کہتے ہیں جس کی تین صحابہ یا زیادہ نے روایت کی ہو۔ اور پانچویں طبقہ تک برابر اُس کے راوی بڑھتے رہے ہوں۔ اس قسم کی حدیثیں کثیر ہیں۔ اور مسائل فقہ کی انہیں پر بنیاد ہے مستفیض کے بعد اُس حدیث کا درجہ ہے جس کی صحت اور حسن کا فیصلہ حفاظ واکابر محدثین کے بیان سے ہو گیا ہو ایسی حدیثوں کے بعد اُن احادیث کا مرتبہ ہے جن میں محدثین نے اختلاف کیا ہو کسی نے اُن کو قبول کیا لیکن اوروں نے اُن کو قبول نہیں کیا۔ ایسی حدیثوں میں جو حدیثیں شواہد یا اکثر اہل علم کے اقوال سے یا عقل صریح سے مؤید ہوں۔ اُن کا اتباع ضروری ہے (۲) طریقہ یہ ہے کہ احادیث کی دلالت اور رہنمائی سے احکام شریعت اخذ کئے جائیں۔ اس کی صورت یہ ہے۔ کہ صحابہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو کوئی امر فرماتے ہوئے یا کرتے ہوئے دیکھا۔ اور اُس سے کوئی حکم کسی شے واجب وغیرہ ہونے کا مستنبط کر لیا۔ اور اس حکم کی لوگوں کو خبر کر دی اور کہدیا کہ فلاں شے واجب ہے فلاں جائز ہے۔ پھر تابعین نے ان احکام کو اسی طرح حاصل کیا اور تیسرے طبقہ کے لوگوں نے اپنے فتووں اور فیصلوں کو اسی کے موافق مدون کرکے خوب استحکام کر لیا۔ اس قسم کے طریقہ میں حضرت علی حضرت عبد اللہ بن مسعود اور حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہم بڑے پایہ کے ہیں لیکن حضرت عمرؓ صحابہ سے ہر مسئلہ میں مشورہ ومناظرہ کیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ اُس امر کا بالکل انکشاف ہو جایا کرتا تھا۔ اور یقینی امر معلوم ہو جاتا تھا یہی وجہ ہے کہ حضرت عمرؓ کے فیصلوں کا تمام مشارق ومغارب میں اتباع کیا گیا۔ ابراہیم کا قول ہے کہ حضرت عمر کی وفات سے علم کے دس حصوں میں سے نو حصے مفقود ہو گئے۔ اور حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ کا قول ہے کہ حضرت عمرؓ جب کسی راستہ پر چلتے تھے تو ہم اُس کو آسان پاتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اکثر اوقات کسی سے مشورہ نہیں کرتے تھے اور اُن کے فیصلے صرف کوفہ میں محدود تھے۔ اور صرف چند لوگوں نے اُن سے احکام کو اخذ کیا اور حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ کا قیام کوفہ میں تھا اسی لئے صرف انہیں اطراف میں لوگوں نے اُن سے علم اخذ

کیا اور حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے پہلے لوگوں کے زمانہ کے بعد خود اجتہاد کیا اور اکثر احکام میں لوگوں کی مخالفت کی اور اُن کے صحابہ نے جو مکہ میں تھے اُن کی پیروی کی حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے جمہور اسلام کے مسلک کو اختیار نہیں کیا۔ ان چاروں صحابہ کے علاوہ اور لوگ احادیث کی دلالت اور راہبری سے واقف تھے لیکن کسی شرط اور مستحب و مسنون میں انکو امتیاز نہ تھا۔ اور ایسے بہت کم تھے کہ مختلف احادیث اور دلائل کی بابت میں اُنکا کوئی خاص قول ہوتا۔ عبداللہ ابن عمرؓ اور حضرت عائشہؓ اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم اس وجہ کے قابل تھے اور تابعین کے اکابر میں اسی روش کے لوگ مدینہ میں فقہائے سبعہ تھے خاصہ عبداللہ ابن مسیب اور مکہ میں عطاؓ بن رباح اور کوفہ میں ابراہیم شریح اور امام شعبی اور بصرہ میں امام حسن بصری رحمہم اللہ۔ اور ان دونو طریقوں میں سے ہر ایک میں ایک شگاف ہے کہ بغیر دوسرے کے وہ نہیں بھرتا ہے۔ اور ایک طریقہ کو دوسرے کی حاجت ہے۔ پہلے طریقہ یعنی نقل ظاہر میں یہ نقصان ہے کہ کبھی روایت بالمعنی ہؤا کرتی ہے اور اس سے تغیر و تبدل ہو جانے اور معنی کے بدلجانے کا خوف ہؤا کرتا ہے۔ دوسرا نقصان یہ ہے کہ کسی خاص واقعہ میں کوئی حکم دیا جاتا ہے اور راوی اُس کو حکم کلی سمجھتا ہے۔ اور تیسرا نقصان یہ ہے کہ بعض احکام تاکیداً بیان کئے جاتے ہیں تاکہ لوگ اُن کا بخوبی اہتمام کریں اور راوی اُس سے اُس کا واجب ہونا یا حرام ہونا سمجھتا ہے۔ اور واقع میں ایسا نہیں ہؤا کرتا۔ اس لئے جو خود فقیہ اور فہیم ہو اور خود اُس موقع پر موجود ہو وہ قرائن سے واقعی حالت کو مستنبط کرلیگا۔ جیسے کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے مزارعہ کے متعلق اور پھل آنے سے پیشتر پھلوں کی خرید و فروخت کی نسبت کہا ہے کہ یہ بطور مشورہ تھی اور دوسرے طریقہ یعنی اجتہادی حالت میں یہ نقصان ہے کہ اس طریقہ میں صحابہ اور تابعین کے قیاسوں کا مجموعہ شامل ہؤا کرتا ہے۔ اُس میں وہ امور مندرج ہوتے ہیں جو اُنہوں نے کتاب و سنت سے مستنبط کئے ہوتے ہیں۔ اور اجتہاد ہر حالت میں یہ ضرور نہیں ہے کہ درست ہی ہؤا کرے اکثر ایسا ہوتا ہے۔ کہ قیاس کرنے والے کو حدیث نہیں ملا کرتی۔ یا اس طرح ملتی ہے کہ اُس قسم کی حدیث حجت کے قابل نہیں ہوتی۔ اس لئے اُس پر عمل نہیں کیا جاتا۔ لیکن اُس کے بعد کسی دوسرے صحابی سے پوری حالت منجلی ہو جاتی ہے۔ جیسے تیمم جنابت کے متعلق حضرت عمرؓ اور عبداللہ ابن مسعودؓ کا قول ہے اور اکثر ممتاز صحابہ رضی اللہ عنہم نے صرف عقلی راہبری سے کسی مصلحت پر اتفاق کرلیا ہے۔ اسی کی نسبت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین حالانکہ یہ اتفاق اصول شریعت سے نہیں ہؤا کرتا۔ اسی وجہ سے لغزشوں سے نجات پانے میں اُسی شخص کو آسانی اور کامیابی ہوگی جو اخبار اور الفاظ حدیث میں تبحر اور کمال رکھتا ہو۔ جب ایسی حالت ہے تو فقہ میں خوض کرنے والے کو ضرور ہے کہ دونو مشربوں میں تبحر اور کمال پیدا کرے اور ملت اسلام میں تمام راستوں میں وہی عمدہ اور پسندیدہ ہے کہ جمہور رواۃ اور علماء نے اُس پر اتفاق کرلیا ہو اور دونو طریقے اُس میں جمع ہو گئے ہوں +

## باب ۵ ۔ کتب حدیث کے طبقوں کے بیان میں

معلوم کرنا چاہئے کہ ہمارے پاس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے سوا کوئی ذریعہ شریعت اور احکام شریعت کے معلوم کرنے کا نہیں ہے مصلحتوں کو تو تجربہ اور غور کامل اور حدس وغیرہ سے بھی معلوم کرسکتے ہیں۔ اور احادیث کا علم جب ہی حاصل ہو سکتا ہے کہ وہ روایتیں ہم پہنچیں جنکی سند آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہے۔ خواہ وہ حدیثیں آپکے بیان سے حاصل

ہوں۔ یا موقوف احادیث ہوں کہ صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت نے اُن کی روایت کی ہو۔ اُن سے یہ امر مستبعد ہے کہ بغیر نص یا اشارہ شارع کے اُن احادیث کے قطعی ہونے پر اقدام کریں۔ اس قسم کی روایت بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شفاہاً ماخوذ ہُوا کرتی ہے۔ اور ہمارے زمانہ میں اس قسم کی روایتوں کے حاصل ہونے کا کوئی ذریعہ بجز اس کے نہیں ہے کہ جو کتابیں علم حدیث میں مدون کی گئی ہیں تلاش کی جائیں۔ اسلئے کہ فی زماننا ایسی غیر مدون روایتیں نہیں پائی جاتیں کہ اعتماد کے قابل ہوں +

کُتب حدیث کے طبقے و درجے مختلف ہیں۔ اُن طبقوں کا معلوم کرنا اور حافظ رکھنا ضروری ہے صحت و شہرت کے لحاظ سے کتب حدیث کے چار طبقے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ حدیث کی قسمیں تین ہیں اول وہ حدیثیں جن کا تواتر سے ثبوت ہے۔ اُمت محمدیہ نے بالاتفاق اُن کو قبول کر لیا ہے۔ اور اُن پر عمل کیا ہے۔ اس کے بعد دوسری قسم کی وہ ہیں۔ جو چند طریقوں سے ثابت ہیں اور کوئی معتدبہ شبہ اُن کے ثبوت میں نہ رہا ہو۔ اور مختلف بلاد کے جمہور فقہا نے اُن پر عمل کیا ہو خصوصاً علماء حرمین نے اُن میں اختلاف نہ کیا ہو۔ قرون اولے میں خلفاء راشدین نے حرمین میں قیام کیا تھا اور درجہ بدرجہ علماء وہاں کا سفر کرتے رہے ہیں۔ اس لئے یہ بعید معلوم ہوتا ہے کہ علماء حرمین ظاہری خطا کو تسلیم کر لیں اور مستفیض کی ہی قسم یہ بھی ہے۔ کہ کوئی قول مشہور ہو گیا ہو۔ بلاد اسلام کے بہت سے حصّہ میں اُس پر عمل کیا گیا ہو۔ اور صحابہ و تابعین کی بڑی جماعت نے اُس کی روایت کی ہو۔ اور تیسری قسم وہ ہے جو صحیح ہوں۔ اُن کی اسناد حسن ہو علماء حدیث نے اُن کی شہادت دی ہو اور ایسے متروک القول نہ ہوں کہ امت محمدیہ سے کسی نے اُس کو اختیار نہ کیا ہو۔ لیکن جو حدیثیں کہ ضعیف یا موضوع یا منقطع یا مقلوب الاسناد۔ یا مقلوب المتن یا مجہول لوگوں نے اُس کی روایت کی ہو یا اُس قول کے مخالف ہوں۔ جو بالاتفاق سلف کے ہر طبقہ میں ثابت ہو گیا ہے۔ پس ایسی حدیثوں کا قائل ہونا ممکن نہیں۔ کتب حدیث کے صحیح ہونے کے معنی یہ ہیں۔ کہ مؤلف کتاب نے اپنے اوپر اس بات کا انتظام کر لیا ہو کہ وُہی حدیثیں درج کرونگا جو صحیح یا حسن ہونگی۔ کسی طرح اُن میں تغیر و تبدل نہ ہُوا ہو۔ اور نہ وہ بسلسلہ شاذ سے ہوں۔ اور ضعیف کا اس طرح پر ذکر کرنا کہ اُس کا ضعف بیان کر دیا جائے۔ تو کتاب میں موجب اعتراض نہیں ہے۔ اور کتب حدیث کی شہرت کے یہ معنی ہیں۔ کہ جو حدیثیں اُن میں مندرج ہیں وہ کتابوں کے مدون ہونے سے پہلے اور بعد محدثین کی زبان پر دائر و سائر ہوں۔ مؤلف سے پہلے ہی آئمہ حدیث نے مختلف طرق سے اُن کی روایت کی ہو اور اپنے مسندوں و مجموعوں میں اُن کو بیان کیا ہو۔ مؤلف کے بعد اُس کی روایت کرنے اور محفوظ رکھنے کی طرف توجہ کی ہو اُس کا اشکال دور کر دیا ہو یا حدیث غریب کی شرح کر دی ہو۔ اُس کا اعراب بیان کیا ہو۔ اُس کے طرق بیان کئے ہوں یا مسئلہ فقہی اُس سے مستنبط کیا ہو۔ ہر درجہ و مرتبہ میں ہمارے زمانہ تک اُس کے راویوں کے حالات کا سُراغ لگایا گیا ہو۔ یہاں تک کہ کوئی چیز جو حدیث سے تعلق رکھتی ہے ایسی باقی نہ رہے۔ جس میں پُورا غور کر لیا ہو۔ الاماشاءاللہ۔ نقادان حدیث مصنف سے پیشتر اور اُس کے بعد اُس کے اقوال سے موافقت کرتے رہے

ہوں۔ اُن کی صحت کو ثابت کرتے رہے ہوں۔ مصنف کی راے کی تصدیق کریں اور اُس کی کتاب کی ثنا خوانی کی ہو۔ آئمہ فقہ نے اُن اقوال سے مسائل کو مستنبط کیا ہو۔ اُن پر اعتماد کیا ہو۔ عام لوگوں کو اُن اقوال سے عقیدت ہو۔ اُن کے دل میں اُن کی عظمت ہو۔

حاصل یہ ہے کہ جب کسی کتاب میں یہ دونو اوصاف جمع ہوں وہ طبقہ اولے کی سمجھی جائینگی۔ ان اوصاف میں جتنا امتیاز نہ ہوگا۔ وتنی ہی توقیت ہوگی اور اگر دونو اوصاف بالکل مفقود ہونگے وتنی ہی پایۂ اعتبار سے ساقط ہوگی۔ جو کتاب طبقہ اولے میں اعلیٰ درجہ کی ہوگی وہ تواتر کی حد تک پہنچ جاتی ہے۔ اور اس سے ادنےٰ درجہ کی مستفیض کے مرتبہ تک پہنچتی ہے۔ اور اُس کے بعد وہ ہے جو قطعی ہونے کے قریب ہو اور قطعی ہونے سے مقصود وہ حد ہے جو علم حدیث میں معتبر ہے کہ صفت اصل ہو جاتی ہے۔ اور جو احادیث دوسرے طبقہ کی ہوتی ہیں اُن میں سب سے بلند مستفیض کے قریب ہے۔ اور اس کے بعد جو قطعی صحت کے قریب ہو۔ اور اس کے بعد جو مفید ظن ہو۔ وھکذا ینزل الامر۔

استقرا اور تلاش سے طبقہ اولے کی صرف تین کتابیں ہیں (۱) موطا (۲) صحیح بخاری (۳) صحیح مسلم۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ کہ بعد کلام اللہ کے سب کتابوں میں زیادہ صحیح امام مالک کی موطا ہے۔ اہل حدیث کا اتفاق ہے۔ کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور اُن کے موافقین کی راے کے موافق موطا کی تمام حدیثیں صحیح ہیں۔ اور دیگر محدثین کی راے میں اُس میں کوئی حدیث مرسل اور منقطع ایسی نہیں ہے۔ جو دیگر طرق سے اُس کی سند متصل نہ ہوئی ہو۔ اس وجہ سے اُس کی تمام حدیثیں صحیح ہی ہیں۔ امام مالکؒ کے زمانہ میں اکثر موطا ئین تصنیف کی گئیں۔ جن میں موطاے مالک کی احادیث کی تخریج کی گئی۔ اور اُس کی منقطع احادیث کا متصل ہونا ثابت کیا گیا۔ مثلاً۔ ابن ابی ذیب۔ ابن عیینہ۔ ثوری۔ معمر وغیرہ ہم کی کتابیں۔ جن کے اساتذہ اور امام مالک کے اساتذہ مشترک تھے۔ امام مالک سے بلا واسطہ ایک ہزار لوگوں سے زیادہ نے موطا کی روایت کی ہے دور دراز ملکوں سے سفر کر کر لوگوں نے موطا کو امام مالک سے اخذ کیا۔ جیسے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کا ذکر کیا تھا۔ امام مالک کے شاگردوں میں سے بعض ایسے لوگ تھے جن کی فقاہت مشہور و اعلےٰ درجہ کی تھی۔ جیسے امام شافعی اور محمد بن حسن اور ابن وہب اور ابن قاسم اور بعض بڑے متبحر محدثین تھے۔ جیسے یحییٰ بن سعید قطان اور عبد الرحمن بن مہدی اور عبد الرزاق اور بعض اُن کے شاگرد امرا و سلاطین تھے۔ جیسے رشید اور اور اُن کے دونو بیٹے موطا کی شہرت امام مالک ہی کے زمانہ میں تمام اسلامی ممالک میں منتشر ہو گئی تھی۔ اُس کے بعد جتنا زمانہ گذرتا گیا اُسی قدر اُس کی شہرت بڑھتی گئی۔ اور اُس کی طرف توجہ زیادہ ہوتی گئی۔ شہروں کے فقہا نے اپنے مذاہب کی بنیاد اُسی پر قائم کی۔ بعض مسائل میں اہل عراق نے بھی اسی کو مبنیٰ قرار دیا اور علما برابر اُس کی حدیثوں کی تخریج کرتے رہے اور اُس کے شواہد و توابع کو بیان کرتے رہے۔ اُس میں سے غریب حدیث کی شرح اور مشکل کا انضباط کرتے تھے اُس کے مسائل میں مباحثہ کرتے تھے۔ اور اُس کے راویوں کی تحقیق اور ان امور میں لوگوں نے یہاں تک غور کیا کہ اُسکو

بعد کوئی مرتبہ غور کا باقی نہیں رہا۔ اگر تجھ کو صاف حق کرنا منظور ہے تو کتاب موطا کا امام محمد کی کتاب الآثار اور امام ابویوسف کی کتاب آمالی سے موازنہ کرلو۔ موطا میں اور ان دونو کتابوں میں بعد المشرقین نظر آویگا۔ تم نے کسی محدث یا فقیہ کو سُنا ہے کہ ان دونوں کی طرف توجہ کی ہو ٭

صحیحین پر تمام محدثین نے اتفاق کیا ہے۔ کہ صحیحین میں جتنی حدیثیں متصل مرفوع ہیں وہ سب یقیناً صحیح ہیں۔ ان دونو کتابوں کا ثبوت مصنفین تک بالتواتر ہے۔ اور جو ان کی حالت کو نگاہ عظمت سے نہ دیکھے وہ مبتدع ہے اور مسلمانوں کے راستہ کے خلاف پیروی کرنے والا ہے۔ اگر تم صحیحین کا ابن ابی شیبہ اور طحاوی کی کتابوں اور خوارزمی وغیرہ کے مسندوں سے مقابلہ کروگے تو ان میں بعد المشرقین پاؤ گے۔ اور حاکم نے صحیحین کی احادیث پر ان دونو کی شرط کے موافق دیگر حدیثوں کا اضافہ کیا ہے جن کو شیخین نے ذکر نہیں کیا تھا۔ اس نے ان کو جمع کیا ہے۔ ایک وجہ سے وہ درست ہیں حاکم نے ایسی حدیثیں دریافت کیں جو شیخین کے اساتذہ سے مروی تھیں۔ اور صحیحین کی شرط یعنی حدیث کا صحیح اور متصل ہونا اُن میں پایا جاتا تھا۔ اس لئے حاکم کا اس قسم کا اضافہ قبول ہے۔ لیکن شیخین صرف وہی حدیث بیان کرتے ہیں جن میں اُن کے اساتذہ نے خوب غور کر لیا تھا۔ اور اُس کے بیان کرنے اور صحت پر اُن کا اتفاق ہوگیا تھا۔ جیسے مسلم نے اشارہ کیا ہے کہ میں یہاں صرف وہی حدیثیں بیان کرونگا جن پر سب اساتذہ کا اتفاق ہے اور مستدرک حاکم میں جو احادیث صحیحین سے جیسا بیان کی گئی ہیں وہ سب مستور الحال ہیں۔ صحیحین کے اساتذہ کے زمانہ میں وہ مخفی حالت میں تھیں۔ اگرچہ ان کے زمانہ کے بعد ان حدیثوں کی شہرت ہوگئی تھی۔ اور بعض حدیثیں ایسی ہیں کہ محدثین نے اُن کے راویوں میں اختلاف کیا ہے اُن میں شیخین اپنے اساتذہ کے طریقہ پر حدیثوں کے موصول اور منقطع ہونے میں اتنا غور کیا کرتے تھے کہ اصلی حالت کا بالکل انکشاف ہوجایا کرتا تھا۔ اور حاکم نے اکثر موقعوں میں اُنہیں قواعد پر اعتماد کیا ہے۔ جو شیخین کے اصول سے مستنبط کئے گئے ہیں۔ جیسے کہ حاکم کا قول ہے۔ ثقہ راویوں کا زیادہ ہونا باعث قبولیت ہے اور جب حدیث کے موصول و مرسل ہونے یا موقوف اور مرفوع ہونے وغیرہ میں علماء کا اختلاف ہو تو جو شخص زیادہ حافظ ہوگا اُس کے مقابلہ میں جو حافظ نہیں ہے اُس کا زیادہ غلبہ ہوگا۔ حالانکہ حق یہ ہے کہ حفاظ سے موقوف اور منقطع کے موصول کرنے میں خرابی ہوجایا کرتی ہے۔ خاصکر جب حفاظ کو متصل مرفوع کی طرف زیادہ میلان واہتمام ہوا کرتا ہے۔ اسی لئے شیخین اکثر اُن احادیث کے قائل نہیں ہیں جن کے حاکم قائل ہیں۔ ان تینوں کتابوں کی طرف قاضی عیاض نے کتاب مشارق میں زیادہ توجہ کی ہے اُن کی مشکلات کا زیادہ انضباط کیا ہے۔ اُن کی ردّ و بدل کو دور کردیا ہے ٭

دوسرے طبقہ کی کتابیں موطا اور صحیحین کے درجہ تک نہیں پہنچی ہیں۔ لیکن اُن کے قریب قریب ہیں۔ اُن کے مصنف ثقاہت و عدالت وحفظ میں مشہور و معروف تھے۔ فنون حدیث میں متبحر تھے۔ اُنہوں نے اپنی اس درجہ کی کتابوں میں اُن امور میں کوتاہی کرنے کو پسند نہیں کیا۔ جن کو اپنے ذمہ لازم کر لیا تھا۔ اس لئے جو لوگ اُن کے بعد ہوئے ہیں اُنہوں نے اُن کو بنظر قبول دیکھا۔ محدثین فقہا نے اُن کی طرف درجہ بدرجہ توجہ کی۔ لوگوں میں کتابیں مشہور ہوگئیں لوگوں نے اُن کے غریب امور کی شرح کی اُن کے راویوں کی تفتیش کی۔ فقہی مسائل کو مستنبط کیا عام علوم کی بناء انہی احادیث پر ہے اس طبقہ

یعنی سُنن ابو داؤد اور جامع ترمذی اور نسائی ہیں۔ اور رزین نے تجرید صحاح اور ابن اثیر نے جامع الاصول میں ان احادیث کا خاص اہتمام کیا ہے۔ غالباً مسند احمد بھی اسی درجہ کی ہے۔ امام احمد نے اُس کو گویا ایک معیار قرار دیا ہے اس سے صحیح و سقیم کی شناخت بھی ہو سکتی ہے اور فرمایا ہے جو حدیث اس میں نہیں ہے اُس کو قبول مت کرو +

تیسرے طبقہ میں وہ مسندیں اور جوامع اور تصنیفات داخل ہیں جو بخاری و مسلم سے پہلے یا اُن کے زمانہ میں یا اُن کے بعد تصنیف کی گئی ہیں۔ اور اُن میں صحیح اور حسن اور ضعیف معروف اور غریب شاذ اور منکر خطا اور صواب اور ثابت و مقیم ہر قسم کی حدیثیں شامل ہیں۔ اور اگرچہ اُن میں جہالت محض نہیں ہے تاہم اُن کے علما کی چنداں شہرت بھی نہیں ہوئی۔ ان احادیث کا جو اُن کتابوں میں منفرد ہیں۔ فقہا نے کچھ زیادہ استعمال نہیں کیا اور محدثین نے اُن کی صحت و سقم سے زیادہ بحث نہیں کی اور اس میں بعض کتابیں ایسی ہیں کہ کسی اہل لغت نے اُن کی غرابت کو نہیں دور کیا اور کسی فقیہ نے سلف کے مذاہب پر اُن کو منطبق نہیں کیا اور کسی محدث نے اُس کا اشکال دور نہیں کیا۔ اور کسی مؤرخ نے اسماء الرجال کو بیان نہیں کیا۔ میرا کلام اُن آئمہ حدیث میں ہے جو زمانہ سلف میں تھے۔ وہ متاخرین مراد نہیں ہیں جن کی نظر میں زیادہ تعمق ہے۔ انہیں وجوہ سے یہ کتابیں خفا اور گمنامی کی حالت میں باقی رہیں۔ اس طبقہ میں مسند ابو علی اور مصنف عبدالرزاق اور مصنف ابو بکر بن ابی شیبہ اور مسند عبد بن حمید اور طیالسی اور بیہقی اور طحاوی اور طبرانی کی کتابیں ہیں۔ ان لوگوں کا یہ قصد تھا کہ جو پاویں جمع کر دیں۔ یہ غرض نہ تھی کہ خلاصہ کر کے مہذب صورت میں بیان کر کے عمل کرنے کے قابل بنا دیں +

چوتھے طبقہ میں وہ کتابیں ہیں کہ صدیوں کے بعد اُن کے مصنفین نے قصد کیا کہ جو احادیث طبقہ اولے اور طبقہ دوم کی کتابوں میں جمع نہیں ہیں اور وہ ایسے مجموعوں اور مسندوں میں جمع تھیں جن کی شہرت نہ ہوئی تھی۔ ان مصنفین نے ان احادیث کی وقعت کی وہ ایسے لوگوں کے زبان زد تھیں کہ محدثین نے اپنی کتابوں میں اُن کو جمع نہ کیا تھا۔ جیسے اکثر واعظ مبالغہ آمیز باتیں کیا کرتے ہیں۔ یا وہ حدیثیں کہ اہل ہوا اور ضعیف راویوں سے مروی تھیں یا صحابہ و تابعین کے وہ آثار تھے۔ یا اسرائیلیات کے قبیلہ سے تھیں یا حکما اور واعظوں کے مقولے تھے۔ جن کو راویوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے سہواً یا عمداً خلط ملط کر دیا تھا یا قرآن و حدیث کے احتمالات تھے جن کو نیک لوگوں نے کہ جو روایت کے محو امض سے واقف نہیں ہوتے بالمعنی روایت کیا تھا۔ اور ان معانی کو احادیث مرفوعہ کر دیا تھا یا بعض معانی کتاب و سنت کے اشارات سے مفہوم ہوتے تھے۔ ایسے معانی کو عمداً مستقل حدیث سمجھ لیا تھا یا چند احادیث میں چند مختلف جملے وارد ہوئے تھے اُن کو ترتیب دیکر ایک حدیث بنا لیا۔ ایسی حدیث کا ظن غالب یہ کتابیں ہیں۔ ابن حبان اور کامل ابن کی کتاب الضعفاء اور ابو نعیم اور جوزقانی اور ابن عساکر اور ابن نجار اور دیلمی کی اور مسند خوارزمی بھی اسی پایہ کی معلوم ہوتی ہے۔ اس چوتھے طبقہ میں زیادہ درست وہ کتابیں ہیں جن میں ضعیف و محتمل حدیثیں ہیں اور سب سے بدتر وہ ہیں جن میں موضوع حدیثیں ہیں یا جہالت و نکارت اُن میں زیادہ ہے۔ ابن جوزی کی کتاب الموضوعات اس طبقہ کا ذخیرہ ہے +

پانچویں طبقہ میں وہ کتابیں ہیں کہ فقہا اور صوفیہ اور مورخین وغیرہ کی زبانوں پر اُن کی شہرت ہے اور اُن چاروں طبقوں

ہیں اُن کی کچھ اصل نہیں معلوم ہوتی۔ تو اُن میں سے بعض ایسی بھی ہیں کہ جن لوگوں نے مصنوع کر لیا ہے۔ جو بددین تھے لیکن زبان عربی کا گویا ہر تھے۔ اُنہوں نے ان احادیث کی اسناد بلیغ لفظوں میں بیان کی اس لئے اُن میں جرح نہیں ہو سکتی تھی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اُن کا وارد ہونا مستبعد نہیں معلوم ہوتا تھا۔ اُن لوگوں نے اسلام میں ایک سخت مصیبت کو پھیلا دیا۔ لیکن کبرای حدیث ایسی حدیثوں کو شواہد حدیث پر پیش کرتے ہیں۔ اُس وقت اُن کی پردہ دری ہوتی ہے۔ اور عیب ظاہر ہو جاتا ہے۔ اور محدثین کا اعتبار طبقہ اولے اور طبقہ دوم کی حدیثوں پر ہے۔ انہیں سے ہمیشہ اُن کو وابستگی رہی ہے اور تیسرے طبقہ کی حدیثوں پر عمل کرنا اور اُن کا قائل ہونا۔ انہیں متبحر محققین کا کام ہے جو اسماء الرجال کو محفوظ رکھتے ہیں۔ اور حدیث کی علتوں سے خوب واقف ہیں۔ اس طبقہ کی حدیثوں سے اکثر شواہد وغیرہ ماخوذ ہوا کرتے ہیں۔ لقد جعل اللہ لکل شیءٍ قدرًا اور چوتھے طبقہ کی حدیثوں کو توجہ سے جمع کرنا اور اُن سے احکام کا منضبط کرنا علماء متاخرین کا ایک قسم کا تعمق ہوا کرتا ہے۔ درحقیقت یہ گروہ رافضی اور معتزلہ وغیرہ اُنہیں حدیثوں سے اپنے شواہد مذہب کو ملخص کر لیتے ہیں۔ لیکن علماء حدیث کے معرکوں میں ان کے ذریعہ سے فتح نہیں پا سکتے۔ واللہ اعلم +

## باب ۹ ۷۔ اس بیان میں کہ کلام سے مقصود کیسے سمجھ میں آیا کرتا ہے

معلوم کرو کہ دلی مقصود کو جب متکلم بیان کرتا ہے اور سامع اُس سے مطلب سمجھتا ہے تو اُس کے بلحاظ وضوح اور خفا کے کئی درجے ہُوا کرتے ہیں۔ سب سے اعلےٰ درجہ وضوح کا یہ ہے کہ موضوع لہٗ معین کے لئے صریح طور پر حکم ثابت کیا گیا ہو۔ اور اسی کے بتانے اور سمجھانے کو وہ کلام بولا گیا ہو۔ اور کسی دوسرے معنی کا اُس میں احتمال نہ ہو سکے۔ اور اس کے قریب اس کا درجہ ہے کہ جس میں ان تین قیدوں میں سے کوئی قید نہ پائی جائے۔ بلکہ اُس میں حکم کا ثبوت کسی عام عنوان کے لئے ہو۔ جو چند مسمّیات اور معانی کو شمولاً یا بدلاً شامل ہو جیسے الناس اور مسلمون اور قوم ورجال اور اسماء اشارہ جب ان کا صلہ عام ہو۔ یا کوئی موصوف جس کی صفت عام یا وہ لفظ جو لائے جنس سے نفی کیا گیا ہو۔ اس قسم کا ثبوت کامل اس واسطے نہیں ہُوا کرتا۔ کہ اکثر عام معنی میں خصوصیت بھی پیدا ہو جایا کرتی ہے۔ یا خاص اس فائدہ پہنچانے کے لیئے وہ کلام نہ لایا گیا ہو۔ بلکہ اُس موقع سے وہ فائدہ لازمی طور پر معلوم ہو گیا ہو۔ جیسے جاءنی زید الفاضل سے زید کا فضل اور یا مررت بزید الفقیر سے زید کا فقر ضمناً اور لزوماً معلوم ہو جایا کرتا ہے یا اُس لفظ میں کسی دوسرے معنی کا بھی احتمال ہو مثلاً لفظ مشترک یا وہ لفظ جس کے حقیقی معنی بھی استعمال میں آتے ہوں۔ اور اُس کے مجازی معنی بھی متعارف ہوں۔ یا وہ الفاظ جن کا علم مثال اور تقسیم کے لحاظ سے ہُوا کرتا ہے لیکن وہ کسی تعریف جامع اور مانع سے معلوم نہیں ہُوا کرتے مثلاً سفر اُس کی مثالوں میں سے ایک یہ ہے کہ مدینہ سے نکلکر کوئی شخص مکہ کا قصد کرے اور یہ امر معلوم ہے کہ بعض حرکتیں سیر کے واسطے بھی ہُوا کرتی ہیں۔ اور کبھی ضرورت کے لئے حرکت ہُوا کرتی ہے کہ اُسی روز اپنے مکان کو واپس آ جایا کرتے ہیں اور کبھی حرکت چلنے کی غرض سے ہوتی ہے۔ اور دوسرے معنی کا احتمال اس طرح پر ہُوا کرتا ہے کہ ایک لفظ میں دو چیزوں کا احتمال ہو۔ جیسے اسم اشارہ یا ضمیر۔ جب مختلف قرائن سے مرجع کی وجہ سے اُس میں تعارض ہو گیا ہو۔ یا کسی مسئلہ کا مصداق دو چیزیں ہو سکتی ہوں۔ اور اس مرتبہ کے قریب اُس مفہوم کا درجہ ہے کہ بغیر ذریعہ کلام و لفظ کے کسی عبارت سے وہ امر مفہوم ہو سکتا ہو۔ ایسے طریقے بڑے بڑے تین ہیں (۱) فحوائے کلام یعنی کلام سے ایک وہ امر معلوم ہو جائے جس کا عبارت میں کچھ ذکر نہ کیا گیا ہو۔ اور اُس امر کا ثبوت اُن معنی سے ہو جائے جنکی وجہ سے وہ حکم ذکر کیا گیا جیسے لا تقل لہما اُفٍّ سے والدین کے مارنے

کی صورت بطریق اولیٰ ثابت ہوتی ہے۔ اور جیسے کہا جائے کہ جو شخص رمضان کو کچھ دن میں کھالے۔ تو اس پر قضا واجب ہو جائیگی۔ اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ قائل کی غرض یہ ہے کہ جو شخص روزہ توڑ دے۔ اُس پر قضا واجب ہے۔ اور صرف کھانے کی صورت اس واسطے ذکر کی گئی کہ یہ صورت ذہن میں جلد آجایا کرتی ہے۔ (۲) اقتضاء اس سے معنی اس طرح سمجھ میں آیا کرتے ہیں کہ عادتاً یا عقلاً یا شرعاً اُس لفظ کو وہ معنی لازم ہُوا کرتے ہیں جن کے لئے وہ لفظ استعمال کیا گیا ہے مثلاً عتقت اور بعت کا مقتضا یہ ہے کہ پہلے اُس شے کا وہ مالک ہو چکا ہو اور مشی کا مقتضا یہ ہے کہ پاؤں سالم ہوں اور صلّے کا مقتضا یہ ہے کہ اُس کو طہارۃ حاصل ہو (۳) ایماء مقصود کو ایسی عبارت میں ادا کیا کرتے ہیں۔ جو مناسب اعتبارات کی وجہ سے مذکور ہُوا کرتی ہے۔ اُس سے بلغاء کا قصد ہُوا کرتا ہے۔ کہ عبارت اُس اعتبار مناسب کے مطابق لائی جائے۔ جو اصل مقصود پر زائد ہو۔ اسی واسطے اُس کلام سے جو اعتبار اُس کے مناسب ہوگا وہ مفہوم ہوگا مثلاً جب کسی شے کو وصف یا کسی شرط سے مقید کریں۔ تو اس سے معلوم ہوگا کہ اگر یہ وصف اور شرط نہ پائے جائینگے تو حکم بھی نہ ہوگا لیکن یہ بھی ضرور ہے کہ وہ موقع ایسا ہو کہ سوال کے ہمشکل کلام کو ذکر کرنا یا اُس صُورت کا ذکر کرنا متبادر الی الذہن ہو مقصود نہ ہو۔ اور نہ اُس سے یہ غرض ہو کہ حکم کا فائدہ بیان کیا جاوے۔ اور ایسے ہی استثناء اور بیان غائۃ اور بیان عدد کا حال ہے۔ اور ایماء کے اعتبار کرنے میں یہ شرط ہے کہ اہل زبان کے عرف میں اُس ایماء کی وجہ سے کلام میں نا قص ہو جایا کرتا ہو۔ مثلاً جب کہا جائیگا علےّ عشرۃ الا شئ اقا علےّ واحد اور جو امور ایسے ہیں کہ اُن سے وہی لوگ واقف ہو سکتے ہیں۔ جو علم معانی میں بخوبی خوض کر سکتے ہیں۔ اُن کا کچھ لحاظ نہیں ہے۔ اس کے بعد اُن مطالب کا درجہ ہے۔ جن کی رہبری مضمون کلام سے ہُوا کرتی ہے۔ اس کے بھی تین بڑے حصے ہیں (۱) عموم میں کسی شے کو مندرج کرنا جیسے بھیڑیا ذی ناب ہُوا کرتا ہے۔ اور تمام ذی ناب چیزیں حرام ہُوا کرتی ہیں۔ اس کا بیان قیاس اقترانی سے ہوتا ہے۔ اس کے متعلق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ثواب کے باب میں مجھ پر صرف ایک یہی آیت جامع نازل کی گئی ہے۔ اب جو شخص ذرہ برابر بھی نیکی کریگا۔ وہ اُس کی جزا دیکھیگا۔ اور جو ذرہ برابر بھی بُرائی کریگا۔ وہ اُس کی جزا دیکھیگا۔ اور اسی بنا پر حضرت عبداللہ ابن عباس رضہ نے استدلال کیا تھا خدا کے قول فبھدیھم اقتدہ۔ اور اس قول خداوندی سے وظن داؤد انما فتنہ فاستغفر ربہ وخر راکعا واناب عبداللہ ابن عباس رضہ نے فرمایا تھا کہ تمہارے پیغمبر مامور تھے کہ اُن کی پیروی کریں۔ اور ایک استدلال ملازمت یا منافات کی وجہ سے ہُوا کرتا ہے۔ جیسے کہ اگر وتر واجب نہ ہوتے تو سواری پر اُس کو ادا نہ کر سکتے لیکن اُن کو سواری پر تو ادا کر سکتے ہیں۔ اس استدلال کی صورت قیاس شرطی کی سی ہُوا کرتی ہے۔ آیت لوکان فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا میں بھی ایسا ہی استدلال ہے۔ اور ایک صورت قیاس کی ہے یعنی کسی علت جامع اور مشترک میں ایک صورت کی دوسری صورت سے مشابہت اور مثال قائم کرنی۔ جیسے گیہوں کی طرح چنا بھی ربوی ہے۔ یعنی اُس میں بھی ربو ہُوا کرتا ہے۔ ایسا ہی قیاس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اس قول میں ہے کہ اگر تیرے باپ پر قرضہ ہوتا تو اُس کو ادا کرتا یا نہیں اور اگر کرتا تو اُس کی جانب سے ادا ہوتا یا نہیں۔ اُس شخص نے کہا ہاں ادا ہو جاتا۔ تب آپ نے فرمایا کہ پھر باپ کی طرف سے حج کرو۔ واللہ اعلم ◆

# باب ۸۰ اِس بیان میں کہ قرآن و حدیث سے احکام شرعیہ کو کیسے سمجھا کرتے ہیں

جن لفظوں سے رضائے الٰہی اور اُس کی ناخوشی کا ثبوت ہوا کرتا ہے۔ وہ لفظ حُب اور بغض۔ رحمت، لعنت، تقریب، بعد ہیں۔ اور ایسے ہی رضا اور عدم رضا۔ اِس سے بھی مفہوم ہوتا ہے کہ کسی فعل کی نسبت اُن لوگوں کی جانب کیجائے جو مورد رضا اور عدم رضا ہیں۔ جیسے مومنین اور منافقین اور ملائکہ اور شیاطین اور اہل جنت اور اصحاب الجحیم اور اس سے بھی مفہوم ہوا کرتا ہے کہ کسی امر کو طلب کریں یا کسی امر کو منع کریں یا اُس جزا کو بیان کریں جو کسی کام پر مرتب ہوا کرتی ہے۔ یا کسی امر کو اس چیز سے تشبیہ دیجائے جو عرف میں محمود یا مذموم خیال کیجاتی ہے۔ اور نیز اس سے بھی معلوم ہوتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُس امر کے کرنے کا اہتمام فرمائیں یا باوجود ہونے وداعی کے اُس سے اجتناب کریں ؛

رضائے الٰہی اور نارضامندی خداوندی کے درجات کو ممیز کرنا اور وجوب اور استحباب اور حرمت و کراہیت کا اندازہ کرنا۔ تو اُس کے لئے بہت صاف صورت یہ ہوا کرتی ہے کہ اُس کے مخالف کا حال بیان کیا جاوے۔ جیسے جو شخص اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہ کریگا۔ قیامت کے روز گنجے سانپ کی شکل اُس کی ہوگی۔ اور جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ومن لا فلا حرج۔ اور ان درجات کا اندازہ ایسے الفاظ سے بھی ہوتا ہے کہ کہا جاوے فلاں چیز واجب ہے یا فلاں ناجائز ہے۔ یا کوئی شے اسلام یا کفر کے لئے رکن قرار دیجاوے۔ یا اُس کی بجا آوری یا ترک پر نہایت شدت کیجاوے یا اُسکی نسبت کہا جاوے یہ امر مروت سے نہیں ہے یا مناسب نہیں ہے۔ یا صحابہ او تابعین اس کا کوئی حکم معین کریں جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے سجدۂ تلاوت کا واجب نہیں ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ وتر واجب نہیں ہیں۔ یا مقصود کیجالت دیکھی جاوے کہ اُس سے کس طاعت کی تکمیل ہوتی ہے۔ یا کوئی گناہ کا ذریعہ اُس سے رُک جاتا ہو۔ یا اُس عمل میں وقار اور حسن ادب کی شان معلوم ہوتی ہے ؛

کسی فعل کی علت یا رکن یا شرط معلوم کرنا ہو۔ تو اِن امور کے لئے بہت صاف طریقہ یہ ہے کہ نص میں وہ وارد ہوا ہو۔ جیسے ہر نشہ والی چیز حرام ہے۔ **کل مسکر حرام**۔ یا جیسے کوئی شخص سورہ فاتحہ نہ پڑھے اُس کی نماز نہ ہوگی لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بام الکتاب۔ اور بغیر وضو کے تم میں سے کسی کی نماز مقبول نہ ہوگی۔ لا تقبل صلوٰۃ احدکم حتی یتوضأ۔ یا بذریعہ اشارہ اور ایما کے اُس کا اندازہ کیا جاوے۔ جیسے ایک شخص نے کہا تھا کہ رمضان میں میں اپنی بیوی سے ہمبستر ہوگیا۔ آپ نے فرمایا ایک بردہ آزاد کر۔ اور نماز کا نام قیام یا رکوع یا سجدہ رکھنا۔ اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ یہ امور نماز کے ارکان ہیں۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے فانی ادخلتھما طاھرتین اس سے معلوم ہوتا ہے کہ موزہ پہننے کے وقت طہارۃ کا ہونا شرط ہے ؛

اکثر یہ ہوتا ہے کہ ایک شے کے ہونے سے کسی شے کے ہونیکا یا نہ ہونے سے کسی شے کا نہ ہونا ثابت کیا جایا کرتا ہے اِس سے ذہن میں صاف جم جاتا ہے کہ فلاں شے علت ہے یا رکن ہے یا شرط ہے۔ جیسے کہ زبان عربی کی مشق کرنے کرنے اور قرائن کے موافق الفاظ عربی کا استعمال کرتے کرتے ایک فارسی زبان شخص کے ذہن میں زبان عربی کے معانی موضوعہ متمکن

ہوجایا کرتے ہیں +

وانما سیزاند نفس تلک المعرفۃ - جب ہم شارع کو دیکھتے ہیں کہ وہ ہمیشہ نمازمیں رکوع کرتے ہیں۔ سجدہ کرتے ہیں اور اپنے بدن سے ناپاکی کو دور کرتے ہیں اور ہر دفعہ ایسا ہی کرتے ہیں تو اصلی مقصود کا ہم کو یقین ہوجاتا ہے۔ اگر تم کو جمع علوم کرنے کی خواہش ہے تو ہر جگہ ذاتی صفات معلوم کرنے کا مدار علیہ یہی ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ لکڑیاں جمع کر کے اُن سے ایسی چیز بنانا چاہتے ہیں۔ جو نشست کے قابل ہو۔ اور اُس کا نام تخت رکھتے ہیں۔ تو اس سے ہم کو تخت کے اوصاف ذاتی کا انتزاع آسان ہوتا ہے۔ اس کے بعد کسی مناسبت کے اعتماد پر علت حکم اور مدار علیہ حکم کا خارج کرتا ہے +

اُن مقاصد کا معلوم کرنا جن پر احکام کی بنا ہوا کرتی ہے نہایت دقیق علم ہے۔ اس علم میں وہی شخص غوص کیا کرتا ہے جس کا ذہن نہایت لطیف اور اُس کا فہم نہایت درست ہو۔ فقہائے صحابہ نے طاعتوں اور گناہوں کے اصول کو اُن مشہور امور سے اخذ کر لیا تھا جن پر اُس زمانہ کے فرقوں کا اتفاق ہو گیا تھا۔ مشرکین عرب۔ یہود و نصاریٰ سب اُن پر متفق تھے۔ اس لئے صحابہ کو اُن امور کی وجہ اور اُن کے متعلق مباحث اور چھیڑ چھاڑ کی زیادہ ضرورت نہ تھی اور شریعت کے قوانین اور آسانی کے اصول اور احکام دین کے طریقوں کو اُنہوں نے امر و نہی کے موقع دیکھ دیکھ کر حاصل کر لیا تھا۔ جیسے طبیب کے ہمنشین مدت کی میل جول اور شناسائی سے اُن دواؤں کے فوائد معلوم کر لیتے ہیں جن کے استعمال کا وہ طبیب حکم کیا کرتا ہے صحابہ کو اُن امور کے متعلق اعلےٰ درجہ کی واقفیت تھی یہی واقفیت تھی جس کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُس شخص کی نسبت فرمایا تھا جو نفل کو فرض سے ملا کر پڑھتا تھا۔ کہ اسی سے وہ لوگ ہلاک ہوئے تھے۔ جو تم سے پہلے تھے۔ اس پر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے ابن خطاب تیری رائے کو خدا نے درست کر دیا ہے۔ ایسے ہی حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اِس کی وجہ بیان کی کہ جمعہ کے روز غسل کرنے کا حکم کیوں دیا گیا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تین امر میں مجھ کو خدا کے ساتھ موافقت ہوئی ہے۔ اور منہی عنہ ہوع کی نسبت حضرت زید ابن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پھلوں میں مختلف بیماریاں پیدا ہوجایا کرتی تھیں۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے کہ اگر ان امور کو جو اب عورتوں نے نئے نئے ایجاد کر لئے ہیں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم معلوم کرتے تو جیسے بنی اسرائیل کی عورتیں روک دی گئیں تھیں ایسے ہی یہ عورتیں مسجدوں سے روک دی جاتیں۔ معانی شرعیہ کے معلوم کرنے کا صاف طریقہ یہ ہے۔ جو قرآن و حدیث میں مصرح طور پر مذکور ہو جیسے فرمایا خدا نے قصاص میں اے عقلمندو تمہاری زندگی ہے۔ اور فرمایا خدا نے معلوم کیا کہ تم اپنے نفسوں سے خیانت کرتے ہو۔ اس واسطے توبہ تمہاری قبول کر کے تم کو معاف کر دیا۔ اور فرمایا اب خدا نے تم کو آسانی کر دی اور جان لیا کہ تمہارے اندر ضعف ہے۔ اور فرمایا کہ اگر اس کو نہ کرو گے۔ تو زمین میں بڑا فتنہ اور فساد ہوگا۔ اور خدا نے فرمایا کہ اگر اُن میں سے کوئی راستہ سے بھٹک جائے تو ایک دوسرے کو یاد دلا دے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُس کو معلوم نہیں ہے کہ اس کا ہاتھ کہاں سوتا رہا ہے اور فرمایا شیطان اُس کی ناک پر شب کو رہتا ہے۔ ان کے بعد اُن معانی کا درجہ ہے۔ جو ایما اور اشارہ سے معلوم ہوئے ہوں۔ جیسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ لعنت کرنے والوں سے بچو۔ ان کے بعد اُن کا درجہ ہے جن کو فقیہ صحابی بیان کرے۔ اس کے بعد علت

حکم کے خارج کرنے کا وجہ ہے تخریج اس طرح ہو کہ اُس کی انتہا ایسے امر مقصود پر ہوتی ہو جس کا ملحوظ ہونا یا اُس کے نظیر کا ملحوظ ہونا ظاہر ہو۔ اور چونکہ مذہبی امور میں کوئی امر ایسا نہیں ہے جس میں گزاف ہو تو اس واسطے ضرور ہے۔ کہ مقادیر سے بحث کیجائے کہ اُن کی مقدار کیوں معین نہیں کی گئیں خاص خاص یہی مقادیر کیوں معین ہوئیں اور اس سے بحث ہو کہ حکم عام سے یہ امور کیوں خاص کئے گئے کیا اصلی مقصود اُس عموم کا مفقود تھا۔ یا کوئی مانع موجود تھا۔ کہ تعارض کے وقت اُس کو ترجیح دیدی گئی +

# باب ۱۸ مختلف حدیثوں میں فیصلے کے بیان میں

کلیہ یہ ہے کہ ہر ایک حدیث پر عمل کرنا چاہئے۔ البتہ اگر تناقض کی وجہ سے سب حدیثوں پر عمل نہ کر سکتے ہوں تو بعض کو ترک کرنا چاہئے۔ اور واقع میں کوئی اختلاف نہیں ہوا کرتا۔ ہماری نظر میں اختلاف معلوم ہوا کرتا ہے +

جب دو حدیثیں مختلف ظاہر ہوں تو وہاں دیکھنا چاہئے اگر وہ اس قسم کی ہیں کہ اُن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی فعل نقل کیا گیا ہے۔ اگر ایک صحابی نے نقل کیا کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک کام کیا تھا۔ اور دوسرے صحابی نے نقل کیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کوئی دوسرا کام کیا تھا۔ تو اُس صورت میں اُن حدیثوں میں تعارض نہیں ہوا۔ اگر ایسی حدیثیں اُن امور کے متعلق ہیں جو بطریق عادت کئے جاتے ہیں۔ تو وہ دونوں مباح ہونگی۔ اور ایک میں عبادت کے آثار ہونگے اور دوسری میں کوئی امر عبادت کا نہ ہوگا۔ تو پہلی کو مستحب سمجھنا چاہئے اور دوسری کو جائز۔ اور اگر دونوں حدیثوں کو عبادت سے تعلق ہو۔ تو وہ دونوں مستحب یا واجب ہونگے اور ہر ایک کافی ہو جائیگا۔ حفاظ صحابہ نے اکثر سنن میں ایسی ہی تصریح کی ہے۔ مثلاً وتر میں گیارہ رکعتیں بھی آئی ہیں اور نو اور سات بھی۔ اور تہجد میں جہر بھی آیا ہے اور خفا بھی۔ اسی کے موافق رفع یدین میں بھی فیصلہ کرنا چاہئے کہ کانوں تک اٹھائے جائیں یا شانوں تک۔ اور ایسے ہی حضرت عمر اور عبداللہ ابن مسعود اور عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے تشہد میں بھی فیصلہ کرنا چاہئے۔ اور ایسے ہی وتر میں اُن کی ایک رکعت مستقل ہے یا تین رکعتیں ہیں۔ اور صبح و شام اور تمام اسباب اور وقتوں میں یہی کیفیت ہے +

اور اگر ایسی حدیثوں میں کسی چیز کے امر کا وجوب معلوم ہو چکا ہو تو اُن کی وجہ سے حرج اور تنگی رفع کرنی مقصود ہوا کرتی ہے مثلاً وہ امور جن کا کفارہ سے تعلق ہے یا لڑنے والے کے معاوضہ کا فیصلہ ایک قول کے موافق۔ یا اُن احادیث میں کوئی مخفی علت ہوا کرتی ہے جس سے ایک وقت میں کسی کام کا وجوب معلوم ہوتا ہے اور دوسرے وقت میں اُن کا مستحب ہونا سمجھا جاتا ہے۔ یا ایک وقت میں کسی شئے کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔ اور دوسرے وقت میں اُس میں رخصت معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے اس کا تفتیش کرنا ضرور ہوا کرتا ہے۔ اور اگر ایک شئے میں اصالت کا اثر معلوم ہوتا ہو۔ اور دوسری میں حرج کا لحاظ کیا گیا ہو۔ تو ایک کو عزیمت قرار دینگے اور دوسری کو رخصت۔ اور اگر کوئی دلیل نسخ ظاہر ہو جاوے تو نسخ کے قابل ہونگی۔ اور اگر ایک حدیث میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا کوئی فعل بیان کیا گیا ہو اور دوسری حدیث سے کسی حدیث قولی کا رفع ثابت ہوتا ہو تو اگر اُس قول سے تحریم یا وجوب کسی امر کا قطعی طور پر معلوم نہ ہوتا ہو یا رفع ہی قطعی نہ ہو تو دونوں کا احتمال ہو سکیگا یعنی حکم اول کا بھی اور حکم دوم کا بھی اور اگر قول میں تحریم و وجوب کی قطعیت ہوگی تو اُس وقت میں کہا جائیگا کہ وہ فعل صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص تھا۔ یا دونوں فعل اور قول کی حالت

تفتیش کرنے کے بعد نسخ کے قائل ہو جائینگے۔ اور اگر دو نو حدیثیں قوی دیکھینگے کہ ان حدیثوں کی کیا حالت ہے اگر ایک حدیث سے کوئی معنی ظاہر معلوم ہوتے ہوں اور تاویل کرنے سے دوسرے معنی اُس کے ہو سکتے ہوں اور تاویل بعید بھی نہ ہو تو یہ قرار دینگے کہ ایک معنی دوسرے معنی کے لئے بیان ہیں اور اگر تاویل بعید ہوگی تو یہ معنی تاویلی جب ہی لئے جائینگے کہ کوئی قرینہ نہایت قوی ہو۔ یا کسی فقیہ صحابی سے یہ تاویل منقول ہو۔ مثلاً اس ساعت کے متعلق جس میں قبولیت دعا کی اُمید ہوا کرتی ہے عبد اللہ بن سلام سے مروی ہے کہ یہ ساعت قبل مغرب ہوا کرتی ہے اس پر حضرت ابو ہریرہ رضہ نے اعتراض کیا کہ یہ نماز کا وقت ہی نہیں ہے۔ اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایسے وقت میں کوئی مسلمان کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھے۔ تب حضرت عبد اللہ ابن سلام نے فرمایا کہ نماز کا انتظار کرنے والا ایسا ہی ہے جیسے نماز پڑھنے والا۔ یہ تاویل بعید ہے۔ اگر ایک فقیہ صحابی نے اُس کو نقل نہ کیا ہوتا۔ تو ایسی تاویلیں قابل تسلیم نہ ہوتیں ✦

لیکن یہ اقوال ذیل کہ تم پر مردار حرام کیا گیا حرمت علیکم المیتۃ یعنی مردار کا کھانا حرام کیا گیا۔ اور تم پر تمہاری مائیں حرام کی گئیں یعنی اُن سے نکاح کرنا حرام کیا گیا۔ اور جیسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نظر کا لگنا حق ہے۔ یعنی نظر کا اثر ہوا کرتا ہے۔ اور رسول حق ہے۔ یعنی رسول کی بعثت خدا کی جانب سے بیشک ہوا کرتی ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری اُمت سے خطا اور نسیان دور کر دیگئی یعنی جو کام خطا و نسیان سے کیا جائے اُس کا گناہ نہیں ہوا کرتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بغیر طہارت کے نماز نہیں ہوتی اور بغیر ولی کے نکاح نہیں ہوا کرتا۔ اور اعمال صرف نیتوں ہی سے ثابت ہوا کرتے ہیں ان حدیثوں سے مراد ہے کہ ان امور پر اُن کے وہ اثر مرتب نہیں ہوا کرتے جو شارع سے فرض کئے ہیں۔ اور خدا فرماتا ہے کہ جب نماز کو کھڑے ہوا کرو۔ تو مُنہ وغیرہ دھویا کرو۔ اذا قمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا یعنی اسی صورت میں کہ تم کو وضو نہ ہوا کرے۔ تو اس قسم کے سب اقوال ظاہر ہیں۔ ان میں کوئی امر تاویلی نہیں ہے اس لئے کہ اہل عرب ہر ایک لفظ کو اپنے اپنے مواقع پر استعمال کیا کرتے تھے اور اُن مواقع کے جو امر مناسب ہوتا تھا۔ اُسی سے وہی مراد لیا کرتے تھے۔ یہ اُن کی زبان کا مقتضا تھا۔ اس میں کوئی امر ایسا نہ تھا جس سے وہ سمجھتے ہوں کہ ظاہری معنی سے عدول کیا گیا ہے ✦

اور اگر دو حدیثوں میں دو قسم کے فعل مذکور ہوں اور وہ کسی مسئلہ کا جواب یا کسی واقع کے فیصلے کے متعلق ہوں۔ تو اگر اُن دونو میں کوئی علت دونو کو جدا کرنے والی موجود ہو۔ تو اسی کے موافق فیصلہ کرینگے۔ مثلاً ایک شخص جوان نے روزہ دار کے بوسہ کا حکم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا آپ نے اُس کو منع کر دیا۔ اور ایک بوڑھے شخص نے دریافت کیا تو آپ نے اُس کو جائز قرار دیا۔ اور اگر سیاق حدیث سے ضرورت کا ہونا۔ یا سائل کا اصرار یا تکمیل امر کی طرف توجہ کا نہ ہونا یا کسی ایسے شخص کی حالت کا رد کرنا مقصود ہو جسنے اپنی ذات پر نہایت سختی کی ہو اور دوسری حدیث میں یہ امور سیاق سے ثابت نہ ہوں تو یہ کہینگے کہ ایک میں عزیمت ہے اور دوسری میں رخصت۔ اور اگر ان احادیث سے حالت ابتلا میں کلو خلاصی کسی کی معلوم ہوتی ہو۔ یا اُن میں کسی جنایت کرنیوالی کی عقوبتیں مذکور ہوں۔ یا اُن میں قسم توڑنے والے کے کفاروں کا ذکر ہو۔ تو وہاں احتمال ہو گا کہ دونو وجہیں صحیح قرار دیجائیں اور نسخ کا بھی احتمال ہوگا۔ اسی قاعدہ کے موافق استحاضہ والی عورت کا فتویٰ ہے

کہ کبھی اُس کو ہر ایک دو نمازوں کے لیے غسل کا حکم دیا گیا۔ اور کبھی ایام معتاد کے موافق حیض کی حالت میں رہنے کا یا اُن ایام میں کہ خون کی زیادتی ظاہر ہو۔ یہ تقریر اُس قول کے موافق ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دو نوں امر کا ایسی عورت کو اختیار دیا ہے اور عادت اور خون کا رنگ دونو اس کے قابل ہیں کہ حیض کا احتمال پیدا کرسکیں۔ اور یہی حکم ایک قول کے موافق روزہ اور اُس شخص کی طرف سے کھانا کھلانے بھیجی جو مر گیا ہو اور اُس کے ذمہ روزہ باقی ہو۔ اور ایسے ہی ایک قول کے موافق ہے جس شخص کو نماز میں شک واقع ہوا ہو۔ تو اُس کا شک کس طرح رفع کیا جاے۔ وہ ٹھیک گنتوں کی جانچ کرلے یا بالیقینی گنتوں کو اختیار کرے اور یہی حکم نسب کے ثابت کرنے کا ہے اور قیافہ اور قرعہ میں بھی یہی حکم ہے۔ ایک قول کے موافق +

اور اگر احادیث میں نسخ ظاہر ہو تو نسخ کا قایل ہونا چاہیے۔ اور نسخ کا علم کبھی رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی تصریح فرمانے سے ہوا کرتا ہے جیسے آپ نے فرمایا ہے کہ میں نے تم کو زیارت قبور سے منع کردیا تھا لیکن اب ہوشیار ہو کہ قبروں کی زیارت کیا کرو۔ اور کبھی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دونو حدیثوں کا حکم جمع نہ ہوسکتا ہو۔ اور ایک حدیث دوسری حدیث کے بعد وارد ہوئی ہو اور جب شارع نے کوئی حکم مشروع کیا ہو اور اُس کی جگہ دوسرا کوئی امر شروع کردیا ہو۔ اور پہلے حکم سے سکوت کیا ہو تو فقہاے صحابہ اِس سے سمجھتے ہیں کہ پہلا حکم منسوخ ہوگیا۔ اور جب مختلف احادیث میں کسی صحابی نے فیصلہ کیا ہو کہ ایک حدیث دوسری کی ناسخ ہے۔ تو اس سے بھی نسخ ظاہر ہوگیا۔ لیکن ایسا ثبوت قطعی نہ ہوگا۔ اور فقہا کا اُن احادیث کو منسوخ کہدینا جو اُن کے عمل مشائخ کے خلاف ہوں قابل قناعت نہیں ہے۔ اور امور منسوخہ میں علما ظاہر کرتے ہیں کہ اصلی حکم میں تبدیلی ہوجایا کرتی ہے حقیقت میں یہ تبدیلی نہیں ہوتی۔ بلکہ علتِ حکم کے ختم ہونے سے وہ حکم ہی ختم ہوجایا کرتا ہے۔ یا اُس علت میں مقصود اصلی کا احتمال باقی نہیں رہ کرتا۔ یا علت کے ظاہر ہونے سے کوئی امر مانع پیش آجایا کرتا ہے۔ یا رسول خدا کے وحی میں یا اپنے اجتہاد سے کسی دوسرے حکم کی ترجیح ظاہر ہوجایا کرتی ہے۔ اِس قسم کی ترجیح جب ہی ہوتی ہے کہ پہلا حکم اجتہادی ہو۔ حدیث معراج میں خدا ارشاد فرماتا ہے میرے ہاں قول میں تبدیلی نہیں ہوا کرتی۔ مایبدل القول لدی

اور جب دو حدیثوں کا حکم ایک نہ ہوسکتا ہو۔ اور تاویل کا بھی موقع نہ ہو۔ اور منسوخیت حکم بھی معلوم نہ ہو تو اُن احادیث میں تعارض ہوگا۔ اس صورت میں اگر ایک حدیث کی ترجیح ثابت ہوگی تو راجح کو اختیار کرینگے۔ ورنہ دونو حدیثیں ساقط ہوجائینگی لیکن یہ خیر صورت محض فرضی ہی ہے۔ ایسی حدیثیں قریب قریب معدوم کے ہیں۔ اور ترجیح کے وجوہ متعدد طور پر ہیں +

کبھی حدیث کی سند میں رجحان کی قوت ہوا کرتی ہے اس طرح کہ اُس حدیث کے راوی زیادہ ہوں۔ یا اُس کے راوی میں فقاہت ہو۔ یا اُس حدیث میں اتصال کی قوت ہو۔ یا اُس میں بصراحت مرفوع ہونا بیان کیا گیا ہو یا راوی سے خود اُس حدیث کا تعلق ہو کہ اُس نے خود فتوے دریافت کیا ہو یا اُس سے خطاب کیا گیا ہو یا اُس فعل کو جو اُس میں مذکور رہو وہ اپنے عمل میں لایا ہو۔ اور اس طرح بھی رجحان ہوتا ہے کہ حدیث کے متن میں کوئی وصف ہو کہ کسی امر کو تاکید اُس میں بیان کیا ہو یا مصرح طور پر ذکر کیا ہو۔ یا حکم اور علت کی وجہ سے حدیث میں قوت آجایا کرتی ہے۔ کہ وہ حکم احکام شرعی کے لحاظ سے زیادہ مناسب ہوا کرتا ہے۔ اور اُس علت کو اُن احکام سے زیادہ تعلق ہوتا ہے۔ اور خارجی لحاظ سے بھی حدیث میں زور بڑھ جاتا ہے۔ کہ اکثر اہل علم نے اُس کو متمسک بہ قرار دیا ہو +

کسی صحابی کا یہ کہنا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا تھا اور اس طرح منع کیا تھا۔ اور آپ نے یوں فیصلہ کیا تھا اور اس طرح رخصت دی تھی۔ اور اس کے بعد اُس کا یہ قول کہ ہم کو یہ حکم دیا گیا تھا۔ اور فلاں امر سے ہم کو منع کیا گیا تھا۔ یا صحابی کا یہ کہنا کہ فلاں امر مسنون ہے۔ اور جس نے ایسا کیا اُس نے ابوالقاسم (آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم) کی مخالفت کی اور اس کے بعد اُس صحابی کا یہ کہنا کہ یہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے تو اس سے بظاہر اس حکم کا مرفوع ہونا معلوم ہوتا ہے۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ اُس نے علت مدار علیہ حکم کے خیال کرنے میں اپنے اجتہاد کو دخل دیا ہو اور اس کا حکم خود تعیین کیا ہو کہ یہ امر واجب ہے یا مستحب۔ عام ہے یا خاص۔ اور صحابی کا یہ کہنا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایسا کیا کرتے تھے تو اس سے کسی کام کا چند بار کرنا معلوم ہوتا ہے۔ اور اگر اس فعل کے متعلق کسی دوسرے شخص نے بیان کیا ہو کہ آپ نے دوسرا فعل کیا کرتے تھے۔ تو یہ اس قول کے کچھ منافی نہ ہوگا۔ اور صحابی کا یہ کہنا کہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ اور میں نے آپ کو منع کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ یا یہ کہنا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایسا کیا کرتے تھے۔ تو اس سے اس علم کا ثبوت ظاہر طور پر ہے۔ نہ بطریق نص کے ❊

کبھی روایتوں اور طرق کے اختلاف سے احادیث کے الفاظ اور عبارت میں اختلاف ہوا کرتا ہے۔ پس اگر ایک ہی حدیث وارد ہو۔ اور ثقات راویوں نے اُس کے الفاظ میں کچھ اختلاف نہ کیا ہو۔ تو یہ الفاظ بعینہٖ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہی سمجھے جائینگے اور اُن الفاظ کی تقدیم و تاخیر واو فی کے لحاظ سے استدلال کرنا ممکن ہوگا۔ اور ایسے ہی اصل مقصود پر جن امور کا اضافہ ہوگا۔ اُن کا لحاظ رکھا جائیگا ❊

اور اگر راویوں نے اختلاف کیا ہو اور تمام راوی فقاہت۔ حفظ۔ کثرت میں ہم مرتبہ ہوں تو یہ بات ظاہر نہ ہوگی کہ یہ الفاظ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہیں۔ اور ایسے ہی احادیث میں صرف اُسی معنی سے استدلال کرسکیں گے جس کو بالاتفاق سب نے بیان کیا ہوگا۔ عام راویوں کا یہ قاعدہ تھا کہ وہ صرف اصل معنی کا لحاظ کیا کرتے تھے۔ زوائد اور ہوا کا کچھ خیال نہیں کرتے تھے۔ اور اگر ایسی حالت میں راویوں کے درجات مختلف ہونگے تو جو اُن میں ثقہ ہوگا۔ اور اس قصہ اور واقعہ سے خوب واقف ہوگا اُسی کو اختیار کرینگے۔ اور اگر راوی ثقہ کے قول میں ضبط الفاظ کا اہتمام بھی زیادہ ہوگا۔ جیسے وہ کہے کہ ثُمَّ کا لفظ وارد ہوا ہے۔ ثُمَّ کا اور افاض علے جلدہ الماء آیا ہے۔ نہ غسل تو اسکو بھی اختیار کرینگے۔ اور اگر روایت حدیث میں راویوں نے بہت زیادہ اختلاف کیا ہوگا۔ اور وہ سب رتبہ میں مساوی ہونگے اور کوئی مرجح نہ ہوگا تو تمام خصوصیتیں مختلف فیہا لغو ہونگی ❊

اور حدیث مرسل قابل سند اور حجت جب ہوا کرتی ہے کہ کوئی اور قرینہ اُس میں شامل ہوگیا ہو۔ مثلاً کسی صحابی کی حدیث موقوف سے اُس میں قوت آگئی ہو یا صحابی کی سند ضعیف سے یا کسی دوسرے راوی کی مرسل حدیث سے قوی ہوگئی ہو۔ اور رواۃ دونوں کے مختلف ہوں یا اکثر اہل علم کے اقوال یا قیاس صحیح یا نص کے ایماء سے اُس کی تائید ہوگئی ہو یا یہ معلوم ہو کہ یہ راوی عادل سے ہی حدیث کو بطریق ارسال بیان کرتا ہے اگر مرسل کی یہ حالت ہے تو قابل حجت ہے اگرچہ مسند سے اس کا درجہ کم ہے۔ ورنہ قابل حجت نہیں ہے ❊

اور جس حدیث کو کوئی فاسد الضبط راوی یا مجہول الحال نقل کرے لیکن وہ متہم نہ ہو۔ تو اگر اس کے ساتھ کوئی قرینہ بھی ہے۔ مثلاً قیاس کے موافق ہو یا اکثر اہل علم کا اس پر عمل ہو تو وہ قابل قبول ہوگی ورنہ اس کو قبول نہ کرینگے ✣

اور اگر کوئی ثقہ راوی ایسا امر حدیث میں زائد کر دے کہ اور راوی اس پر سکوت کر سکتے ہوں مثلاً حدیث مرسل کی اسناد بیان کرے یا اسناد میں کسی راوی کو زیادہ کر دے۔ یا حدیث کا شان نزول بیان کرے یا روایت اور اطناب کلام کا سبب بیان کرے۔ یا کوئی مستقل بات ذکر کرے جس سے کلام کے معنی میں کوئی تبدیلی نہ ہوتی ہو۔ تو ایسی زیادتی مقبول ہے اور اگر اور راوی اس کی زیادتی پر سکوت نہ کر سکتے ہوں مثلاً کوئی ایسی شے زیادہ کر دے جس سے معنی بدلجائیں یا کوئی ایسی بات شے زیادہ کر دے جس کو عادتاً ذکر کیا ہی کرتے ہیں تو وہ زیادتی مقبول نہ ہوگی ✣

اور جب کوئی صحابی حدیث کو کسی محمل پر حمل کرے تو اس میں اگر اجتہاد کو دخل ہو تو جب تک کوئی دلیل اس کی مخالفت قائم ہو وہی عمل ظاہر خیال کیا جائیگا ورنہ قوی ہوگا۔ جیسے کہ اس کا تعلق ان قرائن حالیہ یا مقالیہ سے ہو جس کو لغت کا واقف معلوم کر سکتا ہے ✣

اور آثار صحابہ اور تابعین میں اگر اختلاف واقع ہو تو مذکورہ بالا وجوہ سے اگر اتفاق پیدا ہو سکے تو بہتر ہے ورنہ اس مسئلہ کے دو جواب یا چند خیال کئے جائینگے اس کے بعد دیکھنا چاہیئے کہ کونسا زیادہ بہتر ہے۔ اور مذاہب صحابہ کا ماخذ معلوم کرنا ایک مخفی علم ہے۔ اس کے معلوم کرنے میں خوب کوشش کرنی چاہیئے۔ بڑا فائدہ حاصل ہوگا۔ واللہ اعلم ✣

# باب ۸۲ - ان اسباب کے بیان میں کہ صحابہ اور تابعین نے فروع میں کیسے اختلاف کیا

معلوم کرنا چاہیئے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں احکام فقہ کے جمع نہیں ہوئے تھے۔ اور جیسے فی زماننا فقہا ہر مسئلہ میں بحثیں کرتے ہیں ایسے مباحث بھی نہ تھے۔ فقہا نہایت کوشش سے ارکان و شروط۔ ہر شے کے آداب دوسرے سے جدا جدا مع دلائل کے بیان کرتے ہیں۔ نئی نئی صورتیں فرض کرتے ہیں۔ اور ان صور مفروضہ میں گفتگوئیں کرتے ہیں۔ جو چیز میں قابل تعریف ہیں ان کی تعریفیں کرتے ہیں جو قابل حصر ہیں ان کو حصر کرتے ہیں۔ اور ایسے ہی ان کے اور کام ہیں۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں صحابہ آپ کو وضو کرتے ہوئے دیکھتے تھے اور اس کا طریقہ سیکھ لیتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تشریح نہیں فرماتے تھے۔ کہ یہ امر رکن ہے اور وہ مستحب ہے۔ ایسے ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تھے اور صحابہ آپ کو جیسے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے تھے ویسے ہی خود بھی نماز پڑھتے تھے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حج کیا اور لوگوں نے بھی ویسے ہی آپ کے موافق اعمال حج ادا کئے۔ اکثر یہ حالت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی تھی ✣ اس کی تفصیل اور تشریح کچھ نہ تھی۔ کہ وضو کے فرائض چھ ہیں یا چار ہیں اور یہ فرض نہیں کیا گیا تھا کہ یہ بھی احتمال ہے کہ کوئی شخص بغیر سوالات کے وضو کرے اور اس وقت وضو کے رہنے یا نہ رہنے کا حکم کیا جاوے۔ الا ماشاء اللہ صحابہ اس قسم کے امور کو بہت کم دریافت کیا کرتے تھے حضرت عبد اللہ ابن عباس سے روایت ہے۔ کہ میں نے صحابہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے کسی قوم کو بہتر نہیں پایا۔ انہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات تک صرف تیرہ مسئلے دریافت کئے

جو کہ قرآن میں مذکور ہیں۔ اُن مسائل میں سے یہ ہے کہ لوگ تجھ سے ماہ حرام میں لڑنے کا حکم دریافت کرتے ہیں۔ کہدے اُس مہینہ میں لڑنا بُرا امر ہے۔ ویسئلونک عن الشھر الحرام قتال فیہ قل قتال فیہ کبیر۔ اور تجھ سے حیض کا حال دریافت کرتے ہیں ویسئلونک عن المحیض۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ صحابہ وہی امور دریافت کیا کرتے تھے جو مفید ہوں۔ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کا قول ہے کہ وہ امور مت دریافت کرو جو ابھی تک ہوئے نہ ہوں۔ اس لئے کہ میں نے حضرت عمرؓ سے سنا ہے کہ خدا اُس شخص پر لعنت کرے جو ایسے امور دریافت کرے۔ جو ابھی تک وقوع میں نہ آئے ہوں قاسم کا قول ہے۔ تم ایسے امور دریافت کرتے ہو جن کو ہم نہ دریافت کیا کرتے تھے اور ایسے امور کی تفتیش کرتے ہو جن کی ہم تفتیش نہ کیا کرتے تھے۔ تم وہ امور دریافت کرتے ہو جن کو ہم نہیں جانتے کہ وہ کیا ہیں اور اگر ہم انکو جانتے تو اُن کا چھپانا ہم کو جائز نہ تھا۔ عمر بن اسحٰق سے روایت ہے کہ میں صحابہ رسول خدا میں جن سے ملا ہوں۔ اُن کی تعداد اُن سے زیادہ تھی جو مجھ سے پہلے گذر چکے تھے۔ میں نے کسی قوم کو نہیں پایا جن کی روش میں آسانی زیادہ اور سختی کم ہو۔ عبادہ بن بسر کندی سے روایت ہے ان سے اُس عورت کا حال دریافت کیا گیا جو ایک قوم کے ساتھ مرگئی تھی۔ اور اُس کا کوئی ولی تھا۔ انہوں نے کہا میں ایسے لوگوں سے ملا ہوں جو تمہاری طرح سختی نہیں کرتے تھے۔ تمہارے مسائل کو وہ دریافت نہیں کیا کرتے تھے۔ (ان تمام آثار کو دارمی نے روایت کیا ہے) ✤

رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے واقعات کے متعلق لوگ دریافت کیا کرتے تھے آپ اُس کا جواب دیدیا کرتے تھے وہ لوگوں کو کوئی اچھا کام کرتے ہوئے دیکھتے تھے اُن کی تعریف کرتے تھے۔ اور اگر بُرا کام کرتے ہوئے اُن کو دیکھتے تھے تو اُس کی بُرائی بیان فرمادیا کرتے تھے۔ اور اکثر موقع فتوے اور فیصلہ کرنے کا یا کام کرنے والے کی برائی بیان کرنے کا مجلسوں میں ہی ہوا کرتا تھا۔ اور یہی حالت شیخین حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی تھی۔ جو مسئلہ اُن کو معلوم نہ ہوتا۔ اور لوگوں سے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث دریافت کرلیا کرتے تھے۔ ابو بکر صدیقؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے جدہ کے حصہ کے متعلق کوئی حکم نہیں سُنا ہے لوگوں سے اُنہوں نے اس کو دریافت کیا۔ نماز ظہر کے بعد اُنہوں نے فرمایا۔ تم میں سے کوئی ایسا شخص ہے جس نے جدہ کے حصہ کے متعلق پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے کچھ سنا ہو مغیرہ ابن شعبہؓ نے کہا میں نے سُنا ہے۔ اُنہوں نے فرمایا کیا سُنا ہے اُنہوں نے کہا پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے جدہ کو چھٹا حصہ دلوایا تھا۔ آپ نے فرمایا تمہارے سوا کوئی اور شخص بھی اس کو جانتا ہے۔ محمد بن سلمہ نے کہا یہ سچ کہتے ہیں۔ تب ابو بکر صدیقؓ نے جدہ کو چھٹا حصہ دلوا دیا۔ ایسے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے غرہ کی کیفیت لوگوں سے دریافت کی اور مغیرہؓ کی خبر پر آپ نے عمل کیا۔ لوگوں سے وبا کے متعلق اُنہوں دریافت کیا۔ اور عبدالرحمن بن عوف کی خبر کیجانب اُنہوں نے رجوع کیا۔ ایسے ہی مجوس کے قصہ میں حضرت عبدالرحمن بن عوف کی خبر پر عمل کیا تھا۔ اور جب عبداللہ بن مسعودؓ کی رائے سے معقل بن یسار کی خبر مطابق ہوگئی تھی تو ابن مسعودؓ نہایت خوش ہوئے تھے۔ اور ابو موسےٰ حضرت عمرؓ کے دروازہ سے واپس چلے گئے تھے اور حضرت عمرؓ نے اُن سے حدیث دریافت کی تھی اور ابو سعید نے اُس کی تصدیق کی تھی ایسے واقعات بکثرت ہیں اور صحیحین اور سُنن میں اُن کی روایت کی گئی ہے ✤

حاصل یہ ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی یہی عادت شریف تھی۔ ہر ایک صحابی نے توفیق کے موافق آپکی عبادات اور فتاوے اور احکام کو دیکھا انکو خوب محفوظ کر لیا۔ اور سمجھ لیا۔ اور قرائن کی وجہ سے ہر ایک کی وجہ بھی معلوم کر لی۔ اور اُن امارات اور قرائن کے سبب سے جو اُس کو معلوم تھے بعض امور کی نسبت اندازہ کیا کہ جائز ہیں اور بعض کا اندازہ کیا کہ منسوخ ہیں۔ اُن کو استدلال کے طریقوں کی جانب زیادہ توجہ نہ تھی۔ بلکہ اُن کی نظر میں زیادہ پسندیدہ امر یہ تھا۔ کہ اطمینان اور یقین حاصل ہو جائے اُن کی یہی حالت تھی جیسے تم اعراب کی دیکھتے ہو۔ وہ بھی اپس میں باتیں کیا کرتے ہیں غرض کلام کو سمجھ جایا کرتے ہیں۔ اسی سے اُن کو تسکین ہو جاتی ہے۔ اور اُن کو معلوم بھی نہیں ہوتا۔ کہ کیسے اُن کو اطمینان ہو گیا۔ صحابہ اسی حالت پر تھے کہ عہد بزرگ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ختم ہو گیا۔ اور صحابہ آپ کے بعد اطراف ملک میں پھیلگئے۔ اور ہر شخص ایک ایک حصہ ملک کا مقتدا اور رہبر ہو گیا۔ واقعات زیادہ پیش آنے لگے اور اکثر مسائل دریافت کرنے کی ضرورت پڑتی رہی۔ ہر شخص نے اپنے محفوظات اور استنباط کی قوت سے اُن کا جواب دیا۔ اور اگر اپنے محفوظات یا استنباط میں کوئی امر جواب کے قابل نہ پایا۔ تو اپنی رائے سے اجتہاد کیا اور اُس علت کو معلوم کیا جس کو اپنے مصرح احکام کے لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مدار علیہ قرار دیا تھا۔ اس لئے اُنہوں نے جہاں اُس علت کو پایا وہیں اُس کا حکم متعین کر دیا۔ اور اس امر میں نہایت کوشش کی کہ حکم رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی غرض کے مطابق ہو جائے۔ اس وجہ سے اختلاف کے چند پہلو ہو گئے۔ اور اس طرح کہ ایک صحابی نے کسی واقع کے متعلق کوئی حکم نبوی سُنا تھا اور دوسرے نے اس کو نہیں سُنا تھا۔ اسلئے اس دوسرے کو اپنی رائے سے اجتہاد کی ضرورت پڑی۔ اس اجتہاد کے بھی کئی طریقے ہو گئے۔ اولاً ایسا ہوا کہ اُس کا اجتہاد اُس حدیث کے موافق ہو گیا۔ جیسے نسائی وغیرہ نے روایت کی ہے (کہ عبد اللہ ابن مسعود سے مسئلہ دریافت کیا گیا کہ ایک عورت کا خاوند مر گیا ہے اور اس نے اُس عورت کا کوئی حصہ مہر مقرر نہیں کیا ہے۔ بتائیے اُس عورت کو کیا ملنا چاہئے۔ اُنہوں نے کہا اُس کے متعلق میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو کوئی فتوی دیتے ہوئے نہیں دیکھا ہے لیکن لوگ ایک ماہ تک اُن کے پاس آتے جاتے رہے اور اصرار کرتے رہے۔ کہ اس کا حکم بتائیے۔ اُنہوں نے اپنی رائے سے اجتہاد کے جواب دیا کہ اُس کو بلا کم و کاست اُس کے خاندان کی عورتوں کا مہر دینا چاہئے۔ اُس پر عدت ضروری ہے اور اُس کو ورثہ ملیگا۔ اس کو سُن کر معقل بن یسار نے کھڑے ہو کر شہادت دی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک عورت کے مقدمہ میں ایسا ہی فیصلہ کیا تھا۔ اس سے عبد اللہ ابن مسعود ایسے خوش ہوئے کہ اسلام کے بعد وہ کبھی ایسے خوش نہیں ہوئے تھے +

دوسری صورت یہ ہے کہ دو صحابیوں میں بحث و مناظرہ کے بعد ایسی حدیث ظاہر ہو جائے جس کے ہونے کا گمان غالب ہو اور اُس حدیث مسموع کی جانب وہ صحابی رجوع کرے جیسے آئمہ حدیث نے روایت کی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا مذہب تھا کہ اُس شخص پر روزہ نہیں ہے جس نے جنابت کی حالت میں صبح کی ہو۔ یہاں تک کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ کے بعض ازواج نے اُن کے مذہب کے خلاف حدیث بیان کی تب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنے مذہب سے رجوع کیا +

تیسری صورت یہ ہے کہ صحابی کو حدیث پہنچے لیکن اُس سے گمان غالب نہ ہوا اس لئے وہ صحابی اپنے اجتہاد کو ترک نہ کرے

بلکہ حدیث میں طعنہ کرے جیسے علمائے اصول نے ذکر کیا ہے فاطمہ بنت قیس نے حضرت عمر رضہ کے پاس حاضر ہو کر بیان کیا کہ اُس کو تین طلاقیں خاوند نے دی تھیں۔ اِس لئے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلّم نے اُس کے لئے نفقہ اور مکان قرار نہیں دیا۔ لیکن حضرت عمر رضہ نے اُس کی شہادت کو تسلیم نہیں کیا۔ اور فرمایا کہ میں ایک عورت کے قول سے کتاب الٰہی کو نہیں چھوڑ سکتا ہوں۔ ہم کو کیا معلوم ہے کہ یہ عورت سچی ہے یا جھوٹی ایسی عورت کو نفقہ اور مکان ملیگا۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فاطمہ سے فرمایا کہ اللہ سے تو ڈرتی نہیں کرتی (یعنی اپنے قول میں)

اس کی دوسری مثال یہ ہے کہ حضرت عمر رضہ کا مذہب تھا۔ کہ جس جنب کو پانی نہ ملے اُس کے لئے تیمم کافی نہیں ہے۔ جب حضرت عمار نے ان سے روایت کی کہ ایک بار سفر میں میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا مجھ کو غسل کی ضرورت ہوئی۔ اور پانی نہ ملا اور میں خاک پر لوٹنے لگا۔ رسول خدا سے میں نے اس کو بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ تم کو ایسا کرنا کافی تھا۔ اور یہ فرماتے ہوئے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے زمین پر دونو ہاتھ مار کر اپنے مُنہ اور ہاتھوں پر مسح کر لیا۔ لیکن حضرت عمر رضہ نے اس حدیث کو تسلیم نہیں کیا۔ اور ایک مخفی اعتراض کی وجہ سے جو حدیث میں ان کو معلوم ہوا۔ اس حدیث کو قابل حجت نہیں قرار دیا۔ لیکن دوسرے طبقہ میں (تابعین کے) بہت سے طریقوں سے اس حدیث کی شہرت ہوگئی۔ اور معترض کا وہم ضعیف ہوگیا۔ اس لئے سب نے اُس کو اختیار کر لیا

چوتھی صورت یہ ہے کہ صحابی کو حدیث پہنچی ہی نہیں۔ جیسے مسلم نے روایت کی ہے کہ عبداللہ ابن عمر غسل کے وقت عورتوں کو حکم کیا کرتے تھے کہ سر کے بالوں کو کھول لیا کریں۔ حضرت عائشہ رضہ نے یہ سنکر فرمایا۔ ابن عمر رضہ سے تعجب ہے۔ عورتوں کو وہ سر کے بال کھولنے کا حکم دیتے ہیں ان کو سر منڈوانے کا کیوں حکم نہیں دیدیتے۔ یقیناً میں اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم ایک برتن سے نہایا کرتے تھے اور میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کرتی تھی۔ کہ سر پر تین بار پانی بہا دیا کرتی تھی

اس کی دوسری مثال یہ ہے جسکو امام زہری نے روایت کیا ہے کہ ہند کو یہ مسئلہ معلوم نہ تھا کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے مستحاضہ کو نماز کی رخصت دی ہے اسلئے کہ وہ نماز نہ پڑھنے کی وجہ سے رویا کرتی تھیں

اور ایک نحو اختلاف کی یہ بھی ہے۔ کہ صحابہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو کوئی فعل کرتے ہوئے دیکھتے تھے تو بعض یہ اندازہ کرتے تھے۔ کہ ثواب کے لئے اُس کو کیا ہے اور بعض خیال کرتے تھے کہ اُس کو مباح طور پر کیا ہے۔ جیسے علمائے اصول نے حج کرنے کے بعد مقام ابطح میں قیام کرنے کے متعلق روایت کی ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے وہاں قیام فرمایا تھا اِس سے حضرت ابوہریرہ رضہ اور عبداللہ ابن عمر کا مذہب یہ ہے کہ ثواب کے طور پر آپ نے قیام کیا تھا۔ اِس لئے ابطح میں ٹھہرنا انکے نزدیک حج کی سنتوں میں سے ہے۔ اور حضرت عائشہ رضہ اور عبداللہ ابن عباس کا مذہب ہے کہ یہ محض اتفاقی امر تھا حج کی سُنتوں میں یہاں ٹھیرنا داخل نہیں ہے۔ اور جمہور کا مذہب ہے کہ طواف میں رمل کرنا سُنت ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اس کو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک امر عارضی کی وجہ سے کہ مشرکین نے کہا تھا کہ مسلمانوں کو مدینہ کے بخار نے کمزور کر دیا ہے محض اتفاقی طور پر کیا تھا یہ سنت نہیں ہے

اور کبھی وہم کے اختلاف سے صحابہ میں اختلاف ہوگیا ہے مثلاً رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے حج کیا۔ اور بعض صحابہ نے

اُن کو دیکھ خیال کیا کہ آپ نے نیت تمتع کی کی تھی۔ اور بعض نے خیال کیا کہ قران کی اور بعض نے خیال کیا کہ حج افراد کی نیت کی تھی +

اس کی دوسری مثال یہ ہے۔ ابوداؤد نے حدیث نقل کی ہے کہ سعید بن جبیر کہتے ہیں۔ میں نے عبداللہ ابن عباس سے کہا کہ اے ابوالعباس مجھ کو تعجب ہے کہ صحابہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس وقت کیسے اختلاف کیا ہے۔ جب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے احرام کے افعال ادا کئے اُنہوں نے فرمایا میں سب لوگوں سے اس کی حقیقت زیادہ جانتا ہوں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک حج کیا تھا۔ اُس میں لوگوں میں اختلاف ہوگیا تھا۔ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم حج کے لئے باہر نکلے آپ نے مسجد ذوالحلیفہ میں نماز پڑھی۔ دو رکعت سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے اسی مجلس میں حج کے لئے باواز بلند لبیک کہا لوگوں نے اُسکو سُنا اور میں نے اس کو محفوظ رکھا۔ پھر آپ سوار ہوئے اور جب آپ کی ناقہ نے آپ کو اُٹھایا تب بھی آپ نے لبیک کہا۔ اور اُس کو بھی لوگوں نے سُنا۔ لوگ متفرق طور پر آتے تھے۔ سب شامل نہ تھے۔ کوئی ایک امر سے واقف تھا۔ اور دوسرے سے ناواقف تھا۔ اِن پچھلے لوگوں نے اس حالت میں لبیک کہتے ہوئے سُنکر کہا کہ حضرت نے لبیک اُس وقت کہا تھا جب ناقہ پر سوار ہو گئے تھے۔ آگے بڑھ کر جب بیابان کی بلندی پر آپ پہنچے تب بھی لبیک کہا۔ اور اُس کو سُن کر لوگوں نے کہا کہ جب آپ بیابان کی بلندی پر پہنچے تھے تب بھی لبیک کہا تھا۔ اور قسم ہے اللہ کی کہ آنحضرت صلعم نے لبیک کو اپنی نماز کی جگہ کہا تھا۔ اور جب ناقہ پر آپ سوار ہوچکے تھے اُس وقت بھی کہا تھا۔ اور جب بیابان کی بلندی پر چڑھے تھے اُس وقت بھی کہا تھا +

اور سہو نسیان سے بھی صحابہ میں اختلاف ہو گیا ہے مثلاً روایت کی گئی ہے کہ عبداللہ ابن عمر کہا کرتے تھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے رجب میں عمرہ کیا تھا۔ یہ سنکر حضرت عائشہ رضہ نے گواہوں سے فیصلہ کر دیا +

اور کبھی خوب انضباط کے نہ ہونے سے اختلاف ہوا کرتا ہے جیسے عبداللہ ابن عمر رضہ نے یا حضرت عمر رضہ نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ جب میت کے اہل اُس پر روتے ہیں تو میت کو عذاب ہوتا ہے۔ تو حضرت عائشہ رضہ نے فیصلہ کیا کہ ٹھیک طور پر اُن کو حدیث معلوم نہیں ہے۔ اصل امر یہ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک یہودیہ عورت پر گذر ہوا۔ اس عورت کے اہل اُس پر رو رہے تھے آپ نے فرمایا کہ یہ لوگ اس عورت پر رو رہے ہیں اور اس پر قبر میں عذاب ہو رہا ہے۔ اسطرح عبداللہ ابن عمر نے خیال کیا کہ رونا عذاب کی علت ہے۔ اور اس سے گمان کر لیا کہ ہر ایک میت کا یہی حکم ہے +

کبھی حکم کی علت میں اختلاف ہوجاتا ہے۔ جیسے جنازہ دیکھ کر کھڑا ہونا بعض قائل ہیں کہ قیام ملائکہ کی تعظیم کے لئے ہوتا ہے اسلئے مومن اور کافر دونوں کے جنازہ کو دیکھکر اُٹھنا چاہئے اور بعض قائل ہیں کہ موت کے خوف کے سبب ہوتے ہیں تب بھی دونوں صورتوں میں کھڑا ہونا چاہئے۔ اور حسن بن علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک یہودی کا جنازہ آپ کے سامنے سے گذرا آپ اس کو دیکھ کر کھڑے ہو گئے آپ کو یہ مکروہ معلوم ہوا۔ کہ کہیں آپ کے سر کے اوپر سے وہ نہ گذرے اس صورت میں قیام اسبب ہی کرنا چاہئے کہ کافر کا جنازہ ہو +

دو مختلف امور کے جمع کرنے میں بھی صحابہ نے اختلاف کیا ہے مثلاً رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے سال خیبر متعہ کی اجازت دیدی تھی

اُس کے بعد سال اوطاس میں اسکی اجازت دی اور سال اوطاس کے بعد منع فرما دیا۔ اس واسطے عبداللہ ابن عباس نے کہا کہ اجازت ضرورت کی وجہ سے تھی اور ضرورت جب باقی نہ رہی تو منع کر دیا۔ اور اب تک وہی اصلی حکم ممنوع ہونیکا باقی ہے۔ اور جمہور علماء کا قول یہ ہے کہ رخصت اباحت تھی اور منع کرنے سے اُسی اباحت کو منسوخ کر دیا۔ اسکی دوسری مثال یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے استنجا میں استقبال قبلہ سے منع فرمایا تھا اس لئے ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ یہ حکم عام ہے اور وہ منسوخ نہیں ہوا۔ اور حضرت جابر نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات سے ایکسال پیشتر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا کہ آپ نے قبلہ کی جانب پیشاب کیا تھا۔ اس واسطے اُن کا مذہب یہ ہے کہ اس سے وہ پہلے ہی منسوخ ہو گئے۔ اور عبداللہ ابن عمر نے آپ کو دیکھا تھا کہ قبلہ کی جانب پشت دیکر اور شام کیجانب ہو کر قضائے حاجت فرمائی تھی۔ اس سے اُنہوں نے جماعت کے قول کو رد کیا۔ اور ایک جماعت نے اُن دونو قولوں کو جمع کیا ہے امام شعبی وغیرہ کا مذہب ہے کہ بیابان میں استقبال قبلہ استنجا میں منع ہے۔ اور اگر پاخانوں میں استنجا کیا جائے تو اس صورت میں استقبال اور استدبار قبلہ کیطرف استنجا میں جائز ہے اور ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ وہ قول منع فرمانے کا عام اور محکم ہے اور آپ کا فعل صرف آپ کی ذات کیلئے ہو اس واسطے نہ ناسخ ہو سکتا ہے نہ مخصص ہو سکتا ہے ❖

بہر حال ان طریقوں سے صحابہ کے مذاہب میں اختلاف ہو گیا تھا۔ اور اُن کے بعد تابعین نے توفیق کے موافق اُن مذاہب کو اختیار کیا ہر شخص نے بقدر استطاعت احادیث رسول خدا اور مذاہب صحابہ کو سُنا۔ اور اُن کو خوب سمجھ کر مختلف امور کو بقدر وسعت جمع کیا۔ اور بعض اقوال کو بعض پر ترجیح دی۔ اور اُنکی نظر میں بعض بعض اقوال ضعیف معلوم ہوئے اگرچہ وہ کبار صحابہ سے ماثور اور مروی تھے جیسے عمر بن مسعودؓ کا مذہب جنب کے تیمم کرنے میں منقول ہوتا چلا آتا تھا جب عمار اور عمران بن حصین وغیرہ کی احادیث مشہور ہوئیں تو اُنکی نظر میں وہ مسلک ضعیف معلوم ہوا۔ اس طرح تابعین میں سے ہر ایک عالم کا اپنے خیال کے موافق ایک خاص مذہب ہو گیا۔ اور ہر شہر میں ایک امام قائم ہو گیا۔ مثلاً مدینہ میں سعید ابن مسیب اور سالم بن عبداللہ بن عمر ہوئے اور اُن کے بعد یہیں مدینہ میں قاضی یحییٰ بن سعید اور ربیعہ بن عبدالرحمن وغیرہ ہو گئے۔ مکہ میں عطا ابن رباح امامت کے درجے کو تھے۔ اور کوفہ میں ابراہیم نخعی اور امام شعبی اور بصرہ میں امام حسن بصری اور یمن میں طاوس بن کیسان اور شام میں امام مکحول پیدا ہوئے۔ لوگوں نے نہایت شوق اور سرگرمی سے اُن کیجانب رغبت کی اور اُس سے علم حدیث صحابہ کے مذاہب اور اقوال کو اور خود ان علماء کے ذاتی مذاہب اور تحقیقات کو اخذ کیا۔ مسائل میں لوگ اُن سے فتوے لیتے رہے اور خوب مسائل کا اُن میں تذکرہ رہا۔ اور تمام معاملات کے وہ مرجع رہے۔ سعید بن مسیب اور ابراہیم اور اُن کے ہم رتبہ لوگوں نے تمام ابواب فقہ کی ترتیب دیدی تھی۔ اور ہر باب کے متعلق اُن کے پاس اصول اور قواعد مرتب تھے جنکو اُنہوں نے اپنے اسلاف سے حاصل کیا تھا سعید بن مسیب اور ان کے شاگردوں کا یہ مذہب تھا کہ حرمین کے علماء کو فقہ میں نہایت پختگی ہے اور اُن کے مذہب کی بنیاد عبداللہ ابن عمرؓ اور حضرت عائشہؓ اور عبداللہ ابن عباسؓ کے فتوے اور مدینہ کی قاضیوں کے فیصلے ہیں۔ ان سب علوم کو اُنہوں نے بقدر استطاعت جمع کیا۔ اور اُن میں تفتیش اور نگاہ کی غور سے دیکھا جو مسائل اُنہوں نے علمائے مدینہ کے اجماعی پائے انکو نہایت پختگی سے اختیار کیا۔ اور خلافی مسائل میں وہ اختیار کئے جو قوی اور مرجح پائے اُن میں ترجیح یا اسلئے تھی کہ اکثر علمائے اُس طرف میلان کیا تھا یا وہ کسی مصرح قیاس کے موافق تھے یا کتاب و حدیث سے مصرح طور پر مستنبط ہوئے تھے وعلیٰ ہذا۔ اور اگر اُنہوں نے اپنے محفوظات میں جواب مسئلہ کا نہ پایا تو اُس میں خود گفتگو نہ کی بلکہ کتاب و سنت کے ایما اور اقتضاء کا تتبع کیا۔ اسکی وجہ سے ہر ایک باب میں بکثرت مسائل اُن کو حاصل ہو گئے۔

ابراہیم اور اُن کے شاگردوں کی رائے یہ تھی کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود اور اُن کے شاگردوں کا قول فقہ میں زیادہ قابلِ اعتماد ہے اسلئے علقمہ نے مسروق سے کہا تھا کہ کوئی فقیہ عبداللہ بن مسعود سے زیادہ قابلِ وثوق نہیں ہے اور ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے امام اوزاعی سے کہا تھا کہ ابراہیم سالم سے زیادہ فقیہ ہیں اور اگر صحابی ہونے کی فضیلت عبداللہ ابن عمر میں نہ ہوتی تو میں کہدیتا کہ اُن کی نسبت علقمہ میں فقاہت زیادہ ہے۔ لیکن عبداللہ تو عبداللہ ہی ہیں۔ اور امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کا ماخذ عبداللہ ابن مسعودؓ کے فتوے اور حضرت علیؓ کے فیصلے اور قاضی شریح اور دیگر قضاۃ کوفہ کے فتاوے ہیں انہیں میں سے امام ابوحنیفہؒ نے بعد ازاں کل مسائلِ فقہ کو مدون کیا۔ اور جیسے اہلِ مدینہ کے آثار سے مدینہ کے علماء نے تخریجات کیں انھیں ایسے ہی اہلِ کوفہ کے آثار سے انہوں نے تخریج مسائل کی۔ اس طرح ہر باب کے متعلق مسائلِ فقہ مرتب اور ملخص ہوگئے اُس وقت میں حضرت سعید ابن مسیبؒ فقہائے مدینہ کی زبان تھی اور اُن کو حضرت عمرؓ کے فیصلے سب سے زیادہ محفوظ تھے اور حضرت ابوہریرہؓ کی احادیث سب سے زیادہ اُن کو یاد تھیں۔ اور ابراہیم فقہائے کوفہ کی زبان تھی جب سعید بن مسیب اور ابراہیم کوئی بات بیان کریں اور کسی کی جانب اُس کو منسوب نہ کریں تو وہ اُن کا کلام غالباً سلف میں سے کسی نہ کسی کی طرف منسوب ہی ہوگا صریحاً یا اشارتاً اور نحو ذالک فقہائے مدینہ اور کوفہ نے اُن دونو پر اتفاق کیا اُن سے علوم کو حاصل کیا اور خوب سوچ سمجھکر اُن سے اور مسائل تخریج کئے۔ واللہ اعلم ٭

# باب ۳۰ فقہا کے مذاہب مختلف ہونے کے اسباب کیا تھے

معلوم کرنا چاہئے کہ خدا تعالےٰ نے تابعین کے زمانہ کے بعد حاملینِ علم کی جماعت کو پیدا کیا۔ ان کے پیدا کرنے سے وہ پیشین گوئی پوری ہوگئی جو رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی کہ یحمل ھذا العلم من کل خلف عدولہ پچھلی نسلوں میں سے عادل لوگ اس علمِ دین کو حاصل کرینگے انہوں نے تابعین سے۔ وضو، غسل، نماز، حج، نکاح، بیوع اور تمام کثیر الوقوع احکام کو اخذ کیا۔ احادیثِ نبوی کی روایت کی مختلف شہروں کے مفتیوں اور قاضیوں کے فیصلے سُنے مسائل دریافت کرتے رہے اِن تمام امور میں اُنہوں نے نہایت ہی کوشش کی۔ آخر کو وہ مسلمانوں کے مقتدا اور تمام امورِ مذہبی کے مرجع ہوگئے ایما اور اقتضائے کلام کے معلوم کرنے میں نہایت درجہ اُنہوں نے اہتمام کیا ہمیشہ سائلوں کے جواب دیتے رہے فیصلے کرتے رہے علم کو نقل کیا اور لوگوں کو اُس کی تعلیم دی ٭

اس طبقہ کے علما کا کام ہم رنگ اور یکساں تھا۔ سب کا طرزِ عمل یہ تھا۔ کہ احادیث سے تمسک کرتے تھے۔ خواہ مسند ہوں یا مرسل اقوالِ صحابہ اور تابعین سے استدلال کرتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ ان صحابہ اور تابعین کی احادیث رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں انہوں نے کم درجہ سمجھکر احادیثِ موقوفہ قرار دیا ہے ٭

ابراہیم نے ایک بار اُس حدیث کو نقل کیا جس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بیع محاقلہ (پکنے سے پہلے کھیت کو فروخت کردینا) اور بیع مزابنہ (تر چھواروں کو جو درختوں پر ہوں خشک چھواروں سے فروخت کردینا) منع فرمایا ہے۔ تب لوگوں نے اُن سے کہا کہ اس حدیث کے علاوہ تم کو کوئی اور حدیث بھی یاد ہے۔ اُنہوں نے جواب دیا یاد ہے لیکن مجھ کو یہ پسندیدہ معلوم ہوتا ہے کہ یوں کہو کہ عبداللہ نے ایسا کہا ہے۔ اور علقمہ نے ایسا کہا ہے۔ اور امام شعبی سے ایک حدیث دریافت کی گئی اور لوگوں نے کہا

کہ اسکی سند آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی تھی انہوں نے کہا کہ مجھ کو اسناد میں ہی لوگ پسند ہیں جو آپ کے درجہ سے پست ہیں اگر حدیث میں کوئی زیادتی یا کمی ہو تو اس کا نقصان انہیں لوگوں کے ذمہ ہے جو آپ سے پست درجہ میں ہیں۔ یا اس طبقہ کے لوگ کمال حزم سے احتیاط کرتے تھے۔ یا اپنی رائے سے اجتہاد کرتے تھے۔ ان تمام امور میں آئندہ پیدا ہونے والے لوگوں سے بہت خوبی سے کام کرتے تھے ان کی رائے میں درستی زیادہ تھی۔ ان کا زمانہ نسبت پہلے تھا۔ ان کے علمی محفوظات زیادہ تھے۔ اس واسطے ان کے اقوال پر عمل کرنا متعین ہوگیا۔ البتہ اگر ان میں باہم اختلاف ہو اور حدیث ظاہر طور پر ان کے اقوال کے مخالف ہو ◆

یہ بھی اس طبقہ کا مابہ التمسک تھا۔ کہ جب کسی مسئلہ میں احادیث مختلف اور متعارض ہوں تو وہ صحابہ کے اقوال کیجانب رجوع کیا کرتے تھے اگر صحابہ قائل تھے کہ بعض احادیث منسوخ ہیں یا مصروف عن الظواہر ہیں یا اس نسخ وغیرہ کی تو صحابہ نے کچھ تصریح کی نہ تھی لیکن اس حدیث پر انہوں نے عمل نہ کیا تھا۔ اور اس کے مضمون کے وہ قائل نہ ہوئے تھے۔ اس عمل نہ کرنے سے بھی یہی مفہوم ہوتا ہے کہ اس حدیث میں کوئی نہ کوئی علت تھی۔ یا منسوخ یا ماول تھی۔ ان سب صورتوں میں اس طبقہ کے لوگ صحابہ کے اقوال کا اتباع کیا کرتے تھے امام مالک عنہ نے اس حدیث کے متعلق جو کتے کے پانی پینے کے متعلق ہے کہا تھا۔ کہ یہ حدیث وارد تو ہوئی ہے لیکن مجھ کو اس کی حقیقت معلوم نہیں ہے۔ ابن حاجب نے مختصر الاصول میں اس حدیث کو نقل کرکے کہا ہے کہ میں فقہاء کو اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے نہیں دیکھتا ہوں ◆

جب صحابہ اور تابعین کے اقوال مختلف ہوا کرتے ہیں تو اس وقت میں ہر ایک عالم کی نظر میں اپنے شہر کے علماء اور اپنے ہی اساتذہ کا قول پسندیدہ اور مختار ہوا کرتا ہے۔ اس لئے کہ یہ شخص انہیں علما کے اقوال میں صحیح اور سقیم اقوال سے بخوبی واقف ہوا کرتا ہے ان اقوال کے مناسب اصول خوب طرح سے اسکے ذہن نشین ہوا کرتے ہیں۔ انکی فضل و تبحر کیجانب اس کا میلان قلب زیادہ ہوا کرتا ہے اسلئے حضرت عمر۔ حضرت عثمان۔ عبداللہ ابن عمر۔ حضرت عائشہ۔ عبداللہ ابن عباس۔ زید ابن ثابت اور ان کے اصحاب مثل سعید ابن مسیب جنکو حضرت عمر اور حضرت ابو ہریرہ کے فیصلے سب سے زیادہ محفوظ تھے۔ اور عروہ۔ سالم۔ عطاء ابن یسار۔ قاسم عبید اللہ بن عبداللہ۔ زہری۔ یحییٰ بن سعید۔ زید ابن اسلم۔ ربیعہ۔ یہ سب علمائے مدینہ کی نظر میں سب سے زیادہ اس کے مستحق تھے کہ انکے ہی علوم اخذ کئے جائیں۔ مدینہ کے فضائل رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم بیان کرچکے تھے۔ ہر زمانہ میں وہ علماء اور فقہاء کا مرکز رہا تھا اسواسطے امام مالک کبھی اہل مدینہ کے مسلک کو نہیں چھوڑتے تھے۔ اور عبداللہ بن مسعود اور انکے شاگرد اور حضرت علی شریح شعبی اور ابراہیم کے فتوے علماے کوفہ کی نظر میں اوروں کی نسبت زیادہ اس کے قابل ہیں کہ مختار اور پسندیدہ سمجھے جائیں اسیواسطے تشریک میں جب مسروق نے زید ابن ثابت کے قول کی طرف میلان کیا تو علقمہ نے ان سے کہا کہ تمہاری جماعت میں عبداللہ ابن مسعود سے زیادہ کوئی شخص وثوق کے قابل ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ بیشک ان سے زیادہ کوئی قابل وثوق نہیں ہے لیکن میں نے زید ابن ثابت اور علماے مدینہ کو تشریک کرتے ہوئے دیکھا ہے جب کسی شہر کے علماء کسی مسئلہ پر بالاتفاق کریں تو نہایت پختگی سے اس کو اختیار کرلیتے ہیں۔ اسی کے متعلق امام مالک نے کہا ہے کہ متفق علیہ احادیث ہمارے پاس اتنی ہیں۔ اور اگر کسی مسئلہ میں علماے شہر کا اختلاف ہوجاتا ہے تو اس قول کا اتباع کیا جاتا ہے جو سب میں زیادہ قوی اور مرجح ہو۔ اس کے قائل زیادہ ہوں یا کسی قوی قیاس کے وہ موافق ہو۔ یا کتاب و سنت سے اسکی تخریج کیگئی ہو اسی کے متعلق امام مالک کا قول ہے هذا احسن ما سمعت

جو اقوال ہم نے سُنے ہیں اُن سب میں یہ راہ پسندیدہ ہے۔ جو اقوال علماء اپنے اساتذہ سے سُنتے تھے۔ اور اُن میں مسئلہ کا جواب
معلوم نہ ہوتا تھا۔ تو ایما اور اقتضا سے انہیں کے کلام سے جوابِ مسئلہ کا نکال لیا کرتے تھے ۔

اس طبقہ میں علماء کو تصنیف و تدوین کا الہام ہوا۔ امام مالک و محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی ذئب نے مدینہ میں تصنیف
کرنا شروع کیا اور ابن جریج اور ابن عیینہ نے مکہ [illegible] ربیع بن صبیح نے بصرہ میں اور ان سب نے
[illegible] کہا میرا قصد یہ ہے کہ تمہارے ہی
[illegible] مسائل پر عمل کریں۔ انکو علاوہ
[illegible] سے اقوال مشہور ہو گئے ہیں وہ احادیث کو
[illegible] لوگوں میں اختلافات
[illegible] پڑھتے رہے اور قصہ بعض
[illegible] چاہتا ہوں تمام لوگوں کو
[illegible] صلی اللہ علیہ وسلم کے [illegible] سے فروع مسائل میں اختلاف کیا
[illegible] سیوطی نے [illegible]
[illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]
[illegible] اُن کے صحابہ تھے [illegible]
[illegible] امام مالک [illegible] جمع اور ثقہ ہوئے
تو انہوں نے حدیث اور فنون کو پھیلایا [illegible] اور انہیں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی
صادق ہوئی۔ یوشک ان یضرب الناس اکباد الابل یطلبون العلم فلا یجدون احدا اعلم من
عالم المدینة قریب ہے کہ لوگ سفر کرینگے لیکن مدینہ کے عالم سے کسی کو زیادہ واقف نہ پائینگے۔ ابن عیینہ اور
عبدالرزاق نے اس حدیث کا محمل امام مالک ہی کو قرار دیا ہے۔ اور یہ دو شخصوں کی شہادت کافی ہے۔ امام مالک کے شاگردوں نے
اُن کی روایتوں اور پسندیدہ اقوال کو جمع اور ملخص کیا [illegible] ان پر شرح لکھے اور اُن سے مسائل کا اخراج کیا۔
اُن اقوال کے اصول اور دلائل میں گفتگو کی اور اُن کے شاگرد ممالک مغرب اور روئے زمین پر پھیلے۔ اور اس ذریعہ سے خدا نے اپنی مخلوق کو
بہت فائدہ پہنچایا۔ اگر امام مالک کے اصول مذہبی معلوم کرنے ہوں تو کتاب موطا میں غور کرو ہمارے قول کی تصدیق ہو جائیگی۔ اور امام
ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو ابراہیم اور اُن کے ہم عصر علماء کی روش کی زیادہ پابندی تھی۔ ابراہیم کے مذہب سے وہ بہت کم علیحدہ کی
کرتے تھے۔ الا ما شاء اللہ۔ اور اُن کی مسلک کے موافق مسائل خارج کرنے میں اُنکی عظمت شان کا اندازہ ہوتا ہے۔
تخریج مسائل کے وجوہ دریافت کرنے میں نہایت دقت نظر سے وہ کام لیتے تھے فروعات کی جانب اُنکی نہایت توجہ تھی۔ ہمارے
اس قول کی اگر صداقت منظور ہے تو امام محمد کی کتاب الآثار اور جامع عبدالرزاق اور ابوبکر ابن ابی شیبہ کی تصنیف سے ابراہیم اور اُن کے
معاصرین کے اقوال کو ملخص کر کے امام ابوحنیفہ کے مذہب سے اُن کا اندازہ کر لینا چاہیے۔ وہ کہیں اُنکی روش سے تجاوز نہیں کرتے

مگر نہایت معدودے چند موقعوں میں اور ان مواقع میں بھی فقہائے کوفہ کے مذاہب کو پیش نظر رکھتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ کے شاگردوں میں سب سے زیادہ شہرت امام ابویوسف کی ہوئی۔ ہارون رشید کے عہد میں قاضی القضات کا منصب اُن کو حاصل ہوا۔ اس کی وجہ سے امام ابوحنیفہ کا مذہب پھیل گیا۔ اور تمام اطراف عراق۔ خراسان۔ ماوراء النہر تک اُس کا قبضہ ہوگیا۔ اور تمام شاگردوں میں تصنیف کی شایستگی اور اہتمام درس میں امام محمد بن حسن کو فوقیت ہے۔ ان کی حالت یہ ہوئی کہ اولاً امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف سے اُنہوں نے فقہ کی تکمیل کی۔ اُس کے بعد مدینے پہنچکر امام مالک سے موطا کو پڑھا۔ پھر خود توجہ کرکے اپنے اصحاب کے مذہب کو موطا کے ایک ایک مسئلہ پر منطبق کیا۔ اگر موافقت پائی تو اُس کو مستحکم کر دیا۔ ورنہ اس میں خوض کیا کہ صحابہ یا تابعین میں سے کسی جماعت کا یہ مسلک ہوا ہے یا نہیں۔ اگر کوئی مسلک مل گیا تو اُس سے ملحق کر دیا۔ اور اگر کسی ضعیف قیاس یا ضعیف تخریج پر فقہا نے عمل کر لیا تھا اور اُس کے مخالف کوئی صحیح حدیث پائی جاتی تھی۔ اور اکثر علما کا عمل بھی اُس کے مخالف تھا۔ تو اُس وقت جس مذہب کو مذاہب سلف سے مرجح پایا اُس کو متمسک قرار دیا۔ لیکن امام محمد اور امام ابویوسف بھی ابراہیم اور معاصرین ابراہیم کے طریقے سے کنارہ کش نہیں ہوتے۔ امام ابوحنیفہ کے وہ قدم بقدم ہیں لیکن تینوں ائمہ میں باہم اختلاف دو طرح پر ہوا۔ اولاً یہ کہ ابراہیم کے مذہب کے موافق امام ابوحنیفہ نے کسی مسئلہ کو خارج کیا۔ اور اُس تخریج میں صاحبین نے اُن سے مخالفت کی۔ ثانیاً یہ ابراہیم اور اُن کے ہم رتبہ علما کے کسی مسئلہ میں مختلف جوابات تھے تو امام ابوحنیفہ نے اُن میں سے کسی قول کو ترجیح دی۔ اور ان صاحبین نے کسی دوسرے قول کو ترجیح دی۔ اس لئے امام محمد نے اپنی تصنیفات میں ایمۂ ثلثہ کے رایوں کو جمع کر دیا۔ اور اکثر لوگوں کو نفع پہنچایا۔ اصحاب ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے ان تصنیفات کی طرف کافی توجہ کی۔ اُن کے خلاصے کئے۔ اُن کے دلائل بیان کئے۔ شرح مرتب کیں۔ اُن سے مسائل خارج کئے۔ اُن کے مبانی اور دلائل میں تفتیش کی۔ اور ممالک خراسان۔ ماوراء النہر وغیرہ میں متفرق ہوگئے۔ اور حنفی مذہب اس کا نام ہوگیا جب مذہب مالکی اور حنفی شائع ہوچکا۔ اُس کے اصول و فروع مرتب ہوچکے تو امام شافعیؒ کا نشوونما ہوا۔ اُنہوں نے متقدمین کی روشوں میں جب خوض کیا تو بہت سے امور ایسے پائے جن کی وجہ سے وہ متقدمین کے طریقوں کا اتباع نہ کر سکے۔ امام شافعیؒ نے ان طریقوں کو کتاب الام کے اوائل میں ذکر کیا ہے۔ منجملہ اُن کے یہ امر تھا کہ متقدمین حدیث مرسل اور منقطع پر بھی عمل کرتے تھے۔ اس قسم کی احادیث خرابی سے خالی نہ تھیں۔ جب حدیث کے طرق تمامہا جمع کئے جاتے تھے۔ تو یہ بات ظاہر ہوجاتی تھی کہ اکثر مرسل حدیثیں محض بے اصل ہیں۔ اور اکثر مرسل احادیث مسند احادیث کے مخالف تھیں۔ اس وجہ سے امام شافعیؒ نے یہ قرار دیا کہ مرسل احادیث پر عمل جب ہی کیا جائے کہ اُن کے شروط بھی موجود ہوں۔ کتب اصول میں یہ تمام شروط مذکور ہیں۔ دوسرا امر یہ تھا کہ مختلف احادیث کے متعلق متقدمین کے زمانہ میں ایسے قواعد منضبط نہ تھے جن سے اُن احادیث میں توفیق اور جمع ہو سکے اس لئے اُن کے اجتہادی مسائل میں اکثر خرابیاں ہوا کرتی تھیں۔ اس ضرورت کے رفع کرنے کو امام شافعیؒ نے اس قسم کی حدیثوں کے متعلق اصول کی بنا ڈالی۔ اور اُن سب کو ایک کتاب میں جمع کر دیا۔ اصول فقہ میں سب سے پہلی تصنیف بھی

کتاب ہے اس کی مثال یہ ہے کہ امام شافعی امام محمد صاحب کے پاس گئے اُس وقت وہ علماے مدینہ پر اعتراض کر رہے تھے کہ وہ ایک گواہ کے ساتھ جب قسم ہو تو فیصلہ کر دیتے ہیں اُنہوں نے کہا کہ اس سے قرآن پر زیادتی ہوئی جاتی ہے تب امام شافعی نے کہا کہ کیا تمہارے نزدیک بات ثابت ہو چکی ہے کہ خبر واحد سے کتاب الٰہی پر زیادتی جائز نہیں ہے۔ امام محمد نے کہا ہاں جائز نہیں ہے۔ امام شافعی نے کہا پھر تم کیسے قائل ہو کہ وارث کے لئے وصیت جائز نہیں ہے۔ اور اس کی وجہ رسول خدا کا قول کہتے ہو کہ الالا وصیۃ لوارث۔ ہوشیار ہو کہ وارث کے لئے وصیت درست نہیں ہے۔ حالانکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترک خیرا الوصیۃ للوالدین والاقربین (ترجمہ۔ مقرر کیا گیا کہ موت آنے کے وقت اگر مال چھوڑا ہو تو والدین اور رشتہ داروں کے لئے اُس میں وصیت کرنا چاہئے) اسی قسم کے اور چند اعتراضات امام شافعی نے اُن پر کئے۔ اور امام محمد اُن کا کچھ جواب نہ دے سکے۔

اور ایک امر یہ تھا کہ بعض صحیح صحیح احادیث اُن علماے تابعین کو نہ پہنچیں تھیں جن پر فتوے کا مدار تھا اس لئے اُن کو اپنی رائے سے اجتہاد کرنا پڑا۔ عام الفاظ کا اُنہوں نے لحاظ کیا۔ اور گذشتہ صحابہ کی اُنہوں نے پیروی کی اُسی کے موافق اُنہوں نے فتوے دیا۔ لیکن تیسرے طبقہ میں اُن احادیث کی شہرت ہو گئی۔ اور اُنہوں نے یہ گمان کر کے کہ یہ احادیث اُن کے علماے شہر کے عمل اور متفق علیہ طریقوں کے مخالف ہیں اُن احادیث پر عمل نہ کیا۔ اس کی وجہ سے یہ احادیث مورد طعن ہو گئیں۔ اور اس کی وجہ سے وہ قابل السقوط ہو گئیں۔ یا تیسرے طبقہ میں اُن احادیث کی شہرت نہ ہوئی تھی۔ لیکن محدثین نے احادیث کے تمام طرق روایت کو خوب غور سے دیکھا۔ اور اطراف ملک میں سفر کر کے علماے حدیث سے اُن کی تفتیش کی گئی تو اکثر احادیث ایسی ظاہر ہوتی گئیں۔ کہ صحابہ میں سے صرف ایک یا دو شخصوں نے اُن کی روایت کی تھی۔ اور اُن صحابہ سے بھی صرف ایک دو راویوں نے اُن کی روایت کی تھی وھلم جرا اس لئے اکثر فقہا کی نظر سے مخفی رہیں۔ اور اُن حفاظ حدیث کے وقت اُن کی شہرت ہوئی جنہوں نے تمام طرق حدیث کو جمع کیا تھا بہت سی احادیث مثلاً ایسی تھیں کہ بصرہ کے علما اُن کی روایت کرتے تھے۔ اور باقی حصوں میں اُن کی جانب سے غفلت تھی اُس وقت میں امام شافعی نے اُس کی توضیح کر دی کہ علماے صحابہ و تابعین ہر مسئلہ میں احادیث کے متلاشی رہے جب کوئی حدیث اُن کو نہ ملی۔ تو اُنہوں نے کوئی اور استدلال اختیار کیا۔ لیکن اس استدلال کے بعد جب ہی کہ کوئی حدیث ظاہر ہوئی تو اُنہوں نے اپنے اجتہاد کو ترک کر دیا۔ اور حدیث پر عمل کیا جب اُن کی ایسی حالت تھی۔ تو حدیث پر عمل نہ کرنا حدیث کے لئے موجب قدح نہیں ہو سکتا۔ حدیث میں قدح جب ہی ہو سکتا ہے کہ کوئی علت قادح بیان کی جاوے مثلاً حدیث قلتین صحیح حدیث ہی مختلف سلاسل روایت سے اُس کا ثبوت ہے اُن سب میں بڑا سلسلہ اُس کا یہ ہے جسکی سند ابو الولید ابن کثیر سے منتہی ہوتی ہے اُنہوں نے اُس کو محمد بن جعفر بن زبیر سے روایت کیا ہے اور ابن جعفر نے عبد اللہ یا محمد بن عباد بن جعفر سے بروایت عبید اللہ بن عبد اللہ اور اُن دونوں نے حضرت عبد اللہ بن عمر سے روایت کی ہے اور اُس کے بعد طرق روایت متعدد ہو گئے۔ اور یہ دونوں راوی اگرچہ ثقہ ہیں لیکن وہ

مسایل میں مرجع اور معتمد علیہ نہ تھے اس لیئے یہ حدیث سعید بن مسیب کے عہد میں اور نہ امام زہری کے زمانہ میں مشہور ہوئی اسی واسطے مالکیہ اور حنفیہ نے اس پر عمل نہیں کیا لیکن امام شافعی نے اُس پر عمل کیا اور جیسے بی خیار مجلس کی حدیث صحیح ہے اور اس کے طرق بکثرت ہیں اور ابن عمر اور ابو ہریرہ نے صحابہ میں سے اُس پر عمل کیا تھا لیکن فقہائے سبعہ اور ان کے معاصرین میں اس کی شہرت نہیں ہوئی تھی اس طبقہ کے محدثین اس حدیث کے قایل تھے اس وجہ سے امام مالک و امام ابو حنیفہ نے اس حدیث [illegible] کی اور امام شافعی نے اُس پر عمل کیا اور ایک امر یہ تھا کہ صحابہ کے سب اقوال امام شافعی کے عہد [illegible] گئے ان اقوال کی کثرت معلوم ہوئی ہے اور ان میں اختلافات پائے گئے امام شافعی نے دیکھا اس وجہ سے [illegible] حدیث معلوم نہ ہوئی تھی وہ کثر اقوال صحیح حدیثوں کے خلاف ہیں اور امام شافعی نے سلف کو [illegible] اپنے وقت میں حدیث کی جانب رجوع کیا کرتے ہیں اس واسطے امام شافعی نے ان پر عمل [illegible] تھے اور کہا

هم رجال ونحن رجال صحابہ بھی آدمی تھے اور ہم بھی آدمی ہیں +

اور ایک امر یہ تھا کہ امام شافعی نے فقہا کی ایک جماعت کو دیکھا کہ وہ [illegible] کو [illegible] تجویز کیا ہے ایسی ایس مخلوط کر دیتی [illegible] کی طرف [illegible] نہیں [illegible] اس قیاس و رائے میں کچھ فرق نہیں [illegible] امام [illegible] موقع پر حرج یا مصلحت کو حکم کی علت قرار [illegible] کوئی علت نکالی جاوے اور حکم کا مدار علیہ قرار دی جائے اس [illegible] کو امام شافعی نے [illegible] باطل کیا اور کہا جو استحسان کا مجوز ہے وہ شارع بننا چاہتا ہے ابن [illegible] اس کی مثال یہ ہے کہ یتیم کا زمانہ رشد تک پہنچنا ایک مخفی امر ہے اس لیئے فقہا نے [illegible] رشد کے لیئے قرار دیئے اور کہا کہ جب یتیم پچیس سال کا ہو جاوے تو اُس کو اُس کا مال دیدینا چاہیئے اور [illegible] نے یہ کہا کہ یہ استحسان ہے حالانکہ مقتضائے قیاس یہ ہے کہ اس عمر میں اُس کو مال دینا نہ چاہیئے +

حاصل یہ ہے کہ جب امام شافعی نے متقدمین کی ایسی حالت دیکھی تو از سر نو فقہ کو مرتب کیا اُس کے اصول و فروع کی ترتیب دی نہایت رزانت سے کتابیں تصنیف کیں تمام فقہا اُن کی خدمت میں جمع ہوئے اُن کتابوں کا اختصار کیا اُن پر شرح لکھیں اُن کے دلایل بیان کیئے اُن سے مسایل کو خارج کیا اور پھر تمام شہروں میں یہ لوگ پھیل گئے اور مذہب شافعی اس طریقہ کا نام ہوگیا - واللہ اعلم +

# باب چوراسی اہل حدیث اور اصحاب الرای کے بیان میں

معلوم کرنا چاہیئے کہ سعید بن مسیب اور ابراہیم اور زہری کے عہد میں اور امام مالک اور سفیان ثوری کے زمانہ میں اور اُن کے بعد بھی ایسے علما تھے کہ وہ مسایل دین میں رای سے خوض کرنے کو بُرا جانتے تھے اور فتوے

دین اور مسئلہ کے استنباط کرنے میں بہت خائف رہتے تھے۔ جب نہایت ہی ضرورت پیش آتی تھی۔ اور کوئی چارہ نہ ہوتا تھا جب ہی استنباط کیا کرتے تھے۔ اُن کو بڑا اہتمام اس کا یہ تھا کہ حدیث کی روایت کر دیں۔ ایک بار عبداللہ بن مسعود سے ایک مسئلہ دریافت کیا گیا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ کہ میں ناپسند کرتا ہوں۔ کہ تیرے لئے اس شئے کو جائز کر دوں جس کو خدا نے حرام کیا ہو۔ یا وہ چیز حرام کر دوں جس کو اُس نے حلال کیا ہو۔ معاذ بن جبل نے کہا ہے۔ اے لوگو۔ بلا کے نازل ہونے سے پہلے اُسکی تفتیش کرنے میں جلدی مت کرو۔ مسلمانوں میں ہمیشہ ایسے لوگ ہی ہوتے رہیں گے۔ کہ جب اُن سے کوئی امر دریافت کرو۔ تو اس کو مسلسل بیان کرتے چلے جاویں ایسے ہی اُن امور میں خاموش رہنے کے لئے جو ابھی تک فعلیت میں نہیں آئے ہیں۔ اس کے قریب قریب ہی حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ اور عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن مسعود سے بھی مروی ہے۔ اور جابر بن زید سے حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا تھا۔ کہ تم بصرہ کے فقہا میں سے ہو۔ اس لئے ہمیشہ فتوے قرآن و حدیث کے ہی موافق دینا۔ اگر ایسا نہ کرو گے۔ تو خود ہی ہلاک ہو گے! اور اوروں کو بھی ہلاک کر دو گے۔ ابونسر کہتے ہیں کہ جب ابوسلمہ بصرہ میں آئے تو میں اور حسن بصری اُن کی ملاقات کو گئے۔ انہوں نے حسن بصری سے فرمایا حسن بصری تم ہی ہو۔ بصرہ میں تمہاری ملاقات سے زیادہ کسی سے ملنے کا مجھکو شوق نہ تھا۔ اشتیاق اس واسطے زیادہ تھا کہ مجھکو معلوم ہوا تھا کہ تم اپنی رائے سے مسئلہ کا جواب دیتے ہو۔ آیندہ بجز قرآن و حدیث کے اپنی رائے سے فتوے نہ دینا۔ ابن المنکدر کا قول ہے کہ عالم خدا اور بندگان الٰہی میں واسطہ ہوا کرتا ہے اس کو چاہیئے کہ اپنے لئے کوئی طریقہ نجات کا پیدا کرے۔ امام شعبی سے دریافت کیا گیا۔ کہ جب تم سے مسائل دریافت کئے جایا کرتے تھے تو تم کیا کرتے تھے۔ انہوں نے فرمایا۔ تم نے اس کے واقف سے یہ بات دریافت کی۔ جب کسی شخص سے کوئی مسئلہ دریافت کیا جایا کرتا تھا تو وہ اپنے ہم رتبہ عالم سے کہتا تھا۔ اس مسئلہ کا جواب دو۔ ایسے ہی یہ شخص دوسرے سے ایسا ہی کہتا تھا۔ رفتہ رفتہ پہلے ہی عالم کی جانب انتہا ہو جایا کرتی تھی۔ امام شعبی کا قول ہے۔ یہ علماء جو حدیث رسول خدا کی تم سے بیان کریں اُس پر عمل کرو۔ اور جو کچھ اپنی رائے سے کہیں اُس کو پاخانہ میں پھینک دو (دارمی نے ان تمام آثار کو نقل کیا ہے) اسی اہتمام حدیث کی وجہ سے حدیث کا مدون کرنا اطراف میں شائع ہو گیا۔ بلاد اسلام میں جا بجا کتابیں اور نسخے حدیث میں مرتب ہونے لگے۔ اہل روایت میں سے ایسے علماء کم تھے۔ جن کی کوئی تصنیف نہ ہو۔ اُس وقت کی ضرورت نے ایسی حالت پیدا کر دی تھی۔ اس زمانہ کے بلند پایہ علمائے تمام ممالک حجاز۔ شام۔ عراق۔ مصر۔ یمن۔ خراسان میں سفر کیا۔ اور کتابوں اور نسخوں کو منفرد موقعوں سے فراہم کیا۔ غریب حدیث اور آثار نادرہ کی تلاش میں بہت خوض کیا۔ ان کے اہتمام سے وہ احادیث اور آثار مجتمع ہو گئیں جو پیشتر جمع نہ ہو سکی تھیں۔ اُن کے لئے وہ سامان مہیا ہو گیا۔ جو پہلے کسی کے لئے مہیا نہ ہوا تھا۔ اور بکثرت ایک ایک حدیث کے طرق خاصۃً اُن کو معلوم ہو گئے تھے کہ اُن کے پاس ایسی حدیثیں بکثرت تھیں۔ جو سو سو طریقوں سے مروی تھیں بلکہ اس سے بھی زیادہ بعض طریقوں سے اُن امور کا انکشاف ہو گیا۔

جو اور طرق میں نامعلوم تھے۔ ان علمائے نے ہر ایک حدیث کا درجہ معلوم کرلیا۔ کہ کون سی غریب ہے۔ اور کون سی مستفیض ہے۔ اور حدیث کے متابعات اور اُس کے شواہد میں غور کرنیکا۔ اُن کو خوب موقع ملا۔ اور بکثرت صحیح حدیثوں کا اُن کو پتہ مل گیا جو اگلے مصنفوں کے وقت میں ظاہر نہ ہوئیں تھیں۔ امام شافعیؒ نے امام احمدؒ سے کہا۔ کہ صحیح احادیث کا علم تم کو ہم سے زیادہ ہے۔ جو حدیث صحیح ہوا کرے۔ وہ ہم کو بتلا دیا کرو۔ تاکہ میں اُسی کو اپنا مذہب قرار دوں۔ خواہ وہ حدیث کوفی ہو۔ یا شامی یا بصری (ابن ہمام نے اس کو نقل کیا ہے)۔ امام شافعیؒ نے امام احمدؒ سے یہ اس واسطے کہا۔ کہ بہت سی احادیث ایسی ہی تھیں۔ جن کو صرف ایک ایک شہر کے راوی نقل کیا کرتے تھے۔ مثلاً وہ احادیث جن کی صرف شام یا عراق کے ہی محدثین روایت کیا کرتے تھے بعض ایسی حدیثیں بھی تھیں۔ کہ صرف ایک ہی خاندان کے لوگ اُن کی روایت کرتے تھے۔ جیسے برید کا نسخہ ابو بُردہ کی روایت سے ابو بردہ نے اُس کو ابو موسےٰ سے روایت کیا ہے۔ اور عمرو بن شعیب کا نسخہ اپنے باپ کی روایت سے اور اُن کے باپ نے اپنے باپ سے روایت کی ہے۔ اور بعض صورتیں ایسی تھیں کہ بعض صحابہ قلیل الروایت اور گمنامی کی حالت میں تھے۔ اُن سے بہت کم لوگوں نے حدیثوں کو نقل کیا۔ اس لئے ایسی حدیثوں سے عام مفتی علمائے خبر دی ہے۔ اُن کے پاس احادیث کا وہی مجموعہ تھا جو ہر شخص کے فقہ یہ صحابہ اور تابعین سے منقول تھا۔ متقدمین کی حالت ہی یہ تھی کہ صرف اپنے شہر اور اپنے درجہ کے لوگوں کی حدیثوں کو جمع کرسکتے تھے۔ اور نیز اگلے علما اسماء الرجال اور راویوں کے درجہ عدالت کا اندازہ اُن امور سے کرلیا کرتے تھے۔ جو اُن کو عالت کے مشاہدہ اور قراین کے تتبع سے معلوم ہو جایا کرتے تھے لیکن اب اس طبقہ کے علمائے نے اس فن میں نہایت غور کیا۔ اور اس کو مدون کرکے اور بحث و تفتیش کرکے ایک مستقل فن کر دیا۔ اور احادیث کے صحیح اور غیر صحیح قرار دینے میں باہم مناظرہ کئے گئے۔ اس طرح اس تدوین اور مباحث کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُن حدیثوں کا فیصلہ ہو گیا جن کا متصل یا منقطع ہونا پہلے مخفی تھا۔ پہلے یہ حالت تھی۔ کہ امام سفیان اور وکیع وغیرہم نہایت اہتمام اور اجتہاد کرتے تھے۔ لیکن صحیح احادیث ایک ہزار سے کم ہی اُن کو بہم پہنچتی تھیں۔ (ابو داؤد سجستانی نے اُس کو اپنے اُس رسالہ میں لکھا ہے۔ جس کو اُنہوں نے اہل مکہ کو بھیجا تھا) اور اب اُس طبقہ میں محدثین تقریباً چالیس ہزار تک احادیث کی روایت کرتے تھے۔ امام بخاری کی نسبت یہ امر صحیح ہے کہ اُنہوں نے چھ ہزار احادیث سے صحیح بخاری کو مختصر کیا ہے۔ اور ابو داؤد کی نسبت بھی یہ ثابت ہوا ہے کہ پانچ ہزار احادیث سے اُنہوں نے اپنے سنن کو منتخب کیا ہے۔ اور امام احمدؒ نے اپنی مسند کو احادیث نبوی کے معلوم کرنے کے لئے ایک میزان قرار دیا ہے۔ جو حدیثیں اس مسند میں موجود ہیں اگرچہ اُنکی روایت ایک ہی طریقہ سے ہو اُنکے لئے کوئی نہ کوئی اصل ہے ورنہ انکو بے اصل سمجھنا چاہئے۔

اس طبقہ کے اساطین علما یہ ہیں۔ عبدالرحمن بن مہدی۔ یحییٰ بن سعید قطان۔ یزید بن ہارون عبدالرزاق۔ ابوبکر بن ابی شیبہ۔ مسدد۔ ہناد۔ احمد بن حنبل۔ اسحٰق بن راہویہ۔ فضل بن دکین۔ علی مدینی اور اُن

کے دیگر ہم رتبہ محدثین ۔ طبقات محدثین میں یہ طبقہ طراز اور پہلا نمونہ ہے ۔ جب محققین اہل حدیث نے فن روایت
اور درجات حدیث خوب مکمل کر لئے تو اس کے بعد اُن کی توجہ فقہ کی طرف مائل ہوئی ۔ اُنہوں نے جب دیکھا کہ
بہت سی احادیث اور آثار فقہائے کے ہر ایک مذہب کے مخالف ہیں ۔ اسواسطے متقدمین میں سے خاص کسی امام کی تقلید
پر اتفاق نہیں کیا ۔ بلکہ اُنہوں نے احادیث نبوی ۔ صحابہ ۔ تابعین اور مجتہدین کے آثار کا تتبع کرنا شروع کیا
اور اوروں کے لئے اُنہوں نے ایسے قواعد کی بنا ڈالی ۔ جن کو اپنے ذہنوں میں اُنہوں نے خوب
راسخ کر لیا تھا ۔ ان قواعد کو چند تقریروں میں ہم بیان کرتے ہیں ۔ ان کا مسلک یہ تھا ۔ کہ جب تک کسی
مسئلہ کا حکم قرآن سے ثابت ہو ۔ تو کسی دوسری شے کی طرف توجہ کرنا چاہئے ۔ اور اگر قرآن میں حکم مسئلہ
کا مختلف الوجوہ ہو ۔ تو اُس کا فیصلہ حدیث سے کرنا چاہئے ۔ اور جب قرآن میں اُن کو کوئی حکم نہیں ملتا تھا ۔
تو رسولؐ خدا کی حدیث پر عمل کرتے تھے ۔ خواہ وہ حدیث مستفیض ہوتی ۔ جس پر فقہا عملدرآمد کر چکے تھے ۔
یا کسی خاص شہر کے علماء یا کسی خاص خاندان کے علمائے یا کسی خاص طریقہ سے وہ مروی ہوتی ۔ خواہ
صحابہ اور فقہائے نے اُس پر عمل کیا ہوتا یا نہ عمل کیا ہوتا ۔ کسی مسئلہ میں جب اُن کو کوئی حدیث مل جایا کرتی تھی
تو اُس کے بعد پھر اُس کے مخالف کسی اثر یا کسی اجتہاد کا اتباع نہیں کیا کرتے تھے ۔ اور جب نہایت کوشش
اور تتبع احادیث کے بعد بھی اُس مسئلہ میں حدیث نہیں ملتی تھی ۔ تو اُس وقت صحابہ یا تابعین میں سے ایک
جماعت کا اقتدا کرتے تھے ۔ اور اُن کے اقوال پر عمل کر لیا کرتے تھے ۔ اس میں اُن کو کسی قوم یا کسی شہر کی خصوصیت
اور قید نہ تھی ۔ اُن سے قدما کا طریقہ بھی یہی تھا ۔ ایسی صورت میں اگر اُس مسئلہ میں جمہور خلفا اور فقہا کا
اتفاق تھا ۔ تب وہ اطمینان کافی کے قابل ہوتا تھا ۔ اور اگر وہ مسئلہ مختلف فیہ ہوتا تھا ۔ تو ایسے شخص کے قول کو
ترجیح دیتے تھے ۔ جو علم ۔ ورع ۔ ضبط اور اُس کو شہرت کی وجہ سے فوقیت ہوا کرتی تھی ۔ اور اگر اُس مسئلہ میں ایک
ہی قوت کے دو قول ہوا کرتے تھے ۔ تو وہ مسئلہ ذات القولین رہتا تھا ۔ اور اگر ان امور کی تنقیح متعذر ہوا کرتی
تھی تو اُسوقت کتاب و قرآن کی عام تعبیروں میں اُن کے ایما اور اقتضا میں غور کیا کرتے تھے ۔ اور جب دو مسائل
کی ایک سی حالت ہوتی تھی ۔ تو مسئلہ کو نظیر مسئلہ پر حمل کر لیا کرتے تھے ۔ اس میں وہ قواعد اصولی کے پابند نہ تھے
بلکہ جس طریقہ سے ایک اطمینانی حالت پیدا ہو جایا کرتی تھی اُسی سے فیصلہ کیا کرتے تھے ۔ جیسے کہ تواتر کے لئے
راویوں کی تعداد اُن کی حالت کیلئے میزان نہیں ہے ۔ بلکہ اس کے لئے میزان وہ یقین ہے ۔ جو لوگوں کے
دلوں میں پیدا ہو جایا کرتا ہے ۔ صحابہ کے حالات میں ہم اس معیار کا ذکر کر چکے ہیں ۔ اور ایسے تمام اصول
متقدمین کے برتاؤ اور اُن کی تصریحات سے مستخرج تھے ۔ میمون ابن مہران سے منقول ہے ۔ کہ ابو بکر صدیقؓ
کے پاس جب کوئی دعوی پیش ہوتا تھا ۔ تو وہ قرآن میں اُس کے دعوے کا جواب تلاش کیا کرتے تھے ۔ اگر
اس میں جواب مل جاتا تو پہلے قرآن سے تلاش کرتے ۔ قرآن میں اُس کا جواب نہ ملتا اور اُس کے متعلق کوئی
حدیث اُن کو معلوم ہوتی ۔ تو ویسا ہی فیصلہ کرتے ۔ اور اگر قرآن و حدیث سے وہ حکم مسئلہ کا معلوم نہ کر سکتے ۔

تو باہر جا کر مسلمانوں سے دریافت کرتے کہ ایسا ایسا دعوےٰ میرے سامنے پیش ہوا ہے۔ تم میں سے کسی کو معلوم ہوا ہے کہ رسولؐ خدا نے اس کے متعلق کوئی فیصلہ کیا تھا۔ اُس وقت اکثر ایسا اتفاق ہوتا تھا کہ تمام جماعت بول اُٹھتی تھی۔ کہ آں حضرتؐ نے اس کا یہ فیصلہ کیا تھا۔ تب وہ فرماتے۔ الحمد للہ۔ ہمارے اندر ایسے لوگ موجود ہیں جن میں آں حضرتؐ کے اقوال محفوظ ہیں اور جب کسی طرح حدیث سے بھی حکم مسئلہ کا معلوم نہ ہوتا تب معتمد اور عمدہ لوگوں کو جمع کر کے اُن سے مشورہ لیتے جب کسی امر پر سب کا اتفاق رائے ہو جاتا۔ تو اُس کے موافق فیصلہ کرتے تھے۔

اور قاضی شریح سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے اُن کو تحریر کیا تھا کہ قرآن میں سے جو حکم تم کو معلوم ہو تو اُس کے موافق فیصلہ کرنا ایسا نہ ہو کہ لوگ تم کو اس سے باز رکھیں۔ اور اگر ایسا مسئلہ پیش ہو۔ جس کا حکم قرآن میں نہ ملے تو حدیث کو تلاش کر کے اُس کے موافق فیصلہ کرنا۔ اور اگر قرآن اور حدیث میں اس کا حکم نہیں ہے تو اُس قول پر نظر کرنا جس پر لوگوں نے اتفاق کیا ہو اور اس کے موافق فیصلہ کرنا۔ اور اگر قرآن و حدیث میں اُس مسئلہ سے خاموشی ہو۔ اور تم سے اگلے لوگوں نے بھی اُس میں سکوت کیا ہو۔ تو دو امروں میں سے ایک کو اختیار کرنا اگر چاہو تو اجتہاد کرنا اپنی رائے سے۔ اور اگر چاہو۔ تو اجتہاد میں تاخیر کرنا۔ اور میں تمہارے لئے اسی تاخیر کو پسند کرتا ہوں۔ عبداللہ ابن مسعود سے منقول ہے۔ وہ کہتے تھے۔ ہم پر ایسا زمانہ گذرا ہے۔ کہ ہم کسی مسئلہ میں فتوےٰ نہ دیتے تھے ہم اُس درجہ تک نہ پہنچے تھے۔ اور خدا نے مقدر کیا تھا۔ کہ ہم کو اس درجہ تک پہنچا دیا جس کو تم دیکھتے ہو۔ اس لئے آج سے جس کے سامنے کوئی فیصلہ پیش ہو۔ تو وہ کتاب الٰہی کے موافق اُس کا فیصلہ کرے اگر کتاب الٰہی میں اُس کا جواب نہ ہو۔ تو جیسے رسول خدا نے حکم دیا ہو۔ اس کے موافق حکم دے۔ اور اگر کتاب الٰہی میں اُس کا جواب نہ ہو۔ اور آنحضرتؐ نے بھی اُس کے متعلق کوئی حکم نہ دیا ہو۔ تو جیسا صالحین اُمت نے حکم دیا ہو۔ اُس کے موافق حکم دے۔ اور اپنی طرف سے یہ نہ کہے۔ کہ میں اس میں خوف کرتا ہوں۔ اس کو پسند کرتا ہوں۔ اس لئے کہ امور حرام و حلال صاف صاف ہیں۔ اور حرام و حلال کے بیچ میں مشتبہ امور ہیں اس واسطے مشتبہ کو ترک کر کے یقینی کو اخذ کرے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس کا قاعدہ تھا۔ کہ جب اُن سے کوئی مسئلہ دریافت کیا جاتا تھا۔ اور اُس کا حکم قرآن میں ہوتا تھا۔ تو اُسی کے موافق فیصلہ کرتے تھے۔ اگر قرآن میں اُس کا حکم نہ ملتا۔ اور رسول خدا سے اس کا حکم ثابت ہوتا۔ تو وہی بیان کر دیتے۔ ورنہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ نے جو حکم اُس کا دیا ہوتا۔ وہ بیان کر دیتے۔ اور ان سے بھی کوئی حکم محقق نہ ہوتا تب اپنی رائے سے اُس کا جواب دیتے۔ عبداللہ ابن عباس سے مروی ہے۔ وہ فرمایا کرتے تھے۔ کیا تم کو اس کا خوف نہیں ہے کہ تم کو خدا عذاب دے۔ یا زمین میں تم کو دھسا دے۔ تم کہتے ہو کہ رسولؐ خدا نے ایسا کہا تھا۔ اور فلاں شخص نے ایسا کہا ہے۔ قتادہ سے روایت ہے کہ ابن سیرین نے ایک شخص کے سامنے ایک حدیث بیان کی تو اُس شخص نے کہا فلاں شخص ایسا ایسا کہتے ہیں تب ابن سیرین نے کہا میں تم سے رسول خدا کی حدیث بیان کرتا ہوں۔ اور تم اُس پر کہتے ہو۔ کہ فلاں نے ایسا ایسا کہا ہے۔ ذراعی سے روایت ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے

لکھ دیا تھا۔ کہ کتاب الٰہی میں کسی کو رائے دینے کا حق نہیں ہے۔ ائمہ صرف اُنہیں امور میں رائے دے سکتے ہیں جن کا حکم قرآن میں نازل نہ ہوا ہو۔ اور نہ حدیث میں اُس کا حکم دیا ہو۔ جس امر کو آں حضرتؐ نے قرار دیا ہو اُس میں بھی کسی رائے کو دخل نہیں ہے۔ اعمش سے روایت ہے کہ ابراہیمؒ کا قول تھا کہ مقتدی امام کی بائیں جانب کھڑا ہوا کرے۔ میں نے سمیع زیات سے بروایت عبداللہ ابن عباس حدیث بیان کی۔ کہ رسول خداؐ نے مقتدی کو دائیں جانب کھڑا کیا تھا۔ ابراہیم نے اسی کو اختیار کر لیا۔ شعبی سے منقول ہے کہ ایک شخص نے اُن کے پاس آکر ایک مسئلہ دریافت کیا۔ شعبی نے جواب دیا۔ کہ عبداللہ ابن مسعودؓ اسکا یہ جواب دیا کرتے تھے اُسنے کہا آپ نے مجھکو اپنی رائے بتائی۔ شعبی نے کہا تم اس شخص پر تعجب نہیں کرتے ہیں عبداللہ ابن مسعود کی طرف سے خبر دے رہا ہوں۔ اور یہ کہتا ہے کہ تم مجھکو اپنی رائے بتاؤ۔ واللہ مجھکو راگ کا گانا اچھا معلوم ہوتا ہے۔ اس سے کہ میں اپنی رائے ظاہر کروں (دارمی نے یہ تمام آثار بیان کئے ہیں ترمذی نے ابو سائب سے روایت کی ہے کہ ہم امام وکیع کے پاس حاضر تھے انہوں نے ایک شخص کے سامنے جو رائے کو دخل دیا کرتا تھا۔ بیان کیا کہ رسول خداؐ نے اشعار کے اونٹ کے کوہان پر دائیں جانب سے لوہے کی چیز سے زخمی کرنا) کیا ہے۔ اور ابو حنیفہ کہتے ہیں۔ اشعار مثلہ ہے۔ اُس شخص نے کہا۔ ابراہیم نخعی سے مروی ہے کہ اشعار مثلہ ہے ابو سایب کہتے ہیں کہ یہ سنتے ہی میں نے وکیع کو دیکھا کہ اُس شخص پر اُنہوں نے بہت غصہ کیا اور کہا میں تجھسے کہتا ہوں۔ رسول خداؐ نے ایسا فرمایا ہے۔ اور تو کہتا ہے کہ ابراہیم کا یہ قول ہے تو اسی قابل ہے کہ قید کر دیا جائے۔ اور جب تک اپنے قول سے باز نہ آئے رہا نہ کیا جائے۔ عبداللہ بن عباس اور عطاء اور مجاہد اور مالک بن انس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ کہ ان سب کا یہی قول ہے کہ کوئی شخص ایسا نہیں ہے جس کے قول کو اختیار اور رد نہ کر سکیں۔ بجز قول رسول خداؐ کے۔

جب علماء نے ان قواعد کے لحاظ سے فقہ کو ممہد اور مرتب کیا۔ تو اُن مسائل میں سے جن میں قدماء نے کلام کیا تھا۔ یا جو موجودہ اُس زمانے میں پیش آئے تھے۔ کوئی مسئلہ ایسا نہ تھا جس کے متعلق کوئی حدیث مرفوع متصل یا مرسل یا موقوف صحیح یا حسن یا قابل اعتبار بہم نہ پہنچی ہو۔ یا شیخین اور دیگر خلفاء یا قضاۃ اور فقہائے بلاد کے کسی اثر کا پتہ نہ لگا ہو۔ یا عموم وایماء واقتضاء سے اُس کا سراغ نہ لگا گیا ہو۔ اس طرح پر علماء کے لئے خدا نے مذہب پر عمل کرنا آسان کر دیا تھا اس زمانہ کے علماء میں سے نہایت عظیم الشان وسیع الروایت حدیث سے زیادہ واقف فقہ میں سب سے زیادہ غایر النظر امام احمدؒ بن حنبل تھے۔ اور امام احمدؒ کے بعد اسحٰق بن راہویہ اس ڈھنگ پر فقہ کو ترتیب دینے کے لئے بکثرت احادیث اور آثار جمع کرنے کی ضرورت تھی یہاں تک کہ امام احمدؒ سے دریافت کیا گیا کہ فتوے دینے کے لئے ایک لاکھ حدیثیں کافی ہو سکتی ہیں اُنہوں نے کہا اتنی کافی نہیں ہیں۔ پھر کہا گیا کہ پانچ لاکھ کفایت کر سکتی ہیں اُنہوں نے جواب دیا مجھکو امید ہے کہ اتنی کفایت کر سکیں۔ نہایت المنتہی میں اس کو ذکر کیا ہے۔ امام احمدؒ کی مراد اس قول سے یہی ہے کہ فقاہت کے ساتھ فتوے دینے کے لئے اتنی

حدیثیں کافی ہیں +

اس حالت کے بعد ایک دوسرے زمانہ کی پیدایش ہوئی اُنہوں نے اپنے اصحاب کو دیکھا کہ حدیث کی متنوں سے اُنہوں نے اور لوگوں کو فارغ کر دیا ہے۔ فقاہت کا سامان کر چکے ہیں۔ انہیں کے اصول کا تنقہ میں اُنہوں نے لحاظ رکھا ہے۔ اس واسطے ان پچھلے لوگوں نے اور فنون کی جانب اپنا رخ کیا۔ مثلاً اُن صحیح حدیثوں کو بالکل ممیز کر دیا۔ جو کبراے حدیث کے نزدیک متفق علیہ صحیح نہیں۔ مثلاً زید بن ہرون۔ یحییٰ بن سعید قطان۔ احمد۔ اسحٰق اور اُن کے ہم مرتبہ لوگوں نے اُن کو صحیح مانا تھا۔ فقہ کے متعلق اُن احادیث کو جمع کیا جن پر بلاد اسلامی کے علماء اور فقہا نے اپنے اپنے مذاہب کی بنیاد قایم کی تھی۔ اور جو حدیث جس درجہ کی مستحق تھی۔ اُس پر وہی حکم لگایا۔ اور اُن شاذ و نوادر احادیث کو جمع کیا جن کی سابقین نے روایت نہ کی تھی۔ اور اُن طرق کا انکشاف کیا جن کو قدما نے طرق کے اندازہ سے بیان نہیں کیا تھا۔ ایسی احادیث میں وہ حدیثیں بھی ظاہر ہوئیں جن میں انفصال یا علو اسناد کا وصف تھا۔ یا اُن کی روایت فقیہ نے فقیہ سے یا حافظ حدیث نے حافظ حدیث سے کی تھی۔ یا اس کے علاوہ اور مطالب علمی اُن میں مندرج تھے۔ اس منصب کے محدثین بخاری۔ مسلم۔ ابو داؤد۔ عبد بن حمید۔ دارمی۔ ابن ماجہ۔ ابو یعلی۔ ترمذی۔ نسائی۔ دارقطنی۔ حاکم۔ بیہقی۔ خطیب۔ دیلمی۔ ابن عبد البر اور اُن کے ہم پایہ لوگ ہیں۔ اور میرے نزدیک وسعت علمی میں سب سے زیادہ نافع مصنف سب سے مشہور تر چار شخص ہیں جن کا زمانہ قریب قریب ہے۔ سب سے اول ابو عبد اللہ بخاری۔ ان کی غرض یہ تھی کہ تمام ایسی احادیث کا مجموعہ خالص کر دیں جنہیں صحیح مستفیض اور متصل ہونیکے اوصاف ہوں۔ اور اُن احادیث سے فقہ۔ سیرت۔ تفسیر کو مستنبط کریں۔ اس لئے انہوں نے اپنی جامع صحیح کو تصنیف کیا۔ اور جس شرط سے تصنیف کی تھی۔ اُسکو پورا کر دیا۔ ہم کو معلوم ہوا ہے کہ ایک صالح شخص نے رسول خدا کو خواب میں دیکھا۔ آپ نے فرمایا تجھکو کیا ہو گیا ہے کہ محمد بن ادریس کی فقہ میں تو مشغول ہے۔ اور میری کتاب کو تو نے چھوڑ رکھا ہے۔ اُس شخص نے رسول خدا سے کہا۔ یا رسول اللہ آپ کی کتاب کون سی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ صحیح بخاری۔ اور مجھکو اپنی زندگی کی قسم ہے کہ صحیح بخاری کو شہرت اور مقبولیت ایسی حاصل ہوئی ہے کہ اُس سے زیادہ متصور نہیں ہو سکتی +

اور دوسرے مصنف مسلم نیشاپوری ہیں۔ اُنہوں نے بھی یہی قصد کیا کہ متفق علیہ صحیح حدیثوں کو خالص کر دیں۔ جن پر محدثین نے اتفاق کیا ہو۔ اور وہ متصل مرفوع کے درجہ کی ہوں۔ اُن سے مذہبی احکام مستنبط ہو سکیں۔ اور یہ بھی اُنہوں نے قصد کیا کہ احادیث کو قریب الفہم کر دیں۔ استنباط مسائل میں اُن سے آسانی ہو سکے۔ اس لئے اُنہوں نے نہایت مکمل ترتیب دی۔ اور ایک ہی موقع پر ہر ایک حدیث کے تمام طرق کو بیان کر دیا۔ تاکہ نہایت صراحت کے ساتھ اختلاف متون اور تفرق اسانید کا اظہار ہو جائے۔ تمام مختلف احادیث کو یکجا کر دیا تاکہ عربی زبان کے واقف کو کوئی موقع عذر کا باقی نہ رہے۔ اور پھر وہ حدیث سے اعراض کر کے اور طرف متوجہ نہ ہو سکے +

اور تیسرے مصنف ابو داؤد سجستانی ہیں۔ ان کا قصد یہی تھا کہ ایسی احادیث کو جمع کریں جن سے فقہا استدلال

[illegible]

غرض کے لئے انہوں نے اپنی سنن کو تصنیف کیا۔ اُس میں صحیح حسن اور قابل عمل حدیثیں جمع کردیں۔ ابو داؤد کہتے ہیں۔ کہ میں نے اس کتاب میں ایسی کوئی حدیث جمع نہیں کی ہے جس کے ترک کرنے پر سب کا اتفاق ہو۔ جو حدیث ضعیف تھی اُس کا ضعف اور جس حدیث میں کوئی خدشہ یا علت کی بات تھی اُس کی وجہ علت صاف بیان کردی علم حدیث میں خوض کرنے والا اس وجہ کو خوب سمجھ سکتا ہے۔ ہر حدیث میں اُنہوں نے اُس مسئلہ کو بیان کردیا جس کو کسی عالم نے مستنبط کیا تھا اور کسی کا وہ مذہب قرار پایا تھا اس لئے غزالی وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ مجتہد کے لئے یہ کتاب کافی ہے +

چوتھے مصنف ابو عیسٰی ترمذی ہیں۔ اُنہوں نے شیخین امام بخاری اور مسلم کے طریقوں کو پسندیدہ صورت میں کردیا۔ اُنہوں نے صاف بیان کیا تھا یا کہیں ابہام دیکھا تھا۔ دونوں کو عمدہ شکل میں کردیا۔ اور اس لئے کہ ہر ایک صاحب مذہب کے مسائل کو مفصل بیان کردیا ہے۔ ابو داؤد کی مقاصد کی بھی تکمیل کردی ہے۔ دونوں طریقوں کی جامعیت کے بعد اُن پر یہ اضافہ کردیا۔ کہ صحابہ اور تابعین اور فقہائے امصار کے مذاہب کو پورا بیان کردیا ہے۔ اس لئے ایک جامع کتاب کو اُنہوں نے ترتیب کردیا ہے۔ اور لطیف شکل میں طرق حدیث کو مختصر کردیا ہے۔ ایک طریقہ کا ذکر کرکے دوسرے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور ہر ایک حدیث کی حالت بتادی ہے۔ کہ کون سی صحیح ہے۔ کون سی حسن ہے ضعیف اور منکر کون سی ہے۔ اور ہر ایک حدیث کی وجہ ضعف بیان کردی ہے تاکہ طالب حدیث کو اپنے مقصود میں پوری بصیرت حاصل ہو جائے۔ اور جو احادیث قابل اعتماد ہیں۔ اُن کا پورا اندازہ کرسکے۔ حدیث شایع اور غریب کی تصریح کردی ہے۔ ہر ایک صحابی اور فقیہ کا مذہب نقل کردیا ہے۔ اور جس شخص کے نام معلوم کرنے کی ضرورت تھی اُس کا نام بتادیا۔ اور جس کی کنیت کی ضرورت تھی اُس کی کنیت بتادی ہے۔ اور علما میں سے کسی کی نسبت کوئی امر مخفی نہیں رکھا ہے۔ اس واسطے علماء کا قول ہے کہ یہ کتاب مجتہد اور مقلد دونوں کو کفایت کرتی ہے +

امام مالک اور سفیان ثوری کے زمانہ اور ما بعد میں اِن محتاط لوگوں کے مقابلہ میں ایسے علما بھی تھے جن کو مسایل بیان کرنے میں کوئی ناگواری نہ تھی۔ فتوے دینے میں اُن کو کچھ باک نہ تھا۔ وہ کہتے تھے کہ دین کی بنا فقہ پر ہی ہے۔ اس لئے اُسی کی اشاعت ضروری ہے۔ اُن علما کو حدیث کی بیان کرنے اور آں حضرت تک سلسلہ روایت کے پہنچانے میں اندیشہ معلوم ہوتا تھا شعبی کہتے ہیں کہ رسول خدا سے ورے کے لوگ روایت کیلئے مجھکو زیادہ اچھے معلوم ہوتے ہیں۔ اگر حدیث میں کوئی کمی بیشی ہوگی تو اُس کے ذمہ دار وہی لوگ رہینگے جو آنحضرت سے ورے ہیں ابراہیم نخعی کہتے ہیں مجھکو یہ کہنا اچھا معلوم ہوتا ہے کہ عبد اللہ نے یہ کہا اور علقمہ کا یہ قول ہے۔ اور عبد اللہ بن مسعود جب کوئی حدیث بیان کیا کرتے تھے۔ تو اُن کا چہرہ بدل جایا کرتا تھا۔ اُس وقت وہ کہا کرتے تھے کہ آنحضرت نے ایسا ہی یا اس کی مثل فرمایا ہے اور جب حضرت عمرؓ نے ایک انصار کی ایک جماعت کو کوفہ کی جانب روانہ کیا تو اُن سے فرمایا تم کوفہ کو جاتے ہو۔ وہاں تم ایسے لوگوں سے ملوگے جو قرآن کو رقت سے پڑھتے ہیں۔ وہ تمہارے پاس آکر کہیں گے کہ محمد رسول اللہ کے صحابہ آئے ہیں تب وہ تم سے حدیثیں دریافت کرینگے۔ تم رسول خدا سے احادیث کی روایت بہت کم کرنا شعبی کے پاس جب کوئی مسئلہ پیش ہوتا تھا۔ تو وہ بہت ہی احتیاط کرتے تھے۔ اور ابراہیم برابر اس

میں گفتگو کیا کرتے تھے (دارمی نے ان آثار کو بیان کیا ہے)۔

اس وجہ سے حدیث اور فقہ اور مسایل مدون کرنے کی دوسری طرز کی ضرورت پڑی انکے پاس اتنی احادیث و آثار نہ تھے جن سے وہ لوگ فقہ کو اُن اصول کے موافق مستنبط کرسکتے جن کو اہل حدیث نے پسند کیا تھا۔ اور علما سے بلاد کے اقوال غور اور بحث میں اُن کو کشادہ دلی تھی۔ اور اپنے اپنے اماموں کے متعلق اُنہوں نے اعتقاد کیا تھا کہ اُن کا پایہ تحقیق میں بہت بلند ہے۔ اور سب سے زیادہ اُن کو میلان اپنے اساتذہ کی طرف ہی تھا جیسے علقمہ کا قول ہے کہ کوئی عالم عبداللہ سے زیادہ قابل اعتماد نہیں ہے۔ اور ابو حنیفہ کا قول ہے کہ ابراہیم سالم سے زیادہ فقیہ ہیں اور اگر صحابیت کی فضیلت نہ ہوتی۔ تو میں کہتا کہ علقمہ ابن عمر سے زیادہ فقیہ ہیں لیکن اُن علماء کے دین میں فطانت اور سرعت انتقال ایسا تھا جس سے وہ مسایل کا استخراج بخوبی کرتے تھے۔ اور اپنے اصحاب کے اقوال سے اُس کو خوب پیوند لگاتے تھے۔ اور جو چیز جس کی پیدایش میں ہوا کرتی تھی وہی اُس کے لئے آسان ہوجایا کرتی ہے وکل حزب بما لدیھم فرحون اس طرح پر ان علماء نے تخریج کے قاعدہ پر فقہ کی ترتیب دی۔ ہر شخص اُس کی کتاب کو محفوظ رکھتا تھا۔ جو اُن کے اصحاب کی زبان اور اقوال علماء کا زیادہ واقف اور ترجیح میں زیادہ درست رائے ہوا کرتا تھا۔ اس لئے وہ ہر مسئلہ میں حکم کی وجہ میں غور کرسکتا تھا جب کسی عالم سے کوئی مسئلہ دریافت کیا جاتا تو وہ اپنے اصحاب کے مصرح اقوال میں غور کرتا جو اُس کو محفوظ ہوتے تھے۔ اگر اُن میں جواب مل جاتا تو فبہا ورنہ اُن کے عموم کلام کو دیکھتا۔ اور اس عموم سے حکم مسئلہ کا اخذ کرلیتا۔ یا کسی کلام کے اشارہ ضمنی سے حکم کو مستنبط کرلیتا) اکثر بعض کلام میں اشارہ یا اقتضا ہوا کرتا تھا۔ اُس سے امر مقصود مفہوم ہو جایا کرتا تھا۔ اکثر کسی مصرح مسئلہ کی کوئی نظیر ہوا کرتی تھی اُس ہی نظیر پر اصل مسئلہ پر حمل کرلیا کرتے تھے۔ کبھی اُنہوں نے مصرح حکم کی علت میں تخریج یا سبر و حذف غور کیا۔ اور اسی علت کو غیر مصرح حکم میں ثابت کردیا اور کبھی اس عالم کے دو قول ہوا کرتے تھے۔ اگر اُن کو قیاس اقترانی یا قیاس شرطی کے ہم شکل کرلیتے۔ تو جواب مسئلہ کا اُس سے حاصل ہوجاتا۔ اکثر قدما کے کلام میں ایسے امور تھے جو مثال اور تقسیم سے معلوم تھے لیکن اُن کی تعریف جامع اور مانع معلوم نہ تھی۔ اس واسطے ان فقہا نے اہل زبان کی طرف رجوع کیا۔ اور اُس شے کے ذاتیات حاصل کرنے میں کوشش کی۔ اور اُس کی تعریف جامع اور مانع مرتب کردی اُس میں جو ابہام تھا۔ اُس کو ضبط میں لے آئے۔ اور مشکل کو ممیز کردیا۔ اکثر اُن کے کلام میں چند وجوہ کا احتمال تھا اُنہوں نے دو احتمالوں میں سے ایک کو متعین کردیا۔ کبھی دلایل طرز ادا ایسا نہ ہوتا تھا جس سے نتیجہ صاف نہیں نکلتا تھا۔ یہ فقہا اُن دلایل کو خوبی سے بیان کردیتے ہیں۔ بعض اصحاب التخریج اپنے ایمہ کے فعل اور اُن کے سکوت وغیرہ سے استدلال کیا کرتے تھے۔ ان طرق مذکورہ کا نام تخریج تھا۔ اور اسی کے متعلق کہا کرتے تھے کہ فلان شخص نے قول کو اس طرح خارج کیا ہے۔ یا فلان مذہب کے موافق یا فلان شخص کے قاعدہ کے موافق یا فلان شخص کے قول کے موافق مسئلہ کا جواب ایسا ہے اور اُن کے تخریج کرنے والونکو مجتہدین فی المذہب کہا کرتے تھے۔

اور حبیب کا یہ قول ہے کہ جس نے مبسوط کو یاد کر لیا۔ وہ مجتہد ہے۔ اس سے وہی اجتہاد مراد ہے جو تخریج سے تعلق رکھتا ہے۔ اگرچہ ایسے شخص کو روایت کا علم بالکل نہ ہو۔ اور ایک حدیث بھی اُس کو نہ آتی ہو۔ اس طرح ہر ایک مذہب میں تخریج واقع ہوئی۔ اور اس کی کثرت ہو گئی۔ اس کے بعد جس مذہب کے پیرو زمانہ میں مشہور ہو گئے۔ اور قضا اور فتوے اُن پر مفوض ہؤا۔ لوگوں میں اُن کی تصانیف مشہور ہو گئیں۔ انہوں نے عام طور پر درس دینا شروع کیا۔ وہ مذہب اطراف عالم میں پھیل گیا۔ اور ہمیشہ اُس کی شہرت بڑھتی گئی۔ اور جس مذہب کے پیرو گمنام ہوئے۔ اور قضاء اور فتوے کی خدمت اُن میں نہ رہی۔ لوگوں نے اُن میں کافی رغبت نہ کی وہ چندروز کے بعد نابود ہو گیا۔

# باب ۸۵ پچاسی

## اس بیان میں کہ چوتھی صدی ہجری سے پہلے اور پیچھے لوگوں کا کیا حال تھا

معلوم کرنا چاہیئے کہ چوتھی صدی سے پہلے لوگ کسی خالص ایک مذہب معین پر متفق نہ تھے۔ قوت القلوب میں ابوطالب مکی نے بیان کیا ہے کہ یہ کتابیں اور مجموعے نئی چیزیں ہیں۔ قرن اول اور دوم میں پہلے لوگ اور لوگوں کے اقوال کے قایل نہ تھے۔ کسی مذہب معین کے موافق فتوے دینے کا طریقہ معین نہ تھا۔ خاص کسی شخص کا قول اختیار نہ کیا جایا کرتا۔ ہر ایک قسم کے امر میں اسی کے قول کو نقل نہیں کیا کرتے تھے۔ اسی کے مذہب پر فقہ کی بنیاد قائم نہیں ہوتی تھی انتہی میں کہتا ہوں کہ دونوں قرنوں کے بعد کسی قدر تخریج کا طریقہ پیدا ہو گیا تاہم چوتھی صدی کے لوگ مذہب معین کی تقلید پر متفق نہ تھے۔ کسی ایک مذہب کی فقہ کی پابندی نہ تھی کہ اسی کا قول نقل کیا جائے جیسے کہ تتبع سے ظاہر ہوتا ہے۔ بلکہ اُس زمانہ میں دو قسم کے لوگ تھے (۱) علما (۲) عامی عوام کی یہ حالت تھی کہ اتفاقی مسایل میں جو مسلمانوں اور جمہور مجتہدین میں مختلف فیہ نہ تھے۔ وہ صرف صاحب شرع کی ہی تقلید کرتے تھے وضو غسل۔ نماز۔ زکوٰۃ کا طریقہ وہ اپنے باپ دادوں یا اپنے شہر کے علما سے سیکھ لیا کرتے تھے۔ اُسی روش پر وہ چلتے تھے۔ اور جو کوئی نیا واقعہ پیش آتا۔ تو جو کوئی مفتی مل گیا اُس سے مسئلہ دریافت کر لیا۔ کسی مذہب معین کی تخصیص نہ تھی۔ اور خاص درجہ کے لوگوں کی یہ حالت تھی کہ اُن میں سے محدثین علم حدیث میں مصروف تھے۔ اُن کے پاس احادیث نبوی اور آثار صحابہ میں ضروری حدیثیں موجود تھیں کہ مسئلہ میں اور کسی چیز کی اُن کو حاجت نہ تھی۔ وہ حدیثیں مستفیض یا صحیح قسم کی جمع تھیں۔ جن پر فقہا عمل کر چکے تھے۔ جو اُن پر عمل نہ کرے۔ وہ قابل عذر نہیں ہے۔ اور نیز اُن کے پاس ایک مجموعہ اُن قولوں کا تھا جو جمہور صحابہ اور تابعین سے ایسے مؤید تھے کہ اُن کی مخالفت نازیبا تھی۔ اگر تعارض نقل یا وجہ ترجیح ظاہر نہ ہونے وغیرہ سے مسئلہ میں اُن کا دل مطمئن نہیں ہوتا تھا تو گذشتہ فقہا میں سے کسی کے قول کی طرف رجوع کر لیا کرتے تھے۔ اور اگر فقہا کے دو قول اُس مسئلہ میں

اُن کو ملتے تھے تو اُن میں سے جو زیادہ قابل اعتماد ہوتا اُس کو اختیار کر لیا کرتے تھے۔ خواہ وہ فقیہ اہل مدینہ سے ہوتا یا اہل کوفہ سے۔ اور ایک فرقہ اُن خاص لوگوں میں اصحاب التخریج کا تھا۔ جس مسئلہ کو وہ مصرح نہ پاتے تھے اُس میں وہ تخریج کرتے تھے۔ اور مذہب میں اجتہاد کیا کرتے تھے۔ اور یہ لوگ اپنے اصحاب کے مذہب کی طرف منسوب ہوا کرتے تھے۔ یوں کہا جاتا تھا کہ فلاں شخص شافعی ہے اور فلاں حنفی۔ اور اہل حدیث بھی جس مذہب سے زیادہ موافق ہوا کرتے تھے کبھی کبھی اُس مذہب سے منسوب ہوتے تھے۔ جیسے کہ نسائی اور بیہقی امام شافعی کی طرف منسوب ہوتے تھے۔ اور بجز مجتہد کے کسی کو قضا اور فتوے کی خدمت نہیں ملتی تھی۔ اور صرف مجتہد ہی کو فقیہ کہتے تھے۔ ان قرنوں کے بعد لوگ دائیں بائیں آوارہ ہو گئے۔ اور چند امور اُن میں بالکل نئے پیدا ہو گئے۔ (۱) علم فقہ کے متعلق ان میں نزاع اور خلاف پیدا ہو گیا۔ اس کی تفصیل جیسے کہ غزالی نے بیان کی ہے یہ ہے کہ جب خلفاے راشدین مہدیین کا زمانہ گزر گیا۔ اور خلافت اُن لوگوں کو مل گئی جو اُس کے قابل اور مستحق نہ تھے۔ اور فتووں اور احکام دین کا مستقل علم اُن کو نہ تھا۔ اس واسطے اُن کو ضرورت ہوئی کہ فقہاء سے مدد لیں اور ہر حال میں اُن کو اپنے ساتھ رکھیں۔ اُس زمانہ میں ایسے علما باقی تھے جن کی روش قدیمی تھی۔ وہ ہمیشہ صاف دین کے پابند تھے۔ اس لئے جب وہ حریم خدمت میں طلب کئے جاتے تھے تو اُس سے گریز کرتے تھے۔ اور خلفاء کی صحبت سے اعراض کرتے تھے۔ تب اُس زمانہ کے لوگوں نے دیکھا کہ علماء کی بڑی عزت ہے۔ یہ لوگ سلاطین سے اعراض کرتے ہیں اور وہ ان پر ٹوٹے پڑتے ہیں تو ان لوگوں نے اعزاز اور مرتبہ حاصل کرنے کی آرزو میں نہایت شوق سے علم کی طلب میں توجہ کی۔ اور اب فقہاء مطلوب ہونے کے بعد طالب ہو گئے۔ اور پہلے جیسے سلاطین کی بے التفاتی کی وجہ سے معزز تھے ویسے ہی اب ذلیل ہو گئے۔ سلاطین کی طرف توجہ کرنے سے الا من وفقہ اللہ اور ان لوگوں سے پہلے لوگ علم کلام میں کتابیں تصنیف کر چکے تھے۔ اس فن میں بہت قیل و قال ہو چکی تھی۔ اعتراضات وجوابات مقابلہ اور جدال کا طریقہ ممہد ہو چکا تھا۔ اب افسروں اور سلاطین کی طبیعتیں فقہ میں مناظرہ کی جانب مائل ہوئیں۔ اور مذہب شافعی اور ابو حنیفہ کے مذاہب کے اولویت ظاہر ہونے کی خواہشیں ان میں پیدا ہو گئیں۔ اس لئے اس علم کلام کی ترتیب ان علماء کے لئے باموقع ہو گئی۔ لوگ علم کلام اور علمی فنون کو چھوڑ خاصۃً امام شافعی اور امام ابو حنیفہ کے خلافی مسایل کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اور جو اختلافات باہم امام مالک اور سفیان اور احمد بن حنبل وغیرہم کے تھے اُن کا بخوبی اہتمام نہیں کیا۔ اور یہ لوگ سمجھے کہ اس تفتیش سے ہماری غرض شرع کے دقیق مسایل کا مستنبط کرنا اور مذاہب کی علتوں اور وجوہ کا بیان کرنا اور اصول وفنون کی تمہید ہے۔ ان اختلافات میں تصانیف اور استنباطات بکثرت ہو گئیں۔ اور رنگ برنگ مجادلوں اور تصانیف کو اُنہوں نے مرتب کیا۔ اور اب تک برابر وہ اسی حالت میں مصروف ہیں۔ ہم نہیں جانتے کہ آیندہ زمانوں میں اُن کے لئے خدا تعالے نے کیا مقدر کیا ہے۔ انتہی حاصلہ جیسے یہ خرابی لوگوں میں پیدا ہو گئی تھی ایسے ہی یہ خرابی بھی پیدا ہوئی۔ کہ اُن کو تقلید کا پورا اطمینان ہو گیا اور آہستہ آہستہ تقلید اُن کے سینوں میں سرایت کرتی گئی۔ اور ان کو خبر بھی نہ تھی۔ کہ یہ اثر کیونکر پھیلتا جاتا ہے

اس تقلید کی پختگی کا (۱) سبب تو یہ تھا۔ کہ فقہاء میں باہم مزاحمت اور مجادلہ ہونے لگا۔ لوگ فتووں میں روک ٹوک کرنے لگے۔ جو شخص فتوے دیتا تھا۔ فوراً اُس کے فتوے پر اعتراضات کئے جانے لگے۔ اُس کا رد کیا جاتا تھا۔ انجام کار سخن کا سلسلہ متقدمین سے کسی شخص کے مصرح قول پر ختم ہوتا تھا۔ (۲) سبب حکام اور قضات کا جور و تعدی بھی تقلید کا باعث ہؤا۔ اکثر حکام کی طبیعت میں جور ہو گیا تھا۔ اُن میں تدین اور امانت کی صفت مفقود تھی۔ ان کے فیصلے جب ہی مقبول سمجھے جاتے تھے کہ عام لوگوں کو اُن میں اشتباہ باقی نہ رہے۔ اور اُس کا قول کسی شخص سابق کے مطابق ہو۔ (۳) سبب سرتاج لوگوں کی جہالت اور بے علموں سے فتوا لینا تقلید کا باعث ہؤا۔ یہ مفتی علم حدیث اور تخریج کے طریقہ سے ناواقف ہوتے تھے۔ جیسے کہ اکثر متاخرین کی ظاہر حالت ایسے ہی تم دیکھتے ہو۔ ابن ہمام وغیرہ نے اس پر تنبیہ کی ہے۔ اس زمانہ میں فقیہ اُن لوگوں کا نام تھا جو مجتہد کے پایہ کے نہ تھے۔ (۴) وجہ تقلید کی یہ ہوئی کہ اکثر لوگوں نے ہر فن میں عمیق باتوں کی جانب زیادہ توجہ کی۔ بعض نے خیال کیا کہ ہم علم اسماء الرجال کی بنیاد مستحکم کر رہے ہیں۔ جرح اور تعدیل کے مرتبوں کو معلوم کرتے ہیں۔ اس کے بعد اُنھوں نے قدیم اور جدید تاریخ کی طرف توجہ کی۔ بعضوں نے نادر نادر خبروں اور غرایب آثار میں تفحص کیا۔ اگرچہ وہ خبریں موضوع کے درجہ کی تھیں۔ کسی نے اصول فقہ کے متعلق زیادہ گفتگو کی۔ ہر ایک شخص نے اپنے اپنے اصحاب کے مناظرہ کے اصول مستنبط کئے۔ اور انتہائی درجہ تک اعتراضات کی بھرمار کی۔ اور اُن کے جوابات دے دے کر گلو خلاصی کی۔ ہر ایک امر کی تعریفات اور تقسیم کا اہتمام کیا۔ کبھی طول کلام کیا۔ کبھی اختصار کیا۔ بعض نے اس میں یہ روش اختیار کی کہ مسایل کی وہ مستبعد صورتیں فرض کیں۔ جو اس قابل تھیں کہ کوئی عاقل اُن کے درپے نہ ہوتا۔ مخرجین اور اُن سے ادنے درجہ کے لوگوں کی کلام سے ایسے عمومات اور ایماءات کی تفتیش کی۔ کہ جن کا سننا عالم بلکہ جاہل کو بھی گوارا اور پسند نہیں ہؤا کرتا۔ اس جدل و مخالفت اور تعمق کا ضرر اور فتنہ اُس فتنہ اولے کے قریب قریب تھا۔ جب لوگوں نے ملک کے متعلق فساد اور جھگڑے برپا کئے تھے۔ ہر شخص نے اپنے اپنے ہمراہی کی امداد کی تھی۔ جیسے ان فسادوں کا یہ انجام ہؤا۔ کہ آخر کو گزندہ حکومت قائم ہو گئی۔ اور نہایت کور و تاریک واقعات پیش آئے۔ ایسے ہی ان اختلافات نے جہالت اور اختلاط اور شکوک و اوہام کو ہر جانب پھیلا دیا۔ اس لئے ان قرنوں کے بعد صرف خالص تقلید شائع ہو گئی۔ حق و باطل اور مخاصمت اور استنباط میں کچھ تمیز نہ رہی۔ فقیہ اس زمانہ میں اُس شخص کا نام ہو گیا۔ کہ جو بے احتیاطی سے زیادہ بک بک کرے۔ فقہا کے قوی وضعیف اقوال بلا تمیز محفوظ کرے۔ اور منہ زوری سے اُن کو بیان کرتا جائے۔ اور محدث اُس شخص کا نام ہو گیا۔ جو صحیح سقیم حدیثیں شمار کرے۔ اور قصہ گویوں کی طرح اُن کو بے سمجھے پوچھے بیان کرتا جائے۔ میں کلیۃً یہ بیان نہیں کرتا ہوں۔ اس لئے کہ بندگان الہی میں ایسی جماعت ہمیشہ ہؤا کرتی ہے جن کو کوئی رسوا کرنے والا

مضرت نہیں پہنچا سکتا وھم حجۃ اللہ فی ارضہ اگرچہ اُن کی تعداد کم ہی کیوں نہ ہو۔ اب جو زمانہ آتا گیا اُس میں فتنہ اور تقلید کی زیادتی ہی ہوتی گئی۔ اور لوگوں کے دلوں سے دم بدم تدین دور ہوتا گیا۔ حتےٰ کہ امور دین میں خوض کرنا اُنہوں نے ترک کر دیا اور وہ مطمئن ہو گئے۔ اور کہنے لگے۔ انا وجدنا اباءنا علےٰ امتہ وانا علی اثارھم مقتدون۔ ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک جماعت پر متفق پایا ہے۔ ہم اُنہیں کے نشانوں کے پیرو ہیں۔ والی اللہ المشتکےٰ وھوالمستعان وبہ الثقۃ وعلیہ التکلان ؂

# فصل

مناسب مقام یہ ہے۔ کہ اُن مسایل پر لوگوں کو آگاہ کر دیا جاسے جن میں فہموں کو حیرت اور قدموں کو لغزش اور قلموں کو گمرہی ہؤا کرتی ہے۔ (۱) مسئلہ یہ ہے۔ کہ امت محمدیہ یا اُن لوگوں نے جو اس امت میں قابل اعتبار ہیں۔ اس پر اتفاق کیا ہے کہ ان مذاہب اربعہ کی تقلید جو مدون ہو چکے ہیں اور تحریروں میں آچکے ہیں فی زماننا جائز اور درست ہے۔ اس تقلید میں بہت سی مصلحتیں ہیں۔ مالا یخفی خاصتہ اس زمانہ میں جس میں لوگ نہایت ہی قاصرۃ الہمت ہو گئے ہیں اور نفسوں میں خواہشیں جم گئی ہیں اور ہر شخص اپنی اپنی ہی راے پر ناز کرتا ہے۔ پس ابن حزم نے جو تقریر کی ہے۔ کہ تقلید بالکل حرام ہے کسی کو جائز نہیں ہے کہ بجز رسول اللہ کے بلا دلیل کسی شخص کے قول کو اختیار کرے اس لئے کہ خدا تعالےٰ کا ارشاد ہے کہ اُنہیں امور کا اتباع کرو جو تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے۔ اور خدا کے علاوہ اور مقربین کا اتباع مت کرو۔ واتبعوا ما انزل الیکم من ربکم ولا تتبعوا من دونہ اولیاء اور نیز خدا فرماتا ہے۔ جب مشرکین سے کہا جاتا ہے۔ اُن احکام کی پیروی کرو جو خدا تعالیٰ نے نازل کئے ہیں تو وہ کہتے ہیں۔ نہیں۔ ہم تو اُنہیں چیزوں کی پیروی کریں گے جن پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا ہے۔ واذا قیل لھم اتبعوا ما انزل اللہ قالوا بل نتبع ما الفینا علیہ اباؤنا اور خدا تعالیٰ نے اُن لوگوں کی مدح میں جو تقلید نہیں کرتے فرمایا ہے میرے اُن بندوں کو مژدہ سنا دو جو بات کو سن کر اُس کا اتباع کرتے ہیں۔ جو سب سے زیادہ اچھی ہوتی ہے۔ اُنہیں کو خدا نے ہدایت کی ہے۔ اور وہی عقل والے ہیں۔ فبشر عبادی الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ اولئك الذین ھدیھم اللہ واولئك ھم اولوا الالباب اور نیز فرمایا ہے۔ اگر تم کسی بات میں نزاع کرو تو اُس کو خدا اور رسول کی طرف پھیر دو۔ اگر تم کو خدا اور روز قیامت پر ایمان ہے۔ فان تنازعتم فی شیٔ فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تومنون باللہ والیوم الاخر۔ خدا تعالےٰ نے منازعت کے وقت بجز قرآن وحدیث کے کسی امر کی طرف متوجہ ہونے کو جائز نہیں کیا ہے۔ اور اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ منازعت کے وقت بجز قرآن وحدیث کے

کسی شخص کے قول کی طرف رجوع نہ کیا جائے۔ اس لئے کہ یہ قول قرآن و حدیث کے غیر ہے۔ اور تمام
صحابہ اور تمام تابعین اور تمام تبع تابعین کا اتفاق ہے۔ کہ ان میں سے کوئی شخص اپنے زمانہ یا زمانہ سابق
کے کسی شخص کے قول کی طرف توجہ اور قصد نہ کرے۔ اس سے وہ شخص خوب سمجھے۔ جو امام ابو حنیفہ یا
مالک یا شافعی یا احمد بن حنبل کے تمام اقوال کی پیروی کرتا ہے۔ اور ان میں سے اپنے پیشوا کے سوا کسی
کی بھی پیروی نہ کرے۔ اور بہت تک قرآن و حدیث کے احکام کو کسی خاص شخص کے قول کی جانب نہ
پھیرے۔ اُن پر بالکل اعتماد نہ کرے کہ وہ تمام امت کا اول سے آخر تک مخالف ہے۔ یقیناً اس میں کچھ
شبہ نہیں ہے وہ اپنے ہمراہیوں اور گذرے زمانوں میں سے کسی شخص کو نہ پائیگا۔ اس لئے ایسے شخص نے
وہ راستہ اختیار کیا جو سب انوں کا نہیں ہے۔ نعوذ باللہ من ھذہ المنزلۃ ؞

اور نیز ان تمام فقہاء نے خود سلف کی تقلید سے منع کیا ہے۔ اس واسطے ایسا شخص اُن کے مخالف
ہے جن کی وہ تقلید کرتا ہے۔ اور نیز وہ کون شخص ہے جس نے مذکورہ بالا لوگوں یا ان کے علاوہ کسی اور
کی تقلید کو حضرت عمر بن خطاب یا حضرت علی ابن ابی طالب اور حضرت عبداللہ ابن مسعود اور حضرت عبداللہ
ابن عمر یا عبداللہ ابن عباس یا حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہم کی تقلید سے اولیٰ قرار دیا ہو۔ پس
اگر تقلید جائز ہی ہو تو اُن کی نسبت یہی حضرات مقتدا اور پیشوا ہونے کے زیادہ قابل ہیں۔ انتہی یہ
تحقیق ابن حزم کی اس شخص کے حق میں پوری ہو سکتی ہے جس کو اجتہاد کا کچھ بھی مرتبہ حاصل ہو۔ اگرچہ ایک
ہی مسئلہ میں کیوں نہ ہو یا اس شخص کے حق میں ہو سکتی ہے۔ جس کو خوب صاف معلوم ہو سکے کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں امر کا حکم فرمایا ہے۔ اور فلاں امر کو منع فرمایا ہے۔ اور یہ حکم آنحضرت
کا منسوخ نہیں ہے۔ اس کو یا تو احادیث کے تتبع سے معلوم ہوا ہو۔ ہر مسئلہ میں مخالف اور موافق اقوال کی
جانچ کی ہو۔ ان اقوال کا کوئی ناسخ اس نے نہ پایا ہو۔ یا اس نے علماء متاخرین کی ایک جماعت کثیر کو
متفق پایا ہو۔ اس نے اُس کے مخالف کو دیکھا ہو۔ کہ حدیث کے مقابلہ میں قیاس یا استنباط وغیرہ کو پیش
کرتا ہو۔ ایسی حالت میں حدیث کی مخالفت کا کوئی سبب نہیں ہو سکتا۔ ہاں نفاق خفی اور حمق جلی اُسی
کی طرف شیخ عزالدین بن عبدالسلام نے اشارہ فرمایا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ نہایت تعجب کی بات ہے کہ
فقہاء مقلدین میں سے بعض کو اپنے امام کا ضعف ماخذ معلوم ہو جایا کرتا ہے۔ اُس کے ضعف کو کوئی
چیز دفع نہیں کرتی۔ اس پر بھی وہ اس امام کی تقلید ہی کئے جاتا ہے۔ اور جس شخص کے مذہب پر قرآن و
حدیث اور صحیح قیاسات کی شہادت ملتی ہے۔ اُس کو بالکل ترک کر دیتا ہے۔ اُس کو ان ہی امام کے
مذہب سے وابستگی رہتی ہے۔ بلکہ ایسے ایسے حیلے کرتا ہے جن سے بظاہر قرآن و حدیث کو دفع کر دے
اور بعید و باطل تاویلیں اُن میں گڑھتا ہے تاکہ اپنے مقتدا کی حمایت کرے۔ اور نیز وہ شیخ کہتے ہیں۔ کہ
لوگ ہمیشہ سے جو عالم اُن کو ملا۔ اُس سے مسئلے دریافت کرتے رہے۔ کسی خاص مذہب کے وہ مقید نہ تھے

کسی سایل پر وہ انکار نہ کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ان مذاہب اور متعصب مقلدین کا ظہور ہوا۔ اب ہر شخص اپنے امام کی ایسی پیروی کرنے لگے۔ گویا وہ نبی مرسل ہے۔ اگرچہ اُس کا مذہب دلیلوں سے کیسا ہی دور ہو۔ ایسا شخص حق اور صواب سے بالکل دور ہٹ گیا لا یرضی بہ احد من اولی الالباب۔
امام ابو شامہ کا قول ہے۔ کہ جو شخص فقہ میں مصروف ہو اُس کو یہی مناسب ہے کہ کسی خاص مذہب امام پر نظر کو قائم نہ کرے۔ ہر ایک مسئلہ میں اسی امر کی صحت پر اعتقاد رکھے جو قرآن و حدیث کی رہبری سے معلوم ہوتا ہو۔ جب کوئی شخص ابتدا ہی سے ان علوم کو خوب پختہ کر لیگا اُس کو یہ امر سہل ہوگا۔ اور تعصب اور متاخرین کے طرق اختلافات میں غور کرنے سے احتراز کرنا چاہیئے۔ یہ امور وقت کو ضایع کرتے ہیں۔ اس سے صاف طبیعتیں مکدر ہو جاتی ہیں۔ امام شافعی سے بروایت صحیح ثابت ہے کہ اُنہوں نے اپنی اور کسی دوسرے کی تقلید سے لوگوں کو منع کیا ہے۔ امام شافعی کے صاحب امام مزنی اپنے مختصر کے شروع میں بیان کرتے ہیں۔ کہ اس میں میں نے امام شافعی کے علم اور اُن کے اقوال کے معانی با اختصار بیان کئے ہیں۔ تاکہ جو شخص اُن کے معلوم کرنے کا قصد کرے۔ اُس کا ذہن اُن سے قریب ہو جاوے۔ میں اُس شخص کو یہ بھی بتاتا ہوں۔ کہ امام شافعی نے لوگوں کو اپنی اور غیر کی تقلید سے منع کر دیا ہے۔ تاکہ آدمی اپنے دین اور احتیاط نفس کے لئے اُن کے قول میں غور کرے یعنی میں اُس شخص کو جو علم شافعی کے حاصل ہونے کا قصد کرے یہ بتاتا ہوں۔ کہ امام شافعی نے اپنی تقلید اور اوروں کی تقلید سے لوگوں کو منع کر دیا ہے۔ انتہی۔ اور نیز ابن حزم کا قول اُس شخص کے حق میں درست ہے جو محض عامی ہے۔ اور وہ کسی معین فقیہ کی یہ سمجھکے تقلید کرتا ہو کہ ایسے شخص سے خطا ہو ہی نہیں سکتی۔ اس کی جو بات ہوتی ہے۔ وہ بالکل ٹھیک ہی ہوتی ہے۔ اور خوب اپنے دل میں جمالے۔ کہ اس کے خلاف دلیل کیسی ہی ظاہر ہو۔ میں اُس کی تقلید کو ترک نہ کرونگا۔ اسی حالت کے متعلق ترمذی نے عدی بن حاتم سے روایت کی ہے۔ کہ میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا کہ عیسائیوں نے اپنے علما اور رہبانوں کو علاوہ خدا کے رب اپنا قرار دے لیا تھا۔ اتخذوا احبارھم و رھبانھم اربابا من دون اللہ آنحضرت ؐ نے اس کو پڑھکر فرمایا۔ کہ عیسائیوں نے اُن کو معبود قرار نہ دیا تھا۔ بلکہ وہ جس چیز کو حلال کہتے تھے اُسی کو یہ حلال سمجھ لیتے تھے۔ اور جس چیز کو وہ حرام ٹھہراتے تھے یہ بھی اُس کو حرام سمجھ لیتے تھے۔ اور نیز اُس شخص کے حق میں بھی یہ تقریر درست ہے۔ کہ جو حنفی ہو کر شافعی سے فتوے دریافت کرنے کو جایز نہ جانتا ہو۔ اور اس کو تجویز نہ کرتا ہو۔ کہ حنفی مثلاً امام شافعی کا اقتدا کر سکے۔ اس لئے کہ ایسا خیال قرون اولی صحابہ اور تابعین کے اجماع اور اتفاق کے بالکل خلاف ہے ✦

ابن حزم کا قول اُس شخص کے متعلق نہیں ہو سکتا ہے جو شخص صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قول کا مطیع ہے۔ اُسی چیز کو وہ حلال سمجھتا ہے جس کو خدا و رسول ؐ نے حلال اور حرام کیا ہے۔ لیکن چونکہ

وہ نہیں جان سکتا۔ کہ آنحضرت ؐ کا کیا ارشاد ہے۔ وہ آنحضرت کے مختلف اقوال کو جمع نہیں کر سکتا۔ آپ کے کلام سے کوئی امر مستنبط نہیں کر سکتا۔ اسلئے وہ کسی رہنما عالم کی پیروی کرلیتا ہے۔ یہ سمجھتا ہے کہ اس کا قول درست ہوا کرتا ہے۔ وہ برملا فتوے دیا کرتا ہے۔ اور طریق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا متبع ہے۔ اور اگر اُس کو معلوم ہوجاتا ہے کہ وہ ایسا نہیں کرتا۔ تو فوراً اُس کی متابعت ترک کر دیتا ہے۔ اس میں کچھ جھگڑا اور اصرار نہیں کرتا۔ اس قسم کی حالت کا کوئی کیسے انکار کرسکتا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے مسلمانوں میں برابر فتوے دینے اور فتوے لینے کا طریقہ جاری ہے۔ اور اس میں کچھ فرق نہیں ہے کہ ایک شخص سے ہمیشہ مسئلے پوچھا کرو یا کبھی اس سے دریافت کر لیا کبھی اُس سے لیکن حالت مذکورہ کا ثابت رہنا چاہئے۔ ہم کسی فقیہ پر ایمان نہیں لائے ہیں کہ خدا تعالیٰ اُس کو فقہ کی وحی بھیجتا ہے۔ اور خدا نے اس کی اطاعت ہم پر فرض کردی ہے اور وہ بالکل معصوم ہے۔ اگر ہم کسی فقیہ کا اتباع کرتے ہیں تو صرف اس واسطے کرتے ہیں۔ کہ وہ قرآن و حدیث سے واقف ہے۔ اُس کا قول یا قرآن وحدیث کا صریح حکم ہوگا۔ یا کسی طریقہ سے اُس نے قرآن وحدیث سے اپنے قول کو مستنبط کیا ہوگا۔ یا اُس نے قراین سے معلوم کیا ہوگا کہ فلاں سورہ میں جو حکم دیا گیا ہے وہ فلاں وجہ سے دیا گیا ہے۔ باطمینان قلب اُس کو اُس حکم کی علت معلوم ہوگئی تھی اس واسطے اُس نے منصوص پر غیر منصوص کو قیاس کر لیا۔ گویا وہ یہ کہتا ہے کہ میں نے خوب سمجھ لیا کہ آنحضرت نے فرمایا کہ جہاں کہیں یہ علت ہوگی وہاں فلاں حکم پایا جائیگا۔ اور اس عموم میں وہ شے بھی مندرج ہے جس کو قیاس کہا ہے۔ اس واسطے یہ قول بھی گویا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف ہی منسوب ہوگا۔ لیکن اس طریقہ میں امور ظنی شامل ہیں۔ اور اگر یہ احتمال نہ ہوتا تو کونسا مسلمان کسی مجتہد کی پیروی کیا کرتا اس وقت میں اگر ہم کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث بسند صحیح معلوم ہوجاوے جن کی اطاعت ہم پر خدا نے فرض کی ہے۔ اور اس حدیث سے ہم کو معلوم ہوجاوے کہ امام کا مذہب اُس کے خلاف ہے۔ اور اس کے بعد ہم حدیث کو ترک کرکے اُس مجتہد کی تخمین کا اتباع کریں۔ تو ہم سے زیادہ ظالم کون ہوسکتا ہے۔ اور جس دن لوگ رب العالمین کے سامنے پیش ہوں گے۔ تو ہمارا کیا عذر ہوگا۔

ان مسایل مشکلہ میں سے ایک امر یہ ہے کہ کلام فقہا میں سے تخریج کرنا اور لفظ حدیث کا تتبع کرنا اُن دونوں میں سے ہر ایک کے لئے دین میں مضبوط اصل ہے۔ ہر زمانہ کے علمائے محققین دونوں کو اختیار کرتے رہے ہیں۔ بعض کا زیادہ اہتمام تخریج کی طرف تھا۔ اور لفظ حدیث کے تتبع کا لحاظ وہ کم کرتے تھے۔ اور بعض لفظ حدیث کا زیادہ اہتمام کرتے تھے۔ اور تخریج کی جانب اُن کا التفات نظر کم تھا۔ لیکن جیسے فریقین سے عام لوگوں کا شیوہ ہے۔ یہ مناسب نہیں ہے کہ ہر ایک امر کا اہتمام پورا پورا نہ کیا جائے۔ حق الامر یہ ہے کہ اسطرح بحث کرنا چاہئے۔ جس سے ایک کی مطابقت دوسرے سے ہوجائے اور جو ایک میں خرابی ہو وہ دوسرے سے نکل جاوے امام حسن بصری کا قول ہے۔ بخدا جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے! افراط تفریط کے بیچ میں تمہاری سنت کا درجہ ہے

کا حصہ ساقط کردیا ہے۔ اس لئے کہ اس مستخرج قاعدہ کی نسبت اُس حدیث کا لحاظ زیادہ اہم اور ضروری ہے۔ اس معنی کی طرف امام شافعی نے اشارہ کیا ہے کہ میں جب کوئی بات کہوں۔ یا کسی قاعدہ کو قایم کروں۔ اور اس کے بعد میرے قول کے مخالف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے حدیث معلوم ہو تو اُس وقت آں حضرتؐ کا ہی قول معتبر ہے +

اور مسایل مشکلہ میں سے یہ بھی ہے کہ احکام معلوم کرنے کے لئے قرآن وحدیث کے تتبع کرنے کے کئی مرتبے اور درجے ہیں۔ سب سے اعلے درجہ یہ ہے کہ اُس کو بالفعل یا بقوۃ قریبہ اتنے احکام معلوم ہوں جس سے اکثر واقعات کے جواب دینے کی اُس کو قدرت حاصل ہو۔ اس کا جواب اکثر اس درجہ کا ہو کہ اشکال کی وجہ سے قابل توقف ہو۔ اور ایسے علم کی آمادگی اجتہاد سے ہی ہوا کرتی ہے۔ ایسی استعداد مختلف طرح پر حاصل ہوتی ہے۔ کبھی اس طرح کہ روایتوں کے جمع کرنے میں خوض کیا جائے۔ روایات شاذہ ونادرہ کا پورا تتبع کیا جاوے۔ امام احمد بن حنبل نے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور اس کے ساتھ عاقل ہو۔ لغت کا عالم ہو۔ کلام کے مواقع کو خوب سمجھتا ہو۔ آثار سلف سے اس طرح واقف ہو کہ مختلف اثروں کو جمع کرسکے۔ اور دلایل کو مرتب کرسکے۔ اور علے ہذا اور ایک طریقہ یہ ہے کہ مشایخ فقہ میں سے کسی شیخ کے مذہب پر تخریج کے طریقوں کو نہایت پختہ کرلیا ہو۔ اور اس کے ساتھ احادیث اور آثار کے ایک معقول مجموعہ سے بھی خوب واقف ہو۔ اس طرح پر کہ اتنا معلوم کرسکے کہ اُس کا قول اجماع کے مخالف نہیں ہے۔ یہ طریقہ اصحاب التخریج کا ہے +

اور اس تتبع کا اوسط درجہ یہ ہے۔ کہ اُس کو قرآن وحدیث کا اتنا علم ہو۔ جسکی وجہ سے فقہ کے مجمع علیہا روشن مسایل معلوم کرسکے۔ اُن مسایل کے تفصیلی دلایل سے واقف ہو۔ بعض مسایل اجتہادیہ کو دلایل کے ساتھ نہایت درجہ تک اُس نے معلوم کرلیا ہو۔ بعض اقوال کو بعض پر ترجیح دے سکے ماسبق تخریجات کی خوب تنقادی کرسکے۔ اُن میں سے کامل اور ناقص کو سمجھ سکے۔ یہ معلوم کرسکے کہ اس کا قول اس قابل نہیں ہے کہ مجتہد کا اجتہاد اُس میں نافذ ہوسکے۔ یا قاضی اُس کا حکم نہ کرسکے۔ اور کوئی مفتی اُس کے موافق فتوے نہ دے سکے۔ اور اُن بعض تخریجات کو ترک کردے۔ جس کو سابقین نے خارج کیا تھا۔ جب اُس کو اس قسم کی تخریجات کے صحیح نہ ہونے کا علم ہوجاوے۔ اسی وجہ سے وہ علما جو اجتہاد کے مدعی نہ تھے۔ ہمیشہ سے تصنیفات اور ترتیبات کرتے رہے ہیں برابر وہ تخریجات کرتے رہے ہیں۔ اور بعض اقوال کو بعض پر ترجیح دیتے رہے ہیں۔ اور مقصود مسایل میں یہی ہے۔ کہ غالب گمان حاصل ہوجائے۔ اور اسی گمان غالب پر تکلیف کا مدار ہے۔ تو امور بالا کچھ مستبعد نہیں ہیں +

اور جو لوگ ادنے درجہ کے ہیں۔ اُن کا مذہب کثیر الوقوع امور میں وہ ہے۔ جو وہ اپنے اصحاب

یا اپنے آباء اور اجداد اور اپنے اہل شہر سے اخذ کرتے ہیں۔ جس مذہب کا وہ اتباع کرتے ہیں۔
اسی کا یہ پیرو ہوتا ہے۔ اور نادر نادر واقعات ہیں جو شہر کے مفتی فتوے دیں۔ اور معاملات قاضی جو
فیصلہ کر دے۔ ہم نے ہر مذہب کے علماء محققین کو قدیماً و حدیثاً اسی وتیرہ پر پایا ہے وھوالذی وصّٰی
بہ ایمۃ المذاہب واصحابھم یواقیت و جواہر میں ہے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی
ہے کہ جو شخص میرے قول کی دلیل کو نہ جانے۔ اُس کو مناسب نہیں ہے۔ کہ میرے قول پر فتوے دے کہ
امام صاحب رضی اللہ عنہ فتوے دینے کے وقت فرمایا کرتے تھے۔ کہ یہ نعمان ابن ثابت کی رائے ہے
اور جہاں تک ہم کو قدرت ہوئی۔ اُس میں یہ قول بہت اچھا ہے۔ اور جو شخص اس سے عمدہ کوئی
اور قول پیش کرے۔ تو وہی بہت درست ہے۔ اور امام مالک رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ سوا
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سب کا کلام اختیار کرنے اور رد کرنے کے قابل ہے۔ حاکم اور بیہقی
نے امام شافعی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔ وہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ جب کوئی حدیث صحیح مل جائے
تو وہی میرا مذہب ہے۔ اور ایک روایت میں یہ ہے۔ کہ جب تم دیکھو کہ میرا قول حدیث کے مخالف ہے
تو حدیث پر ہی عمل کرنا اور میرے کلام کو دیوار پر مارنا۔ امام شافعی نے ایک روز امام مزنی سے فرمایا۔
اے ابراہیم میرے ہر قول میں تم میری تقلید نہ کرنا۔ یہ مذہب ہے۔ اپنے نفس کے لئے خوب بہتری
کا خیال کر لینا۔ اور نیز امام شافعی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ بجز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
کے کسی کا قول قابل حجت نہیں ہے۔ اگرچہ لوگ کتنے ہی زیادہ کیوں نہ ہوں۔ اور نہ قیاس میں حجت
ہے۔ نہ کسی شے میں رضا و تسلیم ہے۔ صرف خدا و رسول کی اطاعت مکمل ہوتی ہے۔ امام احمد بن
حنبل رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ کسی کی مجال نہیں ہے۔ کہ خدا و رسول کے مقابلہ میں گفتگو
کر سکے۔ امام احمد نے ایک شخص سے کہا کہ ہرگز میری تقلید نہ کرنا۔ اور نہ ہرگز امام مالک اور نہ
اوزاعی اور نہ نخعی اور نہ کسی اور کی تقلید کرنا۔ جہاں سے اوروں نے احکام اخذ کئے ہیں۔ وہیں سے
اخذ کرنا۔ یعنی قرآن و حدیث سے۔ اور کسی شخص کو فتوے دینا مناسب نہیں ہے۔ جب تک کہ وہ شرعی
فتووں میں علماء کے اقوال سے واقف نہ ہو۔ اور اُن کے مذاہب کو نہ جانتا ہو۔ اگر اُس سے کوئی مسئلہ
دریافت کیا جائے۔ اور وہ واقف ہو کہ جن علماء کا مذہب اختیار کیا جایا کرتا ہے۔ اُنہوں نے اس
پر اتفاق کیا ہے تب تو مضائقہ نہیں ہے۔ اگر وہ کہدے کہ یہ امر جائز ہے۔ اور یہ ناجائز ہے۔ محض
نقل کے طور پر بیان کر دینا چاہئے۔ اور اگر کوئی مسئلہ مختلف فیہ ہو تو یہ کہنے میں کچھ مضائقہ نہیں
ہے کہ فلاں شخص کے قول کے موافق جائز ہے۔ اور فلاں کے ناجائز۔ یہ مناسب نہیں ہے کہ ایک
قول کو خود اختیار کر کے کسی کے قول کے موافق فتوے دیدے۔ جب تک کہ اس کی دلیل کو بخوبی
نہ سمجھ سکے۔ امام ابو یوسف اور زفر وغیرہ فرماتے ہیں۔ کہ کسی شخص کو جائز نہیں ہے کہ ہمارے

قول کے موافق فتوے دے۔ جب تک کہ یہ نہ سمجھے کہ ہم نے کہاں سے کہا ہے۔ عصام ابن یوسف رحمت اللہ علیہ سے کہا گیا۔ کہ تم امام ابو حنیفہ کی مخالفت بہت کیا کرتے ہو۔ اُنہوں نے جواب دیا۔ کہ میں اس واسطے اُن کی مخالفت کرتا ہوں۔ کہ خدا تعالےٰ نے اُن کو ایسا فہم دیا تھا۔ کہ ہم کو ویسا نہیں دیا ہے۔ اُنہوں نے اپنے فہم سے وہ باتیں معلوم کیں جو ہماری سمجھ میں نہیں آتیں۔ اور جب تک ہم اُن کے قول کو خوب سمجھ نہ لیں۔ اُن کے قول کے موافق فتوے نہیں دے سکتے۔ امام محمد بن حسن رحمت اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا۔ کہ فتوے دینا کب جائز ہے۔ اُنہوں نے جواب دیا۔ کہ جب خطا سے اُس کا صواب زیادہ ہو۔ ابوبکر اسکاف بلخی سے روایت ہے۔ کہ اُن سے دریافت کیا گیا۔ ایک شہر میں سب سے زیادہ ایک عالم ہے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ فتوے نہ دے۔ اُنہوں نے کہا۔ اگر وہ اہل اجتہاد سے ہے تب تو ممکن نہیں ہے پھر دریافت کیا گیا۔ کہ اہل اجتہاد سے وہ کیسے ہوا کرتا ہے۔ کہا جب تمام مسایل کے دلایل سے واقف ہو۔ اور مخالفت کے وقت اپنے تمام ہمسروں سے مناظرہ اور مقابلہ کر سکے۔ کہا گیا ہے۔ کہ اجتہاد کی شرطوں میں سے ادنےٰ شرط یہ ہے۔ کہ کتاب مبسوط حفظ ہو۔ انتہی ٭

بحر الرایق میں ابولیث کی روایت سے ہے۔ کہ ابو نصر سے ایک مسئلہ کے متعلق جو اُن کے سامنے پیش ہوا تھا۔ سوال کیا گیا۔ کہ خدا تم پر رحمت کرے تم کیا کہتے ہو۔ تمہارے پاس چاروں کتابیں کتاب ابراہیم بن رستم اور خصاف کی روایت سے ادب القاضی اور کتاب المجرد اور ہشام کی روایت سے نوادر ہیں ہم کو ان کتابوں کے موافق فتوے دینا درست ہے یا نہیں۔ یہ سب کتابیں تمہاری نظر میں پسندیدہ ہیں۔ اُنہوں نے جواب دیا۔ کہ ہمارے اصحاب سے جو صحیح طور پر معلوم ہو گیا ہے۔ وہ پسندیدہ اور قابل رغبت و تسلیم ہے۔ لیکن فتوے دینا بے سمجھے کسی کے لئے میں پسند نہیں کرتا۔ ایسے شخص کو لوگوں کا بار اُٹھانا نہیں چاہئے۔ لیکن جو مسایل ہمارے اصحاب سے مشہور اور صاف ہو گئے ہیں اُن میں مجھ کو اُمید ہے۔ کہ اُن پر میں اعتماد کر سکوں۔ اور نیز بحر الرایق میں ہے۔ کہ اگر کسی شخص نے پچھنے لگائے۔ یا غیبت کی۔ اور یہ گمان کیا۔ کہ اس سے روزہ ٹوٹ گیا ہوگا۔ یہ سمجھ کر اُس نے کچھ کھا لیا تو اگر اس شخص نے کسی فقیہ سے مسئلہ دریافت نہیں کیا تھا۔ اور نہ اُس کو حدیث معلوم ہوئی تھی تب تو اُس پر کفارہ واجب ہوگا۔ اس لئے کہ اُس نے محض جہالت سے روزہ توڑ دیا۔ اور جہالت دار الاسلام میں کوئی عذر نہیں ہے۔ اور اگر فقیہ سے دریافت کر کے اُس نے روزہ توڑ دیا تو اُس پر کفارہ واجب نہ ہوگا۔ اس لئے کہ عامی پر عالم کی تقلید واجب ہے۔ جب اُس کے فتوے پر اُس کا اعتماد ہو۔ اس واسطے وہ اپنے فعل میں معذور ہوگا۔ اگرچہ مفتی سے خطا ہی کیوں نہ ہو جائے۔ اور اگر اس شخص نے کسی مفتی سے تو دریافت نہیں کیا۔ لیکن اُس کو حدیث معلوم ہو گئی تھی۔ کہ آنحضرتؐ

نے فرمایا ہے۔ کہ پچھنے لگانے والا اور جس کے پچھنے لگائے گئے ہیں دونوں روزہ کو توڑ ڈالیں۔ افطر الحاجم والمحجوم اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ غیبت سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ الغیبۃ تفطر الصائم اور اس شخص کو حدیث کے منسوخ ہونے کا یا حدیث کی تاویل کا کچھ علم نہ تھا۔ ان دونوں پر کفارہ واجب نہیں ہے۔ اس واسطے کہ حدیث کا ظاہری مضمون واجب العمل ہے۔ لیکن امام ابویوسف کا قول اس کے مخالف ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ جب تک ناسخ منسوخ کا علم نہ ہو۔ عامی کو حدیث پر عمل نہ کرنا چاہئے ✦

اور اگر کسی شخص نے عورت کو چھو لیا۔ یا شہوت سے اس کا بوسہ لیا۔ یا سرمہ لگایا۔ اور اس نے یہ سمجھ کر کہ یہ چیزیں روزہ کی مفطر ہیں۔ روزہ کو توڑ دیا۔ تو اس پر کفارہ ہے۔ ہاں اگر اس نے کسی فقیہ سے مسئلہ دریافت کیا تھا۔ اور اس نے روزہ ٹوٹ جانے کا فتوے دیا تھا۔ یا اس کو کوئی حدیث معلوم ہوئی تھی۔ تو کفارہ نہ ہوگا۔ اگر کسی شخص نے زوال سے روزہ کی نیت کی تھی۔ اور پھر روزہ کو اس نے توڑ دیا۔ تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس پر کفارہ واجب نہیں ہے۔ اور صاحبین کے نزدیک کفارہ واجب ہے کذا فی المحیط اس سے معلوم ہوا۔ کہ عامی کا مذہب وہی ہے۔ جو اس کا مفتی فتوے دیوے۔ اور بیز محیط میں باب قضاء الفوایت میں ہے۔ کہ اگر کسی عامی کا کوئی مذہب معین نہیں ہے۔ تو جو مفتی فتوے اس کو دے گا وہی اس کا مذہب ہوگا۔ علماء نے اس کی تصریح کی ہے۔ پس اگر کسی حنفی نے فتوے دیا تو اس کے موافق عصر اور مغرب کا وہ اعادہ کریگا اور شافعی کے فتوے کے موافق وہ عصر اور مغرب کی نماز کا اعادہ نہ کریگا۔ اور اس کی راے کا کچھ اعتبار نہ ہوگا۔ اور اگر وہ کسی سے فتوے نہ لے۔ یا اس کو معلوم ہوجاوے۔ کہ فلان مجتہد کا مذہب صحیح ہے تو یہی اس کو کافی ہوگا۔ اور اعادہ کی ضرورت نہ ہوگی ✦

ابن صلاح کا قول ہے کہ جو کوئی شافعی المذہب کسی حدیث کو اپنے مذہب کے مخالف پاوے تو دیکھنا چاہئے۔ اگر اس شخص کو اجتہاد مطلق یا خاص اس باب یا مسئلہ میں اجتہاد کا مرتبہ حاصل ہے تو وہ مستقل طور پر اس حدیث پر عمل کرسکتا ہے۔ اور اگر پایہ اجتہاد اس کو حاصل نہیں ہے۔ اور حدیث کی مخالفت کا بحث و فکر کے بعد جواب شافی اس کو ملتا نہیں۔ تو اگر اس حدیث پر علاوہ امام شافعی کے کسی امام مستقل نے عمل کیا ہو۔ تو اس کو بھی اس حدیث پر عمل کرلینا چاہئے۔ اپنے امام کے مذہب ترک کرنے میں وہ معذور ہوگا۔ امام نووی نے بھی اس کو پسند کیا ہے۔ اور اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا ✦

اور مسایل مشکلہ میں سے یہ بھی ہے۔ کہ فقہاء میں اکثر مختلف فیہ صورتیں اور خاصکر وہ مسایل جن میں صحابہ کے اقوال دونوں جانب وارد ہوئے ہیں۔ ایسے ہیں کہ اُن میں نفس مسئلہ میں اختلاف

نہیں ہے۔ بلکہ اولویت میں اختلاف ہے۔ مثلاً تشریق اور عیدین کی تکبیرات احرام باندھنے والے کا نکاح۔ حضرت عبداللہ ابن عباس اور عبداللہ ابن مسعود کی التحیات بسم اللہ اور آمین کو خفا سے پڑھنا تکبیر اقامت میں دو دو بار اور ایک ایک بار کلموں کا ادا کرنا۔ علے ہذا امور بالا میں دو قولوں میں سے ایک کی ترجیح میں کلام ہے۔ اُن کی اصل مشروعیت میں سلف کو کچھ اختلاف نہ تھا۔ قراءت کے طریقوں میں اختلاف قراءت کا بھی یہی حال ہے۔ ایسے اکثر ابواب میں یہی توجیہ کی گئی ہے۔ کہ صحابہ اُن میں مختلف تھے۔ اور یقیناً وہ سب راہ راست پر تھے۔ اسی واسطے مسایل اجتہادیہ میں علماء ہمیشہ مفتیوں کے فتووں کو تجویز کرتے رہے ہیں۔ اور قاضیوں کے احکام کو تسلیم کرتے چلے آئے ہیں۔ اور کبھی کبھی اپنے مذہب کے خلاف قول پر بھی وہ عمل کر لیا کرتے تھے۔ ائمہ مذہب کو تم ایسے موقعوں میں دیکھو گے۔ کہ صاف دوسرے قول مخالف کو ظاہر کر کے کہ دیتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے۔ اسی قول میں زیادہ احتیاط ہے۔ یا یہی قول مختار ہے۔ یا یہ قول ہم کو زیادہ پسند ہے۔ اور کہتے ہیں۔ ہم کو یہی قول معلوم ہوا ہے۔ کتاب مبسوط اور آثار محمد رحمت اللہ علیہ و امام شافعی رحمت اللہ علیہ کے کلام میں ایسا اکثر جگہ ہے۔ ان لوگوں کے بعد ناخلف پیدا ہو گئے۔ اُنھوں نے فقہاء کے اقوال کو مختصر کر ڈالا۔ اور مخالف پر زیادہ زور دیا۔ اور اپنے اپنے اماموں کے اختیار کردہ اقوال پر ہی جم گئے۔ اور زمانہ سلف سے جو نقل کیا جاتا ہے۔ کہ اپنے اپنے اصحاب کے مذہب کو خوب مضبوطی سے اخذ کرنا چاہیئے۔ اور کسی حال میں اُس سے نکلنا نہ چاہیئے تو اس قسم کی تقریر فطری امر ہے۔ ہر شخص اُسی بات کو پسند کرتا ہے۔ جو اُس کے اصحاب اختیار کیا کرتے ہیں۔ جیسے کہ لباس اور کھانوں میں بھی اس پسندیدگی کا اثر ہوا کرتا ہے۔ یا دلیل کی قوت سے۔ جو صولت پیدا ہوتی ہے۔ وہ اس کا باعث ہوتی ہے۔ یا ایسے ہی اسباب اور ہوا کرتے ہیں۔ بعض لوگ اس کا نام تعصب رکھتے ہیں حاشاھم عن ذالك ◆

زمانہ صحابہ اور تابعین اور اُن کے مابعد زمانہ میں بعض لوگ بسم اللہ پڑھتے تھے۔ بعض نہیں پڑھتے تھے۔ بعض لوگ اُس کو جہر سے پڑھتے۔ بعض اُس میں جہر نہیں کرتے تھے۔ ان میں سے بعض نماز فجر میں دعاے قنوت پڑھتے تھے۔ بعض نہیں پڑھتے تھے۔ بعض نکسیر اور پچھنے اور قے کے بعد وضو کیا کرتے تھے۔ بعض وضو نہیں کیا کرتے تھے۔ بعض لوگ آلہ تناسل کے چھونے اور عورتوں کو خواہش نفسانی سے مس کرنے سے وضو کرتے تھے۔ بعض نہیں کرتے تھے بعض لوگ اُن اشیاء کے تناول سے جن کو آگ لگی ہو وضو کیا کرتے تھے۔ بعض وضو نہیں کرتے تھے۔ بعض لوگ اونٹوں کے گوشت کھانے سے وضو کرتے تھے۔ بعض نہیں کرتے تھے۔ باوجود

ان سب امور کے ہر شخص دوسرے کے پیچھے نماز پڑھ لیا کرتا تھا۔ مثلاً امام ابو حنیفہ اور اُن کے شاگرد اور امام شافعی وغیرہم رضی اللہ عنہم مدینہ شریف کے مالکی المذہب وغیرہ ایمہ کے پیچھے نماز میں اقتدا کرتے تھے۔ حالانکہ وہ بسم اللہ کو نہ آہستہ پڑھتے تھے نہ آواز سے۔ خلیفہ ہارون رشید نے ایک بار پچھنے لگا کر نماز پڑھائی۔ اور امام ابو یوسف نے اُس کے پیچھے نماز پڑھی۔ اور نماز کا اعادہ نہیں کیا۔ امام مالک نے اُن کو فتوےٰ دیا تھا۔ کہ پچھنے سے وضو کی ضرورت نہیں ہے۔ امام احمد بن حنبل کا مذہب تھا۔ کہ نکسیر اور پچھنے سے وضو کرنا چاہئے۔ لوگوں نے اُن سے دریافت کیا۔ کہ اگر امام کے بدن سے خون خارج ہو۔ تو آپ اُس کے پیچھے نماز پڑھ لینگے۔ اُنہوں نے کہا کہ میں امام مالک اور سعید بن المسیب کے پیچھے کیسے نماز نہ پڑھونگا۔ روایت ہے۔ کہ امام ابو یوسف اور امام محمدؒ عیدین میں حضرت عبد اللہ ابن عباس کی تکبیریں پڑھا کرتے تھے۔ اس لئے کہ خلیفہ ہارون رشید اپنے دادا کی تکبیر کو پسند کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ امام شافعی نے امام ابو حنیفہ کے مقبرہ کے قریب صبح کی نماز پڑھی۔ اور اُن کے ادب اور تعظیم کے لئے دعاے قنوت کو نہ پڑھا۔ اور نیز امام شافعی کا قول ہے۔ کہ ہم اکثر اہل عراق کے مذہب کی طرف جھک جاتے ہیں۔ اور امام مالک نے منصور اور ہارون رشید سے وہ بات کہی تھی۔ جس کو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ اور فتاوے بزازیہ میں امام دوم یعنی امام ابو یوسف سے نقل کیا گیا ہے۔ کہ ایک بار اُنہوں نے حمام میں نہا کر جمعہ کے دن نماز پڑھی اور امامت کی۔ لوگ نماز پڑھکر جب متفرق ہو گئے تو معلوم ہوا۔ کہ حمام کے کنوئیں میں مرا ہوا چوہا تھا۔ یہ معلوم کرکے امام ابو یوسف نے کہا کہ ہم اپنے بھائیوں اہل مدینہ کے قول کو اختیار کر لینگے۔ کہ پانی جب قلتین کی مقدار کو پہنچ جاوے۔ تو اُس میں ناپاکی نہیں ہوتی اذا بلغ الماء قلتین لم یحمل خبثا انتھی۔ امام خجندی رحمت اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص شافعی المذہب نے ایک سال یا دو سال کی نماز نہیں پڑھی۔ اُس کے بعد وہ حنفی ہو گیا اب وہ نماز قضا مذہب شافعی کے موافق ادا کرے یا امام ابو حنیفہ کے موافق اُنہوں نے جواب دیا کہ جس مذہب کے موافق قضا کریگا نماز جائز ہو جائیگی لیکن نماز کے جواز پر اس کو اعتقاد بھی ہو۔ انتھی

جامع الفتاوے میں ہے کہ اگر کسی حنفی نے کہا۔ اگر میں فلاں عورت سے نکاح کروں۔ تو اُس پر تین مرتبہ طلاق ہے۔ اس کے بعد اُس نے کسی شافعی سے مسئلہ پوچھا اور اس نے جواب دیا کہ اس عورت پر طلاق نہ ہوگی۔ اور یہ قسم باطل ہے۔ تو کوئی مضایقہ نہیں ہے۔ اگر یہ شخص شافعی کا اقتدا کرلے۔ اس لئے کہ اکثر صحابہ اسی جانب ہیں۔ امام محمد نے اپنے امالی میں بیان کیا ہے۔ کہ اگر کسی فقیہ نے اپنی بیوی سے کہا۔ کہ تجھ پر البتہ طلاق ہے۔ اور یہ فقیہ اس طلاق کو البتہ تین مرتبہ خیال کرتا تھا۔ اس کے بعد کسی قاضی نے اس طلاق کے رجعی ہونے کا حکم دیا۔ تو رجعی ہی ہونا باموقع ہوگا۔ ایسے ہی تحریم اور تحلیل یا اعتاق یا مال وغیرہ لینے کے فیصلوں میں جہاں جہاں فقہا کا اختلاف ہوا کرتا ہے۔ ان موقعوں میں اس فقیہ کو جبر،

کے حق میں فیصلہ کیا گیا ہو۔ یہی مناسب ہے کہ اپنی رائے کو ترک کر دے قاضی کے فیصلے کو اختیار کرنا چاہئے۔ جو قاضی نے اُس پر لازم کر دیا ہو۔ اُسی کا پابند ہونا چاہئے۔ جو اُس نے دیا ہو۔ وہی لے لینا چاہئے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے اور ایسے ہی ایک شخص ناواقف تھا۔ اور اُس کو کوئی واقعہ پیش آیا اُس کو فقہاء سے اُس نے دریافت کیا۔ اور فقہاء نے حلال یا حرام ہونے کا فتوے دیا۔ لیکن مسلمانوں کے قاضی نے ان کے خلاف حکم دیا۔ اور وہ مسئلہ فقہا میں مختلف فیہ تھا۔ تو اُس شخص کو یہی مناسب ہے کہ فقہاء کے فتوے کو ترک کر کے قاضی کے فیصلے کو اختیار کرے۔ انتہی ٭

اور مسایل مشکلہ میں سے یہ بھی ہے کہ میں نے بعض لوگوں کو پایا۔ اُن کا یہ قول ہے کہ جتنے مسایل ان بڑے بڑے شروح اور صحیح صحیح کتابوں میں مندرج ہیں۔ وہ تمام امام ابو حنیفہ اور صاحبین کے اقوال ہیں۔ ایسے لوگ ان اقوال میں جو تخریج کئے گئے ہیں۔ اور جو حقیقت در اصلی قول ہیں فرق نہیں کرتے اور اس کے معنی کچھ نہیں سمجھتے۔ کہ فقہا کہا کرتے ہیں۔ کہ کرخی کی [illegible] مسئلہ کا یہ حکم ہے۔ اور طحاوی کی تخریج کے موافق یہ حکم ہے۔ اور نیز فقہا کے اس قول میں کچھ فرق سمجھتے ہیں۔ کہ ابو حنیفہ نے ایسا کہا ہے۔ اور ابو حنیفہ کے مذہب یا اُن کے قاعدہ کی بناء پر مسئلہ کا یہ حکم ہے۔ اور ایسے لوگ اُن اقوال کی طرف بالکل نظر نہیں کرتے جو محققین حنفیہ مثل ابن الہمام اور ابن النجیم نے دہ در دہ مسئلہ میں اور ایسے ہی تیمم کے لئے پانی کے ایک میل دوری کے شرطیں وامثالہا بیان کئے ہیں۔ کہ یہ سب امور اصحاب حنفیہ کی تخریجات سے ہیں حقیقت میں یہ مذہب نہیں ہے۔ اور بعض لوگوں کا قول ہے کہ مذہب کی بنیاد ان جھگڑے کی باتوں پر ہے۔ جو مبسوط سرخسی اور ہدایہ اور تبیین وغیرہ میں مذکور ہیں۔ اُن کو یہ معلوم نہیں۔ کہ اول اول اِن باتوں کو فقہاء میں معتزلہ نے ظاہر کیا تھا۔ اس پر مذہب بنی نہ تھا بعد متاخرین نے بھی ذہنوں کے سمجھنے اور تیز کرنے کے لئے اچھا سمجھ لیا۔ یا کسی اور وجہ کے لئے اُن کو پسند کر لیا۔ واللہ اعلم ٭

ایسے ایسے شکوک اور شبہات اکثر اُن تمہیدات سے حل ہو جاتے ہیں جو اس باب میں بیان کی گئیں۔ اور نیز مسایل مشکلہ سے ایک یہ امر ہے کہ بعض علما کا یہ قول ہے۔ کہ امام ابو حنیفہ اور امام شافعی رحمہما اللہ کی مخالفت کی بنیاد ان اصول پر ہے۔ جو بزدوی وغیرہ میں مذکور ہیں۔ حالانکہ حق بات یہ ہے۔ کہ یہ اصول اکثر اُن کے اقوال سے استخراج کر لئے گئے ہیں۔ میرے نزدیک یہ مسئلہ کہ خاص مبیّن ہوا کرتا ہے پھر اس کے بیان کی ضرورت نہیں ہوا کرتی الخاص مبین لایلحقه البیان اور آیت پر زیادتی نسخ ہوتی ہے وان [illegible] لنسخ اور یہ کہ خاص کی طرح عام بھی قطعی ہوا کرتا ہے ان العام قطعی کالخاص اور راویوں کی [illegible] کوئی ترجیح کا باعث نہیں ہوتی ولا ترجیح بکثرۃ الرواۃ۔ اور جو راوی فقیہ نہ ہو۔ ا[illegible]نے کا موقع ہو تو ایسے شخص کی روایت واجب العمل نہیں ہے۔ اور یہ کہ

شرط اور وصف کے مفہوم کا کچھ لحاظ نہیں ہوا کرتا ہے لاعبرۃ بمفھوم الشرط والوصف اور امر سے وجوب ثابت ہوا کرتا ہے موجب الامر ھو الوجوب البتۃ اور ایسے ہی اور اصول تمام ایمہ کے کلام سے مستخرج اور ماخوذ ہیں۔ امام ابو حنیفہ اور صاحبین سے بنقل روایت صحیح ثابت نہیں ہیں۔ اُن اصول کا محفوظ رکھنا اور متقدمین نے جو جو امور مستنبط کئے ہیں۔ اور اُن پر جو جو اعتراضات وارد ہوتے ہیں۔ اُن کے جواب دینا ان اصول کے مخالف اصول اور اُن پر اعتراضات واردہ کے جواب دینے سے زیادہ مستحق نہیں تھے۔ مثلاً ان علمائنے قاعدہ بنایا ہے کہ الخاص مبین لا یلحقہ البیان اس قاعدہ کو متقدمین کی تقریر سے پیدا کیا ہے۔ جو قول الہی وا سجدوا وارکعوا میں کی ہے کہ یہاں رکوع وسجود مبین ہیں۔ اور آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قول کہ کسی کی نماز پوری نہوگی جب تک کہ وہ اپنی پشت کو رکوع وسجدہ میں ٹھیک نہ کرے گا لا تجزی صلوۃ الرجل حتی یقیم ظہرہ فی الرکوع والسجود میں متقدمین فرضیت اطمینان کے قایل نہیں ہوئے ہیں۔ اور [illegible] انہوں نے قرار نہیں دیا ہے۔ اس لئے اُن پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے۔ کہ قولہ تعالےٰ و[illegible] میں مسح خاص ہے۔ اور آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشانی پر مسح کرنے کو پھر انہوں نے بیان کیوں [illegible] قولہ تعالیٰ الزانیۃ والزانی فاجلدوا اور نیز قولہ تعالیٰ السارق والسارقۃ فاقطعوا اور قولہ تعالیٰ حتےٰ تنکح زوجاً غیرہ وغیرہ میں جو بیانات بعد کو لاحق ہوئے ہیں۔ ان کے جوابات میں بہت تکلفات کئے گئے ہیں کما ھو المذکور فی کتبھم اور ایسے ہی قاعدہ مقرر کیا گیا ہے کہ العام قطعی کالخاص اس کو انہوں نے متقدمین کے تقریر سے اس طرح اخذ کیا ہے کہ اُنہوں نے حدیث لا صلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب کو آیت فاقرؤا ما تیسر من القران کا مخصص قرار نہیں دیا ہے اور ایسے ہی آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قول لیس فیما دون خمسۃ اواق صدقۃ کو حدیث فیما سقت العیون العشر کا مخصوص قرار نہیں دیا ہے ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# قسم دوم

## آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو احادیث مروی ہین بالتفصیل انکے اسرار کے بیان مین

اس جگہہ ہمکو تھوڑی سی اُن احادیث کا ذکر کرنا منظور ہے جنکا اہل حدیث اور علماء مین زیادہ چرچا ہے اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور ابوداؤد اور ترمذی نے اُنکی روایت کی ہے علاوہ اسکے اگر کوئی حدیث بیان کی ہے تو اسکو بالتبع ذکر کیا ہے اسلیے ہمنے ہر حدیث کی نسبت اُسکے راوی کی طرف نہین کی ہے اور اکثر حدیث کے حاصل معنی یا اسکے ایک ٹکڑے کو بیان کردیا ہے اسواسطے کہ ان کتابون مین سے حدیث کا تلاش کرلینا چندان دشوار نہین ہے

## اُن احادیث کا ذکر جو ایمان کے باب مین وارد ہوئی ہین

چونکہ سرور کائنات کی رسالت تمام روے زمین کے واسطے عام تھی تاکہ تمام ادیان پر آپکے دین کو غلبہ ہو اس غلبہ سے خواہ کسی معزز کی عزت یا کسی ذلیل کی ذلت اسلیے آپکے دین مین کئی طرح کے لوگ داخل ہوے لہذا انہین باہم تمیز کی ضرورت ہوئی کہ کون مسلمان ہے اور کون نہین ہے اور مسلمانون مین سے بھی اُس ہدایت سے جو خدا تعالی کے پاس سے آئی ہے کسکو رہبری ہوئی اور کسکے دلمین اسکی خوبی نے سرایت نہین کیا اسواسطے شارع نے ایمان کی دو قسمین کین ایک تو وہ جسپر دنیاوی احکام کا دارمدار ہے اور اسی وجہ سے جان ومال کی حفاظت ہوسکتی ہے اس ایمان کو شارع نے چند امور مین جنسے بظاہر فرمانبرداری ثابت ہوتی ہے منضبط کیا ہے اور وہ یہ ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مجکو حکم ہے کہ لوگون سے جہاد کرون جبتک وہ اس بات کی گواہی نہ دین کہ خداتعالے کے سوا کوئی پوجنے کے قابل نہین ہے اور محمد خدا کا فرستادہ ہے اور نماز کے پابند ہون اور زکوۃ دیں اور جب یہ باتین انھون نے کرلین تو یہان تو اپنی جان ومال انھون نے مجھسے بچالیے بجز حقوق اسلام کے اور پھر انکا حساب کتاب خدا کے متعلق ہے امرت ان اقاتل الناس حتی یشہدوا ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ و یقیموا الصلوۃ ویوتوا الزکوۃ فاذا فعلوا ذلک عصموا منی دماءہم واموالہم الا بحق الاسلام وحسابہم علی اللہ اور فرمایا ہے جو ہماری سی نماز پڑھے اور ہمارا ہی قبلہ اسکا قبلہ ہو اور ہمارے ہاتھ کا ذبیحہ کھاوے وہ مسلمان ہے اور

خدا اور اسکا رسول اسکا ذمہ دار ہے پس تم لوگ خدا تعالے کے معاہدہ مین خلل نہ ڈالو من صلی صلوتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فذلک المسلم الذی لہ ذمۃ اللہ وذمۃ رسولہ فلا تخفروا اللہ فی ذمتہ - اور فرمایا ہے کہ تین باتین اصول ایمان مین ہین جو شخص لا الہ الا اللہ کہتا ہے اس سے کچھ مزاحمت نکرنا کسی گناہ سے اسکو کافر مت بناؤ اور کسی عمل کے سبب سے اسکو اسلام سے خارج مت جانو اخیر حدیث تک ثلث من اصل الایمان الکف عمن قال لا الہ الا اللہ لا تکفرہ بذنب ولا تخرجہ من الاسلام بعمل الحدیث -

ایمان کی دوسری قسم ہے کہ جسپر نجات اخروی اور فوز بالدرجات کا مدار ہے اور اسمین تمام عقائد حقہ اور اعمال صالحہ اور انکا ملکہ داخل ہے - اس ایمان مین کمی اور بیشی ہو سکتی ہے اور شارع کا دستور ہے کہ ان اعمال کو ایمان کے ساتھ تعبیر فرماتا ہے تاکہ ان اعمال کے جزو ایمان ہونے پر تنبیہ بلیغ ہو جاوے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو امانت دار نہین ہے وہ بے ایمان ہے اور جسکو عہد کا پاس نہین ہے وہ بے دین ہے لا ایمان لمن لا امانۃ لہ ولا دین لمن لا عہد لہ اور فرمایا ہے مسلمان وہ شخص ہے کہ جسکے ہاتھ اور زبان سے مسلمانون کو ایذا نہ پہونچے المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ الحدیث - اس ایمان کی بہت سی شاخین ہین اور اسکا حال درخت کا سا ہے کہ درخت کے اندر پھول اور پھل اور شاخین اور پتے اور اسکا تنہ سب داخل ہین اور سب کو درخت کہتے ہین مگر جب اسکے پھل و پھول توڑ لیے جائین اور پتے کھسوٹ ڈالے جائین اور شاخین تنہ الی جائین تو اس درخت کو درخت ہی کہتے ہین مگر وہ درخت خراب کہلاتا ہے اور جب اس درخت کو جڑ سے کاٹ ڈالین تو درخت کا نام اسوقت اس سے جاتا رہتا ہے یہی معنی ہین اللہ جل جلالہ کے اس کلام کے کہ ایمان والے وہی لوگ ہین کہ جب کوئی خدا کا ذکر کرے تو انکے دلوں مین خوف طاری ہو جاوے انما المؤمنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبہم - اور چونکہ یہ سب اعمال ایک قسم کے نہ تھے اسواسطے شارع نے اسکے دو حصے کیے - ایک تو ارکان یہ تو وہ ہین جو سب اعمال مین زیادہ تر معتمد علیہ اور مہتم بالشان ہین جنکی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا ہے اسلام کی بنا پانچ چیز پر ہے ایک تو اس بات کی کہ سوائے خدا تعالے کے کوئی پوجا کے قابل نہین اور محمد اسکے بندے اور رسول ہین گواہی دینا اور نماز کی پابندی اور ادائے زکوۃ اور حج اور صیام رمضان بنی الاسلام علی خمس شہادۃ ان لا الہ الا اللہ وان محمدا عبدہ ورسولہ واقام الصلوۃ وایتاء الزکوۃ والحج وصوم رمضان - دوسرے انکے علاوہ سب شعبے جنکی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے - ایمان کے کچھ اوپر ستر شعبے ہین جنمین سے سب سے بڑھکر کلمہ لا الہ الا اللہ اور سب سے ادنی جس چیز سے لوگون کو تکلیف ہو اسکے راستہ کا صاف کر دینا ہے اور حیا بھی ایمان کا ایک شعبہ ہے الایمان بضع وسبعون شعبۃ وافضلہا قول لا الہ الا اللہ وادناہا اماطۃ الاذی عن الطریق والحیاء شعبۃ من الایمان -

ایمان کے پہلی قسم کے مقابل کا نام کفر ہے اور دوسری قسم کے مقابل مین دو صورتین ہین اگر تصدیق قلبی

نہین ہے بلکہ صرف تلوار کے زور سے احکام شرعیہ کی فرمانبرداری کرتا ہے تب تو وہ خالص نفاق ہے اور اس
قسم کا منافق اور کافر آخرت کے اندر دونون برابر ہین بلکہ منافق دوزخ کے سب سے نیچے کے درجے مین ہے اور اگر تصدیق
قلبی ہے مگر اسکے ساتھ عمل نہین ہے تو وہ فاسق ہے یا عمل بھی کرتا ہے مگر اسکا دل اسمین نہین لگتا تو یہ دوسرے قسم کا
منافق ہے بعض علماء نے اس نفاق کا نام نفاق فی العمل لکھا ہے اور اسکا منشا یہ ہوتا ہے کہ طبیعت یا رسم
یا بدعقیدگی کا حجاب اسکے قلب پر چھا جاتا ہے اور پھر مال اور اولاد اور کنبے کی محبت مین ہمہ تن مصروف رہتا ہے
اور باعث ہے اسکے قلب مین جزا و سزا کے مستبعد سمجھنے اور معاصی پر جرات کرنے کی ایک نامعلوم حرکت
پیدا ہو جاتی ہے کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اسلام کے سخت سخت حکم اسکو ناگوار گذرتے ہین اور کبھی بعض
کفار کی محبت اعلاے کلمۃ اللہ سے اسکو مانع ہو جاتی ہے۔

ان دو معنی سے علاوہ ایمان کے دو معنی اور بھی آتے ہین ایک تو ضروری التصدیق چیزون کی دل سے تصدیق کرنا
جسکی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے جواب مین ارشاد فرمایا ہے ایمان اسکا
نام ہے کہ تو خدا تعالی اور اسکے فرشتون پر یقین رکھے الایمان ان تومن باللہ وملائکتہ الحدیث۔ دوسرے
ایک دل کی تسلی اور اندرونی کیفیت کا نام ہے جو مقربین کو حاصل ہوا کرتی ہے جسکی نسبت حضور صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا ہے وضو ایمان کا جزو ہے الطھور شطر الایمان اور فرمایا ہے جب کوئی بندہ زنا کا مرتکب
ہوتا ہے تو ایمان اسکے قلب سے نکلکر سائبان کیطرح اسکے سر پر آ جاتا ہے اور جب وہ اسکو ترک کر دیتا ہے
تو پھر واپس آ جاتا ہے اذا زنی العبد خرج منہ الایمان فکان فوق راسہ کالظلۃ فاذا خرج من ذلک العمل
رجع الیہ الایمان اور حضرت معاذ رض فرماتے ہین آؤ کچھ دیر ہم اہل یقین بنجاوین تعال نومن ساعۃ
پس ثابت ہوا کہ ایمان کا لفظ شرع مین چار معنی کے اندر مستعمل ہوتا ہے اب ایمان کے باب مین جو احادیث
متعارضہ وارد ہوئی ہین اگر ہر حدیث اپنے اپنے محل پر محمول کیجاے تو تمام شکوک اور شبہے مندفع ہو سکتے ہین
اسلام کے لفظ سے ایمان کے پہلے معنی بہ نسبت ایمان کے لفظ کے زیادہ تر قریب الفہم ہوتے ہین ولہذا
جل جلالہ نے فرمایا ہے کہدو کہ تم ایمان نہین لائے بلکہ یہ کہو کہ ہم مسلمان ہوگئے قل لم تومنوا ولکن قولوا
اسلمنا۔ اور ایک مرتبہ (حضرت سعد رض نے کسی شخص کی نسبت کہا تھا کہ مین اسکو ایماندار جانتا ہون) تو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلکہ مسلمان کہو او مسلما۔

ایمان کے چوتھے معنے پر بہ نسبت ایمان کے احسان کا لفظ صاف دلالت کرتا ہے۔

چونکہ نفاق فی العمل اور اسکا مقابل یعنے اخلاص ایک اندرونی چیز ہے لہذا شارع کو اسکے علامات بیان
کرنے پڑے اور آنحضرت صلعم نے بیان فرمایا چار خصلتین ایسی ہین کہ جسمین وہ سب پائی جائین وہ تو پکا منافق
ہے اور جسمین انمین سے ایک خصلت پائی جاے اسمین نفاق کی ایک خصلت پائی جاتی ہے جبتک اسکو
ترک نہ کرے جب اسکے پاس کوئی امانت رکھے تو خیانت کرے اور جب کہیں کا ذکر کرے تو جھوٹ بولے اور

کسی سے عہد کرے تو پورا نکرے اور کسی سے لڑے تو گالیان بکے اربع من کن فیہ کان منافقا خالصۃ
ومن کانت فیہ خصلۃ منھن کانت فیہ خصلۃ من النفاق حتی یدعھا اذا ائتمن خان واذا حدث
کذب واذا عاہد غدر واذا خاصم فجر۔ اور فرمایا ہے کہ تین باتین ایسی ہین کہ جسمین ہونگی انکے
سبب سے اسکو حلاوت ایمانی حاصل ہوتی رہیگی جس شخص کو خدا اور اسکے رسول کی محبت سب سے زیادہ ہو
اور جو شخص خالصۃ للہ کسی سے محبت کرتا ہو اور جو شخص کفر سے نکل آنے کے بعد کفر کی طرف اسکو اعادہ کیا
اسقدر ناگوار ہو جسقدر آگ مین ڈالا جانا ناگوار ہوتا ہے ثلث من کن فیہ وجد بھن حلاوۃ الایمان
من کان اللہ و رسولہ احب الیہ مما سواھما ومن احب عبدا لا یحبہ الا للہ ومن یکرہ ان یعود
فی الکفر بعد ان انقذہ اللہ منہ کما یکرہ ان یلقی فی النار۔ اور فرمایا ہے کہ جب تم کسی شخص کو بالالتزام
مسجد کیطرف آتا جاتا دیکھا کرو تو اسکے ایمان کے گواہ رہو اذا رایتم العبد یلازم المسجد فاشھدوا لہ
بالایمان۔ اور ایسے ہی آپ نے فرمایا ہے کہ علیؓ کی محبت ایمان اور انسے بغض نفاق کی دلیل ہے
حب علی آیۃ الایمان وبغض علی آیۃ النفاق اور اسمین نکتہ یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ
خدا تعالی کے معاملہ مین بہت سختی سے پیش آیا کرتے تھے یہ انکی سختی وہی شخص گوارا کر سکتا ہے جسکے نفسی
قوی ضعیف ہو گئے ہون اور اسکی عقل کو خواہش نفسانی پر غلبہ ہو اور فرمایا ہے انصار کی محبت ایمان کی
دلیل ہے حب الانصار آیۃ الایمان اور اسمین نکتہ یہ ہے کہ عرب کے قبائل معدی اور یمنی مین ہمیشہ نزاع در پیش
رہتا تھا اسلام نے اگر اس نزاع کو دور کرکے انھین یکجا کر دیا اب جسنے دل سے اعلاء کلمۃ اللہ کا عزم بالجزم
کرلیا اسکا دل تو ان جھگڑون سے پاک ہو گیا اور جسنے یہ ارادہ نہین کیا اسکے دلمین وہی نزاع بدستور قائم رہا
ایک حدیث مین تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی بیان فرمایا ہے کہ اسلام کی بنا پانچ چیزون پر ہے
اور ضمام بن ثعلبہ وراس اعرابی کی حدیث مین جسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی تھی کہ مجکو
ایسا عمل بتلا دیجیے جو میرے واسطے دخول جنت کا موجب ہو جاوے۔ بیان فرمایا کہ یہ پانچ چیزین اسلام کی ستون
ہین جسنے انکو کر لیا پھر چاہے اسنے کچھ اور عبادت نہ کی ہو دوزخ کے عذاب سے اپنی گردن کو اسنے رہا کر لیا اور جنت کا
مستحق ہو گیا ان ہذہ الاشیاء الخمسۃ ارکان الاسلام وان من فعلھا ولم یفعل غیرھا من الطاعات
قد خلص رقبتہ من عذاب استوجب الجنۃ ایسے ہی یہ بیان کیا ہے کہ نماز کا ادنی درجہ کیا ہے اور وضو کا ادنی
درجہ کیا ہے۔

تمام عبادات مین خاص کرکے ان پانچ چیزون کو اسواسطے رکن قرار دیا ہے کہ انسان کی تمام عبادات
مین سے انھین پانچ کی زیادہ شہرت تھی اور تمام ملتون کی سب عبادتون سے زیادہ تر التزام اور اہتمام انھین
پانچ کا کیا ہے تمام یہود اور نصاری اور مجوس اور بقیہ عرب کو انھین کا اہتمام ہے البتہ ہر ایک کا طریقہ ادا کرنیکا
جداگانہ ہے علاوہ برین یہ پانچ عبادتین اور عبادتون کے بدلہ کافی ہو سکتی ہین انکے سوا کوئی اور ایسی عبادت

نہین ہے جو انکے بدلہ کافی ہوسکے اسواسطے کہ تمام نیکیون کا اصل الاصول توحید الٰہی اور تصدیق بھی اور احکام الٰہی کا مان لینا ہے اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تمام روے زمین کے لیے عام تھی اور فوجین کی فوجین لوگون کی دین الٰہی مین داخل ہوتی چلی جاتی تھین اسلیئے لامحالہ ایک ظاہری شناخت کی حاجت پڑی جس سے مخالفین اور موافقین مین باہم تمیز کرسکین اور اسلامی احکام کا اسپر دار مدار ہو اور لوگون سے اسکی بازپرس کیجاے اور اگر ایسا نہوتا تو اس تمیز کے لیے مذکورۃ الباب سہل ہوا ل کی ضرورت ہوتی اور اسلیئے بعد بھی صرف ظنی تفریق ہوسکتی تھی جسکی بنا قرائن پر ہوتی اور تجربہ ہے کہ ایک شخص کو مسلمان کا حکم دینے مین سب کی راے مختلف ہوتی اور ظاہر ہے کہ ایسے وقت مین اسلام کے احکام جاری کرنیمین کسقدر وقت واقع ہوتی اب دلی اعتقاد اور تصدیق کے معلوم کرنیمین تو اس سے زیادہ کچھ نہین ہوسکتا ہے کہ ایک شخص نے اختیار اور خوشی سے ایک بات کا اقرار کرلے اور یہ بات ہم بیان ہی کرچکے ہین کہ انسانی سعادت اور اخروی نجات کا مدار چار خصلتون پر ہے اور نماز اور اسکے ساتھ طہارت ایسی چیز ہے جسکی وجہ سے ان چار مین سے دو یعنی فرمانبرداری اور تقدس کی صورت نمایان ہوجاتی ہے اور ان اوصاف کا اسکے کرنیوالے مین گمان کرسکتے ہین اور زکوۃ کا بشرائطہا اسکے مستحقین کو دینا ایسا ہے کہ اسکے ادا کرنیوالے مین اُن اخلاق چہارگانہ مین سے دو اوصاف یعنی سخاوت اور عدل کا گمان غالب ہوسکتا ہے اور یہ بھی ہم پہلے بیان کرچکے ہین کہ طبیعی حجاب دور کرنیکے لیے ایک ایسی عبادت کی حاجت ہے جس سے نفس کے اوپر ایک قسم کا دباو رہے اور اس باب مین روزہ سے زیادہ کوئی چیز مفید نہین اور یہ بھی بیان کرچکے ہین کہ تمام شرائع کا اصل الاصول شعائر الٰہی کی تعظیم ہے اور چار چیزین شعائر الٰہی ہین ازانجملہ کعبہ بھی ہے اسی کی تعظیم کا نام حج ہے اور سابقا جو ہم بیان کرچکے ہین اس سے یہ بات معلوم ہوسکتی ہے کہ یہ عبادات خمسہ اور عبادتون کے بدلے کافی ہوسکتی ہین انکے سوا کوئی عبادت ایسی نہین ہے جو انکے بدلے کافی ہوسکے۔

شرع کے اعتبار سے گناہ دو طرح کے ہوتے ہین صغائر اور کبائر۔ کبائر گناہ اسوقت صادر ہوتے ہین جب قواے بہیمیہ یا سبعیہ یا شیطانیہ کا پورے طور پر غلبہ ہوجاتا ہے اور اسمین حق کا راستہ مسدود ہوجاتا ہے اور شعائر الٰہی کے حرمت کا ہتک لازم آجاتا ہے یا تدابیر الٰہی کی جنمین بندون کی مصلحت ہوتی ہے مخالفت یا بندون کا اسمین ضرر عظیم پایا جاتا ہے اور باایہمہ شرع کی نافرمانی ہوتی ہے اور اسکا کرنیوالا شرع کو پس پشت ڈالدیتا ہے کیونکہ شرع نے اسکے کرنے سے سخت نہی کی ہے اور اسکے کرنیوالے کو بہت شدت سے تہدید کی ہے اور اسکا کرنا ایسا بیان کیا ہے جیسا اس دین سے خارج ہونا اور جو گناہ اس درجہ کے تو نہین ہین مگر انکے دواعی اور اسباب ہین اور شارع نے لازمی طور پر انسے منع بھی کیا ہے مگر اسقدر شدت نہین کی ہے جسقدر کبائر مین کی ہے۔ ایسے گناہون کو صغائر کہتے ہین اصل بات یہ ہے کہ کبائر گناہ محدود نہین ہین کہ گنتے ہین بلکہ انکی تعریف یہی ہے کہ یا تو قرآن اور حدیث صحیح مین اسکے کرنیوالے پر وعید متعلق ہوئی ہو یا شرع مین اس گناہ پر حد مقرر ہو یا شارع نے اسکا نام کبیرہ بیان فرمایا ہے

اور اُنکے مرتکب ہونے کو خروج عن الدین بیان کیا ہو یا جس چیز کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کبیرہ بیان فرمایا ہو کوئی
اور شے بھی فساد اور خرابی مین اُس سے بھی زیادہ یا اُسکے برابر ہو یہ گناہ سب کبائر ہین اور یہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے بیان فرمایا ہے کہ زنا کرنے وقت زانی مین ایمان نہین رہتا لا یزنی حین یزنی وہو مومن الحدیث
اُسکے یہی معنی ہین کہ یہ فعال اُسوقت صادر ہوتے ہین کہ جب قواے بہیمیہ یا سبعیہ کا پورے طور پر غلبہ ہوتا ہے اور
سب طرف سے چھا جاتے ہین اور قوت ملکیہ کالمعدوم اور ایمان بمنزلہ زائل کے ہو جاتا ہے اُس سے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے ان گناہون کا کبیرہ ہونا بیان فرمادیا اور فرمایا ہے اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ مین محمد کی جان ہے
اس امت کا کوئی ہو چاہے یہودی ہو یا نصرانی ہو جسکو میری خبر پہونچ گئی ہے اور خدا کے ہان سے جو احکام مین لیکر آیا ہون
اُس پر وہ ایمان نہین لایا جہنمی ہوے بغیر نہین رہ سکتا والذی نفس محمد بیدہ لا یسمع بی احد من ہذہ الامۃ یہودی
ولا نصرانی ثم یموت ولم یومن بالذی ارسلت بہ الا کان من اصحاب النار۔ مین کہتا ہون یعنی جس شخص
کو دعوت اسلام پہونچ چکی اور با اینہمہ وہ اپنے کفر پر جما رہا حتے کہ اُسی پر مرگیا تو وہ بلاشبہہ دوزخ مین جائیگا کیونکہ اُسنے
خدا تعالے کی اُس تدبیر کی جو بندون کی مصلحت کے لیے اُسنے مقرر کی تھی مخالفت کی اور اپنے آپ کو خدا تعالے اور
ملائکہ مقربین کی لعنت کا مورد بنالیا اور نجات کی طرف پہونچانیوالے رستہ کو چھوڑ دیا اور فرمایا ہے تم مین سے کوئی
شخص اُسی وقت ایماندار ہو سکتا ہے کہ اپنی اولاد اور باپ اور تمام لوگون سے میری محبت اُسکو زیادہ ہو ورنہ نہین
لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین اور یہ بھی فرمایا ہے کہ جبتک کسی
شخص کی خواہش اُن احکام کی کہ جنکو مین لیکر آیا ہون تابع نہو جاے اُسوقت تک وہ ایماندار نہین ہو سکتا لا یومن
احدکم حتی یکون ہواہ تبعا لما جئت بہ۔ مین یہ کہتا ہون ایمان کا کمال یہی ہے کہ عقل کو طبیعت پر غلبہ
حاصل ہو کہ اُسکے نزدیک بادی الامر مین مقتضی عقل کو مقتضی طبعی پر ترجیح ہو اور یہی محبت رسول صلعم کا حال ہے
اور کاملین مین تو مین قسمیہ کہتا ہون کہ اس بات کا مشاہدہ ہوتا ہے۔

ایک مرتبہ آنحضرت کے حضور مین کسی نے عرض کی کہ مجھے اسلام کی کوئی ایسی بات ارشاد فرمادیجیے کہ پھر مجھے
کسی سے آپ کے بعد یا یہ کہا کہ کسی اور سے اُسکے دریافت کرنیکی حاجت نہ رہے تو آپ نے اُسکے جواب مین فرمایا یہ کہہ
کہ خدا پر مین ایمان لایا اور پھر اُسپر جما رہ ہو قیل یا رسول اللہ قل لی فی الاسلام قولا لا اسال عنہ احدا بعدک
وفی روایۃ غیرک۔ قال قل آمنت باللہ ثم استقم۔ مین کہتا ہون اس سے مراد یہ ہے کہ آدمی اپنی آنکھون کے
سامنے اسلام اور فرمانبرداری کے حالات کا نقشہ کھڑا کرے اور جو کام اُسکے موافق ہون وہ تو کیا کرے اور جتنے کام
اُسکے خلاف ہون اُن سے دستبردار ہو جاے اور یہ ایک دستور العمل ہے جسکی وجہ سے انسان کو اگرچہ بالتفصیل
علم بالشرائع نہین ہوتا مگر اجمالا اُسکو ایک علم حاصل ہو جاتا ہے جو اُسکے لیے موجب بصیرت اور سبقت کا باعث ہو جاتا ہے
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کوئی ایسا شخص نہین ہے جو سچے دل سے اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان
محمدا عبدہ ورسولہ کہے مگر خدا تعالے دوزخ کی آگ پر اُسکو حرام کردیگا ما من احد یشہد ان لا الہ الا اللہ وان محمدا

رسول اللہ صدقا من قلبہ الا حرمہ اللہ علی النار - اور فرمایا ہے اگرچہ وہ چوری کرے اور اگرچہ زنا کرے وان زنی وان سرق اور ایک حدیث مین فرمایا ہے وہ کچھ کرے علی ما کان من عمل - مین کہتا ہون اس سے مراد ہے کہ اس سخت آگ پر جو ہمیشہ کیواسطے ہے اور کافرون کے لیے مقرر کی گئی ہے کلمہ گو کو خدا تعالے حرام کر دیگا اگرچہ وہ کبائر کا مرتکب ہوا ہو اور اسطور سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرما دیا اسمین نکتہ یہ ہے کہ گناہون کے درجہ مین بہت بڑا فرق ہے اگرچہ انسب کو سب گناہ کہلاتے ہین اب اگر کبائر کو کفر کے اعتبار سے دیکھا جائے تو اسکے سامنے کچھ ہستی نہین معلوم ہوتی اور نہ انکا کچھ معتدبہ اثر معلوم ہوتا ہے اور نہ دخول نار کے واسطے وہ ایسے سبب ہو سکتے جو انکو سبب کہا جائے یہی حال کبائر کے اعتبار سے صغائر کا ہے - نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث مین اس دقیقہ نہایت استحکام کے ساتھ بیان فرمایا ہے جسطرح صحت اور مرض مین فرق ہے جسطرح اگر اعراض نمایاں جیسے مثلاً زکام یا تعب بدنی کو سوء مزاج کے ساتھ جو جوہر بدن مین متمکن ہو جائے جیسے جذام یا سل یا استسقا قیاس کرین تو اول کو مقابل دوسرے کے صحت کا اطلاق کر سکتے ہین اور زکام یا تعب بدنی والے کو بہ نسبت ان امراض والے کے کہہ سکتے ہین کہ یہ مریض نہین ہے اور اسکو کوئی بیماری نہین ہے - لبسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک مصیبت کے سامنے دوسری مصیبت کا خیال بھی نہین رہتا مثلاً ایک شخص کے کانٹا لگ جائے اور پھر اسکے بعد اسکا گھر اور مال کوئی لوٹ کر لیجائے تو وہ بیان کرتے وقت یہ کہدیتا ہے کہ پہلے مجھپر بالکل کوئی مصیبت نہ تھی -

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ابلیس پانی کے اوپر اپنا تخت بچھاتا ہے اور اپنے لشکر کو لوگون کے فتنہ مین ڈالنے کو روانہ کر دیتا ہے ان ابلیس یضع عرشہ علی الماء ثم یبعث سرایاہ یفتنون الناس تحدیثیہ جاننا چاہیے کہ خدا تعالے نے شیاطین کو پیدا کیا ہے اور انکی جبلت مین یہ بات رکھی ہے کہ لوگون کو اغوا کرین جسطرح کوئی کیڑا ہوتا ہے اور جو اسکے مزاج کا مقتضی ہوتا ہے اسکے موافق وہ کام کرتا رہتا ہے جسطرح پائخانہ کا کیڑا اپنے مقتضی طبع سے غلیظ مین لوٹا پوٹا کرتا ہے اور ان شیاطین کا ایک سردار ہے جو اپنا تخت پانی کی سطح پر بچھاتا ہے اور اپنے ماتحت کو اس کام کی تکمیل کے لیے جسکے وہ درپے ہین بلاتا ہے اور پوری پوری شقاوت اور گمراہی کا مستحق ہوتا ہے -

ہر نوع اور صنف مین خدا تعالے کا یہی قاعدہ جاری ہے اور اسمین کچھ مجاز نہین ہے اور میرے نزدیک یہ بات ایسی محقق ہو گئی ہے جیسے کوئی آنکھ سے دیکھ لیتا ہے -

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے خدا کا شکر ہے جسنے اسکی بات وسوسہ ہی تک رہنے دی الحمد للہ الذی رد امرہ الی الوسوسۃ - اور فرمایا ہے شیطان اس بات سے کہ جزیرہ عرب مین مسلمان اسکی پرستش کرین مایوس ہو گیا مگر انمین باہم بری باتون کی رغبت دلانے کی اسکو امید ہے ان الشیطان قد ایس من ان یعبدہ المسلمون فی جزیرۃ العرب ولکن فی التحریش بینہم (اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جب بعض صحابہ نے عرض کی کہ ہمارے دلمین بعض باتین ایسی آتی ہین جنکے زبان سے کہنے پر ہمکو جرات نہین ہوتی) تو آپ نے فرمایا یہ صریح ایمان ہے - ذلک صریح الایمان -

جاننا چاہیے کہ جسقدر کسی شخص مین وسوسہ کے قبول کرنے کی استعداد ہوتی ہے اسیقدر اُسکے دلمین وسوسہ کی تاثیر ہوتی ہے
بڑی سے بڑی تاثیر وسوسہ شیطانی کی یہ ہے کہ انسان کو کافر بنادے اور دین سے اُسکو خارج کردے
اور جب خدا تعالے اس تاثیر سے بندے کو محفوظ کرلیتا ہے تو اُن وسوسون کی تاثیر دوسری صورتمین بدل جاتی ہے یعنے
مقالات اور تدبیر منزل مین بگاڑ ڈالنا اور گھر یا شہر والونمین فساد برپا کرنا پھر جب خدا تعالے اس سے بھی کسی کو محفوظ
کرلیتا ہے تو پھر وسوسہ کا کچھ اثر نہین ہوتا اور دل ہی دلمین پیدا ہوکر جاتا رہتا ہے اور چونکہ اسکا اثر اس شخص کے قلب مین
ضعیف ہوتا ہے اسلیے یہ وسوسہ کسی کام پر اُسکو آمادہ نہین کرسکتا اس وسوسہ سے اس شخص کو کچھ مضرت نہین پہونچتی
بلکہ جب اس وسوسہ کے ساتھ اُس شخص کو قباحت کا بھی علم ہوتا ہے تو یہ اسکی صریح ایمان کی دلیل ہوجاتا ہے۔

البتہ نفوس قدسیہ مین ان باتون کا کھٹکا بھی نہین ہوتا جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین مگر خدا تعالے
نے (اُس جن پر جو میرے ساتھ رہتا ہے) میری اعانت کی ہے اور وہ مسلمان ہوگیا ہے بجز بھلائی کے مجھے وہ کچھ نہین
تعلیم کرتا الا ان اللہ اعانني علیہ فاسلم فلا یامرنی الا بخیر۔ اور ان تاثیرات کا حال آفتاب کی شعاع کا سا ہے
کہ لوہے اور قلعی دار چیزون مین جو اُسکا اثر ہوتا ہے دوسری چیز مین وہ اثر نہین ہوتا علے حسب مراتب۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے دل کے اندر شیطان بھی اپنا اثر کرتا ہے اور فرشتہ بھی ان للشیطان
لمۃ وللملک لمۃ الحدیث۔ اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ ملائکہ کے قلب کے اندر کا تو یہ اثر ہوتا ہے کہ انس الہی
اور اعمال صالح کی طرف رغبت پیدا ہوتی ہے اور شیاطین کی تاثیر کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ بجائے انس کے وحشت اور اضطراب
اور اعمال صالح کی رغبت کے بدلے افعال قبیحہ کی رغبت پیدا ہوتی ہے۔

اور حدیث شریف مین آیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین جس کسی کے دل مین اس قسم کا وسوسہ پیدا ہو
تو اُسکو اُسوقت یہ کہدینا چاہیے کہ مجکو خدا اور رسول کا یقین ہے من وجد ذلک شیئا فلیقل آمنت باللہ ورسولہ
اور آپ نے فرمایا ہے اُسکو چاہیے کہ خدا کی پناہ مانگے اور اپنی جانب چپ کو تھوک دے فلیستعذ باللہ ولیتفل
عن یسارہ۔ اسمین بھی نکتہ ہے کہ اس کہنے مین خدا تعالے کی طرف التجا اور توجہ اور اُسکی یاد اور شیاطین کی تقبیح
اور ذلت پائی جاتی ہے اور جب نفس کے اندر اُسکی ذلت سما جائیگی تو پھر انکی طرف نفس کی توجہ اور اُسکا رخ ہٹ جائیگا
اور انکا اثر قبول کرنے سے یہ بات اُسکو مانع ہوگی جیسا کہ اللہ پاک فرماتا ہے تحقیق جو لوگ ہم سے ڈرتے ہین جب انپر شیطان
کا گذر ہوتا ہے تو چونک جاتے ہین اور جھٹ انکو توجہ آجاتی ہے ان الذین اتقوا اذا مسہم طائف من الشیطان
تذکروا فاذا ہم مبصرون۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت آدمؑ اور موسیٰؑ نے اپنے رب کے سامنے جھگڑا کیا احتج
آدم وموسیٰ عند ربہما مین کہتا ہون رب کے سامنے جھگڑا کرنے کے یہ معنی ہین کہ حضرت موسیٰؑ کی روح حظیرۃ القدس
کی طرف منجذب ہوگئی اور وہان حضرت آدم علیہ السلام سے آپسے ملاقات کی اور اصل بھید اسمین یہ تھا کہ اللہ جل جلالہ نے
حضرت آدم علیہ السلام کی معرفت موسیٰ علیہ السلام کو ایک علم کا انکشاف کردیا جسطرح کوئی شخص حالت خواب مین

کسی فرشتہ یا کسی بزرگ کو دیکھتا ہے اور اُس سے کچھ بات کرتا ہے اور وہ جواب دیتا ہے جسے کہ ایک بات جو پہلے سے اُسکو معلوم نہیں ہوتی اُس شخص کے ذریعہ سے اُسکو معلوم ہو جاتی ہے اور یہاں ایک علم تھا جسکی موسی علیہ السلام کو خبر نہ تھی اُس علم کا خدا تعالی نے اس واقعہ میں موسی علیہ السلام پر انکشاف کر دیا اسواسطے کہ اس قصہ میں دو نحو سے ہین ایک تو خاص آدم علیہ السلام کے ذات کے متعلق وہ تو یہ ہے کہ جبتک اُنھون نے وہ درخت نہین کھایا تھا نہ اُنکو پیاس لگتی تھی نہ دھوپ نہ بھوک نہ تھی ننگے اور فرشتون کی طرح رہتے تھے اور جب انھون نے درخت کو کھایا تو بہیمیت کا غلبہ ہوا اور ملکیت اُسکے نیچے پست ہو گئی پس لازمی طور درخت کا کھانا گناہ شمار کیا گیا اور اُس سے استغفار ضروری ہوا اور دوسری تدبیر کلی کے متعلق ہے جسکا خدا تعالے نے حضرت آدم علیہ السلام کے پیدا کرنے سے قبل ارادہ کر لیا تھا اور پہلے ہی سے فرشتون کو اُسکی وحی ہو چکی تھی اور وہ یہ ہے کہ اللہ پاک کو حضرت آدم علیہ السلام کے پیدا کرنے سے یہ منظور تھا کہ نوع انسانی زمین میں خلیفہ ہو کر رہے اور پھر اُس سے گناہ صادر ہون اور وہ اپنے گناہون سے مغفرت چاہین اور اُنکی مغفرت کیجاے۔ اور اُنکو احکام کے ساتھ مکلف کیا جاے اور اُنمین رسولون کی بعثت ہو اور پھر ثواب اور عذاب ور مراتب کمال اور گمراہی یہ سب چیزین وقوع مین آوین اور یہ سب سے علیحدہ ایک بڑی خلقت ہے اور اُس درخت کا کھانا ارادہ الہی اور اُسکی حکمت کے موافق تھا جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اگر تم گناہ نہ کرتے تو خدا تعالی تمکو فنا کر کے اور لوگ گناہ کرنیوالے پیدا کرتا تاکہ گناہ کر کے اُس سے مغفرت مانگا کرین اور وہ اُنکے گناہ معاف فرمایا کرے۔

اول بہیمیت کا غلبہ حضرت آدم علی نبینا وعلیہ السلام پر یہی ہوا ہے کہ علم ثانی کی تو اُنکو کچھ خبر نہوئی اور اول نے چارون طرف سے اُنکا احاطہ کر لیا اور دل ہی دل مین اُنپر شکست عتاب کیا گیا پھر اُس سے اُنکو خلاصی ہوئی اور علم ثانی کی ایک جھلک اُنپر پڑی اور جب خطیرۃ القدس تک وہ پہونچگئے تو سب حال صاف صاف اُنپر روشن ہو گیا۔
جو گمان حضرت آدمؑ کو تھا حضرت موسیٰؑ بھی اُسی گمان مین تھے حتی کہ اللہ جل جلالہ نے علم ثانی کا اُنپر انکشاف فرمایا اور ہم بیان کر چکے ہین کہ جسطرح خواب کی تعبیر ہوتی ہے وقائع خارجیہ کی بھی تعبیر ہوا کرتی ہے اور امر و نہی مین ظن و تخمین کو دخل نہین ہوتا بلکہ اُنکے لیے استعداد ہوا کرتی ہے کہ جب وہ پائی جاتی ہے تو امر یا نہی کے موجب ہوتی ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے مگر اُسکے ماں باپ اُسکو یہودی اور نصرانی اور مجوسی بنا لیتے ہین جسطرح حیوان کے صحیح سالم ناک کان کا درست بچہ پیدا ہوتا ہے کہین سے تم اُسکا ناک کان کٹا ہوا دیکھتے ہو کل مولود یولد علی الفطرۃ ثم ابواہ یہودانہ وینصرانہ ویمجسانہ کما تنتج البہیمۃ جمعاء ہل تحسون فیہا من جدعاء۔ جاننا چاہیے کہ خداے تعالے نے اپنا یہ قاعدہ جاری کر رکھا ہے کہ نباتات حیوانات اور اُنکے سوا ہر چیز کے نوع کو خاص خاص شکل پر پیدا کیا ہے مثلاً انسان کی نوع کو خاص خاص شکل مین بنایا ہے کہ اُسکا پوست کھلا ہوا ہے اور قد سیدھا اور ناخن پھیلے ہوے ہین اور ہنستا بولتا ان باتون سے تمام مخلوقات مین سے وہ متمیز ہو جاتا ہے کہین شاذ و نادر جگہ اسکے خلاف ہو جاتا ہے مثلاً بچہ ناک کے کسی کے سونڈ پیدا ہو جاے یا اسکے

گھوڑے پیدا ہو جاوے اسی طرح سے خدا تعالے نے یہ قاعدہ بھی جاری کر رکھا ہے کہ ہر نوع کو تھوڑا تھوڑا سا علم اور ادراک
محدود جو اسی کے واسطے خاص مگر اسکے تمام افراد مین عام ہی دے رکھا ہے۔ مثلاً شہد کی مکھی ہے اُسکو یہی ادراک
دے رکھا ہے کہ جو اُسکے مطلب کے درخت ہین انکو معلوم کر لیا کرے اور اپنے چھتے بنایا کرے اور اُنمین شہد جمع کیا کرے
اب مکھی کا کوئی فرد ایسا نہین نظر پڑتا جسمین یہ ادراک نہو اور کبوتر کو بھی ادراک دے رکھا ہے کہ اوپر سے کسطرح
یکایک گر پڑتا ہے اور آشیانہ بناتا ہے اور اپنے بچہ کو چگاتا ہے اسی طرح انسان کو اللہ پاک نے بہ نسبت اور انواع کے
زیادہ تر علم اور ادراک کے ساتھ مخصوص کیا ہے اور پوری پوری عقل دی ہے اور اپنے پیدا کرنیوالے کی شناخت
اور اسکی عبادت اُسکے دل مین رکھی ہے اور اسی طرح دنیا کے اندر جو اسکی بہبودی کے سامان ہین اُنکا ادراک
اُسکو دیا ہے اسکا ہی نام فطرت ہے۔ اگر انسان کو اس فطرت سے کوئی مانع پیش نہ آوے تو اُسی حالت
پر انسان بڑی عمر تک رہ سکتا ہے مگر بسا اوقات اُسکو عوارض پیش آجاتے ہین جیسے مان باپ کا اُسکو گمراہ
کر دینا اُسکی وجہ سے اُسکا علم بعینہ جہل ہو جاتا ہے جسطرح راہب لوگ طرح طرح کی ریاضتین کر کے عورتون کی خواہش
اور کھانے کی خواہش اپنی آپ سے بالکل کھو دیتے ہین باوجودیکہ فطرت انسانی مین یہ چیزین داخل ہین اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے جب وہ اپنے آبا کی پشت مین تھے اُسوقت مین اُنکو اسلیے پیدا کیا ہے خلقہم لہا
وہم فی اصلاب آبائہم اور فرمایا ہے وہ اپنے آباء سے ہین ہم من آبائہم اور فرمایا ہے جو کچھ وہ کرنیوالے تھے
خدا کو اُسکا پورا علم ہے اللہ اعلم بما کانوا عاملین اور آپ نے اپنے ایک بڑے خواب مین بیان فرمایا ہے
بنی آدم کی اولاد کے ارواح حضرت ابراہیم کے پاس ہوتی ہین نسم ذریۃ بنی آدم تکون عند ابراہیم علیہ السلام
مین کہتا ہون اکثر تو بچے کی پیدائش فطرت ہی پر ہوتی ہے جیساکہ بیان کیا گیا مگر کبھی کوئی بچہ اس حالت پر پیدا
کیا جاتا ہے کہ بلا کسی عمل کے وہ لعنت الٰہی کا مستوجب ہوتا ہے جسطرح وہ بچہ کہ جسکو خضر علیہ السلام نے مار ڈالا
اُسکی فطرت مین کفر داخل تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا ہے کہ وہ اپنے آباء سے ہین یہ حکم
دنیا کے متعلق ہے۔ شرائع مین توقف اس وجہ سے نہین ہوا کرتا کہ وہ معلوم نہین ہوتے بلکہ کسی
واضح سوقع سے احکام منضبط نہین ہوا کرتے یا اُنکے بیان کرنیکی ضرورت نہین ہوتی یا اُنمین اشکال ہوا کرتا ہے جسکو مخاطب نہین سمجھ سکتے
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اُسکے ہاتھ مین میزان ہے وہ اُسکو جھکا دیتا ہے اور اُٹھا
دیتا ہے بیدہ المیزان یخفض ویرفع مین کہتا ہون یہ تدبیر کی طرف اشارہ ہے اسواسطے کہ اُسکا بننا اس بات پر ہے
کہ جو موافق مصلحت کے ہے اُسکو اختیار فرماتا ہے اسی لیے حال مین ہے کل یوم ہو فی شان اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے سب لوگون کے دل خدا تعالیٰ کی دو انگشت مین ہین ان قلوب بنی آدم فی اصبعین
من اصابع الرحمان۔ اور فرمایا ہے قلب کا حال ایک پر کا سا ہے جو چٹیل میدان مین ہے اور اس میدان
مین اُسکو ہوا لوٹ پوٹ کرتی رہتی ہے مثل قلب کریشۃ بارض فلاۃ یقلبہا الریاح ظہرا لبطن مین کہتا ہون
بندون کے افعال اختیاری ہین مگر اس اختیار مین اُنکا کچھ اختیار نہین ہے اور اسکا حال اس شخص کا سا ہے

جو ایک پتھر کو پھینکنے کا قصد کرے اگر یہ پھینکنے والا قادر اور حکیم بھی ہوتا تو اُس پتھر کے اندر یہ بات پیدا کر سکتا تھا کہ وہ پتھر خود بخود حرکت کرتا اسپر کوئی شخص یہ شبہہ نہین کر سکتا کہ جب افعال بھی خدا تعالیٰ ہی کے پیدا کیے ہوے مین اور اختیار بھی اُسنے ہی پیدا کیا تو پھر جزا سزا کس بات پر دیجاتی ہے۔ اسواسطے کہ جزا و سزا فی الحقیقت بعض افعال الٰہی کے بعض پر مترتب ہونے کا نام ہے بایں معنی کہ خدا تعالیٰ بندے کے اندر ایک حالت پیدا کرتا ہے پھر اُسکی حکمت کا مقتضی یہ ہوتا ہے کہ اسمین ایک دوسری حالت راحت یا تکلیف کی پیدا کیجاے جسطرح پانی کے اندر حرارت پیدا کرکے حکمت کا مقتضی ہوتا ہے کہ اُسکو ہوا کا جامہ پہنایا جاے۔

اور جزا و سزا کے اندر جو بندے کا اختیار اور کسب شرط کیا گیا ہے وہ بالذات شرط نہین لیا گیا بلکہ صرف اسوجہ سے کہ جو اعمال کسب و اختیار سے نہین صادر ہوتے تھے یعنی نفس ناطقہ کے کسب اور اُسکے اختیار اور قصد کی طرف اُنکی نسبت نہین ہوتی نفس ناطقہ کے اندر اُنکا کچھ رنگ اور اثر نہین پیدا ہوتا اور حکمت الٰہی کا مقتضی یہ نہین ہوتا کہ جن اعمال سے نفس ناطقہ نے کچھ اثر نہین قبول کیا اُنپر بھی بندے کو جزا و سزا دیجاے اور جب یہ بات ثابت ہوگئی تو یہ اختیار غیر مستقل ہے جسکی وجہ سے عمل کا اثر آسکتا ہے اور یہ کسب جسکی وجہ سے خاص یہی بندہ حالت ثانیہ کے پیدا ہونے کا مستحق ہو سکتا ہے جزا و سزا کی شرطیت کے لیے کافی ہے۔ یہ ایک نفیس تحقیق ہے جو صحابہ اور تابعین کے کلام سے مستنبط ہوتی ہے **فاحفظہ**

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے خدا تعالیٰ نے خلقت کو اولاً ایک تاریکی کی حالت مین پیدا کیا اور پھر اپنا نور اُنکی اولاد پر ڈالا اُنمین سے جس کسی کو وہ نور کچھ پہونچ گیا اُسکو تو ہدایت ہوگئی اور جسپر اُس نور کا پرتو نہین پڑا وہ گمراہ رہا اسی وجہ سے مین کہتا ہون علم الٰہی پر قلم خشک ہوچکا **ان اللہ خلق فی ظلمۃ فالقی علیہم من نورہ فمن اصابہ من ذلک النور اھتدی ومن اخطاہ ضل فلذلک اقول جف القلم علی علم اللہ** اُس سے مراد یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے پیدا کرنے سے پہلے اُنکا اندازہ کیا تو وہ سب کے سب فی حد ذاتہم کمال سے بالکل عاری تھے اسواسطے مناسب ہوا کہ اُنکی طرف رسول بھیجے جائین اور اُنپر کتابین نازل کیجائین بعضون کو تو اُس سے رہبری ہوگئی اور بعض گمراہ کے گمراہ رہے خدا تعالے نے ایک ہی مرتبہ یہ سب اندازہ کر لیا مگر جو اُنکی ذاتی حالت ہے اسکو اس حالت پر جو بعثت رسل کے بعد پیدا ہوئی تقدم ہے چنانچہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث قدسی مین حکایۃ عن رب تعالے بیان فرمایا ہے تم سب کے سب بھوکے ہو سواے اُسکے جسکو مین کھانا کھلادون اور تم سب کے سب گمراہ ہو مگر جسکو مین ہدایت کردون **کلکم جائع الا من اطعمتہ وکلکم ضال الا من ہدیتہ** مین کہتا ہون یہ بھی ایک ایسے ہی واقعہ کی طرف اشارہ ہے جیسے آدم علیہ السلام کی ذریت نکالنے کا واقعہ ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب خدا تعالے کسی خاص زمین مین کسی بندے کے مرنے کا حکم دیتا ہے تو اُسکو وہان جانے کی ضرورت پیدا کر دیتا ہے **اذا قضی اللہ لعبد ان یموت بارض جعل لہ الیہا حاجۃ**۔ اسمین اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ بعض حوادث کا وقوع اسلیے ہوتا ہے کہ اسباب کا سلسلہ منقطع نہو جاے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ آسمانون اور زمین کے پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال قبل تمام خلائق کے

مقادیر لکھ رکھی ہین اور اُسکا عرش پانی پر تھا کتب اللہ مقادیر الخلائق قبل ان یخلق السموات والارض بخمسین الف سنة وکان عرشه علی الماء مین کہتا ہون سب سے اول خدا تعالیٰ نے لوح و قلم کو پیدا کیا پھر جتنی چیزون کا موجود ہونا اُسنے چاہا عرش کے قوی مین سے ایک قوت مین جو ہماری قوتون مین سے خیال کی قوت کے مشابہ ہے اور جو معبر عنہ بالذکر ہے اُسکو پیدا کیا جیسا کہ امام غزالی علیہ الرحمہ نے بیان کیا ہے۔

اسکو کوئی شخص یہ نگمان کرے کہ یہ بیان حدیث کے مخالف ہے اسواسطے کہ جو لوگ حدیث سے واقفیت رکھتے ہین اُنکے نزدیک لوح اور قلم کی صورت جیسا کہ عوام الناس جانتے ہین اُنکے نزدیک کوئی معتد بہ حدیث اُسکے بیان مین نہین وارد ہوئی اور وہ جو روایتین بیان کرتے ہین وہ اہل کتاب کی تراشی ہوئی ہین احادیث محمدی اُنکو نہ سمجھنا چاہیے اور اہل حدیث مین سے متاخرین جو ان باتون کے قائل ہوے ہین اُنکا کلام تکلف سے خالی نہین ہے اور متقدمین سے اس باب مین کچھ منقول نہین ہے۔ الحاصل تمام کائنات کا سلسلہ اُسوقت مین وہان پایا جاتا ہے جسکی کتابت کے ساتھ بیان کیا ہے یہان کتابت کا اطلاق ایسا ہی ہے جسطرح سیاست مدنیہ مین اُسکا اطلاق تعیین اور ایجاب پر آیا کرتا ہے اُسی معنی مین یہان بھی مستعمل ہے اسیطرح خدا تعالیٰ کے اس کلام مین ہے کہ لکھے گئے تمھارے اوپر روزے کتب علیکم الصیام اور اس کلام مین جب تم مین سے کسی کو موت آنے لگے تو تمھارے اوپر یہ بات لکھی گئی کتب علیکم اذا حضر احدکم الخ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خدا تعالے نے اپنے بندے پر زنا کا ایک حصہ لکھدیا ہے ان اللہ کتب علی عبدہ حظه من الزنا الحدیث۔ اور صحابی کا یہ کہنا کہ مین فلان لڑائی مین لکھا گیا حالانکہ وہان مجاہدون کے لیے کوئی دفتر نہ تھا جیسا کہ کعب بن مالک نے بیان کیا ہے اور اسی طرح عرب کے اشعار مین بہت کثرت سے آیا ہے۔ پچاس ہزار سال کا ذکر کرنا یا تو اسیقدر مدت کی تعیین ہے یا اُس سے طول مدت مراد ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خدا تعالے نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور پھر اپنا داہنا ہاتھ اُنکی پشت پر پھیرا۔ ان اللہ خلق آدم ثم مسح ظهره بیمینه الحدیث۔ مین کہتا ہون جب خدا تعالے نے حضرت آدم کو ابو البشر بنایا تو اُنکے وجود مین تمام اُنکی اولاد کی حقیقت داخل کردی پھر خدا تعالیٰ نے اُنکو کسی وقت مین تمام اُن ذریات کا علم جو بمقتضاے ارادہ الٰہی اُنکا وجود مشتمل تھا عطا فرمایا اور اُن سب کا ایک صورت مثالیہ مین اُنکو مشاہدہ کرادیا اور اُنکی سعادت اور شقاوت کو نور اور ظلمت کی صورت مین ظاہر کردیا اور اُنکی جبلت مین تکلیف کی قابلیت کو سوال وجواب اور اپنی جانون پر لازم کرلینے کی صورت مین دکھادیا پس آدمی سے جو کچھ مواخذہ کیا جاتا ہے اُنکی اصلی استعداد اُسکا منشا ہے اُسکی نسبت اگرچہ ظاہری صورت انسانی کی طرف کردیجاتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے چالیس روز تک تمھاری خلقت مان کے پیٹ مین جمع ہوتی رہتی ہے ان خلق احدکم یجمع فی بطن امه اربعین یوما الحدیث۔ مین کہتا ہون ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف تغیر دفعتًا نہین ہوتا بلکہ آہستہ آہستہ ہوتا رہتا ہے اور ہر وقت کی حالت اپنی حالت سابقہ اور لاحقہ کے مغائر ہوتی ہے اور جبتک صورت منوی سے اُسکو پورا تغیر نہین ہوتا اُسوقت تک اُسکا نام نطفہ رہتا ہے اور جب اُسمین خفیف سا انجماد ہوجاتا ہے تو

تو اسکا نام علقہ ہوجاتا ہے اور جب پورا پورا اسکو انجماد ہوجاتا ہے تو اسکو مضغہ کہتے ہین اگرچہ اسمین علائم بدنیہ
بھی ہوجاتی ہین اور جسطرح ایک خاص وقت مین زمین مین کھجور کی گٹھلی کو داب دین اور ایک تدبیر خاص اسمین
صرف کیجاوے تو جو شخص اُس خرما کے نوع اور اُس زمین اور اُس پانی اور اُسوقت کی خاصیت جانتا ہے وہ جان جاتا ہے
کہ ینبوب اُگیگی اور اسکے حال ہے اور بعض بعض باتین اُسکو معلوم ہوجاتی ہین اسی طرح خدا تعالی اُس بچہ کا حال جو
اُسکی سرشت کا تقاضا ہے بعض فرشتون پر کھول دیتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تم مین سے
کوئی ایسا نہین ہے جسکا ٹھکانا دوزخ اور جنت مین لکھا ہوا نہو ما منکم من احد الا وقد کتب لہ مقعدہ من النار
ومقعدہ من الجنۃ - مین کہتا ہون یہ لوگون کے اصناف کے متعلق ہے اور کوئی صنف ایسی نہوگی جسمین کمال
اور نقصان اور عذاب و ثواب نہو گا اور یہ معنی بھی ہوسکتے ہین اُنکا ٹھکانا دوزخ یا جنت مین ہے اور اللہ پاک کا یہ کلام
کہ جب تیرے رب نے بنی آدم کی پشت سے اُنکی اولاد کو نکالا واذ اخذ ربک من بنی آدم من ظہورہم الخ اس
حدیث کے کہ حضرت آدمؑ کی پشت پر ہاتھ پھیرکے اُنکی اولاد کو نکالا ثم مسح ظہرہ بیمینہ واستخرج منہ ذریتہ مخالف نہین ہے
اسواسطے کہ حضرت آدمؑ کی پشت سے اُنکی اولاد کو نکالا اور اُنکی اولاد کی پشت سے اولاد کی اولاد کو نکالا اسیطرح قیامت تک
جس ترتیب سے وہ موجود ہوتی گئی اُنکی پشتون سے اولاد کو نکال نکال کر اُنسے عہد لیتے رہے قرآن مین اسکا قصہ پورا پورا
مذکور نہین تھا حدیث شریف نے اُسکا تتمہ بیان کردیا اور اللہ پاک فرماتا ہے پس جسنے دیا اور ڈرتا رہا اور اچھی بات کی اُسنے
تصدیق کی فاما من اعطی واتقی وصدق بالحسنی - یعنی ہمارے علم مین جو ان اوصاف کے ساتھ متصف ہے تو
خارج مین ہم آہستہ آہستہ اُسکو ان اعمال کی طرف اب پہونچا دینگے اس توجیہ سے حدیث اُسکے اوپر منطبق ہوگئی اور
اللہ پاک فرماتا ہے قسم ہے جان کی اور جو اُسکو ٹھیک کیا اور پھر اُسکی نافرمانی اور پرہیزگاری اُسکو بتلادی مین کہتا ہون
الہام سے یہان نفس کے اندر فجور کی صورت کا پیدا کردینا ہے جسطرح ابن مسعودؓ کی حدیث مین گذر چکا اسواسطے کہ الہام
اصل مین ایک صورت علمیہ کے پیدا کرنے کا نام ہے جو علم کا منشا ہوتی ہے اور مجازاً اُس سے ایک صورت اجمالیہ جو مبدء
آثار ہوتی ہے اگرچہ اُسکی وجہ سے عالم نہین کہہ سکتے مراد ہوتی ہے واللہ اعلم -

## اُن احادیث کا بیان جو کتاب وسنت سے دلیل پکڑنیکی باب مین وارد ہوئی ہین

جسقدر تحریف کے راستے ہین آنحضرت صلی اللہ وسلم نے اُن سب سے اپنی اُمت کو ڈرایا اور اُنسے سخت نہی فرمائی ہے اور
اُسکے متعلق اپنی امت سے عہد وپیمان لیلئے ہین سب سے بڑا سبب تہاون کا یہ ہے کہ لوگ سنت پر عمل چھوڑ دین اُسکے
باب مین آپ فرماتے ہین مجھسے قبل خدا تعالی نے کوئی نبی کسی امت مین ایسا نہین بھیجا کہ اُسکی امت مین سے کچھ لوگ
اُسکے حواری اور دوست اُسکی سنت پر عمل کرنیوالے اور اُسکے حکم کے فرمانبردار پیدا نہکیے ہون پھر اُنکے بعد نااہل لوگ
پیدا ہوجاتے ہین جو وہ کہتے ہین کرتے نہین ہین اور جن باتون کا حکم اُنکو نہین ہوتا وہ کرتے ہین جو ہاتھ سے اُنکے ساتھ
جہاد کرے وہ ایماندار ہے اور جو اُنسے زبان سے جہاد کرے وہ بھی ایماندار ہے اور جو قلب سے کرے وہ بھی ایماندار ہے اور اسکے بعد

رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان نہیں ہے ما من نبی بعثہ اللہ فی امۃ قبلی الا کان لہ من امتہ حواریون واصحاب یاخذون بسنتہ ویقتدون بامرہ ثم انہا تخلف من بعدہم خلوف یقولون ما لا یفعلون ویفعلون ما لا یومرون فمن جاہدہم بیدہ فہو مومن ومن جاہدہم بلسانہ فہو مومن ومن جاہدہم بقلبہ فہو مومن ولیس وراء ذلک من الایمان حبۃ خردل اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مین تم مین سے کسی کو اپنے تخت پر تکیہ لگائے ہوئے ایسی حالت مین نہ پاؤن کہ جس بات کا مین نے حکم دیا ہے یا اُس سے نہی کی ہے وہ امر ہونہی ہو اسکو معلوم ہو اور وہ کہے مین ان باتون کو نہین جانتا جو قرآن مین موجود ہیں ہم لوگ تو اُسکا اتباع کرتے ہین لا الفین احدکم متکئا علی اریکتہ یاتیہ الامر من امری مما امرت بہ او نہیت عنہ فیقول لا ادری ما وجدناہ فی کتاب اللہ اتبعناہ - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل بالسنۃ پر خاص کر جبکہ لوگ مختلف ہون بہت ترغیب دی ہے۔

اور منجملہ اسباب تہاون کے تشدد بھی ہے جسکی نسبت آپنے فرمایا ہے کہ اپنی جانون پر سختی مت کرو پھر خدا تعالےٰ بھی تمھارے اوپر سختی کریگا لا تشددوا علی انفسکم فیشدد اللہ علیکم - اور ایک مرتبہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے عبادات شاقہ کا قصد کیا تو آپ نے اُنکو اُس ارادہ سے باز رکھا اور اسی طرح کچھ لوگون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کو بسبب کم سمجھا اور خود اعمال شاقہ کا قصد کیا تو آپ نے اُنکو منع فرمایا - اور منجملہ اُنکے ایک ہر چیز کے زیادہ تحقیق اور اسمین بہت تعمق کرنا ہے اُسکی نسبت آپ نے فرمایا ہے لوگون کا کیا حال ہوگیا ہے کہ ایک بات کو مین تو کرلیتا ہون اور وہ اُس سے پرہیز کرتے ہین خدا کی قسم ہے کہ مین اُن سب سے زیادہ خدا سے ڈرنیوالا اور اُسکا پہچاننے والا ہون ما بال اقوام یتنزہون عن الشیء افعلہ انی لاعلمہم باللہ واشدہم خشیۃ لہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ہدایت پر ہونے کے بعد جو قوم گمراہ ہوئی ہے اُسکی وجہ اُنکا نفاق باہمی اختلاف اور جھگڑا ہوا ہے ما ضل قوم بعد ہدی کانوا علیہ الا اوتوا الجدل اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اپنی دنیا کی باتون سے تم خوب واقف ہو انتم اعلم بامور دنیاکم اور بعض صحابہ نے یہود سے کچھ باتون کے سیکھنے کا ارادہ کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسطرح یہود و نصاری مذبذب ہو رہے ہین کیا تم بھی اسیطرح اپنے دین مین مذبذب ہونا چاہتے ہو مین تمھارے پاس روشن اور صاف دین لیکر آیا ہون اور اگر حضرت موسیٰ زندہ ہوتے تو سواے میری تابعداری کے اُنکو چارہ نہوتا امتہوکون انتم کما تہوکت الیہود والنصاری لقد جئتکم بہا بیضاء نقیۃ ولو کان موسی حیا لما وسعہ الا اتباعی - اور جو شخص اسلام کے اندر جاہلیت کے برتاو کو پسند کرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکو ابغض الناس مین داخل کیا ہے۔

از انجملہ ایک استحسان ہے اُسکی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ہمارے اس دین مین جو کوئی ایسی بات ایجاد کرے جو اُسمین نہین ہے وہ رد ہے من احدث فی امرنا ہذا ما لیس منہ فہو رد - اور ملائکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال اُس شخص کی سی بیان کی ہے کہ اُسنے ایک مکان بنایا اور اُسمین کھانا تیار کیا اور ایک شخص کو لوگون کے بلانے کے لیے بھیجا مثل رجل بنی دارا وجعل فیہا مادبۃ وبعث داعیا الحدیث - مین کہتا ہون اُسمین لوگون کے مکلف کرنے کی طرف اشارہ ہے پورے طور پر سمجھا دینے کے لیے ایک محسوس چیز کے ساتھ اُسکو تشبیہ دی ہے

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میرا حال اس شخص کا سا ہے کہ اسنے آگ کو روشن کیا مثلی کمثل رجل استوقد نارا الحدیث - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میری اور اس چیز کی مثال جسکو خداتعالے نے مجھے دیکر بھیجا ہے اس شخص کی سی مثال ہے کہ وہ شخص ایک قوم کے پاس آوے اور اُنسے کہے میں نے اپنی آنکھوں سے لشکر کو دیکھا ہے انما مثلی ومثل ما بعثنی اللہ بہ کمثل رجل اتی قوما فقال یا قوم انی رایت الجیش بعینی الحدیث - یہ حدیث اس بات پر صاف دلالت کرتی ہے کہ بعض اعمال قبل از بعثت بھی بذاتہ مستوجب عذاب ہوتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مجکو جو خداتعالے نے ہدایت اور علم کے ساتھ بھیجا ہے اسکی ایسی مثال ہے جیسے بہت زور کا پانی زمین پر برستا ہے مثل ما بعثنی اللہ بہ کمثل الغیث الکثیر اصاب ارضا الحدیث - یہ اصل میں اس ہدایت کا جو اہل قلم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہوئی خواہ صراحۃ روایت کے ذریعہ سے یا دلالۃ بایں طور کہ انھوں نے مسائل کا استنباط کرکے لوگوں کو مطلع کیا یا انھوں نے شرع کا اتباع کیا اور لوگوں نے انکی اقتدار سے رہبری حاصل کی اور جہلا کے اس ہدایت کے قبول نہ کرنے کا بیان ہے - اور ایک مرتبہ جب آپ نے بہت ہی تاکید سے لوگوں کو نصیحت کی تو اسمین یہ بھی فرمایا تو تملوگ میرے اور میرے خلفاء راشدین مہدیین کے طریقے کو اپنے اوپر لازم کرلینا فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین - میں کہتا ہوں دین کا انتظام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سنت پر موقوف ہے اور سیاست بشری کا انتظام اسوقت ہو سکتا ہے کہ خلیفہ جس بات کا تدابیر ملکی یا جہاد کے متعلق اپنے اجتہاد سے حکم دے لوگ اُسکے حکم کو مانیں مگر یہ شرط ہے کہ اسکا یہ حکم خلاف نص یا بدعت کے قبیلہ سے نہو -

ایک مرتبہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خط کھینچا اور فرمایا یہ تو خداتعالے کا راستہ ہے پھر اس خط کے ادھر ادھر اور خط کھینچے اور فرمایا یہ بھی راستے ہیں انمیں سے ہر رستہ پر ایک شیطان بیٹھا ہوا ہے جو لوگوں کو اسکی جانب بلاتا ہے اور آپ نے یہ آیت پڑھی اِنَّ ہٰذَا صِرَاطِی مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْہُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِکُمْ عَنْ سَبِیْلِہٖ - ترجمہ تحقیق یہ میرا سیدھا رستہ ہے اسی پر تم چلو اور رستوں پر مست چلو ورنہ خدا کے رستہ سے بچھڑ جاؤ گے - خط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطا ثم قال ہذا سبیل اللہ ثم خط خطوطا عن یمینہ وعن شمالہ وقال ہذہ سبل علی کل سبیل منہا شیطان یدعوا الیہ میں کہتا ہوں فرقہ ناجیہ وہی ہے جو تمام عقائد اور اعمال کے اندر کتاب اور سنت اور جمہور صحابہ اور تابعین کے قول پر عمل کرتے ہیں اگرچہ تابعین ہیں ان باتوں کے اندر جنمیں کوئی نص مشہور نہیں ہے اور نہ صحابہ نے اسپر اتفاق کیا ہے مختلف ہیں اور اپنے اپنے قول پر بعض بعض امور سے استدلال کرتے ہیں یا کہیں مجمل کی تفسیر کردیتے ہیں - اور جو فرقہ عقیدہ سلف کے خلاف کوئی عقیدہ یا انکے عمل کے خلاف کوئی عمل نکالے وہ غیر ناجیہ ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے یہ امت گمراہی پر اتفاق نکریگی لا یجتمع امتی علی الضلالۃ اور فرمایا ہے ہر صدی کے بعد خداتعالے اس امت میں ایک ایسے شخص کو پیدا کرتا رہیگا جو اس امت کے دین کو نیا کرتا رہیگا یبعث اللہ لہذا الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لہا دینہا - اس حدیث کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری ایک حدیث میں تفسیر فرمادی ہے اور فرمایا ہے ہر خلف کے عادل لوگ اس علم کا بار اٹھا دینگے اور اسنے تحریف

کرنے والون کی تحریف جھوٹھون کی بناوٹ اور جاہلون کی تاویل کو دور کرینگے یحمل ہذا العلم من کل خلف عدولہ ینفون عنہ تحریف الغالین وانتحال المبطلین وتاویل الجاہلین - جاننا چاہیے کہ جب لوگون نے دین مین اختلاف اور ملک مین فساد پھیلایا تو اسکے سبب جود الہی کے دروازہ کو حرکت ہوئی اور خدا تعالے نے دین کی کجی کے درست کرنے کے لیے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو روانہ کیا پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عالم سے وفات پائی تو بعینہ یہ عنایت الہی امت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم اور ہدایت کے محفوظ رکھنے کی طرف متوجہ ہوئی اور انکو الہامات اور تقریبات کا فیضان شروع ہو گیا کیونکہ حظیرۃ القدس نے اس ہدایت کے قیامت تک انمین برقرار رکھنے کا ارادہ کر لیا ہے اسلیے لامحالہ ایسے لوگون کا پیدا کرنا ضروری ہوا جو دین الہی کے پابند ہون اور وہ سب کے سب کسی گمراہی کی بات پر اتفاق نہ کر سکین اور قرآن انکے اندر محفوظ رہ سکے لیکن ان باتون کے ساتھ چونکہ استعدادین مختلف ہوتی ہین اسلیے کسیقدر ردوبدل بھی لوگون کی وجہ سے ہو جانا ممکن ہے اسواسطے مستعد لوگون مین جو بیدار ہوتے ہین علم کی رغبت پیدا کیجاتی ہے وہ تحریف غالین جس سے دین مین سختی مراد ہے اور جھوٹھون کی تبدیلی جس سے مذہب کا غلط ملط کرنا مراد ہے اور جاہلون کی تاویل جس سے سستی مراد ہے دور کر دیتے ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خدا تعالے جس شخص کی بہتری چاہتا ہے اُسکو دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین اور فرمایا ہے علما لوگ انبیاء کے وارث ہین ان العلماء ورثۃ الانبیاء اور فرمایا ہے عالم کو عابد پر ایسی فضیلت ہے جیسی مجکو تم مین سے کسی ادنی شخص پر فضیلت ہے فضل العالم علی العابد کفضلی علی ادناکم اور اسی قسم کی اور حدیثین فرمائی ہین -

معلوم کرو کہ جب کسی شخص پر عنایت الہی کا ورود ہوتا ہے یعنی خدا تعالے اُسکو نذیر الہی کا اہل بناتا ہے تو یہ بات لابدی ہے کہ اُس شخص پر خدا تعالی کی رحمت کا نزول ہوتا ہے اور فرشتون کو اُسکے ساتھ محبت کرنے اور اُسکی تعظیم کرنے کا حکم ہوتا ہے چنانچہ حدیث مین آیا ہے کہ حضرت جبرئیل ع کو اُسکے ساتھ محبت کرنے کا حکم ہوتا ہے اور زمین پر بھی وہ بندہ مقبول ہو جاتا ہے اور جب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو وہی عنایت خاصہ اُس دین کی حفاظت کی حیثیت سے علماء اور رواۃ اور پیروی کرنیوالون کی طرف متوجہ ہوئی اور انمین بیشمار فوائد اور برکات پیدا کر دیے -

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خوش رکھے اللہ تعالے اُس بندے کو جو میری بات کو سُنے اور یاد رکھے اور محفوظ کر لے اور پھر جیسا سنا تھا ویسا ہی بیان کر دے نضر اللہ عبداً سمع مقالتی فحفظہا ووعاہا واداہا کما سمعہا مین کہتا ہون اس فضیلت کا سبب یہ ہوا کہ ایسا شخص اس قابل معلوم ہوتا ہے کہ ہدایت نبویہ کو خلق کیطرف پہونچاوے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص قصداً میرے اوپر جھوٹ بولے اسکو اپنا ٹھکانا دوزخ مین بنانا چاہیے من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النار اور فرمایا ہے کہ اخیر زمانہ مین دجال اور کذاب پیدا ہونگے یکون فی آخر الزمان دجالون کذابون - مین کہتا ہون اخیر زمانون تک دین کے پہونچنے کا ذریعہ روایت ہی ہے - اور جب روایت ہی کے اندر فساد داخل ہو جاوے تو اسکا کچھ علاج نہین ہو سکتا اسواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ کا بولنا سخت گناہ ہوا اور روایت کے اندر بڑی احتیاط کرنی ضرور ہوئی تاکہ کذب لازم

نہ لازم آوے اور فرمایا ہے بنی اسرائیل سے روایت کرو اور کچھ مضائقہ نہیں ہے حدثوا عن بنی اسرائیل ولا حرج اور فرمایا ہے
انکی نہ تو تصدیق کرو اور نہ تکذیب کرو لا تصدقوہم ولا تکذبوہم میں کہتا ہوں اگر اعتبار کرنیکے لائق ہو تو اہل کتاب سے روایت کا
کرنا درست ہے جہاں احکام دینی میں اختلاط کا اندیشہ نہو ورنہ درست نہیں ہے۔

ایک بات یاد رکھنے کے قابل یہ ہے کہ بہت سے بنی اسرائیل کے قصے جو کتب تفاسیر اور اخبار میں مذکور ہیں اکثر وہ علمائے
اہل کتاب سے منقول ہیں اس قابل نہیں ہیں کہ کسی حکم شرعی یا اعتقاد کی بنا انکو قرار دیا جاوے۔ فتدبر۔

اور فرمایا ہے جس علم سے خدا تعالی کی رضامندی مطلوب ہوتی ہو اور پھر اسکو کوئی شخص متاع دنیا کے حاصل
کرنے کی غرض سے پڑھے تو قیامت کے روز جنت کی خوشبو بھی اس تک نہ پہونچیگی من تعلم علما مما یبتغی بہ وجہ اللہ
لا یتعلمہ الا لیصیب بہ عرضا من الدنیا لم یجد عرف الجنۃ یوم القیامۃ۔ میں کہتا ہوں دنیا کے لیے علم دین کا سیکھنا
حرام ہے جسکی غرض یہی معلوم ہوتی ہو بدو وجہ اول تو یہ کہ ایسا شخص غالبا غرض دنیوی کیواسطے دین کے اندر ایک ضعیف سی
تاویل کر کے تحریف کر سکتا ہے لہذا اس رستہ کا بند ہی کر دینا ضرور ہوا دوسرے یہ کہ اسمیں قرآن و حدیث کی بیحرمتی اور انکی
ہتک ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب کسی شخص سے کوئی علمی بات جسکو وہ جانتا ہو دریافت کیجاوے
پھر وہ چھپائے تو قیامت کے روز اسکے آگ کی لگام دیجائیگی میں کہتا ہوں جب بیان کرنے کی حاجت ہو تو اسوقت مسئلہ
کا بیان کرنا اور چھپا لینا حرام ہے اسواسطے کہ اصل تہاون اور احکام دینی کے نسیان کا سبب یہی ہے اور اعمال کی جزاو
سزا کچھ اعمال کے مناسب ہوا کرتی ہے چونکہ یہاں پر گناہ مسئلہ کا چھپا لینا اور بیان نکرنا تھا اسواسطے منہ میں لگام
دینے سے اسکو سزا دیگئی جو بات نکرنے اور رک جانے کے مناسب ہے۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے علم تین ہیں آیۃ محکمہ یا سنت قائمہ یا فریضہ عادلہ اور جو اسکے سوا ہے وہ زیادہ ہے
العلم ثلاثۃ آیۃ محکمۃ او سنۃ قائمۃ او فریضۃ عادلۃ وما کان سوی ذلک فہو فضل میں کہتا ہوں یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے جسقدر لوگوں پر سیکھنا واجب بالکفایہ ہے اسکی حد بیان فرمائی ہے اب ایک تو قرآن کا لفظا سیکھنا واجب ہے
اور آیات محکمات کے اندر الفاظ عربیہ کی شرح اور اسباب نزول اور جو اسمیں بسبب دقت طلب ہے اسکی توجیہ و ناسخ و منسوخ
کی معرفت ضروری ہے باقی رہا متشابہ اسکا حکم یا تو توقف ہے یا محکم کی طرف اسکا رجوع کر لینا ہے اور سنت قائمہ وہ ہے
جو عبادات یا معاملات میں شرائع و سنن ہیں جنپر علم فقہ مشتمل ہے اور قائمہ کی یہ تعریف ہے کہ جو منسوخ نہوئی ہو اور نہ متروک ہو
اور نہ اسکا کوئی راوی جھوٹ کیا ہو اور جمہور صحابہ اور تابعین کا اسپر عملدرآمد رہا ہو اسمیں سے سب سے بڑھکر وہ ہے کہ جسپر فقہاء
مدینہ اور کوفہ کا اتفاق ہو اور اسکی پہچان یہ ہے کہ مذاہب اربعہ کا اسپر اتفاق ہو اور اسکے بعد وہ ہے کہ اسمیں جمہور صحابہ کے
دو قول یا تین قول ہوں اور ہر قول پر اہل علم کے ایک گروہ نے عمل کیا ہو اور اسکی یہ شناخت ہے کہ موطا اور جامع
عبد الرزاق وغیرہ میں انکی روایات پائی جاتی ہوں اور اسکے سوا جو کچھ ہے وہ بعض فقہاء کا استنباط ہے اور بعض کا بحث
نہیں ہے اور فریضہ عادلہ ورثہ کے حصوں کا معلوم کرنا ہے اور ابواب فقہاء جو مسلمانوں کے اندر انصاف سے قطع نزاع
کرنے کے متعلق ہیں وہ بھی اسی کے ساتھ ملحق ہیں۔ یہ تینوں چیزیں ایسی ہیں کہ شہر کا ان چیزوں کے واقف سے خالی رہنا

حرام ہے کیونکہ انپر دین کا مدار ہے اور جو انکے سوا ہین وہ فضل اور زیادتی کے قبیلہ سے ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مغالطات یعنی آن باتون سے جو لوگون کے امتحان لینے کے لیے تراش لیجاوین اور جواب دینے والیکو اسمین غلطی واقع ہو منع فرمایا ہے اور اسکی کئی وجہ ہین ایک تو یہ کہ ایسی باتون مین مسئول عنہ کو ایذا پہونچانا اور ذلیل کرنا منظور ہوتا ہے اور اپنا عجب اور بڑائی مقصود ہوا کرتی ہے دوسرے یہ کہ اسمین فتح باب تعمق پایا جاتا ہے اور بہتری ایسی جو صحابہ کیا کرتے تھے کہ جو ظاہر سنت مین موجود ہے اسپر توقف کرنا چاہیے یا جو بمنزلہ ظاہر کے ہے ایماء یا اقتضاء یا فحوائے کلام کے قبیلہ سے اور بحث امعان مناسب نہین ہے اور یہ بھی مناسب نہین ہے کہ جب تک کہ حادثہ وقوع مین نہ آوے اور اجتہاد کرنے کی حاجت نہو خواہ مخواہ اسمین اجتہاد کر رکھنے مین غلطی کا ظن غالب ہوتا ہے۔

اور حدیث شریف مین آیا ہے جو شخص اپنی عقل سے قرآن مین کوئی بات کہے اسکو اپنی جگہ جہنم مین بنانی چاہیے من قال فی القرآن برایہ فلیتبوأ مقعدہ من النار۔ مین کہتا ہون جو شخص اس زبان سے جسمین قرآن نازل ہوا ہے واقف نہو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے صحابہ اور تابعین کے ذریعہ سے اسکو الفاظ عربیہ کی شرح اور اسباب نزول اور ناسخ اور منسوخ کا پتہ نہو اس شخص کو تفسیر کا لکھنا حرام ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے قرآن کے اندر جھگڑا کرنا کفر ہے المراء فی القرآن کفر مین کہتا ہون قرآن کے اندر مجادلہ حرام ہے اور اسکی یہ صورت ہے کہ کوئی شخص ایک حکم کو جو قرآن کے اندر منصوص ہے کسی شبہہ سے جو اسکے دلمین واقع ہوا ہے رد کرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا ہے تمسے پہلے لوگ تو اسیواسطے تباہ ہوگئے کہ انھون نے خدا کی کتاب کو بعض کو بعض سے لڑایا انما ہلک من کان قبلکم بہذا ضربوا کتاب اللہ بعضہ ببعض مین کہتا ہون قرآن کے ساتھ تدافع کرنا حرام ہے اور اسکی شکل یہ ہے کہ ایک شخص اپنے اثبات مذہب کی غرض سے استدلال کرے اور دوسرا شخص اپنے مذہب کے ثابت کرنے لیے اور دوسرے مذہب کے ابطال یا بعض ائمہ کے بعض پر تائید کرنے کی غرض سے دوسری آیت پیش کرے اور اسکا پورا پورا قصد اس بات کا نہو کہ حق ظاہر ہو جاوے اور حدیث مین بھی تدافع کرنے کا بھی یہی حال ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے آیات قرآنی مین سے ہر آیت کے لیے ایک ظاہر اور ایک باطن ہے اور ہر حد پر اطلاع کا جدا ذریعہ ہے لکل آیۃ منہا ظہر وبطن ولکل حد مطلع مین کہتا ہون زیادہ تر قرآن کے اندر صفات الہی اور اسکے آیات اور احکام اور قصص اور کفار سے احتجاج اور جنت و نار کے ساتھ موعظت کا ذکر ہے قرآن کا ظاہر تو یہ ہے کہ جسکے لیے حرف کلام ہے اسکا پورا پورا علم حاصل ہوجانا اور اسکا باطن آیات صفات مین نعمہائے الہی مین تامل اور مراقبہ کرنا اور آیات احکام کے اندر اسکے ایماء اور اشارہ اور فحوا سے اور اقتضاء سے اور مسائل کا استنباط کرنا جیسے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آیہ وَحَمْلُهٗ وَفِصَالُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا سے اس بات کا استنباط کیا ہے کہ مدت حمل کی کبھی چھ ماہ بھی ہوتی ہے بقولہ تعالی حولین کاملین اور قصص کے اندر اسکا باطن یہ ہے کہ ثواب اور مدح یا عذاب اور ذم کا مدار کن کن باتون پر ہے اور موعظت کے اندر رقت قلب و خوف و رجا کا ظاہر ہونا اور اسی قسم کی اور باتین اور ہر حد کے اوپر اطلاع کا ذریعہ بتعہد ہے جس سے وہ حد معلوم ہو سکتی ہے جیسے زبان اور آثار سے واقف ہونا اور ذہن کی صفائی اور سمجھ کی پختگی اللہ پاک

اللہ پاک فرماتا ہے اٰیٰتٌ مُّحۡکَمٰتٌ ہُنَّ اُمُّ الۡکِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشٰبِہٰتٌ ۔ مین کہتا ہون ظاہر محکم کے معنی یہ ہین کہ جسمین ایک وجہ کے سوا دوسری وجہ کا احتمال نہو جیسے حُرِّمَتۡ عَلَیۡکُمۡ اُمَّہٰتُکُمۡ وَ بَنٰتُکُمۡ وَ اَخَوٰتُکُمۡ اور متشابہ وہ ہے جسمین کئی وجوہ کا احتمال ہو جیسے لَیۡسَ عَلَی الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِیۡمَا طَعِمُوۡۤا الخ نمون نے تو اس آیت کو اس بات پر محمول کیا ہے کہ جبتک کسی پر ظلم یا زمین مین کچھ فساد نہو شراب کا پینا درست ہے اور صحیح یہ ہے کہ اس آیت سے وہ لوگ مراد ہین جنھون نے حرام ہونے سے پیشتر شراب پی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے عمل تو نیت کے ساتھ ہین اِنَّمَا الۡاَعۡمَالُ بِالنِّیَّاتِ ۔ مین کہتا ہون اصل تو نیت کے معنی قصد و ارادہ کے ہین مگر یہان اسکی علت غائیہ مراد ہے جسکا آدمی کے دلمین اول تصور آتا ہے اور پھر وہ ایک فعل کا منشا ہوتی ہے جیسے خدا تعالے سے ثواب پانا اسکی رضامندی کا طالب ہونا اور حدیث سے مراد یہ ہے کہ نفس کی تہذیب ورا سکی کجی کے دور کرنیمین اعمال کا کچھ اثر نہین ہو تا جب تک انکے صادر ہونیکا باعث کسی ایسی شئے کا تصور نہو جسکا مآل تہذیب ہوتی ہے اور عادت یا لوگون کی موافقت یا ریا وسمعہ یا جبلت کا تقاضا اسکا باعث نہو جسطرح ایک شجاع آدمی سے قتال کا صادر ہونا جو بغیر قتال کیے نہین رہ سکتا اگر وہ وقت کفار کے ساتھ مجاہدہ کا نہوتا تو وہ اس اپنی شجاعت کو مسلمانون کے قتال مین صرف کرتا جسکی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی شخص نے دریافت کیا تھا کہ ایک مرد تو غنیمت کی غرض سے قتال کرتا ہے اور ایک بہادری دکھانے کو ان دونومین سے خدا تعالے کے لیے کون قتال کرتا ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اسلیے لڑے کہ خدا کی بات سب سے اونچی رہے تو اسکا لڑنا خدا تعالے کے لیے ہے مَنۡ قَاتَلَ لِتَکُوۡنَ کَلِمَۃُ اللّٰہِ ہِیَ الۡعُلۡیَا فَہُوَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اور اسمین بھید یہ ہے کہ دل کا ارادہ تو عمل کی روح ہے اور عمل اسکی صورت اور شبیہ ہے ۔ و آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے حلال بھی ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر ہے اور ان دونون کے درمیان شبہات ہین پس جو شخص شبہات سے بچ گیا اسنے اپنا دین اور اپنی عزت کو بچالیا اَلۡحَلَالُ بَیِّنٌ وَ الۡحَرَامُ بَیِّنٌ وَ بَیۡنَہُمَا مُشۡتَبِہَاتٌ فَمَنِ اتَّقَی الشُّبُہَاتِ فَقَدِ اسۡتَبۡرَاَ لِدِیۡنِہٖ وَ عِرۡضِہٖ مین کہتا ہون ایک مسئلہ کے اندر کبھی وجوہ مختلف ہوجاتی ہین تو اسوقت مین احتیاط اور اس سے بچنا سنت ہے تعارض کی ایک شکل تو یہ ہے کہ تعارض اسکے اندر روایات مختلف ہون جیسے ذکر کے چھو لینے سے وضو ٹوٹتا ہے یا نہین بعض نے اسکو ثابت کیا ہے اور بعض نے اسکی نفی کی ہے اور ایک حدیث سے عادت پیش کرتا ہے [illegible] کے نکاح سے کہ بعض نے تو تجویز کیا ہے اور بعض نے منع کیا ہے اور روایتین مختلف ہین اور ایک شکل یہ ہے کہ وہان جو لفظ استعمال کیا گیا ہے اسکے معنی کچھ غیر منضبط ہین یعنی فقط تقسیم یا مثال سے اسکے معنی معلوم ہوتے ہین بلکہ ایک جامع اور مانع تعریف سے اسکے معنی معلوم نہین ہین تو وہان تین مادے پیدا ہوجاتے ہین ایک تو وہ مادہ کہ جہان اس لفظ کا یقیناً اطلاق ہوسکتا ہے اور ایک وہ کہ جہان یقیناً اطلاق نہین ہوسکتا اور ایک وہ کہ وہان اسکے اطلاق کا صحیح ہونا یا نہونا کچھ معلوم نہین ہوتا اور ایک شکل یہ ہے کہ ایک جگہ حکم کا مدار ایک علت پر ہے جسمین ایک مقصود کا یقینی گمان ہوتا ہے اور ایک نوع اسکی ایسی پائی جاتی ہے کہ وہان علت تو ہے مگر وہ مقصود وہان نہین پایا جاتا جیسے ایک لونڈی کو ایسے شخص سے خرید اکہ اسمین جماع کی قابلیت نہین ہے تو وہان استبرا کرنا چاہیے

یا نہیں پس صورت اور اس قسم کی جسقدر صورتین ہین سب کے اندر احتیاط بہت ضروری ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا ہے پانچ طرح سے قرآن نازل ہوا ہے حرام اور حلال اور محکم اور متشابہ اور امثال نزل القرآن علی خمسۃ
اوجہ حلال و حرام و محکم و متشابہ و امثال مین کہتا ہون یہ پانچون وجہ کتاب کی قسمین ہین اگرچہ تقسیمات مختلف مین
لہذا انمین تمانع حقیقی اور تضاد نہین ہے اسی لیے یہ حکم کبھی حلال ہوتا ہے اور کبھی حرام ہوتا ہے اور دین کے اصول مین سے
یہ بات ہے کہ جو آیات قرآنی یا احادیث نبوی متشابہات کے قبیلہ سے ہین انمین عقل کو دخل نہ دیا جاوے اور اسی
قسم کے اور بہت سے امور ہین کہ وہان معلوم نہین ہو سکتا کہ کلام کے معنی حقیقی مراد ہین یا کوئی معنی مجازی جو حقیقت کے
قریب ہین وہ مراد ہین اور یہ وہان ہے کہ جہان امت کا اجماع نہین پایا جاتا اور اس سے شبہہ مرتفع نہین ہوا ہے
واللہ اعلم

## اُن احادیث کا بیان جو طہارت کے باب مین وارد ہوئی ہین

معلوم کرو کہ طہارت کی تین قسمین ہین ایک تو حدث سے طہارت دوسرے بدن یا کپڑے یا جگہ کے ساتھ جو نجاست
متعلق ہو اُس سے طہارت تیسرے بدن سے جو چیزین پیدا ہو جاتی ہین اُنسے طہارت جیسے موئے زیرناف یا ناخن مثل
پہلی طہارت عن الاحداث کا مدار اصول بر بر ہے جن لوگون کے دلونمین انوار ملکیہ کا ظہور ہو گیا ہے وہ ناپاکی اور
طہارت کی روح کو خوب تمیز کر سکتے ہین اُنکے نفوس کو خود بخود اُس حالت سے جسکا نام حدث ہے نفرت اور اس حالت سے
جسکا نام طہارت ہے سرور اور ایک قسم کا انشراح محسوس ہونے لگتا ہے اور طہارت کی صورتون اور اُنکی موجبات کے
تعیین ملل سابقہ یعنے یہود و نصاری و مجوس اور بقایا ملت اسماعیلیہ کے دستور سے خوب معلوم ہو سکتی ہے اُنکے نزدیک
ناپاکی اور ایسے ہی اُس سے طہارت دو طرح کی ہوا کرتی تھی جیسا کہ سابق ہم بیان کر چکے ہین اور عرب کا قدیمی دستور تھا
کہ جنابت سے وہ غسل کیا کرتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دونون قسم کے حدث کے مقابل مین دو قسم
کی طہارت کو مقرر فرمایا طہارت کبری یعنی غسل کو تو حدث اکبر یعنی جنابت کے لیے اسواسطے کہ جنابت قلیل الوقوع
اور کثیر التلوث ہے تاکہ نفس کو ایسی ناپاکی مین واقع ہونے سے ایک عمل شاق (یعنی غسل) سے جسکا آدمی کو
بہت کم اتفاق ہوتا ہے تنبیہ ہو جاوے اور طہارت صغری یعنی وضو کو حدث اصغر کے لیے مقرر فرمایا اسواسطے کہ
وہ اکثر الوقوع اور قلیل التلوث ہے اور اسمین نفس کو فی الجملہ تنبیہ ہو جانی کافی ہے -

فی الحقیقت وہ امور کہ جنمین حدث یعنی ناپاکی کے معنی پائے جاتے ہین بہت کچھ ہین جن لوگون کا ذوق
سلیم ہوتا ہے وہ اُسکو معلوم کر سکتے ہین مگر وہ حدث کہ جس سے تمام دنیا کو مخاطب کر سکین چند خارجی امور کے
اندر منضبط ہے جنکا ظاہر مین نفس کے اوپر اثر پڑتا ہے تاکہ ظاہر مین لوگون سے اُسکی بازپرس ہو سکے اسواسطے
اگر پیٹ کے اندر ہی اندر کچھ حرکت ہوتی رہے اسپر حدث کا مدار نہین رکھا گیا بلکہ جب سبیلین یعنی پیشاب
پاخانہ کے رستے سے کوئی چیز نکلے اسپر حدث کا مدار رکھا گیا کیونکہ پہلی صورت کا کچھ اندازہ نہین ہو سکتا اور
اگر معدہ کے اندر ہی اندر کچھ حرکت ہو تو خارج مین وضو کر لینے سے کچھ اسکا انتفاع نہین ہو سکتا اور دوسری صورت

یعنی سبیلین سے کسی چیز کا باہر نکلنا ایک محسوس چیز ہے اور یہی ہے کہ نفس کے انقباض کے لیے یہان ایک ظاہری صورت اور اسکا قائم مقام یعنی نجاست بدن کا آلودہ ہونا پایا جاتا ہے اور نیز نفس کے اندر وضو کا اثر اسیوقت پیدا ہو سکتا ہے کہ جب نفس کو اور کامون سے فراغت ہو اور فراغت اسیوقت ہو سکتی ہے کہ جب بدن سے کوئی چیز باہر کی جانب خروج کرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس کلام مین کہ جسوقت اخبثان یعنی پیشاب پاخانہ کی تم مین کسی شخص کو حاجت معلوم ہوتی ہو تو وہ ایسے وقت مین نماز کو کھڑا نہو جاے۔ لا یصلی احدکم وہو یدافعہ الاخبثان کی تنبیہ فرمادی ہے کہ صرف نفس کے مشغول ہونے مین بھی حدث کے ایک معنی پائے جاتے ہین۔

جن امور مین طہارت کے معنی پائے جاتے ہین وہ بہت سے امور ہین جیسے خوشبو لگانا اور بہطرح سے وہ اذکار جو پاکی کو یاد دلاتے ہین جیسے اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِی مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِی مِنَ الْمُتَطَہِّرِیْنَ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول اللھم نقنی من الخطایا کما نقیت الثوب الابیض من الدنس اور پاکیزہ مکان مین جانا اور اسی قسم کی باتین بہت سی ہین مگر تمام خلقت کو ایسی چیز کے ساتھ مکلف اور منضبط کرسکتے ہین جو ایک منضبط اور معین چیز ہو اور ہروقت اور ہرجگہ اسکا کرنا اسکے واسطے دشوار نہو اور نیز ظاہر بھی اسکا کچھ اثر معلوم ہوتا ہو اور لوگون مین اُس قسم کا کچھ پہلے سے بھی دستور رہا ہو۔

وضو کے اندر اصل اطراف بدن کا دہونا ہے اسلیے شارع نے منہ اور دونون ہاتھون کا کہنیون تک دھونا مقرر کیا کیونکہ اس سے کم کا نفس پر کچھ اثر محسوس نہین ہو سکتا اور پیرون کا ٹخنون تک دھونا مقرر کیا اسواسطے کہ اس سے کم عضو ناتمام ہے اور سر کے واسطے صرف مسح کرلینا مقرر کیا کیونکہ اسکا دھونا خالی از دقت نہین ہے اور غسل کے اندر تمام بدن کا دھونا ہی اصل ہے اور وضو کا اصل موجب وہی ہے جو بول و براز کے راستے سے خارج ہو اور باقی موجبات وضو کو اسپر قیاس کرلیا ہے اور اصل غسل کا موجب جماع اور حیض ہین اور یہ دونون امر ایسے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود سے پہلے عرب بھی انکو غسل کا موجب مانتے رہے ہین۔

طہارت کی دونون آخر قسمین ارتفاقات سے ماخوذ ہین کیونکہ یہ دونون طبیعت انسانی کا مقتضاے اصلی ہین کوئی قوم اور کوئی ملت اس سے خالی نہین ہو سکتی اسکے اندر شارع نے اسی درمیانی حالت کا اعتبار کیا جو خالص عرب کے اندر دستور تھا جسطرح اور باقی ارتفاقات درست کرنے مین انھین کا اعتبار کیا ہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صرف یہی کام تھا کہ آداب متعین کردیے اور جہان کہین اشکال تھا اسکو صاف کردیا اور جہان ابہام تھا اسکو دور کردیا۔

## وضو کی فضیلت کے بیان مین

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وضو نصف ایمان ہے الطہور شطر الایمان۔ مین کہتا ہون یہان ایمان سے ایک ہیئت نفسانیہ مراد ہے جو نور طہارت اور خشوع سے مرکب ہے اور بہ نسبت ایمان کے احسان کا لفظ اس ہیئت نفسانیہ پر زیادہ صاف دلالت کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ وضو اسکا ایک جزء ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

فرماتے ہین جس شخص نے وضو کیا اور اچھی طرح سے کیا تو اسکے بدن سے تمام اسکی خطائین نکل کر ناخونکے نیچے سے ہو کر باہر ہو جاتی ہین من توضا فاحسن الوضوء خرجت خطایاہ من جسدہ حتی تخرج من تحت اظفارہ مین کہتا ہون جسطرح پاکیزگی کا خاص نفس کے اندر اثر پڑتا ہے وہ پاکیزگی تو نفس کو مقدس کرکے ملحق بالملائکہ کر دیتی ہے اور بہت سے حالات دنسیئہ اور لوازم بشریہ کو محو کر دیتی ہے جو خاصیت اس پاکیزگی کی ہے وہی وضو کی خاصیت ہے جو اصلی طہارت کا نقشہ اور مظنہ اور اسکا عنوان ہے اور فرمایا ہے کہ قیامت کے روز میری امت کو جب پکارا جائیگا تو وضو کے آثار سے انکے دست و پا اور چہرہ روشن ہوگا اسلیے تم مین جو کوئی اپنی روشنی بڑھا سکے وہ بڑھالے ان امتی یوم القیامۃ غراً محجلین من آثار الوضوء فمن استطاع منکم ان یطیل غرتہ فلیفعل۔ اور فرمایا ہے جہانتک وضو کا پانی پہونچیگا وہین تک مومن کو جنت کا زیور پہنایا جائیگا تبلغ الحلیۃ من المومن حیث یبلغ الوضوء۔ مین کہتا ہون جیسے اصلی طہارت کی صورت اعضاء پنجگانہ مین پانی کا استعمال کرنا ہے اسی طرح ان اعضاء مین زیور اور روشنی کا ہونا بھی تنعم اور عیش کی صورت مثالیہ ہے جسطرح بزدلی کی صورت مثالیہ و بلاور شجاعت کی صورت مثالیہ نسر ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وضو کی وہی مداومت کر سکتا ہے جو ایمان والا ہے لا یحافظ علی الوضوء الا مومن مین کہتا ہون جب ہمیشہ باوضو رہنا ایک دشوار کام ہے تو اسکو وہی شخص کر سکتا ہے جسکو طہارت کے امر مین یقینیہ حاصل ہو گئی ہے اور اسکے نفع عظیم کا اسکو یقین ہے لہذا اسکی مداومت ایمان کی دلیل ہوئی۔

## وضو کرنے کی ترکیب

وضو کرنے کی صورت جسطرح حضرت عثمان اور حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن زید وغیرہم رضی اللہ عنہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کی ہے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بالتواتر ثابت ہے اور امت کا اسپر اتفاق ہے یہ ہے کہ اول پانی کے برتن مین ہاتھ ڈالنے سے پہلے اپنے ہاتھ دھووے اور کلی کرے اور ناک مین پانی ڈالے اور اسکو پھر صاف کرے اور پھر منہ اور پھر پہنچے کو کہنیون تک دھووے اور پھر سر کا مسح کرے بعد ازان پیرون کو ٹخنون تک دھووے۔ جو اہل ہوا ظاہر آیت سے استدلال کرکے پیرون کے دھونے سے انکار کرتے ہین انکا قول قابل اعتبار نہین ہے میرے نزدیک جو شخص ایسی بات کہے اور وہ شخص جو جنگ بدر یا جنگ احد سے جو کالشمس فی رابعۃ النہار ثابت ہے منکر ہو دونون برابر ہین ہان اگر کوئی شخص یہ بات کہے کہ احتیاطاً پیرون پر مسح بھی کر لینا چاہیے اور انکو دھو لینا بھی چاہیے یا یہ کہ ادنی فرض کا مسح کرنا ہے اگرچہ دھونا بھی ایسی چیز ہے کہ جسکے تارک پر سخت ملامت کرنی چاہیے تو یہ بات البتہ ایسی ہے کہ علماء اسکے اندر جبتک انکشاف حق نہو توقف کر سکتے ہین اور مین نے کسی صحیح روایت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کی تصریح نہین پائی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر مضمضہ اور ناک مین پانی ڈالنے اور ترتیب کے وضو کیا ہے پس وضو کے اندر ترتیب نہایت ضروری امر ہے اور مضمضہ اور استنشاق یعنی ناک مین پانی ڈالنا یہ دونون خصال فطرت سے مستقل دو طہارتین ہین وضو کے ساتھ انکو ملا دیا ہے کہ اسکے ساتھ ساتھ انکا بھی

ایک وقت معین ہے علاوہ برین یہ دونون اُس قبیلہ سے ہین جہان بہ تکلف پانی پہونچ سکتا ہے اور وضو کے اندر ایسی جگہون مین پانی پہونچانے کا اہتمام کیا گیا ہے اور اُن دونون کا ساتھ ساتھ ہونا بہ نسبت جدا جدا ہونے کے زیادہ تر اصح ہے۔

آداب وضو کا حاصل کرنا کئی باتون مین منحصر ہے ایک تو تعہد مغابن یعنی جن جن جگہ مین بہ تکلف پانی پہونچتا ہے اُمین اچھی طرح سے پانی کا پہونچانا جیسے مضمضہ و استنشاق اور دست و پا کی انگلیون مین اور داڑھی مین خلال کرنا اور انگوٹھے کو حرکت دینا اور ایک پاک کرنے مین کوشش کرنا یعنی تین تین مرتبہ دھونا اور اسباغ یعنی خوب اور پُرتک ہر عضو کا دھونا جو فی الحقیقت روشنی کا قیامت کے دن بڑھاتا ہے اور ایک صفائی یعنی بدن کا ملنا اور سر کے ساتھ کانون کا بھی مسح کرنا اور وضو پر وضو کرنا اور ایک امور مہمہ کے اندر جو آپکی عادت جاری تھی اُسکے موافق اُسمین تاکد کرنا یعنی داہنے عضو سے شروع کرنا اسواسطے کہ داہنے عضو کو بائین پر اولویت اور فوقیت ہے لہذا جو چیزین دونون جانب مین استعمال کیجاتی ہین اُمین تو داہنے عضو کو مقدم رکھنا اور جو ایک جانب مین مستعمل ہوسکتی ہین بشرطیکہ وہ مجالس اور طیبات کے قبیلہ سے ہون اُنکے ساتھ داہنی طرف کو خاص کرنا مناسب ہے اور ایک دل کی کیفیت کو زبانی الفاظ جو صراحتًا مقصود پر دلالت کرتے ہین قابو مین رکھنا اور ذکر لسانی کا قلبی کے ساتھ ساتھ پایا جانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس شخص نے خدا کا ذکر نہین کیا اُسکا وضو نہین ہوا لا وضوء لمن لم یذکر اللہ۔ مین کہتا ہون و بعض حدیث کا اس حدیث کی صحت پر اتفاق نہین ہے اور اگر صحیح بھی سمجھی جاے تو یہ اُن مواضع مین سے ہے کہ جہان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھنے کے طریقے مین اختلاف واقع ہوا ہے اسواسطے کہ اہل اسلام ہمیشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کی نقل کرتے رہے اور لوگون کو وضو کا طریقہ سکھاتے رہے ہین اور بسم اللہ کا ذکر کبھی نہین کرتے تھے جبتک کہ اہل حدیث کا زمانہ ظاہر ہوا۔ اور اس حدیث مین اس بات کی نص ہے کہ بسم اللہ یا تو وضو کا رکن ہے یا اُسکی شرط ہے اور دونون صورتون مین یون توفیق ہوسکتی ہے کہ اس حدیث مین جو ذکر کا لفظ آیا ہے اُس سے ذکر قلبی مراد ہے کیونکہ بدون نیت کے اعمال مقبول نہین ہوا کرتے اسلیے یہان وضو سے صرف ظاہری معنا نہین ہین بلکہ وضو سے نفس نیکی نام اور ہان یہ بات ضروری ہے کہ تسمیہ یعنی بسم اللہ کہنا منجملہ اداب کے ہے اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو مہتم بالشان کام خدا کے نام سے شروع نکیا جاے اُسمین برکت نہین ہوتی کل امر ذی بال لم یبدأ باسم اللہ فهو ابتر۔ اور بہت سے مواضع پر قیاس کرنے سے اُسکا آداب مین داخل ہونا ثابت ہوسکتا ہے اور ایک معنی یہ بھی ہوسکتے ہین کہ اُسکا وضو کامل نہین ہوتا مگر اس قسم کی تاویلیں میرے پسند نہین ہین کیونکہ یہ ایک بعید تاویل ہے جسکا حاصل اصل لفظ کی مخالفت ہوتی ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اُنکو کیا معلوم ہے کہ رات کو اُسکا ہاتھ کہان پڑا رہا ہے فانہ لا یدری این باتت یدہ۔ مین کہتا ہون اس سے مراد یہ ہے کہ ہاتھون کو دھوئے ہوے بہت دیر سو جانے اور بہت دیر تک بوجہ نیند کے اُنسے بیخبر رہنے مین ظن غالب ہوتا ہے کہ ضرور کسی قسم کی نجاست یا میل کچیل کا اثر اُن تک پہونچا ہو جسکی وجہ سے پانی مین اُنکا ڈال دینا اُسکا ناپاک یا مکدر کر دینا یا بے تمیزی مین داخل ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پینے کی چیز مین جو پھونک مارنے سے منع فرمایا ہے اُسکی علت

بھی یہی ہے - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے - اسواسطے کہ شیطان آسکے نتھنون پر رات کو رہتا ہے فان الشیطان یبیت علی خیشومہ - مین کہتا ہون نتھنون مین مواد غلیظہ اور بلغم کا جمع ہوجانا ذہن کی بلادت اور فکر مین نقصان کا باعث ہے اور ایسے وقت مین شیطان کو وسوسہ ڈالنے اور تدبر اذکار سے اُس شخص کو روکنے کا خوب موقع ہوتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تم مین سے کوئی ایسا شخص نہین جو وضو کرے اور پورا پورا کرے اور پھر اشھد ان لا الٰہ الا اللہ پڑھے آخر تک اور ایک روایت مین ہے - اللھم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطہرین اور اُسکے لیے جنت کے آٹھون دروازے کھل نہ جائیں اور وہ جس مین سے چاہے چلا جاوے - ما منکم من احد یتوضأ فیبلغ الوضوء ثم یقول اشھد الخ وفی روایۃ اللھم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطھرین الا فتحت لہ ابواب الجنۃ الثمانیۃ یدخل من ایھا شاء - مین کہتا ہون طہارت کی روح اُسیوقت حاصل ہوتی ہے کہ جب عالم غیب کی طرف نفس کی توجہ پائی جاوے اور پورے طور پر اس عالم کیطرف اُسکی نہوآہش ہو اسواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُسکے لیے ایک ذکر کو مقرر فرمایا اور جو اصلی طہارت کا فائدہ تھا وہ اُسپر مرتب فرمایا - اور ایک شخص نے پورے طور پر بالاستیعاب پانی کا استعمال نہین کیا تھا تو اُس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خرابی ہے ایڑیون کو آگ کی طرف ویل للاعقاب من النار - مین کہتا ہون اُسمین نکتہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالی ان اعضا کا دھونا واجب کیا ہے تو دھونے کے معنی پایا جانا ضروری ہے اور جب ایک شخص نے ایک عضو کا کچھ حصہ دھولیا اور پورے اُس عضو کو نہین دھویا نہ عرف مین یہ نہین کہہ سکتے ہین کہ اُسنے عضو کو دھولیا اور دوسرے آپ کے اس فرمانے مین سبب نہاون کا بند کر دینا ہے اور ایڑیون سے آگ کا تعلق اسواسطے ہوا کہ برابر ایک جگہ کو ناپاک رکھنا اور اسپر اصرار کرنا ایسی خصلت ہے جسکا انجام دوزخ کی آگ ہے اور طہارت ایسی چیز ہے جو باعث نجات اور باعث تکفیر خطیات ہے اور جب ایک عضو کے اندر طہارت کے معنی نہ پائے گئے اور اُس عضو مین حکم الٰہی کی تعمیل ہوئی تو بلاشبہہ یہ اس بات کا سبب ہو سکتا ہے کہ نفس کا اس خصلت کی وجہ سے ملال ظاہر ہو جو اُسکے نفس کے اندر فساد اور خرابی پیدا کرنیوالی ہے اور اُس عضو کی طرف سے یہ خصلت اُسکو حاصل ہوئی ہے واللہ اعلم -

## موجبات وضو کے بیان مین

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص حدث کی حالت مین ہے جبتک وہ وضو نہ کرلے اُسکی نماز مقبول نہین ہے لا تقبل صلوۃ من احدث حتی یتوضأ - اور فرمایا ہے بغیر وضو کے نماز مقبول نہین ہوتی لا تقبل صلوۃ بغیر طہور - اور فرمایا ہے نماز کی کنجی وضو ہے مفتاح الصلوۃ الطہور - مین کہتا ہون ان سب احادیث مین اس بات کی تصریح پائی جاتی ہے کہ نماز کے لیے وضو شرط ہے اور یہ وضو تو خود ایک مستقل عبادت ہے نماز کے ساتھ اُسکو بھی مقرر کردیا ہے کیونکہ اُن دونون مین سے ہر ایک کا فائدہ دوسرے پر موقوف ہے علاوہ برین اسمین نماز کی تعظیم پائی جاتی ہے جو شعائر الٰہی مین داخل ہے ہماری شریعت مین موجبات وضو تین طرحکے ہین ایک تو اُس قسم کے ہین

کہ جن پر تمام صحابہ کا اتفاق ہے اور روایتین اسمین متفق ہین اور اُسپر برابر عمل جاری ہے وہ تو یہ چیزین ہین بول اور
براز اور ریح اور مذی اور گہری نیند اور اُسکے قریب قریب چیزین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے سرین کا
بندھن آنکھین ہین وکاء السہ العینان - اور فرمایا ہے پس جب آدمی لیٹ جاتا ہے تو اُسکے جوڑ ڈھیلے پڑجاتے ہین
فانہ اذا اضطجع استرخت مفاصلہ مین کہتا ہون اُس سے مراد یہ ہے کہ جب آدمی کو خوب گہری نیند آجاتی ہے
تو ضرور اُسکے جوڑ ڈھیلے ہوجاتے ہین اور ریح وغیرہ کے نکلنے کا گمان غالب ہوتا ہے - اور مین اسکا ایک سبب اور بھی
بتاتا ہون وہ یہ ہے کہ جو بات حدث کے سبب سے ہوتی ہے وہ نفس کے اندر سونے کی وجہ سے پیدا ہوجاتی ہے
یعنی بلادت اور مذی مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اپنے آلہ کو دھولے اور وضو کرلے یغسل ذکرہ
ویتوضأ - مین کہتا ہون ملاعبت کرنے سے جو مذی باہر جاتی ہے اسمین بھی شہوت کا پورا ارادہ ہے مگر شہوت
جماع سے پورا ہوتا ہے اسکا درجہ کم ہے اسلیے اُسکی طہارت بھی طہارت کبری یعنی غسل سے کم درجہ کی ہونی چاہیے
جس کسی کو ریح کے نکلنے کا شک ہو اُسکے بارہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وہ شخص مسجد سے باہر نجاوے
جبتک آواز نسنے یا بدبو نہ معلوم کرے لا یخرجن من المسجد حتی یسمع صوتا او یجد ریحا - مین کہتا ہون اُس سے
مراد یہ ہے کہ جبتک اُسکو ریح نکلنے کا یقین نہوجاوے - جب وضو کے ٹوٹنے کا مدار سبیلین سے کوئی چیز خارج ہونے پر ہوا
تو یہ بات لابدی ہے کہ فی الحقیقت کسی چیز کے خارج ہونے اور فقط شبہ خروج مین کہ اسمین فی الواقع خروج نہین ہے
تمیز لیجاوے اور مقصود یہ ہے کہ زیادہ تعمق اور اس بات مین فکر اور تردد نہ کیا جاوے - اور دوسرے موجبات وضو اُس
قسم کے ہین جنکے موجبات وضو ہونے مین فقہاء صحابہ اور تابعین کا اختلاف ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے انمین
روایات مختلف مروی ہین جیسے مس ذکر سے وضو کا واجب ہونا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو
شخص اپنے آلہ تناسل کو چھولے اُسکو وضو کرنا چاہیے من مس ذکرہ فلیتوضأ - حضرت ابن عمر اور سالم اور عروہ وغیرہم
کا یہی قول ہے اور حضرت علی اور ابن مسعود اور فقہاء کوفہ نے اسکا انکار کیا ہے اور اُنکی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے وہ تو اُسکے بدن کی ایک بوٹی ہے ہل ہو الا بضعۃ منہ - اور دونون مین ایک کا منسوخ ہونا یقینی نہین ہے
اور عورت کو چھو لینا جیساکہ حضرت عمر اور ابن عمر اور ابن مسعود اور ابراہیم رضی اللہ عنہم کے نزدیک ہے اسواسطے کہ اللہ پاک
فرماتا ہے یا عورتون کو تمنے چھوا ہو - او لامستم النساء - اور کوئی حدیث اسکی شاہد نہین ہے بلکہ حضرت عائشہ رض کی
حدیث اُسکے خلاف دلالت کرتی ہے مگر اسمین شبہہ ہے اسواسطے کہ اُسکی اسناد منقطع ہے اور میرے نزدیک اس قسم کی
وجہ یعنی حدیث کی اسناد کا منقطع ہونا وہان معتبر ہوسکتا ہے کہ جہان ایک حدیث کو دوسری حدیث پر ترجیح دیجاے
اور جہان ایک ہی حدیث ہے اور دوسری کوئی حدیث اُسکے معارض نہین تو اس انقطاع اسناد کا کچھ لحاظ نہ کیا
جائیگا واللہ اعلم - اور حضرت عمر اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما چونکہ جنابت مین تیمم تجویز نہین کرتے ہین اسواسطے
اُنکے نزدیک تو آیت خواہ مخواہ لمس پر محمول ہوگی مگر عمران اور عمار اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم کے نزدیک جنابت مین
تیمم درست ہے اور اسپر اجماع منعقد ہوگیا ہے اور ابن عمر احتیاط پر عمل کرتے تھے اور ابراہیم حضرت ابن مسعود کی پیروی

کرتے تھے حتی کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر اس دلیل کا حال ظاہر ہوگیا جس سے حضرت ابن مسعودؓ نے تمسک کیا تھا اسلیے اُنکے قول کو
انھون نے ترک کردیا باوجودیکہ ابراہیمؒ مسئلے وہ بہت پیرو ہین انکی اصل ان دونون چیزون یعنی مس ذکر اور لمس مین صحابہ اور
تابعین رضی اللہ عنہم کے بعد فقہا اسکے تین طبقے ہوگئے ایک طبقہ تو ظاہر پر عمل کیا اور ایک نے بالکل ہی اسکو ترک کردیا اور
ایک شہوت اور بے شہوت کا فرق کیا اور ابراہیم کے نزدیک بھی [illegible] اور فقہ کہتے ہے وضو لازم آتا
اور جنکے نزدیک [illegible] وضو لازم آتا ہے اور کسی کے نزدیک نہین لازم آتا اور ان سبکے بارے مین حدیث
وارد ہوئی ہین [illegible] انکی صحت پر اتفاق نہین کیا مگر اصح قول یہی ہے کہ جو احتیاط کریگا اسکا دین
اور عزت محفوظ رہیگی [illegible] مین اس سے کچھ حرج نہین ہے اور اسمین شبہہ نہین ہے کہ عورت کو ہاتھ لگانے
شہوت کو ہیجان ہوتا ہے اور [illegible] ایسی شہوت کا جو شہوت جماع سے کرتی ہے [illegible] اور عضو تناسل کا چھونا بھی
ایک بیہودہ فعل ہے لہذا استنجا کے وقت داہنے ہاتھ سے ذکر کے چھونے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے
اور یہ ذکر کو ہاتھ مین پکڑلے تو وہ لامحالہ ایک شیطانی کام ہے اور بہتا ہوا [illegible] بدن کا آلودہ کرنیوالی
اور نفس کی پلید کرنیوالی چیز ہے اور اسی طرح نماز مین قہقہہ لگانا ایک قسم کا جرم ہے جسکا کفارہ ہونا چاہیے اور ایسی
چیزون سے شارع وضو کا حکم دے تو کچھ عجب نہین ہے اور نہ یہ تعجب ہے کہ حکم نہ دے اور نہ یہ تعجب ہے کہ وضو کی خبر دے
بدون اس بات کے کہ وضو واجب ہو اور تیسری قسم [illegible] وضو کی وہ ہے کہ بیان حدیث کے الفاظ سے واجب
ہونیکا شبہہ ہوتا ہے جیسے اور فقہا صحابہ اور تابعین کا اسکے خلاف پر اجماع ہے آگ کی پکی ہوئی چیز کھانے سے
وضو کرنا [illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفا اور حضرت ابن عباس اور حضرت ابو طلحہ وغیرہ [illegible] عمل اسکے
خلاف ہے اور حضرت جابرؓ نے بیان کیا ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے [illegible] اتفاقات
کاملہ مین سے ہے جو ملائکہ سے علمین نہین آتا اسواسطے آگ کی پکی ہوئی چیز [illegible] تو مشابہت
ہوجاتی ہے علاوہ برین آگ سے پکی ہوئی چیز جہنم کو یاد دلاتی ہے [illegible] بلا ضرورت
داغ لگوانے سے منع فرمایا ہے اسیواسطے آدمی کو اپنا دل اسمین مشغول [illegible]

لیکن اونٹ کے گوشت سے وضو لازم آتا ہے یا نہین [illegible] کوئی
اسکا قائل نہین ہوا اور اسکے منسوخ ہونیکا بھی حکم نہین دیسکتے لہذا جس کسی کو ترجیح سے مجبور کیا ہے وہ تو اسکا
قائل نہین ہے اور احمد اور اسحاق اسکے قائل ہین اور میرے نزدیک آدمی کو اسمین احتیاط کرنی بہت ضروری ہے واللہ اعلم
جس کسی کے نزدیک اونٹ کے گوشت سے وضو لازم آتا ہے تو اسمین بھید یہ ہے کہ اونٹ کا گوشت توریت کے اندر
حرام کیا گیا تھا اور تمام انبیاء بنی اسرائیل اسکی حرمت پر متفق رہے اور ہمارے واسطے خدا تعالے نے اسکو حلال کردیا
تو اسکے ساتھ دو وجہ سے وضو بھی مقرر فرمایا ایک تو یہ کہ یہ وضو اس بات کا کہ پہلے لوگون پر اسکا کھانا حرام تھا اور ہمارے
واسطے حلال کردیا گیا شکریہ ہوجاوے دوسرے یہ کہ اسکے حلال ہونیمین بعد اسکے کہ تمام انبیاء بنی اسرائیل پر حرام رہا اس
بات کا احتمال تھا کہ لوگون کے دلونمین اسکے حلال ہونے سے ایک طرح کا کھٹکا گذرے اسکے علاج کے لیے وضو کو مقرر فرمایا

کیونکہ اُنکی حرمت سے اُس حلت کی طرف جسکے استعمال سے وضو لازم آجاوے انتقال کرنا کسیقدر سہل اور باعث تسکین خاطر ہے اور میرے نزدیک تو شروع اسلام مین تھا اور بعد کو یہ حکم منسوخ ہوگیا۔

## موزون پر مسح کا بیان

چونکہ وضو کا اُن اعضاء ظاہرہ کے دھونے پر مدار تھا جو جلد جلد گرد وغبار مین آلودہ ہوتے رہتے ہین اور پیر چونکہ موزون کے پہننے سے اعضاء باطنہ مین داخل ہو جاتے ہین اور عرب مین موزون کے پہننے کا بہت دستور تھا اور ہر نماز کے وقت اُنکے اُتارنے مین ایک قسم کی دقت تھی اسلیے نبی صلعم نے پہننے کی حالت مین اُنکا دھونا ساقط کر دیا گیا اور چونکہ تیسیر مین یہ بات داخل ہے کہ جہان امداد کر سکتی ہے وہان کوئی ایسی چیز جسکی وجہ سے نفس کو عادت مطلوبہ سے ذہول نہ ہو اُسمین مطلق العنانی نہو جاوے مقرر کر دیتے ہین لہذا شارع نے اس بات کے حاصل کرنیکے لیے تین باتین اسلیے ساتھ مقرر کر دین ایک تو مسح کی مدت مقیم کے لیے ایک دن رات اور مسافر کے لیے تین دن رات مقرر فرمائے اسلیے کہ ایک دن رات ایسی مدت ہے کہ ارتفاقات کا انتظام اور التزام ہو سکتا ہے بہت سی چیزون کو جسکا التزام کیا جاتا ہے اس مدت کے ساتھ اُنکا التزام رکھتے ہین اور تین دن رات کی مدت بھی ایسی ہی ہے یہ دونون مدتین مسافر اور مقیم کے لیے دفع حرج اور تکلیف کے موافق تقسیم کر دی گئین اور دوسری اسمین شارع نے یہ شرط لگا دی کہ موزون کو طہارت کی حالت مین پہنا ہو تاکہ پہننے والے کے دل مین اسیوقت کی طہارت کا نقشہ رہے اسلیے کہ موزون کی حفاظت مین گرد وغبار کا اثر کم ہوتا ہے اس طہارت کو وہ اُس طہارت پر قیاس کر لیتا ہے اور اس قسم کے قیاسات کا نفس کے تنبیہ مین پورا پورا اثر ہوتا ہے اور تیسرے یہ حکم دیدیا کہ موزون کے اوپر مسح کیا کرین تاکہ پیرون کا دھونا یاد آجاوے اور یہ اسکے لیے بطور نمونہ کے ہو جاوے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے اگر دین مین عقل کو دخل ہوتا تو موزے کے نیچے مسح کرنا اوپر کے مسح کرنے سے زیادہ مناسب تھا۔ مین کہتا ہون چونکہ مسح پیر دھونے کا ایک نمونہ ہے اور اسکے سوا اور کچھ مقصود نہین ہے اور پیچھے کی جانب مسح کرنے مین نہین ہے چلتے وقت موزون کے ملوث ہونے کا گمان غالب ہے تو عقل کا مقتضی یہی ہے کہ اوپر کی جانب مسح کیا جاوے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ اسرار شرعی سے بڑے واقف تھے جیسا کہ آپکے کلام اور آپکے خطبون سے معلوم ہوتا ہے مگر اُنکا مقصود یہ تھا کہ دین مین لوگ رائے کو دخل نہ دین ایسا نہو کہ عوام الناس اپنا دین بگاڑ لین۔

## غسل کرنے کا بیان

غسل کرنے کی ترکیب جیسی کہ حضرت عائشہ اور میمونہ رضی اللہ عنہما نے روایت کی ہے اور امت کا اسپر اتفاق ہے وہ یہ ہے کہ اول پانی کے برتن مین ہاتھ ڈالنے سے قبل اُنکو دھولے بعد ازان اپنے بدن اور شرمگاہ سے نجاست کو دھو ڈالے پھر جسطرح نماز کے لیے وضو کرتے ہین اُسطرح سے وضو کرے اور سر کے بالون مین خوب پانی پہونچاوے اور پھر

تمام بدن پر پانی ڈالے فقط ایک بات مین اختلاف ہے کہ پیرون کو بعد کو دھووے یا پہلے دھولے اور بعضون نے
فرق کیا ہے کہ اگر اُس جگہ غسل کا پانی اکٹھا ہوتا ہے تو پیر بعد کو دھووے ورنہ پہلے دھولے۔ غسل کے اندر پہلے ہاتھ
دھونے کی وجہ تو وہی ہے جو ہم وضو مین بیان کر چکے اور بدن سے نجاست کا دھونا اسواسطے ہے کہ اگر اُسکو پہلے نہ دھولیا
اور تمام بدن کے ساتھ اس نجاست پر بھی پانی بہایا تو پانی کے بہنے سے وہ نجاست بدن پر پھیل کر اور زیادہ ہو جائیگی
اور پھر اُسکے دھونے مین دقت بھی ہوگی اور پانی بھی زیادہ خرچ ہوگا اور نیز یہ غسل محض طہارت حدث کے لیے ہوگا
حالانکہ وہ اسی لیے موضوع ہے۔ اور وضو اسلیے کیا جاتا ہے کہ طہارت کبریٰ کا طہارت صغریٰ پر مشتمل ہونا بہت
مناسب ہے تاکہ دو قسم کی طہارت کرنے سے نفس کو اور زیادہ تنبیہ ہو جاوے اور نیز اول وضو کر لینے سے اُن مواضع مین
پانی خوب پہونچ جاتا ہے جنمین بے تکلف پانی نہین پہونچتا ہے کیونکہ سر کے اوپر پانی ڈالنے سے بہ اطراف پر اچھی طرح
بے تکلف ہی پانی پہونچتا ہے اور پیرون کے بعد مین دھونے کی وجہ یہ ہے کہ بلا فائدہ ایک عضو کا بار بار دھونا لازم
نہ آوے مگر وضو کی صورت پورا کرنے کے لیے تو پیرون کو بھی پہلے دھو لینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ پھر غسل کے
مستحبات ہین جنسے غسل کامل ہوتا ہے یعنے تمام بدن کا تین مرتبہ دھونا اور بدن کا ملنا اور مغابن یعنی جہان بے تکلف
پانی نہ پہونچتا ہے اُنمین خوب پانی پہونچانا اور پردہ کا خوب اہتمام کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خدا تعالے
بڑی حیا اور بڑا پردہ ڈالا ہے ان اللہ حیی ستیر۔ اسکی تفسیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا یہ قول ہے کہ
وہ حیا کو اور پردہ کو پسند کرتا ہے یحب الحیاء والستر۔ اور لوگون سے تو پردہ کرنا واجب ہی ہے اور تنہائی مین بھی
اسکو اسطرح ہونا چاہیے کہ اگر کوئی شخص بوجہ معتاد اسکے پاس سے گذر جاوے تو اُسکا ستر نہ دیکھے مستحب ہے۔ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے مشک مین بسی ہوئی ایک صافی لیکر اُس سے صاف کرلے یعنی حیض کے اثر کو پونچھ ڈال خذی
فرصۃ من مسک فتطہری بہا۔ مین کہتا ہون یہ حکم آپنے کئی وجہ سے دیا ایک تو اسمین پاکی زیادہ پائی جاتی ہے
اسلیے کہ خوشبو بھی بذاتہ طہارت کا کام دیتی ہے اور ہمیشہ خوشبو کا حکم اسواسطے نہین دیا کہ اسمین لوگون پر دقت ہے
اور ایک اس خوشبو کیوجہ سے ایک طرح کی بدبو جو حیض مین ہوتی ہے وہ زائل ہو جاتی ہے اور ایک یہ کہ حیض کا
گذرنا اور طہر کا شروع ہونا اولاد کے لیے کوشش کرنے کا وقت ہے اور خوشبو ایسی چیز ہے جو اس قوت کو اُبھارتی ہے۔
غسل کے لیے پانی کی مقدار ایک صاع سے پانچ مد تک اور وضو کے لیے ایک مد مقرر فرمائی ہے کیونکہ درمیانی بدن کے
لیے یہ ایک کافی مقدار ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ہر ہر بال کے نیچے جنابت ہے اسلیے بالون کو دھو
اور بدن کا میل اُتارو تحت کل شعرۃ جنابۃ فاغسلوا الشعر وانقوا البشرۃ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
اگر جنابت کی حالت مین ایک بال کی جگہ بھی بغیر دھوئے چھوڑ دیگا تو اُس جگہ کے ساتھ ایسا کیا جائیگا من ترک
موضع شعرۃ من الجنابۃ لم یغسلہا فعل بہا کذا وکذا۔ مین کہتا ہون اسکی وجہ وہی ہے جو ہمنے وضو کی استیعاب
کے اندر بیان کی ہے وہ یہ ہے کہ ایک ایک بال کی جگہ کے دھونے مین غسل کے معنی کو ثابت کرنا ہے اور جنابت پر
باقی رہنا اور اُس پر اصرار کرنا دخول نار کا سبب ہے اور جس عضو سے نفس کے اندر یہ اثر پیدا ہوگا اسی عضو کی طرف سے نفس کو

استنفثت حمنۃ فی الاستحاضۃ فامرہا بالکرسف والتلجم وخیرہا بین امرین۔ الخ مین کہتا ہون اصل اس باب مین یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھا کہ استحاضہ صحت کے خلاف ایک امر ہے اور اسمین نماز کا ترک کرنا ایک مدت دراز تک مطلق العنانی کا باعث ہوسکتا ہے تو آپ نے چاہا کہ جو ان لوگونمین مشہور ہے اسی پر اسکو معمول کرنا چاہیے تو آپکو دو باتین معلوم ہوئین ایک تو یہ بات انسے معلوم ہوئی کہ یہ کوئی رگ ہے یعنی کوئی بیماری ہے جسکا دشواری سے معلوم ہوسکتا ہے اور اسکا حال نکسیر کا سا ہے تو جسطرح حالت صحت مین اسکو ہر ماہ کے اندر حیض و طہر ہوا کرتا ہے اسی پر آپ نے اسکو بھی قائم رکھا مگر اسوقت مین حیض کے استحاضہ سے تمیز ضروری ہے تو اسمین یا تو رنگ سے تمیز ہوسکتی ہے جسکا رنگ گہرا ہو مثلاً سیاہ وہ حیض ہے اور یا ان ایام سے کہ جو عورت کا معمول تھے تمیز ہوسکتی ہے اور دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ یہ حیض فاسد ہے پس اسکا حیض ہونا اس بات کا مقتضی ہوا کہ اسکو ہر نماز کے لیے غسل کا حکم دیا جاے اور اگر ہر نماز کے لیے غسل کرنے مین دشواری ہو تو دو نمازوں کے لیے ایک غسل تو ضرور کرے اور چونکہ وہ فاسد حیض ہے اسواسطے نماز کی اس سے ممانعت نہ کی گئی۔ اور گدی کے رکھنے اور اسپر لنگوٹی باندھ لینے مین حکمت یہ ہے کہ وہ خون ایسا ہی تصور کیا جاے کہ جیسے اپنی جگہ ٹھہرا ہوا ہے اور باہر نہین آتا ہے اور تاکہ اسکے کپڑے اور بدن اس سے آلودہ نہو جمہور فقہا نے پہلی بات پر فتویٰ دیا ہے جس صورتمین کچھ دشواری نہو۔

## اس بات کا بیان کہ بے وضو کو اور جنب کو کس چیز کا کرنا جائز ہے اور کس چیز سے اسکو ممانعت ہے

چونکہ شعائر الٰہی کی تعظیم ضروری ہے اور منجملہ شعائر کے نماز اور کعبہ اور قرآن بھی ہین اور بڑی تعظیم ایک یہ ہے کہ بدون طہارت کاملہ اور بدون ایک نئے کام کے جس سے نفس کو تنبیہ ہوجاے آدمی ان چیزون کے پاس جاے اسلیے یہ امر ضروری ہوگیا کہ جبتک آدمی پورے طور سے پاک نہو ان چیزون سے علیحدہ رہے مگر قرآن کی تلاوت کے لیے وضو شرط نہین کیا گیا اسواسطے کہ اگر ہر وقت قرآن کے پڑھنے کے ساتھ وضو کا ہونا شرط کردیا جاتا تو قرآن یاد کرنے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھنے مین بڑی مشکل پڑتی اور اس دروازہ کا کھول دینا اور اسمین رغبت دلانا اور جو شخص قرآن کا یاد کرنا چاہے اسکے لیے آسانی کا کرنا بہت ضروری تھا مگر جنابت کے اندر زیادہ کچھ ضرورت نہ ہوئی اور جنابت کی حالت مین قرآن کا پڑھنا بھی ناجائز قرار دیا گیا اور جنب اور حائض کو مسجد کے اندر جانا بھی جائز نہوا کیونکہ مسجد نماز اور ذکر الٰہی کرنے کی جگہ ہے اور شعائر اسلام سے ہے اور وہ کعبہ کا ایک نمونہ ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھنے مین طہارت شرط نہین کی گئی کیونکہ ہر شے کی تعظیم اسکے مناسب ہوتی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک بشر تھے اور لوازم بشریت مانند حدث اور جنابت وغیرہ کے اورون کی طرح آپ پر بھی طاری ہوتے تھے اسلیے آپکے پاس بیٹھنے مین طہارت کا شرط کرنا قلب موضوع مین داخل تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس مکان مین تصویر ہوتی ہے اسمین فرشتے نہین آتے اور نہ جسمین کتا ہو اور نہ جسمین جنب ہو لا یدخل الملائکۃ بیتا فیہ صورۃ ولا کلب ولا جنب۔ مین کہتا ہون اس سے مراد یہ ہے کہ ملائکہ کو ان چیزون سے نفرت ہے

اور فرشتون کے اندر جو صفات پائی جاتی ہیں یعنی تقدس اور بت پرستوں سے نفرت یہ باتیں اُنکی صفات کی ضد ہیں - اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس شخص کے بارہ مین کہ جسکو رات مین نہانے کی ضرورت ہو جائز فرمایا ہے کہ وضو کر اور اپنے
آلہ کو دھو پھر سو جا مین کہتا ہون چونکہ جنابت کی حالت فرشتون کے شان کے منافی ہے تو مسلمان کو مناسب ہے کہ
ناپاکی کے ساتھ اپنی ضروریات مین مثل سونے اور کھانے کے مشغول نہووے اور اگر غسل نہ کر سکے تو وضو ہی کرے کیونکہ
وہ بھی غسل کی طرح ایک قسم کی طہارت ہے فرق یہی ہے کہ شارع نے اُن دونون کا محل جدا جدا کر دیا ہے -

## تیمم کا بیان

چونکہ خدا تعالی کی عادت جاری ہے کہ بندون پر جو چیز دشوار ہوتی ہے وہ اُسپر سہل فرما دیتا ہے اور تیسیر کی سب سے
بہتر صورت یہ ہے کہ جس چیز کے کرنے مین دقت ہے اُسکو ساقط کر کے اُسکا بدل مقرر کر دیا جاوے تاکہ اُنکے دل ٹھکانہ سے
رہین اور جس چیز کا وہ نہایت درجہ التزام کر رہے تھے دفعتاً اُسکے ترک کر دینے سے اُنکے دل متردد اور پریشان نہون اور
ترک طہارت کے عادی نہو جائین اسواسطے خدا تعالے نے مرض اور سفر کی حالت مین وضو اور غسل کو ساقط فرما کر
اُسکی جگہ تیمم کو مقرر فرمایا اور جب ایسا ہوا تو ملاء اعلی مین تیمم کے وضو اور غسل کی جگہ قائم مقام کرنیکا حکم شائع کیا گیا اور
منجملہ طہارات کے تیمم بھی بوجہ مشابہت کے ایک قسم کی طہارت ٹھہر گیا یہ حکم بھی منجملہ اُن بڑے بڑے امور کے ہے جنکی وجہ سے
ملت مصطفویہ تمام ملل سابقہ مین ممتاز ہے جسکی نسبت حضور صلی اللہ علیہ نے فرمایا ہے جب ہمکو پانی نہ ملے تو اُسکے
عوض (یعنی زمین کی خاک) ہمارے لیے باعث طہارت بنادی ہے جعلت تربتہا لنا طہورا اذا لم نجد الماء مین
کہتا ہون اسلئے واسطے زمین اسلیئے خاص کی گئی کہ زمین کہین ناپید نہین ہوتی تو یہی ایک چیز اس قابل ہے جس سے
لوگون کی دقت رفع ہو سکتی ہے اور ایک بات یہ بھی ہے کہ بعض چیزین بجاے پانی کے مٹی سے ہی پاک ہو جاتی ہین جیسے
تلوار یا موزہ وغیرہ اور نیز اُسکے استعمال کرنے مین خاکساری اور ذلت پائی جاتی ہے جیسے مُنھہ پر خاک ڈال لی اور ذلت کی
شان طلب عفو کے مناسب ہے اور غسل اور وضو کے تیمم مین کچھ فرق نہ کیا گیا اور غسل کے تیمم مین تمام بدن پر خاک ملنا
نہین مقرر کیا گیا کیونکہ جس چیز کا مقصد بظاہر عقل مین نہ آوے اُسکو بالخاصیت موثر سمجھنا مناسب ہوتا ہے بالقدر
انکا اطمینان خاطر اسی تیمم سے ایسے موقع پر ہو سکتا ہے اور دوسرے تمام بدن کا خاک مین بھر لینا بھی دقت سے خالی نہین
اسلئے مقرر کرنے سے پورا حرج رفع نہو سکتا تھا - اسقدر سردی بھی کہ جسمین وضو کرنے سے مضرت کا یقین ہو مرض کے
حکم مین ہے عمرو بن عاص نے جو حدیث روایت کی ہے وہ اسپر دلیل ہے اور سفر مین اصل مین تیمم کی قید نہین بلکہ وہ
پانی کے نہ ملنے کی ایک صورت ہے سفر سے پانی کا نہ ملنا بظاہر سمجھہ مین آسکتا ہے تیمم کے اندر پیرون پر ہاتھ پھیرنے کا
حکم نہین دیا گیا اسواسطے کہ پیر تو خود ہی گرد و غبار مین بھر جاتے ہین اور حکم ایسی چیز کا دیا جاتا ہے جو پہلے سے نہ پائی جاتی ہو
تاکہ نفس کو اُسکے کرنے سے تنبیہ پائی جاوے -

اب تیمم کرنے کی ترکیب منجملہ اُن چیزون کے ہے کہ جنمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم کرنے کا طریقہ مختلف

واقع ہوا ہے۔ طریقہ محدثین کے مکمل ہونے سے قبل فقہاء تابعین وغیرہم کا قول یہ ہے کہ تیمم دو مرتبہ زمین پر ہاتھ ماریکا نام ہے ایک مرتبہ منھ کے لیے اور ایک مرتبہ ہاتھوں کے لیے کہنیوں تک اب باقی رہیں احادیث جو اس باب میں آئی ہیں سو ان سب میں صحیح حدیث وہ ہے جو عمار سے روایت کی ہے کہ تجکو اسقدر کافی ہے کہ اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے پھر انکو جھاڑ دے اور دونوں ہاتھ منھ پر اور ہاتھوں پر پھیر لے انما کان یکفیک ان تضرب بیدیک الارض ثم تنفخ فیہما ثم تمسح بہما وجہک وکفیک۔ اور حدیث ابن عمر سے مروی ہے کہ تیمم دو ضربے ہیں ایک ضربہ منھ کے لیے اور ایک دونوں ہاتھوں کے لیے کہنیوں تک التیمم ضربتان ضربۃ للوجہ وضربۃ للیدین الی المرفقین اور دونوں طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل مروی ہے اور دونوں حدیثوں میں تطبیق کی صورت ظاہر ہے کیونکہ ملفقات کا لفظ اسی بات کی طرف اشارہ کر رہا ہے یعنی ادنیٰ درجہ تیمم کا ایک ضربہ ہے اور دو ضربے سنت کا درجہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کی یہ بھی تاویل ہو سکتی ہے کہ آپ نے حضرت عمار کو یہ بات تعلیم فرمائی ہو کہ تیمم کے لیے زمین پر ہاتھ مارنے سے جو ہاتھوں کو لگ جائے اسکا بدن پر ملنا مقرر کیا گیا ہے یہ مقصود نہیں ہے کہ خاک میں بدن کو بھر لیا جائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود اس سے مقدار عضاء یا عدد ضربی کا بیان کرنا نہو اور اسیطرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمار سے فرمایا ہے وہ بھی اسی معنی پر محمول ہو سکتا ہے اور بہ نسبت تمرغ یعنی بدن کے خاک میں بھر لینے کے اسکا حصر کرنا مقصود ہو۔ اور ایسے مسئلہ میں انسان کو اس قول پر عمل کرنا چاہیے جسکی وجہ سے یقینا وہ بری الذمہ ہو جائے

حضرت عمر اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما کے نزدیک جنابت سے تیمم درست نہیں ہوتا اور وہ آیۃ اولامستم النساء کو لمس پر محمول کرتے ہیں اور انکے نزدیک عورت کو ہاتھ لگانے سے وضو جاتا رہتا ہے مگر عمران اور عمار کی حدیث اسکے خلاف پر دلالت کرتی ہے۔

اور میں نے کسی حدیث صحیح میں اس بات کی تصریح نہیں دیکھی کہ ہر وقت کی نماز فرض کے لیے جدا تیمم کرنے کی ضرورت ہے اور نہ یہ کہ غلام آبق کو تیمم درست نہیں ہے اور اسی قسم کی باتیں اور یہ فقط تخریجات کے قبیلہ سے ہیں اگر کوئی شخص زخمی ہو تو اسکے واسطے آنحضرت صلی اللہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ اسکو اسیقدر کافی ہے کہ تیمم کرے اور اپنے زخم پر پٹی باندھ لے اور اسپر ہاتھ پھیرے اور باقی بدن کو دھو ڈالے انما کان یکفیہ ان یتیمم ویعصب علی جرحہ خرقۃ ثم یمسح علیہا ویغسل سائر جسدہ۔ میں کہتا ہوں اسکی وجہ یہ ہے کہ تیمم جسطرح تمام بدن کا بدل ہے اسی طرح ایک عضو کا بدل ہے اسواسطے کہ اسکا حال ایسا ہے جیسے کوئی موثر بالخاصیت شے کا حال ہوتا ہے اور آیتین مسح کرنے کا حکم اور اسکی وجہ موزوں کے مسح میں ہم بیان کر چکے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مٹی مسلمان کے لیے وضو کا پانی ہے اگر دس برس تک اسکو پانی نملے ان الصعید الطیب وضوء المسلم ولو لم یجد الماء عشر سنین میں کہتا ہوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس فرمانے سے تردد اور وہم کے دروازہ کا بند کرنا مقصود ہے کیونکہ اکثر ایسی باتوں میں بہت سے وہمی لوگ فکر اور تردد کیا کرتے ہیں اور خدا تعالےٰ کی رخصت کو نہیں مانتے۔

## پاپخانہ مین جانے کے آداب کا بیان

یہ آداب کئی باتون مین منحصر ہین ایک تو قبلہ کی تعظیم جسکی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین جب تم پاخانہ کے لیے آؤ تو قبلہ کو
منہہ مت کرو اور نہ پیٹھ کرو اذا اتیتم الغائط فلا تستقبلوا القبلۃ ولا تستدبروہا اور اسمین ایک علت اور بھی ہے وہ یہ کہ دل کے اندر
خدا تعالی کی عظمت کا ہونا چونکہ ایک باطنی امر ہے اسواسطے ظاہر مین بھی کوئی قرینہ تو تعظیم قلبی کا قائم مقام ہونا چاہیے ضرور ہے شرائع متقدمہ مین تو
عبادتخانون کے اندر جو خدا کی عبادت کے لیے بنائے جاتے تھے وہ شعائر الہی و شعائر دین متعین ہوتے تھے جنکا ادب کا ظاہر ہوتا ہے یہان بھی کعبہ
قبلہ کو جناب الہی سے ہونے اور تکبیر کو اسکا قرب اور عظمت سے مقرر فرمایا پس جانب قبلہ کی طرف منہہ کرنا تعظیم قلبی اور یاد الہی مین
جمع خاطر ہونے کا قائم مقام ٹھہرا اور قائم مقام ہونے کی وجہ یہ ہوئی کہ یہ ہیئت خدا تعالی کی یاد دلاتی ہے اسواسطے حضور
نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حکم سے اس بات کا استنباط فرمایا کہ یہ ہیئت تعظیم الہی کے لیے مخصوص ہے اور جو ہیئت
نماز کی ہیئت سے بالکل منافی اور اسکی ضد ہے (یعنی پاخانہ کی ہیئت) اسمین قبلہ کو منہہ نہ کیا جاوے مگر آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کو بعض موقعہ لوگون نے قبلہ کو رخ مبارک یا پشت مبارک کیے ہوے دیکھا ہے اور دونون مین تطبیق یا پہلو
لگی ہے کہ میدان مین تو پاخانہ کرنے کی حالت مین قبلہ کو رو یا پشت کرنا منع ہے اور مکانون مین منع نہین ہے اور
بعضون نے یہ تطبیق کی ہے کہ یہان نہی کراہت کے لیے ہے اور یہی تطبیق بظاہر مناسب معلوم ہوتی ہے ۔

منجملہ ان کے ایک پورے طور پر صفائی کا کرنا ہے اسواسطے تین پتھرون سے کم یعنی تین دفعہ سے کم استنجا کرنے سے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کیونکہ بظن غالب جبتک تین دفعہ نجاست صاف نکیجاے نجاست دور
نہین ہوتی اور پتھر سے استنجا کرنے کے ساتھ پانی سے بھی استنجا مستحب ہے ۔ اور ایک ایسی جگہ جاے ضرور کو جانے سے
احتراز کرنا چاہیے کہ جسمین لوگون کو تکلیف ہو جیسے سایہ کی جگہ ہے اور وہان لوگ آرام پاتے ہین یا لوگون کی آمد رفت
اور راستہ ہے یا انکی باتین کرنے کی جگہ ہے یا انکا ہوا پانی ہے ایسی جگہ پاخانہ کو بیٹھنا خلاف ادب ہے اور ہڈی سے
استنجا کرنا بھی اسمین داخل ہے کیونکہ وہ جنات کی غذا ہے اور ایسے ہی جتنی لوگون کے انتفاع کی چیزین ہین انکا
یہی حکم ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرماکر لعنت کرنیوالون سے ڈرو اتقوا اللاعنین اس بات کو سمجھا دیا کہ اسکے اندر
حکمت لوگون کی لعنت ملامت اور انکی ایذا پہونچنے سے بچنا ہے یا اسمین لوگون کو تکلیف نہین پہونچتی مگر خود اپنی ذات
کو ضرر پہونچنے کا احتمال ہے جیسے سوراخون مین پیشاب کرنا کیونکہ اکثر وہ سانپ وغیرہ کا سوراخ ہوتا ہے اور وہ اسمین سے نکلکر
کاٹ کھاتا ہے اور منجملہ آداب کے ایک محاسن عادات کو عمل مین لانا ہے کہ اپنے داہنے ہاتھ سے استنجا نکرے اور پیشاب کے مقام کو
داہنے ہاتھ سے نہ پکڑے اور گوبر سے استنجا نکرے اور استنجا کرنے مین عدد طاق کو اختیار کرے ۔ ازانجملہ ایک پردہ کا اہتمام ہے
کہ لوگون سے دور ہو کر استنجا کو جاوے تاکہ کسی قسم کی آواز کو لوگ نہ سنین اور بدبو کا اثر ان تک نہ پہونچے اور اسکا ستر
نہ دیکھین اور جبتک زمین کے قریب نہو جاوے بدن نکھولے اور جہان درخت وغیرہ اکٹھے کھڑے ہون جنسے اسکا پیچھے کا
بدن لوگ نہ دیکھ سکین وہان پاخانہ کے لیے بیٹھے اگر کچھ چیز پردہ کی نہو تو ریت کی ایک ڈھیری لگالے اور اسکی طرف پشت
کرکے بیٹھ جاوے کیونکہ شیطان انسانون کے استنجا کرنے کی جگہ شیطنت کرتا رہتا ہے اسواسطے کہ شیطان کی جبلت مین

افکار فاسدہ اور افعال ناشائستہ داخل ہیں۔ از انجملہ کپڑے اور بدن کا نجاست سے بچانا ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص پیشاب کرنا چاہے تو پیشاب کے لیے جگہ تلاش کرے اذا اراد احدکم ان یبول فلیرتد لبولہ از انجملہ وسواس کا دور کرنا ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے پس کوئی شخص تم میں سے اپنے نہانے کی جگہ پیشاب نکرے کیونکہ اکثر وسوسے اسی سے ہوتے ہیں فلا یبولن احدکم فی مستحمہ فان عامۃ الوسواس منہ اور حضرت عمرؓ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کھڑے ہوکر پیشاب کرنا اسواسطے مکروہ ہے کہ اول تو اس سے چھینٹیں بدن اور کپڑوں پر آتی ہیں دوسرے بے تہذیبی ہے اور عادات حسنہ سے بالکل خلاف ہے اور ستر کے کھلنے کا بھی اسمین احتمال قوی ہے اور فرمایا ہے پاخانے شیاطین وغیرہ کے موجود رہنے کی جگہ ہین اسلیے جب کوئی پاخانہ مین آیا کرے وہ یہ کہہ لیا کرے اعوذ باللہ من الخبث والخبائث ان الحشوش محتضرۃ فاذا اتی احدکم الخلاء فلیقل اعوذ باللہ من الخبث والخبائث۔ اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پاخانہ سے باہر آیا کرتے تو یہ کہتے تھے غفرانک مین کہتا ہون پاخانہ کو جانے وقت اعوذ باللہ من الخبث والخبائث پڑھنا مستحب ہے کیونکہ اس جگہ شیاطین مجتمع رہتے ہین اسلیے کہ نجاست انکو بھاتی ہے اور پاخانہ سے نکلتے وقت غفرانک کہنا مستحب ہے کیونکہ پاخانہ مین ذکر الٰہی ترک ہوجاتا ہے اور شیاطین سے مخالطت کا وقت ہوتا ہے اس سے مغفرت مانگنی مناسب ہے اور ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو قبرون مین عذاب ہونے کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ ان دونومین ایک تو پیشاب کرتے ہی کھڑا ہوجاتا اور استبرا نکرتا تھا اما احدھما فکان لا یستبرئ من البول الحدیث۔ مین کہتا ہون استبراء واجب ہے اور اسکی صورت یہ ہے کہ پیشاب کرکے کچھ دیر ٹھہر کا رہے اور زور کرکے ذرا ذرا پیشاب نکالدے یہانتک کہ اسکو اس بات کا یقین ہوجائے کہ اب کوئی قطرہ پیشاب کا اسکے بدن مین باقی نہین رہا۔ اور اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ نجاست سے احتیاط نکرنا اور ناپاکی مین رہنا اور ایسے کام کرنا جس سے لوگونمین بگاڑ پڑے عذاب قبر کے باعث ہوتے ہین۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک شاخ کو بیچ مین سے چیر کر ہر ایک قبر مین اسکو گاڑ دینا یہ ان مردون کے حق مین شفاعت مفیدہ تھا کیونکہ انکے لیے کافر ہونیکی وجہسے شفاعت مطلقہ ناممکن تھی۔

## خصال فطرت اور انکی متعلق اور باتون کا بیان

حضور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے دس باتین فطرت مین داخل ہین مونچھون کا ترشوانا اور داڑھی کا بڑھانا اور مسواک کرنا اور ناک مین پانی چڑھانا اور ناخن ترشوانا اور جہان جہان میل اکٹھا ہوجاتا ہے ان مواضع دھونا اور بغل کے بال اکھاڑنے اور موئے زیر ناف کا مونڈنا اور انتقاص الماء یعنی پانی سے استنجا کرنا۔ راوی کہتا ہے دسوین بات مجھسے بھول گئی مگر شاید وہ مضمضہ ہو عشر من الفطرۃ قص الشوارب واعفاء اللحیۃ والسواک والاستنشاق بالماء وقص الاظفار وغسل البراجم ونتف الابط وحلق العانۃ وانتقاص الماء یعنی الاستنجاء قال الراوی ونسیت العاشرۃ الا ان تکون المضمضۃ۔ مین کہتا ہون یہ طہارتین حضرت ابراہیم علیہ السلام سے

منقول ہین اور تمام امم حنیفہ مین برابر جاری ہین اور انکے دلون کو بھاگئی ہین اور یہ باتین انکی صمیم اعتقاد مین داخل ہوگئی ہین انھین پر انکی زندگی ہے اور انھین پر انکی موت ہے قرناً بعد قرن لہذا انکا نام فطرت رکھا گیا ہے اور ملت حنیفہ کے یہ شعائر ہین اور ملت کے لیے شعائر ہونے بھی ضروری ہین تاکہ انسے اس امت کی شناخت ہوسکے اور لوگون سے ان باتون پر مواخذہ کرسکین تاکہ انکی نافرمانی اور فرمانبرداری بظاہر معلوم ہوجاے اور شعائر بھی اس قسم کی چیزین ہی ہوتی ہین کہ جو کثرت سے پائی جائین اور بار بار وقوع مین آتی رہین اور ظاہر ہین معلوم ہوسکین اور انمین بہت سے فوائد ہین کہ لوگونکے ذہن ان فوائد کو پورے پورے طور پر مانتے ہین یہان پر اجمالاً ان فوائد کا بیان کیا جاتا ہے وہ یہ ہین کہ آدمی کے بدن سے جو بعض مواضع مین بال نکلتے ہین تو انکا قلب پر وہی اثر پڑتا ہے جو احداث سے پیدا ہوتا ہے یعنی انقباض قلب و ملادت وغیرہ اور اسیطرح سر اور داڑھی کے بالون کا پراگندہ اور خراب خستہ ہونا اس باب مین انسان کو اطبا کے کلام پر نظر کرنی چاہیے کہ انھون نے سینے اور خارش اور اسی قسم کے امراض جلدیہ کے متعلق بیان کیا ہے کہ ایسے بیمار لوگون کے قلب کے اندر ملال اور حزن رہتا ہے اور اسکا نشاط جاتا رہتا ہے۔ اور داڑھی ایسی چیز ہے کہ اس سے بڑے چھوٹے تمیز ہوسکتی ہے اور مردون کے لیے ایک قسم کا جمال اور انکی شکل کی پوری آرایش والی ہے اسواسطے اسکا بڑھانا ضروری امر ہے اور اسکا ترشوانا مجوس کا طریقہ ہے اور اسمین خلق الٰہی کی تغیر بھی پائی جاتی ہے اور اسکی وجہ سے بڑے بڑے سردار اور خاندانی لوگ رذیل لوگونمین شامل ہوجاتے ہین اور جسکی مونچھین بڑی بڑی ہوتی ہین جب وہ کچھ کھاتا یا پیتا ہے اسمین بھر جاتی ہین اور میل کچیل مین آلودہ رہتی ہین اور یہ مجوس کا طریقہ ہے جسکی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مشرکون کی مخالفت کرتے رہو مونچھین تو ترشواؤ اور ڈاڑھیان بڑھاؤ خالفوا المشرکین قصوا الشوارب واعفوا اللحیٰ اور مضمضہ کرنے اور ناک مین پانی پہونچانے اور مسواک کرنے سے بدبو اور میل وغیرہ دور ہوجاتا ہے اور ختنہ کی کھال ایک زائد عضو ہوتا ہے اسمین میل اکٹھا ہوجاتا ہے اور پیشاب کے قطرے اسمین رک جاتے ہین علاوہ برین جماع مین خوب لذت نہین آتی اور توریت مین لکھا ہے کہ ختنہ خدا تعالے کے ابراہیم اور انکی اولاد پر نشانی ہے اسکے یہ معنی ہین کہ بادشاہون کا قاعدہ ہے کہ جن غلامون کا آزاد کرنا انکو منظور نہین ہوتا یا جو انکی خاص خاص گھوڑے وغیرہ ہوتے ہین انکے اوپر کچھ علامت کردیتے ہین تاکہ اورون سے وہ متمیز ہوجائین اسی طرح سے ختنہ خدا تعالی کی طرف سے بندون پر علامت ہے اور شعائر ایسے ہین کہ انمین تغیر اور شبہہ ہونا بہت مشکل ہے اور انتقاص الما سے پانی سے استنجا کرنا مراد ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے رسولون کے طریقے مین سے چار باتین ہین حیا اور ایک روایت مین ختنہ کرنا آیا ہے اور خوشبو لگانا اور مسواک کرنا اور نکاح کرنا اربع من سنن المرسلین الحیاء و یروی الختان والتعطر والسواک والنکاح۔ میرے نزدیک یہ سب باتین طہارت کے قبیلے سے ہین حیا تو بے غیرتی اور بیہودگی اور فواحش کے ترک کرنے کا نام ہے اور ان باتون سے نفس مین پلیدی اور تکدر پیدا ہوجاتا ہے اور خوشبو لگانے سے نفس کے اندر سرور اور فرحت پیدا ہوتی ہے اور طہارت پر اس سے بہت بڑی تنبیہ ہوتی ہے اور نکاح سے عورتون کی طرف سے نفس کو طہارت حاصل ہوجاتی ہے اور عورتون کے وسوسے جو نفس کو اس شہوت کے پورا کرنے کی طرف

برانگیختہ کرتے ہیں ویسے جاتے رہتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اگر میں اپنی امت پر دشوار نہ جانتا
تو انکو ہر نماز کے لیے مسواک کرنے کا حکم دیتا لولا ان اشق علی امتی لامرتہم بالمسواک عند کل صلوۃ - میں کہتا ہوں
اس سے یہ مراد ہے کہ اگر حرج کا ڈر نہ ہوتا تو مسواک کو وضو کی طرح نماز کے لیے شرط کر دیتا اور اسی طور کی بہت سی حادیث
اس باب میں وارد ہوئی ہیں جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کو حدود شرعیہ میں
دخل ہے اور حدود شرعیہ کا مدار مقاصد پر ہے اور امت سے حرج کا رفع کرنا ہمارے اصول سے ہے جن پر شرائع کی بنا ہے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مسواک کرنے کی کیفیت راوی بیان کرتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مسواک کرتے
وقت اُع اُع کی آواز آیا کرتی تھی جیسے قے کرنے والا کرتا ہے میں کہتا ہوں آدمی کو چاہیے کہ خوب اچھی طرح
منہ کے اندر مسواک کرے اور حلق اور سینہ کا بلغم خوب نکالے اور خوب طرح مسواک کرنے سے قلاع جاتا رہتا ہے اور آواز
صاف ہو جاتی ہے اور منہ خوشبودار ہو جاتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مسلمان پر لازم ہے کہ
ہر ہفتہ میں ایک دن نہایا کرے اور اسمیں اپنا بدن اور سر دھو ڈالا کرے حق علی کل مسلم ان یغتسل فی کل سبعۃ
ایام یوما یغسل فیہ جسدہ وراسہ - میں کہتا ہوں ہر ہفتہ میں ایک مرتبہ غسل کرنا جو ایک مستقل سنت ہے کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میل کچیل سے پاک رہنے کے لیے مقرر فرمایا ہے اور تاکہ نفس کو صفت طہارت پر تنبیہ ہوتی رہے
اور جمعہ کی نماز کے ساتھ بالقصد اسکو اسواسطے مقرر کر دیا گیا ہے تاکہ ہر ایک دوسرے سے مکمل ہو جاوے علاوہ برین جمعہ
نماز کی اسمیں عظمت پائی جاتی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم چار چیزوں سے غسل فرمایا کرتے تھے ایک تو جنابت سے
اور ایک جمعہ کے روز اور ایک پچھنے لگوانے کے بعد اور مردے کے نہلانے کے بعد میں کہتا ہوں کہ پچھنے لگوانے میں
تو یہ وجہ ہے کہ اسمیں خون اکثر بدن کو لگ جایا کرتا ہے اور خون کے ایک ایک نقطہ کا جدا جدا دھونا دشوار ہوتا ہے
دوسرے یہ کہ سینگیوں سے خون کا چوسنا خون کو ہر طرف سے کھینچ لاتا ہے اور اس خاص عضو سے خون کے کم ہونے کا نفع نہیں ہوتا
اور غسل کر لینے سے خون کو ایک قسم کا انجماد ہو جاتا ہے اور اطراف سے اسکا انجذاب موقوف ہو جاتا ہے اور
غسل میت سے نہانے کی وجہ یہ ہے کہ اسمیں نہلانے والے کے بدن پر چھینٹیں بہت سی پڑ جایا کرتی ہیں اور میں
ایک شخص کے پاس جانکندنی کے وقت بیٹھا تو جو ملائکہ ارواح کے قبض کرنے کے لیے متعین ہیں حاضرین کی روح پر
بھی ایک عجیب قسم کی تکلیف انسے پہونچتے ہوئے معلوم ہوئی اس سے میں سمجھ گیا کہ حالت کا بدل دینا جس سے
نفس کو ایک دوسری حالت پر جو پہلی کے مخالف ہے تنبیہ ہو جاوے بہت ضروری ہے (اور غسل سے تنبیہ ہوتی ہے)
ایک شخص اسلام لایا تو اسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی اور بیر کے پتون سے نہانے کا حکم دیا اور دوسرے
کسی شخص سے فرمایا کفر کی علامت اپنی آپ سے دور کر دے میں کہتا ہوں اسمیں بھید یہ ہے کہ اسکو ظاہر میں ایک چیز
باہر آجانا متمثل ہو جاوے - واللہ اعلم -

## پانیون کے احکام کا بیان

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تم میں سے کوئی شخص پیشاب نہ کرے کہ ٹھہرے ہوئے پانی میں جو بہتا نہیں ہے

پیشاب کرے اور پھر اُسمین غسل کرے لا یبولن احدکم فی الماء الدائم الذی لا یجری ثم یغتسل فیہ - مین کہتا ہون اسمین
دونون باتون سے نہی ہے یعنی پانی مین پیشاب کرنے سے بھی اور پھر اُسمین غسل کرنے سے بھی جیسے حدیث شریف مین
آیا ہے دو شخص پاخانہ کیلیے اپنا ستر کھولکر باتین کرتے ہوے نہ نکلین کیونکہ خدا تعالے اُس سے ناخوش ہوتا ہے اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے جو فقط پانی مین پیشاب کرنے اور فقط اُس پانی مین غسل کرنے سے نہی مروی ہے اُس سے یہ مضمون
ثابت ہوتا ہے اور اسمین حکمت یہ ہے کہ انمین سے ہر ایک بات وہ ہے کہ اس بات سے خالی نہین ہے یا تو اسمین سے
پانی کا تغیر لازم آتا ہے اور یا وہ پانی کے متغیر ہونے کا سبب ہوتا ہے کہ جب اُسکو لوگ پیشاب کرتا ہوا یا نہاتا ہوا دیکھینگے
تو وہ بھی ایسا ہی کرینگے اور وہ بھی منجملہ بعض صورتون کے ہے جنکی نسبت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لعنت
کرنیوالے سے ڈرو مگر جبکہ وہ پانی جاری کیا ہوا یا ہو جاری ہو تو اسکا حکم جدا ہے مگر بہتر وہان بھی یہی ہے کہ ان
باتون سے پرہیز کرے۔

اور آب مستعمل کہ جسکو کوئی قوم طہارت مین استعمال کیا کرتی تھی اور وہ مہجور اور متروک سا ہو گیا تھا آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے اُسکو اُسی حال پر رکھا کہ جیسا اُنکے نزدیک تھا اور اُسکی طہارت مین شک نہین ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب پانی قلتین تک پہونچ جاتا ہے تو پھر اوسکو ناپاکی کو نہین آنے دیتا ہے اذا بلغ الماء قلتین
لم یحمل خبثا - مین کہتا ہون کہ اُس سے معنوی ناپاکی مراد ہے کہ جسکو شرع ناپاک کہتی ہے عرف اور عادت کے اعتبار سے
ناپاکی مراد نہین ہے اور جبکہ نجاست کیوجہ سے پانی کے کسی بات مین فرق آجاوے اور کمیت اور کیفیت کے اعتبار سے
نجاست کا اُسپر غلبہ ہو جاوے تو وہ اس سے خارج ہے اور قلتین کو کثیر اور قلیل پانی کے اندر حد فاصل ایک ضروری
امر ہونیکی وجہ یہ ہے کہ اُسکے بغیر چارہ ہی نہین ہے اور تحکما بالکل ہے یہ جو مقرر نہین کی ہے اور تمام مقادیر شرعیہ کا
حال ایسا ہی ہے کسی کے اندر تخمینے اور اٹکل کو دخل نہین دیا گیا اور وہ ضروری امر یہ ہے کہ پانی کے رہنے کی دو جگہ ہین
ایک تو معدن اور ایک برتن معدن تو کنوئین اور چشمے ہین اور حوض بھی انھین مین شامل ہے اور برتن مشک
اور گھڑا اور طشت اور مخضب اور لوٹا اور معدن تو ایسی چیز ہے کہ اُسکے ناپاک ہونے سے بڑا ضرر ہو جاتا ہے اور اُسکے
پانی کھینچنے مین بڑی دقت اٹھانی پڑتی ہے اور برتن تو وہ پھر بھی جایا کرتے ہین اور اُنکا پانی اوندیلنے مین کچھ دقت
نہین ہو سکتی علاوہ بریں معادن کے لیے ڈھکن نہین ہوتا اور اُس پانی کو جانورون کے گوبر اور درندون کے منھ ڈالنے سے
نہین محفوظ رہ سکتے ہین اور برتنون کے محفوظ رکھنے اور ڈھکے رہنے مین کچھ زیادہ دقت نہین ہے بجز اُن جانورون کے
جو گھرون مین پھرتے رہتے ہین اور نیز معادن مین پانی کثرت سے ہوتا ہے بہت سی نجاست کا بھی اُسمین پتہ نہین لگتا
اور اُسکا کچھ اثر نہین ہوتا بخلاف برتنون کے اسواسطے یہ بات ضروری ہوئی کہ معدن کا حکم اور ہو اور ظروف کا اور حکم ہو
اور معادن مین اُن چیزون کی معافی دیجاے کہ ظروف مین جنکی معافی نہین ہے اور معدن اور ظروف مین سواے
قلتین کے کوئی چیز حد فاصل نہین ہو سکتی ہے اسواسطے کہ کنوان اور چشمہ قلتین سے تو کسیطرح کم ہو ہی نہین سکتا اور جو
پانی قلتین سے کم ہو اُسکو نہ حوض کہتے ہین نہ تالاب کہتے ہین بلکہ اُسکو ڈھکتے ہین اور اگر دو قلہ پانی ہموار زمین مین

تو غالباً پانچ بالشت چوڑی اور سات بالشت لانبی جگہ مین آتا ہے اور وہ حوض کا ادنی درجہ ہے اور عرب مین سب سے
بڑا برتن پانی کے رکھنے کا قلہ ہوتا ہے اور نمین اس سے بڑا کوئی برتن نہین معلوم ہوتا اور قلے بھی سب برابر نہین ہوتے بعض ڈیڑھ قلہ کے برابر
ہوتے ہین بعض سوا کے بعض اک تہائی کے لیکن ایک قلہ دو کے برابر نہین ہوتا پس قلتین یعنی دو قلہ کی مقدار ایسی ہے کہ کوئی برتن اس مقدار کو
نہین پہونچتا اور کوئی معدن اس سے کم نہین ہوتا اسواسطے آب قلیل اور آب کثیر کے اندر قلتین کی مقدار حد فاصل قرار پائی اور جو قلتین کا قائل نہین
جیسے مالکیہ نے بھی آب کثیر کا اندازہ قلتین کے قریب قریب سے کیا ہے پاگل کے کنوون مین ونٹ کی مینگنی کے برابر نجاست کا
معافی کا حکم دیا ہے یہان سے انسان کو معلوم کرنا چاہیے کہ حدود شرعیہ ایسی ایسی ضروری صور تو مین قائم کی گئی ہین
کہ انکے بغیر لوگون کو چارہ ہی نہین ہو سکتا اور انکے سوا کسی کی عقل مین آ ہی نہین سکتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے پانی پاک کرنیوالا ہے کوئی چیز اسکو ناپاک نہین کر سکتی الماء طهور لا ینجسه
شئی۔ اور فرمایا ہے پانی ناپاک نہین ہوا کرتا الماء لا یجنب۔ اور فرمایا مومن ناپاک نہین ہوتا المومن لا ینجس اور
اسی قسم کی خبر احاد مروی ہین کہ بدن ناپاک نہین ہوتا اور زمین ناپاک نہین ہوتی ان البدن لا ینجس وان الارض لا تنجس
مین کہتا ہون ان سب سے نجاست خاص کی نفی مراد ہے جو قرائن حالیہ و مقالیہ سے مفہوم ہوتی ہے۔ پانی کے ناپاک
نہونے سے تو یہ مراد ہے کہ معادن نجاست کے پڑنے سے جب نجاست اسمین سے نکالکر پھینک دیجاے اور پانی کی کوئی
صفت بھی نہ بدلے اور اسکا اثر ظاہر نہو تو ناپاک نہین رہتے اور بدن کو کیسے ہی ناپاکی لگ جاے جب دھو ڈالو پاک کا
پاک ہو جاتا ہے ناپاک نہین رہ سکتا اور زمین بھی کیسی ہی ناپاک ہو مینہ کے برسنے اور دھوپ کے پڑنے اور خلقت کے
اسپر چلنے پھرنے سے صاف ستھری ہو جاتی ہے نجاست کا نام بھی نہین رہتا اور بیر بضاعہ مین کوئی گمان کر سکتا ہے
کہ اسمین نجاستین پڑی رہا کرتی تھین کسی طرح یہ گمان نہین ہو سکتا اسواسطے کہ ایسی چیز سے بنی آدم کو ذاتی اجتناب
ہوتا ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کسطرح اسکا پانی پی سکتے تھے بلکہ جسطرح ہمارے زمانہ مین کنوون کے اندر نجاستین
پڑ جاتی ہین اور قصداً کوئی انکو نہین ڈالتا اسیطرح اسمین بھی نجاستین پڑ جاتی تھین اور پھر نکالکر پھینک دیا کرتے تھے
پھر جب اسلام آیا تو انھون نے طہارت شرعیہ کا جو انکی طہارت سے علاوہ ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو
آپنے فرمایا پانی پاک کرنیوالی چیز ہے کوئی چیز اسکو ناپاک نہین کر دیتی یعنی اسکا ناپاک ہونا وہی ہے جو تم بھی جانتے ہو
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام مین یہ کوئی تاویل یا صرف عن الظاہر نہین ہے بلکہ عرب کا کلام اسیطرح ہوتا ہے
دیکھو خدا تعالے فرماتا ہے کہدے میں پاس جو وحی کیا گیا ہے اسمین کھانیوالے کے لیے کوئی کھانے کی چیز مین حرام
نہین پاتا۔ مگر اخیر آیت تک قُل لَّا أَجِدُ فِيمَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَىٰ طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلَّا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جن چیزون مین
تم جھگڑتے رہتے ہو انمین مین کوئی حرام چیز نہین پاتا مگر الخ اور جب کوئی شخص کسی طبیب سے کسی چیز کے استعمال کرنے کو
دریافت کرے اور وہ کہے کہ اسکا استعمال جائز نہین ہے تو اس سے یہ بات معلوم ہو سکتی ہے کہ اسکی مراد صحت بدنی کے
اعتبار سے اسکے استعمال کا ناجائز ہونا ہے اور جب فقیہ سے کسی امر کی بابت دریافت کیا جاے اور وہ اسکا ناجائز ہونا
بیان کرے تو اسکی مراد عدم جواز سے عدم جواز شرعی کا ہونا معلوم ہو جاتا ہے اللہ پاک فرماتا ہے حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ

تو اس سے حرمت نکاح مراد ہے اور فرماتا ہے حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ - اس سے حرمت اکل مراد ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا ہے بدون ولی کے نکاح نہین ہوتا لا نکاح الا بولی - تو اس سے مراد یہی ہے کہ شرع مین جائز نہین ہوتا یہ مراد نہین ہے کہ
دنیا مین کوئی نکاح ولی کے بغیر نہین ہوا کرتا اور اس قسم کی بہت سی آیات اور احادیث ہین اور وہ ماول نہین ہین -
جب پانی کے اوپر سے پانی کا اطلاق جاتا رہے اور اسمین کوئی قید لگجاوے اس سے وضو کرنے سے بادی الراے مین
شرع منع کرتی ہے البتہ ناپاکی کے اس سے دور ہوجانیکا احتمال ہے بلکہ ظن غالب یہی ہے کہ نجاست اس سے رفع ہوسکتی ہے
پھر لوگون نے بہت سے فروع کنوئین کے اور جاندار چیز کے مرجانے اور دہ دردہ اور آب جاری کے متعلق نکال لیے اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے ان سب مسائل مین احادیث مروی نہین ہین اور صحابہ اور تابعین سے جو اسمین آثار مروی ہین جیسے ابن زبیر
سے زنگی کے بارہ مین اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے چوہے کے بارہ مین اور نخعی اور شعبی سے بلی کے قریب جانور مین
سو یہ آثار نہ تو محدثین نے انکی صحت کی گواہی دی ہے اور نہ قرون اولی کے جمہور کا اسپر اتفاق ہے اگر وہ آثار صحیح بھی ہون
تو ممکن ہے کہ یہ حکم دلون کی تطییب و پانی کی نظافت کے لیے ہوا ہو وجوب شرعی کے اعتبار سے نہو جیسا کہ کتب مالکیہ مین
مذکور ہے اور اگر یہ احتمال صحیح نہین ہے تو بہت دقت پڑتی ہے - الحاصل اس باب مین کوئی معتد بہ اور واجب العمل حدیث
نہین ہے اور بلا شبہہ قلتین کی حدیث ان سب سے زیادہ تر ثابت ہے اور یہ بات محال ہے کہ خدا تعالی نے ان مسائل مین
اپنے بندون کے لیے ان تدابیر کے اوپر جو انکے واسطے لازم ہین کچھ بڑھایا ہو اور باوجود ان چیزون کے کثرت وقوع اور
عموم بلوے کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی صاف صاف تصریح نہ فرمائی ہو اور صحابہ اور تابعین کو اس سے استفادہ
نہوا ہو اور خبر واحد بھی اسمین مروی نہو - واللہ اعلم -

## نجاستون کے پاک کرنیکے بیان مین

نجاست اس چیز کا نام ہے جسکو سلیم الطبع لوگ ناپاک سمجھین اور اس سے پرہیز کرین اور اگر انکے کپڑے کو لگجائے تو انکو کپڑا
دھونا پڑے جیسے پیشاب - پاخانہ - اور خون - نجاستون کا پاک کرنا انکی دستور سے مستنبط اور ماخوذ ہے اور گوبر ناپاک ہے
حضرت ابن مسعود رض کی حدیث اسپر دلیل ہے اور ماکول اللحم کا پیشاب بلا شبہہ نجس ہے طبائع سلیمہ اسکو نجس جانتے ہین
بعض بیماریون کے لیے مفید ہونے کی وجہ سے اسکے پینے کی اجازت دیگئی ہے اور اسکی طہارت یا خفت نجاست کا دفع
حرج کی غرض سے حکم دیا گیا ہے شارع نے شراب کو بھی نجاسات ہی مین داخل کیا ہے چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے ناپاک
شیطان کا فعل ہے رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ - اسلیے کہ خدا تعالے نے شراب کو بہت تاکید کے ساتھ حرام کیا ہے
اسواسطے حکمت الہیہ کا مقتضی یہ ہوا کہ اسکو پیشاب اور پاخانہ کے برابر کر دیا جاے تاکہ لوگون کے سامنے اسکی برائی متمثل
ہوجائے اور اس سے خودبخود انکے دلون کو اسکی طرف سے کشیدگی ہوجاے - حضور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ
جب تم مین سے کسی کے برتن مین کتا پانی پیجائے تو اسکو سات مرتبہ دھونا چاہیے اور ایک روایت مین یہ بھی آیا ہے کہ
ان سات دفعہ مین سے اول دفعہ مٹی سے دھووے اذا شرب الکلب فی اناء احدکم فلیغسلہ سبع مرات وفی روایۃ

اولیهن بالتراب - مین کہتا ہون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کے جھوٹے کو بھی نجاسات مین شامل کیا اور نجاست متوسط
سے بھی اسکو شدید النجاست کا حکم دیا کیونکہ کتا ایک ملعون چیز ہے فرشتون کو اس سے نفرت ہے اور اسکا بلا وجہ گھر مین رکھنا
اور اسکے ساتھ مخالطت کرنا ہر روز اسکے اعمال مین سے بقدر ایک قیراط کے اجر کم کرتا ہے اور اسمین بھید یہ ہے کہ وہ اپنی
جبلت ہی مین شیطان کے مشابہ ہوتا ہے کیونکہ اسکی عادت مین شیطنت اور غصہ اور نجاسات مین ملطخ ہونا اور لوگون کو
ستانا داخل ہے اور شیطان کیطرف سے بھی اسکو کچھ تعلیم ہوتی رہتی ہے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگون کو
دیکھا کہ کتون سے خلط ملط رکھتے ہین اور کچھ اسکو پروا نہین ہوتی اور بالکل نہی کر دینے کا بھی موقع نہ تھا کیونکہ کھیتی اور
مویشی اور نگہبانی اور شکار کے واسطے اسکی ضرورت ہے اسواسطے آپ نے اسکے پالنے کی یہ تدبیر کی کہ پوری پوری تاکید
کی اسکے اندر آپ نے تشدد کی اور ایسا حکم دیا کہ کسیقدر اسکو اسمین دقت بھی پڑے کیونکہ اسقدر پاک کرنا روک ٹوک مین
کفارہ کے برابر ہو جاتا ہے اور بعض حاملین علم کو یہ آگاہی ہوئی ہے کہ سات دفعہ دھونا اصل مین کوئی حکم نہین ہے بلکہ اس سے
تاکید مقصود ہے اور بعض نے ظاہر حدیث کا لحاظ کیا ہے مگر احتیاط ہی افضل چیز ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے کہ اسکے پیشاب پر ایک ڈول پانی کا بہا دو ہریقوا علی بولہ سجلا من ماء - مین کہتا ہون زمین پر خوب سا پانی
ڈالنے سے پیشاب کی ناپاکی دور ہو جاتی ہے اور یہ اس دستور سے ماخوذ ہے جسپر تمام لوگ متفق ہین کہ بہت سا مینھ پڑنے
سے زمین ستھری ہو جاتی ہے اور بہت سا پانی پڑنے سے بدبو کا اثر بھی جاتا رہتا ہے اور پیشاب پراگندہ ہو کر کالعدم
ہو جاتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تم عورتون مین سے جب کسی کے کپڑے کو حیض کا خون لگجایا کرے
تو اسکو چاہیے کہ پہلے ناخن سے اسکو کھرچ ڈالے پھر اسکو چاہیے کہ پانی سے بار بار اسکو دھوئے پھر اس کپڑے سے اسکو نماز
پڑھ لینی چاہیے اذا اصاب ثوب احداکن الدم من الحیضة فلتقرصه ثم لتنضحه بماء ثم لتصل فیه - مین کہتا ہون خود
نجاست اور اسکے اثر کے جاتے رہنے سے طہارت حاصل ہو جاتی ہے اور ان تمام خصوصیات سے فی الحقیقت اسکے
زوال کی ایک صورت کا بیان کرنا مقصود ہے جو زوال کے لیے کافی ہو جاتی ہے اور اسیطرح کا ذکر نا مقصود ہے طہارت
کیواسطے یہ شرط نہین ہے - اب باقی رہی منی سو ظاہر وہ بھی نجس چیز ہے کیونکہ نجاست کی تعریف جو ہم بیان کر چکے ہین
اسمین بھی پائی جاتی ہے اور کھرچ دینے سے خشک منی سے کپڑا پاک ہو جاتا ہے بشرطیکہ وہ گاڑھی ہونے کیوجہ سے
کھرچنے کے قابل بھی ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لڑکی کے پیشاب سے تو کپڑے کو دھونا چاہیے اور لڑکے
کے پیشاب سے دھار دیا جاوے یغسل من بول الجاریة ویرش من بول الغلام - مین کہتا ہون ایام جاہلیت مین
بھی دستور تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی کو برقرار رکھا اور اسکی کئی وجہ ہین اول تو لڑکے کا پیشاب منتشر
ہوتا ہے اور اسکا ازالہ کسی قدر دقت سے ہوتا ہے اور لڑکی کا پیشاب ایک ہی جگہ رہتا ہے اور بسہولت زائل ہو سکتا ہے
دوسرے یہ کہ لڑکی کا پیشاب لڑکے کے پیشاب سے گاڑھا اور بدبودار زیادہ ہوتا ہے تیسرے لڑکون سے لوگون کو محبت
ہوتی ہے اور لڑکیون سے نہین ہوتی اور اہل مدینہ اور ابراہیم نخعی نے اسی حدیث پر عمل کیا ہے اور امام محمدؒ نے اسمین
ذو معنی بات کہی ہے لوگون نے جو مشہور کر رکھا ہے اس سے دھوکے مین پڑ گیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

فرمایا ہے چمڑا جب رنگا لیا گیا تو پاک ہو گیا اذا دبغ الاہاب فقد طہر۔ میں کہتا ہون حیوانات کے رنگے ہوے چمڑون کا استعمال کرنا تمام فرقون کے نزدیک مسلم اور جاری ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ رنگا لینے کیوجہ سے چمڑے کی بدبو اور اسکا گلنا جاتا رہتا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب تم مین سے نجاست کے اوپر کسی کا جوتہ پڑجاوے تو مٹی اسکے لیے پاک کرنیوالی ہے اذا وطی احدکم بنعلہ الاذی فان التراب لہ طہور۔ میں کہتا ہون جوتہ اور موزہ اگر نجاست جسمدار ہو تو رگڑ دینے سے پاک ہو جاتا ہے کیونکہ وہ سخت چیزین ہین نجاست کا اُنمین نفوذ نہین ہوتا ظاہر یہی ہے کہ جب وہ نجاست اُنکے اوپر خشک ہو جاوے یا تر ہے مٹی سے رگڑنے سے وہ پاک ہو جاتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بلی کے لیے فرمایا ہے کہ وہ گھر گھر پھرنیوالی اور پھرنیوالو مین سے ہے انہا من الطوافین و الطوافات۔ میں کہتا ہون اسکے معنی ایک قول کے موافق یہ ہین کہ اگرچہ وہ نجاستون مین منہ ڈالدیتی ہے اور چوہون کا شکار کرتی ہے مگر اس بات کی ضرورت ہے کہ اسکے جھوٹے کی پاکی کا حکم دیا جاوے کیونکہ حرج کا دفعہ کرنا اصول شرعیہ مین سے ہے اور ایک قول کے موافق اسمین ہر جاندار چیز پر رحم کرنے کی رغبت دلانا آپکو مقصود ہے اور سائلین و رسائلات کے ساتھ آپ نے اسکو تشبیہ دی ہے۔ واللہ اعلم

## اُن احادیث کا ذکر جو نماز کے باب مین وارد ہوئی ہین

معلوم کرو کہ نماز تمام عبادتون مین بڑی عظیم الشان اور سب سے زیادہ یقینی اور لوگو نمین مشہور اور سب عبادتون سے زیادہ نفس کے اندر موثر اور نافع عبادت ہے اور یہی وجہ ہے کہ شارع نے اُسکی فضیلت بیان کرنے اور اُسکے اوقات کی تعیین اور اُسکے شروط اور ارکان اور آداب اور رخصتون اور نوافل کے بیان کرنے کا سب عبادتون سے زیادہ اہتمام کیا ہے اور دین کا اُسکو ایک عظیم الشان شعار گردانا ہے اور تمام یہود اور نصاریٰ اور مجوس اور بقایا ملت ابراہیم علیہ السلام اسکو مانتی رہی ہین اور اُنکے جماہیر کا اُسپر اتفاق ہے اور جو باتین اُنھون نے تحریف کرکے اپنی طرف سے بنا رکھی تھین جیسے یہود کی مثلاً موزے اور جوتے کے ساتھ نماز کو مکروہ جاننے تھے اور اسیطرح کی باتین نکال رکھی تھین اسلیے اُن باتون کا لوگون سے ترک کرانا نہایت لازم ہوا اور یہ بات ضروری ہوئی کہ مسلمانان کا طریقہ اُنکے طریقے کے خلاف ہو اسیطرح مجوسیون نے اپنا دین بگاڑ رکھا تھا اور سورج کو اُنہونے اختیار کیا تھا اسلیے ملت اسلام کو اُنکی ملت سے نہایت تمیز کی ضرورت ہوئی اور مسلمانون کو اس بات سے بھی منع کر دیا گیا کہ اُنکی نمازون کے وقت نماز پڑھین۔

چونکہ نماز کے احکام کثرت سے ہین اور اُسکے اصول کہ جنپر نماز کی بنا ہے بہت ہین اسواسطے کتاب الصلوٰۃ کے شروع مین ہمنے اصول کا ذکر نہین کیا جسطرح اور کتابو نمین ہمنے ذکر کیا ہے بلکہ ہر فصل کے اصول کو اس فصل کے اندر ہی بیان کر دیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اپنی اولاد کو نماز کا حکم کرو جب وہ سات سات برس کی عمر کے ہو جائین اور جب وہ دس دس برس کے ہو جائین تو نماز کے اوپر اُنکو مارا کرو اور اُنکو جدا جدا سُلایا کرو مروا اولادکم بالصلوٰۃ وہم ابناء سبع سنین واضربوہم علیہا وہم ابناء عشر سنین وفرقوا بینہم فی المضاجع۔ مین کہتا ہون بچے کے بلوغ

دو قسمین ہین ایک تو اس حد کو پہونچنا کہ وہ اُسمین ادراک کے صحیح یا سالم ہونے کے ساتھ متصف ہوسکے
یہ صرف عقل سے ہوتا ہے اور عقل کا ظاہر ہونا سات سال کی عمر سے معلوم ہوجایا کرتا ہے سات برس کی عمر مین
لڑکا یقینًا ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہوجایا کرتا ہے اور عقل کے پورے ہونے کی علامت دس
سال مین دس برس کا لڑکا اگر اُسکا مزاج درست ہو تو پورا ہوشیار ہوتا ہے اور اپنے نفع و نقصان کو خوب پہچاننے لگتا ہے
تجارت اور دیگر معاملات مین اُسکی ہوشیاری ظاہر ہوتی ہے دوسرا درجہ بلوغ کا چند امور کے لیے ملحوظ ہوتا ہے اسمین یہ
دیکھا جاتا ہے کہ وہ جہاد اور سزاؤن کے قابل ہوا یا نہین بلوغ کے ایسے درجے سے وہ اُن آدمیون مین شامل ہوجاتا ہے
جو تکالیف برداشت کرتے ہین اور انتظامات تمدن اور مذہب مین اُن لوگون کی حالت لحاظ کے قابل ہوتی ہے اور
جو لوگ زبردستی راہ راست چلنے پر مجبور کیے جاتے ہین بلوغ کے اس درجے مین پوری عقل اور پورے تجربہ پر اعتماد کیا جاتا ہے
اور اسکا اندازہ اکثر لوگو نمین پندرہ سال ہے اس بلوغ کی علامتین یہ ہین کہ اُسکو احتلام ہونے لگے اور زیر ناف بال
نکل آوین ۔ نماز مین دو لحاظ کیے گئے ہین اول یہ کہ نماز بندہ اور خدا تعالی مین ایک ذریعہ ہو جاوے اور بندے کو
ایک نہایت پست تر حالت مین گرنے سے باز رکھے اس لحاظ سے بلوغ کے پہلے درجہ کے وقت نماز کا حکم دیا گیا ہے
اور اس لحاظ سے کہ نماز اسلام کے شعائر مین سے ہو اور اُسپر مواخذہ کیا جاوے اور لوگ اُسپر مجبور کیے جائین خواہ اُنکی
خود مرضی ہو یا نہو جیسے اور امور کا حکم ویسی ہی نماز کا بھی ہے اور چونکہ دس سال کی عمر بلوغ کے دونون حدون کے بیچ مین
ایک برزخ کی حالت تھی اسمین بلوغ کی دونون جہتین جمع تھین اسلیے دونون حالتون سے اُسکو حصہ دیا گیا اور یہ
علیحدہ علیحدہ سونے کا حکم اسواسطے دیا گیا کہ یہ زمانہ آغاز جوانی کا ہوتا ہے کچھ بعید نہین ہے کہ یکجا سونے سے خلاف فطرت
خواہشین پیدا ہون اسلیے ضرور ہوا کہ واقع ہونے سے پہلے خرابی کا ذریعہ بند کردیا جاوے ۔

## نماز کی فضیلت کا بیان

خدا تعالے فرماتا ہے بیشک نیکیان برائیون کو دور کردیتی ہین ان الحسنات یذہبن السیئات اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس شخص کے لیے فرمایا ہے جسنے پہلے ایک گناہ کیا تھا اور پھر اُسنے جماعت مین شامل ہوکر نماز
پڑھلی کہ یقینًا خدا تعالے نے تیرے گناہ کو بخشدیا فان اللہ قد غفر لک ذنبک اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے کہ اگر تم مین سے کسی شخص کے دروازے پر نہر ہو اور اُسمین روزانہ وہ پانچ مرتبہ نہایا کرے تو کیا اُسکے بدن پر میل
باقی رہسکتا ہے لوگون نے کہا نہین باقی رہ سکتا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہی حال نماز پنجگانہ کا ہے اُسسے بھی
خدا تعالی خطاؤن کو بالکل دور کردیتا ہے لو ان نہرا بباب احدکم یغتسل فیہ کل یوم خمسا ہل یبقی من درنہ شی
قالوا لا قال فذلک مثل الصلوات الخمس یمحو اللہ بہا الخطایا - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
پانچون نمازین اور جمعہ جمعہ تک اور رمضان رمضان تک اگر کبائر سے پرہیز کیا جاے تو یہ اپنے درمیان کے گناہون کو
دور کرنیوالے ہین الصلوۃ الخمس والجمعۃ الی الجمعۃ و رمضان الی رمضان مکفرات لما بینہن اذا اجتنب الکبائر

مین کہتا ہون نماز مین دونون باتین موجود ہین تزکیہ نفس اور اخبات اور اسکی وجہ سے نفس کو پاک ہوکر عالم ملکوت تک رسائی ہو جاتی ہے اور نفس کی خاصیت مین یہ بات داخل ہے کہ جب وہ ایک صفت کے ساتھ متصف ہوتا ہے تو دوسری صفت جو اس کی ضد ہوتی ہے اُس سے جدا ہو جاتی ہے اور وہ اُس سے ہٹ جاتا ہے اور وہ صفت اُس سے ایسی معدوم ہو جاتی ہے کہ کبھی اُسکا نام بھی اُسمین نہ تھا اب جس شخص نے نمازون کو پورے پورے طور پر ادا کیا اور عمدہ طور پر وضو کیا اور وقت پر اُنکو پڑھا اور رکوع اور سجود اور خشوع اور اُسکے اذکار و اشکال کو کامل طور پر ادا کیا اور اُن صورتون سے معانی اور اُن اشباح سے ارواح کا اُسنے ارادہ کیا تو ضرور ہے کہ وہ شخص رحمت الٰہی کے عظیم الشان دریا مین ڈوب جاتا ہے اور خدا تعالےٰ اُسکے گناہ محو فرما دیتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بندے مین اور اُسکے کافر ہونے مین نماز چھوڑنے کی دیر ہوتی ہے بین العبد وبین الکفر ترک الصلوٰۃ۔ مین کہتا ہون نماز اسلام کا بہت بڑا شعار ہے اور اسلام کی ایسی علامات مین سے ہے کہ جسکے جاتے رہنے سے اگر اسلام کے جاتے رہنے کا حکم کر دیا جاوے تو بجا ہے کیونکہ اسلام مین اور نماز مین بہت ہی مطابقت اور موافقت ہے اور نیز اسلام کے معنی تو کہ خدا کے حکم کے سامنے سر جھکا دینے کا نام ہے نماز ہی خوب ادا کرتی ہے اور جسکو نماز سے حصہ ملا تو محروم رہا تو وہ اسلام سے کیا بجز اسلام کے نام کے جسکا کچھ عند اللہ اعتبار نہین ہے۔

## نماز کی اوقات کا بیان

کیونکہ نماز کا فائدہ یعنی دریائے شہود مین غوطہ زنی کرنا اور ملائکہ کے ساتھ مجانست پیدا کر لینا بدون نماز پر مداومت اور اُسکے التزام اور کثرت کرنے کے تعیر نہین حاصل ہوتا اور نماز کی کثرت سے ہی انتقال طبع لوگونکے اور پریشان ہو سکتے ہین اور یہ بات ناممکن ہے کہ اُنکو ایسا حکم دیا جاوے کہ اُنکو تدابیر ضروریہ ترک کرنا اور احکام طبعیہ سے بالکل خارج ہو جانا پڑے اسواسطے حکمت الٰہی کا مقتضی ہوا کہ اُنکو زمانے کے ہر ایک حصہ کے بعد نماز کی پابندی اور اُسکی مداومت کا حکم دیا جاوے تاکہ نماز سے قبل اُسکا انتظار کرنا اور اُسکے لیے تیار رہنا اور نماز پڑھ لینے کے بعد اُسکے نور کا اثر اور اُسکے رنگ کا بقیہ بھی بمنزلہ نماز ہی کے ہو جاوے اور غفلت کے اوقات مین بھی خدا تعالےٰ کا ذکر مد نظر رہا کرے اور اُسکی طاعت مین دل معلق رہے اسمین مسلمان کا حال اُس گھوڑے کا سا رہتا ہے جسکی اگاڑی پچھاڑی بندھی ہوتی ہے وہ دو ایک دفعہ کودتا ہے اور پھر وہ سیدھا ہو کر پھرتا ہے اور نماز کی پابندی سے غفلت اور گناہون کی سیاہی دلونکے اندر نہین پہنچتی حقیقتًا مداومت کے ناممکن ہونیکی صورت مین اسیطرح کی مداومت ہو سکتی ہے اب آخرکار چونکہ نمازونکے لیے اوقات کے تعیین ضروری ہوئی اور کوئی وقت نماز کے لیے زیادہ تر چار وقتون سے نہ تھا جنمین رحمت کا عالم مین ظہور اور ملائکہ کا نزول اور بندونکے اعمال خدا تعالےٰ کے روبرو پیش ہوتے ہین اور اُنکی دعائین قبول ہوتی ہین اور گویا یہ امر تمام اُن لوگون نے جو ملاء اعلیٰ سے فیضان حاصل کرتے ہین مان لیا ہے مگر یہ بات ظاہر ہے کہ تمام لوگون کو آدھی رات مین نماز پڑھنے کے ساتھ مکلف کرنا ممکن نہین ہے اسواسطے فی الحقیقت نماز کے وقت تین ہین صبح اور شام اور شب کی تاریکی چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے قائم کر نماز کو سورج کے ڈھلنے سے رات کی تاریکی تک اور قرآن پڑھنا فجر کا بیشک فجر کے وقت

قرآن پڑھنا ورد ہے اقم الصلوٰة لدلوك الشمس الی غسق اللیل و قرآن الفجر ان قرآن الفجر کان مشہودا
الی غسق اللیل اسواسطے فرمایا ہے کہ شام کی نماز حکما شب کی تاریکی سے ملجاتی ہے کیونکہ انمین کوئی فصل پایا نہین جاتا
اسیوجہ سے عند الضرورت ظہر اور عصر مغرب اور عشا کو ساتھ پڑھ لینا درست ہے پس یہ ایک اصل ہے۔ اور مناسب بھی
تھا کہ ہر دو نماز و نمین بہت سا فصل رکھا جاتا اسواسطے کہ اس صورت مین انتظار اور التزام کے معنی مین فرق آجاتا اور
جو حالت نفس کو پہلی نماز سے حاصل ہوئی تھی دوسری نماز تک نسیاً منسیاً ہو جایا کرتی اور یہ بھی مناسب تھا کہ ہر دو نمازمین
بہت تھوڑا سا فصل رکھا جاتا ورنہ انکو معاش کے حاصل کرنے کی فرصت نہوا کرتی اور ایسی ظاہر او محسوس انکے واسطے
حد کا مقرر کرنا ضروری تھا جسکو خاص و عام سب معلوم کر لیا کرین اور وہ کہ اسی جزکو کہ خاص و عام اوقات کا اندازہ
کرنےمین اسکا استعمال کیا کرتے ہین کسیقدر زیادہ کر دیا ہے اور بہت نہین بڑھایا ہے دن کا چوتھائی حصہ اس قابل
ہو سکتا ہے کیونکہ دن مین ساعت ہوا اور رات اور دن کا بارہ اجزا کی طرف منقسم ہونا تمام اقالیم کے نزدیک جنمین
پہ تحریر ممکن ہے متفق علیہ ہے اور اہل زراعت اور تجارت اور اہل صنعت وغیرہم کا اکثر یہی دستور ہے کہ صبح سے
دوپہر تک اپنی اپنی مشاغل مین مصروف رہتے ہین کیونکہ انکے کسب معاش کا اکثر یہی وقت ہوتا ہے اللہ پاک فرماتا ہے
اور بنایا ہے دن کو روزگار وجعلنا النہار معاشا اور فرماتا ہے تاکہ تم اسکے فضل سے طالب ہو لتبتغوا من فضلہ۔
اور بہت سے اشغال اس قسم کے ہوا کرتے ہین کہ انکے کرنے کے لیے ایک مدت طویل کی حاجت ہوتی ہے اور سب لوگون کا
ایسے وقت مین نماز کے لیے تیار ہونا اور باقی کامون سے یکسو ہو جانا موجب حرج عظیم کا ہوتا ہے اسواسطے شارع نے
دن چڑھے کی نماز کو انکے اوپر فرض نہین کیا مگر اسکی طرف رغبت پوری پوری دلائی ہے پس یہ بات ضروری ہوئی
کہ شام کی نماز کے دو حصے ہو جاوین اور انکے درمیان مین قریب دن کے ایک ربع کا فصل ہو اور وہ ظہر اور عصر کی نماز ہے
اور اسیطرح رات کی نماز کے دو ٹکڑے ہو جائین اور اسی کے قریب وقت کا ان دونو نمین بھی فصل ہے اور وہ مغرب اور
عشا کی نماز ہے اور یہ بات بھی ضروری ہے کہ بلا ضرورت کہ جسکے بغیر چارہ ہی نہو ایک وقت کے دونون حصون کو جمع نہ
کیا جاوے ورنہ وہ مصلحت کہ تعیین اوقات مین جسکا لحاظ کیا گیا ہے فوت ہوئی جاتی ہے اور یہ دوسری اصل ہے اور تمام
اقالیم صالحہ کے باشندے اور جنکا مزاج حالت اعتدال پہ ہے جو شرائع سے مقصود بالذات ہین ہمیشہ انکا یہ دستور
کہ اپنے حوائج مین جبسے صبح کی روشنی ہوتی اور جبتک شب کی تاریکی آتی ہے اپنے حواس اور فکر کو مصروف رکھتے ہین
اور نماز کے ادا کرنے کے لیے مناسب وقت یا تو وہ ہے کہ جسوقت آدمی کا نفس اشغال معاشیہ کے اثر اور انکے زنگ سے
خالی ہو جسمین آدمی خدا تعالے کو بھول جایا کرتا ہے ایسے وقت مین عبادت کو چونکہ خالی دل ملجاتا ہے تو اسمین جگہ
کر لیتی ہے اور نفس کے اندر اسکا پورا اثر پیدا ہو جاتا ہے چنانچہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے وقرآن الفجر ان قرآن الفجر
کان مشہودا۔ اور یا وہ وقت مناسب ہے کہ جب آدمی سونے کے قریب ہوتا ہے تاکہ جو کچھ کدورتین اسکے قلب مین
دن کے اشغال سے پیدا ہو گئی ہین انکے لیے اسوقت کی نماز کفارہ اور دل کے واسطے بمنزلہ صیقل کے ہو جاوے چنانچہ
حضور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جسنے عشا کی نماز جماعت سے پڑھی تو وہ شب کے نصف اول مین قیام کرنیکے برابر

اور جس شخص نے عشا اور فجر کی نماز جماعت سے پڑھی تو وہ رات بھر قیام کرنے کے برابر ہوا من صلی العشاء فی جماعۃ کان
کقیام نصف اللیل الاول ومن صلی العشاء والفجر فی جماعۃ کان کقیام لیلۃ . دراینکہ وہ وقت ہے کہ جب وہ کاروبار میں
مشغول ہوتے ہیں جیسے دن چڑھے کا وقت ہے تاکہ ایسے وقت میں نماز پڑھنے سے دنیا کے اندر انہماک میں کمی ہوجاے
اور اسکے واسطے تریاق کا کام دیوے مگر اسمیں یہ بات ہے کہ تمام لوگوں کو اس سے مکلف نہیں کرسکتے کیونکہ اسوقت میں یا تو
ان سب کو اپنے کاروبار چھوڑنے پڑینگے یا نماز چھوڑنی پڑیگی اور یہ بھی ایک اصل ہے اور نیز تعیین اوقات کے اندر اس سے
بہتر کوئی بات نہیں ہے کہ جو انبیاء سابقین سے ماثور ہے اس طریقہ کو اختیار کیا جاے اسواسطے کہ اس طریقہ کا اختیار کرنا اداے
طاعت پر نفس کے لیے خود ایک بڑا متنبہ اور ہوشیار کرنیوالا ہوگا اور اسکی وجہ سے لوگ ایک دوسرے عبادت الہی میں ترقی
چاہینگے اور جو انمیں سے صالح ہونگے تو لوگوں میں انکا ذکر جاری ہوگا جسکی نسبت حضرت جبرئیل نے فرمایا ہے یہ آپسے پیشتر ہوئے
انبیاء کا وقت ہے ہذا وقت الانبیاء من قبلک ۔

الحاصل اوقات کے مقرر کرنے میں بڑے بڑے اسرار حکمیہ ہیں ۔ اسواسطے حضرت جبرئیل علیہ السلام آدمی کی صورت میں
تشریف لائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی اور نماز کے اوقات آپکو سکھلائے اور ہمنے جو کچھ بیان کیا ہے
اس سے جمع بین الصلوتین کے جواز کی وجہ فی الجملہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز تہجد اور نماز چاشت کا واجب ہونا اور ایسے ہی
اور انبیاء پر واجب ہونے کی وجہ جیسا کہ علما نے بیان کیا ہے اور لوگوں کے لیے اسکا نفل ہونا اور نمازوں کے انکی اوقات
پر ادا کرنے کی تاکید کا سبب معلوم ہو گیا واللہ اعلم ۔ اور اگر لوگوں کو یہ حکم دیا جاتا کہ تمام لوگ ایک ہی ساعت کے اندر نماز
پڑھیں اور اس سے آگے پیچھے نہ پڑھ سکیں تو اسمیں حرج عظیم تھا اسواسطے اوقات کے اندر کسیقدر توسیع اور گنجایش بھی کردی گئی
اور چونکہ وہی قرائن جو عرب کے نزدیک ظاہر تھے اور ادنی و اعلی اسکو معلوم کرسکتے تھے اس قابل تھے کہ انکے موافق احکام
مقرر کیے جائیں اسواسطے اوقات کے اول اور انکے اواخر کے لیے حدیں جو منضبط اور محسوس ہیں مقرر کی گئیں ۔ اور ان
اسباب کے مجتمع ہونے کی وجہ نمازوں کے اوقات چار قسم کے ہو گئے ایک تو اختیار کا وقت یہ تو وہ وقت ہے کہ اسمیں بلا کراہت
نماز ہو جاتی ہے اور زیادہ معتبر اسمیں دو حدیثیں ہیں ایک تو وہ حدیث کہ جسمیں حضرت جبرئیل علیہ السلام کے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کو دو روز تک نماز پڑھانے کا بیان ہے اور ایک بریدہ کی حدیث جسمیں یہ بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
نماز کے اوقات دریافت کرنیوالے کو یہ جواب دیا کہ دو روز تک آپنے نماز پڑھکر اسکو دکھادیا اور ان دونوں میں سے جو مفسر ہے
وہ دوسری حدیث پر جو مبہم ہے اسکا حکم ناطق ہوگا اور جو حدیث خلاف ہوگی اسمیں بریدہ کی حدیث پر عمل کیا جائیگا کیونکہ وہ
مدنی ہیں اور متاخر ہیں اور پہلے مکی ہیں اور انسے متقدم ہیں اور متاخر کا ہی اعتبار ہوتا ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ مغرب کا
اخیر وقت شفق کے غائب ہونے سے قبل ہے اور یہ بھی کچھ بعید نہیں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے دوسرے روز تھوڑی ہی
سی دیر کرکے مغرب کی نماز پڑھی ہو کیونکہ اسکا وقت کم ہوتا ہے اور راوی نے خواہ چوک سے یا اپنے ظن سے یہ کہدیا ہو کہ دونوں
مغرب کی نماز ایک ہی وقت میں پڑھی یا غایت قلت کے بیان کرنے کی غرض سے اسنے یہ کہا ہو واللہ اعلم اور بہت سی
احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ عصر کا اخیر وقت اسوقت تک ہے کہ جبتک سورج میں تغیر آجائے اور اسی پر فقہا کا

اتفاق ہے پھر شاید مثلین اخیر وقت مختار یا مستحب کا بیان ہوا ہم یہ کہتے ہیں کہ اول شرع کی نظر امور ظاہر پر پڑی ہو کہ
عصر کی شفق ایکا لفظ سے مقصود یہ ہے کہ ہر دو نمازوں میں بقدر ربع دن کے فصل ہو اسلیے اوسکا اخیر وقت مثلین تک مقرر
فرمایا ہو پھر انکے حوائج اور اشغال پر نظر ڈالنے سے اوسوقت کا بڑھا دینا ضروری ہوا اور نیز اس حد کے معلوم کرنیمیں ایک قسم کی
غور اور سایہ اصلی کے یاد رکھنے اور رصد کی ضرورت ہے اور لوگوں کو ایسی باتوں میں ان چیزوں کا حکم دینا مناسب تھا جو
محسوس اور ظاہر ہوں اسلیے حضرت ایزدی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دلمیں اس بات کا القا فرمایا ہو کہ آفتاب کے
جسم یا زردی - وقتی کے تغیر کو وقت کی انتہا قرار دیا جاوے واللہ اعلم اور ایک وقت استحباب کا ہے یہ وہ وقت ہے کہ
اسمیں نماز کا پڑھنا اولی ہوتا ہے اور وہ وقت سب نمازوں کے لیے اول کا وقت ہے بجز عشا کی نماز کے کہ اسکا اصل مستحب
وقت دیر کرکے پڑھنا ہے اسکی وجہ وہی طبعی ترتیب ہے جسکو ہم بیان کر چکے جسکی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں
کہ اگر میں اپنی امت پر شاق نہ سمجھتا تو انکو حکم دیدیتا کہ عشا کو دیر سے پڑھا کریں لولا ان اشق علی امتی لامرتہم ان
یوخروا العشاء - علاوہ بریں عشا کی نماز دیر سے پڑھنے سے باطن کا ان اشغال سے جو خدا کی یاد سے غافل کرنے میں جمع سب
تصفیہ ہوتا ہے اور آدمی کو پھر عشا کی نماز کے بعد قصے کہانیاں کہنے کی فرصت نہیں ہوتی مگر اسکے ساتھ یہ بھی ہے کہ اگر دیر
نماز پڑھی جایا کرے تو جماعت میں کمی ہو چلی جاوے اور لوگوں کو نماز سے بے رغبتی ہونے لگے اور بات الٹی ہو جاوے
اسیوجہ سے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ جب لوگ کثرت سے آجاتے تب تو تعجیل کیا کرتے اور جو کم ہوتے
تو دیر کرکے نماز پڑھا کرتے - اور موسم گرما میں ظہر کی نماز میں بھی عشا کی طرح تاخیر مستحب ہے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے جب گرمی کی شدت ہو تو ظہر کو ٹھنڈا کرکے پڑھا کرو کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کا فیحان ہے اذا اشتد الحر
فابردوا بالظہر فان شدة الحر من فیح جہنم - میں کہتا ہوں اس سے یہ مقصود ہے کہ جو جنت اور جہنم کا خدا تعالی کے یہاں
خزانہ ہے اس خزانہ سے اس عالم میں کیفیات مناسبہ و متناوبہ کا فیضان ہوا کرتا ہے اور کانسی وغیرہ کے متعلق جو
حدیث آئی ہے اسکی بھی یہی تاویل ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے فجر کی نماز اجالا کرکے پڑھا کرو اسلیے کہ اسکا
اجر بڑا ہے اسفروا بالفجر فانہ اعظم للاجر - میں کہتا ہوں یہ ان لوگوں سے خطاب ہے جنکو اسفار کے وقت لوگوں کا انتظار
کرنے سے تقلیل جماعت کا خوف تھا یا بڑی بڑی مسجدوں کے نماز پڑھنے والوں کو یہ حکم ہے جنمیں ضعیف لوگ و بچے وغیرہ
اکٹھے ہو جاتے ہیں جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تم میں سے جو شخص لوگوں کو نماز پڑھاوے پس اسکو تخفیف
کرنی چاہیے کیونکہ اسمیں ضعیف بھی ہوتے ہیں اخیر حدیث تک ایکم صلی بالناس فلیخفف فان فیہم الضعیف الحدیث
یا یہ معنی ہیں کہ صبح کی نماز اتنی لانبی پڑھا کرو کہ اسفار کے وقت ختم ہوا کرے اور ابو برزہ کی حدیث اسپر قرینہ ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز میں اسوقت سلام پھیرا کرتے تھے کہ جب آدمی اپنے پاس کے بیٹھے ہوئے کو پہچاننے لگتا تھا اور
ساٹھ آیت سے سو آیت تک پڑھا کرتے تھے کان ینفتل من صلوة الغداة حین یعرف الرجل جلیسہ ویقرا بالستین
الی المائة - اب اسفار کی حدیث میں اور غلس کی حدیث میں کچھ منافات نہیں رہی - اور ایک ان چار اوقات میں سے
ضرورت کا وقت ہے یہ وہ وقت ہوتا ہے کہ بلا عذر شرعی اسوقت تک نماز میں دیر کرنا ممنوع ہوتا ہے چنانچہ حضور

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس شخص کو صبح کی نماز کی سورج کے نکلنے سے پہلے ایک رکعت ملگئی اسکو صبح کی نماز ملگئی اور جسکو آفتاب
کے غروب سے پہلے عصر کی ایک رکعت ملگئی اسکو عصر کی نماز ملگئی۔ من ادرک رکعۃ من الصبح قبل ان یطلع الشمس فقد ادرک الصبح
ومن ادرک رکعۃ من العصر قبل ان تغرب الشمس فقد ادرک العصر۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وہ نماز منافق کی
ہے کہ ٹالتا رہتا ہے ٹالتا رہتا ہے یہانتک کہ جب آفتاب زرد ہوجاتا ہے۔ اخیر تک۔ تلک صلوۃ المنافق یرقب الشمس حتی اذا
اصفرت الحدیث۔ اور حضرت ابن عباس سے ظہر اور عصر کی نماز اور مغرب اور عشا کی نماز کے جمع کرنے کی حدیث روایت
کی ہے وہ بھی اسی قبیل سے ہے اور عذر شرعی یہ ہین جیسے سفر یا بیماری یا مینہ۔ اور عشا کی نماز کو ضرورت کے وقت طلوع
فجر تک موخر کرنا جائز ہے واللہ اعلم۔ اور آن چارہ نہیں ایک نفس سے نماز کا وقت ہے اس قضا کا وہی وقت ہے کہ جب اسکے
نماز یاد آجاوے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص کسی وقت کی نماز کو بھول جاوے یا اسکے وقت سو جاوے
تو جب اسکو نماز یاد آوے اسی وقت پڑھ لے من نسی صلوۃ او نام عنہا فلیصلہا اذا ذکرہا۔ مین کہتا ہون ساری بات
اسمین یہ ہے کہ اسکے چھوٹ جانے سے نفس کو ملامت کرنی ہو جاوے اور جو کچھ نماز کا فائدہ اور اسکا اثر اسکے ہاتھ سے نکل گیا ہے اسکو
وہ پھر پالیوے علمانے نماز کی خود فوت کرنے کو بھی فوت ہوجانے کے ساتھ ملحق کر دیا ہے اس نظر سے کہ جب خود اسنے نماز کو
فوت کیا ہے تو اسکے پورا کرنیکی حاجت اور بھی زیادہ ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر کو جب تنبیہ کی ایسے حاکم
مقرر ہونگے جو نماز کو بیجان کرینگے یعنی اخیر وقت پڑھا کرینگے یہ وصیت فرمائی کہ نماز کے وقت پر نماز پڑھا کرنا پھر اگر انکے ساتھ
بھی تجکو نماز ملجاوے تو انکے ساتھ پڑھ لیا کرنا اسلئے کہ وہ تیرے لیے نفل ہو جائیگی۔ مین کہتا ہون حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز
کے اندر دو باتون کا لحاظ کیا ایک تو اسکے پڑھنے اور اسکے فائدے حاصل ہونیکا اور دوسرے اس بات کا کہ وہ اسلام کے شعار
مین سے ہے اور اسکے تارک پر ملامت کیجاتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میری امت خیریت سے
رہیگی اسوقت تک کہ وہ مغرب کی نماز کو ستارون کے گتھ جانے تک دیر کرکے نہ پڑھینگے لا تزال امتی بخیر ما لم یوخروا المغرب
الی ان یشتبک النجوم۔ مین کہتا ہون اسمین اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حدود شرعیہ کے اندر سستی کرنا دین کے اندر
تحریف اور بگاڑ کا سبب ہو جایا کرتا ہے۔ اللہ پاک فرماتا ہے سب نمازون کا دھیان رکھو اور درمیان کی نماز کا حافظوا
علی الصلوات والصلوۃ الوسطی۔ درمیان کی نماز سے نماز عصر مراد ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جسنے
دونون ٹھنڈک کیوقت یعنی صبح وشام کی نماز پڑھی جنت مین داخل ہوگیا من صلی البردین دخل الجنۃ۔ اور فرمایا ہے
جسنے عصر کی نماز ترک کردی اسکا عمل ضائع ہوگیا من ترک صلوۃ العصر حبط عملہ۔ اور فرمایا ہے جس شخص کی عصر کی نماز
جاتی رہی تو گویا اسکی اولاد اور مال غارت ہوگیا الذی تفوتہ صلوۃ العصر فکانما وتر اہلہ ومالہ۔ اور فرمایا ہے منافقین
کے اوپر کوئی نماز فجر اور عشا کی نماز سے زیادہ گران نہین ہوتی اور جو کچھ ان نمازون کے اندر ہے انکو اگر معلوم ہوتا تو اسکے لیے
آیا کرتے چاہے گھسٹتے کیون نہوتے لیس صلوۃ اثقل علی المنافقین من الفجر والعشاء ولو یعلمون ما فیہما لاتوہما
ولو حبوا۔ مین کہتا ہون ان تین نمازون کا زیادہ تر اہتمام اور انکے متعلق ترہیب اور ترغیب اسواسطے کی گئی ہین کہ
ان نمازون مین سستی اور کاہلی کا مظنہ ہے اسواسطے کہ فجر اور عشا کا وقت تو لوگون کے سونے کا وقت ہوتا ہے پھر اپنے بستر

اور گذرتے کو غنودگی اور نیند کی حالتمین خدا یتعالی کے لیے وہی شخص کھڑا ہو جائیگا جسکے دلمین خدا یتعالی کا یقین اور اُسکا خوف ہے اور عصر کی نماز کا وقت وہ ہے جو اُنکی دکانون کے چلنے اور خرید و فروخت کرنیکا وقت ہے اور کسان لوگ جب تھک کر چور ہو جاتے ہین تو اسیوقت اپنے گھرونمین آکر پڑتے ہین اور یہ وقت اُنکی آرام کرنے کا ہوتا ہے - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ایسا نہو کہ تمھارا نام مغرب کی نماز کے نام مین گنوارون کی بات تمھارے اوپر چل جاوے اور ایک حدیث مین عشا کی نماز کے نام پر آیا ہے لا یغلبنکم الاعراب علی اسم صلوتکم المغرب وفی حدیث آخر علی اسم صلوۃ العشا - مین کہتا ہون کتاب و سنت مین جو ایک چیز کا ایک نام آیا ہے اُسکا دوسرا قسم کا نام رکھ لینا جسکے باعث سے پہلے نام کے متروک ہونے کا خوف ہو ممنوع ہے اسواسطے کہ اس سے دین مین التباس اور کتاب آسمانی کا اُنپر دشوار ہونا لازم آتا ہے -

## اذان کا بیان

جب صحابہ رضی اللہ عنہم کو یہ بات معلوم ہوئی کہ جماعت ایک ضروری اور مقصود چیز ہے اور ایک وقت اور ایک جگہ مین لوگون کا اجتماع بدون اعلام اور آگاہ ہونے کے دشوار ہے تو انھون نے باہم گفتگو کی کہ ایسی چیز کیا ہو جس لوگون کو خبر ہو جایا کرے تو کسی نے آگ روشن کرنے کا ذکر کیا تو مجوس کے ساتھ مشابہت پیدا ہونے کی وجہ سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو منظور نفرمایا کسی نے نرسنگہ بجانے کو کہا تو آپنے یہود کے ساتھ مشابہت پیدا ہونے کیوجہ سے اُسکو نامنظور کیا اور کسی نے ناقوس کے لیے کہا تو آپنے نصاریٰ کے ساتھ مشابہت پیدا ہونے کیوجہ سے اُسکو نامنظور فرمایا یہ گفتگو کرکے بلا کسی بات کی تعیین کے لوگ اپنے اپنے گھرون کو آگئے اس عرصہ مین حضرت عبداللہ بن زید نے خواب مین اذان اور اقامت کو دیکھا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے خواب کو بیان کیا تو آپنے فرمایا سچی خواب ہے اس قصہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ احکام شرعیہ کا مدار مصلحتون پر ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اجتہاد کو بھی انمین دخل ہے اور آسانی تو ایک اصل اصیل ہے ہی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ شعائر دین مین اُن لوگون کی مخالفت بھی شارع کو منظور ہے جو گمراہی مین حد سے گذر گئے ہین اور نیز یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی اور بھی بذریعہ خواب یا الہام کے خدا یتعالے کی مراد پر مطلع ہو سکتا ہے مگر لوگ اُس حکم کے ساتھ مکلف نہین ہو سکتے یا وہ حکم یقینی نہین ہو سکتا جبتک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکو برقرار نہ رکھا ہو - اور حکمت الہیہ کا مقتضی یہ ہوا کہ اذان کے اندر صرف اعلام و تنبیہ نہ پائی جاوے بلکہ وہ شعائر اسلام مین سے ایک شعائر ٹھہرایا جاوے - ان لوگون کے سرون پر اُسکے لفظ پکارے جاوین جو مساجد سے علیحدہ ہین اور اس نشان مذہب کی عزت کیجاوے اور اُسکا قبول کر لینا لوگون کے دین الہی کے تابع ہو جانے کی پہچان ہو اسلیے یہ بات ضروری ہوئی کہ ذکر الہی اور شہادتین سے اُسکی ترکیب ہو اور نماز کا بلاوا بھی اُسمین پایا جاوے تاکہ جو چیز اُس سے منظور ہے وہ اُس سے صراحتاً سمجھ مین آجاوے اور اذان کے کئی طریقے مروی ہین مگر سب سے زیادہ صحیح حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا طریقہ ہے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مین

اذان دو دو مرتبہ ایک ایک کلمہ کے کہنے سے ہوتی تھی اور اقامت ایک ایک مرتبہ کے کہنے سے مگر قد قامت الصلوۃ
کو موذن دو مرتبہ کہا کرتے تھے اسکے بعد ابی محذورہ کا طریقہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو اذان اور اقامت
اسطرح تعلیم فرمائی کہ اذان مین تو انیس کلمے اور اقامت مین سترہ کلمے اور میرے نزدیک تو اسکا حال قرآن کی قرأتون
کا سا ہے کہ سب شافی اور کافی ہین- اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے پھر اگر صبح کی نماز کا وقت ہے تو
تجھے یہ بھی کہنا چاہیے الصلوۃ خیر من النوم- مین کہتا ہون چونکہ یہ سونے اور غفلت کا وقت ہوتا ہے اسلیے زیادہ
تنبیہ کی حاجت ہے لہذا اس لفظ کا بڑھا دینا مناسب تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص اذان کہے
تو وہی اقامت بھی کہے من اذن فھو یقیم- مین کہتا ہون اسکی وجہ یہ ہے کہ جب ایک شخص نے اذان شروع کی تو
اسکے بھائی مسلمانوں پر ضروری ہوا کہ اسنے جو منافع کا حاصل کرنا چاہا ہے اور وہ اسکے لیے مباح ہین کسی کی ملک
نہین ہین اسمین اس سے مزاحمت نکرین جسطرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کوئی شخص اپنے بھائی کی منگنی ہونے پر
اپنی منگنی نکرے لایخطب الرجل علی خطبۃ اخیہ- اذان کے فضائل اس طرح سمجھو کہ ایک تو وہ اسلام کا شعار ہے
اور اسکی وجہ سے کسی ملک کو دار الاسلام ہونیکا حکم ہوتا ہے لہذا حضور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا قاعدہ تھا کہ اگر آپ
اذان سن لیا کرتے تھے تب تو کچھ نکرتے اور اگر اذان کی آواز نہ سنتے تو اس شہر کو غارت کر دیتے ایک یہ کہ وہ نبوت کے
شعبون مین سے ایک شعبہ ہے کیونکہ اسمین اسلام کے بڑے عظیم الشان رکن پر اور اس عبادت پر جو سب کی اصل ہے
لوگون کی ترغیب ہوتی ہے اور جسقدر خدا تعالی کی رضامندی اور شیطان لعین کو سوزش اس نیکی مین ہوتی ہے
جو اورون کی طرف متعدی ہو اور اسمین خدا کی بات اونچی رہے کسی چیز مین نہین ہوتی چنانچہ آپنے فرمایا ہے شیطان کے
اوپر ایک فقیہ کا دباؤ بہ نسبت ہزار عابد کے زیادہ ہوتا ہے فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد- اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب نماز کے لیے لوگون کی پکار ہوتی ہے تو شیطان وہان سے پیٹھ پھیر کر بھاگتا ہے
اور اسکا گوز نکل جاتا ہے اذا نودی للصلوۃ ادبر الشیطان لہ ضراط اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
موذن لوگ سب لوگون سے زیادہ لانبی لانبی گردنون والے ہونگے المؤذنون اطول الناس اعناقا- اور فرمایا
جہانتک موذن کی آواز پہونچتی ہے اسی قدر اسکے لیے بخشش ہوگی اور جن وانسان اسکی گواہی دینگے المؤذن
یغفر لہ مدی صوتہ ویشہد لہ الجن والانس مین کہتا ہون جزا و سزا کا معاملہ معانی کی صورتون کے ساتھ تناسب اور ارواح
کے اشباح کے ساتھ تعلق پر مبنی ہے اسلیے یہ بات ضروری ہوئی کہ موذن کی اور روح کے اوپر اسکی گردن اور آواز کے
اعتبار سے علوشان کا ظہور ہو اور جسطرح اسکی خدا تعالی کیطرف کو پکار لوگون مین پھیل جاتی تھی اسیطرح خدا تعالی
کی رحمت اسکے اوپر پھیل جاوے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس شخص نے طلب ثواب کی غرض سے سات
سال تک اذان دی تو آگ سے اسکے لیے رہائی لکھدی گئی من اذن سبع سنین محتسبا کتبت لہ براءۃ من النار
اور یہ اسواسطے کہ اس سے اسکے دل کے اندر تصدیق کا ہونا ظاہر ہوگیا خدا تعالی کی سات سال تک وہی شخص اذان
دیسکتا ہے جسنے اپنے آپکو خدا کے حوالے کر دیا ہو دوسرے یہ کہ اتنے عرصہ تک اذان دیتے دیتے اسنے اپنے آپ اس قابل

بنالیا کہ رحمت الٰہی سیر چھا جاوے خدا تعالیٰ اس چرواہے کے لیے جو پہاڑ کی چوٹی پر بکریان چراتا تھا فرماتا ہے میرے اس بندے کو تو دیکھو اذان کہتا ہے اور نماز کی پابندی کرتا ہے مجھسے ڈرتا ہے مین نے اسکو بخش دیا اور مجھکو مین نے جنت مین داخل کر دیا انظروا الی عبدی ہذا یوذن ویقیم الصلوٰۃ یخاف منی قد غفرت لہ وادخلتہ الجنۃ۔ اللہ پاک کا یہ فرمانا کہ مجھسے ڈرتا ہے اس بات کی دلیل ہے کہ اعمال کا اعتبار اُنکے دواعی سے ہوتا ہے جو اُن اعمال پر اُبھارتے ہین اور یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ اعمال اشباح ہوتے ہین اور اُنکی ارواح اُنکی روحانی ہوا کرتی ہین پس خدا تعالیٰ سے اُسکا خوف کرنا اور اُسکا اخلاص مغفرت کا سبب ہوگیا اور چونکہ اذان شعائر دین مین سے ایک شعار ہے اور اس شناخت کے لیے بنائی گئی ہے کہ لوگون کا ہدایت الٰہیہ کا قبول کرلینا اس سے پہچان لیا کرین اسواسطے اذان کے جواب دینے کا لوگون کو حکم دیا گیا تاکہ اُسے جو مقصود ہے جواب دینے مین ہے اُسکی تصریح ہوجاوے پس جب موذن اللہ اکبر کہے سننے والا بھی جواب مین یہی کہے اور جب شہادتین کہے ادا کرے یہ بھی ادا کرے اور جب وہ حی علی الصلوٰۃ یا حی علی الفلاح کہے تو جواب دینے والا ان الفاظ کے ساتھ اُسکا جواب دیوے جنسے عمل کی قوت دینے و گناہ سے باز رکھنے کی نسبت خاص خدا کی طرف پائی جاوے بلا شرکت غیرے یعنی لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم کہے تاکہ عبادت کرتے وقت عجب کے پیدا ہونے کا احتمال جاتا رہے جو شخص خلوص قلبی سے ایسا کریگا جنت مین داخل ہوجائیگا کیونکہ یہ اُسکا فعل ظاہری دلی تابعداری اور اپنی جان کو خدا تعالیٰ کے حوالے کر دینے کا عنوان اور اُسکی صورت ہے اور پھر اُسکے بعد یہ حکم دیا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے دعا کرے یعنی اللہم رب ہذہ الدعوۃ اخیر تک پڑھے تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کا قبول کرلینا اور آپ کی محبت اس سے ظاہر ہووے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذان اور اقامت کے درمیان مین دعا رد نہین ہوتی لا یرد الدعاء بین الاذان والاقامۃ۔ میرے نزدیک اُسکی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ رحمت الٰہیہ کا اُسوقت مین شمول ہوتا ہے اور بندے کیطرف سے انقیاد اور تابعداری کے معنی پائے جاتے ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بلال تو رات سے اذان دیدیا کرتا ہے اسواسطے تملوگ اپنے کھاتے پیتے رہا کرو جبتک کہ ابن ام مکتوم اذان نہ دے ان بلالا ینادی بلیل فکلوا واشربوا حتے ینادی ابن مکتوم۔ مین کہتا ہون امام کے لیے مستحب ہے کہ اگر اسکو ضرورت معلوم ہو تو دو موذن مقرر کر دے جنکی آواز کو لوگ پہچانتے ہون اور لوگون کو جتلا دے کہ فلان موذن تو کچھ رات سے اذان دیدیتا ہے تملوگ اپنے کھاتے پیتے رہا کرو جبتک دوسرا موذن اذان نہ کہدیا کرے اسمین یہ ہوگا کہ پہلی اذان سے جو شخص اُٹھ بیٹھا ہے اور سحری کھا چکا ہے وہ تو آگے کو کچھ اور نکریگا اور جو سو رہا ہے وہ نماز کے لیے اُٹھ بیٹھے گا اور اگر سحری اُسنے نہین کھائی تھی تو اُسکو جھٹ پٹ کھا لیگا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب نماز کی اقامت ہوجاوے تو تم نماز کے لیے بھاگ کر مت آؤ بلکہ اپنی چال سے آؤ اذا اقیمت الصلوٰۃ فلا تاتوہا تسعون واتوہا تمشون۔ مین کہتا ہون اسمین اس بات کیطرف اشارہ ہے کہ عبادت کے اندر تعمق اور تکلف نکرنا چاہیے۔

## مساجد کا بیان

مسجد کے بنانے کی فضیلت اور اسکا التزام اور مسجد مین نماز کا انتظار کرنا ان سب باتون کا مدار اسی پر ہے کہ

کہ وہ شعائر اسلام میں سے ہے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب تمکو مسجد نظر پڑ جاوے یا کسی کو اذان کہتے ہوے
سنو تو پھر کسی کو مت قتل کرو اذا رأیتم مسجدا او سمعتم موذنا فلا تقتلوا احدا - اور مسجد کی فضیلت یہ ہے کہ وہ نماز کی جگہ ہے
عابدوں کے اعتکاف کرنے کا گھر ہے اور خدا کی رحمت اسمین اترتی رہتی ہے اور منسوبہ کعبہ کے ساتھ اسکو مشابہت ہے چنانچہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص اپنے گھر سے پاک ہوکر نماز فریضہ کے لیے نکلا تو اسکا اجر ایسا ہے جیسے حج کرنیوالے
جو حالت احرام میں ہوں اور جو شخص چاشت کی نماز کے لیے نکلا مگر خاص اسی لیے کھڑا ہوا ہے تو اسکا ثواب عمرہ کرنیوالے
کے ثواب کے برابر ہے من خرج من بیته متطهرا الی صلوة مکتوبة فاجره کاجر الحاج المحرم ومن خرج الی تسبیح الضحی لا ینصبه الا
ایاه فاجره کاجر المعتمر - اور فرمایا ہے جنت کے باغوں میں جب تمھارا گذر ہوا کرے تو اسمین چرا کرو کسی نے عرض کیا اور جنت کے
باغ کیا ہیں آپنے فرمایا مساجد اذا مررتم بریاض الجنة فارتعوا قیل وما ریاض الجنة قال المساجد - اور نماز کے اوقات میں
اپنے کاروبار اور اہل وعیال کے سامنے مسجد کیطرف دل کا لگانا صرف نماز کی خاطر اس شخص کے اخلاص اور اپنے پروردگار
کے سامنے دلی انقیاد اور تابعداری کی دلیل ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب ایک شخص نے
وضو کیا اور اچھے طور پر کیا پھر مسجد کو صرف نماز کی خاطر چلا تو اسکا جو قدم پڑتا جاتا ہے اسکی وجہ سے اسکا ایک درجہ بلند اور
ایک گناہ کم ہوتا چلا جاتا ہے پھر جب اسنے نماز پڑھی تو جبتک وہ اپنی نماز میں رہتا ہے برابر فرشتے اسکے لیے دعا مانگتے
رہتے ہیں کہ خدایا اسپر فضل کر خدایا اسپر رحم کر اور تم میں سے جبتک کوئی نماز کا انتظار کرتا ہے نماز ہی میں رہتا ہے اذا
توضا فاحسن الوضوء ثم خرج الی المسجد لا یخرجه الا الصلوة لم یخط خطوة الا رفعت له بها درجة وحط عنه بها خطیئة
فاذا صلی لم تزل الملائکة تصلی علیه ما دام فی مصلاه اللهم صل علیه اللهم ارحمه ولا یزال احدکم فی صلوة ما انتظر الصلوة -
اور مسجد کا بنانا اعلاء کلمۃ اللہ میں تائید کرتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص صبح کو مسجد کو جاتا ہے یا رات کو
خدا تعالے اسکے لیے جنت کی مہمانی ہر صبح کے جانے اور رات کے جانے پر تیار کرتا ہے من غدا الی المسجد اوراح اعد الله له نزله
من الجنة کلما غدا اوراح - میں کہتا ہوں اس سے معلوم ہوا کہ ہر صبح اور رات کے جانے میں ہمیشہ کی ملکیہ کے لیے تابعداری پائی
جاتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص خدا تعالے کے لیے مسجد بناویگا خدا تعالے اسکے لیے جنت میں ایک
گھر بناویگا من بنی لله مسجدا بنی الله بیتا فی الجنة اسکی وجہ میرے نزدیک یہی ہے کہ اعمال کی جزا انکی صورت پر ہوتی ہے
اور وضو کے جانے رہنے سے نماز کے انتظار کا ثواب اسواسطے نہیں رہتا کہ جب اسکا وضو نہیں رہا تو نماز کے لیے اسکی تیاری
نہیں باقی رہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد اور مسجد حرام کو ثواب کے زیادہ ہونیمیں فضیلت حاصل ہونے کی کئی
وجہ ہیں ایک تو ان مواضع میں خاص خاص فرشتے مقرر ہیں جو وہاں کے باشندوں پر گھرے رہتے ہیں اور جو وہاں آتا ہے
اسکے لیے دعا کرتے رہتے ہیں دوسرے ان مواضع کی آبادی شعائر الہی کی تعظیم اور اعلاء کلمۃ اللہ میں داخل ہے تیسرے ان
مواضع میں آنے سے ائمہ دین کا حال یاد آتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے بجز تین مسجدوں کے کہیں کو کجاوے نہ
کھینچے جاویں مسجد حرام اور مسجد اقصی اور میری یہ مسجد میں کہتا ہوں اہل جاہلیت کا دستور تھا کہ اپنے زعم میں جن مقامات کو
وہ واجب التعظیم جانتے تھے ان مقامات کی زیارت کرنے اور برکت کے لیے سفر کیا کرتے تھے اور ظاہر ہے کہ اسمین کسقدر دین کی

تحریف اور اسکا بگاڑ تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس فساد کے مٹانے کے لیے یہ فرمایا تاکہ جو چیزین شعائر الٰہی نہین ہین
وہ شعائر مین داخل نہ کر لیجاوین اور عبادت غیر اللہ کا یہ ذریعہ نہ بنجاے اور میرے نزدیک حق یہ بات ہے کہ اولیاء اللہ مین سے
کسی کی قبر یا اُسکی عبادت کرنے کی جگہ اور کوہ طور سب اسی کے اندر داخل ہو کر برابر ہین۔ واللہ اعلم
مسجد کے آداب کے کئی طور ہین ایک تو نفس مسجد کی عظمت کا لحاظ کرنا اور اپنے نفس کو زبردستی اس بات پر مجبور کرنا
کہ اور خیالات اُس سے دور ہون اور مسجد مین داخل ہونے کے بعد مطلق العنانی کے طور پر نہ رہنا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا ہے جب تم مین سے کوئی شخص مسجد مین آوے تو اُسکو بیٹھنے سے قبل دو رکعت پڑھ لینی چاہییے اذا دخل احدکم
المسجد فلیرکع رکعتین قبل ان یجلس۔ اور ایک مسجد کو اُن چیزون سے جنسے لوگ نفرت کرتے ہین اور اُنکو ناپاک جانتے ہین
نظافت اور پاکی کا خیال رکھنا چاہییے جسکی نسبت راوی کہتا ہے کہ حکم دیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کے بنانے اور
اُسکے پاک صاف اور معطر رکھنے کا امر ببناء المسجد وان ینظف ویطیب۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
میری امت کے اجر میرے سامنے پیش کیے گئے یہانتک کہ کوڑے کا اجر جسکو کوئی شخص مسجد سے نکال دیتا ہے عرضت علی اجور
اُمتی حتی القذاۃ یخرجہا الرجل من المسجد۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مسجد مین تھوکنا ایک خطا ہے اور اسکا
کفارہ یہ ہے کہ اُسپر خاک ڈالدے البزاق فی المسجد خطیئۃ وکفارتہا دفنہا۔ اور ایک یہ ہے کہ ایسی بات کوئی نکرے
جس سے عبادت کرنیوالون کا دل اُچاٹ ہو جاوے اور بازار کا سا شور وغل نکرے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
اُسکا تذکرہ ہو چکا ہے اور فرمایا ہے جو کسی شخص کو مسجد کے اندر اپنی گم شدہ چیز کے لیے آواز دیتا ہوا سنے اُسکو
یہ کہنا چاہییے کہ خدا تعالےٰ اسکو تیرے پاس لوٹا کر نہ لاوے اسواسطے کہ مسجدین اسلیے نہین بنائی گئی ہین من سمع رجلا
ینشد ضالۃ فی المسجد فلیقل لا ردہا اللہ الیک فان المساجد لم تبن لہذا۔ اور فرمایا ہے جب تم کسی شخص کو مسجد مین
خرید یا فروخت کرتا دیکھو تو کہدو کہ خدا تعالےٰ تیری تجارت مین نفع نہ دے اذا رأیتم من یبیع او یبتاع فی المسجد فقولوا
لا اربح اللہ تجارتک۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مساجد کے اندر شعر خوانی اور قصہ خوانی اور حدود کے قائم
کرنے سے منع فرمایا ہے مین کہتا ہون کہ مسجد کے اندر گم شدہ چیز کے لیے آواز دینا اسواسطے منع کیا گیا کہ وہ ایک قسم کا
شور اور نمازیون اور اُن لوگون کا جو اعتکاف کے اندر ہین دل اُچاٹ کرنیوالا ہے اسلیے اُسکے منع کرنے کے واسطے
یہ بددعا کرنا مناسب ہوا جسمین شور کرنیوالے کی ذلت سمجھی جاتی ہے اور بددعا مین اُسکے مطلوب کے مخالف امر ذکر کیا گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی علت
بیان فرمائی کہ مسجدین اسواسطے نہین بنائی گیئن ہین یعنی وہ تو نماز کے لیے اور خدا کی یاد کرنے کے لیے بنائی گئی ہین
اور مسجد کے اندر خرید فروخت کرنے سے اسواسطے منع فرمایا تاکہ مسجد کو لوگ بازار نہ بنالین اور اُسمین خرید و فروخت کیا کرین
اور اُسکی عظمت اور عزت ذہنون سے نکلجاے اور نمازیون اور معتکفون کا دل ہٹ جاوے اور اشعار سے منع کرنے کی بھی
وجہ یہی ہے جو ہمنے بیان کی علاوہ برین اشعار کے پڑھنے مین ذکر الٰہی سے اعراض اور نیز اوروں کو اعراض کی ترغیب
پائی جاتی ہے اور قصہ گوئی اور حدود کے قائم کرنے کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ اُسمین شور وغل اور رونے پیٹنے کا اور نمازیون کے
دل ہٹنے کا احتمال ہے مگر وہ اشعار کہ جنمین ذکر الٰہی یا حضور نبوی کی نعت وغیرہ اور کفار کا جلانا پایا جاوے اس سے مستثنیٰ ہین

اسواسطے کہ وہ غرض شرعی ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو یہ دعا دی ہے کہ خدایا روح القدس سے
اسکی تائید کر اللھم ایدہ بروح القدس اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کسی حائض اور جنب کے واسطے مین مسجد کو
حلال نہین کرتا انی لا احل المسجد لحائض ولا جنب مین کہتا ہون اسکی وجہ مسجد کی تعظیم ہے اسواسطے کہ بڑی
تعظیم ایک چیز کی یہ ہے کہ بغیر طہارت کے آدمی اسکے پاس نہ جائے مگر بے وضو کو مسجد مین آنے سے ممانعت کرنے مین
حرج عظیم تھا اور جنب اور حائض کی ممانعت کرنے سے کچھ دقت نہین ہے دوسرے یہ کہ جنب اور حائض کو نماز سے بہت
بُعد ہے اور مسجد نماز ہی کے لیے موضوع ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص اس بدبودار درخت کو کھاوے
وہ ہماری مسجد کے پاس نہ آوے کیونکہ جس چیز سے لوگون کو تکلیف ہوتی ہے فرشتون کو بھی اس سے تکلیف ہوتی ہے
من اکل ہذہ الشجرۃ المنتنۃ فلا یقربن مسجدنا فان الملائکۃ تتاذی مما یتاذی منہ الانس مین کہتا ہون وہ
بدبودار درخت پیاز یا لہسن ہے اور یہی ہر بدبودار چیز کا حکم بھی ہے اور فرشتون کی تکلیف پانے کے معنی یہ ہین کہ انکو یہ چیز
بُری معلوم ہوتی ہے اور اس سے نفرت کرتے ہین کیونکہ وہ پاکیزہ اخلاق اور پاکیزہ اور خوشبودار چیزون کو پسند کرتے ہین
اور انکی اضداد چیزون سے انکو نفرت ہوتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
تم مین سے جب کوئی شخص مسجد مین آوے تو اسکو یہ کہنا چاہیے اللھم افتح لی ابواب رحمتک
پھر جب مسجد سے باہر ہووے تو کہے اللھم انی اسئلک من فضلک مین کہتا ہون
جانیوالے کے لیے طلب رحمت کی تخصیص اور باہر آنیوالے کے لیے طلب فضل کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ قرآن مین رحمت سے
نفسانی اور اخروی نعمتین مراد ہوا کرتی ہین جیسے ولایت اور نبوت چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے ورحمۃ ربک خیر مما یجمعون
ترجمہ۔ اور تیرے رب کی رحمت اس چیز سے جو وہ جمع کرتے ہین بہتر ہے اور فضل سے دنیاوی نعمتین مراد ہوتی ہین جیسے فرماتا ہے
فاذا قضیت الصلوۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ ترجمہ۔ پھر جب نماز ہوچکے تو پھیل جاؤ زمین مین
اور خدا کے فضل کے طالب ہو۔ اور جو شخص مسجد مین جاتا ہے اسکی غرض قرب الہی کا حاصل ہونا ہوتا ہے اور مسجد سے نکلکر
پھر روزی تلاش کرنیکا وقت ہوتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا دخل احدکم المسجد فلیرکع رکعتین
قبل ان یجلس ترجمہ۔ تم مین سے جب کوئی شخص مسجد مین جاوے تو بیٹھنے سے پہلے اسکو دو رکعت پڑھ لینی چاہیئین مین
کہتا ہون یہ اسواسطے مقرر کیا گیا کہ جو مکان نماز کے لیے وضع کیا گیا ہے اسکے اندر جاتے ہی نماز نہ پڑھنا باعث حسرت ہے
دوسرے اسمین ایک امر محسوس سے نماز کیطرف رغبت ٹھیک ٹھیک ہوجاتی ہے اور اسمین مسجد کی تعظیم بھی ہے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الارض کلہا مسجد الا المقبرۃ والحمام ترجمہ۔ بجز مقبرہ اور حمام کے تمام زمین سجدہ گاہ ہے
اور سات جگہ مین نماز پڑھنے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کوڑی۔ مقبرہ۔ مذبح۔ رستہ۔ حمام۔ اونٹون کے رہنے کی جگہ
اور بابل کی زمین مین نماز پڑھنے سے بھی منع فرمایا ہے کیونکہ اسپر خدا تعالی کی لعنت ہوچکی ہے۔ مین کہتا ہون
کوڑی اور مذبح مین نماز سے ممانعت کی یہ وجہ ہے کہ وہ نجاست کے مقام ہین اور نماز کے لیے نظافت اور طہارت مناسب ہے
اور مقبرہ کے اندر نماز سے ممانعت کی یہ وجہ ہے کہ لوگ وہان نماز پڑھتے پڑھتے اولیاء اور علماء کی قبرون کی بتون کیطرح

پرستش شروع نکر دین اور یہ شرک جلی کی صورت ہے یا ان مواضع مین نماز پڑھنے کو زیادہ تر قربت الہی کا سبب سمجھنے لگین اور یہ شرک خفی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد اسکے فرمانے سے یہی ہے لعن اللہ الیہود والنصاری اتخذوا قبور انبیائہم مساجد۔ یہود و نصاری پر خدا کی لعنت ہو جو انھون نے اپنے انبیا کی قبرون کو سجدہ گاہ بنالیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج کے غروب و طلوع اور استوا کے وقت جو نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے وہ بھی اسی کی نظیر ہے اسواسطے کہ کفار ان اوقات مین آفتاب کو سجدہ کیا کرتے تھے اور حمام مین نماز سے ممانعت کی یہ وجہ ہے کہ وہان لوگون کے ستر کھلتے ہین اور لوگ آتے جاتے رہتے ہین ان باتون سے نمازی کا دل بٹ جائیگا اور حضور قلب سے وہ اپنی التجا نہ کرسکیگا اور جہان اونٹ باندھے جاتے ہین اُن مواضع مین نماز سے ممانعت کی یہ وجہ ہے کہ اونٹ ایک عظیم الجثہ جانور ہے اور جسکو پکڑ لیتا ہے پھر چھوڑتا نہین اور پھر اُسکی عادت بھی ہوتی ہے کہ خواہ مخواہ لوگون کو ستاتا ہے یہ باتین ایسی ہین کہ وہان کھڑا ہو کر نمازی کا دل نماز مین نہ لگیگا بخلاف اُن مواقع کے جہان بکریان بندھی ہوتی ہین اور بیچ سڑک مین نماز سے اسواسطے ممانعت کی گئی کہ اول تو راہ چلنے والون سے اُسکا دل بٹے گا اور رستہ بھی لوگون پر تنگ ہوگا دوسرے درندے وغیرہ اُدھر کو ہو کر نکلتے ہین جیسا کہ وہان اُترنے سے نہی صحیح وارد ہے اور بیت اللہ کی چھت پر نماز پڑھنے سے ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ بلا ضرورت بیت اللہ کی چھت پر چڑھنا مکروہ ہے اور اسمین ایک احتمال بیحرمتی ہے اور اسکا بھی یقین نہین کہ ایسے وقت مین استقبال القبلہ کے معنی پائے جاتے ہون۔ اور جس مین پر خسف وغیرہ یا پتھر برسانے سے خدا کی لعنت ہو چکی ہے اُسمین نماز پڑھنے سے ان چیزون کا ہلکا سمجھنا پایا جاتا ہے دوسرے جو مقام غضب کے ہین اُنسے خدا تعالے کا خوف اور ہیبت کرکے دور رہنا چاہیے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ولا تدخلوہ الا باکین۔ اور وہان جب جاؤ روتے ہوے جاؤ۔

## نمازی کے کپڑون کا بیان

معلوم کرو کہ کپڑون کا پہننا ایسی چیز ہے کہ اسکی وجہ سے انسان کو تمام بہائم سے امتیاز حاصل ہے اور کپڑے کا پہننا انسان کیلیے بہترین حالات مین سے ہے اور اسمین ایک قسم کی طہارت بھی پائی جاتی ہے اور نماز کی بھی اسمین تعظیم ہے اور رب العالمین کے روبرو عرض کرنے کے آداب مین شامل ہے اور وہ خود ایک واجب چیز ہے مگر نماز کے اندر اُسکو شرط کر دیا گیا ہے اسواسطے کہ نماز کے معنی کی تکمیل اُسپر موقوف ہے اور شارع نے اسکی دو حدین قرار دی ہین ایک وہ حد ہے کہ اسکے بغیر چارہ نہین اور نماز صحیح نہین ہو سکتی اور ایک استحباب کی حد ہے پہلی حد مرد کے لیے پیشاب اور پاخانہ کا مقام ہے اور ان دونون مین بھی پیشاب کا مقام بہت ہی زیادہ ضروری ہے اور دونون رانین بھی انھین کے ساتھ ملحق ہین اور عورت کے لیے اُسکا تمام بدن ستر ہے اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لاتقبل صلوة حائض الا بخمار۔ حائض یعنی بالغ عورت کی نماز بدون اوڑھنی کے قبول نہین ہوتی اور رانکو دونون مقامون کے ساتھ اسواسطے ملحق کر دیا ہے کہ وہ بھی دونون محل شہوت ہین اور ایسے ہی تمام بدن عورت کا محل شہوت ہے

اسوجہ سے وہ بھی انہیں کے ساتھ ملحق ہے اور لباس مستحب کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا یصلین احدکم
فی الثوب الواحد لیس علی عاتقہ منہ شی وقال اذا کان واسعا فخالف بین طرفیہ - تم مین سے کوئی شخص ایک کپڑے مین
اسوقت کہ اسکے کاندھے پر وہ کپڑا بالکل نہو نماز نہ پڑھے اور فرمایا ہے اگر کپڑے مین گنجایش ہو تو اسکے دونون طرف ادھر ادھر
ڈال لے اور اسمین نکتہ یہ ہے کہ تمام عرب اور عجم اور تمام وہ لوگ جنکا مزاج ٹھیک ٹھیک انسانیت پر ہے علی اختلاف الاوضاع
سب کا پورا لباس اور پوری ہیئت کی درستی اسی مین ہوتی ہے کہ انکے پشت اور کاندھے کپڑے سے ڈھک جائین
خواہ انکے لباس کی کچھ ہی وضع کیون نہو قبا ہو یا قمیص ہو یا حلہ ہو یا کچھ ہو اور ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
کسی نے ایک کپڑے کے اندر نماز پڑھنے کی نسبت دریافت کیا تو انھون نے اسکے جواب مین فرمایا کیا سبکے لیے دو کپڑے ہوا کرتے ہین
پھر حضرت عمر سے دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا جب خدا گنجایش دے تو گنجایش دینا چاہیے مین کہتا ہون بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے
کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے حد اول کی نسبت دریافت کیا گیا تھا اور حضرت عمر کا قول حد ثانی کا بیان ہے اور
ہوسکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حد ثانی کا ہی سوال کیا گیا ہو مگر آپنے اس لحاظ سے کہ دو کپڑون کا حکم دینے مین
اگرچہ استحباب کے لیے ہی وہ شرط ہون ایک قسم کا حرج ہے دو کپڑون کا حکم نہین دیا اور یہ بھی تھا کہ جس شخص کو دو کپڑے
میسر نہوتے اپنے رحم مین نماز کے مکمل ہونے کا اسکو خیال ہوتا اور اسواسطے اسکی نماز غیر مکمل ہوتی اور جب حضرت عمر نے
یہ بات معلوم کرلی کہ احکام کے مقرر کرنے کا وقت تو گذر گیا ہے اور یہ معلوم ہو چکا تھا کہ نماز کے اندر لباس کی تکمیل مستحب ہے
اسواسطے اسکے موافق یہ جواب دیدیا واللہ اعلم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کی نسبت جسکا نماز پڑھنے مین
سر پیچھے کی جانب کو بندھا ہوا ہو انما مثل ہذا مثل الذی یصلی وہو مکتوف اس شخص کا حال ایسا ہے جیسے
شانے بندھے ہوئے ہون مین کہتا ہون اس سے آپنے یہ بات بتلادی کہ صورت اور لباس اور شکل کا بگاڑ لینا کراہت کا
موجب ہوتا ہے - مین کہتا ہون نماز کیواسطے ضروری ہے کہ جو چیز اسکے نماز مین خلل ڈالے اور اس سے دل بٹتا ہو تو
اس چیز کی خوبصورتی سے یا نفس کے اترانے کیوجہ سے اسکو آپسے علیحدہ کردے تاکہ جو نماز سے مقصود ہے وہ پورے طور پر
حاصل ہوسکے اور یہودی لوگ اپنے جوتون اور موزون مین نماز پڑھنے کو برا جانتے تھے اسلیے کہ اسمین ایک قسم کی ترک تعظیم ہے
کیونکہ بڑے لوگون کے پاس جاتے وقت جوتون کو اتار لیا کرتے ہین چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے فاخلع نعلیک انک
بالواد المقدس طوی - اپنے جوتے اتار دے تو پاکیزہ میدان طوی مین ہے اور جوتے اور موزے کے اندر ایک بات
اور بھی ہے وہ یہ کہ لباس کی تکمیل اسپر موقوف ہے اسلیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کی مخالفت کی وجہ سے
قیاس اول کو ترک کرکے اور دوسرے قیاس کو ہمیشہ کے لیے جاری رکھا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
خالفوا الیہود فانہم لا یصلون فی نعالہم وخفافہم - یہود کی مخالفت کرو اسلیے کہ وہ اپنے جوتون اور موزون کے
ساتھ نماز نہین پڑھتے ہین - پس صحیح یہ ہے کہ جوتہ پہنکر نماز پڑھنا اور ننگے پیرون نماز پڑھنا برابر ہے اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے نماز کے اندر سدل کرنے سے منع فرمایا ہے اور سدل کے معنی مین اختلاف ہے بعض کہتے ہین اسکی صورت
یہ ہے کہ آدمی اپنے اوپر ایک کپڑا اسطرح اوڑھ لے کہ ہاتھ بھی اسکے اندر ہی رہین اور عنقریب آتا ہے کہ اشتمال الصماء یعنے

یعنی بدن پر اسطرح کپڑا لپیٹ لینا کہ ہاتھ اندر رہین بدترین لباسون کا ہے کیونکہ ہاتھون کا چھوٹا ہوا رکھنا عادت انسانی
اور اُسکی طبیعت مین داخل ہے اور یہ ہیئت بالکل اُسکے خلاف ہے دوسرے اسکے اندر ستر کے کھلنے کا ہر وقت اندیشہ ہے کیونکہ
بسا اوقات آدمی کو ہاتھ کھولنے کی ضرورت پڑتی ہے اور اُس سے ضرور ستر کھل جائیگا۔ اور بعض کے نزدیک سدل کے معنی یہ ہین
کہ اپنے اوپر کوئی کپڑا ڈالے اور اُسکے دونون جانب چھٹے رہین اسمین بھی وضع اور شکل مین نقصان ہوتا ہے اور ہیئت کے
پورا اور مکمل ہونے سے ہماری یہ مراد ہے کہ جسکو عرف اور عادت مین یہ کہہ سکین کہ جو چیز لباس وغیرہ مین ہونی چاہیے اسمین
وہ سب موجود ہے کسی کی کمی نہین ہے اور ہر ایک لباس کی وضع جداگانہ ہے مگر سب لباسون مین تلاش کرنے سے معلوم
ہو سکتا ہے کہ یہ لباس ہر ایک فرقہ کے لیے ضرور ہوتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو عرب کے دستور پر جو اس
زمانہ مین اُنکے لباس کا دستور تھا حکم دیا ہے۔

## قبلہ کا بیان

جب حضور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ مین تشریف لائے تو چھ یا سات مہینے تک بیت المقدس کیطرف نماز
ادا کرتے رہے پھر کعبہ کی طرف منہ کرنے کا حکم ہوا اور یہ حکم ہمیشہ کے لیے مقرر ہوگیا۔ مین کہتا ہون اسکے اندر بھید یہ ہے
کہ خدا تعالے کے شعائر اور اُسکے گھرون کی لوگون پر چونکہ تعظیم کرنی واجب تھی خاصکر اُس عبادت مین جو سب سے اشرف ہے
اور سب ارکان اسلام کے اصل اور شعائر دین مین سب سے زیادہ نامی شعار ہے اور خدا تعالے کی نیازمندی کے طالب
ہونے کے لیے تقرب حاصل کرنے کی غرض سے کسی ایسی چیز کی طرف نماز مین توجہ کرنا جسکو خدا تعالے کے ساتھ ایک
طرح کی خصوصیت ہے باعث اجتماع خاطر اور خشوع کی حالت پر رغبت پیدا ہونے کا سبب ہے اور اقرب بحضور قلب ہے کیونکہ
اسکی صورت ایسی ہے جیسے بادشاہ کے روبرو کھڑا ہوکر اپنی عرض معروض کرتا ہے اسواسطے حکمت الہیہ کا مقتضی یہ ہوا
کہ تمام شرائع کے اندر نماز مین قبلہ رخ کھڑا ہونا شرط کیا جاے خواہ کوئی قبلہ ہو اور حضرت ابراہیم اور حضرت اسمعیل علیہما السلام
اور جو اُنکے دین کے لوگ تھے کعبہ کیطرف منہ کیا کرتے تھے اور حضرت یعقوب علیہ السلام اور اُنکی اولاد کا قبلہ بیت المقدس تھا
یہ اصل تمام شرائع کے اندر مسلم ہے پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ مین تشریف لائے اور اوس و خزرج اور یہود کے
جو اُنکے حلیف تھے آپنے تالیف قلوب چاہی اور انھین لوگون نے آپ کی مدد کی اور وہی لائق امت ٹھہرے اور انکو نفع پہونچا
اور مضر اور اُنکے قریب کے لوگ بڑے دشمن تھے اور تمام دنیا سے زیادہ اُنکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بعد تھا اسواسطے
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اجتہاد سے بیت المقدس کیطرف رُخ کرنیکا حکم دیا اسواسطے کہ عبادات مین اصل یہ ہے کہ
جس امت مین رسول بھیجا گیا ہے اور جن لوگون نے اُسکی معاونت کی ہے اور جنکو خدا تعالی نے لوگون کے لیے گواہ مقرر کیا ہے
اُنکے اوضاع اور طریقون کا لحاظ کیا جاوے اور وہ لوگ اُسوقت مین اوس و خزرج ہی تھے اور یہود کے علوم کو وہ بہت ہی
مانتے تھے ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ نے آیہ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّى شِئْتُمْ کی تفسیر مین اسکو بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ
یہ انصار کا گروہ تو بت پرست تھا اور جن لوگون کے وہ ساتھی تھے یعنی یہود کے وہ اہل کتاب تھے تو یہ لوگ یہودیون کو

اپنے اوپر فضیلت سمجھتے تھے اور بہت سے کاموں میں اُنکا اقتدا کرتے تھے اخیر حدیث تک اور یہ شرائع کے اصول سے یہ بات ہے
کہ ملل حقہ کے موافق یا ان میں بجز اُن باتوں کے جو لوگوں نے اپنی طرف سے تحریفات اور تعمقات کرکے ملا رکھی ہیں اگر ایک ملت
باقی اور ملل حقہ کے موافق ہوتی ہے تو لوگوں کے قلوب اس سے اُکھڑتے نہیں ہیں اور ایسے وقت میں اُنکے اوپر اقامت حجت
پورے پورے طور پر ہوسکتی ہے اور یہود بھی برابر آسمانی کتاب کو بیان کرتے رہتے اور اُسپر عمل کرتے تھے ہر چند انبیاء نے
اپنی آیات کو محکم اور مضبوط کیا اور انکی نسبت جو چیز زیادہ تر صحت کے موافق تھی اور فوائد تشریع کے اعتبار سے
زیادہ تر بار رکھتی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اول اوقات میں اللہ تعالیٰ نے اُس سے مطلع کر دیا اسی کی وجہ سے آپکو اس بات کی
تمنا پیدا ہوئی کہ کعبہ کیطرف منہ کرنیکا حکم ہو جاوے اور آپ بھی آرزو میں تھے کہ حضرت جبرئیل حکم لائے ہوں آسمان کیطرف
منہ اٹھائے ادھر اُدھر دیکھا کرتے تھے اور پھر دوبارہ اللہ پاک نے قرآن کے اندر نازل فرما کر اس سے مطلع کر دیا اور وجہ اسکی یہ ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن لوگوں میں مبعوث ہوئے جو ملت ابراہیمیہ پر چلنے والے تھے اور خدا تعالیٰ کے علم میں یہ امر پہلے
سے یہی مقدر تھا کہ وہی لوگ اُس دین کے حامی اور مددگار ہونگے اور رسول کے بعد لوگوں پر خدا تعالیٰ کے گواہ وہی لوگ
ہونگے اور آپکی امت کے خلیفہ وہی بنینگے اور یہودیوں سے قدر قلیل ہی ایمان لائینگے - اور عرب کے نزدیک کعبہ شعائر
الٰہی میں سے ایک شعار ہے اُنکے ادنیٰ اور اعلیٰ کے دلمیں یہ بات سمائی ہے اور کعبہ کی طرف منہ کرنا اُنکا طریقہ برابر
چلا آتا ہے پھر اس سے منہ پھیرنے کی کیا وجہ اور چونکہ قبلہ کو رخ کرنا نماز کی صرف تکمیل کے لئے شرط ہے اور ایسی شرط نہیں ہے
کہ نماز کا اصل نفع بدون اس شرط کے حاصل ہونا غیر ممکن ہو اسواسطے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے متعلق جو تاریک
رات میں اٹکل سے قبلہ کو کھڑا ہو کر نماز پڑھ لے اور فی الحقیقت اُسکا منہ قبلہ کو نہو اللہ پاک کا یہ فرمان پڑھ دیا فاینما تولوا فثم وجہ اللہ
جس طرف تم متوجہ ہو خدا کی ذات وہیں ہے جس سے آپنے اس بات کیطرف اشارہ کر دیا کہ ضرورت کیوقت اس طرح کی نماز جائز ہو جاتی ہے

## سترہ کا بیان

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لو یعلم المار بین یدی المصلی ماذا علیہ لکان ان یقف اربعین خیرا لہ
من ان یمر بین یدیہ - نماز پڑھتے ہوئے کے سامنے ہو کر جو شخص گذرتا ہے اگر اُسکو یہ معلوم ہو جاوے کہ اُسپر کیا وبال لازم
آتا ہے تو چالیس تک یعنی چالیس سال تک اُسکو کھڑا رہنا اُسکے سامنے ہو کر گذرنے سے بہتر معلوم ہو - میں کہتا ہوں اسمیں
یہ بھید ہے کہ نماز شعائر الٰہی میں سے ہے اور اُسکی تعظیم واجب ہے اور چونکہ نماز سے اس حالت کے ساتھ تشبیہ مقصود ہے جو
غلام کو اپنے مولیٰ کے سامنے سکون اور خاموشی کے ساتھ خدمت کے لیے کھڑے ہوتے وقت ہوا کرتی ہے اسواسطے نماز کی ایک
تعظیم یہ بھی مقرر کی گئی کہ کوئی گذرنیوالا نمازی کے سامنے ہو کر نہ گذرے کیونکہ آقا اور اُسکے غلاموں کے درمیان سے جو دست بستہ
اُسکے سامنے کھڑے ہوے ہیں گذرنا سخت بے ادبی ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان احدکم اذا قام
فی الصلوٰۃ فانما یناجی ربہ وربہ بینہ وبین القبلۃ الحدیث - جب تم میں سے نماز کے لیے کوئی کھڑا ہوتا ہے تو وہ اپنے رب سے
عرض معروض کیا کرتا ہے اور اُسکا رب اُسکے اور قبلہ کے درمیان ہوتا ہے - اور اسکے ساتھ ایک بات یہ بھی ہے کہ نمازی کے

سامنے گذرنے سے اُسکا دل اکثر بٹ جاتا ہے اسیواسطے نمازی کو اُسکے ہٹا دینے کا استحقاق حاصل ہوتا ہے چنانچہ حدیث شریف
مین آیا ہے فلیقاتلہ فانہ شیطان - تو اسکو مار دینا چاہیے - مین کہتا ہون اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ منجملہ شروط کے
نماز کی صحت کے لیے ایک شرط یہ بھی ہے کہ سامنے سے وہ جگہ عورت اور گدھے اور کتے سے خالی ہو کیونکہ وہ شیطان ہے اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تقطع الصلوۃ المرأۃ والحمار والکلب الاسود عورت اور گدھا اور سیاہ کتا نماز کو تباہ
کر دیتے ہین اور اسمین یہ بھید ہے کہ نماز سے مناجات اور رب العالمین کے روبرو کھڑا ہونا منظور ہوتا ہے اور عورت کے پاس
ہوکر گذر جانا اور عورت کے ساتھ صحبت اور اختلاط ایسی چیزین ہین جو اس حالت کے بالکل خلاف حالت پیدا کرنے کے اکثر باعث
ہوتی ہین اور کتے کی شیطان ہونے کی وجہ ہم بیان کر چکے ہین خاصکر سیاہ کتا کیونکہ اسکا مزاج تو اور کتون سے بھی خراب
ہوتا ہے اور گدھا بھی بمنزلہ شیطان کے ہی ہے کیونکہ بسا اوقات لوگون کے سامنے اپنے مادہ سے وہ مشغول ہو جاتا ہے
اور کبھی خود ہی اُسکے آلہ کو حرکت ہوتی رہتی ہے لہذا نماز کے اندر اُسکا دیکھنا غالبًا اس حالت کے اندر مخل ہوگا جو نماز سے
مقصود ہوتی ہے مگر حفاظ صحابہ و فقہاء صحابہ نے جنمین سے حضرت علیؓ اور حضرت عائشہؓ اور حضرت ابن عباسؓ اور حضرت
ابو سعیدؓ وغیرہم بھی ہین اس حدیث پر عمل نہین کیا ہے اور انھون نے اس حدیث کو منسوخ سمجھا ہے اگرچہ اسکی منسوخیت سے
جو انھون نے استدلال قائم کیا ہے اسمین کچھ کلام ہے اور یہ اُن مواضع مین سے ایک ہے جنمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
دریافت کرنے کے دو مختلف طریقے ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا وضع احدکم بین یدیہ مثل
موخرۃ الرحل فلیصل ولا یبال من وراء ذلک - تم مین سے جب کوئی اپنے سامنے کجاوے کے پیچھے کے برابر کوئی چیز
رکھ لے تو پھر وہ نماز پڑھے اور اس سے پرے جو کوئی گذرے اسکی کچھ پروا نہ کرے - مین کہتا ہون چونکہ مطلقًا گذرنے سے
ممانعت کرنے مین حرج عظیم تھا اسواسطے آپنے سترہ کے کھڑا کرنیکا حکم دیا تاکہ ظاہر مین نماز کی زمین اور زمین سے علیحدہ ہو جاے
اور پاس سے گذرنا بھی ایسا سمجھا جاے جیسے دور سے گذرنا -

## اُن اُمور کا بیان جو نماز کے اندر ضروری ہین

معلوم کرو کہ نماز کے اندر تین چیزین اصل ہین - دل[1] سے خدا کے سامنے پست ہو جانا - اور زبان[2] سے اُسکا ذکر کرنا -
اور[3] بدن سے غایت درجہ خداےتعالی کی تعظیم کرنا - یہ تین چیزین ایسی ہین کہ تمام اُمتون کا اس بات پر کہ یہ چیزین نماز
کے اندر ہوتی ہین اتفاق کر لیا ہے اگرچہ انکے ماسوا اور باتون مین انکے اندر باہم اختلافات ہین اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے اعذار کے وقت جہان کہین معافی دی ہے انکے سوا مین دی ہے اور انکے اندر کہین معافی نہین دی - اور وتر کے
اندر آپنے فرمایا ہے وان لم تستطع فاوم ایماء - اور اگر تجکو طاقت نہو تو اشارہ کر لے اشارہ -
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ نماز کی انکے واسطے دو حدین مقرر کیجائین ایک تو وہ حد کہ اُسکے اندر کمی سے
نماز سے عہدہ برائی نہو سکے اور ایک وہ حد کہ جس سے نماز کامل اور پوری پوری مفید ہو سکے حد اول مین تو وہ باتین ہین
کہ اگر اُنمین سے کوئی باقی رہجاے تو نماز کا اعادہ کرنا واجب ہوا اور وہ باتین کہ اُنکے ترک کرنے سے نماز مین نقص لازم آتا ہے

اور اعادہ واجب نہیں ہوتا اور وہ باتیں کہ اُنکے ترک کرنے سے تارک سخت ملامت کا مستحق ہوتا ہے اگرچہ نماز کے اندر نقص پیدا ہونیکا یقین نہیں ہوتا اور تینوں مراتب کے اندر فرق بہت مشکل ہے اور اُسکے اوپر کوئی نص صریح یا اجماع نہیں ہے مگر کہیں کہیں اسیکم یہی وجہ ہے کہ فقہا کے اندر بہت بڑا اختلاف ہو گیا اور اصل اسمین اُسی شخص کے متعلق جسنے بُرے طور پر نماز پڑھی تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے فرمایا ارجع فصل فانک لم تصل مرتین او ثلثا۔ لوٹ جا اور نماز پڑھ کیونکہ تونے نماز نہیں پڑھی دو مرتبہ ایسا ہوا یا تین مرتبہ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے فرمایا اذا قمت الی الصلوۃ فاسبغ الوضو ثم استقبل القبلۃ فکبر ثم اقرء بما تیسر معک من القرآن ثم ارکع حتی تطمئن راکعا ثم ارفع راسک حتی تستوی قائما ثم اسجد حتی تطمئن ساجدا ثم ارفع حتی تطمئن جالسا ثم اسجد حتی تطمئن ساجدا ثم ارفع حتی تطمئن جالسا ثم افعل ذلک فی صلوتک کلہا جب تو نماز کے لیے اُٹھے تو پورا پورا وضو کر پھر قبلہ رو کھڑا ہو اور تکبیر کہہ پھر تجھے جسقدر میسر ہو قرآن پڑھ پھر رکوع کر اتنا کہ اطمینان سے رکوع ہو جاوے پھر اپنا سر اوپر کو اُٹھا اتنا کہ بالکل سیدھا کھڑا ہو جاوے پھر اطمینان کے ساتھ سجدہ کر پھر سجدے سے اُٹھکر اطمینان کے ساتھ بیٹھ جا پھر اطمینان کے ساتھ سجدہ کر پھر سجدے سے اُٹھکر اطمینان سے بیٹھ جا اور تمام اپنی نماز میں اسطرح کر اور ترمذی کی روایت مین اُسکے ساتھ یہ بھی ہے فاذا فعلت ذلک فقد تمت صلوتک وان انتقصت منہا انتقصت من صلوتک۔ پس تو نے جب یہ کیا تب تیری نماز پوری ہوئی اور اگر اس سے کچھ گھٹایا تو اپنی نماز میں سے تو نے گھٹا دیا۔ ترمذی نے بیان کیا ہے بنسبت پہلی روایت کے جسمین یہ زیادتی نہیں ہے اس روایت مین اُنکے لیے آسانی ہے کیونکہ اس روایت کے موافق ان باتوں میں سے کسی بات کی کمی کرنے سے اگرچہ نماز ناقص ہوئی مگر ہو تو گئی یہ نہیں کہ بالکل نماز نہیں ہوئی۔

اور ایک حد اول مین وہ چیزین داخل ہین جنکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رکنیت کے لفظ سے بیان فرمایا جیسے آپنے فرمایا ہے لا صلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب۔ بغیر فاتحۃ الکتاب کے نماز نہیں ہوتی اور فرمایا ہے لا یجزی صلوۃ الرجل حتی یقیم ظہرہ فی الرکوع والسجود۔ جبتک رکوع و سجدہ میں آدمی کی پشت سیدھی نہو تب تک آدمی کی نماز پوری نہیں ہوتی۔ اور ایک وہ باتین داخل ہین کہ جنکے ساتھ شارع نے نماز کو تعبیر فرمایا ہے کیونکہ اس سے اُن چیزوں کی نماز کا رکن ہونے پر تنبیہ بلیغ پائی جاتی ہے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من قام رمضان اور فرمایا ہے فلیرکع رکعتین۔ اور اللہ پاک فرماتا ہے وارکعوا مع الراکعین۔ اور فرماتا ہے وادبار السجود۔ اور فرماتا ہے وقوموا للہ قانتین۔ اور ہر ایک وہ باتین جنکو اسطور سے بیان کیا ہے کہ اُنکا ضروری ہونا مفہوم ہوتا ہے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تحریمہا التکبیر وتحلیلہا التسلیم۔ اور آپ نے فرمایا ہے فی کل رکعتین التحیۃ۔ اور تشہد کے بارہ مین آپ نے فرمایا ہے اذا فعلت ذلک تمت صلوتک اور اسی طرح کی بہت سی حدیثیں ہین اور ایک وہ امور اسمین داخل ہین کہ نماز کے اندر اُنکے ضروری ہونے میں مسلمانوں کا اختلاف نہیں ہے اور برابر وہ امور اُنمین جاری رہے اور ترک کرنیوالے پر ملامت ہوتی رہی۔ الحاصل نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز کے اندر جو بالتواتر ثابت ہے اور امت کے برابر ہوتا چلا آیا ہے وہ یہ ہے کہ طہارت کرے اور ستر عورت کرے اُسکے بعد کھڑا ہو اور منہ قبلہ کیطرف کرے اور خالص لیے

خدایتعالی کی جانب متوجہ ہوکر زبان سے اللہ اکبر کہے اور سورہ فاتحہ پڑھکر بجز فرض کے تیسری اور چوتھی رکعت مین کوئی صورت اور
اسکے ساتھ پڑھے پھر رکوع کرے اور اسقدر جھک جاوے کہ انگلیون کی پورون سے گھٹنون کو چھو سکے اور اطمینان سے رکوع کرے پھر
رکوع سے سر اٹھا کر اطمینان کے ساتھ کھڑا ہو جاوے پھر اعضاے ہفتگانہ کے ساتھ اطمینان سے سجدہ کرے یعنی دونون ہاتھ اور دونون پانو
اور دونون گھٹنے اور منھ پھر سجدے سے سر اٹھا کر بیٹھ جاوے پھر اسی طرح دوبارہ سجدہ کرے یہ سب ایک رکعت ہوئی پھر ہر دو
رکعت کے بعد بیٹھکر التحیات پڑھا کرے اور پھر جب اخیر رکعت ہو تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر التحیات کے بعد درود پڑھے اور
اسکے بعد کوئی دعا جو اسکو پسند ہو پڑھے اسکے بعد جو اسکے قریب فرشتے یا آدمی ہیں انکے اوپر سلام کہے - نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی
نماز یہی ہے بلا شبہ ایسی نماز فرض کے اندر یہ بات ثابت نہین کہ ان امورمین سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی امر نماز مین
ترک کیا ہو اور تمام صحابہ اور تابعین اور انکے بعد جتنے ائمہ مسلمین گذرے ہیں سب اسی طرح نماز پڑھتے تھے اور برابر سب یہ لوگ
انھین افعال کا نام نماز اور اسکو ضروریات دین مین سے کہتے چلے آئے ہین البتہ فقہاء کا چند امور مین اس بات کے اندر اختلاف
ہوگیا ہے کہ وہ آیا نماز کے ارکان ہین کہ بدون انکے نماز کا کچھ اعتبار نہین یا نماز کے واجبات مین جنکے ترک کرنے سے نماز مین
نقصان آجاتا ہے یا اسکے اجزا مین سے ہین جنکے ترک کرنے سے تارک ملامت کا مستحق ہوتا ہے اور سجدہ سہو سے اسکا نقصان
پورا ہو جاتا ہے اور اصل اسکی یہ ہے کہ دل کے اندر خدایتعالے کے لیے خضوع کا ہونا اور اسکی طرف توجہ کا بطور تعظیم اور رغبت
اور خوف کے ہونا ایک پوشیدہ امر ہے خارج مین اسکے واسطے کوئی امر ہونا چاہیے جس سے اسکا انضباط ہو سکے اسلیے دو
چیزون کے اندر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو منضبط کیا ایک تو یہ کہ اپنا منھ اور بدن قبلہ کیطرف کرکے کھڑا ہووے اور
دوسرے یہ کہ زبان سے اللہ اکبر کہے اسواسطے کہ انسان کی جبلت مین یہ بات داخل ہے کہ جب اسکے دلمین کوئی بات جمتی ہے
تو اسکی زبان اور تمام اعضا اسی کے موافق حرکت کرتے ہین چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان فی جسد
ابن آدم مضغة - الحدیث - آدمی کے بدن مین ایک ٹکڑا ہے جب وہ درست ہوتا ہے تو تمام بدن درست ہوتا ہے
اخیر تک - اسلیے زبان اور باقی اعضا کا فعل دل کی حالت پر قرینہ قویہ اور اسکا قائم مقام ہوتا ہے ایسی ہی خبر سے
دلی حالت کا انضباط ہو سکتا ہے اور چونکہ جناب باریتعالی جہت وغیرہ سے پاک ہے اسواسطے اسکے گھر کیطرف اور
اسکی طرف جو اسکا بڑا شعار ہے توجہ کرنا خدایتعالی کی طرف توجہ کرنیکا قائم مقام ہوا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے مقبلا الی اللہ بوجہہ وقلبہ درانحالیکہ اپنے منھ اور دل سے خدا کیطرف متوجہ ہو - اور چونکہ اللہ اکبر کا
لفظ دلی انقیاد اور دلی تعظیم پر بہت صاف صاف دلالت کرتا ہے اسواسطے توجہ قلبی کے قائم مقام کرنے کے لیے کوئی
لفظ اس سے زیادہ مناسب نتھا اور اسکے اندر اور وجوہ بھی پائے جاتے ہین ازانجملہ یہ ہے کہ بیت اللہ کی تعظیم کی جہت سے
اسکی طرف منھ کرنا واجب ہے مگر نماز کے ساتھ ساتھ اسکو اسواسطے مقرر کیا گیا ہے کہ نماز سے اسکی تکمیل ہو جاوے اور
نماز کی اس سے تتمیم - ازانجملہ یہ ہے کہ قبلہ کو منھ کرنا دین حنیفی کی بڑی مشہور پہچان ہے جسکی وجہ سے آدمی اورون سے تمیز
ہو سکتا ہے اسلیے ضروری ہوا کہ ایسی چیز اسلام کے اندر داخل ہونے کی علامت مقرر کیجاوے اسوجہ سے ایک بڑے
نامی اور عظیم الشان عبادت کے ساتھ اسکو مقرر کیا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من صلی صلوتنا واستقبل

قبلتنا واکل ذبیحتنا فذلک المسلم الذی له ذمة الله وذمة رسوله - جو شخص ہماری سی نماز پڑھے اور ہمارے قبلہ کو منھ
کرے اور ہمارے ذبیحہ کو کھالے تو وہ مسلمان ہے جسکا خدا اور اُسکا رسول ذمہ دار ہے از انجملہ یہ کہ کھڑا ہونا جب ہی تعظیم سمجھا جاتا ہے
جب سامنے کو منھ کرکے کھڑا ہو - از انجملہ یہ ہے کہ ہر حالت کے لیے جو اور حالتون سے احکام کے اندر جدا حالت ہو ایک ابتدا اور
ایک انتہا ہوا کرتی ہے اُسکی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تحریمہا التکبیر وتحلیلہا التسلیم - نماز کی تحریم اللہ اکبر
کہنا ہے اور اُس سے باہر آنا سلام پھیرنا ہے جسمانی تعظیم کے اندر اصل تین باتین ہین ایک تو سامنے کھڑا ہونا اور ایک رکوع
اور ایک سجدہ اور عمدہ تعظیم وہ ہے جو سب کی جامع ہو اور خضوع کے لیے نفس کی تنبیہ مناسب طور پر اسیطرح ہوسکتی ہے
کہ تعظیم کی ادنی حالت سے اعلی حالت کیطرف بتدریج انتقال کیا جاوے اور اعلی درجے کی تعظیم سجدہ کرنا ہے بلکہ یہ معلوم
ہوتا ہے کہ مقصود بالذات سجدہ ہے اور باقی قیام اور رکوع اُسکے لیے واسطہ ہین اسواسطے ضروری ہوا کہ اُسکو کما حقہ
ادا کیا جاوے اور اُسکی صورت یہی ہے کہ دو دفعہ اُسکو ادا کرین - اور ایک کرالی تھا اُسکے اندر بھی وقت کا مقرر کرنا ضروری
اسلیے کہ وقت کی تعیین سے لوگون کے دل اُس چیز کو خوب مان لیتے ہین اور دلون کو جمعیت رہتی ہے اور پھر جھگڑا بھی
نہین رہتا کہ ہر شخص اپنی راے کے موافق چلے خواہ اُسمین بہتری ہو یا قباحت ہو اور اُسکے حوالے اگر کیا ہے تو داعیہ نافلہ کو
کیا ہے جسمین علی العموم لوگ مخاطب نہین ہین بلکہ جو سبقت چاہے وہ اُسی کے لیے ہین علاوہ برین نبی صلی اللہ علیہ
وسلم نے بدون تعیین اوقات کے اُنکو بھی نہین چھوڑا ہے اگرچہ وہ تعیین بطور استحباب کے ہے اور جب تعیین اوقات
ضروری ٹھہری تو فاتحہ سے بڑھکر کوئی چیز اسکے لیے مناسب نہین ہے کیونکہ وہ ایک جامع دعا ہے خدا تعالے نے بندون کی
طرف سے گویا اُنکو اس بات کی تعلیم کرنے کے لیے نازل فرمایا ہے کہ ہماری حمد وثنا اسطرح کیا کرتے ہین اور اسطرح خاص ہم سے
استعانت اور خاص ہمارے لیے عبادت کا اقرار کیا کرتے ہین اور اسطرح وہ رستہ جو ہر قسم کی بہتری کا جامع ہو مانگا
کرتے ہین اور اُن لوگون کے طریقے سے جنپر ہمارا غصہ ہوا ہے اور جو گمراہ ہین پناہ مانگتے ہین اور بہتر دعا وہی ہوتی ہے جو
جامع ہوتی ہے - اور چونکہ دین کے اندر قرآن کی تعظیم اور اُسکی تلاوت واجب ہے اور اس سے بڑھکر کوئی تعظیم کی صورت
نہین کہ جو اسلام کا رکن اعظم اور عبادات مین اصل اور شعائر دین مین بڑا نامی شعار ہے اُسکے اندر قرآن کو معین کیا جاے
اور اسکی تلاوت خود ایک مستقل عبادت تھی جس سے نماز کی تکمیل اور اُسکا اتمام متصور تھا اسوجہ سے قرآن کی کسی سورت کا
پڑھنا اُسکے واسطے ضروری کیا گیا اسلیے کہ سورت ایک پورا کلام ہے جسکی بلاغت سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے
منکرین نبوت کو عاجز کردیا دوسرے یہ کہ ہر سورت اپنی ابتدا اور انتہا کیوجہ سے ایک جدا کلام ہوتا ہے اور ہر سورت کا اسلوب
جدا جدا ہے اور چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض مرتبہ سورت کے ایک ٹکڑے کو بھی نماز مین پڑھا ہے اسلیے تین چھوٹی
آیات یا ایک بڑی آیت کو بھی اُسی کے حکم مین داخل کیا ہے - اور چونکہ کھڑا ہونا بھی قسم قسم کا ہے اور سب لوگ ایک جیسے
کھڑے نہین ہوتے کوئی نیچے کو سر ڈالکر کھڑا ہوتا ہے کوئی جھک کر کھڑا ہوتا ہے اور عرف مین سب یہ کھڑے ہونے مین داخل ہے
اسواسطے شارع کو جو انحنا یعنی جھکنا مقصود ہے اُسکو قیام سے متمیز ہونے کی حاجت ہے لہذا رکوع کے ساتھ اُسکو تعبیر کیا
جو اسقدر جھکنے کا نام ہے کہ انگلیون کی پورین گھٹنون تک پہونچ جائین اور چونکہ رکوع وسجدہ اُسیوقت مین تعظیم ہے

دلالت کرسکتے ہین کہ کچھ دیر آدمی اُس حالت پر ٹھہرا رہے اور پروردگار عالم کے روبرو اپنے آپکو پست کرلے اور اُسکا دل اُس حالت
کے اندر اُس تعظیم سے خبردار ہو جاوے اسواسطے اُسکو ایک رکن لازم قرار دیا گیا۔ اور چونکہ سجدہ کرنا اور پیٹ کے بل لیٹ جانا
اور چوتڑ اُٹھانا ایک دوسرے کے قریب قریب ہین سب کے اندر سر کا زمین پر رکھنا پایا جاتا ہے مگر تعظیم صرف سجدہ کے اندر ہی پائی جاتی ہے
اسواسطے کوئی مابہ الفرق مقرر کرنا ضروری ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا۔ اُمرت ان اسجد علی سبعۃ اعظم الی آخر
الحدیث۔ مجھکو سات اعضا سے سجدہ کرنیکا حکم ہے۔ اخیر تک اور چونکہ جب آدمی سجدہ کرنا چاہتا ہے تو سجدہ تک پہونچنے سے پہلے
اُسکو جھکنا ضرور ہوتا ہے اور وہ جھکنا رکوع نہین ہوتا بلکہ صرف سجدہ مین پہونچنے کا ذریعہ ہوتا ہے اسلیے ضرورت ہوئی کہ
رکوع اور سجدے مین ایک تیسرا فعل جو ان دونون سے جدا ہے اُنکے بیچ مین لایا جاوے تاکہ رکوع سجدے سے اور سجدہ
رکوع سے علیحدہ ہوجاے ہر ایک مستقل عبادت ٹھہرے اور ہر ایک کے لیے نفس کا ارادہ جدا ہووے تاکہ نفس کو ہر ایک کے
اثر معلوم کرنیمین تنبیہ بھی جداگانہ پائی جاوے اور وہ تیسرا فعل قومہ ہے اور دو سجدے بھی آپسمین اُسیوقت تمیز ہوسکتے ہین
کہ جب ایک تیسرا فعل اُنکے درمیان مین حائل ہو جاوے اسلیے دو سجدون کے درمیان مین جلسہ مقرر کیا گیا اور چونکہ قومہ اور جلسہ
بدون اطمینان کے ایک طرح کا کھیل ہے اور آدمی کے ہلکاپن پر دلالت کرتا ہے جو شان عبادت کے بالکل خلاف ہے
لہذا اُن دونون کو بھی اطمینان کے ساتھ ادا کرنے کا حکم دیا گیا اور چونکہ نماز سے طہارت کو زائل کرکے باہر آنا یا اور کوئی
اس قسم کا فعل کرکے نماز سے باہر آنا جو نماز کا فاسد اور باطل کرنیوالا ہو ایک قبیح اور سخت انکار اور تعظیم کے منافی تھا اور ایسے فعل کا
ہونا بھی ضرور تھا جس سے نماز کا اتمام ہوجاے اور جو افعال نماز کے اندر حرام تھے وہ حلال ہوجائین اور اگر وہ کوئی خاص فعل
مقرر نہ کیا جاتا تو ہر شخص اپنی اپنی خواہش پر چلنے لگتا لہذا ضرور ہوا کہ ایسے ہی کلام سے نماز سے باہر آیا کرین جو لوگون کے
کلام مین بہترین کلام ہو یعنی سلام اور یہ بات واجب کردیجاے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وتحلیلہا التسلیم
اور اُس سے باہر آنا سلام پھیرنا ہے۔ اور صحابہ نے اس بات کو پسند کیا تھا کہ سلام سے قبل یہ پڑھا کرتے تھے السلام علی اللہ
قبل عبادہ السلام علی جبرئیل السلام علی فلان۔ خدا کے اوپر اُسکے بندون سے پہلے سلام۔ جبرئیل کے اوپر سلام
فلان کے اوپر سلام۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے التحیات کے ساتھ اُسکو بدل دیا اور اسکے بدلنے کیوجہ بھی آپنے اسطور بیان
فرمائی لاتقولوا السلام علی اللہ فان اللہ ہو السلام۔ یہ مت کہو کہ خدا کے اوپر سلام کیونکہ خدا تعالی کا تو نام ہی سلام ہے
یعنی سلامتی کی دعا اُس شخص کے لیے مناسب ہے کہ باعتبار ذات کے عدم اور اُسکے لواحق سے وہ سالم ہو پھر بھی کیواسطے
آپنے سلام کو مقرر کیا تاکہ نبی کی یاد دلسے نہ بھلائین اور اُسکی رسالت کا اقرار کرتے رہین اور کچھ اُسکا حق بھی اُن سے
ادا ہوجاے پھر اس قول مین السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین۔ ہم پر سلام اور خدا کے نیک بندون پر سلام
سلام کی تعمیم کردی اور آپنے فرمایا ہے جب بندے کی یہ زبان سے نکلا تو ہر نیک بندے کو جو آسمان و زمین مین ہے
یہ پہونچ جائیگا پھر تشہد کا حکم دیا کیونکہ وہ اعظم الاذکار ہے اور فرمایا کہ پھر جو اُسکو پسند ہو وہ دعا کرے۔ یہ اسواسطے
کہ نماز سے فارغ ہونے کا وقت دعا کرنیکا وقت ہے کیونکہ نماز پڑھنے کیوجہ سے رحمت الٰہی اُسپر چھا جاتی ہے اور ایسی
حالت مین دعا مستجاب ہوا کرتی ہے۔ اور دعا کے آداب مین سے پہلے جناب باری کی حمد وثنا کرنا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا

توسل کرتا ہے تاکہ مستجاب ہو جاوے پھر اسی پر تعین ہو گیا اور تشہد نماز کے لیے رکن ٹھہر گیا کیونکہ اگر یہ امور نہ پائے جائیں تو نماز سے آدمی ایسے فارغ ہوا کرے جیسطرح کسی کام سے اعراض کرنیوالا تمام کر چکتا ہے یا اُسکے تمام کرنے سے اُسکو ندامت ہوتی ہے اور اس مقام کے متعلق بہت سے وجوہ ہیں بعضے ظاہر اور بعضے پوشیدہ انھیں وجوہ مذکورہ کو کافی سمجھکر ہمنے اُنکا ذکر نہیں کیا۔ الحاصل جو شخص ہمارے کلام میں فکر کریگا اور جو قواعد سابقاً ہمنے بیان کیے ہیں اُنکا خیال کریگا تو اُسکو یہ بات معلوم ہو جائیگی کہ نماز اسیطرح ہونی مناسب تھی اور اسکے سوا کوئی بہتر اور کامل صورت نماز کی عقل کے تصور میں نہیں آسکتی ہے اور یہ اسکو یقین ہو جائیگا کہ غنیمت حاصل کرنیوالے کے لیے نماز ایک غنیمت کبری ہے اور چونکہ تھوڑی سی نماز کا کچھ معتد بہا فائدہ نہیں ہو سکتا اور بہت سی نماز لوگوں پر بہت گران ہوتی اور اُنکو اُسکا ادا کرنا دشوار پڑجاتا اسواسطے حکمت الٰہیہ کی مقتضی ہوا کہ کم از کم دو رکعت اُنکے لیے مقرر کیجائیں پس دو رکعت نماز کا کم درجہ قرار پایا اسیواسطے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے فی کل رکعتین التحیۃ ہر دو رکعت کے التحیات ہے اور یہاں ایک بڑا بھاری بھید ہے وہ یہ ہے کہ تمام حیوانات اور نباتات کے اپنی صورت اور افراد کے پیدا کرنے میں خدا تعالیٰ کی عادت جاری ہے کہ ہر فرد کے دو ٹکڑے ہوتے ہیں اور دونوں ملکر ایک شے کہیجاتی ہے چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے والشفع والوتر اور جفت کے اور طاق کے۔ حیوان کی دو طرفین تو معلوم ہی ہوتی ہیں اور بسا اوقات ایک طرف کو کچھ مرض وغیرہ لاحق ہو جاتا ہے اور دوسری طرف اُس سے محفوظ رہتی ہے جیسے فالج کے اندر اور نباتات کے اندر گٹھلی اور تخم کی دو طرف ہوتی ہیں۔ اور جب وہ شق ہو کر کوئی درخت اُگتا ہے تو دو ہی پتے نمودار ہوتے ہیں یہ ہر ایک پتا انھیں دونوں گٹھلی اور تخم کی ایک ایک طرف کی سیراب ہوا ہے پھر اسی کو پتہ اُسکا نشو ونما ہو جاتا ہے۔ جناب باری کا یہی قانون عالم خلق سے عالم تشریع کیطرف حظیرۃ القدس کے اندر منتقل ہوا کیونکہ تدبیر خلق کی فرع ہے اور پھر حظیرۃ القدس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب میں اُسکا انعکاس ہوا پس اصل نماز ایک رکعت ہے اور تمام نماز وقت دو رکعت سے کم کوئی نماز نہیں مقرر کی گئی اور وہ دو رکعتیں باہم بمنزلہ ایک چیز کے گردانی ہیں حضرت عایشہ صدیقہ کا قول ہے فرض اللّٰہ الصلوٰۃ حین فرضہا رکعتین رکعتین فی الحضر والسفر فاقرت صلوٰۃ السفر وزید فی صلوٰۃ الحضر وفی روایۃ۔ الا المغرب فانہا کانت ثلثا۔ اللہ پاک نے جب نماز کو مقرر فرمایا ہے حضر و سفر میں دو دو رکعت مقرر فرمایا ہے پھر سفر کی نماز بدستور رہی اور حضر کی بڑھا دیگئی اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ بجز مغرب کے کہ وہ تین ہی رکعت تھیں۔ میں کہتا ہوں عدد رکعات کے اندر اصل یہ ہے کہ فرض جو کسی صورت میں ساقط ہی نہو سکے وہ گیارہ رکعتیں ہیں اور یہ اسواسطے کہ حکمت الٰہیہ اس بات کی مقتضی ہوئی کہ دن و رات میں کوئی عدد مبارک متوسط درجہ کا مقرر ہونا چاہیے کہ نہ تو وہ بہت ہو جو تمام مکلفین پر اُسکا ادا کرنا دشوار ہو جاوے اور نہ بہت کم ہو کہ جسکے سبب سے نماز کا فائدہ حاصل نہو سکے اور سابق میں یہ بات تمکو معلوم ہی ہو چکی ہے کہ تمام اعداد میں سے گیارہ کا عدد وتر حقیقی کے ساتھ زیادہ تر مشابہت رکھتا ہے پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی اور اسلام کو استحکام ہو گیا اور بہت سے لوگ اُسکے خادم ہو گئے اور عبادات کا شوق لوگوں کے دلوں میں پیدا ہو گیا تو چھ رکعتیں اور بڑھا دیگئیں اور سفر کی نماز بدستور باقی رہی اور اُسکی وجہ یہ ہے کہ زیادتی اگر کسی چیز کی کیجائے تو اصل شے کے برابر یا اُس سے زیادہ ہونا اُسکا بالکل غیر مناسب ہے اسلیے یہ مناسب ہے کہ اول عدد پر اُسکا نصف بڑھا دیا جاوے مگر گیارہ کا نصف پورا عدد نہیں ہوتا اسلیے یا تو پانچ کی زیادتی کیجاتی یا چھ کی مگر گیارہ پر پانچ زیادہ کرنے سے

پورا عدد طاق نہین ہتا بلکہ جفت ہوتا ہے اسلیے جبر کی زیادتی لامحالہ کرنی ضرور ہوئی - اب باقی رہا اوقات کے اوپر اسکے عدد کا تقسیم کرنا تو اسکا انبیاء سابقین کے آثار پر مدار رکھا گیا جیسا کہ اخبار مین مذکور ہے اور نیز مغرب چونکہ سب دنون سے آخری نماز ہے اسلیے کہ عرب کے لوگ راتون کو دنون سے پہلے شمار کیا کرتے ہین اسواسطے مناسب کہ وہ ایک عدد جسنے پورے عدد کو طاق بنا دیا ہے وہ اسی مین پایا جاوے اور مغرب کے وقت مین چونکہ گنجایش کم ہوتی ہے اسواسطے مغرب کے اندر بڑھانا مناسب نہ تھا اور فجر کا وقت سونے کا اور کسل کا وقت ہے اسلیے عدد رکعات مین اسکے اندر زیادتی نہین کی گئی بلکہ جس سے ہو سکے اسکے لیے طول قراءت مستحب کر دیا گیا چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے وَقُرْآنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوداً - اور فجر کو قرآن کا پڑھنا بلاشبہہ فجر کا قرآن پڑھنا روبرو ہوتا ہے -

## نماز کے اذکار اور اسکی ہیئات مستحبہ کا بیان

معلوم کرو کہ نماز کی اُس حد کو جس سے نماز پورے پورے طور پر اور کامل ادا ہوتی ہے اُس حد پر جو نماز کے اندر ضروری ہے دو وجہ سے زیادتی ہے بالکیف اور بالکم - بالکیفیت سے ہماری مراد اذکار اور ہیأت ہین اور اپنے نفس کو اس بات پر مجبور کرنا کہ حضور قلب کے ساتھ بایطور رہ کہ گویا وہ خدا تعالے کو دیکھ رہا ہے نماز پڑھے اور وسوسون کو پاس آنے دے اور جو مکروہ ہیئتین ہین اُنسے احتراز کرے اور اسی قسم کی اور باتین ان سب سے نماز کو بالکیفیت اور نماز پر زیادتی ہوتی ہے اور بالکمیت زیادتی کی صورت یہ ہے کہ نماز کے ساتھ نوافل اور زیادہ کر دے اور انشاء اللہ تعالے بعد کو ہم نوافل کا ذکر کرینگے اور اصل اذکار کے اندر فی الجملہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی حدیث ہے اور استفتاح یعنی قرآن پڑھنے سے قبل کچھ دعا پڑھنے مین حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عائشہ صدیقہ اور جبیر بن مطعم اور ابن عمر وغیرہم رضی اللہ عنہم کی احادیث اصل ہین اور باقی مواضع مین حضرت عائشہ صدیقہ اور ابن مسعود اور ابو ہریرہ اور ثوبان اور کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہم سے احادیث مروی ہین اور انکے سوا اور لوگون سے بھی جنکا ہم مفصلاً ذکر کرینگے احادیث مروی ہین اور نماز کی ہیئت کے اندر اصل ابی حمید ساعدی کی حدیث ہے جسکو انھون نے دس اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو روایت کیا اور انھون نے اسکو تسلیم کیا اور حضرت عائشہ صدیقہ اور وایل بن حجر سے بھی فی الجملہ اسمین روایت ہے اور ابن عمر کی رفع یدین کی حدیث ہے اور انکے سوا اور لوگون سے بھی حدیثین مروی ہین جنکا عنقریب ہم ذکر کرتے ہین ہیأت مستحبہ کا وارمدار چند باتون کے اوپر ہے ایک تو خضوع کے معنی کا متحقق ہونا اور تمام بدن کا جناب باری کے سامنے سکوڑ لینا اور نفس کو ایسی حالت پر متنبہ کرنا جو ادنی لوگون کو بادشاہون کے حضور مین عرض معروض کرتے وقت دہشت اور ہیبت کی حالت طاری ہوتی ہے مثلاً دونون قدمون کا برابر رکھنا اور دست بستہ کھڑا ہونا اور نظر کو پست کرنا اور ادھر ادھر نہ دیکھنا - اور ایک خدا تعالی کے ذکر اور ما سوا پر اسکے اختیار کر لینے کی حالت کو اپنے ہاتھ انگلیون سے دل مین آتے وقت اور زبان سے کہتے وقت اور انگشت شہادت سے اشارہ کرنا تاکہ ایک دوسرے کے لیے معاون ہو جاوے - اور ایک ان ہیئتون کا عملین لانا جو وقار اور عادات حسنہ پر دلالت کرتی ہین اور ذی عقل لوگ انکو پسند کرتے ہین اور غیر ذوی العقول

کیطرف ان ہیئتون کو منسوب کرتے ہین احتراز کرنا۔ جیسے مرغ کیطرح ٹھونگ مارنا اور کُتّے کیطرح بیٹھنا اور لومڑی کی طرح زمین پر لیٹ رہنا اور اونٹ کیطرح بیٹھنا اور درندون کیطرح ہاتھ زمین پر بچھا دینا اور ایسی ہی وہ ہیئتین جو متکبر لوگون یا اُن لوگون کی ہوتی ہین جنپر عذاب نازل ہوا ہے اُنسے بھی احتراز کرنا مثلاً کمر پر ہاتھ رکھکر کھڑا ہونا۔ اور ایک یہ کہ عبادت اطمینان اور سکون اور آسانی کے ساتھ ادا کیجاے۔ جیسے دونون سجدون کے بعد جلسہ استراحت یا قعدہ اولی مین داہنے پیر کا کھڑا کرنا اور بائین کا ڈال لینا کیونکہ کھڑے ہونے کے لیے اسمین آسانی ہے اور قعدہ ثانیہ کے اندر جو تورک کے بیٹھنا اسواسطے کہ آرام اسمین زیادہ ہے۔ اذکار کا مدار بھی چند باتون پر ہے ایک تو اُس خضوع پر جسکے لیے اعضا کا فعل موضوع ہے نفس کے متنبہ کرنیکے لیے بیدار کرنا جیسے رکوع اور سجود کے اذکار اور آواز سے خدا کا ذکر کرنا تاکہ لوگون کو امام کا ایک رکن سے دوسرے رکن کیطرف منتقل ہونا معلوم ہوجاے۔ جیسے ہر دفعہ جھکتے اور اُٹھتے اللہ اکبر کہنا اور ایک یہ کہ نماز کی کوئی حالت خداتعالے کے ذکر سے خالی نہ رہے جیسے تکبیرات اور قومہ اور جلسے کے اذکار ہین۔

پس جب آدمی اللہ اکبر کہے دونون ہاتھ اوپر کو اُٹھاوے تاکہ معلوم ہو کہ خداتعالے کے ماسوا سے وہ دست بردار ہو کر حیز مناجات مین آگیا اور کانون تک خواہ مونڈھون تک انکو اُٹھاوے اور ہر ایک سنت ہے اُسکے بعد داہنے ہاتھ کو بائین پر رکھے اور دونون قدم برابر برابر رکھے اور سجدہ کی جگہ پر تعظیماً اپنی نگاہ جھکائے رکھے تاکہ اجتماع خاطر کے ساتھ اجتماع اعضا کا بھی پایا جاوے اُسکے بعد دعاے استفتاح پڑھے تاکہ حضور قلب پیدا ہو اور مناجات کیطرف اُسکا میلان ہو اور کئی طرح سے یہ دعا صحیح صحیح وارد ہوئی ہے ازانجملہ یہ ہے اللهم باعد بيني وبين خطاياي كما باعدت بين المشرق والمغرب اللهم نقني من الخطايا كما ينقى الثوب الابيض من الدنس اللهم اغسل خطاياي بالماء والثلج والبرد۔ مین کہتا ہون برف اور اولے سے دھونے سے مراد گناہون کا دور کرنا اور اُسکے ساتھ اطمینان اور تسکین کا پیدا کرنا مراد ہے اور عرب کہا کرتے برد قلبه یعنی اُسکا دل مطمئن ہوگیا اور اتاه الثلج یعنے اُسکو یقین آگیا۔ اور ازانجملہ یہ ہے وجهت وجهي للذي فطر السموات والارض حنيفا وما انا من المشركين ان صلوتي ونسكي ومحياي ومماتي لله رب العلمين لا شريك له وبذلك امرت وانا اول المسلمين اور ایک روایت مین وانا من المسلمين ہے ازانجملہ یہ ہے سبحنك اللهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالى جدك ولا اله غيرك الله اكبر كبيرا تین دفعہ والحمد لله كثيرا تین دفعہ وسبحان الله بكرة واصيلا تین دفعہ۔ اُسکے بعد شیطان سے پناہ مانگے اسواسطے کہ اللہ پاک فرماتا ہے فاذا قرأت القرآن فاستعذ بالله من الشيطان الرجيم پھر جب تو قرآن پڑھے تو خدا کے ساتھ شیطان رجیم سے پناہ مانگ مین کہتا ہون بھید اسمین یہ ہے کہ شیطان جو آدمی کو ضرر پہونچاتا ہے سب سے زیادہ اُسکا یہ ضرر پہونچاتا ہے کہ کتاب الہی کے اندر خداتعالے کی مرضی کے خلاف تاویلات کرنیکے وسوسے ڈالتا ہے یا اُس کتاب کے اندر اُسکو فکر نہین کرنے دیتا اور تعوذ کئی طرح سے مروی ہے ازانجملہ اعوذ بالله من الشيطان الرجيم اور ازانجملہ استعيذ بالله من الشيطان الرجيم اور ازانجملہ اعوذ بالله من الشيطان من نفخه ونفثه وهمزه۔ اُسکے بعد آہستہ سے بسم اللہ پڑھے کیونکہ خداتعالے نے بندون کیواسطے قرآن پڑھنے سے پہلے اپنے نام سے برکت حاصل

کرنے کو مقرر فرمایا ہے علاوہ بریں بسم اللہ کے پڑھ لینے مین احتیاط بھی ہے کیونکہ اسکے جزء فاتحہ ہونے مین مخالفت شوافعین
آگئی ہین اور انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث صحیح اس بات مین مروی ہے کہ آپ نماز کو یعنی قرات کو الحمد للہ رب العالمین سے
شروع کیا کرتے تھے اور بسم اللہ الرحمن الرحیم کو آواز سے نہ پڑھتے تھے میرے نزدیک اگر آپنے بعض اوقات مین اس لئے
بسم اللہ کو بالجہر پڑھا ہو کہ لوگ نماز کی سنت کو معلوم کرلین تو کچھ بعید نہیں ہے اور ظاہر تو یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
یہ اذکار اپنے خاص خاص صحابہ کو تعلیم فرمایا کرتے تھے اور یہ اذکار ایسے نہ تھے جسکا تمام لوگون سے مطالبہ کیا جاتا اور
انکے ترک سے تارک پر ملامت کیجاتی مالک رحمہ اللہ کے قول کی میرے نزدیک یہی تاویل ہے اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے
اس قول سے بھی یہی مفہوم ہوتا ہے انھون نے بیان کیا ہے کہ تکبیر اور قرأت کے اندر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسیقدر سکوت
کیا کرتے تھے تو مین نے عرض کیا میرے مان باپ آپ پر فدا ہون قرأت اور تکبیر کے اندر جو آپ سکوت کرتے ہین اسمین
آپ کیا پڑھا کرتے ہین - اسکے بعد سورہ فاتحہ اور قرآن کی ایک اور کوئی سورت ترتیل کے ساتھ پڑھے یعنی جہان مد کا موقع
ہے وہان مد ادا کرے اور جہان آیت تمام ہو وہان ٹھہر جاوے ظہر اور عصر کی نماز مین قرآن آہستہ پڑھے اور فجر کی
نماز مین اور مغرب وعشا کی دو پہلی رکعت مین امام قرآن کو آواز سے پڑھے اور مقتدی پر واجب ہے کہ چپ کھڑا
رہے اور قرآن کو سنتا رہے پھر اگر امام جہر سے پڑھتا ہے تو جب وہ سکوت کیا کرے اسوقت وہ پڑھ لیا کرے
اور اگر آہستہ پڑھ رہا ہے تو مقتدی کو اختیار ہے اگر مقتدی پڑھے تو سورہ فاتحہ کو پڑھ لے مگر اسطرح سے پڑھے کہ
امام اسکے پڑھنے سے اپنا پڑھنا نہ بھول جاوے اور میرے نزدیک سب سے بہتر یہ قول ہے اور تمام احادیث کی تطبیق اسکے
موافق ہو سکتی ہے اور اسمین بھید وہی ہے جسکی تصریح کر دیگئی ہے کہ امام کے ساتھ آواز سے قرات پڑھنا امام کی
تشویش کا باعث ہوگا اور اسکی وجہ سے قرآن کے اندر تدبر نہو سکیگا اور قرآن کی تعظیم کے خلاف ہے اور شارع نے
یہ حکم نہین دیا کہ آہستہ پڑھین اسواسطے کہ جب تمام لوگ صحیح صحیح حروف ادا کرنے کی کوشش کرینگے تو سب کی
آوازون سے ایک آواز پیدا ہوگی جو امام کے لیے موجب تشویش خاطر ہوگی اور اسکو قرآن پڑھنا مشکل پڑ جاویگا اسواسطے جو
تشویش پیدا کرنے سے آپنے نہی فرمادی اور جو چیز منہی عنہ کیطرف موءدی ہو اسکا آپنے حکم نہین دیا اور انکو اختیار
دیدیا کہ جس سے ہو سکے وہ کرے اور امت کے حق مین یہ بڑی رحمت ہے ظہر اور عصر کی نماز مین قرآن کے آہستہ پڑھنے مین
یہ بھید ہے کہ دن میں بازارون اور گھرون کے اندر شور وشغب رہتا ہے اور ان دو وقتون کے سوا اور اوقات مین
آوازون کو سکون ہو جاتا ہے اور لوگون کو نصیحت اور تذکر بالجہر پڑھنے مین زیادہ تر ممکن ہے - اور رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا امن الامام فامنوا فانہ من وافق تامینہ تامین الملائکۃ غفر لہ ما تقدم من ذنبہ
جسوقت امام آمین کہے تم بھی آمین کہو کیونکہ جسکی آمین ملائکہ کی آمین کے ساتھ ملجاتی ہے اسکے سب اگلے گناہ معاف
ہو جاتے ہین - مین کہتا ہون جہان کہین خدا تعالے کا ذکر ہوتا ہے وہان فرشتے مشتاق ہوکر موجود ہوتے ہین
اور جب وہ لوگ دعائین کرتے ہین وہ آمین کہتے جاتے ہین کیونکہ ملاء اعلی سے انکے اوپر اس بات کا القا ہو جاتا ہے
اور آمین امام کا اقتدا ظاہر ہوتا ہے اور پیروی کا طریقہ قائم ہوتا ہے - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دو سکوت بھی

مروی ہیں ایک تو تکبیر اور قرأت کے اندر سکوت تاکہ اس عرصہ میں تمام لوگ تکبیر تحریمہ کر لیں اور ایک سورہ فاتحہ اور دوسری
سورہ کے درمیان میں سکوت کرنا اسکی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ بلا تشویش اور بلا ترک انصات و سکوت مقتدیون کو
قرآن کا پڑھنا آسان ہو میں کہتا ہون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اصحاب سنن نے جو حدیث روایت کی ہے اُس
سے اتنا وہ سکوت جو مقتدیون کے پڑھنے کی غرض سے امام کو کرنا چاہیے نہیں ثابت ہوتا ہے بلکہ جنکے نزدیک امام کو آہستہ
آمین کہنی چاہیے انکے نزدیک بظاہر سکوت اُسی آمین کہنے کے لیے تھا اور جو آواز سے آمین کہنے کے قائل ہیں اُسکے نزدیک
یہ سکوت فاتحہ اور آمین کے درمیان میں ایک سکتہ لطیف تھا تاکہ غیر قرآن کا قرآن کے ساتھ اشتباہ لازم نہ آوے
یا یہ سکتہ اسلیے تھا کہ دم ٹھکانے سے آجاوے اور علی سبیل التنزل ہم کہتے ہیں کہ قرن اول کا اُسکو نئی بات سمجھنا اسکی
دلیل ہے کہ وہ سنت مستقرہ نہیں ہے اور نہ آن سنن میں سے ہے جنپر جمہور نے عمل کیا ہو واللہ اعلم فجر کی نماز کے اندر
ساٹھ آیت سے سو آیت تک پڑھنا اولیٰ ہے تاکہ رکعت کی کمی کا طول قرأت سے تدارک ہو جائے دوسرے یہ کہ ہنوز اشغال
معاشیہ کی کدورت کا اُسکے ذہن میں بتمام ہجوم نہیں ہوا ہے قرآن کے اندر فکر اور تدبر کرنے کو بہت غنیمت جانے
اور عشا کی نماز میں سبح اسم ربک الاعلیٰ اور والیل اذا یغشیٰ اور اسکے قریب قریب سورتیں پڑھنی چاہیے اور حضرت معاذ
کا قصہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لوگون پر کہ حضرت معاذ سے ناراض ہونا مشہور ہی ہے اور بعض روایات کے
موافق تو ظہر کی نماز فجر اور عصر کی عشا پر محمول ہے اور بعض کے موافق ظہر کی عشا پر اور عصر کی مغرب پر محمول ہے
مغرب کی نماز میں قصار مفصل کا پڑھنا چاہیے کیونکہ وقت میں گنجایش کم ہوتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
خاص خاص اوقات میں بسبب خاص خاص مصلحتون کے جنکا علم ہے نماز میں کبھی طول قرأت اور کبھی تخفیف کیا کرتے تھے
اور لوگون کو تخفیف کرنیکا آپ نے اسواسطے حکم دیا ہے کہ انمین کوئی ضعیف بھی ہوتا ہے اور کوئی مریض ہوتا ہے
اور کسی کو کچھ ضروری کام ہوتا ہے - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض اوقات کے لیے بعض سورتون کو اور
بعض کے لیے بعض کو پسند فرمایا ہے اور اصحاب مجلس میں مگر آن نماز میں انھین سورتون کا پڑھنا کچھ واجب یا سنن
مؤکدہ کے قبیلہ سے نہیں ہے جو ایسا کرے تو بہت ہی اچھا ہے ورنہ کچھ حرج نہیں ہے - مثلاً عید الضحی اور عید الفطر میں
آپ سورہ ق اور اقتربت پڑھا کرتے تھے کیونکہ انکا اسلوب بہت ہی عجیب ہے اور باوجود نہایت اختصار کے عام
مقاصد قرآنی پر یہ سورتین مشتمل ہین اور لوگون کے اجتماع کیوقت ایسے ہی چیز کی ضرورت ہے یا کبھی تخفیف کے قصد سے
سبح اسم اور ہل اتاک پڑھا کرتے تھے اور دوسرے انکا اسلوب بہت ہی نادر ہے اور جمعہ کی نماز میں سورہ جمعہ اور
منافقون پڑھا کرتے تھے کیونکہ ان سورتون میں ایک طرح کی مناسبت اور تذکیر پائی جاتی ہے اور جمعہ کے اندر منافقین اور
ہر قسم کے لوگ اکٹھے ہوا ہی کرتے ہین جو اور روز میں نہیں ہوتے اور جمعہ کے روز نماز فجر میں الم تنزیل اور ہل اتی
پڑھا کرتے تھے تاکہ قیامت اور اُسکے واقعات لوگون کو یاد آجائیں اور چارپائے جمعہ کے روز قیامت کے انتظار میں کان
لگائے رکھتے ہین اسطرح ہی آدم کو بھی مناسب ہے کہ اُس دن سے ڈرتے رہیں - اور جب قرآن پڑھنے والا سبح اسم ربک الاعلیٰ
پڑھے تو اسکو کہنا چاہیے سبحان ربی الاعلیٰ اور جو شخص الیس اللہ باحکم الحاکمین پڑھے تو اُسکو کہنا چاہیے بلی وانا

علی ذلک من الشاہدین اور جو شخص الیس ذلک بقادر علی ان یحیی الموتیٰ پڑھے اسکو کہنا چاہیے بلیٰ اور جو شخص پڑھے فبای حدیث بعدہ یومنون اسکو کہنا چاہیے امنا باللہ اور ظاہر ہے کہ یہیں سب وسعت الی الخیر پائی جاتی ہے۔

پھر جب رکوع مین جانا چاہے تو اپنے دونون ہاتھ مونڈھون تک خواہ کانون تک اٹھاوے اور اسیطرح اسوقت جب رکوع سے سر اٹھاکر کھڑا ہووے رفع یدین کرے اور سجدہ مین ایسا نکرے۔ میرے نزدیک اسمین بھید یہ ہے کہ رفع یدین ایک تعظیمی فعل ہے جس سے نفس کو ان اشغال کے چھوڑنے پر جو نماز کے منافی ہین اور حضرت مناجات مین داخل ہونے پر تنبیہ ہو جاتی ہے اسواسطے تعظیمات ثلثہ مین سے ہر فعل کی ابتدا رفع یدین سے مقرر کی گئی تاکہ از سر نو ہر دفعہ نفس کو اس فعل کے ثمرہ یعنی تعظیم پر تنبہ ہوتا رہے اور یہ ان ہیأت کے قبیلہ سے ہے کہ کبھی تو آپنے اسکو کیا ہے اور کبھی ترک کیا ہے مگر دونون سنت ہین اور ہر ایک کو صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کی ایک ایک جماعت نے اختیار کیا ہے۔

رفع یدین کا مسئلہ منجملہ ان مسائل کے ہے جنمین اہل مدینہ اور کوفہ کا اختلاف ہے اور ہر ایک کے قول کے لیے دلیل ہے اور ایسے مسائل مین میرے نزدیک حق یہ ہے کہ سب سنت ہین جیسے وتر کے اندر ایک رکعت پڑھنا یا تین رکعت پڑھنا اور جو شخص رفع یدین کرتا ہے میرے نزدیک اس شخص سے جو رفع یدین نہین کرتا اچھا ہے کیونکہ رفع یدین پر جو حدیثین دلالت کرتی ہین وہ زیادہ بھی ہین اور ثابت بھی خوب ہین مگر ایسی صورت تو نفس مناسب نہین ہے کہ تمام شہر والون کا فتنہ اور شور اپنے اوپر لیوے چنانچہ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عایشہ صدیقہ رضی سے فرمایا ہے لولا حدثان قومک بالکفر لنقضت الکعبۃ الحدیث تیری قوم نو مسلم نہوتی تو مین کعبہ کو منہدم کرکے حضرت ابراہیم کی بنیاد کے موافق بناتا اور کچھ بعید نہین ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے خیال کیا ہو کہ اخیر سنت متقررہ پر رفع یدین کا ترک کرنا ہے اس خیال سے کہ نماز کا مدار اعضا کے سکون پر ہے اور انکو یہ بات معلوم نہوئی ہو کہ رفع یدین ایک تعظیمی فعل ہے اور اسیوجہ سے نماز کی ابتدا اس سے کی گئی ہے یا انھون نے یہ سمجھا ہو کہ رفع یدین ایسا فعل ہے جس سے کسی چیز کا ترک معلوم ہوتا ہے اسواسطے اثناء نماز مین اسکا ہونا نامناسب ہے اور یہ بات انکے سمجھ مین نہ آئی ہو کہ نماز کے اندر جتنے افعال مقصود بالذات ہین ان سب کے شروع مین بار بار نفس کو ماسوا کے ترک پر متنبہ کرنا منظور ہے واللہ اعلم اور سجدہ مین جاتے وقت رفع یدین نکرنے کی وجہ یہ ہے کہ قومہ اسیواسطے مقرر کیا گیا ہے کہ رکوع اور سجدہ مین فارق ہو جاوے تو قومہ کے وقت رفع یدین فی الحقیقت وہ رفع یدین سجدے کے لیے ہے پھر دوبارہ اسکا کرنا لاحاصل ہے ہر مرتبہ جھکتے اور سر اٹھاتے وقت تکبیر کہنی چاہیے تاکہ نفس ہر مرتبہ تنبہ ہوتا رہے اور تاکہ جماعت کے لوگ تکبیر کو سنکر امام کا ایک حالت سے دوسری حالت کیطرف منتقل ہونا معلوم کرتے رہین۔

رکوع کے ہیأت مین سے یہ بات ہے کہ اپنے دونون ہاتھ کی ہتیلیان گھٹنون پر رکھے اور انگلیان نیچے کیجانب کو رکھے جسطرح کسی چیز کو ہاتھ مین پکڑتے ہین اور ہاتھون کی کہنیان بدن سے دور رکھے اور اپنے بدن کو برابر رکھے کہ اسکا سر نہ تو اٹھا ہوا رہے اور نہ نیچے کو جھکا رہے اور رکوع کے اذکار مین یہ بھی آیا ہے سبحنک اللھم ربنا وبحمدک

اللهم اغفرلی اور اسمین خدایتعالی کے اس حکم کی تعمیل پائی جاتی ہے فسبح بحمد ربک واستغفرہ تو خدا کی تعریف سے
تسبیح کر اور اس سے بخشش مانگ ۔ اور از انجملہ یہ ہے سبوح قدوس ربنا ورب الملائکة والروح ۔ اور از انجملہ
یہ ہے سبحان ربی العظیم تین مرتبہ اور از انجملہ یہ ہے اللهم لک رکعت وبک آمنت ولک اسلمت خشع لک
سمعی وبصری ومخی وعظمی وعصبی ۔ اور قومہ کے ہیآت یہ ہین کہ سیدھا کھڑا ہو کہ پشت کے مہرے سب اپنے
ٹھکانے پر آجاوین اور دونون ہاتھ اٹھاوے اور اسکے اذکار یہ ہین سمع اللہ لمن حمدہ اور از انجملہ اللهم ربنا
لک الحمد حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ اور ایک روایت مین اسکے بعد یہ بھی ہے ملاء السموات وملاء الارض
وملاء ما شئت من شیء بعد اور ایک روایت مین اسکے آگے یہ آیا ہے اہل الثناء والمجد احق ما قال العبد
وکلنا لک عبد اللهم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منک الجد اور از انجملہ
یہ ہے اللهم طہرنی بالثلج والبرد والماء البارد اللهم طہرنی من الذنوب والخطایا کما ینقی الثوب الابیض
من الدنس ۔

صبح کی قنوت کے بارہمین احادیث اور صحابہ و تابعین کے اقوال مختلف ہین ۔ مگر میرے نزدیک قنوت بھی سنت ہے
اور اسکا ترک بھی سنت ہے اور میرے نزدیک سب سے وہ اچھا ہے کہ یا تو کسی بڑے حادثہ کے وقت پڑھے یا قنوت کے
بعد کلمات آہستہ سے پڑھ لیا کرے ورنہ نہ پڑھا کرے اسواسطے کہ احادیث برابر اس بات پر شاہد ہین کہ ابتداً رعل
و ذکوان پر بد دعا کی گئی ہے پھر ترک کردیگئی اور اس سے اگرچہ مطلقاً قنوت کا نسخ معلوم نہین ہوتا مگر اس
بات کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ قنوت سنت مستقرہ نہین ہے یا ہم کہتے ہین ایسی چیز نہین ہے جو ہمیشہ کی گئی
ہو چنانچہ ابو مالک اشجعی نے جب اپنے باپ سے جو آنحضرت کے صحابہ مین سے تھے قنوت کی نسبت دریافت کیا تو انھون نے
فرمایا ای بنی محدث ۔ بیٹا یہ نئی چیز ہے یعنی پہلے اسپر ہمیشگی نہ تھی یہ بعد کو ہو گئی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور
آپکے خلفا کا قاعدہ تھا کہ جب کوئی حادثہ پیش آتا تھا تو قبل از رکوع یا بعد از رکوع مسلمانون کیلیے دعا اور کافرون پر
بد دعا کیا کرتے تھے اور اسکو بھی ترک نہین کیا یا بمعنی کہ ایسا نہین ہوا اگر کوئی حادثہ پیش آیا ہو اور ایسا نہ کیا ہو ۔ اور
سجدہ کے کرنے کی یہ صورت ہے کہ زمین پر ہاتھ رکھنے سے پہلے دونون گھٹنے زمین پر رکھے اور کتے کیطرح اپنے بازو
زمین پر نہ بچھاوے اور کہنیون کو بدن سے ہٹائے رکھے کہ اسکے بغلون کی سفیدی نظر آسکے اور پیرون کے انگلیون کی
پورین قبلہ کیطرف کو رکھے ۔ سجدہ کے اذکار یہ ہین سبحان ربی الاعلی تین مرتبہ یا سبحنک اللهم ربنا وبحمدک اللهم
اغفرلی یا یہ اللهم لک سجدت وبک آمنت ولک اسلمت سجد وجہی للذی خلقہ وصورہ وشق سمعہ وبصرہ
فتبارک اللہ احسن الخالقین یا یہ سبوح قدوس ربنا ورب الملائکة والروح یا یہ اللهم اغفرلی ذنبی کلہ دقہ
وجلہ واولہ واخرہ وعلانیتہ وسرہ یا یہ اللهم انی اعوذ برضاک من سخطک وبمعافاتک من عقوبتک
واعوذ بک منک لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک ۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا ہے فاعنی علی نفسک بکثرة السجود کثرت سجود سے اپنے نفس پر

میری مدد کر اسکی یہ وجہ ہے کہ سجدہ غایت درجہ کا تعظیمی فعل ہے اور ایمان والے کے حق مین معراج ہے اور سجدہ کا وہ وقت ہے کہ ملکیہ کو اسوقت مین بہیمیت سے خلاصی کا مرتبہ ہوجاتا ہے اور جس شخص نے اپنے آپکو رحمت الہی کے نزول کا مستحق بنالیا تو اسنے گویا خدا ہی کی مدد کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے امتی یوم القیمۃ غر من السجود محجلون من الوضوء قیامت کے دن سجدے کے سبب میری اُمت کے منھ اور وضو کے سبب سے اُنکے دست و پا روشن ہونگے مین کہتا ہون عالم مثال کا منبع ارواح اور اشباح کی مناسبت پر ہے جسطرح عالم مثال مین روزہ داروں کو کھانا کھانے اور جماع سے روکنے کی مثال فرجون اور منھون پر مہر لگانے سے ظاہر ہوئی ہے اور دونون سجدون کے درمیان مین بیٹھنے کی یہ ہیئت ہے کہ داہنے پیر کو کھڑا رکھے اور بائین کو بچھالے اور دونون ہتیلیان دونون گھٹنون کے اوپر رکھ لے اور اسکے اذکار مین سے یہ ہے اللھم اغفر لی وارحمنی واہدنی وعافنی وارزقنی اور قعدہ کرنے کی صورت یہ ہے کہ داہنے پیر کو کھڑا کرے اور بائین کو بچھالے اور قعدہ اخیرہ کے اندر ایک روایت مین یہ بھی آیا ہے کہ داہنے کو کھڑا رکھے اور بائین کو باہر نکالکر سرین لگاکے بیٹھ جاے اور دونون ہاتھ دونون گھٹنون پر رکھ لے اور یہ بھی وارد ہوا ہے کہ بائین ہاتھ سے گھٹنے کو پکڑے اور ترپن ۵۳ کی صورت بناکر انگشت شہادت سے اشارہ کرے اور ایک روایت مین ہے کہ کلن انگلی اور اسکے برابر کی انگلی کو سکوڑکر درمیان کی انگلی اور انگوٹھے سے حلقہ بنالے اسمین یہ بھید ہے کہ انگلی کے اٹھانے مین توحید کیطرف اشارہ پایا جاتا ہے جسکی وجہ سے قول و فعل مین مطابقت ہوجاتی ہے اور توحید کے معنی آنکھون کے سامنے متمثل ہوجاتے ہین اور جو شخص اس بات کا قائل ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے نزدیک انگشت شہادت سے اشارہ نکرنا چاہیے وہ شخص خطا پر ہے اور اُسکے قول پر کوئی دلیل عقلی یا نقلی نہین دلالت کرتی ابن ہمام نے اسکو بیان کیا ہے البتہ امام محمد رح نے اپنی کتاب مبسوط مین اسکے متعلق نہین ذکر کیا مگر موطا مین اسکو بیان کیا ہے اور مجکو بعض ایسے لوگون سے ملاقات ہوئی ہین جنکو اس بات کی بھی تمیز نہین کہ ظاہر المذہب مین اتنا نہین ہے اور ظاہر مذہب ہے کہ وہ اشارہ نہین کرے تشہد کے اندر کئی وجہین آئی ہین سب سے زیادہ صحیح حضرت ابن مسعود کا تشہد ہے بعد ازان حضرت ابن عباس اور عمر کا تشہد ہے مگر وہ سب قرآن کی قراتون کی طرح شافی اور کافی ہین اور صلوۃ کے کلمات مین سے سب سے زیادہ صحیح یہ کلمے ہین اللھم صلی علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم انک حمید مجید اللھم بارک علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم انک حمید مجید اللھم صل علی محمد وازواجہ وذریتہ کما صلیت علی آل ابراہیم وبارک علی محمد وازواجہ وذریتہ کما بارکت علی آل ابراہیم انک حمید مجید۔ اور تشہد کے بعد مختلف دعائین مروی ہین ازانجملہ اللھم انی ظلمت نفسی ظلما کثیرا ولا یغفر الذنوب الا انت فاغفرلی مغفرۃ من عندک وارحمنی انک انت الغفور الرحیم۔ اور ازانجملہ اللھم اغفرلی ما قدمت وما اخرت وما اسررت وما اعلنت وما اسرفت وما انت اعلم بہ منی انت المقدم وانت المؤخر لا الہ الا انت ۔ اور نماز کے بعد کے بعض وظیفے یہ ہین استغفر اللہ تین مرتبہ اور اللھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذا الجلال والاکرام لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ

لہ الملک ولہ الحمد وہو علی کل شی قدیر اللہم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منک الجد لا الہ الا اللہ ولا نعبد الا ایاہ ولہ النعمۃ ولہ الفضل ولہ الثناء الحسن لا الہ الا اللہ مخلصین لہ الدین ولو کرہ الکافرون۔ اللہم انی اعوذ بک من الجبن واعوذ بک من البخل واعوذ بک من ارذل العمر واعوذ بک من فتنۃ الدنیا وعذاب القبر تینتیس مرتبہ سبحان اللہ اور تینتیس مرتبہ الحمد للہ اور چونتیس مرتبہ اللہ اکبر اور بعض روایات مین ہر ایک کا تینتیس مرتبہ پڑھنا آیا ہے اور اسکے بعد سو کے پورا کرنے کو ایک دفعہ لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ اخیر تک اور ایک روایت مین ہر ایک کا پچیس پچیس مرتبہ پڑھنا آیا ہے تین تو وہ اور چوتھا لا الہ الا اللہ اخیر تک اور ایک روایت مین ہر نماز کے بعد سبحان اللہ دس مرتبہ اور الحمد للہ دس مرتبہ اور اللہ اکبر دس مرتبہ منقول ہے اور ایک روایت مین ہر ایک کا سو مرتبہ پڑھنا منقول ہے اور تمام وظائف کا حال قرآن کی قرات کا سا ہے انمین سے جس کسی کو کوئی شخص پڑھیگا اُسکے واسطے جسقدر ثواب کا وعدہ کیا گیا ہے ملیگا اور بہتر یہ ہے کہ نوافل سے پہلے ان وظیفون کو پڑھ لیا کرے کیونکہ بعض وظائف کا قبل از نوافل پڑھنا نص حدیث سے ثابت ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من قال قبل ان ینصرف ویثنی رجلیہ من صلوۃ المغرب والصبح لا الہ الا اللہ الخ جو کوئی نماز مغرب اور صبح کے بعد اور نشست بدلنے اور پھر جانے سے پہلے لا الہ الا اللہ اخیر تک۔ اور جسطرح راوی نے بیان کیا ہے کان اذا سلم من صلوتہ یقول بصوتہ الاعلی لا الہ الا اللہ الخ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جبکہ نماز سے سلام پھیرا کرتے تھے تو باواز بلند لا الہ الا اللہ الخ پڑھا کرتے تھے۔ حضرت ابن عباس رض فرماتے ہین مجکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا ختم ہونا اللہ اکبر کی آواز سے معلوم ہوجاتا تھا اور بعض حدیثون سے یہ بات بظاہر ثابت ہوتی ہے جیسے آپنے فرمایا ہے دبر کل صلوۃ ہر نماز کے پیچھے اور حضرت عائشہ نے جو یہ فرمایا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز سے سلام پھیرتے تھے تو صرف بقدر اللہم انت السلام کے پڑھنے کے بیٹھا کرتے تھے اسکی توجیہ کئی طرح ممکن ہے ایک تو یہ کہ نماز کی ہیئت پر صرف اسیقدر بیٹھے رہا کرتے تھے مگر جب داہنے یا بائین یا مقتدیون کیطرف مُنھ کرکے بیٹھتے تھے تو اور وظیفے پڑھتے تھے تاکہ کسی کو یہ گمان نہ گذرے کہ وظیفے بھی نماز مین داخل ہین۔ اور ایک یہ کہ کبھی کبھی سوائے ان کلمات کے اوراذکار کو ترک کردیتے تھے تاکہ لوگون کو انکا فرض ہونا معلوم ہوجاے۔ اور کان کا مقتضی یہ ہے کہ آپ اکثر ایسا کیا کرتے تھے اُس سے نہ تو ایک مرتبہ یا دو مرتبہ کرنا معلوم ہوتا ہے اور نہ ہمیشہ کرنا اس فعل کا ثابت ہوتا ہے۔

نوافل کے لیے یہ بہتر ہے کہ اپنے گھر مین پڑھا کرے اور سارا بھید انمین یہ ہے کہ فرائض ونوافل مین کسی ایسی چیز سے جو ان دونون کی جنس سے نہین ہے فصل ہوجاوے اور پھر وہ فصل بھی قابل اعتبار ہو جو بظاہر معلوم ہوسکے چنانچہ حضرت عمر نے اُس شخص سے جو بعد نماز فرض کے نفل پڑھنا چاہتا تھا یہ فرمایا کہ بیٹھ جا اہل کتاب اسی سبب سے ہلاک ہوگئے کہ انکی نمازونمین فرق نہ تھا ورنہ ہرگز ہلاک نہوتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اصاب اللہ بک

یا ابن الخطاب۔ اے ابن خطاب تجکو خدا تعالے خطا سے بچاتا رہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اجعلوہا فی بیوتکم آنکو یعنی نوافل کو اپنے گھرونمین پڑھا کرو۔ واللہ اعلم۔

## سجدۂ سہو اور سجدۂ تلاوت اور اُن چیزونکا بیان جنکا کرنا نماز مین ناجائز ہے

معلوم کرو کہ نماز کا یہی اعضا کے خشوع اور قلب کے حضور اور بجز ذکر الہی کے اور چیزون سے زبان کے روکنے اور قرآن پاک کے پڑھنے پر ہے لہذا جو ہیئت خشوع کی ہیئت کے خلاف ہے یا جو کلمہ ذکر الہی کے جنس سے نہین ہے وہ نماز کے منافی ہے کہ بغیر اُسکے ترک کرنے اور اُس سے باز رہنے کے نماز پوری نہین ہوتی مگر یہ چیزین متفاوت ہین اور ہر طرح کا نقصان نماز کو بالکل فاسد نہین کرتا اور اس بات کی تمیز کہ کس چیز سے نماز بالکلیہ باطل ہو جاتی ہے اور کس چیز سے اسمین فی الجملہ نقصان آجاتا ہے نص شرعی سے ہو سکتی ہے اور فقہا کے درمیان اسمین بہت کچھ کلام ہین اور احادیث صحیحہ کی اُنکے کلام پر تطبیق مشکل ہے اور اس باب مین حدیث کے ساتھ سب مذاہب مین سے وہ مذہب زیادہ تر موافق ہے جسمین گنجایش زیادہ ہے اور یہ بات ضرور ہے کہ فعل کثیر جس سے مجلس بدلجاوے اور قول کثیر جو بہت زیادہ ہو بلاشبہہ نماز کے نقصان کا موجب ہے۔ قول کثیر کے متعلق یہ حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان ہذہ الصلوۃ لا یصلح فیہا شی من کلام الناس انما ہی التسبیح والتکبیر وقراۃ القرآن اس نماز مین لوگون کی بول چال مین سے کچھ درست نہین ہے وہ تو تسبیح اور تکبیر اور قراۃ قرآن کا نام ہے۔ دوسرے یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے سلام کا جواب دینے کی وجہ یہ فرمائی ان فی الصلوۃ لشغلا۔ کہ بلاشبہہ نماز مین دل مشغول رہتا ہے اور ایک شخص اپنے سجدہ کی جگہ سے مٹی کو صاف کرتا تھا تو آپنے اُس سے فرمایا ان کنت فاعلا فواحدۃ۔ اگر تجکو کرنا ہے تو ایک مرتبہ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضر سے منع فرمایا ہے اور وہ کمر پر ہاتھ رکھنا ہے کیونکہ وہ دوزخیون کی راحت ہے یعنی یہ متحیر اور مدہوش اور اُن لوگون کی ہیئت ہے جنپر خدا تعالے کا عذاب نازل ہوتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ادھر اُدھر دیکھنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ وہ اُچکنا ہے کہ بندہ کی نماز مین سے شیطان اُچک لیتا ہے یعنی اس سے نماز مین نقص پیدا ہوتا ہے اور نماز کامل نہین ہوتی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا تثاءب احدکم فی الصلوۃ فلیکظم ما استطاع فان الشیطان فی فیہ۔ نماز کے اندر جب تم مین سے کسی کو جماہی آئے پس جہانتک ممکن ہو ضبط کرے اسلئے کہ شیطان اُسکے منہ مین گھس جاتا ہے۔ مین کہتا ہون اس سے مراد یہ ہے کہ جماہی لینے سے اکثر مکھی وغیرہ اُسکے منہ مین گھس جاتی ہے اسوجہ سے اُسکا دل بٹجاتا ہے اور جس چیز کے وہ درپے ہے یہ اُس سے مانع ہو جاتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا قام احدکم الی الصلوۃ فلا یمسح الحصی فان الرحمۃ تواجہہ جب تم مین سے کوئی نماز کو کھڑا ہو تو کنکریون کو صاف نکرے اسلیے کہ رحمت اسکے روبرو ہوتی ہے اور فرمایا ہے لا یزال اللہ مقبلا علی العبد وہو فی صلوتہ مالم یلتفت فاذا التفت اعرض عنہ جبتک کہ بندہ نماز مین رہتا ہے

خدا تعالی برابر اُسکی طرف متوجہ رہتا ہے جبتک وہ ادھر ادھر نہ دیکھے پھر جب وہ ادھر اُدھر دیکھتا ہے تو خدا تعالی اُسکی طرف
متوجہ نہین رہتا ہے یعنی خداوند تعالی کی توجہ اُس سے ہٹ جاتی ہے اور اسیطرح وہ حدیث ہے جو نماز کے اندر بندہ کو
خدا تعالی کے جواب دینے کے بارہ مین وارد ہوئی ہے۔ مین کہتا ہون کہ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خدا تعالی کی بخشش
تمام خلق پر دائر و عام ہے اور تفاوت صرف مخلوقات کی استعداد جبلی یا کسبی کے اعتبار سے ہے اسلیے جب کوئی بندہ
خدا تعالی کی جانب متوجہ ہوتا ہے تو اسکے لیے اُسکی بخشش کا دروازہ کھل جاتا ہے اور جب بندہ اس سے اعراض کرتا ہے
تو اُس سے صرف محروم ہی نہین رہتا بلکہ اپنے اعراض کیوجہ سے عذاب کا بھی مستحق ہوتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے **العطاس والنعاس والتثاؤب فی الصلوۃ والحیض والقیء والرعاف**
**من الشیطان**۔ اور جماہی نماز کے اندر اور حیض و قے اور نکسیر شیطان کیطرف سے ہے۔ مین کہتا ہون اس سے یہ مراد ہے
کہ یہ چیزین نماز کے معنی اور [illegible] کے منافی ہین۔ اب رہا فعل کثیر سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے اندر بہت سی
چیزین جو لوگون کے سکھلانے کی غرض سے کی ہین یا جو فعل نماز کے اندر لوگون کو کرتے دیکھے ہین اور آپ نے اُنسے منع نہین
کیا ہے وہ سب افعال یا جو انکے حکم مین ہین اُنسے نماز نہین باطل ہوتی ہے اور حاصل یہ ہے کہ ان سے یہ معلوم ہوا کہ تھوڑا
سا کلام جیسے **الْعنک بلعنۃ اللہ** تین مرتبہ تک اور **یرحمک اللہ** اور **ما شانکم تنظرون الی** اور تھوڑا سا گرفت کرنا
اور تھوڑا سا حرکت سے کوئی کام کرنا جیسے بچے کو کندھے سے اُتار لینا یا اُسے اٹھا لینا یا پاؤن کا دبانا
اور جیسے دروازہ کا کھولنا اور مشی تھوڑا چلنا جیسے منبر پر سے اُس جگہ ہٹ آنا کہ جو وہان سے
منبر کے نیچے سجدہ ہو سکے اور امام کی جگہ سے صف مین آجاوے اور وہ دروازہ جو اُسکے سامنے ہے اُسکی طرف بڑھ جاوے
تا کہ کھل جاوے اور رونا خدا کے خوف سے اور ایسا اشارہ کرنا جو اُس سے کچھ سمجھا جاوے اور سانپ بچھو کا مار ڈالنا اور
داہنے بائین اسطرح دیکھنا جو گردن نہ پھر سکے انمین سے کسی چیز سے نماز باطل نہین ہوتی اور اُسکے بدن یا کپڑے کو ناپاکی
کا لگجانا جو اُسکے فعل سے نہین ہے یا اُسکو ناپاکی لگنے کا علم بھی نہین تو اُس سے بھی نماز فاسد نہین ہوتی۔ واللہ عالم بحقیقۃ الحال

جب انسان سے نماز مین کوئی قصور ہو جاوے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کمی کے پورا کرنے کو دو سجدے کرنے کا حکم
دیا ہے اُسکو قضا کے ساتھ بھی مناسبت ہے اور کفارہ کے ساتھ بھی مناسبت ہے مگر وہ مواضع جنمین بنص حدیث سے
سجدہ کرنا ثابت ہے وہ چار ہی ہین ایک تو وہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے **اذا شک احدکم فی صلوتہ
ولم یدر کم صلی ثلثا او اربعا فلیطرح الشک ولیبن علی ما استیقن ثم یسجد سجدتین الخ** تم مین سے جب کسیکو
اپنی نماز مین شک ہو اور یہ نہ معلوم ہو کہ کے رکعت پڑھی ہین تین یا چار پس جسمین شک ہوا ہے اُسکو الگ کرے اور
جسقدر پر یقین ہے اُسپر نماز کی بنا کرے پھر سلام پھیرنے سے پہلے دو سجدے کرلے کیونکہ اگر اُسنے پانچ پڑھی ہین تب تو ان
دو سجدون سے اُسکا شفع پورا ہو جاویگا اور اگر پوری چار پڑھین تو یہ دونون سجدے شیطان کی سرزنش کے لیے
زیادتی حسنات کا موجب ہونگی اور رکوع اور سجدے کے اندر شک کرنا بھی اسی قبیلہ سے ہے۔ دوسرے یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ
وسلم نے ظہر کی پانچ رکعت پڑھین اور سلام پھیرنے کے بعد دو سجدے کیے۔ نماز کے اندر کسی رکن کا بڑھجانا بھی بسا

جیسے رکعت کا پڑھنا (تیسرے) یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایکمرتبہ چار کی جگہ دو رکعت پڑھکر سلام پھیر دیا تو بعض صحابہ نے آپ سے اسکی بابت عرض کیا تو جو رکعتین رہ گئی تھین وہ بھی پڑھین اور دو سجدے کر لیے اور ایک روایت مین یہ بھی آیا ہے کہ جب آپکی ایک رکعت باقی رہی تھی کہ آپنے سہواً سلام پھیر دیا پھر اسکی بابت کسی نے عرض کیا تو بھی آپنے ایسا ہی کیا جس فعل کے قصداً کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے نماز کے اندر اسکا سہواً کرنا اسپر محمول ہے (چوتھے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ دو رکعت کے بعد بجاے بیٹھنے کے کھڑے ہو گئے پھر آپ جب نماز پوری کر چکے تو سلام پھیرنے سے پہلے آپنے دو سجدے کر لیے۔ قعدہ کے اندر تشہد کا نہ پڑھنا بھی اسی پر محمول ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا قام الامام فی الرکعتین فان ذکر قبل ان یستوی قایما فلیجلس وان استوی قایما فلا یجلس ولیسجد سجدتی السہو۔ یعنی اگر دو رکعتون کے اندر کھڑا ہو جاوے تو اگر سیدھا کھڑا ہونے سے پہلے اسکو یاد آجاوے تب تو اسکو بیٹھ جانا چاہیے سیدھا کھڑا ہو جاوے تو نہ بیٹھے اور سہو کے دو سجدے کر لے۔ مین کہتا ہون اسکا سبب یہ ہے کہ جب وہ کھڑا ہو گیا تو قعدہ فوت ہو گیا پھر اگر وہ لوٹ آئے تو مین یہ نہین کہتا کہ اسکی نماز فاسد ہو جاتی ہے اور حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اگر سیدھا ہونے کی قریب ہو گیا ہے مگر ہنوز سیدھا نہین ہوا ہے تو اسکو بیٹھ جانا چاہیے بخلاف عامہ فقہا کے۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے لیے جو قرآن کی وہ آیت پڑھے جسمین سجدہ کرنے کا حکم ہے یا سجدہ کرنیوالے کے ثواب اور اس سے منکر کے عذاب کا بیان ہے یہ حکم فرمایا ہے کہ اپنے پروردگار کے کلام کی تعظیم اور مسارعت الی الخیر کے قصد سے سجدہ تلاوت کرے اور جن مواضع مین ملائکہ کو حضرت آدم علیہ السلام کے لیے سجدہ کرنے کا حکم ہے وہ انسے علٰحدہ ہین کیونکہ کلام خداے تعالے کے لیے سجدہ کرنے مین ہے جن آیات مین نص سے سجدہ کرنا ثابت ہے وہ چودہ یا پندرہ آیتین ہین عمر نے منبر پر کھڑے ہو کر یہ بیان کیا کہ یہ سجدہ واجب نہین ہین مستحب ہین تو کسی نے سامعین مین سے انکار نہین کیا بلکہ سب نے اس کہنے کو مانا اور حدیث شریف مین یہ جو آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ نجم کے اندر سجدہ کیا اور وہان جسقدر مسلمان اور مشرک اور جن حاضر تھے سبنے سجدہ کیا ہے میرے نزدیک اسکی یہ توجیہ ہے کہ اس خاص وقت مین حق اسقدر ظاہر اور روشن ہو گیا تھا کہ کسی کو بجز نیازمندی اور تابعداری کچھ چارہ نہ رہا پھر جب لوگ اپنی اپنی حالت پر آئے تو جو کافر تھے وہ کافر اور جو مسلمان تھے وہ مسلمان رہے بجز ایک بوڑھے قریشی کے کہ اسکے دل پر ایسی مضبوط مہر لگی ہوئی تھی کہ وہ اس رحمت عامہ سے محروم رہا اور اسکے دلمین اسکا اثر نہوا اور بجاے سجدہ کرنے کے تھوڑی سی مٹی زمین پر سے اٹھا کر پیشانی کو لگالی اسکی سزا بہت جلد اسکو یہ ملی کہ جنگ بدر مین مارا گیا۔ سجدہ تلاوت کے اذکار مین سے یہ ہے سجد وجہی للذی خلقہ وشق سمعہ وبصرہ بحولہ وقوتہ اور از انجملہ یہ ہے اللہم اکتب لی بہا عندک اجرا وضع بہا عنی وزرا واجعلہا لی عندک ذخرا وتقبلہا منی کما تقبلتہا من عبدک داود۔

# نوافل کا بیان

جس حکمت کا شرائع کے اندر لحاظ کیا گیا ہے اسکا یہ مقتضی ہے کہ لوگون کو ضروری چیزین اور نیز وہ چیزین جنسے طاعت الٰہی کا پورا پورا فائدہ انکو حاصل ہوسکے بیان کردیجائین تاکہ ہر شخص اپنا اپنا حصہ اُس سے حاصل کرسکے پھر انمین سے جو شخص کاروبار دنیوی مین مصروف رہتا ہے وہ تو صرف اُن ضروری باتون کو اپنے ذمہ لازم کرلے اور جو شخص دنیاوی کاروبار سے فارغ ہے اور اُسنے تہذیب نفس اور اصلاح آخرت کا مصمم ارادہ کرلیا ہے وہ کامل طور پر اُن عبادات کے ادا کرنے کی کوشش کرے۔ اسواسطے عنایت شرعی کی توجہ اس امر کی طرف ہوئی کہ انکے لیے نوافل نماز اور انکی اوقات سلسلہ وار اسباب کے ساتھ تعیین اوقات بیان کیجاوے اور لوگون کو اُسپر ابھارا جاوے اور ترغیب دلائی جاوے اور انکے فوائد بیان کیے جادین اور اجمالاً اُس نماز نفل کی بھی ترغیب دیجاوے جسکے لیے کوئی وقت مقرر نہین ہے مگر جبکہ کوئی مانع موجود ہو جیسے وہ اوقات جنمین نماز کا پڑھنا منع ہے۔ ان نوافل مین ایک تو وہ نوافل ہین جو فرائض کے ساتھ پڑھی جاتی ہین اور اصل یہ ہے کہ اشتغال دنیویہ چونکہ لوگون کو خدا کی یاد بھلاتے ہین اور اذکار کے اندر تدبر اور فکر اور عبادات کا ثمرہ حاصل کرنے سے مانع ہوتے ہین کیونکہ ایسے ہیئت بہیمیہ کا حجاب اور ہیئت ملکیہ مین ایک قسم کا دباو و قساوت پیدا ہوتی ہے لہذا ایسی بات کی ضرورت ہوئی کہ انکے کدورت کے صاف کرنے کی غرض سے قبل از فرائض اسکا استعمال کیا کرین تاکہ فرائض کے اندر ایسے وقت مین شروع پایا جاوے کہ تمام شغلون سے قلب خالی ہو اور سب سے خاطر جمع ہو اور بسا اوقات آدمی اسطرح نماز پڑھتا ہے کہ نماز کا فائدہ اسکو پوری طرح سے نہین حاصل ہوتا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول مین اُسکی جانب اشارہ پایا جاتا ہے۔ کم من مصل لیس لہ من صلوتہ الا نصفہا ثلثہا ربعہا۔ بہت سے نمازیون کو انکی نماز سے صرف نصف تہائی چوتھائی ثواب ملتا ہے لہذا ضروری ہوا کہ فرائض کے بعد اس مقصود کے پورا کرنے کے لیے کچھ نماز اور مقرر کیجاوے ان نوافل مین سے زیادہ ضروری شب و روز مین سے دس یا بارہ رکعت ہین جو تمام اوقات پر منقسم ہین اور یہ اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بنی لہ بیت فی الجنۃ۔ اسکے لیے جنت مین گھر بنایا جاویگا۔ مین کہتا ہون اسمین اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اُس شخص نے اپنی جان کو رحمت کے ایک بہت بڑے حصہ کا مستحق بنالیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے رکعتا الفجر خیر من الدنیا و ما فیہا۔ یعنی صبح کی دو رکعت دین اور دنیا کی تمام چیزون سے بہتر ہین۔ مین کہتا ہون بہتر ہونے کا سبب یہ ہے کہ دنیا فانی ہے اور اسکی نعمتین رنج اور مصیبت کی کدورتون سے خالی نہین رہ سکتی ہین اور اُن رکعتون کا ثواب ہمیشہ باقی ہے جسمین نام کو بھی کدورت نہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من صلی الفجر فی جماعۃ ثم قعد یذکر اللہ حتی تطلع الشمس ثم صلی الرکعتین کانت لہ کاجر حجۃ و عمرۃ جسنے جماعت سے صبح کی نماز پڑھی پھر طلوع آفتاب تک یاد الٰہی کرتا رہا پھر دو رکعت پڑھین اسکو مثل حج اور عمرہ کے ثواب ملیگا مین کہتا ہون یہ وہ ثواب ہے جو ہر دن کے لیے آپنے مسنون فرمایا ہے اور اعتکاف کے فوائد ہم پہلے بیان کرچکے اور قبل از ظہر چار رکعت

بارہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تفتح لہن ابواب السماء - انکے لیے آسمانون کے دروازے کہولے جاتے ہین
اور فرمایا ہے انہا ساعۃ تفتح فیہا ابواب السماء فاحب ان یصعدلی فیہا عمل صالح - وہ یہ (بعد زوال) ایسی
گہڑی ہے کہ اسوقت آسمانون کے دروازے کہول دیے جاتے ہین اسلیے مین چاہتا ہون کہ اسمین میرا کوئی عمل صالح
آسمانون پر صعود کرے اور فرمایا ہے مامن شیء الا یسبح فی تلک الساعۃ - کوئی ایسی چیز نہین ہے جو اس گہڑی تسبیح
نکرتی ہو - مین کہتا ہون اسلیے ہم اس بات کو بیان کرچکے ہین کہ جناب باریتعالی کے لیے جسکی ذات اوقات کے قید سے
برتر ہے خاص خاص اوقات مین اسکی تجلیات کا ظہور ہوتا رہتا ہے اور بعض اوقات مین تمام عالم کے اندر
روحانیت پہیل جاتی ہے اسلیے آپ ہی مفصل کو دیکہنا چاہیے - اور جمعہ کے بعد اگر مسجد مین پڑہے تو چار رکعتین
اور مکان پر پڑہے تو دو رکعتین اسلیے مسنون کی گئی ہین تاکہ ایسے وقت مین کہ لوگون کا مجمع عظیم ہے اور وہی
جمعہ کا وقت اور وہی جگہ ہے جمعہ کی نماز کے مثل کوئی اور نماز نہ پائی جاوے کیونکہ اس سے عوام کو جماعت سے
اعراض کرنیکا گمان اور اسیطرح کے اوہام پیدا ہوتے ہین لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کوئی نماز
کسی نماز کے ساتھ نہ ملائی جاے جبتک کہ کلام نکرلے یا باہر نہ آجاوے اور قبل از عصر چار رکعتین اور بعد از مغرب چھ
رکعتین بہی مروی ہین اور فجر کی نماز کے بعد سنتین مقرر نہین کی گئین کیونکہ اسمین نماز کی جگہ اشراق کی نماز تک
بیٹہنا مسنون کرنے سے وہ مقصود حاصل ہوگیا اور نیز اسکے بعد نماز پڑہنے سے مجوس کے ساتھ مشابہت کا دروازہ
مفتوح ہوتا ہے اور ایسی مشابہت کے پیدا ہونے کے سبب سے بعد عصر بہی سنتین نہین مقرر کی گئین اور از انجملہ شب کی
نوافل ہین جاننا چاہیے کہ شب کا اخیر وقت ایسا ہے کہ تمام اشغال مشوشہ سے قلب کو صفائی اور جمعی ہوتی ہے
اور غل شور سے سکون ہوتا ہے اور آدمی سوتے ہوتے ہین اور ریا و سمعہ سے بعد ہوتا ہے اور افضل ترین عبادت
کے لیے وہ ہی اوقات ہین جنمین قلب کو فراغ ہو اور متوجہ الی اللہ ہو جیسے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
صلوا باللیل والناس نیام - اور رات کو نماز پڑہا کرو کہ آدمی سوتے ہوتے ہین اور اللہ پاک بہی قرآن مین
ارشاد فرماتا ہے ان ناشئۃ اللیل ہی اشد وطاء واقوم قیلا ان لک فی النہار سبحا طویلا - البتہ رات کے
زیادہ گرانی ہوتی ہے اور تو دن کے وقت تسبیح زیادہ کرتا ہے اور کبہی یہ وقت وہ ہے کہ رحمت الہیہ نازل ہوتی ہے اور کبہی اسوقت مین
اللہ پاک کو بندہ کے ساتھ زیادہ قربت ہوتی ہے جیساکہ ہم پہلے بیان کرچکے ہین اور کبہی اسوقت کے جاگنے مین
قوت بہیمیہ کے ضعیف کرنے کے لیے ایسی عجیب خاصیت ہے کہ یہ بمنزلہ تریاق کے ہے اور اسلیے لوگون کا قاعدہ ہے
کہ جب وہ درندے جانورون کو تابع مسخر کرنا چاہتے ہین اور انکو شکاری بناتے ہین تو انکو بہوکا رکہنے اور نیند کے باز
رکہنے کے ذریعہ سے وہ اس بات کو حاصل کرسکتے ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان ہذا السہر جہد
وثقل الحدیث - یعنی اس جاگنے مین مشقت اور گرانی ہے اسلیے تہجد کی نماز کیطرف شارع کو بہت اہتمام ہوا
اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکے فضائل لوگون کو بتائے اور اسکے آداب اور وظائف منضبط کیے آنحضرت صلی اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تعقد الشیطان علی قافیۃ راس احدکم اذا ہو نام ثلث عقد - تم مین سے جب کوئی

آدمی سوتا ہے تو شیطان اُسکے سر کے قافیہ مین تین گرہ لگا دیتا ہے اخیر حدیث تک۔ مین کہتا ہون شیطان اُسکے دل مین نیند کی لذت
ڈالدیتا ہے اور اُسکے دلمین یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ ابھی رات بہت ہے اور اُسکا یہ وسوسہ بہت مضبوط اور مستحکم ہوتا ہے
جبتک کوئی ایسی تدبیر نہ کیجاے کہ جس سے نیند دفع ہوسکے اور خدا کیطرف توجہ کا دروازہ آسانی سے کھل جاوے وہ وسوسہ دل سے
نہین نکلتا اسلیے یہ بات مسنون کی گئی کہ جسوقت آدمی کی سوتے سے آنکھ کھلے اور اپنی آنکھین ملتا ہوا اُٹھے تو خدا کا نام
پھر وضو اور مسواک کرکے چھوٹی چھوٹی دو رکعت پڑھے بعد ان اذکار و آداب سے جنکا بیان ہو چکا ہے - اور مین
ان تین عقدون کا تجربہ کیا ہے اور اُنکا لگانا اور پھر اُنکی تاثیر کا مشاہدہ کیا مجکو یہ بھی [illegible] کہ یہ شیطان کیطرف سے
ہے اور اُسکو [illegible] حدیث بھی یاد آئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے [illegible] کاسیۃ فی الدنیا عاریۃ
فی الآخرۃ - [illegible] پہننے والیان آخرت مین ننگی ہونگی [illegible] آخرت
مین اسلیے برہنہ ننگی ہونگی کیونکہ فضائل نفسانیہ سے دنیا کے اندر وہ ننگی تھین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
ماذا انزل اللیلۃ من الخزائن الحدیث - آجکی رات مین آسمان سے کیا کیا خزانے اُتارے گئے - مین کہتا ہون اس
بات پر مطلع کیا ہے کہ عالم [illegible] مین اور [illegible] انکا زمین پر نزول ہوتا رہتا ہے - اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے - ینزل ربنا تبارک وتعالی الی سماء الدنیا حین یبقی ثلث اللیل الآخر الحدیث
جب شب کا اخیر تہائی حصہ باقی رہتا ہے ہمارا رب تبارک وتعالی آسمان دنیا کیطرف نزول فرماتا ہے - علماء کا قول ہے
کہ آوازون کے سکون کی وجہ سے جو حضور قلب کے مانع ہوتی ہین اور اشغال و تشویشات سے دل کے صاف ہونے اور رات کا
احوال ہونے کے سبب سے نفس کو رحمت الٰہیہ کے نزول کی جو قابلیت حاصل ہوتی ہے اس حدیث مین اسی کی جانب اشارہ ہے
اور میرے نزدیک اسکے ساتھ ایک اور چیز کیطرف بھی اشارہ ہے جو قلب کے اندر پیدا ہوتی ہے جسکو نزول سے تعبیر کرسکتے ہین
جسکا اس سے پہلے ہم کچھ بیان کرچکے ہین انھین دو اسرار کیوجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اقرب
مایکون الرب من العبد فی جوف اللیل الآخر - سب سے زیادہ اللہ پاک اور اُسکے بندہ مین جو قربت ہوتی ہے وہ شب کے
اخیر مین ہوتی ہے اور فرمایا ہے ان فی اللیل لساعۃ لا یوافقہا عبد مسلم یسئل اللہ فیہا خیرا الا اعطاہ - البتہ شب مین
ایک ایسی گھڑی ہے کہ کوئی عبد مسلم اپنی بھلائی کی دعا نہین کرتا مگر اللہ پاک اُسکو عطا فرماتا ہے اور نیز فرمایا ہے علیکم
بقیام اللیل فانہ داب الصالحین قبلکم وہو قربۃ لکم الی ربکم مکفرۃ للسیئات منہاۃ عن الاثم - التزام کرو شب کے
اُٹھنے کا اسلیے کہ یہ دستور ہے تم سے پہلے صالحین کا اور وہ تمھارے رب کی جانب قربت کا موجب اور تمھاری برائیون کا
دور کرنیوالا اور گناہ سے روکنے والا ہے - اور گناہون کے دور کرنے اور گناہ سے باز رکھنے وغیرہ کے اسرار ہم بیان کرچکے
ہین وہان اُنکو دیکھنا چاہیے - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من اوی الی فراشہ طاہرا یذکر اللہ حتی
یدرکہ النعاس لم ینقلب ساعۃ من اللیل یسئل اللہ شیئا من خیر الدنیا والآخرۃ الا اعطاہ - جس شخص نے
طہارت کے ساتھ اپنے بستر پر خدا کی یاد کے ساتھ سہارا لگایا اور اُسی حالت پر اُسکی آنکھ لگ گئی تو کسی وقت رات کو
کروٹ بدلتے خدا تعالے سے دنیا اور آخرت کی کسی بھلائی کا وہ سوال نہین کرتا مگر خدا تعالی اُسکو عطا فرماتا ہے

مین کہتا ہون جو شخص احسان کی حالت پر جو تشبہ بالملکوت اور خدا تعالے کی کبریائی پر تنبہ کو جامع ہے سو جاتا ہے تو تمام رات اُسی حالت پر رہتا ہے اور اُسکا نفس خدا تعالیٰ کیطرف مقربین کے زمرہ مین متوجہ رہتا ہے۔ اور تہجد کے وقت یہ مسنون ہے کہ جب آدمی سونے سے فارغ ہو کر اُٹھے تو وضو کرنے سے پہلے خدا تعالے کی یاد کرے اور وہ دعا کئی طرح سے آئی ہے از انجملہ یہ دعا ہے اللھم لک الحمد انت قیم السموات والارض ومن فیھن ولک الحمد انت نور السموات والارض ومن فیھن ولک الحمد انت ملک السموات والارض ومن فیھن ولک الحمد وانت الحق ووعدک الحق ولقاءک حق وقولک حق والجنۃ حق والنار حق والنبیون حق ومحمد حق والساعۃ حق اللھم لک اسلمت وبک آمنت وعلیک توکلت والیک انبت وبک خاصمت والیک حاکمت فاغفر لی ما قدمت وما اخرت وما اسررت وما اعلنت وما انت اعلم بہ منی انت المقدم وانت المؤخر لا الہ الا انت ولا الہ غیرک۔ اور از انجملہ یہ ہے کہ اللہ اکبر دس مرتبہ اور الحمد للہ دس مرتبہ کہے اور سبحان اللہ وبحمدہ دس مرتبہ اور استغفر اللہ دس مرتبہ اور لا الہ الا اللہ دس مرتبہ بعد ازان یہ پڑھے۔ اللھم انی اعوذ بک من ضیق الدنیا وضیق یوم القیمۃ دس مرتبہ۔ اور از انجملہ لا الہ الا انت سبحنک اللھم وبحمدک استغفرک لذنبی واسئلک رحمتک اللھم زدنی علما ولا تزغ قلبی بعد اذ ھدیتنی وھب لی من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب۔ اور از انجملہ یہ کہ یہ آیات پڑھے ان فی خلق السموات والارض واختلاف اللیل والنھار لآیات لاولی الالباب آخیر سورہ تک بعد ازان مسواک کرے اور وضو کرے مع ۔ تہجد کے گیارہ رکعتین پڑھے اور نماز تہجد کے آداب اور اذکار جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسنون کیے ہین التزام کرے اور دو دو رکعت پر سلام پھیرے اور ہاتھ اُٹھا کر یا رب یا رب کہتا رہے اور جہانتک ہو سکے دعا مین مبالغہ کرے اور آپکی دعاؤن مین یہ دعا بھی داخل تھی اللھم اجعل لی فی قلبی نورا وفی بصری نورا وفی سمعی نورا وعن یمینی نورا وعن یساری نورا وفوقی نورا وتحتی نورا وامامی نورا واجعل لی نورا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف طریقون سے تہجد کی نماز پڑھی ہے اور سب طریقہ سنت مین اور اصل یہ ہے کہ شب کی نماز وتر ہے اسکو تم مابین عشاء سے صبح تک پڑھ لیا کرو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکو طاق اس غرض سے فرمایا ہے کہ یہ طاق عدد مبارک ہے چنانچہ آپ فرماتے ہین ان اللہ یحب الوتر فاوتروا یا اھل القرآن۔ خدا تعالے طاق ہے طاق کو پسند کرتا ہے اسلیے اے اہل قرآن تم نماز طاق پڑھا کرو مگر چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ شب کے اُٹھنے مین مشقت ہوتی ہے اور اُسکی برداشت وہی کر سکتا ہے جسکو خدا تعالی نے توفیق دی ہو اسلیے قیام لیل کو تمام امت پر لازم نہین کیا اور شروع شب مین وتر کے پڑھنے کی اجازت دی مگر اُسکے ساتھ ہی تاخیر سے پڑھنے کی رغبت دلاتے رہے چنانچہ آپنے فرمایا ہے من خاف ان لا یقوم من آخر اللیل فلیوتر اولہ ومن طمع ان یوتر آخرہ فان صلوۃ اللیل مشھودۃ وذلک افضل۔ جس شخص کو آخر شب مین نہ اُٹھنے کا اندیشہ ہو تو وہ اول شب مین وتر پڑھ لے اور جسکو آخیر شب مین پڑھنے کا لالچ ہو تو وہ آخر مین وتر پڑھے کیونکہ شب کی نماز مین حضوری ہوتی ہے اور وہ افضل ہے اور حق یہ ہے کہ وتر سنت ہین مگر سب مسنونون سے زیادہ

سو کہ مین حضرت علی اور حضرت ابن عمر اور عبادہ بن صامت رضی نے اسکو بیان کیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
جو یہ فرمایا ہے امدکم بصلوٰۃ ہی خیر لکم من حمر النعم۔ خدا تعالے نے تمھارے لیے ایک ایسی نماز بڑھا دی جو سرخ اونٹون سے
بہتر ہے تو اسمین اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خدا تعالے نے اُنپر اسیقدر نماز فرض کی ہے جو اُنسے ادا ہو سکے کیونکہ وہ ربع
شروع مین شب و روز مین گیارہ رکعتین فرض کیں بعد ازان حضر کے اندر کچھ اور بڑھا دین بعد ازان جو لوگ محسنین کے
زمرہ مین ہین اُنکے لیے وتر بڑھا دیگئی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کو جانتے تھے کہ جو لوگ احسان کے درجے کی
قابلیت رکھتے ہین اُنکو اس سے زیادہ مقدار کی حاجت ہے اسلیے اصل نماز کے برابر گیارہ رکعت اُنکے لیے اور زیادہ کین
چنانچہ حضرت ابن مسعود رضی نے ایک اعرابی سے فرمایا ہے تیرے اور تیرے ساتھیون کے لیے نہین ہین۔

اور بعض وظائف وتر کے وہ کلمات ہین جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو سکھلائے
قنوت وتر مین پڑھنے کے اللھم اہدنی فیمن ہدیت وعافنی فیمن عافیت وتولنی فیمن تولیت وبارک لی فیما
اعطیت وقنی شر ما قضیت فانک تقضی ولا یقضی علیک انہ لا یذل من والیت ولا یعز من عادیت
تبارکت ربنا وتعالیت۔ اور انہی کلمات مین سے بعد سلام کے پڑھنے کے اللھم انی اعوذ برضاک من سخطک وبمعافاتک
من عقوبتک واعوذ بک منک لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک۔ اور بعض وظائف مین سے یہ ہے بعد سلام
پھیرنے کے پڑھے سبحان الملک القدوس دو مرتبہ اور تیسری مرتبہ بآواز بلند اور جب آپ تین رکعت پڑھتے
تو اول رکعت مین سورہ سبح اسم ربک الاعلی اور دوسری مین سورہ قل یا ایہا الکافرون اور تیسری مین قل ہو اللہ احد اور قل اعوذ
برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھتے تھے۔ اور انجملہ قیام رمضان شریف کے ہے یعنی تراویح اور اسکے شروع ہونے مین
بھید یہ ہے کہ مقصود شارع کا رمضان سے یہ ہے کہ امت محمدیہ کو بسبب ان اوصاف حمیدہ کے ملائکہ کے ساتھ مناسبت ہوجاوے
اور اُنکے ساتھ اسکو تشبیہ ہوجاوے اسی لیے آپ نے مسلمانون کے دو درجے کیے ایک درجہ عوام کہ اُنمین فقط یہی کافی ہے
کہ رمضان کے روزے رکھیں اور فرائض پر اکتفا کرین دوسرا درجہ محسنین اور وہ درجہ اس عبادت سے ہے کہ روزہ رمضان شریف
کا اور اُسکی راتون مین قیام اور تنزیہ زبان باوجود اعتکاف کے اور عشرہ اخیرہ مین کمر بند کا خوب استحکام سے باندھنا اور
چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ تمام امت اس درجہ علیا کے حاصل کرنے کی طاقت نہین رکھتی اور یہی ضرور تھا
کہ ہر شخص بقدر اپنی طاقت کے اعمال کو کرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ما زال بکم الذی رایت من صنیعکم
حتی خشیت ان یکتب علیکم ولو کتب علیکم ما قمتم بہ جس چیز کو تم ہمیشہ کرتے ہو مین اسکو دیکھتا رہتا ہون اور تمھارے
ہمیشہ کرنے کی وجہ سے مجھے خوف ہے کہ تمپر فرض نہو جاوے اور اگر فرض ہوجاوے تو قائم نہ رہوگے اسپر معلوم کرو کہ عبادات
کی توقیت بندون پر ایسی چیز سے ہوا کرتی ہے جس سے اُنکے دل مطمئن رہین اسلیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خوف ہوا کہ
ایسا نہو یہ لوگ ان عبادات کے عادی ہوجائین اور اُنسے اُنکا دل مطمئن ہوجاوے اور جسوقت ادا ہو مین اُنسے کسی قسم
کی کوتاہی ہو تو بوجہ اس کوتاہی کے احکام الہی کے اندر اُنکو کوتاہی ہوجائین یا وہ عبادت شعار دین سے ہوکر اُنپر فرض
ہوجاوے اور اسکے متعلق قرآن نازل ہوجاوے اور پھر پچھلے لوگ اُسکی برداشت نکر سکین۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے (من قام رمضان ایمانا واحتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه) جس کسی نے ایمان کے
ساتھ بطلب قصد ثواب کے رمضان کے اندر قیام کیا اسکے سب پہلے گناہ بخشے گئے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ اس درجہ کے حاصل
کرنے سے اسنے اپنی جان کو برکات الہیہ کا جو ظہور ملکیت اور گناہون کے محو ہوجانے کا باعث ہین مورد بنالیا۔
صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم نے قیام رمضان مین تین چیزین اور زیادہ کی ہین ایک تو مساجد مین اسکے لیے جمع ہونا
کیونکہ اسمین خاص و عام کے لیے آسانی ہے دوسرا اول شب مین اسکا پڑھنا مگر اسکے ساتھ یہ بھی کہتے رہے ہے کہ اخیر شب مین
نماز پڑھنے سے حضوری ہوتی ہے اور وہ افضل ہے چنانچہ حضرت عمر نے اسی آسانی پر جسکی طرف ہم اشارہ کر چکے ہین
متنبہ کیا ہے تیسرے بیس رکعت کے ساتھ اسکی تعداد مقرر کرنا اور اسکی وجہ یہ ہوئی کہ انھون سے اس بات کا خیال کر کے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام سال کے اندر ان لوگون کے لیے جو محسنین کے زمرہ مین ہین گیارہ رکعت مقرر کی ہین
یہ فیصلہ کر دیا کہ رمضان کے اندر جب مسلمان تشبہ بالملکوت کے دریا مین اپنی جان کے ڈالنے کا قصد کرتا ہے تو اسکا حصہ
گیارہ رکعت کے دو چند سے بہرصورت کم نہونا چاہیے۔ اور از انجملہ چاشت کی نماز ہے اور اسمین یہ سر ہے کہ حکمت الہیہ
مقتضی ہوا کہ دن کے چار حصون مین سے کوئی حصہ نماز سے جو یاد الہی پر آدمی کو متنبہ کرتی ہے خالی نہو کیونکہ ربع تین
ساعت کا نام ہے اور تمام عرب عجم مین دن کے حصون کے لیے جو مقدار مستعمل ہے اُس مقدار کی کم از کم تین ساعت
ہوتی ہے لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل چاشت کے نماز ضحیٰ کی سنت رہی ہے اور نیز دن کے پہلے حصہ مین
آدمی اپنی روزی اور معاش کی تلاش مین مصروف رہا کرتے ہین اسلیے ایسے وقت مین ایک نماز مسنون کی گئی
تاکہ اس غفلت کے سم کے لیے جو اس وقت مین نفس پر چھا رہے ہوئے ہین بمنزلہ تریاق کے ہوجاے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ
وسلم نے بازار مین جانے والے کے لیے لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک له اخیر تک مسنون کیا ہے۔ چاشت کی نماز کے
لیے تین درجے ہین کم درجہ اسکا دو رکعتین ہین اور اسمین یہ نکتہ ہے کہ آدمی کے ہر عضو پر جو صدقہ واجب ہے یہ نماز
اسکا بدلہ ہوجاتی ہے اور اسکی یہ وجہ ہے کہ ہر جوڑ کا اسکی صحت پر جو اسکے مناسب ہے باقی رکھنا خدا تعالی کی بڑی نعمت ہے
جسکے شکریہ مین حسنات کا ادا کرنا اور اسکی حمد کرنا واجب ہے اور تمام اعمال صالحہ سے بڑھکر ہے جسکے ادا کرنے مین تمام اعضائے
ظاہری اور قواے باطنی مین مصروف ہوتے ہین اور دوسرا درجہ اسکا چار رکعت ہین اور اسکے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے حکایۃ عن اللہ تعالے فرمایا ہے اے ابن آدم میرے لیے شروع دن مین چار رکعت پڑھ اخیر دن تک مین تیرے
کافی ہونگا۔ مین کہتا ہون اس سے یہ مراد ہے کہ تہذیب نفس کے لیے یہ ایک کافی مقدار ہے اگرچہ اخیر دن تک ایسا کوئی
اور کام نکرے اور تیسرا درجہ یہ ہے کہ چار رکعت سے زیادہ پڑھے مثلاً آٹھ رکعت یا بارہ رکعت سا اور چاشت کا کامل وقت
وہ ہے کہ جب دن چڑھ جاوے اور اونٹون کے بچے گرمی کے سبب سے بیٹھ جاوین اور ریت پر نہ چل سکین۔ اور از انجملہ
استخارہ کی نماز ہے اہل جاہلیت کا قاعدہ تھا کہ انکو جب کوئی حاجت مثل سفر یا نکاح یا بیع وغیرہ کی پیش آیا کرتی
تو وہ تیر ڈالا کرتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو اس حرکت سے منع فرمایا کیونکہ وہ ایک بے بنیاد اور بے اصل
اور صرف ایک اتفاقی چیز تھی اور نیز اسکے اندر خدا تعالی پر افترا پایا جاتا تھا کیونکہ وہ لوگ اسوقت کہا کرتے تھے ہمارے

پروردگار کا ہمکو حکم ہوگیا یا ہمارے پروردگار نے اُس سے منع کردیا اور بجاے اُسکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے استخارہ کو مقرر فرمادیا کیونکہ جب آدمی خدا تعالی سے کسی چیز کے علم کا فیضان چاہتا ہے اور اُسکی مرضی کا اسرار معلوم کرنا چاہتا ہے اور لیے اُسکے دروازہ پر نیازمندی سے قیام کرتا ہے تو فوراً حکمت الٰہیہ کا اُسکے دل پر فیضان ہوجاتا ہے اور نیز استخارہ کا بڑا فائدہ یہ ہے کہ انسان اُسوقت اپنے نفس کی مراد سے فنا ہوجاتا ہے اور اُسکے قوے بہیمیہ ملکیہ کے تابع ہوجاتے ہیں اپنی ذات کو خدا تعالی کے [illegible] کردیتا ہے اسی وجہ سے اُسکا حال بمنزلہ حال ملائکہ کے ہوجاتا ہے جو بھی اسیطرح الہام کے منتظر رہتے ہیں اور الہام ہوجانے کے بعد ارادہ اپنے سے وہ ہمہ تن اس کام پر متوجہ ہوجاتے ہیں [illegible] ارادہ کو کچھ دخل نہیں ہوتا [illegible] نزدیک نیے امور میں کثرت سے استخارہ کرنا [illegible] تریاق مجرب ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے استخارہ کی دعا اور اُسکے آداب منضبط کردیئے ہیں [illegible] اللهم اني استخيرك بعلمك واستقدرك بقدرتك واسألك من فضلك العظيم فانك تقدر ولا اقدر وتعلم ولا اعلم وانت علام الغيوب اللهم ان كنت تعلم ان هذا الامر خير لي في ديني ومعاشي وعاقبة امري [illegible] واجله فاقدره لي ويسره لي ثم بارك لي فيه وان كنت تعلم ان هذا الامر شر لي في ديني ومعاشي وعاقبة امري [illegible] عاجل امري واجله فاصرفه عني واصرفني عنه واقدر لي الخير حيث كان ثم ارضني به [illegible] اپنی حاجت کا ذکر کرے۔

اور ازانجملہ صلوۃ حاجت ہے اور اصل اسمین یہ ہے کہ مخلوق سے مدد چاہنے اور اُنسے اپنی حاجت کے طلب کرنے میں اس بات کا مظنہ تھا کہ یہ شخص غیر خدا تعالی سے مدد کو تجویز کرتا ہے پس یہ صورت توحید استعانت کی مخل تھی فلہذا اُسکے لیے ایک نماز اور دعا مسنون کی گئی تاکہ اُسسے یہ شر دور ہو۔

پھر مسنون ہوئی اُنکو یہ کہ دو رکعت پڑھین خدا کی ثنا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھین پھر کہین لا الہ الا اللہ الحليم الكريم سبحان الله رب العرش العظيم والحمد لله رب العالمين اسألك موجبات رحمتك وعزائم مغفرتك والغنيمة من كل بر والسلامة من كل اثم لا تدع لي ذنبا الا غفرته ولا هما الا فرجته ولا حاجة هي لك رضا الا قضيتها يا ارحم الراحمين۔ اور ازانجملہ صلوۃ توبہ ہے اور اسمین اصل یہ ہے کہ خدا تعالی کیطرف رجوع کرنا خاصکر گناہ کرنیکے بعد اور قلب کے اندر اُس گناہ کے زنگ جمنے سے پہلے اُس گناہ کا باعث ہوتا ہے۔ اور ازانجملہ صلوۃ وضو ہے اور اُسکے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا ہے انی سمعت دف نعليك بين يدي في الجنة کہ جنت مین مین نے اپنے سامنے تیرے جوتیون کی آواز سنی ہے۔ مین کہتا ہون اسمین یہ بھید ہے کہ طہارت پر التزام کرنا اور اُسکے بعد نماز پڑھنا احسان کے درجے کے لیے کافی مقدار ہے جو بڑے بانصیب سے ہوسکتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال سے فرمایا ہے بما سبقتني الى الجنة۔ کس چیز کیوجہ سے جنت مین تو مجھسے سبقت لیگیا۔ اور ازانجملہ صلوۃ تسبیح ہے اُسکا بھید یہ ہے کہ یہ ایک ایسی نماز ہے کہ جسمین خدا کی یاد کا ایک بڑا حصہ پایا جاتا ہے بمنزلہ اُس کامل نماز کے ہے جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے محسنین کے لیے اذکار کے ساتھ مقرر فرمائی ہے جو شخص اُس سے

یہ نماز اسکے لیے کافی ہوجاتی ہے اسلیے آپکی فضیلت مین دس خصلتیں ارشاد فرمائی ہین - اور ازانجملہ صلوٰۃ الایات ہے جیسے کسوف اور خسوف اور تاریکی کی پڑھی جاتی ہے اسمین اصل یہ ہے کہ جب آیات الٰہی مین سے کسی آیت کا ظہور ہوتا ہے اور لوگون کے نفوس اسکے سبب سے خدا تعالی کیطرف متوجہ اور ملتجی ہوجاتے ہین اور اسوقت انکو دنیا سے ایک قسم کی علٰحدگی ہوجاتی ہے لہذا ایمان والے کے لیے یہ وقت بہت غنیمت ہے کہ اسکو ایسے وقت مین دعا اور نماز اور تمام اعمال صالحہ مین کوشش کرنی چاہیے اور نیز یہ ایسا وقت ہے کہ عالم مثال مین حوادث کے پیدا کرنے کیطرف حکم الٰہی متوجہ ہوجاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اہل معرفت کو خود بخود انکے دلونمین اسوقت بیچینی ایک طرح کی معلوم ہوتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی لیے ایسے وقت مین گھبرا جاتے تھے اور نیز ان اوقات مین زمین پر روحانیت کا نزول ہوتا ہے لہذا صاحب احسان کے لیے ان اوقات مین خدا کے ساتھ قربت حاصل کرنا بہت مناسب ہے چنانچہ نعمان بن بشیر کی حدیث مین کسوف کی بابت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے فاذا تجلی اللہ لشیئ من خلقہ خشع لہ - پھر جب خدا تعالی نے اپنی مخلوق مین سے کسی چیز پر تجلی ہوتی ہے تو وہ چیز اسکے سامنے جھک جاتی ہے اور نیز کفار لوگ چاند سورج کو سجدہ کرتے ہین لہذا مسلمان ایماندار کو لازم ہے کہ جب کوئی ایسی دلیل ظاہر ہو کہ جس سے ان چیزون کا عبادت کے لیے مستحق ہونا ثابت ہو تو خدا کی طرف نیازمندی سے التجا کرے اور اسکو سجدہ کرے چنانچہ اللہ پاک اسکو ارشاد فرماتا ہے لاتسجدوا للشمس ولا للقمر واسجدوا للہ الذی خلقھن - آفتاب کو سجدہ نکرو اور نہ قمر کو اور جس خدا نے انکو پیدا کیا ہے اسکو ہی سجدہ کرو یہ سجدہ کرنا دین کے لیے شعار اور منکرین کے لیے جواب ساکت کرنیوالا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیث مروی ہے کہ انہے وہ قیام در در رکوع ان دونون کو سجدہ پر قیاس کر کے کیے ہین کیونکہ ایسے وقت مین رکوع اور قیام بھی خضوع اندر مثل سجدہ کے ہین لہذا انکی بھی تکرار مناسب ہوئی اور حدیث صحیح مین آیا ہے کہ اپنی اس نماز کو جماعت سے پڑھا اور اس بات کی منادی کرنے کا حکم دیا کہ الصلوٰۃ جامعۃ اور آواز سے قرآن پڑھا - جسنے اتباع کیا وہ درجہ احسان پر پہونچا اور جسنے وہ نماز پڑھی جو شرع مین معتبر ہے سو اسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول پر عمل کیا - فاذا رأیتم ذلک فادعوا اللہ وکبروا وصلوا وتصدقوا - پھر جب تم اسکو دیکھو تو اسکو یاد کرو اور اسکی بڑائی کرو اور اسکے لیے نماز پڑھو اور اسکے لیے صدقہ کرو - اور ازانجملہ صلوٰۃ استسقاء ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی مرتبہ مختلف طرق سے اپنی امت کے لیے باران کی طلب کی ہے مگر وہ طریقہ جو اپنی امت کے لیے مسنون کیا ہے یہ ہے کہ آپ لوگون کو لیکر عیدگاہ کیطرف نہایت نیازمندی اور تواضع اور تضرع کے ساتھ گئے اور جماعت سے دو رکعت نماز بالجہر پڑھی بعد ازان خطبہ پڑھا اور خطبہ مین قبلہ کیطرف رخ کر کے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنی شروع کی اور اپنی چادر مبارک کو پھیرا اور یہ اسلیے کہ ایک ہی جگہ ایک ہی چیز کی آرزو مین نہایت اہتمام اور گناہون کی مغفرت طلب کرنے اور اعمال صالحہ کے ساتھ مسلمانون کے اجتماع کو دعا کے قبول ہونےمین نہایت کامل اثر ہے اور نماز بندہ کے لیے سب عبادات سے قربت الٰہی کی موجب ہے اور ہاتھون کو اٹھانا نہایت تضرع اور نیازمندی کی صورت ہے جس سے نفس کو خشوع اور فرمانبرداری پر تنبیہ ہوتا ہے اور چادر کا لوٹنا انکے احوال کے متغیر ہونے کی نقل ہے جسطرح مستغیث آدمی بادشاہون کے حضور مین عمل مین لاتے ہین اور آنحضرت

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم استسقا مین یہ دعا مانگا کرتے ہین اللھم اسق عبادک وبھیمتک وانشر رحمتک واحی بلدک المیت اور ایک یہ دعا ہے اللھم اسقنا غیثا مغیثا مریئا مریعا نافعا غیر ضار عاجلا غیر اٰجل ۔ اور از انجملہ صلوٰۃ العیدین ہے اور اسکی نماز کا بیان عنقریب آتا ہے اور نوافل کے قبیلہ سے کسی خوشی کے حاصل ہونے یا کسی تکلیف کے دور ہونے یا ان دونون مین سے کسی کے معلوم ہونے کے وقت سجدہ شکر کا کرنا ہے کیونکہ شکر تو دل کا فعل ہے اور ظاہر میں بھی اسکے کوئی عنوان ضرور ہونا چاہیے تاکہ ہر ایک کو دوسرے سے قوت حاصل ہو جاوے علاوہ برین نعمتون کے حاصل ہونے سے ایک طرح کا تکبر پیدا ہوتا ہے اسکا علاج یہ ہے کہ منعم کے سامنے اپنے آپکو ذلیل اور حقیر کر دے ۔ یہ وہ نمازین ہین جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگون کے لیے جنھون نے درجۂ احسان او مسارعت الی الخیر کا مطلب سے فرائض نماز پر جسکا کرنا تمام خاص و عام پر لابدی ہے زیادہ ایک مضمون فرمایا ہے ۔

نماز ایسی چیز ہے جو لوگون کی بھلائی اور بہبودی کے لیے وضع کی گئی ہے جہانتک اسکی کثرت ہو سکے کرنی چاہیے مگر پانچ وقتون مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے ان پانچ مین سے تین وقت ایسے ہین جنھین بہ نسبت ان دو وقت کے نماز پڑھنے سے تاکید اکید منع فرمایا ہے اور وہ تین وقت یہ ہین ایک تو جب آفتاب برامد ہوا اور بلکل کرا اونچا ہو ۔ دوسرے خاص وقت دوپہر کے جبتک ڈھلے اور ایک جب آفتاب قریب لغروب ہو غروب تک کیونکہ یہ اوقات مجوس کی نماز کے ہین اور مجوس وہ فرقہ ہے کہ انھون نے اپنا دین ضائع کر دیا ہے خدا تعالےٰ کو چھوڑ کر آفتاب پرستی کرتے ہین اور انکے اوپر شیطان کا تصرف ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا ہے انھا تطلع حین تطلع بین قرنی الشیطان جب آفتاب برامد ہوتا ہے تو دیہان دونون سینگون شیطان کے برامد ہوتا ہے اس سے یہی مراد ہے کہ اسوقت مین کافر لوگ اسکو سجدہ کرتے ہین لہذا ضروری ہوا کہ اس عبادت کے اندر جو سب عبادتون مین بڑی عبادت ہے وقت کے اعتبار سے بھی ملت اسلام اور ملت کفر مین بھی تمیز اور فرق کیا جاوے اور دوسرے دو وقت وہ ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا صلوٰۃ بعد الصبح حتی تبزغ الشمس ولا بعد العصر حتی تغرب الشمس ۔ بعد نماز صبح کے کوئی نماز نہین ہے جبتک آفتاب برامد نہو اور نہ عصر کے بعد جبتک آفتاب غروب نہو ۔ مین کہتا ہون کہ ان دو وقتون مین نماز پڑھنے سے منع کرنے کی وجہ یہ ہے کہ انمین نماز پڑھنے سے ان تین اوقات مین نماز پڑھنے کا دروازہ مفتوح ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کبھی ان دو وقتون مین نماز پڑھی کیونکہ آپکو اس قباحت کے پیدا ہونیکا خوف نہ تھا اور ایک روایت مین جمعہ کے دن کا دوپہر انسے مستثنی کیا گیا ہے اور نیز اس حدیث سے مسجد حرام کے اندر ان تین اوقات مین نماز پڑھنے کا جواز ثابت ہوتا ہے یا بنی عبد مناف من ولی منکم من امر الناس شیئا فلا یمنعن احدا طاف بھذا البیت وصلی ای ساعۃ شاء من لیل او نھار ای بنی عبد مناف ۔ تم مین سے جو کوئی شخص لوگون کے امور مین سے کسی امر کا حاکم ہو تو وہ اس گھر کے کسی طواف کرنیوالے کو اور نماز پڑھنے والیکو کسی وقت نہ روکے عام ہے کہ رات مین ہو یا دن مین اور اس تقدیر پر اسمین یہ بھید ہے کہ جمعہ کا وقت شعار دین کے ظاہر ہونیکا وقت ہے اور مسجد حرام شعار دین کے ظاہر ہونیکی جگہ ہے

اس سبب سے وہ دونوں نماز کے مانع کے معارض ہیں۔

## اعمال کے اندر میانہ روی کا بیان

معلوم ہو کہ عبادت کے اندر بڑی پابندی نفس کا ملال سبب ہو جاتا ہے تو خشوع کی صورت پر اُسکو تنبیہ نہیں ہوتی
اور پھر وہ صفت عبادت کے معنی سے خالی ہو جاتی ہے اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر چیز کی
حرص ہوتی ہے اور حرص کو کمی ہوتی ہے اور یہی سبب ہے کہ جب کسی عمل صالح کا لوگوں میں رواج جاتا رہتا ہے اور
اُسکے کرنے میں لوگ سستی کرنے لگتے ہیں تو اُسکے کرنیوالے کا اجر چند در چند ہو جاتا ہے کیونکہ ایسی حالت میں اُس
عمل کو آدمی اسی وقت کر سکتا ہے کہ جب اُسکے نفس کو سخت تنبیہ ہو اور اُسکے دلمیں ایک مستحکم ارادہ پایا جاوے اور اسلیے
شارع نے طاعت کی مقدار مقرر کی ہے جسطرح مریض کے حق میں دوا کی طرح ایک خاص اندازہ مقرر ہوتی ہے جسمیں
کمی بیشی نہیں کیجاتی اور نیز مقصود صفت احسان کا اسطرح حاصل کرنا ہے کہ اُسمیں تدابیر ضروریہ کا ترک یا حقوق
میں سے کسی حق کا تلف نہ لازم آوے چنانچہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے ایکمرتبہ کسی سے یہ فرمایا کہ تیری آنکھوں کا بھی تجھپر
حق ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکی تصدیق فرمائی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اصوم
وافطر واقوم وارقد واتزوج النساء فمن رغب عن سنتي فليس مني - میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی
کرتا ہوں اور قیام بھی کرتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں پس جس کسی نے میری سنت
سے اعراض کیا تو وہ مجھسے نہیں ہے اور نیز مقصود عبادات سے نفس کا راستی پر لانا اور اُسکی کجی کا دور کرنا ہے اور
یہ مطلوب نہیں ہے کہ تمام اقسام کی عبادات کو وہ عملمیں لائیں کیونکہ تمام خلق کے اعتبار سے یہ بات دشوار معلوم
ہوتی ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے استقيموا ولن تحصوا واتوا من الاعمال بما تطيقون
راستی سے چلو اور کبھی نہ گھیر سکو گے تم اور بجا لاؤ اعمال کو جسقدر طاقت رکھتے ہو تم اور استقامت ایک مقدار معین سے
ہو سکتی ہے جسکی وجہ سے نفس کو ملکیہ کے لذات سے لذت پاوے اور بہیمیہ کے خصائص سے رنجیدہ ہونے پر تنبیہ ہو
اور بہیمیہ ملکیہ کے تابع ہونیکا ادراک پیدا ہو اور جب کسی نے ایکے کرنے کی کثرت کی تو نفس اُسکا عادی ہو جاتا ہے
اور اُس عبادت کے ثمرہ پر اُسکو تنبیہ نہیں ہوتا اور نیز شرع کا مقصود اعظم یہ ہے کہ دین کے اندر تعمق اور غلو کا
دروازہ مسدود ہو جاوے تا کہ وہ ایک عمل کو اپنے ذمہ پر ضروری نکرلیں پھر اُنکے بعد کچھ وہ لوگ پیدا ہوں
اور اُنکو اس بات کا ظن پیدا ہو کہ یہ اعمال عبادات سماویہ سے ہیں اور ہمارے اوپر فرض ہیں بعد ازاں اور
لوگ پیدا ہوں اور اُنکو ان اعمال کے فرض ہونے کا یقین ہی ہو جاوے اور پہلے تو اُسکے فرض ہونیکا احتمال ہی تھا
ایسے لوگوں کو انکی فرضیت پر اطمینان ہی ہو جاوے اور اس سے دین کی تحریف لازم آتی ہے اللہ پاک
فرماتا ہے ورهبانية ابتدعوها - الآية - اور رہبانیت جو اُنھوں نے اپنی طرف سے ایجاد کی ہے اور نیز جس شخص کے
دلمیں یہ گمان پیدا ہو گیا اگرچہ زبان سے اُسکے خلاف کہتا ہے کہ بدون ان عبادات شاقہ کے خدا تعالے

کی رضامندی نہین ہوتی اور اگر اسمین میرے کوتاہی کی تو میرے اور میرے نفس کی تہذیب مین ایک حجاب عظیم حائل ہوجائیگا
اور دین خدا ایسا ہے کا خطاوار ہوگا تو اس شخص سے اسکے ظن اور اعتقاد کے موافق مواخذہ کیا جائیگا اور اُس کوتاہی کی
اُس سے بازپرس ہوگی اور اسمین کوتاہی کرنے سے اسکے علوم اُسکے حق مین مضر اور موجب ظلمت بنجائینگے اور اُس سختی کی وجہ سے
اسکے اور اعمال بھی مقبول ہونگے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان الدین یسر ولن یشاد الدین احد الا غلبه
دین آسان ہے اور کوئی شخص دین مین سختی نہ کریگا مگر دین اُسکو تھکا دیگا۔ انھین معنی کے لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
اپنی امت پر اہتمام کردیا کہ وہ عملین اعتدال ملحوظ رکھا کرین اسمین اتنی زیادتی نکرین جسمین ملال پیدا ہو اور امر دینی مشتبہ ہوجاوے اسکے
یا تدبیر نافع بیکار ہوجاوین ان امور کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحتًا یا اشارتًا بیان فرمادیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے احب الاعمال الی اللہ ادومها وان قل خدا کو وہ اعمال زیادہ پسند ہین جو ہمیشہ کیے جاوین اگرچہ انکی مقدار قلیل ہی ہو
مین کہتا ہون ان اعمال کا زیادہ محبوب ہونا اسلیے ہے کہ ہمیشہ کام کرنے سے معلوم ہوجاتا ہے کہ اُس کام کی دلمین خواہش
اور رغبت ہے اور نیز طاعت کا اثر نفس جب ہی قبول کرتا ہے جب اسکے فائدے مستفیض ہوتا ہے کہ جب عرصہ تک اطمینان
کے ساتھ اُسکو ہمیشہ کرتا رہے اور ایسے وقت ملجاوین کہ نفس مین اُن اعمال کے لیے فرصت اور تخلیہ ہو اسی قسم کا تخلیہ جیسے حوائج
ہوتا ہے اور اسکے سبب سے ملاء اعلیٰ کے علوم نفس مین منقش ہوجاتے ہین اور اسکا اندازہ معلوم نہین ہے کہ نفس کے لیے کتنی
فرصت درکار ہے اسواسطے اسکے حاصل ہونیکا طریقہ یہی ہے کہ وہ کام ہمیشہ اور بکثرت کیا جاوے لقمان علیہ السلام کے اس
قول کے یہی معنی ہین وعوّد نفسک کثرة الاستغفار فان للہ ساعة لا یرد فیها سائلا۔ نفس مین زیادہ استغفار کی
عادت ڈال اسلیے خدا کے پاس بعض ایسے وقت ہوتے ہین جسمین وہ سائل کی درخواست کو رد نہین کرتا آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کا قول ہے خذوا من الاعمال ما تطیقون فان اللہ لا یمل حتی تملوا۔ یعنی وہ اعمال اختیار کرو جنکو تم کرسکتے ہو اسلیے
خدا جب ہی رنجیدہ ہوتا ہے جب تم رنجیدہ ہو یعنی خدا کسی عمل پر ثواب اُسوقت نہین دیتا ہے جبتک لوگ اُسکے کرنے سے
ناخوش ہوتے ہین خدا پر ملال کا اطلاق مشاکلةً کردیا گیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے ان احدکم اذا صلی وهو
ناعس لا یدری لعله یستغفر فیسب نفسه۔ یعنی تم مین سے بعض لوگ سونے کی حالت مین نماز پڑھتے ہین اور انکو نہین معلوم
ہوتا کہ استغفار کیوقت اپنے نفس پر بددعا کرتے ہین۔ مین کہتا ہون اس سے مراد یہ ہے کہ شدت ملال سے ایسے وقت مین
طاعت و غیر طاعت مین تمیز نہین ہوسکتی پھر حقیقت طاعت پر نفس کو کیونکر تنبیہ حاصل ہوگی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کا قول ہے فسددوا۔ یعنی میانہ روی کا طریقہ اختیار کرو جسکی نگرانی ہوسکے اور اُنکو ہمیشہ عملمین لاسکین وقاربوا یعنی
یہ خیال مت کرو کہ تم اسقدر خدا سے دور ہو کہ بغیر اعمال شاقہ کے اُس تک نہین پہونچ سکتے وابشروا۔ یعنی امید اور سرور دل
حاصل کرتے رہو واستعینوا بالغدوة والروحة وشیء من الدلجة۔ یعنی صبح و شام اور اخیر شب کے ایک حصہ سے مدد حاصل کرو
کہ ان اوقات مین رحمت الٰہی نازل ہوتی ہے اور دل نفسانی تذکرون سے خوب صاف ہوتا ہے اسکے متعلق ہمنے پہلے ایک فصل
بیان کی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من نام عن حزبه او عن شیء منه فقرأه فیما بین صلوة الفجر وصلوة الظهر
کتب له کانه قرأه من اللیل جو شخص اپنے وظیفہ یا اُسکے حصہ کو نہ پڑھے اور سوتا رہے پھر اُسکو نماز صبح اور ظہر کے درمیان پڑھے

پڑھے تو اسکے لیے اسکا ثواب ایسا لکھا جاتا ہے کہ گویا اُسکو رات کے پہلے حصہ مین پڑھا تھا یا مین کہتا ہون کہ قضا کے باب مین
دو امر اصل مین اول یہ کہ طاعت کے ترک کرنے مین نفس کو بے پروائی نہو اور وہ اُسکے ترک کرنیکا عادی نہو جاے اگر ایسا کیا تو نفس
پر ترک کرنیکے بعد اُسکی بجا آوری مشکل ہوگی۔ دوسرے یہ کہ نفس اُسکو ادا کرکے ذمہ داری سے باہر آجاے یا مرد لین نہ رکھے کہ
اُسنے خدا کے حق مین کوتاہی کی ہے اور خدا تعالے علم اور بے علمی کی حالت مین اُس سے مواخذہ کریگا۔

## معذور لوگون کی نماز کا بیان

شریعت مقرر کرنے کی تکمیل کے لیے یہ امر ضروری تھا کہ عذر پیش آنے کے وقت لوگون کے لیے رخصتین بیان کیجاوین تاکہ مکلفین
اپنے مقدور کے موافق طاعت بجا آوری کرسکین انھین رخصتون کا اندازہ شارع کے بیان پر موقوف رکھا جاوے تاکہ
شارع اُسمین اعتدال کا لحاظ کرے لوگون پر اُسکا موقوف ہونا نہین چاہیے اسلیے وہ اُسمین کبھی افراط کرینگے کبھی تفریط
اسلیے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے رخصتون اور عذرون کے پیمانہ مقرر کرنے کی توجہ فرمائی رخصتون کے اصول سے یہ امر ہے
کہ طاعت کی اصلی حالت اُسی طرح دیکھی جاے جسکا حکمت حکم دیتی ہو ہر حال مین اُس حالت کو مضبوطی سے اختیار کرنا چاہیے
اور اُن حدود اور قواعد کا لحاظ کرنا چاہیے جنکو شارع نے مقرر فرمایا ہے تاکہ اصلی نیکی کا اختیار کرنا آسان ہوسکے اور ضرورت کے
موافق اُن حدود مین سے بعض ساقط اور بعض کو بعض سے مبدل کرسکین۔ عذرون مین سے ایک سفر ہے۔ سفر کرنے مین حرج
ہوتا ہے وہ محتاج بیان نہین ہے اسلیے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسمین چند طرح سے رخصتین مقرر فرمائی ہین
ایک قصر کی اجازت فرمائی۔ رکعتون کی اصلی تعداد یعنی گیارہ کو باقی رکھا اور جو اُسسے زیادہ تھین اُنکو ساقط کردیا البتہ اطمینان
اور اقامت کو اُسکے لیے مشروط کردانا گیارہ رکعتون مین چونکہ عزیمت کا احتمال تھا اسلیے مناسب تھا کہ صرف ضرورت سے انکا اندازہ کیا جاے
اور رخصت دینے مین زیادہ تنگی کی بجا اسلیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا ہے کہ آیت مین خوف کی شرط صرف بیان فائدہ کے لیے ہے
اور اُسکا کوئی اصلی مفہوم نہین ہے اور فرمایا کہ یہ خداوند تعالے کا صدقہ ہے اُسنے تمپر اُسکو خیرات کیا ہے اُسکے صدقہ کو قبول
کرو۔ اُسکے صدقہ کی یہ حالت ہے کہ با مروت لوگ اُسمین تنگی نہین کیا کرتے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اگرچہ پوری رکعت
پڑھنے کو کسیقدر تجویز فرمایا ہے لیکن ہمیشہ آپنے نماز بالقصر ہی پڑھی لہذا نماز مین قصر کرنا سنت موکدہ ہوگیا ہے اور
اُس روایت مین جس سے پوری نماز کا جواز معلوم ہوتا ہے اور اُس روایت مین کہ سفر مین دو رکعت پوری ہین بلا قصر
کوئی اختلاف نہین ہے۔ اسلیے کہ ممکن ہے کہ اصلی واجب دو رکعتین ہون اور اُسکے ساتھ پورا پڑھنے سے اولی پر کفایت
ہوجاوے جیسے مریض اور غلام اگر جمعہ کی نماز پڑھین تو اُنکے ذمہ سے ظہر کی نماز ساقط ہوجاتی ہے یا جیسے کسی شخص پر
زکوۃ مین تمام مال واجب ہو وہ اپنا تمام مال خیرات کردے اسی لیے قصر وہان تک ہوتا ہے کہ جبتک مکلف کو مسافر کہہ سکین جب اُس نام
بالکل زائل ہوجائیگا تب قصر موقوف ہوگا قصر مین کوئی اور حرج پیدا ہوگیا اور پوری نماز نہ ادا کرسکا تو اُسکا لحاظ نہ کیا جاے
صرف مسافرت کا لحاظ ہوگا اسلیے کہ ابتدا ہی سے مسافر کے لیے دو رکعت قرار دیگئی ہین عبد اللہ بن عمر کا قول ہے کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر مین دو ہی رکعت نماز مقرر فرمائی تھی اور یہ دو رکعتین فی نفسہ پوری ہین یعنی تمر کی

اور معلوم کرو کہ سفر اور اقامت اور زنا اور سرقہ اور تمام وہ امور جنپر شارع نے احکام کا دارمدار کیا ہے ایسے ہین کہ اہل عرف
اپنے محاورات مین اُنکا استعمال کرتے ہین اور اُنکے معنی سمجھتے ہین مگر اُنکی تعریف جامع و مانع جب ہی معلوم ہوسکتی ہے کہ
اُنمین ایک قسم کا اجتہاد اور تامل کیا جاوے اور اجتہاد کا طریقہ معلوم کرنا بھی دشوار امر ہے ہم نمونہ کے طور پر سفر کے اندر
کچھ بیان کرتے ہین دیکھو کہ سفر ایسی چیز ہے جو تقسیم سے بھی معلوم ہوسکتا ہے اور مثال سے بھی معلوم ہوسکتا ہے تمام اہل زبان
جانتے ہین کہ مکہ سے مدینہ منورہ اور مدینہ سے خیبر کو جانا لامحالہ سفر ہے اور صحابہ اور اُنکے کلام سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ
مکہ سے جدہ کو یا طائف یا عسفان اور تمام اُن مواضع کو جو وہان سے چار برید یعنی سولہ فرسنگ (یعنی اڑتالیس میل) کے
فاصلہ پر واقع ہین سفر ہے اور یہ بھی جانتے ہین کہ انمین سے ایک کا نام درحقیقت سفر نہین بولا جاتا اور یہ بھی جانتے ہین کہ وطن سے نکلنے کی
کئی قسمین ہین ایک تو اپنی زراعت و باغات کیطرف آمد و رفت کرنا اور ایک بغیر تعیین مقصد اور سفر کے چلنا پھرنا
اور اجتہاد کرنیکا یہ طریقہ ہے کہ جن مثالون پر جزمًا و شرعًا ایک کا نام اطلاق کیا جاتا ہے اُنکی تلاش کیجاے اور جن اوصاف مین سے
بعض کو بعض سے تمیز ہوسکتی ہے اُنکی جانچ کیجاوے اور انمین سے جو عام ہے اُسکو جنس کی جگہ اور جو خاص ہے اُسکو فصل کی جگہ رکھا
اس سے ہمکو یہ بات معلوم ہوئی کہ اپنے مکان سے باہر جانا سفر کا ایک جزو ذاتی ہے اسواسطے کہ اگر ایک شخص اپنے محل اقامت
ہی مین چکر لگاتا رہے اُسکو مسافر نہ کہینگے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی خاص مقام کو جانا بھی سفر کا جزو ذاتی ہے ورنہ وہ پھرنا بادیہ جو
کا پھرنا سمجھا جائیگا اُسکو سفر نہ کہینگے اور نیز یہ کہ وہ مقام اسقدر دور ہو کہ اُسی روز یا اُس دن کی اول شب مین آدمی وہان سے
اپنے محل اقامت کو واپس نہ آسکے ورنہ وہ آنا جانا ایسا سمجھا جائیگا جیسے اپنی کھیتی باڑی سے آنا جانا - اور اُسکے لوازم مین سے
یہ ہے کہ وہ پورے ایک دن کا راستہ ہو اور سالم کا قول یہی ہے مگر سولہ فرسنگ کی مسافت تو یقینًا سفر سمجھی جاتی ہے
اور اُس سے کم مسافت کو سفر کا حکم ہونے مین تردد ہے اور سفر کا اطلاق شہر پناہ یا گانون کے سوانے یا مکانات سے باہر
آنے اور ایسی جگہ کے جانے کا ارادہ کرنے سے جو وہان سے سولہ فرسنگ کے فاصلہ پر واقع ہے صحیح ہوتا ہے اور ایک
کافی اور معتد بہ مدت تک اس شہر یا گانون مین اقامت کا ارادہ کرنے سے سفر کا نام زائل ہوجاتا ہے ازانجملہ ظہر و عصر
اور مغرب و عشا کا جمع کرنا - اصل اسمین یہی ہے کہ جسکی طرف ہم اشارہ کرچکے کہ اصل اوقات نماز کے تین ہین فجر اور ظہر
اور مغرب اور ظہر سے عصر اور مغرب سے عشاء اسلیے نکالی گئی ہے کہ دو نمازون کے اندر زیادہ مدت کا فصل نہ پایا جاوے
اور غفلت کی حالت پر لوگ نہ سویا کرین اسلیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکے لیے تقدیم و تاخیر کا جمع کرنا شروع کیا
مگر آپنے اُسپر مواظبت نہین فرمائی اور نہ اُسکا حکم دیا جسطرح قصر کا حکم دیا ہے اور ازانجملہ سنتون کا ترک چنانچہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم و حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ و حضرت عثمانؓ بجز فجر کی سنتون اور وتر کے اور نہ پڑھتے تھے اور ازانجملہ
سواری پر بیٹھکر جدھر سواری چلے اشارون سے ادھر کو ہی نماز پڑھنا ہے مگر یہ عذر نوافل و سنت فجر اور وتر ہی کے لیے ہے
نہ فرائض مین - اور منجملہ اعذار کے ایک خوف ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مختلف طریقون سے نماز خوف ادا کی ہے
اور ازانجملہ یہ ہے کہ اپنی قوم کی دو صفین بنائین اور انکے ساتھ نماز پڑھے جب آپ نے سجدہ کیا تو آپکے ساتھ انمین سے
ایک صف نے دو سجدے پورے کرلیے اور ایک صف نگہبانی پر رہی پھر جب صف اول کھڑی ہوئی تو جو نگہبانی پر تھے

انھون نے سجدہ کیا اور نماز مین شریک ہو گئے اور جنھون نے اول نگہبانی کی تھی انھون نے دوسری رکعت مین آپکے ساتھ سجدہ کیا
اور دوسری صف نگہبان رہی جب آپ بیٹھے تو جو صف نگہبان تھی اُسنے سجدہ کیا اور آپنے دونون صفون کے ساتھ التحیات
پڑھکر سلام پھیر دیا مگر یہ طریقہ اُسوقت کے مناسب ہے کہ جب دشمن قبلہ کیطرف ہو یا اسطرح سے دونون رکعتون کے تقسیم کرنے
کہ انکو مشکل ہوا اور سب لوگ اس طریقے سے واقف ہون اور ایک طریقہ یہ ہے کہ ایک ٹکڑی آپکے سامنے کھڑی ہو گئی اور ایک
ٹکڑی کے ساتھ آپنے ایک رکعت پڑھی پھر جب آپ دوسری رکعت پڑھنے کو کھڑے ہوئے تو اس ٹکڑی نے آپسے جدا ہوکر
اپنی نماز تمام کی اور دوسری ٹکڑی کی جگہ دشمن کے مقابلہ پر کھڑی ہوئی اور جو وہان کھڑی تھی اُسنے آنکر آپکا اقتدا کیا اور
آپنے اُسکے ساتھ دوسری رکعت پڑھی پھر جب آپنے التحیات کو نشست کی تو وہ مقتدی کھڑے ہو گئے اور اپنی دوسری رکعت
پوری کر کے آپسے ملگئے اور آپنے اُنکے ساتھ سلام پھیر دیا اور یہ صورت اُسوقت کے مناسب ہے کہ دشمن قبلہ کیطرف نہو اور
دو رکعتون کی تقسیم کرنے سے اُنکا دل پراگندہ نہو اور ازانجملہ یہ ہے کہ آپنے انمین سے ایک ٹکڑی کے ساتھ نماز پڑھی اور
ایک ٹکڑی دشمن کے مقابل کھڑی رہی اور اُس ٹکڑی کے ساتھ آپنے ایک رکعت نماز پڑھی پھر یہ ٹکڑی پہلی ٹکڑی کی جگہ
جنہون نے نماز نہ پڑھی تھی جا پہونچی اور وہ نماز کے لیے انکی جگہ آ پہونچی انکے ساتھ بھی آپنے باقی ایک رکعت پڑھی پھر دونون نے
اپنی اپنی نماز پوری کر لی اور ازانجملہ یہ ہے کہ ہر ایک جس صورت سے ممکن ہو سوار یا پیدل قبلہ کیطرف یا غیر قبلہ کیطرف نماز پڑھ لے حضرت
ابن عمرؓ نے اس طریقہ کی روایت کی ہے مگر یہ طریقہ اُسوقت مناسب ہے کہ جب سخت خوف ہو یا تلوار چل رہی ہو الحاصل ہر طریقہ
جو انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے درست ہے مگر انسان کو چاہیے کہ جو اُس سے بسہولت ہو سکے اور اُسوقت کی مصلحت کے
مناسب ہو اُس طریقہ کو عمل مین لاوے منجملہ اعذار کے ایک مرض ہے اُسکے باب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے صل قائما فان لم یستطع فقاعدا فان لم یستطع فعلی جنب۔ کھڑے ہوکر نماز پڑھ اور اگر یہ تجھسے نہو سکے تو بیٹھکر
اور اگر یہ بھی ممکن نہو تو کروٹ سے لیٹ کر اور نفل نماز کے باب مین آپنے فرمایا ہے من صلی قائما فھو افضل ومن صلی قاعدا
فلہ نصف اجر القائم۔ جو شخص کھڑے ہوکر نماز پڑھے تو یہ افضل ہے اور جو بیٹھکر پڑھے تو اُسکو قائم سے نصف اجر ہے۔
مین کہتا ہون چونکہ نماز اس قابل ہے کہ اُسکی کثرت کیجاے اور اصل نماز کھڑے ہوکر بھی ادا ہو سکتی ہے اور بیٹھکر بھی جیسے کہ
ہم بیان کر چکے ہین اور صرف شارع نے قیام کو واجب کر دیا ہے اور جو چیز پوری حاصل نہو سکے تو یہ بھی نہو کہ بالکل متروک
ہو جاے اسلیے رحمت اسی کا مقتضی ہوا کہ نماز نفل بیٹھکر اُنکے لیے جائز کر دیجاے اور ان دونون مین جو کچھ فرق ہے
حدیث شریف مین بیان کر دیا گیا ہے صلوۃ الطالب اور صلوۃ المطر اور صلوۃ الوحل کا بیان حدیث شریف مین یا
اور صحابہ مین سے کسی نے ضوابط اور حدود کے اندر کسی ایسی ضرورت کی وجہ سے جس سے آدمی مجبور ہو کبھی حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے اجازت نہین مانگی مگر آپنے اُنکو اجازت عطا فرمائی بشرطیکہ اُس اجازت کے مانگنے مین انکا بادرستی کا لگاؤ
نہوا ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد فاذا امرتکم بامر فاتوا منہ ما استطعتم کلہ جامع ہے۔ جب مین تمکو کسی امر کے
بجالانے کا حکم دون تو جہانتک تم مین بس ہو اُسکی بجاآوری کرو۔ واللہ اعلم۔

# جماعت کا بیان

معلوم کرو کہ رسوم کی خرابی دور کرنے مین اس سے بہتر کوئی چیز نہین ہے کہ ایک عبادت کو عام رسم مقرر کیا جاوے اور ہر ایک خبردار اور بیخبر کے سامنے اُسکو ادا کیا جاوے اور تمام شہری اور دیہاتی اُسمین برابر ہون اور باہم انمین اُس عبادت کے ذریعہ سے فخر اور عزت جتانے کا موقع ہو تاکہ وہ عبادت اُنکی تدابیر ضروریہ مین ہو جاوے جسکی وجہ سے پھر وہ اس عبادت کو نہ چھوڑ سکیں اور نہ اسمین تاخیر کر سکین تاکہ عبادت الٰہی کی اُسمین تائید ہو اور حق کی طرف لوگون کو بلائین اور جس چیز سے انکو خوف تھا وہی حق کی طرف انکو کھینچ لاوے اور تمام عبادات مین سے کوئی عبادت نماز سے زیادہ عظیم الشان اور عظیم البرہان نہین ہے اسلیے اُسمین اُسکی اشاعت اور لوگون کو آپس مین موافقت اُسپر لازم ہے اور نیز ملت اسلام کے اندر کئی قسم کے لوگ پائے جاتے ہین۔ ایک علما جنکا اقتدا کیا جاتا ہے اور دوسرے وہ لوگ کہ انکو احسان کا درجہ حاصل کرنے مین رغبت کے ساتھ دعوت اسلام کی حاجت ہے اور تیسرے وہ لوگ ضعیف البنیہ ہین کہ اگر انکو سب کے سامنے عبادت ادا کرنیکا حکم دیا جائے تو بلاشبہ عبادت کے ادا کرنے کا ہی جو رنہ لگے اسلیے کوئی چیز ان سب کے حق مین اس سے زیادہ نافع اور زیادہ تر مصلحت کے موافق نہین ہے کہ ان سب کو حلق کے روبرو عبادت الٰہی کرنیکا حکم دیا جاوے تاکہ معلوم ہو جاوے کہ کون اُسکی بجا آوری کرتا ہے اور کون نہین کرتا ہے اور کون رغبت سے بجا لاتا ہے اور کون بے بسی سے اور جو عالم ہے اُسکا اقتدا کیا جاوے اور جاہل کو تعلیم دیجاوے اور خدا تعالیٰ کی بندگی اُنکے حق مین حرج کے مثال ہو جاوے جو انکار کے قابل بات ہے اُس سے انکار کیا جاوے اور جو بات قابل کرنے کے ہو وہ بتائی جاوے اور کھرا اور کھوٹا معلوم ہوتا ہے اور نیز خدا کی طرف رغبت اور امید اور خوف کے ساتھ مسلمانون کے اجتماع کو جبتک وہ اپنی جانون کو خدا کے حوالے کردین برکات کے نازل ہونے اور رحمت الٰہی کے جھکنے مین ایک عجیب خاصیت ہے جسکو ہم استسقا وغیرہ مین بیان کر چکے ہین اور نیز اس امت کے قائم کرنے سے خدا تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ اُسی کا بول بالا ہے اور روی زمین پر کوئی دین اسلام پر غالب نہ رہے اور یہ بات اُسیوقت متصور ہو سکتی ہے کہ انمین دستور مقرر کیا جاوے تاکہ تمام خواص و عوام اور شہری و دیہاتی اور چھوٹے بڑے اُس عبادت کے لیے جو دین کا بڑا شعار اور عبادات مین سے بڑی نامی عبادت ہے جمع ہون اس سبب سے عنایت شرعی جمعہ اور جماعات کے مقرر کرنے اور انمین رغبت دلانے اور اُسکے ترک سے سخت ممانعت کرنے کیطرف متوجہ ہوئی اور اشاعت دو قسم کی ہے ایک تو کسی قوم کے اندر اشاعت اور ایک تمام شہر کے اندر اشاعت۔ قوم کے اندر تو اشاعت بسہولت ہر نماز مین ہو سکتی ہے لیکن شہر کے اندر کچھ زمانہ پیچھے ہو سکتی ہے مثلاً ہفتہ مین قوم کے اندر اشاعت کے ہی اہتمام سے جماعت مقرر کی گئی اور اُسکے باب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے صلوۃ الجماعۃ تفضل صلوۃ الفذ بسبع وعشرین درجۃ اور ایک روایت مین بخمس وعشرین درجۃ آیا ہے جماعت کی نماز کو اکیلے کی نماز پر ستائیس درجہ فضیلت ہے اور ایک روایت مین پچیس درجہ آیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یا تو اس بات کی تصریح فرمادی ہے یا اس بات کا اشارہ کیا ہے کہ ان باتون سے نماز کو ترجیح ہوتی ہے کہ جب کسی نے وضو کیا اور اچھی طرح کیا پھر صرف نماز کی خاطر مسجد کیطرف چلا تو اُسکا یہ

نماز کے حکم مین ہے اور اسکے قدم اسکے گناہون کو دور کرنیوالے ہین اور یہ کہ مسلمانون کی دعا پیچھے سے انکو گھیر لیتی ہے
اور یہ کہ نمازون کے انتظار مین اعتکاف اور رباط کے معنی پائے جاتے ہین اور اسی قسم کے اشارے حدیثون مین پائے جاتے ہین
پھر آپنے دونون عددمین ہے (ستائیس اور پچیس) ایک عدد کے ساتھ فضیلت کے درجات کی تعیین کی ہے اسکا ملہ
ایک شبہ نکتہ ہے جو آپکے سامنے متمثل ہوا ہے اور ہم پہلے اسکو بیان کر چکے ہین تم اسکو دیکھہ لینا چاہیے اور اس مین حق
کے اندر جسکے باطل اندر گرہ ہوکر نہین نکلتا نیز بوجہ من الوجوہ کسیطرح سے تخمین و انکل کو دخل نہین ہے اور نیز جماعت کے بارے مین
آپنے فرمایا ہے کہ کسی گانون یا جنگل مین تین آدمی ایسے نہین ہیتے کہ جنمین نماز قائم نہین ہوتی مگر شیطان انپر غالب ہوتا ہے،
میرے نزدیک اس حدیث مین اس بات کیطرف اشارہ ہے کہ جماعت کے ترک سے دین کے اندر سستی کا دروازہ کھلتا ہے،
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے **والذی نفسی بیدہ لقد ہممت ان امر بحطب یحطب** الخ اس ذات کی
قسم جسکے قبضہ مین میری جان ہے مین نے اس بات کا مصمم قصد کر لیا ہے کہ مین لکڑیون کے جمع کرنے کا حکم دون کہ وہ
اکٹھی کر دیجاوین آخر تک۔ مین کہتا ہون جماعت سنت مؤکدہ ہے اور چونکہ دین کا شعار ہے اسلیے اسکے ترک کرنے سے
ملامت متوجہ ہو جاتی ہے مگر چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہان کے بعض لوگون مین تاخیر اور دیر کبھی اور آپنے معلوم کیا
کہ اسکا سبب ضعف اسلام ہے اسلیے سخت وعید انپر متوجہ کی اور انکے دلون کو خوف دلایا پھر چونکہ جماعت کے حاضر ہونے مین
ضعیف اور بیمار و ذی حاجت لوگون کے لیے ایک قسم کی دقت تھی لہذا حکمت الہیہ کا مقتضی ہوا کہ انکو اسوجہ سے
جماعت کے ترک کرنے کی اجازت دیجاوے تاکہ افراط و تفریط مین اعتدال ہو جاوے۔ اقسام حرج مین ایک یہ صورت
بھی ہے کہ شب کا وقت ہو اور مینھہ برستا ہو یا پالا پڑتا ہو تو ایسے وقت مین موذن کو یہ کہنا مستحب ہے کہ اے لوگون تم
تم اپنی اپنی جگہ پر نماز پڑھو **الا صلوا فی الرحال**۔ اور اسی قبیلہ سے وہ حاجت ہے کہ جس سے دل پراگندہ ہو مثلاً شب کا کھانا جب
موجود ہو کیونکہ بسااوقات تو دل پڑا رہتا ہے اور کبھی کھانا ہی ہاتھہ سے ضائع ہو جاتا ہے اور جیسے پیشاب یا پاخانہ کی حاجت
کا ہونا کیونکہ نفس جب اسمین مشغول ہیگا تو اسکو نماز کا کچھہ فائدہ حاصل نہوگا اور **لا صلوۃ بحضرۃ طعام** کی حدیث
اور اس حدیث مین کہ **لا تؤخر الصلوۃ بحضرۃ طعام**۔ اور انکے علاوہ اور احادیث مین کچھہ اختلاف نہین ہے کیونکہ
ہر حدیث کا ایک صورت خاص یا معنی خاص پر قائم کرنا ممکن ہے کیونکہ پہلی حدیث مین باب تعمق کے انسداد کیلیے
کھانے کے تیار ہونے سے نفی وجوب مراد ہے اور جو شخص تعمق کی قباحت سے امن مین ہے اسکے لیے عدم تاخیر نماز کا
حکم ہے اسکی مثال ایسی ہے کہ جیسے روزہ دار کے لیے افطار اور عدم افطار کا حکم دو وقتون کے ساتھہ متعلق ہے یا یہ
معنی ہین کہ اگر نمازی کو کھانے کا شوق یا اسکے ضائع ہونے کا خوف ہے تب تو نماز تاخیر کرنی چاہیے
اور اگر یہ بات نہین ہے تو تاخیر نکرنی چاہیے اور علت کے حال سے یہ بات سمجھہ مین آتی ہے۔ اور
از انجملہ یہ ہے کہ کسی فتنہ کا خوف ہو۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا ہے **اذا استاذنت امراۃ احدکم الی المسجد فلا یمنعہا** تم مین سے جب
کسی کی بیوی مسجد مین آنے کی اجازت چاہے تو نہ روکنا چاہیے۔ اسمین اور جمہور صحابہ نے عورتون کے مسجد مین آنے سے

منع کیا ہے اختلاف نہین ہے کیونکہ جو غیرت تکبر اور غرور کیوجہ سے پیدا ہو اور فتنہ کے خوف سے نہو وہ نہی عنہ ہے
اور وہ غیرت جائز ہے جو بخوف فتنہ ہو چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الغیرة غیرتان الحدیث۔ غیرتین
دو ہین۔ اور حضرت عائشہؓ صدیقہ نے فرمایا ہے ان النساء احدثن الحدیث۔ اور ازانجملہ خوف و مرض ہین اور انکا
اقسام حرج مین ہونا ظاہر ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو ایک نابینا سے فرمایا تسمع النداء بالصلوة قال
نعم قال فاجب۔ تو اذان سنتا ہے اُسنے عرض کیا ہان آپنے فرمایا اسکی تعمیل کر۔ اسکے یہ معنی ہین کہ اُسکا سوال عزیمت
مین تھا پس آپ نے اسکو رخصت نہ دی پھر امامت کے بیان کرنیکی حاجت ہوئی کہ امامت کے قابل کون شخص ہے اور جماعت
کی کیا صورت ہے اور امام کو امامت کی وصیت کرنے کی ضرورت ہوئی کہ مختصر نماز پڑھا کرے اور مقتدیون کو اس بات کے
حکم دینے کی کہ پورے طور سے اُنکا اتباع کرین اور حضرت معاذؓ کا قصہ نماز کے طویل کرنیمین مشہور ہی ہے لہذا آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے نہایت تاکیدی طور پر ان امور کو بیان فرمایا چنانچہ آپنے فرمایا یؤم القوم اقرأہم لکتاب اللہ الحدیث یعنی
امامت قوم کی وہ شخص کرے جو ان سب سے زیادہ قرآن کو پڑھا ہوا ہو اور اگر قرأت مین برابر ہین تو جو شخص سنت کا زیادہ
واقف ہو پھر اگر علم سنت مین بھی برابر ہین تو وہ شخص جو ہجرت مین مقدم ہو پھر اگر ہجرت مین بھی برابر ہین تو جو عمر مین
زیادہ ہو اور کوئی شخص دوسرے کی سلطنت مین اُسکا امام نہ بنے اقرأ کے مقدم کرنے کا سبب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے علم کی ایک معین حد کر دی ہے جیسا کہ ہم بیان کر چکے اور شروع شروع صحابہ کے اندر قرآن کا علم تھا کیونکہ
وہ تمام علوم کی اصل ہے اور نیز وہ شعائر الٰہی مین سے ایک شعار ہے لہذا اُس شخص کا مقدم کرنا ضروری ہوا اور اُسکی
تعظیم واجب ہوئی تاکہ اسوجہ سے لوگون کے دلمین قرآن کے سیکھنے کی حرص پیدا ہو اور بعض نے جو یہ گمان کیا ہے کہ اُسکے
مقدم کرنے کی صرف یہ وجہ ہے کہ نماز پڑھنے والیکو قرآن پڑھنے کی ضرورت ہے مگر اصل یہ ہے کہ اسمین لوگون کا شوق اور حرص
اُبھرتا ہے اور باہم حرص کرنے کے سبب سے کمالات حاصل ہوتے ہین اور نماز مین قرأت کا ضروری ہونا خود نماز کے
اعتبار حرص کے ساتھ مخصوص ہونیکا سبب ہے۔ فلیتدبر۔

بعد ازان سنت کا علم ہے کیونکہ سنت کا درجہ کتاب کے بعد ہے اور اُس سے دین کا قیام ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے اپنی امت کے لیے یہی ورثہ چھوڑا ہے اور بعد ازان ہجرت کا لحاظ کیا گیا ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امر
ہجرت کو عظیم الشان جانا ہے اور لوگون کو اُسکی رغبت دلائی ہے اور اُسکو معظم امور مین سے سمجھا ہے امامت کے اندر بھی مہاجر کو
مقدم رکھنا اُسی ترغیب اور تادیب کا تتمہ ہے اُسکے بعد عمر کی زیادتی کا لحاظ کیا گیا کیونکہ تمام ملتون مین بڑون کی تعظیم
اور توقیر کرنیکا دستور جاری ہے علاوہ برین کبیر السن آدمی کا تجربہ اور حلم اور لوگون سے زیادہ ہوتا ہے اور صاحب سلطنت کا
اُس سلطنت مین کسی کو امام بننے سے جو آپنے منع فرمایا ہے اُسکا یہ سبب ہے کہ یہ بات اُس صاحب سلطنت پر شاق گذریگی
اور اُسکی سلطنت مین اس بات سے نقصان پیدا ہوگا تو صاحب سلطنت کو سلطنت کے باقی رکھنے کے لحاظ سے اس
امر کا حکم فرمایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا صلی احدکم ایہا الناس فلیخفف الحدیث۔ جب تم مین سے
جو کوئی لوگون کا امام بنے تو اسمین اختصار کرے کیونکہ اسمین مریض اور ضعیف اور بوڑھا بھی ہوتا ہے اور جب تم مین سے

کوئی اکیلا نماز پڑھے تو نماز مین جتنا چاہے طول کرے۔ مین کہتا ہون کہ دعوت الی الحق کا فائدہ بدون آسانی کے پورے طور
نہین حاصل ہو سکتا اور لوگون کو نفرت دلانا دین رحمت کے خلاف ہے اور جس چیز سے تمام دنیا کو مخاطب کیا جاے
اُسمین تخفیف ضروری ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس قول سے ان منکم منفرین۔ بعض تم مین سے
بھگانے والے ہین اس بات کی تصریح فرما دی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے انما جعل الامام لیوتم بہ۔
الحدیث۔ امام تو اقتدا اسلیے بنایا گیا ہے پس تم اُسپر جھگڑو مت پس جب رکوع کرے تم بھی رکوع کرو اور جب سمع اللہ
لمن حمدہ کہے تو تم اللھم ربنا لک الحمد کہو اور جب وہ سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو اور جب وہ بیٹھکر نماز پڑھے تو تم سب بیٹھکر نماز
پڑھو اور ایک روایت مین یہ بھی ہے اسکے بعد جب وہ ولا الضالین کہے تم آمین کہو۔ مین کہتا ہون جماعت کی ابتدا
حضرت معاذ کی اجتہاد عقلی سے ہوئی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکی راے کو برقرار رکھا اور اُسکو درست بتایا
اور اُنھون نے یہ اجتہاد اسلیے کیا کہ جماعت کے سبب سے اُن سب کی نماز ایک نماز ہو جاتی ہے اور بغیر جماعت کے مسجد مین
جمع ہونے سے اگرچہ اتفاق فی المکان ہو جاتا ہے مگر نماز سب کی جدا جدا رہتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو
یہ فرمایا ہے کہ جب وہ بیٹھکر نماز پڑھے تو سب بیٹھکر نماز پڑھو یہ حدیث منسوخ ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی
اخیر عمر مین بیٹھکر اور لوگون نے کھڑے ہوکر آپکے پیچھے نماز پڑھی اور اسکے منسوخ ہونیمین یہ بھید ہے کہ امام کا بیٹھا رہنا اور
لوگون کا اُسکے پیچھے کھڑا ہونا عجمیون کے فعل کے ساتھ مشابہ ہے کہ وہ اپنے بادشاہون کی تعظیم حد سے زیادہ کرتے ہین
جیساکہ حدیث کی بعض روایتون مین اسکی تصریح پائی جاتی ہے۔ مگر جبکہ اسلام کی بنیاد پایۂ استحکام کو پہونچی اور بہت سے
احکام مین عجمیون کے ساتھ مخالفت ظاہر ہو گئی تو اس قیاس پر ایک دوسرے قیاس کو ترجیح دیگئی کہ قیام نماز کا رکن ہے
جو بلا عذر شرعی متروک نہین ہو سکتا اور اس صورتمین مقتدی کسی صورت سے معذور نہین ہے اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے لیلنی منکم اولی الاحلام والنہی۔ الحدیث۔ تم مین سے جو لوگ فہیم اور دانا ہین وہ میرے پاس
رہا کرین پھر جو اُنکے قریب بیٹھے اسکو آپنے تین مرتبہ ارشاد فرمایا بازارون کی طرح شور و شغب سے اجتناب کرو۔ مین
کہتا ہون یہ آپنے اسلیے فرمایا تاکہ اُنکے دلومین بڑون کی عظمت پیدا ہو اور وقار کی عادت اختیار کرنے کی اُنکو
حرص پیدا ہو اور تاکہ عقلا کو اپنے کم درجے کے لوگون کا مقدم ہونا ناگوار نگذرے اور شور و غل سے جو منع فرمایا ہے
اُس سے اُنکا ادب دینا منظور ہے اور تاکہ وہ قرآن کے اندر فکر اور غور کر سکین اور اُن لوگون کے ساتھ جو بادشاہ کے
روبرو التجا کرتے ہین مشابہت پیدا کرین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الا تصفون کما تصف الملائکۃ
عند ربہا۔ جسطرح ملائک اپنے پروردگار کے سامنے صف باندھے ہوے برابر کھڑے ہوتے ہین تم اسطرح کیون نہین
کھڑے ہوتے۔ مین کہتا ہون کہ ہر فرشتہ کے لیے ایک درجہ مقرر ہے اور استعدادون کے اندر ترتیب عقلی کے موافق
اُنکو پیدا کیا ہے اسلیے اُنمین فرجہ نہین نکلتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے انی لاری الشیطان
یدخل من خلل الصف کانہا الحذف۔ مین شیطان کو دیکھتا ہون کہ صفون کے فرجہ سے نکلتا ہے گویا کہ بھیڑ کا
سیاہ بچہ۔ مین کہتا ہون کہ مینے اس بات کا تجربہ کیا ہے کہ ذکر کے حلقومین مل مل کے بیٹھنے سے دلجمعی خوب ہوتی ہے

اور ذکر کی حلاوت معلوم ہوتی ہے او خطرات بند ہوجاتے ہین اور اس بات کے ترک کرنے سے یہ سب باتین کم ہوجاتی ہین اور
ان باتوںمین سے جسقدر کسی بات مین کمی ہوتی ہے اسیقدر و ہان شیطان کو دخل ہوتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
اسیوجہ سے صف کے اندر شیطان کو داخل ہوتے دیکھا ہے اور اس خاص صورتمین دیکھنے کیوجہ یہ ہے کہ عادت کے اعتبار سے
بکری کا بچہ اکثر ایسی تنگ جگہوں مین گھستا پھرتا ہے اور پھر اسکو سیاہی کی صفت کے ساتھ دیکھنا جو ایک شے کی بدطینتی پر
دلالت کرتی ہے اسیوجہ سے شیطان اس صورتمین آپکے سامنے متمثل ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
لتسون صفوفکم اولیخالفن اللہ بین وجوہکم۔ یا تو اپنی صفوں کو برابر کرو ورنہ خدا تعالی تمھارے منھ پھیر دیگا۔
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اما یخشی الذی یرفع راسہ قبل الامام ان یحول اللہ راسہ راس حمار۔
امام سے پہلے جو شخص اپنا سر اٹھا لیتا ہے کیا اسکو اس بات کا خوف نہیں ہے کہ خدا تعالی اسکا سر گدھے کا سا کر دے
مین کہتا ہون کہ آپکا یہ حکم انکے لیے تسویہ اور اقتدا مین تھا لیکن ہنھوں نے اسمین تفریط کی اپنے تہدید فرمائی جب
اسپر بھی باز نہ آئے تب آپ نے تغلیظ کے ساتھ تہدید فرمائی اور انکو خوف دلایا اس بات کا اگر اسے مخالفت پر اصرار
کرینگے اور اسپر بھی باز نہ آئینگے تو خدا کی لعنت مین مبتلا ہونگے کیونکہ مخالفت احکامات الہیہ کے مستوجب لعنت سے
ہوتی ہے اور خدا تعالی کی لعنت جب کسی کو محیط ہوتی ہے تو ظاہر ہے اسکا اثر امداد الامرین ہیں سے ایک ضرور ہوتا ہے
مسخ یا وقوع ہونا خلاف کا اس قوم مین اور نکتہ حمار کی تشبیہ مین یہ ہے کہ یہ جانور اپنی حماقت اور بلاہت مین ضرب المثل ہے
لہذا ایسے عاصی نادان نے جب امام سے سر اٹھانے مین سبقت کی تو اسپہ بہیمیت اور حماقت کا غلبہ ہوکر گدھا بنگیا اور تخصیص
سر کی اسلیے ہوئی کہ سر ہی نے خداوند تعالے کی تابعداری مین سوء ادبی کی تھی اسلیے جس عضو سے یہ قصور ہوا اسی عضو
کو یہ سزا دیگئی جسطرح منھ کے داغ دینے کی سزا یا ظاہر مین انھون نے آگے پیچھے ہوکر باہم اختلاف کیا تھا اسلیے اختلاف معنوی
اور باہم مخالفت سے یہ سزا دیگئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا جئتم الی الصلوۃ ونحن سجود فاسجدوا
ولا تعدوہ شیئا الخ۔ جبکہ ہم سجدہ مین ہون اور تم نماز کے لیے آؤ تو تم سجدہ مین شریک ہوجاؤ اور اسکو معتدبہا نسمجھو
اور جسکو رکوع ملگیا اسکو نماز ملگئی۔ مین کہتا ہون اسکی وجہ یہ ہے کہ رکوع قیام کے قریب قریب ہے اور رکوع مین ملجانا گویا
قیام مین ملجانا ہے اور پھر سجدہ نماز مین اصل الاصول ہے اور قیام ورکوع اسکے لیے بمنزلہ تمہید اور واسطہ کے ہین اور نیز آپنے
فرمایا ہے اذا صلیتما فی رحالکما ثم آتیتما مسجد جماعۃ فصلیا معہم فانہا لکما نافلۃ۔ جبکہ تم دونون نے اپنی قیام گاہ پر
نماز پڑھلی ہو پھر آؤ تم اس مسجد مین جسمین جماعت ہو رہی ہے تو انکے ساتھ نماز پڑھو کیونکہ وہ تمھارے لیے نفل ہے۔
مین کہتا ہون اسکی وجہ یہ ہے کہ تارک صلوۃ کو اس عذر کا موقع نرہے کہ مین نے اپنے مکان پر نماز پڑھلی ہے لہذا اسکے لیے
انکار کرنا درست نہوا اور دوسرے یہ ہے کہ مسلمانون کی بات مین افتراق نہ پڑے اگرچہ وہ افتراق ظاہری ہی کیون نہو۔

## جمعہ کا بیان

اصل بات یہ ہے کہ ہر روز نماز کی باسطرح اشاعت کہ تمام شہر کے لوگ ایکجگہ انکے لیے جمع ہون یہ امر معسر ہے اسلیے

ضروری ہوا کہ انکے لیے ایک حد مقرر کیجاوے کہ اُس حد کا دوران نہ تو بہت جلد جلد ہو جسکی وجہ سے اُنکے اوپر دشواری ہو جاوے
اور نہ بہت مدت مین ہو کہ جسکے سبب سے مقصود ہاتھ سے نکلجاوے اور ہفتہ ایسی مقدار ہے کہ تمام عرب و عجم و اکثر ملتون مین
اُسکا استعمال کیا جاتا ہے اور اسمین اس بات کی قابلیت ہے کہ اُسکو حد بنایا جاوے اسلیے اُسی کو نماز کا وقت معین کیا گیا
ہے اس بات کے اندر کہ ان دنون مین سے کونسا دن ایسی عبادت کے لیے مخصوص کیا جاوے یہود نے ہفتہ کے دن کو
اور نصاری نے اتوار کو اپنی اپنی راے سے موافق ان دنون کو اور دنون پر ترجیح دیکر پسند کیا اور اس امت کو اللہ پاک نے
علم عظیم کے ساتھ خاص کیا اور شروع شروع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کے دلومین اُسکا القا فرمایا جسکی بنا پر
اُنھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لیجانے سے پیشتر خود بخود جمعہ کے دن کو قائم کیا بعد ازان آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم پر اُسکا انکشاف فرمایا اسطرحپر کہ حضرت جبریل علیہ السلام آپکے پاس ایک آئینہ لیکر جسکے اندر ایک سیاہ نقطہ تھا
تشریف لائے اور اس مثال سے جو مراد تھی وہ آپکو بتلائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکو معلوم کرلیا اور اس علم کا
حاصل یہ ہے کہ اداے طاعت کے لیے بہترین اوقات مین سے وہ وقت ہے کہ جسوقت خداتعالے کو بندون کے
ساتھ قربت ہوتی ہے اور اسوقت میں اُنکی دعائین مستجاب ہوتی ہین کیونکہ ایسے وقت مین طاعت کے قبول
ہونیمین بہت سرعت ہوتی ہے اور خاص دن کے اندر اُسکا اثر ہوتا ہے اور ایک عبادت بہت سی عبادتون کا نفع
بخشتی ہے دوسرے یہ کہ اللہ پاک کو اپنے بندون کے ساتھ تقرب کا ایک وقت مقرر ہے جو ہفتون کی گردشون سے اُسکی بھی
گردش ہوتی رہتی ہے اسوقت مین جنت الکشف مین اپنے بندون کے لیے تجلی فرماتا ہے اور غالب گمان یہی ہے کہ وہ
وقت جمعہ ہی کا دن ہوتا ہے کیونکہ اسمین اور بہت سے عظیم الشان امور واقع ہوتے ہین چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے خیر یوم طلعت علیہ الشمس یوم الجمعۃ - الحدیث - بہترین دنون کا جسمین آفتاب کا طلوع ہوتا ہے دن جمعہ
ہی کا ہے - اسی دن حضرت آدم علیہ السلام پیدا کیے گئے اور اسی دن جنت مین داخل کیے گئے اور اسی روز اُس سے
باہر کیے گئے اور جمعہ ہی کے دن قیامت برپا ہوگی اور تمام بہائم جمعہ کے دن گھبرائے ہوے ہوتے ہین یعنی پریشان و مرتعف
ہوتے ہین جسطرح کسی سخت مہیب آواز سے ڈرتے ہین اور اُسکی یہ وجہ ہوتی ہے کہ اس دن ملاء سافل سے انکے دلون پر اُس
گھبراہٹ کا اثر پیدا ہو جاتا ہے اور ملاء سافل مین ملاء اعلی سے جب اُنکے نفوس مین حکم الہی کے نازل ہونے سے یہ گھبراہٹ
پیدا ہوتی ہے یہ اثر پیدا ہوتا ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کسلسلۃ علی صفوان حتی اذا فزع
عن قلوبہم الحدیث - یعنی جسطرح سخت پتھر پر لوہے کی زنجیر ماری جاتی ہے تو اُس سے آواز پیدا ہوتی ہے یہانتک کہ اُنکے
دلون سے گھبراہٹ دور ہوتی ہے تو کہتے ہین تمھارے رب نے کیا حکم فرمایا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نعمت کا
حسب الحکم جناب باریتعالی کے ذکر بھی کیا ہے اور فرمایا ہے ہم ایسے آخر مین پیدا ہونیوالے اور قیامت کے دن سابق
رہنے والے ہین یعنی جنت مین داخل ہونے یا حسنات کے پیش ہونیمین بجز اتنی بات کے کہ اُنکو ہم سے پیشتر کتاب دیگئی ہے
اور ہمین اُنسے بعد کو عطا ہوئی ہے تو صرف اسکے لحاظ سے وہ ہم سے مقدم ہین پھر ایک دن ہے جو اُنکے لیے مقرر کیا گیا ہے
انھون نے اس دن مین اختلاف کیا تو خداتعالی نے اپنی مرضی کے موافق ہمکو بتادیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد

اس دن کے کہنے سے دن کا ایک فرد منتشر مراد ہے جو ہمارے لیے وہ جمعہ کے پائے جانے سے پایا جاتا ہے اور اُنکے حق مین
اتوار اور ہفتہ کے دن سے الحاصل وہ ایک ایسی فضیلت ہے کہ اللہ پاک نے خاص اسی امت کو عطا کی ہے اور شرع کے اندر
جو چیز اصل ہونی چاہیے یہود و نصاری بھی اس سے محروم نہین اور آسمانی شریعتون کا یہی حال ہوتا ہے کوئی قانون شرعی
اسمین باقی نہین رہتا ہے اگرچہ بعض کو بعض سے زیادہ فضیلت سے امتیاز ہوتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
اس گھڑی کی نہایت اہتمام فرمایا ہے اور اسکا مرتبہ بیان فرمایا ہے اور فرمایا ہے لایوافقہا مسلم یسئل اللہ فیہا خیرا الا اعطاہ
ایاہ - اس گھڑی مین کوئی مسلمان بندہ خدا تعالے سے بہتری کا سوال نہین کرتا ہے مگر اللہ پاک اسکو عطا فرماتا ہے اس
گھڑی کی تعیین مین روایات مختلف آئی ہین بعض تو کہتے ہین یہ گھڑی اسوقت ہوتی ہے جب امام بیٹھے یا تاک نماز سے فارغ،
کیونکہ اس گھڑی مین آسمانون کے دروازے کھول دیے جاتے ہین اور یہان والے اسوقت خدا تعالے کیطرف متوجہ ہوتے ہین
پس اسوقت مین آسمان و زمین کی برکات جمع ہو جاتی ہین بعض کے نزدیک وہ گھڑی عصر کے بعد سے غروب آفتاب تک ہے
کیونکہ وہ وقت احکام الٰہیہ کے نازل ہونے کا ہے اور بعض کتب الٰہیہ مین اسی بات کا بیان ہے کہ حضرت آدم بھی اُسی گھڑی مین
پیدا کیے گئے مین اور میرے نزدیک یہ سب تخمین ہے تعیین نہین ہے - پھر اس بات کی ضرورت ہوئی کہ لوگون کے لیے جمعہ کا وقت واجب
ہونا بیان کیا جاوے اور اُنکو اسکی تاکید کیجاوے لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لینتہین اقوام عن ودعہم الجمعات -
الحدیث - یا تو لوگ جمعون کے ترک سے باز رہین ورنہ خدا تعالے انکے دلون پر مہر کر دیگا پھر وہ بیخبر ہو جاوینگے مین کہتا ہون
کہ اسمین اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جمعہ کا ترک کرنا دین کے اندر بات [illegible] کا کھول دینا ہے اور یہ شیطان کے غالب
ہونے کا سبب ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تجب الجمعۃ علی کل مسلم الا امرأۃ او صبی او مملوک - بجز
عورت اور بچے اور غلام کے ہر ایک مسلمان پر جمعہ واجب ہے اور فرمایا ہے الجمعۃ علی من سمع النداء جسکے کان تک
اذان کی آواز پہونچے اسپر جمعہ واجب ہے مین کہتا ہون اسمین افراط و تفریط کے اندر اعتدال رعایت معذورین اور
ان لوگون کے لیے جنکو نماز جمعہ تک پہونچنا دشوار ہے یا انکے وہان جانے مین فتنہ کا خوف ہے انکے لیے تخفیف ہے - اور
نیز اس بات کی ضرورت پڑی کہ اسکے لیے نہانے اور مسواک کرنے اور خوشبو لگانے اور کپڑون کے پہننے سے پاکیزگی کو مستحب کیا جاوے
کیونکہ یہ اشیا طہارت کا تتمہ ہین انکے سبب سے نفس کو پاکیزگی کی صفت اور زیادہ تنبیہ ہوتی ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے لولا ان اشق علی امتی لامرتہم بالسواک عند کل صلوۃ اگر میں امت پر گران نہ سمجھتا تو وقت ہر نماز کے
مسواک کا حکم دیتا اور نیز لوگون کے واسطے نہانے اور خوشبو لگانے کے لیے کوئی بات ضرور ہونی چاہیے کیونکہ بنی آدم کی عمدہ
عادات میں سے یہ باتین ہین اور چونکہ ہر دن ان چیزون کا التزام دشوار تھا اسلیے جمعہ کا دن اس بات کے لیے مقرر کیا گیا کیونکہ
جمعہ کا دن مقرر کرنے سے جمعہ کا شوق بھی پیدا ہوتا ہے اور نماز بھی کامل ہوتی ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے حق علی کل مسلم ان یغتسل فی کل سبعۃ ایام یوما یغسل فیہ راسہ وجسدہ - ہر مسلمان پر لازم ہے کہ ہر ہفتہ مین
ایک دن غسل کیا کرے اور غسل مین اپنا سر اور بدن دھویا کرے اور نیز وہ لوگ اپنا کام و کاج خود کرتے تھے اور جب جمع ہوتے
تھے تو انمین سے بعضون کی سی بدبو نکلتی تھی اسلیے انکو نہانے کا حکم دیا گیا تاکہ تنفر کا سبب دفع ہو اور انکا باہم جمع ہو کر بیٹھنے کو

اور نیز اس بات کی ضرورت ہوئی کہ انکو خاموش رہنے دل چاہے حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہؓ نے اسکو بیان فرمایا ہے اور وعظ و نصیحت کے سننے اور آیتین پڑھنے اور امام سے قریب ہونے اور لغویات کے ترک کرنے اور سویرے آنے کا حکم دیا جاوے تاکہ وعظ و نصیحت کے سننے اور آیتین پڑھنے کا موقع ملے اور نیز اس بات کا حکم دیا ہے کہ جمعہ کی نماز کو پیادہ پا آوین اور سواری مین نہ آئین کیونکہ تواضع کرنیکا انکو پورا موقع ہے اور نیز اس بات کا حکم دیا ہے کہ جمعہ کی نماز کو پیادہ پا آوین اور سواری مین نہ آئین کیونکہ تواضع اور خاکساری سے وہ قریب ہے اور وجہ یہ ہے کہ جمعہ کے اندر شدت اور یعنی سب طرح کے لوگ جمع ہوتے ہین اس سبب سے یہ احتمال ہے کہ جس شخص کے پاس سواری نہین ہے اسکو وہان آنے سے حجاب آوے لہذا اس دروازے کا بند کر دینا مناسب ہوا اور نیز یہ بات بھی ضروری تھی کہ خطبہ سے پہلے کچھ نماز کا پڑھنا مستحب کیا جاوے جسکی وجہ نماز تحیۃ کی سنتون مین ہم بیان کر چکے ہین اگر کوئی شخص امام کے خطبہ پڑھنے مین مسجد مین آیا تو اسکو چاہیے کہ دو رکعت چھوٹی چھوٹی پڑھ لے کیونکہ اسمین بقدر امکان سنت کی بھی رعایت ہے اور خطبہ کا بھی ادب ہے، اس مسئلہ مین تیرے شہر کے لوگ جو شور کرتے ہین انکے دھوکے مین نہ آؤ کیونکہ اسکے حق مین حدیث صحیح وارد ہے جسکا اتباع واجب ہے، اور نیز اس بات کی ضرورت ہوئی کہ انکو لوگون اوپر ہو کر گذرنے اور دو شخصون کو علیحدہ کرنے اور کسی کو اپنی جگہ پر اس غرض سے بٹھا جانا کہ کوئی اور وہان نہ بیٹھ جاوے منع کیا جاوے کیونکہ جہلا لوگ اس قسم کی حرکت اکثر کیا کرتے ہین اور ایسے امور سے باہم فساد پیدا ہوتا ہے اور عداوت کا تخم ہے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کو تمام آداب کے ساتھ پورے طور پر ادا کرنیوالے کا ثواب بیان فرمایا کہ اس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک سب گناہ صاف ہو جاتے ہین اسکا سبب یہ ہے کہ نور الٰہی اور مومنین کی دعا اور انکی صحبت برکات اور وعظ اور ذکر الٰہی وغیرہ کی برکت کے دریا مین غرق ہونے کے لیے یہ نماز کافی مقدار ہوتی ہے اور پھر آپنے اس نماز مین سویرے آنے کے درجات اور انکے اوپر جو ثواب مترتب ہوتا ہے اونٹ اور گاے اور دنبہ اور مرغی کے ساتھ مثال دیکر اسکا بیان فرمایا اور جمعہ کے وجوب کے وقت سے خطبہ کے لیے کھڑے ہونے تک یہ ساعتیں تھوڑی تھوڑی اوقات ہین اور معلوم کرنا چاہیے کہ جس نماز مین تمام ادنیٰ و اعلیٰ لوگ جمع ہوتے ہین وہ ایک ہی شفع (دو رکعت) کی مقرر کی گئی ہے تاکہ انپر گران نگذرے علاوہ برین انمین ضعفا اور مریض اور صاحب حاجت سب طرح کے لوگ ہوتے ہین اور ایسی نمازون مین قرآن پاک جہراً پڑھنا مقرر کیا گیا تاکہ انکو قرآن کے اندر تدبر کا موقع حاصل ہو اور اسمین قرآن کی عظمت بھی پائی جاتی ہے اور ایسی نمازونمین خطبہ بھی مقرر کیا گیا تاکہ جو لوگ ناواقف ہین وہ واقف ہو جاوین اور جو لوگ باوجود واقفیت کے غافل ہین انکے لیے یاد دہانی ہو جاوے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے اندر دو خطبون اور انکے درمیان مین جلسہ کرنے کو مسنون فرمایا تاکہ مطلوب پورا پورا حاصل ہو جاوے اور خطیب کو آرام بھی ملجاوے اور نیز اسکا اور سامعین کا نشاط از سر نو تازہ ہو جاوے اور خطبہ کا پڑھنا اسطرح پر مسنون ہے کہ خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا کرے اور آپ پر درود بھیجے اور توحید و رسالت کی شہادت ادا کرے اور بیچ مین کلمۂ فصل (اما بعد) لا کر لوگون کو پند و نصیحت و تقویٰ کا حکم کرے اور انکو دنیا و آخرت کے عذاب الٰہی سے ڈراوے اور کچھ قرآن پاک پڑھے اور کچھ مسلمانون کے حق مین دعاء خیر کرے اسکا سبب یہ ہے کہ اس طریقہ نصیحت کے ساتھ خدا تعالیٰ و رسول و قرآن پاک کی عظمت بھی پائی جاتی ہے کیونکہ خطبہ دین کا شعار ہے اذان کیطرح یہ چیزین اسمین بھی ضروری ہونی چاہئین اور حدیث شریف مین آیا ہے کل خطبۃ لیس فیہا تشہد فہی کالید الجذماء جس خطبہ مین

کلمۂ شہادت نہو وہ مثل دست بریدہ کے ہے۔ معنًا یہ بات بدون الفاظ کے امت کو برابر ہوتی چلی آئی ہے کہ جمعہ کے اندر
جماعت اور ایک قسم کی شہرت شرط ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے خلفاء راشدینؓ اور ائمہ مجتہدینؒ
ان سب کی یہی عادت تھی کہ جمعہ شہرون ہی مین کرتے تھے اور اہل قریٰ سے کچھ تعرض نکرتے تھے اور انکے عہد مین قریہ کے اندر
جمعہ نہوتا تھا اس بات سے لوگ قرناً بعد قرنٍ سمجھنے لگے کہ جمعہ کے لیے جماعت اور شہرت شرط ہے میرے نزدیک اسکا سبب یہ ہے
کہ جمعہ کی حقیقت شہر مین دین کی اشاعت ہے اسلئے شہرت اور جماعت کا اعتبار ضروری ہوا اور صحیح تر قول میرے نزدیک
یہ ہے کہ کم از کم جسپر قریہ کا اطلاق آتا ہو جمعہ کے لیے کافی ہے کیونکہ مختلف طریقون سے جو بعض بعض کی تائید کرتے ہین
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ پانچ قسم کے لوگون پر جمعہ واجب نہین ہے اور اہل دیہ کو بھی آپنے انھین مین
شمار کیا ہے اور نیز آپ نے فرمایا ہے الجمعۃ علی خمسین رجلا یعنی پچاس لوگون پر واجب ہے مین کہتا ہون کہ پچاس
آدمیون سے قریہ بنجاتا ہے اور آپ نے فرمایا ہے الجمعۃ واجبۃ علی کل قریۃ ہر گاؤن والون پر جمعہ واجب ہے اور ہم
سبکو جماعت کہہ سکتے ہین میرے نزدیک جمعہ کی صحت کے لیے کافی ہین اور حدیث انفضاض اسپر دال ہے اور ظاہر وہ لوگ
متفرق ہوا پھر واپس نہین آئے واللہ اعلم جب ابتدا جماعت کے لوگ موجود ہون تو جمعہ واجب ہو جاتا ہے اور انکے تارک
ہونے سے عاصی ہوگا اور چالیس آدمیون کی تعداد شرط نہین ہے اور نیز اس حکم کا دینا ضروری تھا کہ نماز کے قائم کرنے کے لیے
حاکم کا ہونا مناسب ہے چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے اربع الا الامام یعنی سواے امام کے یہ چار ہون اور
امام کا ہونا شرط نہین ہے۔ واللہ اعلم

## عید الضحیٰ اور عید الفطر کا بیان

اصل انمین یہ ہے کہ ہر ایک قوم کے لیے ایک دن مخصوص ہوتا ہے کہ اسمین اپنا تجمل کرتے ہین اور زینت کے
ساتھ اپنے شہرون سے نکلتے ہین اور یہ ایسی رسم ہے کہ اس سے کوئی خالی نہین عرب اور عجم مین اور جبکہ آپ مدینے مین
تشریف لائے تو انکے لیے دو دن ایسے تھے کہ انمین وہ لہو و لعب کرتے تھے آپنے فرمایا کہ یہ کیسے دن ہین انھون نے
عرض کی کہ ہم زمانہ جاہلیت مین ان دو دن مین کھیل کود کیا کرتے تھے تب آپنے فرمایا کہ اللہ پاک نے بجاے ان دو
دن کے دو اور دن اس سے بہتر بدلے مین دیے وہ یوم الضحیٰ اور یوم الفطر ہین اور یون مشہور ہے کہ وہ دو دن یوم نیروز اور
یوم مہرجان تھے اور انکی تبدیل کرنے کی یہ ضرورت ہوئی کہ لوگو نمین کوئی دن خوشی کا نہین ہوتا مگر مقصود اس سے اظہار
شعار دین یا ائمہ مذہب کے موافقت یا کوئی اسی قسم کی اور بات ہوتی ہے اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا
خیال ہوا کہ اگر انکو آپنے اسی حالت پر چھوڑ دیا تو ایسا نہو کہ جاہلیت کی رسم باقی رہجاے یا پچھلون کے طریقہ کی ترویج انمین
پائی جاوے پس اسی لیے آپنے بجاے ان دونون کے ایام عیدین کو مقرر فرمایا اور انمین ملت حنفیہ کے شعائر کی عظمت ہے
اور باوجود تجمل کے انمین ذکر خدا اور ابواب بندگی کو ملایا یہ اسلیئے کہ اجتماع مسلمانون کا صرف لعب نہو اور تاکہ انکا باہم اکٹھا
ہونا خدا کے شعار کے بلند ہونے سے خالی نہو اور ان دو تمین سے ایک تو وہ دن ہے کہ جب وہ اپنے روزون سے فارغ ہوتے ہین

اور ایک طرح کی زکوۃ ادا کرتے ہین اسلیے اُسدن دو قسم کی خوشیان جمع ہوجاتی ہین طبعی اور عقلی طبعی خوشی تو اُنکو اسلیے حاصل
ہوتی ہے کہ روزہ کی عبادت شاقہ سے فارغ ہوجاتے ہین اور محتاجون کو صدقہ ملجاتا ہے اور فرحت عقلی یہ ہے کہ خدا تعالے نے
عبادت مفروضہ کے ادا کرنے کی اُنکو توفیق عطا فرمائی اور اُنکے اہل و عیال کو دوسرے سال تک باقی رکھنے کا اُنپر انعام کیا اور
دوسرا دن وہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت اسمعیل علیہ السلام کو ذبح کیا اور خدا تعالیٰ نے اُنکی
جان کے بدلہ مین ذبح کا دنبہ عنایت کیا اسلیے کہ اسمین ملت ابراہیمی کے ائمہ کے حالات کی یاد دہانی اور جان و مال
کی خدا تعالے کی فرمانبرداری مین خرچ کرنے اور اُنکے غایت درجہ کے صبر کرنے کے ساتھ لوگون کو عبرت دلانا ہے اور نیز
اسمین حاجیون کے ساتھ تشبہ ہے اور اُنکی عظمت ہے اور جس کام مین وہ مشغول ہین اُسکی طرف ترغیب لانا ہے لہذا تکبیر
کا کہنا مسنون ہوا [illegible] تبارک فرماتا ہے ولتکبروا اللہ علی ما ہدیکم - اور خدا تعالے نے جو اُنکو ہدایت فرمائی ہے اُسکے
بدلے اُسکی شکر گزاری بیان کرو یعنی ہمکو جو روزون کے ادا کرنے کی توفیق دی ہے اُسکے شکر مین ایسا کرو اسلیے قربانی اور تکبیر
کا وارد کہنا ایام منی مین مسنون کیا گیا اور جو شخص قربانی کا ارادہ کرے اُسکے لیے سر کا نہ منڈوانا (یعنی حجامت نکروانا)
مستحب کیا گیا اور نماز اور خطبہ مقرر کیا گیا تاکہ اُنکا کوئی اجتماع ذکر الٰہی اور شعار دین کی عظمت سے خالی نہو - اور اُسکے
ساتھ شارع نے منجملہ مقاصد شرع کے ایک اور مقصد کو بھی شامل کیا اور وہ یہ ہے کہ ہر ملت کے لیے ایکدن کا باضرور
ہونا چاہیے جسمین اُس ملت کے لوگ اپنے اظہار شوکت اور مجمع کی کثرت ظاہر کرنے کی غرض سے باہر نکلکر جمع ہون اسلیے
سب کا جانا عید کے لیے مستحب ہوا حتے کہ بچے اور عورتین پردہ نشین اور بے نماز عورتون کا نکلنا بھی مستحب کیا گیا ہے
لیکن حائضہ عورتین عیدگاہ سے علیحدہ ہوکر ایک طرف کو بیٹھ جاوین مگر دعا مین شریک ہوجاوین لہذا آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم آنے اور جانے کا راستہ بدلدیتے تھے تاکہ دونون طرف کے لوگون کو مسلمانون کی شوکت و عظمت
ظاہر ہوجاوے اور چونکہ اصل عید سے زینت مقصود ہے لہذا اچھا لباس پہننا اور دف کا بجانا اور ایک راستہ سے عیدگاہ
کو جانا اور دوسرے سے پھرنا مستحب کیا گیا عیدین کی نماز پڑھنے کا یہ طریقہ ہے کہ بغیر اذان و اقامت کے نماز شروع کرے
اور بالجہر قرآن پڑھے اگر تخفیف کا موقع ہو تو سورہ سبح اسم ربک الاعلی الذی اور سورہ ہل اتیک پڑھے اور اگر طوالت
کے ساتھ پڑھنا ہو تو سورہ ق اور سورہ اقتربت الساعۃ پڑھے اور پہلی رکعت مین قرأۃ سے پہلے سات تکبیرین اور
دوسری مین بھی قرأۃ سے پہلے پانچ تکبیرین کہے اور اہل کوفہ کے نزدیک مثل نماز جنازہ کے قرأۃ سے پہلے پہلی رکعت
مین چار تکبیرین اور دوسری مین بھی قرأت کے بعد چار تکبیرین کہے مگر دونون طور سے سنت ہے اتنا ضرور ہے کہ جسپر
اہل حرمین کا عمل ہے اُسکو ترجیح ہے نماز کے بعد پھر خطبہ پڑھے اور خدا تعالے سے خوف کرنے کا لوگون کو حکم دے اور
وعظ و نصیحت کو بیان کرے مگر عید الفطر کے لیے یہ بات خاص ہے کہ جبتک چند چھوارے نہ کھالے نماز کو نہ جاوے
اور اُنکو طاق کھانا چاہیے اور نماز سے پہلے ہی صدقہ فطر ادا کردے تاکہ ایسے روز مساکین کی حاجت دفع ہوجاوے
اور دلجمعی سے نماز کو جائین اور چونکہ ماہ صیام کے گذرنے پر اطلاع دینا منظور ہے اور ان باتون کے کرنے مین اُسکے
کے خلاف باتین پائی جاتی ہین اور عید الضحیٰ مین یہ بات خاص ہے کہ نماز سے واپس آنے کے بعد کچھ کھائے اور قربانی

مین سے کھائے اسمین قربانی کی عظمت اور اُسکی طرف رغبت پائی جاتی ہے اور اُسکا متبرک ہونا ثابت ہوتا ہے اور قربانی
بعد نماز کے کرے کیونکہ قربانی کا کرنا حاجیون کے ساتھ مشابہت پیدا ہونے کیوجہ سے عبادت مقرر کیا گیا ہے اور نماز کے لیے
اجتماع سے یہ مشابہت اُنکو حاصل ہو سکتی ہے اور قربانی کے لیے بھیڑ کا سال بھر کا بچہ یا بکری کا چھ مہینے کا بچہ ہر گھر والے کے لیے
ہونا چاہیے اور قربانی کو ہدی پر قیاس کرکے گاے اور اونٹ کو سات قربانیون کیطرف کافی سمجھا ہے اور چونکہ قربانی حاجتمندون
کے لیے مال خرچ کرنے کے قبیلہ سے ہے چنانچہ اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے لن ینال اللہ لحومہا ولا دماؤہا ولکن ینالہ التقوی
منکم اُنکے گوشت وخون خدا کے پاس کبھی نہین پہونچے مگر تمھاری پرہیزگاری پہونچتی ہے اسلیے قربانی کا موٹا کرنا اور اچھا
جانور پسند کرکے قربانی کرنا مستحب ہوا کیونکہ اس سے خدا تعالی کی طرف رغبت صحیح طور سے معلوم ہوتی ہے اسواسطے چار قسم
کے جانورون کی قربانی نکرنی چاہیے ایک تو لنگڑا جانور جسکا لنگڑا پن کھلا ہوا ہو اور دوسرا وہ جانور جسکی آنکھ صاف پھوٹی ہو
اور تیسرے وہ جانور جسمین کوئی کھلی ہوئی بیماری ہو چوتھے ایسا دبلا جسکی ہڈیون کا مغز بھی تحلیل ہوگیا ہو اور جسکا کان یا سینگ
کٹا ہو تو اُسکی بھی قربانی کرنا منع ہے اور آنکھ و کان کا دیکھنا مناسب ہے اور جس جانور کا سامنے سے کان کٹا ہوا ہو اُسکی بھی
قربانی منع ہے اور جسکا کان پیچھے کی طرف سے کٹا ہو اسکی بھی نہین درست ہے اور نہ اس جانور کی کہ جسکا کان چرا ہوا ہو - اور
جسکے کان مین سوراخ ہو اُسکی بھی قربانی درست نہین اور نر قوی سینگدار دنبہ کی قربانی کرنا جسکی آنکھین اور پیٹ اور سینہ
اور پاؤن سیاہ ہون مسنون ہے کیونکہ یہ سب باتین اُسکی جوانی بھرنے کی علامتین ہین اور جو وظیفہ قربانی کرنے مین پڑھا جاتا
یہ ہے انی وجہت وجہی للذی فطر السموات والارض الخ اللہم منک والیک ولک من اللہ واللہ اکبر-

## جنازون کا بیان

معلوم کرو کہ مریض کو دیکھنے جانا اور تعویذون مبارک سے اُسکا تمسک کرنا اور مرتے وقت اُسکے ساتھ نرمی کی باتین
کرنا اور کفن و دفن میت کا اور اُسکے ساتھ نیکی کرنا اور اُسپر رونا - اُسکے پسماندون کی دلجمعی کرنا اور قبور کی زیارت کرنا یہ ایسے
امور ہین کہ تمام عرب کے لوگ پر قائم ہین اور اپنے ہان اُنکو برتتے ہین اور اہل عجم بھی ایسا ہی کرتے ہین اور یہ ایسی رسوم ہین کہ
کوئی ذیشعور اِن سے خالی نہین اور نہ غیر مناسب ہے کہ یہ رسوم اُنسے چھڑا دیجائین پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی
تب آپنے اُنکی عادات و رسوم کا جنکو وہ کرتے تھے ملاحظہ فرمایا اور اُنکی اصلاح فرمائی اور جو نقصان تھے اُنکو دور کیا اور
مصلحت مین دنیا و آخرت کے اعتبار سے تو خاص اُس مریض ہی کا لحاظ ہوتا ہے یا اُسکے اہل و عیال کا ہوتا ہے انمین دونون
اعتبارونمین سے ایک اعتبار سے یا ملت کا ہوتا ہے پس دنیا کے اعتبار سے مریض اس بات کا حاجتمند ہوتا ہے کہ اُسکی تکلیف و
مصیبت مین اُسکو تسلی دین اور اُسکے درد و دکھ مین شریک ہون اور اُسکے ساتھ پیار و محبت کی باتین کرین اور جس بات سے
وہ عاجز ہے اُسمین اُسکی اعانت کیجاے اور یہ امر بغیر اس بات کے ممکن نہین کہ اُسکے بھائی بند اور اُسکے شہر کے دوست و آشنا
اور اور لوگون کو اُسکے ہان آنا سنت لازمہ گردانا جاے اور آخرت مین اُسکو اس بات کی حاجت ہے کہ بیماری مین وہ صبر کرے اور بیماری کی
تکلیفین اُسکے سامنے مثل دوا تلخ کے معلوم ہون جسکا ذائقہ ناگوار ہوتا ہے لیکن اُسمین نفع کی امید ہوتی ہے تاکہ بیماری اُسکے

حق مین جب دنیا اور بعد الہی کا سبب نہو بلکہ اسکی جان کے اجزا تحلیل ہونیکے ساتھ وہ بیماری اُسکے گناہون کی کمی کا باعث ہو
اور یہ بات جب ہی حاصل ہوسکتی ہے کہ اسکو اُس تکلیف کی حالت مین صبر کے فوائد اور تکالیف کے اجر پر آگاہ کیا جاوے اور جب
آدمی کا منہ کھلنے لگتا ہے تو یہ دن اُسکے حق مین دنیا کا اخیر اور آخرت کا پہلا دن ہوتا ہے لہذا یہ بات ضروری ہے کہ اُسکو یاد الہی و
توحید الٰہی پر ترغیب دلائی جاوے تاکہ اُسکی جان ایمان کے ساتھ اِس جہان سے مفارقت کرے اور آخرت مین اسکا ثمرہ اسکو
حاصل ہو اور انسان کی طبیعت کا مزاج صحیح ہو جسطرح اُسکی سرشت مین مال اور اولاد کی محبت داخل ہوتی ہے اسیطرح یہ بات بھی
اُسکو منظور ہوتی ہے کہ حالت زندگی اور نیز مرنے کے بعد بھلائی سے لوگ اُسکو یاد کرین اور اسکا کوئی عیب آشکارا نہونے پاوے
حتی یہ ہے کہ ہر ایک ہوشمند اور صحیح العقل اس بات کو پسند کرتے ہین کہ کوئی بلند عمارت مال کثیر صرف کرکے تیار کیجاوے
جس سے انکا ذکر باقی رہے اور صرف اس غرض سے کہ لوگ انکو بہادرون کے زمرہ مین شمار کرین میدان جنگ مین لڑتے مرتے ہین
اور کبھی ایسا ہوتا ہے کوئی اس بات کی وصیت کرتا ہے کہ میری قبر بلند بنائی جاوے تاکہ لوگ یہ سمجھین کہ فلان شخص اپنی زندگی مین
بھی صاحب نصیب تھا اور بعد وفات بھی تھی کہ انکے عقلا کا یہ قول ہے کہ جسکا ذکر لوگون مین موجود ہے وہ مردہ نہین ہے اور
چونکہ یہ ایسا امر تھا کہ اسی پر انکی پیدایش اور اسی پر انکی موت ہوتی ہے لہذا انکے اس خیال کی تصدیق اور انکے وعدون کا
پورا کرنا مرنے کے بعد انکے حق مین ایک قسم کا احسان ہوا اور نیز جب آدمی کی روح بدن کو چھوڑتی ہے اسکی حس مشترک بھید
کو حس اور ادراک باقی رہتا ہے اور جو خیالات اور علوم زندگی مین اُسکے ساتھ تھے مرنے کے بعد بھی اُسکے ہمراہ رہتے ہین دو
پھر عالم بالا سے اُسپر اور علوم کا ترشح ہوتا ہے جنکی وجہ سے میت کو عذاب یا ثواب ہوتا ہے اور خدا کے نیک بندون
کی ہمتین جب عالم قدس تک پہونچتی ہین اور اُس میت کے لیے وہ گڑگڑا کے دعا کرتی ہین یا میت کے لیے بہت کچھ صدقہ
دیتے ہین تو حکم الہی سے میت کے حق مین وہ نافع پڑتا ہے اور اُس عالم سے جب اُسپر فیضان ہوتا ہے تو اُسکے ساتھ ہوکر
اُس میت کی درستی حالت کا سبب ہوجاتا ہے اور میت کے گھر والون کو اُسکے موت سے سخت غم اور رنج ہوتا ہے لہذا
دنیا کے اعتبار سے اُنکے حق مین بھلائی یہ ہے کہ لوگ اُسکی تعزیت کے لیے آئین تاکہ انکا رنج کچھ کم ہو اور میت کے دفن
کرانے مین شریک ہوکر انکی مدد کرین اور انکو ایک دن رات کھانا دین اور آخرت کے لحاظ سے انکے لیے بہتری یہ ہے
کہ انکو اجر عظیم کی ترغیب دلائی جاوے تاکہ ہمہ تن اُسکی پریشانی مین وہ مصروف نہون اور خدا کیطرف اُنکی توجہ ہو اور
چلانے اور کپڑے پھاڑنے اور تمام اُن چیزون سے جو غم اور مصیبت کو یاد دلاتی ہین اور انکا غم اور پریشانی بڑھاتی ہین
منع کرین کیونکہ اسوقت مین وہ لوگ بمنزلہ مریض کے ہوجاتے ہین اُنکے مرض کا علاج کرنا چاہیے نہ یہ کہ اُنکا مرض اور
بڑھایا جاوے اہل جاہلیت نے کچھ رسمین اپنی جانب سے ایجاد کرلی تھین جنسے شرک لازم آتا تھا اسلیے مصلحت شرعی کا
یہ مقتضی ہوا کہ اس دروازہ کو بند کیا جاوے۔

جب تمکو یہ سب باتین معلوم ہوگئین تو اب ہم ان احادیث کی شرح کرنی چاہتے ہین جو اس باب مین وارد ہوئی ہین
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ما من مسلم یصیبہ اذی من مرض فما سواہ الا حط اللہ بہ سیئاتہ کما تحط
الشجرۃ ورقہا کوئی مسلمان بندہ ایسا نہین کہ جسکو کوئی مرض اور کسیطرح سے کوئی تکلیف پہنچے مگر خدا تعالی اُسکے

سبب ہے اُسکے گناہ کم کر دیتا ہے جیسے درخت سے اُسکے پتے گر جاتے ہین - مین کہتا ہون گناہون کے دور ہونے کے اسباب کا
ذکر پہلے ہو چکا ہے منجملہ اُن اسباب کے ایک سبب حجاب نفسانی کا کمزور ہو جانا او حیات بہیمیہ جو اخلاق رذیلہ کے محل ہے کا تحلیل جانا
ہے او مصیبت کے سبب سے انسان کا دل دنیا سے متنفر ہو جاتا ہے اور اُسکو زندگی سے ایک قسم کی بیزاری پیدا ہو جاتی ہے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مثل المومن کمثل الخامۃ ومثل المنافق کمثل الارزۃ. الحدیث مثل مومن کی مثل اُس پودہ
کے ہے کہ شروع شروع زمین سے اُگتا ہے اور منافق کا حال مثل درخت صنوبر کے ہے مین کہتا ہون اُسمین یہ مقصد ہے کہ
انسان کے نفس مین دو قوتین ہین ایک قوت بہیمی دوسری ملکی اور آدمی کا یہ خاصہ ہے کہ کبھی تو اُسکی قوت بہیمی دبجاتی ہے
او ملکی ظاہر ہو جاتی ہے تو اُس وقت مین وہ انسان ملائکہ کے زمرہ مین داخل ہو جاتا ہے اور کبھی قوت ملکی دبجاتی ہے او
قوت بہیمی کا ظہور ہو جاتا ہے اُس وقت مین وہ انسان مثل بہائم کے خدا تعالے کے نزدیک بیقدر ہو جاتا ہے اور جب آدمی قوت
بہیمی کے تبدیہ سے نکلکر قوت ملکی کی عملداری مین داخل ہوتا ہے تو اُسکے حالات مختلف ہوتے ہین اُس حالت مین باہم ان
دونون قوتون کا مقابلہ رہتا ہے کبھی قوت بہیمی ملکی پر غلبہ کرتی ہے کبھی ملکی بہیمی پر - دنیا مین جزا و سزا دینے کے جو طریق
ہوتے ہین اور دنیا کے اندر جزا و سزا کی حقیقت ہم پہلے بیان کر چکے ہین اُسکو دیکھنا چاہیے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے اذا مرض العبد او سافر کتب لہ بمثل ما کان یعمل صحیحا مقیما - جب بندہ بیمار ہوتا ہے یا سفر کرتا ہے تو اُسکے لیے اُسقدر
اعمال کا اجر لکھا جاتا ہے جو حالت صحت و اقامت مین وہ کرتا تھا - مین کہتا ہون جب آدمی کسی کام کرنے پر ہمت باندھتا
او پر کوئی مانع عارض ہوئی اُسکو اُس کام سے روکنے والا نہین ہوتا تو جو کام قلب کا ہے وہ تمام ادا ہو جاتا ہے اور تقوی کا
دارمدار قلب پر ہے اور باقی اعمال تقوی کا عنوان اور اُسکی دلیل ہین کہ قدرت کیوقت اُنکا کرنا ضرور ہوتا ہے اور مجبوری
کیوقت ترک کر دیے جاتے ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الشہداء خمسۃ او سبعۃ - شہید پانچ لوگ ہین
یا فرمایا ہے کہ سات شخص ہین مین کہتا ہون کہ وہ سخت مصیبت جو بندہ کیطرف سے نہین ہوتی گناہون کے دور کرنے
او اُس شخص پر رحمت الہی کے نازل کرنے مین شہادت کا کام دیتی ہے اور فرمایا ہے ان المسلم اذا عاد اخاہ المسلم لم یزل
فی خرفۃ الجنۃ حتی یرجع - کوئی مسلمان جب اپنے بھائی مسلمان کی عیادت کو جاتا ہے جبتک واپس آتا ہے برابر جنت کے
پھل چنتا رہتا ہے - مین کہتا ہون شہر والون مین میل جول جب ہی رہ سکتا ہے کہ جب باہم ایک دوسرے کی حاجت کے وقت
مدد کرین اور اللہ تعالے کو وہ چیز پسند ہے جسمین اُنکے شہر کی بھلائی ہو اور باہم میل جول پیدا کرنے کے لیے عیادت کرنا
کامل سبب ہے قیامت کے دن اللہ پاک فرماویگا یا ابن آدم مرضت فلم تعدنی الخ اے آدمی مین بیمار ہوا تو تو نے میری
عیادت بھی نہ کی مین کہتا ہون اس تجلی کا حال بہ نسبت روح اعظم کے جسکا تنزل الملائکۃ والروح فیہا کے اندر بیان ہے
اُس صورت کا سا حال ہے جو انسان کو خواب مین بہ نسبت اُس انسان کے ظاہر ہوتی ہے پس جسطرح انسان کا اپنے رب
او اُسکے حکم او اُسکی رضامندی کے ساتھ اعتقاد اُسکی خواب مین خدا تعالے کی مثال سے ظاہر ہوتا ہے اور اسی لیے
مومن کامل کا یہ درجہ ہوتا ہے کہ وہ اُسکو نہایت عمدہ صورت مین دیکھتا ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
دیکھا ہے اور جس شخص نے خدا تعالے کو اپنے دروازہ کی دہلیز مین اپنا پانچہ لٹکاتے ہوئے دیکھا تو اُسنے خواب کی تعبیر کیے

کہ اس دلپذیر مین اُسنے خدا تعالیٰ کا کوئی تصور کیا ہے اسیطرح خدا تعالیٰ کا حق اور اسکا حکم اور اُسکی رضامندی اور اسکی تدبیر
اور افراد انسانی کے لیے اُسکی قیومیت اور اُسکا اُنکے لیے سبب وجود ہونا یا اپنے رب کی نسبت انکے اعتقاد کا درجہ بشرطیکہ انکا مزاج
صحیح ہوا اور اُنکے نفوس ایسی ہی ہون اور جسطرح صورت نوعیہ سے افراد انسان پر اُن نفوس کا فیضان ہوا ہے یہ سب چیزین
آخرت مین مختلف صورتون کے ساتھ متمثل ہوکر ظاہر ہونگی جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکو بیان کیا ہے اور یہ سب
تجلیات روح اعظم کی تجلیات ہین جو افراد انسان کے جامع اور انکی کثرت کا مبدء اور اُنکی دنیاوی اور اخروی ترقی کا منتہا
ہے اور میری یہ مراد ہے کہ وہان پر خدا تعالےٰ کے لیے باعتبار اُسکی قیومیت اور اُسکے حکم کی ایک شان کلی ہے جسکو
آخرت مین اپنے دلون کی بینائی سے ہمیشہ مشاہدہ کرتے رہینگے اور کبھی جب کسی صورت مناسب مین اس شان کا ظہور
ہوگا تو آنکھون سے اُسکا معاینہ کرینگے الحاصل اسی لیے یہ تجلی خدا تعالےٰ کے حق اور اُسکے حکم سے صورت نوعیہ کے فیضان کے
موافق افراد انسانی مین ظاہر ہوتی ہے جیسے باہم انکا مانوس ہونا اور کمال انسانی کا جو اُسکے نوع کے ساتھ خاص ہے
حاصل کرنا اور مصلحت مناسبہ کا اپنے اندر قائم کرنا اسلیے جو چیز بندون کے حالات مین سے ہے اس علاقہ کیوجہ سے
اپنی طرف اُسکا منسوب کرنا ضروری ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا ہے کہ جو منتر ہوسے اور کامل مین نکلا اندر
ذکر الٰہی اور اس سے استغاثہ پایا جاتا ہے اُنکو لوگ پڑھا کرین جب کوئی ضرورت پیش آوے اس سے آپکو یہ منظور ہے کہ ان کلمات
طیبات کے پڑھنے سے رحمت الٰہی آبنر مھیا جاے اور اُنکے مصائب رہ جاوین اور نیز ایام جاہلیت مین لوگ جو جنے
ٹھاکرون سے مدد چاہا کرتے تھے اس بات سے آپکو انکا روکنا مقصود تھا اور اُسکے بدلے مین اُنکے لیے عمدہ عوض مقرر
کردیا وہ منتر بہت ہین منجملہ اُنکے ایک یہ ہے کہ پڑھنے والا اپنا داہنا ہاتھ مریض پر پھیرتا جاے اور یہ پڑھتا جاوے
اذہب الباس رب الناس واشف انت الشافی لا شفاء الا شفاءک شفاء لا یغادر سقما - اور از انجملہ یہ ہے
بسم اللہ ارقیک من کل شئی یوذیک من شر کل نفس بانفس کی جگہ عین حاسد کہے اللہ یشفیک بسم اللہ ارقیک
اور از انجملہ یہ ہے کہ سات مرتبہ اسال اللہ العظیم رب العرش العظیم ان یشفیک - پڑھے اور از انجملہ یہ ہے کہ قل اعوذ
برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھکر دم کرے اور جس جگہ مریض کے بدن پر تکلیف ہے اُسپر ہاتھ پھیرتا جاوے
اور تین مرتبہ بسم اللہ اور سات مرتبہ اعوذ بعزۃ اللہ وقدرتہ من شر ما اجد و احاذر پڑھے اور از انجملہ یہ ہے کہ پڑھے
بسم اللہ الکبیر اعوذ باللہ العظیم من شر کل عرق نعار ومن شر حر النار - اور از انجملہ یہ ہے کہ پڑھے ربنا اللہ الذی
فی السماء تقدس اسمک امرک فی السماء والارض کما رحمتک فی السماء فاجعل رحمتک فی الارض اغفر لنا حوبنا وخطایانا
انت رب الطیبین انزل رحمۃ من رحمتک وشفاء من شفائک علی ہذا الوجع - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے لا یتمنین احدکم الموت - الحدیث - تم مین سے کوئی موت کی آرزو نکرے - مین کہتا ہون بارگاہ الٰہی مین
منجملہ آداب کے انسان کے لیے ایک ادب یہ ہے کہ خدا تعالےٰ نے اُسکو جو نعمت عنایت فرمائی ہے اس بات کی جرأت
نکرے کہ اُسکا جاتا رہنا چاہے اور زندگی خدا تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے کیونکہ نیکی کے حاصل کرنے کا ذریعہ ہے اسلیے کہ
جب انسان مرجاتا ہے اُسکے اکثر اعمال منقطع ہو جاتے ہین اور بجز طبعی ترقی کے کچھ ترقی نہین کرسکتا اور نیز موت کی

آرزو کرنا نہایت بیباکی ہے اور بے اطمینانی کی دلیل ہے اور یہ دونون بدترین اخلاق مین سے ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من احب لقاء اللہ احب اللہ لقاءہ ومن کرہ لقاء اللہ کرہ اللہ لقاءہ - جو کوئی خدا سے ملنا چاہتا ہے خدا اُس سے ملنا چاہتا ہے اور جس شخص کو خدا سے ملنا ناگوار معلوم ہوتا ہے خدا تعالیٰ کو اُسکا ملنا ناگوار ہوتا ہے - مین کہتا ہون کہ خدا تعالےٰ سے ملنے کے یہ معنی ہین کہ ایمان بالغیب سے ایمان بالمشاہدہ کیطرف اُسکا انتقال ہوجاتا ہے اور اُسکی یہ صورت ہوتی ہے کہ بہیمیت کے گاڑھے گاڑھے پردے اُسکے دور ہوکر ملکیہ کا نور اُسپر ظاہر ہوجاتا ہے اور عالم قدس سے اُسپہ یقین کا ترشح ہوجاتا ہے اور جتنی چیزون کا ذکر اُسنے صرف زبان سے سنا تھا سب وہ چیزین اُسکو مشاہد ہوجاتی ہین اور مومن بندہ جو ہمیشہ بہیمیہ سے مدافعت کرتا اور ملکیہ کا ساتھ دیتا رہتا ہے اس حالت کا اسیطرح مشتاق ہوتا ہے جسطرح ہر عنصر اپنے مکان طبعی کا مشتاق ہوتا ہے جسطرح ہر حریص اُن چیزون کیطرف جنسے اُسکے حس کو لذت حاصل ہوتی ہے مشتاق ہوتا ہے - اگرچہ باعتبار نظام بدنی کے اُسکو موت اور اُسکے اسباب سے تکلیف اور رنج ہوتا ہے اور جو بندہ نافرمان ہے ہمیشہ اُسکی کوشش بہیمیت کے فربہ کرنے مین رہتی ہے اور دنیا کی زندگی اُسکو پیاری معلوم ہوتی ہے اور اُسی کی طرف اُسکے دلکو لگاؤ ہوتا ہے اور حدیث شریف مین خدا تعالیٰ کی محبت اور اُسکی کراہت کا جو ذکر ہے وہ بطور مشاکلۃ کے وارد ہوا ہے مگر مراد اُس سے آرام یا تکلیف کی چیزون کا موجود و مہیا کرنا اور اُسکی کھات مین ہونا ہے اور چونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر وہ دونون چیزین باہم مشتبہ تھین اسلیے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے موت کے حالات مین سے زیادہ تر ظاہر حال کا جسکا عالم بالا سے فیضان ہوتا ہے اور جسکو دوسرے حال سے اشتباہ نہین یعنی ملائکہ کے ظاہر ہونے کی حالت بیان فرماکر اُسکی مراد پر مطلع کردیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا یموتن احدکم الا وہو یحسن ظنہ بربہ - اپنے رب سے حسن ظن کیے بغیر ہم مین سے کوئی نہ مرے - معلوم کرو کہ کوئی عمل صالح اُن ضروریات کے ادا کرنے کے بعد جن سے نفس کی کجی دور ہوتی ہے اور وہ اُنکی پاتا ہے یعنی فرائض کی بجاآوری اور کبائر سے اجتناب کرنا انسان کے حق مین اس سے زیادہ نافع کوئی عمل نہین ہے کہ خدا تعالیٰ سے اُسکو بھلائی کی امید ہو کیونکہ خدا تعالیٰ سے بہتری کی امید رکھنا نزول رحمت الٰہی کے سبب ہونے مین بمنزلہ نہایت مضبوط ارادہ اور کمال رغبت سے دعا کرنے کے ہے اور خوف الٰہی تو ایک تلوار ہے جسکے ذریعہ سے دشمنان خدا سے کہ قوت شہوانیہ اور قوت سبعیہ اور وساوس شیطانیہ کے برخلاف بڑے مستحکم مورچے ہین مقابلہ کیا جاتا ہے اور جسطرح کوئی شخص لڑائی کی مہارت نہین رکھتا کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جب وہ تلوار چلاتا ہے تو وہ تلوار اُلٹی اُسی کے لگتی ہے اسیطرح جو آدمی اپنے نفس کے مہذب کرنے کا کمال نہین رکھتا بسا اوقات وہ خوف الٰہی کو بے موقع استعمال کرتا ہے اور وہ اپنے تمام اعمال صالحہ کو عجب وریا اور اسی طرح کے بہت سے عیوب و آفات سے خود بخود متہم کرلیتا ہے یہانتک کہ اپنے گمان مین خدا کے ہان اپنے اعمال کو رائگان سمجھنے لگتا ہے اور اُس سے جو کچھ گناہ صغیرہ اور بلاقصد خطا مین ہوجاتی ہین اُنکا وقوع اُسکے نزدیک یقینی ہوتا ہے اور جب وہ مرجاتا ہے تو اُسکے گمان مین وہ گناہ اُسکو کاٹتے رہتے ہین اور اُن خیالی صورتون کے سبب سے قوہ مثالیہ کا فیضان ہوجاتا ہے جسکے سبب سے وہ ایک قسم کے عذاب مین مبتلا ہوجاتا ہے اور ان تسلوک مذ خیالات

کیوجہ سے اس شخص کو اپنے اعمال صالحہ سے معتد بہ نفع نہین پہونچتا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکایتاً عن اللہ تعالے
فرمایا ہے انا عند ظن عبدی بی - یعنی مین اپنے بندہ کے گمان کے ساتھ ہون جو اُسکو میرے ساتھ ہے اور چونکہ انسان اپنی مرض
اور ضعف کی حالت مین خوف کی تلوار کو اُسکے موقع پر بسا اوقات نہین استعمال کرتا یا اسکو استعمال کرنے کی تمیز نہین رہتی
لہذا اُسکے حق مین یہ مسنون کیا گیا کہ بہ نسبت خوف کے اُسکو امید زیادہ رکھنا چاہیے اور نیز آپ نے فرمایا ہے اکثروا
ذکر ہادم اللذات یعنی جو چیز لذتون کے کھونے والی ہے اُسکا ذکر اکثر کیا کرو - مین کہتا ہون حجاب نفسانی کے دور کرنے
اور طبیعت کو لذات دنیا سے باز رکھنے مین ذکر موت سے زیادہ کوئی چیز نافع نہین ہے موت کے یاد کرنے سے دنیا سے نفرت
اور خدا تعالی سے ملنے کی صورت آنکھون کے سامنے رہتی ہے اور اسکا عجیب اثر ہوتا ہے اسکا بیان ہم تھوڑا سا پہلے کر چکے
ہین اسکو وہان دیکھ لینا چاہیے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من کان آخر کلامہ لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ
جسکا آخری کلام لا الہ الا اللہ ہو وہ جنت مین گیا - مین کہتا ہون اسکی وجہ یہ ہے کہ جب ایسے وقت مین جو اسکی جان نزع
پر ہی ہے خدا تعالی کی یاد کو اپنے دل سے اُسنے نہین بھولنے دیا یہ اُسکے ایمان کی صحت اور اُسکے دلمین ایمان کی محبت کے
سرایت کرجانے کی دلیل ہے اور نیز اُسکا مرتے وقت یہ کہنا اس بات کی دلیل ہے کہ احسان کی صفت کے ساتھ اسکا دل
رنگا ہوا ہے پس جو شخص ایسی حالت پر مرگیا لامحالہ جنت اُسکے لیے واجب ہوگئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے لقنوا موتاکم لا الہ الا اللہ - اپنے مردون کو لا الہ الا اللہ کی تلقین کیا کرو اور فرمایا ہے اقرؤا علی موتاکم یٰس
اپنے مردون پر یٰس پڑھا کرو - مین کہتا ہون مرنے والے کے حق مین باعتبار اُسکی آخرت کی درستی کے یہ بہت بڑا احسان ہے
اور لا الہ الا اللہ کو اسلیے خاص کیا ہے کہ وہ افضل الذکر اور توحید اور نفی شرک پر مشتمل ہے اور تمام اذکار اسلام مین اُسکو
فضیلت ہے اور سورہ یٰس کے مخصوص کرنے کی یہ وجہ ہے کہ وہ قرآن کا دل ہے اور اُسکا بیان عنقریب آتا ہے اور
دوسرے یہ کہ وہ نصیحت کے لیے بہت کافی مقدار ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ما من مسلم تصیبہ مصیبۃ الخ
کوئی مسلمان ایسا نہین کہ اُسپر کوئی مصیبت پڑے اور خدا تعالے کے حکم کے موافق وہ انا للہ وانا الیہ راجعون اللہم اجرنی
فی مصیبتی واخلفنی خیرا منہا پڑھے مگر خدا تعالے اُسکے بدلے مین اُس سے بہتر عطا فرماتا ہے - مین کہتا ہون اس حکم
مین یہ رمز ہے کہ اُس شخص کو اسکے پڑھنے سے مصیبت کا ثواب اور خدا تعالی کا اُس سے بہتر عطا فرمانے پر قادر ہونا یاد آجاے
اور اُسکا رنج کم ہوجاے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا حضرتم المیت فقولوا خیرا مردہ کے پاس جب
تم جاؤ تو کلمہ خیر اُسکے حق مین کہو جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ہے اللہم اغفر لابی سلمۃ وارفع درجتہ - الخ
مین کہتا ہون ایام جاہلیت مین یہ دستور تھا کہ اپنے اوپر بددعا کیا کرتے تھے اور کبھی ایسا ہوتا تھا کہ وہ گھڑی قبولیت
کی ہوتی تھی اور انکو وہ بددعا لگ جاتی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی زینب کے لیے عورتون سے ارشاد فرمایا
اغسلنہا وترا الخ یعنی اسکو طاق طاق نہلاو تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ یا سات مرتبہ - پانی اور بیری کے پتون سے اور اخیر
مرتبہ مین کافور لگاؤ - اور فرمایا کہ اُسکے داہنے اعضا سے شروع کرو - مین کہتا ہون کہ مردہ کے نہلانے مین اصل یہ ہے
کہ زندہ کے غسل پر قیاس کیا جاے کیونکہ وہ خود اپنی زندگی مین بھی ایسے ہی غسل کرتا تھا اور نہلانے والے بھی خود ایسے ہی

نہاتے ہین اسلیے میت کی تعظیم کے لیے اس سے بہتر کوئی اور صورت نہلانے کی نہین ہے اور یہ جو ہے کہ کئی مرتبہ بدن کا دھونے کا
اسلیے حکم دیا کہ مرض کے اندر اکثر اوقات بدن پر میل ہو جاتا ہے اور بدبو پیدا ہو جاتی ہے اور اخیر مرتبہ مین کافور لگانے کا اسلیے
حکم دیا کہ جس چیز کو کافور لگایا کرتے ہین وہ چیز جلد نہین بگڑتی ہے اور بعض یہ کہتے ہین کہ کافور لگانے کا یہ فائدہ ہوتا ہے
کہ کوئی موذی جانور اسکے قریب نہین آتا اور واسطے اعضاے شریف کرنے کا اسلیے حکم دیا تاکہ مردون کا غسل بمنزلہ زندون کے
غسل کے ہو اور تاکہ ان اعضا کی عزت معلوم ہو اور شہید کے لیے غسل نہ دینے اور اسکے کپڑون اور خون کے ساتھ دفن کرنے
کی سنت جاری ہے اسکا سبب یہ ہے کہ لوگون کو اسکا شہید ہونا معلوم ہو اور تاکہ ظاہر اسکے بقا عمل کی صورت متمثل
ہو جاوے اور دوسرے یہ کہ نفوس بشریہ جب اپنے بدنون کو چھوڑتے ہین تو انکو حس و ادراک جانداری کا علم باقی رہتا ہے بلکہ بعض
ان چیزون کا بھی ادراک ہو جاتا ہے جو انکے ساتھ ہو جاتی ہین پس جب ایسے عمل کا اثر بدن پر [illegible] رہتا ہے تو انکو اسکے
سبب سے اپنا عمل یاد رہتا ہے اور انکے سامنے وہ عمل متمثل ہو جاتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے جرحهم
تدمی اللون لون دم والریح ریح مسك - کے زخمون سے خون جاری ہونگے رنگ خون کا [illegible] اور خوشبو مشک کی سی
ہوگی یہی مراد ہے اور محرم کے باب مین بھی حدیث صحیح وارد ہے کفنوه فی ثوبیه ولا تمسوه طیبا ولا تخمروا راسه
فانه یبعث یوم القیامة ملبیا - یعنی اسکو دونون کپڑون مین لپیٹ دو اور اسکے خوشبو مت لگاؤ اور اسکے سر کو مت
ڈھکو اسلیے کہ قیامت کے دن وہ لبیک کہتا ہوا اٹھیگا اسمین اسکی طرف رجوع کرنا چاہیے اسی نکتہ کی طرف آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے اپنے اس قول سے اشارہ فرمایا ان المیت یبعث فی ثیابه التی یموت فیها - یعنی جن کپڑون مین وہ مرتا ہے
انھین مین وہ مردہ اٹھتا ہے اور اصل کفن نہلانے مین کپڑا اوڑھا کر سونے والے کے ساتھ مشابہت کا ہونا ہے - مرد کا
جو اکفن تہبند اور کرتا اور چادر لپیٹنے کی یا صرف حلہ یعنی دو کپڑے ہین اور عورت کے لیے اسسے کچھ زیادہ ہے اسلیے کہ اسکو ستر
زیادہ تر مناسب ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا تغالوا فی الکفن فانه یسلب سلبا سریعا
زیادہ قیمتی کفن مت دو کیونکہ وہ بہت جلد اس سے جدا ہو جائیگا اس سے افراط و تفریط مین اعتدال مراد ہے تاکہ لوگ
عادت کو قیمتی کفن دینے مین اختیار نہ کرین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اسرعوا بالجنازة - یعنی جنازہ
کے لیجانے مین جلدی کرو مین کہتا ہون اسکا سبب یہ ہے کہ دیر کرنے مین مردہ کے بدن کے بگڑ جانے کا اندیشہ ہے دوسرے
قرابت والون کو اسکے دیکھنے سے بیقراری ہوتی ہے کیونکہ جب وہ میت کو دیکھتے ہین تو اضطراب زیادہ ہو جاتا ہے اور جب
انکی نگاہ سے غائب ہو جاتا ہے تو انکو خیال نہین رہتا - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دونون سبب کی طرف ایک ہی
کلمہ سے اشارہ فرمایا ہے لا ینبغی لجیفة مسلم ان تحبس بین ظهرانی اهله - یہ بات مناسب نہین ہے کہ کسی مسلمان کی نعش
اسکے گھر والون کے روبرو روکی جاوے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جو فرمایا ہے فان تک صالحة [illegible] اگر وہ جنازہ
نیک ہے - مین کہتا ہون ہمارے نزدیک یہ اپنے معنی حقیقی پر محمول ہے اور بعض نفوس [illegible]
انکے بدن کے ساتھ جو برتاؤ کیا جاتا ہے انکو اسکی حس ہوتی ہے اور روحانی کلام کے ساتھ کلام کرتے ہین [illegible]
مترشح ہونے سے سمجھا جاتا ہے انکا کلام معمولی نہین ہوتا جو کانون [illegible]

یعنی بجز انسان کے اُسکی آواز کو ہر چیز سنتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من اتبع جنازۃ مسلم ایماناً و
احتساباً الخ۔ یعنی جو شخص ایمان و احتساب کے ساتھ مسلمان کے جنازہ کا پیچھا کرے اور اُسکی نماز پڑھے اور دفن سے بھی فارغ ہو کر
واپس آجاوے تو وہ قیراط کے برابر ثواب لیکر آتا ہے۔ مین کہتا ہون جنازہ کے ساتھ جانے کا اسلیے حکم دیا گیا کہ اسمین میت کی عزت
اور اُسکے پسماندون کے دل شکنی کی تسلی ہے اور تاکہ اس ذریعہ سے مومنین صالحین کا ایک گروہ اُسکے لیے دعا کرنے
اور دفن کرنے مین معاونت کے لیے شریک ہوجاوے لہذا آپ نے دفن کے وقت تک ٹھہرا رہنے کی رغبت دلائی ہے اور
جبتک جنازہ اُتار کر نہ رکھا جاوے لوگون کو بیٹھنے سے منع کیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الموت فزع
فاذا رایتم الجنازۃ فقوموا۔ کہ البتہ موت پریشانی کی چیز ہے پس جب تم کسی کے جنازہ کو دیکھو کھڑے ہوجایا کرو مین
کہتا ہون چونکہ لذتون کے دور کرنیوالی کا ذکر اور عزیز و آشنا کے انتقال سے نصیحت پکڑنا منظور تھا اور یہ ایک باطنی امر تھا
کہ اُسکے کرنیوالے اور نہ کرنیوالے مین تمیز نہو سکتی تھی اسلیے شارع نے اُسکے لیے کھڑے ہونے کا حکم دیا تاکہ اس مطلوب کا
انضباط ہوجاوے۔ مگر آپ نے اُسکو لوگون پر واجب نہین کیا اور وہ سنت قائمہ ہے اور بعض کے نزدیک یہ حدیث
منسوخ ہے اور اگر منسوخ ہے تو اُسکے منسوخ ہونے کی یہ وجہ ہے کہ اہل جاہلیت ایسے امور کیا کرتے تھے جو کھڑے ہونے کے
مشابہ تھے اسلیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خیال ہوا کہ یہ کھڑا ہونا مہمل نہ کیا جاوے کہ جسکے سبب سے ممنوعات کا دروازہ
مفتوح نہو جاوے اور جنازہ کی نماز اسلیے مقرر کی گئی کہ مومنین کے ایک گروہ کا میت کی سفارش کے لیے شریک ہونا اُسپر
رحمت الٰہی نازل ہونے مین بڑا کامل اثر رکھتا ہے اور نماز پڑھنے کا یہ طریقہ ہے کہ امام اسطرح پر کھڑا ہو کہ جنازہ اُسکے
اور قبلہ کے مابین ہو اور امام کے پیچھے قوم صف باندھکر کھڑی ہو اور امام چار تکبیرین کہے اور میت کے لیے دعا کرے
اُسکے بعد سلام پھیر دے یہ طریقہ ایسا ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ مین قائم رہا اور تمام صحابہؓ اور تابعینؒ کا اتفاق رہا
اگرچہ احادیث اس باب مین طریقون مختلفہ کے ساتھ وارد ہوئی ہین اور سورۂ فاتحہ کا پڑھنا بھی اس نماز مین سنت ہے
کیونکہ وہ سب دعاؤن سے بہتر اور سب سے زیادہ تر جامعیت رکھتی ہے خدا تعالیٰ نے اپنی کتاب محکم مین بندون کو اُسکی
تعلیم فرمائی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میت پر جو دعا ماثور ہے یہ ہے اللھم اغفر لحینا ومیتنا وشاہدنا
وغائبنا وصغیرنا وکبیرنا وذکرنا وانثانا اللھم من احییتہ منا فاحیہ علی الاسلام ومن توفیتہ منا فتوفہ علی الایمان
اللھم لاتحرمنا اجرہ ولاتفتنا بعدہ اور اللھم ان فلان بن فلان فی ذمتک وحبل جوارک فقہ من فتنۃ القبر
وعذاب النار وانت اہل الوفاء والحق اللھم اغفر لہ وارحمہ انک انت الغفور الرحیم اور اللھم اغفر لہ وارحمہ وعافہ
واعف عنہ واکرم نزلہ ووسع مدخلہ واغسلہ بالماء والثلج والبرد ونقہ من الخطایا کما نقیت الثوب الابیض
من الدنس وابدلہ دارا خیرا من دارہ واھلا خیرا من اہلہ وزوجا خیرا من زوجہ وادخلہ الجنۃ واعذہ
من عذاب القبر ومن عذاب النار۔ اور ایک روایت مین وقہ فتنۃ القبر وعذاب النار آیا ہے اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان ہذہ القبور مملوۃ ظلمۃ علی اہلھا وان اللہ ینورھا لھم بصلوتی۔ یہ قبرین اہل قبور پر

تاریکی سے بھری ہوتی ہین اور میری دعا سے اللہ پاک اُنکی قبرون کو نورانی کر دیتا ہے اور فرمایا ہے ما من مسلم یموت
فیقوم علی جنازتہ اربعون رجلا لا یشرکون باللہ شیئا الا شفعہم اللہ فیہ - وفی روایۃ یصلی علیہ امۃ من المسلمین
یبلغون مائۃ - کوئی مسلمان ایسا نہین ہے کہ اُسکے جنازہ پر چالیس لوگ کھڑے ہون جو خدا تعالے کے ساتھ کسی کو شریک
نہین کرتے مگر اللہ تعالی اُس میت کے حق مین اُنکی سفارش قبول فرماتا ہے اور ایک روایت مین یہ آیا ہے کہ مسلمانون
کا گروہ اُسپر نماز پڑھے - مین کہتا ہون چونکہ اُن لوگون کی دعاؤن کا پورا اثر ہوتا ہے کہ جنکی خدا تعالی کے ہان
عزت ہے وہ دعا پردون کو پھاڑ کر اُس شخص کو نزول رحمت الہی کے قابل بنا دیتی ہے جسطرح استغفار [illegible] اسلیے ضروری
ہوا کہ دو امرون مین ایک طرف رغبت دلائی جاوے یا تو نفس امر [illegible] کا ہونا چاہیے کہ وہ [illegible] ایک گروہ شمار
کیا جاوے یا ایک بڑی جماعت ہونا چاہیے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ہذا اثنیتم علیہ خیرا فوجبت
لہ الجنۃ الحدیث - تمنے اُسکی بھلائی بیان کی اُسکے لیے جنت واجب ہوگئی - مین کہتا ہون جب خدا تعالی کو کسی بندہ
سے محبت ہوتی ہے ملاء اعلی کو بھی اُسکے ساتھ محبت ہوتی ہے پھر ملاء سافل مین اُسکی [illegible] نازل ہوتی ہے [illegible] کے
دل مین اُسکی محبت پیدا ہو جاتی ہے اور اسی طرح جب خدا تعالی کو کسی بندہ سے نفرت ہوتی ہے تو [illegible] کو اُس سے
نفرت ہوتی ہے پس جس بندہ کے لیے صالحون کا ایک گروہ [illegible] خاص [illegible] سے بلا ریا و بغیر نفاق عادت کے اُسکی نیکی
کی گواہی دے تو وہ اُس شخص کے ناجی ہونیکی دلیل ہے اور جب کسی [illegible] اُس شخص کے ہلاک
ہونے کی علامت ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے [illegible] اسلیے یہ معنی ہین
کہ تم مورد الہام اور ترجمان غیب ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا تسبوا الاموات فانہم قد افضوا
الی ما قدموا - مردون کو برا مت کہو کیونکہ جو وہ کر گئے تھے اُسکو وہ پہنچ گئے - مین کہتا ہون چونکہ مردون کو برا کہنا زندون
کی رنجیدگی اور اذیت کا سبب ہے اور یہ لغو کام ہے اور نیز میت کے لوگون کا حال بجز خدا تعالی کے کوئی نہین جانتا
اسلیے مردون کے برا کہنے سے نہی کی گئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سبب کو اہل جاہلیت کے ایک مردہ کو
برا کہنے اور حضرت عباس کے اُسکے سبب رنجیدہ ہونے کے قصہ مین اسکا بیان کیا ہے اب رہی یہ بات کہ جنازہ کے
آگے چلنا چاہیے یا پیچھے اور اُسکو چار آدمی اُٹھاوین یا دو اور اُسکو پیرون کی طرف سے اُتارین یا قبلہ کیطرف سے
اُسمین قول مختار یہ ہے کہ ان سب باتون مین گنجایش ہے اور ہر ایک حدیث صحیح یا اثر صحابہ وارد ہے اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللحد لنا والشق لغیرنا - یعنی ہم لوگون کے لیے قبر ہے اور غیر ملکون کے لیے شق ہے مین
کہتا ہون اُسکی یہ وجہ ہے کہ لحد میت کی عزت کے مناسب ہے اور بلا ضرورت اُسکے اوپر مٹی ڈالنا اُسکے ساتھ ایک
قسم کی بے ادبی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اس بات کے لیے بھیجا کہ کوئی تصویر
مٹائے بغیر اور کوئی اونچی قبر برابر کیے بغیر نہ چھوڑین اور قبر کو پختہ کرنا اور اُسپر گنبد وغیرہ بنانا اور اُسپر بیٹھنے سے منع فرمایا
اور فرمایا کہ قبرون کیطرف نماز مت پڑھو کیونکہ اس ذریعہ سے قبرون کی پرستش کرنی یا حد سے زیادہ تعظیم کرنے کا اور
اُسکے سبب سے دین مین تحریف ہونے کا احتمال ہے جیسا اہل کتاب نے کیا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

لعن اللہ الیہود والنصاریٰ اتخذوا قبور انبیائہم مساجد - یہود و نصاریٰ پر خدا کی لعنت کہ انھون نے اپنے انبیا کی
قبرون کو سجدہ گاہ بنا لیا اور قبرون پر بیٹھنے سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے تو بعض کے نزدیک اُس سے
زیارت کرنیوالونکا قبرون پر جھکنا مراد ہے اور بعض کے نزدیک قبرون پر بیٹھنا مراد ہے اور اس تقدیر پر یہ حکم آپ نے
میت کی عزت کے واسطے دیا ہے پس حق یہ ہے کہ نہ تو مُردہ کی اسقدر تعظیم کرے جو شرک کے قریب ہو جاوے اور نہ یہ چاہیے
کہ اسکی اہانت اور اسکے ساتھ عداوت کرے اور چونکہ میت پر رونا اور اسکے لیے غم کرنا ایک طبعی امر تھا جو انسے چھوٹ نہین سکتا
اسواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی زیادتی نہین کی کہ انکو رونے سے بالکل منع کیا جاتا اور یہ ہونا کبھی نہین چاہیے
کیونکہ رونا اور غم کرنا ہمیشہ ہونے کے سبب سے رقت پیدا کرتا ہے اور وہ ایک عمدہ صفت ہے کیونکہ لوگون کا باہم مالوف
ومانوس ہونا اسپر موقوف ہے اور نیز مزاج انسانی کا بشرطیکہ وہ سالم ہو یہ مقتضی ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے انما یرحم اللہ من عبادہ الرحماء - خدا تعالیٰ اپنے انھین بندون پر رحم فرماتا ہے جو رحم دل ہین اور فرمایا
ان اللہ لا یعذب بدمع العین ولا بحزن القلب ولاکن یعذب بہذا واشار الی لسانہ او یرحم - خدا تعالیٰ
آنکھون آنسوون اور دل کے غمگین ہونے سے نہین عذاب دیتا اور زبان کیطرف اشارہ فرماکے ارشاد کیا کہ اسکے سبب سے
عذاب دیتا ہے اور فرمایا ہے لیس منا من ضرب الخدود وشق الجیوب ودعا بدعوی الجاہلیۃ - جو شخص رخسارے پیٹے
اور گریبان پھاڑے اور جاہلیت کی باتین اختیار کرے وہ ہم مین سے نہین ہے مین کہتا ہون کہ ان باتون سے غم بڑھتا ہے اور جسوقت جسکا کوئی
مرجاتا ہے وہ بمنزلہ مریض کے قابل علاج کے ہوتا ہے تاکہ اسکا مرض کم ہو اور یہ مناسب نہین ہے کہ اسکی بیماری بڑھانے مین
کوشش کیجاوے اور نیز جب اسپر مصیبت پڑ چکی تو وہ اس سے فارغ ہو گیا اب اسکو قصداً اُس مصیبت مین نہ پڑنا چاہیے
اور نیز اس بیقراری کے بڑھنے مین احتمال ہے کہ خدا تعالےٰ کے حکم پر راضی نہونے کا سبب ہو اور نیز اہل جاہلیت لوگون کے
اپنا ماتمی ہونا ظاہر کرنیکے لیے رویا کرتے تھے اور یہ غیبت اور نہایت مضر عادت ہے اسلیے آپ نے انکو اس سے منع کیا اور
آپ نے نوحہ کرنیوالی عورت کے باب مین فرمایا ہے تقام یوم القیٰمۃ وعلیہا سربال من قطران ودرع من جرب
مین کہتا ہون یہ اسلیے ہوا کہ اسکے گناہ نے اسکو گھیر لیا تو اسی صورت مین اسکو سزا دیگئی کہ تمام اسکا بدن بدبو بھرا ہوا ہے اور
کھڑی اسلیے کیجائیگی تاکہ لوگون کو اسکا حال معلوم ہو یا اسواسطے کہ نوحہ اسنے کھڑے ہو کر کیا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا ہے اربع فی امتی من امر الجاہلیۃ لا یترکونہن الخ چار باتین میری امت مین جاہلیت کی ایسی ہین کہ انکو
نہ چھوڑینگے - مین کہتا ہون کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان باتون سے ان لوگون کا نہ چھوڑنا اسوجہ سے معلوم ہو گیا کہ یہ
باتین طبیعہ بشریہ کے حد سے بڑھجانے سے پیدا ہوتی ہین جسطرح حد سے زیادہ شہوت کا ہو جانا کیونکہ نفوس کے اندر ایک
قسم کی غیرت وعار ہے جو انساب مین ظاہر ہوتی ہے اور مردون کے ساتھ جو انکو محبت ہے وہ آدمی کو رونے پیٹنے پر آمادہ
کرتی ہے اور ایک اٹکل ہے جسکے سبب سے خواہ مخواہ ستارون سے بارش چاہتے ہین لہذا کسی قسم کے لوگ ہون اہل عرب ہون یا
اہل عجم سب کا یہ دستور ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان عورتون کے باب مین جو جنازہ کے ساتھ جاتی ہین فرمایا ہے
ارجعن مأزورات غیر ماجورات - گنہگار ہو کر نہ ماجور ہو کر لوٹ جاو - مین کہتا ہون انکو اسلیے منع کیا گیا کہ انکے جانے

شور اور رونے پیٹنے اور صبر کے نکرنے اور ستر کے کھلنے کا احتمال ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لایموت لمسلم ثلاثۃ من الولد فیلج النار۔ ایسا نہیں ہوتا کہ کسی مسلمان کے تین بچے مرجاوین اور پھر وہ دوزخ مین جاوے۔ میں کہتا ہون کہ اسکی وجہ یہ ہے کہ اس شخص نے طلب ثواب کرکے اپنے نفس سے ساتھ مجاہدہ کیا ہے۔ اسکے علاوہ اور کئی وجہ ہین جنکا ہم ذکر کرچکے ہین انکو وہان دیکھنا چاہیے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من عزمصابا فلہ مثل اجرہ جو شخص کسی مصیبت زدہ کی تسلی کرتا ہے تو اسکو بھی مثل اُسکے ثواب ملتا ہے۔ مین کہتا ہون اسکے دو سبب ہین ایک تو یہ کہ جسقدر مصیبت زدہ کو رقت ہوتی ہے ایسی ہی اس تسلی دینے والے کو اور دوسرے یہ کہ عالم مثال کا مدار معانی ہیں جو کہ ظاہر ہونے ہین پس مصیبت زدہ کے تعزیہ کرنیمین مصیبت کی صورت معلوم ہوتی ہے لہذا مثل اُسی کے جزا پایگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اصنعوا لال جعفر طعاما فقد اتاہم ما شغلہم۔ جعفر کے کنبہ کو کھانا تیار کردو کیونکہ انکو ایسا حادثہ پیش ہوا ہے جس سے وہ کوئی کام نہین کرسکتے۔ مین کہتا ہون کہ اہل مصیبت کو کھانا کھلانا ہمدردی کا باعث اور بھوک مرنے سے انکی حفاظت ہے اور بھی آپنے فرمایا ہے نہیتکم عن زیارت القبور فزوروہا۔ مینے تمکو زیارت کرنے سے منع کردیا تھا مگر اب اُنکی زیارت کیا کرو مین کہتا ہون آپ نے انکو قبرون کی زیارت سے اسلیے منع فرمایا تھا کہ اُسکے سبب سے قبرپرستی کا دروازہ مفتوح ہوتا تھا پھر جب اصول اسلام کو استحکام ہوگیا اور عبادت بغیر اللہ ہونے پر انکے دلون کو اطمینان ہوگیا اسلیے بعد کو انکے لیے زیارت کرنے کی اجازت دیدی اور اس اجازت دینے کی علت بھی بیان فرمادی کہ اُسکا بڑا فائدہ ہے اور وہ یہ ہے کہ قبرون کی زیارت کرنے سے موت یاد آتی ہے اور دنیا کے تغیرات سے عبرت حاصل ہونیکا سبب ہے۔

جب قبر کی زیارت کے لیے جاوے تو اہل قبور کے حق مین یہ دعا کرنی آئی ہے السلام علیکم یا اہل الدیار من المومنین والمسلمین وانا انشاء اللہ بکم لاحقون نسال اللہ لنا ولکم العافیۃ۔ اور ایک روایت مین ہے السلام علیکم یا اہل القبور یغفر اللہ لنا ولکم وانتم سلفنا ونحن بالاثر۔ واللہ اعلم۔

## اُن احادیث کا بیان جو زکوۃ کے باب مین آئی ہین

معلوم کرنا چاہیے زکاۃ مین جن امور کی رعایت کی گئی ہے اُنمین سے زیادہ مہتم بالشان دو مصلحتین ہین ایک مصلحت کا انجام نفس کا شایستہ کرنا ہے اور وہ یہ ہے کہ نفوس کے اندر بخل پایا جاتا ہے اور بخل بدترین اخلاق مین سے ہے اور آخرت کے اندر نہایت ضرر پہونچانیوالی صفت ہے اور بخیل جب مرجاتا ہے تو اُسکا قلب مال کی محبت مین اُلجھا رہتا ہے اور اسوجہ سے وہ عذاب مین مبتلا رہتا ہے اور جب انسان زکوۃ کا عادی ہوجاتا ہے اور بخل کی صفت کو اپنے دل سے دور کردیتا ہے آخرت مین اس سے اُسکو بہت نفع پہونچتا ہے اور آخرت کے اندر خدا تعالی کی فرمانبرداری کے بعد سب اخلاق مین زیادہ تر نافع دل کی سخاوت ہے جسطرح فرمانبرداری سے نفس کے اندر خدا تعالی کی کبریائی پر اطلاع پانے کی صفت حاصل ہونے کی قابلیت پیدا ہوجاتی ہے اسی طرح سخاوت کیوجہ سے دنیاوی اخلاق رذیلہ سے پاک ہونے کی قابلیت حاصل ہوجاتی ہے اور اُسکی وجہ یہ ہے کہ سخاوت فی الحقیقت ملکیہ کے بہیمیہ پر غالب ہونے اور اُسکے

ملکیہ کے رنگ مین رنگ جانے اور اسکا حکم قبول کر لینے کا نام ہے اور ان اوصاف پر نفس کو ان باتون سے تنبیہ ہوتی ہے
کہ اپنی ضرورت کیوقت مال کو خدا کے لیے خرچ کرے اور جو اسپر ظلم کرے اسکو معاف کرے اور حوادث کی سختیون پر برداشت
کرے باینطور کہ آخرت پر یقین رکھنے کیوجہ سے دنیا کی تکلیف اسکو سہل معلوم ہو اسواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
ان سب باتون کا حکم فرمایا اور جو ان سب مین زیادہ دشوار امر تھا یعنی مال کا صرف کرنا اسکو چند حدود کے اندر منضبط
فرمایا۔ اور نیز قرآن کے اندر بہت سے مقامات مین نماز و ایمان کے ساتھ اسکا ذکر کیا گیا ہے چنانچہ اللہ پاک نے دوزخیون
کے حال کی حکایت مین فرمایا ہے لم نک من المصلین ولم نک نطعم المسکین وکنا نخوض مع الخائضین
یعنی ہم نماز پڑھنے والون مین سے نہ تھے اور نہ مسکینون کو کھانا کھلاتے تھے اور بکنے والون کے ساتھ بکا کرتے تھے اور نیز
جب کسی مسکین کو سخت حاجت پیش آتی ہے اور تدبیر الٰہی کا مقتضی ہوتا ہے کہ اسکی تکلیف اسطرح پر دور کیجاے کہ
کسی شخص کے دل کے اندر اسپر کچھ مال صرف کرنیکا الہام ہو تو یون ہی ہوکر رہتا ہے یعنی کسی شخص کا دل الہام کے لیے آمادہ
ہو جاتا ہے اور اسکے سبب سے ایک روحانی انکشاف ہوتا ہے اور وہ رحمت الٰہی کے نازل ہونے کا سبب اور اسکے نفس
کی تہذیب مین نہایت نافع ہوتا ہے اور احکام شریعت کے اندر جو لوگون کی طرف بالاجمال الہام متوجہ ہوتا ہے الہام کے
فوائد مین الہام تفصیلی سے وہ کم درجہ کا ہوتا ہے اور نیز مزاج سلیم کی سرشت مین اپنے ہمجنس کے ساتھ ہمدردی داخل
ہوتی ہے اور یہ ایسی خصلت ہے جسپر بہت سے اخلاق جنکا انجام لوگون کے ساتھ خوش معاملگی ہونا موقوف ہونے ہین
جس شخص مین ہمدردی نہین ہوتی اسکے اندر نہایت نقصان ہوتا ہے جسکی اصلاح اسپر واجب ہے اور نیز صدمات گناہ کے
دور ہونے اور برکات کے زیادہ ہونے کا اسباب ہوتے ہین چنانچہ سابقاً ہم بیان کر چکے ہین۔

اور دوسری مصلحت شہر کے حق مین ہے اور وہ یہ ہے کہ شہر کے اندر لامحالہ ہر قسم کے لوگ ناتوان اور حاجتمند وغیرہ ہوتے ہین
اور یہ حوادث آج ایک پر اور کل دوسرے پر ہوتے رہتے ہین۔ پس اگر فقرا اور اہل حاجت کا طریقہ انمین نہ پایا جاے تو
ضرور وہ لوگ ہلاک ہو جاوین اور بھوکے مر جاوین اور نیز شہر کے انتظام کے لیے ایسے مال کا ہونا ضروری ہے جسکے اندر اسلیے
محافظین اور مدبرین اور حکام کی معاش کا مدار ہو اور چونکہ وہ لوگ اس شہر کے کارکن اور اسکے حق مین نفع پہونچانیوالے ہین
اور اسکے سبب سے کچھ اور روزگار نہین کر سکتے لہذا ضروری ہوا کہ انکی معاش اس شہر سے حاصل کیجاے اور خاص خاص لوگ
انکے خرچ کے بسہولت متحمل نہین ہو سکتے یا تحمل ہی نہین کر سکتے اسلیے ضروری ہوا کہ رعایا کے مال میں سے کچھ حصہ لینا مقرر کیا جاے
چونکہ اس سے زیادہ سہل تر مصلحت کے موافق کوئی طریقہ نہ تھا کہ ایک مصلحت کو دوسری مصلحت کے شامل کر دیا جاوے
لہذا شارع نے ایک کو دوسرے مین داخل کر دیا۔ پھر اسبات کی ضرورت پڑی کہ ہر طرح کے مال کے لیے زکات کی مقدار مقرر
کیجاوے اسلیے کہ اگر مقدار مقرر نہوتی تو جو کمی سے دینا چاہتا تو وہ کمی سے دیسکتا تھا اور جو زیادتی سے لینا چاہتا وہ زیادتی
سے لے سکتا تھا اور نیز یہ بات بھی ضروری تھی کہ اسکی مقدار زیادہ نہ مقرر کیجاے کہ اسکے دینے سے انکو بار نہ لگے اور
اسکے بخل کی اصلاح نہو اور نہ اسقدر زیادہ مقرر کیجاے کہ اسکا ادا کرنا انپر گران نہو اور نیز اسکے ادا کرنے کی ایک مدت
مقرر کیجاے جسمین سب لوگون سے زکوۃ وصول کر سکین اور نیز یہ بات بھی ضروری تھی کہ وہ مدت بہت کم نہو کہ جلد جلد

اُنکو زکوۃ دینی پڑے اور اُسکا ادا کرنا اُنکو دشوار ہو اور نہ وہ مدت اسقدر دراز ہو کہ اُسمین ادا کرنے سے اُنکا بخل کچھ کم ہو اور
محتاج لوگ اور محافظین بعد انتظار شدید کے تمتع اُٹھا سکین اور مصلحت کے مناسب اس سے زیادہ کوئی مناسب صورت نہین ہے
کہ زکوۃ کے لینے مین وہ قانون مقرر کیا جاوے کہ بادشاہ عادل اپنی رعایا سے اُس قانون کو برتتے رہے ہین اور لوگ اُسکے عادی
ہو رہے ہین کیونکہ جس چیز کے عجم و عرب عادی ہین اور وہ بمنزلہ ضروری چیز کے ہوگئی ہے جسکے سبب سے وہ تنگدل نہین ہوتے
اور لوگون نے اُسکو ایسا مان لیا ہے کہ گویا اُسکا بار نہین ہے اس سے لوگون کو مکلف کرنا حکم کی شان کے مناسب اور اُنکے قبول
کرنیکے قریب ہے اور جن ابواب مین ملوک عادلہ عادی ہین اُنپر وہ گران نہین ہے اور سب کی عقل نے اُنکو تسلیم کرلیا ہے وہ چار ہین
اول تو یہ کہ اموال نامیہ مین سے زکوۃ لیجاوے کیونکہ اُن اموال کو حفاظت کی زیادہ ضرورت ہے کیونکہ اُنکا بڑھنا و بیرون شہر کی
آمد و رفت پر ہے اور نیز اُنمین سے زکوۃ لینا اُنکو بھی آسان ہے اسلیے کہ ہر وقت اُس مال کا بڑھنا اُنکو معلوم ہوتا رہتا ہے
تو اُس سے زکوۃ کا دینا اُنکو آسان ہے اور جو مال بڑھتے رہتے ہین اُنکی تین قسمین ہین ایک تو مویشی جو جنگل مین چرتے ہین
اور اُنکی نسلین بڑھتی رہتی ہین دوسری زراعت تیسری تجارت۔ دوسرے زکوۃ اُن لوگون سے جو متمول اور صاحب خزانہ ہین
لیجاوے اسلیے کہ اُنکو اس بات کی بڑی حاجت ہے کہ چورون اور غارتگرون سے اپنے مالون کی حفاظت کرین اور اُنکو اخراجات
لاحق ہوتے رہتے ہین اسلیے اُنپر بھی بار نہین ہے کہ اُنکے اخراجات کے ساتھ زکوۃ داخل کیجاوے اور تیسری زکوۃ اُن اموال
سے لیجاوے جنکو وہ مال بلا مشقت و محنت حاصل ہوتا ہے مثل دفینون زمانہ جاہلیت اور جو ہر جہ دشمنون سے ہاتھ لگتے ہین
تو ایسے مال بمنزلہ مفت کے اُنکو حاصل ہوتے ہین تو ایسے لوگون کو اُنمین سے زکوۃ کا دینا آسان ہے چوتھے یہ ضرور ہے کہ اہل پیشہ ورون پر
ٹیکس مقرر کیا جاوے اسلیے کہ پیشہ ور لوگ مخلوق مین عام اور بکثرت ہوتے ہین اور جب ہر ایک سے تھوڑا تھوڑا وصول
کیا جاویگا تو اُنکو اُسکا ادا کرنا آسان ہوگا اور فی نفسہ وہ مال کثیر ہوگا اور چونکہ دور کے شہرون سے تجارتون کا جاری رہنا
اور کھیتون کا کٹنا اور پھلون کا توڑا جانا سال بسال ہوا کرتا ہے اور زکوۃ کی قسمون مین یہ ایک قسم سب مین بڑی ہے
اسلیے ان چیزون کے لیے ایک سال کی مدت مقرر کی گئی اور نیز ایک سال مین ہر ایک قسم کی فصلین شامل ہوتی ہین
جنکے طبائع مختلف ہین اور نیز پورے ایک سال مین مال کے بڑھنے کا بھی احتمال ہوتا ہے اسلیے ایک سال کی مدت
اس قسم کے اندازہ کے لیے مناسب ہے اور نیز مصلحت کے اعتبار سے زیادہ آسان اور موافق صورت یہ ہے کہ جس قسم کا مال ہے
اُسی قسم مین سے زکوۃ لیجائے اسلیے اونٹون کے ڈانگ مین سے اونٹنی لیجاتی ہے اور گایون کے گلہ اور بکریون کے ریوڑ مین سے
گاے اور بکری لیجاتی ہے پھر یہ ضرور ہے کہ مثال اور تقسیم اور تلاش سے اس قسم کے اموال معلوم کیے جائین کہ اُنکے
ذریعہ سے جامع اور مانع اُنکی تعریفین ہوسکین اکثر شہرون مین مویشی اونٹ گاے اور بکریان ہوتی ہین اور انعام کے
لفظ مین وہ سب آجاتی ہین اور گھوڑون کے گلے اکثر جگہ نہین ہوا کرتے اور اُنکی نسلین بعض بعض ملکون مین مثل
ترکستان کے اور کہین زیادہ نہین ہوا کرتی ہین اور کھیتیان اُن اناجون اور پھلون کو کہتے ہین جو پورے سال بھر تک
باقی رہ سکین اور جو سال بھر تک نہ رہین تو اُنکا نام ترکاریان ہین اور تجارت اسکا نام ہے کہ کوئی چیز اس ارادہ سے
خرید کیجاوے کہ اُسمین نفع ہو اسلیے کہ جو شخص ہبہ یا ورثہ سے کسی چیز کا مالک ہوجاوے اور اتفاقاً وہ اُسکو فروخت کرے

اور اسمین نفع ہو جاوے اُسکو تاجر نہین کہا کرتے اور خزانے سونے چاندی کی ایک مقدار کثیر کو کہتے ہین جو مدت دراز تک محفوظ حالت مین ہے دس درم یا بیس درم کو اگرچہ وہ برسون تک باقی رہین خزانہ نہین کہہ سکتے ایسے ہی علاوہ سونے چاندی کے اور سرمایون کا نام بھی خزانہ نہین ہے گو وہ کتنے ہی ہون او جو چیز صبح و شام آتی جاتی رہے اور وہ مستقل طور پر نہو اُسکو خزانہ نہین کہتے یہ تمام مقدمات باب زکوۃ مین مسلم قاعدون کے مرتبہ مین قرار دیے گئے ہین پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے قصد فرمایا کہ ان اشیاء مین سے جنمین شبہہ اور ابہام تھا اُسکو اُن تعریفون کے ساتھ منضبط فرماوین جو عرب مین مشہور تھین اور اس باب مین اہل عرب نے اُسکا استعمال کیا تھا۔

## سخاوت کی فضیلت اور بخل کی بُرائی کا بیان

اب اس بات کی حاجت ہوئی کہ امور مذکورہ بالا کے بعد خرچ کرنے کے فضائل اور انکی طرف ترغیب بیان کیجاوے تاکہ دلی رغبت اور دلی سخاوت سے وہ خدا کی راہ مین خرچ کرین اور زکوۃ کی روح یہی ہے اور جس اصلاح سے نفس کی تہذیب حاصل ہوتی ہے اُسکا مدار اسی سخاوت اور رغبت پر ہے اور نیز اس بات کی حاجت ہوئی کہ بخل کی بُرائیان اور دنیا سے بے رغبتی کا حال بیان کیا جاوے اسواسطے کہ زکوۃ نہ دینے والے کے لیے اصل نقصان کا منشا دنیا مین بھی ٹوٹے کے حالت مین ہے اور آخرت مین بھی دنیا مین تو یہ خدا تعالی کا ایک فرشتہ اُسکے لیے خرچ کرنیوالے کے حق مین یہ دعا کرتا رہتا ہے اللھم اعط منفقا خلفا۔ اے اللہ خرچ کرنیوالے کو اُسکے بدلہ مین اور دے اور جو شخص کنجوس ہوتا ہے اُسکے لیے دوسرا فرشتہ یہ بددعا کرتا رہتا ہے اللھم اعط ممسکا تلفا۔ خدایا کنجوس کو کھو دے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اتقوا الشح فان الشح اہلک من قبلکم۔ الحدیث۔ بخل سے بچو کیونکہ تمسے پہلے لوگون کو بخل نے تباہ کردیا اور فرمایا ہے ان الصدقۃ لتطفی غضب الرب یقینا۔ صدقہ پروردگار کے غضب کو فرو کرتا ہے اور فرمایا ہے ان الصدقۃ تطفی الخطیئۃ کما تطفی الماء النار۔ صدقہ گناہ کو اسطرح بجھا دیتا ہے جسطرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے اور فرمایا ہے فان اللہ تقبلھا بیمینہ ثم یربیھا لصاحبھا الحدیث پس خدا تعالی اُسکو اپنے داہنے ہاتھ مین قبول فرماتا ہے اور پھر دینے والے کے لیے اُسکی پرورش فرماتا رہتا ہے مین کہتا ہون اس سب کا بھید یہ ہے کہ ملاء اعلی مین جو بنی آدم کی اصلاح حال کے لیے دعا کرتے رہتے ہین اور جو شخص شہر کے یا صرف اپنی ہی ذات کی اصلاح مین کوشش رکھتا ہے اُسکے لیے رحمت ہوتی رہتی ہے خدا کی راہ مین خرچ کرنے سے وہ دعا اور رحمت اس خرچ کرنیوالے کیطرف جھک پڑتی ہے اور اُسکی وجہ سے ملاء سافل اور بنی آدم کے قلوب مین اس بات کا القا ہوتا ہے کہ اُسکے ساتھ سلوک کرین اور وہ رحمت اُسکے گناہون کے دور ہو جانے کا سبب ہو جاتی ہے اور خدا تعالی کے اُس صدقہ کو قبول فرمانے کے معنی یہ ہین کہ عالم مثال مین اس عمل کی صورت اُس شخص کے نام سے پیدا ہو جاتی ہے اور پھر ملاء اعلی کی دعاؤن اور خدا تعالی کی رحمت سے اُس صورت کو نشو و نما ہوتا رہتا ہے آخرت مین زکوۃ نہ دینے والے کے لیے یہ نقصان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ما من صاحب ذہب

ولا فضة لایؤدی منہا حقہا الا اذا کان یوم القیمة صفحت لہ صفایح الحدیث - کوئی سونے والا اور چاندی والا جو اسمین سے حق نہین نکالتا ہے اس سے نہین چھوٹ سکتا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو اسکے لیے تختے بنائے جاوینگے - اخیر حدیث تک - اور فرمایا ہے مثل لہ شجاعا اقرع - اُسکا مال اُسکے لیے اقرع سانپ بنجائیگا - اور اونٹ اور گائے اور بکری مین بھی اسی کے قریب قریب آپ نے فرمایا ہے - مین کہتا ہون زکوۃ نہ دینے والون کے لیے اس قسم کی سزا ہونے کے دو باعث ہین ایک تو اصلی سبب ہے دوسرا اُسکے لیے بمنزلہ تاکید کے ہے وہ سبب یہ ہے کہ جسطرح ایک صورت ذہنیہ دوسری کو کشش کر لیتی ہے جسطرح خیالات کے سلسلہ مین ایک خیال سے دوسرا خیال پیدا ہوتا چلا جاتا ہے یا جسطرح ذہن کے اندر ایسی ایک صورت کا پایا جانا کہ جسکا تصور دوسری صورت کے تصور پر موقوف ہے اُس موقوف علیہ کے تصور کو مستلزم ہوتا ہے مثلاً باپ ہونا اور بیٹا ہونا جیسے منی کے ظروف کا منی سے بھر جانا اور پھر قواے فکریہ کے اندر اُسکے بخارات کا چڑھنا نفس اس بات کی حرکت پیدا کرتا ہے کہ خواب مین عورتون کی صورتون کا مشاہدہ کرے - یا جیسے دماغ کے اندر تاریک بخارات کے بھر جانے سے نفس کے اندر اُن چیزون کی صورتین پیدا کرتا ہے جو لوگون کو ایذا دینے والی اور ہولناک ہوتی ہین مثلاً ہاتھی کی صورت - اسیطرح جب نفس پر قوت مثالیہ کا فیضان ہوتا ہے تو فی نفسہ ادراکات کا مقتضی ہوتا ہے کہ بخل کی صورت اُسکے سامنے مال کی صورت مین ظاہر ہو اور پھر اس صورت سے اُسکے نہ دینے اور اُسکی نگرانی مین بہت رنج اور تکلیف اُٹھانے کی صورت ظاہر ہو اور اُسکے قواے فکریہ پورے طور پر اُس خیال سے بھر جاوین اور جسطرح اُن چیزون سے تکلیف پہونچانے کا طریقہ خدا تعالے نے جاری کیا ہے اُسی طریقہ سے اُسکو تکلیف پہونچے مثلاً سونے اور چاندی سے تکلیف پہونچنے کی صورت یہ ہے کہ اُس سے داغ لگایا جاوے اور اونٹ سے تکلیف پہونچنے کی یہ صورت ہے کہ وہ اُسکو پیرون کے تلے دابے اور کاٹے اور علی ہذا القیاس اور چونکہ ملاء اعلی کو اس بات کا علم ہے اور بندون پر زکوۃ دینا اُنمین مقرر ہو گیا ہے اور نفوس بشریہ کا ان چیزون سے ایذا پانا ملاء اعلی کو معلوم ہے اس سبب سے میدان حشر مین اس صورت کا فیضان ہوتا ہے اور سانپ کی صورت اور پترون کی صورت کے ظاہر ہونے مین یہ فرق ہے کہ سانپ کی صورت اُس شخص کے لیے ظاہر ہوگی جسپر اجمالا مال کی محبت کا غلبہ ہے اسلیے یا تو خود مال ہی اُسی ایک چیز کی صورت مین ظاہر ہو جاویگا یا اُسکے دل کو مال کی محبت کے طوق کیطرح گھیر لینا اور دل کا اُس سے اذیت پانا نہایت زہریلے سانپ کے ڈسنے کی صورت مین ظاہر ہوگا اور دوسری صورت ایسے شخص کے لیے ظاہر ہوگی جسکو سونے چاندی کی صورت سے محبت ہے اور اُسکی حفاظت مین اپنی جان کھوتا ہے اور اُسکے قواے فکریہ دینار و درہم کی صورت سے بھرے ہوے ہین وہ صورتین اُسکے لیے بڑی بڑی صورتون مین ظاہر ہوکر موجب اُسکے عذاب کا ہونگی اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے السخی قریب من اللہ - یعنی سخی آدمی خدا تعالی کے نزدیک ہے جنت کے نزدیک ہے لوگون کے نزدیک ہے آگ سے بعید ہے اور بخیل خدا تعالی سے بعید ہے جنت سے بعید ہے لوگون سے بعید ہے - آگ سے نزدیک ہے اور جاہل سخی خدا تعالی کو عابد بخیل سے پیارا ہے - مین کہتا ہون خدا تعالی سے نزدیک ہونا یہ ہے کہ وہ شخص خدا تعالی کی معرفت اور حجاب

نفسانی کے دور ہوجانے کی قابلیت رکھتا ہے اور جنت سے نزدیک ہوتا ہے کہ وہ شخص صفات رذیلہ کو جو قوت ملکی کے
بالکل منافی ہین چھوڑ کر اس بات کی قابلیت رکھتا ہے کہ اُسکی قوت بہیمی جو اُن صفات کا محل تھی قوت ملکی کے رنگ مین
رنگ جاسے اور لوگون سے نزدیک ہوتا ہے کہ اُس سے وہ محبت کرتے ہین اور کوئی اُسکو نہین چھیڑتا کیونکہ اکثر لڑائی
جھگڑے بخل اور حرص پر ہی مبنی ہوا کرتے ہین چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے **ان الشح اہلک
من کان قبلکم حملہم علی ان یسفکوا دمائہم ویستحلوا محارمہم** ۔ حرص نے تمسے پہلے لوگون کو ہلاک کردیا ہی
نے اُنکو اس بات پر آمادہ کیا کہ باہم خونریزی کرین اور اپنے محارم کو حلال سمجھین ۔ اور جاہل سخی خدا تعالی کو بخیل
سے اسواسطے پسند ہے کہ جب دل سخاوت سے کوئی چیز دیجاے ۔ تو اُسکا اثر بہ نسبت اُسکے زیادہ ہوتا ہے کہ دباؤ سے اور
مجبور ہو کر کچھ دیا جاے ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے **مثل البخیل والمتصدق کمثل رجلین علیہما
جنتان ۔ الحدیث** ۔ بخیل اور سخی کا حال اُن دو شخصون کا سا ہے کہ اُنپر لوہے کی دو ڈھالین ہون اخیر حدیث تک
مین کہتا ہون اس حدیث مین سخاوت اور بخل کی حقیقت اور اُنکی روح کیطرف اشارہ ہے اسلیے کہ جب انسان
کو خرچ کرنے کے اسباب لاحق ہوجاتے ہین اور وہ خرچ کرنا چاہتا ہے تو وہ شخص اگر سخی اور دلچلا ہے تو اسکے دل مین
ایک روحانی مسرت اور مال کے اوپر اُسکو ایک قسم کا غلبہ پیدا ہوتا ہے اور اسوقت اُسکی آنکھون کے سامنے حقیر
اور ذلیل معلوم ہونے لگتا ہے اور اُسکو اُسکا چھوڑنا آسان ہوتا ہے بلکہ اُسکے چھوڑنے سے اُسکو ایک قسم کی راحت
معلوم ہوتی ہے اور نفس کو صفات رذیلہ بہیمیہ کے ساتھ جو کچھ تعلقات ہوتے ہین اور وہ صفات اُسکے اندر
منقش ہوجاتے ہین اُن صفات کے چھوڑنے مین اس خصلت کو بہت دخل ہوتا ہے اور وہ آدمی بخیل ہوتا ہے
تو خرچ کرنے کے مواقع مین مال کی محبت مین اُسکا دل مستغرق ہوجاتا ہے اور اُسکی آنکھون کے سامنے مال کی محبت
متمثل ہوجاتی ہے اور اُسکی محبت اُسکے قلب کو دبا لیتی ہے جسکے سبب سے وہ رہائی نہین پا سکتا اور صفات ذمیمہ
نفس کے اندر جم جانے اور اُنکے اندر اُلجھانے کا یہ خصلت بخل نہایت قوی سبب ہے اس تحقیق سے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کے اس قول کے معلوم کرلینے چاہیئین **لا یدخل الجنۃ خب ولا بخیل ولا منان** ۔ یعنی جنت مین نہ داخل ہوگا دغلباز
اور نہ بخیل اور نہ احسان جتلانے والا اور نیز اس قول کے **لا یجتمع الشح والایمان فی قلب ابداً** ۔ کسی بندہ کے دلمین
ایمان اور بخل جمع نہوگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے **للجنۃ ابواب ثمانیۃ الخ** جنت کے آٹھ دروازے ہین
مین کہتا ہون کہ جنت واقع مین ان امور سے راحت پانے کا نام ہے جنکا عالم بالا سے نفس پر ترشح ہوتا رہتا ہے
مثل رضامندی اور موافقت اور تسلی وغیرہ چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے **فی رحمۃ اللہ ہم فیہا خلدون** یعنی خدا کی
رحمت مین ہونگے اسمین ہمیشہ رہینگے اور اسکے خلاف مین فرماتا ہے **اولئک علیہم لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس
اجمعین خلدین فیہا** ۔ وہی لوگ ہین جنپر خدا تعالے اور ملائکہ اور انسانون کی لعنت ہے اور ہمیشہ وہ اسمین رہینگے
اور بہیمی تاریکیون سے اُسی عمل کے رستے سے نفس باہر آسکتا ہے جسکے اعتبار سے ملکیہ کا غالب ہونا اور بہیمیہ کا مغلوب ہونا
نفس کی سرشت مین داخل ہے اب بعض نفوس کے اندر خشوع اور طہارت کی صفت کے اعتبار سے ملکیہ کو غلبہ ہوتا ہے

اور اُسکی خاصیت یہ ہے کہ اُس شخص کو نماز مین پورا حظ حاصل ہوتا ہے اور کسی نفس مین سماحت کی صفت سے قوۂ ملکیہ کو غلبہ ہوتا ہے اور اُسکی یہ خاصیت ہوتی ہے کہ اُس شخص کو صدقات کے دینے اور ظالمون سے درگذر کرنے اور مسلمانون کے ساتھ تواضع کرنے مین باوجود اپنی عزت کے اُسکو نہایت شوق ہوتا ہے یا شجاعت کی صفت کی اعتبار سے ملکیہ کو غلبہ ہوتا ہے پس جب بندون کی اصلاح کے متعلق تدبیرالٰہی کا نفوس مین القا ہوتا ہے تو اول اُس القا کو شجاعت کی صفت قبول کرتی ہے اور وہ شخص جہاد سے پورا حصہ لیتا ہے یا اُسکا نفس اُن لوگون کے نفوس مین سے ہوتا ہے جنکے قوتِ بہیمیہ اور ملکیہ مین باہم کشاکشی رہتی ہے اور پھر اُسکے دلمین یا تو اس بات کا الہام پیدا ہوتا ہے یا اُسکو اپنے نفس پر اس بات کا تجربہ حاصل ہوتا ہے کہ روزہ رکھنے اور اعتکاف کرنے سے قوت بہیمی پست ہوجاتی ہے اور اس ترکیب سے اُسکی تاریکیون سے نفس کو نجات حاصل ہوسکتی ہے اس سبب وہ شخص ان باتون کو نہایت شوق سے سنکر دلسے اُنکے عملین لانے کی کوشش کرتا ہے اور پھر باب الریان سے اُسکو پورا پورا بدلہ دیا جاتا ہے یہ وہی دروازے ہین جنکی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث مین تصریح فرمائی ہے اور غالباً علماء راسخین کا دروازہ اور مصیبت زدہ اور فقرا کا دروازہ اور انصاف کا دروازہ بھی انھین مین ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سات شخصون کے اندر جنکو خدا تعالےٰ اپنے سایہ مین داخل کریگا امام عادل کا بھی ذکر فرمایا ہے اور اُسکی شناخت یہ ہے کہ اُس شخص کو لوگون کے اندر باہم محبت پیدا کرنے مین بڑی کوشش رہتی ہے اور توکل کرنے اور بدشگونی پر عمل نکرنے کا دروازہ بھی انھین مین ہے اور ان ابواب مین سے ہر باب کے متعلق بہت سی احادیث مشہورہ وارد ہوئی ہین الحاصل نفس کے رحمت الٰہی مین داخل ہونے کے یہ بڑے بڑے عالیشان دروازے ہین اور حکمت الٰہی کا مقتضی ہے جنت کے بھی جسکو خدا تعالےٰ نے بندون کے لیے پیدا کیا ہے ان دروازون کے مقابل مین آٹھ دروازے ہون اور جو لوگ بڑے بڑے کاملین اور سابقین مین سے ہین وہ دو دو اور تین تین اور چار چار دروازون مین سے احسان کی بہار دیواری مین آمد و رفت رکھتے ہین لہذا قیامت کے روز بھی وہ جنت کے کئی کئی دروازون سے بلائے جائینگے چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر کیا گیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جو فرمایا ہے کہ جو شخص خدا تعالیٰ کی راہ مین کسی چیز کا جوڑا خرچ کریگا جنت کے دروازون سے بلایا جائیگا اُسکے یہ معنی ہین کہ اُسکے بعض دروازون سے بلایا جائیگا۔ زیادتی اہتمام کے لحاظ سے اُسکو ذکر کے اندر خاص کیا ہے۔

## زکوۃ کی مقدار کا بیان

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لیس فیما دون خمسة اوسق من التمر صدقة ولیس فیما دون خمسة اواق من الورق صدقة ولیس فیما دون خمس ذود من الابل صدقة۔ پانچ وسق سے کم چھوارون مین صدقہ نہین ہے اور نہ پانچ اوقیہ سے کم چاندی مین صدقہ ہے اور نہ پانچ اونٹون سے کم مین صدقہ ہے۔ مین کہتا ہون غلہ اور چھوارہ مین پانچ وسق کی مقدار آپ نے اسواسطے مقرر فرمائی ہے کہ یہ مقدار چھوٹے سے چھوٹے کنبے کو ایک سال تک

کافی ہو سکتی ہے اسواسطے کہ کم سے کم گھر مین ایک خاوند اور ایک بیوی اور ایک خدمتگار یا الگا ایک بچہ ہوتا ہے اور جو اسکے قریب قریب ہو وہ بھی اس قبیلہ سے ہے اور اکثر ایک آدمی کی خوراک ایک رطل یا ایک مد کی ہوتی ہے پس اس حساب سے اگر ہر شخص انمین سے اسقدر کھاوے تو ایک سال کیلیے یہ مقدار کافی ہو سکتی ہے اور کچھ انکے وقت بیوقت یا نان خورش کے لیے باقی رہ سکتا ہے اور چاندی کی مقدار پانچ اوقیہ اسواسطے مقرر کی کہ یہ مقدار بھی چھوٹے سے چھوٹے کنبہ کو بشرطیکہ اکثر ملکونمین غلہ کا نرخ قریب قریب ہو پورے ایک سال کے لیے کافی ہو سکتی ہے اور معتدل ملکون مین تلاش کرنے سے لوگون کی عادات کا گرانی اور ارزانی مین یہ حال معلوم ہو سکتا ہے اور اونٹ کی تعداد پانچ مقرر کی گئی اور ان پانچ کی زکوۃ ایک بکری واجب کی گئی اگرچہ فی الحقیقت جس جنس کا مال ہو اسی قسم کا مال زکوۃ مین لینا چاہیے ورنیز زکوۃ کی نصاب ایک مقدار کثیر مقرر کرنی چاہیے اسکی وجہ یہ ہے کہ اونٹ سب مواشی مین عظیم الجثہ اور بڑا نفع پہونچانیوالا جانور ہے چاہے اسکو ذبح کرکے کھاو چاہو سوار ہو جاہے دودھ پیو چاہے اس سے بچے لو اور اسکے بال اور کھال سب کام مین آتی ہے اور بعض لوگ صرف تھوڑی سی اونٹنیان پال لیتے تھے اور دانگ کا کام انسے لیلیا کرتے تھے اور اس زمانہ مین ایک اونٹ دس اور کوئی آٹھ اور کوئی بارہ بکریون کے برابر سمجھا جاتا تھا جیساکہ بہت سی احادیث مین وارد ہوا ہے اسواسطے پانچ اونٹ بکریون کی ادنی نصاب کے برابر سمجھے گئے اور ایک بکری انکی زکوۃ مقرر کی گئی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لیس علی المسلم صدقۃ فی عبدہ ولا فرسہ۔ مسلمان پر اسکے غلام اور گھوڑے مین صدقہ نہین ہے مین کہتا ہون اسکی وجہ یہ ہے کہ غلامون کو پیداوار بڑھانے کی غرض سے جمع کرنے کا دستور نہین ہے اور اسیطرح اکثر ملکون مین گھوڑون کے اندر قابل اعتبار بڑھاو نہین ہوتا جسکا مویشی کے بڑھاو کے لحاظ سے اعتبار کیا جاے لہذا اونٹ اور گھوڑا اموال نامیہ مین داخل نہین ہے مگر جبکہ تجارت کی غرض سے انکو پالا جاے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت علی بن ابیطالب و حضرت ابن مسعود اور حضرت عمرو بن حزم وغیرہم رضی اللہ عنہم کی روایت سے ثابت ہوتا ہے بلکہ تمام مسلمانون مین یہ بات متواتر ہے کہ پانچ اونٹ کی زکوۃ چوبیس تک ایک بکری ہے اور پچیس اونٹ کی پینتیس ۳۵ تک بنت مخاض (وہ بچہ جو ایک برس سے نکلکر دوسرے مین پاون رکھے) ہے اور چھتیس سے پینتالیس تک بنت لبون (وہ بچہ جو تیسرے برس مین ہو) ہے اور چھیالیس سے ساٹھ تک حقہ (وہ بچہ جو چوتھے برس مین ہو) اور اکسٹھ سے پچھتر تک جذعہ ہے (وہ بچہ جو پانچوین برس مین شروع ہو) اور چھہتر سے نوے تک دو بنت لبون ہین اور اکیانوے سے ایکسو بیس تک دو حقے ہین اور ایکسو بیس سے آگے ہر چالیس اونٹون پر ایک بنت لبون اور ہر پچاس پر ایک حقہ ہے۔ مین کہتا ہون کہ اصل اسمین یہ ہے کہ جب اونٹون کی دانگون پر اونٹنیون کا تقسیم کرنا چاہا تو چھوٹی اونٹنی کو چھوٹے دانگ کے لیے اور بڑی کو بڑے کیلیے انصاف کے اعتبار سے مقرر کیا اور دانگ کا اطلاق انکے عرف مین بیس سے زیادہ پر ہوتا ہے اسلیے پچیس سے اسکو منضبط کیا پھر ہر دہائی پر عمر کی زیادتی کا لحاظ کیا گیا جسمین عرب کی رغبت بہت زیادہ ہوتی ہے اسلیے ہر پندرہ مین آٹھ یا دس کو مقرر کیا اور صحابہؓ کی روایت سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ بکریون کی زکوۃ چالیس سے

ایکسو بیس تک مین ایک بکری ہے اور اس سے آگے دو سو تک دو بکریان ہین اسکے بعد تین سو تک تین بکریان بعد ازان ہر سیکڑے پر ایک بکری ہے مین کہتا ہون کہ بکریون کا گلہ تھوڑا بھی ہوتا ہے اور زیادہ بھی ہوتا ہے اسکے گلون مین بہت فرق ہوتا کیونکہ بکریون کا پالنا آسان ہے اور ہر شخص اپنی گنجایش کے موافق پال سکتا ہے اسلیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوٹے گلہ کا اندازہ چالیس بکریون کے ساتھ کیا اور بڑے کا اس مقدار سے چند برابر اور پھر ہر سیکڑے پر حساب کی آسانی کے لیے ایک بکری کو مقرر کیا اور حضرت معاذ سے گائے بیل کی زکوٰۃ مین حدیث صحیح مروی ہے کہ ہر تیس مین ایک سال کا بچھڑا یا بچھیہ ہے اور ہر چالیس مین دو برس کا بچھڑا یا بچھیہ ہے اور یہ اسلیے ہے کہ گائے بیل کی جنس اونٹ اور بکری کے درمیان مین ہے اسلیے اسمین دونون کی مشابہت کا لحاظ کیا گیا اور احادیث سے یہ بھی بات ثابت ہوئی ہے کہ چاندی کی زکوٰۃ چالیسوان حصہ ہے پھر صرف اگر ایکسو نوے درم چاندی ہے تو اسپر کچھ بھی زکوٰۃ نہین کیونکہ سونا چاندی جملہ اموال مین نفیس مال ہے جسکے اندر مقدار کثیر صرف کرنے سے لوگون کو ضرر پہونچنے کا احتمال ہے اسلیے سب قسمون کے اموال سے اسکی زکوٰۃ کا کم ہونا مناسب ہوا اور سونا بھی چاندی پر قیاس کیا گیا ہے اور اس زمانہ ایک اشرفی دس درہم کو ٹھنائی جاتی تھی اسلیے سونے کے نصاب بیس مثقال ۴۸ ماشہ مقرر کی گئی اور جن کھیتون نے بارش و چشمون کے پانی سے پرورش پائی ہے یا وہ عشری ہے اسپر دسوان حصہ واجب ہے اور جن کھیتون کو ہاتھ سے پانی دیا جاتا ہے اسپر بیسوان حصہ مقرر کیا گیا ہے کیونکہ جنمین محنت کم ہوتی ہے اور پیداوار زیادہ ہوتا ہے اسپر لگان زیادہ ہونا چاہیے اور جسمین محنت زیادہ ہے اور پیداوار کم ہے اسکے لگان مین تخفیف مناسب ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انگور اور چھوارون کے تخمینہ کرنے مین فرمایا ہے دعوا الثلث فان لم تدعوا الثلث فدعوا الربع - یعنی ثلث کو چھوڑ دو اور اگر ثلث کو نہ چھوڑ دو تو ربع چھوڑ دو - مین کہتا ہون اہل زراعت کے حرج دور کرنے کے سبب سے آپ نے تخمینہ کو مقرر فرمایا ہے کیونکہ وہ لوگ کچھ کچا کچھ پکا کھانا چاہتے ہین اور نیز صدقہ وصول کرنیوالون کو بھی اسوجہ سے دقت جاتی رہے ہے کیونکہ وہ نہایت دقت سے پھلون کی حفاظت کر سکتے ہین اور چونکہ تخمینہ مین کمی و بیشی کا احتمال ہوتا ہے اور زکوٰۃ مین تخفیف مناسب ہے اور جو چیز تجارت کی غرض سے جمع کیجاوے بجز قیمت کے اسکا اندازہ نہین ممکن ہے اسلیے نقد کے زکوٰۃ پر اسکا قیاس کرنا ضروری ہوا - اور دفینہ کے اندر خمس (پانچوان حصہ) ہے اسلیے کہ اسکو ایک طرح سے مال غنیمت سے مشابہت ہے اور ایک طرح سے مفت مین داخل ہے اسلیے اسکی زکوٰۃ پانچوان حصہ مقرر کی گئی - اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر ہر غلام اور حر اور مرد اور عورت چھوٹے و بڑے پر جبکہ مسلمان ہون ایک صاع چھوارے یا ایک صاع جو مقرر فرمائے اور ایک روایت مین یہ بھی آیا ہے کہ یا ایک صاع اقط (وہ خاص قسم کا کھانا ہوتا ہے) یا ایک صاع منقیٰ دیجاوے - اور ایک صاع اسلیے مقرر فرمایا ہے کہ غالباً یہ ایک کنبہ کو کافی ہوجاتا ہے اور فقیر کی حاجت پورے طور پر رفع ہوجاتی ہے اور غالباً کوئی شخص ایک صاع کے دینے سے ضرر بھی نہین پاتا - اور بعض روایات مین جو کے ایک صاع کو گیہون کے نصف صاع پر قیاس کیا ہے کیونکہ اسوقت مین بہ نسبت جو کے گیہون کی گرانی تھی اور امرا

اسکے کھانے سکتے تھے اور مساکین کیون کھاتے تھے۔ زیور کی تھوڑی تقریر کے تصدیق مین کو بیان کیا ہے پھر حضرت علی نے بتایا کہ اوصی الیہ مسعود عبد ... [illegible]
تم بھی بہت کچھ اور طبیعت مین صدقہ کو اسکو مقرر فرمایا کا اول تو اسکے سبب طبیعت کے شغل الہی ہے جنکی آنکھ کمین ہے دوسرے یہ کہ آنکھین زیور کے
کے لیے لات اور انکے سونے کی تکمیل ہے جسطرح کہ نمازمین سنن کا مقرر کرنا۔ اب یہ بات کہ زیور پر زکوۃ ہے یا نہین اسکے باب مین متعارض حدیثین وارد ہوئی ہین
مگر یہ جو صحیح نہ کیا اطلاق لعنت ہے لیکن جمع کر کے معنی اسمین جو دہین مگر احتیاط اسی مین ہے کہ زیور کی زکوۃ ادا کرکے اختلاف سے علیحدہ ہو جاوے۔

## زکوۃ کے مصارف کا بیان

مصارف کے اندر اصل یہ ہے کہ شہر دو قسم کے ہوتے ہین ایک وہ جنکے باشندے صرف مسلمان ہون اور کسی
غیر ملت کے لوگ انکے پاس نہین ہے ایسے شہرون پر تخفیف کرنا مناسب ہے کیونکہ ایسے شہرون کو فوج کے
اکٹھی کرنے اور جہاد کے قائم کرنے کی ضرورت نہین اور بسا اوقات ایسے شہرون مین بہت سے ایسے
لوگ موجود ہو جاتے ہین جو رفاہ عام کے کام اپنے متعلق کر لیتے ہین۔ اللہ پاک نے محسنین کے لیے
جس اجر کا وعدہ کیا ہے اسکی تصدیق انکو اس بات پر آمادہ کر دیتی ہے اور ان لوگون کی معاش
اپنے مالون مین ہوتی ہے۔ مسلمانون کی جماعت کبھی ایسے لوگون سے خالی نہین ہوتی۔ دوسری قسم کے
وہ شہر ہین کہ جنمین اور ملتون کے لوگ بھی رہتے ہین ایسے شہرون پر سختی کرنا مناسب ہے چنانچہ اللہ
پاک فرماتا ہے اشداء علی الکفار رحماء بینہم۔ کافرون پر سخت ہین باہم مہربان ہین۔ اور ایسے شہرون
کے لیے بہت سی فوج اور مددگارون کی ضرورت اور نیز اس بات کی حاجت ہے کہ ہر نافع کام کے لیے
ایک شخص مقرر کیا جاوے اور اسکی معاش بیت المال مین ہو لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
ان دونون قسمون کے شہرون مین سے جدا جدا طریقہ مقرر فرمایا اور مصارف کے اعتبار سے محصول
مقرر کیا دوسری قسم کے مباحث کتاب الجہاد مین عنقریب آتے ہین اور جن شہرون مین صرف مسلمان
ہی باشندے ہین عمدہ مال جو وہان پیدا ہوتا ہے وہ دو قسم کا ہوتا ہے جسطرح مصرف کی دو قسمین ہین
ایک تو وہ مال ہے جو مالک کے قبضہ سے نکلتا ہے۔ جیسے میت کا ترکہ جسکا کوئی وارث نہو اور گم شدہ مویشی
جنکے مالک کا پتہ نہین اور وہ لقطہ جسکو بیت المال کے مہتممون نے اٹھا لیا اور پھر اسکا اعلان کیا گیا اور کوئی مالک
نہ معلوم ہوا اور اسی قسم کے اموال اس قسم کے مال کو ایسے کامون مین خرچ کرنا چاہیے جنکا نفع عام و شامل ہو
اور اسمین کسی کی تملیک نہ پائی جاوے جیسے نہرون کا کرایہ دینا اور پل و مساجد اور کنوؤن اور چشمون کا کھدوانا او
اسی قسم کے کام اور دوسرے قسم مال وہ صدقات ہین جو مسلمانون کے مال سے لیکر بیت المال مین جمع کیے جاتے ہین
ایسے اموال کو ان مواقع مین خرچ کرنا چاہیے جسمین کسیکو مالک بنایا جاوے اس بات کی دلیل اللہ پاک کا یہ ارشاد ہے انما الصدقت للفقرا
والمسکین الخ اور اسکا بالاجمال بیان یہ ہے کہ اگرچہ اس قسم کے حوائج بہت کثرت سے پیش آتے ہین مگر سب سے بڑھکر تین بہت زیادہ ضروری ہین
ایک محتاج لوگ اور شارع نے فقرا اور مساکین اور مسافرون اور قرضدارون کے لیے انکو منحصر کیا ہے۔ دوسرے محافظین و شارع نے
مجاہدین اور محصلین مین انکو منحصر کیا ہے اور تیسرے یہ ہے کہ ان فتنون کے دور کرنے مین مال صرف کیا جاوے جو مسلمانون پر واقع ہوتے ہین

یا دوسرے لوگوں نے مسلمانوں میں اُن فتنوں کے واقع کرنیکا خطرہ ہوتا ہے اور اسکی وجہ تو یہ ہوتی ہے کہ ضعیف الاسلام لوگ نفاق سے ہیں یعنی
لڑائی میں کبھی کوئی کافر مسلمانوں کے ساتھ کوئی داؤ کرنا چاہتا ہے اسلیے اسکو کچھ مال دیکر اُسکی تالیف کیجاتی ہے اور ان دونوں کو مؤلفۃ القلوب
کا لفظ شامل ہے یا مسلمانوں کے باہمی نزاعوں میں اُس مال کو صرف کیا جاتا ہے۔

اور آپنے تقسیم کرنیکی صورت اور یہ بات کہ کن لوگوں سے دینا شروع کیا جاوے اور کسقدر دیا جاوے امام کی رائے پر موقوف ہے اور حضرت ابن عباسؓ
سے مروی ہے کہ وہ شخص اپنے مال کی زکوٰۃ سے غلام آزاد کرسکتا ہے اور حج میں بھی دے سکتا ہے اور حضرت امام حسنؓ سے بھی اسی کے مثل
مروی ہے پھر انہوں نے اس آیت کو پڑھا انما الصدقت للفقراء۔ ان مواقع سے جس میں چاہے صرف کرسکتا ہے اور ابو لاسؓ سے
مروی ہے کہ ہمکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے لیے صدقہ کے اونٹ سواری کے لیے دیا اور حدیث صحیح میں آیا ہے واما خالد فانکم
تظلمون خالدا وقد احتبس ادراعه واعتده فی سبیل اللہ یعنی اور خالد پر تم ظلم کرتے ہو اسنے تو اپنی زرہ بکتر اور ہتھیار
خدا کی راہ ٹھہرا دیے ہیں اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں ایک تو یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اگر چیز کے عوض دوسری
چیز جسمیں فقراء کا زیادہ نفع ہو دیکر تو جائز ہے دوسرے یہ کہ فی سبیل اللہ دینا صدقہ کی جگہ کافی ہوسکتا ہے۔ میں کہتا ہوں
اس تقدیر پر اللہ پاک کے اس حکم میں انما الصدقت للفقراء الخ۔ حصر اضافی یعنی اُن مصارف کی نسبت حصر ہے
جنکو منافق لوگ اپنی خواہش کے موافق زکوٰۃ کا مصرف بنانا چاہتے تھے جیسے کہ سیاق آیہ سے معلوم ہوتا ہے اسمیں سر یہ ہے کہ
حوائج بیشمار ہوا کرتے ہیں اور اُن شہروں میں جنکے باشندے صرف مسلمان ہی ہیں بیت المال کے اندر کوئی اور مال کثیر نہیں ہوتا لہذا انہیں
وسعت دینا ضروری ہے تاکہ شہر کے حوائج کو وہ مال کافی ہوسکے واللہ اعلم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان ہذہ الصدقات انما
ہی من اوساخ الناس وانہا لاتحل لمحمد ولا لآل محمد۔ یہ صدقات لوگوں کا میل ہوتے ہیں اسلیے یہ نہ محمدؐ کے لیے حلال ہیں
اور نہ اولاد محمدؐ کے لیے حلال ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ صدقات کے میل ہونیکی یہ وجہ ہے کہ صدقات کے دینے سے گناہ دور ہوتے ہیں
اور بلا دفع ہوتی ہے اور انکو گویا وہ انسان کا فدیہ ہوتے ہیں اسلیے ملاء اعلیٰ کے ادراکات میں صدقات انہی نفوس میں ظاہر ہوتے ہیں
جس طرح صورت ذہنیہ و لفظیہ و خطیہ میں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جن چیزوں کے یہ نام ہیں وہی چیزیں ہیں اور یہ الفاظ اور کتابت کے اندر
موجود ہیں اور ہمارے نزدیک اسکا نام وجود تشبیہی ہے اسلیے بعض نفوس عالیہ میں اس بات کا ادراک پیدا ہوتا ہے کہ ان صدقات میں
ایک قسم کی تاریکی پائی جاتی ہے اور کبھی اس امر کا امکنہ سافلہ کیطرف نزول ہوتا ہے اور بلکہ بعض اہل کاشفہ بھی اس امر کا مشاہدہ کرتے ہیں
اور ہمارے سردار والد ماجد قدس سرہ بھی اس بات کی اپنی ذات سے حکایت کرتے تھے جسطرح صالحین کے نام اور اعضاء خبیثہ کا ذکر انکو معلوم ہوتا ہے
اور نیکی اختیار کرنے سے انشراح ہوتے ہیں اور اللہ پاک کے نام کی تعظیم کرتے ہیں ایسے ہی جب مال کو انسان بلا کسی غرض کے خواہ وہ عوض کوئی
شے ہو یا صرف نفع ہی ہو اسی سے لے لیتا ہے اور ایسے دینے والیکو اس شخص کی عزت مقصود نہیں ہوتی ہے تو اس مال کے لینے میں
ایک قسم کی ذلت واہانت حاصل ہوتی ہے اور اس حالت کو اس شخص پر فضیلت اور احسان سمجھتا ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
الید العلیا خیر من الید السفلی یعنی اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے۔ بہرحال انکو لے کمانا تمام پیشوں میں بدترین پیشہ ہے اور جو لوگ
[illegible]ین ہیں انکی شان کے بالکل مناسب نہیں اور اس حکم میں دوسرا راز بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود
[illegible] اور اپنی عزیزوں اور اُن لوگوں کے لیے جنکا نفع اپنا ہی نفع ہے تجویز فرماتے تو اس بات کا احتمال تھا کہ لوگ [illegible]

بدگمان ہوتے اور آپکے حق میں وہ باتیں کہتے جو بالکل لغو ہوتیں اسلیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دروازہ کو بالکل بند کردیا اور یہ
بات کا ظاہر کردینا چاہا کہ صدقات کے منافع انھیں کیطرف عائد ہوتے ہیں اور نیز یہ کہ اغنیا سے لیکر انھیں کے فقراء کو دیکر انھیں میں یہ حاجتمندی اُنکے
حق میں بڑی رحمت اور مہربانی اور بھلائی کا پہونچانا اور برائی سے بچانا ہے اور چونکہ سوال کرنے میں ایک طرح کی ذلت کا سامنا ہوتا ہے اور سوال کرنیوالا احسان کا بوجھ اٹھاتا ہے
اور اسکی مروت میں نقصان آجاتا ہے اسلیے آنحضرت صلعم نے بلا ضرورت سخت کے جسکی وجہ سے آدمی مجبور ہو سوال کرنے سے ممانعت فرمائی ہے اور نیز جب
لوگوں میں سوال کی عادت پڑجاتی اور لوگ سوال کرنے میں کچھ غیرت باقی نہ رہے اور بھیک سے مال جمع کرنے لگیں تو اسکے سبب ضروری پیشوں کا متروک ہونا
لازم آتا ہے یا ان پیشوں کی قلت اور بالا دون پر بلا وجہ تنگی لازم آتی ہے لہذا حکمت شرعیہ کا مقتضی ہوا کہ سوال سے غیرت کرنیکی صورت
انکے سامنے ظاہر کیجاے اور بلا ضرورت شدید کے سوال کرنیکا ارادہ نکریں آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے من سأل الناس ليثري به ماله كان خموشا في وجهه
او رضفا من جہنم جو شخص اپنا مال بڑھانیکی غرض سے لوگوں سے سوال کریگا تو اسکا منہ چھلا ہوا ہوگا یا انگارا ہوگا جہنم سے کہ کھایا اسکو
کہتا ہوں اسمیں یہ سر ہے کہ لوگوں سے سوال کرنیمیں جو اسکو تکلیف رہی ہے تو وہ اسی صورت میں ظاہر ہوگی جیسکے منہ میں لینے سے ظاہر میں تکلیف
پہونچا کرتی ہے جیسے انگارہ یا اسکے لینے سے تکلیف پہونچتی ہے جیسے ہم بیان کیا ہوا اُسمیں اور لوگوں میں اسکا ذلیل ورسوا ہونا ایسی صورت میں
ظاہر ہوگا جو اسکے بہت مناسب ہے یعنی منہ پر خراش ہونا۔ اور جس شخص کو کوئی ایسی آفت عظیم پہونچے جسکے سبب اسکا تمام مال برباد ہوگیا ہو اسکے
حق میں آیا ہے کہ اگر وہ شخص سوال کرے اور اسقدر مال جمع کرلے کہ اسمیں اسکی معاش حاصل ہوتی رہے تو اسکے لیے جائز ہے اغنیا کا اندازہ جسکے ساتھ
سوال کرنا منع ہے ایک اوقیہ یا پچاس درہم ہے ایک حدیث میں آیا ہے اور ایک حدیث میں اسکا اندازہ اتنے کھانے کے ساتھ آیا ہے جو صبح وشام کے لیے
کافی ہوسکے اور ہمارے نزدیک ان احادیث میں اختلاف نہیں ہے کیونکہ لوگوں کے درجے مختلف ہیں ہر ایک کے لیے جدا پیشہ ہوتا ہے جسکے بغیر اسکا رہنا
ناممکن ہے۔ اسکا بیان ہمارے وہ مکان ہادہ ہے جو ان علوم میں مستعمل ہوتا ہے جنکے اندر سیاست مدن سے بحث کیجاتی ہے اور اسی وہ اسکان او نہیں
جو علم تہذیب النفس میں بیچ لا جاتا ہے پس جو شخص ہاتھ کا پیشہ کرتا ہے جبتک اسکے پاس اسکے پیشہ کے آلات نہوں تو اس پیشہ سے معذور ہے
اسیطرح جو شخص کھیتی کرتا ہے کھیتی کے آلات نہونے سے معذور ہے اور تاجر کے پاس جبتک سرمایہ تجارت نہو معذور ہے اور جو شخص جہاد میں رہتا ہے
اور صبح وشام اسکا رزق آتا جاتا رہتا ہے یعنی مال غنیمت۔ جیسے آنحضرت صلعم کے صحابہ تھے تو اسکے لیے اس مقدار کا اندازہ ایک اوقیہ
یا پچاس درہم ہے اور جو شخص بازاروں میں باربرداری کرتا ہے یا جنگل سے لکڑیاں فراہم کرکے فروخت کیا کرتا ہے یا اور اسی قسم کے پیشے کرتا ہے
تو اس شخص کے حق میں اسی مقدار کا اندازہ یہ ہے کہ اسکا ایک وقت کا کھانا مل سکے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا لا تلحفوا في المسئلة
یعنی سوال میں الحاح مت کرو کیونکہ خدا کی قسم ایسا نہیں ہوتا کہ تم میں سے کوئی شخص مجھسے کچھ طلب کرے اور اسکا سوال مجھسے کچھ دلوادے
مگر میرا دل خوش نہو اور پھر میری دی ہوئی چیز اسکے لیے برکت ہوجاوے میں کہتا ہوں اسکا یہ سر ہے کہ جو نفوس ملاء اعلی میں ہیں
کراہت اور رضامندی کی صورت ذہنیہ بمنزلہ دعا مستجاب کے ہوتی ہے اور آپنے فرمایا ہے ان هذا المال خضر حلو الحديث
البتہ یہ مال ہرا اور شیریں ہے جو شخص دل کی خوشی سے اسکو لیتا ہے اسمیں اسکے لیے برکت دیجاتی ہے اور جو دل کی حرص سے لیتا ہے اسمیں اسکو برکت
نہیں دیجاتی اور اسکا حال اس شخص کا سا ہوتا ہے جو کھائے چلا جاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا۔ میں کہتا ہوں کسی چیز کے اندر برکت ہونے کی کئی صورتیں ہیں
ادنی قسم یہ ہے کہ دل اس سے مطمئن ہو اور اسکی طرف سے دلکو بیقراری نہو مثلا دو شخص ہیں کہ انمیں سے ہر ایک کے پاس بیس بیس درہم ہیں
مگر انمیں سے ایک شخص کو اپنے تنگدست ہونیکا خوف لگا رہتا ہے اور دوسرے کو اس بات کا خیال بھی نہیں ہے بلکہ اسکو امید ہی رہتی ہے

اس قسم کے بعد برکت کی وہ قسم ہے کہ اس چیز سے انتفاع زیادہ حاصل ہو جیسے کہ دو شخصوں کے پاس برابر برابر مال ہے انمین سے
ایک نے اپنے مال کو ضروریات مین صرف کیا اور اسکے دلمین مال کے اچھی جگہ صرف کرنے کا الہام پیدا ہوا اور دوسرے نے
اس مال کو ضائع کردیا اور میانہ روی سے کام نہ لیا نفس کی ہیئت اس برکت کو اسطرح کھینچتی ہے جسطرح دعا کھینچ لیجاتی ہے
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من یستعفف یعفہ اللہ الخ جو کوئی شخص سوال کرنے سے بچیگا خدا تعالے
اسکو محفوظ رکھیگا۔ مین کہتا ہون اسمین اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ان کیفیات نفسانیہ کے حاصل کرنیکو
ہمت کے مجتمع ہونے اور ارادہ کے مضبوط ہونے مین کامل دخل ہے۔

## ان امور کا بیان جو زکوۃ سے متعلق ہین

اب اس بات کی ضرورت تھی کہ لوگون کو اس بات کی نصیحت کیجاے کہ صدقہ تحصیل کرنیوالیکو خوشی سے صدقہ ادا کیا کرین لہذا
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا اتاکم المصدق فلیصدر عنکم وہو عنکم راض یعنی جب تمہارے پاس صدقہ تحصیل کرنیوالا آوے
پس چاہیے کہ خوش ہوکر تمسے رخصت ہو اسمین حکمت ہے کہ انکے نفس کی اصلاح ہو جاے اور آئندہ یہ بھی جاتا رہے کہ لوگونکو ظلم کے حیلہ سے زکوۃ کے
اندر عذر کا موقع نرہے چنانچہ آپنے فرمایا ہے فان عدلوا فلانفسہم وان ظلموا فعلیہا پس اگر وہ انصاف کرینگے تو اپنے لیے اور اگر
ظلم کرینگے تو اپنے لیے۔ اور اس حدیث مین اور آنحضرت صلعم کے اس قول مین فمن سئل فوقہا فلا یعط۔ پس جس شخص سے اس سے زیادہ مانگا جاوے
تو نہ دے اختلاف نہین ہے اسلیے کہ ظلم کرنے کی دو صورتین ہین ایک تو اس صورتمین کہ مجتہد نص کے اسکا حکم ظاہر کردیا اس مقام کے متعلق
دوسری حدیث ہے یعنی اس معمول معین سے زیادہ نہ دینا چاہیے اور ایک وہ صورت ہے جسمین اجتہاد کی گنجایش ہے اور تکلیف اٹھسکتی ہے
ان مواضع مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عذر کے دروازہ کو بند کیا ہے اور صدقہ لینے کے لیے اس بات کی نصیحت کرنی ضرور تھی کہ صدقہ
کے لینے مین زیادتی نکرے اور انکے نفیس نفیس مال کو چھوڑدے اور مال غنیمت مین خیانت نکرے تاکہ انصاف اور بہت سے مقاصد اسکی وجہ سے حاصل
ہوسکین اور آنحضرت صلعم نے جو فرمایا ہے والذی نفسی بیدہ لایاخذ منہ شیئا الا جاء بہ یوم القیامۃ یحملہ علی رقبتہ ان بعیرا
لہ رغاء پس قسم اس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہے اسمین سے وہ کچھ نہ لیگا مگر قیامت کے دن اپنی گردن پر لائیگا اگر وہ اونٹ ہے
تو بلبلاتا ہوگا۔ اسکا مرتبہ ہمارے کلام سابق دیکھنے سے جو ہمنے زکوۃ کے متعلق بیان کیا ہے معلوم ہوسکتا ہے۔ اور نیز اس بات کی
ضرورت تھی کہ مال والونکے فریب اور حیلہ کا دروازہ بند کیا جاوے اور اسکے متعلق یہ حکم ہوا کہ جو مال متفرق ہے وہ جمع نہ کیا جاوے اور جو مال مجتمع ہے
وہ صدقہ کے ڈر سے جمع نکیا جاوے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا لان یتصدق المرء فی حیوتہ بدرہم خیر لہ من ان یتصدق بمائۃ عند
موتہ۔ زندگی کی حالت مین آدمی کو ایک درہم کا صدقہ کرنا مرتے وقت سو درہم کے صدقہ کرنے سے بہتر ہے اور نیز آنحضرت صلعم نے
فرمایا ہے مثلہ کمثل الذی یہدی اذا شبع یعنی ایسے شخص کی مثال اس شخص کی سی ہے کہ بعد سیر ہونے شکم کے صدقہ دے۔ مین کہتا ہون
اسکی رمز یہ ہے کہ ایسی چیز کا خرچ کرنا جسکی اسکو حاجت نہین ہے اور نہ حاجت ہونیکی توقع ہے پوری پوری سخاوت پر مبنی نہین ہے پھر آنحضرت صلعم نے ان خصلتون کی
تعلیم کا قصد کیا جنسے بخل کا ازالہ یا نفس کی تہذیب یا باہم الفت و محبت ہوتی ہے اور انکو بھی صدقات کی قبیل سے گردانا تاکہ صدقات کے ساتھ ثمرات کے
ساتھ ان اخلاق کا شریک ہونا معلوم ہوجاوے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یعدل بین اثنین صدقۃ الحدیث۔ دو شخصون کے بیچ انصاف کرنا
وہ صدقہ ہے اور کسی شخص کی اپنی سواری پر سوار کرنے سے مدد کرنا صدقہ ہے اور اچھی بات زبان سے کہنا صدقہ ہے اور ہر قدم جو نماز کے جانیکے لیے اٹھاتا ہے اور ہر تسبیح لا الہ الا اللہ

انشا صدقہ ہے اور بہتر ہے سبحان اللہ کہنا صدقہ ہے اور نمی بھی کا اتباع نیز آپنے فرمایا ایما مسلم کسا مسلما ثوبا علی عری الحدیث جو کوئی مسلمان کسی ننگے بدن مسلمان کو کپڑا پہنا دے تو وہ بھی صدقہ ہے اخیر حدیث تک۔ مین کہتا ہون کئی مرتبہ اس بات کا ذکر ہو چکا ہے کہ طبیعت مثالیہ کا مقتضی ہے کہ معانی کا ظہور اُن صورمین ہو جو اُنکے قریب تر ہین اور کھانا کھلانے مین کھانے کی صورت پائی جاتی ہے خوابون کے دیکھنے اور واقعات کے پیش ہونے اور معانی کے جسمون کی صورتون مین اس بات کی عبرت تمکو ظاہر ہو سکتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی وبا کو جو ایک سیاہ عورت کی صورت مین دیکھا اُسکی وجہ بھی معلوم ہو سکتی ہے۔

پھر بعض لوگ ایسے تھے کہ اپنے اہل وعیال اور عزیز واقارب کو چھوڑ کر غیرون کو صدقہ دیا کرتے تھے اور اُسکے اندر اُن لوگون کی رعایت کا جنکی رعایت ضروری ہے لحاظ نہ پایا جاتا تھا اور یہ بات تدبیر وقریب لوگون کے ساتھ الفت پیدا ہونے کے بالکل خلاف تھی۔ لہذا اس سے منع کرنے کی حاجت ہوئی اور آپنے فرمایا دینار انفقتہ فی سبیل اللہ ودینار انفقتہ فی رقبۃ۔ الحدیث۔ ایک تو وہ اشرفی ہے جسکو تو خدا کی راہ مین خرچ کرے اور ایک وہ ہے کہ جس کسی کی جان چھوڑانے مین دے اور ایک وہ دینار ہے جسکو مسکین پر صدقہ کرے اور ایک وہ دینار ہے جسکو تو اپنے کنبہ پر خرچ کرے ان سب مین ثواب کے لحاظ سے وہ دینار بڑھکر ہے جو اپنے کنبہ پر خرچ کرے اور اس حدیث خیر الصدقۃ ما کان عن ظہر غنی وابدء بمن تعول بہتر وہ صدقہ ہے جو غناء کے ساتھ ہو اور اپنے اہل وعیال سے اسکا دینا شروع کرے اور اس حدیث مین کسی نے آپ سے عرض کیا کہ کون سا صدقہ افضل ہے تو آپنے فرمایا جہد المقل وابدء بمن تعول یعنی تنگدست کا صدقہ کے لیئے تکلیف گوارا کرنا اور اپنے عیال سے دینا شروع کرے منافات نہین ہے کیونکہ ایک حدیث کی توجیہ جدا جدا ہے اسلیے کہ یا تو غناء سے اصطلاحی غناء مراد نہین ہے بلکہ نفس کی غنا مراد ہے یا کنبہ کے لیے رزق کا کافی ہونا مراد ہے یا ہم کہتے ہین غناء کا صدقہ اسلیے بہتر ہے کہ اُسکی وجہ سے غنی کے مال مین برکت بہت ہوتی ہے اور تنگدست کا صدقہ باینمعنی افضل ہے کہ وہ بخل کو خوب دور کرتا ہے اور قوانین شرعیہ کے زیادہ تر مناسب ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الخازن المسلم الامین۔ الحدیث۔ خزانچی مسلمان امانت دار جو لوگون کے مالک کے حکم دینے کے بعد پورے پورے طور پر خوش ہو کر دیتا ہے وہ بھی بمنزلہ صدقہ کرنے والون کے ہے۔ مین کہتا ہون بسا اوقات کسی ایسی چیز کا نافذ کرنا جو اُسپر واجب ہے اور اُسکا کرنا جو اُسکے اختیار مین نہین ہے اُس شخص کی سخاوت کی پہچان ہوتا ہے کیونکہ دیتے وقت اُسکے دل کا خوش ہونا اور تسلی کا حاصل ہونا دل کی سخاوت کے ساتھ ہوتا ہے لہذا اصلی متصدق کے بعد یہ شخص بھی متصدق ہے صدقہ دینے والا شمار کیا گیا اور ان حدیثون مین اختلاف نہین ہے اذا انفقت المرأۃ عن کسب زوجہا من غیر امرہ فلہا نصف الاجر۔ یعنی جو عورت اپنے خاوند کی کمائی مین سے بغیر اُسکی اجازت کے اللہ کے نام پر دے تو اُسکے لیے آدھا ثواب ملیگا اور آپ نے حجۃ الوداع مین فرمایا ہے لا تنفق امرأۃ من بیت زوجہا الا باذنہ الخ۔ کوئی عورت اپنے خاوند کے گھر سے بلا اُسکی اجازت کچھ خرچ نکرے پھر کسی نے عرض کیا کھانے کی قسم سے بھی کچھ خرچ نکرے آپنے فرمایا وہ تو ہمارے مالون مین سب سے افضل ہین

مال ہے۔ اور اس حدیث میں کہ ایک عورت نے آپ سے عرض کیا کہ ہماری اولاد اور ہمارے ماں باپ اور ہمارے خاوندون پر ہمارا بوجھ ہوتا ہے انکے مالون میں سے ہمکو کسقدر حلال ہے تو آپ نے فرمایا تر چیزین کہ تم انکو کھاسکتی ہو اور دیسکتی ہو۔ منافاۃ ہونے کی یہ وجہ ہے کہ اس حدیث بالا میں یہ بات ہے کہ اسمین خاوند کی مطلقاً اجازت ہو یا دلالۃً ہو اور کسی خاص شے کی صراحتاً اجازت ہو اور خاوند صدقہ نہ دیتا ہو پس چونکہ عورت نے اسمین صدقہ نکالا ہے اسلیے تسلیم کیا جائیگا اور خاوند کے مال میں اسیقدر تصرف درست ہے جتنا لوگون میں ستور ہے اور خاوند کے مال کی اصلاح ہے جیسے ہری چیزین کہ اگر وہ ضرورت سے زیادہ ہون اور کسی کو نہ دیجاوین تو خراب ہوکر ضائع ہوجاوینگی اور انکے سوا اور چیزون میں درست نہین ہے اگرچہ غلہ کی قسم سے ہو اور انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا تعد فی صدقتک فان العائد فی صدقتہ کالعائد فی قیئہ۔ اپنے صدقہ کو واپس مت لے کیونکہ صدقہ واپس لینے والا ایسا ہے جیسے اپنی قے کرکے نگل جانے والا۔ مین کہتا ہون اسکا سبب یہ ہے کہ صدقہ کرنے والا جب اس چیز کو خریدنا چاہتا ہے تو ضرور ہے کہ وہ رعایت سے ملتی ہے یا خود ہی وہ رعایت لینا چاہتا ہے اور جسقدر رعایت کی گئی ہے اسیقدر اسکے صدقہ کا ثواب گھٹ جاتا ہے کیونکہ صدقہ کی روح دل کے تعلق کا اس مال سے ہٹا لینا ہے اور جب اسکے ذہن اس بات کا خیال رہا کہ وہ چیز اسکو رعایت سے ملجاوے تو اسکو اس چیز سے پوری بے تعلقی نہوئی اور نیز شارع کو عمل کی صورت کا کامل ہونا مطلوب ہے اور اسکے واپس لینے مین اس صورت مین نقصان ہے۔ جس ملک سے ہجرت کیجاوے پھر اس زمین مین سونے کے مکروہ ہونے کی یہی وجہ ہے۔ واللہ اعلم۔

## اُن احادیث کا بیان جو روزہ کے باب مین وارد ہوئی ہین

چونکہ قوت بہیمی کا قوی ہونا قوت ملکی کے احکام ظاہر ہونے کا مانع ہے لہذا اسکا مغلوب کرنا ضروری ہوا، اور چونکہ اسکی قوت کی شدت کا سبب کھانا اور پینا اور لذایذ شہویہ مین منہمک ہونا ہے اور اس انہماک کا وہ اثر ہوتا ہے جو بلا روک ٹوک کھانے پینے کا بھی نہین ہوتا لہذا اسکے مغلوب کرنے کے لیے ان اسباب کا کم کرنا ضروری ہوا لہذا سب وہ لوگ جو احکام قوت ملکی کا ظاہر ہونا چاہتے ہین باوجود اختلاف مذاہب اور بعد ملکون کے ان اسباب کی تقلید پر اتفاق کرتے ہین۔ اور نیز بہیمیہ کا ملکیہ کے اصلاح پر تابع کرنا مقصود ہے کہ اسکے حکم کے موافق چلے اور اسکے رنگ مین رنگ جاوے اور نیز یہ مقصود ہے کہ قوت ملکیہ قوت بہیمیہ کے اخلاق دنیہ قبول کرنے سے محفوظ رہے اور وہ اسکے نقوش رذیلہ قبول نکرنے پائے جسطرح نگینہ کے نقوش موم کے اندر منتقش ہوجاتے ہین اور اسکا بجز اسکے کوئی طریقہ نہین ہے کہ قوت ملکی ایک بات کا ارادہ کرے اور بہیمیہ کے اندر اسکا القا کرکے اسکے سامنے پیش کرے اور وہ اسکے حکم کو مان لے اور اسکے سامنے سرکشی اور زیادتی نکرے اور پھر اس بات کا ارادہ کرے اور اسیطرح پھر قوت بہیمی اسکی تابعداری کرے اور پھر بار بار یہی امر پیش ہوتی کہ

اس نابھاری کی اُسکو عادت پڑجاوے اور وہ امور جنکی قوت ملکی مین خواہش پیدا ہوتی ہے اور قوت بہیمی
اُنکے کرنے پر مجبور کیجاتی ہے اس قسم کے ہوتے ہین کہ جنکے واقع ہونے سے قوت ملکی کو سرور اور بہیمی کو انقباض
پیدا ہوتا ہے جسطرح ملاء اعلی اُنکے ساتھ تشبیہ پیدا کرنا اور خدا تعالی کی کبریائی پر معرفت حاصل کرنا یا موقوت
ملکی کے خواص مین سے ہین۔ اور بہیمی کو اُنسے نہایت درجہ کا بُعد ہے یا کسی ایسے امر کا ترک کرنا جسکی قوت بہیمی مین
خواہش پیدا ہوتی ہے اور اس امر مین اُسکو تلذذ حاصل ہوتا ہے اور قوت بہیمی کے ہیجان کی حالت مین اُس
امر کا شوق پیدا ہوتا ہے اور یہ بات روزہ سے حاصل ہو سکتی ہے اور چونکہ ان امور کا التزام تمام لوگون سے
باوجود تدابیر ضروریہ اور مال و اہل کے ساتھ مشغول ہونے کے ممکن نہ تھا اسلیے یہ امر ضروری ہوا کہ کچھ زمانہ کے بعد
ہر مرتبہ ایک مقدار معین کا التزام کیا جاوے جس سے قوت ملکی کا ظہور اور اپنی خواہشون کے پورا ہونے سے
اُسکا سرور معلوم ہوجاوے اور اُس سے پیشتر جو کمی ہوئی ہے وہ دور ہوجاوے اور اسکا حال اُس گھوڑے کا سا ہے
جسکی پچھاڑی کھونٹے سے بندھی ہوئی ہے اور وہ دو چار مرتبہ ادھر اُدھر لاتین پھینک کر اپنی حالت اصلی پر
کھڑا ہوجاتا ہے۔ مداومت حقیقی کے بعد اسکی مداومت کا درجہ ہے بعد ازان یہ امر ضروری ہوا کہ اُسکی ایک
مقدار مقرر کیجاوے تاکہ کوئی شخص اسمین افراط و تفریط نکرسکے ورنہ تفریط کرنے والے کو ممکن تھا کہ اُس عبادت کو
اسقدر عمل مین لاتا جو اُسکے لیے کافی و نافع نہوتی یا افراط کرنے والے کو ممکن تھا کہ اُسکو اتنا عمل مین لاتا جس سے اُسکے
ارکان مین کاہلی پیدا ہو کر اُسکو اُسکا نشاط جاتا رہتا اور اپنے نفس کو ہلاک کر کر کے داخل قبر ہوتا اور روزہ ایک
تریاق ہے جب سموم نفسانیہ کے دور کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے مگر اُسکے اندر لطیفہ نفسانیہ کے مقام اور
اُسکے جاے ظہور کو بھی ایک قسم کی شکایت اور صدمہ پہونچا رہتا ہے لہذا بقدر ضرورت اُسکا معین کرنا لازم
ہوا۔ پھر خورد و نوش کے کم کرنے کی دو صورتین ہین۔ ایک تو یہ کہ کھانے پینے مین کمی کرے۔ اور دوسری صورت
یہ ہے کہ عادت سے زیادہ خورد و نوش مین دیر کرے اور شرع کے اندر دوسری قسم کی تقلیل کا اعتبار ہے۔ کیونکہ
اُسکے سبب سے ایک قسم کا ضعف اور خفت پیدا ہوتی ہے اور بھوک اور پیاس کی کیفیت انسان کو اُسوقت
معلوم ہوجاتی ہے اور قوت بہیمی کو اُسوقت اُسکی وجہ سے ایک قسم کی پریشانی اور خوف پیدا ہوجاتا ہے
اور ان امور کا طاری ہونا اُسکو محسوس ہوتا ہے اور تقلیل کی پہلی قسم مین برابر ضعف پیدا ہوتا رہتا ہے
اور نفس کو اُس ضعف کی پرواہ نہین ہوتی حتی کہ آدمی اُس سے بالکل تھک کر رہجاتا ہے اور نیز تقلیل کی پہلی
قسم کا عام حکم کے تحت مین بلا دقت داخل ہونا ممکن نہین ہے کیونکہ لوگون کے درجے مختلف ہین کسی کی
خوراک ایک رطل اور کسی کی دو رطل ہوتی ہے۔

کھانے مین جتنی مدت کا فصل ہوتا ہے اُسپر تمام عرب و عجم اور تمام صحیح المزاج لوگون کا اتفاق ہے کہ شب
و روز مین دو وقت یعنی صبح و شام کھاتے ہین یا صرف ایک ہی مرتبہ۔ اور بھوک کی کیفیت رات تک کھانا
نہ کھانے سے حاصل ہوسکتی ہے۔ اور نیز یہ بھی غیر ممکن تھا کہ مکلفین کو ایک مقدار قلیل کا امتیاز عطا کیا جاتا

اور اُنسے کہدیا جاتا کہ تم مین سے ہر ایک اتنا کھالیا کرے کہ جس سے قوت بہیمی مغلوب رہے کیونکہ یہ مقصود شرعی کے خلاف ہے
اور یہ مثل مشہور ہے کہ جس شخص نے بھیڑیے کو بکریون کا چوپان بنایا تو اُسنے ظلم کیا اور یہی صورت انسانیہ کا درجہ حاصل کرنیکو
ممکن ہے پھر یہ بات ضروری ہے کہ یہ مدت فصل کی اسقدر نہو کہ جس سے جان کی ہلاکت او اُسکا استیصال تصور ہو مثلاً
تین شبانہ روز کیونکہ یہ بھی مقصود شرعی کے خلاف ہے اور تمام مکلفین اُسپر عمل بھی نہین کرسکتے اور نیز یہ بھی ضرور تھا
کہ بار بار انکو بھوکا رہنے کا حکم دیا جاوے تاکہ وہ اس بات کے عادی ہو جاوین اور انمین اونکی تابعداری کا مادہ پیدا
ہو جاوے ورنہ ایک مرتبہ بھوکا رہنے مین کچھ قابل اعتبار فائدہ نہین ہے گرچہ کیسے ہی سخت درجہ کی بھوک ہو
اور یہ بات بھی ضروری تھی کہ اُسکا مغلوب ہونا جو ہلاکت کی طرف مودی نہین ہے اور اُسکی تکرار کا انضباط اُن
مقدارون سے کیا جاوے جو انمین مستعمل ہوتی ہین اور کسی غافل یا ہوشیار و شہری اور جنگلی پر وہ مقادیر پوشیدہ
نہین ہین اور نیز ایسے امر سے انضباط کیا جاوے جسکو خود یا اُسکی نظیر لوگون کا گروہ عظیم استعمال کرتا ہو تاکہ اُسکی
شہرت اور تسلیم کرلینے کے سبب سے انکی دشواری جاتی رہے ان امور کے لحاظ کرنے سے یہ بات ضروری ہوئی کہ ایک
مہینے تک ہر دن برابر کھانے اور پینے اور جماع سے نفس کو باز رکھنے کے ساتھ روزے کا انضباط کیا جاوے کیونکہ ایک
دن سے کم مقدار کا مقرر کرنا ایسا ہے کہ جیسے دوپہر کے کھانے کو پیچھے کرکے کھانا اور آخر شب مین ان امور کے
ترک کرنے کا انکو حکم دیا جاتا تو وہ اسکے عادی ہین اُسکی وجہ سے انکو کچھ پرواہ نہوتی اور ہفتہ دو ہفتہ ایسی قلیل
مقدار ہے جسکا نفس پر چندان اثر نہین ہوتا اور دو مہینے کی مقدار ایسی ہی کہ [illegible] آنکھین گڑھے مین بیٹھ جاتی ہین اور نفس
تھک کر بیٹھ جاتا ہے اور ہمنے بیشمار اس بات کا مشاہدہ کیا ہے اور ان امور کے لحاظ سے یہ بات بھی ضروری ہوئی کہ
طلوع فجر سے غروب آفتاب تک دن کا انضباط کیا جاوے کیونکہ عرب اسی کو دن شمار کرتے ہین اور عاشورہ کے
دن اسی حساب سے انکو روزہ رکھنے کا دستور ہے اور مہینے کا انضباط چاند سے چاند [illegible] کیونکہ
عرب کے نزدیک چاند سے چاند تک مہینہ ہوتا ہے اور شمسی مہینون سے وہ حساب [illegible] حکم یاد رہے
اور تمام لوگون عرب و عجم کے اصلاح کی ضرورت ہوئی لہذا انکو اس امر کی ضرورت ہوئی کہ [illegible] اختیار
نہ دیا جاوے تاکہ ہر شخص اپنے لیے ایک مہینہ کو جسمین اسکو روزے رکھنے آسان ہون پسند کرے [illegible] اسلیے کہ اس سے
عذر کرنے اور بچکر نکلجانے کا موقع ہے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے دروازہ کا بند کرنا اور اسلام کے ایسے
عظیم الشان عبادت کا گمنام کردینا ہے اور نیز مسلمانون کے بڑے بڑے عظیم الشان گروہون کا ایک زمانہ مین
ایک چیز پر اجتماع کرنا اور ایک کا دوسرے کو دیکھنا انکے لیے اس عبادت کے آسان ہونے اور اُسکے عمل پر ہمت کے
پیدا ہونے کا سبب ہے اور نیز انکا یہ اجتماع قوت ملکیہ کے برکات کے نازل ہونیکا ہر خاص و عام پر سبب ہے اور جو
اُنمین سے کاملین ہین اُنسے کم درجہ لوگون پر انکے انوار کا پرتو پڑنے اور انکی دعا کے شامل ہو جانے کا موقع ہے
اور جب کسی مہینے کا مقرر کرنا ضروری ہوا تو اُس مہینے سے کوئی مہینہ زیادہ مناسب نہین ہے جسمین قرآن کا نزول
اور ملت محمدی کی تکمیل ہوئی ہے اور شب قدر کے پائے جانے کا بھی اس مہینے مین قوی احتمال ہے چنانچہ عنقریب

اسکا ذکر آتا ہے۔ پھر اس مرتبہ کا بھی بیان کرنا ضروری ہوا جو ہر غافل و ہوشیار اور ہر فارغ و مشغول کے لیے لابدی ہے
اور جسمین کوتاہی کرنے سے اصل حکم مین کوتاہی لازم آتی ہے اور کمال کے مرتبہ کا بھی بیان کرنا ضروری تھا جسمین
اور سابقین کا دستور اور درجہ اول مرتبہ رمضان کا روزہ رکھنا اور نماز پنجگانہ پر کفایت کرنا ہے جیسا کہ آپنے فرمایا ہے
من صلی العشاء والصبح فی جماعة فکانما قام اللیل۔ یعنی جسنے عشا اور صبح کی نماز جماعت سے پڑھی تو گویا اسنے تمام شب
عبادت کی۔ اور دوسرا مرتبہ پہلے مرتبہ پر کمیت اور کیفیت مین بڑھا ہوا ہے اور وہ یہ ہے کہ رمضان کی راتون مین
تمام شب عبادت کرنا اور زبان اور تمام اعضا کا گناہون سے پاک رکھنا اور شوال کے مہینے مین چھ روزا اور ہر مہینے
مین تین روزا ایام اور عاشورہ اور عرفہ کا روزہ رکھنا اور رمضان کے اخیر عشرہ مین اعتکاف کا کرنا۔ یہ مقدمات جو ہمنے
بیان کیے ہین روزہ کے باب مین اصول کے قائم مقام ہین۔ جب یہ مقدمات ثابت ہو گئے تو اب ہم ان احادیث
کی شرح کرنا چاہتے ہین جو روزہ کے باب مین وارد ہوئی ہین۔

## روزہ کی فضیلت کا بیان

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے اذا دخل رمضان فتحت ابواب الجنة اور ایک روایت مین
ابواب الرحمة آیا ہے وغلقت ابواب جہنم وسلسلت الشیاطین۔ جب رمضان آتا ہے جنت کے دروازے
کھول دیے جاتے ہین اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہین اور شیاطین زنجیرون سے باندھے جاتے ہین۔ مین
کہتا ہون کہ یہ فضیلت رمضان کے مہینہ مین صرف مسلمانون کے واسطے ہے کیونکہ کفار رمضان کے مہینے مین نسبت
اور مہینون کے زیادہ اندھے اور گمراہ ہو جاتے ہین۔ کیونکہ شعائر الہی کی ہتک کرنے مین اور بھی زیادہ بڑھ جاتے ہین مگر مسلمان جب
روزہ رکھتے ہین اور شب کو عبادتین کرتے ہین اور جو انمین سے کاملین ہین وہ نور الہی کے دریا مین غوطہ لگاتے ہین
اور انکی دعا سب مسلمانون کو احاطہ کر لیتی ہے اور انکے انوار کا ادنی درجے کے لوگون پر پرتو پڑتا ہے اور
انکی تمام گروہ پر چھا جاتی ہے اور ہر شخص اپنی اپنی قابلیت کے موافق عبادات سے قربت حاصل کرتا ہے اور
معاصی سے اجتناب کرتا ہے تو یہ بات صادق ہو جاتی ہے کہ انکے لیے جنت کے دروازے مفتوح کر دیے گئے
اور جہنم کے دروازے بند کر دیے گئے کیونکہ فی الحقیقت جنت خدا تعالی کی رحمت اور جہنم خدا تعالی کی پھٹکار
کا نام ہے اسلیے کہ تمام روے زمین کے لوگون کا ایک صفت پر متفق ہو جانا اسکے موافق خدا تعالے کے جود کو
متوجہ کر لیتا ہے جیسا کہ استسقا اور حج مین ہمنے بیان کیا ہے اور یہ بات صادق ہو جاتی ہے کہ شیاطین مقید
کر لیے گئے اور بجاے انکے ملائکہ منتشر کر دیے گئے اسلیے کہ شیطان کا اثر اسی شخص مین ہوتا ہے جس نفس مین
اسکا اثر قبول کرنے کی قابلیت ہے اور قوت بہیمی کے غلبہ سے یہ قابلیت ہوتی ہے اور وہ روزہ کے سبب سے
مغلوب ہو جاتی ہے اور ملائکہ ان لوگون کے پاس آتے ہین جنمین انکے اثر قبول کرنے کی لیاقت ہے اور وہ لیاقت
قوت ملکی کے ظہور سے ہوتی ہے اور روزہ کے سبب سے قوت ملکی کا ظہور ہو جاتا ہے۔ اور نیز رمضان مین اس امت کے

ہونے کا قوی احتمال ہے جسمین تمام امور حکمی کی تقسیم ہوتی ہے پس لامحالہ ایسے وقت مین انوار مثالیہ و ملکیہ کا انتشار ہوتا ہے اور اُنکے اضداد کا انقباض ہوجاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے **من صام شہر رمضان ایمانا واحتسابا غفرلہ ماتقدم من ذنبہ** - یعنی جو شخص ایمان اور طلب ثواب کے ارادہ سے رمضان کے روزے رکھتا ہے اُسکے تمام پہلے گناہ بخشے جاتے ہین - مین کہتا ہون اُسکی وجہ یہ ہے کہ رمضان کے روزے رکھنے مین قوت ملکی کے غالب ہونے اور قوت بہیمی کے مغلوب ہونے کا قوی احتمال ہے اور خدا تعالی کی رضامندی اور اُسکے دریاء رحمت مین غرق ہوجانے کے لیے یہ کافی مقدار ہے لہذا یہ بات ضروری ہے کہ اُسکے سبب سے نفس ایک حال سے دوسرے حال کیطرف متوجہ ہوجاتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے **من قام لیلۃ القدر ایمانا واحتسابا غفرلہ ماتقدم من ذنبہ** جس شخص نے ایمان کے سبب و طلب ثواب کے قصد سے شب قدر مین عبادت کی اُسکے سب گناہ پہلے بخشے گئے اُسکا سبب یہ ہے نزدیک یہ ہے کہ روحانیت کے انتشار اور عالم مثال کے غلبہ کے ظاہر ہونیکے وقت جب کوئی عبادت پائی جاتی ہے تو اُس کے اندر اُس عبادت کا وہ اثر ہوتا ہے جو غیر اوقات مین کئی مرتبہ اُس عبادت کے کرنے سے نہین ہوتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے **کل عمل ابن آدم یضاعف الحسنۃ بعشر امثالہا الے سبعماتہ ضعف** - انسان کا ہر عمل بڑھتا ہے نیکی کا ثواب دس مثل سے سات سو مثل تک بڑھتا ہے اور اللہ پاک فرماتا ہے **الا الصوم فانہ لی وانا اجزی بہ یدع شہوتہ وطعامہ من اجلی** - بجز روزے کے کہ وہ میرے ہی لیے ہے اور مین ہی اُسکی جزا دونگا روزہ دار میرے ہی خاطر اپنی خواہش اور کھانے کو ترک کر دیتا ہے - مین کہتا ہون کہ نیکی کے بڑھ جانے کا سبب یہ ہے کہ انسان جب مرجاتا ہے اور قوت بہیمی کی مدد منقطع ہوجاتی ہے اور جو حالتین اُسکے مناسب تھین وہ اُس سے روگردانی کرلیتا ہے تو قوت ملکی کا ظہور ہوتا ہے اور اُسکے انوار طبعی روشن ہوجاتے ہین - اور اعمال کی جزا و سزا ملنے کا یہی سبب ہے - پس اگر نیک عمل ہوتا ہے تو تموج اسا عمل بھی قوت ملکیہ کے ظہور، اور اس عمل کے اُسکے مناسب ہونے کے سبب سے اُسوقت بہت ہوجاتا ہے - اور روزہ کے مستثنا کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اعمال کا نامہ اعمال مین لکھا جانا اسطرح ہوتا ہے کہ ہر عمل کی صورت عالم مثال کے ایک مقام پر جو اُس شخص کے لیے خاص ہے اسطرح متصور ہوتی ہے کہ اُسکے سبب سے اُسکے عمل کی جزا کی صورت جب وہ شخص جسمانی حجابات سے علیحدہ ہوجاتا ہے ظاہر ہوجاتی ہے اور بسا اوقات ہمنے اس امر کا مشاہدہ کیا ہے اور نیز اس امر کا مشاہدہ کیا ہے کہ بسا اوقات اُس امر کے جزا کے ظاہر کرنے مین جو شہوات نفسانیہ کے ساتھ مجاہدہ کے قبیلہ سے ہے ملائکہ کو جو اعمال کے جزا لکھنے پر مامور ہین توقف ہوتا ہے اسلیے کہ اُسکے ظاہر کرنے مین اُس خلق کی مقدار معلوم کرنے کو دخل ہے جو نفس کو اس عمل پر آمادہ کرتی ہے - اور وہ ملائکہ اُسکے مرتبے سے ناواقف ہین اور اُنکو اُسکا علم وجدانی نہین ہے یہی وجہ ہے جو کفارات اور درجات کے لکھنے مین باہم نزاع کیے ہین چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہوا ہے خدا تعالی اُنکی طرف وحی کرتا ہے کہ اس عمل کو بعینہ لکھ لو اور اُسکی جزا میرے سپرد کردو اور اللہ پاک نے جو یہ فرمایا کہ میرا بندہ صائم اپنی خواہش اور کھانے کو میری خاطر ترک کرتا ہے اسمین اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ روزہ اُن کفارات سے جنکے عملین لانے سے

نفس بہیمی کو تکلیف ہوتی ہے اور اس حدیث کے لیے ایک بطن اور ہے جسکی طرف اسرار الصوم مین اشارہ کیا ہے اسکو وہان دیکھنا چاہیے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے للصوم فرحتان فرحۃ عند فطرہ و فرحۃ عند لقاء ربہ روزہ کے لیے دو خوشیان ہین ایک تو افطار کے وقت اور ایک جسوقت خدا تعالے سے ملیگا پہلی خوشی تو طبعی ہے کہ روزہ افطار کرنے سے نفس کو جس چیز کی خواہش تھی ملجاتی ہے اور دوسری روحانی فرحت ہے اسواسطے کہ روزہ کیوجہ سے روزہ دار حجاب جسمانی سے علیحدہ ہونے اور عالم بالا سے علم الیقین کا فیضان ہونے کے بعد تقدس کے آثار ظاہر ہونے کے قابل ہوجاتا ہے جسطرح نماز کے سبب سے تجلی کے آثار نمایان ہوجاتے ہین چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے فان لا تغلبوا علی صلوۃ قبل الطلوع وقبل الغروب - تاکہ طلوع وغروب کے پہلے کسی نماز پر تم مغلوب نہ کیے جاؤ۔ اور اس مقام پر اور بہت سے اسرار ہین جنکے ظاہر کرنے کی اس کتاب مین گنجایش نہین ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لخلوف فم الصائم اطیب عند اللہ من ریح المسک - البتہ روزہ دار کی منھ کی بو خدا کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے - میرے نزدیک اسکا یہ سبب ہے کہ عبادت کے پسندیدہ ہونے سے اسکا اثر بھی پسندیدہ ہوجاتا ہے اور عالم مثال مین بجاے عبادت کے وہ اثر متمثل ہوجاتا ہے اسلیے آپنے اسکے سبب سے ملائکہ کو خوشی پیدا ہونے اور اللہ پاک کی رضامندی کو ایک پلہ مین اور بنی آدم کو مشک کے سونگھنے سے جو سرور حاصل ہوتا ہے اسکو ایک پلہ مین رکھا تاکہ یہ رمز غیبی انکے لیے ظاہر ہوجاوے اور نیز آپنے فرمایا ہے الصیام جنۃ - روزے ڈھال ہین میرے نزدیک اسکا یہ سبب ہے کہ روزہ شیطان اور نفس کے ضرر سے بچا لیتا ہے اور انسان کو ان دونون کے اثر سے دور کردیتا ہے اور ان دونون کو انسان سے کینہ ہوجاتا ہے لہذا مناسب ہوا کہ کامل طور پر اسکو ڈھال بنایا جاوے اور اسکی یہ صورت ہے کہ آدمی اپنی زبان کو اقوال اور افعال شہوانی سے محفوظ رکھے چنانچہ آپنے فرمایا ہے کہ روزہ دار بری بات زبان سے نہ نکالے اور قوی سبعیہ افعال سے محفوظ رکھے چنانچہ آپنے فرمایا ہے کہ شور وشغب نکرے اور اقوال کی طرف اس قول سے اشارہ کیا ہے کہ اگر اسکو کوئی برا کہے اور افعال کیطرف اشارہ کیا ہے کہ یا اس سے کوئی لڑے فلیقل انی صائم تو اس سے یہ کہدینا چاہیے کہ مین روزہ دار ہون - بعض کے نزدیک تو اسکو زبان ہی سے یہ کہدینا چاہیے اور بعض کہتے ہین دل مین یہ کہہ لے اور بعض کے نزدیک نفل کے روزے اور فرض کے روزے مین فرق ہے مگر ہر ایک مین گنجایش کا موقع ہے۔

## روزے کے احکام کا بیان

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لاتصوموا حتی تروا الہلال ولا تفطروا حتی تروہ - الخ مت روزہ رکھو جبتک کہ چاند دیکھ لو اور نہ بغیر دیکھے ہوے افطار کرو - پھر اگر ابر ہوجائے تو اسکا اندازہ کرلو اور ایک روایت مین آیا ہے کہ تیس روزے پورے کرلو - مین کہتا ہون کہ چونکہ روزے کا زمانہ قمری مہینہ کے

خاتمہ رویت ہلال کے اعتبار سے منضبط تھا اور وہ کبھی تیس دن اور کبھی انتیس دن کا ہوتا ہے لہذا اشتباہ کی
صورت میں اس اصل کی طرف رجوع کرنا ہوا اور نیز احکام کی منشا ان امور پر ہے کہ جنکو بے پڑھے لوگ بھی جانتے ہیں
تعمق اور محاسبات نجومیہ پر ان کا مبنی نہیں ہے بلکہ شریعت تو ان چیزوں کے مٹانے کے لیے آئی ہے چنانچہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے **انا امۃ امیۃ لانکتب ولانحسب** - ہم بے پڑھی امت ہیں نہ لکھتے ہیں نہ حساب
کرتے ہیں - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے **شہرا عید لاینقصان رمضان وذوالحجۃ** - عید کے دونوں
مہینے کم نہیں ہوتے وہ رمضان اور ذوالحجہ ہیں بعض تو اسکے یہ معنی کہتے ہیں کہ ایسا نہیں ہوتا ہو کہ دونوں مہینے انتیس
کے ہوں - اور بعض کے نزدیک اسکے یہ معنی ہیں کہ تیس و انتیس کا اجر برابر ہی ملتا ہے اور یہ اخیر معنی قواعد شرعیہ کے
لحاظ سے زیادہ چسپاں ہوتے ہیں گویا آپ نے اس بات کا دفع کرنا چاہا کہ کسی کے دلمیں کسی بات کا وہم نہ گذرے
اور معلوم کرو کہ روزے کے باب میں تعمق کے اسباب مسدود کرنا اور تو باتیں لوگوں نے تعمق کرتے کرتے پیدا کرلی ہیں
انکا رد کرنا مقاصد ضروریہ سے تھا کیونکہ روزہ ایسی عبادت ہے کہ تمام یہود و نصاری اور عرب میں سے ان لوگوں
جنھوں نے اہل کتاب کا دین پسند کیا تھا شائع اور جاری تھا - اور چونکہ انھوں نے اس بات کا خیال کیا کہ روزہ فی الحقیقت
نفس کے مغلوب کرنے کا نام ہے لہذا انھوں نے تعمق کر کے اپنی طرف سے روزہ کے اندر امور ایجاد کر دیے جنسے زیادہ تر
نفس مغلوب ہو سکتا ہے اور اسکے اندر ملت الہی کی تحریف لازم آتی تھی اور ان امور میں یا تو کمیت کی زیادتی پائی
جاتی تھی یا کیفیت کی کمیت کی زیادتی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسطرح منع فرمایا **لا یتقدمن احدکم رمضان
بصوم یوم او یومین** الخ تم میں سے کوئی رمضان کی پیشقدمی نکرے ایکدن نہ دو دن کے روزے سے مگر جس شخص
کی کسی خاص دن روزہ رکھنے کی عادت ہو وہ اُس دن روزہ رکھ لے - اور نیز آنحضرت صلی اللہ وسلم نے عید الفطر اور شک
کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے اُسکا سبب یہ ہے کہ رمضان کا روزہ رکھنے اور ان دنوں کے روزہ رکھنے
میں کچھ فرق نہیں ہے لہذا اگر وہمی لوگ ان دنوں میں روزہ رکھنے کا طریقہ اختیار کرلیں تو انکے بعد جو طبقہ
پیدا ہوتا اسی طریقہ کو وہ بھی اپنے اندر جاری رکھتا اور اسی طرح اُسکے بعد کا طبقہ حتی کہ دین میں تحریف لازم آتی
اور تعمق فی الحقیقت اس بات کا نام ہے کہ احتیاط کی جگہ کو کوئی شخص اپنے اوپر لازم کرلیوے اور شک کا دن اسی
میں داخل ہے - اور کیفیت کے اندر زیادتی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسطرح منع کیا ہے کہ آپنے لوگوں کو
صوم وصال سے منع فرمایا ہے اور سحری کھانے کی رغبت دلائی ہے اور سحری کے دیر سے کھانے اور روزے کے جلد
کھولنے کا حکم دیا ہے کیونکہ یہ سب باتیں تشدد اور تعمق پر مبنی ہیں اور جاہلیت کے افعال میں سے ہیں اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول میں **اذا انتصف شعبان فلا تصوموہ** - جب نصف مہینہ شعبان کا گذر جاوے
اسمیں روزے مت رکھو اور حضرت ام سلمہؓ کی اس حدیث میں کچھ مخالفت نہیں ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کو بجز شعبان اور رمضان کے کبھی پے در پے دو مہینے کے روزے رکھتے نہیں دیکھا - اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم بسا اوقات بنفس نفیس وہ خود یہ افعال کیا کرتے تھے کہ جنکا اپنی امت کو حکم نہیں دیا کرتے تھے - اکثر یہ افعال

اس سب کے بند کرنے اور انضباطات کلیہ کے مقرر کرنے کے قبیلہ سے ہوتے تھے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس بات
مامون تھے کہ کسی شے کو بمحل استعمال کریں یا جس حد تک اُن افعال کو عمل میں لانے کا حکم دیا گیا ہے اُس سے بڑھکر
ملال خاطر اور ضعف جسمانی کی طرف نوبت پہونچے اور بجز آپ کے کوئی شخص اس بات سے مامون نہین ہے لہذا
اُنکے لیے قانون شرعی کے مقرر کرنے اور باب تعمق کے بند کرنے کی حاجت ہے یہی سبب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ وسلم
چار بیبیون سے زیادہ رکھنے کو منع فرماتے تھے اور آپکے لیے نو بلکہ اس سے بھی زیادہ اور حلال کی گئی تھین کیونکہ
منع کرنے کی علت یہ ہے کہ ظلم لازم نہ آوے - چاند کا دیکھنا ایک مسلمان عادل یا مستور الحال کے اس بات کی
گواہی دینے سے ثابت ہو جاتا ہے کہ میں نے چاند دیکھا ہے اور دونون صورتون مین چاند کا ثابت ہو جانا آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے ثابت ہوتا ہے کیونکہ ایک مرتبہ آپکے پاس ایک شخص اعرابی حاضر ہوا اور اُسنے
عرض کیا کہ مین نے چاند دیکھا ہے تو آپنے اُس سے فرمایا کہ کیا تو اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ خدا کے سوا کوئی معبود
نہین ہے اُسنے عرض کیا کہ ہان آپنے فرمایا اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالی کے پیغمبر ہین
اُسنے عرض کیا ہان آپنے فرمایا اے بلال لوگون مین اس بات کا اعلان کردے کہ کل کو لوگ روزہ رکھین اور ایکمرتبہ
حضرت ابن عمرؓ نے رویت ہلال بیان کی تو آپنے روزہ رکھ لیا - اور جسقدر امور دینیہ ہین اُن سب کا یہی حکم ہے
اور اُنکا حال مثل روایت حدیث کے ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تسحروا فان فی السحور برکۃ
سحری کھاؤ کیونکہ سحری کھانے میں برکت ہے - مین کہتا ہون اُسمین دو برکتین ہین بدن کی اصلاح کے لحاظ
یہ برکت ہے کہ بدن ضعیف نہین ہوتا اسلیے کہ روزے کی مقدار پورے دن بھر کے ان چیزون سے باز رہنے کی ہے
اُس مقدار مین زیادتی نکرنی چاہیے - اور دوسری برکت تدبیر دینی کے اعتبار سے ہے اور وہ یہ ہے کہ دین کے
اندر لوگ وہم نہ کیا کرین اور تحریف اور تغیر اُسمین نہونے چاہئین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
لایزال الناس بخیر ما عجلوا الفطر - جبتک لوگ افطار جلدی کرتے رہینگے خیریت سے رہینگے اور نیز آپنے فرمایا ہے
فصل ما بین صیامنا وصیام اہل الکتاب اکلۃ السحر - ہمارے اور اہل کتاب کے روزہ مین فرق سحری
کھانے کا ہے - اور اللہ پاک نے فرمایا ہے احب عبادی الی اعجلہم فطرا - اپنے بندون مین سے وہ بندہ
مجھے زیادہ پسند ہے جو افطار مین تعجیل کرے - مین کہتا ہون اس بات مین اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ
اس مسئلہ مین اہل کتاب نے تحریف کردی ہے لہذا اُنکی مخالفت کرنے اور اُنکی تحریف دور کرنے مین ملت
اسلام کا قیام ہے اور نیز آپ نے جب لوگون کو صوم وصال یعنی روزہ پر روزہ رکھنے سے منع کیا تو لوگون نے
آپ سے عرض کیا کہ آپ تو صوم وصال رکھتے ہین - آپ نے فرمایا تم مین مجھ سا کون ہے مجکو تو اللہ پاک رات مین
کھلاتا ہے اور پلاتا ہے - میرے نزدیک صوم وصال سے منع کرنے کے دو سبب ہین ایک تو یہ ہے کہ یہ روزہ جان
کی ہلاکت کا سبب نہو جیسے ہم بیان کر چکے ہین دوسرے یہ کہ دین کی تحریف لازم نہ آوے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے اس بات کی طرف اشارہ فرما دیا ہے کہ میرے لیے صوم وصال ہلاکت کا باعث نہین ہو سکتا کیونکہ

کیونکہ مجکو قوت ملکیہ نوریہ سے تائید ہوتی رہتی ہے اور آپ سب قباحتون سے مامون ہین اور آپکے اس قول مین کہ جو شخص
فجر سے روزہ کی نیت نکرے اسکا روزہ نہین ہوتا ہے اور آپکے اس قول مین حین لم یطعما مالی صائم یعنی جسوقت
کہ کھانا نہ ملے تو یہ کہے کہ مین روزہ رکھنے والا ہون اسلیے کہ آپکا قول اول روزہ فرض مین ہے اور دوسرا روزہ نفل مین اور
نفی سے مراد نفی کمال ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا سمع النداء احدکم - جب کوئی تم مین کا اذان
سنے اور ہاتھ مین برتن ہو جبتک اپنی حاجت پوری نکرلے اسکو نہ رکھے - مین کہتا ہون کہ اذان سے مراد اذان خاص ہے
اور وہ اذان بلال پر حدیث ہے اور یہ حدیث حدیث ان بلالا ینادی بلیل کا مختصر ہے اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے اذا افطر احدکم فلیفطر علی تمر فانہ برکۃ - جب کوئی تم مین کا روزہ کھولے تو چھوارے سے کھولے اسلیے
کہ اس سے روزہ کھولنے مین برکت ہے اور اگر اسکو نہ پائے تو پانی سے کھولے اسلیے کہ وہ پاک چیز ہے - مین کہتا ہون
شیرین چیز کیطرف طبیعت کو خصوصًا بھوک کی حالت مین میلان ہوتا ہے اور چھوارا شیرین چیز ہے الفت ہوتی ہے
اور عرب کے طبائع چھوارے کی طرف مائل ہوتے ہین اور طبیعت کے میلان کو اپنی مناسب چیز مین اثر ہوتا ہے
پس لامحالہ وہ اسکو بدن کے مناسب موقع پر استعمال کیلیے چھوڑے گی اور یہ ایک قسم کی برکت ہے اور نیز آپنے فرمایا ہے
من فطر صائما او جہز غازیا فلہ مثل اجرہ جو شخص روزہ دار کا روزہ کھلاوے یا مجاہد کے لیے سامان جنگ
کراوے تو اس شخص کو بھی صائم و مجاہد کے ثواب ملیگا - مین کہتا ہون جو شخص روزہ دار کا روزہ اس غرض سے
افطار کرادے کہ وہ شخص روزہ دار واجب التعظیم ہے تو اسکا روزہ افطار کرانا ایک قسم کا صدقہ اور روزہ کی تعظیم
اور اہل طاعت کے ساتھ سلوک کرنا ہے پس جب اسکے اس عمل کی صورت نامۂ عمل مین متمثل ہوئی تو گویا وہ صورت
روزہ کے معنی پر مشتمل تھی لہذا روزے کے ساتھ اسکو جزا دیگئی - روزہ افطار کرنے کے وقت ان کلمات کا کہنا سنت ہے
ذہب الظماء وابتلت العروق وثبت الاجر ان شاء اللہ - اور ان کلمات کے اندر ان حالتون پر شکر ہے جنکو انسانی
طبیعت یا اسکے ساتھ اسکی عقل بھی پسند کرتی ہے اور ان کلمات کا کہنا بھی آیا ہے اللہم لک صمت وعلی رزقک
افطرت - ان کلمات مین عملًا اخلاص اور نعمت پر شکر کرنے کی تاکید ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
لایصوم احدکم یوم الجمعۃ الا ان یصوم قبلہ او بعدہ - تم مین سے کوئی شخص جمعہ کے دن روزہ نہ رکھے
مگر ہان یہ کہ ایک دن اس سے پہلے یا بعد رکھ لیا کرے اور فرمایا ہے لاتخصوا لیلۃ الجمعۃ - الحدیث - راتون مین سے
شب جمعہ کو قیام کے ساتھ مت خاص کرو - میرے نزدیک اسمین دو حکمتین ہین ایک تو تعمق کا بند کرنا کیونکہ
شارع نے روز جمعہ کو خاص خاص عبادات سے مخصوص کیا ہے اور اور دنون پر اسکی فضیلت بیان کی ہے اسلیے
اس بات کا احتمال قوی تھا کہ تعمق کرکے لوگ اور عبادات کے ساتھ جمعہ کے اندر روزے کی عبادات کو بھی اصل
کرلیتے - دوسری حکمت عید کے معنی کا ثابت کرنا ہے کیونکہ عید سے خوشی اور لذائذ کا حاصل کرنا مفہوم ہوتا ہے
اور جمعہ کے عید قرار دینے مین یہ حکمت ہے کہ لوگون کو اس بات کا خیال رہے کہ جمعہ کے اندر اس قسم کا اجتماع
ہوتا ہے جسکی طرف انکے دل راغب ہوتے ہین اور اسمین جبر نہین ہوتا اور نیز آپنے فرمایا ہے لاصوم فی یومین الفطر

والاضحیٰ ان دونون میں روزہ جائز نہیں ایک عید الفطر دوسری عید الضحیٰ اور فرمایا ہے ایام التشریق ایام اکل و شرب
وذکر اللہ۔ ایام تشریق کھانے اور پینے اور خدا تعالیٰ کے یاد کرنے کے دن ہیں۔ میں کہتا ہون اسکے اندر عید کے
معنی کا ثابت کرنا اور خشک عبادت اور دین کے اندر تعمق کرنے سے انکی طبائع کا پھیرنا ہے اور فرمایا ہے لا یحل
لمرأة ان تصوم وزوجها شاہد الا باذنہ۔ کسی عورت کو اپنے خاوند کے موجودگی میں بلا اسکی اجازت کے روزہ رکھنا درست نہیں ہے
میں کہتا ہون اسکی یہ وجہ ہے کہ ایسے وقت میں روزہ رکھنے سے خاوند کے بعض حقوق تلف ہوتے ہیں اور
اسکی بشاشت اور دل لگی میں فرق آتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول میں الصائم المتطوع
یملک نفسہ ان شاء صام و ان شاء افطر۔ نفل کا روزہ رکھنے والا اپنی ذات کا مختار ہے چاہے روزہ رکھے
چاہے توڑ دے۔ اور اس قول میں جو حضرت عایشہ اور حفصہ رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے اقضیا یوما آخر مکانہ
اسکی جگہ دوسرے دن تم روزہ قضا کیجیو کچھ مخالفت نہیں ہے اسلیے کہ قول اول کے یہ معنی ہو سکتے ہیں کہ اگر وہ
روزہ دار چاہے اپنے اوپر قضا لازم کرکے روزہ توڑ دے اور آپ نے ممکن ہے ان دونون کو بطور استحباب کے
قضا کا حکم دیا ہو کیونکہ جس چیز کو لازم کر لیا ہے اسکے پورا ہی کرنے سے دل کو اطمینان ہوتا ہے یا آپ نے انکے
دلون میں اس بات کی طرف سے دقت کا ملاحظہ فرماکے خاصکر یہ حکم دیا ہو جیسا کہ حضرت عایشہؓ نے فرمایا
رجعوا بحجۃ وعمرۃ ورجعت بحجۃ فامرنا من التنعیم۔ وہ تو ایک حج و عمرہ کرکے واپس ہوے ہیں اور میں ایک
حج کرکے اب مقام تنعیم سے عمرہ کرونگی۔ اور آپ نے فرمایا من نسی وہو صائم فاکل او شرب فلیتم صومہ
فانما اطعمہ اللہ وسقاہ۔ اگر روزہ دار روزہ کی حالت میں کھالے یا کچھ پی لے تو اسکو اپنا روزہ پورا کر لینا چاہیے
کیونکہ خدا ہی اسکو کھلاتا اور پلاتا ہے۔ میں کہتا ہون صرف روزہ کے اندر نسیان کی حالت میں اللہ تعالیٰ
نے آدمی کو معذور کیا ہے اور کسی عبادت میں بھولنے سے وہ معذور نہیں ہوتا اسلیے کہ روزہ کے اندر کوئی
ایسی ہیئت نہیں پائی جاتی جس سے اسکو روزہ یاد رہے بخلاف اور احرام کے کہ ان دونون کے اندر اس قسم کی
ہیئت پائی جاتی ہے۔ مثلاً قبلہ رخ کھڑا ہونا اور بے سلا ہوا کپڑا پہننا لہذا روزہ کے اندر معذور رکھنا مناسب ہوا
اور ایک مرتبہ رمضان کے دن میں ایک شخص نے اپنی بیوی سے مجامعت کر لی تو آپ نے اس سے فرمایا اعتق
رقبۃ۔ یعنی ایک غلام آزاد کر۔ میں کہتا ہون جب اس شخص نے شعائر الہی کی حرمت کا ہتک کیا جسکا منشا
افراط طبعی تھا لہذا ضروری ہوا کہ اسکے مقابلے میں اسکے اوپر ایک ایسی عبادت واجب کیجاے جو اسکے
نفس پر نہایت شاق ہو تاکہ اسکے سامنے اسکی صورت پیش رہے اور نفس کے غالب ہونے سے اس شخص
باز رکھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مسواک کرنے اور یہ فرمانے کہ روزہ دار کے منھ کی بو خدا تعالیٰ کو
مشک کی بو سے زیادہ پسندیدہ ہے کچھ مخالفت نہیں ہے کیونکہ ایسے کلام سے مبالغہ مقصود ہوا کرتا ہے
گویا آپ نے یہ فرمایا ہے کہ گویا وہ شخص خدا تعالیٰ کو اسقدر محبوب ہے کہ اسکے منھ کی بدبو بھی اسکو اچھی
معلوم ہوتی ہے اور نیز ان دونون حدیثون میں اختلاف نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

لیس من البر الصیام فی السفر ذہب المفطرون بالاجر۔ سفر مین روزہ رکھنا اچھا نہین ہے جو لوگ روزہ نہین رکھتے وہ ماجور ہین اور فرمایا ہے من کانت لہ حمولۃ تاوی الی شبع فلیصم رمضان حیث ادرکہ۔ یعنی جس شخص کے پاس سواری ہو جو منزل تک اُسکو آرام سے پہونچا سکے تو رمضان کو جس جگہ پائے روزہ رکھے اسلیے کہ پہلی حدیث اُس صورت کے ساتھ مخصوص ہے جب روزہ رکھنا شاق ہو جس سے ضعف اور غشی تک نوبت پہونچے چنانچہ راوی کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے قد ظلل علیہ۔ یا مسلمانون کو ایسی حاجت ہے کہ بغیر افطار کے وہ حاجت پوری نہین ہوتی چنانچہ راوی کہتا ہے فسقط الصوامون وقام المفطرون یعنی روزہ دار گر پڑے اور بے روزہ دار اُٹھ کھڑے ہو گئے یا کوئی شخص اپنے دل مین اس رخصت کی کراہت کا گمان کرتا ہے اور اسی قسم کی اسباب کی صورتون مین یہ حکم ہے اور دوسرا اُس صورت مین ہے کہ سفر مین چندان مشقت نہو اور اسباب مذکورہ سے خالی ہو نیز ان دو حدیثون مین اختلاف نہین ہے کہ آپ نے فرمایا ہے من مات وعلیہ صوم صام عنہ ولیہ۔ جس شخص کے ذمہ کوئی روزہ ہو اور وہ مر جائے اُسکی طرف سے اُسکا وارث روزہ رکھے اور اُسی کے حق مین فرمایا ہے فلیطعم عنہ مکان کل یوم مسکینا۔ تو اُسکو چاہیے کہ ہر دن کی جگہ ایک مسکین کو کھانا کھلاوے اسلیے کہ دونون امرون سے ہر ایک کے کافی ہونے کا احتمال ہے اور آپ نے دو جگہ مین ایک نوعیت کے اعتبار سے۔ کیونکہ بہت سے نفوس جو اپنے ابدان سے مفارقت کرتے ہین اُنکو اس بات کا ادراک ہوتا ہے کہ عبادت مین سے کوئی عبادت جو اُنپر واجب تھی اور اُسکے ترک کرنے سے اُنسے مواخذہ کیا جائیگا اُنسے فوت ہو گئی ہے اسلیے وہ نفوس رنج والم کی حالت مین رہتے ہین اور اس سبب سے اُنپر وحشت کا دروازہ کھل جاتا ہے ایسے وقت مین اُنپر بڑی شفقت یہ ہے کہ لوگون مین سے جو سب سے زیادہ اُس میت کا قریب ہے اُسکا سا عمل کرے اور اس بات کا قصد کرے کہ یہ عمل اُسکی طرف سے کرتا ہے اس قصد کی قرابت کو مفید ثابت ہوتا ہے یا وہ شخص کوئی اور دوسرا کام مثل اُسی کام کے کرتا ہے اور ایسا ہی اگر ایک شخص نے کسی چیز کے صدقہ کرنیکا ارادہ کیا تھا مگر وہ بغیر صدقہ کیے مر گیا تو اُسکے وارث کو اُسکی طرف سے صدقہ کرنا چاہیے اور جنازہ کی نماز مین ہمنے جو بیان کیا ہے اگر وہی بیان مردون کیلیے زندون کے صدقہ کرنے کے متعلق کیا جاوے تو ہو سکتا ہے۔ اور دوسری صورت دین کے اعتبار سے ہے اور وہ تاکید بلیغ کا ثابت ہونا ہے یعنی تاکہ لوگ معلوم کر لین کہ روزہ ایسی ضروری عبادت ہے کہ بعد مرنے کے بھی ساقط نہین ہوتا۔

## اُن امور کا بیان جو روزے کے متعلق ہین

معلوم کرنا چاہیے کہ روزہ کا کمال افعال و اقوال شہویہ و سبعیہ اور شیطانیہ سے اُسکا محفوظ رکھنا ہے کیونکہ یہ امور نفس کو اخلاق رذیلہ کی یاد دہانی کرتے ہین اور اوصاف قبیحہ کیطرف اُسکو برانگیختہ کرتے ہین اور نیز اُن چیزون سے روزہ کا محفوظ رکھنا جو روزہ توڑنے کے دواعی اور اسباب ہین۔ پہلے امور کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے فلا یرفث ولا یصخب وان سابہ احد او قاتلہ فلیقل انی صائم

پس بیہودہ گفتگو نکرے اور شور نہ مچائے پھر اگر کوئی شخص اُسکو بُرا کہے یا اُس سے لڑے تو اُسکو یہ کہدینا چاہیے کہ میں روزے سے ہوں۔ اور آپنے فرمایا ہے من لم یدع قول الزور والعمل بہ فلیس للہ حاجۃ فی ان یدع طعامہ وشرابہ۔ جو شخص جھوٹی بات اور اُسپر عمل نہ چھوڑے تو خدا تعالیٰ کو اُسکا کھانا پینا ترک کرنے کی حاجت نہیں ہے۔ یہاں مراد نفی سے نفی کمال کی ہے۔ اور دوسرے امر کے متعلق آپنے فرمایا ہے افطر الحاجم والمحجوم فان المحجوم تعرض للافطار من الضعف والحاجم لانہ لایامن ان یصل الی جوفہ شیء بمصہ الحدیث۔ پچھنے لگانے والا اور لگوانے والا دونوں افطار کرین لگوانے والا تو اسلیے کہ ضعف کے سبب سے وہ افطار کے قابل ہو گیا اور لگانے والا اسلیے کہ سینگی کے چوسنے سے اُسکی حلق کی اندر کسی چیز کے پہونچنے کا احتمال ہے اور بوسہ لینا اور مباشرت بھی اسی قبیلہ سے ہے اور لوگوں نے اسکے اندر زیادہ افراط اور تعمق کیا تھا اور قریب تھا کہ اسکو رکن کے مرتبہ میں قرار دیں اسلیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قولاً اور فعلاً اس بات کا بیان کر دیا کہ اُس سے نہ روزہ ٹوٹتا ہے اُسمین کچھ نقصان لازم آتا ہے اور رخصت کے لفظ سے اس بات کی طرف بھی اشارہ کر دیا کہ آپکے سوا دوسرے کے لیے یہ چیزیں مکروہ ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو شریعت کے بیان کرنے پر مامور ہی تھے لہذا آپکے حق میں انکا کرنا اولیٰ تھا اور ایسے ہی تمام اُن چیزوں کا حال ہے جنمیں محسنین کے درجہ سے عامہ مومنین کے درجہ کی طرف تنزل فرمایا ہے۔ واللہ اعلم۔

روزہ کے اندر انبیاء علیہم السلام کے طریقے مختلف رہے ہیں۔ نوح علیہ السلام تو ہمیشہ روزہ رکھتے تھے اور داؤد علیہ السلام ایک روز رکھتے تھے اور دو روز یا ایک روز نہ رکھتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بذات خود کبھی اسقدر رکھتے تھے کہ دیکھنے والا کہتا کہ آپ کبھی نہ چھوڑینگے اور کبھی اسقدر چھوڑ دیتے کہ دیکھنے والا کہتا کہ آپ روزہ نہ رکھینگے مگر بجز مہینہ رمضان کے پورے کسی مہینہ کے نہ رکھتے تھے اور اُسکا سبب یہ ہے کہ روزہ فی الواقع ایک تریاق ہے اور تریاق کا استعمال مرض کی مقدار کے اعتبار سے ہوتا ہے اور حضرت نوح علیہ السلام کی امت کے لوگ نہایت مضبوط ہوتے تھے چنانچہ اُنکے بڑے بڑے حالات مروی ہیں اور حضرت داؤد علیہ السلام بھی نہایت قوی اور مضبوط آدمی تھے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وکان لایفر اذا لاقی۔ یعنی جب کسی سے بھڑ جاتے تھے تو بھاگتے نہ تھے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ضعیف البدن اور فارغ البال تھے اور نہ اُنکے گھر تھا اور نہ اُنکے پاس کچھ مال تھا اُنمیں سے ہر ایک نے جو صورت حال کے مناسب دیکھی اُسکو پسند کر لیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روزہ رکھنے اور نہ رکھنے کے فوائد سے خوب واقف تھے اور اپنے حال اور اُسکے مناسب افعال سے خوب واقف تھے لہذا مصلحت وقت کے اعتبار سے جو آپ نے مناسب سمجھا اُسکو اختیار کیا اور اپنی امت کے لیے بھی درمیان کے چند روزے پسند کیے انجملہ عاشورہ کا روزہ اور اُسکے مشروعیۃ میں یہ رمز ہے کہ خدا تعالےٰ نے فرعون اور اُسکی قوم کے مقابلہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مدد کی ہے اور اس پر موسیٰ علیہ السلام نے اُسکے شکر میں روزہ رکھا ہے اور اس روزہ کا اہل کتاب اور عرب میں

دستور تھا لہذا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اُسکو برقرار رکھا اور ایک عرفہ کا روزہ ہے اسمین یہ رمز ہے کہ
اُس روزے سے حاجیون کے ساتھ مشابہت اور اُنکی طرف شوق پیدا ہوتا ہے جس رحمت کا نزول اُنپر ہوتا ہے ادھر
بھی اُسکی توجہ ہوجاتی ہے اور عاشورہ کے روزہ پر اس روزہ کو فضیلت حاصل ہونے کا یہ سبب ہے کہ عرفہ کا روزہ رکھنا
فی الحقیقت اُس رحمت الٰہی کے دریا مین غرق ہوجانا ہے جو اُس روز بندون پر نازل ہورہی ہے اور عاشورہ کے
روزہ کا اُس رحمت کا اپنی طرف متوجہ کرنا منظور رہتا ہے جو گذر چکی لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب رحمت الٰہی کے
دریا مین غرق ہونے کے ثمرہ کی طرف ملاحظہ کیا جسکی وجہ سے گناہ سابق محو ہوجاتے ہین اور گناہ لاحق سے بُعد
ہوجاتا ہے بایں معنی کہ آدمی کا دل اُنکو قبول نہین کرتا تو یہ ثمرہ آپنے عرفہ کے روزے مین مقرر کیا - اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے اپنے حج مین عرفہ کا روزہ نہین رکھا اصل وجہ یہی ہے جو قربانی اور عید کی نماز مین ہم بیان کرچکے ہین
کہ ان سب امور کا ملنا حجاج کے ساتھ مشابہت پیدا کرنے پر ہے اور مشابہت انھین لوگون کو پیدا کرنی چاہیے جو
حجاج نہین ہین - اور ایک شوال کے چھ روزے ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من صام صیام
رمضان فاتبعہ ستا من شوال کان کصیام الدھر کلہ - جو شخص رمضان کے روزے رکھکر اُسکے بعد شوال کے
چھ روزے اور رکھ لیا کرے تو ہمیشہ روزے رکھنے کے برابر ہے اور ان روزون کی مشروعیت مین یہ بھید ہے کہ یہ روزے
ایسے ہین جیسے نماز پنجگانہ کے ساتھ سنتین مقرر کی گئی ہین جنکی وجہ سے اُن لوگون کے فائدہ کی تکمیل ہوجاتی ہے جو
اصل نماز سے پورا فائدہ نہین حاصل کرتے اور ان روزون کی فضیلت مین یہ بات کہ اُنکی وجہ سے آدمی کو ہمیشہ روزے
رکھنے کے برابر ثواب ملتا ہے اسواسطے مخصوص کیے گئے کہ یہ قاعدہ مقرر ہے کہ ایک نیکی کا ثواب دس نیکی کے برابر
ملتا ہے اور ان چھ روزون سے یہ حساب پورا ہوجاتا ہے (یعنی تیس اور چھ چھتیس ہوے اور چھتیس دہائی تین سو ساٹھ
ہوتے ہین جو ایک سال کے دن ہین اور ایک ہر ماہ مین تین روزون کا رکھنا ہے کیونکہ وہ بھی اسی حساب سے
سال بھر کے روزون کے برابر ہین اور تین کی مقدار کثرت کا ادنیٰ درجہ ہے اب اس بات مین روایت مختلف ہے
کہ کون سے تین روز رکھنا چاہئین ایک روایت مین تو آیا ہے اے ابوذر اگر مہینے مین تو تین روزے رکھے
تو مہینے کی تیرھوین اور چودھوین اور پندرھوین کو رکھا کر اور ایک روایت مین آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
ایک مہینے مین ہفتہ اور اتوار اور پیر کے دن اور دوسرے مہینے مین منگل بدھ جمعرات کے دن روزے رکھا کرتے تھے
اور ہر مہینے کی پہلی تاریخ سے بھی تین دن روزے رکھنا ایک روایت مین آیا ہے اور ایک حدیث مین یہ بھی
آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُم سلمہ کو تین دن کے روزے رکھنے کا حکم دیا جنکا پہلا دن پیر یا جمعرات ہے
اور ہر ایک کے لیے کچھ نہ کچھ سبب ہے اور معلوم کرنا چاہیے کہ شب قدر کی دو راتین ہین ایک تو وہ رات جسمین
تمام امور حکمیہ کی تقسیم ہوتی ہے اور اسی رات مین پورا قرآن پہلے آسمان پر اترا ہے بعد ازان تھوڑا تھوڑا نازل ہوا
ہوتا رہا تھا یہ شب سال بھر مین ایک رات ہوتی ہے یہ ضرور نہین ہے کہ ماہ رمضان ہی مین ہو البتہ رمضان کے مہینے مین
اُسکے پائے جانے کا احتمال قوی ہے اور جس سال قرآن اُترا ہے تو اُس سال یہ رات رمضان کے مہینہ مین ہوئی ہے

اور دوسری شب قدر وہ ہے جسمین روحانیت کا عالم کے اندر پھیلاو ہوتا ہے اور اُس شب مین ملائکہ مقربین کا
زمین کی طرف نزول ہوتا ہے اور مسلمان لوگ اتفاق سے اُس شب مین عبادتون مین مشغول ہوتے ہین اور باہم
انکے انوار کا ظل ایک دوسرے پر پڑتا ہے تو ملائکہ سے انکو قرب ہو جاتا ہے اور شیاطین اُنسے دور ہو جاتے ہین اور
اُنکی دعائین اور عبادتین مقبول ہوتی ہین اور یہ شب رمضان کے اخیر عشرہ مین طاق تاریخون مین مقدم و موخر
ہوتی رہتی ہے لیکن عشرہ اخیرہ سے باہر نہین ہوتی - تو جو شخص شب قدر سے پہلی شب مراد لیتا ہے اسکا تو یہ قول ہے
کہ شب قدر سال بھر کبھی کبھی ہوتی ہے اور جو شخص شب قدر سے دوسری شب قدر مراد لیتا ہے اُسکا یہ قول ہے
کہ رمضان کے آخر عشرہ مین ہوتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مین تمہاری خواب کو ستائیسوین
شب مین متفق پاتا ہون اور جس شخص کو اُس شب کی تلاش ہو وہ ستائیسوین رات مین تلاش کرے اور
آپنے فرمایا مجکو یہ رات دکھائی گئی پھر مجھے بھلا دیگئی اور مین نے اُسکی صبح کو اپنے آپکو پانی اور مٹی مین سجدہ
کرتے دیکھا اور یہ بات اکیسوین شب مین دیکھی گئی یعنی اکیسوین شب کی صبح کو لوگون نے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی پیشانی پر پانی اور مٹی کا اثر دیکھا اور صحابہؓ کے درمیان شب قدر مین خلاف ہے اُسکا منشا شب قدر
کے دیکھنے پر ہے جو شخص شب قدر کو دیکھے اُسکو یہ دعا پڑھنی چاہیے اللھم انک عفو تحب العفو فاعف عنی
اور مسجد کے اندر اعتکاف کرنا جمعی اور قلب کی صفائی اور عبادت کے لیے فراغت اور ملائکہ کے ساتھ مشابہت
پیدا ہونے اور شب قدر کے لیے منتظر رہنے کا سبب ہے اسلیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکو اخیر عشرہ مین
پسند کیا اور اپنی امت کے محسنین کے لیے اسکو مقرر فرمایا حضرت عائشہؓ فرماتی ہین معتکف کی سنت ہے کہ
کسی مریض کی عبادت کو نجاوے اور کسی کے جنازے مین نہ شریک ہو اور عورت کو نہ ہاتھ لگائے نہ صحبت کرے
اور بغیر حاجت کے مسجد سے باہر نہ آئے مگر مجبوری کی بات جدی ہے اور بغیر روزے کے اعتکاف نہین ہوتا
اور نہ سواے جامع مسجد کے کہین ہوتا ہے اسکا سبب یہ ہے کہ اعتکاف کے معنی کا ثابت کرنا ہے تاکہ
عبادت کی قدر اور نفس پر مشقت معلوم ہو اور عادت کی مخالفت پائی جاے - واللہ اعلم

## یہان سے اُن احادیث کا بیان ہے جو حج کے باب مین وارد ہوئی ہین

حج کے اندر جن مصالح کا لحاظ کیا گیا ہے وہ چند امور ہین از انجملہ بیت اللہ کی تعظیم ہے کیونکہ شعائر الٰہی
سے ہے اور اُسکی تعظیم خدا تعالیٰ کی تعظیم ہے اور از انجملہ اجتماع کے معنی کا ثابت کرنا ہے کیونکہ ہر دولت
اور ہر ملت کے لیے اجتماع کا ایک دن ہوتا ہے جسمین ادنیٰ و اعلیٰ موجود ہوتے ہین تاکہ باہم ایک دوسرے سے
معرفت حاصل کرین اور ملت کے احکام سیکھین اور اُسکے شعائر کی تعظیم کرین اسی طرح مسلمانون کے جمع ہونے
اور اُنکی شوکت کے ظاہر ہونے اور اُنکے لشکرون کے جمع ہونے اور دین کی عزت کا دن ہے چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے
واذ جعلنا البیت مثابۃ للناس و امنا - اور جبکہ ہم نے کعبہ کو ٹھیرایا لوگون کا مرجع اور اُنکے لیے امن کی جگہ

اور از انجملہ حضرت ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام سے لوگون مین جو دستور چلا آتا ہے اُسکے ساتھ موافقت کرنا ہے
کیونکہ وہ دونون ملت حنفی کے امام اور عرب کے لیے اُسکے احکام مقرر کرنے والے ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کی بعثت سے اُسی ملت کا ظاہر کرنا اور سب ملتون پر اُسکا غالب کرنا مقصود ہے چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے
ملت ابیکم ابراہیم - تمھارے باپ ابراہیم کی ملت لہذا اُس ملت کے اماموں سے جو طریقہ جاری رہا ہے اُسکی محافظت
ضروری ہوئی مثلاً فطرت کے خصائل اور حج کے مناسک چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے قفوا علی
مشاعرکم فانکم علی ارث من ارث ابیکم ابراہیم - اور اپنے مشاعر پر وقوف کرو کیونکہ تمھارے باپ حضرت ابراہیم
علیہ السلام کے ورثہ مین سے تمکو ورثہ پہونچا ہے اور از انجملہ ایک ایسی بات پر اتفاق کا پایا جانا ہے جسمین ہر خاص و عام
کے لیے آسانی ہے جیسے منیٰ مین اُترنا اور مزدلفہ مین شب کو قیام کرنا - کیونکہ اگر ایسی بات پر اُنکا اتفاق ہوتا تو اُنکے
لیے سخت دشواری ہوتی اور اگر اُسکا حکم قطعی نہین دیا جاتا تو باوجود اُس کثرت اور انتشار کے سب لوگ ایک بات پر
متفق نہوتے اور از انجملہ ایسے اعمال کا پایا جانا جنسے اُنکے گروہ کا موحد اور حق کا تابع ہونا اور ملت حنفی مین
داخل ہونا اور اُس ملت کے گذشتہ لوگون پر جو انعامات ہوئے ہین اُنپر شکر کرنا معلوم ہوتا ہے جیسے صفا مروہ
مین سعی کرنی اور از انجملہ یہ ہے کہ اہل جاہلیت بھی حج کیا کرتے تھے اور حج اُنکے دین کے اصول مین سے تھا لیکن
اُنھون نے اُسکے اندر اور بہت سی باتین جنکا حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پتہ نہ لگتا تھا اور صرف اُنھین کی ایجاد
شدہ تھین شامل کرلی تھین اور اُن باتون مین شرک پایا جاتا تھا جیسے اساف و نائلہ اور مناۃ و طاغیہ کے لیے
احرام باندھنا اور اُنکا تلبیہ مین یہ کہنا لاشریک لک الا شریکا ہو لک اور یہ باتین ایسی تھین جنسے نہایت تاکید سے
منع کرنا ضروری تھا - اور بہت سی باتین بطریق فخر اور خود پسندی کے اپنی طرف سے ایجاد کرتے تھے جیسے حمس کا کہنا
کہ ہم خدا کے جوار مین رہتے ہین اسلیے حرم سے ہم نہ نکلینگے - اسلیے یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ثم افیضوا من حیث
افاض الناس - پھر تم چلو جس رستہ سے لوگ چلدیے - اور منیٰ کے دنون مین وہ لوگ اپنے باپ داداؤن کی
ثنا بیان کیا کرتے تھے لہذا یہ آیت نازل ہوئی فاذکروا اللہ کذکرکم آباءکم او اشد ذکرا - یاد خدا کی ایسی کیا کرو
جیسے اپنے باپ دادا کا ذکر کرتے ہو یا اُس سے بھی زیادہ - اور چونکہ انصار نے اُسکی حقیقت کو معلوم کرلیا اسلیے صفا
مروہ مین بھی سعی کرنے سے اُنکو پرہیز ہوا حتی کہ یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ
صفا اور مروہ خدا کی نشانیون مین سے ہین - اور از انجملہ یہ ہے کہ اُنھون نے اپنی طرف سے قیاسات فاسدہ ایجاد
کرلیے تھے جنکا مدار دین مین رخنہ زنی کرنے پر تھا اور اُن باتون مین لوگون کو دقت تھی اور رد ہونے اور متروک
ہونے کے قابل تھین جیسا کہ اُنکا یہ کہنا کہ قوم گھرون کے دروازون سے داخل نہون اور چھتون پر سے یعنی پشت
کی طرف سے چڑھکر گھرون مین آیا کرتے تھے اُنکو یہ خیال تھا کہ دروازہ سے مکان کے اندر آنا ایک معمولی بات ہے
جو احرام کی ہیئت کے منافی ہے اسلیے یہ آیت نازل ہوئی ولیس البر بان تاتوا البیوت من ظهورها پشت کی
طرف سے تمھارا گھرون مین آنا کچھ بھلائی کی بات نہین ہے اور ایام حج مین وہ لوگ خرید و فروخت کو مکروہ جانتے تھے

اور یہ خیال کرتے تھے کہ ان ایام مین تجارت کرنے سے عمل مین خلوص نہین رہتا پس یہ آیت نازل ہوئی ولا جناح علیکم
ان تبتغوا فضلا من ربکم۔ اپنے پروردگار سے فضل کی تلاش مین تمپر کچھ مضایقہ نہین اور اس بات کو اچھا جانتے
تھے کہ بغیر سفر خرچ کے حج کرین اور اپنے آپ کو متوکل کہتے تھے اور پھر لوگون کو تنگ کیا کرتے تھے اور اپنے نفس پر ظلم کیا کرتے تھے
اسلیے یہ آیت نازل ہوئی فتزودوا فان خیر الزاد التقوی۔ اور سفر خرچ لیلو البتہ بہتر زادراہ پرہیزگاری ہے
اور انکا قول تھا کہ حج کے ایام مین عمرہ کرنا بڑا سخت گناہ ہے اور کہا کرتے تھے جب صفر کا مہینہ گذر گیا اور
اونٹون کے پشت کے زخم اچھے ہوگئے اور سفر کے آثار جاتے رہے تو عمرہ کرنے والے کے لیے عمرہ درست ہوگیا
اور آفاقیون کے لیے اسمین نہایت دقت تھی کیونکہ عمرہ کے لیے انکو از سر نو سفر کرنے کی حاجت پڑتی تھی اسلیے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع مین اس بات کا حکم دیا کہ عمرہ کرکے احرام سے باہر آوین اور اسکے بعد
حج کرین اور اس امر مین آپنے بہت تشدد سے فرمایا کیونکہ یہ باتین انکی عادات مین داخل ہوکر مرکوز خاطر ہوگئی تھین
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا ایہا الناس قد فرض علیکم الحج الخ۔ اے لوگو تمہارے اوپر حج
فرض کیا گیا لہذا حج کرو۔ اس اثنا مین ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہر سال آپ یہ سنکر خاموش
ہو رہے حتی کہ اس شخص نے تین مرتبہ یہی سوال کیا تو آپنے فرمایا اگر کہدون مین (ہان) تو البتہ ہر سال واجب
ہو جاوے اور تم نکر سکو۔ میرے نزدیک اسمین یہ راز ہے کہ کسی خاص وقت پر وحی الہی نازل ہونے کا سبب
لوگون کا ایک امر پر متوجہ ہونا اور انکے علوم اور انکی ہمتون کا اس امر کو قبول کرلینا اور اس مقدار کا لوگون مین
مشہور اور متداول ہونا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خدا تعالے سے اسکا طلب کرنا ہوتا ہے پس جب یہ
دونون امر جمع ہوجاتے ہین تو اسکے موافق وحی کا نازل ہوجانا ضروری ہوجاتا ہے۔ اور یہ امر تم بیان سے
معلوم کرسکتے ہو کہ خدا تعالے نے کوئی کتاب کسی زبان مین بجز ان لوگون کی زبان کے اور بجز ایسے الفاظ
جنکو وہ سمجھ سکین نہین نازل فرمائی اور نہ کوئی ایسا حکم یا دلیل انکے لیے بیان کی کہ جو وہ آسانی سے نہ سمجھ سکین
اور یہ ہو بھی نہین سکتا۔ اسلیے کہ وحی کا مدار خدا تعالی کی عنایت پر ہے اور عنایت اسمین پائی جاتی ہے
کہ جس امر کو وہ آسانی سے قبول کرسکین وہی بات انکے لیے تجویز کیجاوے اور کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
عرض کیا سب اعمال مین سے کونسے عمل کو فضیلت ہے آپ نے فرمایا خدا تعالے اور اسکے رسول پر ایمان رکھنا
پھر عرض کیا اسکے بعد سب اعمال مین کونسا عمل بہتر ہے فرمایا خدا کی راہ مین جہاد کرنا اسنے کہا اسکے بعد کونسا عمل
افضل ترین اعمال کا ہے آپنے فرمایا حج مبرور۔ اس حدیث مین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کی فضیلت مین
یہ فرمانے سے الا انبئکم بافضل اعمالکم الحدیث۔ کیا مین تمہارے اعمال مین سے افضل ترین عمل نہ بتلادون
اسلیے کہ فضیلت اعتبارات کے مختلف ہونے سے مختلف ہوجاتی ہے اور یہان پر فضیلت کا دین الہی کی تعظیم اور
شعائر الہی کے ظہور کے لحاظ سے بیان کرنا مقصود ہے اور اس اعتبار سے ایمان کے بعد جہاد اور حج کے برابر کوئی
عمل نہین ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من حج للہ فلم یرفث ولم یفسق رجع کیوم ولدتہ امہ

جو شخص اللہ تعالے کے لیے حج کرے اور اسمین لغو باتین اور فسق کے کام نکرے تو اُس روز کا سا ہو جاتا ہے جیسے کہ اپنی
مان کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان عمرة فی رمضان تعدل حجة -
رمضان مین ایک عمرہ ایک حج کے برابر ہے میرے نزدیک اسکی وجہ یہ ہے کہ حج کو عمرہ پر فضیلت حاصل ہونیکا
یہی سبب ہے کہ حج کے اندر شعائر الہی کی تعظیم اور رحمت الہی کے طلب کرنے پر لوگون کا اجتماع ہوتا ہے اور عمرہ مین
یہ بات نہین ہوتی رمضان کے مہینہ مین جو عمرہ پایا جاتا ہے وہ حج کا کام دیتا ہے اسلیے کہ رمضان کے مہینے مین
محسنین کے      کا پرتو پڑتا رہتا ہے اور عالم مین روحانیت کا نزول ہوتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے من ملک زادا وراحلة تبلغه الی بیت اللہ ولم یحج فلا علیه ان یموت یهودیا او نصرانیا جس شخص
کے پاس زاد راہ اور ایسی سواری ہو جو بیت اللہ تک پہونچا سکے اور اُسنے حج نہین کیا پھر نہین پرواہ اُسکو کہ یہودی
ہوکر مرے یا نصرانی ہوکر - مین کہتا ہون اسلام کے ارکان مین سے کسی رکن کا ترک کر دینا ایسا ہے جیسے اسلام سے
باہر ہو جانا اور حج کے ترک کرنے والے کو یہودی اور نصرانی کے ساتھ اور تارک صلوۃ کو مشرک کے ساتھ اسلیے
تشبیہ دیگئی کہ یہود و نصاری نماز پڑھتے ہین لیکن حج نہین کرتے اور مشرکین عرب حج کرتے تھے لیکن نماز نہین
پڑھتے تھے کسی نے آپ سے عرض کیا کہ حج کرنے والا کیسا ہوتا ہے آپنے فرمایا سر مین خاک بدن مین بدبو - پھر
عرض کیا گیا کون سا حج بہتر ہے آپنے فرمایا جسمین باواز بلند تلبیہ کہے اور قربانی کرے پھر عرض کیا گیا راستہ سے
کیا مراد ہے یعنی من استطاع الیه سبیلا مین آپنے فرمایا زاد راہ اور سواری - مین کہتا ہون حاجی کی شان
خدا تعالی کے لیے نیازمندی ہے اور حج کے اندر جس مصلحت کا اعتبار کیا گیا ہے وہ اعلاء کلمة اللہ اور حضرت
ابراہیم علیہ السلام کے طریقہ کی موافقت اور خدا تعالی کی جو اُنپر انعامات ہوے ہین اُنکا یاد کرنا ہے - اور زاد راہ
اور سواری سے راستہ کی تعیین اسلیے کی گئی کہ یہ دونون چیزین آسانی کا سبب ہین جسکی رعایت حج جیسی عبادت
شاقہ مین ضروری ہین اور جنازہ کی نماز اور میت کی طرف سے روزہ رکھنے کا بیان کیا ہے اگر وہی بیان دوسرے
شخص کی طرف سے حج کرنے کے متعلق کیا جاے تو ہو سکتا ہے -

## مناسک کا بیان

معلوم کرنا چاہیے کہ صحابہؓ اور تابعین رحمہ اللہ علیہم اور تمام مومنین سے جو مناسک منقول ہین وہ چار ہین
حج مفرد - عمرہ مفرد - حج تمتع - حج قران - مکہ کے باشندون کو حج مفرد کرنے کی یہ صورت ہے کہ وہین احرام باندھے
اور احرام کی حالت مین جماع اور اُسکے دواعی اور سر منڈوانے اور ناخون ترشوانے اور سلا ہوا کپڑا پہننے
اور سر ڈھکنے اور خوشبو لگانے اور شکار کرنے سے اجتناب کرے اور ایک قول کے موافق نکاح سے بھی اجتناب
کرے - پھر عرفات کو جاوے اور عرفہ کی شام وہان موجود ہو جاوے پھر بعد غروب آفتاب کے وہان سے واپس
ہو کر مزدلفہ مین شب باشی کرکے اور قبل طلوع آفتاب کے منا مین آکر عقبہ کبری کی رمی جمار کرے - اب اگر اُسکے ساتھ

میسر ہو تو وہین اُسکی قربانی کرے اور سر منڈواوے یا بال ترشوائے پھر ایام منا مین طواف الافاضہ کرے اور صفا مروہ مین سعی کرے اور افاقی کے لیے یون کرنا چاہیے کہ ہر ایک اپنی میقات سے احرام باندھے اور عرفات مین ٹھہرنے سے پہلے اگر وہ مکہ مین آگیا تو وہ طواف قدوم کرے اور اُسمین اکڑ کر چلے اور صفا مروہ مین سعی کرے پھر اپنے احرام پر بدستور قائم رہے حتی کہ عرفات پر مقیم ہو اور رمی جمار کرے اور سر منڈاوے اور طواف کرے اور اب اگر تشنہ اور دوڑنے کا حکم نہین ہے اور عمرہ کی ترکیب کے والون کے لیے یہ ہے کہ حل سے احرام باندھے اور آفاقی کو اپنے اپنے میقات سے احرام باندھنا چاہیے بعد ازان طواف و سعی کرے اور بالون کو منڈاوے یا ترشوائے - اور تمتع کی صورت آفاقی کے لیے یہ ہے کہ حج کے مہینون مین عمرہ کے لیے احرام باندھے پھر مکہ مین آوے اور اپنا عمرہ پورا کرکے احرام سے باہر آوے اور حج کے ایام تک بغیر احرام کے رہے اور جو اُسکو گاے بکری میسر ہو اُسکی قربانی کرے - قران کی یہ صورت ہے کہ باہر کا آدمی معًا حج و عمرہ کے لیے احرام باندھے پھر مکہ مین آوے اور اپنے احرام پر قائم رہے جبتک فعال حج سے فارغ ہو اور اُسکو ایک طواف اور ایک مرتبہ سعی کرنا چاہیے اور ایک قول کے موافق دو طواف اور دو مرتبہ سعی کرنا چاہیے بعد ازان جو گاے بکری اسکو بہم پہونچے پھر جب مکہ سے باہر آنے کا قصد کرے طواف وداع کرے معلوم کرو کہ حج و عمرہ کے لیے احرام ایسا ہے جیسے نماز کے لیے تکبیر احرام کے اندر اخلاص و تعظیم اور ایک ظاہری فعل سے حج کے مصمم ارادہ کی صورت معلوم ہوتی ہے اور اُسمین آدمی کے نفس مین تو ذلت اور خشوع کے معنی پیدا ہو جاتے ہین کیونکہ اُسمین تمام لذائذ اور عادات مالوفہ اور ہر قسم کی زینت کی باتون کا چھوڑنا ہوتا ہے اور اُسمین تعب اور خستگی اور خدا تعالے کے لیے اپنی حالت کا بدلنا پایا جاتا ہے اور محرم کو ان اشیا سے اجتناب کرنے کا اسلیے حکم دیا گیا ہے تاکہ ذلت اور ترک زینت اور خراب خستہ ہونے کے معانی پائے جائین اور خوف الہی اور اُسکی تعظیم کا اثر ظاہر ہو اور نفس کو اپنی خواہشون کے پورا کرنے مین مطلق العنانی نہونے پائے - بلکہ اُسپر غلبہ رہے اور شکار کرنا ایک قسم کے لہو مین داخل ہے اور توسع کے قبیلہ سے ہے لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من اتبع صیدا لہا - جسنے شکار کا پیچھا کیا اُسنے لہو کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور کبار صحابہ رضی اللہ عنہم سے شکار کرنا ثابت نہین ہے اگرچہ آپنے فی الجملہ اُسکی اجازت دی ہے - اور جماع کرنا فی الحقیقت شہوت بہیمیہ مین منہمک ہونا ہے اسلیے اُس سے ممانعت کی گئی - اور چونکہ مطلقًا اس باب کا بند کرنا روا نہ تھا کیونکہ وہ قانون شرعی کے خلاف تھا لہذا الکم ازکم بعض حالات مین اُس سے ممانعت کرنا ضروری ہوا - مثلًا احرام اور اعتکاف اور روزہ کی حالت اور نیز بعض مقامات مین اُس سے ممانعت کی گئی - مثلًا مساجد کے اندر - کسی شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی محرم کو کس قسم کے کپڑے پہننے چاہیئین آپنے فرمایا کرتے مت پہنو اور نہ عمامے اور نہ پائجامے اور نہ برنس (یعنی بارانی) اور نہ موزے - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے فرمایا خوشبو جو تیرے لگی ہوئی

اُسکو تین مرتبہ دھو ڈال اور جبہ کو اُتار ڈال - سِلے ہوے کپڑے اور اُسکے مثل اور اُس کپڑے مین جو نہ سِلا ہوا ہے
اور نہ وہ جو اُسکے مثل ہے یہ فرق ہے کہ پہلے کا پہننا از واقات مین سے ہے اور تجمل اور زینت کے لیے پہنا جاتا ہے
اور دوسرا صرف بدن کا ستر ہے اور پہلے کے ترک کرنے مین خدا تعالے کے ساتھ نیاز مندی کی شان پائی جاتی ہے
اور دوسرے ستر کا ترک کرنا بے ادبی مین داخل ہے - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا ینکح المحرم و
لا ینکح ولا یخطب - محرم نہ نکاح کرے اور نہ نکاح کراوے اور نہ نکاح کی بات چیت کرے اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپنے حضرت میمونہؓ سے حالت احرام مین نکاح کیا ہے - مین کہتا ہون
اہل حجاز کے تمام صحابہؓ اور تابعین اور فقہا رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک محرم کے لیے نکاح کرنا خلاف
سنت ہے اور اہل عراق کے نزدیک محرم کا نکاح کرنا جائز ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ احتیاط پر عمل کرنا بہتر ہے
اور قول اول کے موافق اُسکا یہ سبب ہے کہ نکاح اشتغالات سالمہ مین داخل ہے اور بہ نسبت شکار کے زیادہ
مطلوب چیز ہے اور نکاح کرنے کو نکاح کے باقی رکھنے پر قیاس نہین کرسکتے کیونکہ خوشی اور سرور ابتدا ہی مین پیدا
ہوتا ہے لہذا نکاح کے باب مین مروت ضرب المثل ہوجاتی ہے اور اُسکا باقی رکھنا ضرب المثل نہین ہے
اب شکار کے معنی معین کرنا ضروری تھا کیونکہ انسان کبھی تو کسی چیز کو کھانے کے لیے مارتا ہے اور کبھی
اُسکو کھانا مقصود نہین ہوتا بلکہ صرف شکار کی مشق منظور ہوتی ہے اور کبھی کسی چیز کے ضرر سے خود بچنے کے لیے
یا لوگون کو اُس سے بچانے کی غرض سے مار ڈالتا ہے اور کبھی کسی گلے کی بکری کو ذبح کرتا ہے اسلیے ان باتون کی
تمیز ضرور ہوئی کہ ان صورتون مین سے شکار کسکو کہنا چاہیے لہذا آپ نے فرمایا خمس لا جناح علی من
قتلہن فی الحرم والاحرام الحدیث - پانچ چیزین ایسی ہین کہ جنکے حرم اور احرام مین مار ڈالنے پر
کچھ گناہ نہین ہے چوہا - چیل - کوا - بچھو - اور وہ کتا جو لوگون کو کاٹتا ہو اور ان سب مین جہت جامعہ
یہ ہے کہ یہ سب جانور موذی اور انسان اور اُسکے متاع پر ایذا پہونچانے والے جانور ہین - اگر عرف سے بھی
تلاش کیجاے تو اُن جانورون کے مارنے کو عرف مین شکار نہین کہتے - اور اسیطرح گاے بکری اور مرغی وغیرہ
اور جو جانور اسکے مثل ہین جنکے پالنے کا گھر وغیرہ مین دستور ہے اُنکے ذبح کرنے کو شکار نہین کہتے - مگر دو دوسری
قسمون مین بظاہر شکار کا اطلاق پایا جاتا ہے - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میقات کی تعیین اسطرح
فرمائی ہے کہ اہل مدینہ کے لیے ذوالحلیفہ اور اہل شام کے لیے جحفہ اور اہل نجد کے لیے قرن المنازل اور
اہل یمن کے لیے یلملم جو لوگ ان مواقیت مین رہتے ہین یا باہر کے لوگ انہین آجاتے ہین اُنکے لیے بھی
یہی مقامات ہین اگر وہ لوگ حج اور عمرہ کا قصد کرین جنکے یہ مواقیت ہین اور جو لوگ ان میقاتون سے ورے
کے ہین اُنکو اپنی جاے سکونت سے احرام باندھنا چاہیے جیساکہ اہل مکہ مکہ سے احرام باندھین - مین کہتا ہون
مواقیت کے اندر اصل یہ ہے کہ مکہ کو ایسی حالت مین آنا چاہیے کہ سر پر خاک بھری ہو اور بدن مین بدبو
آنے لگی ہو اور نفس لت کی حالت مین ہو شارع کو یہی مطلوب ہے اور اگر تمام لوگون پر اسی بات کا حکم دیا جاتا

کہ اپنے اپنے شہرون سے احرام باندھکر آیا کرین تو ظاہر ہے کہ اسمین کسقدر دقت تھی کیونکہ بعض بعض شہر مکہ سے ایک مہینے کی مسافت پر اور بعض بعض دو مہینے کی مسافت پر واقع ہین اور بعض اس سے بھی زیادہ ہین۔ لہذا ضروری ہوا کہ احرام باندھنے کے لیے مکہ کے گرد چند مقامات معینہ مخصوص کیے جائین جن مقامات سے احرام باندھا کرین اور ان مقامات تک بعد تاخیر نکر سکین۔ اور ضرور ہے کہ یہ مقامات ظاہر اور مشہور ہون اور کوئی شخص ان مقامات سے ناواقف نہو اور جن ملکون کے لیے یہ مقامات مواقیت مقرر کیے گئے ہین اُنکے رستہ مین پڑتے ہون لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی تحقیق فرماکر ان مقامات کو میقات مقرر فرمایا اور اہل مدینہ کے لیے وہ میقات مقرر فرمایا جو سب سے دور ہے۔ کیونکہ مدینہ منورہ وحی کا جاے نزول اور ایمان کا مرکز اور دار الہجرت اور تمام دنیا مین مدینہ وہ اول بستی ہے کہ خدا و رسول پر ایمان لائی ہے اسلیے اُسکے رہنے والے اس قابل ہین کہ اعلاء کلمۃ اللہ مین نہایت درجہ کوشش کرین اور زیادہ عبادت کے ساتھ مخصوص کیے جائین اور نیز مدینہ تمام اُن اطراف سے جو آپکے زمانہ مین ایمان لائے تھے اور منجملہ تھے سب سے زیادہ قریب ہے بخلاف جواثی اور طائف اور یمامہ وغیرہ کے لہذا مدینہ والون کو اسمین کچھ دقت نہین ہے۔ عرفات کے وقوف کرنے مین یہ راز ہے کہ ایک زمانہ اور ایک مکان مین مسلمانون کا اجتماع اور خدا تعالی کی رحمت کیطرف اُنکا رغبت ہونا اور خشوع وخضوع کے ساتھ اُس سے دعا کرنا برکات الٰہی کے نازل ہونے اور روحانیت کے انتشار مین اثر عظیم رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شیطان اس روز تمام روزون سے زیادہ ذلت اور خواری کی حالت مین ہوتا ہے اور نیز اس اجتماع مین مسلمانون کی شوکت وشان معلوم ہوتی ہے اور اس دن اور اس مقام کی خصوصیت تمام انبیاء علیہ السلام سے بدستور ثابت ہوتی چلی آتی ہے چنانچہ حضرت آدمؑ اور اُنکے مابعد انبیاء سے اسکی نسبت روایات بیان کیجاتی ہین۔ اور سلف صالح سے جو طریقہ منقول چلا آتا ہے توقیت اور تعیین کے باب مین اُسکا قبول کرنا بڑا اصل الاصول ہے۔

منا مین اُترنے کے اندر یہ راز ہے کہ ایام جاہلیت کے بازارون مین سے منا۔ عکاظ۔ اور مجنہ۔ اور ذی المجاز وغیرہ کے مانند ایک عظیم الشان بازار تھا اور یہ بازار اُنھون نے اسواسطے مقرر کیا تھا کہ حج کے اندر کثرت سے دور دراز ملکون کی خلقت اکٹھی ہوتی تھی۔ اور تجارت کے حق مین اس سے زیادہ مناسب اور بہتر کوئی صورت نہین ہے کہ اس میلے کے ساتھ اُسکا وقت مقرر کیا جاے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ مکہ کے اس انبوہ کثیر کے رہنے کی گنجایش نہین ہے لہذا اگر ہر قسم کے تمام لوگ منا کے مانند کسی فضا مین اترنے پر متفق نہون تو بڑی دقت پڑے اور اگر بعض بعض ادنی لوگ منتخب کرکے منا مین اُتارے جائین تو اُنکو ملال گذرے اور جب وہان اترنے کا دستور عام ہوگیا تو عرب کی اور اُنکی حمیت کا مقتضی یہ ہوا کہ ہر قبیلہ کے لوگ اپنا فخر اور اپنے گروہ کی کثرت ثابت کرنے اور اپنے باپ دادا کے سوانح بیان کرنے اور اُنکی ولادت اور اُنکے اعوان و انصار کی کثرت لوگون پر ظاہر کرنے مین کوشش کرین تاکہ ہر ادنی و اعلی اس بات کو

معلوم کرے اور دور دراز ملکوں میں انکی شہرت ہو اور اسلام کو بھی ایسے اجتماع کی ضرورت تھی تاکہ مسلمانوں کی شوکت اور انکا سامان اور انکی کثرت لوگوں پر ظاہر ہو اور اسکی وجہ سے دین اسلام کا ظہور ہو کر دور دور تک اسکا آوازہ پہونچے اور تمام اطراف زمین میں اسکا دبدبہ ظاہر ہو جاوے لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس اجتماع کو بدستور رکھا اور اسپر لوگوں کو شوق اور حرص دلائی مگر تفاخر اور آبا واجداد کے حالات بیان کرنے سے منع فرمایا اسکی جگہ ذکر الہی کو مقرر فرمایا جسطرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکی تمام ضیافات اور ولیمہ میں سے سب کو دور کرکے نکاح کے ولیمہ اور اولاد کے عقیقہ کو باقی رکھا کیونکہ تدبیر منزل کے متعلق انکے اندر آپنے بہت سے فوائد کا ملاحظہ فرمایا اور مزدلفہ میں رات بسر کرنے کے لیے یہ راز ہے کہ انکا یہ قدیمی دستور تھا اور یہ دستور انھوں نے شاید اسلیے مقرر کر رکھا تھا کہ لوگوں کا یہاں پر اسقدر اجتماع ہوتا ہے اور پھر اسکے ساتھ ایک بات یہ ہے کہ بعد المغرب لوگ عرفات سے لوٹتے ہیں اور تمام دن کا تکان ہوتا ہے کیونکہ دور دراز سے وہ وہاں آکر جمع ہوتے ہیں پھر اگر انکو ایسے وقت میں فوراً منتشر ہو جانے کی تکلیف دیجاوے تو انکو بہت پریشانی ہو اور اہل جاہلیت غروب سے پہلے عرفات سے اتر آتے تھے اور چونکہ اس بات میں ایک قسم کا ابہام تھا اور قطعی طور پر کسی تمام وقت کا تعین نہ تھا اور ایسے انبوہ کثیر میں وقت کی ایسی تعیین ضروری تھی جسمیں ابہام کا احتمال نہ رہے اسلیے غروب آفتاب سے اسکی تعیین کی گئی۔ اور مشعر الحرام میں ٹھہرنے کا اسلیے حکم دیا گیا کہ اہل جاہلیت باہم تفاخر کرنے کے لیے قیام کرتے تھے اسکے بدلہ میں کثرت سے ذکر الہی کرنے کا حکم دیا گیا تاکہ انکی یہ عادت دور ہو اور ایسی جگہ کے توحید بیان کرنے میں انکو حرص پیدا ہو اور یہ ایسا ہوا جیسے انسے کہا جاتا دیکھنا ہے کہ تم خدا تعالے کی یاد زیادہ کرتے ہو یا اہل جاہلیت اپنے مفاخر کا زیادہ ذکر کرتے تھے اور رمی الجمار کرنے میں وہی راز ہے جو خاص حدیث میں وارد ہوا ہے کہ رمی الجمار خدا تعالی کا ذکر قائم کرنے کے لیے مقرر کیا گیا ہے اسکی تفصیل یہ ہے کہ توقیت ذکر کی تمام اقسام میں سے بہتر اور کامل اور وجوہ توقیت کے لیے زیادہ تر جامع یہ قسم ہے کہ ایک زمانہ اور ایک مقام کے ساتھ ذکر کی تعیین کیجاوے۔ اور اسکے ساتھ ایک ایسی قسم بھی مقرر کیجاوے جس سے ذکر کے شمار محفوظ رہ سکے اور سب کے سامنے ذکر کا پایا جانا ثابت ہو اور کچھ مخفی نہ رہے اور ذکر الہی کی دو قسمیں ہیں ایک قسم تو یہ ہے کہ جس سے خدا تعالی کی دین کی تابعداری منظور ہو اور اس قسم کے ذکر میں لوگوں کی کثرت زیادہ ضروری ہے نفس ذکر کی کثرت ضروری نہیں رمی الجمار بھی اسی قبیلہ سے ہے اسی لیے اسمیں کثرت سے ذکر کرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔

دوسری ایک قسم وہ ہے جس سے نفس کو خدا تعالی کی کبریائی پر مطلع کرنا منظور ہوتا ہے اس ذکر میں کثرت کی حاجت ہے اور نیز احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رمی الجمار کرنا حضرت ابراہیم کی سنت ہے انھوں نے شیطان کو اس سے دفع کیا تھا لہذا اس فعل کی حکایت کرنے میں نفس کو نہایت تنبیہ ہوتی ہے۔ ہدی میں یہ راز ہے کہ اسمیں سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فعل کے ساتھ کہ انھوں نے اپنے پیارے بیٹے کو اس جگہ خدا تعالی کے حکم کی بجاآوری اور اسکی طرف توجہ کے قصد سے ذبح کرنا چاہا تھا مشابہت ہے اللہ پاک نے حضرت ابراہیم علیہ السلام

جو انعامات کیے ہین اُنکی یاددہانی ہوتی ہے اور اُسوقت اور اُسی زمانہ مین اُس فعل کے کرنے مین نفس کو تنبیہ عظیم ہوتی ہے اور حج تمتع اور قران کرنیوالے پر بھی خدا تعالی کی نعمت کے شکر مین کہ اُسنے جاہلیت کے وبال کو اُنسے دور کردیا ہدی واجب ہے اور سر منڈانے مین یہ راز ہے کہ سر منڈانا فی الحقیقت احرام سے نکلنے کا ایک فعل ہے طریقہ معین کرتا ہے اور وہ فعل وقار کی حالت سے منافی نہین ہے اور اگر اُن لوگون کو اختیار دیدیا جاتا تو ہر شخص اپنی اپنی چال چلتا اور نیز اُسمین تغیر کے زمانہ کا گذرنا بوجہ اتم پایا جاتا ہے اور سر منڈانے کا حال نماز مین سلام کا سا ہے اور طواف الافاضہ سے قبل سر منڈانے کا حکم اسلیے دیا گیا ہے تاکہ اُس شخص کو اُس شخص کے ساتھ مشابہت حاصل ہو کہ گرد وغبار سے صاف ہو کر سلاطین کے حضور مین داخل ہوتا ہے --

طواف کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ حجر اسود کے پاس آکر اُسکو بوسہ دے اور اُسکے داہنی طرف سے چلکر سات مرتبہ طواف کرے اور ہر مرتبہ حجر اسود کو بوسہ دیا جاوے یا کسی لکڑی وغیرہ سے جو اُسکے ہاتھ مین ہے اُسکی طرف اشارہ کرے اور تکبیر کہے اور رکن یمانی کو بوسہ دے اور اس حالت مین وہ شخص طہارت پر قائم ہو اور کبھی اُسکا ستر نہ کھلا ہو اور وہ بجز عمدہ بات کے کوئی بات زبان سے نہ نکالے - پھر مقام ابراہیم مین آکر دو رکعت نماز پڑھے - حجر اسود سے شروع کرنے کی یہ وجہ ہے کہ تشریع کے وقت محل ابتدا اور چلنے کی جانب کا معین کرنا ضروری ہوا - اور حجر اسود بیت اللہ کی تمام چیزون مین نہایت متبرک چیز ہے کیونکہ یہ جنت سے اترا ہے اور دونون طرفون مین جانب یمین متبرک ہوتی ہے - اور طواف القدوم بمنزلہ تحیۃ المسجد کے ہے بیت اللہ کی تعظیم کے لیے اُسکو مقرر کیا ہے - دوسرے یہ کہ جب طواف کی جگہ اور زمانہ موجود ہے اور اُسکے تمام اسباب مہیا ہین پھر اسمین دیر کرنا ایک قسم کی بے ادبی ہے - بیت اللہ کے اول طواف مین اکڑنے اور سینہ نکالکر چلنے اور بعد ازان صفا مروہ مین سعی کرنے مین چند راز ہین - ایک تو وہ حضرت ابن عباسؓ نے ذکر کیا ہے یعنی مشرکین کے دلون مین ہیبت ڈالنا اور مسلمانون کے غلبہ کا اظہار کیونکہ اہل مکہ کہا کرتے تھے کہ یثرب کی تپ نے اُنکو ضعیف کردیا - لہذا یہ اکڑنا جہاد کے افعال مین داخل ہے اگرچہ یہ سبب تو باقی نہین رہا اور راز انمین یہ راز ہے کہ خدا تعالی کی اطاعت اور اسمین رغبت کا اظہار ہوجاتا ہے اور یہ بات معلوم ہوجاتی ہے کہ اس دور دراز کے سفر اور اسقدر زحمت نے بجاے بے رغبتی پیدا کرنے کے اُنکے شوق ورغبت کو زیادہ کردیا جسطرح کسی کا شعر ہے شعر اذا اشتکت من کلال السیر اعدہا + روح الوصال فتحیی عند میعاد + یعنی اُنٹنی چلتے چلتے جبکہ تکان کی شکایت کرتی ہے تو اُسکا سوار وصال کی راحت کا وعدہ کرتا ہے تو اس وعدہ کے سننے سے اُسمین جان سی پڑجاتی ہے - حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے طواف کے اندر اکڑنے کے موقوف کرنے کا قصد کیا تھا - کیونکہ ان دونون کا سبب باقی نہین رہا پھر اجاگر یہ بات اُنکے فہم مبارک مین پیدا ہوئی کہ ان دونون کا ایک اور سبب بھی ہے جو ہنوز موجود ہے لہذا اُنکو ترک نہین کیا -

عمرہ کے اندر عرفات مین ٹھہرنے کا حکم اسلیے نہین دیا گیا کہ اُسکا کوئی وقت مقرر نہین ہے لہذا اُسمین

قیام کا کچھ فائدہ نہین اور اگر اسکے لیے کوئی خاص وقت مقرر ہوتا تو وہ حج ہوتا اور ظاہر ہے کہ سال مین تمام ہرہ
لوگون کے اجتماع مین کسقدر دقت ہے۔ اور عمرہ کے اندر مقصود بالذات صرف نعمت الٰہی کا شکر اور بیت اللہ کی
تعظیم ہے۔ اور صفا اور مروہ مین سعی کرنے کے اندر چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہے یہ راز ہے کہ حضرت
اسمٰعیل علیہ السلام کی والدہ ماجدہ حضرت ہاجرہ کو جب سخت پریشانی ہوئی تو صفا و مروہ مین انھون نے
تیز رفتاری سے ٹہلنا شروع کیا جسطرح کوئی متفکر آدمی جلد جلد قدم ڈالتا ہے اور خدا تعالیٰ نے انکی فکر کو
دو طریقون سے رفع کر دیا۔ ایک تو آب زمزم برامد ہوگیا دوسرے لوگون کے دلمین اس جنگل مین آباد ہونیکا
الہام ڈالا گیا۔ اسلیے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد اور انکے فرمانبردارون پر ضروری ہوا کہ اس نعمت کا
شکر اور انکی کرامت کو یاد کرین۔ تاکہ انکی قوت بہیمی مبہوت ہوکر خدا تعالیٰ کی طرف انکو رہنمائی کرے اور اسکے اندر
کوئی بات اس سے زیادہ بہتر نہین ہے۔ اس دلی اعتقاد کو کسی خاص ظاہری فعل سے جو انکے خلاف عادت ہے
اور مکہ کے اندر داخل ہوتے ہی ایک قسم کی انکی لیے ذلت ہے انکے اعتقاد کی مضبوطی کیلیے اور وہ فعل حضرت
ہاجرہ کی اس تکلیف اور مشقت کا نقل ہے اور ایسے موقع پر ایک حالت کی نقل کرنا بدرجہا زبانی باتون سے
مفید ہوتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا ینفرن احدکم حتی یکون آخر عہدہ بالبیت یعنی
تم مین سے کوئی شخص اخیر وقت بیت اللہ مین جائے بغیر وہان سے نہ نکلے۔ اور حائضہ کو آپ نے معاف کیا ہے
میرے نزدیک اخیر وقت پر بیت اللہ کے جانے مین بیت اللہ کی تعظیم ہے۔ اسلیے کہ ہدایت بھی اسی سے ہوئی تھی
اور تمامی بھی اسی پر ہوئی۔ تاکہ معلوم ہو جاوے کہ مقصود بالذات سفر سے بیت اللہ ہے اور نیز دستور ہے کہ
قاصد لوگ رخصت ہوتے وقت اپنے سلاطین سے ملکر جاتے ہین۔ واللہ اعلم۔

## حجۃ الوداع کا ذکر

حجۃ الوداع کے باب مین حضرت جابر اور حضرت عایشہ اور حضرت عمر وغیرہم کی حدیث اصل ہے۔
معلوم کرو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نو برس تک مدینہ کے اندر تشریف فرما رہے اور اس عرصہ مین آپنے
حج نہین کیا پھر دسوین سال اس بات کا اعلان کیا گیا کہ حج کرنا چاہتے ہین یہ سن کر بہت خلقت مدینہ مین
اگئی اور آپ مدینہ سے رخصت ہوکر ذوالحلیفہ مین تشریف لائے اور وہان غسل کرکے خوشبو لگائی اور
مسجد مین دو رکعت پڑھین اور ایک تہبند اور ایک چادر پہنی اور وہین سے احرام باندھا اور اسطرح
تلبیہ پڑھا لبیک اللہم لبیک لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد والنعمۃ لک والملک لا شریک لک
مین کہتا ہون بیان پر دو باتون مین اختلاف ہے ایک تو یہ کہ آپ نے یہ حج مفرد کیا تھا یا حج تمتع یا بطور
کہ عمرہ سے باہر آکر از سر نو حج کیا ہو یا یہ کہ آپنے حج کا احرام باندھا پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپکے اندر
عمرہ کے داخل کرنے کا اشارہ کیا اور آپ اسی احرام پر قائم رہے حتی کہ حج سے فارغ ہوے اور احرام سے باہر

نہین آئے کیونکہ آپ (ہدی) روانہ کرچکے تھے دوسرے یہ کہ آپ نے تلبیہ کسوقت پڑھا نماز کے وقت یا جسوقت
آپ اپنی اونٹنی پر سوار ہوے یا جب بیت اللہ کا جنگل قریب آگیا تھا - اور حضرت ابن عباسؓ نے بیان کیا ہے کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قاصد لوگ آتے اور جیسے آپکو کرتے دیکھتے ویسی خبر دیتے اور شروع احرام آپکا
اسوقت تھا جبکہ دو رکعت نماز پڑھتے اور آپکا غسل کرنا اور دو رکعت نماز کا پڑھنا اسلیے تھا کہ اسمین شعائر الہی
کی تعظیم تھی اور نیز اسمین ایک ظاہری فعل خاص ہے جو خدا تعالے کے ساتھ اخلاص اور اسکی بندگی کے اہتمام پر
دلالت کرتا ہے نیت کا منضبط ہونا ہے اور نیز اسطور سے لباس کے بدلنے مین نفس کو خدا تعالی کی فرمانبرداری کی
تنبیہ اور بیداری ہوتی ہے اور آپکے خوشبو لگانے کی یہ وجہ ہے کہ احرام کا زمانہ گرد وغبار مین آلودہ رہنے کا
وقت ہے لہذا احرام سے پہلے کسیقدر اسکا تدارک ضروری ہے - اور تلبیہ مین آپنے اسلیے ان کلمات کو
اختیار کیا کہ انکے اندر خدا تعالی کی بندگی پر قائم رہنے کا بیان ہے اور خدا تعالی کی فرمانبرداری پر ان
کلمات مین یاد دہانی ہے - اور اہل جاہلیت کا قاعدہ تھا وہ اپنے بتون کی تعظیم کیا کرتے تھے لہذا آپ نے
مسلمانون اور مشرکین کے اندر تمیز اور انکے رد کرنے کے قصد سے یہ کلمہ لاشریک لک بھی اسمین داخل کیا -

حج کرنیوالے کو خدا تعالی سے اسکی رضامندی اور جنت کا کثرت سے سوال کرنا اور اسکی رحمت سے
دوزخ سے پناہ مانگنا بہتر ہے - اور حضرت جبرئیل علیہ السلام نے احرام اور تلبیہ کے اندر آوازون کے بلند کرنے
کی طرف اشارہ کیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ما من مسلم یلبی الا لبی من عن یمینہ و
شمالہ من شجر او حجر او مدر حتی تنقطع الارض من ههنا وههنا - کوئی مسلمان تلبیہ کہنے والا نہین مگر جو چیز
داہنے اور بائین ہے پتھر یا درخت یا ڈھیلہ سب تلبیہ کہتے ہین یہانتک کہ زمین ادھر اور ادھر یعنی مشرق
و مغرب سے ختم ہو چکتی ہے - میرے نزدیک اسمین یہ راز ہے کہ تلبیہ شعائر الہی مین سے ہے اور اسمین ذکر الہی
کی تعظیم ہے اور اس قسم کے اذکار کو بالجہر اور اسطرح پڑھنا کہ ہر غافل و خبردار کو اسکی خبر ہو اور وہ جگہ دار الاسلام
معلوم ہو اور جب ایسا ہوتا ہے تو اس شخص کے نامۂ اعمال مین ان مقامات کے اندر تلبیہ کرنے کی صورت
مرقوم ہوتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اونٹنی کے کوہان مین داہنی جانب نشان کیا اور
اسکا خون ہاتھ سے پونچھدیا اور نعلین اسکی گردن مین لٹکا دین - میرے نزدیک اس نشان کرنے مین
شعائر الہی کی عظمت اور ملت ابراہیمی کا استحکام ہے تاکہ سب ادنی و اعلی اسکا معائنہ کرین اور قلب کا فعل
ظاہری فعل سے منضبط ہو جاے -

ایک مرتبہ اسماء بنت عمیس کا ذو الحلیفہ مین وضع حمل ہو گیا تو آپ نے اس سے فرمایا کہ غسل کر لے اور
اپنی پیشابگاہ کپڑے سے باندھ لے اور احرام باندھ - میرے نزدیک اسکا یہ سبب ہے کہ حتی الامکان احرام کی سنت
ادا ہو سکے - اور ایک مرتبہ سرف (ایک جگہ کا نام ہے) کے مقام پر حضرت عائشہ صدیقہ رضہ کو حیض لاحق ہو گیا تو
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ایسی چیز ہے کہ اللہ پاک نے عورتون کی تقدیر مین لکھ رکھا ہے پس حج کی باتین

حج کرنیوالے کو چاہئیں وہ تو کرے مگر جبتک پاک نہو جاے بیت اللہ کا طواف نکرنا چاہیے۔ مین کہتا ہون آپنے اُسکا سبب
بیان فرمایا کہ حیض کا آنا کثیر الوقوع شے ہے ایسی چیز مین حکمت شرعی کا یہ مقتضی ہے کہ اُس حرج سے دقت رفع کردیجاے
اور ایک ظاہری طریقہ اُسکے لیے مقرر کر دیا جاے اسلیے طواف القدوم اور طواف الوداع حضرت عایشہ صدیقہ سے
ساقط کر دیا گیا پھر جب آپ نے ذی طوی مین نزول فرمایا تو رات کے وقت بالاے مکہ سے داخل ہوکر اسفل مکہ
کی طرف تشریف لائے یہ آپنے اسلیے کیا تاکہ بلا دقت اطمینان قلبی کے ساتھ مکہ مین داخل ہوسکین اور خدا تعالے
کے جلال اور اُسکی عظمت پر اطمینان سے آگاہی ہو سکے۔ اور نیز تاکہ سب لوگ بیت اللہ کا طواف کرتا ہوا آپکو دیکھین
کیونکہ اسمین عبادات الہی کی عظمت ہے۔ اور نیز آپکو مناسک کے مسائل لوگون کو تعلیم کرنے منظور تھے اسلیے آپنے
اُنکو اتنی مہلت دی کہ کثرت سے سیکھنے کا قصد کرکے آپکے پاس فراہم ہو جاوین اور آمد و رفت کا راستہ اسلیے بدلا
تاکہ دونون راستون مین مسلمانون کی شوکت کا اظہار ہو جاے جسطرح عید کے اندر۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
بیت اللہ کے قریب تشریف لائے تو رکن یمانی کو ہاتھ مبارک لگا کر کھڑے ہوگئے اور بعد ازان سات طواف کیے
جنمین سے تین طواف مین سینہ نکال کر اور چار مین معمولی رفتار سے چلے اور صرف دونون رکن یمانی کو ہاتھ لگایا
اور انکی درمیان مین یہ دعا پڑھی ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار۔ پھر مقام
ابراہیم کیطرف آیت کریمہ پڑھی واتخذوا من مقام ابراہیم مصلی۔ اور دو رکعت نماز پڑھی اور مقام ابراہیم
کو مابین اپنے اور بیت اللہ کے کرلیا اور آپنے اُن دو رکعتون مین قل ہو اللہ احد اور قل یا ایہا الکافرون
پڑھین پھر رکن یمانی کیطرف واپس تشریف لائے اور اُسکو ہاتھ سے چھوا۔ مین کہتا ہون سینہ نکال کر چلنے اور
دہنی بغل سے بائین کاندھے پر چادر ڈالنے کا سبب ہم بیان کر چکے۔ خاصکر دونون رکن یمانی کو ہاتھ سے چھونے کا
سبب وہی ہے جو حضرت ابن عمر نے بیان کیا ہے کہ وہ دونون اسی حالت پر جسطرح حضرت ابراہیم علیہ السلام
نے بنائے تھے اور دوسرے دو رکن ایسے نہین ہین کیونکہ اہل جاہلیت نے اُنکے اندر تغیر کرلیا ہے۔ اور طواف
کے اندر نماز کی شرطین لگانے کا سبب جیسا کہ حضرت ابن عباس نے ذکر کیا ہے یہ ہے کہ خدا تعالی اور اسکے شعائر
کی تعظیم مین طواف کا حال نماز کا سا ہے لہذا طواف نماز پر قیاس کیا گیا اور اُسکے بعد دو رکعت اسلیے مسنون
کی گئین کہ بیت اللہ کی تعظیم کا تتمہ ہو جاے کیونکہ اُسکی تعظیم کا تتمہ یہ ہے کہ نماز مین اُسکی طرف منہ کیا جاے
اور خاصکر مقام ابراہیم مین ان رکعتون کے پڑھنے کی یہ وجہ ہے کہ مسجد کی تمام جگہ مین اس جگہ کو شرف حاصل ہے
اور آیات الہی مین سے یہ ایک نشانی ہے جسکا حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ظہور ہوا ہے۔ اور مقصود بالذات
حج سے انھین امور کی یاد دہانی ہے اور مابین رکنین کے یہ دعا مانگنا ربنا آتنا فی الدنیا الآیہ۔ کا اسلیے مستحب ہوا
کہ یہ ایک جامع دعا ہے جو قرآن پاک مین نازل ہوئی ہے کلمات کے لحاظ سے بہت مختصر ہے جسکا پڑھنا اُس
تھوڑی سی فرصت مین نہایت مناسب ہے پھر دروازہ سے نکل کر صفا کی طرف تشریف لائے جب صفا کے قریب
پہونچے تو یہ آیت پڑھی ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ۔ اور جس چیز کا کہ خدا تعالی نے پہلے ذکر کیا ہے

اسی سے آپ نے بھی ہدایت فرمائی - یعنی صفا سے آپنے شروع کیا اور اسپر آپ چڑھے یہانتک کہ آپنے بیت اللہ کو
اسپر سے دیکھا اور قبلہ رخ کھڑے ہوکر خدا تعالی کی وحدانیت اور اسکی ثنائی بیان کی اور کہا لا الہ الا اللہ وحدہ
لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وہو علی کل شیء قدیر۔ لا الہ الا اللہ وحدہ انجز وعدہ ونصر عبدہ وہزم الاحزاب
وحدہ - اسکے درمیان مین دعا کر کے تین مرتبہ یہی پڑھا پھر آپ وہان سے اترکر مروہ کیطرف چلے یہانتک کہ
آپکے قدم مبارک جنگل مین پڑنے لگے - تو آپ تیز رفتاری کے ساتھ چلنے لگے حتے کہ وہ مسافت طے ہوچکی اور
مروہ کی بلندی شروع ہوگئی تو آپ معمولی رفتار سے چلنے لگے یہانتک کہ آپ مروہ پر چڑھگئے اور جیسے آپ نے
صفا پر خدا تعالی کی وحدانیت اور اسکی کبریائی بیان کی تھی ویسا ہی یہان بھی کیا - مین کہتا ہون کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی فہم مبارک مین اس آیت سے یہ بات پیدا ہوئی کہ خدا تعالی نے جو مروہ پر صفا کے
ذکر کو مقدم کیا ہے اس سے شروع کے ساتھ مذکور کا مطابق کرنا منظور ہے اور تمام وظائف مین سے ان
وظائف کا مخصوص کرنے کا سبب جسمین خدا تعالی کی وحدانیت اور اسکے ایفاء وعدہ اور دشمنون سے
مقابلہ مین مدد کرنے کا بیان ہے یہ ہے کہ اسمین خدا تعالی کی نعمت کی یاددہانی اور بعض معجزات کا اظہار
اور شرک کی بیخ کنی اور اس بات کا بیان کہ یہ سب آپکے قدمون کے نیچے ہے اور اس موقع خاص پر اللہ کے حکم
اور اسکے دین کا اعلان پایا جاتا ہے اسکے بیان مین آپنے فرمایا لو انی استقبلت من امری ما استدبرت
لم اسق الہدی وجعلتہا عمرۃ فمن کان منکم لیس معہ ہدی فلیحل الخ جو حال بعد کو معلوم ہوا ہے اگر
پہلے معلوم ہوتا تو ہدی روانہ نکرتا اور حج کو عمرہ کرلیتا اب تم مین سے جسکے پاس ہدی نہین ہے اسکو احرام سے
باہر آجانا اور حج کو عمرہ کردینا چاہیے کسی نے عرض کیا اسی سال کے لیے یا ہمیشہ کے لیے آپنے فرمایا بلکہ ابد الآباد کے لیے
یہ حکم ہے پس جتنے لوگ تھے احرام سے باہر آگئے اور اپنے اپنے بال ترشوالیے بجز آپکے اور ان لوگون کے جنکے پاس
ہدی تھی - میرے نزدیک آپکو چند امور کا انکشاف ہوا ایک تو یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قبل ایام حج مین
عمرہ کو سخت گناہ جانتے تھے لہذا آپ نے کامل طور پر انکی اس تحریف کا باطل کرنا چاہا اور ایک یہ کہ یہ بات
انکے دلمین کھٹکا پیدا ہوتا تھا کہ ابھی جماع کرتے ہون اور ابھی حج شروع کردین حتی کہ انھون نے یہ بات
کہی کیا ہم عرفہ کو ایسی حالت مین چلے آئین کہ ہمارے اعضاء سے منی ٹپکتی ہو اور انکی یہ بات تعمق اور
راے زنی کے قبیلہ سے تھی لہذا آپنے اس دروازے کا بند کرنے کا قصد فرمایا اور ایک یہ کہ حج کے قریب
احرام کے باندھنے مین بیت اللہ کی پوری پوری تعظیم پائی جاتی ہے اور ہدی کے روانہ کرنے سے احرام سے
باہر آجانا اسلیے منع ہوتا ہے کہ ہدی کا روانہ کرنا ایسا ہے جیسے اس بات کا نذر کرلینا کہ جبتک ہدی ذبح کیجاویگی
مین اسی ہیئت پر قائم رہونگا اور جس چیز کو انسان اپنے اوپر لازم کرلیتا ہے تو اسکی دو صورتین ہوتی ہین
یا تو صرف خیال ہی خیال ہوتا ہے یا ارادہ ہوتا ہے مگر کسی فعل کے ساتھ منضبط نہین ہوتا تو ایسی بات کا
اعتبار نہین ہے اور جب اس ارادے کے ساتھ فعل کا بھی اقتران ہوجاتا ہے اور وہ ارادہ منضبط ہوجاتا ہے

تو اس ارادہ کی رعایت ضروریات سے ہو جاتی ہے اور انضباط صور مختلفہ مین ادنی درجہ کا انضباط زبان سے
کہدینے مین ہوتا ہے اور انضباط قوی جب ہوتا ہے جب زبان کے ساتھ ایک ظاہری فعل جو اس حالت کے ساتھ
مخصوص ہے جس حالت کا اس شخص نے ارادہ کیا ہے علانیہ طور پر پایا جاوے مثلاً ہدی کا روانہ کرنا۔

پھر جب ترویہ کا دن ہوا تو لوگ منا کی طرف متوجہ ہوے اور حج کا احرام باندھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم سواری پر سوار ہوے اور منا مین ظہر وعصر اور مغرب وعشا و فجر کی نماز پڑھی پھر تھوڑی سی دیر ٹھہرے رہے
حتی کہ آفتاب برامد ہوا بعد ازان وہان سے چلکر نمرہ (ایک مقام کا نام ہے) مین نزول فرمایا۔ مین کہتا ہون
ترویہ کے دن منا کے جانے کا آپ نے اسلیے ارادہ کیا تاکہ آپکو اور نیز اپنے ساتھیون کو آسانی رہے کیونکہ
اس دن خلقت کا انبوہ کثیر ہوتا ہے اور ضعیف وغیرہ ہر قسم کے لوگ اسمین ہوتے ہین لہذا انکے لیے
آسانی کرنا مناسب ہے اگر عرفہ مین وقت سے پہلے آپ تشریف نہین لائے اس خیال سے کہ لوگ اسکو سنت
نہ سمجھنے لگین اور اس بات کا اعتقاد نکرنے لگین کہ قبل از وقت عرفہ مین آجانا موجب قربت کا ہے پھر نمرہ
مین ہو چکے جب آفتاب خوب روشن وبلند ہوگیا تو آپنے اپنی سواری شریف کے لیے جسکا نام قصوہ تھا حکم دیا
چنانچہ سواری کسی گئی اور آپ سوار ہوکر میدان مین تشریف لے آئے اور وہان آپنے خطبہ پڑھا اس دن کے
خطبہ مین سے اسقدر لوگون کو یاد رہگیا ہے ان دماءکم حرام الخ۔ یعنی تمھارے خون تمھارے اوپر حرام ہین۔
بعد ازان بلالؓ نے اذان پڑھی اسکے بعد اقامت کہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ظہر ادا کی پھر
بلال نے تکبیر کہی اور آپ نے صلوۃ عصر پڑھی۔ اور انکی درمیان مین کچھ اور نماز نہ پڑھی۔ مین کہتا ہون اس روز
آپنے خطبہ کے اندر ایسے احکام بیان فرمائے جنکی لوگون کو حاجت ہے اور انکے معلوم کیے بغیر چارہ نہین ہے
کیونکہ یہ دن اجتماع خلائق کا ہوتا ہے اور ایسی فرصت اسی قسم کے احکام کے لیے متسم ہوتی ہے جنکی تکلیف تمام
خلقت کے لیے مقصود ہوتی ہے اور ظہر وعصر اور مغرب وعشا کو آپ نے اسلیے اکٹھا پڑھا کہ اس روز لوگون کا ایسا
جماو ہوتا ہے کہ بجز اس مقام کے نظر نہین پڑتا اور شارع کو ایک جماعت کا ہونا مقصود ہے اور خاصکر ایسے انبوہ
کثیر مین ایک جماعت کا قائم کرنا ضرور ہے تاکہ تمام حاضرین اسکا معائنہ کرین اور دو وقتون کے اندر ان لوگون کا
اجتماع سہل نہین ہے اور نیز یہان پر لوگ ذکر ودعا مین مشغول رہتے ہین اور یہ امور اسی روز کا وظیفہ ہین اور
اوقات کی پابندی تمام سال کا وظیفہ ہے اور ایسی صورت مین اس چیز کو ترجیح ہوتی ہے جو ایک نادر اور
عجیب امر ہے۔ پھر آپ وہان سے سوار ہوکر موقف مین تشریف لائے اور روبقبلہ کھڑے رہے حتی کہ آفتاب
غروب ہوا اور زردی کم ہوگئی بعد ازان وہان سے علیحدہ ہوے غروب کے بعد آپ وہان سے اسلیے علیحدہ ہوے
تاکہ جاہلیت کی تحریف باطل ہو جاوے کیونکہ اہل جاہلیت غروب سے پہلے وہان سے ہٹ جاتے تھے دوسرے
یہ کہ غروب سے پہلے کا وقت کوئی معین وقت نہین ہے اور بعد الغروب ایک معین چیز ہے اور ایسے
وقت مین ایسی چیز کا حکم دینا چاہیے جسمین کسی قسم کا ابہام نہو پھر وہان سے چلکر مزدلفہ مین تشریف لائے

اور وہان پر مغرب کو عشا کی نماز ایک اذان اور دو اقامت سے پڑھی اور کوئی نفل نماز انکے درمیان مین نہین پڑھی
بعد ازان ٹھہرے حتی کہ فجر ہوئی تو آپنے فجر کی نماز جب صبح روشن ہوئی ایک اذان اور ایک اقامت سے ادا کی
پھر قصوہ پر سوار ہوکر مشعر حرام مین تشریف لائے اور روبقبلہ ہوکر خدا تعالے سے دعا کی اور تکبیر پڑھی اور
لا الہ الا اللہ کہا اور اُسکی توحید بیان کی اور برابر کھڑے رہے یہانتک کہ روشنی ہوگئی پھر آفتاب برامد
ہونے سے پیشتر وہان سے چلکر بطن محسر مین تشریف لائے اور سواری کو کچھ کچھ تیز کردیا۔ مین کہتا ہون
کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدلفہ کی شب مین تہجد کی نماز اسلیے نہین پڑھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
جمع غفیر کے اندر بہت سے مستحبات ترک کردیا کرتے تھے تاکہ لوگ اُسکو سنت نہ سمجھنے لگین اور مشعر حرام کے
قیام کا راز ہم بیان کرچکے ہین اور بطن محسر مین سواری کے تیز کرنے کا یہ سبب ہے کہ وہ جگہ اصحاب فیل کے
ہلاک ہونے کا مقام ہے لہذا جس شخص کو خدا تعالے اور اُسکی عظمت کا خوف ہے اُسکو اس مقام مین خوف
معلوم ہوتا ہے اور غضب الہی سے ڈرکر بھاگتا ہے اور چونکہ اس خوف کا معلوم کرنا ایک باطنی امر تھا اسلیے
آپنے ایک ظاہری فعل سے جو نفس کو خوف یاد دلاتا ہے اور اُسکو تنبہ کرتا ہے منضبط فرمایا۔ پھر آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم جمرہ العقبہ مین تشریف لائے اور سات سنگریزے اُسکی طرف پھینکے اور ہر پھینکنے کے ساتھ
تکبیر کہتے جاتے تھے۔ بطن وادی سے کھڑے ہوکر اُنکو پھینکا۔ مین کہتا ہون اول دن رمی جمار صبح کے وقت اور
اور دنون مین شام کے وقت ہونے کی یہ وجہ ہے کہ اول روز قربانی اور حلق اور رخصت ہونے کا دن ہوتا ہے
اور یہ سب کام بعد رمی الجمار کے ہوتے ہین لہذا صبح کے وقت رمی الجمار ہونے مین ان کامون کی بخوبی گنجایش پائی جاتی
اور باقی ایام تجارت اور بازارون کی خرید و فروخت کے ہوتے ہین اسلیے حوائج سے فراغت ہونے کے بعد رمی الجمار
کرنے مین آسانی ہے اور آخر دن مین حوائج ضروریہ سے اکثر فراغت ہوتی ہے۔ اور رمی الجمار اور صفا و مروہ کے مابین
سعی کی اعداد طاق مقرر کرنے کا وہی سبب ہے جو ہم بیان کرچکے۔ یعنی عدد طاق خدا تعالی کو پسند ہے اور
واحد حقیقی کا قائم مقام عدد مین بھی ہوسکتا ہے اور سات بھی ہوسکتا ہے۔ لہذا سات سے اگر کفایت ہوسکے
تو زیادہ اُس سے مناسب نہین ہے اور سنگریزون کی مقدار اتنی اسلیے مقرر کی گئی کہ اُس سے چھوٹے محسوس نہوتے ہین
اور اُنسے بڑے مین ایسے مقام پر ایذا پہونچنے کا احتمال ہے۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منحر کیطرف تشریف لائے اور وہان پر ترسٹھ بدنے اپنے ہاتھ سے ذبح کیے
پھر حضرت علیؑ کو باقی بدنے ذبح کرنے کے لیے چھری عطا فرمائی اور اپنی ہدی مین اُنکو شریک کیا اور ہر بدنہ
مین سے ایک ایک بوٹی لینے کا حکم دیا وہ سب بوٹیان ایک ہانڈی مین پکائی گئین حضور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم
اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اُسمین سے کچھ بوٹیان نوش فرمائین اور کچھ شوربا پی لیا۔

مین کہتا ہون۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اپنے دست مبارک سے ترسٹھ ذبح کیے اُسمین نعمت کا
شکر ادا کرنا مقصود تھا کہ خدا تعالے نے آپکی عمر کے ہر سال کے مقابل ایک اونٹ عطا فرمایا اور اُنکا گوشت

کھانے اور شوربا پینے مین ہدی کی تعظیم اور اُس سے برکت حاصل کرنا مقصود ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کے نام پر ذبح کی گئی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے نحرت ہہنا ومنیٰ کلہا منحر الحدیث - مین نے اس جگہ قربانی کی ہے اور منا سب کی سب قربانی کی جگہ ہے پس تم لوگ اپنے اپنے مقام پر قربانی کرو اور مین نے یہان پر وقوف کیا ہے اور عرفہ سب کا سب موقف ہے اور مین نے یہان وقوف کیا ہے اور جمع یعنی مزدلفہ وہ سب قیامگاہ ہے اور ایک روایت مین اسکے بعد یہ بھی آیا ہے کہ مکہ کا ہر ایک کوچہ طریق و منحر یعنی قربانی کی جگہ ہے مین کہتا ہون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن افعال مین جنکو آپ تشریع احکام کے طور پر عمل مین لائے اور اُن مین جو آپ سے بحسب اتفاق یا کسی مصلحت کے اعتبار سے جو اُس روز کے ساتھ مخصوص تھی یا عمدہ ترین امور کے اختیار کرنے کے طور پر عمل مین آئے فرق کر دیا -

پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوکر بیت اللہ کی طرف چلے اور مکہ مین ظہر کی نماز پڑھکر طواف کیا اور آب زمزم نوش فرمایا مین کہتا ہون کہ بیت اللہ کی طرف جلدی کرنے کا یہ سبب ہے تاکہ اول وقت عبادت عمل مین آوے دوسرے یہ کہ ہر وقت انسان کو کسی مانع کے پیش آنے کا احتمال ہے اور آب زمزم آپکے نوش فرمانے مین شعائر الٰہی کی تعظیم اور خدا تعالیٰ نے اپنی رحمت سے جو ایک چیز ظاہر کی ہے اُس سے برکت حاصل کرنا ہے پھر جب منیٰ کے دن گذر گئے تو آپ نے ابطح مین نزول فرمایا اور طواف الوداع کرکے تشریف لیگئے - مین کہتا ہون ابطح مین نزول فرمانے کے اندر اختلاف ہے آپکا یہ نزول فرمانا عبادت تھا یا عادت - حضرت عایشہ صدیقہ فرماتی ہین کہ ابطح کے اندر اترنا سنت نہین ہے -

## وہ امور جو حج کے ساتھ متعلق ہین

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حجر اسود جنت سے اُتارا گیا ہے اور وہ دودھ سے بدرجہا زیادہ سپید تھا پھر بنی آدم کے گناہون نے اُسے سیاہ کر دیا ہے اور آپنے اُسکے باب مین فرمایا ہے کہ قسم اللہ کی خدا تعالیٰ اُسکو قیامت کے دن ایسی حالت مین اُٹھاویگا کہ اُسکی دو آنکھین ہونگی جنسے دیکھیگا اور زبان ہوگی جس سے بولیگا اور جسنے اُسکو بوجہ اللہ بوسہ دیا ہے اُسکی شہادت بیان کریگا اور آپنے فرمایا ہے کہ رکن یمانی اور مقام دو یاقوت ہین - میرے نزدیک یہ احتمال ہے کہ واقع مین یہ جنت سے لائے گئے تھے لیکن جب زمین پر نصب کئے گئے تو حکمت کا مقتضیٰ یہ ہوا کہ بحسب مزاج زمین کے انمین رعایت کیجاوے اسلیے اُنکا نور سلب کر دیا گیا اور یہ مراد بھی ہوسکتی ہے کہ ان دونون کی عظمت کیطرف ملائکہ کی توجہ اور ملاء اعلیٰ اور صالحین کی ہمتون کے متفق ہونے کے سبب سے اُنکے ساتھ ایک قوت مثالیہ کا اختلاط ہوا ہے حتیٰ کہ وہ قوت مثالیہ اُنکے اندر قوت ملکیہ ہوگئی ہے اور حضرت ابن عباس کے اس قول مین اور محمد بن حنیفہ کے اس قول مین کہ زمین کے پتھرون مین سے وہ ایک پتھر ہے توفیق کی یہی صورت ہے اور میںنے آنکھون سے اس بات کا مشاہدہ کیا ہے کہ بیت اللہ قوت ملکیہ سے

پھر اسا معلوم ہوتا ہے۔ اسلیے ضروری ہوا کہ عالم مثال مین حجر اسود کو آنکھین اور زبان جو جاندار چیز کے لوازم مین سے ہین عطا کیجائین اور چونکہ حجر اسود سے مومنین کا ایمان اور خدا تعالیٰ کی تعظیم کرنیوالون کی تعظیم معلوم ہوتی ہے لہذا ضرور ہوا کہ اُس دن زبان مین شہادت کی صورت کے ساتھ اُسکا ظہور ہو جیساکہ پیرو ہاتھ کے گویا ہونیکا حال پہلے بیان کیا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے من طاف بہذا البیت اسبوعا یحصیہ الخ جس شخص نے اس گھر کا سات مرتبہ شمار کیے طواف کیا اور دو رکعت نماز پڑھی تو یہ ایک غلام آزاد کرنیکے برابر ہوا اور کوئی شخص اپنا قدم نہین رکھتا اور نہ اُسکو اُٹھاتا ہے مگر خدا تعالیٰ اُسکے مقابل مین ایک نیکی لکھتا ہے اور ایک گناہ دور کرتا ہے اور ایک درجہ بلند کرتا ہے۔ میرے نزدیک اس فضیلت کے دو سبب ہین ایک تو یہ کہ طواف کرنا چونکہ رحمت الٰہی اور ملائکہ کی دعاؤن کے اندر داخل ہونے کا شبہ اور اُسکا مظنہ ہے لہذا اسکی خاصیت قربہ کو ذکر فرمایا اور دوسرے یہ کہ جب انسان خدا تعالیٰ پر یقین رکھکر اور اُسکے وعدے کو سچا سمجھکر ان افعال کو عمل مین لاتا ہے تو اس سے اُسکا ایمان ظاہر اور عیان ہو جاتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ما من یوم اکثر من ان یعتق اللہ فیہ عبداً من النار من یوم عرفہ وانہ لیدنو ثم یباہی بہم الملائکہ۔ عرفہ کے دن سے زیادہ کوئی دن ایسا نہین ہوتا کہ خدا تعالیٰ کسی بندہ کو دوزخ سے آزاد کرے اور اس دن خدا تعالیٰ قریب ہو جاتا ہے۔ پھر اپنے بندون سے فرشتون پر فخر بیان کرتا ہے۔ میرے نزدیک اسکا سبب یہ ہے کہ جب تمام لوگ خدا تعالیٰ کیطرف تضرع و نیازمندی کرتے ہین تو رحمت کے نازل ہونے اور روحانیت کے اُنکے اندر پھیل جانے مین کچھ توقف نہین ہوتا اور نیز آپ نے فرمایا ہے خیر الدعاء دعاء یوم عرفہ۔ وخیر ما قلت انا والنبیون من قبلی لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ الخ۔ بہتر دعا عرفہ کی دعا ہے اور بہتر بات جو مین نے اور مجھسے پہلے انبیا نے کہی ہے لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ الخ ہے اسکا سبب یہ ہے کہ یہ کلمہ ذکر کے بہت سے اقسام کا جامع ہے لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے مقامات اور بہت سے اوقات مین اسکی اور سبحان اللہ والحمد للہ الخ کی لوگون کو رغبت دلائی ہے چنانچہ دعاؤن کے بیان مین اُسکا ذکر آتا ہے اگر کوئی شخص حج کو نہ جائے تب اُسکو ہدی بھیجنا سنت ہے تاکہ حتی المقدور اعلاء کلمۃ اللہ کی اقامت ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سر منڈانے والے کے لیے تین مرتبہ اور ترشوانے والے کے لیے ایک مرتبہ دعا کی تاکہ سر منڈانے کی فضیلت ظاہر ہو جاوے اور اُسکا سبب یہ ہے کہ سر کا منڈانا گرد و غبار کے دور کرنے کے قریب ہے جو بادشاہون کے حضور مین جانیوالون کی حالت کے مناسب ہے۔ اور عبادت کا اثر بھی اسمین کچھ دیر تک باقی رہ سکتا ہے اور کچھ زمانے تک لوگون کو اُسکا اثر معلوم ہوتا ہے اور اسمین خدا تعالیٰ کی عبادت پر خبردار کرتا ہے۔ اور آپنے عورت کو سر منڈانے سے منع فرمایا ہے کیونکہ عورت کے حق مین سر کا منڈانا مثلہ جیسے ناک کان کٹ جاوین اور مردون کے ساتھ مشابہت پیدا کرتا ہے جس شخص نے ذبح کرنے سے پہلے سر منڈا لیا یا قبل اندمی الجمار قربانی کی یا شام ہونے کے بعد رمی الجمار کے یا سر منڈانے سے

پہلے طواف الافاضہ کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسکے لیے یہ فتویٰ دیا کہ کچھ مضائقہ نہین ہے اور کفارہ کا اسکو حکم نہین دیا اور حاجت کے وقت سکوت کرنے کو بیان کرنے کا حکم ہوتا ہے اور کاش مجکو یہ بات معلوم ہوجاوے کہ استحباب بیان مین (لاحرج) کے لفظ سے کوئی اور لفظ صریح الدلالہ ہے۔

اگر شدائد کے وقت رخصتون کا بیان نہ کیا جاوے تو تشریح کامل نہین ہوتی سمجملہ شدائد کے وہ تکلیف ہے کہ احرام کے اندر جو چیزین حرام کی گئی ہین تو اس تکلیف کے سبب سے اسکو ان چیزون سے بچنا دشوار ہو اسکے متعلق اللہ پاک فرماتا ہے فمن کان منکم مریضا او بہ اذًی من راسہ ففدیۃ من صیام او صدقۃ او نسک پس تم مین سے جو شخص بیمار ہو یا اسکے سر مین کچھ دکھ ہو تو روزون سے یا صدقے سے یا قربانیون سے اسکا فدیہ دوے۔ اور نیز آپ نے کعب بن عجرہ سے فرمایا فاحلق راسک واطعم فرقاً الخ۔ اپنے سر کو منڈا لے اور ایک فرق (ایک وزن کا نام ہے) مساکین کو کھلا دے اور ہم پہلے بیان کر چکے ہین کہ رخصت کے اقسام مین سے وہ قسم بہتر ہے کہ جسکے ساتھ کوئی ایسی چیز مقرر کیجاوے جو اصل عبادت کی یاددہانی کرتی ہے اور جس شخص نے اصل عبادت کی عظمت کا التزام کر رکھا تھا اس عبادت کے چھوڑتے وقت اسکو اضطرابی ہو اور وجوب کفارہ مین جو زیادتی کی گئی ہے وہ بطریق اولی اسپر محمول ہے۔

سمجملہ ان شدائد کے ایک حصار ہے اسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ طریقہ مقرر کیا کہ جب بیت اللہ کے جانے سے کفار قریش نے آپکو روکا تو آپ نے اپنی ہدایا کی قربانی کی اور سر مبارک منڈوایا اور احرام سے باہر تشریف لائے۔ مکہ اور مدینہ کے حرم مین یہ راز ہے کہ ہر چیز کے لیے ایک خاص تعظیم ہوتی ہے۔ کسی زمین کی تعظیم یہ ہے کہ اسمین کسی چیز سے تعرض نہ کیا جاوے اور اصل یہ تعظیم بادشاہون کی حد اور انکی شہرپناہون سے ماخوذ ہے جب کوئی قوم انکی فرمانبردار ہوتی ہے اور انکی اطاعت وتعظیم کرتی ہے تو انکے مطیع ہونے مین یہ بات ضرور ہوتی ہے کہ وہ اپنے اوپر اس بات کو مقرر کر لیتی ہے کہ ان حدود کے اندر جو درخت وجارپائے وغیرہ ہین انسے ہم کچھ تعرض نکرینگے اور حدیث شریف مین آیا ہے ان لکل ملک حمیً وان حمی اللہ محارمہ۔ یعنی ہر ایک بادشاہ کے لیے باڑ ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ کی باڑ اسکے محارم ہین۔ اس بات کو سب لوگ جانتے ہین اور انکے دلون مین یہ بات مرکوز ہوتی ہے اور حرم کا ادب ایک یہ بھی ہے کہ جو چیز غیر حرم مین واجب ہے شلاً عدل کا قائم کرنا یا جو چیز حرام ہے حرم کے اندر اسکے اور تحریم کی نہایت تاکید کیجاوے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے احتکار الطعام فی الحرم الحاد فیہ یعنی حرم کے اندر غلہ کا بند کرنا اسمین الحاد کرنا ہے اور اللہ پاک فرماتا ہے یا ایہا الذین آمنوا لا تقتلوا الصید وانتم حرم۔ اے ایمان والون احرام کی حالت مین شکار مت مارو۔ مین کہتا ہون چونکہ حرم واحرام کے اندر شکار اور احرام کے اندر جماع کرنا ایک قسم کی افراط ہے جسکا مدار خواہش نفسانی کے اندر ہے توغل پر ہے لہذا کفارہ مقرر کرکے اس سے روکنا ضروری ہوا شکار کی جزا مین اختلاف ہے کہ خود شکار کے لحاظ سے مثلیت کا اعتبار کرنا چاہیے یا قیمت کے لحاظ سے اور حق یہ ہے کہ دو عادل شخصون سے یہ بات

دریافت کیجاے - ایسی صورتون مین جو سلف راے دیا کرتے تھے اگر وہ راے دین تو اسپر عمل کرنا چاہیے اور اگر قیمت تجویز کرین تو قیمت دینی چاہیے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا یصبر علی لاواء المدینۃ احد من امتی الا کنت لہ شفیعا یوم القیامۃ - میری امت مین سے مدینہ کی تکلیف پر کوئی شخص صبر کریگا تو مین بروز قیامت اُسکا شفیع ہونگا - میرے نزدیک اس فضیلت مین یہ راز ہے کہ مدینہ کا آباد کرنا شعائر دین کا بلند کرنا ہے اور یہ ایسا فائدہ ہے جسکا نتیجہ دین کی طرف راجع ہوتا ہے - اور اُن مواضع مین حاضر ہونے اور مسجد نبوی مین داخل ہونے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات یاد آتے ہین جسکا فائدہ اس مکلف کی ذات کی طرف راجع ہوتا ہے - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان ابراہیم حرم مکۃ فجعلھا حراما وانی حرمت المدینۃ - ابراہیم نے تو مکہ کو عزت دی اور اُسکو حرم بنا دیا اور مین نے مدینہ کو حرم بنا دیا - مین کہتا ہون اس حدیث مین اشارہ ہے کہ کوشش اور پختہ ارادہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دعا مانگنے کو توقیتات کے مقرر ہونے مین اثر عظیم ہے -

## اُن احادیث کا بیان جو احسان سے متعلق وارد ہین

معلوم کرو کہ شارع نے بندون کو بالذات جن امور کے ساتھ خواہ بطور ایجاب خواہ بطور تحریم کے مکلف کیا ہے وہ اعمال ہین اسلیے کہ اعمال اُن حالات نفسانیہ سے پیدا ہوتے ہین کہ جنکا نفع و نقصان آخرت مین نفوس کی جانب عائد ہوتا ہے اور یہ اعمال اُن کیفیات نفسانیہ کو بڑھاتے ہین اور ان کیفیات نفسانیہ کا بیان اورانکے لیے صور ہوتے ہین ان اعمال سے دوطرح پر بحث کیجاتی ہے ایک تو اس اعتبار سے کہ تمام لوگون پر اُنکا عمل میں لانا لازم ہوتا ہے اور اس اعتبار سے اُن اعمال اور ظاہری طریقون کا اختیار کرنا مقصود ہوتا ہے جنکا ظاہر و باطن متمیز نہین ہوتا اور اُن کیفیات پر یہ اعمال بمنزلہ قرائن کے ہوتے ہین اور اُن اعمال کا لوگون سے سب کے روبرو مطالبہ کیا جاتا ہے اور انکو اس اعمال سے بچنے اور عذر کرنے کا موقع نہین ہوتا ایسے اعمال کی بناء درمیانی حالت اور امور منضبطہ پر ہوتی ہے اور دوسری قسم ان اعمال سے لوگونکے نفس مہذب کرنا ہے اور جو کیفیت ان اعمال سے مطلوب ہوتی ہے اُس تک نفس کا پہونچانا اس اعتبار سے ان کیفیات کا معلوم کرنا اور ان اعمال کا اسطرح پر معلوم کرنا کہ وہ ان کیفیات کی طرف پہونچانے مین مقصود ہوتا ہے اور انکا مبناء وجدان اور مکلفین کے اختیار مین دیدینے پر ہوتا ہے پہلے اعتبار سے جس علم مین ان اعمال سے بحث کیجاتی ہے وہ علم شرائع ہے اور جس علم مین دوسرے اعتبار سے بحث کیجاتی ہے وہ وہ علم علم الاحسان ہے - مباحث احسان مین نظر کرنے والے کو دو چیزون کی حاجت ہوتی ہے ایک تو اعمال کو اسطرح پر معلوم کرنا جسطرح کیفیات نفسانیہ اُنسے پیدا ہوتی ہین کیونکہ بسا اوقات ریاء اور سمعہ یا عادت کے طور پر کوئی عمل ادا کیا جاتا ہے یا اسکے ساتھ خود پسندی اور منت اور ایذا رسانی

پائی جاتی ہے ایسے وقت میں اس عمل سے وہ چیز حاصل نہیں ہوتی جو اس عمل سے منظور ہوتی ہے اور بسا اوقات
کوئی عمل اسطرح ادا کیا جاتا ہے کہ نفس کو اس عمل کی روح پر وہ تنبہ حاصل نہیں ہوتا جو محسنین کو حاصل ہونا چاہیے
اگرچہ بعض نفس اُسکے مثل پر متنبہ ہو جاتے ہیں مثلاً وہ شخص کہ جو اصل فرائض پر اکتفا کرتا ہے اور کماً یا کیفاً اُس پر
زیادہ نہیں کرتا وہ شخص کسی سے کم نہیں ہے اور دوسرے ان ہیأت نفسانیہ کا کامل طور پر معلوم کرنا تاکہ بصیرت کے
ساتھ اُن اعمال کو عمل میں لاسکے وہ شخص اپنے نفس کا طبیب ہوتا ہے جسطرح طبیب کہ طبیعت پر حکومت ہوتی
ایسے ہی اس شخص کو اپنے پر حکومت ہوتی ہے کیونکہ جو شخص اس بات کو نہیں جانتا کہ آلات سے کیا مقصود ہے تو وہ
شخص جب اُن آلات کو [illegible] ہے تو اندھی اونٹنی کی طرح [illegible] ہے یا اُسکا حال اس شخص کا سا ہوتا ہے
جو رات کے وقت لکڑیاں چنتا پھرتا ہے [illegible] اخلاق [illegible] فیصلہ کیجائے [illegible] انکے چار اصول ہیں
چنانچہ سابقاً اس سے آگاہ کر چکے ہیں [illegible] طہارت [illegible] تشبہ بالملکوت حاصل ہوتی ہے اور ایک
فرمانبرداری جو جبروت پر اطلاع پانے کا سبب ہوتی ہے پہلے امر کے لیے وضو اور غسل اور دوسرے کے لیے نماز اور
اذکار اور تلاوت مقرر کی گئی اور جب دونوں باتیں جمع ہو جاتی ہیں تو ہم اسکو سکینہ اور وسیلہ کے ساتھ تعبیر
کرتے ہیں چنانچہ حذیفہ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے حق میں ذکر کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
اصحاب میں سے محفوظ لوگ اس بات کو جانتے ہیں کہ وہ یعنی عبداللہ بن مسعودؓ سب سے زیادہ وسیلہ کے اعتبار سے
خدا تعالیٰ کے مقرب ہیں اور شارع نے طہارت کو ایمان سے تعبیر کیا ہے اور فرمایا ہے **الطهارة شطر الايمان**
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے طہارت کا حال اسطرح بیان فرمایا ہے **ان الله نظيف يحب النظافة**
خدا تعالیٰ پاک ہے پاکی [illegible] اور [illegible] فرمایا ہے **الاحسان ان تعبد الله**
**كانك تراه فان لم تكن تراه فانه يراك** احسان [illegible] تو اسکو دیکھتا ہے
پس اگر تو اسکو نہیں دیکھتا ہے [illegible] طہارت کے [illegible] انبیاء علیہم السلام
ماثور ہیں [illegible] اور آنکی [illegible] اور [illegible]
خیال رکھنا ضروری ہے [illegible] طہارت کی روح باطن کا [illegible] ہونا اور [illegible] کی حالت کا پیدا ہونا اور اذکار
[illegible] کا دور ہونا اور تشویشات پراگندگی و پریشانی و افکار کا رک جانا ہے [illegible] نماز کی روح خدا تعالیٰ کے ساتھ
حضور اور جبروت پر اطلاع پانا اور خدا تعالیٰ کی کبریائی کی یاد داشت اور اسکے ساتھ تعظیم اور تعظیم کے ساتھ
محبت و اطمینان ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول میں **الاحسان ان تعبد الله الخ** اسکی
طرف اشارہ ہے اور آپ نے نفس کو نماز کے عادی ہونے کی کیفیت پر اس قول سے اشارہ کیا ہے کہ اللہ پاک
فرماتا ہے نماز کو اپنے اور بندے کے مابین نصف نصف تقسیم کر لیا ہے **ولعبدي ما سأل** اور میرے بندے کے
لیے وہ چیز ہے جو مانگے۔ پس جب بندہ **الحمد لله رب العالمين** کہتا ہے اللہ پاک فرماتا ہے میرے بندے نے بڑائی و بندگی
بیان کی اور جب کہتا ہے **اياك نعبد واياك نستعين** تو فرماتا ہے میرے اور میرے بندے کے مابین مشترک ہے

اور جو پناہ مانگے اُسکے لیے موجود ہے اور جب بندہ کہتا ہے اھدنا الصراط المستقیم الخ تو فرماتا ہے کہ یہ چیز
بندہ کے لیے ہے اور میرا بندہ جو مانگے موجود ہے اس حدیث مین اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ہر کلمہ کے جواب
کا لحاظ رکھنا چاہیے کیونکہ اس سے حضور قلبی پر نفس کو تنبیہ بلیغ ہوتی ہے اور وہ دعائین جو آپنے نماز کے اندر
مقرر فرمائی ہین اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی حدیث مین مذکور ہین اُنمین بھی اسی کیفیت کی طرف اشارہ ہے تلاوت
قرآن کی روح یہ ہے کہ شوق وتعظیم کے ساتھ خدا تعالی کیطرف متوجہ ہو اور قرآن کی نصیحتون مین فکر وغور
کرتا جاوے اور تواب کی امتثال مقصود ہے یہ سب حاصل کیا جاوے اور جب خدا تعالی کی کسی صفت اور اسکی
نشانی پر گذرے سبحان اللہ کہے اور جب جنت ورحمت کی آیت پڑھے خدا تعالی سے نفس کا خواستگار ہو
اور جب جہنم اور غضب کی آیت پر گذرے پناہ طلب ہو اور پیغمبر خدا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے
نفس کو نصائح کے حوالہ ہونیکے مقرر کیا ہے اور ذکر کی روح حضور ہے اور خدا تعالی کی ہیبت مین مستغرق
ہو جانا ہے اور یہ بات اس طرح حاصل ہو سکتی ہے کہ جب لا الہ الا اللہ واللہ اکبر کہے تو خدا تعالی سے اسکا
جواب سنے اسکے جواب مین فرماتا ہے لا الہ الا انا وانا اکبر پھر کہے لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ
پھر اس بات کا خیال کرے کہ اللہ پاک اسکے جواب مین فرماتا ہے لا الہ الا انا وحدی لا شریک لی اور اسیطرح
کیا کرے تاکہ حجاب دفع ہو اور استغراق حاصل ہو جاوے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی طرف
اشارہ کیا ہے اور دعا کی روح یہ ہے کہ اس بات کا خیال رکھے کہ ہر چیز ہے اور ہر چیز کی قدرت خدا
تعالی کے قبضہ مین ہے اور اپنے آپ کو ایسا سمجھے جیسے ملانے والے کے ہاتھ مین مردہ ہوتا ہے یا
جسطرح کسی کے ہاتھ مین مورت ہوتی ہے اُسکو جیسے چاہتا ہے حرکت دیتا ہے مناجات کی لذت
اُسکو حاصل ہووے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کی نماز کے بعد آٹھ سجدون کے بابمین ایک بہت
بڑی دعا بیان کی ہے کہ بندہ دونون ہاتھ اُٹھا کر خدا تعالی سے دعا کرے اے پروردگار اے پروردگار کہتا جاوے
اور دنیا وآخرت کی بھلائی کا سوال کرے اور مصائب سے پناہ مانگے اور نہایت تضرع ونیازمندی سے
دعا مانگے مگر اسمین یہ شرط ہے کہ اُسکا دل سب امور دنیوی سے فارغ ہو اور بول وبراز کی حاجت اور اشتہا
طعام سے فراغت ہو اور نہ غصہ کی حالت ہو اور جب انسان حضور قلبی کی کیفیت معلوم کرلے اور پھر وہ
حضور اُسکو حاصل نہو تو اُس حضور کے جاتے رہنے کا سبب اُسکو سوچنا چاہیے اگر قوت جسمانی اُسکا باعث ہے
تو اُسکو روزہ رکھنا چاہیے کیونکہ روزے سے قواے جسمانی ضعیف ہوجاتے ہین بسا اوقات دو مہینے کے
پیاپے روزے رکھنے سے یہ بات حاصل ہو سکتی ہے اور اگر جماع کی خواہش ہے یا کھانے پکانے سے فارغ
ہونے کی حاجت ہے اور اُسکو عبادت کا سرور جاتا رہا ہے اور اُسکا اعادہ چاہتا ہے تو اُسکو نکاح کرنا چاہیے تاکہ
جماع کی حاجت دفع ہو سکے مگر ہمیشہ اور اختلاط مین منہمک ہونے سے باز رہے اور اُسکو بمنزلہ دوا کے سمجھے
جسکے نقصان سے محفوظ رہنا اور نفع سے تمتع حاصل کرنا چاہیے اور اگر تنہائی ضروری ہے اور لوگون کی مصاحبت مین

مشغول ہوتا ہے تو اُنکے ساتھ عبادت کا بھی شامل کرنا ضروری خیال کرے اور اگر اُسکے دماغ مین خیالات مشوش
اور افکار ناقصہ بھرے ہوئے ہین تو اُسکو لوگون کی ملاقات ترک کرکے گھر یا مسجد مین خلوت نشینی اور اپنی زبان کو بجز
ذکر الٰہی کے اور اپنی قلب کو بجز اُس فکر کے کہ جسکے وہ درپے ہے روکنا چاہیے اور نیند سے بیدار ہونے وقت ذکر الٰہی
کی عادت ڈالنا چاہیے تاکہ بیدار ہونے کے بعد سب سے پہلے خدا تعالیٰ کا ذکر اُسکے قلب مین داخل ہو اور سوتے وقت
بھی ایسا ہی کرنا چاہیے تاکہ تمام اشغال سے دل کو فراغت ہوجاوے - اور اُن چار اصول مین سے تیسرا دل کی سماحت
ہے سماحت کے یہ معنی ہین کہ قوت ملکی قوت بہیمی کے دواعی کے تابع نہو مثلاً لذت کا طلب کرنا اور انتقام لینے کی خواہش
اور غضب اور بخل کی خواہش اور مال وجاہ کی حرص یہ ایسے امور ہین کہ جب انسان اُنکے موافق کام کرتا ہے تو اُن
اعمال کی کیفیت کسی وقت قلب مین ظاہر ہوتی ہے - پھر اگر نفس کے اندر سماحت کی صفت پائی جاتی ہے
تو اُن صفات رزیلہ کا ترک کرنا آسان ہوتا ہے اور یہ صفات ایسی ہوجاتی ہین کہ گویا کبھی اُنکا نام بھی نہ تھا
اور نفس خالص ہوکر خدا تعالیٰ کی رحمت مین داخل ہوتا ہے اور اُن انوار کے دریا مین مستغرق ہوجاتا ہے جنکو بدتہا
سرشت کے اعتبار سے نفوس مقتضی ہوتے ہین اور اگر نفس کے اندر سماحت کی صفت نہین ہوتی تو اُن اعمال کی
کیفیت نفس کے اندر اسطرح ظاہر ہوجاتی ہے جسطرح موم مین مہر کے نقوش منقش ہوجاتے ہین اور دنیاوی زندگی
کا میل نفس کے اندر جم جاتا ہے اور اُن کیفیات کا متروک ہوجانا نفس پر دشوار ہوجاتا ہے پھر جب نفس کو بدن سے
مفارقت ہوتی ہے تو وہ بد اعمالیان ہر چہار طرف سے اُسکا احاطہ کرتی ہین اور نفس اور اُن انوار کے مابین جو سرشت
کے اعتبار سے نفس کے مقتضی ہوتے ہین بہت سے غلیظ غلیظ پردے پڑجاتے ہین جسکے سبب سے نفس کو ایذا و تکلیف
پہونچتی رہتی ہے - اس سماحت کو جب خواہش شکم اور شہوت فرج کے داعیہ کے ساتھ اعتبار کیا جاتا ہے تو اسکا
نام عفت ہوتا ہے - اور جب بیقراری اور اضطراب کے سبب کے ساتھ اعتبار کیا جاتا ہے تو اس سماحت کا نام صبر
ہوتا ہے اور جب انتقام کے سبب کے ساتھ اعتبار کیا جاتا ہے تو اسکا نام عفو ہوتا ہے اور جب مال کے سبب کے ساتھ ہو
تو اسکا نام سخاوت اور قناعت ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اُن سب کے اصل نفس کا خواہش بہیمی کے تابع نہونا ہے
اور صوفیہ کرام اُسکو تعلقات دنیویہ کے قطع کرنے یا خصائص بشریہ کے فنا ہونے اور اسی قسم کے مختلف نامون سے
تعبیر کرتے ہین اور اس صفت کے حاصل کرنے مین زیادہ ضروری اُن اشیا کے مواقع مین واقع ہونے سے
احتیاط رکھنا اور دل سے ذکر الٰہی کا اختیار کرنا عالم تجرد کی طرف نفس کا میلان ہے چنانچہ زید بن حارثہ کا قول ہے
میرے نزدیک دنیا کا پتھر ڈھیلا سب برابر ہے حتیٰ کہ اُنکی نسبت مکاشفہ کی خبر دیگئی ہے -
چوتھی صفت عدالت ہے عدالت ایک ایسی کیفیت کا نام ہے کہ تدبیر منزل اور سیاست مدنیہ وغیرہ کی
اصلاح کے متعلق ایک نظام عادل بسہولت قائم ہوسکتا ہے اور اصل مین وہ جبلت نفسانی ہے جو افکار
کلیہ اور اُن سیاستون کے پیدا ہونے کا باعث ہوتی ہے جو خدا تعالیٰ اور اُسکے ملائکہ کے موافق ہین اور اُسکا
سبب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کو منظور ہے کہ جہان مین انتظام قائم رہے اور بعض بعض کی اعانت کرین - اور

اور کوئی کسی کو نہ ستائے اور باہم الفت و محبت سے رہین جسطرح کہ ایک بدن کے اعضا ہوتے ہین کہ جب کسی
عضو کو صدمہ پہونچتا ہے تو تمام اعضاء پر اسکا اثر ہو کر بخار آجاتا ہے اور سب کی نیند جاتی رہتی ہے - اور نیز
اُنکی نسل کا بڑھانا منظور ہے کہ اُنمین سے جو نافرمان ہین اُنکی توبیخ کیجاے اور جو عادل ہین اُنکی تعظیم کیجاے
اور رسوم فاسدہ دور ہون اور بھلائی کی باتین اور شرائع حقہ کا اُنمین دستور ہو اور اُسکے پیدا کرنے مین اللہ
سبحانہ کے لیے قضاء اجمالی ہے اور یہ اُسکی شرح و تفصیل ہے اور ملائکہ مقربین نے اسکو معلوم کرلیا ہے اور جو لوگ
ان امور کی اصلاح مین سعی کرتے ہین اُنکے لیے ملائکہ دعاء دیتے ہین اور جو اُنکے فساد مین سعی کرتے ہین اُنپر لعنت
کرتے ہین چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنہم فے الارض کما
استخلف الذین من قبلہم ولیمکنن لہم دینہم الذی ارتضی لہم ولیبدلنہم من بعد خوفہم امنا یعبدوننی لا یشرکون
بی شیئا ومن کفر بعد ذلک فاولئک ہم الفسقون - جو لوگ تم مین سے ایمان لائے ہین اور اچھے عمل کیے ہین
خداتعالی نے اُنسے اس بات کا وعدہ کرلیا ہے کہ اُنکو زمین مین خلیفہ بنائیگا جسطرح اُن لوگون کو اُسنے خلیفہ
بنایا ہے جو اُنسے پہلے تھے اور جس دین کو اُنکے لیے پسند کیا ہے اُسپر اُنکو قدرت دیگا اور اُنکے خوف کے بعد
اُنکو امن بدلہ مین دیگا مجکو پوجتے ہین کسی کو میرا شریک نہین کرتے اور جنھون نے اسکے بعد کفر کیا وہی لوگ
نافرمان ہین - اور فرماتا ہے الذین یوفون بعہد اللہ و لاینقضون المیثاق والذین یصلون ما امر اللہ
بہ ان یوصل الایہ - جو لوگ خداتعالے کے عہد کو پورا کرتے ہین اور عہد کو نہین توڑتے اور جس چیز کے جوڑنے کا
خداتعالی نے حکم دیا ہے اُسکو جوڑتے ہین اور فرماتا ہے والذین ینقضون عہد اللہ من بعد میثاقہ و
یقطعون ما امر اللہ بہ ان یوصل - اور جو لوگ خداتعالی کے عہد کو بعد پختہ کرنے کے توڑتے ہین اور خداتعالے
نے جس چیز کے جوڑنے کا حکم دیا ہے اُسکو قطع کرتے ہین - جو شخص ان اصلاح کے کامون کو عملین لاتا ہے
خداتعالی کی رحمت اور ملائکہ مقربین کی دعاء اُسکے شامل حال ہوتی ہے خواہ اُس شخص کو اسکا گمان ہو یا نہو
اور ہر طرف سے نورانی شعاعین اُسکو گھیر لیتی ہین جسطرح شمس و قمر کی شعاعین انسان کو محیط ہوجاتی ہین
اسکے سبب سے بنی آدم اور ملائکہ کے قلوب مین اُس شخص کے ساتھ محبت کا القاء ہوتا ہے تمام زمین و آسمان مین وہ
شخص مقبول ہوجاتا ہے اور جب عالم تجرد کیطرف اُسکا انتقال ہوتا ہے تو یہ شعاعین جو اُسکے ساتھ متصل تھین
اُسکو محسوس ہوتی ہین اور اُس شخص کو اُنکی لذت معلوم ہوتی ہے اور ایک قسم کی کشادگی اور قبولیت اُسکو
نظر آتی ہے اور اُسکے اور ملائکہ کے مابین ایک دروازہ کھل جاتا ہے اور جو شخص فساد کے کام عملین لاتا ہے
تو خداتعالے کا غضب اور ملائکہ کی لعنت اُسکو گھیر لیتی ہے اور اُس غضب سے تاریک تاریک شعاعین پیدا
ہو کر اُس شخص کے محیط ہوجاتی ہین جسکے سبب سے ملائکہ اور مخلوق کے دلون مین اُسکے ساتھ بُرا برتاو کرنے کا
الہام ہوتا ہے اور تمام آسمان و زمین مین وہ شخص مبغوض ٹھہرتا ہے پھر جب عالم تجرد کیطرف اُسکو کوچ ہوتا ہے

تو ان ظلمانی شعاعون کو معلوم کرتا ہے اور وہ شعاعیں اُسکو کانٹی نظر آتی ہین اور اسکی جان کو اُنسے الم اور
ضیق و نفرت پیدا ہوتی ہے اور تمام جوانب سے وہ شخص گھر جاتا ہے اور با وجود فراخی کے زمین اسپر تنگ
معلوم ہوتی ہے۔ عدالت کی صفت کا جب نشست و برخاست اور خواب و بیداری اور چلنے و پھرنے اور بولنے
وچالنے اور لباس و شعار کی اوضاع کے ساتھ اعتبار کیا جاتا ہے تو اُسکا نام ادب ہوتا ہے اور جب مال اور
اُسکے جمع کرنے اور صرف کرنے کے ساتھ اعتبار کیا جاتا ہے تو اُسکا نام کفایت ہوتا ہے اور تدبیر منزل کے
ساتھ اعتبار کرنے سے حریت اور تدبیر مدنیہ کے ساتھ سیاست اور عزیزون کی الفت رکھنے کے ساتھ حسن معاملات
یا حسن معاشرت اُسکا نام ہوتا ہے عدالت کے حاصل کرنے میں زیادہ ضروری رحمت اور محبت اور نرم دل
اور اُسکے ساتھ افکار کلیہ کے تابع ہونا اور انجام کار پر نظر رکھنا ہے اور ان دونون صفت یعنی سماحت و
و عدالت میں ایک قسم کا منافرا و مخالفت ہے اسلیے کہ تجرد کیطرف قلب کا میلان اور اسکے اندر رحمت و
محبت کا ہونا اکثر لوگون کے اعتبار سے یہ دونون وصف جمع نہین ہوتے خصوصًا ان لوگون کے اندر جنکی
قوت بہیمی و ملکی مین کشاکشی رہتی ہے یہی وجہ ہے کہ تم بہت سے اہل اللہ کو دیکھتے ہو کہ انھونے لوگون سے
قطع تعلق کر دیا ہے حتی کہ اہل و عیال کو بھی چھوڑ دیا ہے اور لوگون سے بالکل برطرف ہو گئے ہین اور عام لوگ
شب و روز اہل و عیال کے ساتھ مشغول رہتے ہین حتی کہ ان چیزون نے انسے خدا تعالیٰ کا ذکر بھلا دیا ہے
اور انبیاء علیہم السلام دونون مصلحتون کی رعایت کا حکم دیتے ہین اسی لیے ان دونون صفتون کے اندر ضبط مبہم
اور تمیز مشکل کی زیادہ ضرورت پڑتی ہے۔ شرائع کے اندر جن اخلاق کا لحاظ ہے وہ یہی اخلاق ہین اور بعض
افعال اور کیفیات اور ہیئت ایسی بھی ہین جو ان اخلاق اور ان اخلاق کی اضداد کا کام دیتی ہین اس جہت سے
کہ یہ افعال وغیرہ نفس کے اندر ملائکہ اور شیاطین کا مزاج پیدا کر دیتی ہین ملائکہ اور شیاطین کے دونون پہلوؤن مین سے
ایک کی طرف نفس کے میلان سے یہ افعال وغیرہ پیدا ہوتے ہین لہذا اُنکے متعلق حکم دیا جاتا ہے اور ہمنے کچھ
اُسکا ذکر پہلے کیا ہے اور اسی باب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول ہے ان الشیطان یاکل بشمالہ
ویشرب بشمالہ شیطان بائین ہاتھ سے کھاتا ہے اور بائین ہاتھ سے پیتا ہے اور فرمایا ہے الا جدیع
شیطان یعنی مقطوع الجمۃ اور فرمایا ہے الا تصفون کما تصف الملائکۃ جسطرح فرشتے
صف باندھکر کھڑے ہوتے ہین تم اسطرح صف بندی کیون نہین کرتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
اُن اعمال کا حکم دیا ہے جو ان اخلاق کی علامات ہین چنانچہ ایسے اذکار کا آپنے حکم دیا ہے جنسے بوقت اخبات
اور فرمانبرداری اور تضرع کی کیفیت حاصل ہوتی ہے اور صبر کرنے اور خدا کی راہ مین خرچ کرنے کا حکم دیا
اور موت اور آخرت کی یاد کرنے کی رغبت دلائی اور انکی آنکھون کے سامنے دنیا کی ناپایداری ثابت کی
اور خدا تعالیٰ کے جلال اور اسکی عظیم الشان قدرت مین فکر کرنے کا اُنکو شوق دلایا تاکہ سماحت کی صفت
اُنکے اندر پیدا ہو۔ اور مریض کی عیادت اور باہم سلوک اور صلہ کرنے اور سلام کا رواج ڈالنے اور حدود کے

قائم کرنے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے کا اُنکو حکم دیا تاکہ عدالت کی صفت اُنکے اندر پیدا ہو جاے اور ان افعال اور کیفیات کا پورے پورے طور پر بیان کیا خدا تعالے اس نبی کریم کو ہمارے اور تمام مسلمانون کی طرف سے ایسا بدلہ دے جسکے وہ لائق ہے۔ جب یہ اصول تمکو معلوم ہوگئے تو ہم اب کسیقدر تفصیل کرنے مین مشغول ہوتے ہین۔ واللہ اعلم۔

## اذکار اور اُسکے متعلقات کا بیان

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ لا یقعد قوم یذکرون اللہ الا حفتہم الملائکۃ وغشیتہم الرحمۃ کوئی قوم خدا تعالے کے یاد کرنے کے لیے نہین بیٹھتی مگر ملائکہ اُنکو گھیر لیتے ہین اور رحمت اُنپر چھا جاتی ہے۔ مین کہتا ہون یہ بات یقینی ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف رغبت اور اُسکے ذکر کے ساتھ مسلمانون کا اجتماع رحمت اور سکینہ کو بلا لیتا ہے اور ملائکہ سے قریب کر دیتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے سبق المفردون مفرد لوگ آگے ہوگئے۔ مین کہتا ہون سابقین مین سے ایک گروہ کا نام مفردین ہے کیونکہ یاد الٰہی نے اُنپر سے بار ہٹا کر اُنکو ہلکا کر دیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے قال اللہ تعالی انا عند ظن عبدی بی وانا معہ اذا ذکرنی فان ذکرنی فی نفسہ ذکرتہ فی نفسی وان ذکرنی فی ملاء ذکرتہ فی ملاء خیر منہ۔ اللہ پاک فرماتا ہے مین اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہون جو اُسکو میرے ساتھ ہے اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے مین اُسکے ساتھ ہوتا ہون پھر اگر اپنے جی مین مجھے یاد کرتا ہے تو مین اپنے جی مین اُسکو یاد کرتا ہون اور اگر جلسہ مین یاد کرتا ہے تو مین اُس سے بہتر جلسہ مین اُسکو یاد کرتا ہون۔ مین کہتا ہون بندے کی سرشت جو اخلاق اور علوم کا منشا ہوتی ہے اور وہ کیفیات جسکو نفس حاصل کرتا ہے اس رحمت کے مخصص ہوتی ہے جو اُس بندے کے لیے خاص ہے۔ پس بہت سے لوگ جنکے اندر سماحت کی صفت پائی جاتی ہے اس بات کی امید رکھتے ہین کہ ہمارا پروردگار ہمارے گناہ دور کر دیگا اور ذرا ذرا سی بات پر ہمپر مواخذہ نکریگا اور سماحت کا برتاو ہمارے ساتھ کریگا ایسے شخص کی یہ امید اُسکے گناہون کے دور ہو جانے اور نفس کے صاف ہو جانے کا سبب ہو جاتی ہے اور بہت سے بخیل اور حریص مزاج آدمی اپنے پروردگار سے اس بات کا گمان رکھتے ہین کہ خدا تعالے ہمسے ذرا ذرا سی بات کا مواخذہ اور جزرس لوگون کا سا معاملہ کریگا اور گناہون سے درگذر نکریگا۔ اور یہ بات دنیاوی حیات کے اعتبار سے دلمین زیادہ ترسیخ جاتی ہے اور بعد از مرگ یہ کیفیت چارون طرف سے اُسکو گھیر لیتی ہے۔ مگر یہ فرق صرف اُن امور کے اعتبار سے ہوا کرتا ہے کہ حظیرۃ القدس مین جنکی نسبت کوئی تاکیدی حکم نہین ہوتا اور کبائر اور اُنکے قریب قریب گناہون کے اعتبار سے صرف بالاجمال اسکا اثر کچھ ظاہر ہوتا ہے۔ اور اللہ پاک کے یہ فرمانے مین کہ مین اُسکے ساتھ ہوتا ہون معیت قبول اور حظیرۃ القدس مین ایک شان کے ساتھ ہونے کی طرف اشارہ ہے

جب بندہ اپنے دل مین خدا تعالی کو یاد کرتا ہے اور اُسکے انعامات مین غور کرنا شروع کرتا ہے تو اسکے بدلہ
مین اُس راستے سے خدا تعالے اُسکے لیے حجابات دور کر دیتا ہے اور چلتے چلتے اُس تجلی تک جا پہونچتا ہے
جو حظیرۃ القدس کے اندر قائم ہوتی ہے اور جب کسی جلسہ مین خدا تعالی کی یاد کرتا ہے اور اُسکی غرض دین
اسلام کی اشاعت اور اعلاء کلمۃ اللہ ہوتی ہے تو اُسکی جزا مین خدا تعالے ملاء اعلی کے قلوب مین اُسکی محبت کا
القا فرماتا ہے اور وہ اُسکے لیے دعا کرتے ہین اور برکت کے طالب ہوتے ہین بعد ازان زمین پر بھی وہ بندہ
مقبول ٹھہرایا جاتا ہے مگر بہت سے عارف باللہ ایسے مین کہ معرفت کے درجہ تک اُنکو وصول ہوگیا ہے
لیکن نہ تو زمین پر اُنکو لوگ مانتے ہین اور نہ ملاء اعلی مین اُنکا کچھ تذکرہ ہوتا ہے اور بہت سے لوگ دین کے
حامی اور مددگار اور بڑے مقبول اور متبرک بندے ہوتے ہیں مگر اُنکے حجابات رفع نہین ہوتے - آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے قال اللہ تعالی من جاء بالحسنة فلہ عشر امثالھا وازید ومن جاء بالسیئة
فجزاء سیئة مثلھا او اغفر ومن تقرب منی شبرا تقربت منہ ذراعا ومن تقرب منی ذراعا تقربت
منہ باعا ومن اتانی یمشی اتیتہ ھرولة ومن لقینی بقراب الارض خطیئة لا یشرک بی شیئا لقیتہ بمثلھا
مغفرة اللہ پاک فرماتا ہے جو بھلائی لیکر آئیگا تو اُسکی اُس سے دس گنی ہے اور مین زیادہ بھی کر دونگا اور جو
بُرائی لائیگا تو برائی کا بدلہ اُسکے برابر ہے یا مین معاف کر دونگا اور جو شخص بالشت بھر میرے پاس آتا ہے
مین ایک ذراع اُسکے پاس آتا ہون اور جو ایک ذراع میرے قریب ہوتا ہے تو مین ایک باع یعنی دونون
ہاتھ کے پھیلاو کے برابر اُسکے قریب ہوتا ہون اور جو میرے پاس چلکر آتا ہے مین اُسکے پاس دوڑکر آتا ہون
اور جو مجھسے زمین کے برابر گناہ لاکر ملتا ہے اور دنیا سے پیٹھ پھیر لیتا ہے اور اُسکے یہی قوی بوجہ ہوجاتے ہین
اور ملکیت کے انوار چمکنے لگتے ہین تو اُسکے تھوڑے حسنات بھی بہت ہوجاتے ہین اور عارضی چیز ہمیشہ
ذاتی چیز سے ضعیف رہتی ہے اور تدبیر الٰہی کا منبع خیر کے فیضان پر ہے اور خیر وجود کے ساتھ بہت قریب
اور شر اُس سے بہت بعید ہے چنانچہ حدیث شریف مین آیا ہے کہ خدا تعالی کی رحمت کے سو حصے ہین جنمین سے
ایک حصہ زمین کی طرف اُتار رکھا ہے - اسی کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بالشت اور ذراع اور باع اور چلنے
اور دوڑنے کے ساتھ بیان کیا ہے - اور آخرت کے اعتبار سے کوئی چیز صورت پر اطلاع پانی اور اُسکی طرف
التفات کرنے سے زیادہ نافع نہین ہے من لقینی بقراب الارض خطیئة لا یشرک بی شیئا الخ کے
یہی معنی ہین اور اللہ پاک فرماتا ہے اعلم عبدی ان لہ ربا یغفر الذنوب ویواخذ بہ کیا میرا بندہ اس
بات کو جانتا ہے کہ اُسکا کوئی رب ہے جو گناہ کو بخشتا اور گناہ پر مواخذہ کرتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ وسلم نے فرمایا ہے
قال تعالی من عادی لی ولیا فقد اذنتہ بالحرب وما تقرب الی عبدی بشیء احب الی مما افترضت
علیہ وما یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احببتہ فاذا احببتہ فکنت سمعہ الذی یسمع بہ و
بصرہ الذی یبصر بہ ویدہ التی یبطش بہا ورجلہ التی یمشی بہا وان سالنی لاعطینہ وان استعاذنی

لاعیذنہ وما ترددت فی شیء انا فاعلہ ترددی عن نفس المومن یکرہ الموت وانا اکرہ مساءتہ ۔ اللہ
پاک فرماتا ہے کہ جو شخص کسی میرے دوست سے عداوت کرتا ہے مین اسکو اعلان جنگ دیتا ہون میرا بندہ
کسی چیز سے جو مجکو زیادہ تر محبوب ہو فرائض سے زیادہ مجھسے نزدیک نہین ہوتا اور میرا بندہ برابر نوافل سے قرب
حاصل کرتا رہتا ہے حتی کہ وہ مجھے پیارا ہو جاتا ہے اور جب مین اُس سے محبت کرنے لگتا ہون تو مین اُسکا
کان ہو جاتا ہون جس سے سنتا ہے اور آنکھ ہو جاتا ہون جس سے دیکھتا ہے اور اُسکا ہاتھ ہو جاتا ہون جس سے
وہ پکڑتا ہے اور اُسکا پیر ہو جاتا ہون جس سے وہ چلتا ہے اور جو مانگتا ہے ضرور اُسکو دیتا ہون اور اگر میری
پناہ مانگتا ہے تو ضرور پناہ مین لے لیتا ہون اور مین نے کسی چیز مین جسکے کرنے کا ارادہ کیا ہے ایسا تردد نہین کیا
جیسے مومن کے نفس سے مجھے تردد ہوا اُسکو موت گوارا نہین ہوتی اور مجکو اُسکی تکلیف گوارا نہین ہوتی ۔

مین کہتا ہون جب خدا تعالی کسی بندہ سے محبت کرتا ہے اور ملاء اعلی مین اُسکی محبت نازل ہوکر زمین مین بھی
مقبول ہو جاتا ہے پھر کوئی شخص اس نظام الہی کی مخالفت کرتا اور اُس بندہ سے عداوت کرتا ہے اور اُسکے کام
کے بگڑنے مین کوشش کرتا ہے تو خدا تعالی کی رحمت جو اُس محبوب کے متعلق ہوتی ہے اُسکے دشمن کے
حق مین لعنت بنجاتی ہے اور اُسکی رضامندی دشمن کے حق مین غضب الہی بنجاتی ہے اور جب خدا تعالی کسی
شریعت کے ظاہر کرنے اور کسی دین کے قائم کرنے سے بندون کے نزدیک ہوتا ہے اور حظیرۃ القدس مین ان
طریقون اور شریعتون کو مرقوم فرماتا ہے تو یہ طریقہ اور عبادات سب چیزون سے زیادہ رحمت الہی کے جالب
اور اُسکی رضامندی کے موافق ہوتی ہین اور یہ تھوڑی سی چیزین بہت ہوتی ہین اور بندہ نوافل کے ذریعہ سے
فرائض ادا کرنے کے بعد خدا تعالی سے برابر قربت حاصل کرتا رہتا ہے حتی کہ خدا تعالی کا محبوب بنجاتا ہے اور
رحمت الہی اُسکو محیط ہو جاتی ہے اسوقت مین اُس اعضاء کو نور الہی سے مدد پہونچتی ہے اور اُسکی ذات واہل
عیال ومال مین برکت دیجاتی ہے اور اُسکی دعا قبول ہوتی ہے اور شر سے محفوظ رہتا ہے اور اُسکی اعانت
کیجاتی ہے اس قرب کا نام ہمارے ہان قربت اعمال ہے اور اس حدیث مین جو تردد کا لفظ آیا ہے اُس سے
عنایات الہی کا تعارض مراد ہے کیونکہ خدا تعالی کو ہر نظام نوعی وشخصی کے ساتھ ایک توجہ خاص ہے ۔ بدن
انسانی کے ساتھ اُسکی توجہ کا مقتضی ہے کہ اُسکی موت وبیماری اور تکلیف کا حکم دیا جاے اور اُسکے نفس کے
ساتھ جو خدا تعالی کا محبوب ہے توجہ الہی کا یہ مقتضی ہوتا ہے کہ ہر طرف سے اُسکے لیے راحت وآرام پہونچایا جاے
اور تکلیف سے محفوظ رکھا جاے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الا انبئکم بخیر اعمالکم وازکاھا عند
ملیککم الحدیث ۔ کیا مین تمکو وہ عمل نہ بتادون جو تمھارے سب اعمال مین بہتر ہے اور تمھارے بادشاہ کے نزدیک
سب سے زیادہ پاکیزہ ہے اور سب اعمال سے زیادہ تمھارے درجات بلند کرنیوالا ہے اور تمھارے حق مین
سونا وچاندی خرچ کرنے سے بہتر ہے اور تمھارے حق مین اس بات سے بہتر ہے کہ تم اپنے دشمن سے سامنا کرو
اور تم انکی گردنین مارو اور وہ تمھاری گردنین مارین صحابہؓ نے عرض کیا ہان آپ نے فرمایا کہ وہ خدا کا ذکر ہے ۔

میں کہتا ہوں افضلیت کے طریقے مختلف ہوتے ہیں اور جبروت پر نفس کی اطلاع پانے کے اعتبار سے ذکر الہی
سے زیادہ کوئی چیز افضل نہیں ہے خاصکر ان نفوس ذکیہ میں جنکو ریاضات کی حاجت نہیں ہوتی صرف
نگاہداشت کی حاجت ہوتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من قعد مقعدا لم یذکر اللہ
قعد الحدیث یعنے جو شخص کسی مجلس میں بیٹھکر خدا تعالے کی یاد نکرے تو وہ مجلس اُسکے حق میں خدا کیجانب سے
حسرت ہے اور جو شخص لیٹے اور لیٹکر خدا تعالے کی یاد نکرے وہ لیٹنا خدا تعالی کی طرف سے اُسپر حسرت ہے
اور فرمایا ہے۔ ما من قوم یقومون من مجلس لا یذکرون اللہ فیہ الا قاموا عن مثل جیفة حمار وکان علیهم
حسرة۔ کوئی قوم کسی مجلس سے جسمیں یاد الہی نکیہو نہیں کھڑی ہوتی مگر جسطرح مردار گدھے کو کھاکر اُٹھتے
ہیں اور وہ مجلس اُنپر حسرت ہوگی اور فرمایا ہے لا تکثروا الکلام بغیر ذکر اللہ فان کثرة الکلام بغیر ذکر اللہ
قسوة بالقلب وان ابعد الناس من اللہ القلب القاسی۔ بجز ذکر الہی کے کثرت سے کوئی کلام مت کرو
اسلیے کہ بغیر ذکر خدا تعالی کی کثرت سے کلام کرنا قلب میں قساوت پیدا کردیتا ہے اور خدا تعالے کے نزدیک
سب لوگوں سے دورتر قاسی القلب ہے۔ میں کہتا ہوں جب ایک شخص نے ذکر الہی کی حلاوت معلوم کرلی اور
ذکر الہی سے اطمینان حاصل ہونے کی کیفیت اور نیز یہ بات معلوم کرلے کہ ذکر الہی کے کرنے سے اُسکے قلب سے
حجابات کسطرح دور ہوتے ہیں اور وہ شخص ایسا ہو جاتا ہے جیسے خدا تعالی کو آنکھوں سے دیکھتا ہے تو
بلاشک جب وہ شخص دنیا کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اہل وعیال اور دنیا کے سامان میں متوجہ ہوتا ہے
تو ان کیفیات میں سے بہت کچھ بھول جاتا ہے اور ایسا رہجاتا ہے کہ جو بات اُسکو حاصل ہوئی تھی وہ اُس سے
گم ہوگئی اور اُس شخص کے اور اُس چیز کے مابین جو اُسکے آنکھوں کے سامنے تھی ایک پردہ پڑجاتا ہے اور یہ خصلت
دنیوی اور بہیمی کی طرف انسان کو بلاتی ہے اور یہ ہر ایک حسرت کا سبب ہے اور جب بہت سی حسرتیں
جمع ہوجاتی ہیں تو نجات کی کوئی سبیل نہیں ہوتی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن حسرتوں کا پورا پورا علاج
بتایا ہے اسطرح پر کہ ہر وقت کے لیے اُسوقت کے مناسب ایک ذکر مقرر فرمایا ہے تاکہ غفلت کے سم کو دور کرنیوالا
اور اُسکے لیے تریاق ہو اور اُن اذکار کے فوائد اور بغیر اُن اذکار کے حسرات کے عارض ہونے پر متنبہ کیا ہے۔ اور
معلوم کرو کہ ذکر کے الفاظ منضبط کرنے کی ضرورت تھی تاکہ کوئی تصرف کرنے والا اپنی ناقص عقل سے اُسمین
تصرف کرکے خدا تعالے کے اسما میں الحاد نکرے یا جو مقام جس ذکر کے مناسب ہے اُسکو استعمال میں نہ لاوے
اذکار کے باب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مسنون کیا ہے اُن سب سے زیادہ عمدہ و بہتر ذکر ہیں
جنمیں سے ہر ایک میں وہ راز ہے جو دوسرے میں نہیں ہے لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر موقع پر
اُنمیں سے کئی کئی ذکر کے جمع کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ بات بھی ہے کہ ہمیشہ ایک ہی قسم کا ذکر کرنے سے وہ ذکر
عادۃً کلمے کے اعتبار سے صرف زبانی حرکت ہوجاتا ہے اور اذکار کے بدلنے سے نفس کو تنبیہ اور غافل کو
بیداری ہوتی ہے۔ اُنمیں سے ایک ذکر (سبحان اللہ) ہے اسکی حقیقت خدا تعالے کا تمام نقائص و عیوب

اور نقائص سے پاک کرنا ہے ــــ اور ایک (الحمد للہ) ہے اور اُسکی حقیقت خدا تعالےٰ کے لیے کمالات
اور اوصاف کاملہ کا ثابت کرنا ہے جب یہ دونوں باتین ایک کلمہ مین جمع ہوگیئن تو انسان کو اپنے پروردگار کی
جو معرفت حاصل ہوسکتی ہے اس کلمہ مین اُس معرفت کا پورا پورا بیان ہے کیونکہ بندہ خدا تعالیٰ کو صرف
اسی قدر پہچان سکتا ہے کہ اُسکے لیے ایک ذات ثابت کرے جو تمام اُن نقائص سے جنکا ہم اپنے اندر مشاہدہ کرتے ہین
پاک ہو اور جسقدر کمالات کمال ہونے کی جہت سے ہم اپنے اندر دیکھتے ہین وہ سب اُس ذات کو ثابت ہون
پس جب اس ذکر کی صورت نامۂ اعمال مین مندرج ہوتی ہے تو یہ معرفت پوری اور کامل جسکے کامل ہونے کا
علم دیا جاتا ہے ظاہر ہوتی ہے اور قرب الٰہی کا باب عظیم اسکے سبب سے مفتوح ہوجاتا ہے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے اپنے اس قول مین اسی کے معنی کی طرف اشارہ کیا ہے التسبیح نصف المیزان والحمد للہ تملئہ
سبحان اللہ نصف میزان ہے اور الحمد للہ اُسکو پُر کردیتا ہے اسلیے سبحان اللہ وبحمدہ کا کلمہ زبان پر آسان ہے
اور وزن مین بہت ہے اور خدا تعالےٰ کو پیارا ہوتا ہے اور اُسکے پڑھنے والے کے لیے ایک جنت بویا جاتا ہے
جو شخص اسکو سو مرتبہ پڑھے اُسکے حق مین وارد ہوا ہے کہ تمام اُسکے گناہ دور ہوجاتے ہین اگرچہ سمندر کی جھاگ
کے برابر ہون اور قیامت کے دن کوئی شخص ان کلمات کے پڑھنے والے سے افضل نہ آویگا مگر جسنے اسکو
پڑھا یا اسپر زیادہ کیا اور خدا تعالےٰ نے اپنے ملائکہ کے لیے جو اذکار پسند فرمائے ہین اُن سب مین یہ بہتر ہے
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا ہے اول من یدعی الی الجنۃ الذین یحمدون اللہ فی السراء
والضراء سب سے پہلے جنت مین وہ لوگ بلائے جاوینگے جو مصیبت وآرام کے وقت اللہ کی حمد کرتے ہین
اُسمین یہ راز ہے کہ اُن لوگون کا عمل ثبوتی ہے تو اسے ثبوتیہ اوسپر باعث ہوتے ہین - اور ایسے لوگ جنت کے
انعامات سے نہایت ثمریاب ہوتے ہین اور یہ جو فرمایا ہے کہ افضل الدعا الحمد بہترین دعا الحمد للہ ہے اُسمین
یہ راز ہے کہ دعا کی دو قسمین ہین چنانچہ ہم ذکر کرینگے اور الحمد للہ مین دونون قسم موجود ہین کیونکہ شکر زیادتی
نعمت کا سبب ہے اور اُسکے اندر معرفت کی ثبوتی پائی جاتی ہے اور یہ جو فرمایا ہے کہ الحمد للہ راس الشکر
الحمد للہ شکر کی اصل ہے اُسمین یہ راز ہے کہ شکر زبان سے بھی ہوتا ہے اور قلب سے بھی اور اعضاء
سے بھی اور زبان بہ نسبت ان دونون کے شکر پر زیادہ تر بظاہر دلالت کرتی ہے اور ایک ذکر لا الٰہ الا اللہ ہے
اور اسکے کئی بطون ہین بطن اول شرک جلی کا دور کرنا ہے اور بطن دوم شرک خفی کا دور کرنا ہے
اور بطن سوم اُن حجابات کا دور کرنا جو معرفت الٰہی تک پہونچنے کے مانع ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے اس قول مین اسی کی طرف اشارہ ہے لا الٰہ الا اللہ لیس لہا حجاب دون اللہ حتی تخلص الیہ
لا الٰہ الا اللہ کے لیے خدا تعالےٰ سے ورے کوئی پردہ نہین جسکی وجہ سے خدا تعالےٰ تک وہ پہونچ جاتا ہے
اور موسیٰ علیہ السلام کو اسکے بطون مین سے پہلے دو بطن کا علم تھا اسلیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
اس بات کو بعید سمجھا کہ آپکے لیے جو ذکر خاص کیا گیا ہے وہ یہی ہو - اور خدا تعالےٰ نے بذریعہ وحی کے

اسکا حال ظاہر کردیا اور آپ پر یہ بات روشن کردی کہ یہ کلمہ خدا تعالیٰ کے سوا ہر چیز کے اختیار کرنے اور
آنکھوں کے سامنے متمثل ہونے سے دور کرنیوالا ہے اور اس درجہ کا کلمہ ہے کہ اگر تمام دنیا کے کلمے ایک پلہ مین
رکھے جاوین اور یہ کلمہ دوسرے پلے مین تو اُن سب کو جھکا دے کیونکہ اس کلمہ کے سامنے سب کلمے حقیر ہین یعنی
کم رتبہ کے اور لا الٰہ الا اللہ کے ساتھ جب کسیقدر تفصیل اور شامل ہوجاتی ہے تو یہ کلمہ نفی اور اثبات کے لیے
ہوجاتا ہے لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وہو علیٰ کل شیء قدیر۔ اس کلمہ کے
سو مرتبہ کہنے والے کی فضیلت مین وارد ہوا ہے کانت لہ عدل عشر رقاب الخ کہ اسکے لیے اس کلمہ
سو مرتبہ کہنا دس غلام آزاد کرنے کے برابر ہوتا ہے اخیر حدیث تک۔ کیونکہ یہ کلمہ معرفت سلبیہ و ثبوتیہ کا
جامع ہے اور سلبیہ کو لئے ہوئے ہے اور ہونے اس ثبوتیہ کو حسنات کے پائے جانے اور جزا کے متمثل ہونے مین
بہت دخل ہے۔ اور ایک ذکر کلمہ اللہ اکبر ہے اس کلمہ کے اندر خدا تعالیٰ کی عظمت اور اسکی قدرت اور
اسکی سطوت کا ملاحظہ ہے اور معرفت ثبوتیہ کیطرف اسمین اشارہ ہے اسی لیے اس کلمہ کی فضیلت مین
آیا ہے کہ یہ کلمہ زمین و آسمان کی فضا کو بھر دیتا ہے یہ چارون کلمے سب مین افضل اور خدا تعالیٰ کے
پسندیدہ ہین۔ اور جنت مین یہ کلمات بوئے جاتے ہین۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت
جویریہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا ہے کہ مین نے تیرے بعد چار کلمے تین مرتبہ ایسے پڑھے ہین کہ اگر ان کلمات کے
ساتھ جو تو نے آج شروع دن سے پڑھے ہین وزن کیے جائین تو وزن مین اُنسے زیادہ نکلے سبحان اللہ
وبحمدہ عدد خلقہ ورضاء نفسہ وزنۃ عرشہ ومداد کلماتہ اسمین یہ راز ہے کہ عمل کی صورت جب
نامۂ اعمال مین ثابت ہوتی ہے تو جزا کے وقت اس صورت کا پھیلاو اور اسکے وسعت اس کلمہ کے
معنی کے اعتبار سے ہوتی ہے اگر اسمین ایسا کلمہ ہے جیسے عدد وغیرہ تو اسکا پھیلاو اور وسعت ہوتا ہے۔
معلوم کرنا چاہیے جس شخص کا میلان ذکر کی کیفیت سے نفس مین پیدا کرنے کی طرف ہوتا ہے اُس
شخص کے لیے ذکر کا کثرت سے کرنا مناسب ہوتا ہے اور جس شخص کا میلان اسطرف زیادہ ہوتا ہے کہ
عمل کی صورت نامۂ اعمال مین محفوظ رہے اور جزا کے دن اُسکا ظہور ہو تو اُسکے حق مین ایسے ذکر کا اختیار
کرنا مناسب ہوتا ہے جو بالکیفیہ دیگر اذکار پر فوقیت رکھتا ہو کسی کو اس موقع پر یہ کہنے کی مجال نہین ہے
کہ جب تین مرتبہ ان کلمات کا کہنا تمام اذکار سے افضل ہوا اذکار کی کثرت اور تمام اوقات کا انمین
صرف کرنا ضائع ہوا اسلیے کہ فضیلت ایک اعتبار سے ہے نہ دوسرے اعتبار سے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ
نے جویریہ کو اقرب اعمال کیطرف رہبری اور اُسکی طرف تبلیغ بلیغ فرمائی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے جو ذکر کے اندر تہلیل (لا الٰہ الا اللہ) کے ساتھ اللہ اکبر اور باقی کلمات کا ملانا مسنون فرمایا ہے اسمین یہ راز ہے
کہ نفس کو ذکر پر تنبیہ ہوتی رہے اور صرف زبانی حرکت نہو۔ اور ایک آن اذکار مین سے ایسے امور کا سوال کرنا ہے
جو اُسکے بدن یا اُسکی ذات کے لیے پیدائش کے اعتبار سے نافع ہین یا حصول اطمینان یا تدبیر منزل یا مال و

وجاہ کے اعتبار سے اور انھین اعتبارات سے جو چیزین مضر ہین آنسے پناہ مانگنا - اور اسکے اندر ہمیشہ
خدا تعالیٰ کی تاثیر کا عالم مین مشاہدہ کرنا اور بجز خدا تعالیٰ کے سب سے روکنے اور دینے کی نفی کرنا
اور اس باب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دعائین مقرر فرمائی ہین آنمین سے یہ دعائین زیادہ ترجامع
ہین اللهم اصلح لی دینی الذی ہو عصمۃ امری واصلح لی دنیای التی فیہا معاشی واصلح لی آخرتی
التی فیہا معادی واجعل الحیوۃ زیادۃ لی فی کل خیر واجعل الموت راحۃ لی من کل شر - اور اللهم
انی اسئلک الهدی والتقی والعفاف والغنی اللهم اہدنی وسددنی اور فرمایا ہے ہدایت کے ساتھ
راستہ کی طلب اپنی ہدایت اور سداد سے تیر کی طرح سیدھا ہونا مراد لے - اور اللهم اغفرلی وارحمنی و
اہدنی وعافنی وارزقنی اللهم ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار رب اعنی
ولا تعن علی وانصرنی ولا تنصر علی وامکر لی ولا تمکر علی واہدنی ویسر الہدی لی وانصرنی علی من
بغی علی رب اجعلنی لک شاکرا لک ذاکرا لک راہبا لک مطواعا لک مخبتا الیک اواہا منیبا رب تقبل توبتی
واغسل حوبتی واجب دعوتی وثبت حجتی وسدد لسانی واہد قلبی واسلل سخیمۃ صدری اللهم ارزقنی
حبک وحب من ینفعنی حبہ عندک اللهم ما رزقتنی مما احب فاجعلہ قوۃ لی فیما تحب اللهم ما زویت
عنی مما احب فاجعلہ فراغا لی فیما تحب اللهم اقسم لنا من خشیتک ما تحول بہ بیننا وبین معاصیک
ومن طاعتک ما تبلغنا بہ جنتک ومن الیقین ما تہون بہ علینا مصیبات الدنیا ومتعنا باسماعنا
وابصارنا وقوتنا ما احییتنا واجعلہ الوارث منا واجعل ثارنا علی من ظلمنا وانصرنا علی من
عادانا ولا تجعل مصیبتنا فی دیننا ولا تجعل الدنیا اکبر ہمنا ولا مبلغ علمنا ولا تسلط علینا من لا یرحمنا
اور پناہ مانگنے کے لیے جو دعائین آپ نے مقرر کی ہین آنمین یہ دعائین زیادہ ترجامع ہین - اعوذ باللہ
من جہد البلاء ودرک الشقاء وسوء القضاء وشماتۃ الاعداء اللهم انی اعوذ بک من الهم والحزن
والعجز والکسل والجبن والبخل وضلع الدین وغلبۃ الرجال اللهم انی اعوذ بک من الکسل والہرم
والمغرم والماثم اللهم انی اعوذ بک من عذاب النار وفتنۃ النار وفتنۃ القبر وعذاب القبر ومن
شر فتنۃ الغنا ومن شر فتنۃ الفقر ومن شر فتنۃ المسیح الدجال اللهم اغسل خطایای بماء الثلج
والبرد ونق قلبی کما ینقی الثوب الابیض من الدنس وباعد بینی وبین خطایای کما باعدت بین المشرق
والمغرب اللهم آت نفسی تقویہا وزکہا انت خیر من زکہا انت ولیہا ومولہا اللهم انی اعوذ بک
من علم لا ینفع ومن قلب لا یخشع ومن نفس لا تشبع ومن دعوۃ لا یستجاب لہا اللهم انی اعوذ بک
من زوال نعمتک وتحول عافیتک وفجاءۃ نقمتک وجمیع سخطک اللهم انی اعوذ بک من الفقر
والقلۃ والذلۃ واعوذ بک من ان اظلم او اظلم - اور از انجملہ خضوع اور فرمانبرداری کا بیان کرنا
جیسے کہ آپکا قول ہے سجد وجہی للذی خلقہ الخ - اور معلوم کرنا چاہیے جن دعاؤن کا آپ نے

جسکا حکم دیا ہے وہ دو طرح کے ہیں ایک تو وہ دعائیں ہیں جنسے قواے فکریہ کا خدا تعالی کی عظمت اور اُسکے جلال
کے ملاحظہ سے پُر ہونا یا خضوع اور فرمانبرداری کی حالت کا حاصل ہونا مقصود ہے کیونکہ اُس حالت کے مناسب
زبان کی تعبیر کرنے کے لیے نفس کی اُس حالت پر متنبہ ہونے اور متوجہ ہونے میں اثر عظیم ہے - اور دوسری
قسم کی وہ دعائیں ہیں جنمیں دنیا و آخرت کی بھلائی کی طرف رغبت اور اُن دونوں کے شر سے پناہ مانگنا مقصود
کیونکہ نفس کا ارادہ اور ہمت کوشش سے اُسکا کسی چیز کو طلب کرنا جناب باری کے جود کے دروازے کو
کھٹکھٹانا ہے جسطرح دلیل کے مقدمات نتیجہ کے فیضان کا سبب ہوتے ہیں اور نیز جب کسی چیز کی حاجت
قلب کو تکلیف دیتی ہے تو اُسکے سبب سے مناجات کی طرف قلب متوجہ ہو جاتا ہے اور اللہ پاک کی عظمت
اُسکے سامنے موجود ہو جاتی ہے اور ایسے وقت میں آدمی کی ہمت خدا تعالی کی طرف مائل ہو جاتی ہے
لہذا یہ حالت محسنین کے لیے بہت غنیمت ہوتی ہے اور آپ نے فرمایا ہے الدعاء ہو العبادۃ عبادت تو دعا ہی
کا نام ہے - میرے نزدیک اسکا یہ سبب ہے کہ فی الحقیقت عبادت تعظیم کی صفت کے ساتھ حضور کے اندر
مستغرق ہو جانا ہے اور دعا اپنی دونوں قسموں کے اعتبار سے اسکے لیے کافی مقدار ہے اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے **افضل العبادۃ انتظار الفرج** - بہترین عبادت کا انتظار کشادگی کا ہے
میں کہتا ہوں اسکی یہ وجہ ہے کہ رغبت کے ساتھ رغبت الہی کی خواستگاری کو اسقدر اثر ہوتا ہے کہ عبادت کو
بھی اتنا اثر نہیں ہوتا اور آپ نے فرمایا ہے **مامن احد یدعو بدعاء الا اعطاہ اللہ تعالی ما سئل**
**او کفی عنہ شر السوء مثلہ** - کوئی دعا کرنیوالا کوئی دعا نہیں کرتا مگر خدا تعالی موافق اُسکے سوال کے اُسکو
عطا فرماتا ہے یا اُسکے برابر مصیبت کی برائی آدمی سے روک لیتا ہے - میں کہتا ہوں عالم مثال سے کسی
چیز کا ظہور جب زمین پر ہوتا ہے تو اُس ظہور کے لیے ایک تو طبعی دستور ہیں کہ اگر کوئی خارجی مانع نہیں ہوتا
تو اُس طریقے کے موافق اُس ظہور کا اجرا ہوتا ہے اور ایک غیر طبعی طریقہ ہے جب ہوتا ہے جب اُس
باب میں باہم مزاحمت ہو جاتی ہے اور غیر طبعی کی ایک یہ صورت بھی ہے کہ کسی مصیبت کے دفعہ کرنے
یا اُسکی وحشت کے دلجمعی کرنے اور قلب کے اندر خوشی کا القا یا کسی حادثہ کے اُسکے جان سے یا اُسکے مال
کی طرف مائل کرنے کے لیے رحمت الہی متوجہ ہوتی ہے اور اسی قسم کی اور صورتیں بھی ہیں اور آپ نے
فرمایا ہے تم میں سے جب کوئی شخص دعا کرے تو یہ نہ کہے کہ خدایا اگر تو چاہے تو مجھکو بخش دے اور تو اگر چاہے
تو مجھپر رحم کر اگر چاہے تو مجھکو رزق دے بلکہ کوشش کے ساتھ خدا تعالی سے سوال کیا کرے کیونکہ خدا تعالی
جو چاہتا ہے کرتا ہے اُسپر کسی کا دباو نہیں ہے میں کہتا ہوں دعا کی روح اور اُسکی حقیقت نفس کا کسی چیز
کی طرف رغبت کرنا ہے جسکے ساتھ تشبہ بالملائکہ اور جبروت پر اطلاع یابی کی نعمت بھی پائی جاتی ہو
اور تشکک کے ساتھ طلب کرنے میں ارادہ کے اندر پراگندگی اور ہمت میں سستی پائی جاتی ہے اور مصلحت
کلیہ کے ساتھ موافقت موجود ہوتی ہے کیونکہ کوئی شبہ بمصلحت کلیہ کی رعایت کرنے سے خدا تعالی کو

نہین ہوسکتا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وہ جو چاہتا کرتا ہے اسپر کسی کا دباو
نہین ہے **لا یرد القضاء الا الدعا** بجز دعا کے کوئی چیز قضاء الٰہی کو نہین روکتی - مین کہتا ہون
قضاء سے یہان پر وہ صورت مراد ہے جو عالم مثال مین پیدا کیجاتی ہے اور عالم کون مین اس حادثہ کے
وجود کا سبب ہوتی ہے اور وہ صورت تمام مخلوقات کی طرح محو و اثبات کو قبول کرتی ہے اور آپ نے
فرمایا ہے **ان الدعاء ینفع مما نزل ومما لم ینزل** - البتہ دعا جو چیز اتاری گئی ہے اور جو چیز نہین اتاری
گئی ہے نافع ہوتی ہے - مین کہتا ہون جو حادثہ نازل نہین ہوا ہے دعا کرنے سے وہ مضمحل ہو جاتا ہے
اور زمین پر اس حادثہ کے موجود ہونے کا سبب نہین ہو سکتا اور جب کوئی بلا نازل ہو جاتی ہے
تو دعا کرنے کا یہ اثر ہوتا ہے کہ وہان پر رحمت الٰہی سے اس شخص کو اس مصیبت سے جو رنج ہو رہا تھا اسمین
تخفیف ہو جاتی ہے اور اسکی وحشت انس کے ساتھ بدل ہو جاتی ہے اور حدیث شریف مین وارد
ہوا ہے **من سرہ ان یستجیب اللہ لہ عند الشدائد فلیکثر الدعاء فی الرخاء** جس شخص کو یہ بات
منظور ہو کہ شدائد کے وقت خدا تعالےٰ اسکی دعا قبول کرے آرام کی حالت مین اسکو کثرت سے دعا
کرنی چاہیے - مین کہتا ہون اسکی یہ وجہ ہے کہ دعا کسی شخص کی جب ہی قبول ہوتی ہے جب نہایت
رغبت اور نہایت مستحکم ارادہ سے دعا کرے اس مصیبت کے احاطہ کرنے سے پہلے وہ شخص دعا کرنے کا
عادی ہو اور ہاتھون کا اٹھانا اور منھ پر ہاتھ پھیرنا اس رغبت کی ظاہری صورت اور ہیئت نفسانیہ اور
اسکے مناسب ہیئت بدنیہ مین مطابقت اور نفس کو اس حالت پر متنبہ کرنا ہے اور آپنے فرمایا ہے
**من فتح لہ باب من الدعاء فتحت لہ ابواب الرحمۃ** - جس شخص کے لیے دعا کا ایک دروازہ کھولا گیا
اسکے لیے رحمت کے سب دروازے کھول دیے گئے - مین کہتا ہون جو شخص دلی رغبت سے دعا کرنے
کی کیفیت جانتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ کون کون سی صورتون مین قبولیت کا ظہور ہوتا ہے اور
وہ شخص حضور کی صفت کے ساتھ مشتاق ہو رہا ہے تو دنیا مین اسکے لیے رحمت کا دروازہ کھولدیا جاتا ہے
اور ہر مصیبت کے وقت اسکی اعانت کیجاتی ہے اور مرنے کے بعد اسکے گناہ جب اسکا احاطہ کرلیتے ہین
اور ہیئت دنیاوی اسکو ڈھکیلتی ہے تو وہ شخص جسطرح عادی ہو رہا تھا اسی طرح رغبت کے ساتھ
خدا کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور اسکی دعا وہان بھی مقبول ہوتی ہے اور پھر گناہون سے ایسا صاف
نکل جاتا ہے جسطرح آٹے مین بال صفائی کے ساتھ نکل جاتا ہے اور معلوم کرنا چاہیے کہ سب دعاؤن
مین سے قریب بقبولیت وہ دعا ہوتی ہے جو ایسی حالت کے ساتھ پائی جائے جسمین رحمت الٰہی کے
نازل ہونے کا موقع ہوتا ہے یا تو اسلیے کہ نفس انسانی کو اس حالت مین کمال کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے
جیسے نمازون کے بعد دعا کرنا یا روزہ دار کی دعا وقت افطار روزہ کے یا اسلیے کہ وہ حالت جود الٰہی
کے نازل ہونے کا سبب ہوتی ہے جیسے مظلوم کی دعا کیونکہ خدا تعالیٰ کو ظالم سے بدلہ لینے کی طرف

تر بہ ہوتی ہے اور یہ دعا مانگنا اُس توجہ کے ساتھ موافقت کرتا ہے اور مظلوم کے باب میں آیا ہے کہ اُسکی دعا اور خدا تعالیٰ کے مابین میں حجاب نہیں ہے - یا دنیاوی راحت کے منقلب ہونے کا سبب ہوتی ہے ایسے وقت میں خدا تعالیٰ کی رحمت جو اُسکے حق میں متوجہ ہوتی ہے وہ دوسری صورت میں منقلب ہو جاتی ہے جیسے مریض یا مصیبت زدہ کی دعا یا وہ حالت دعا کے اخلاص کا سبب ہوتی ہے جیسے کسی غائب شخص کے اپنے بھائی مسلمان کے لیے دعا یا باپ کی اپنی اولاد کے لیے یا وہ دعا اُسوقت پائی جاتی ہے جب روحانیت کا انتشار ہوتا ہے اور رحمت الٰہی جہان پر جھک جاتی ہے جیسے شب قدر یا جمعہ کے روز اُس ساعت مرجوہ میں دعا کرنا یا ایسے مکان میں دعا کرنا جہان ملائکہ حاضر ہوتے ہیں جیسے مکہ کے مقامات یا اُن مقامات میں جانے سے نفس کو حضور اور خضوع کی حالت پر تنبہ ہوتا ہے جیسے انبیاء علیہم السلام کے مآثر ہیں جو بیان کیا ہے اُسپر قیاس کرنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کا راز معلوم ہو سکتا ہے یستجاب للعبد مالم یدع باثم او قطیعۃ رحم مالم یستعجل - بندہ کی دعا قبول ہوتی ہے جبتک گناہ یا قطع رحم کی دعا نکرے بشرطیکہ جلدی نکرے - اور آپنے فرمایا ہے لکل نبی دعاء مستجابۃ الخ - ہر ایک نبی کے لیے ایک مقبول دعا ہے سو ہر نبی نے اپنی دعا دنیا میں مانگ لی ہے اور میں نے اپنی امت کی شفاعت کے لیے قیامت کے دن کو پوشیدہ کر رکھی ہے پس جو شخص میری امت سے مریگا اور کسی کو وہ خدا کا شریک نکرتا ہوگا وہ دعا انشاء اللہ اُسکو پہونچیگی - میں کہتا ہوں انبیاء علیہ السلام کی کثرت سے دعائیں قبول ہوتی ہیں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی دعائیں بہت مقامات میں مستجاب ہوئی ہیں لیکن ہر نبی کے لیے ایک ایسی دعا ہوتی ہے جسکا منبع وہ رحمت ہوتی ہے جو اُسکی نبوت کا مبدا ہوتی ہے پھر اگر اُس نبی کی امت اُسپر ایمان لاتی ہے تو وہ دعا اُسکے حق میں برکات کا سبب ہو جاتی ہے اور اُس نبی کے دل میں اُنکے لیے دعا کرنے کی خواہش پیدا ہوتی ہے اور اگر وہ لوگ اُس نبی کی اطاعت سے اعراض کرتے ہیں اور اُسپر ایمان نہیں لاتے تو وہ دعا اُن لوگوں کے حق میں غداب الٰہی کے نازل ہونے کا سبب ہو جاتی ہے اور نبی کے دل میں اُنپر بددعا کرنے کی خواہش پیدا ہوتی ہے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ بات معلوم ہو گئی کہ آپ کی بعثت سے مقصود اعظم قیامت کے روز لوگوں کا شفیع اور رحمت خاصہ کے نزول کا واسطہ ہوتا ہے لہذا آپ نے اُس دعا برگزیدہ کو جو اصل نبوت سے پیدا ہوئی ہے اُس دن کے لیے پوشیدہ کر رکھا اور آپ نے فرمایا ہے انی اتخذت عندک عہدا الخ - البتہ میں نے تجھے عہد لے لیا ہے - میں کہتا ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت کے حال پر جو رحم و کرم ہے اُسکا مقتضی یہ ہوا کہ پیشتر سے خدا تعالیٰ سے آپ وعدہ کرالیں اور حظیرۃ القدس میں آپکی ہمت متمثل ہو جائے جس سے اُسکے احکام برابر صادر ہوتے رہتے ہیں اُسکی یہ صورت ہے کہ خدا تعالیٰ آپ کی امت کے حق میں آپ کے اُس ارادہ کا اعتبار فرمائے جو باطنی اور پوشیدہ ہے نظاہری ارادہ کا اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو قول یا فعل کے ساتھ مسلمانوں کی تعزیر فرمائی ہے اُس سے آپکا مقصود اُس دین کا آئین قائم کرنا ہے

جسکو خدا تعالی نے اُنکے لیے پسند فرمایا ہے اور انکا اسی پر لانا اور کجی سے بچانا مقصود ہے اور جن لوگون پر
کفر کا حکم لگا دیا ہے قضاء الہی مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اُنسے سختی کے ساتھ برتاؤ کیا ہے اُسمین بھی
آپکا مقصود اُس غضب الہی کے ساتھ موافقت کرنا جو اُن لوگون سے متعلق ہے اور صورت اگرچہ متحد ہے
لیکن طریقے مختلف مین اور ایک توکل ہے - توکل کی روح خدا تعالی کی طرف توجہ کرنا ہے اس اعتقاد
سے کہ وہی خدا تعالی اعتماد کے قابل ہے اور تمام تدبیرین اسی کی طرف سے ہین اور تمام لوگ اُسکی تدبیر
کے نیچے پست ہین خدا تعالی کے اس قول کا مصداق یہی ہے **وهو القاهر فوق عباده ویرسل علیکم
حفظة** - یعنی وہی خدا تعالی اپنے بندون پر غالب ہے اور تمپر محافظین کو بھیجتا ہے - توکل کے باب مین
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہتیرے ذکر مقرر فرمائے ہین ازانجملہ **لاحول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم**
اُسکی فضیلت مین آیا ہے کہ جنت کے خزانون مین سے ایک خزانہ ہے اُسکا سبب یہ ہے کہ یہ کلمات نفس کو
ایک عظیم الشان معرفت کے قابل بناتے ہین اور ازانجملہ آپکا یہ قول ہے **بک اصول وبک احول** اور جو اذکار
اس اسلوب پر وارد ہین اور ایک آپکا یہ قول **توکلت علی اللہ** - اور یہ قول **اعلم ان اللہ علی کل شیء قدیر
وان اللہ قد احاط بکل شیء علما** - وعلی ہذا القیاس اور ایک استغفار کی روح اپنے اُن گناہون کا جو
نفس کو گھیرے ہوئے ہین ملاحظہ کرنا اور نفس سے بمدد روحانی اور فیض ملکی اُنکا دور کرنا ہے اور اُسکے کئی سبب ہین
اور ازانجملہ رحمت الہی کا کسی ایسے عمل سے اُسکو شامل ہوجانا جسکے سبب سے ملاء اعلی کی دعائین اُسکی طرف متوجہ
ہوجاوین یا وہ عمل اُس شخص مین کسی ایسی صفت کے ظاہر کرنے مین جو عامہ مخلوق کے لیے نافع ہے تدبیر الہی
کے جوارح مین سے ہوتا ہے یا کسی محتاج کی حاجت پورا کرنے یا اُسکے مشابہ ہوتا ہے اور ازانجملہ ملائکہ کی ہیئت
کی مشابہت پیدا کرنا اور انوار ملکیہ کا روشن ہونا اور بہیمیہ کے سرور کا اُسکے اجزاء کے ضعیف ہوجانے اور اُسکے
ہیجان کے فرو ہوجانے سے جاتا رہنا ہے اور ازانجملہ جبروت پر اطلاع پانی اور خدا تعالی کی معرفت اور اُسکے
ساتھ یقین ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خدا تعالے فرماتا ہے کیا میرا بندہ اس بات کو
جانتا ہے کہ اُسکا کوئی پروردگار ہے جو اُسکے گناہ کو معاف کرتا ہے اور اُس سے مواخذہ کرتا ہے مین نے اپنے
بندہ کو بخشدیا - پس جب کوئی بندہ ان روحانی اعانتون کا اپنے نفس سے گناہ دور ہونے مین استعمال کرتا ہے
تو وہ گناہ مضمحل ہوجاتے ہین استغفار کے اذکار مین سے جامع تر یہ استغفار ہے **اللہم اغفر لی خطیئتی
وجہلی واسرافی فی امری وما انت اعلم بہ منی اللہم اغفر لی جدی وہزلی وخطائی وعمدی وکل
ذلک عندی اللہم اغفر لی ما قدمت وما اخرت وما اسررت وما اعلنت وما انت اعلم بہ منی
انت المقدم وانت المؤخر وانت علی کل شیء قدیر** - اور سید الاستغفار یہ ہے **لا الہ الا انت خلقتنی
وانا عبدک وانا علی عہدک ووعدک ما استطعت اعوذ بک من شر ما صنعت ابوء لک بنعمتک
علی وابوء بذنبی فاغفر لی وانہ لایغفر الذنوب الا انت** - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

انہ لیغان علی قلبی و انی لاستغفر اللہ تعالیٰ فی الیوم مائۃ مرۃ - میرے قلب پر بھی پردہ آجاتا اسلیے
پھر وہ اللہ پاک سے میں سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں - میں کہتا ہوں اس پردہ کی حقیقت یہ ہے کہ آنحضرت
عامہ مومنین کے ساتھ ایک ہیئت میں رہنے کا حکم ہے کہ جو ملکی اور بہیمی سے مرکب ہو تاکہ جو طریقہ آپ انکے
لیے مسنون فرمادیں اسکو ذوقی اور وجدان کے طور پر قبول کرکے پیروی کریں نہ صرف قیاس و تخمین کے
طور پر اور اس ہیئت میں رہنے کو دلیغین یعنی پردہ اور کدورت کا عارض ہونا لازم ہے اور انجملہ خدا تعالیٰ
کے نام سے برکت حاصل کرنا ہے اور اسکی حقیقت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کو ہر عالم کے اعتبار سے ایک قرب ہے
ہر دو جہان کے عالم میں خدا تعالیٰ کا قرب ان اسمار کے ساتھ ہوتا ہے جو اہل لسان کی زبانوں پر جاری ہوتے ہیں
اور ملاء اعلیٰ میں جنکا رواج ہوتا ہے ان اسماء میں سے جب کوئی بندہ کسی نام کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو خدا تعالیٰ
کی رحمت اسکے قریب ہوجاتی ہے - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان للہ تسعۃ و تسعین اسماء
مائۃ الا واحدۃ من احصاہا دخل الجنۃ - خدا کے لیے ننانوے یعنی ایک کم سو نام ہیں جو شخص انکو یاد کریگا
تو جنت میں داخل ہوگا - میں کہتا ہوں اس فضیلت کا سبب ایک یہ ہے کہ یہ اسماء خدا تعالیٰ کی صفات
ثبوتیہ اور سلبیہ کی معرفت کے لیے کافی مقدار ہیں اور حظیرۃ القدس میں ان اسمار کے لیے نہایت برکت
اور کامل درجہ پایا جاتا ہے اور نامہ اعمال میں ان اسماء کی صورت جب مندرج ہوتی ہے تو بالضرور
اس صورت کی وسعت ایک عظیم الشان رحمت کی طرف ہوتی ہے اور معلوم کرنا چاہیے کہ خدا تعالیٰ کا
اسم اعظم جسکے ساتھ دعاء کرنے سے دعا مستجاب ہوتی ہے اور جو سوال کیا جاتا ہے ملتا ہے وہ نام ہے جو تقربات
ایزدی میں سے نہایت جامع تقرب پر دلالت کرتا ہے اور ملاء اعلیٰ میں وہ نام کثرت سے ذکر کیا جاتا ہے اور
ہر زمانہ میں اہل لسان اس نام پاک کے ساتھ ناطق ہوتے ہیں اور ہم اس بات کا ذکر کرچکے ہیں کہ زید جو شاعر
بھی ہے اور کاتب بھی ہے اسکے لیے ایک صورت شاعر ہونے کی ہے اور ایک کاتب ہونے کی اسیطرح
حقتعالیٰ کو عالم مثال کے لیے کسی مقام کے ساتھ تقربات ہوتے ہیں اور یہ معنی اسپر صادق آتے ہیں انت
اللہ لا الہ الا انت الصمد الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد - اور نیز اسپر صادق آتے ہیں
انک الحمد لا الہ الا انت المنان المنان بدیع السموات والارض یا ذوالجلال والاکرام یا حی
یا قیوم - اور اسی قسم کے اسماء پر یہ معنی صادق آتے ہیں - اور از انجملہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود
بھیجنا ہے آپ نے فرمایا ہے من صلی علی صلوۃ صلی اللہ علیہ عشرا - جو شخص مجھپر ایک دفعہ درود بھیجتا ہے
خدا تعالیٰ اسپر دس درود بھیجتا ہے اور آپ نے فرمایا ہے ان اولی الناس بی یوم القیامۃ اکثرہم
علی صلوۃ - قیامت کے دن سب لوگوں سے زیادہ قریب میرے وہ شخص ہوگا جو انمین کثرت سے مجھپر
درود بھیجتا ہے - میں کہتا ہوں اسمیں یہ بھید ہے کہ نفوس بشریہ کے لیے یہ بات ضروری ہے کہ نفحات
الٰہی کے سامنے رہیں اور پیش رہنے کے لیے اسکے برابر کوئی چیز نہیں ہے کہ تقربات انوار اور علامات الٰہی جو

جو زمین پر پائے جاتے ہین اُنکی طرف نفس کی توجہ اور اُنکے سامنے رُک جانا اور اُنکے اندر غور کرنا اور اُنپر ٹھہر جانا ہو۔ خاصکر اُن مقربین کی ارواح جو ملاء اعلیٰ کے بزرگ ترین لوگون مین ہین اور زمین والون پہ جو خدا تعالیٰ کی بخشش ہوتی ہے اُسکے وسائط ہین جیساکہ ہم سابقًا بیان کر چکے ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تعظیم سے ذکر کرنا اور خدا تعالیٰ سے آپکے حق مین بہتری کی خواہش کرنا آپ کی طرف توجہ کرنے کا کاملترین سبب ہے اور اُسیلے ساتھ یہ بھی ہے کہ تحریف کا راستہ اُس سے مفتوح نہین ہوتا کیونکہ اُس شخص نے صرف آپکے لیے خدا تعالیٰ سے رحمت کی خواستگاری کے قصد سے آپکو ذکر کیا ہے اور کاملین کی ارواح کو جب اپنے ابدان سے مفارقت ہوتی ہے تو اُنکا حال اُس موج کا سا ہوتا ہے جو رُکی ہوئی ہوتی ہے کہ کوئی نیا ارادہ یا کوئی عارضی سبب اُنکو حرکت نہین دیسکتا مگر جو کم درجہ کے نفوس ہوتے ہین وہ اُن ارواح کے ساتھ بالقصد متصل ہوکر ایک نور اور ایک ہیئت جو اُن ارواح کے مناسب ہوتی ہے وہ اُن ارواح سے حاصل کر لیتے ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول مین یہی مراد ہے ما من احد یسلم علیّ الا رد اللہ علیّ روحی حتی ارد علیہ السلام۔ کوئی شخص ایسا نہین جو مجھپر سلام کرتا ہو مگر خدا تعالیٰ میری روح کا مجھپر اعادہ کر دیتا ہے حتیٰ کہ مین اُسکو سلام کا (یعنی جواب) دیدیتا ہون۔ سنہ گیارہ سو چوالیس ہجری مین جب مدینہ کے ساتھ مجکو مجاورت نصیب ہوئی تو مینے بیشمار مرتبہ اس بات کا مشاہدہ کیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا تجعلوا زیارۃ قبری عیدا۔ میری قبر کی زیارت کو عید نہ بنانا۔ مین کہتا ہون اسمین تحریف کے راستہ بند کرنے کی طرف اشارہ ہے جیسے یہود و نصاریٰ نے اپنے انبیاء کی قبرون کے ساتھ ایسا معاملہ کیا ہے اور مثل حج کے اُنکو عید و میلہ بنایا تھا۔ معلوم کرو کہ اذکار کیلے اوقات معین کرنے کی حاجت ہے اگرچہ شرائع کی توقیت سے وہ توقیت کم درجہ کی ہے اسیلیے کہ اگر اذکار کی توقیت نہ کیجا تو تساہل کرنیوالا کاہلی کرسکتا ہے اور یہ توقیت یا اسباب کے ساتھ ہونی چاہیے یا اوقات کے ساتھ اور ہمنے صراحتًا یا اشارتًا اس بات کا ذکر کر دیا ہے کہ بعض اوقات کو بعض اوقات پر ترجیح کا سبب یا تو برکت و رحمت کا اُن اوقات مین ظاہر ہونا ہے مثلًا صبح و شام کے اوقات یا نفس کا اُن اوقات کیفیات رذیلہ سے خالی ہونا جیسے خواب سے بیدار ہوتے وقت یا نفس کا اُسوقت مین اشغال مات اور دنیا کے قصون سے فارغ ہونا کہ اُسوقت مین ذکر کرنا نفس کے لیے بمنزلہ صیقل کے ہو جاتا ہے جیسے سونے کا ارادہ کرتے وقت۔ اور اسیلیے وہ چیز مخصص ہو سکتی ہے جو ذکر الٰہی کے بھلانے اور بارگاہ الٰہی کی طرف توجہ سے غافل کرنے کا سبب ہو ایسے وقت مین ذکر الٰہی سے اُسکا علاج ضرور ہوتا ہے تاکہ اُس غفلت کے سم کے لیے بمنزلہ تریاق کے ہوکر اُسکے نقصان کا تدارک کردے۔ یا وہ مخصص کوئی عبادت ہوتی ہے جسکا نفع بغیر ذکر کے ملانے کامل نہین ہوتا مثل اُن اذکار کے جو نمازون کے اندر مسنون ہین۔ یا وہ مخصص کوئی ایسی حالت ہوتی ہے جو نفس کو خوف الٰہی اور اُسکی عظیم الشان سلطنت کے ملاحظہ کرنے پر متنبہ کرتی ہے۔ کیونکہ یہ حالت

کیونکہ یہ حالت اُس شخص کو خواہ مخواہ اعمال حسنہ کی طرف رہبری کرتی ہے خواہ اُسکو علم ہو یا نہو جیسے آیات الٰہی مثل آندھی اور تاریکی اور کسوف وغیرہ کے وقت اذکار مقرر فرمائے گئے ہین۔ یا وہ ایسی حالت ہوتی ہے جسمین ضرر کے پہونچنے کا خوف ہوا کرتا ہے لہذا اُس حالت کے شروع مین خدا تعالےٰ کے فضل کی خواستگاری کیجاوے اور اُسکی پناہ مانگی جاوے جیسے سفر کرنے اور سوار ہونے کے وقت۔ یا وہ ایسی حالت ہوتی ہے کہ اہل جاہلیت اُس حالت کے ساتھ دلونمین ایسے اعتقاد رکھتے تھے جنکا انجام شرک یا بدشگونی یا اُسکے مثل ہوتا تھا۔ جیطرح جنون کی پناہ مانگتے تھے اور رویت ہلال کا وقت۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انمین سے بعض اذکار کے فضائل اور دنیا و آخرت مین اُنکے آثار بیان کیے ہیں تاکہ لوگون کو پورا فائدہ پہونچے اور اُنکو کامل رغبت پیدا ہو اور اس باب مین زیادہ تر مقصود بالذات چند امور ہین۔ ایک تو یہ کہ ذکر تہذیب نفسانی کا مظنہ اور اصلی علامت ہے لہذا احوام تہذیب پر مترتب ہوتے ہے ذکر پر آپ نے اسکو دائر کیا ہے چنانچہ فرمایا ہے۔ من قال ہذا ثم مات علی الفطرۃ او دخل الجنۃ او غفر لہ۔ جو شخص اُنکو پڑھے مرگیا تو فطرت اسلامی پر مرا اہل ہوا جنت مین یا یہ فرمایا کہ بخشا گیا۔ اور اسی قسم کے الفاظ آئے ہین اور ازانجملہ اس بات کا بیان کہ ذکر کرنے والے کو کوئی ضرر نہین پہونچاتی یا ہر ایک بات سے محفوظ رہتا ہے اسکا یہ سبب ہوتا ہے کہ رحمت الٰہی اس شخص کے شامل حال ہو جاتی ہے اور ملائکہ کی دعا اُسکو محیط ہو جاتی ہے اور ازانجملہ اس بات کا بیان کہ اُسکے گناہ دور ہو جاتے اور حسنات اُسکے لیے لکھے جاتے ہین اور اسکا سبب ہم بیان کرچکے کہ خدا تعالےٰ کی طرف توجہ اور رحمت الٰہی کا اسپر محیط ہو جانا گناہون کو دور کرتا ہے اور قوت ملکی کو زیادہ کرتا ہے اور ازانجملہ شیاطین کا اُس شخص سے دور ہو جانا اسکا راز بھی بعینہ یہی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین اوقات مین ذکر مقرر فرمایا ہے صبح و شام و خواب کے وقت۔ اور اکثر اذکار مین جاگنے کا وقت مقرر نہین فرمایا کیونکہ غالباً وہی وقت صبح کے طلوع کرنے یا اُسکے روشن ہونیکا ہوتا ہے صبح و شام کے اذکار مین سے بعض اذکار یہ ہین اللہم عالم الغیب والشہادۃ فاطر السموات والارض رب کل شئی وملیکہ اشہد ان لا الہ الا انت اعوذ بک من شر نفسی ومن شر الشیطان وشرکہ امسینا وامسی الملک للہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وہو علی کل شئی قدیر اللہم انی اسئلک من خیر ہذہ اللیلۃ وخیر ما فیہا واعوذ بک من شرہا وشر ما فیہا اللہم انی اعوذ بک من الکسل وسوء الکبر وفتنۃ الدنیا وعذاب القبر۔ اور صبح کے وظیفہ مین بجاے امسینا کے اصبحنا اور بجاے امسی کے اصبح اور بجاے ہذہ اللیلۃ کے ہذا الیوم بدل دینا چاہیے۔ بک اصبحنا وبک امسینا وبک نحیی وبک نموت والیک المصیر۔ اور شام کے وقت بجاے اسکے بک امسینا وبک اصبحنا وبک نحیی وبک نموت والیک النشور پڑھنا چاہیے۔ بسم اللہ الذی لا یضر مع اسمہ شئی فی الارض ولا فی السماء وہو السمیع العلیم تین مرتبہ اور سبحان اللہ وبحمدہ لا قوۃ الا باللہ ما شاء اللہ کان وما لم یشأ لم یکن اعلم ان اللہ علی کل شئی قدیر وان اللہ قد احاط بکل شئی علما فسبحان اللہ حین تمسون وحین تصبحون ولہ الحمد فی السموات والارض

وعشیا وحین تظہرون - تخرجون تک پڑھے - اور اللھم انی اسئلک العافیۃ فی الدنیا والآخرۃ اللھم انی اسئلک
العفو والعافیۃ فی دینی ودنیای واہلی ومالی اللھم استر عوراتی وآمن روعاتی اللھم احفظنی من بین یدی
ومن خلفی وعن یمینی وعن شمالی ومن فوقی واعوذ بعظمتک ان اغتال من تحتی رضیت باللہ ربا وبالاسلام
دینا وبمحمد صلی اللہ علیہ وسلم نبیا - تین مرتبہ - اعوذ بکلمات اللہ التامات من شر ما خلق اللھم ما اصبح بی من نعمۃ
او باحد من خلقک فمنک وحدک لا شریک لک فلک الحمد ولک الشکر - اور ایک سید الاستغفار جو مذکور
ہو چکا ہے اور سونے وقت کا وظیفہ جب بستر پر جاوے یہ ہے باسمک ربی وضعت جنبی وبک ارفعہ
ان امسکت نفسی فارحمہا وان ارسلتہا فاحفظہا بما تحفظ بہ عبادک الصالحین - اور اللھم اسلمت
نفسی الیک ووجہت وجہی الیک وفوضت امری الیک والجات ظہری الیک رغبۃ ورہبۃ الیک
لا ملجا ولا منجا منک الا الیک آمنت بکتابک الذی انزلت ونبیک الذی ارسلت والحمد للہ
الذی اطعمنا وسقانا وکفانا وآوانا فکم ممن لا کافی لہ ولا مؤوی لہ - اور سبحان اللہ اور الحمد للہ ہر ایک
تینتیس مرتبہ اور اللہ اکبر چونتیس مرتبہ اور اللھم قنی عذابک یوم تبعث عبادک تین مرتبہ اعوذ بوجھک
الکریم وکلماتک التامات من شر ما انت اخذ بناصیتہ اللھم انت تکشف المغرم والمأثم اللھم لا یہزم جندک
ولا یخلف وعدک ولا ینفع ذا الجد منک الجد سبحانک وبحمدک اور اللھم رب السموات والارض
ورب کل شئی فالق الحب والنوی منزل التوراۃ والانجیل والقرآن اعوذ بک من شر کل شر انت
آخذ بناصیتہ انت الاول فلیس قبلک شئی وانت الآخر فلیس بعدک شئی وانت الظاہر فلیس
فوقک شئی وانت الباطن فلیس دونک شئی اقض عنی الدین واغننی من الفقر - اور بسم اللہ
وضعت جنبی اللھم اغفرلی ذنبی واخسأ شیطانی وفک رہانی واجعلنی فی الندی الاعلی اور الحمد للہ
الذی کفانی واطعمنی وسقانی والذی من علی فافضل والذی اعطانی فاجزل الحمد للہ علی کل حال
اللھم رب کل شئی وملیکہ والہ کل شئی اعوذ بک من النار - اور دونوں ہاتھ ملا کر قل ہو اللہ احد اور قل
اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھے پھر جہاں تک بدن پر اسکا ہاتھ پہونچ سکے ہاتھ پھیرے
اور آیۃ الکرسی پڑھے اور اگر کسی عورت سے نکاح کرے یا کوئی باندی غلام خریدے تو اُسکے واسطے یہ پڑھنا
مسنون ہے - اللھم انی اسئلک خیرہا وخیر ما جبلتہا علیہ واعوذ بک من شرہا ومن شر ما جبلتہا علیہ اور
جب مبارکباد دے تو یہ کہے بارک اللہ لک وبارک علیکما وجمع بینکما فی خیر - اور جب بیوی سے
صحبت کرنے کا ارادہ کرے تو یہ پڑھے بسم اللہ اللھم جنبنا الشیطان وجنب الشیطان ما رزقتنا
اور پائخانے کو جانے یہ پڑھنا چاہیے اعوذ باللہ من الخبث والخبائث اور وہاں سے نکلتے وقت
غفرانک کہے اور جب کسی کو کوئی تکلیف ہوتی ہو تو وہ یہ پڑھے لا الہ الا اللہ الحلیم العظیم لا الہ الا اللہ رب العرش
العظیم لا الہ الا اللہ رب السموات ورب الارض ورب العرش الکریم اور غصہ کے وقت پڑھے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

اور مرغ کے اذان دیتے وقت خدا تعالیٰ سے فضل کی خواستگاری کرے اور گدھے کے رینکتے وقت اعوذ پڑھے۔ اور سواری پر چڑھتے وقت تین مرتبہ اللہ اکبر پڑھے بعد ازان پڑھے سبحان الذی سخر لنا ہذا وما کنا له مقرنین وانا الی ربنا لمنقلبون۔ اور الحمد للہ تین مرتبہ اور اللہ اکبر تین مرتبہ اور سبحانک اللہم ظلمت نفسی فاغفر لی انہ لا یغفر الذنوب الا انت۔ اور سفر کا قصد کرتے وقت پڑھے۔ اللہم انا نسئلک فی سفرنا ہذا البر والتقوی ومن العمل ما ترضی اللہم ہون علینا سفرنا ہذا واطو لنا بعدہ اللہم انت الصاحب فی السفر والخلیفة فی الاہل اللہم انی اعوذ بک من وعثاء السفر وکآبة المنقلب وسوء المنظر فی المال والاہل۔ اور جب منزل پر اترے یہ پڑھے اعوذ بکلمات اللہ التامات من شر ما خلق یا ارض ربی وربک اللہ اعوذ باللہ من شرک ومن شر ما فیک ومن شر ما خلق فیک ومن شر ما یدب علیک واعوذ باللہ من اسد واسود ومن الحیة والعقرب ومن شر ساکن البلد ومن والد وما ولد۔ اور جب سفر کی حالت میں صبح کا وقت ہو تو یہ پڑھے سمع سامع بحمد اللہ وحسن بلائہ علینا ربنا صاحبنا وافضل علینا عائذا باللہ من النار۔ اور جب سفر سے واپس آوے تو جب کوئی بلند جگہ آوے تین مرتبہ اللہ اکبر کہے بعد ازان کہے لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک له له الملک وله الحمد وہو علی کل شیء قدیر۔ آئبون تائبون عابدون ساجدون لربنا حامدون صدق اللہ وعدہ ونصر عبدہ وہزم الاحزاب وحدہ۔ اور جب کافرون پر جہاد کرے تو یہ کہے۔ اللہم منزل الکتاب سریع الحساب اللہم اہزم الاحزاب اللہم اہزمہم وزلزلہم اللہم انا نجعلک فی نحورہم ونعوذ بک من شرورہم اللہم انت عضدی ونصیری بک اصول وبک احول وبک اقاتل اور جب کسی قوم کا مہمان ہو تو یہ کہے۔ اللہم بارک لہم فیما رزقتہم واغفر لہم وارحمہم۔ اور چاند دیکھتے وقت پڑھے۔ اللہم اہله علینا بالامن والایمان والسلامة والاسلام ربی وربک اللہ۔ اور کسی کو کسی بلا مین گرفتار دیکھے تو کہے۔ الحمد للہ الذی عافانی مما ابتلاک به وفضلنی علی کثیر ممن خلق تفضیلا۔ اور جب کسی ہیٹ مین جائے تو یہ کہے لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک له له الملک وله الحمد وہو حی لا یموت بیدہ الخیر وہو علی کل شیء قدیر۔ اور جب کسی شور وغل کی مجلس سے اٹھے تو یہ پڑھے سبحانک اللہم بحمدک اشہد ان لا الہ الا انت استغفرک واتوب الیک اور کسی شخص کو رخصت کرتے وقت یہ پڑھنا چاہیے استودع اللہ دینک وامانتک وآخر عملک وزودک اللہ التقوی وغفر ذنبک ویسر لک الخیر حیث ما کنت اللہم اطو له البعد وہون علیہ السفر۔ اور اپنے گھر سے نکلتے وقت پڑھے بسم اللہ توکلت علی اللہ اللہم انا نعوذ بک من ان نزل او نضل او نظلم او نظلم او نجہل او یجہل علینا بسم اللہ توکلت علی اللہ لا حول ولا قوة الا باللہ۔ اور اپنے گھر مین آتے وقت پڑھے اللہم انی اسئلک خیر المولج وخیر المخرج بسم اللہ ولجنا وبسم اللہ خرجنا وعلی اللہ ربنا توکلنا۔ اور جب کسی پر قرض کا بوجھ اور افکار کا ہجوم ہو تو صبح وشام یہ پڑھے اللہم انی اعوذ بک من الہم والحزن واعوذ بک من العجز والکسل واعوذ بک من البخل والجبن واعوذ بک من غلبة الدین وقہر الرجال۔ اور یہ پڑھے اللہم اکفنی بحلالک عن حرامک واغننی بفضلک عمن

سواک - اور جب نیا کپڑا پہنے تو یہ پڑھے اللّٰھم لک الحمد انت کسوتنی ہذا - اور اُس کپڑے کا نام لے اسئلک
خیرہ و خیر ما صنع لہ و اعوذ بک من شرہ و شر ما صنع لہ الحمد للہ الذی کسانی ما اواری بہ عورتی و اتجمل بہ فی حیاتی
اور کچھ چیز کھاتے پیتے وقت پڑھے - الحمد للہ الذی اطعمنا و سقانا و جعلنا من المسلمین الحمد للہ الذی اطعمنی
ہذا الطعام من غیر حول منی ولا قوۃ الحمد للہ الذی اطعم و سقی و سوّغہ و جعل لہ مخرجا اور جب دسترخوان اٹھایا
جائے تو پڑھے الحمد للہ حمدا طیبا کثیرا مبارکا فیہ غیر مکفی ولا مودع ولا مستغنی عنہ ربنا اور مسجد کو جاتے مین
یہ پڑھے اللّٰھم اجعل فی قلبی نورا - الخ اور مسجد کے اندر داخل ہونے سے پہلے یہ پڑھے اعوذ باللہ العظیم
و بوجہہ الکریم و سلطانہ القدیم من الشیطان الرجیم اللّٰھم افتح لی ابواب رحمتک - اور مسجد سے نکلتے وقت پڑھے
اللّٰھم انی اسئلک من فضلک - اور جب بادل کے گرجنے اور کڑکنے کی آواز سُنے تو پڑھے - اللّٰھم لا تقتلنا بغضبک
ولا تھلکنا بعذابک و عافنا قبل ذلک اللّٰھم انی اعوذ بک من شرہا - اور باؤ چلتے وقت پڑھے اللّٰھم انی
اسئلک خیرہا و خیر ما فیہا و خیر ما ارسلت بہ و اعوذ بک من شرہا و شر ما فیہا و شر ما ارسلت بہ - اور چھینکنے کے وقت
پڑھے الحمد للہ حمدا طیبا کثیرا مبارکا - اور اُسکے پاس والا کہے یرحمک اللہ - اور چھینکنے والا اُسکے جواب
مین کہے یہدیکم اللہ و یصلح بالکم - اور سوتے وقت پڑھے اللّٰھم باسمک اموت و احیی - اور جاگتے وقت
پڑھے الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماتنا والیہ النشور - اور اذان کے وقت پانچ چیزین مسنون ہین ایک تو
یہ کہ موذن کا بعینہ جواب دینا چاہیے بجز حی علی الصلوۃ اور حی علی الفلاح کے کہ انکے جواب مین لاحول ولا قوۃ
الا باللہ کہے - دوسرے اسکا پڑھنا ہے رضیت باللہ ربا و بالاسلام دینا و بمحمد رسولا - تیسرے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے - چوتھے اذان کے بعد اس دعا کا پڑھنا ہے - اللّٰھم رب ہذہ الدعوۃ
التامۃ والصلوۃ القائمۃ آت محمدا الوسیلۃ والفضیلۃ والدرجۃ الرفیعۃ وابعثہ مقاما محمودا الذی وعدتہ
انک لا تخلف المیعاد - پانچوین خدا تعالے سے فلاح دارین کا سوال کرنا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
ذی الحجہ کے عشرہ مین کثرت سے یاد الہی کرنے کا حکم فرمایا ہے اور صحابہ اور تابعین اور ائمہ مجتہدین سے
عرفہ کے روز اور ایام تشریق مین مختلف طور سے تکبیر ثابت ہوئی ہے جنمین سے زیادہ تر صحیح یہ تکبیر ہے
کہ عرفہ کے دن فجر سے ہر نماز کے بعد ایام تشریق اخیر دن کے عصر کے وقت تک ایک مرتبہ اللہ اکبر اللہ اکبر
لا الہ الا اللہ واللہ اکبر واللہ اکبر وللہ الحمد - اور نماز وغیرہ کی دعائین پہلے مذکور ہو چکی ہین انکو وہان دیکھنا
چاہیے - الحاصل جو شخص ان اوقات مین فکر کے ساتھ ان وظائف کا التزام کرے اور پابند ہو تو اُس
شخص کے حق مین یہ اذکار ہر وقت ذکر کرنے کے برابر ہین اور وہ شخص اس آیت کا مصداق ہو جاتا ہے
والذاکرین اللہ کثیرا والذاکرات - واللہ اعلم -

## بقیہ مباحث احسان کا بیان

معلوم کرو کہ ان چار اخلاق کے بہت سے اسباب ہین جنسے یہ اخلاق حاصل ہو سکتے ہین اور بہت سے

سوانع ہین جو ان اخلاق سے روکتے ہین اور علامات ہین جنسے یہ اخلاق معلوم ہوسکتے ہین - اب جاننا چاہیے
کہ خدا تعالی کے روبرو پست ہو جانا اور تجلی کبریائی کا معلوم کرنا اور ملاء اعلی کے رنگ مین رنگ جانا اور
رذائل بشریہ سے پاک ہونا اور دنیاوی زندگی کے نقوش کا نفس مین منقش ہونا اور دنیاوی زندگی مین
جی کا نہ لگنا - ان سب امور کے پیدا کرنے کے لیے فکر کی برابر کوئی چیز نہین ہے - چنانچہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے فکر ساعۃ خیر من عبادۃ ستین سنۃ - ایک گھڑی کا فکر کرنا ساٹھ سال کی
عبادت سے بہتر ہے اور فکر کرنے کی بہت سی صورتین ہین - از انجملہ خدا تعالی کی ذات مین فکر کرنا -
اور انبیا صلوات اللہ علیہم نے اس سے منع فرمایا ہے - کیونکہ عوام الناس اس فکر کی طاقت نہین رکھتے
چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تفکروا فی آیات اللہ ولا تفکروا فی اللہ خدا تعالے
کی نعمتون کو سوچا کرو اللہ کی ذات مین مت فکر کیا کرو - دوسری روایت مین یہ آیا ہے تفکروا فی کل
شیء ولا تفکروا فی ذات اللہ - اور ایک قسم خدا کی صفات علم اور قدرت وغیرہ مین فکر کرنا ہے اور اس مین فکر کرنیکا نام مراقبہ ہے اور اصل اسمین
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے - الاحسان ان تعبد اللہ کانک تراہ وان لم تکن تراہ
فانہ یراک - احسان اسکا نام ہے کہ خدا تعالی کی اس طرح عبادت کرے گویا کہ اسکو دیکھ رہا ہے اور فرمایا
حفظ اللہ تجدہ تجاہک - خدا تعالے کا دھیان رکھ تو اسکو اپنے سامنے پائیگا - اور فکر کرنیکا طریقہ
یہ ہے کہ جسقدر ہوسکے یہ آیہ پڑھے ہو معکم اینما کنتم - جہان تم ہو وہ تمھارے ساتھ ہے وما تکون
فی شان وما تتلو منہ من قرآن ولا تعملون من عمل الا کنا علیکم شہودا اذ تفیضون فیہ و
ما یعزب عن ربک من مثقال ذرۃ فی الارض ولا فی السماء ولا اصغر من ذلک ولا اکبر الا فی
کتاب مبین - اور تو کسی حال مین نہین ہوتا اور نہ قرآن مین سے کچھ تلاوت کرتا ہے اور نہ تملوگ کوئی
عمل کرتے ہو مگر ہم تمھارے اوپر موجود رہتے ہین جب اس کام مین گھستے ہو اور تیرے رب سے ذرہ برابر
زمین مین اور نہ آسمان مین چھپا ہوا نہین ہے اور نہ اس سے چھوٹا اور نہ بڑا مگر ظاہر کرنیوالی کتاب مین
موجود ہے - یا یہ آیت الم تر ان اللہ یعلم ما فی السموات وما فی الارض ما یکون من نجوی ثلثۃ
الا ہو رابعہم ولا خمسۃ الا ہو سادسہم ولا ادنی من ذلک ولا اکثر الا ہو معہم اینما کانو - بلاشبہ
خدا تعالے جو کچھ آسمان و زمین مین ہے جانتا ہے کہین تین شخصون کا مشورہ نہین مگر وہ انکا چوتھا ہوتا ہے
اور نہ پانچ کا مشورہ ہوتا ہے مگر وہ انکا چھٹا ہوتا ہے اور نہ اس سے کم اور نہ زیادہ مگر وہ انکے ساتھ ہوتا ہے
جہان وہ ہون - یا یہ آیت نحن اقرب من حبل الورید - رگ گردن سے زیادہ ہم اس سے قریب ہین -
یا یہ آیت وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمہا الا ہو ویعلم ما فی البر والبحر وما تسقط من ورقۃ
الا یعلمہا ولا حبۃ فی ظلمت الارض ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین - اور اسی کے
پاس غیب کی کنجیان ہین جنکو بجز اسکے کوئی نہین جانتا اور جو کچھ جنگل اور دریا مین ہے اسکو اسکا علم ہے

اور کوئی پتا نہین جھڑتا جسکو وہ نہ جانتا ہو اور زمین کی تاریکیون مین کوئی دانہ ہرا اور سوکھا ایسا نہین ہے جو ظاہر کرنیوالی کتاب مین موجود نہو - یا یہ آیت واللہ بکل شئی محیط - اور خدا تعالے ہر چیز کو گھیر رہا ہے یا یہ آیت وہو القاہر فوق عبادہ - وہی غالب ہے اپنے بندون پر یا یہ آیت وہو علی کل شئی قدیر - اور وہ ہر چیز پر قادر ہے یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو پڑھے اعلم ان الامۃ لو اجتمعت علی ان ینفعوک بشئی لم ینفعوک الا بشئی قد کتب اللہ لک ولو اجتمعوا علی ان یضروک بشئی لم یضروک الا بشئی قد کتبہ اللہ علیک رفعت الاقلام وجفت الصحف - جان لے کہ اگر تمام لوگ تجھے کچھ نفع پہونچانے پر جمع ہون تو اُسی چیز کا نفع پہونچا سکتے ہین جو خدا تعالی نے تیرے لیے لکھی ہے اور اگر تجھے کچھ ضرر پہونچانے پر جمع ہون تو اُسیقدر ضرر پہونچا سکینگے جتنی خدا تعالی نے تیرے اوپر لکھی ہے اُٹھ گئے قلم اور خشک ہوگئیں کتابین - یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کو پڑھے ان للہ مائۃ رحمۃ انزل منہا واحدۃ فی الارض الحدیث - خدا تعالی کی سو رحمتین ہین جنمین سے اُسنے زمین پر ایک نازل فرمائی ہے پھر بلا تشبیہ اور بلا توجیہ ان آیات کے معنی کا تصور کرے بلکہ ان اوصاف کے ساتھ خدا تعالے کے صرف اتصاف کو اپنے پیش نظر رکھے - پھر جب اُس تصور مین ضعف عارض ہو تو پھر اُس آیت کو پڑھے اور دوبارہ تصور کرے اور اس عمل کے لیے اُسکو ایک وقت مقرر کر لینا چاہیے جسمین پیشاب پاخانے ضرور کی حاجت اور بھوک و غصہ اور نیند سے پاک ہو ماحصل یہ ہے کہ دنیا کی تمام تشویشون سے اُسکا دل صاف ہو اور از انجملہ خدا تعالی کے عظیم الشان افعال مین فکر کرنا ہے - اُسکی دلیل یہ آیت ہے الذین یتفکرون فی خلق السموات والارض ربنا ما خلقت ہذا باطلا - جو لوگ آسمانون و زمین کے پیدا کرنے مین فکر کرتے ہین اے پروردگار ہمارے تو نے اسکو بیکار نہین پیدا کیا اور اُسکی یہ صورت ہے کہ مینہ کے برسانے اور نباتات کے جمنے مین اور اسی قسم کے اندر چیزون کے فکر کیا کرے اور خدا تعالے کے احسان مین مستغرق ہو جاوے اور از انجملہ اُن دنون مین فکر کرنا ہے جنمین خدا تعالے نے کسی قوم کو بلند کیا ہے اور کسی کو پست کیا ہے اور اُسکی دلیل یہ آیت ہے کہ اللہ پاک حضرت موسی علیہ السلام سے فرماتا ہے فذکرہم بایام اللہ - پس یاد دلا اُنکو خدا تعالے کے دن - اس بات کی فکر کرنے سے بھی نفس کو دنیا سے تجرد ہوتا ہے - اور از انجملہ موت اور اُسکے بعد جو حالات ہونیوالے ہین اُنمین فکر کرنا اُسکی دلیل آپ کا یہ قول ہے اذکروا ہادم اللذات - لذتون کی منقطع کرنیوالی کو یاد کرو - اُسکا یہ طریقہ ہے کہ نفس کے دنیا سے منقطع ہونے اور نیکی و بدی جو اُسنے کی ہے اُسکے ساتھ ہونے اور اُسکو جو جزا و سزا ملنی والی ہے اُسکا تصور کرے تفکر کی یہ دونون قسمین ایسی ہین کہ تمام چیزون سے زیادہ نفس کے نقوش دنیا کے قبول نکرنے مین مفید ہین کیونکہ انسان دنیاوی اشغال سے فارغ ہوکر جب ان اشیا مین غور و فکر کرتا ہے اور ان چیزون کو اپنی آنکھون کے سامنے پیش کرتا ہے تو اُسکی قوت بہیمی مغلوب اور قوت ملکی غالب ہو جاتی ہے اور چونکہ تمام لوگون کو یہ بات دشوار تھی کہ سب اشغال سے فارغ ہوکر ان چیزون مین غور و فکر کیا کرین اور اُنکو پیش نظر رکھا کرین

لہذا ضروری ہوا کہ اس ذکر وفکر کے واسطے اشباہ وصور مقرر کیے جائین اور انہین فکر کے اقسام مرتب کیے جاوین
اور فکر کی سوچ انمین پھونکی جاے تاکہ سب لوگ اُسکا قصد کر سکین اور انکو مس کر سکین اور اپنی قسمت کے موافق اُس سے
فائدہ اٹھا سکین اسلیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن عطا کیا گیا کہ تمام ان اقسام کے لیے جامع ہے اور اُسکے
ساتھ اُسکی مثل یعنی حدیث بھی دیگئی اور میرے نزدیک قرآن وحدیث مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے
تمام وہ چیزین جمع کر دیگئین جو امم سابقہ کو عطا کی گئی ہین واللہ اعلم یہہ حکمت کا مقتضا ہوا کہ قرآن کی تلاوت
کے اندر رغبت دلائی جاوے اور قرآن کی فضیلت اور سورہ آیات کی عظمت بیان کیجاوے لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے آیت سے جو معنوی فائدہ حاصل ہوتا ہے اُس کو ایسے ظاہری فائدہ کے ساتھ تشابہ کیا کہ عرب کے
نزدیک اُس سے بڑھکر کوئی چیز نہین ہے یعنی بڑی کوہان والی اونٹنی اور تیار اور حاملہ اونٹنی تاکہ وہ فائدہ معنوی کا
متمثل اور متصور ہو جائے اور تلاوت کرنے والے کو ملائکہ کے ساتھ آپ نے تشبیہ دی اور قرآن کے ہر حرف کا
اجر بیان کیا اور لوگون کے درجات ترنج اور خرما اور اندراین کے پھل اور ریحانہ کے ساتھ تشبیہ دیکر بیان کیے اور بیان کیا
کہ قیامت کے روز قرآن کی سورتین اجسام کی صورت مین متمثل ہو جائینگی جنکو ہاتھون اور آنکھون سے دیکھ سکینگے
اور اپنے پڑھنے والون کی طرف سے جھگڑا کرینگی اور اسمین عذاب اور نجات کے اسباب کا تعارض اور تلاوت
قرآن کا دوسرے اسباب پر رجحان ظاہر کرنا ہے اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کا بیان فرمایا ہے
کہ بعض سورتون کو بعض پر فضیلت ہے۔ مین کہتا ہون بعض سورتون کو اپنے ماسوا پر فضیلت ہوتی ہے اُسکی
کئی وجہ ہین ایک تو فضیلت کا یہ سبب ہوتا ہے کہ وہ سورت صفات الہی مین تفکر کرنے کے مفید ہوتی ہے
اور اسمین صفات کی جامعیت پائی جاتی ہے مثلاً آیت الکرسی اور سورہ حشر کے اخیر کی آیات اور قل ہو اللہ احد
یہ چیزین قرآن کے اندر اس رتبہ کی ہین جسطرح تمام اسماے الہی مین اسم اعظم کا درجہ ہے۔ ایک فضیلت کی
وجہ یہ ہوتی ہے کہ اُسکا نزول بندون کی زبانون کے موافق ہوتا ہے گویا بندون کی طرف سے خدا تعالے
اُسکو نازل فرماتا ہے تاکہ انکو خدا تعالی سے تقرب حاصل کرنے کا طریقہ معلوم ہو جاے جیسے سورہ فاتحہ
اُسکا درجہ سورتون مین ایسا ہے جسطرح تمام عبادات مین فرائض کا درجہ ہے ازانجملہ فضیلت کی وجہ یہ ہے
کہ وہ سورت جامع ترین سورت ہو جیسے سورہ بقر اور آل عمران۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یٰسین
کی فضیلت مین بیان کیا ہے کہ وہ قرآن کا دل ہے اُسکا سبب یہ ہے کہ دل مین ایک چیز کے درمیان مین
ہونے کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے اور سورہ یٰسین اُن سورتون سے جو دو سو آیت یا اُس سے زیادہ کی ہین کم ہے
اور سور مفصلات سے زیادہ ہے اور نیز اُسکے اندر توکل اور تفویض اور توحید کا اعلا کیے تو مسلم زبان پر جاری ہے
یعنی اس آیت مین وما لی اعبد الذی فطرنی الایۃ۔ اور مجھے کیا ہوا ہے جو اپنے پیدا کرنیوالے کی نہ پرستش
کرون۔ اور اُسکے اندر مقاصد مذکورہ کامل طور سے پاے جاتے ہین اور تبارک الذی کی فضیلت مین
آپ نے فرمایا ہے کہ اُس شخص کی شفاعت کی حتی کہ خدا تعالی نے اُسکو بخشدیا اور یہ اُس شخص کا قصہ ہے

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض مکاشفات مین اسکا معاینہ کیا ہے اور نیز حکمت شرعی کا یہ تقتضی ہوا
کہ قرآن کے یاد کرنے اور اسمیں مشغول رہنے کی طرف رغبت دلائی جائے اور اونٹ کے بھاگنے کے ساتھ
اسکے بھول جانے کو تشبیہ دیجاے - اور نیز قرآن کو ترتیل کے ساتھ پڑھنے اور اس جگہ تلاوت کرنے کا
حکم دیا جاے جہان لوگون کو اسکی طرف رغبت پائی جاتی ہو اور جمعی و شوق زیادہ ہو تاکہ قرآن کے اندر
تدبر کا موقع رہے اور نیز خوش الحانی سے پڑھنے اور پڑھتے وقت گریہ کرنے کا حکم کرنا چاہیے تاکہ تفکر
کے قریب ہو - اسکا بھلانا حرام کیا گیا ہے اور تین روز سے کم مین قرآن ختم کرنے سے ممانعت کیجاے
کیونکہ اسوقت مین قرآن کے معنی مفہوم نہین ہوسکتے اور عرب کی لغت کے موافق قرآن کے پڑھنے کی
اجازت دیگئی تاکہ اسمیں انکو آسانی ہو کیونکہ امت مین ہر قسم کے لوگ ان پڑھ و بوڑھے و بچے ہوتے ہین
قرآن کے سوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو احادیث عطا ہوئی ہین ان انجملہ یہ ہین - یا عبادی انی حرمت
الظلم علی نفسی وجعلتہ بینکم محرما فلا تظالموا یا عبادی کلکم ضال الا من ہدیتہ - اے میرے بندون ظلم کو
مین نے اپنے اوپر حرام کرلیا ہے اور تمھارے اندر بھی اسکو حرام کیا ہے اسلیے تم باہم ظلم مت کرو اے میرے
بندو تم مین سے ہر ایک گمراہ ہے مگر جسکو مین ہدایت دون - اور یہ حدیث کان فی بنی اسرائیل رجل
قتل تسعا وتسعین انسانا - الحدیث - قوم بنی اسرائیل مین سے ایک ایسا شخص تھا جسنے ننانوے آدمیون کا
خون کیا تھا الخ اور للہ اشد فرحا بتوبۃ عبدہ - الحدیث اور ان عبدا اذنب ذنبا - الحدیث اور
ان للہ مائۃ رحمۃ انزل منہا واحدۃ - الحدیث - اور اذا اسلم العبد فحسن اسلامہ - الحدیث اور وہ احادیث
جنمین دنیا کو اس پانی کے ساتھ مشابہت دی ہے جو دریا مین سے انگلی کو لگ جاتا ہے اور اس بھیڑ کے
بچے کے ساتھ جو گوش بریدہ اور مرا پڑا تھا تشبیہ دی ہے - اور معلوم کرو کہ عمل کی روح نیت ہے اور عبادت
اسکا بدن ہے اور بغیر روح کے بدن کی حیات نہین ہوتی اور بعد مفارقت بدن کے بھی روح کو ایک قسم کی
حیات رہتی ہے مگر بغیر بدن کے حیات کے آثار پورے طور پر ظاہر نہین ہوتے اسلیے اللہ پاک فرماتا ہے
لن ینال اللہ لحومہا ودماؤہا ولکن ینالہ التقوی منکم - نہین پہونچیگی خدا تعالی کو انکے گوشت اور انکے
خون مگر تمھاری پرہیزگاری اسکے پاس پہونچتی ہے اور آپ نے فرمایا ہے ان الاعمال بالنیات - البتہ
اعمال نیتون کے ساتھ ہوتے ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے مواضع مین اس شخص کو جسکی
نیت صادق ہو لیکن اسکو عمل کرنے سے کوئی چیز مانع ہو اس عمل کرنے والے کے ساتھ تشبیہ دی ہے -
جیسے مسافر و مریض اگر انکو صحت و اقامت کی حالت مین کسی وظیفہ کا التزام تھا اور اب انسے نہین ہوسکتا
تو بدستور انکے نامہ اعمال مین وہ وظیفہ لکھا جاتا ہے - یا خدا تعالی کی راہ مین خرچ کرنے کا کسی شخص کا محکم
ارادہ ہے مگر وہ تنگدستی کے سبب سے نہین کرسکتا وہ شخص خرچ کرنے کے برابر لکھا جاویگا - اور نیت سے ہماری
مراد وہ معنی ہین جو عمل کا باعث پڑتے ہین یعنی خدا تعالی نے رسولون کی زبان پر اطاعت کرنیوالے کا

ثواب اور نافرمان کا عذاب بیان فرماتا ہے اُسکا سچ سمجھنا۔ یا خدا تعالیٰ کے امر و نہی کی بطیب خاطر بجا آوری کرنے سے خوش ہونا اسی لیے شارع کو ریا و سمعہ سے نہی کرنا اور اُنکی برائیوں کا صاف طور پر بیان کرنا ضروری تھا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان اول الناس یقضی علیہم یوم القیامۃ ثلثۃ رجل قتل فی الجہاد لیقال لہ ہو رجل جری و رجل تعلم العلم و علمہ لیقال لہ ہو عالم و رجل انفق فی وجوہ الخیر لیقال ہو جواد فیؤمر بہم فیسحبون علی وجوہہم فی النار۔ لوگوں میں سے اول جنپر قیامت کے دن حکم کیا جاویگا وہ تین شخص ہیں ایک تو وہ شخص جو جہاد میں اسلیے شہید ہوا تاکہ لوگ اُسکو دلیر بتائیں اور دوسرا وہ شخص جسنے پڑھکر علم سکھایا تاکہ لوگ اسکو عالم بتائیں تیسرا وہ جو طرح طرح کی چیزوں میں خرچ کرتا ہے تاکہ لوگ اُسکو سخی بتاویں پس ایسے لوگوں کو حکم کیا جاویگا اور مونہوں کے بل جہنم کی طرف گھسیٹے جاوینگے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکایۃ عن اللہ تعالیٰ فرمایا ہے انا اغنی الشرکاء عن الشرک من عمل عملا اشرک فیہ غیری ترکتہ و شرکہ میں سب شریکوں سے زیادہ بے پرواہ ہوں جس شخص نے میرے لیے کسیکو شریک کرکے کوئی کام کیا تو میں نے اُسکو مع اُسکے شریک کے چھوڑ دیا اور حضرت ابوذرؓ نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ اُس شخص کے باب میں کیا فرماتے ہیں جو کوئی نیک کام کرتا ہے اور لوگ اُسکی تعریف کرتے ہیں آپنے فرمایا تلک عاجل بشری المومن۔ ایمان والے کی یہ بھی بشارت ہے۔ اُسکے یہ معنی ہیں کہ وہ شخص صرف بوجہ اللہ کام کرتا ہے اسلیے زمین پر اُسکی قبولیت نازل ہوجاتی ہے اور لوگ اُس سے محبت کرتے ہیں اور حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ آپسے عرض کیا کہ اپنے مکان میں مصلے پر بیٹھا تھا کہ اس اثناء میں ایک شخص میرے پاس آیا تو مجھکو جو آسنے اس حال میں دیکھا تو میری طبیعت خوش ہوئی آپنے فرمایا رحمک اللہ یا ابا ہریرہ اجران اجر السر و اجر العلانیۃ۔ ای ابوہریرہ اللہ تعالیٰ تجھپر رحم کرے تیرے لیے دو اجر ہیں ایک اجر پوشیدہ کا اور ایک اجر ظاہر کا۔ اُسکے یہ معنی ہیں کہ عجب نفسانی مغلوب ہوا اور صرف عجب نفسانی عمل پر باعث ہو اور اجر سر سے اخلاص کا اجر مراد ہے جو ایک پوشیدہ چیز ہے اور اجر علانیہ سے دین الٰہی کے بلند کرنے اور سنت راشدہ کے شائع کرنے کا اجر مراد ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خیارکم احاسنکم اخلاقاً۔ بہترین تم میں کے وہ لوگ ہیں جنکی عادات عمدہ ہیں۔ میں کہتا ہوں چونکہ سماحت و عدالت میں ایک قسم کا تعارض ہے جسپر ہم متنبہ کرچکے ہیں۔ اور انبیا علیہ السلام کے علوم کی بنا دونوں مصلحتوں کی رعایت کرنے اور نظام دارین قائم کرنے اور حتی الامکان مصالح کے جمع کرنے پر ہے لہذا شرائع کے اندر ضروری ہوا کہ سماحت کے علامات اور اشباح جنکو عدالت کے ساتھ التزام ہوا اور اُسکے موید اور اُسپر متنبہ کرنیوالے ہوں مقرر کیے جائیں اسواسطے حسن اخلاق کا حکم دیا گیا اور وہ سماحت اور عدالت کے باب سے بہت سے امور کے مجموعہ کا نام ہے کیونکہ حسن اخلاق جو داد ظلم کرنیوالے سے عفو اور تواضع

اور ترک حسد اور کینہ اور غضب کو شامل ہے اور یہ سب امور سماحت کے قبیلہ سے ہین اور نیز لوگون سے محبت اور صلہ رحم اور حسن صحبت مع الناس اور حاجتمندون کی غمخواری کو شامل ہے اور یہ سب باتین عدالت کے باب سے ہین اور پہلی قسم کے امور کا مدار دوسری قسم کے امور پر ہے اور دوسری قسم پہلی قسم کے بغیر ناتمام ہے اور یہ ایک بڑی مہربانی ہے کہ شرائع الہیہ مین اعتبار کیا گیا ہے اور چونکہ بہ نسبت سب اعضا کے زبان کو خیر و شر کیجانب جلد سبقت ہوتی ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وہل یکب الناس علی مناخرہم الا حصائد السنتہم - اور لوگون کو کوئی چیز نتھنون کے بل اوندھا نا کریگی مگر جو انکی زبانون نے کاٹا ہے اور نیز زبان کے آفات اخبات اور سماحت اور عدالت مین خلل انداز ہوتے ہین کیونکہ کثرت سے کلام کرنا ذکر الہی سے غافل کرتا ہے اور غیبت اور بیہودہ باتین اور انکے مثل باہم فساد ڈالتی ہین اور آدمی کی زبان سے جو کلام نکلتا ہے دل اُسکی کیفیت سے متکیف ہو جاتا ہے مثلاً جب غصہ کا کلمہ اُسکی زبان سے نکلتا ہے دل کے اندر اُسکا جوش پیدا ہو جاتا ہے وعلی ہذا القیاس اور دل کے اندر اُس کیفیت کا پیدا ہونا اُس کیفیت کے متمثل ہونے اور اُسکے تشبیہ کا سبب ہوتا ہے لہذا یہ بات ضروری ہوئی کہ شرع مین بہ نسبت اور اعضا کے آفات کے زبان کی آفات سے زیادہ تر بحث کیجاے اور آفات لسانی کے بہت سے اقسام ہین ازانجملہ یہ ہے کہ ہر ایک وادی مین خوض کرے اسکے سبب سے اُن چیزون کی صورتین آدمی کی حس مشترکہ مین جمع ہو جاتی ہین اور جب خدا تعالے کیطرف متوجہ ہوتا ہے تو ذکر الہی مین اُسکو کچھ حلاوت نہین معلوم ہوتی اور اذکار مین کچھ تدبر نہین کر سکتا یہی سبب ہے کہ بیفائدہ باتون سے ممانعت کی گئی ہے اور ازانجملہ یہ ہے کہ لوگون مین فتنہ کا پیدا کرنا جیسے غیبت اور مجادلہ اور لوگون کا بھکانا اور ازانجملہ یہ ہے کہ وہ کلام ایسا قسم کا ہو جس سے قوت سبعیہ یا شہویہ کے اثر عظیم سے نفس متاثر ہوتا ہے جیسے گالیان بکنا اور عورتون کے محاسن کا ذکر کرنا - اور ازانجملہ یہ ہے کہ خدا تعالے کے جلال اور اُسکی عظمت سے غافل ہونا اس کلام کا سبب ہو جیسے کسی بادشاہ کو شاہنشاہ کہنا اور ازانجملہ یہ ہے کہ وہ کلام مصالح دینی مین خلاف ہو بایںطور کہ دین مین جس چیز کے ترک کرنے کا حکم ہے اس کلام سے اُس چیز منہی عنہ کی رغبت پیدا ہو جیسے شراب کی تعریف کرنا یا انگور کا نام کرم رکھنا یا کتاب الہی مین اُس سے تغیر لازم آتا ہو جیسے مغرب کا نام عشاء اور عشاء کا نام عتمہ رکھنا اور ازانجملہ یہ ہے کہ وہ کلام مثلاً بیہودہ ہو جیسے افعال شنیعہ جو شیاطین کی طرف منسوب ہوتے ہین جیسے فحش باتین بکنا ہے اور جماع اور اعضاء مستورہ کا صاف صاف الفاظ مین ذکر کرنا یا جیسے اُس چیز کا ذکر کرنا جس سے بدشگونی لیجاتی ہے مثلاً یہ کہنا کہ گھر مین نجاح (کامیابی) نہین ہے اور نہ برکت پھر اُن چیزون کا بیان کرنا بھی ضروری ہے جو سماحت کے دلائل ہین اور بکثرت انکا وقوع ہوتا ہے اور نیز اُن اخلاق کا جنکا شارع نے اعتبار کیا ہے آنسے سمیر کرنا اور شارع نے اعتبار نہین کیا ضروری ہے ازانجملہ زہد ہے کیونکہ نفس غنا اور قات کھانے پہننے کی حرص اور عورتون

کیطرف رغبت کرتا ہے حتی کہ ان باتون سے اُسکے جوہر مین ایک خراب کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور جب انسان اپنے نفس سے اس بات کو دور کر دیتا ہے تو دنیا کے اعتبار سے وہ زاہد ہو جاتا ہے اور مقصود بالذات خود ان چیزون کا چھوڑنا نہین ہوتا بلکہ اس خصلت کے حاصل کرنے کے لیے ان چیزون کا ترک مطلوب ہوتا ہے لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الزہادۃ فی الدنیا لیست بتحریم الحلال ولا اضاعۃ المال ولکن الزہادۃ فی الدنیا ان لاتکون بما فی یدیک اوثق مما فی یدی اللہ وان تکون فی ثواب المصیبت اذا انت اصبت بہا ارغب فیہا لو انہا ابقیت لک ۔ دنیا کی زاہدی نہ حلال کے حرام کر لینے سے ہے اور نہ مال کے ضائع کرنے سے بلکہ دنیا کا زہد یہ ہے کہ جو چیز تیرے قبضہ مین ہے اُس چیز سے زیادہ تجکو اسپر اعتماد ہو جو خدا تعالی کے قبضہ مین ہے اور جب تجکو کوئی مصیبت پہونچے تو اُس مصیبت کے ثواب کی رغبت مین اُس مصیبت کا باقی رہنا تجکو پسند ہو اور فرمایا ہے لیس لابن آدم حق فی سوی ہذہ الخصال بیت یسکنہ وثوب یواری عورتہ وجلف الخبز والماء ۔ بنی آدم کے لیے سوا ان چیزون کے کچھ ضروری نہین ہے گھر رہنے کے لیے کپڑا ستر ڈھانکنے کے لیے اور روٹی اور پانی کے لیے کوئی برتن اور نیز فرمایا ہے بحسب ابن آدم لقیمات یقمن صلبہ آدمی کے لیے چند چھوٹے چھوٹے لقمے کافی ہین جس سے پیٹ کو سیدھا کر سکے اور فرمایا ہے طعام الاثنین کاف الثلاثۃ وطعام الثلاثۃ کاف الاربعۃ ۔۔ دو کا کھانا تین کو اور تین شخصون کا چار کو کافی ہے یعنی جسقدر کھانے سے دو شخصون کا خوب شکم سیر ہو سکتا ہے اگر اُسکو تین بھی کھالین تو اوسط درجہ اُنکو کافی ہو سکتا ہے اس سے آپکا مقصود غمخواری مین رغبت دلانا اور شکم سیری کی حرص کو مکروہ سمجھنا ہے اور از انجملہ قناعت ہے اُسکا بیان یہ ہے کہ مال کی حرص بسا اوقات آدمی کے نفس پر غالب ہوتی ہے حتی کہ اُسکے جوہر مین داخل ہو جاتی ہے پس جب اُس حرص کو اپنے قلب سے دور کر دیتا ہے اور مال کا چھوڑنا اُسپر آسان ہوتا ہے تو اس صفت کا نام قناعت ہے اور قناعت اسکا نام نہین ہے کہ خدا تعالی نے جو انسان کو عطا فرمایا ہے بے رغبتی کے ساتھ اُسکا ترک کر دینا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ۔ یا حکیم ان ہذا المال خضر حلو فمن اخذہ بسخاوۃ نفس بورک لہ فیہ ومن اخذہ باشراف نفس لم یبارک لہ فیہ وکان کالذی یاکل ولا یشبع والید العلیا خیر من السفلی ۔ اے حکیم یہ مال ہرا او شیرین ہوتا ہے پس جو نفس کی سخاوت کے ساتھ اسکو لے لیتا ہے تو اسمین برکت دیجاتی ہے اور جو شخص حرص نفسانی کے ساتھ لیتا ہے تو اُسمین برکت نہین دیجاتی اور وہ اُس شخص کی مانند ہوتا ہے جو کھاتا ہے اور سیر نہین ہوتا اور اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا جاءک من ہذا المال شیئ وانت غیر مشرف ولا سائل فخذہ فتمولہ ومالا فلا تتبعہ نفسک ۔ اس مال مین سے جب تیرے پاس کچھ آوے اور تو نہ حریص ہو اور نہ سائل تب تو اُسکو لے لے اور آسودہ ہو ورنہ اپنے پیچھے مت لگا اور از انجملہ جود ہے اُسکا بیان یہ ہے کہ مال کی محبت اور اُسکے جمع کرنے کی محبت بسا اوقات قلب پر

غالب اگر اُسکو میسر ہو جاتی ہے اور جب آدمی اُسکے خرچ کرنے پر قادر ہوتا ہے اور کچھ پرواہ نہین کرتا اسکا نام
جود ہے اور مال کے ضائع کرنے کا نام جود نہین ہے اور نہ خود مال کوئی مبغوض چیز ہے بلکہ ایک بڑی نعمت ہے
آپ نے فرمایا ہے اتقوا الشح فان الشح اہلک من قبلکم حملہم علیٰ ان سفکوا دماءہم واستحلوا محارمہم۔ بخل سے بچنے کو
کیونکہ بخل نے تمسے پہلے لوگون کو ہلاک کر دیا اُسی نے اُنکو اس بات پر برانگیختہ کیا کہ باہم خونریزی کرین اور حرام چیزون
کو حلال سمجھین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا حسد الا فی اثنین۔ الحدیث۔ سوا دو شخصون کے
کسی پر حسد نہین ہے الخ اور کسی نے آپ سے عرض کیا کیا خیر سے شر پیدا ہوتا ہے تو آپ نے فرمایا انہ لا یاتی
الخیر بالشر۔ البتہ خیر سے شر نہین پیدا ہوتا اور ربیع مین بعض چیزین ایسی پیدا ہوتی ہین جو تخمہ پیدا کر کے ہلاک
کر دیتی ہین یا قریب ہلاکت کر دیتی ہین اور نیز آپ نے فرمایا من کان معہ فضل ظہر فلیعد بہ علیٰ من
لا ظہر لہ الخ۔ جس شخص کے پاس حاجت سے زیادہ سواری ہو تو جسکے پاس سواری نہین ہے اُسکو وہ سواری
دیدے اور جسکے پاس حاجت سے زیادہ توشہ ہو اُسکو چاہیے کہ جسکے پاس توشہ نہین ہے اُسکو دیدے پھر
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مال کے اسقدر اقسام ذکر کیے جس سے ہمکو یہ بات معلوم ہوئی کہ ہم مین سے کسی کو
اُس مال مین جو حاجت سے زیادہ ہو کچھ حق نہین ہے اور اسقدر رغبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسواسطے
دلائی کہ وہ جہاد کی حالت مین تھی اور مسلمانون کو احتیاج لاحق ہو رہی تھی اور اُسمین سماحت بھی پائی جاتی ہے
اور نظام ملت کا بھی قائم کرنا ہے اور مسلمانون کی جان کا بھی باقی رکھنا ہے۔ اور از انجملہ قصر امل یعنے
آرزو کا کوتاہ کرنا ہے اور اُسکا بیان یہ ہے کہ انسان پر زندگی کی محبت غالب ہوتی ہے حتیٰ کہ موت کا ذکر
اُسکو ناگوار ہوتا ہے اور اسقدر زندہ رہنے کی امید رکھتا ہے کہ اُس حد تک وہ زندہ نہین رہ سکتا پس ایسی
حالت مین جب آدمی مر جاتا ہے تو جس چیز کی اُسکو تمنا تھی اُسکے پورا ہونے سے اُسکو تکلیف و عذاب تا رہتا ہے
اور فی نفسہ زندگی کوئی مبغوض اور ایسی چیز نہین ہے جو خدا تعالےٰ کو ناپسند ہو بلکہ وہ ایک نعمت عظمیٰ ہے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کن فی الدنیا کانک غریب او عابر سبیل دنیا مین ایسا رہ
جیسے پردیسی بلکہ راہ کا چلنے والا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ایک مربع خط کھینچا اور
پھر اُسکے وسط مین ایک خط کھینچا اور باہر تک اُسکو نکالا اور پھر اس بیچ والے خط کے ساتھ اور چھوٹے چھوٹے
خط ملائے مگر اُسیقدر کے ساتھ جتنا وہ مربع کے اندر اندر تھا اُسکی شکل یہ ہے اور بیچ کے خط کی
طرف اشارہ کر کے فرمایا یہ انسان ہے اور اُس مربع کیطرف اشارہ کر کے فرمایا یہ اُسکی اجل ہے جو اُسکو
گھیر رہی ہے اور یہ جو باہر کو نکلا ہوا ہے یہ اُسکی آرزو ہے اور یہ چھوٹے چھوٹے خطوط عوارض ہین اگر یہ حادثہ
اُس سے بچ جاتا ہے تو یہ پہونچ جاتا ہے اور یہ بچ جاتا ہے تو یہ پہونچ جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
طول امل کی بیماری کا علاج موت کے ذکر اور قبور کی زیارت اور ساتھیون کی موت سے عبرت حاصل کرنے
کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے لا یتمنین احدکم الموت

ولا یدع به قبل ان یاتیه انه اذا مات انقطع عمله ۔ تم مین سے کوئی موت کی تمنا نہ کرے اور نہ موت آنے سے
پہلے اسکی دعا کرے کیونکہ جب آدمی مرگیا اسکا عمل منقطع ہوگیا ۔ اور ازانجملہ تواضع ہے ۔ تواضع کے یہ معنی ہین
کہ نفس کو تکبر اور خود پسندی کے دواعی کے طریقہ پیروی نہو جس سے آدمی لوگون کو اپنے اعتبار سے حقیر اور
ذلیل جانتا ہے اور اسکے باعث سے اسکا نفس خراب ہوجاتا ہے اور لوگون پر ظلم کرنے اور انکو ذلیل
سمجھنے پر انگیختہ کرتا ہے ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا یدخل الجنۃ من کان فی قلبہ
مثقال ذرۃ من کبر فقال رجل ان الرجل یحب ان یکون ثوبہ حسنا ونعلہ حسنۃ فقال ان اللہ جمیل
یحب الجمال الکبر بطر الحق وغمط الناس ۔ جسکے قلب مین ذرہ کے برابر تکبر ہے جنت مین نہ جائے گا
تو ایک شخص نے عرض کیا کہ آدمی کا دل چاہتا ہے اچھا کپڑا ہو اور اچھا جوتا ہو تو آپ نے فرمایا خداتعالے
جمیل ہے جمال کو پسند کرتا ہے تکبر تو حق کے نہ ماننے اور لوگون کے ذلیل سمجھنے کا نام ہے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے الا اخبرکم باہل النار کل عتل جواظ مستکبر ۔ اہل دوزخ کی کیا خبر دون تمکو وہ سب
وہ لوگ ہین کہ سخت ظالم و نہایت تکبر کرنیوالے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بینما رجل یمشی
فی حلۃ تعجبہ نفسہ مرجل براسہ یختال فی مشیتہ اذ خسف اللہ بہ فہو یتجلجل فی الارض الی یوم القیامۃ
ایک شخص جامہ رنگین پہنے ہوے خود پسندی کے ساتھ اتراتا ہوا جارہا تھا کہ خداتعالی نے اسکو دھسا دیا اور وہ
قیامت تک زمین مین دھنسا چلا جاویگا ۔ اور ازانجملہ حلم ہے اور سہولیت اور نرم دلی ہے اور حاصل انکا یہ ہے
کہ آدمی کو غصہ کے اسباب کی طرف توجہ نہین ہوتی تا وقتیکہ اسمین فکر نہ کرلے اور شجاعت نہ دکھلادے اور تمام
اوقات مین غضب کی صفت مذموم نہین ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من یحرم الرفق یحرم الخیر
کلہ ۔ جو شخص نرمی سے محروم ہے سب نیکیوں سے محروم ہے اور ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا
مجھے کچھ وصیت کیجیے آپ نے اس سے فرمایا غصہ مت کر پھر چند مرتبہ اسنے وہی سوال کیا اور یہی فرمایا کہ غصہ
مت کر اور نیز آپ نے فرمایا ہے الا اخبرکم بمن یحرم علی النار کل قریب ہین لین سہل ۔ کیا مین تمکو وہ شخص
نہ بتادون جو آگ پر حرام کیے جاوین وہ قریب بردبار نرم مزاج اور سہولیت والا ہے ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا ہے لیس الشدید بالصرعۃ انما الشدید الذی یملک نفسہ عند الغضب ۔ سخت آدمی وہ نہین ہے جو
لوگون کو پچھاڑ کرے سخت تو وہ ہے جو غصہ کیوقت اپنے نفس کو قابو مین رکھے اور ازانجملہ صبر ہے اور وہ آرام اور پریشانی اور خوشی
نقصانی اور تکبر اور اظہار راز اور قطع محبت وغیرہ کے اسباب کا تابع نہونا ہے ان اسباب کے لحاظ سے اسکے مخالف کام کیے جاوین
اللہ پاک فرماتا ہے انما یوفی الصابرون اجرہم بغیر حساب ۔ صابر لوگ تو بیحساب بدلا دیے جاوینگے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے ما اوتی احد عطاء افضل و اوسع من الصبر ۔ کوئی شخص کو کوئی عطا زیادہ افضل و وسیع صبر سے زیادہ نہین دیا گیا
اور آنحضرت صلعم نے عدالت کے ساتھ حکم [illegible] فرمایا اور نظر
الہی پر رحمت کرنے کی خوبیان بیان فرمائین اور لوگون [illegible] الفت سے

رہنا اور کسی قبیلہ کے لوگونکے باہم معاشرت اور شہر والونکی معاشرت اور بزرگان دین کی توقیر اور ہر ایک کے مرتبہ سمجھنے کا بیان
فرمایا اسکے متعلق ہم چند احادیث ذکر کرتے ہین جو اس باب کے لیے بطور نمونہ کے ہین - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے اتقوا الظلم فان الظلم ظلمات یوم القیمۃ ظلم سے بچو کیونکہ ظلم قیامت کے روز تاریکیان بنجائیگا - اور فرمایا ہے
ان اللہ حرم علیکم دماءکم واموالکم کحرمۃ یومکم ہذا فی بلدکم ہذا - خدا تعالے نے تمہارے اوپر تمہارے خون اور تمہارے
مالوان کو حرام کیا ہے جسطرح تمہارے اسدن کی تمہارے اس شہر مین حرمت - اور فرمایا ہے المسلم من سلم المسلمون من
لسانہ ویدہ الخ مسلمان وہ شخص ہے جسکی زبان اور ہاتھ سے مسلمان امن مین رہین خدا کی قسم تم مین سے کوئی شخص بغیر
حق کے کسی چیز کو نہ لیگا مگر قیامت کے روز جب خدا سے ملیگا وہ چیز اسپر سوار ہوگی پس البتہ تم مین سے مین اس شخص کو پہچانتا
ہون جو اونٹ کو اپنے اوپر سوار لیے ہوے خدا سے ملیگا اور وہ اونٹ بلبلاتا ہوگا یا گاے کو سوار کیے ہوگا اور وہ ڈکراتی ہوگی
یا بکری کو سوار کیے ہوگا اور وہ ممیاتی ہوگی اور فرمایا ہے من ظلم قید شبر من الارض طوقہ من سبع ارضین جو بالشت بھر
زمین ظلم سے لیلیگا ساتون زمین طوق کرکے اسکی گردن مین ڈالی جائیگی - باب الزکوۃ مین اسکی حقیقت ہم بیان
کرچکے ہین والمومن للمومن کالبنیان یشد بعضہ بعضا - اور ایمان والا ایمان والے کیلیے بنیاد کیطرح ہے
کہ اسکے اجزا ایک دوسرے کے لیے مضبوطی کا سبب ہوتے ہین مثل المومنین فی توادہم وتراحمہم وتعاطفہم مثل الجسد
اذا اشتکی منہ عضو تداعی لہ سایر الجسد بالسہر والحمی - مومنین کی مثال باہم کی محبت اور ہمدردی اور مہربانی مین ایسی ہے
جیسے بدن کہ جب اسمین سے کوئی عضو مریض ہوجاتا ہے تو تمام بدن پر تپ لاحق ہوجاتی ہے اور نیند جاتی رہتی ہے
من لا یرحم الناس لا یرحمہ اللہ - جو لوگون پر رحم نہین کرتا خدا تعالے اسپر رحم نہین کرتا المسلم اخو المسلم لا یظلمہ
ولا یسلمہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے نہ اسپر زیادتی کرتا ہے نہ اسکو ہلاکت مین ڈالتا ہے من کان
فی حاجۃ اخیہ کان اللہ فی حاجتہ - جو شخص اپنے بھائی کے کام مین ہے خدا تعالے اسکے کام مین ہے ومن فرج
عن مسلم کربۃ فرج اللہ عنہ بہا کربۃ من کرب یوم القیامۃ ومن ستر مسلما سترہ اللہ یوم القیامۃ جو کوئی شخص مسلمان
کی کوئی مصیبت دور کردے خدا تعالے قیامت کے دن کے مصائب مین سے اسکی کوئی مصیبت اسکے سبب سے دور فرمائیگا
اور جو کوئی شخص کسی کی پردہ پوشی کرے خدا تعالے قیامت کے دن اسکی پردہ پوشی کریگا اشفعوا تؤجروا ویقضی اللہ
علی لسان نبیہ ما احب - سفارش کیا کرو ماجور ہوگی اور خدا تعالے جو چاہتا ہے اپنے نبی کی زبان پر جاری کرتا ہے
اور فرمایا ہے تعدل بین اثنین صدقۃ وتعین الرجل فی دابتہ فتحملہ او ترفع لہ متاعہ صدقۃ والکلمۃ الطیبۃ صدقۃ
دو شخصون مین تو جو انصاف کرے تو یہ صدقہ ہے اور کسی کو سواری مین مدد دے کہ اسکو سوار کرادے یا اسکے اسباب کو اٹھا
رکھدے تو یہ صدقہ ہے اور اچھی بات کہنا صدقہ ہے اور ضعفاء مہاجرین کے باب مین آپنے فرمایا ہے لئن کنت اغضبتہم
فقد اغضبت ربک - اگر تو نے انکو ناخوش کیا تو خدا تعالے کو تو نے ناخوش کیا - اور فرمایا انا وکافل الیتیم فی الجنۃ
ہکذا واشار بالسبابۃ والوسطی - اور وہ شخص جو یتیم کا بوجھ اٹھائے تا جنت مین اور وہ اسطرح ہونگے اور یہ فرماکر انگشت شہادت
اور درمیان کی انگشت سے اشارہ آپنے بتلایا یعنی جسطرح یہ دونون انگلیان پاس پاس ہین الساعی علی الارملۃ والمسکین

کالمجاہد فی سبیل اللہ۔ جو شخص اپاہج لوگ اور مسکین کا کام کرتا ہے وہ خدا کی راہ مین جہاد کرنیوالے کے برابر ہے۔ من ابتلی من ہٰذہ
البنات بشیٔ فاحسن الیہن کن لہ سترا من النار۔ جو شخص ان لڑکیون کیطرف سے کچھ مشقت مین مبتلا ہوا ور اُنکے
ساتھ اچھا برتاو کرے تو وہ اُسکے لیے آگ کی روک ہو جائینگی۔ استوصوا بالنساء فان المرأۃ خلقت من ضلع و
ان اعوج ما فی الضلع اعلاہ فان ذہبت تقیمہ کسرتہ۔ عورتون کے باب مین وصیت قبول کرو کیونکہ عورت پسلی سے
پیدا ہوئی اور پسلی مین زیادہ ٹیڑھی اوپر کے حصہ مین ہے پس اگر تو اُسکا سیدھا کرنا چاہیگا تو اُسکو توڑ ڈالیگا۔ اور
بیوی کے حق مین آپنے فرمایا ہے ان تطعمہا اذا طعمت وتکسوہا اذا اکتسبت ولا تضرب الوجہ ولا تقبح ولا تہجر الا
فی البیت۔ کہ تو کھانا کھائے تو اُسکو بھی کھلا اور کپڑا پہنے تو اُسکو بھی پہنا اور منھ پر مت مار اور اسکی صورت بگڑنے کی
دعا مت کر اور ہجر خواہ کیا کرے اُس سے علیحدہ مت ہو۔ اذا دعی الرجل امرأتہ الی فراشہ فلم تأتہ فبات غضبان علیہا
لعنتہا الملائکۃ حتی تصبح۔ اگر خاوند اپنی بیوی کو اپنے بستر کیطرف بلاوے اور وہ اُسکے پاس نہ آوے اور خاوند اسپر
غصہ کی حالت مین سو رہے تو صبح تک فرشتے اُسپر لعنت کرتے ہیں۔ لا یحل لامرأۃ ان تصوم وزوجہا شاہد
الا باذنہ ولا تاذن فی بیتہ الا باذنہ۔ خاوند کی موجودگی مین کسی عورت کو روزہ رکھنا درست نہین جبتک وہ اجازت
نہ دے اور خاوند کی بلا اجازت کسی کو اُسکے گھر مین نہ آنے دے۔ ولو کنت آمرا احدا ان یسجد لاحد لامرت المرأۃ
ان تسجد لزوجہا۔ اور اگر مین کسی کو کسی کے لیے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو اپنے خاوند کے سجدہ کرنے کے لیے
حکم دیتا۔ ایما امرأۃ ماتت وزوجہا عنہا راض دخلت الجنۃ۔ جو عورت مر جائے اور اُسکا خاوند اُس سے خوش ہو تو وہ جنت مین
داخل ہو گی۔ دینار انفقتہ فی رقبۃ ودینار انفقتہ علی مسکین ودینار انفقتہ علی اہلک اعظمہا اجرا الذی
انفقتہ علی اہلک۔ ایک تو وہ دینار ہے جسکو تونے خدا کی راہ مین صرف کیا اور ایک وہ دینار ہے جو کسی جان کے
چھوڑانے مین صرف کیا اور ایک وہ دینار ہے جو کسی مسکین پر صرف کیا اور ایک وہ دینار ہے جو اپنی بیوی پر صرف کیا
اُن سب کے اندر ثواب مین زیادہ وہ ہے جو اپنی بیوی پر تو نے صرف کیا۔ اذا انفق الرجل علی اہلہ نفقۃ یحتسبہا فہو
لہ صدقۃ۔ جو شخص طلب ثواب کے قصد سے اپنی بیوی کو نفقہ دے تو وہ اُس شخص کے لیے صدقہ ہے۔ ما زال جبرئیل
یوصینی بالجار حتی ظننت انہ سیورثہ۔ پڑوسی کے باب مین جبرئیل مجھکو ہمیشہ وصیت کیا کرتے تھے یہانتک کہ
مجھے یہ گمان ہوا کہ وہ عنقریب اُسکو وارث بنا دینگے۔ یا ابا ذر اذا طبخت مرقا فاکثر ماءہا وتعاہد جیرانک۔ اے ابوذر
جب تو شوربا پکاوے تو اُسکا پانی بڑھا دیا کر اور پڑوسیون کو مت بھول۔ من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلا یؤذ
جارہ۔ جو شخص خدا تعالے اور قیامت کے دن پر یقین رکھتا ہے اُسکو چاہیے کہ اپنے پڑوسی کو نہ ستاوے۔ واللہ لا یؤمن من
الذی لا یأمن جارہ بوائقہ۔ خدا کی قسم جس شخص کا پڑوسی اُسکے ایذا دینے سے امن مین نہین ہے، وہ مومن نہین ہے
اور اللہ پاک نے رحم سے فرمایا ہے الا ترضین ان اصل من وصلک واقطع من قطعک کیا تو اس بات سے
خوش نہین ہے کہ جو تجھکو جوڑے مین بھی اُس سے جوڑون اور جو تجھکو قطع کرے مین بھی اُس سے قطع کرون۔ من
احب ان یبسط لہ فی رزقہ وینسأ لہ فی اثرہ فلیصل رحمہ۔ جو اپنے لیے رزق کی فراخی اور عمر کی درازی چاہے

تو اسکو صلہ رحم کرنا چاہیے من الکبائر عقوق الوالدین - ماں باپ کی نافرمانی کبائر میں سے ہے من الکبائر شتم الرجل والدیہ یسب ابا الرجل فیسب اباہ ویسب امہ فیسب امہ - آدمی کو اپنے ماں باپ کو گالی دینا کبائر میں سے ہے کہ کسی شخص کے باپ کو کوئی گالی دیتا ہے تو وہ اسکے باپ کو گالی دیتا ہے اور جب کسی کی ماں کو گالی دیتا ہے تو وہ اسکی ماں کو گالی دیتا ہے - سئل ہل بقی من بر ابوی شیئ ابرہما بہ بعد موتہما فقال نعم الصلوۃ علیہما والاستغفار لہما وانفاذ عہدہما وصلۃ الرحم التی لا توصل الا بہما واکرام صدیقہما - کسی شخص کے ماں باپ مر گئے تھے اسنے آنحضرت صلعم سے عرض کی میرے ماں باپ کے سلوک میں اب بھی کچھ باقی ہے جو انکے مرنے کے بعد انکے ساتھ میں کروں تو آپنے فرمایا ہاں انپر رحمت کی خواستگاری اور انکے لیے مغفرت طلب کرنا اور انکے بعد انکے عہد کو پورا کرنا اور اس قرابت کا جو ماں باپ ہی کے رشتے سے ہے جوڑنا اور انکے دوست کی توقیر کرنا - ان من اجلال اللہ اکرام ذی الشیبۃ المسلم وحامل القرآن غیر الغالی فیہ والجافی عنہ واکرام ذی السلطان المقسط - خدا تعالی کی تعظیم میں سے بوڑھے مسلمان اور حامل قرآن کی جو قرآت کی قرات کے اندر مبالغہ نہیں کرتا اور نہ نافرمانی کرتا ہے تعظیم اور صاحب سلطنت کی تعظیم ہے جو عادل ہو -

لیس منا من لم یرحم صغیرنا ومن لم یعرف شرف کبیرنا - جو شخص ہمارے چھوٹے پر رحم نکرے اور بڑے کی بزرگی نہ جانے وہ ہم میں سے نہیں ہے انزلوا الناس علی منازلہم - لوگوں کو انکے درجے پر رکھو من عاد مریضا او زار اخا لہ فی اللہ ناداہ مناد طبت وطاب ممشاک وتبوأت من الجنۃ منزلا - جو شخص مریض کی عیادت کرے یا فی سبیل اللہ اپنے کسی برادر کی ملاقات کو جاوے تو خدا تعالی کیطرف ایک ندا کرنیوالا اسکے لیے یہ ندا کرتا ہے تو بھی اچھا ہے اور تیرا چلنا بھی اچھا ہے اور تونے اپنے لیے جنت میں جگہ بنالی - پس یہ احادیث اور جو انکی مثل ہیں سب الفت اور حسن معاشرت پر متنبہ کرتی ہیں -

## مقامات اور احوال کا بیان

معلوم کرو کہ احسان کے لیے بہت سے ثمرات ہیں جو اسکے حاصل ہونے کے بعد حاصل ہوتے ہیں اور انکو مقامات اور احوال کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے اس باب کے ساتھ جو احادیث متعلق ہیں انکی شرح دو مقدموں کی تمہید پر موقوف ہے پہلا مقدمہ عقل اور قلب اور نفس کے اثبات اور انکے حقائق کے بیان میں دوسرا مقدمہ مقامات اور احوال کے پیدا ہونے کی کیفیت کے بیان میں -

### مقدمہ اولی

معلوم کرو کہ انسان کے اندر تین لطائف ہیں جنکا نام قلب نفس عقل ہے اور نقل وعقل و تجربہ اور علماء کے اتفاق سے یہ تینوں چیزیں ثابت ہوتی ہیں نقل کا تو بیان یہ ہے کہ قرآن مجید میں وارد ہوا ہے ان فی ذالک لآیات لقوم یعقلون - عقل مندوں کے لیے اسمیں بلاشبہ نشانیاں ہیں اور اللہ پاک نے اہل دوزخ کا یہ قول بیان فرمایا ہے لو کنا نسمع او نعقل ما کنا فی اصحاب السعیر اگر ہم سنتے یا عقل رکھتے - ہوتے تو اصحاب جہنم میں نہ ہوتے اور حدیث شریف میں

وارد ہوا ہے اول ما خلق اللہ تعالیٰ العقل فقال لہ اقبل فاقبل وقال لہ ادبر فادبر فقال بک اواخذ- سب سے پہلے خدا تعالیٰ نے
جو پیدا کیا عقل کو پیدا کیا پھر اُس سے فرمایا سامنے آ وہ سامنے آ گئی پھر فرمایا پیچھے لوٹ جا پیچھے ہٹ گئی پھر فرمایا تیرے ہی سبب
سے مواخذہ کرونگا اور آپ نے فرمایا ہے دین المرء عقلہ ومن لا عقل لہ لا دین لہ- آدمی کا دین اُسکی عقل ہے جسکی عقل نہیں اُسکا
دین ہے اور فرمایا ہے افلح من رزق لبا- جسکو عقل دیگئی ہے اُسکو کامیابی ہوئی- اگرچہ ان احادیث کے ثبوت مین محدثین
کو کلام ہے مگر تاہم ان احادیث کے لیے اسانید ہین جو بعض بعض کی تائید کرتی ہین اور قرآن پاک مین وارد ہے واعلموا
ان اللہ یحول بین المرء وقلبہ- اور جان لو کہ خدا تعالیٰ آدمی اور اُسکے قلب کے مابین حائل ہو جاتا ہے اور وارد ہوا ہے
ان فی ذلک لذکری لمن کان لہ قلب او القی السمع وہو شہید- اس قرآن مین بلا شبہہ نصیحت ہے اُس شخص کے لیے
جسکا قلب ہو یا کان ڈالے اور وہ حاضر القلب ہو اور حدیث شریف مین وارد ہے الا ان فی الجسد مضغۃ اذا
صلحت صلح الجسد واذا فسدت فسد الجسد الا وہی القلب- خبردار ہو جاؤ کہ بدن کے اندر ایک گوشت کی بوٹی
ہے جب وہ درست ہوتی ہے بدن درست رہتا ہے اور جب وہ بگڑ جاتی ہے بدن بگڑ جاتا ہے آگاہ ہو جاؤ کہ وہ قلب ہے
اور وارد ہوا ہے مثل القلب کریشۃ فی فلاۃ تقلبہا الریاح ظہرا لبطن دل کی مثال ایک پر کی سی ہے جو میدان مین
پڑا ہوا ہے اور ہوائین اس میدان مین اُسکو منقلب یعنی لوٹ پوٹ کرتی رہتی ہین- اور وارد ہوا ہے النفس تمنی
وتشتہی والفرج یصدق ذلک او یکذبہ- کہ نفس آرزو و خواہش کرتا ہے اور پیشاب گاہ اُسکی تصدیق یا تکذیب
کر دیتی ہے اور مواضع استعمال مین تتبع و تلاش کرنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ عقل اُس چیز کا نام ہے جس سے
اُن چیزون کا ادراک کرتے ہین جو غیر محسوس ہوتی ہین اور قلب اُس چیز کا نام ہے جس سے انسان محبت یا بغض رکھتا ہے
یا کسی چیز کو پسند کرتا ہے یا کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے اور نفس اُس چیز کا نام ہے جس سے انسان لذائذ یعنی کھانے پینے
وجماع کرنے کی خواہش کرتا ہے اور اس بات کا بیان کہ عقل سے بھی ان تین چیز کا وجود ثابت ہوتا ہے یہ ہے کہ اپنے موقع پر
یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ انسان کے بدن مین تین عضو رئیس ہین جنسے وہ قویٰ اور افعال جو انسان کی صورت نوعیہ کے
مقتضی ہین تمام ہوتے ہین پس قوائے ادراکیہ یعنی تخیل اور توہم اور پھر اُن متخیلات اور متوہمات کے اندر تصرف اور
بوجہ من الوجوہ مجردات سے حکایت کرنے کا محل دماغ ہے اور غضب و جرات اور جود و بخل و خوشی اور ناخوشی
اور اس قسم کی چیزون کا محل قلب ہے اور اُس چیز کے طلب کرنے کا محل جسکے اوپر اُسکے جنس کے اوپر بدن کا قوام موقوف ہے
جگر ہے اور اس بات پر دلیل یہ ہے کہ جب ان تین اعضاء رئیسہ مین سے کسی خاص عضو مین کوئی نقصان آ جاتا ہے تو ایک
خاص قوت مین فتور پیدا ہو جاتا ہے جس سے اُس قوت کا اختصاص اس عضو کے ساتھ ثابت ہوتا ہے- پھر ان
تین مین سے ہر ایک فعل دو باقی کی معونت کے بغیر تمام نہین ہوتا- دیکھو اگر مثلاً بری بات کی برائی اور اچھی بات
کی بھلائی کا ادراک و نفع و ضرر کا توہم نہو تو غصہ کا ہیجان نہین ہوتا اور نہ کسی چیز کی محبت پیدا ہوتی ہے اور جبتک
قلب کے اندر متانت نہو کسی متصور چیز کی تصدیق نہین ہوتی اور اگر کھانے یا جماع کرنے کی معرفت نہو اور اُسکے منافع
متوہم نہون تو طبیعت کو ان چیزون کیطرف میلان نہین ہوتا اور اگر اطراف بدن مین قلب کا حکم نافذ نہوا کرے

توانسان کو اپنے لذائذ حاصل کرنیکا موقع نہین مل سکتا اور اگر حواس عقل کی خدمتگزاری نکرین تو انسان کو کسی چیز کا ادراک نہین ہو سکتا کیونکہ نظریات بدیہیات کے اور بدیہات محسوسات کے فرع ہوتے ہین اور جن اعضا پر قلب اور دماغ کی صحت موقوف ہے اگر اُنمین سے ہر ہر عضو کی صحت نہ پائی جاے تو قلب و دماغ کی نہ صحت باقی رہ سکتی ہے اور نہ ہر ایک کا فعل بوسیطور پر صادر ہو سکتا ہے مگر ان اعضا مین سے ہر ایک بمنزلہ ایک بادشاہ کے ہے جو کسی عظیم الشان کام کو مثلاً کسی مستحکم قلعہ کا فتح کرنا چاہتا ہے تو وہ بادشاہ اپنے دوستون سے لشکرون اور دعوون اور ڈھالون کی مدد مانگتا ہے مگر قلعہ کے فتح کرنیمین وہ خود ہی مدبر ہوتا ہے اور اُسی کے حکم کی فرمانبرداری کرنی پڑتی ہے اور اُسی کی رائے پر مدار ہوتا ہے اور وہ سب تو خدمتگار ہوتے ہین جو اُسکی راے پر چلتے ہین ۔ پھر اب جو حوادث پیدا ہوتے ہین اُنکی صورت اُن صفات کے مطابق ظاہر ہوتی ہے جو اس بادشاہ مین غالب ہوتے ہین یعنی اُسکی دلیری اور بزدلی اور سخاوت اور بخل اور عدالت اور ظلم کے اعتبار سے اُنکا ظہور ہوتا ہے پس جسطرح سلاطین اور اُنکی راے اور صفات کے اختلاف سے حالات مختلف ہوتے ہین اگرچہ لشکر اور ہتھیار ایک ہی سے ہون اسیطرح اُن ویسائے ثلثہ مین سے ہر رئیس کا حکم بدن انسان کی مملکت مین مختلف ہوتا ہے الحاصل جو افعال اِن تینون مین سے ہر ایک سے صادر ہوتے ہین وہ افعال باہم یا تو قریب قریب یا افراط یا تفریط کیطرف مائل یا ان دونون کے مابین ہوتے ہین پس جب ہم ان تینون صورتون کو معہ اُنکے افعال متقابلہ ۔ اور اُنکے امزجہ کے جو ان افعال کے ہمیشہ خواستگار ہوتے ہین اعتبار کرین تو اُنکا نام لطائف ثلثہ ہے جیسے بحث کیجائی ہے خود ان قوی کا نام بغیر اُنکے ساتھ کسی چیز کے اعتبار کیے لطائف نہین ہے ۔ قلب کے صفات اور اُسکے افعال یہ ہین غصہ دلیری محبت بزدلی خوشی ناخوشی قدیمی دوستی کی وفاداری کبھی ایک شخص سے محبت اور کبھی عداوت حب جاہ جود بخل رجا خوف وغیرہ ۔ عقل کے صفات و افعال یہ ہین ۔ یقین شک توہم تیر جاننے کے لیے اسباب کی تلاش منافع کے حاصل کرنے اور نقصانات کے دفع کرنے کے طریقون مین فکر کرنا وغیر ذلک اور نفس کے صفات کا منتہی لذیذ لذیذ کھانے وپینے کی چیزون کی حرص اور عورتون کی محبت وغیرہ تجربہ سے ان قواے ثلثہ کا ثبوت یہ ہے کہ جو شخص افراد انسانی کے استقرا و تلاش کرے تو لامحالہ اُسکو یہ بات معلوم ہوگی کہ لوگ اپنی سرشت کے اعتبار سے ان امور مین مختلف ہوتے ہین ۔ بعض لوگ تو ایسے ہوتے ہین جنکا قلب نفس کے اوپر حاکم ہوتا ہے اور بعض کے نفوس کو قلب پر غلبہ ہوتا ہے پہلی قسم کے انسان کو جب غصہ آتا ہے یا اُسکے قلب مین کسی بلند درجہ کی خواہش پیدا ہوتی ہے تو اُسکے مقابلہ مین بڑی بڑی لذتون کو حقیر سمجھتا ہے اور اُنکے چھوٹنے پر صبر کرتا ہے اُنکے چھوڑنے مین وہ شخص اپنے نفس کے ساتھ مجاہدہ عظیم کرتا ہے اور دوسری قسم کے انسان کو جب کسی لذت کی خواہش ہوتی ہے تو اُسمین وہ گھس پڑتا ہے اگرچہ اُس جگہ ہزار طرح سے عار ہو ۔ اور ساتھ طالب لذت کیطرف اُسکو رغبت دلائی جاے یا ذلت وخواری کا اُسکو خوف دلایا جاے تو اُسکی طرف پرواہ نہین کرتا اور بسا اوقات غیرتدار آدمی کو اُسکی خواہش کے موافق نکاح کرنیکا موقع پیش آتا ہے اور اُسکا نفس اُسکو سخت رغبت دلاتا ہے مگر اُسکے قلب مین غیرت کے سبب سے ایک خیال پیدا ہوتا ہے جسکے سبب سے خواہش نفسانی کیطرف اُسکو توجہ نہین ہوتی

اور چونکہ اسکی سرشت مین داخل ہی بسا اوقات بھوکا ننگا رہنے پر صبر کرتا ہے لیکن کسی سے سوال نہین کرتا اور جب
کسی حریص آدمی کو خواہش ہے موافق جماع کرنے یا کھانے کا موقع ہوتا ہے اور وہ شخص اسمین اپنا ضرر عظیم جانتا ہے خواہ
طب کے اعتبار سے یا حکمت عملیہ کے لحاظ سے یا بعض لوگون کی خوف کی وجہ سے تو وہ شخص ڈر جاتا ہے اور کانپنے
لگتا ہے اور اس برائی سے بچ جاتا ہے پھر اسکی خواہش اسکو اندھا کرکے دیدہ و دانستہ ورطہ ہلاکت مین ڈال دیتی ہے
اور بسا اوقات اسی انسان کو دونون جہت مخالف کیطرف اپنے نفس کا میلان معلوم ہوتا ہے پھر ان دونون مین سے
ایک داعیہ کو دوسرے پر غلبہ ہو جاتا ہے اور اسطور پر اس شخص سے ایک قسم کے افعال بار بار صادر ہوتے ہین یہانتک کہ
وہ شخص خواہش کی تابعداری ورنہ احتیاطی یا خواہش کے روکنے اور نفس کو قابو مین رکھنے کے ساتھ ضرب المثل ہو جاتا ہے
اور تیسرا شخص ایسا ہوتا ہے جسکی عقل اسکے نفس پر غالب ہوتی ہے مثلا وہ آدمی جو پورا ایماندار ہے کہ اسکی محبت اور بغض
اور شہوت اوامر شرعی اور ان چیزون کیطرف کہ شرع سے انکا جواز بلکہ استحباب معلوم ہوا ہے منقلب ہو جاتی ہے
ایسا شخص حکم شرعی سے کبھی روگردانی نہین چاہتا اور چوتھا شخص ایسا ہوتا ہے جسپر رسم اور طلب جاہ کا غلبہ ہوتا ہے
اور اپنی ذات سے عار کا دور کرنا چاہتا ہے ایسا شخص باوجود غضبناک ہونے اور نہایت دلیر ہونیکے اپنے غصہ کو پیجاتا ہے
اور اگر اسکو کوئی برا کہے تو اسکی تلخی پر صبر کرلیتا ہے اور باوجود قوت جسمانی کے اپنے لذائذ کو ترک کردیتا ہے تاکہ
اسکے حق مین لوگ ایسی باتین نہ کہنے لگین جو اسکو ناپسند ہین یا اسلیے کہ رفعت جاہ وغیرہ جو اسکو مطلوب ہے اسکو ملجا
پہلا شخص درندون کے مانند ہے اور دوسرا بہائم کے مانند اور تیسرا ملائکہ کے اور چوتھے شخص کو صاحب مروت و بلند حوصلہ
کہتے ہین پھر استقراء کرنے سے بعض افراد انسان کے ایسے ملتے ہین کہ انکی دو قوتین معاً غالب ہوتی ہین اور ان دونون کا
حال باہم متشابہ ہتا ہے کہ کبھی اسکو اسپر غلبہ ہوتا ہے اور کبھی اسکو اسپر پس اگر صاحب بصیرت انکے حال کا انضباط چاہے
اور جس حال پر وہ ہین اسکو بیان کرنا چاہین تو لامحالہ لطائف ثلثہ کے ثابت کرنے کی ضرورت پڑیگی اور عقلاء کے
اتفاق سے ان تینون کا وجود اسطرح ثابت ہوتا ہے کہ تمام اہل ملت اور اہل ادیان تہذیب نفس ناطقہ کا جنھون نے
اعتبار کیا ہے ان تین چیزون کے ثابت کرنے یا ان مقامات اور احوال کے بیان کرنے پر متفق ہین جو ان تینون سے
متعلق ہے فلاسفہ اپنی حکمت عملیہ مین ان تینون کا نام نفس ملکی اور نفس سبعی اور نفس بہیمی رکھتے ہین اور اس نام
رکھنے مین ایک طرح کا تسامح ہے کہ عقل کا نام انھون نے نفس ملکی رکھا ہے کہ اسکے افراد مین سے افضل ترین فرد کا یہ
نام ہے اور قلب کا نام نفس سبعی باینطور رکھا ہے کہ اسکے اوصاف مین یہ وصف مشہور ہے اور صوفیاء کرام نے ان لطائف کا
بیان اور ہر ایک کی تہذیب کا بیان کیا ہے۔ مگر انھون نے ان تین کے سوا دو لطیفہ اور بھی ثابت کیے ہین اور ان
دونون کا نہایت اہتمام کیا ہے اور وہ دونون روح اور سر ہین انکی حقیقت یہ ہے کہ دل کے دو رخ ہین ایک رخ کا
میلان بدن اور اعضا کیطرف ہے اور ایک رخ کا میلان تجرد محض کیطرف ہے اور اسیطرح عقل کے دو رخ ہین ایک رخ کا
میلان بدن اور حواس کی طرف ہے اور دوسرے کا تجرد محض کیطرف پس جسکا میلان اسفل کیجانب ہے اسکو قلب
و عقل کہتے ہین اور جسکو جانب فوق سے اتصال ہے اسکو روح و سر کہتے ہین قلب کی صفت شوق اور وجد ہے

جس سے آدمی صاحب ہو جاتا ہے اور روح کی صفت اُنس و انجذاب ہے اور عقل کی صفت اُن چیزوں کے ساتھ یقین کرنا ہے
جو معمولی علوم سے قریب لمأخذ ہیں جیسے ایمان بالغیب۔ و توحید افعال اور سر کی صفت اُن چیزوں کا مشاہدہ کرنا ہے
جو علوم معمول سے برتر اور مجرد صرف ہیں جسکے لیے نہ زمانہ ہے نہ مکان کوئی وصف او نہ اشارہ حکایت کیے موئے ہے
اور چونکہ شرع کا نزول صورت انسان کے میزان پر ہوا ہے خصوصیات فردیہ کے اعتبار سے نہیں ہوا لہذا شریعت نے انکی
تفصیل سے زیادہ بحث نہیں کی اور اُسکے مباحث کو اجمال کے خزانہ میں چھوڑ دیا ہے اور تمام اہل ملل و نحل کے نزدیک
بھی اسکے متعلق کچھ کچھ بیان ہے استقراء و تتبع سے متفکر و فہیم آدمی اُسکو معلوم کر سکتا ہے۔

مقدمہ ثانیہ۔ معلوم کرو کہ قوی العقل او قوی الجسم آدمی جسکے مادہ میں اُسکے نوع کے احکام ظاہر ہونے کی
پوری اور کامل قابلیت ہوتی ہے وہ شخص افراد انسانی کا طبیعت کے لحاظ سے رئیس اور سرتاج ہے لیے بطور نمونہ العمل کے
ہوتا ہے جس سے تمام افراد کا اعلیٰ درجے کے حد سے قرب و بعد اُس شخص کے اعتبار سے معلوم ہو سکتا ہے یہ شخص وہ
ہو سکتا ہے جسکی عقل قلب پر غالب ہو اور اسکا قلب قوی اور اُسکے قواے پورے ہوں اور اسکا قلب نفس پر
غالب ہو اور با ایں ہمہ نفس بھی اُسکا شدید ہو اور اُسکی خواہشیں بکثرت ہوں ایسے شخص کے اخلاق تامہ ہوتے ہیں
اور فطرت قوی ہوتی ہے اور اُس سے نیچے بہت سی مختلف قسمیں ہیں تامل صحیح سے جسکا ظہور ہو سکتا ہے اور چاروں میں
بھی یہ قواے ثلثہ پائے جاتے ہیں مگر اُنکی عقل قلب اور نفس کے نیچے نہایت درجہ مغلوب ہوتی ہے اسیلیے وہ مکلف ہونے کی
قابلیت نہیں رکھتی اور نہ ملحق بہ ملاء اعلیٰ ہو سکتے ہیں چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے **ولقد کرمنا بنی آدم وحملناہم فی البر
والبحر ورزقناہم من الطیبات وفضلناہم علی کثیر ممن خلقنا تفضیلا**۔ البتہ ہمنے آدمیوں کو بزرگی دی اور
جنگل و دریا میں انکو سوار کیا ہمنے اور پاک چیزیں ہمنے انکو دیں رزق اور اکثر اپنی مخلوق پر ہمنے انکو فضیلت دی فضیلت دینا
اور یہ قوی العقل و قوی الجسم آدمی اگر اُسکی عقل اُن عقائد حقہ کے تابع ہے جو خدا تعالےٰ کے صادق بندوں سے
ماخوذ ہیں جنھوں نے اُن عقائد کو ملاء اعلیٰ سے ماخوذ کیا ہے صلوات اللہ علیہم تو وہ فی الحقیقت مومن صادق ہے
اور اگر اسکے ساتھ ملاء اعلیٰ سے بھی تعلق ہے اسکے سبب سے بلا واسطہ ملاء اعلیٰ سے فیضان ہوتا ہے تو اُس شخص میں نبوت کا
ایک شعبہ اور اُسکی میراث ہے چنانچہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے **الرویا الصالحۃ جزء من ستۃ واربعین جزء من النبوۃ**
اچھی خواب نبوت کے چھیالیس حصوں میں سے ایک حصہ ہے اور اگر اُسکی عقل عقائد باطلہ کے جو مضلین و مبطلین سے ماخوذ ہیں
تابع ہے تو وہ شخص ملحد و گمراہ ہے اور اگر اُسکی عقل اپنی قوم کے رسوم اور اُن چیزوں کے تابع ہے جو اُسکو تجربہ اور حکمت
عملیہ سے معلوم ہوے ہیں تو وہ شخص دین کا جاہل ہے اور جب انسان کے افراد مختلف تھے تو حکمت الٰہی میں ضروری ہوا
کہ تمام مخلوق میں سے جو شخص زیادہ تر ذکی اور قوی العقل والجسم اور ملاء اعلیٰ کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے اُسپر کوئی کتاب
نازل کیجاے اور پھر لوگوں کے سمجھ میں اُسکی طرف مائل کیجائیں تاکہ اُسکے احکام مشہور ہو جاویں تاکہ جو ہلاک ہو
تو حجت سے ہلاک ہو اور یہ بات ضروری ہوئی کہ وہ نبی صلعم اُن لوگوں کے لیے احسان کے طرق و مقامات جو اُسکے لیے
بمنزلہ ثمرات کے ہیں پورے طور پر بیان کرے الحاصل جب آدمی خدا تعالےٰ کی کتاب و رسالت النبی پر ایسا ایمان لاتا ہے

جس سے اُسکے تمام قوی قلبیۂ نفسیہ خدا و رسول کے تابع ہو جاتے ہین پھر وہ شخص پورے طور پر عبادت مین مشغول
ہوتا ہے اور زبان سے ذکر اور دل سے فکر کرتا ہے اور اعضا کو ادب دیتا رہتا ہے اور ایک مدت دراز تک اسکی مداومت
کرتا ہے تو ان لطائف ثلثہ مین سے ہر ایک اس عبادت سے حصہ لیتا ہے اور اس شخص کا حال ایک خشک درخت کا
سا ہوتا ہے جسکو بکثرت پانی دیا جاوے اور اسکی شاخ شاخ دہنہ دہنہ مین تازگی و نرمی پہونچ جاوے اور اسپر پہل و پھول
آنے لگین اسیطرح عبودیت کا اثر ان لطائف ثلثہ مین پہونچکر صفات صعبہ رذیلہ کو دور کرکے صفات فلکیہ فاضلہ
پیدا کرتا ہے پھر یہ صفات اگر ملکات راسخہ ہون جیسے ایک طور یا اطوار متقاربہ سے دوامی طور پر افعال کا صدور ہو
تب تو وہ مقامات ہین اور اگر وہ صفات ایسے ہین کہ مثل بجلی کے کبھی ظاہر ہو جاتے ہین کبھی پوشیدہ ہو جاتے ہین
یعنی دور ہو جاتے ہین اور ہنوز انکو وارہنین ہے یا وہ صفات اس قسم کے امور ہین جنکی شان سے قرار نہین ہے
جیسے رویا اور ہواتف اور مغلوب الحال ہونا تو انکو احوال و اوقات کے ساتھ تعبیر کرتے ہین اور چونکہ طبیعت بشری کے
ہیجان کی حالت مین عقل کا مقتضی اُن امور کی تصدیق کرنا ہے جو طبیعت بشریہ کے مناسب عقل کو پیش آتے ہین
لہذا عقل کا مقتضی تہذیب کے بعد اُن چیزون کا یقین کرنا ہے جو شرع کے اندر وارد ہین گویا کہ انکا معائنہ کرتا ہے
جیسے کہ زید بن حارثہ نے بیان کیا ہے جب انحضرت صلعم نے اُنسے فرمایا کہ ہر حق کی حقیقت ہے پس تیرے ایمان کی
حقیقت کیا ہے انھون نے عرض کیا گویا کہ مین خدا تعالی کے عرش کو سامنے دیکھتا ہون اور چونکہ عقل کا مقتضی نعمت
اور عذاب کے اسباب کا معلوم کرنا ہے لہذا اُسکا مقتضی تہذیب کے بعد توکل اور شکر اور رضامندی اور توحید ہے اور
چونکہ قلب کا مقتضی اصل طبیعت کے اعتبار سے اپنے منعم اور مربی کے ساتھ محبت اور اپنے دشمن کے ساتھ بغض
اور ایذا پہونچانیوالی چیزون سے خوف اور نفع پہونچانیوالی چیزون کی امید رکھنا ہے لہذا بعد تہذیب کے اُسکا مقتضی
خدا تعالی سے محبت اور اُسکے عذاب سے خوف اور ثواب کی امید ہے اور چونکہ نفس کا مقتضی ہیجان طبیعت کے بعد
لذات اور آرام مین مستغرق ہو جانا ہے لہذا تہذیب کے بعد اُسکی صفت توبہ اور زہد اور مجاہدہ ہے اور یہ کلام ہمنے بطور
مثال کے بیان کیا ہے اور مقامات اسکے اندر منحصر نہین لہذا غیر مذکور کو مذکور پر اور احوال کو مثل سکر اور غلبہ اور
مدت مدیدہ تک خورد نوش سے اعراض کرنا اور خواب اور ہاتف کو مقامات پر قیاس کرلینا چاہیے اور جب ہم اُن
امور سے فارغ ہو گئے جنپر اس باب کے احادیث کا شرح کرنا موقوف ہے تو اب ہم یہان سے اصل مقصود شروع کرتے ہین
ہم کہتے ہین کہ جسقدر مقامات اور احوال عقل کے ساتھ متعلق ہوتے ہین اُن سبکی اصل یقین ہے اور یقین سے
توحید اور اخلاص اور توکل اور شکر اور انس اور ہیبت و تفرید و تجرید و قبض و بسط و خشیت وغیرہ ذلک پیدا ہوتے ہین جنکا شمار کرنا
طول ہے حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہین الیقین الایمان کلہ۔ یقین بالکل ایمان ہے اور ایک روایت مین
یہ حدیث انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف مرفوع کی گئی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا واقسم لنا من الیقین
ما تہون بہ علینا مصائب الدنیا۔ اور ہمکو وہ یقین نصیب کر جسکے سبب تو دنیا کے مصائب ہمپر آسان کردے
مین کہتا ہون یقین کے معنی یہ ہین کہ جو امور شرع کے اندر وارد ہوتے ہین جیسے قدر و معاد کا مسئلہ وغیرہ ...

مومن کو ایمان ہو اور اُسکا ایمان اُسکی عقل پر غالب ہوجاے حتی کہ اُسکی عقل ایمان سے لبریز ہوجائے اور عقل سے
اُسکے قلب اور نفس پر اُس یقین کا ترشح ہوجیکے سبب سے وہ یقینی چیز معائن اور محسوس کے برابر معلوم ہونے لگے اور یقین کے
ایمان ہونے کی وجہ یہ ہے کہ قلب کے مہذب کرنے میں یقین کو پورا پورا دخل ہے - اور قلب و نفس کی تہذیب کا سبب عقل کی
تہذیب ہے اور اُسکی وجہ یہ ہے کہ جب قلب پر یقین کا غلبہ ہوتا ہے تو اُس سے بہت سے شعبے پیدا ہوجاتے ہیں اور وہ شخص اُن
چیزوں سے خوف نہیں کرتا جن چیزوں سے عادت کے طور پر لوگ ڈرتے ہیں کیونکہ یہ شخص اس بات کو جان لیتا ہے کہ جو مصیبت
اُسکو پہونچی ہے وہ اس سے بچنے والی نہ تھی اور جو چیز اُس سے دور ہو جاتی ہے وہ پہونچنے والی نہ تھی اور اس شخص کو ان چیزوں کے
ملنے کا اطمینان ہوجاتا ہے جنکا آخرت میں وعدہ کیا گیا ہے اسلیے دنیا کے مصائب اُس پر آسان ہوجاتے ہیں اور
اسباب متکثرہ کو وہ شخص حقیر جانتا ہے اسلیے کہ اُسکو قدرت واجبی کے عالم میں باختیار و ارادہ موثر ہونے اور ان کا
کہ یہ اسباب عادیہ میں یقین ہوتا ہے اس سبب سے اس شخص کی کوشش اُن امور کے حاصل کرنے میں ضعیف ہوجاتی ہے
جنکے حاصل کرنے میں لوگ بے انتہا کوشش کرتے ہیں اور اپنی جان لڑا دیتے ہیں اسلیے اس شخص کی نظر میں سونا ڈھیلا سا
معلوم ہونے لگتا ہے بہرتقدیر جب یقین کامل اور قوی اور پایدار ہوجاتا ہے حتی کہ کوئی چیز اُسکو نہیں ہلا سکتی نہ فقر و غنا
نہ عزت نہ ذلت تو اُس سے بہت سے شعبے پیدا ہوجاتے ہیں جنمیں سے ایک شکر ہے شکر کے معنی یہ ہیں کہ اس شخص کے
اوپر جسقدر ظاہری و باطنی انعامات ہیں سبکو خدا تعالے کیطرف سے فائز سمجھے پس ہر نعمت کے مقابل میں ایک محبت
جداگانہ اپنے پیدا کرنیوالے کے ساتھ اُسکو پیدا ہوتی ہے اور جب وہ اُسکا شکر ادا کرنے سے اپنے آپکو عاجز دیکھتا ہے
تو اُسکا دل ٹوٹ جاتا ہے اور وہ بھٹکتا پھرتا ہے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے اول من یدعی الی الجنۃ الحامدین
الذی یحمدون اللہ تعالے فی السراء والضراء - سب سے پہلے جنت میں حمد کرنیوالے بلائے جائینگے جو خدا تعالی کی خوشی
و تکلیف میں حمد کرتے ہیں - میں کہتا ہوں اسکا سبب یہ ہے کہ خدا تعالی کی حمد کرنا عقل و قلب کی خدا تعالی کے
یقین کے ساتھ نیازمندی و فرمانبرداری کی دلیل ہے اور اسلیے کہ نعمتوں کے معلوم کرنے اور خدا تعالے کیطرف سے انکا
فیضان معلوم کرنے سے عالم مثال میں اُنکے اندر ایک قوت موثرہ پیدا ہوجاتی ہے جسکا اثر قواے مثالیہ و تمثال
اُخروی پر پڑتا رہتا ہے اور ان نعمتوں کی تفصیل اور اُنکا فیضان منعم حقیقی جل مجدہ سے معلوم کرنا جو والہی کے دروازہ
کو حرکت دینے میں دعاے مستجاب سے کم درجہ نہیں رکھتا - اور کامل شکر جب ہوتا ہے کہ جب آدمی کو خدا تعالے کے اُن
عجیبات پر تنبہ ہوتا ہے جو اُسکے ساتھ گذشتہ عمر میں کیا گیا ہے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ
جب وہ اپنے اخیر حج سے واپس ہوے تو انھوں نے یہ پڑھا الحمد للہ ولا الہ الا اللہ یعطی من یشاء ما یشاء - اور
فرمایا میں اس جنگل یعنی ضجنان میں خطاب کا اونٹ چرایا کرتا تھا اور وہ بڑا سنگدل اور سخت آدمی تھا اگر میں کام کرتا
تو مجکو تھکا کر پست کر دیتا تھا اور اگر میں کام میں کوتاہی کرتا تو مجھے مارتا تھا اب میں صبح و شام ایسی حالت میں
رہتا ہوں کہ میرے اور خدا تعالی کے مابین کوئی شخص ایسا نہیں ہے کہ جسکا مجھے خوف ہو - اور منجملہ توکل ہے توکل کے
معنی یہ ہیں کہ اس شخص پر یقین کا غلبہ ہو جسکے سبب سے اسباب کی طرف سے منافع کے حاصل کرنے اور نقصانات کے دفع

کہ نہین اسکی کوشش مین سستی ہوجاے مگر وہ شخص کسب کے اُن طریقین پر چلتا ہے جو خدا تعالے نے اپنے بندون کیلیے مقرر کئے ہین لیکن وہ اُنپر اعتماد نہین کرتا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے یدخل الجنۃ من امتی سبعون الفا بغیر حساب ہم الذین لا یسترقون ولا یتطیرون ولا یکتوون وعلی ربہم یتوکلون ۔ میری اُمت سے ستر ہزار بلا حساب جنت مین داخل ہونگے یہ وہ لوگ ہونگے جو نہ منتر کرواتے ہین اور نہ بد فال نکلواتے ہین اور نہ داغ لگواتے ہین اور پروردگار ہی پر بھروسہ کرتے ہین ۔ مین کہتا ہون کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکے یہ اوصاف اسلیے بیان فرمائے ہین تاکہ معلوم ہوجائے کہ توکل کا سبب اُن اسباب کا چھوڑنا ہوتا ہے جنسے شارع نے نہی فرمائی ہے نہ اُن اسباب کا چھوڑنا جنکو خدا تعالیٰ نے اپنے بندون کے لیے مقرر فرمایا ہے ۔ اور یہ لوگ بلا حساب جنت مین اسلیے داخل ہونگے کہ جب اُنکے دلونمین توکل کے معنی ثابت ہوگئے تو اُسکے سبب سے اُنکے دلون مین ایسے معنی پیدا ہوے جنکے باعث سے اُن اعمال کی ہیبت جو اُنکے نفوس کو ایذا رسانی کرتے رہتے ہین اُنسے دور ہوجاتی ہے کیونکہ اُنکو اس بات کا یقین ہوجاتا ہے کہ بجز قدرت واجبی کے تمام جہان مین کوئی موثر نہین ہے ۔ اور از انجملہ ہیبت ہے اور اُسکے یہ معنی ہین کہ آدمی کو خدا تعالیٰ کے جلال اور اُسکی عظمت کا یقین ہو جسکے سبب سے خدا تعالیٰ کے سامنے وہ شخص گھبراتا رہے جیساکہ ایک مرتبہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک درخت پر ایک پرند جانور کو دیکھا تو فرمانے لگے خوشنودی ہو تیرے لیے خدا کی قسم مین اس بات کو پسند کرتا ہون کہ مین تجھسا ہوتا تو درخت پر بیٹھتا اور اسکا پھل کھاکر اُڑجاتا اور پھر نہ تجھے حساب ہے اور نہ تجکو عذاب خدا کی قسم مین اس بات سے خوش ہون کہ مین کسی سڑک پر ایک درخت ہوتا اور کسی اونٹ کا مجھپر گذر ہوتا اور وہ مجکو اپنے منھہ مین رکھ لیتا اور چباکر نگل جاتا ۔ پھر مینگنی کرکے پیٹ کے رستے سے نکالدیتا اور مین بشر نہوتا ۔ اور از انجملہ حسن ظن ہے صوفیہ کے اصطلاح مین اُسکو اُنس کے ساتھ تعبیر کرتے ہین یہ اُنس خدا تعالیٰ کے انعامات والطاف مین غور کرنے سے پیدا ہوتا ہے جسطرح ہیبت خدا تعالے کے انتقامات اور حکومت مین غور کرنے سے پیدا ہوتی ہے اور مومن اپنی نظر اعتقادی کے اعتبار سے خوف و امید کا جامع ہوتا ہے لیکن اُسکے حال و مقام کے اعتبار سے بسا اوقات اُسپر ہیبت کا غلبہ ہوتا ہے اور بسا اوقات حسن ظن کا اُسپر غلبہ ہوتا ہے جیسے کوئی شخص کسی عمیق کنوئین کے کنارے پر کھڑا ہوتا، تو اُسکا بدن تھرانے لگتا ہے اگرچہ اُسکی عقل خوف کی مقتضی نہین ہے، جیساکہ خوشگوار نعمتون کو نفس کا یاد کرنا انسان کو خوش کرتا ہے گو کہ اُسکی عقل اسکے مقتضی نہین لیکن ان دونون حالتونمین نفس کے اندر خوف و فرح سرایت کرجاتی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے حسن الظن باللہ من حسن العبادۃ ۔ خدا تعالے کے ساتھ حسن ظن حسن عبادت سے ہے اور آنحضرت صلعم اپنے پروردگار تبارک وتعالی سے حکایۃً فرماتے ہین انا عند ظن عبدی بی میرے بندے کو جیسا میرے ساتھ اُسکو گمان ہے مین اُسکے گمان کے ساتھ ہون میرے نزدیک اسکی یہ وجہ ہے کہ حسن ظن اُسکے نفس کو اس بات کا مستعد کردیتا ہے کہ اُسکے پیدا کرنیوالے کی طرف سے الطاف کا فیضان ہو ۔ اور از انجملہ ایک تفرید ہے تفرید کے معنی یہ ہین کہ اُسکے قواے ادراکیہ پر ذکر کا ایسا غلبہ ہو کہ گویا خدا تعالیٰ کو ظاہر مین دیکھتا ہے پھر اس سبب سے نفس کی تمام باتین مضمحل ہوجاتی ہین اور اُنکی بھڑک بجھ جاتی ہے آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے سیر وا سبق المفردون ہم الذین

وضع عنهم الذکر اثقالهم - چلو تم سبقت کر گئے مفرد لوگ ہیں جنکے ذکر نے اُنکے بوجھون کو اٹھا دیا -
مین کہتا ہون جبکہ اُنکے عقول ذکر کے نور سے منور ہو جاتی ہین اور اُنکے نفوس مین اطلاع الی التجرد صورت منقش ہو جاتی ہے
تو قوت بہیمی دبجاتی ہے اور اُسکا جوش کم ہو جاتا ہے اور اُسکا ثقل جاتا رہتا ہے اور از انجملہ اخلاص ہے اور وہ اسبات سے
عبارت ہے کہ بسبب قربت ہونے اُسکے نفس کے حق تعالی کے ساتھ اُسکی عقل مین خدا تعالی کی عبادت کا نقش متمکن
ہو جاتا ہے چنانچہ اللہ پاک نے ارشاد فرمایا ہے ان رحمة الله قریب من المحسنین - کہ بلا شک خدا تعالی کی رحمت
محسنین کے قریب ہے یا بسبب تصدیق کے کہ خدا تعالے نے اپنے رسولون کی زبان پر آخرت کے ثواب کا وعدہ کیا ہے
پس بواسطہ ایک عزم عظیم کے اُس سے اعمال پیدا ہوتے ہین کہ اُسمین ریا و سمعہ کو دخل نہین ہوتا اور نہ موافقت عادت کو
اور یہ حال تمام اعمال مین سرایت کر جاتا ہے حتی کہ اعمال مباح عادیہ بھی بغیر اس حال کے نہین صادر ہوتے ہین خدا تعالے
فرماتا ہے وما امروا الا لیعبدوا الله مخلصین له الدین - اور وہ اسی بات کے لیے مامور ہین کہ دین کو اخلاص کے ساتھ
اللہ تعالی کی عبادت کرین - اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے انما الاعمال بالنیات کہ اعمال نیتون کے ساتھ ہین
اور از انجملہ توحید ہے اور اسکے تین درجے ہین پہلا اُنمین کا توحید عبادت ہے اسکا نتیجہ یہ ہے کہ شیاطین کی پرستش
نکرے اور اُنکی عبادت کرنے سے وہ اتنا بیزار ہو جیسا کہ وہ آگ مین جانے سے بیزار ہے اور دوسرا درجہ یہ ہے کہ نہ قوت
دیکھے اور نہ طاقت نیکی کی مگر خدا تعالی کیطرف سے اور یقین کرے اس بات کو کہ بلا واسطہ کائنات مین بجز قدرت
ربوبیہ کے کوئی موثر نہین اور جان لے اس بات کو کہ نسبت ان مسببات کے اسباب عادیہ کیطرف مجازا ہے اور اس بات کا
یقین کرے کہ مخلوق کے ارادہ پر اُسکا حکم غالب ہے اور تیسرے توحید اس بات کی کہ خدا تعالی مخلوقات مین سے کسی کے
ہمشکل نہین ہے اور نہ اُسکے اوصاف مثل اوصاف مخلوق کے جانے اور ان باتون کا سننا اُسکے لیے بمنزلہ مشاہدہ کے
ہو جائے اور اُسکا قلب خود مطمئن ہو جائے کہ اُسکا مثل نہین اور اُسکے متعلق شرع کے اخبار کو خدا تعالی کیطرف سے
بطور سند کے معلوم کرے جو اُسی کے ذات سے پیدا ہوتے ہین اور اُسی کی ذات سے اُنکا قیام ہے اور از انجملہ صدیقیت
و محدثیت ہے اور اُنکی حقیقت یون ہے کہ امت مین سے ایک شخص ایسا ہوتا ہے کہ وہ اپنی فطرت ذاتی کے اعتبار سے
انبیاء کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے جیسے کہ شاگرد فطین کو شیخ محقق کے ساتھ نسبت ہوتی ہے پھر اگر اس شخص کو
قواے عقلیہ کے اعتبار سے تشبیہ ہو تو وہ صدیق یا محدث ہے اور اگر اسکو مشابہت قواے عملیہ کے اعتبار سے ہے
تو وہ شہید اور حواری ہے اور قرآن مجید مین انھین دونون گروہون کیطرف اشارہ ہے والذین آمنوا بالله
ورسله اولئک هم الصدیقون والشهداء - اور جو لوگ خدا تعالے اور اُسکے رسولون پر ایمان لائے وہی تو صدیقین
اور شہدا ہین اور صدیق و محدث مین یہ فرق ہے کہ صدیق کا نفس نبی کے نفس سے قریبۃ الاخذ ہوتا ہے جیسے گندہک کو
آگ کے ساتھ نسبت قریبہ ہے پھر جب وہ شخص آپ سے کوئی خبر سنتا ہے تو اُسکے نفس مین اس بات کے سبب اتنا وثوق
ہوتی ہے اور اُسکو ولی شہادت سے قبول کر لیتا ہے یہانتک کہ گویا اُسکا علم اُسکے نفس مین بغیر تقلید کے حاصل ہوا ہے
اور اسی معنی کیطرف اشارہ ہے اسمین جو وارد ہوا ہے کہ جب حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ پر وحی لاتے تھے

تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اُسکی آواز کی سمین بشاشت سنتے تھے اور صدیقؓ کے دلمین لامحالہ رسول کی محبت
اُس درجہ پیدا ہوتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ درجہ ہے پس وہ شخص اپنے جان و مال کے ساتھہ غمخواری کرنے اور ہر حال مین
آپکے ساتھہ موافقت کرنیمین رہتا ہے —
یہانتک کہ آنحضرت صلعم اُسکے حال سے خبر دیتے ہین اس بات کی کہ اپنے مال و صحبت مین وہ شخص سب سے زیادہ
احسان کرنیوالا ہے اور حتی کہ نبی صلعم نے اُسکے لیے گواہی دی تھی کہ اگر آدمیون مین مین کسی کو خلیل پکڑتا تو صدیق
اُسکا اہل تھا اور اُسکی یہ وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس کیطرف سے صدیق کے نفس کیطرف انوار وحی کا
ورود پے در پے ہوتا تھا پھر جبکہ تاثیر و تاثر او فعل و انفعال مکرر ہوتا ہے اسلیے اُسکو فنا اور فدا کا رتبہ حاصل ہوتا ہے
اور جبکہ اُسکا کمال جو اُسکا غایت مقصود ہے آپکی صحبت مین رہنے اور آپکے کلام کے سننے سے حاصل ہوتا ہے
اسلیے وہ شخص نسبت اور صحابہ کے آپکی خدمت بابرکت مین زیادہ رہتا ہے - اور صدیق کی یہ علامت ہے کہ
بہ نسبت اورونکے خواب کی تعبیر مین اُسکو زیادہ مناسبت ہو کہ اُسکی سرشت مین یہ بات داخل ہوتی ہے کہ اول سبب
امور غیبیہ کا اُسپر القا ہوتا ہے اور اسی سبب سے آنحضرت صلعم اکثر واقعات مین حضرت صدیقؓ سے تعبیر دریافت فرماتے
اور منجملہ علامات صدیق کے یہ بھی ہے کہ سب سے پہلے ایمان لانیوالا وہی ہو اور بغیر معجزہ دیکھے ایمان لاوے اور محدث کے
نفس کو علم کے بعض معادن پر جو ملکوت کے اندر پائے جاتے ہین بہت جلد رسائی ہو جاتی ہے اور وہان سے
وہ شخص اُن چیزون کے علوم کو اخذ کر لیتا ہے جنکو خدا تعالی نے وہان نبی صلعم کی شریعت مقرر کرنے اور نظام بنی آدم
کے لیے مقرر کیا ہے اگرچہ آنحضرت صلعم پر ہنوز اُن علوم کے متعلق وحی نہین نازل ہوئی جیسے کوئی شخص اپنی ہمت مین یا
بہت سے اُن حوادث کا معائنہ کرتا ہے کہ ملکوت مین جنکے پیدا کرنے کا ارادہ کر لیا گیا ہے اور محدث کا خاصہ ہوتا ہے
کہ بہت سے حوادث مین قرآن اُسکی راے کے مطابق نازل ہوتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خواب مین اس
قسم کا معائنہ کرتے ہین کہ اپنی سیر ہونیکے بعد آپنے اُسے دودھ دیا ہے - اور صدیق سب لوگون سے زیادہ خلافت
کی قابلیت رکھتا ہے کیونکہ صدیق کا نفس اس عنایت الہی کا جو نبی کے ساتھہ متعلق ہوتی ہے اور اُسکی امداد و
تائید کا آشیانہ ہوتا ہے - حتی کہ وہ شخص اس درجہ کو پہونچ جاتا ہے کہ نبی کی ... گویا اس شخص کی زبان سے ناطق ہوتی ہے
چنانچہ حضرت عمرؓ نے جب لوگون کو حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بیعت کیطرف بلایا تو یہ کہا کہ اگر محمد صلعم کا انتقال ہو گیا ہے
اور خدا تعالی نے تم لوگون مین ایسا نور موجود کر دیا ہے جس سے تم رہبری حاصل کر سکتے ہو - خدا تعالی نے اس سے محمد
کو ہدایت کی اور ابوبکرؓ آپکے صاحب و ثانی اثنین ہین اور سب لوگون سے زیادہ اس بات کے قابل ہین کہ تمہارے
امور کے مالک ہون لہذا انسے بیعت کرو صدیق کے بعد سب لوگون سے زیادہ محدث خلافت کے قابل ہوتا ہے اسی
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکرؓ و عمرؓ - ان دو شخص کی جو میرے بعد ہین
پیروی کرو ابوبکرؓ و عمرؓ - اور اللہ پاک فرماتا ہے والذی جاء بالصدق وصدق بہ اولئک ہم المتقون اور جو
شخص کہ سچ کو لایا اور اسکی تصدیق کی یہی لوگ ہین متقی - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کا حق

قبلکم محدثون فان یکن فی امتی احد فعمر - تم مین سے پہلے محدث لوگ ہوا کرتے تھے پس میری امت مین اگر کوئی ہے تو عمر ہے
عقل کے ساتھ جو حالات متعلق ہین انا مجملہ انکے ایک تجلی ہے - سہل فرماتے ہین - تجلی تین قسم کی ہوتی ہے تجلی ذات اور
وہ مکاشفہ ہے اور تجلی صفات الذات اور وہ نور کے مواضع ہین - اور تجلی حکم الذات اور وہ آخرت اور اسکی چیزین ہین
مکاشفہ کے معنی غلبہ یقین کے ہین جسکی وجہ سے اسکی یہ حالت ہوجائے کہ گویا خدا تعالے کو دیکھتا ہے اور ماسواے سے
اسکو غفلت ہوجاے جیساکہ آپنے فرمایا ہے الاحسان ان تعبد اللہ کانک تراہ - مگر آنکھون سے مشاہدہ آخرت ہی
مین ہوگا دنیا مین نہین ممکن ہے اور یہ جو انھون نے فرمایا ہے کہ صفات الذات کی تجلی اسمین دو احتمال ہین ایک
یہ کہ بندہ خدا تعالے کے ان افعال مین فکر کرے جو مخلوقات مین پائے جاتے ہون اور اسکے صفات کو پیش نظر کرے
اسکی وجہ سے قدرت الہی کا یقین اسپر غالب ہوجاتا ہے اور اسباب سے اسکو غیبت ہوجاتی ہے اور خوف اور سبب
صفت اس سے ساقط ہوجاتی ہے اور خدا تعالی کا علم جو اسکے ساتھ محیط ہے اسکا یقین اس شخص پر غالب ہوجاتا ہے
جسکے سبب سے یہ شخص نہایت خضوع کی حالت مین مدہوش اور مرعوب رہتا ہے جیساکہ آپ نے فرمایا ہے -
فان لم تکن تراہ فانہ یراک - اور یہ انوار کے مواضع ہین یا یہ معنی کہ نفس اس حال مین انوار متعددہ کے ساتھ
منور ہوتا ہے اور ایک مراقبہ سے دوسرے مراقبہ کیطرف اسکو انقلاب رہتا ہے - بخلاف تجلی ذات کے کہ وہان پر
نہ تعدد ہے نہ تغیر - اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ صفت ذات کا اسطرح معائنہ کرے کہ بلا وساطت اسباب خارجیہ کے
صرف ارادہ سے ذات واجبی سے تمام چیزین اور تمام افعال اور تمام مخلوقات پیدا ہوتی ہین اور مواضع تو ان
اشباہ مثالیہ نوریہ کا نام ہے جو عارف کو دنیا سے وقت غیبت حواس کے ظاہر ہوتے ہین اور تجلی آخرت کے
یہ معنی ہین کہ دنیا و آخرت مین جزا و سزا کا بصیرت قلبی سے معائنہ کرے اور ان چیزون کا ادراک اسکے نفس کے اندر
اسطرح پیدا ہو کہ جسطرح بھوکے کو بھوک کی اور پیاسے کو پیاس کی تکلیف کا ادراک ہوتا ہے اول کی مثال یہ ہے
کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما طواف کر رہے تھے اس حالت مین ایک شخص نے انسے سلام علیک کی تو
آپنے اسکے سلام کا جواب نہ دیا - اس شخص نے انکے بعض احباب سے شکایت کی حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا ہم اس جگہ
خدا تعالی کا معائنہ کر رہے تھے - اور یہ حالت ایک قسم کی غیبت اور ایک قسم کی فنا ہے کیونکہ لطائف
ثلثہ مین سے ہر لطیفہ کے لیے ایک غیبت و فنا ہوتی ہے عقل کی غیبت اور اسکی فنا خدا تعالے کے ساتھ
مشغول ہونے کے سبب سے تمام چیزون کی معرفت کا ساقط ہوجانا ہے - اور قلب کی غیبت اور فنا غیر کی محبت
اور غیر سے خوف کا ساقط ہوجانا ہے اور نفس کی غیبت اور فنا شہوات نفسانیہ کا ساقط ہوجانا اور لذائذ
حاصل کرنے سے اسکا باز رہنا - اور دوسرے کی مثال وہ ہے جو حضرت صدیق اور اور جلیل القدر صحابہ نے فرمایا ہے
الطبیب امرضنی طبیب ہی نے تو مجکو بیمار کیا ہے - اور تیسرے کی مثال یہ ہے کہ ایک انصاری صحابی نے ایک
سائبان کا معائنہ کیا جسمین مشعلون کی صورتین دکھائی دیتی تھین - اور ایک یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
صحابہ مین سے دو شخص آپ کی خدمت مین سے اٹھکر شب تاریک مین چلے اور انکے آگے آگے دو مشعلون کی طرح پر

معلوم ہوتی تھیں پھر جب وہ علیحدہ ہو تو ہر ایک کے ساتھ ایک ایک مشعل ہو گئی حتی کہ اُسکے ساتھ ہر ایک اپنے گھر آگیا۔ اور حدیث شریف مین آیا ہے کہ نجاشی کی قبر کے پاس روشنی معلوم ہوا کرتی تھی اور چوتھے کی مثال یہ ہے کہ ایک مرتبہ خطلہ اسیدی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تذکر نا بالنار والجنۃ الخ۔ خظلہ بن ربیع اسیدی سے روایت ہے وہ کہتے ہین کہ ایک مرتبہ حضرت ابو بکرؓ مجکو ملے انھون نے فرمایا اے خطلہ کیا حال ہے مین نے کہا کہ خطلہ تو منافق ہو گیا انھون نے فرمایا سبحان اللہ تم کیا کہتے ہو۔ مین نے عرض کیا کہ ہم جب رسول خدا صلعم کے پاس ہوتے ہین تو بہشت و دوزخ کا حال آپ ہم سے بیان کرتے ہین تو گویا ہم اُنکو آنکھون سے دیکھنے لگتے ہین اور جب ہم آپکی خدمت مین سے چلے آتے ہین تو اہل و عیال اور دنیا کے سامان مین مشغول ہوتے ہین تو بہت کچھ بھول جاتے ہین تو حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ خدا کی قسم یہ حال تو ہمارا بھی ہوتا ہے پھر مین اور حضرت ابو بکرؓ وہان سے چلکر آپکے خدمت بابرکت مین حاضر ہوے سو مین نے عرض کی کہ ای رسول خدا صلعم خطلہ تو منافق ہو گیا آپنے فرمایا کیا بات ہے مینے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلعم جب ہم آپکی خدمت مین ہوتے ہین تو آپ ہم سے جنت و نار کا ذکر کرتے ہین تو گویا ہم اُسکو آنکھون سے دیکھتے ہین اور جب آپ سے علیحدہ ہو جاتے ہین تو اہل و عیال و سامان دنیا میں مشغول ہو کر بہت کچھ بھول جاتے ہین تب آپنے فرمایا اُس ذات کی قسم کہ جان میری جسکے ہاتھ مین ہے اگر ہمیشہ تم اُسی حال پر رہو جیسے پاس رہتا ہے اور ذکر الٰہی مین رہتا ہے تو تمھارے بستر دن پر اور تمھارے رستون مین ملائکہ تم سے مصافحہ کیا کرین مگر اے خطلہ کبھی کوئی وقت ہے کبھی کوئی وقت آپنے یہ تین مرتبہ فرمایا اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ احوال قائم و دائم نہین رہتے اور ایک مثال اُسکی یہ بھی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے اپنی خواب مین جنت و نار کا معائنہ کیا۔ از انجملہ فراست صادقہ اور خاطر مطابق للواقع ہے۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہین کہ مین نے حضرت عمرؓ کو کسی چیز کی نسبت یہ کہتے ہوے نہ سنا ہو گا کہ میرا گمان اُسکی نسبت یہ ہے مگر وہ چیز آپکے گمان کے مطابق ہوتی تھی۔ اور از انجملہ رویاء صالحہ ہے اور آنحضرت صلعم کو سائلین کے خواب کی تعبیر بیان کرنیکا اہتمام رہتا تھا یہانتک روایت ہے کہ صبح کی نماز کے بعد آپ بیٹھ جاتے تھے اور فرماتے تھے کہ کسی نے تم مین سے کوئی خواب دیکھی ہے پس اگر کوئی بیان کرتا تو جو خدا تعالیٰ کو منظور ہوتا آپ اُسکی تعبیر بیان فرماتے۔ رویاء صالحہ سے مراد یہ ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا جنت و نار یا صلحاء اور انبیاء علیہم السلام یا مشاہد متبرکہ مثل بیت اللہ کے یا اگلے واقعات کا دیکھنا ہے۔ اور جسطرح وہ شخص دیکھتا ہے ویسا ہی اُسکا وقوع ہوتا ہے یا وقائع ماضیہ کا جسطرح نفس الامر مین اُنکا وقوع ہوا ہے دیکھتا ہے یا اُس چیز کا دیکھنا جو اُسکے قصور پر متنبہ کرنیوالی ہو مثلاً اپنے غصہ کو مثل کتے کی صورت مین دیکھنا جو اُسکو کاٹ رہا ہے یا انوار کا دیکھنا یا کھانے پاکیزہ کا دیکھنا مثلاً دودھ کا پینا اور شہد اور گھی کا کھانا۔ یا ملائکہ کا دیکھنا واللہ اعلم۔ اور از انجملہ نماز وغیرہ مین لذت و حلاوت کا حاصل ہونا اور وساوس نفسانی کا منقطع ہونا ہے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے من صلی رکعتین لا یحدث فیھما نفسہ غفر لہ ما تقدم من ذنبہ جسنے دو رکعت نماز اسطرح پڑھے کہ اُسکے نفس مین وسوسہ پیدا ہوا تو اُسکے سب پہلے گناہ بخشے گئے۔ اور از انجملہ محاسبہ ہے اور وہ اُس عقل کے جو نور ایمانی سے منور ہے اور اُس زیادہ کے

ہین پیدا ہوتا ہے جو قلب کا پہلا مقام ہے آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے الکیس من دان نفسہ وعمل لما بعد الموت
ہوشیار وہ شخص ہے کہ جسکا نفس اسکے تابع ہوگیا اور بعد موت کے لیے بھی عمل کیا ساور حضرت عمرؓ نے اپنے خطبہ پڑھنے مین
لوگون سے فرمایا حاسبوا انفسکم قبل ان تحاسبوا وزنوا قبل ان توزنوا وتزینوا للعرض الاکبر علی اللہ تعالے
یومئذ تعرضون لا تخفی منکم خافیۃ۔ اس سے پہلے کہ تمہارا حساب لیا جاوے اپنے نفسون سے حساب رکھو اور پہلے اس
کہ وزن کیا جاوے تم انکا وزن کر رکھو اور خداتعالے کے سامنے جو بڑی پیشی ہونیوالی ہے اسکے لیے آراستہ ہو کر تیار ہو
جس دن تم پیش کیے جاؤ گے تو کوئی بات تمھاری پوشیدہ نہ رہیگی اور آنحضرت نے فرمایا ہے کہ حیا اس حیا کے غیر ہے جو نفس کے
مقامات سے ہے اور خداتعالی کی عزت وجلال سے پیدا ہوا ہے شک کے واجب ہونے اور دلی سی بشریت کے ساتھ ملتبس ہونیکے
ملاحظہ سے پیدا ہوتی ہے حضرت عثمانؓ نے فرمایا ہے کہ مین تاریک مکان مین غسل کرتا ہون اور خداتعالی سے حیا
کے سبب سے سکڑا جاتا ہون اور جو مقامات قلب کے مشہور ہین انکا پہلا مقام ہمت ہے اسکے یہ معنی ہین کہ آخرت کا امر
آدمی کو مقصود بالذات مہتم بالشان ہو اور دنیا کے معاملات اسکے روبرو ذلیل وخوار معلوم ہون اور انکی طرف صرف اس
سبب سے قصد والتفات ہو کہ وہ جسکے ذریعے سے اس چیز تک اسکو وہ معاملات پہونچا سکتے ہون اور جمع اسی مقام کا
نام ہے جسکو صوفیہ ارادہ کے ساتھ تعبیر کرتے ہین۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے من جعل الہموم ہما واحدا ہم الآخرۃ
وکفاہ اللہ ہمہ ومن تشعبت بہ الہموم لم یبال اللہ فی ای اودیۃ ہلک۔ جو شخص اپنی فکر کو ایک فکر یعنی آخرت
کی فکر کرلے خداتعالے اسکی فکر کے لیے کافی ہوجاتا ہے اور جسکو طرح طرح کے افکار ہوتے ہین خداتعالی اسکی پرواہ نہین کرتا
کہ کسی جنگل مین ہلاک ہو۔ مین کہتا ہون انسان کے ارادہ وہمت کو جود الہی کے دروازہ کو حرکت دینے مین دعا کی سی
خاصیت ہے بلکہ وہ دعا کا مغز اور اسکا خلاصہ ہے پس جب انسان کی ہمت رضیات الہی کیطرف خالص کر متوجہ
ہوتی ہے خداتعالے اسکے لیے کافی ہوجاتا ہے۔ اور جب اسکی ہمت پختہ ہوجاتی ہے اور ظاہر وباطن مین عبدیت کی
مداومت کرتا ہے تو اسکا نتیجہ ہوتا ہے کہ اسکے قلب مین خداتعالی اور اسکے رسول کی محبت پیدا ہوجاتی ہے اور
اس محبت سے صرف اس بات کے یقین ہی مین ترقی نہین ہوتی کہ خداتعالے مالک الملک ہے اور اسکا رسول سچا اور خداتعالے
کیطرف سے اسکی خلق کیطرف مبعوث ہے بلکہ وہ محبت ایسی حالت کا نام ہے کہ جیسے پیاسے کو پانی کے ساتھ
اور بھوکے کو کھانے کے ساتھ ایک نسبت ہوتی ہے یہ محبت ذکر الہی اور اسکے جلال مین فکر کرنے سے عقل کے
لبریز ہوجانے اور پھر عقل سے قلب کیطرف نور ایمانی کے مترشح ہونے اور قلب کے اس نور کو بذریعہ اس قوت کے
جو قلب کے اندر پیدا کی گئی ہے قبول کرنے سے پیدا ہوتی ہے چنانچہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے ثلث من کن
فیہ وجد حلاوۃ الایمان من کان اللہ ورسولہ احب الیہ مما سواہما الحدیث۔ تین باتین ایسی ہین کہ
جس شخص مین وہ ہوتی ہین اسکو ایمان کی لذت وحلاوت معلوم ہوتی ہے وہ شخص جسکو خدا اور اسکا رسول ان
دونون کے سوا سب سے محبوب ہو الخ۔ اور آنحضرت صلعم نے یہ دعا کی ہے اللہم اجعل حبک احب الی من نفسی
وسمعی وبصری واہلی ومالی ومن الماء البارد۔ اور آنحضرت صلعم نے حضرت عمرؓ سے فرمایا جبتک مین تمہی

تیری ذات سے زیادہ تجھکو محبوب نہوں اسوقت تک تو مومن نہین ہے حضرت عمرؓ نے عرض کیا اُس ذات کی قسم جسنے آپ پر کتاب نازل فرمائی ہے بلاشبہ آپ مجکو اپنی جان سے جو میرے دونوں پہلوؤں میں ہے زیادہ تر محبوب ہین آپنے فرمایا اسے عمر اب تیرا ایمان کامل ہوگیا اور انسؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہین کہ مینے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من ولدہ ووالدیہ والناس اجمعین۔ تم مین سے کوئی شخص ایماندار نہین ہوسکتا جبتک مین اُسکو اُسکی اولاد اور باپ اور سب لوگون سے زیادہ محبوب نہون۔ مین کہتا ہون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ محبت فی الحقیقت لذت یقین کی عقل پر اور سکر قلب ونفس پر غالب ہونیکا نام ہے حتی کہ وہ قلب کی آن تمام شوق کے قائم مقام ہوجاتی ہے جنکے نفس کے اندر خواہش پیدا ہوتی ہے جیسے پیاسے کو پانی کی خواہش۔ پھر جب یہ حال ہوجاتا ہے تو وہ محبت خالص ہوجاتی ہے جو مقامات قلب سے شمار کیجاتی ہے آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے من احب لقاء اللہ احب اللہ لقائہ۔ جو شخص خدا تعالے سے ملنا چاہتا ہے تو خدا تعالے اُس سے ملنا چاہتا ہے۔ مین کہتا ہون آنحضرت صلعم نے مومن کے اُس میلان کو جو بارگاہ الٰہی کیطرف اُسکو ہوتا ہے اور حجاب بدنی سے تجرد کے مقام کیطرف اُسکے اشتیاق اور طبیعت کی قید سے فضائل قدس کیطرف ربانی کے طالب ہونیکو جہان وہ ایسی چیزوں سے متصل ہوتا ہے جو بیان مین نہین آتین اپنے پروردگار کے ساتھ صدق ومحبت کی علامت گردانا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ فرماتے ہین جو شخص خدا تعالی کے ساتھ خالص محبت کا مزہ چکھ لیتا ہے تو وہ محبت طلب دنیا سے اُسکو مانع ہوجاتی ہے اور تمام لوگون سے اُس شخص کو وحشت ونفرت ہوتی ہے۔ مین کہتا ہون حضرت ابوبکر صدیقؓ کا یہ فرمانا تمام محبت کا پورا پورا بیان ہے پس جب ایماندار کو خدا تعالی سے پوری وکامل محبت ہوجاتی ہے تو اُسکا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ خدا تعالی کو اُس سے محبت ہوجاتی ہے خدا تعالی کو اُس بندہ کے ساتھ محبت کرنے کے معنی یہ نہین ہوتے کہ خدا تعالے اُس بندہ سے متاثر ہوتا ہے لیکن اُس محبت کی حقیقت خدا تعالے کا اُس بندہ کے ساتھ وہ برتاؤ کرنا ہے کہ جسکی وہ بندہ قابلیت رکھتا ہے پس جسطرح آفتاب سخت جسم کو بہ نسبت اور اجسام کے زیادہ ترگرم کردیتا ہے اور آفتاب کا فعل واقع مین ایک ہی ہوتا ہے مگر چونکہ اس فعل کے قبول کرنیوالون کی استعدادین مختلف ہوتی ہین اسلیے اُسکا فعل بھی مختلف اور متعدد ہوجاتا ہے اسی طرح خدا تعالی کو اپنے بندون کے نفوس کیطرف باعتبار اُنکے افعال وصفات کے عنایت وتوجہ ہے۔ پس جو شخص اُنمین سے صفات رذیلہ کے ساتھ متصف ہوکر اپنے آپکو بہائم کے شمار مین داخل کرلیتا ہے تو آفتاب احدیت کی روشنی اُسمین وہ کام کرتی ہے جو اُسکی استعداد کے مناسب ہوتا ہے اور جو شخص اخلاق اور صفات فاضلہ کے ساتھ اپنی ذات کو متصف کرکے ملاء اعلی کے شمار مین داخل ہوجاتا ہے تو آفتاب احدیت کی روشنی اُسکو منور اور مجلی کردیتی ہے حتی کہ وہ شخص حظیرۃ القدس کے جواہر مین سے ایک جوہر ہوجاتا ہے اور ملاء اعلی کے احکام اُسپر جاری ہوجاتے ہین ایسے وقت مین وہ شخص محبوب الٰہی شمار کیا جاتا ہے کیونکہ خدا تعالے نے اُس سے وہ معاملہ کیا ہے جو محب اپنے حبیب سے کرتا ہے اسوقت مین اُس بندہ کا نام ولی ہوجاتا ہے پھر خدا تعالی کو جو اس بندہ کے ساتھ محبت ہوتی ہے اُسکے

سببسے بندہ پر بہت سے حالات طاری ہوتے ہین نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنکو پورے طورسے بیان فرمایا ہے ازانجملہ یہ
کہ وہ شخص ملاء اعلیٰ ہین اور پھر زمین پر بھی مقبول ہوجاتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا احب اللہ تعالے
عبدا نادی جبرئیل انا احب فلانا فاحبہ فیحبہ جبرئیل ثم ینادی جبرئیل فی السموات ان اللہ تعالی احب فلانا فاحبوہ
فیحبہ اہل السموات ثم یوضع لہ القبول فی الارض ۔ جب خدا یتعالے کسی بندہ سے محبت کرتا ہے تو جبرئیل کو ندا
فرماتا ہے کہ مین فلان بندہ کو دوست رکھتا ہون تو بھی اُسکو دوست رکھ پھر جبرئیل بھی اُس سے محبت کرنے لگتے ہین
پھر تمام آسمانون پر جبرئیل ندا کردیتے ہین کہ خدا یتعالے فلان شخص کو دوست رکھتا ہے تم بھی اُسکو دوست رکھو
پس تمام اہل السموات اُسکو دوست رکھنے ہین پھر اُسکی قبولیت زمین پر ہوجاتی ہے ۔ مین کہتا ہون جب عنایت الٰہی
اس بندہ کی طرف متوجہ ہوتی ہے تو ملاء اعلیٰ مین اُس محبت کا عکس پڑتا ہے جسطرح آفتاب کی روشنی کا عکس صاف
آئینہ مین پڑتا ہے پھر ملاء سافل کے دلونمین اُسکی محبت کا القاء ہوتا ہے پھر اہل ارض مین سے جسمین سلامت کی
قابلیت ہوتی ہے اُسکے دلمین اُسکی محبت کا القا ہوتا ہے جسطرح نرم زمین پانی کے حوض سے تری کو اخذ کرلیتی ہے
ازانجملہ اُسکے دشمنون کا رسوا ہونا ہے چنانچہ آنحضرت صلعم نے حکایۃ عن رب تعالے فرمایا ہے من عادلی ولیا
فقد اذنتہ بالحرب ۔ جو شخص میرے ولی سے عداوت کرتا ہے پس مین اُسکو اعلان جنگ دیتا ہون ۔ مین کہتا ہون
جب خدا یتعالی کی محبت کا عکس ملاء اعلیٰ کے نفوس پر جو بمنزلہ آئینون کے ہین پڑتا ہے پھر اہل ارض مین سے
کوئی شخص اُسکی مخالفت کرتا ہے تو ملاء اعلیٰ کو وہ مخالفت محسوس ہوتی ہے جسطرح ہم مین سے کسی کا قدم آگ کی
چنگاری پر پڑجانے تو اُسکی حرارت ہمکو محسوس ہوجاتی ہے اس مخالفت کے معلوم کرنے کے بعد ملاء اعلیٰ کے
نفوس سے شعاعین نکلکر نفرت وعداوت کے طور پر اس مخالفت کرنیوالیکو محیط ہوجاتی ہین اسوقت وہ شخص
خوار وذلیل ہوجاتا ہے اور زندگی اُسپر تنگ ہوجاتی ہے اور ملاء سافل اور اہل زمین کے دلونمین اس بات کا
القاء ہوتا ہے کہ اُسکے ساتھ بری طرح پیش آوین خدا یتعالی کی لڑائی کے یہی معنی ہین اور ازانجملہ یہ ہے کہ اس
شخص کی دعا مقبول ہوتی ہے اور جس چیز سے وہ پناہ مانگتا ہے تو پناہ دیجاتی ہے چنانچہ آنحضرت صلعم نے
حکایۃ عن اللہ تعالے فرمایا ہے وان سالنی لاعطینہ وان استعاذنی لاعیذنہ ۔ اگر وہ مجھسے مانگتا ہے
مین اُسکو بلاشبہہ دیتا ہون اور اگر پناہ مانگتا ہے تو بلاشبہہ پناہ دیتا ہون ۔ مین کہتا ہون اسکی یہ وجہ ہے کہ یہ شخص
خطیرۃ القدس مین داخل ہوجاتا ہے جہان سے حوادث کا حکم دیا جاتا ہے اور اس شخص کی دعا اور پناہ کی خواستگاری
کرنا خطیرۃ القدس کیطرف چڑھکر حکم الٰہی کے نازل ہونیکا سبب ہوتا ہے صحابہ کے آثار مین استجابت دعا کے
باب مین بہت کچھ مروی ہے ازانجملہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سعدؓ نے ابو سعدہ پر یہ بددعا کی کہ بار خدایا اگر
یہ تیرا بندہ جھوٹا ہے اور ریاء وسمعہ کے طور پر کھڑا ہوا ہے تو اسکی عمر بڑھادے اور اسکی محتاجی زیادہ کر اور فتنون کا
اُسکو سامنا کر پس جیسا اُنھون نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا اور ایک مرتبہ حضرت سعیدؓ نے اروی بنت اوس پر یہ
بد دعا کی بار خدایا اگر یہ جھوٹی ہے تو اُسکی آنکھین اندھی کردے اور اُسی کی جگہ اُسکو موت دے پس جیسا اُنھون نے

کہا تھا ویسا ہی ہوا اور انہیں جملہ نفس ہے فانی ہونا اور حق کے ساتھ باقی رہنا ہے صوفیہ اسکو علیکون الحق علی کون العبد کے
ساتھ تعبیر فرماتے ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حکایۃً عن اللہ تبارک وتعالی فرمایا ہے وما یزال عبدی یتقرب
الی بالنوافل حتی احببتہ فاذا احببتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ الذی یبطش بہا
مین کہتا ہون جب خدا تعالے کا نور اس بندہ کے نفس کو باعتبار اسکی قوت عملیہ کے جو بدن کے اندر منتشر ہوا ہے
ڈھک لیتا ہے تو اس نور کا ایک شعبہ اسکے تمام قوی مین پہونچ جاتا ہے جسکے سبب سے ان قوا مین ایسی برکات پیدا
ہو جاتی ہین جو بموجب عادت کے بالکل خلاف ہوتی ہین ایسے وقت مین وہ فعل ایک خاص نسبت کے ساتھ خدا تعالے
کیطرف منسوب ہوتا ہے جیسا کہ اللہ پاک فرماتا ہے فلم تقتلوہم ولکن اللہ قتلہم وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی
پس تمنے انکو نہین قتل کیا لیکن خدا تعالے نے انکو قتل کیا اور تو نے جب پھینکا تو وہ تو نے نہین پھینکا لیکن اللہ تعالے نے پھینکا
اور انہیں جملہ یہ ہے کہ بعض اوقات [illegible] سے موافقہ [illegible] اور [illegible] کیطرف بندہ کے رجوع وقبول قولے کے اسکو [illegible]
کر دیتا ہے جسطرح ایک دفعہ حضرت ابوبکر صدیق رضی [illegible] پھر انکو معلوم ہوا کہ یہ فعل شیطان کی
طرف سے ہے پھر امر بالمعروف کیا [illegible] اور [illegible] مقامات قلب کے وہ مقام
اور ہین یہ مقام ان نفوس کے ساتھ [illegible] ہین جو انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مشابہ ہوتے ہین ان مقامات کا عکس
ان نفوس پر ایسا پڑتا ہے جسطرح چاند کی روشنی کا عکس آئینہ مین [illegible] پڑتا ہے جو ایسے کھلے ہوئے سوراخ کے مقابل
رکھا ہوا ہے پھر اس آئینہ کی روشنی کا عکس دیوار دن اور چھت اور زمین پر پڑتا ہے یہ دو مقام ہین بمنزلہ صدیقیت اور
محدثیت کے ہین پھر ان دونون مین فرق ہے کہ صدیقیت اور محدثیت کا محل انکے نفوس کی قوت عقلیہ ہوتی ہے اور انکا
محل قوت عملیہ ہوتی ہے جو قلب سے پیدا ہوتی ہے اور وہ دونون شہید وحواری کے مقام ہین اور دونون مین فرق یہ ہے
کہ شہید کا نفس بغض اور کفار پر شدت اور دین الہی کی مدد ملکوت کے مقامات مین سے کسی مقام سے قبول کر لیتا ہے جسمین
خدا تعالی اپنے نافرمانون سے انتقام لینے کا ارادہ کر رکھا ہے اور وہان سے رسول پر اس ارادہ کا نزول ہوتا ہے تاکہ وہ رسول
اس انتقام مین خدا تعالے کے اسباب مین سے ایک سبب ہو پس ان لوگون کے نفوس ایسے مقام سے اس ارادہ کو قبول کر لیتے ہین
جیسا کہ محدثیت مین ہمنے ذکر کیا ہے - اور حواری وہ شخص ہوتا ہے جسکو رسول سے خالص محبت ہوتی ہے اور مدت دراز تک
صحبت مین رہتا ہے اللہ پاک فرماتا ہے یا ایہا الذین آمنوا کونوا انصار اللہ کما قال عیسی ابن مریم
للحواریین من انصاری الی اللہ قال الحواریون نحن انصار اللہ الآیہ - اے ایمان والو ہو جاؤ خدا کے مددگار
جسطرح عیسی ابن مریم نے حواریون سے کہا کون ہین میرے مددگار خدا کیطرف بولے حواری ہم خدا کے مددگار ہین الخ
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زبیر کو حواری ہونے کی بشارت دی ہے - اور شہید اور حواری کی کئی قسمین اور ہین
ایک انمین سے امین ہے اور ایک رفیق اور ایک نجیب ہے اور ایک نقیب ہے اور آنحضرت صلعم نے صحابہ کے فضائل مین ان
امور مین سے بہت کچھ بیان کر کے مطلع فرمایا ہے اور حضرت علی سے مروی ہے کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے ہر نبی کے
لیے سات نجیب و رقیب ہوئے ہین اور مجکو چودہ دیے گئے ہین ہمنے عرض کیا وہ کون ہین تو علی نے فرمایا مین اور میرے

دونوں بیٹے اور جعفر اور حمزہ اور ابوبکر اور عمر اور مصعب بن عمیر اور بلال اور سلمان اور عمار اور عبداللہ بن مسعود اور ابوذر
اور مقداد - اور اللہ پاک فرماتا ہے لیکون الرسول علیکم شہیدا وتکونوا شہداء علی الناس تاکہ رسول تمپر گواہ ہو اور تم
لوگون پر گواہ ہو - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اثبت احد فانما علیک نبی او صدیق او شہیدان اے احد
ٹھہر جا کیونکہ تیرے اوپر یا نبی ہے یا صدیق یا شہید - اور منجملہ احوال قلب کے سکر ہے اور اسکے یہ معنی ہین کہ نور ایمان اور انتقال
یقین اور نہیر قلب میں مشتمل ہو کر دنیاوی معاملات کو دور کردے اور اسکے سبب سے انسان ان چیزون کو پسند کرنے لگے
جنکو انسان بمقتضاے طبیعت کے اعتبار سے ناپسند کرتا ہے - پس وہ شخص اس شخص مشابہ ہوتا ہے جو نشہ کی حالت مین اور
عقل و تمیز کے طریقون سے اسکا حال بدلا ہوا ہو جیسا کہ ابوالدرداء نے فرمایا ہے چونکہ مجکو اپنے رب کا اشتیاق ہے اسلیے
موت مجکو بہتر معلوم ہوتی ہے اور چونکہ مرض کے سبب سے میرے گناہ دور ہو جاتے ہین اسلیے مرض مجکو اچھا معلوم ہوتا ہے
اور چونکہ محتاجگی مین خداتعالے کے ساتھ تواضع ہوتی ہے اسلیے محتاجگی مجکو اچھی معلوم ہوتی ہے اور حضرت ابوذر کے
حالات دین مروی ہے کہ وہ بطبع مال کو برا جانتے تھے اور غنا و ثروت سے انکو ایسی نفرت ہوتی تھی جسطرح کہ ناپاک
چیزون سے نفرت ہوتی ہے اور یہ عادت بشریہ کا یہ نہیں ہے کہ ایسی چیزون سے محبت اور ایسی چیزون سے نفرت ہو
مگر ان پر یقین کا ایسا غلبہ تھا کہ مجرائے عادت سے باہر ہو لئے تھے اور منجملہ احوال قلب کے ایک غلبہ ہے اور غلبہ کی دو قسمین ہین
ایک اس خواہش کا غلبہ ہے جو نور ایمانی کے قلب مین داخل ہونے کے بعد پیدا ہوتی ہے اس نور اور حیات قلبی کے بلنے سے
جھاگ کے طور پر خواہش ہیجان ہے جسکے مقتضی سے کرنا اس شخص کے اختیار مین نہین ہوتا خواہ وہ خواہش مقصود
شرعی کے موافق ہو یا نہو کیونکہ شرع بہت سے مقاصد پر مشتمل ہے جنکو اس مومن کا قلب احاطہ نہین کرسکتا پس
بسا اوقات اس شخص کے قلب پر مثلا رحمت کا غلبہ ہوتا ہے اور شرع نے بعض مواضع مین اس سے نہی فرمائی ہے اللہ تعالے
فرماتا ہے ولا تاخذکم بہما رافۃ فی دین اللہ اور نہ پکڑے تمکو ان دونون کے ساتھ خدا کے دین مین نرمی اور بسا اوقات
اسکے قلب پر بغض کا غلبہ ہوتا ہے اور شرع کو بعض مواضع مین مہربانی کرنی مقصود ہوتی ہے مثلا اہل ذمہ مین اس
غلبہ کی مثال وہ ہے جو حدیث شریف مین ابولبابہ بن منذر سے مروی ہے کہ جب سعد بن معاذ کے حکم سے آنحضرت صلعم نے
بنی قریظہ کو اوتارنا چاہا تو بنی قریظہ نے ابی لبابہ سے مشورہ کیا ابولبابہ نے اپنے ہاتھ سے حلقوم پر اشارہ کیا جس سے
ذبح ہونیکی طرف اشارہ ہے پھر وہ اس بات سے نادم ہوے اور انکو یقین ہو گیا کہ مین نے خداتعالے اور اسکے رسول کی
خیانت کی ہے پھر وہ اسی حال مین چلے اور مسجد مین گئے اور اپنے آپکو مسجد کے ستونون مین سے ایک ستون سے باندھ دیا
اور کہا کہ جبتک خداتعالے میرے اس فعل کی توبہ نہ قبول کریگا یہان سے نہ ہٹونگا - اور حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ انپر
حمیت اسلام انپر اتنی غالب ہوئی کہ رسول خدا صلعم پر اعتراض کر بیٹھے یعنی جب آپنے حدیبیہ کے سال مشرکین سے
مصالحت چاہی تو حضرت عمرؓ کچھ بگڑے حتی کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس آکر کہنے لگے کیا خدا کے رسول نہین ہین صلعم
انھون نے فرمایا ہان ہین پھر حضرت عمرؓ نے کہا ہم مسلمان نہین ہین انھون نے فرمایا ہان ہین پھر انھون نے کہا کیا وہ
مشرک نہین ہین انھون نے فرمایا ہان ہین انھون نے کہا پھر ہم اپنے دین مین دنائت کو کیونکر گوارا کرسکتے ہین تو

تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے عمر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری اپنے اوپر لازم پکڑ اور مین گواہی
دیتا ہون کہ وہ خدا تعالے کے رسول ہین پھر اپر اسی حالت کا غلبہ ہوا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت شریف مین
حاضر ہوے اور آپ سے بھی وہی عرض کیا جو حضرت ابوبکر صدیق سے عرض کیا تھا اور آپنے وہی جواب دیا جو حضرت ابوبکر
صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا اور آپنے فرمایا کہ مین خدا تعالے کا بندہ اور اسکا رسول ہون ہرگز اسکے حکم کی مخالفت نکرونگا
اور ہرگز وہ مجکو ضائع نکریگا۔ راوی کہتا ہے کہ حضرت عمر فرمایا کرتے تھے کہ اسدن مین نے اپنے اس کلام کے خوف کے سبب سے
برابر روزہ رکھے اور صدقہ دیا اور آزاد کرنا اور نماز پڑھنا شروع کیا حتی کہ مجھے خیر کی امید ہوئی۔ اور ابوطلیعہ سے جابح
مروی ہے کہ جب نبی صلعم کے آنحضرت پچھنے لگائے تو آپکا خون مبارک پیلئے حالانکہ شریعت مین یہ امر ممنوع ہے
لیکن اسنے غلبہ کی حالت مین ایسا ہو لیا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو منعہ دو کہا کہ تو نے آگ سے بہت
دور کر لی۔ اور ایک غلبہ وہ ہے جو اس غلبہ سے زیادہ جلیل القدر اور زیادہ تر کامل ہے اور وہ خواہش الٰہی کا غلبہ ہے
جو اسکے قلب پر نازل ہوتی ہے اور اسکے مقتضی کے پورا کرنے سے اپنے آپ کو نہین روک سکتا اور اس غلبہ کی حقیقت
یہ ہے کہ بعض مقامات قدسیہ سے اسکے قوت عملیہ پر علم الٰہی کا فیضان ہوتا ہے نہ قوت عقلیہ پر اسکی تفصیل یہ ہے
کہ جو نفس انبیا علیہ السلام کے نفس سے مشابہت رکھتا ہے جب اسمین علم الٰہی کے فیضان کی استعداد ہوتی ہے تو اگر
اسکی قوت عقلیہ کو قوت عملیہ پر سبقت ہوئی ہے تب وہ علم فراست والہام ہوتا ہے اور اگر قوت عملیہ کو قوت
عقلیہ پر سبقت ہوتی ہے تو وہ علم ارادہ یا افوت ہوتا ہے اسکی مثال وہ ہے جو بدر کے قصہ مین مذکور ہے کہ آنحضرت
صلعم نے دعا مین مبالغہ کیا حتی کہ آپنے دعا مین کہا مین تیرے عہد اور وعدہ کا تجھسے سوال کرتا ہون یا خدایا اگر
تجکو اپنی پرستش کروانا منظور نہین اتنا کہنے پائے تھے کہ حضرت ابوبکر نے آپکا ہاتھ پکڑ کر کہا بس ہے دیکھیے پس
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم وہانسے یہ فرماتے ہوے چلے سیہزم الجمع ویولون الدبر یعنی کفار کی جماعت بھگا دیجاویگی
اور پیٹھ پھیر دینگے۔ اسکے یہ معنی ہین کہ حضرت ابوبکر صدیق کے دل مین خدا کیطرف سے خواہش پیدا ہوئی کہ آنحضرت صلعم
کو بد دعا مین مبالغہ کرنے سے روکین اور اس سے باز رہنے کی رغبت دلائین اور آنحضرت صلعم نے بھی اپنی فراست
سے اس بات کو معلوم کر لیا کہ یہ خواہش خدا کی ہے اور خدا تعالیٰ کی مدد سے فتح کے طالب ہوکر اس آیت کو پڑھتے ہوے
وہانسے چلے آئے۔ دوسری مثال یہ ہے کہ عبداللہ بن ابے کی موت کے بیان مین مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے
جب اسکے جنازہ کی نماز پڑھنے کا ارادہ کیا تو حضرت عمر نے کہا کہ مین لوٹ کر آنحضرت صلعم کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا
اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلعم آپ اسکی نماز پڑھتے ہین حالانکہ اسدن ایسا کہا تھا اور اسدن ایسا کہا تھا حتی کہ آپنے
فرمایا کہ تم میرے پاس سے ہٹ جاؤ مجکو چونکہ اختیار دیا گیا ہے تو مین نے اختیار کر لیا اور آپنے اسکی نماز پڑھی تو یہ آیت
نازل ہوئی ولا تصل علیٰ احد منہم مات ابدا۔ انمین سے کوئی مرجاوے تو کبھی اسکی نماز مت پڑھ۔ حضرت عمر کہتے ہین
مجھے اپنے اوپر اور رسول خدا صلعم پر اپنی جرأت کرنے سے حالانکہ رسول خدا سب سے زیادہ واقف تھے تعجب آتا ہے اور
حضرت عمر نے ان دونون قسم کے غلبون کا فرق خوب انکشاف کے ساتھ بیان کر دیا ہے یعنی غلبہ اولیٰ مین اپنے آپ کو

بھا پہروزے رکھنے اور صدقہ کرنے اور آزاد کرنے اور نماز پڑھنے کا ذکر کیا ہے اور غلبۂ ثانیہ میں یہ فرمایا کہ مجھے اپنے اعمال
اور اپنی حیات پر تعجب ہوا ان دونون کا ما بین جو کچھ فرق ہے دیکھنا چاہیے۔ اور از انجملہ خدا تعالیٰ کی طاعت کا
ماسوا پر اختیار کرنا اور اسکے موانع کا دور کرنا اور جو چیزین اثناء طاعات الٰہی سے روکتی ہین انسے بیزار ہونا جیسا کہ
ابوطلحہ انصاری اپنے باغ مین نماز پڑھ رہے تھے کہ ناگاہ ایک کبوتر جنگلی اوڑا اور ادھر آدھر آنے جانے لگا اور
مگر درختون کی ٹہنیان اور پتے اسقدر گنجان تھے کہ اسکو باہر جانیکا راستہ نہ ملتا تھا یہ بات انکو بہت بھلی معلوم ہوئی
اور اس خیال مین انکو رکعتین کی تعداد نہ یاد رہی تو انھون نے اس باغ کا صدقہ کر دیا۔ اور از انجملہ وہ خوف کا غلبہ ہے
جسکے سبب سے آدمی کو رونا آجاتا ہے اور اسکا بدن تھرتھرانے لگے اور آنحضرت صلعم جب شب کو نماز پڑھتے تھے تو انڈی کے
جوش کیطرح آپ سے آواز محسوس ہوتی تھی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم نے ان سات شخصون کے بیان مین جنکو خدا
اپنے سایہ کے نیچے اسدن کہ بجز اسکے سایہ کے کوئی سایہ نہوگا داخل کریگا فرمایا ہے ورجل ذکر اللہ تعالیٰ خالیا ففاضت
عیناہ۔ اور وہ شخص جسنے خدا تعالیٰ کو خلوت مین یاد کیا اور اسکی آنکھیں بھر آئین لایلج النار رجل بکی من خشیۃ اللہ حتی
یعود اللبن فی الضرع۔ جو شخص خدا تعالیٰ کے خوف سے رویا ہے آگ مین نہ جائیگا جبتک کہ دودھ پستان مین
لوٹ کر نہ آسکے۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضؓ بڑے رونیوالے شخص تھے جب قرآن پڑھتے تھے انکی آنکھیں انکے اختیار مین
نہ رہتی تھین جبیر بن مطعم کہتے ہیں کہ مین نے نبی صلعم کو جب یہ آیت پڑھتے سنا ام خلقوا من غیر شی ام ہم الخالقون
پس گویا میرا دل اوڑ گیا۔ اور وہ مقامات جو نفس کو نور ایمان کے اسپر غالب ہونے اور اوسکی صفات خسیسہ کو صفات
فاضلہ کے بدلنے کے اعتبار سے حاصل ہوتے ہین انمین سے پہلا مقام یہ ہے کہ نور ایمانی اس عقل سے کہ منور بحقائق
حقہ ہو رہے ہین نازل ہو کر قلب کیطرف آتا ہے اور جبلت قلبی کے ساتھ ازدواج اور اتصال پیدا کر کے اسنے ایک
متنبہ پیدا ہوتا ہے جو نفس پر غالب ہو جاتا ہے اور مخالف چیزون سے اسکو روکتا ہے پھر اسنے ایک ندامت پیدا
ہوتی ہے جو نفس پر غالب ہو جاتی ہے اور اسپر سوار ہو کر اسکی باگین پکڑ لیتی ہے پھر ان دونون سے آیندہ زمانہ مین
معاصی چھوڑنے کا عزم پیدا ہوتا ہے اور وہ عزم نفس پر غالب ہو کر شرع کے اوامر و نواہی سے اسکو مطمئن کر دیتا ہے
اللہ پاک فرماتا ہے واما من خاف مقام ربہ ونہی النفس عن الہوی فان الجنۃ ہی الماوی۔ اور لیکن جس شخص نے
اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونیکا خوف کیا اور نفس کو خواہش سے روکا پس بلا شبہ جنت مین ہی اسکا ٹھکانا ہو گیا۔ پس
اللہ پاک کا یہ قول من خاف عقل کے نور ایمانی کے ساتھ منور ہونے اور پھر اس نور کے قلب کیطرف نازل ہونے کا بیان
ہے اسلیے کہ خوف کے لیے ایک ابتداء و انتہا ہے ابتدا تو خدا تعالیٰ سے خوف اور اسکے غلبہ کا معلوم کرنا ہے اور اسکا محل عقل ہے
اور اسکا منتہی پریشانی اور اضطراب اور دہشت اور اسکا محل قلب ہے اور (ونہی النفس) سے اس نور سے جو قوت
قلبی کے ساتھ مخلوط ہو رہا ہے نفس کیطرف نازل ہونے اور اسپر غالب ہونے اور اسکو روکنے اور پھر اسکے ماتحت نفس کے
مغلوب و مقہور ہو جانیکا بیان ہے پھر عقل سے دوسری مرتبہ نور ایمانی کا نزول قلب کیطرف ہوتا ہے اور جبلت قلبی کے
ساتھ ازدواج و اتصال پیدا کر کے ان دونون سے خدا تعالیٰ کیطرف التجا پیدا ہوتی ہے اور وہ استغفار و توجہ کا

باعث ہوتی ہے اور استغفار کے سبب سے دل کا زنگ دور ہو جاتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان المومن
اذا اذنب الخ۔ مومن جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اسکے دلمین ایک سیاہ نقطہ پیدا ہو جاتا ہے پھر اگر وہ توبہ و استغفار
کرلیتا ہے تب تو اسکا دل صاف ہو جاتا ہے اور اگر وہ اور گناہ کرتا ہے تو وہ نقطہ پھیل کر قلب کے اوپر چھا جاتا ہے
خدا تعالی نے جو ران کا اس آیت مین ذکر فرمایا ہے اس سے یہی مراد ہے کلا بل ران علی قلوبہم ما کانو یکسبون
مین کہتا ہون وہ نقطہ سیاہ بہیمیت کی ظلمتون میں سے ایک ظلمت کا اثر ہوتا اور انوار ملکیہ مین سے ایک نور کا چھپنا
ہوتا ہے اور اس نقطہ کا صاف ہونا ایک روشنی ہے کہ نور ایمانی سے اسکے نفس پر فائض ہوتی ہے اور رین بہیمیت کے
غالب ہونے اور ملکیت کے بالکل پوشیدہ ہو جانیکا نام ہے پھر بار بار نور ایمانی کا نزول ہوتا رہتا ہے اور بار بار
نفسانی وساوس دور ہوتے رہتے ہین یعنی جب نفس کے اندر کسی گناہ کا وسوسہ پیدا ہوتا ہے تو اسکے مقابل مین
ایک نور بھی نازل ہوتا ہے جو اس باطل کو محو کرتا رہتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ضرب اللہ
مثلا صراطا مستقیما وعن جنبتی الصراط سوران فیہما ابواب مفتحۃ۔ الخ خدا تعالے نے ایک مثال بیان فرمائی ہے
کہ ایک سیدھا رستہ ہے اور اس رستہ کے یمین و یسار دو دیوارین ہین اور ان دونون دیوارونمین کھلے ہوئے
دروازہ ہین اور انپر پردہ چھوٹے ہوئے ہین اور اس رستہ کے شروع مین ایک شخص پکارنیوالا ہے جو کہتا ہے
راستے پر سیدھے چلو اور ٹیڑھے مت چلو اور اسکے اوپر ایک اور پکارنیوالا ہے کہ جو کوئی شخص ان دروازون
مین سے آنے کے لئے کھولنے کا قصد کرتا ہے وہ پکارنیوالا یہ آواز دیتا ہے۔ افسوس اس دروازے کو تو مت کھول
اگر اسکو کھولا تو تو اسمین جا پڑیگا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی تفصیل کی اور بیان کیا کہ وہ رستہ تو
اسلام ہے اور وہ کھلے ہوئے دروازے خدا کے محارم ہین اور وہ پردے جو چھوٹے ہوئے ہین وہ حدود الہی ہین اور
رستہ کے شروع پر جو پکارنیوالا ہے وہ قرآن عظیم ہے اور اسکے آگے جو اور پکارنے والا ہے وہ خدا تعالی کا واعظ ہے
جو ہر مومن کے دلمین موجود ہے۔ مین کہتا ہون کہ آنحضرت صلعم نے بیان فرمایا کہ اس رستہ مین دو پکارنیوالے ہین
ایک تو رستہ کے شروع پر اور وہ قرآن اور شریعت ہے کہ ہمیشہ بندہ کو راہ راست کیطرف ایک قسم دعوت سے
پکارتے ہین اور ایک داعی اس چلنے والے کے سر پر ہے جو ہر وقت اسکی نگرانی رکھتا ہے یعنی جب وہ شخص
کسی گناہ کا قصد کرتا ہے تو وہ داعی اسپر چلا اٹھتا ہے اور یہ داعی وہی ہوتا ہے جو قلب سے اٹھتا ہے اور جبلت قلبی
اس نور سے جو عقل منور بنور ایمانی کی جانب سے قلب پر فائض ہے پیدا ہوتا ہے اور اسکا حال اس چنگاری کا سا ہے
جو بار بار پتھر سے جھڑتا ہے اور بسا اوقات خدا تعالے کیطرف سے بعض بندون پر یہ مہربانی ہے کہ ایک لطیفہ غیبی
پیدا کر دیتا ہے جو اس شخص کے اور اسکی معصیت کے درمیان وہ حائل ہو جاتا ہے۔ لطیفہ غیبیہ وہی برہان ہے
جسکی طرف خدا تعالے نے اشارہ فرمایا ہے ولقد ہمت بہ وہم بہا لولا ان رای برہان ربہ۔ اور البتہ زلیخا نے
یوسف کا اور یوسف نے زلیخا کا قصد کیا اگر نہ دیکھتا برہان اپنے رب کی۔ یہ سب مقام توبہ ہے اور جب توبہ کا مقام
کامل ہو جاتا ہے اور نفس کے اندر وہ ایک ملکہ راسخ ہو جاتا ہے تو اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ خدا تعالے کے جلال اور

اسکی عظمت کے پیش نظر رکھنے سے اُس شخص کے قواے مضمحل رہتے ہین اور کسی چیز سے اسمین تغیر نہین آتا اور اسکا
نام حیا ہے اور لغت مین حیا کے معنی نفس کے اُن چیزون سے باز رہنے کے ہین جنکو عادت کے اعتبار سے لوگ معیوب جانتے ہین
مگر شرع نے لغت سے نقل کر کے حیا اُس ملکہ کا نام رکھا ہے جو نفس کے اندر راسخ ہو جسکے سبب سے آدمی خدا تعالی کے
روبرو ایسا گھلتا رہے جیسے نمک پانی مین گھلتا ہے اور اسکے سبب سے اُن خواطر کی جنکو مخالف چیزون کیطرف میلان ہے
تابعداری نکرے آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے الحیاء من الایمان - پھر آپ نے حیا کی تفسیر فرمائی ہے اور فرمایا جو شخص
خدا تعالے سے کامل حیا رکھتا ہے تو اُسکو چاہیے کہ اپنے سر کو اور جو چیزین سر کے اندر ہین اُنکی حفاظت کرے اور اپنے
شکم اور اُن چیزون کی جو اسمین ہین حفاظت کرے اور مر جانے اور بوسیدہ ہو جانے کو یاد رکھے اور جو شخص آخرت کا
ارادہ کرے دنیا کی زینت کو چھوڑ دے جس شخص نے ایسا کیا وہ خدا تعالی سے پوری حیا رکھتا ہے - مین کہتا ہون
عرف مین کبھی اُس انسان کو حیادار کہدیتے ہین جو بسبب نہ ذوق حیا کے بعض افعال سے اجتناب کرتا ہے
اور کبھی صاحب مروت آدمی کو جو ایسی باتون کا مرتکب ہو جس سے لوگون مین اُسکا چرچا پھیلے مرتکب نہین ہوتا حیادار کہدیتے
ہین مگر ان دونون شخصون کو اُس حیا سے جو مقامات مین شمار کیجاتی ہے کچھ حصہ نہین ہے پس آنحضرت صلعم نے معنی
مقصود کو اُن افعال کے تعیین سے جو حیا سے پیدا ہوتے ہین اور اُسکے سبب سے جو اُسکی حالت ہوتی ہے اور اُسکے معاون
جو اُسکو عادتاً لازم ہوتا ہے بیان فرما دیا پس آپکا یہ فرمانا کہ وہ شخص اپنے سر کی حفاظت کرے الخ اُن افعال کا بیان ہے
جو اُس حیا کے ملکہ سے پیدا ہوتے ہین جو مخالف چیزون کے ترک کرنے کے قبیلہ سے ہے اور یہ فرمانا کہ وہ موت کو
یاد کرے یہ نفس کے اندر حیا کے استقرار کا سبب بیان فرمایا ہے اور یہ جو فرمایا ہے کہ جو شخص آخرت کا ارادہ کرے
اسمین حیا کے معاون یعنی زہد کا بیان ہے کیونکہ حیا زہد سے خالی نہین ہوتی پس جب حیا انسان کے اندر قرار
پا جاتی ہے تو نور ایمان بھی عقل سے قلب پر نازل ہوتا ہے اور جبلت قلبی کے ساتھ مخلوط ہو جاتا ہے بعد ازان نفس کیطرف
نازل ہو کر تمام شبہات سے اُسکو روک دیتا ہے اور اسی کا نام ورع ہے آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے الحلال بین والحرام بین
الحدیث - حلال بھی ظاہر ہے حرام بھی ظاہر ہے انکے مابین مشتبہ امور ہین جنکو بہت سے لوگ نہین جانتے پس جو شخص شبہات
سے بچ گیا اُسنے اپنا سامان اور دین بچا لیا اور جو شخص مشتبہات مین پڑ گیا وہ حرام مین پڑ گیا اور فرمایا ہے دع ما یریبک
الی ما لا یریبک فان الصدق طمانینۃ وان الکذب ریبۃ - جو چیز تجکو شک مین ڈالے اُسکو چھوڑ کر اُسکو اختیار کر جو شک مین
نہ ڈالے کیونکہ سچ اطمینان ہے اور جھوٹ شک ہے اور نیز فرمایا ہے لا یبلغ العبد ان یکون من المتقین حتی یدع ما لا باس
بہ حذرا لما بہ باس - بندہ متقیون کے درجہ کو نہین پہونچتا جبتک اُن چیزون کو کہ جنمین کچھ مضائقہ نہین اُن چیزون کے
خوف سے جنمین مضائقہ ہے نہ چھوڑ دے - مین کہتا ہون کبھی ایک مسئلہ مین دو وجہ متعارض ہو جاتی ہین ایک وجہ
اباحت کی ہوتی ہے اور ایک وجہ تحریم کی یا تو یہ تعارض شریعت سے اُس مسئلہ کے اصل ماخذ مین ہوتا ہے جیسے دو حدیثین
متعارض یا دو قیاس متخالف ہوتے ہین یا یہ تعارض حادثہ کی صورت کے اُس اباحت و تحریم کے حکم کے ساتھ جو شریعت
مین ثابت ہوا ہے مطابق کرنے مین ہوتا ہے پس ایسے وقت مین بندہ اور خدا تعالی کے معاملہ مین احکم ترک کرنے

اور ایسی چیز کے اختیار کرنے سے جسمین شبہ نہین ہے معاف ہوتا ہے اور جب ورع کی صفت ثابت ہوجاتی ہے تو نور ایمان کا
بھی ظہور ہوتا ہے اور جبلت قلبی کے ساتھ وہ نور مخلوط ہو جاتا ہے اور پھر جو چیزین حاجت سے زیادہ ہین اُنمین مشغول
ہونیکی قباحت اُسکو خود ظاہر ہوجاتی ہے کیونکہ وہ چیزین اُس شخص کو اُسکے مطلوب سے روکتی ہین پھر اُس نور کا نفس
کیطرف نزول ہوتا ہے اور ایسی چیزون کیطرف سے نفس کو روکدیتا ہے آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے من حسن اسلام المرء
ترکہ ما لا یعنیہ آدمی کے اسلام کی خوبی اسمین ہے کہ بے فائدہ چیزون کو چھوڑدے۔ مین کہتا ہون ماسوا کے ساتھ مشغول
ہونے سے نفس کے آئینہ مین ایک سیاہ نقطہ پیدا ہو جاتا ہے مگر جب چیزون سے زندگی مین چارہ نہین ہے اگر اُنسے
کہ وہ چیزین [illegible] سلوک ہوجانیوالی ہین اُنمین مشغول ہو تو اُسکے لیے معافی ہے اور اسکے سوا جتنی چیزین
ہین تو خدا اور [illegible] کے حاجب ہین [illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
الزہادة فی الدنیا لیس بتحریم الحلال [illegible] حلال کے حرام کرنیکا نام نہین ہے اور نہ مال کے ضائع کرنیکا بلکہ دنیا
کا زہد اس بات سے عبارت ہے کہ جو چیز تیرے پاس ہے اسکا تجھکو اُس چیز سے زیادہ بھروسہ ہو جو خدا تعالے کے پاس ہے اور یہ کہ جب
تجھکو کوئی مصیبت پہونچے تو اُس مصیبت کے ثواب [illegible] مصیبت باقی رہے [illegible] سے تجھکو مرغوب ہو۔ میں کہتا ہون
زاہد کو کبھی دنیا مین ایسا غلبہ حاصل ہوتا ہے جو ایسے عقائد اور افعال کا ارادہ کرتا ہے کہ وہ عقائد و افعال شرع کے
اندر محمود [illegible] اُن عقائد اور افعال سے جو محمود نہین ہین پس آنحضرت صلعم نے زہد کے مواضع مین بیان کیا انکو جو شرع
مین محمود ہین اور غیر محمود ہین پس جب کسی شخص پر حاجت سے زیادہ چیزون مین مشغول ہونے کی قباحت ظاہر ہوجاتی ہے
اور اُن چیزون سے وہ ایسا بیزار ہو جاتا ہے جسطرح اپنے مقصد [illegible] کے اعتبار سے صرف بیان چیزین اُسکو ناگوار معلوم ہوتی ہین
اسکے سبب بسا اوقات وہ شخص اُن چیزون مین تعمق کرنے لگتا ہے اور اسکو اس بات کا اعتقاد ہو جاتا ہے کہ ظاہر شرع کے
اعتبار سے خدا اُس سے مواخذہ کریگا۔ اور یہ عقیدہ باطل ہے کیونکہ شرع طبائع بشری کے دستور کے موافق نازل ہوئی ہے
اور زہد ایک قسم کا طبیعت بشریہ سے باہر ہو جاتا ہے بلکہ وہ حاصل [illegible] نفس کے لیے منظور اُسکے مقام کی تکمیل کے خدا تعالے
کا حکم ہوتا ہے اور وہ تکلیف شرعی نہین ہوتی اور بسا اوقات ایسی حالت مین وہ شخص اپنے مال کو ضائع کر دیتا ہے
یا دریاؤن اور پہاڑون پر پھینک دیتا ہے اور یہ ایسا غلبہ ہے کہ شرع سے اُسکی صحت نہین اور نہ شرع نے اس غلبہ کو
احکام زہد کے ظاہر ہونیکا مقام گردانا ہے بلکہ شرع نے جسکو احکام زہد کے ظاہر ہونیکا مقام گردانا ہے وہ دو چیزین
ہین ایک تو یہ کہ جو چیز حاجت سے زیادہ ہے اور اُس شخص کو ہنوز حاصل نہین ہوئی ہے تو وہ شخص اُسکے طلب کرنے کی
زحمت نہ اُٹھائے۔ بلکہ خدا تعالے کے وعدہ پر اعتماد کرے جو دنیا مین اُس چیز کے پہونچنے اور آخرت مین ثواب کے ملنے کا
کیا ہے۔ دوسرے یہ کہ جو چیز اُسکے پاس سے ضائع ہو جائے اپنا دل اُسکے پیچھے نہ لگائے اور نہ اُسکے لیے افسوس کرے بلکہ خدا تعالے
نے صابرین اور فقرا کے لیے جو وعدہ فرمایا ہے اُسپر یقین کرے۔ اور معلوم کرو کہ نفس کی جبلت مین عشقون کیطرف میلان
داخل کیا گیا ہے جبتک نور ایمانی کا اسمین ظہور نہو ہمیشہ وہ اپنی فطری حالت پر قائم رہتا ہے۔ جیسا کہ حضرت یوسف
علیہ السلام فرماتے ہین وما ابرئ نفسی ان النفس لامارة بالسوء الا ما رحم ربی۔ اور مین نہین بری کرتا ہون اپنے

نفس کو پھر بلاشبہ نفس ایمانی کا حکم کرتا ہے مگر جو مہربان پروردگار رحم کرے۔ پس مومن تمام عمر اپنے نفس کے ساتھ نور الٰہی کے آثار میں
مجاہدہ کرتا رہتا ہے اور جب کوئی نفسانی خواہش پیدا ہوتی ہے تو خدا تعالیٰ کیطرف التجا ہوتا ہے اسکے جلال اور عظمت اور فرمانبرداری
کرنے پر ثواب اور نافرمانی پر جو عذاب مقرر کیا ہے اسکو یاد کرتا ہے اس سبب سے اسکے دل میں عقل میں حق کا خطرہ پیدا
ہوتا ہے اور باطل کے خطرہ کو دور کرنے کا حکم کر دیتا ہے۔ مگر عارف میں اور مومن توکل کرنیوالے میں فرق تعلیم ہے
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں خطروں کی مدافعت و خطرہ حق کا خطرہ باطل پر غالب ہونا اور آرام نفس مطمئنہ و آرام
عقل کے ذات کے ساتھ موجب ہے جو نور ایمانی سے منور ہو رہی ہے تو اس نفس کا حق سے تابع ہونا اور اگر نفس حاصل ہوا تکا
تو اسکی سرکشی کا بیان سائل اور جود کے مسئلہ میں وارد ہونیکے ساتھ جہاں لیکن تنگ اور دوسری ٹھیک ٹھیک ہے بیان فرمایا
اور فرمایا ہے کہ بخیل اور صدقہ کرنیوالے کی مثال ان دو شخصوں کی سی ہے جو لوہے کی زرہیں پہنے ہوئے ہیں اور انکے
دونوں کے ہاتھ سینہ اور گردن کی طرف سکڑے ہوئے ہیں ۔ پس صدقہ کرنیوالا جب کوئی صدقہ دیتا ہے
تب تو وہ زرہ پھیل جاتی ہے اور بخیل جب صدقہ کرنے کا قصد کرتا ہے تو وہ زرہ تنگ ہو جاتی ہے اور ہر کڑی اپنی جگہ
پکڑ لیتی ہے میں کہتا ہوں جس شخص کا نفس جبلت پاک کے اعتبار سے مطمئنہ ہوتا ہے اور حق کا خطرہ ظاہر ہوتے ہی
اسکے نفس پر غالب و اسکا مالک ہو جاتا ہے اور جس شخص کا نفس نافرمان اور منکر ہوتا ہے تو حق کا خطرہ اسمیں ثابت
نہیں ہوتا بلکہ اس سے دور ہو جاتا ہے اور خدا تعالیٰ نے قرآن پاک میں عقل کے نور ایمانی کے ساتھ منور ہونے اور نفس پر
اسکے نور کا فیض کا بیان اس آیت کریمہ میں فرمایا ہے ان الذین اتقوا اذا مسھم طائف من الشیطان تذکروا فاذا ہم
مبصرون۔ متقی لوگوں کو جب شیطان کیطرف سے کچھ خیال آ چھو جاتا ہے تو ہوشیار ہو جاتے ہیں پھر ناگاہ انکو سوجھ
ہو جاتی ہے۔ میں کہتا ہوں شہوت نفسانی کے روزن سے شیطان کو انسان کے باطن پر اطلاع ہو جاتی ہے اور
اسکے دلمیں معصیت کی خواہش پیدا کر دیتا ہے پھر اس شخص کو اپنے پروردگار کا جلال یاد آ جاتا ہے اور اپنی گردن
اسکے روبرو جھکا دیتا ہے تب تو اس شخص کی عقل میں نور پیدا ہوتا ہے اسکا اعتبار ہے پھر وہ نور قلب و نفس کیطرف
ہو کر اس خواہش کو دور کر دیتا ہے اور شیطان کو دفع کر دیتا ہے اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے و بشر الصابرین
الذین اذا اصابتہم مصیبۃ قالوا انا للہ و انا الیہ راجعون اولئک علیہم صلوات من ربہم و رحمۃ و اولئک
ہم المہتدون۔ میں کہتا ہوں انا للہ خطرہ حق کیطرف اشارہ ہے اور صلوات من ربہم و رحمۃ میں ان کیفیتوں کیطرف
اشارہ ہے جو صبر سے پیدا ہوتے ہیں یعنی نفس کی نورانیت اور اسکو تشبیہ بالملکوت کا حاصل ہونا اور اللہ پاک
فرماتا ہے وما اصاب من مصیبۃ الا باذن اللہ ومن یؤمن باللہ یہد قلبہ الآیۃ۔ اور نہیں پہونچی کوئی مصیبت
مگر خدا کے حکم سے اور جو شخص خدا پر ایمان لاتا ہے خدا اسکے قلب کو ہدایت دیتا ہے۔ میں کہتا ہوں باذن اللہ میں
تقدیر کیطرف اشارہ ہے اور ومن یؤمن باللہ میں عقل سے قلب و نفس کیطرف خطرہ ایمانی کے نازل ہونیکا اشارہ ہے
اور منجملہ احوال نفس کے غیبت ہے اسکے یہ معنی ہیں کہ نفس کو اپنی خواہشوں سے غیبت ہو جاوے جیسا کہ عامر بن عبد اللہ
کہتے ہیں مجھے پرواہ نہیں ہوتی کہ میں نے عورت کو دیکھا یا دیوار کو اور امام اوزاعی سے کسی نے کہا کہ ہمنے تمہاری

باندی ترزقا کو بازار مین دیکھا انھون نے فرمایا کہ کیا وہ ترسقا تھی اور منجملہ احوال نفس کے محق ہے اور وہ اس حالت کا نام ہے کہ آدمی کو کھانے اور پینے کا اتنی مدت تک دھیان نہ رہے کہ عادتًا ایسا نہین ہوتا اُسکا منشا یہ ہوتا ہے کہ اس شخص کے نفس کو عقل کیجانب توجہ ہوتی ہے اور نور الہی سے اُسکی عقل لبریز ہو جاتی ہے اور اس سے بڑھکر یہ ہوتا ہے کہ نفس کی طرف مدد کے نور کا نزول ہوتا ہے اور وہ نور اُسکے لیے خور و نوش کے قائم مقام ہو جاتا ہے چنانچہ سید عالم صلعم نے فرمایا ہے میرا حال تمھارا سا نہین ہے بیل اپنے پروردگار کے پاس شب گذاری کرتا ہون وہ مجکو کھلاتا پلاتا ہے اور معلوم کرو کہ قلب عقل و نفس کے مابین ہے اسلیے تسامح کے طور پر تمام مقامات یا اکثر مقامات کو قلب کیطرف منسوب کیا جاتا ہے چنانچہ بہت سی آیات و احادیث مین یہ استعمال مین آیا ہے یہی نکتہ یاد رکھنے کے قابل ہے اور معلوم کرو کہ نفس بہیمی اور قلب سبعی کی خواہشون مین سے ہر قسم کی خواہش کے ساتھ نور ایمانی کو جو مدافعت ہوتی ہے اسکا نام جدا ہوتا ہے اور آنحضرت صلعم اُن اقسام مین سے ہر ایک کے نام اور اُسکے وصف پر مطلع فرمایا ہے پس جب عقل کو خواطر حقہ کے روشن ہونے کا ملکہ اور نفس کو اُن خواطر کے قبول کرنیکا ملکہ ہو جاتا ہے تو وہ ایک مقام کہلایا جاتا ہے۔ مثلًا اگر پریشانی کے دفع کرنے کا ملکہ ہوتا ہے تو اُسکا نام مصیبت پر صبر کرنا ہوتا ہے اور اُسکے جگہ قلب ہے اور آرام اور فراغت کے دافع ہونیکے ملکہ کا نام اجتہاد ہے اور صبر بر طاعت ہے اور حدود شرعیہ کی مخالفت کی خواہش کے ساتھ موافقت کرنیکا ملکہ خواہ وہ مخالفت بطور کاہلی کے ہو یا اُن حدود کے اضداد کیطرف میلان کے اعتبار سے ہو بہرحال اس ملکہ کا نام تقوی ہے اور کبھی تقوی کا اطلاق لطائف ثلثہ کے تمام مقامات ملکہ اُن اعمال پر بھی آتا ہے جو اُن مقامات سے پیدا ہوتے ہین اسی اخیر استعمال کیطرف اس آیت مین اشارہ ہے ہدی للمتقین الذین یومنون بالغیب۔ اور حرص کی خواہش کے ساتھ مدافعت کے ملکہ کا نام قناعت ہے اور عجلت کی خواہش کے ساتھ مدافعت کے ملکہ کا نام تانی ہے اور غصہ کی خواہش کے ساتھ مدافعت کے ملکہ کا نام حلم ہے اور اُسکا مقام قلب ہے اور شہوت فرج کی خواہش کے ساتھ مدافعت کے ملکہ کا نام عفت ہے اور زبان وری اور بیہودہ کلام کی خواہش کے ساتھ مدافعت کے ملکہ کا نام صمت اور تقی ہے اور غلبہ کی خواہش کے ساتھ مدافعت کے ملکہ کا نام خمول ہے اور محبت و عداوت وغیرہ مین تلون کی خواہش کی مدافعت کے ملکہ کا نام استقامت ہے اور اسکے علاوہ بہت سے دواعی و خواہشین ہین اور اُنکی مدافعت کے نام جدا جدا ہین اس کتاب کے فن اخلاق مین اُنسے بحث کیجائیگی۔

## طلب رزق کے ابواب کا بیان

معلوم کرو کہ جب خدا تعالی انے مخلوق کو پیدا کیا اور زمین مین اُنکی روزی مقرر کی اور زمین کی پیداوار سے اُنکے لیے انتفاع مباح کیا تو اب اُنمین حرص و نزاع واقع ہوا اسوقت مین خداے پاک کا حکم یہ ہوا کہ کوئی شخص دوسرے شخص سے اُس چیز مین جو اُسکے لیے مخصوص کی گئی ہے مزاحمت نکر سکے خواہ وہ اختصاص اسلیے ہو کہ اوروں سے پیشتر اُس شخص نے یا اُسکے مورث نے اس چیز پر قبضہ کیا ہے یا کسی دوسری وجہ سے ہو جسکا لوگون مین اعتبار ہے بجز تبادلہ

یا باہمی رضامندی کہ جسکا مدار علم ہو فریب و دھوکہ کا اسمین دخل نہو اور نیز چونکہ انسان مدنی الطبع ہے اور انکی روزی بغیر باہمی
معاونت کے قائم نہین ہوتی اسلیے خدا کیطرف سے معاونت کے واجب ہونیکا حکم نازل ہوا اور نیز یہ حکم نازل ہوا کہ اسمین
کوئی شخص بدون حاجت ضروری سے خالی نہو اس چیز سے جسکو تمدن مین دخل ہے اور نیز اصل ذریعہ اصول معاش کا جمع کرنا یا انکا
مباحہ کی مدت سے اس مال کا بڑھانا جیسے چرانے سے مویشی کی نسل کا بڑھانا اور زمین کی اصلاح اور پانی دینے سے زراعت کرنا اور
اسمین یہ شرط ہے کہ بعض لوگ بعض پر تنگی نکرین جس سے تمدن کا فساد لازم آئے لوگون کے مال کا معاش سے بڑھانا ایک ایسی
چیز ہے کہ بجز اسکے شہر کے حال کا قائم رہنا یا تو ناممکن ہے یا دشوار ہے مثلاً ایک شخص ایک شہر سے دوسرے شہر مین تجارت کا
مال لاتا ہے اور ایک مدت معین تک اس مال کی حفاظت کرتا ہے اور ایک شخص اپنی کوشش و عمل سے دلالی کرتا ہے اور
کوئی شخص مال کے اندر ایک جدید اور پسندیدہ صفت پیدا کرتا ہے اور لوگون کے مال کی اصلاح کرتا ہے - پس اگر مال کا بڑھانا
اس ذریعہ سے ہو کہ اسمین لوگون کی معاونت کو دخل نہو جیسے قمار بازی یا باہمی ایسی رضامندی سے ہو جسمین مجبور
ہونیکے معنی پائے جاتے ہون جیسے سود مین کیونکہ آدمی تنگدست ہوکر اپنے اوپر اس چیز کو لازم کرلیتا ہے جسکا ایفا
نہین کرسکتا اور اسکی رضامندی حقیقت مین رضامندی نہین ہے - پس یہ عقود اسباب صالحہ اور پسندیدہ عقود کے
قبیلہ سے نہین ہین بلکہ اصل حکمت مذہب کے اعتبار سے یہ عقود باطل و حرام ہین - اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے
من احیی ارضا میتۃ فھی لہ - جو شخص کسی بنجر زمین کو بناوے پس وہ اسی کی ہے - مین کہتا ہون اسکی اصل وہ ہے
جسکی طرف ہم اشارہ کرچکے کہ سب خدا تعالی کا مال ہے اور فی الحقیقت اسمین کسی کا حق نہین ہے مگر چونکہ خدا تعالی نے
زمین اور زمین کی چیزون سے نفع حاصل کرنے کو مباح کیا ہے لہذا لوگون مین حرص پیدا ہوئی اور اس وقت مین یہ حکم دینا
مناسب ہوا کہ کوئی شخص جسنے بلا کسی کے ضرر پہونچائے ایک چیز پر قبضہ کرلیا ہے اس سے وہ چیز نہ چھینی جاوے - اور جب
ایک شخص بنجر زمین کو جو شہرون اور نہ شہرون کے گرد ہے آباد کرے تو وہ شخص سب سے پیشتر اسکا قابض ہوا اور کسی کی
ضرر رسانی بھی اسنے نہین کی پس اس شخص سے اس زمین کو نکال لینا نامناسب ہے ۔ اور تمام زمین فی الحقیقت بمنزلہ مسجد
یا رباط کے ہے جو مسافرون کے لیے وقف کیجاتی ہے اور سب مسافر لوگ رباط مین شریک ہین اور ہر مقدم کو اپنے
موخر پر تقدم ہے اور آدمی کے حق مین ملک کے معنی یہ ہین کہ بہ نسبت دوسرے کے انتفاع کے ساتھ وہ شخص سزاوار ہے
اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے عادی الارض للہ و رسولہ ثم ہی لکم منی - عادی زمین خدا اور اسکے رسول کے
لیے ہے پھر وہ میری طرف سے تمہارے لیے ہے - معلوم کرو کہ عادی زمین اس زمین کو کہتے ہین کہ جسکے باشندے ہلاک
ہوجاوین اور کوئی شخص دعوی اور مخاصمت اور اپنے مورث کے سب سے پیشتر قبضہ کے ساتھ حجت کرنیوالا باقی نرہا ہو
پس ایسی حالت مین اس زمین سے بنی آدم کی ملکیت قطع ہوگئی اور وہ زمین خالص خدا تعالی کی ملک ہوگئی اور اسکا حکم
اس زمین کا سا ہوگیا جو کبھی آباد نہیں ہوئی - اسلیے کہ ملک کے معنی ہم بیان کرچکے ہین اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے
لا حمی الا للہ و رسولہ - کہ چراگاہ بجز خدا اور اسکے رسول کے کسی کی نہین - مین کہتا ہون چونکہ گھاس کے رکھانے مین
لوگون پر تنگی اور ظلم اور ضرر رسانی ہے لہذا اس سے نہی کی گئی اور آپ اس سے اسلیے مستثنی کیے گئے کہ خدا تعالے نے

آپکو میزان عدل عطا فرمائی تھی اور اس بات سے خدا تعالیٰ نے آپکو محفوظ کیا ہے کہ کوئی ناجائز بات آپسے صادر ہو
اور ہم بیان کرچکے ہین کہ جن امور کا مبنی احتمالات غالبہ پر ہوتا ہے اُنسے آپکی ذات مبارک مستثنیٰ ہوتی ہے اور
جن امور کا مبنی تہذیب نفس وغیرہ پر ہوتا ہے وہ امور آنحضرت صلعم اور آپکی امت پر برابر لازم ہوتے ہین اور آنحضرت
صلعم نے سیل مہزور مین یہ حکم دیا کہ جبتک ٹخنون تک پانی پہونچے روک لیا جاے پھر اوپر والا نیچے والے کو چھوڑ دے
اور زبیر رضی اللہ عنہ کے مخاصمت کے قصہ مین یہ فیصلہ کیا کہ اے زبیر پہلے تو اپنی زمین کو پانی دے لے پھر اسکو
یہانتک روک لے کہ دیوارون کی جڑ تک آجاے پھر اپنے ہمسایہ کے لیے چھوڑ دے - مین کہتا ہون کہ اصل اسمین یہ ہے
جب ایک مباح چیز مین لوگون کے حقوق بترتیب متعلق ہوے ہین لہذا واجب ہے کہ ہر شخص کے لیے جو کم از کم معتد بہ
فائدہ حاصل ہو سکے اُسکی مقدار مین بھی ترتیب کی رعایت کیجاے کیونکہ اگر قریب کو مقدم نہ کیا جاے تو اسپر
تحکم و ضرر رسانی ہے اور اگر درجہ بدرجہ ہر شخص کامل طور سے فائدہ نہ حاصل کرے تو حق نہین حاصل ہوتا اس اصل کے
موافق اس حد تک پانی کے روکنے کا حکم دیا کہ ٹخنون تک آجاے اور ٹخنون تک اور جڑ دیوار تک قریب قریب ہے
کیونکہ وہ دیوار تک پہونچنے کی شروع حد ہے اور جبتک پانی ٹخنون سے نیچے ہے اُسکو زمین جذب کرسکتی ہے اور
دیوارون تک نہین پہونچ سکتا اور ایکمرتبہ آپنے ابیض بن حمال مازنی کو نمک جو مارب مین تھا عطا فرما دیا پھر
کسی نے آپسے عرض کیا آپ نے تو اُسکو بے انتہا مال عطا فرما دیا راوی کہتا ہے کہ آپنے پھر اُس سے واپس لے لیا مین کہتا ہون
بلاشک جو ایک کھلی ہوئی کان ہے اور اسمین بہت محنت کی حاجت نہین ہے مسلمانون مین سے ایک شخص کے لیے
اُسکے عطا کرنے مین اُنکو ضرر رسانی اور تنگ کرنا ہے - اور آنحضرت صلعم سے کسی نے لقطہ کی بابت دریافت کیا آپ نے
فرمایا اُسکی ظرف اور دہانہ بند کو شناخت کر پھر ایک برس تک اُسکی شناخت کرا پس اگر اُسکا مالک آجاے تب تو بہتر ہے
ورنہ تجھے اُسکا اختیار ہے پھر اُسنے عرض کیا کہ پھر گم شدہ بکری کا کیا حکم ہے تو آپنے فرمایا کہ وہ تیری ہے یا تیرے
بھائی مسلمان کی ہے یا بھیڑیے کی ہے پھر اُسنے عرض کیا کہ گم شدہ اونٹ کا کیا حکم ہے - آپنے فرمایا اُس سے
تجکو کیا مطلب ہے اُسکے ساتھ اُسکی مشک یعنی پیٹ اور اُسکے قدم ہین پانی پیے گا اور درختون کو کھائیگا یہانتک
کہ اُسکو اُسکا مالک ملجائے - اور جابر نے فرمایا ہے کہ آنحضرت صلعم نے ہاتھ کی لکڑی اور کوڑے اور رسی وغیرہ کی اجازت
دی ہے کہ کوئی اُسکو اُٹھا کر نفع حاصل کرسکتا ہے - مین کہتا ہون کہ معلوم کرو لقطہ کا حکم اسی کلیہ مذکورہ سے
ماخوذ ہے پس جن چیزون سے اُنکا مالک مستغنی ہو اور اُنکے گرجانے کے بعد وہ لوٹ کر نہ آوے یعنی حقیر چیز ہو تو
اُسکا ملک مین داخل کرلینا جائز ہے بشرطیکہ اس بات کا گمان غالب ہو کہ اُسکا مالک وہان موجود نہین ہے اور
لوٹ کر وہان واپس آسکتا ہے - کیونکہ وہ چیز خدا تعالیٰ کے ملک مین داخل ہو کر مباح ہوگئی اور اگر کسیقدر قیمتی
چیز ہے جسکی انسان جستجو کرتا ہے اور اُسکی تلاش کرنے کو واپس آجاتا ہے تو ایسی چیز کا اعلان کرنا ضروری ہے چنانچہ
ایسی چیزون کی شناخت کرانے اور اعلان کرنیکا دستور جاری ہے اُسوقت تک کہ اُسکے مالک کے واپس نہ آنے کا
گمان غالب ہو جائے اور گم شدہ بکری وغیرہ کا پکڑنا مستحب ہے کیونکہ اُسنے اگر اُسکو نہ پکڑا تو اُسکے ضائع ہونیکا احتمال ہے

اور اونٹ وغیرہ کا بکنا مکروہ ہے اور معلوم کرو کہ ہر مبادلہ مین چند باتین ضرور ہوتی ہین ایک تو عاقدین اور ایک عوضین اور ایک وہ چیز جو عاقدین کے اس مبادلہ پر راضی ہونے پر ظاہری دلیل ہوتی ہے جو اُنکے منازعت کو قطع کرنیوالی اور عاقدین کو عقد کو لازم کرنیوالی ہوتی ہے عاقدین مین یہ شرط ہے کہ وہ دونون آزاد و عاقل و نفع و نقصان کے پہچاننے والے اور اس عقد کو بصیرت اور ثبات کے ساتھ کرنیوالے ہون اور عوضین مین شرط ہے کہ وہ دونون قابل انتفاع اور قابل رغبت ہون اور لوگ اس قسم کے مال کیطرف حرص کرتے ہون اور وہ مال اُن چیزون سے نہو جو ہر شخص کے لیے مباح ہے اور نہ اس قسم کا مال ہو کہ لوگون کا اسمین قابل اعتبار فائدہ نہوتا ہو ورنہ وہ عقد اس قبیلہ سے نہوگا جسکو خدا تعالی نے اپنی مخلوق کے لیے مقرر فرمایا ہے یا وہ عقد بیکار ہوگا یا اسمین کوئی ضمنی فائدہ کی رعایت ہوگی جسکا ظاہر منع کرنا ہین پایا جاتا اور بسبب مفاسد کے ایک فساد ہے کیونکہ اس عقد کا کرنیوالا اس بات کا امیدوار ہوتا ہے کہ جس چیز کا اُسنے ارادہ کیا ہے وہ اسکو ملیگی پس وہ شخص ناامیدی کے ساتھ سکوت کرتا ہے یا بلا کسی حق کے جو لوگون کے ساتھ متعلق ہوا ہو وہ شخص جھگڑا کرتا ہے اور جس چیز سے عاقدین کی رضامندی معلوم ہوتی ہے اسمین یہ شرط ہے کہ وہ ظاہری امر ہو جس سے لوگون کے سامنے مواخذہ کر سکین اور اس شخص کو بلا حجت قائم کیے زیادتی کرنیکا موقع نہو اور اس باب مین زیادہ ظاہر چیز زبان سے تعبیر کرنا ہے اور پھر اسکے بعد لین دین کرنا جسمین شک باقی نرہے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے المتبایعان کل واحد منہما بالخیار علی صاحبہ ما لم یتفرقا الا بیع الخیار۔ بائع اور مشتری میں سے ہر ایک کو دوسرے پر اختیار ہے جبتک وہ دونون جدا نہون بجز بیع اختیار کے مین کہتا ہون معلوم کرو کہ ایک ایسے امر کا ہونا ضروری ہے جو ہر ایک کے حق کو دوسرے کے حق سے جدا کر سکے اور بیع کے رد کرنے مین اُن دونون کے اختیار کو دور کر سکے اور اگر ایسا امر قاطع نپایا جاوے تو ہر شخص دوسرے کو ضرر پہونچا سکتا ہے اور نیز وہ شے جسکے قبضہ مین ہے اسمین اس خوف سے در تصرف نہین کرتا کہ وہ اُسکا مالک نہے اور اس جگہ ایک وسیلہ امر ہے یعنی وہ لفظ جس سے عاقدین کی اس عقد سے رضامندی اور اُنکا عزم معلوم ہو اور وہ قاطع یہ لفظ نہین ہو سکتا کیونکہ اس قسم کے الفاظ ملاطفت اور قیمت کرتے وقت مستعمل ہوتے ہین اسلیے کہ جبتک ایک مقدار کے ساتھ یقینی ظاہر کیا جاوے اُن دونون کا راضی ہونا ممکن ہے اور نیز لوگون کی زبان ایسے وقت مین رغبت دلی کی صورت ہوتی ہے اور الفاظ مین باہم فرق کرنے سے ہرج عظیم لازم آتا ہے اور ایسے ہی جانبین سے دادوستد کرنا ہے کیونکہ ہر شخص کو اپنے مطلوب کے لینے کی ضرورت ہوتی ہے اسلیے کہ اس چیز کو دیکھے اور اسمین تامل کرنے کے لیے خریدتا ہے اور ایک لینے کو دوسرے لینے سے فرق کرنا آسان ہے اور یہ بھی جائز نہین کہ وہ قاطع پوشیدہ شے ہو اور نہ یہ ممکن ہے کہ زیادہ مدت مثلا ایک دن یا اس سے زیادہ قاطع مقرر کیجاے کیونکہ بہت سی چیزون سے اُسی دن نفع لینا مطلوب ہوتا ہے لہذا ضروری ہوا کہ وہ قاطع تفرق مجلس گردانا جاے کیونکہ اس بات کا دستور جاری ہے کہ عقد کے وقت عاقدین جمع ہو جاتے ہین اور اسکی نرمی کے بعد جدا جدا ہو جاتے ہین اور اگر تمام عرب و عجم کے ہر قسم کے لوگون کا تفحص کیا جاے تو یہ بات معلوم ہو جائیگی کہ اسمین اکثر تفرق کے بعد بیع کے رد کرنے کو جور و ظلم خیال کرتے ہین اور تفرق سے قبل یہ خیال نہین کرتے بارے اگر جو شخص اپنی فطرت کو بدل ڈالے اور شرایع الہیہ نزول انھین احکام کے ساتھ ہوتا ہے جنکو نفوس عامہ دفعتہ قبول

کر لیتے ہیں اور چونکہ بعض لوگ عقد کے بعد اس خیال سے کہ انکو اس عقد میں نفع ہوا ہے پوشیدہ طور پر چاہتے ہیں
اور دوسرے عاقد کے اقالہ کرنے کو ناگوار سمجھتے ہیں اسمیں چونکہ قلب موضوع لازم آتا ہے لہذا آنحضرت صلعم نے اس سے
نہی فرمائی ولا یحل له ان یفارق صاحبه خشیة ان یستقیله۔ اسکو روا نہیں ہے کہ اقالہ کے خوف سے اپنے ساتھی کو
چھوڑ کر چلا جاوے پس ان دونوں کو لازم ہے کہ وہ دونوں اپنے حال پر قائم رہیں اور ہر شخص دوسرے کے ساتھ جدا ہووے
معلوم کرو مثلاً اگر دس ہزار انسان ایک شہر میں جمع ہوں تو سیاست مدنیہ کو انکے پیشوں سے بحث ہوتی ہے پھر اگر
وہ لوگ کثرت سے صنائع اور سیاست بلدہ میں مشغول ہوں اور انمیں سے تھوڑے لوگ مویشیوں کے چرانے اور زراعت
کے پیشہ میں مشغول ہوں تو دنیا کے اعتبار سے انکی حالت خراب ہو جاتی ہی اور اگر شراب اور بت بنانے کا پیشہ اختیار کریں
تو اسمیں لوگوں کو ان چیزوں کے اس طور پر استعمال کرنے کی رغبت ہوگی جو انکے استعمال کا دستور ہے اور اسمیں دین کے
اعتبار سے ان لوگوں کی ہلاکت ہے اور اگر پیشوں کے پیشہ ور دان پر اس دستور کے موافق تقسیم کیجاوے جو حکمت کا مقتضی ہے
اور جو لوگ بہت پیشے کرتے ہیں انکو اس سے روکا جاوے تو انکی حالت درست ہو سکتی ہے اور اسی طرح شہروں کے
خراب ہونیکی یہ صورت ہے کہ رؤسا کو مکلف مکلف زیور اور ابریشم و مکانات کھانے و حسین و جمیل عورتوں کیطرف
رغبت دلائی جاوے اور علی ہذا القیاس جتنی چیزیں ان تدابیر ضروریہ کے مقتضی ہیں جنکے بغیر آدمی کو چارہ نہیں ہے اور تمام
عرب و عجم کا اس پر اتفاق ہے ضروری ہیں پھر امور طبعیہ میں تصرف کر کے لوگ ایسے پیشے اختیار کریں جنسے رؤسا کی خواہشیں
پوری ہوں مثلاً ایک قوم لڑکیوں کو ناچنا گانا اور حرکات متناسبہ بدیعہ کے سکھلانے کیطرف متوجہ ہو اور کچھ لوگ کپڑوں کے
اندر قسم قسم کے خوش رنگ اور طرح طرح کے حیوانات اور درختوں کی صورتیں اور عجیب عجیب نقش و نگار بنانے کیطرف
متوجہ ہوں اور کچھ لوگ سونے اور قیمتی جواہرات میں عجیب و غریب صنعتیں نکالنے کیطرف متوجہ ہوں اور کچھ لوگ بلند بلند
مکان بنانے اور انکے نقش و نگار کا پیشہ اختیار کریں پس جب لوگوں کی ایک جماعت کثیر ان پیشوں کیطرف متوجہ
ہوگی تو ضرور ہے کہ اسیقدر زراعت و تجارت لوگوں سے متروک ہو جاویگی اور جب شہر کے لوگ ان باتوں میں روپیہ صرف کرینگے
تو اسیقدر شہر کی مصلحتوں میں کوتاہی ہوگی اسکا انجام یہ ہوگا کہ جو لوگ ضروری پیشے کرتے ہیں انکو اسمیں دقت ہوگی بسبب
ٹکس مقرر ہونیکے یعنی کاشتکار و تجار و اہل صنعت لوگوں کو اور اسمیں شہر کے لیے ضرر ہے جو اسکے ایک حصے سے دوسرے
جزو تک متعدی ہو کر تمام شہر کو وہ ضرر عام ہو جاویگا جسطرح کتے کا ضرر اس شخص کے بدن میں اثر کر جاتا ہے جسکو کتا
کاٹتا ہے یہ جسقدر ہمنے بیان کیا دنیا کے اعتبار سے انکو ضرر پہونچنے کا بیان ہے اور کمال اخروی کیطرف پہونچنے میں
جو انکو ضرر پہونچتا ہے وہ مستغنی عن البیان ہے۔ اور یہ مرض عجم کے ملک میں بکثرت پھیلا ہوا تھا لیکن خدا تعالی نے
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں اس بات کا القا فرمایا کہ اس مرض کا مادہ بالکل قطع کر کے اسکا علاج کیا جاوے پھر آنحضرت صلعم
نے ان چیزوں کے غالب منشا کیطرف ملاحظہ فرمایا۔

## بیع کے ان اقسام کا بیان جن سے شرع میں ممانعت کی گئی ہے

معلوم کرو کہ جو شرع میں حرام اور باطل ہے اسلیے کہ وہ فی الحقیقت لوگوں سے مال کا چھین لینا ہے اور اسکا منشا اتباع

جہل و حرص و آرزوے باطل و فریب پر ہے یہ باتین اُس شخص کو شرطون پر آمادہ کرتی ہین اور اُسکو تمدن و تعاون مین کچھ دخل نہین ہے اور جس شخص کو نقصان پہونچا ہے اُس شخص کا سکوت غصہ و ناامیدی کے ساتھ ہوتا ہے اور اگر وہ شخص نالش کرے تو اُسکی مخاصمت ایسی چیز مین پائی جاتی ہے جو اُسنے خود اپنی ذات پر لازم کی ہے اور قصداً اُسمین پڑا ہے اور دوسرے شخص کو اُسکا مزہ پڑجاتا ہے اور تھوڑے سے بہت کیطرف اُسکی خواہش پیدا ہوتی ہے اور بوجہ حرص کے وہ عیب اُس سے نہین ترک ہوتا اور تھوڑی سی وہ بہت اُسکو کبھی ضرر پہونچ جاتا ہے اور جوے کی عادت ڈالنے مین مال کا خراب کرنا اور جھگڑون کا پیدا کرنا اور تدابیر مطلوبہ کا ترک کرنا اور معاونت سے جو تمدن کا دارمدار ہے اعراض کرنا ہے اور جوانہ کرنے کے بعد ہمارے بیان کرنے کی کچھ حاجت نہین ہے کیونکہ تمنے جواریون کو ان باتون سے خالی نہ دیکھا ہوگا اور اسیطرح سود ہے اور وہ اس سے عبارت ہے کہ مقروض نے جتنا قرضہ لیا ہے اُس سے زیادہ یا بہتر کو ادا کرے یہ حرام باطل ہے اسلیے کہ تمام مقروضونکا یہ قاعدہ ہے کہ اس قسم کا قرضہ اپنی حاجت اور پریشانی کیوجہ سے لے تو لیتے ہین لیکن حسب وعدہ اُسکا ایفا نکرنے سے وہ چند در چند ہوتا چلا جاتا ہے کہ اُس سے خلاصی کبھی ممکن ہی نہین اور اسمین مناقشات عظیمہ اور خصومات عامہ کا مظنہ ہے اور جبکہ مال کے بڑھانیکا اسطرح طریقہ رسم ہوجاویگا تو اسکی وجہ سے کھیتیان اور تمام صنعتین متروک ہوجاوینگی جو تمام پیشون کی جڑ ہین اور سود سے زیادہ تمام عقود مین کوئی ایسا عقد نہین ہے جو خصومت اور پرواہی مین اوس سے زیادہ ہو اور یہ دونون پیشے بمنزلہ سکر کے ہین کہ جو کمانے کے طریقے خداتعالے نے اپنے بندون کے لیے مشروع فرمائے ہین اُنکے بیچ کو یہ قطع کرتے ہین اور ان دونو مین بُرائی اور نزاع ہوتا ہے اور ایسے امور مین شارع کو اختیار ہوتا ہے یا تو اُنکے لیے کوئی حد مقرر فرماوے اور اُس حد سے کم مقدار مین رخصت عطا فرماوے اور اُس حد سے زیادہ مین نہی کی تغلیظ یا بالکل اُس سے منع فرماوے اور جوے و سود کی عرب مین عادت تھی اور انکے سبب سے بے انتہا قصے و جھگڑے پیدا ہوتے تھے اور ان دونو مین تھوڑے سے بہت ہوجاتا تھا پس اس سے زیادہ مناسب و سزاوار کوئی صورت نہ تھی کہ اُنمین بُرائی اور فساد کے حکم کی پورے طور پر رعایت کیجاے اور اُسکو برقرار رکھا جاوے لہذا اُن دونون سے بالکل نہی فرمائی جاوے اور معلوم کرنا چاہیے کہ سود کی دو قسمین ہین ایک تو سود حقیقی دوسرے وہ جو حقیقی پر محمول ہے سود حقیقی تو قرض مین ہوتا ہے اور ہم اس بات کو بیان کرچکے ہین کہ اُسمین معاملات کے موضوع کا بدلنا ہے اور ایام جاہلیت مین لوگ اسکے نہایت منہمک ہورہے تھے اور اُسکے سبب سے بڑی بڑی لڑائیان پھیل گئی تھین اور جہان کسی نے تھوڑا سا سود سے لیا پھر اُسکو بہت کی خواہش ہوتی تھی لہذا اُس دروازہ کا بالکل بند کرنا واجبات سے ہوا اسلیے قرآن مین اُسکے باب مین جو کچھ نازل ہوا ہے نازل ہوا اور دوسری قسم کا سود یہ ہے کہ خرید و فروخت مین زیادتی کے ساتھ مین لین دین ہو اور اسکی حجت یہ حدیث ہے الذہب بالذہب والفضۃ بالفضۃ والبر بالبر والشعیر بالشعیر والتمر بالتمر والملح بالملح مثلاً بمثل سواء بسواء یداً بید فاذا اختلفت ہذہ الاصناف فبیعو کیف شئتم اذا کان یداً بید سونے کو ساتھ سونے کے اور چاندی کو چاندی کے ساتھ اور گیہون کو گیہون سے اور جو کو جو کے ساتھ اور چھوارے کو چھوارے سے اور نمک کو نمک سے مثل کو مثل کے ساتھ برابر برابر دست بدست اور پھر یہ جنسین مختلف ہون تو جیسے چاہو فروخت کرو

بشرطیکہ دست بدست ہو۔ اسکا نام تاکید و تغلیظا اور سود حقیقی کے مشابہت کے سبب ربوا رکھا ہے جیسا آنحضرت صلعم نے
فرمایا ہے المنجم کاہن نجومی کاہن ہے اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حدیث کے معنی بھی مفہوم ہو سکتے ہین لاربا
الا فی النسیئۃ کہ نہین ہے سود مگر قرض مین۔ پھر شرع کے اندر کثرت سے سود کا استعمال اس معنی مین آیا ہے حتی کہ ربا کا
لفظ ان معنی مین بھی حقیقت شرعیہ کے اعتبار سے مستعمل ہوتا ہے واللہ اعلم۔ اور حرام ہونیکے اندر حکمت یہ ہے
کہ خدا کو نہایت عیش پسندی مثلاً حریر کا لباس پہننا ناپسند ہے۔ اور علی ہذا القیاس وہ ارتفاقات جنمین طلب دنیا کے
اندر منہمک ہونے کی حاجت پڑتی ہے جیسے سونا چاندی کے برتنون کا استعمال کرنا اُن زیورات کا پہننا جو بڑے بڑے
زیور مین اور گڑھکر بنائے جاتے ہیں جیسے کنگن اور ارجری اور ہنسلی وغیرہ اور کھانے پینے مین زیادہ تکلف کرنا کیونکہ
یہ امور لوگونکو اسفل السافلین مین گرا دیتے ہین اور انکی فکرون کو ناپاک رنگون کیطرف پھیر دیتے ہین اور رفاہیت
فی الحقیقت ہر ارتفاق مین عمدہ چیز کی آرزو کرنے اور ردی چیز سے اعراض کرنیکا نام ہے اور نہایت کامل درجہ کی
رفاہیت یہ ہے کہ ایک چیز [illegible] رنگ کا پسندیدہ ہونیکا لحاظ کیا جاوے اور اسکی تفصیل یہ ہے کہ انسان کی زندگی کے لیے
کسی نہ کسی قسم کی روزی اور کوئی نہ کوئی نقد ہونا ضروری ہے اور تمام اقسام کی قوت اور تمام اقسام کے نقود کے ساتھ
ایک ہی طرح کی احتیاج ہے اور دونوں یعنی ہر ایک کا دوسرے سے مبادلہ کرنا ان ارتفاقات کے اصول مین سے ہے
کہ جنکے بغیر چارہ نہین ہے اور کسی چیز کو کسی چیز کے ساتھ جو اُسکی جگہ کافی ہو سکے مبادلہ کی حاجت نہین ہے مگر باینہمہ لوگون کے
مزاج اور انکی عادات کا اختلاف اس بات کا موجب ہے کہ تعیش مین انکے درجے مختلف و متفاوت ہون چنانچہ
اللہ پاک فرماتا ہے نحن قسمنا بینہم معیشتہم فی الحیوۃ الدنیا و رفعنا بعضہم فوق بعض درجت لیتخذ بعضہم بعضا
سخریا۔ ہمنے انکی زندگی مین انکی روزی بانٹدی ہے اور بعض کے بعض پر درجے بلند کیے ہین تاکہ انمین بعض بعض سے
تمسخر کرین پس آئین ہے بعض لوگ چانول و گیہون کھاتے ہین اور بعض جو اور جوار اور بعض چاندی کا زیور پہنتے ہین
اور لوگون کا باہم مثلاً چانول و گیہون کی قسمون مین تمیز ہونا اور بعض کی بعض پر فضیلت اور اسیطرح سونے اور اُسکے
دستور کے اقسام مین باریک باریک صنعتون کا لحاظ کرنا اہل اسراف و عجمی لوگون کا دستور ہے اور ان باتون کا اہتمام کرنا
فی الحقیقت دنیا مین غرق ہو جانا ہے پس مصلحت شرعی کا یہی مقتضی ہوا کہ اس دروازے کو بند کیا جاوے اب فقہا کی
سمجھ مین یہ بات آئی کہ اُن چھ چیزون کے سوا جنکی حدیث شریف مین تصریح آئی ہے اور چیزون مین بھی سود جاری
ہوتا ہے اور جو چیز ان چھ مذکورہ مین سے کسی کے ساتھ ملحق ہے اُسکی طرف بھی سود کا حکم جاری ہوتا ہے پھر اُسکی علت
دریافت کرنے مین باہم فقہا کے اختلاف ہوا اور قوانین شرعیہ کے اعتبار سے زیادہ تر موافق یہ ہے کہ سونے چاندی مین
اُسکی علت ثمنیت ہو مگر یہ علت انھین دونون کے ساتھ مختص ہے اور باقی چار مین اُسکی علت یہ ہے کہ وہ شے اس
قابل ہو کہ قوت کے لیے اُسکو جمع کر سکین اور نمک پر دوا اور مصالحون کو قیاس نہین کر سکتے کیونکہ کھانے کو جسقدر
نمک کیطرف حاجت ہے وہ حاجت کسی چیز کیطرف نہین ہے بلکہ اُس حاجت کا دسوان حصہ بھی نہین ہے پس نمک
قوت کا جزو اور بمنزلہ قوت کے ہے بخلاف اور چیزون کے اور یہ علت ہمکو اسلیئے معلوم ہوئی کہ شرع نے بہت ایکے کام مین

ثمنیت کا لحاظ کیا ہے مثلاً مجلس عقد میں تقابض البدلین کا ضروری ہونا وغیرہ - اور اسلیے کہ حدیث شریف میں طعام کا
لفظ بھی وارد ہوا ہے اور طعام کے عرف میں دو معنی آتے ہیں ایک تو طعام صرف گیہوں کو کہتے ہیں اور وہ یہاں مراد نہیں
ہو سکتا اور دوسرے مطلقاً اُس چیز کو طعام کہتے ہیں جو قوت کے لیے جمع کیا جاوے یہی سبب ہے کہ طعام کا لفظ میوہ جات
اور مصالحہ کے مقابل آتا ہے اور مجلس عقد میں تقابض کے واجب کرنے کے دو سبب ہیں ایک تو یہ کہ طعام و نقد کی طرف
سب چیزوں سے زیادہ حاجت ہے اور سب چیزوں سے زیادہ انکا لین دین ہے اور ان دونوں سے نفع جب ہی حاصل
ہو سکتا ہے جب انکو خود سے معدوم و ملک سے باہر کیا جاوے اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ قبضہ کرنے کے وقت
خصومت پیش ہوتی ہے اور بدل ہو چکتا ہے اور یہ سب جھگڑا دل سے زیادہ قباحت پر مشتمل ہے لہذا ضروری ہوا کہ بالطور
اس باب کو مسدود کیا جاوے کہ عاقدین اُسوقت جدا ہوں کہ جب دونوں کے پاس ثمن و مبیع ہو پہنچ جاوے اور اُن
دونوں میں کوئی قصہ باقی نرہے اور شارع نے جو قبل از استیفا غلہ کے بیع سے منع فرمایا ہے اُسکی علت بھی یہی ہے
اور چاندی کو سونے سے بدلنے میں جو یہ فرمایا ہے مالم تتفرقا وبینکما شیٔ اُسکی وجہ بھی یہی ہے کہ جبتک تم دونوں
جدا ہو اور تم دونوں میں کچھ بات باقی ہو اور دوسری وجہ یہ ہے کہ جب ایکطرف نقد ہے اور ایکطرف غلہ وغیرہ ہے
اُسوقت میں تو نقد اُس شئے کے طلب کرنیکا ذریعہ ہوتا ہے کیونکہ نقد ہونیکا مقتضی یہی ہے پس مناسب ہے کہ اس
چیز کے لینے سے پہلے اُسکو دیا جاوے اور جب دونوں طرف نقد یا غلہ ہو تو اُسوقت میں ایک کو پہلے دینے کا حکم تحکم
قرار پائیگا اور اگر جانبین میں عوض و معوض کے ادا کرنے کا حکم نہ دیا جاوے تو وہ قرض کے ساتھ بیع ہوگی اور
بسا اوقات بائع یا مشتری اُس شئے کے پہلے دینے سے بخل کرتا ہے لہذا عدل کا یہ مقتضی ہوا کہ اُن دونوں اختلاف کو قطع
کیا جاوے اور اُن دونوں کو اس بات کا حکم دیا جاوے کہ جبتک تقابض نکرلیں جدا نہوں اور غلہ اور نقد کو اسلیے خاص کیا
کہ یہ دونوں تمام اموال کے اصل الاصول ہیں اور سب سے زیادہ انکا لین دین رہتا ہے اور اُن دونوں کے ہلاک کرنے
کے بعد انسان انسے نفع اٹھا سکتا ہے لہذا اگر ان دونوں کے لین دین میں قبضہ کرنے سے پہلے جدا ہونے کا
حکم دیا جاوے تو حرج عظیم لازم آتا ہے اور شب و روز کا نزاع پیدا ہوتا ہے اور دونوں میں اس بات کے منع کرنے سے
معاملہ کی دقت پورے پورے طور پر دفع ہوتی ہے اور معلوم کرو کہ اس قسم کا حکم دینے سے یہ مقصود ہوتا ہے کہ
لوگوں میں اُسکا دستور جاری نہو اور اس قسم کے لوگ عادی نہوں یہ مقصود نہیں ہوتا کہ بالکل اس قسم کے معاملہ کا
وقوع نہ پایا جاوے اسلیے آنحضرت صلعم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا بع التمر ببیع آخر ثم اشتر به - چھوارون کو دوسری
بیع سے فروخت کر پھر اس بیع سے خرید لے اور معلوم کرو کہ بیع کے بعض اقسام ایسے ہیں جنمیں قمار کے معنی پائے جاتے ہیں اور اہل جاہلیت باہم ایسی
خرید و فروخت کیا کرتے تھے لہذا آپنے اس بیع سے منع فرمایا از انجملہ بیع مزابنہ ہے کہ کوئی شخص چھوارے کے سو فرق (۱۲۰ رطل کا ایک ظرف)
سے درخت کا پھل خریدے اور اسمیں بیع محاقلہ ہے اسکی صورت یہ ہے کہ مثلاً ایک شخص کھیتی کو سو تکر گیہوں کے ساتھ فروخت کرے مگر عرایا
آپنے اندازہ کرکے چھوارون کیساتھ بشرطیکہ وہ پھل پانچ وسق سے کم ہوں انکی بیع کو درست فرمایا ہے اور عرایا درختوں کا نام ہے کہ جو بغرض فروخت
ہونیکے باغ سے بچاتے ہیں اسلیے آنحضرت صلعم کو یہ بات معلوم ہوئی کہ اتنی مقدار پر لوگ قمار کا قصد نہیں کرتے بلکہ چاہتے ہیں کہ تر چھوارے

کھالین اور پانچ وسق زکوٰۃ کا نصاب ہیت۔ کہ جسکو ایک کنبہ سال بھر تک کھا سکتا ہے - اور از انجملہ یہ صورت ہیگی کہ مثلاً چھوارون کا ایک انبار رہیگا اور
معلوم نہین ہے وہ ان چھوارون کیساتھ فروخت کئے جائین جنکا وزن معلوم ہے اور از انجملہ بیع ملامستہ ہے اسکی یہ صورت ہے
کہ ایک شخص دوسرے کا کپڑا چھولے تو بیع ثابت ہوجاے اور ایک منابذہ ہے اسکی یہ صورت ہے کہ بغیر دیکھے بھالے
ایک شخص اپنا کپڑا پھینک دے تو بیع ہوجاے اور از انجملہ بیع الحصاۃ ہے یعنی کنکری کے پھینکنے سے بیع ہوجاے -
بیع کے ان سب اقسام مین قمار کے معنی اور موضوع معاملہ کا بدلنا لازم آتا ہے اسلیے کہ معاملہ سے مقصود دیکھ بھال
اسپر استقلال کے ساتھ اپنی حاجت کا پورا کرنا ہوتا ہے - اور بیع العربان سے بھی آپنے منع فرمایا ہے اسکی یہ صورت ہے
کہ مشتری بائع کو کچھ ثمن بیعانہ کے طور پر دیدے اور یہ مقرر ہوجاے کہ اگر مین بیع کو خریدونگا تب تو یہ اسکی قیمت
مین مجرا ہوجائیگا ورنہ بلاعوض یہ تمھارا رہا اور اسمین بھی قمار کے معنی پائے جاتے ہین اور انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کسی نے تازہ چھوارون کو خشک چھوارون کیساتھ خریدنے کی نسبت دریافت کیا تو آپنے فرمایا کہ کیا خشک ہوجانیکے بعد
یہ کچھ کم ہوجاتے ہین سائل نے عرض کیا ہان تو آپ نے اس قسم کی بیع سے منع فرمایا - مین کہتا ہون اسکی وجہ یہ ہے
کہ اسمین بھی ایک قسم کے قمار اور سود حکمی کا احتمال ہے کیونکہ ایک شے کی تمامی کا مال معتبر ہوتا ہے اور انحضرت صلعم
نے فرمایا ہے کہ وہ ہار جسمین سونا اور نگ جڑے ہون فروخت نہ کیا جاے یہانتک کہ اسکو جدا جدا کیا جاے - مین کہتا ہون
اسکی یہ وجہ ہے کہ اسمین ایک قسم کا جوا ہے اور احد العاقدین کے فریب کھانے کا احتمال ہے یا تو غصہ کھاکر سکوت
کریگا یا غیر حق مین نزاع کریگا اور جاننا چاہیے کہ انحضرت صلعم عرب کے اندر ایسے وقت مین مبعوث ہوے کہ انکے اندر
معاملات اور خرید و فروخت پائی جاتی تھی لہذا خدا تعالے نے انحضرت صلعم کے پاس بعض معاملات و بیوع کے
جواز کے اور بعض کے مکروہ ہونے کی طرف وحی نازل فرمائی اور کراہت کا مدار چند چیزون پر ہوتا ہے انمین سے ایک یہ ہے
کہ وہ اس قسم کی چیز ہے جو عادت کے اعتبار سے وہ چیز معصیت پر مشتمل ہوتی ہے یا لوگون کو اس چیز سے جس قسم کا
تمتع حاصل کرنا مقصود ہے وہ ایک قسم کی معصیت ہوتا ہے مثلاً شراب و بت و طنبورہ وغیرہ ہے پس ان چیزون کے
بیع کا دستور جاری کرنے اور انکے بنانے مین ان معاصی کا ظاہر کرنا اور لوگون کو ان معاصی پر آمادہ کرنا اور نزدیک
کرنا ہے اور ان چیزون کے بیع و شرا کرنا اور انکا گھر مین رکھنا حرام کیا جاے تو ان معاصی کو دور کرنا اور لوگون کو
اس بات کی طرف متوجہ کرنا ہے کہ وہ ان چیزون سے اجتناب کرین رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے ان اللہ و رسولہ
حرم بیع الخمر والمیتہ والخنزیر والاصنام - خدا تعالے اور اسکے رسول نے شراب اور مردار اور سور اور بتون کا
فروخت حرام کیا ہے اور نیز آپنے فرمایا ہے ان اللہ اذا حرم شیئا حرم ثمنہ خدا تعالے نے جس چیز کو حرام کیا
تو اسکے ثمن کو بھی حرام کیا یعنی جب ایک چیز سے نفع اٹھانے کا طریق متعین ہے مثلاً شراب صرف پینے کے لیے اور
بت صرف پرستش کے لیے بنائے جاتے ہین پس خدا تعالے نے اس چیز کو حرام کیا ہے اسلیے حکمت الہیہ کا مقتضی ہوا
کہ انکی بیع بھی حرام کیجاے اور نیز آپنے فرمایا ہے مہر البغی خبیث - اجرت زنا کی خبیث ہے اور انحضرت صلعم
نے کاہن کو اجرت دینے سے منع فرمایا ہے اور انحضرت صلعم نے مغنیہ کے کسب سے نہی فرمائی ہے - مین کہتا ہون جس

مال کے حاصل کرنے مین گناہ کی آمیزش ہوتی ہے اُس مال سے بدو وجہ نفع حاصل کرنا حرام ہے ایک تو یہ کہ اس مال کے
حرام کرنے اور اس سے انتفاع نہ حاصل کرنے مین معصیت سے باز رکھنا ہے اور اُس قسم کے معاملہ کے دستور جاری کرنے مین
فساد کا جاری کرنا اور لوگون کو اُس گناہ پر آمادہ کرنا ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ لوگون کی دانست مین اور اُنکی سمجھ مین
ثمن مبیع سے پیدا ہوتا ہے لہذا ملا اعلیٰ مین اُس ثمن کے لیے ایک وجود تشبیہی ہوتا ہے گویا کہ وہ خود مبیع ہے اور
اسیطرح اجرت کے لیے ایک وجود تشبیہی ہوتا ہے پس اُس مبیع اور اس عمل کی خباثت اُنکے علوم مین اُس ثمن اور
اُس اجرت کے اندر سرایت کرجاتی ہے اور لوگون کے نفوس مین بھی اُس صورت علمیہ کا اثر ہوتا ہے اور آپ نے
شراب کے باب مین اُسکے نچوڑنیوالے اور نچڑوانے والے اور پینے والے اور لیجانیوالے اور جسکے پاس لیجاتا ہے سب پر
لعنت کی ہے۔ مین کہتا ہون معصیت کی اعانت کرنا اور اُسکا پھیلانا اور لوگون کو اُسکی طرف متوجہ کرنا بھی معصیت
اور زمین مین فساد برپا کرنا ہے اور از انجملہ یہ ہے کہ نجاست کے ساتھ اختلاط کرنے مین مثل مردار و خون و گوبر و
پاخانہ وغیرہ کے نہایت قباحت اور خدا تعالے کی ناخوشی ہے اور اُسکے سبب سے شیاطین کے ساتھ مشابہت پیدا
ہوتی ہے اور پاکیزگی اور خباثتون سے اجتناب کرنا ان اصول مین داخل ہے جنکے قائم کرنیکے لیے آنحضرت صلعم کو
بھیجا گیا ہے اور جسکے سبب سے ملائکہ کے ساتھ مشابہت پیدا ہوتی ہے اور پاکیزہ لوگون کو خدا تعالے پسند
فرماتا ہے اور چونکہ کسیقدر مخالطت مباح کیے بغیر بھی چارہ نہین ہے اسلیے کہ بالکل اس بات کے مسدود کرنے مین
لوگون پر نہایت دقت ہے لہذا اسیقدر ضروری ہوا کہ ان ناپاک چیزون کے اختلاط کے ساتھ پیشہ اختیار
کرنے اور اُنکی تجارت کرنے سے نہی فرمائی جاوے اور جو ایسے لغو و بیہودہ کام ہین جنسے حیا کیجاتی ہو تو اُنکو بھی
نجاست کا حکم ہے جیسے گابھن کرانا اور اسی لیے آپنے مردار کے بیع کو حرام کیا اور پچھنے لگانے کے پیشہ سے نہی فرمائی اور مروی ہے
آپنے یہ فرمایا ہے اطعمہ ناضحک یعنی اُسکی اجرت سے اپنے اونٹ کی خوراک دیدے اور گابھن کرانیکی اجرت سے نہی فرمائی ہے اور ایک روایت مین اونٹ کے گابھن
کرنے کا لفظ آیا ہے اور اگر بلا شرط کیے اُسکو کچھ دیدیا جاوے جسکے پاس گابھن کرنیکا جانور ہے تو آپ نے اُس شخص کو اجازت
فرمائی ہے اور منجملہ اسباب کراہت کے یہ ہے کہ عاقدین مین عوضین کے اہتمام کے سبب سے قطع منازعت نہو یا وہ عقد دو عقدون
مین سے ایک عقد ہو یا بغیر دیکھے مبیع کے رضا کا پایا جانا ممکن نہو اور مبیع کو اُسنے نہ دیکھا یا بیع کے اندر کچھ ایسی شرط
لگائی جاوے جس سے آیندہ کو حجت و نزاع کرنیکا موقع ہو اور آنحضرت صلعم نے مضامین اور ملاقیح کے بیع سے منع فرمایا ہے
مضامین اُسکا نام ہے جو نر کی پشت مین اور ملاقیح جو مادہ کی شکم مین ہو اور بچے کے بچے کی بیع اور قرض کے ساتھ بیع کرنے
اور ایک بیع مین دو بیع کرنے سے منع کیا ہے مثلاً ایک چیز کو باینطور فروخت کرے کہ اگر نقد لیتا ہے تو ایک ہزار کو اور اگر
قرض لیتا ہے تو دو ہزار کو کیونکہ ایسی صورت مین عقد کیوقت ان دو امر مین سے کسی امر کی تعین نہین پائی جاتی ہے اور
بعض نے یہ بیان کیا ہے کہ اُسکی یہ صورت ہے کہ مشتری بائع سے یون کہے کہ میرے ہاتھ اس چیز کو بعوض ہزار روپیہ کے
فروخت کر بشرطیکہ فلان چیز کو اتنی قیمت سے فروخت کرے اور یہ ایسی شرط ہے کہ شرط کرنیوالا عقد کے بعد اُسکے ساتھ
حجت پکڑ کے مخاصمت کرسکتا ہے اور از انجملہ ایک صورت یہ ہے کہ بائع مشتری سے شرط کرے کہ اگر تو اس مبیع کو کبھی فروخت

کرے تو مین اُسکے خریدنے کا حقدار ہون - اور حضرت عمرؓ نے ایسی بیع مین یہ فرمایا ہے لا تحل لک تیرے لیے حلال نہین ہے
اور اگر کسی اور کیلیے یہ شرط کرلے تو وہ بھی اُسی قبیلہ سے ہے اور آنحضرت صلعم نے بیع مین سے کسی چیز کے مستثنی کرنے سے
جبتک معلوم نہو نہی فرمائی ہے مثلاً کوئی شخص کسی چیز کے دس ٹکڑے فروخت کرے اور بلا تعین اُسمین سے کچھ مستثنی کرلے
کیونکہ اُسکے اندر جہالت پائی جاتی ہے جو منازعت کا منشاء ہے اور ہر جہالت سے بیع فاسد نہین ہوتی کیونکہ بہت سے امور
بیع مین مجہول چھوڑ دیئے جاتے ہین اور اگر تمام امور کی تفصیل کیجاے تو اسمین ضرر عظیم ہے بلکہ وہ جہالت بیع کو فاسد کرتی ہے
جسکا انجام منازعت ہو اور از انجملہ یہ ہے کہ اس بیع سے کوئی دوسرا معاملہ مقصود ہو کہ وہ بائع یا مشتری بیع کے ضمن مین
یا اُسکے ساتھ اس معاملہ کا امیدوار ہو اسلیے کہ اگر وہ مقصود حاصل نہو تو اُسکو وہ نہ طلب کرسکتا ہے نہ سکوت کرسکتا ہے
اور ایسی بات خواہ مخواہ ناحق خصومت کا باعث ہوتی ہے اور قاضی اُنمین پورا پورا فیصلہ نہین کرسکتا اور آنحضرت صلعم
فرمایا ہے لا یحل بیع وسلف ولا شرطان فی بیع مثل ان یقول بعت ہذا علی ان تقرضنی کذا - یہ درست نہین
کہ بیع بھی ہو اور قرض بھی اور نہ دو شرطین ایک بیع مین روا درست ہین مثلاً بائع کہے اس چیز کو مین اس شرط پر فروخت کیا کہ تو مجھے
اسقدر قرض دے اور دو شرطون کے معنی یہ ہین کہ ایک تو حق بیع کا شرط کرنا اور ایک کسی خارجی چیز کا شرط کرنا مثلاً
یہ شرط لگائی کہ مجکو فلان چیز ہبہ کردینا یا فلان شخص سے میری سفارش کردینا یا اگر تو کبھی اس چیز کو فروخت کرے تو
میرے ہی ہاتھہ فروخت کرنا وعلی ہذا القیاس پس ان سب صورتون مین ایک عقد کے اندر دو شرطین پائی گئین اور منجملہ اسباب
کراہت کے یہ ہے کہ عاقد کے ہاتھ سے تسلیم نہ پائی جاے مثلاً مبیع ایسی چیز ہے جو بائع کے پاس موجود نہین ہے بلکہ وہ کسی
دوسرے شخص پر اُسکا حق ہے یا وہ ایسی چیز ہے کہ جبتک وہ شخص اپنے مقدمہ کو قاضی کے ہان پیش نکرے یا بینہ قائم نکرے
یا اُسکے ملنے کے طریقہ مین کوشش نکرے یا اُسپر قبضہ نکرے اور اُسکی ناپ تول نکرالے جبتک وہ چیز اُسکو نہین مل سکتی اسلیے
کہ اسمین ایک قضیے کے اندر دوسرے قضیے کے پیدا ہونے یا فریب کے پائے جانے اور مقصود کے حاصل نہونے کا احتمال ہے اور جو چیز
تیرے پاس موجود نہین ہے تو تجکو اس بھروسہ پر نہ رہنا چاہیے کہ بغیر کوشش کے تجکو وصول ہو جاویگی اور بسا اوقات مشتری
بائع سے مبیع پر قبضہ کرنیکا مطالبہ کرتا ہے اور وہ مبیع اسکے پاس موجود نہین ہوتی تو وہ بائع اُس شخص سے اُس چیز کا مطالبہ
کرتا ہے جسپر اُسکا حق ثابت ہوتا ہے یا جنگل کو شکار کرنے جاتا ہے یا بازار مین خریدنے کا قصد کرتا ہے یا اپنے کسی دوست
سے ہبہ کیطور پر طلب کرتا پھرتا ہے اور اسمین بڑے جھگڑون وقصون کا پیدا کرتا ہے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے
لا تبع مالیس عندک - جو چیز تیرے پاس موجود نہین ہے اُسکو فروخت مت کر اور بیع الغرر سے بھی آپ نے نہی فرمائی ہے
اُسکی یہ صورت ہے کہ اسمین مبیع کے موجود ہونے یا نہونے اور ملنے و نہ ملنے کا یقین نہو اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے من ابتاع
طعاماً فلا یبیعہ حتی یستوفیہ - جو شخص غلہ کو خریدے تو جبتک اُسپر قبضہ نکرے اُسکو فروخت نکرے بعض کے نزدیک یہ حکم
غلہ ہی کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ اموال کے جملہ اقسام مین غلہ کا لین دین اور اسمین حاجت زیادہ ہے اور جبتک اُسکو
ہلاک نکیا جاوے انسان اُس سے منتفع نہین ہوسکتا اور جبتک مشتری نے اُسپر قبضہ نہین کیا ہے تو بسا اوقات بائع کا
اسمین تصرف کرنے اور قضیہ کے اندر قضیہ کے پیدا ہونے کا احتمال ہے اور بعض کے نزدیک تمام منقولات مین یہ حکم جاری ہے

کیونکہ سب مین تغیر و نقصان کے پیدا ہونے اور خصومت کے پائے جانے کا احتمال ہے اور حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہین
کہ مین ہر چیز کو مثل غلہ کے سمجھتا ہون اور ہمنے جو علت بیان کی ہے اُسکے لحاظ سے یہ قول قریب قیاس ہے اور انہی جملہ
کراہت کی صورتون ایک یہ ہے جسمین اُن منازعات کے پیدا ہونے کا احتمال ہے جو آنحضرت صلعم کے زمانہ مین واقع ہو چکے
اور اُنکو اُسمین مناقشات کا احتمال غالب معلوم ہوا ہے جیسے زید بن ثابت نے بیان کیا ہے کہ جب پھلون کو کسی قسم کی آ
عارض ہوا کرتی تھی تو خریدنیوالے بعد کو نزاع کیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ پھل گلگئے اور گر پڑے لہذا آنحضرت صلعم نے
پھلون کے بیع سے جبتک اُنکا سالم رہنا ظاہر ہو جاے منع فرمایا ہے مگر جس صورتمین فی الحال درختون سے پھل کا توڑ لینا شرط
کرلیا جاے۔ اسیطرح غلہ کے بال سے جبتک کہ پختہ ہو کر سفید اور آفت سے محفوظ نہو جاے اُسکے بیع سے منع فرمایا ہے
اور فرمایا ہے کہ دیکھو تو اگر خدا تعالے اُس پھل کو روک دے تو تم مین سے کوئی شخص کس چیز کے بدلہ اپنے بھائی کا مال لیگا
یعنی اسمین دھوکہ ہے کیونکہ ایسے وقت مین مبیع کے ہلاک ہونیکا خطرہ ہے پس بائع کو مبیع میسر نہو سکیگا اور ثمن اُسکے
ذمہ لازم ہو جائیگا اور اسیطرح برسون کے لیے ٹھیکہ دینا منع ہے اور انہی جملہ یہ ہے کہ اُسمین شہر کے انتظام مین نقصان آتا ہو
اور بعض کو بعض سے ضرر پہونچتا ہو ایسی چیز کو دور کرنا اور لوگون کو اُس سے روکنا واجب ہے آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے
**لا تلقوا الرکبان لبیع ولا یبع بعضکم علی بیع ولا یسم الرجل علی سوم اخیہ ولا تناجشوا ولا یبیع حاضر لباد**
بیع کے لیے تلقی رکبان مت کرو اور نہ تم مین کے بعض بیع پر بیع کرین اور نہ کوئی شخص اپنے بھائی کی قیمت کرنے وقت قیمت کر
اور نہ نجش کرو اور نہ کوئی شہری قریہ والے کے لیے فروخت کرے۔ مین کہتا ہون کہ تلقی رکبان کی تو یہ صورت ہے کہ جب
باہر سے سوداگر تجارت کا مال بھر کر لاوین اور شہر مین داخل ہونے اور نرخ معلوم کرنے سے پیشتر کوئی شخص باہر ہی باہر
اُنسے ملکر شہر کے نرخ کے اعتبار سے ارزانی کے ساتھ وہ مال اُنسے خریدلے اور اسمین بائع کا بھی ضرر اور عامہ لوگون کا بھی
ضرر ہے بائع کا تو یہ ضرر ہے کہ اگر وہ بازار مین آتا تو اسیقدر گرانی کے ساتھ فروخت کرتا لہذا اس بیع مین اگر بائع کو اپنے
ضرر پر آگاہی ہو جاے تو اُسکو بیع کے رد کرنے کا اختیار دیا گیا ہے۔ اور عامہ لوگون کا یہ ضرر ہے کہ اس تجارت مین
سب شہر والون کا حق متعلق ہو گیا ہے اور مصلحت مدنیہ کا مقتضی یہ ہے کہ جسکو جسقدر ضرورت ہے اُسیقدر بترتیب
اُسکو مقدم کیا جاے اور اگر حاجت مین برابر ہون تو اُنمین برابری کیجاے یا قرعہ اندازی کیجاے۔ پس بالاہی بالا ایک
شخص کو بلا ترجیح اُس مال کے لے لینے مین ایک قسم کا ظلم ہے مگر شہر والون کو اس بیع کے فسخ کرنے کا اختیار نہین ہے
کیونکہ اس شخص نے اُن لوگون کے مال کا کچھ نقصان نہین کیا اُسنے صرف یہ کیا ہے کہ جس چیز کی اُنکو امید تھی وہ چیز اُسنے
اُنسے روک لی اور بیع بر بیع کرنیمین اپنے ساتھ کے تاجرون کا تنگ کرنا اور اُنکے ساتھ بدمعاملگی ہے اور بائع اول کا حق
متوجہ ہو چکا ہے اور اُسکے رزق کی صورت نکل آئی ہے اُس صورت کا بگاڑنا اور اُسکے معاملہ مین دخل دینا ایک قسم کا ظلم
ہے اور اسیطرح دوسرے شخص کے قیمت لگاتے وقت قیمت لگانے مین خریدارون کو تنگ کرنا اُنکے ساتھ بدمعاملگی ہے
اور بہت سے مناقشات اور عداوتین ان دو باتون سے پیدا ہوتی ہین اور نجش اُسکو کہتے ہین کہ بلا قصد خریدنے مبیع کے
مشتریون کو فریب مین ڈالنے کے لیے قیمت بڑھا دینا۔ اور اسمین جسقدر ضرر ہے ظاہر ہے اور بیع شہر والے کی گانو والے

کے لیے اسکی یہ صورت ہے کہ گانون والا اپنے مال کو لاکر شہر کیطرف اہل ادیسے کہ اسی دن کے نرخ سے بیچے لانے پس سکے
پاس شہر والا آوے او یکہے کہ اپنے مال کو میرے پاس چھوڑ دے یہانتک کہ اسکو کچھ دنون روک کر نرخ گران فروخت کرونگا
او راگر گانون والا خود اسکو فروخت کرتا تو بنرخ ارزان فروخت کرتا اور نفع شہر کا اسمین ظاہر ہے او راسکو بھی نفع ہوتا
اسلیے کہ تاجرون کے نفع اٹھانے کی دو صورتین ہین ایک صورت یہ ہے کہ کچھ دنون روک کے اپنے مال کو بہ نرخ گران
فروخت کرین ان لوگون کے ہاتھ جنکو اس مال کی نہایت حاجت ہے اور حاجت کے مقابلہ مین جو کچھ قیمت وہ دیتے ہین
وہ انکو کم معلوم ہوتی ہے اور ایک صورت یہ ہے کہ تھوڑا سا نفع لیکر اس مال کو فروخت کرین اور پھر جلدی سے تجارت کا
او رمال لاکر اسمین بھی نفع اٹھائین وعلیٰ ہذا القیاس اور یہ انتفاع شہر کی مصلحت کے ساتھ مناسب تر اور برکت کیلیے اقرب
اکثر ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من احتکر فہو خاطئ جو تجارت کے مال کو روکے پس وہ گنہگار ہے اور آنحضرت
صلعم نے فرمایا ہے الجالب مرزوق والمحتکر ملعون۔ لانیوالا مرزوق ہے اور روکنے والا ملعون میرے نزدیک اسکی
یہ وجہ ہے کہ بامید نفع کے اور باوجود حاجت اہل شہر کے اسکی طرف صرف گرانی نرخ اور زیادتی ثمن کے اعتبار سے روکنا
مال کا شہر والون کے حق مین ضرر اور بدنظمی شہر کا سبب ہے۔ وازانجملہ یہ ہے کہ مشتری کو اسمین فریب دیا ہو رسول خدا
صلعم نے فرمایا ہے لا تصروا الابل والغنم فمن ابتاعہا بعد ذلک فہو بخیر النظرین بعد ان یحلبہا ان شاء امسکہا وان سخطہا ردہا وصاعا من تمر او یروی صاعا من طعام لا سمراء۔ تصریہ کرو تم اونٹ
اور بکری مین پس جو شخص اسکے بعد اسکو خریدے پس وہ اسکے دوہنے کے بعد بخیر النظرین ہے اگر اس بیع سے راضی ہو تو
روک لے اسکو اور اگر اس سے ناخوش ہو تو اسکو واپس کر دے اور ایک صاع تمر بھی دیدے اور روایت کیا گیا ہے
صاعا من طعام لا سمراء۔ مین کہتا ہون تصریہ کے معنی تھن مین دودھ کے جمع کرنے کے ہین تاکہ مشتری
دودھ کی کثرت کا خیال کرے پس فریب مین پڑ جاویگا اور چونکہ اسکو خیار مجلس اور خیار شرط کے ساتھ زیادہ تر
مشابہت تھی کیونکہ یہان پر عقد بیع مین گویا دودھ کی کثرت شرط کر دیگئی ہے پھر ہر گاہ اندازہ دودھ اور اسکی قیمت
کا بعد اسکے ہلاک اور تلف کرنے کے بلا تمسک متعذر المعرفت تھا خاصکر وقت بد اخلاقی شریکون کی اور بدویت کے
اسلیئے واجب ہوئی یہ بات کہ باعتبار احتمال غالب کی ایک حد معتدل بیان کیجاے تاکہ خصومت قطع ہو اور چونکہ
اونٹنیون کی دودھ مین ایک قسم کی مہک ہوتی ہے اور ارزانی پائی جاتی ہے اور بکریون کا دودھ عمدہ ہوتا ہے
اور گرانی پائی جاتی ہے اسلیے دونونکا حکم ایک ہوا لہذا یہ بات متعین ہوئی کہ جو چیز ادنی ہے جسکا وہ قوت کرتے ہین
اوسکا ایک صاع مقرر کیا جاوے جیسے چھوارا ملک حجاز مین اور جو و جوار ہمارے ملک مین نہ گیہون اور چاول اسلیے کہ یہ
قوت کے اعتبار سے گران اور اعلیٰ درجے کی چیزین ہین اور بعض ان لوگون نے کہ جنکو اس حدیث پر عمل کرنے کی
توفیق نہین ہوئی ہے انہون نے اپنی طرف سے ایک قاعدہ مقرر کر لیا اور کہا کہ جس حدیث کی تخریج فقیہ کے کوئی اور راوی
کرے جب اسمین قیاس نہ چل سکے تو اسمین عمل متروک ہو جاتا ہے او راس قاعدہ مین اول تو کلام ہے دوسرے
یہ قاعدہ اس صورت پر منطبق ہو سکتا ہے کیونکہ اس حدیث کو بخاری نے ابن مسعود سے روایت کیا ہے

(حالانکہ وہ افقہ الناس تھے) اور اسقدر جواب کے لیے کافی ہے اور اسلیے کہ وہ بمنزلہ تمام اُن مقادیر شرعیہ کے ہے کہ عقل نہیں مقرر کرنے کی خوبی معلوم کر سکتی ہے مگر خاصکر اس مقدار کی حکمت معلوم کرنے میں عقل مستقل نہیں ہے تا بخدا یا مگر اُن لوگون عقلین جو راسخین فی العلم ہین اور آنحضرت صلعم نے ایکمرتبہ غلہ کا ڈھیر دیکھا جسکو اُسکے مالک نے اندر سے تر کر کے رکھا تھا آپنے فرمایا تونے اسکو اوپر کیون نہین کیا تاکہ لوگ اسکو دیکھتے اور فرمایا جو شخص فریب کرے وہ مجھسے نہین اور آنحضرت نے کہ وہ چیز مباح الاصل ہو جیسے وہ پانی کہ جاری ہو اور کثرت سے ہو اور کوئی شخص ظلم و تغلب کر کے اُسکو فروخت کیا کرے کیونکہ اسمین بلاحق خدا یتعالیٰ کے مال مین تصرف کرنا اور لوگون کو ضرر پہونچانا ہے لہذا آنحضرت صلعم نے زیادہ پانی کے فروخت کرنے سے تاکہ اسکے سبب سے گھانس کا فروخت کرنا لازم آئے منع فرمایا ہے۔ مین کہتا ہون اُسکی یہ شکل ہے کہ کوئی شخص کسی چشمہ یا کسی جھیل پر تغلب کر لے اور کسی مویشی کو بغیر کرایہ لیے نہ پینے دے اور اسمین گھاس کا جو مباح شی ہے فروخت کرنا لازم آتا ہے یعنی ایسے وقت مین مواشی کے چرانے کی قیمت دینی پڑیگی اور یہ باطل ہے اسلیے کہ پانی و گھانس دونون مباح چیزین ہین چنانچہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے فیقول اللہ الیوم امنعک فضلی کما منعت فضل مالم یعمل یداک۔ پس خدا یتعالیٰ فرمائیگا آج مین تجھسے اپنے فضل کو روکتا ہون جسطرح تونے اُس چیز کی فضل کو روکا جو بغیر تیری محنت کے پیدا ہوئی تھی اور بعض کے نزدیک حاجت سے زیادہ پانی کا اُس شخص کے ہاتھ فروخت کرنا جو خود پینا چاہتا ہو یا مواشی کو پلانا چاہتا ہو حرام ہے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے المسلمون شرکاء فی ثلث فی الماء والکلاء والنار۔ تین چیزونمین سب مسلمان شریک ہین پانی اور گھانس اور آگ مین مین کہتا ہون اگر یہ چیزین کسی کی مملوک بھی ہون تب بھی اِن چیزون مین ہمدردی نہایت مستحب ہے اور اگر مملوک نہین ہین تب تو انکا حال شرکت مین ظاہر ہے

## بیع کے احکام کا بیان

رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے خدا یتعالیٰ سہولیت والے آدمی پر رحم کرے جب وہ کسی چیز کو فروخت کرے اور جب خریدے اور جب وہ تقاضا کرے۔ مین کہتا ہون سماحت منجملہ اُن اصول اخلاق کے ہے جس سے نفس مہذب ہوتا ہے اور گناہون کی قید سے اُسکی سبب سے رہائی ہوتی ہے اور نیز سماحت مین شہر کا انتظام قائم رہتا ہے اور اسپر باہمی معاونت کا دار و مدار ہے اور بیع و شرا و تقاضا ایسی چیزین ہین جنمین سماحت کے خلاف امور کا احتمال ہوتا ہے لہذا آنحضرت صلعم نے ان امور مین سماحت کے ساتھ برتاو کرنا مستحب کیا اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے الحلف منفقة للسلعة ممحقة للبرکة۔ حلف سودے کا چلانیوالا اور برکت کا گھٹانیوالا ہے۔ مین کہتا ہون بیع کے اندر بہت سی قسمین کھانا بُرا ہے بدو وجہ۔ ایک تو یہ کہ اسمین مشتری لوگون کے دھوکے مین پڑنے کا احتمال ہے دوسرے خدا کے نام کے قلب سے تعظیم جاتے رہنے کا احتمال ہے اور جھوٹی قسم کھانے سے اگرچہ سودا خوب فروخت ہوتا ہے کیونکہ اسکا مبنی مشتری پر عیب کے پوشیدہ رکھنے پر ہے مگر برکت کم ہو جاتی ہے کیونکہ برکت کا مدار ملائکہ کی دعا کے متوجہ ہونے پر ہے اور معصیت کے سبب سے اُنکی دعا کو بعد ہو جاتا ہے بلکہ ملائکہ ایسے وقت مین اس شخص پر بددعا کرتے ہین اور آنحضرت صلعم

نے فرمایا ہے یا معشر التجار ان البیع یحضرہ اللغو والحلف فشوبوہ بالصدقۃ - اے گروہ تجار بیع کے اندر لغو باتین
اور قسم ہوا کرتی ہین لہذا تم بیع مین صدقہ ملا لیا کرو - مین کہتا ہون کہ صدقہ کے آمیزش سے گناہ دور ہو جاتے ہین
اور نفس کے غلبہ کے سبب جو اس شخص سے کچھ قصور ہو جاتا ہے اُسکا تدارک ہو جاتا ہے آنحضرت صلعم نے اُس شخص کے
باب مین جسنے کسی چیز کو اشرفیون سے فروخت کرکے اُنکے عوض مین مشتری سے درہم لے لیے تھے فرمایا ہے لا باس
ان تاخذ ہا بسعر یومہا ما لم تفرقا وبینکما شی - اگر اُسی روز کی قیمت پر دراہم کو لیلے تو کچھ مضائقہ نہین ہے بشرطیکہ
تم دونون کے جدا ہوتے وقت کچھ معاملہ تم مین باقی نہ رہا ہو - مین کہتا ہون اُسکا یہ سبب ہے کہ اگر جدا ہوتے وقت
ان دونو مین کچھ معاملہ باقی ہے مثلاً بایطور وہ دونون اشرفیون سے دراہم کے بدلنے کی بختگی کو صرافون کے بیان
کرنے یا قرن کشی کے وزن کرنے پر موقوف رکھے اور علی ہذا القیاس تو ایسے وقت مین بحث و نزاع کرنیوالے کو
بحث و نزاع کا موقع باقی ہے اور معاملہ صاف نہین ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من ابتاع نخلا بعد ان
تؤبر فثمرتہا للبائع الا ان یشترط المبتاع - جو شخص چھوارے کے درخت کو گابہ لگنے کے بعد خریدے تو اس درخت کا پھل
بائع کا ہے مگر جس صورت مین مشتری شرط کرلے - مین کہتا ہون اسکا یہ سبب ہے کہ گابہ لگانا اُس درخت سے زائد ایک فعل ہے
اور بائع کی ملک مین ثمر کا ظہور ہو گیا پس اُسکا حال اُس شے کا سا ہے جو ایک مکان مین رکھی ہوئی ہو لہذا یہ بات ضرور ہے
کہ اُسکا حق اُسکو دلایا جاوے مگر جس صورت مین اُسکے خلاف کی تصریح ہو جاوے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے ما کان
من شرط لیس فی کتاب اللہ فہو باطل - جو ایسی شرط لگائی جاوے کہ جسکا کتاب الٰہی مین ذکر نہین ہے تو وہ باطل ہے
مین کہتا ہون اس سے وہ شرط مراد ہے جس سے خدا تعالیٰ نے نہی فرمائی ہے اور حکم الٰہی مین اُسکی نفی مذکور ہے یہ مقصود
نہین ہے کہ اس شرط کا بالکل ذکر ہی نہو اور آنحضرت صلعم نے بیع الولاء اور ہبۃ الولاء سے نہی فرمائی ہے کیونکہ ولاء کوئی
موجود و معین مال موجود نہین ہے بلکہ صرف ایک حق ہے جو عصبہ کا ہے پس جسطرح نسب کی بیع نہین ہوتی اسیطرح ولاء کی بیع بھی نہونی چاہیے
اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے الخراج بالضمان آمدنی تاوان کے ساتھ ہے (یعنی جو تاوان دیگا وہی آمدنی لیگا)
پس مبیع کی آمدنی مبیع کے رد کرنے کے بعد مشتری کو ملیگی - مین کہتا ہون منازعت کے قطع کرنے کی بجز اسکے کوئی
صورت نہین ہے کہ مبیع کے ہلاک ہو جانے کے بعد جو شخص تاوان دیتا ہے اُسی کو اُسکی آمدنی دلائی جاوے پس اگر عیب کے
سبب سے مشتری مبیع کو رد کردے اور اس اثناء مین مبیع سے جو کچھ آمدنی ہوئی ہے اس خریدار سے اسکا مطالبہ کیا جاوے
تو آمدنی کی مقدار کے ثابت کرنے مین حرج عظیم ہے پس آنحضرت صلعم نے اس حکم سے منازعت کو قطع فرمایا جسطرح قضایا میراث
کے بارہ مین آپ نے منازعت کو باینطور قطع کیا ہے کہ جاہلیت کی میراث اُسی حالت پر رکھی جاوے جس حالت پر تقسیم کی گئی
ہے آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے البیعان اذا اختلفا والبیع قائم لیس بینہما بینۃ فالقول ما قال البائع او یترادان
اگر وہ دونون بیع جنمین بینہ نہو اگر اُنمین اختلاف واقع ہو اور مبیع بھی موجود ہو پس قول بائع کا معتبر ہوگا یا ہر دونون
رد کردینگے مین کہتا ہون آپنے قطع منازعت اسلیے کی کہ اصل یہ بات ہے کہ کوئی چیز کسی شخص کی ملک سے نہ نکلتی ہے
مگر بواسطہ صحیح بیع کے یا رضامندی کے پھر جب منازعت واقع ہوئی تو اصل کیطرف رد ضروری ہوا اور مبیع کا بائع کا

مال ہونا یقینی ہے اور مبیع پر اُسکا قبضہ ہے اسوقت یا قبل اُس عقد کے جسکی صحت نہین ثابت ہوتی ہے اسلیے بائع کا
قول معتبر ہے لیکن خریدار کو اختیار ہے اسلیے کہ مبنا بیع کا رضامندی پر ہے اور رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے الشفعۃ فیما
لم یقسم فاذا وقعت الحدود وصرفت الطرق فلا شفعۃ - یعنی شفعہ اُس چیز مین ہوتا ہے جو تقسیم نہین ہوئی ہے
پھر جبکہ اُسمین حدین پڑجاوین اور راستے ہوجاوین تو اُسمین شفعہ نہین ہوتا اور نیز آپ نے فرمایا ہے الجار احق بصقبہ
کہ جوار اپنے قریب کیوجہ سے مقدار زیادہ ہے - مین کہتا ہون اصل شفعہ مین ہمسایون اور شریکون سے ضرر کا دفع کرنا ہے
اور میرے نزدیک شفعہ کی دو قسمین ہین ایک تو وہ شفعہ ہے کہ مالک پر فیما بینہ وبین اللہ شفیع کے لیے اُس شفعہ کا
پیش کرنا اور دوسرون پر اُسکا مقدم کرنا اور عند القاضی وہ مالک اُسکے پیش کرنے پر مجبور نہ کیا جائیگا اس قسم کا
شفعہ اُس جار کے لیے ہوتا ہے جو شریک نہین ہے اور ایک وہ شفعہ ہے جسپر مالک عند القاضی مجبور کیا جاتا ہے یہ شفعہ
صرف شریک کے لیے ہے اور احادیث جو اس باب مین وارد ہوئی ہین اُنکی تطبیق کی صورت یہی ہے اور نیز آپنے یہ فرمایا ہے
من اقال اخاہ المسلم صفقۃ کرہہا اقال اللہ عثرتہ یوم القیامۃ - جو شخص اپنے بھائی مسلمان سے اُس عقد کو لوٹا لیگا
جو اُسکے ناپسند ہے خدا تعالی قیامت کے روز اُسکی خطا سے درگذر فرمائیگا - مین کہتا ہون جس شخص کو عقد کرنیکے
بعد افسوس ہو تو اُس سے رفع ضرر کے لیے اقالہ کرنا مستحب ہے اور واجب نہین ہے کیونکہ ہر شخص اپنے اقرار مین ماخوذ
ہوتا ہے اور جو چیز اپنے اوپر لازم کرتا وہ اُسکو لازم ہو جاتی ہے جابر نے جو یہ کہا ہے کہ مین نے اُس اونٹ کو فروخت
کر دیا اور اپنے گھر تک سوار ہوکر جانے کو مستثنی کر لیا - مین کہتا ہون اس سے اُن چیزون کے بیع مین استثنا کرنے کا جواز
ثابت ہوتا ہے جہان مناقشہ کا موقع نہو اور دونون عاقدین باہم سلوک کرنیوالے اور فراخ دل ہون کیونکہ استثنا
کرنے کی ممانعت اسلیے ہے کہ اُسمین مناقشہ کا احتمال ہوتا ہے اور انحضرت صلعم نے فرمایا ہے من فرق بین والدۃ
وولدہا فرق اللہ بینہ وبین احبتہ یوم القیامۃ جو شخص مان اور اُس کے بچے مین جدائی ڈالے تو خدا تعالی قیامت کے دن
اُسمین اور اُسکے دوستونمین جدائی ڈالیگا - اور ایکمرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے دو غلامونمین سے جو بھائی بھائی تھے
ایک کو فروخت کر دیا تو آنحضرت صلعم نے آپسے فرمایا کہ واپس کرلو - مین کہتا ہون مان وبچے مین جدائی ڈالنے سے ضرور ہے
کہ دونون کو وحشت پیدا ہوگی اور آہ وبکا کرینگے یہی دو بھائیون کا حال ہے لہذا انسان کو انمین تفریق ڈالنے سے اجتناب
چاہیے اللہ پاک فرماتا ہے - اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع جب جمعہ کی نماز کے لیے
پکارا جاے تو خدا تعالی کی یاد کیطرف لپکو اور بیع یعنی خرید وفروخت کو چھوڑ دو - مین کہتا ہون یہ حکم اُس ندا کے
ساتھ متعلق ہے جو امام کے خطبہ کے لیے جاتے وقت ہوتی ہے اور چونکہ بیع وغیرہ مین مشغول ہونے سے اکثر اوقات نماز
جاتی رہتی ہے اور خطبہ کا استماع ترک ہو جاتا ہے اسلیے اس سے نہی فرمائی گئی اور انحضرت صلعم سے کسی نے عرض کیا کہ نرخ
گران ہوگیا ہے اسلیے آپ ہمارے لیے نرخ مقرر فرما دیجیے انحضرت صلعم نے فرمایا نرخ مقرر کرنیوالا خدا تعالی ہے اُسی کی
صفت قابض وباسط ورازق ہے اور مجھے اس بات کی آرزو ہے کہ خدا تعالے سے مین ایسی حالت سے ملون کہ کوئی شخص
مجھسے کسی ظلم کا مطالبہ نکرے - مین کہتا ہون چونکہ مشتری وتاجر دونمین ایسا حکم برابر دینا کہ جس سے کسی کو ضرر نہ پہونچے

یا دونوں کو برابر ضرر پہونچے نہایت دشوار تھا اسلیے آنحضرت صلعم نے اُس سے پرہیز کیا تاکہ آپکے بعد حکام لوگ اسکو
طریقہ و دستور نہ مقرر کرلین اور اسکے بعد بھی اگر کوئی سوداگرون سے علانیہ ظلم معلوم ہوجبکا لوگونکو یقین ہوجاے
تو اسکی اصلاح درست ہے کیونکہ اسمین ملک کی بربادی ہے اور اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے یا ایہا الذین آمنوا اذا
تداینتم بدین الی اجل مسمّی فاکتبوہ - اے ایمان والو جبکہ تم ایکوقت معین تک قرض کالین دین کرو تو اسکو لکھ لو
معلوم کرو کہ قرض مناقشہ و منازعت کے اعتبار سے تمام معاملات مین بڑھکر ہے اور وقت حاجت کے بغیر اسکے
چارہ بھی نہین ہے اسلیے اللہ پاک نے لکھ لینے اور گواہ کرنیکی تاکید فرمائی اور رہن اور کفالت کو مشروع کیا اور گواہی
کے چھپانے کا گناہ بیان فرمایا - اور لکھنے اور گواہی دنیے کو فرض کفایہ کیا اور وہ عقود مفروضہ سے ہے اور آنحضرت صلعم
جب مدینہ منورہ مین تشریف لائے تو مدینہ کے لوگ پھلون کے ایک ایک و دو دو تین تین برس کیلیے بدنی کیا کرتے تھے
لہذا آپنے فرمایا جب کوئی کسی چیز مین بدنی کرے تو کیل معین و وزن معین مین مدت معین تک بدنی کرے
مین کہتا ہون اسکی وجہ یہ ہے کہ حتی الامکان مناقشہ کا ارتفاع ہوجاوے اور فقہا نے انھین تینون پر ان وصاف
کو قیاس کرلیا ہے جیسے بلا حصول قیمت کسی چیز کا بیان ہوسکتا ہے اور قرض کا مدار ابتداءً تبرع پر ہے اور اسمین
عاریت کے بھی معنی پائے جاتے ہین لہذا اسمین دیر کرنا جائز ہے اور زیادہ لینا حرام ہے اور رہن کا مبنا مضبوطی
پر ہے اور وہ مضبوطی قبضہ کرنے سے ہوتی ہے لہذا اسمین قبضہ شرط کیا گیا - اور میرے نزدیک ان دونون حدیثون
مین اختلاف نہین ہے پہلی حدیث تو یہ ہے لا یغلق الرہن الرہن من صاحبہ الذی رہنہ غنمہ و علیہ غرمہ
رہن کرنا مرہون کو اسکے مالک سے جسنے اسکو رہن کیا ہے نہین روکتا ہے اسکے لیے اسکی آمدنی ہے اور اسی پر اسکا
قرض ہے اور دوسری حدیث یہ ہے الظہر یرکب بنفقتہ اذا کان مرہونا ولبن الدر یشرب بنفقتہ اذا کان
مرہونا وعلی الذی یرکب ویشرب النفقۃ - سواری سے اسکے خرچ اُٹھانے کے سبب سے اس سے سواری کیجاویگی
اگر وہ مرہون ہے اور دودھ دینے جانور کا دودھ اسکے خرچ اُٹھانیکے سبب سے دیا جائیگا اگر وہ مرہون ہے اور سوار
ہونیوالے اور دودھ پینے والیکو اسکا خرچ اُٹھانا پڑیگا - اور اختلاف نہونے کا سبب یہ ہے کہ پہلی حدیث مین تو
حکم عام ہے مگر جسوقت مین راہن اس مرہون کا خرچ نہ اُٹھائے اور مرہون کے ہلاک ہونیکا خوف ہو اور مرتہن اسکا
خرچ اُٹھائے تو اسوقت مین مرتہن جسقدر لوگ انصاف کرین مرہون سے انتفاع حاصل کرسکتا ہے اور آنحضرت
صلعم نے ناپنے والون اور وزن کشون سے فرمایا ہے تمکو ایسی دو چیزین سپرد کی گئی ہین جنمین تم سے قبل امم سابقہ
ہلاک ہوچکی ہین مین کہتا ہون ڈنڈی مارنا حرام ہے کیونکہ اسمین خیانت اور بدمعاملگی ہے اور حضرت شعیب علیہ السلام
کی قوم کا حال جو کچھ ہوچکا ہے خدا تعالی نے قرآن مجید مین اسکا ذکر فرمایا ہے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے ایما رجل افلس
فادرک رجل مالہ بعینہ فہو احق بہ - جو شخص مفلس ہو پھر کوئی شخص بعینہ اسکے پاس اپنے مال کو پائے تو وہ شخص مستحق
ہے اور آنحضرت صلعم نے جو یہ فرمایا ہے کہ وہ شخص ایسا ہے جیسے جھوٹ کے دو کپڑے پہننے والا - اسکے یہ معنی ہین کہ اسکا
مال اس شخص کا سا ہے جو جھوٹ کی چادر اوڑھ رہا ہے اور اسی کی لنگی باندھ رہا ہے اور تمام بدن اسکا جھوٹ سے ڈھکرہا ہے

اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے من صنع الیہ معروف فقال لفاعلہ جزاک اللہ خیرا فقد ابلغ بالثناء - جس شخص
کے ساتھ کوئی احسان کیے اور وہ احسان کرنیوالے کے لیے جزاک اللہ خیرا کہدے تو اُسنے کامل طور سے تعریف کردی
مین کہتا ہون آپنے اس لفظ کو اسلیے معین فرمایا ہے کہ ایسے مقام مین زیادہ اوصاف بیان کرنےمین مبالغہ [illegible]
اور کم بیان کرنے مین حق کا چھپانا اور احسان کا کتمان ہے اور بعض مسلمان بعض کو جو ہدیہ پیش کرین اُن سب مین بہتر وہ
چیز ہے جو آخرت کو یاد دلائے اور ہدایہ تمام ہونے کا حوالہ اُسمین پایا جاوے اور یہ لفظ اس تمام کے لیے کافی مقدار ہے اور
آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے تہادوا فان الہدیۃ تذہب الضغائن وفی روایۃ تذہب وحر الصدر باہم تحفہ وتحائف
بھیجتے رہا کرو کیونکہ ہدیے سے رنجشین دور ہوتی ہین اور ایک روایت مین آیا ہے دل کا غصہ جاتا رہتا ہے - مین کہتا ہون
کہ ہدیہ اگرچہ تھوڑا سا ہو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ بھیجنے والیکے دلمین اس شخص کی تعظیم و قدر و محبت اور اُسکی
جانب رغبت ہے اور اسی کی طرف اس حدیث مین اشارہ ہے لاتحقرن جارۃ لجارتہا ولو فرسن شاۃ - کوئی پڑوسن
اپنی پڑوسن کو حقیر نہ سمجھے اگرچہ بکری کی کھری کے ساتھ ہو - پس یہ دلون کی رنجش دور کرنیکے لیے عمدہ طریقہ قرار پایا - اور
کسی شہر یا قبیلہ مین پوری پوری الفت پیدا ہونے سے رنجش دور ہو سکتی ہے - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
من عرض علیہ ریحان فلا یردہ فانہ خفیف المحمل طیب الریح - جس شخص کے سامنے کوئی ریحان کو پیش کرے
تو یہ اُسکو واپس نکرے کیونکہ اُسکے لینے مین بار کم ہوتا ہے اور وہ خود خوشبودار ہوتا ہے - مین کہتا ہون آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے ریحان وغیرہ کے واپس کرنے کو اسواسطے ناپسند فرمایا کہ اُسکی قبول کرلینے مین دینے والے کا اس شخص پر زیادہ
بار نہین ہوتا اور لوگونمین اُسکا دستور ہے لہذا اُسکے قبول کرنیمین قبول کرنیوالے کو بھی زیادہ عار نہین ہوتی اور دینے والیکو
بھی اُسکے دینے مین زیادہ خرچ نہین ہوتا اور اسکا باہم دستور کرنیمین الفت باہمی کا پیدا کرنا اور واپس کرنیمین اُسکی
دلشکنی کرنا اور دلی رنجش کی دلیل ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے العائد فی ہبتہ کالکلب یعود فی
قیئہ لیس لنا مثل السوء - اپنی دی ہوئی چیز کو واپس لینے والا اُس کتے کے مانند ہے جو اپنی قے کو پھر کھا جاتا ہے ایسی بری
مثال ہمارے مناسب نہین ہے - مین کہتا ہون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہوئی چیز کے واپس لینے کو اسواسطے
ناپسند فرمایا کہ جس چیز کو اپنے مال سے علحدہ کرچکا اور اُس سے قطع تعلق کرچکا ہے پھر اُسکے واپس لینے کا منشا یا تو اُس دی ہوئی
چیز کے ساتھ حرص کا پیدا ہونا یا اُس شخص سے ناخوشی یا اُسکی ضرر رسانی ہے اور یہ سب اخلاق مذمومہ ہین اور نیز ہبہ کے
پورا کردینے اور مضبوط کردینے کے بعد اُسکے واپس لینے مین عداوت و رنج کا پیدا کرنا ہے بخلاف اُس صورت کے
کہ پہلے ہی سے اُسکو کچھ نہ دیا ہوتا لہذا آنحضرت صلعم نے اُس چیز کے واپس لینے کو جسکو اپنی ملک سے جدا کرچکا ہے کتے کو
اپنی قے کے کھا جانے کے ساتھ مشابہت دی تاکہ ظاہر بین لوگون کو اسکی برائی متمثل ہو جاوے اور پورے طور پر اسکی
قباحت بیان کردی بار ہدایا مگر جس صورت مین ان دونون کے اندر بے تکلفی ہے جس سے منافرت پیدا نہین ہو سکتا تو وہان
واپس لینے مین کچھ حرج نہین ہے جیسے باپ بیٹے سے واپس لیلے چنانچہ آپنے فرمایا ہے الا الوالد من ولدہ - بجز باپ کے
جو اپنے بیٹے سے واپس لیلے - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس شخص کی نسبت جسنے اپنے بعض بچون کو کچھ عطا کیا

کچھ عطا کیا تھا فرمایا ہے کیا تو چاہتا ہے کہ تیرے ساتھ نیکی مین وہ سب برابر ہون اُسنے عرض کیا ہان) تو آپنے فرمایا
ایسے وقت مین ایسا نہین ہوتا۔ مین کہتا ہون انحضرت صلعم نے عطا کے اندر بعض اولاد کو بعض پر فضیلت دینے کو اسلیے
ناپسند فرمایا کہ اُسسے انمین بھی باہم ملال و رنجش پیدا ہوتی ہے اور باپ کے ساتھ بھی لہذا رسول خدا صلعم نے اس بات کیطرف
اشارہ فرمایا کہ بعض کو بعض پر فضیلت دینے سے اس اولاد کے اندر ملال و رنج پیدا ہوگا جسکے ساتھ کوتاہی کی گئی ہے
اور وہ اُسکے سبب سے باپ کے ساتھ کوتاہی کریگا اور اسمین خانہ ویرانی ہے (اور منجملہ تبرعات وصیت ہے) وصیت کا وقت
موت کے قریب ہوتا ہے اور اسکے مسنون ہونے کی یہ وجہ ہے کہ بنی آدم کے ملک مین نزاع ہوتی ہے لیکن جب
موت کا وقت قریب ہوتا ہے تو اُسکے سبب سے اُس شخص کو جو موصی ہے مال سے استغنا ہو جاتی ہے مستحب ہوئی یہ بات کہ اس
موصی نے جو کچھ اسمین قصور کیا ہے اُسکا تدارک ہو جاوے اور جو کچھ اسوقت مین اُس مال مین جسکا محتاج ہووے اُسسے مواسات کرے
رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے اوص بالثلث والثلث کثیر تہائی مال کی وصیت کر اور تہائی بھی زیادہ ہے اور جاننا چاہیے
کہ تمام عرب و عجم کی قومون مین ہمیشہ صاحبون کی یہ ایک عادت اور ضروری بات ہوگئی ہے کہ میت کا مال اسکے
وارثون کیطرف منتقل ہوتا ہے پھر جب وہ مریض ہوتا ہے اور موت پر متوجہ ہوتا ہے تو اُن وارثون کے لیے ملکیت حاصل
ہونے کا طریقہ نکل آتا ہے پس اُنکی امید سے اُنکو ناامید رکھنا اُنکے حق کا تلف کرنا اور اُنکے حق مین کوتاہی کرنا ہے اور نیز
حکمت کا یہ مقتضی ہے کہ میت کے بعد اُسکے مال کو وہ لے جو سب لوگون سے زیادہ اُسکا دوست و معاون اور ہمدرد ہے اور
اس بات مین کوئی شخص مان باپ اولاد اور جتنے ذوالارحام ہین اُنکے درجہ کو نہین پہونچتا چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے
واولوا الارحام بعضہم اولی ببعض فی کتاب اللہ۔ اور ذوالارحام مین سے بعض لوگ بعض کے ساتھ اولی ہین اللہ
کے اندر اور بااینہمہ بسا اوقات ایسے امور پیش آتے ہین جنسے اور لوگون کی بھی غمخواری ضروری ہوتی ہے بلکہ اکثر
اوقات خاص خاص حالات مین اور لوگون کو اختیار کرنا ضروریات سے ہوتا ہے لہذا ایک حد مقرر کرنا جسسے آگے کو
نہ بڑھ سکین لابدی ہوا اور وہ حد ثلث ہے اسلیے کہ ورثہ کی ترجیح ضروری امر ہے اور وہ بایں طور ہو سکتی ہے کہ
اُنکو نصف سے زیادہ دلایا جاوے اسلیے اُنکے لیے دو ثلث اور غیر وارثون کے لیے ایک ثلث مقرر ہوا اور آنحضرت صلعم نے
فرمایا ہے ان اللہ اعطی لکل ذی حق حقہ فلا وصیۃ لوارث خدا تعالے نے ہر حقدار کو اُسکا حق عطا فرمایا ہے
لہذا کسی وارث کے لیے وصیت نہین ہے۔ مین کہتا ہون وصیت کے اندر ایام جاہلیت مین ضررسانی کیا کرتے تھے اور
وصیت کرنیمین حکمت واجبہ کا خیال نکرتے تھے بعض لوگ حق کو اور اس شخص کو ترک کرکے جسکی غمخواری واجب ہے
اپنی راے ناقص سے بعید لوگونکو اختیار کرتے تھے لہذا اس بات کا سد کرنا ضروری ہوا اور یہ بات ضروری ہوئی کہ
قرابتون کے اعتبار سے قواعد کلیہ کا لحاظ کیا جاوے اور اشخاص کے اعتبار سے خاص خصوصیات کا لحاظ نہ کیا جاوے
پس مواریث کے احکام چونکہ قطع منازعت اور باہمی رنجشون کے دور کرنیکے لیے مقرر ہوے ہین لہذا یہ حکم بھی ضروری
ہوا کہ وارث کے لیے وصیت جائز نہ کیجاوے اسلیے کہ اُسکے جائز کرنے مین اُس حد مقرر کا توڑنا ہے اور آنحضرت صلعم نے
فرمایا ہے ما حق امرء مسلم لہ شیء یوصی فیہ یبیت لیلتین الا ووصیتہ مکتوبۃ عندہ۔ کسی مسلمان شخص کو جسکے

جسکے پاس وصیت کرنیکے لیے کوئی چیز ہے سزاوار نہین ہے کہ شب کو بسر کرے اور اُسکی وصیت اُسکے پاس لکھی ہوئی نہو۔ مین کہتا ہون وصیت مین تعجیل کرنا بہتر ہے اسلیے کہ اگر دفعتًا موت نے اُسکو آگھیرا یا ناگاہ کوئی حادثہ پیش آیا اور جس ضروری مصلحت کا قائم کرنا اُسنے اپنے نزدیک ضروری سمجھا تھا وہ فوت ہوگئی تو بجز حسرت کے کچھ اور نہوگا اور یہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے ایما رجل اعمر عمری الخ۔ مین کہتا ہون آپکے زمانہ مین بہت سے مناقشے درپیش تھے جنکے قطع ہونیکی امید بھی نہتھی لہذا انکا قطع کرنا منجملہ اُن مصلحتون کے ہوا جنکے قائم کرنیکے لیے آنحضرت صلعم کی بعثت ہوئی ہے مثل سود و قتل وغیرہ کے اور کچھ لوگون نے لوگون کو عمر بھر رہنے کے لیے مکان دیدیے تھے پھر دینے والے و رہنے والے مرگئے اور دوسرا دور پیدا ہوا تو اسمین اشتباہ اور باہم مخاصمت و منازعت شروع ہوئی پس آپنے بیان فرمایا کہ اگر مکان دینے والے نے اس بات کی تصریح کردی ہے کہ یہ مکان تیرے لیے اور تیرے وارثون کے لیے ہے تو یہ ہبہ ہے اسلیے کہ آپنے خالص ہبہ کے جو لوازم ہین بیان فرمایے اور اگر اُن رہنے والے نے اُس شخص سے یہ کہا ہے کہ یہ مکان تا زیست تیرے لیے ہے تو یہ عاریت ہے کیونکہ اُسنے ایسی قید کے ساتھ مقید کیا ہے جو ہبہ کے منافی ہے اور منجملہ تبرعات وقف ہے اور اہل جاہلیت اُس سے ناواقف تھے پس نبی صلعم نے اُن مصالح کے اعتبار سے جو اور صدقات مین نہین پائے جاتے وقف کا استنباط فرمایا کیونکہ انسان اکثر اوقات خدا کی راہ مین بہت سا مال صرف کردیتا ہے اور وہ مال فنا ہوجاتا ہے اور وہ فقرا پھر محتاج ہوجاتے ہین اور اور فقرا و لوگ اس مال سے محروم ہی رہتے ہین پس عامہ لوگون کے لیے اس سے عمدہ و نافع صدقہ کوئی نہین ہے کہ ایسے فقرا اور مسافرون کے لیے روک لیجاوے جسکے منافع انپر صرف ہوا کرین اور خود وہ شے واقف کی ملک مین رہا کرے چنانچہ آنحضرت صلعم نے حضرت عمرؓ سے فرمایا اگر تو چاہے اُسکی اصل کو روک لے اور اُسکا صدقہ صدقہ کردے پس حضرت عمرؓ نے اُسکا صدقہ کردیا کہ خود وہ نہ فروخت کیا جاے اور نہ ہبہ کیا جاوے اور نہ اُس سے ورثہ دلایا جاوے اور فقرا اور اقارب اور غلامون کے چھڑانے اور راہ خدا اور مسافر اور مہمان کے لیے صدقہ کردیا اور کہدیا کہ جو شخص اُسکا متولی ہو جسقدر دستور ہو بلا وقت اُسمے کھائے اور نہ متمول لوگون کو کھلائے۔

اور معاملت کی بھی بہت سی قسمین ہین انمنجملہ مضاربت ہے اور اُسکی یہ صورت ہے کہ ایک شخص کا مال ہو اور ایک کی محنت ہو اور نفع باہم جیسے مقرر ہوجاے انمین مشترک ہو اور ایک مفاوضہ ہے اور وہ یہ ہے کہ دو شخص باہم برابر برابر مال سے شریک ہوکر سوداگری کرین اور تمام خرید و فروخت مین شریک ہون اور باہم نفع تقسیم کرلیا کرین اور ہر ایک دوسرے کا ضامن و وکیل ہو اور ایک عنان ہے اور وہ یہ ہے کہ مال معین مین شریک ہوکر اسیطرح سے سوداگری کرین اور ہر ایک شخص دوسرے کا وکیل ہو نہ کفیل جس سے دوسرے کے بدلہ اُس سے مطالبہ کرسکے اور انمنجملہ شرکة الصنائع ہے جیسے دو درزی یا دو رنگریز اسطور سے شرکت کرین کہ دونون محنت کرین اور اجرت دونون مین تقسیم ہوجاے اور ایک شرکت وجوہ ہے اور وہ یہ ہے کہ باہم دو شخص یون شریک ہون کہ مال تو کسی کے پاس نہین ہے مگر اپنے اعتبار سے دونون ملکر خرید و فروخت کرین اور نفع باہم تقسیم ہوجایا کرے اور ایک وکالت ہے کہ اپنے موکل کے لیے وکیل سوداگری کرے اور ایک مساقات ہے اور وہ یہ ہے کہ باغ ایک کا ہے محنت ایک کی پھل دونون کے

اور ایک مزارعت ہے اور وہ اس سے عبارت ہے کہ زمین وتخم ایک کی اور محنت وبیل ایک کے اور ایک مخابرت ہے اور وہ
یہ ہے کہ زمین ایک کی اور بیج اور بیل اور محنت دوسرے کی - اور ایک صورت یہ ہے کہ ایک کی تو صرف محنت اور باقی دونوں چیزیں
دوسرے کے ذمہ ہوں اور ایک اجارہ ہے اور ان مین مبادلہ کے معنی بھی پائے جاتے ہیں اور معاونت کے معنی بھی پائے جاتے ہیں
پس اگر صرف منفعت مطلوب ہے تب تو مبادلہ کے معنی غالب ہین اور اگر اجر کی خصوصیت مطلوب ہے تو معاونت کے معنی غالب
ہیں - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل لوگ ایسے ایسے عقود کیا کرتے تھے جن مین سے بعض [illegible] کا احتمال [illegible]
مضمون ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ نے اُن سے نہی نہین فرمائی ہے وہ عقد تو اپنی اصالت پر باقی ہے اور اس حدیث کے
تحت مین داخل ہے المسلمون علی شروطہم - اور رافع بن خدیج کی حدیث مین جو [illegible] کا اسلاف سے [illegible]
اور تابعین مین بڑے بڑے نامی لوگ شرکت مزارعت کیا کرتے تھے اور اسکے جواز [illegible] معاملہ کی [illegible] دلالت [illegible]
اور جن احادیث مین اس سے نہی پائی جاتی ہے وہ احادیث سوال [illegible] پیداوار یا کسی خاص قطعہ [illegible] کرایہ دینے
محمول ہے جیسا کہ حضرت رافع نے فرمایا ہے - یا وہ نہی بطور تنزیہ اور ارشاد کے ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس فرماتے ہین
یا اُس وقت کے ساتھ اس معاملہ مین مناقشات کی کثرت کی جہت سے مصلحت خاصہ پر محمول ہے [illegible]

## فرائض کا بیان

معلوم کرو کہ حکمت الٰہی کا مقتضی یہ ہے کہ لوگون کے قبیلہ مین باہم معاونت اور مناصرت اور غمخواری کا طریقہ جاری ہو
اور ہر شخص دوسرے کے نفع ونقصان کو بمنزلہ اپنے نفع نقصان کے سمجھے اور یہ طریقہ جب ہی قائم ہو سکتا ہے جب انکی
جبلت مین یہ بات داخل ہو اور اسباب عارضیہ بھی اسپر معین ہون اور انکا قدیم طریقہ بھی اسکا ثابت کرنے والا ہو - جبلت
تو وہ محبت والفت ہے جو مان باپ اولاد وبھائی بہنون وغیرہ مین پائی جاتی ہے اور عارضی اسباب وہ لوگون کی
باہمی الفت وملاقات اور تحفہ وتحائف بھیجنا اور غمخواری کرنا ہین کیونکہ ان سب باتون سے [illegible]
اور سختی کے وقت انھین اسباب کیوجہ سے ایک کو دوسرے کی مدد ومعاونت پر ہمت ہوتی ہے اور قدیمی طریقہ [illegible]
کہ تمام شرائع مین صلہ رحم کا حکم اور اسکے تارک پر ملامت کا قائم کرنا چلا آتا ہے پھر بعض لوگ اپنی فکر ناقص کے تابع ہونے سے
اور کمانیکی صلہ رحم کو قائم نہین کرتے اور بسا اوقات غیر ضروری چیزون کو مہتم بالشان سمجھتے ہین لہذا ایسے اُنہین
بعض چیزون کے واجب کرنے کی حاجت پڑی خواہ وہ اُس سے خوش ہون یا انکار کرین جیسے مریض کی عیادت اور
مصیبت زدہ کا چھڑانا اور دیة کا لینا اور جو شخص اپنے ذی رحم کا مالک ہو اُسکا آزاد ہوجانا اور علاوہ انکے اور بہت سے
امور ہین اور سب چیزون سے زیادہ اس قسم کی ضرورت اُس حال مین ہے جس سے قریب بموت ہونے کے سبب سے
مالک کو استغناء ہوگئی ہے ایسے وقت مین ضرور ہے کہ اُسکا مال اُسکے سامنے ایسی چیز مین صرف کیا جاے جو معاونت
خانگی مین نافع ہو یا اُسکے بعد اُسکے اقارب مین خرچ کیا جاوے - معلوم کرو کہ فرائض کی حقیقت یہ ہے کہ تمام عرب وعجم کے
لوگون کا اس بات پر اتفاق ہے کہ میت کے مال کے مستحق سب لوگون سے زیادہ اُسکے اقارب ور ذوی الارحام ہین پھر اسکے بعد

اُنمین بڑا اختلاف ہے اہل جاہلیت تو صرف مردون ہی کو ورثہ دیتے نہ عورتون کو وہ سمجھتے تھے کہ اصل مرد ہی ہین اور وہی وقت مصیبت کے کام آتے ہین لہذا جو چیز بمنزلہ مفت کے ہے اُسکے وہی مستحق ہین ابتداً آنحضرت صلعم پر جو نازل ہوا وہ یہ آیتین ہین وہ توفیت اقارب کے لیے وصیت کا وجوب نازل ہوا ہے کیونکہ لوگون کے احوال مختلف ہوتے ہین کسی شخص کا ایک بھائی ناصر و معاون ہوتا ہے اور دوسرا نہین ہوتا کسی شخص کا باپ مصیبت کیوقت کام آتا ہے اور اولاد کام نہین آتی اور بعض اوقات اور باتین مصلحت کا مقتضی ہوا کہ ان باتون کا اختیار لوگون کے سپرد کیا جاوے تاکہ ہر شخص جو مصلحت مناسب جانے اُسکے موافق عمل کرے پھر اگر موصی کچھ زیادتی یا گناہ ظاہر ہوتا تھا تو قاضی کو اُسکی وصیت کی اصلاح کرنے اور اُسکے بدلنے کا اختیار ہوتا تھا۔ ایک مدت تک یہی حکم جاری رہا پھر جب خلافت کبریٰ کے احکام جاری ہوے اور شرق سے غرب تک محمدی سلطنت پھیل گئی اور یقینیت عامہ کے انوار روشن ہوگئے تو مصلحت کا مقتضی ہوا کہ ان باتون کا اختیار نہ لوگون کو دیا جائے اور نہ اُنکے سوا قضاۃ کو بلکہ اُس کا مدار اُس سلطان غالبہ پر رکھا جائے جو عرب و عجم وغیرہم کے عادات کے متعلق علم الٰہی مین ہے اور بمنزلہ طبعی امر کے ہین اور جو شخص اُسکے خلاف ہے وہ بمنزلہ شاذ و نادر ہے اور اُس بچہ کے مانند جو عادت مستمرہ کے برخلاف بلا ناک مان کے یا لنگڑا پیدا ہوتا ہے۔ اللہ پاک فرماتا ہے لا تدرون ایہم اقرب لکم نفعا۔ تم نہین جانتے کہ اُنمین سے تمہارے لیے نفع مین کون زیادہ تر قریب ہے۔ میراث کے مسائل بھی چند اصول پر ہین از انجملہ ایک یہ ہے کہ اس باب مین مصاحبت طبعی اور محبت کا اعتبار ہے جو بمنزلہ مذہب جبلی کے ہے اتفاقات عارضیہ کا اعتبار نہین کیونکہ وہ غیر منضبط ہونیکے سبب شرائع کلیہ مبنا نہین ہو سکتے چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے واولوا الارحام بعضہم اولی ببعض فی کتاب اللہ۔ اسی لیے بجز اولو الارحام کے زوجین کے سوا کسی کے لیے میراث مقرر نہین کی گئی البتہ زوجین اولو الارحام کے ساتھ ملحق ہین اور اُنکے شمار مین چند وجوہ سے ہین از انجملہ تدبیر خانگی مین معاونت کی تاکید اور اسباب پر رغبت دلانا ہے کہ اُنمین سے ہر شخص دوسرے کے نفع و نقصان کو بعینہ اپنا نفع و نقصان سمجھے اور از انجملہ یہ ہے کہ خاوند عورت کا خرچ اُٹھاوے اور اپنا مال اُسکی سپردگی مین دے اور اپنی چیز پر اُسکو امین سمجھے پس خیال ہے کہ جو کچھ وہ مرنے کے بعد چھوڑے وہ کل مال یا اُسمین ایک حصہ اُسکا حق ہے اور یہ خصوصیت ایسی ہے کہ اُسمین انقطاع کا احتمال نہین لہذا شرع نے اس مرض کا بایطور علاج کیا کہ ربع یا نصف خاوند کے لیے مقرر کیا تاکہ اُسکے دل کو تسکین ہے اور خصومت کو نہ بڑھنے دے از انجملہ یہ ہے کہ عورت کی بسا اوقات اپنے خاوند سے اولاد پیدا ہوتی ہے جو لامحالہ مرد کی قوم اور اُسکے نسب سے مرتبہ کے ہوتی ہے اور انسان کا اپنی مان کے ساتھ اتصال کبھی منقطع نہین ہوتا پس اس سبب سے زوجہ اُن لوگون کے شمار مین داخل ہے جو اُسکے خاوند کی قوم سے علحدہ نہین ہوتے اور وہ بمنزلہ ذوالارحام کے ہو جاتی ہے از انجملہ یہ ہے کہ خاوند کی وفات کے بعد چند مصلحتون کے سبب جو ظاہر ہین عورت کو اُسکے گھر مین عدت پوری کرنا واجب ہے اور اُسکے خاوند کے کنبہ مین سے کوئی شخص اُسکی معاش کا متکفل نہین ہوتا لہذا ضروری ہوا کہ خاوند کے مال مین سے اُسکی معاش مقرر کیجاوے اور یہ بات ناممکن تھی کہ اُسکی کوئی خاص مقدار مقرر کیجاوے کیونکہ یہ بات معلوم نہین ہوسکتی کہ خاوند کسقدر مال چھوڑیگا پس ایک عام حصہ مقرر کرنا واجب ہوا

جو ہر جگہ جاری ہو سکتا ہے مثلاً چوتھائی یا آٹھواں حصہ دوا۔ منجملہ یہ ہے کہ قرابت کی دو قسمین ہوتی ہین ایک تو وہ قرابت
جو حسب و منصب مین مشارکت اور اس بات کو چاہتی ہے کہ وہ دونون شخص ایک ہی قوم و مرتبہ کے ہون اور دوسری وہ قرابت
جو حسب و نسب و مرتبہ مین مشارکت کو نہین چاہتی بلکہ ہمین صرف محبت و شفقت پائی جاتی ہے۔ اور اگر ترکہ تقسیم کرنیکا
اختیار میت کو ہوتا تو اس قرابت سے آگے نہ بڑھتا۔ پس ضروری ہے کہ پہلی قسم کو دوسری قسم پر فضیلت دیجائے کیونکہ
تمام عرب و عجم اس بات کو ناپسند کرتے ہین اور جب کسی شخص کا مال و منصب اس شخص کو دیا جائے جو اسکی قوم مین
اسکا قائم مقام ہے تو اسکو انصاف جانتے ہین اور پسند کرتے ہین اور یہ بات انکی جبلت مین داخل ہو گئی ہے
جو انسے نہین جدا ہو سکتی مگر جس صورت مین کہ انکے دلو نمین فرق آجائے یا ضعیف ہو جاوے مگر ہمارے زمانہ مین لوگون کے نسب
ضائع ہو گئے اور نسب کیوجہ سے باہم معاونت باقی نہین ہے اور یہ بات کبھی نا روا ہے کہ دوسری قسم کا حق پہلی قسم کے
بعد چھوڑ دیا جائے یہی سبب ہے کہ مان کا حصہ بیٹی اور بہن کے حصہ سے کم ہے باوجودیکہ اسکو مان کے ساتھ بھلائی کرنے اور
صلہ رحم کرنے کی زیادہ تر تاکید ہے کم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ مان تو نہ بیٹی کے قوم کی ہوتی ہے اور نہ انکے حسب کی اور نہ
انکے مرتبہ و شرافت کی ہوتی ہے اور نہ ان لوگون مین ہوتی ہے جو انکے قائم مقام ہوتے ہین دیکھو بیٹا اکثر ہاشمی ہوتا ہے
اور مان حبشیہ ہوتی ہے اور بیٹا قریشی ہوتا ہے اور مان تمیمی ہوتی ہے اور بیٹا بیت الخلافت سے ہوتا ہے اور مان نا
دنائت کے ساتھ متہم ہوتی ہے اور بیٹے و بہن آدمی کی قوم اور اسکے مرتبہ کے ہوتے ہین اور [illegible] مان کی اولاد کو
اگر ورثہ ملتا ہے تو ثلث سے زیادہ کبھی نہین ملتا۔ و نیز آدمی کبھی قریشی ہوتا ہے اور اسکا بھائی [illegible] جو بھائی مان کی
طرف سے ہو تمیمی ہوتا ہے اور کبھی دونون بھائیون مین نزاع درپیش ہوتا ہے اور یہ شخص دوسرے کی قوم کے مقابلہ مین اپنی
قوم کی مدد کرتا ہے اور لوگ ایک بھائی کو دوسرے بھائی کے قائم مقام ہونا انصاف نہین سمجھتے ہین اور اسیطرح زوجہ کو
جو ذوی الارحام کے ساتھ ملحق ہے اور انکے شمار مین داخل ہے تھوڑا حصہ ملتا ہے اور اگر کئی بیبیان ہون تو اسی مین
سب شریک ہوتی ہین اور باقی ورثہ کے حصہ مین ہرگز کمی نہین کر سکتے ہین۔ دیکھو بیوی خاوند کے مرنے کے بعد دوسرے
شخص سے نکاح کر لیتی ہے اور پہلے خاوند سے اسکو کچھ تعلق نہین رہتا۔ الحاصل توارث کا مدار تین امور پر ہے ایک تو میت
کے بعد اسکی جگہ اسکی عزت اور مرتبہ اور جو باتین اس قبیلہ سے ہین انمین اسکا قائم مقام ہونا کیونکہ انسان کی اس بات مین
بڑی کوشش ہوتی ہے کہ اسکے بعد اسکا کوئی قائم مقام رہے۔ دوسرے خدمت اور غمخواری اور محبت اور شفقت اور جو باتین
اس قبیلہ سے ہین۔ تیسرے قرابت جو ان دونون امر پر مشتمل ہے اور تینون مین زیادہ تر اسی تیسرے کا اعتبار مقدم ہے
اور پورے طور پر ان سب کا محل وہ شخص ہے جو نسب کے عمود مین داخل ہے جیسے باپ اور دادا اور بیٹا اور پوتا یہ لوگ سب سے زیادہ
ورثہ کے مستحق ہین۔ مگر وضع طبعی کے اعتبار سے جسپر قرناً بعد قرن عالم کے بنا ہے بیٹا باپ کا قائم مقام ہوتا ہے اور
اسی کی لوگون کو تمنا اور امید ہوا کرتی ہے اسی کے خاطر نکاح کرتے ہین اور اولاد کے پیدا ہونے کی کوشش کرتے ہین
اور باپ کا بیٹے کی جگہ قائم مقام ہونا وضع طبعی کا مقتضی نہین ہے اور نہ لوگون کو اسکی آرزو اور امید ہوتی ہے۔ اور اگر
بالفرض کسی شخص کو اسکے مال مین اختیار دیا جاوے تو اسکے قلب پر اولاد کی غمخواری باپ کی غمخواری پر غالب ہوگی

اسیواسطے تمام لوگون کا دستور عام ہے کہ اولاد کو باپ دادا پر مقدم سمجھتے ہین - اور قائم مقام ہونے کا احتمال بیٹے کے بھائیوں مین ہے اور جو انکے مانند بمنزلہ توت بازو کے ہین اور اسکی قوم کے اور اسکے نسب و مرتبہ کے پیچ باقی رہی خدمت و شفقت تو یہ دونون قرابت قریبہ کے متعلقات ہین اور سب سے زیادہ مان اور بیٹی اسکی مستحق ہے اور جو اسکے مانند ہے اور سب کے عموم مین داخل ہین اور بیٹی بھی فی الجملہ باپ کی قائم مقام ہوتی ہے اور اسکے بعد ہمشیرہ اور اسکے بعد وہ جس سے وحیت کا علاقہ ہے پھر مان کی اولاد - اور عورتون کے اندر حمایت اور قائم مقامی کے معنی نہین پائے جاتے اسواسطے کہ عورتین بسا اوقات غیر قوم مین نکاح کر لیتی ہین اور اسی قوم مین داخل ہوجاتی ہین - بالعداباکہ بیٹی و بہن میں کسیقدر یہ معنی پائے جاتے ہین لیکن عورتون کے اندر محبت اور شفقت کے معنی کامل طور پر پائے جاتے ہین اور اسکا مطلب بہت قریب کی قرابت ہے جیسے مان اور بیٹی مین کامل طور پر پائے جاتے ہین اور انکے بعد بھائی اور چچا مین اور دوسرے معنی سب سے زیادہ باپ مین اور اسکے بعد بیٹے مین پھر عینی بھائی پھر اضافی بھائی مین پائے جاتے ہین اور قرابت قریبہ کا تعلق ہے نہ بعیدہ کا اسیوجہ سے جو چچا کے لیے حکم ہے پھوپھی کے لیے حکم نہین ہے کیونکہ پھوپھی مصیبت کے وقت کام نہین آسکتی جسطرح چچا کام آتا ہے اور پھوپھی قرابت مین ہمشیرہ کے برابر نہین ہے -

اور ازانجملہ یہ ہے کہ مرد و عورت اگر ایک ہی درجے کے ہون تو ہمیشہ مرد کو عورت پر ترجیح دیجاتی ہے کیونکہ عزت کی حمایت کے لیے مرد ہی مخصوص ہین اور دوجہ یہی ہے کہ مردون پر نفقے بہت ہوتے ہین پس یہ زیادہ تر مستحق ہین کہ انکو وہ مال جو بمنزلہ مفت کے ہے دیا جائے بخلاف عورتون کے کہ یہ اپنے خاوندون یا باپون یا بھائیون پر بار و بوجھ ہوتے ہین اللہ پاک فرماتا ہے الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ بعضھم علی بعض وبما انفقوا - کہ مرد عورتون پر حاکم ہین بسبب اس بات کے کہ خدا تعالی نے بعض آدمیون کو بعض پر بزرگی دی ہے اور اسوجہ سے کہ انھون نے خرچ کیا ہے اور ابن مسعود ثلث باقی کے مسئلہ کے اندر فرماتے ہین خدا تعالی نے مجکو ماں کے لیے باپ پر فضیلت ہونیکا سبب بجز اسکے کوئی اور نہ سوجھا یا ہے کہ جب ایکمرتبہ باعتبار عصوبیۃ اور فرض کے جمع ہونے کے باپ کی فضیلت کا اعتبار کیا گیا ہے تو دوبارہ اسکا حصہ زیادہ کرنیکے لیے اسکی فضیلت کا اعتبار نہین کیا گیا کیونکہ اسمین اور وارثون کی حق تلفی ہے اور مان کی اولاد مین سے ذکور کو اس شخص کی عزت کی حمایت اور اسکی طرف سے محافظت نہین ہوتی کیونکہ یہ اولاد دوسری قوم کی ہوتی ہے لہذا ذکر کو انثی پر فضیلت نہین دیگئی اور دوسرے انکی قرابت مان کی قرابت سے پیدا ہوتی ہے اسیلیے وہ سب اولاد بمنزلہ اکاث کے ہے اور ازانجملہ یہ ہے کہ جب وارثون کی ایک جماعت پائی جائے تو اگر وہ سب وارث ایکمرتبہ کے ہین تب تو اسمرتبہ کی تقسیم اسپر ضروری ہے کیونکہ ایک کو دوسرے پر تقدم نہین ہے اور اگر انکے درجے مختلف ہین تو اسکی دو صورتین ہین یا تو وہ سب ایک مد ایک جہت مین داخل ہین اور اسمین قاعدہ یہ ہے کہ قریب بعید کا حاجب ہوکر اسکو محروم کردیتا ہے کیونکہ توارث معاونت پر رغبت دلانیکے لیے مقرر کیا گیا ہے اور قرابت و تعاون سب مین پایا جاتا ہے مثلا شفقت و محبت ان سب مین پائی جاتی ہے جنکو مان کا نام شامل ہے اور جسکو بیٹے کا نام شامل ہے اسمین قائمقامی کی امید کا نام عصبہ ہے او بھی حمایت کے معنی پائے جاتے ہین اور یہ مصلحت بہ وقت متحقق ہوسکتی ہے جبکہ دو شخص عصبہ ہو یا تو دونو اپنے نفس کی

مجبور کرے اور اسکے ترکہ کا مستحق علامت کیجائے اور سب لوگون مین وہ شخص مال کے ملنے کیساتھ متمیز ہو اور حصون کی کمی بیشی ایسی تمیز نہیں جسکا زیادہ
خیال کیا جاوے یا انکے وجوہات مختلف ہون اسکا قاعدہ یہ ہے کہ جو شخص نظام ملیہ کے اعتبار سے خدا کے نزدیک زیادہ تر قریب اور کام
آنیوالا ہے تو بعید کے لیے حاجب ہوکر اسکے حصہ کو کم کردیتا ہے - اور انتہا کلیہ یہ ہے کہ سہام جنسے حصون کی تعیین ہوتی ہے انکے اجزا
ظاہر ہون کہ محاسب و غیر محاسب ظاہر مین انکی تمیز کرسکیں - اور آنحضرت صلعم نے اپنے اس قول مین انا امة امية لانکتب
ولا نحسب - ہم امی لوگ ہین نہ لکھتے ہین نہ حساب کرتے ہین - اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہو کہ جس خبر سے تمام مکلفین کو
خطاب کیا جاوے اسمین یہ بات ضروری ہے کہ ایک تو حساب کے تعمق کرنے کی حاجت نہو - اور دوسرے ظاہر نظر مین
کمی و بیشی کی ترتیب اسمین معلوم ہوجاوے لہذا شرع نے سہامات مین سے دو قسم کے سہام اختیار کیے ایک تو ثلثین
اور ثلث اور سدس اور دوسرے نصف - ربع - ثمن - کیونکہ ان دونون کا مخرج اصل اولا اعداد ہین اور انمین تین مرتبہ
پائے جاتے ہین جنمین سے ہر ایک کو دوسرے کے ساتھ وہ نسبت ہے جو ایک شے کو اپنے اوپر دو چند کے ساتھ اور اپنے نیچے
نصف کے ساتھ ہوتی ہے یہ کمی و بیشی کے ظاہر اور محسوس ہونیکا یہ ادنی درجہ ہے پھر جب ایک باقی کا دوسری زیادتی کے
ساتھ اعتبار کیا جاوے تو اور نسبتین پیدا ہوجاتی ہین جو باب توریث مین ضروری ہین مثلاً اگر نصف پر کچھ بڑھایا جاے
اور کل سے کم رہے تو دو ثلث ہوگئے اور نصف سے جب کم کیا جاوے اور ربع سے کم رہے تو ثلث ہوگیا اور خمس اور سبع کا اعتبار
نہین کیا گیا اسواسطے کہ انکے مخرج کی تخریج مین دقت ہے اور اسمین گھٹا و بڑھا کر نہین تعمق فی الحساب کی ضرورت ہے
اللہ پاک فرماتا ہے یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین فان کن نساء فوق اثنتین فلہن ثلثا
ما ترک وان کانت واحدة فلہا النصف - سکھاتا ہے تمکو خدا تعالے تمہاری اولاد مین مرد کے لیے برابر حصہ دو
عورتون کے ہے پھر اگر عورتین دو سے زیادہ ہین پس انکو میت کے ترکہ کا دو ثلث ہے اور اگر ایک ہے تو اسکے لیے نصف
مین کہتا ہون مرد کا حصہ عورت سے دو چند ہوتا ہے اسلیے کہ خدا تعالے فرماتا ہے الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ
اور اکیلی بیٹی کے لیے نصف ترکہ کیونکہ اگر اکیلا بیٹا ہوتا ہے تو اسکو سارا مال ملتا ہے پس اس حساب سے اکیلی بیٹی نصف کی
مستحق ہے اور دو بیٹیون کا حکم بالاجماع تین کا ہے اور دو ثلث انکو اسواسطے ملتے ہین کہ اگر بیٹی کے ساتھ بیٹا ہو
تو اس بیٹی کو ثلث ملتا ہے اسلیے دوسری بیٹی کا بطریق اولی ثلث سے کم نہونا چاہیے اور عصبہ کے لیے ثلث اسلیے زیادہ
کیا گیا اسلیے کہ بیٹیون سے بھی معاونت ہوتی ہے اور عصبات سے بھی ہوتی ہے پس ایک دوسرے کو ساقط نکریگا لیکن حکمت کا
مقتضی ہے کہ جو شخص نسب کے عمود مین داخل ہے اسکو ان لوگون پر جو عمود کے ادھر ادھر ہین فضیلت دیجاوے اور
وہ ثلث مین سے دو ثلث کی نسبت ہے اور ایسا ہی والدین کا بیٹون اور بیٹیون کے ساتھ حال ہے اور اللہ پاک فرماتا ہے
ولابویہ لکل واحد منہما السدس مما ترک ان کان لہ ولد فان لم یکن لہ ولد و ورثہ ابواہ فلامہ الثلث فان کان
لہ اخوة فلامہ السدس - اور اسکی ماں باپ کے لیے دونوں مین سے ہر ایک کو [illegible] ہے اگر اسکے اولاد ہو
پس اگر اسکے اولاد نہین ہے اور اسکے ماں باپ اسکے وارث ہوتے ہیں تو اسکی ماں [illegible] مستحق ہے پھر اگر اسکے بھائی ہیں
تو اسکے ماں کو سدس ہے - مین کہتا ہون [illegible] معلوم ہوتی ہے [illegible] اولاد [illegible] زیادہ مستحق

ہوتے ہین اور اسکی صورت یہ ہے کہ اولاد کو دو ثلث اور والدین کو ثلث دیا جاے اور باپ کا حصہ ان کے حصے سے اسلیے زیادہ مقرر کیا گیا کہ بیٹے کے قائم مقام ہونے اور اسکی معاونت کے اعتبار سے عصبیت کے ساتھ باپ کی فضیلت کا اکثر تیہ اعتبار ہو چکا ہے اسلیے یعنی اس فضیلت کا فی تضعیف میں اعتبار نکرینگے اور جس صورت مین بیٹے کے اولاد نہو تو والدین سے زیادہ کوئی حقدار نہین ہے لہذا ترکہ انھین کو ملیگا اور باپ کو ماں پر فضیلت ہوگی اس بات کو تم معلوم کر چکے کہ ان مسائل کے اندر اکثر جس فضیلت کا اعتبار کیا جاتا ہے وہ فضیلت تضعیف ہے پھر اگر ماں اور بھائی وارث ہوں اور بھائی ایک سے زیادہ ہوں تو ماں کو چھٹا حصہ دیا جائیگا کیونکہ اگر بھائی عصبہ ہین اور عصبات اسکے بعید ہین تو عصبیت اور شفقت و محبت برابر ہے نصف انکو اور نصف انکو ملیگا اور وہ نصف ماں اور اسکی اولاد پر تقسیم کیا جائیگا اس حساب سے ماں کو بلا تنازع چھٹا حصہ دلایا جائیگا اور اس سے کم نہوگا اور باقی ان سب کو دلایا جائیگا اور اگر بھائی عصبات ہین تو انمین قرابت قریبہ و حمایت دونوں پائی جاتی ہین اور بسا اوقات انکے ساتھ اور وارث بھی ہوتے ہین مثلاً بیٹی اور بیٹے اور خاوند پھر اگر ماں کو سدس دلایا جاے تو انکو تنگی و دقت ہو اور اللہ پاک فرماتا ہے ولکم نصف ما ترک ازواجکم ان لم یکن لہن ولد فان کان لہن ولد فلکم الربع مما ترکن من بعد وصیۃ یوصین بہا او دین ولہن الربع مما ترکتم ان لم یکن لکم ولد فان کان لکم ولد فلہن الثمن مما ترکتم من بعد وصیۃ توصون بہا او دین " اور تمکو تمھاری بیویوں کے ترکہ کا نصف ہے اگر انکی اولاد نہو لیکن اگر اولاد ہو تو انکے ترکہ مین سے تمکو ربع ہے ۔ بعد وصیت جس چیز کی انھوں نے کی ہو یا قرض کے اور بیبیوں کو تمھارے ترکہ مین سے اگر تمھارے اولاد نہین ہے تو ربع ہے پھر اگر تمھارے اولاد ہے تو انکو تمھارے ترکہ مین سے ثمن ہے بعد اس چیز کے وصیت جو تمنے کی ہے یا قرض کے ۔ مین کہتا ہوں خاوند کو ورثہ اسلیے ملتا ہے کہ اسکو بیوی اور اسکے مال پر قبضہ ہوتا ہے پس اگر کل مال کے اسکے قبضہ سے نکالنے مین اسکی ضرر رسانی ہے اور دوسرے یہ کہ خاوند اپنا مال اسکی سپردگی مین رکھتا ہے اور اپنے مال مین اسکو امین سمجھتا ہے اسی خیال سے کہ بیوی کے مال مین اسکا بڑا حق ہے اور بیوی خاوند سے خدمت اور ہمدردی اور حق محبت کا لیتی ہے لہذا خاوند کو بیوی پر فضیلت ہے چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے الرجال قوامون علی النساء پھر اس بات کا بھی اعتبار کیا گیا ہے کہ خاوند بیوی کو زیادہ حصہ لینے سے اولاد پر تنگی نہو اور یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ ان مسائل مین جس فضیلت کا اعتبار کیا گیا ہے وہ فضیلت تضعیف ہے اللہ پاک فرماتا ہے وان کان رجل یورث کلالۃ او امرأۃ ولہ اخ او اخت فلکل واحد منہما السدس فان کانوا اکثر من ذلک فہم شرکاء فی الثلث ۔ اگر وہ شخص جسکا ورثہ تقسیم ہوتا ہے کلالہ ہو اور اسکے ماں کی طرف کے بھائی یا بہن ہو پس ان دونوں مین سے ہر ایک کو سدس ہے اور اگر اس سے زیادہ ہوں تو وہ سب ثلث مین شریک ہونگے ۔ مین کہتا ہوں کہ یہ آیت ماں کی اولاد مین وارد ہے اور اسپر اجماع ہو چکا ہے اور چونکہ اس شخص کے نہ باپ ہے نہ اولاد ہے اسلیے شفقت کے لحاظ سے اگر انمین ماں ہے تو انکو نصف ہے اور نصف معاونت اور حمایت کے اعتبار سے اور اگر ماں نہین ہے تو دو ثلث انکا ہے اور ایک ثلث انکا ہے اللہ فرماتا ہے یستفتونک فی النساء قل اللہ یفتیکم فی الکلالۃ ان امرؤ ہلک لیس لہ ولد ولہ اخت فلہا نصف ما ترک وہو یرثہا ان لم یکن لہا ولد فان کانتا اثنتین فلہما الثلثان مما ترک وان کانوا اخوۃ رجالا ونساء

فللذکر مثل حظ الانثیین - تجھسے مسئلہ دریافت کرتے ہین کہدے خدا تعالے تمکو بیان کرتا ہے اگر کوئی مرد مرجاے جسکے کچھ اولاد نہو اور اسکی ہمشیرہ ہو تو اسکی ہمشیرہ کو اس مرد کے ترکہ کا نصف ہے اور وہ مرد اسکا وارث ہوگا اگر اسکے اولاد نہین ہے پھر اگر دو ہمشیرہ ہون تو ان دونون کو اسکے ترکہ مین سے دو ثلث ہے اور اگر اسکے بھائی و بہنین ہون تو مرد کو عورت سے دو چند ہے - مین کہتا ہون کہ یہ آیت بالاجماع باپ کی اولاد مین وارد ہے خواہ وہ بنی اعیان ہوان یا بنی علات ہون اور کلالہ اس شخص کو کہتے ہین کہ جسکے نہ باپ ہو نہ اولاد ہو اور اللہ پاک کا یہ قول لیس لہ ولد - کلالہ کی بعض حقیقت کو ظاہر کرتا ہے - اسکا اصل جس شخص کے کوئی ایسا وارث ہو کہ نسب کے عمود مین داخل ہو تو وہ لوگ جو اولاد کے بعد سب سے زیادہ قریب و اولاد کے متشابہ ہین وہ اولاد ہی پر محمول ہون اور وہ برادر و ہمشیرہ ہے رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے الحقوا الفرائض باھلہا فما بقی فھو لاولی رجل ذکر - تمام حصے انکے حقدارون کو دیدو جو باقی رہے تو وہ اس مرد ذکر کا ہے جو سب سے زیادہ قریب ہے - مین کہتا ہون یہ بات معلوم ہو چکی کہ توارث کے اندر دو باتون کا لحاظ کیا گیا ہے جنکو ہم بیان کر چکے اور محبت و شفقت کا صرف اس قرابت مین لحاظ کیا گیا جو بہت قریب ہے جیسے ماں و بھائی نہ انکے سوا ہین - پس جب انسے بچ رہے تو وارث میت کے قائم مقام ہونے اور اسکے معاونت کرنے کے اعتبار سے معین ہوگا اور میت کے قوم اور اسکے نسب و اسکے درجہ کے لوگ ہین الاقرب فالاقرب - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا یرث المسلم الکافر ولا الکافر المسلم - مسلمان کافر کا وارث ہوتا ہے نہ کافر مسلمان کا - مین کہتا ہون کہ یہ حکم اسلیے دیا گیا ہے تاکہ کافر و مسلمان مین ہمدردی ہونے پاے کیونکہ مسلمان کا کافر سے اختلاط رکھنا باعث اسکے دین کے فساد کا ہوگا چنانچہ اللہ پاک نکاح کے حکم مین فرماتا ہے اولئک یدعون الی النار - وہ جہنم کیطرف بلاتے ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے القاتل لا یرث قاتل کو ورثہ نہین پہونچتا - مین کہتا ہون یہ حکم اسلیے دیا گیا ہے کہ بسا اوقات وارث مال لینے کی خاطر اپنے مورث کو مار ڈالتا ہے خاصکر چچا زاد بھائی وغیرہ اسوقت مین اس طریقہ کا انسداد مقرر کرنا ضروری ہوا کہ اس فعل کے مرتکب ہونیوالے نے جس چیز کا ارادہ کیا ہے وہ نا امید کیا جاے تاکہ یہ مفسدہ رفع ہو اور یہ بھی طریقہ متوارث چلا آتا ہے کہ نہ غلام کو کسی کا ورثہ ملتا ہے نہ اور کسی کو غلام کا ورثہ ملتا ہے کیونکہ غلام کا مال مولا کا مال ہوتا ہے اور مولی اجنبی شخص ہوتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان اعیان بنی الام یتوارثون دون بنی العلات - البتہ ماں کی اولاد مین سے بنی اعیان مین توریث جاری ہوتی ہے بنی علات مین نہین ہوتی - مین کہتا ہون اسکا سبب ہم بیان کر چکے ہین کہ میت کی قائم مقامی کا مبنا خصوصیت پر ہے اور قریب بعید کا حاجب ہوکر اسکو محروم کر دیتا ہے اور خاوند و ماں باپ اور بیوی اور ماں باپ کی صورتمین اس بات پر صحابہ رض کا اجماع ہے کہ ماں کو باقی کا ثلث ملتا ہے اور حضرت ابن مسعود رض نے بخوبی بیان کر دیا ہے اور فرمایا ہے ماکان اللہ لیرینی ان افضل اما علی اب - آنحضرت صلعم نے ایکمرتبہ ایک بیٹی اور ایک پوتی اور ایک اخت عینی کی صورتمین باینطور حکم دیا کہ بیٹی کو نصف اور پوتی کو سدس اور ہمشیرہ کو مابقی - مین کہتا ہون اسکا سبب یہ ہے کہ بعید قریب کا اسکے حصہ مین مزاحم نہین ہوتا ہے اور جو باقی رہے تو بعید اسکا حقدار ہوتا ہے تاکہ خدا تعالی نے اس صنف کے لیئے جو مقرر کیا ہے اسکا استیفا کرے پس بیٹی کو پورا نصف ملیگا اور

اور بیٹی پوتی کے حکم ہے پس حقیقی بیٹی کے مزاحم نہوگی اور بیٹیون کے حصہ سے مابقی اسکو ملجائیگا پھر ہمشیر عصبہ ہوگی اسلیے کہ اُسمین بیٹی کے قائم مقام ہونیکے معنی پائے جاتے ہین اور وہ مورث کے درجہ کی ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک خاندان کے ایک اور حقیقی بھائیون اور اخیافی بھائیون کے باب مین فرمایا کہ باپ نے انکی قرابت کو ہی بڑھایا ہے حضرت ابن مسعود اور زید اور شریح وغیرہ رضی اللہ عنہم نے اسی حکم کو قبول کیا اور قوانین شرعی کے ساتھ یہ حکم زیادہ تر مناسب ہے اور دادی کیلیے سدس کا حکم دیا کیونکہ مان کے نہونے کی صورتمین دادی مان کے قائم مقام ہے حضرت ابوبکر اور حضرت عثمان اور ابن عباس رضی اللہ عنہم دادا کو باپ کا حکم دیتے تھے اور ہمارے نزدیک قول سب سے بہتر ہے اور ولاء مین یہ راز ہے کہ اسمین معاونت و عزت کی محافظت پائی جاتی ہے پس مولا نعمت اُسکا زیادہ تر مستحق ہے بعد ازان اُسکے قوم کے مرد درجہ بدرجہ

واللہ اعلم

# تدبیر منزل کے ابواب کا بیان

معلوم کرو کہ فن تدبیر منزل کے اصول تمام عرب و عجم کے نزدیک مسلم ہین البتہ اُنکی صورتون مین اختلاف ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عرب مین پیدا کیے گئے اور حکمت الہیہ کا مقتضی ہوا کہ تمام دنیا مین بطور کلمۃ اللہ کا اعلان ہو کہ عرب کا دین تمام ادیان پر غالب کیا جاے اور تمام دنیا کے عادات عرب کے عادات سے منسوخ کیے جاوین اور تمام دنیا کے لوگون کی ریاست اُنکی ریاست سے منسوخ کیجاوے لہذا یہ بات ضروری ہوئی کہ بجز عرب کی عادات کے تدبیر منزل کسی صورت سے نہین ہوسکتی اور نیز خود اُن صورتون کا اعتبار ضروری ہوا اور ہم اکثر ضروری باتین مقدمہ باب مین ارتفاقات وغیرہ کے اندر بیان کر چکے ہین وہان دیکھنا چاہیے۔

# نکاح کے متعلق گفتگو اور اُسکے متعلقات کا بیان

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج فانہ اغض للبصر واحصن للفرج ومن لم یستطع فعلیہ بالصوم فانہ لہ وجاء اے گروہ جوانون کے جو شخص تم مین سے نکاح کی طاقت رکھے تو اُسکو نکاح کرنا چاہیے کیونکہ نکاح کر کے نگاہ پست رہتی ہے اور شرمگاہ محفوظ رہتی ہے اور جو کوئی اُسکی طاقت نہ رکھے تو اُسکو روزہ رکھنا چاہیے اسلیے کہ روزہ خصی کر دیتا ہے معلوم کرو کہ بدن کے اندر جب کثرت سے منی پیدا ہوتی ہے تو اُسکے ابخرہ دماغ کی طرف چڑھتے ہین تو اُسکا دل کسی خوبصورت عورت کے دیکھنے کو چاہتا ہے اور اُسکی محبت اُسکے قلب پر غالب ہو جاتی ہے اور اس منی کا ایک حصہ پیشاب گاہ کیطرف اُترتا ہے جس سے انتشار پیدا ہوتا ہے اور شدت سے خواہش ہوتی ہے اور اکثر یہ بات جوانی کے زمانہ مین ہوتی ہے اور حجابات طبع مین سے یہ ایک بہت بڑا حجاب ہے جو اسکو احسان کی صفت مین غور کرنے سے مانع ہو جاتا ہے اور زنا کیطرف اُسکو رغبت دلا کر اُس شخص کی عادت بگاڑ دیتا ہے اور باہمی فساد سے بڑی بڑی ہلاکتوں مین وہ شخص پڑ جاتا ہے لہذا اُس

وہ انکا قصد کرتے ہین اور جمال و شباب وغیرہ ایسی چیزین ہین کہ جنپر حجاب طبعی کا غلبہ ہے انکو یہ مقصود ہوتی ہین اور دین اُس شخص کا مقصود ہوتا ہے جو فطرت کے اعتبار سے مہذب ہوگیا ہے اور اس بات کو چاہتا ہے کہ دین مین اُسکی بیوی اُسکی معاونت کرے اور اہل خیر کے ساتھ صحبت کی اُسکو رغبت ہے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے خیر نساء رکبن الابل نساء قریش احناہ علی ولد فی صغرہ وارعاہ علی زوج فی ذات یدہ جتنی عورتین اونٹھون پر سوار ہوتی ہین اُنمین سب سے بہتر قریش کی عورتین ہین سب آدمیون سے زیادہ اُنکو اپنے بچے کے ساتھ اُسکے بچپن مین محبت ہوتی ہے اور سب سے زیادہ اپنے خاوند کے مال کی حفاظت کرتی ہین - مین کہتا ہون یہ بات پسندیدہ ہے کہ بیوی اُس قبیلہ و خاندان کی ہو جسکی عورتین خوش اخلاق ہوتی ہون کیونکہ سونے و چاندی کی کانون کی طرح آدمیون کی بھی کانین ہین اور انسان پر اُسکی قوم کی رسوم و عادات اُسیقدر غالب ہوتی ہین کہ گویا اُسکی سرشت مین داخل ہین اور آنحضرت صلعم نے اسی بات کا بیان فرما دیا کہ سب عورتون سے بہتر قریش کی عورتین ہوتی ہین اسلیے کہ سب سے زیادہ اپنی چھوٹی چھوٹی اولاد کو اُنکو شفقت ہوتی ہے اور اپنے خاوند کے مال و غلام وغیرہ کی حفاظت سب سے زیادہ کرتی ہین اور نکاح کے جو مقاصد ہوتے ہین اُن سب مین یہ دو بڑے بڑے مقصد ہین اور انھین سے تدبیر منزل کا انتظام ہوتا ہے اور اگر تم آجکل ہمارے ملک ورماوراء النہر وغیرہ کی تفتیش کروگے تو عادات صالحہ مین سب سے زیادہ ثابت قدم اور مستقل ان باتون مین قریش کی بیویون کو دیکھوگے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے تزوجوا الودود الولود فانی مکاثر بکم الامم - کہ نکاح کرو تم ایسی عورتون سے جو زیادہ بچے والی اور زیادہ محبت والیون سے کیونکہ مین امتون سے تمھارے ساتھ کثرت مین مقابلہ کرنیوالا ہون - مین کہتا ہون کہ خاوند بیوی کی باہم محبت کیوجہ سے مصلحت خانگی پورے طور سے قائم رہیگی اور بسبب کثرت اولاد کے مصلحت مدنیہ اور ملیہ کے خوب تکمیل و تتمیم ہوگی اور عورت کو خاوند کے ساتھ محبت کا ہونا اُسکے صحت مزاج اور قوت طبیعت کی دلیل اور غیرون کیطرف نظر کرنے سے مانع اور کنگھی وغیرہ سے سنگھار کرنے کے باعث ہے اسمین خاوند کی شرمگاہ اور اُسکی نظر کی حفاظت ہے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے اذا خطب الیکم من ترضون دینہ وخلقہ فزوجوہ ان لا تفعلوہ تکن فتنۃ فی الارض وفساد عریض - جب کوئی شخص تمھارے پاس پیام نکاح کا لاوے جسکی دینداری و عادت سے تم راضی ہو اُسکے ساتھ تم نکاح کردو اگر ایسا نکروگے تو زمین مین فتنہ اور بڑا فساد پیدا ہوگا - مین کہتا ہون اس حدیث سے یہ بات ثابت نہین ہوتی کہ نکاح کے اندر کفویت کا اعتبار نہین ہے اور ایسا ہو بھی نہین سکتا کیونکہ ہر قسم کے لوگون کی سرشت مین کفویت کا اعتبار ہے اور کبھی تو کفویت کا نقصان قتل سے بھی زیادہ ہوتا ہے اور لوگون کے مرتبہ مختلف ہین اور شریعت ایسی باتون کو مہمل نہین چھوڑتی اسی لیے حضرت عمرؓ فرماتے ہین کہ مین عورتونکو بجز اُنکے کفو کے لوگون کے سب سے ممانعت کرونگا بلکہ آنحضرت صلعم کی مراد یہ ہے کہ جب اس شخص کے دین و عادت پسندیدہ ہون تو اُسکے بعد جنپر چیزون پر مثل قلت مال و تنگی حال اور بدصورتی یا ام ولد کے اولاد وغیرہ ہونے پر نظر نہ چاہیے کیونکہ تدبیر منزل کا مقصود اعظم خوش اخلاقی کے ساتھ صحبت مین رہنا اور اُسکے سبب سے دین کی اصلاح کا ہونا ہے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے الشوم فی المرأۃ والدار والفرس نحوست عورت اور گھوڑے اور گھر مین ہوتی ہے - مین کہتا ہون

اس حدیث کی صحیح تفسیر جسکو حدیث کا مورد چاہتا ہے کہ ان چیزوں مین کوئی سبب اکثر پوشیدہ پایا جاے جسکی وجہ
عورت بیرکت سے بے طرف اور شوم ہوا کرتی ہے۔
اور مستحب ہے مرد کو یہ بات کہ خوش کرے اپنے نفس کو ساتھ ترک کرنے نکاح کے اس عورت کے ساتھ جسکی نحوست بہ
کوئی تجربہ پایا جاے اگرچہ وہ خوبصورت ہو اگرچہ وہ صاحب مال ہو اور حکمت کا مقتضی ہے کہ باکرہ کو اختیار کرے بشرطیکہ
وہ عاقلہ بالغہ ہو کیونکہ اسکے اندر داو و فریب کے معنی کم ہوتے ہین اسلیے وہ ادنیٰ وجہ سے راضی ہوجاتی ہے اور سبب
قوی ہونے اسکی جوانی کے سریع تر ہے حمل کے لیے اور ادب کی صلاحیت بھی اقرب ہے جیسے کہ حکمت کا مقتضی ہے
اور نیز اپنی شرمگاہ کو اور نظر کو محفوظ رکھیگی بخلاف ثیبات کے (ثیبہ بیوہ عورت کو کہتے ہین) کہ وہ داو و فریب سے
خوب آگاہ ہوتی ہین اور بد اخلاق و قلیل الاولاد ہوتی ہین اور وہ مثل الواح منقوشہ کے ہوتی ہین کوئی ادب انہین
اثر نہین کرتا ہے مار خدایا مگر جبکہ اس شخص کو تدبیر خانگی مقصود ہو کیونکہ بغیر تجربہ کار عورت کے انتظام نہین ہوسکتا
ہے جیساکہ جابرؓ نے ذکر کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا خطب احدکم المرأۃ فان استطاع ان
ینظر الی ما یدعوہ الی نکاحھا فلیفعل جب کوئی تم مین سے کسی عورت سے پیام نکاح کا دے پس اگر وہ شخص اس
چیز کو جو اس عورت کے ساتھ نکاح کرنے کی باعث ہو دیکھ سکے تو دیکھ لے اور فرمایا ہے فانہ احری ان یودم بینکما۔
کیونکہ یہ بات تم دونوں مین الفت قائم رہنے کے لیے انسب ہے اور آنحضرت صلعم نے ایکمرتبہ فرمایا ہل رأیتھا فان
فی اعین الانصار شیئا۔ تو نے اسکو دیکھ بھی لیا ہے کہ انصار کی آنکھوں مین کچھ عیب ہوتا ہے۔ مین کہتا ہون مخطوبہ
کو دیکھ لینا اسواسطے مستحب کیا گیا ہے کہ دیکھ لینے کے بعد جو نکاح واقع ہوگا ہوشمندی کے ساتھ ہوگا اور وہ ندامت
جو بلا دیکھے بھالے نکاح کرلینے اور طبیعت کے موافق نہونے اور پھر اسکے رد کرنے سے پیدا ہوتی ہے ایسے وقت مین
پیش نہین آتی۔ اور دیکھنے کے بعد اسکو رد کرنا آسان ہوتا ہے۔ دوسرے ایسے وقت مین نکاح شوق اور نشاط کے
ساتھ ہوتا ہے کیونکہ وہ اسکی طبیعت کے موافق ہوتا ہے اور عقلمند آدمی جبتک کسی چیز کی برائی بھلائی پہلے معلوم
نکرلے اسکا اقدام نہین کرتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان المرأۃ تقبل فی صورۃ شیطان وتدبر
فی صورۃ شیطان اذا احدکم اعجبتہ المرأۃ فوقعت فی قلبہ فلیعمد الی امرأتہ فلیواقعھا فان ذلک یرد ما فی
نفسہ۔ عورت شیطان ہی کی صورت مین آتی ہے اور شیطان کی ہی صورت مین پشت کرتی ہے تمسے جب کسی کو کوئی
عورت اچھی معلوم ہو اور اسکے دلمین وسوسہ پیدا ہو تو اسکو چاہیے کہ اپنی بیوی کیطرف قصد کرے اور اس سے صحبت
اسلیے کہ اسسے اسکے دل کا وسوسہ جاتا رہتا ہے معلوم کرو کہ شہوت فرج سب شہوتون سے بڑھکر شہوت ہے اور سب سے زیادہ
قلب پر اسکا غلبہ ہوتا ہے اور یہ شہوت انسان کو بڑی بڑی ہلاکت مین ڈالتی ہے اور عورتون کیطرف دیکھنے سے یہ شہوت
پیدا ہوتی ہے اس حدیث سے یہی مراد ہے المرأۃ تقبل فی صورۃ شیطان۔ الخ پس جب کوئی شخص کسی عورت کو
دیکھے اور اسکے قلب مین اسکا شوق اور بیقراری پیدا ہو تو حکمت کا مقتضی ہے کہ اس شوق کو علی حالہ نہ چھوڑا جاے کیونکہ
ایسی صورتمین وہ شوق آہستہ آہستہ زیادہ ہو ہو کر اسکے قلب پر غالب آجائیگا اور قلب کے اندر اسکا تصرف جاری ہوجائیگا۔

اور ہر چیز کی ایک مدد ہوتی ہے جس سے وہ چیز قوی ہوجاتی ہے اور ایک تدبیر ایسی ہوتی ہے جس سے وہ چیز کم ہوجاتی ہے پس جو لوگ عورتون کیطرف رغبت کی مدد منی کے ظروف کا پُر ہونا اور اُس سے دماغ کیجانب بخارات کا صعود کرنا ہے اور اُسکے کم کرنے کی تدبیر اُن ظروف کا منی سے خالی کر دینا ہے۔ اور نیز جب اُسکا قلب جماع کرنے کیطرف مشغول ہوگا تو وہ وسوسہ اُسکے دل سے نکل جائیگا اور جس چیز کیطرف اُسکی توجہ تھی وہ توجہ اُسکو نہ رہیگی۔ اور جب ایک چیز کے استحکام سے پہلے اُسکا علاج کر لیا جاتا ہے تو ادنیٰ کوشش سے وہ چیز رفع ہوجاتی ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے لا یخطب الرجل علی خطبۃ اخیہ حتی ینکح او یترک کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کی منگنی پر منگنی نکرے جبتک وہ نکاح نہ کرلے یا ترک نکر دے۔ مین کہتا ہون اسکا سبب یہ ہے کہ جب ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کی گفتگو کی اور عورت کو بھی اسکی طرف میلان ہوگیا تو اس شخص کے گھر آباد ہونے کی صورت ظاہر ہوگئی پس اب اس شخص کی امید کو توڑنا اور جس چیز کے وہ درپے ہے اس سے اُسکو نا امید کر دینا اُسکے ساتھ بدخواہی اور ظلم کرنا اور اُسکو تنگ کرنا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا تسئال المراۃ طلاق اختہا لتستفرغ صحفتہا ولتنکح فان لہا ما قدر لہا۔ کوئی عورت اپنی مسلمان بہن کی طلاق کی خواستگار نہ اسلیئے نکرے تاکہ اُسکے برتن کو خالی کرکے اپنا نکاح اُس شخص سے کرے کیونکہ اسکو وہی ملیگا جو اسکے تقدیر میں ہے۔ مین کہتا ہون اسمین یہ حکمت ہے کہ اُسکی طلاق کا چاہنا اُسکے ساتھ کاٹ کرنا اور اُسکی روزی کے خراب کرنے مین کوشش کرنا ہے اور شہر کے فساد کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ ایک دوسرے کے روزگار کی کاٹ کرے۔ بلکہ خدا تعالیٰ کی مرضی تو یہ ہے کہ ہر شخص اپنی روزی کی تلاش ایسی جگہ سے جو خدا تعالیٰ نے اُسکے لیے آسان کیا ہے حاصل کرے اور دوسرے کی روزی کا ازالہ نہ چاہے۔

## ستر کا بیان

معلوم کرو کہ جب عورتون کو دیکھنے سے مردون کے دلمین اُنکا عشق اور فریفتگی پیدا ہوتی ہے اور اسیطرح عورتونکو مردون کے دیکھنے سے مردون کا عشق پیدا ہوتا ہے اور بسا اوقات یہ اس بات کا سبب ہوجاتا ہے کہ بغیر سنت راشدہ کے اُسنے قضاء شہوت کیا جاوے مثلاً اُس عورت کیطرف توجہ کرنا جو دوسرے کا ناموس ہے یا بلا نکاح کسی عورت سے لوجہ کرنا یا بلا اعتبار کفو کے کسی کے ساتھ نکاح کرنا اور اس باب مین جو کچھ دیکھنے مین آتا ہے وہ اُس بیان سے مستغنی ہے جو دفترون مین مذکور ہے۔ پس حکمت کا مقتضیٰ یہ ہوا کہ یہ دروازہ بند کیا جاوے اور چونکہ بنی آدم کی حاجات مختلف ہین اور اُنکو لا محالہ مخالطت کی ضرورت ہے لہذا ضروری ہوا کہ حاجات کے اعتبار سے ممانعت نظر کے کئی درجے مقرر کیے جائین اسواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی طریقے مسنون اور مشروع فرمائے ایک تو یہ کہ عورت اپنے گھر سے بلا ایسی ضرورت کے جسکے بغیر چارہ ہی نہو باہر نہ جائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے المراۃ عورۃ فاذا خرجت استشرفہا الشیطان عورت شرم کی چیز ہے پس جب گھر سے باہر ہوتی ہے شیطان نگاہ اُٹھاکر اُسکی طرف دیکھتا ہے۔ مین کہتا ہون اسکے معنی ہین کہ شیطان کا گروہ اُسکو نظر اُٹھاکر دیکھتا ہے یا اسمین فتنہ کے اسباب مہیا کرنے سے کنایہ ہے اور اللہ پاک فرماتا ہے وقرن فی بیوتکن۔ اور اپنے گھر ونمین قرار پکڑو۔ اور حضرت عمر

چونکہ اسرار دین کا علم دیا گیا تھا اسلیے آپکی تمنا تھی کہ خدا تعالی کیطرف سے اس پردہ کا حکم نازل ہو حتی کہ آنحضرت نے ایک مرتبہ حضرت سودہ کو آواز دی یا سودۃ انک لاتخفین علینا - اے سودہ آپ ہم سے چھپ نہیں سکتیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب معلوم کیا کہ بالکل اس بات کے مسدود کرنے میں حرج عظیم ہے اسلیے آپنے گھر میں بیٹھنا انکے لیے مستحب کیا واجب نہیں کیا اور فرما دیا اذن لکن ان تخرجن الی حوائجکن - تمکو اپنی حاجات کے لیے باہر نکلنے کے لیے اجازت دیگئی - دوسرے یہ کہ عورت اپنے اوپر پردہ ڈالے رہے اور بجز خاوند یا ذی رحم محرم کے کسی کے سامنے مواضع زینت کو نہ کھولے اللہ پاک فرماتا ہے قل للمومنین یغضوا من ابصارہم ویحفظوا فروجہم ط ذالک ازکی لہم ط ان اللہ خبیر بما یصنعون وقل للمومنات یغضضن من ابصارہن الی قولہ تفلحون - ایمان والوں سے کہدے اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہ انکے لیے زیادہ پاکیزہ ہے بیشک خدا انکے کاموں سے خبردار ہے اور مسلمان عورتوں سے کہدے اپنی آنکھیں نیچی رکھیں اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنا سنگھار بجز ظاہری سنگھار کے کسی کے سامنے نہ کھولیں مگر اپنے خاوندوں کیلیے یا اپنے آباء کیلیے یا خاوندوں کے باپوں کیلیے یا اپنے بیٹوں کیلیے یا اپنے خاوندوں کے بیٹوں کیلیے یا اپنے بھائیوں کیلیے اخیر آیات تک - پس خدا تعالے نے ان اعضا کے کھولنے کی اجازت دی ہے جنکے ساتھ ہوسکتی ہے یعنی منہ ہاتھ پاؤں جن اعضا سے کام کاج ہوتا ہے اور وہ دونوں ہاتھ ہیں اور انکے سوا سب اعضا کا ستر واجب مگر خاوند یا ذی رحم محرم اور اپنے غلاموں کے سوا - اور جو عورتیں گھر کی بیٹھنے والی ہیں نکاح کا قصد نہیں رکھتی ہیں انکو اس بات کی اجازت دی کہ اپنے کپڑے اوتار رکھا کریں - تیسرے یہ کوئی مرد کسی عورت کیساتھ تنہائی میں نہ رہے جبتک کوئی تیسرا وہاں ایسا موجود نہو جسکا وہ دونوں لحاظ کرتے ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الا لا یبیتن رجل عند امراۃ ثیب الا ان یکون ناکحا او ذا رحم - آگاہ ہو جاؤ کہ کوئی مرد کسی خاوند رسیدہ عورت کے پاس شب باشی نکرے بجز اسکے خاوند کے یا محرم کے - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا یخلون رجل بامراۃ فان الشیطان ثالثہما - کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں نہ رہے کیونکہ تیسرا انمیں شیطان ہوتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا تلجوا علی المغیبات فان الشیطان یجری من ابن آدم مجری الدم - جن عورتوں کے خاوند گھر میں نہیں انکے پاس مت جاؤ اسلیے کہ شیطان انسان کے اندر خون کے مانند جاری ہے - چوتھے یہ کہ کوئی شخص عورت ہو یا مرد دوسرے شخص کے ستر کو نہ دیکھے عام ہے نہ وہ مرد ہو یا عورت - آنحضرت صلعم نے فرمایا لا ینظر الرجل الی عورۃ الرجل ولا المراۃ الی عورۃ المراۃ - نہ مرد مرد کا ستر دیکھے نہ عورت عورت کا ستر دیکھے میں کہتا ہوں اسکی یہ وجہ ہے کہ ستر کے دیکھنے سے شہوت کو ہیجان ہوتا ہے اور عورتوں میں باہم معاشقہ ہو جاتا ہے اور اسیطرح مردوں میں - اور ستر کے نہ دیکھنے میں لوگوں پر کچھ دقت بھی نہیں ہے اور نیز ستر عورت ان ارتفاقات کے اصول میں سے ہے جنکے بغیر چارہ نہیں ہے - پانچویں یہ ہے کہ ایک کپڑے میں کوئی کسی کے ساتھ نہ سوئے اور علی ہذا القیاس ایک چارپائی پر بھی لوگ نہ سوئیں اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے لا یفضی الرجل الی الرجل فی ثوب واحد ولا تفضی المراۃ الی المراۃ فی ثوب واحد - نہ مرد مرد کے پاس ایک کپڑے میں جاکر لیٹے اور نہ عورت عورت کے پاس اسطرح لیٹے اور فرمایا ہے لا تباشر المراۃ المراۃ لتنعتہا لزوجہا کانہ ینظر الیہا - کہ کوئی عورت کسی عورت سے

ملکر نہ بیٹھے تاکہ اپنے خاوند سے اُسکا حال بیان کرے گویا کہ وہ اُسے دیکھ رہا ہے - مین کہتا ہون اُسکا سبب یہ ہے کہ عورتون کا
پاس پاس لیٹنا باہم شہوت کو ہیجان مین لاتا ہے جسنے انمین سحاق اور لواطت کی خواہش پیدا ہوتی ہے اور آنحضرت
صلعم کا یہ فرمانا کہ گویا اُسکی طرف دیکھ رہا ہے اُس سے یہ مراد ہے کہ عورت عورت کے ساتھ مباشرت کرنے سے بسا اوقات انمین
محبت پیدا ہوجاتی ہے اور پھر وہ اُس لذت کا ذکر اپنے خاوند یا کسی قوم سے کہدیتی ہین اُسکے باعث سے اُن لوگون کو اُس
عورت کا اشتیاق ہوجائیگا اور سب سے بڑا مفسدہ یہ ہوتا ہے کہ جس عورت کا خاوند نہین ہے اُسکے کسی مرد کے سامنے اوصاف
بیان کیے جاوین - آنحضرت صلعم نے جو ہیت مخنث کو ازواج مطہرات کے مکانون سے نکلوا یا تھا اُسکا یہی سبب تھا - اور
جاننا چاہیے کہ ستر عورت یعنی وہ اعضا جنکے کھولنے سے لوگونمین عادات متوسطہ کے اعتبار سے عار آتی ہے جسطرح
قریش کے اندر اُس زمانہ مین تھا اُن اتفاقات کے اصول مین سے ہے جنکو اُن تمام لوگون نے تسلیم کرلیا ہے جنکا نام شہر ہے
اور اسی کے سبب سے انسان تمام حیوانات مین ممتاز ہے پس اسلیے شارع نے ستر کو واجب کیا اور بول و براز کا مقام
اور خصیتین اور عانہ زیر ناف اور جو اعضا اُنکے قریب ہین یعنی زانو سے ان اعضاء کا ستر ہونا ہیئت کے روشن بدیہیات
مین سے ہے جسپر دلیل کی حاجت نہین اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے **اذا زوج احدکم عبده امته فلا ینظر الی عورتها**
وفی روایة **فلا ینظر الی ما دون السرة وفوق الرکبة** - جب کوئی تم مین سے اپنے غلام کا اپنی چھوکری سے نکاح کردے
تو پھر اُسکا ستر نہ دیکھے اور ایک روایت مین آیا ہے کہ ناف کے نیچے اور گھٹنے کے اوپر نہ دیکھے اور نیز آپ نے فرمایا ہے
**اما علمت ان الفخذ عورة** - کیا تو نہین جانتا کہ ران ستر ہے ان دونون حدیثون سے یہ بات ثابت ہوئی
کہ دونون رانین ستر ہین اور اس مسئلہ مین احادیث متعارضہ آئی ہین مگر اس قول مین احتیاط زیادہ تر ہے
اور قوانین شرعی سے بھی بہت ملتا ہوا ہے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے **ایاکم والتعری فان معکم من لا
یفارقکم الا عند الغائط وحین یفضی الرجل الی اهله فاستحیوهم واکرموهم** ننگے ہونے سے پرہیز کرو کیونکہ
تمھارے ساتھ وہ فرشتہ ہے کہ نہین مفارقت کرتا ہے تم سے مگر وقت پاخانہ کے پاک اُسوقت جب کوئی شخص اپنی
بیوی سے صحبت کے لیے جاتا ہے پس اُنسے حیا کرو اور اُنکی تعظیم کرو اور نیز فرمایا **الله احق ان یستحیی منه** کہ
اللہ پاک اسکا مستحق زیادہ ہے کہ اس سے حیا کیجاے - مین کہتا ہون کہ برہنہ ہونا بغیر ایسی ضرورت کے جسکے بغیر چارہ نہو
منع ہے اگرچہ مکان خالی ہو کیونکہ بسا اوقات انسان اُسپر اقدام کرتا ہے اور اعمال کا اعتبار اُن اخلاق کے ساتھ
ہوا کرتا ہے جن سے وہ پیدا ہوتے ہین اور ستر کا منشا حیا اور نفس پر تحفظ و تقید کی کیفیت کا غالب کرنا اور بیحیائی کو
ترک کردینا اور اُسکا عادی ہونا ہے اور جب شارع نے کسی شخص کو ایک چیز کا حکم دیا تو اُسکا یہ مقتضی ہوا کہ دوسرے کا
اس بات کا حکم دیا جاے کہ اس حکم کے موافق اُس شخص کے ساتھ معاملہ کرے پس عورتون کو ستر کا حکم دیا گیا ہے
تو ضروری ہوا کہ مردون کو اس بات کا حکم دیا جاے کہ اپنی نگاہین نیچی رکھین اور مردون کا نفس جب ہی مہذب
ہو سکتا ہے جب وہ اپنی نگاہون کو پست کرین اور اپنے نفس کو اُسپر مجبور کرین اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے
**الاولی لک ولیست لک الآخرة** - پہلی نگاہ تیرے لیے ہے اور دوسری تیرے لئے نہین ہے - مین کہتا ہون انمین

اسمین اسطرف اشارہ ہے کہ نکاح کا خیال بمنزلہ دوسری مرتبہ نظر کرنے کے ہے اور ایکمرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھرمین ایک نابینا شخص حاضر ہوے اور آپ نے حضرت ام سلمہ و حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کو پردہ کرنیکا حکم دیا اور انھون نے عرض کیا کہ کیا یہ نابینا نہین ہے جو ہمکو نہین دیکھتا تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ کیا تم بھی نابینا ہو جو اسکو نہین دیکھ سکتی ہو - مین کہتا ہون اسکی یہ وجہ ہے کہ جسطرح مردون کو عورتون کیطرف رغبت ہوتی ہے ویسی ہی عورتون کو مردون کی طرف ہوتی ہے آنحضرت صلعم نے حضرت فاطمہ زہرا سے فرمایا انہ لیس علیک باس انما ہو ابوک وغلامک - البتہ کچھ مضائقہ نہین کہ وہ تیرا باپ اور غلام ہے - مین کہتا ہون کہ غلام کو محارم کا حکم اسلیے دیا گیا کہ اسکو اپنی سیدہ کیطرف رغبت نہین ہوتی کیونکہ اسکی نظر مین وہ معزز ہوتی ہے اور نہ سیدہ کو غلام کیطرف رغبت ہو سکتی ہے کیونکہ وہ اسکی نگاہ مین حقیر ہوتا ہے اور مابین انکے پردہ کا حکم دینے مین سخت دشواری ہے اور یہ سب صفات محارم کے اندر بھی ہین کیونکہ قرابت قریبہ محرمیہ مین رغبت کے کم ہونیکا باعث ہے اور ناامیدی طمع کے قطع ہونیکے اسباب مین سے ایک سبب اور مدت دراز تک یکجائی رہنا بھی قلت نشاط اور پردہ کے دشوار ہونے اور کم التفاتی کا سبب ہے پس جسوقت یہ بات سنت ہوگئی کہ محارم سے جو پردہ ہو وہ اور قسم کا ہو اور غیرون سے جو پردہ ہو وہ اور قسم کا ہو -

## نکاح کا بیان

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے **لا نکاح الا بولی** - ولی کے بغیر نکاح نہین ہوتا معلوم ہوا کہ اسمین خصوصا نکاح مین عورتون کو حاکم کرنا روا نہین ہے کیونکہ عورتین ناقصات العقل ہوتی ہین اور انکی فکر ناقص ہوتی ہے اسلیے بسا اوقات مصلحت کیطرف انکو رہبری نہو سکیگی دوسرے غالبا وہ حسب کی محافظت نکرینگی اور بسا اوقات غیر کفو کیطرف آمادہ ہوجاتی ہین اور اسمین انکی قوم کی عار ہے پس ضروری ہوا کہ ولی کو اس باب مین کچھ دخل ہونا چاہیے تاکہ یہ مفسدہ بند ہو - اور نیز ضروری ہے اعتبار سے لوگون کا عام طریقہ ہے کہ مرد عورتون پر حاکم ہوتے ہین اور تمام بندوبست انھین سے متعلق ہوتا ہے اور تمام خرچ مردون کے متعلق ہوا کرتے ہین اور عورتین انکی مقید ہوتی ہین چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ بعضہم الآیہ - اور نیز نکاح کے اندر ولی کی شرط لگانے مین اولیاء کی عزت ہے اور عورتون کو اپنا نکاح خود بخود کرنے مین انکی بیعزتی ہے جسکا مدار بیحیائی پر ہے اور اولیاء کی مخالفت اور انکی بے قدری ہے - اور نیز یہ بات واجبات سے ہے کہ نکاح کو زنا سے شہرت کے ساتھ امتیاز ہو اور شہرت کی بہتر صورت یہ ہے کہ عورت کے اولیاء نکاح مین موجود ہون اور

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا تنکح الثیب حتی تستامر ولا البکر حتی تستاذن الخ وفی روایۃ البکر یستاذنہا ابوہا - شوہر رسیدہ عورت کا نکاح نہ کیا جاوے جبتک کہ اسکا امر نہ لیا جاوے اور نہ باکرہ کا جبتک کہ اس سے اذن نہ لیا جاے اور اسکا اذن خاموش رہنا ہے اور ایک روایت مین ہے کہ جبتک باپ اس سے اذن لے - مین کہتا ہون یہ بھی روا نہین کہ صرف اولیاء کو نکاح کا اختیار دیا جاے کیونکہ اپنا نفع وضرر جو عورت جانتی ہے وہ اس سے ناواقف ہین اور وہ نفع ونقصان اسکی طرف عائد ہونیوالا ہے اور استیمار صراحتہ اسکی زبان سے اجازت دینے کو کہتے ہین اور استیذان اجازت طلب کرنیکو اور ساکت

منع نکرنے کو کہتے ہین اور ادنی مرتبہ اُسکا سکوت ہے اور حدیث شریف مین بالغہ باکرہ سے استیذان مراد ہے نہ صغیرہ کیونکہ بیشونده ناسمجھ ہے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی نے حضرت عائشہ کا نکاح بلا استیذان رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھا ہے اور اُنکی عمر اُسوقت مین چھ برس کی تھی اور آپنے فرمایا ہے ایما عبد تزوج بغیر اذن سیدہ فھو عاھر جو غلام اپنے مولا کے بغیر اجازت نکاح کرلے تو وہ زانی ہے - مین کہتا ہون چونکہ غلام اپنے مولا کی خدمت مین مشغول رہا کرتا ہے اور نکاح اور اسکے فروعات یعنی اسکے ساتھ غمخواری کرنا اور اسکے پاس رہنا ایسی چیزین ہین کہ جنکی وجہ سے مولا کی خدمتگزاری مین نقصان آتا تھا اسلیے ضرور ہے کہ غلام کا نکاح اُسکے مولا کی اجازت پر موقوف رکھا جاے اور چھوکری کا نکاح بطریق اولی مولا کی اجازت پر موقوف رہنا چاہیے چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے فانکحوھن باذن اھلھن - پس اُنسے اُنکے مولا کی اجازت سے نکاح کرلو

حضرت ابن مسعود رضی فرماتے ہین کہ رسول خدا صلعم نے ہمکو حاجت (یعنی نکاح وغیرہ کے) وقت یہ تشہد تعلیم فرمایا ہے الحمد للہ نستعینہ ونستغفرہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ہادی لہ واشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ - اور اسکے بعد یہ تین آیتین پڑھے یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون - واتقوا اللہ الذی تساءلون بہ والارحام ان اللہ کان علیکم رقیبا - یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وقولوا قولا سدیدا یصلح لکم اعمالکم ویغفر لکم ذنوبکم ومن یطع اللہ ورسولہ فقد فاز فوزا عظیما - مین کہتا ہون اہل جاہلیت قبل از نکاح خطبہ پڑھا کرتے تھے اور اُسمین اپنی قوم کے مفاخر بیان کرتے تھے اور اُسکو ذکر مقصود کا وسیلہ کیا کرتے تھے اور اسکا اعلان چاہتے تھے اور اس رسم کے جاری رہنے مین مصلحت تھی سواے اسکے کہ خطبہ کا معنی اعلان اور ایک شے کے بمنزلہ سُنی ہوئی اور دیکھی ہوئی کے گردانتے پر ہے اور نکاح مین اعلان کرنے مین یہ حکمت ہے تاکہ نکاح اور زنا مین تمیز ہو جاے - اور دوسری وجہ یہ ہے کہ خطبہ کا استعمال مہتم بالشان امور مین کیا جاتا ہے اور نکاح کا اہتمام اور اُسکا ایک عظیم الشان امر گردانا اعظم مقاصد سے ہے لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکے اصل کو باقی رکھا اور اُسکی صورتین تغیر فرمادیا ہے باینطور کہ اُسکے ساتھ مصالح کے ساتھ مصلحت کلیہ کو شامل کردیا ہے اسطرح کہ ہر ارتفاق کے ساتھ مین جو ذکر اُسکے مناسب ہے ملایا جاے اور ہر جگہہ پر شعار الہی کی عظمت کیجاے تاکہ دین حق کے نشانات پھیل جائین اور اُسکے شعائر وامارات ظاہر ہوجائین پس آنحضرت صلعم نے اُسمین کچھ اذکار مسنون فرمائے مثل حمد اور استعانت اور استغفار اور تعوذ اور توکل اور تشہد کے اور کچھ آیات قرآنی اُسمین شامل کین اور اس مصلحت کیطرف اپنے اس قول سے اشارہ فرمایا کل خطبۃ لیس فیھا تشھد فھو کالید الجذماء جس خطبہ مین تشہد نہو وہ وہ دست بریدہ کے مانند ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے فصل ما بین الحلال والحرام الصوت والدف فی النکاح - حلال وحرام مین یہی فرق ہے کہ نکاح مین آواز اور دف ہوتی ہے - اور نیز آپنے فرمایا ہے اعلنوا ھذا النکاح واجعلوہ فی المساجد واضربوا علیہ الدفوف - اس نکاح کو اعلان کردیا کرو اور مساجد مین اُسکو کیا کرو اور اُسپر دفین بجادیا کرو - مین کہتا ہون کہ وہ لوگ نکاح مین دف اور آواز کا استعمال کیا کرتے تھے اور اُسمین اُسکی ایسی عادت جاری ہوگئی تھی اس نکاح مین جسکو چار قسم کے نکاحون سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

باقی رکھا ہے متروک ہونیکا احتمال تھا حضرت عائشہؓ نے ان چارون قسم کا بیان کیا ہے - اور اسمین ایک مصلحت ہے
کہ نکاح اور زنا دونون قضاء شہوت اور مرد وعورت کی رضامندی مین متفق ہین لہذا ایک ایسی شے کا حکم دینا ضروری تھا
جس سے بادی الراے مین وہ دونون ایسے متمیز ہوجائین کہ کسی کو اسمین کلام باقی نہ رہے اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے کچھ روز دن کے لیے متعہ کی اجازت دیدی تھی پھر اس سے ممانعت فرمادی اور اولًا ضرورت کے سبب سے آپ نے
اجازت دی تھی چنانچہ حضرت ابن عباسؓ نے اس شخص کے باب مین جو ایک شہر مین آئے اور وہان اسکی بیوی نہو ذکر کیا ہے
اور حضرت ابن عباسؓ نے اس بات کیطرف اشارہ کیا ہے کہ ان دنون صرف جماع کے لیے اجرت نہ دیتے تھے بلکہ تدبیر خانہ کے
متعلق منجملہ اور حوائج کے جماع بھی شامل ہوتا تھا اور ایسا ہو بھی نہین سکتا اسلیے کہ صرف جماع کی اجرت دینا طبیعت انسانی
سے بالکل باہر ہوجانا اور بیحیائی ہے اسکو قلب سلیم بالکل پسند نہین کرتا اور متعہ سے نہی کرنے کا سبب اکثر اوقات مین
اس حاجت کا مرتفع ہوجانا ہوا اور نیز متعہ کی رسم کے جاری ہونے مین نسب کا اختلاط لازم آتا ہے کیونکہ اس مدت کے گذرنے پر
وہ عورت خاوند کے قبضہ سے باہر ہوجاتی ہے اور اسکو اپنے نفس کا اختیار ہوجاتا ہے اب نہین معلوم کہ وہ کیا کریگی - اور
عدت کا انضباط نکاح صحیح مین بھی جسکی بنا دوام پر ہوتی ہے نہایت دشواری سے ہوتا ہے تو پھر متعہ کا ذکر ہی کیا ہے
دوسرے اس رسم کے جاری ہونے مین نکاح صحیح کا جو شرع مین معتبر ہے اہمال لازم آتا ہے کیونکہ اکثر نکاح کرنیوالون کی
خواہش غالبًا شہوت فرج کا پورا کرنا ہوتا ہے اور نیز منجملہ ان امور کے جنسے نکاح اور زنا مین امتیاز ہوتی ہے ہمیشہ کے لیے
معاونت پر استقرار ہے اگرچہ اصل اسمین لوگون کے سامنے قطع منازعت ہوتا ہے - اور نکاح بغیر مہر کے نہین کرتے تھے
اور اسکی چند باعث و مصلحتین تھین - ازانجملہ یہ ہے کہ نکاح کا فائدہ بدون اس بات کے تمام نہین ہوتا کہ ہر شخص معاونت
دائمی پر اپنے نفس کو قائم رکھے اور عورت کیطرف سے اسکی صورت یہ ہے کہ اسکو اپنا اختیار نہ رہے اور یہ بات روا نہ تھی
کہ مرد کا بھی اختیار اس سے نکال لیا جاتا ورنہ طلاق کا باب مسدود ہوجاتا اور مرد کے ہاتھ مین جسطرح عورت مقید ہے
اسی طرح وہ عورت کا مقید ہوجاتا اور اصل یہ بات ہے کہ مرد عورت پر حاکم ہے اور یہ بات بھی ناممکن تھی کہ قاضی کو
انکا اختیار دیا جاتا کیونکہ قاضی کیطرف مقدمہ کے پیش کرنے مین لوگون کو دقت ہوتی اور جو ہر شخص اپنا نفع و نقصان
جانتا ہے قاضی اس سے ناواقف ہے پھر یہ بات متعین ہوئی کہ مہر مقرر کیا جاوے تاکہ خاوند کو اس نکاح کے توڑنے
مین مال کے نقصان کا خطرہ لگا رہے اور بلا ایسی ضرورت کے جسکے بغیر اسکو چارہ نہو اسپر جرات نہ کرسکے پس مہر کے
مقرر کرنے مین ایک قسم کی پایداری ہے اور نیز نکاح کی عظمت بغیر مال کے جو بضعہ کے یعنی شرمگاہ کے بدلہ ہوتا ہے
نہین ظاہر ہوتی کیونکہ لوگون کو مال کی جسقدر حرص ہے کسی چیز کی نہین ہے لہذا اسی کے صرف کرنے سے ایک چیز کا
مہتم بالشان ہونا معلوم ہوسکتا ہے اور اسکے مہتم بالشان ہونے سے اولیا کی آنکھین اس شخص کو اپنے لخت جگر کے
مالک ہوتے ہوے دیکھنے سے ٹھنڈی ہوسکتی ہین اور نیز اسکے سبب سے نکاح و زنا مین امتیاز ہوجاتی ہے چنانچہ
اللہ پاک فرماتا ہے ان تبتغوا باموالکم محصنین غیر مسافحین یہ کہ بذریعہ اپنے مالون کے تلاش کرو تم حفاظت
کرنیوالی نہ مستی نکالنے والی - اور اسلیے آنحضرت صلعم نے وجوب مہر کو بدستور باقی رکھا اور کسی ایسی حد سے جسمین

کمی وبیشی ہو سکے منضبط نہین فرمایا اسلیے کہ اطما ایتما مین عادات اور رغبتین مختلف ہین اور درجون کے
درجات اور طبقات جدا جدا ہین پس اُنکے لیے ایک حد کا مقرر کرنا ناممکن ہے جسطرح اشیاء مرغوبہ کا ثمن ایک حد
معین کے ساتھ منضبط کرنا ناممکن ہے اسلیے آنحضرت صلعم نے ایک شخص سے فرمایا التمس ولو خاتما من حدید تلاش کر
اگرچہ لوہے کی ایک انگشتری ہو - اور فرمایا من اعطی فی صداق امراتہ ملئی کفہ سویقا او تمرا فقد استحل یعنی جس شخص نے
اپنی بیوی کے مہر مین لپ بھر ستو یا چھوارے دیدیے پس اُسنے حلال کر لیا مگر آنحضرت صلعم نے ازواج وبنات مطہرات کے
مہر مین ساڑھے بارہ اوقیہ معین کر رکھے تھے اور حضرت عمرؓ فرماتے ہین کہ تم عورتون کے مہر بھاری بھاری مقرر مت کرو
اسلیے کہ زیادہ مہر مقرر کرنے مین اگر دنیا کی عزت یا خدا کے نزدیک پرہیزگاری ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تم سے
زیادہ بطریق اولی اس بات کا لحاظ فرماتے الحدیث - مین کہتا ہون مہر مسنون مین حکمت یہ ہے کہ مہر اسقدر تعداد کا
ہونا چاہیے کہ جسکا کچھ بار بھی ہو اور عادتًا اُسکی قوم کے اعتبار سے اُسکا ادا کرنا دشوار بھی ہو اور اسقدر اُس حالت کے
اعتبار سے جو آنحضرت صلعم کے زمانہ مین لوگون کی تھی کافی مقدار ہے اور اسیطرح آپکے بعد بھی لوگون کی یہی عادت
تھی بار خدایا مگر وہ لوگ جنکے اغنیاء بمنزلہ بادشاہون کے ہین اور اہل جاہلیت عورتون پر مہر دینے مین ظلم کیا کرتے تھے
یا تو تاخیر بہت کرتے تھے یا کمی کے ساتھ دیا کرتے تھے اسلیے اللہ پاک نے یہ آیت نازل فرمائی آتو النساء صدقٰتہن نحلۃ
اور دیدو عورتون کو اُنکے مہر بے مانگے اور اللہ پاک فرماتا ہے لا جناح علیکم ان طلقتم النساء ما لم تمسوہن او تفرضوا لہن
فریضۃ تمپر کچھ مضائقہ نہین اگر تم عورتون کو بدون ہاتھ لگائے یا بدون کچھ مقرر کیے طلاق دیدو مین کہتا ہون جمل
اُسمین یہ ہے کہ نکاح ملک کا سبب ہے اور دخول اُسکا اثر ہے اور ایک شے سے اُسکا اثر مراد ہوا کرتا ہے اور حکم اُسکے سبب
مرتب ہوتا ہے اسلیے نکاح اور دخول اس بات کے مستحق ہوے کہ مہر اُنکے اوپر تقسیم کیا جاے اور مرنے کیوجہ سے نکاح
کا امر ثابت وقائم ہو جاتا ہے - کیونکہ مرنے کیوقت تک اُسنے نکاح کو ... تعین کیا اور اُس سے روگردانی نہین کی حتی کہ
اُسکے اور نکاح کے مابین موت حائل ہو گئی اور طلاق سے نکاح کا رفع اور فسخ ہو جاتا ہے اور وہ بمنزلہ ردو اقالہ کے ہے
جب یہ بات ثابت ہو گئی تو ہم کہتے ہین مہر کے باب مین ایام جاہلیت مین بہت سے مناقشہ اور نزاع در پیش رہتے تھے
اور مال کی لوگون کو حرص تھی اور بہت سے امور سے حجت کیا کرتے تھے لہذا خدا تعالی نے اس اصل کے موافق آن
مناقشات کا فیصلہ کما ینبغی کر دیا پس اگر عورت کے لیے کچھ مقرر کیا ہے اور اُسکے ساتھ دخول کیا تو اُسکو کامل مہر
دینا پڑیگا خواہ مر جاے یا طلاق دے کیونکہ اسکے ملک کا سبب و اثر تمام ہو گیا اور خاوند نے اُس سے دخول کر لیا چنانچہ
اللہ پاک فرماتا ہے وقد افضی بعضکم الی بعض واخذن منکم میثاقا غلیظا - اور البتہ تم مین سے بعض کیطرف پہونچ گیا ہے
اور ان بیویون نے تم سے نہایت پختہ عہد لیلیا ہے اور اگر اُسکا مہر مقرر کر دیا ہے اور بغیر دخول کیے مر گیا تو عورتون کو کامل مہر
دیا جائیگا کیونکہ مرنے سے نکاح متقرر وثابت ہو گیا اور ایسی حالت مین عدم دخول کچھ مضر نہین ہے کیونکہ وہ آسمانی
حکم ہے اور اگر قبل از دخول اُسکو طلاق دے تو اُسکو نصف مہر دلایا جائیگا موافق اس آیۃ کے کیونکہ یہان احد السببین یعنی
ایک سبب پایا جاتا ہے نہ دوسرا پس اُسمین دو مشابہتین پائی جاتی ہین ایک تو صرف منگنی کے ساتھ اور دوسری

نکاح تام کے ساتھ اور اگر کچھ بھی مقرر نہیں کیا اُسکو اسکے کنبہ کی سی عورتون کا مہر دلایا جائیگا نہ اُس سے کم و بیش اور اسپر عدت
واجب ہوگی اور میراث پائیگی کیونکہ عقد اسوقت مین بسبب دائرہ تام ہو چکا پس ضروری ہوا کہ اسکو مہر دلایا جاوے اور بہتر کا اندازہ
اُسکی نظیر اور مثل سے ہوتا ہے اور کنبہ کی عورتون کا مہر اس اندازہ کے لیے بہت مناسب ہے اور اگر اُسکا نہ مہر مقرر کیا اور نہ اُسے
دخول کیا تو اُسکو متع یعنی جوڑہ وغیرہ دینا پڑیگا۔ کیونکہ عقد نکاح بغیر مہر کے ہونا ناممکن ہے چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے ان
تبتغوا باموالکم الآیہ۔ اور اس صورت مین مہر کے واجب کرنے کی کوئی صورت نہین تھی کیونکہ یہان نہ مہر کی تعین ہے نہ
ملکیت کا تقرر ہے۔

اور ایک مرتبہ انحضرت صلعم نے چند سور قرانی مہر مقرر کیا کیونکہ انکا سکھانا بھی ایک مہتم بالشان کام ہے اور مثل
مال کے مرغوب اور مطلوب ہے اور انحضرت صلعم کے زمانہ مین قبل از دخول ولیمہ کرنے کا دستور تھا اور اسمین بہت سے
مصالح تھے اور ازانجملہ اسمین نہایت خوبی کے ساتھ نکاح اور اس بات کی اشاعت ہے کہ بیوی سے دخول کرنا چاہتا ہے
اور یہ اشاعت ضروری ہے تاکہ نسب مین کسی کو وہم کرنے کی بھی گنجایش نہو اور نکاح و زنا کی تمیز بادی الراے مین معلوم
ہو جاوے اور لوگون کے سامنے اُس عورت کے ساتھ متحقق ہو جاوے اور ازانجملہ ہے کہ بیوی اور اُسکے کنبہ کے ساتھ
بھلائی و سلوک پایا جاتا ہے کیونکہ اُسکے لیے مال کا خرچ کرنا اور لوگون کا اُسکے باب مین جمع کرنا اس بات کی دلیل ہے
کہ خاوند کے نزدیک بیوی کی وقعت و عزت ہے اور میان بیوی کے مابین الفت قائم کرنے مین اس قسم کے امور خاصکر
اُنکے اول اجتماع مین ضروری ہوتے ہین ازانجملہ یہ ہے کہ ایک جدید نعمت کا حاصل ہونا یعنی جو چیز غیر مملوک تھی اسکا مالک
مین داخل ہو جانا سرور و خوشی کا سبب ہے اور مال کے خرچ کرنے پر آدمی کو آمادہ کرتا ہے اور اس خواہش کے اتباع مین سخاوت
کی عادت اور خواہش بخل کی نافرمانی پیدا ہوتی ہے اور اسکے علاوہ بہت سے فوائد اور مصالح ہین پس چونکہ سیاست مدنیہ
اور منزلیہ اور تہذیب نفس اور احسان کے متعلق کافی فوائد پائے جاتے ہین پس آنحضرت صلعم کا اُسکو باقی رکھنا اور
اُسکی طرف رغبت و حرص دلانا اور خود بھی اُسکو عمل مین لانا ضروری ہوا اور انحضرت صلعم نے جسطرح ہم مہر کے متعلق
بیان کرچکے ہین اسی طرح اسکی بھی کوئی حد مقرر نہین کی مگر اوسط درجہ کی حد بتکی ہے اور آپنے حضرت صفیہ کے ولیمہ مین
لوگون کو مالیدہ کھلایا تھا اور آپنے بعضی بیویون کا ولیمہ دو مد جو سے کیا ہے۔ اور انحضرت صلعم نے فرمایا ہے اذا دعی
احدکم الی الولیمۃ فلیاتہا وفی روایۃ فان شاء طعم وان شاء ترک تم مین سے جبکوئی شخص ولیمہ کے لیے بلایا جاے
تو چلا آئے اور ایک روایت مین آیا ہے اگر چاہے کھائے چاہے نہ کھائے۔ مین کہتا ہون جب اصول شرعیہ سے یہ بات تھی
کہ جب کسی شخص کو کسی مصلحت سے لوگون کے لیے کچھ تیار کرنے کا حکم دیا گیا تو ضرور ہوا کہ لوگون کو بھی اُسکی اطاعت
اور فرمانبرداری اور بجا آوری کرنے کیطرف رغبت دلائی جاوے ورنہ وہ مصلحت جو اُس امر سے مقصود ہے متحقق نہوگی
پس جب خاوند کو لوگون کے لیے کھانہ تیار کرکے اشاعت کرنے کا حکم دیا گیا تو اُن لوگون کے لیے اس حکم کا دینا ضروری
ہوا کہ اُسکی دعوت کو قبول کرین اور اگر انکا روزہ ہو تب بھی آجاوے اور کھانا نہ کھاوے تو کچھ مضایقہ نہین ہے اسلیے
کہ وہ اشاعت مقصود حاصل ہوگئی اور نیز میل جول کا مقتضی یہ ہے کہ جب ایک مسلمان کو دوسرا مسلمان بلائے تو اُسکو

ضرور قبول کرے اور اس رسم کے جاری ہونے مین شہر اور قبیلہ کا انتظام ہے اور فرمایا رسول خدا صلعم نے انہ لیس لی او لنبی ان یدخل بیتًا مزوقًا۔ نہ میرے لیے اور نہ کسی اور نبی کے لیے مناسب ہے کہ کسی مزین و منقش گھر مین جائے۔ مین کہتا ہون چونکہ صورتکا بنانا اور اس کپڑے کا استعمال کرنا جسمین صورتین بنی ہوئی ہون حرام ہے پس آپکا مقتضی ہوا کہ جس گھر مین وہ صورتین موجود ہون اس گھر کو چھوڑ دینا چاہیے اور اسپر ملامت کرنا چاہیے خاصکر انبیاء علیہ السلام تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے ہی مبعوث کیے گئے ہین اور علاوہ برین زینت بلیغ کا عمدہ جاننا دنیا کی طلب مین غایت استغراق کا سبب ہے اور عجمیون پر ایسی آفت پڑی کہ اسکی وجہ سے ذکر آخرت کا بھی بھول گئے لہذا یہ بات واجب ہوئی کہ شرع مین اس سے نہی اور اظہار نفرت چاہیے اور انحضرت صلعم نے فخر کرنیوالون کے کھانا کھانے سے نہی فرمائی۔ مین کہتا ہون کہ اہل جاہلیت باہم فخر کیا کرتے تھے اور ہر ایک کا دوسرے پر غلبہ مقصود تھا تو وہ مال کو صرف اس غرض سے خرچ کیا کرتے تھے اور کوئی نیت اسمین نہین ہوتی تھی اور اسمین عداوت اور باہمی فساد اور بلا کسی دینی اور مدنی مصلحت کے مال کا ضائع کرنا تھا اور صرف اسمین خواہش نفسانی کا اتباع ہوتا تھا اسلیے ضروری ہوا کہ اسکے بلانے کی تعمیل نہ کیجاے اور اسکی اہانت کیجاے اور اس باب کو بند کیا جاے اور عمدہ صورت اسکے باز رکھنے کی یہ ہے کہ اسکا کھانا نہ کھایا جاے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا اذا اجتمع داعیان فاجب اقربھما بابًا وان سبق احدھما فاجب الذی سبق۔ اور جبکہ دو شخص ساتھ ساتھ دعوت کرین تو ان دونون مین سے جسکا دروازہ قریب ہے اسکی دعوت قبول کر اور اگر ان دونون سے ایک پہلے کرے تو جو پہلے کرے اسکی قبول کر۔ مین کہتا ہون جب دونون کا تعارض ہوا تو ترجیح کی حاجت ہوئی اور اسکی دو صورتین ہین یا دعوت مین سبقت کرنے سے یا مکان نسبتہً قریب ہونے سے۔

## اُن عورتون کا بیان جنسے نکاح کرنا حرام ہے

اصل اسمین خدا تعالی کا ارشاد ہے ولا تنکحوا ما نکح آباؤکم ۔۔۔ واللہ غفور الرحیم تک اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے امسک ربعًا و فارق سائرھن۔ چار کو رہنے دے اور باقی کو چھوڑ دے اور فرمایا ہے لا تنکح المراۃ علی عمتھا الخ عورت سے اسکی پھوپھی پر نکاح نہ کیا جاے اور اللہ پاک فرماتا ہے الزانی لا ینکح الا زانیۃ۔ الایہ۔ زانی زانیہ ہی سے نکاح کرے۔ معلوم کرو کہ محرمات مذکورہ فی الایہ کی حرمت اہل جاہلیت مین مشہور و مسلم تھی کہ جسکو وہ نہین چھوڑ سکتے تھے بار خدایا مگر تھوڑی سی باتین جو انھون نے بطور سرکشی اور فسق کے اپنی طرف سے ایجاد کر لی تھیں مثلًا باپ کی منکوحہ سے نکاح کرنا اور دو ہمشیرون کو جمع کرنا اور ان محرمات کی تحریم برابر قرنا بعد قرن انمین چلی آتی تھی جسکا انکے دلون سے نکلنے کا احتمال نہ تھا بجز اس صورت کے کہ کوئی شخص غضبناک ہونیکے سبب سے باہر ہو جاے اور انکی تحریم مین بڑی بڑی مصلحتین تھین لہذا خدا تعالی نے محرمات کا حکم برقرار رکھا اور جسمین انکو کاہلی و سستی ہو گئی تھی اسکی حرمت کو خوب مستحکم کر دیا۔ اور تحریم کے اندر اصل کئی امر ہین۔ از انجملہ صحبت اور ارتباط کی عادت کا جاری ہونا اور انمین باہم پردے کا التزام ناممکن ہونا۔ اور جانبین سے طبعی طور پر حاجات کا ارتباط نہ مصنوعی طور پر پس اگر ان عورتون سے طمع کے قطع ہونے

اور انکی طرف رغبت کے اعراض کا طریقہ جاری نہو تو بے انتہا مفاسد پیدا ہوں۔ اور دیکھتے ہو کہ جب کسی شخص کی نگاہ ایک
اجنبی عورت کے محاسن پر پڑتی ہے تو وہ اسپر فریفتہ ہوجاتا ہے اور اسکی خاطر اپنی جان کو ہلاک کر دیتا ہے پس جس عورت پر
رات دن نگاہ پڑتی رہتی ہے اور تنہائی میں بھی اسکے ساتھ رہتا ہے تو اسکا تو ذکر ہی کیا ہے اور نیز اگر ان عورتوں کی طرف
رغبت کا دروازہ مفتوح کیا جاتا اور اسکو مسدود نہ کیا جاتا اور مردوں پر انکی طرف سے ملامت نہ کی جاتی تو انمین عورتون کو
ضرر عظیم لازم آتا ہے اسواسطے کہ ایسے وقت مین وہ لوگ عورتوں کو اپنے پاس رکھا کرین اور عورتوں کے جنسے نکاح کرنیکی
رغبت ہو وہ اسکے ساتھ نکاح سے مانع ہوا کرین کیونکہ انکا اور انکے نکاح کا اختیار انھیں اقارب کو ہوا کرتا ہے۔ اور دوسرے
جب یہ اقارب خود ان عورتوں سے نکاح کر لیا کرین تو کوئی شخص عورتوں کیطرف سے ان اقارب سے حقوق زوجیت کا مطالبہ
کرنیوالا نہو باوجود یکہ عورتوں کو اسبات کی سخت ضرورت ہے کہ کوئی شخص انکی طرف سے حقوق زوجیت کا خاوندسے
مطالبہ کرنیوالا ہو اور اسکی نظیر وہ ہے جو یتیم لڑکیوں میں ہو چکی ہے کہ اولیا لڑکیون کے مال اور جمال کیطرف رغبت ہوتی تھی
اور حقوق زوجیت کو پورے طور پر ادا نہ کرتے تھے تو یہ آیت نازل ہوئی ان خفتم الا تقسطوا فی الیتمیٰ فانکحوا ماطاب لکم
من النساء۔ اگر تمکو یتیموں مین انصاف نہ کرنے کا اندیشہ ہو تو تمہین جو تمہارے پسند آئین انسے نکاح کرلو حضرت عائشہ نے
اسکو بیان کیا ہے اور یہ ارتباط طبعی طور پر مرد اور اسکی ماں اور بیٹی اور بہن اور پھوپھی اور خالہ اور بھتیجی اور بھانجی میں واقع ہوتا
اور انجملہ رضاعت ہے کیونکہ دودھ پلانیوالی عورت مثل ماں کے ہوجاتی ہے اسلیے کہ وہ اخلاط کے اجتماع اور اسکی
صورت کے قائم ہونے کا سبب ہوتی ہے اتنا فرق ہے کہ ماں نے اپنے شکم مین اسکے وجود کو جمع کیا ہے اور اسنے ابتداء
نشو مین بقدر مدرمق کے اسکو دودھ پلایا ہے پس وہ فی الحقیقت بعد ماں کے ماں ہے، اور دودھ پلانے والی کی اولاد بہن
بھائیوں کے بعد اسکے بہن بھائی ہین اور اسکی پرورش مین جو کچھ تکلیف اٹھائی ہے اور بچے کے ذمہ جو جو حقوق اسکے
ثابت ہوے ہین اور طفولیت مین جو جو باتین اس شیر خوار کیطرف سے اسکو پیش آئی ہین وہ ظاہر ہین پس اسکا مالک
ہوجانا اور اسکو اپنی جورو بنا لینا اور اسکے ساتھ جماع کرنا ایسی چیز ہے جس سے فطرت سلیمہ نفرت کرتی ہے اور بیزبان جانور
بہت ایسے ہین جو اپنی ماں یا دودھ پلانیوالی کیطرف اسقدر التفات نہین کرتے جسقدر اجنبی مادہ کیطرف انکو توجہ
ہوتی ہے اور آدمیوں کا تو ذکر ہی کیا ہے اور نیز عرب کے لوگ اپنی اولاد کو مختلف قبیلوں مین سے کسی قبیلہ مین دودھ
پلانے کو دیدیتے ہین اور وہ شیر خوار وہین پرورش پا کر جوان ہوجاتا تھا اور محارم کے مثل ان لوگوں کے ساتھ
اسکو اختلاط ہوتا ہے اور عرب کے نزدیک نسب کے علاقہ کے مانند شیر خوری کا بھی علاقہ ہے پس نسب پر اسکا محمول کرنا
ضروری ہے چنانچہ آنحضرت صلعم نے فرمایا یحرم من الرضاعة مایحرم من الولادة۔ جو چیز ولادت سے حرام ہوجاتی ہے
وہی چیز دودھ کے ذریعہ سے بھی حرام ہوتی ہے۔ اور چونکہ رضاع کے سبب تحریم ہونے کی وجہ ماں کے ساتھ مشابہ ہونا
اور اسکی صورت کی ترکیب کا سبب ہونے مین مشابہت ہے لہذا رضاع مین دو چیزوں کا اعتبار ضروری ہوا ایک تو
وہ مقدار جس سے تحریم کے معنی متحقق ہوتے ہین پس قرآن عظیم کے اندر دس گھونٹ معین جنکی وجہ سے حرمت ثابت
ہوتی ہے نازل ہوے پھر پانچ معین سے وہ منسوخ ہوگئے اور جب آنحضرت صلعم کی وفات ہوئی ہے قرآن پاک مین انکی

تلاوت کیجاتی تھی اور معین کرنے کی وجہ یہ ہے کہ حرمت کے معنی چونکہ کثیر مین پائے جاتے تھے نہ قلیل مین اسلیے اس حکم کے
مقرر کرتے وقت ایک حد کا مقرر کرنا بھی ضروری ہوا جسکی طرف وقت اشتباہ کے رجوع کیا جاے اور دس کے ساتھ اندازہ
کرنے کا سبب یہ ہے کہ عدد مین احاد سے تجاوز کرنے کی وہ پہلی حد ہے اور دودھ پلانیوالی عشرات کے اعتبار سے دودھ پلاتی ہے
یعنی دس بیس حرمسے کم مت پلاتی ہے اور نیز وہ جمع کثرت کی حد اولی ہے اور جمع قلت کا اسمین استعمال نہین ہوتا
پس کثرت معتد بہا کے انضباط کے لیے جسکا بدن انسانی مین اثر ہوتا ہے یہ کافی مقدار ہے اور پانچ سے منسوخ
ہونیکی وجہ یہ ہے کہ اسمین احتیاط ہے اسلئے کہ جب بچے کو پانچ بڑے بڑے گھونٹ پلائے جاوین تو انکے چہرہ و بدن
پر رونق و تازگی ظاہر ہوجاتی ہے اور جب چھوٹے چھوٹے ہون اور دودھ پلانیوالی کے دودھ کم ہو تو اسکے
بدن پر لاغری اور کمزوری اور یبوست ظاہر ہونے لگتی ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پانچ گھونٹون سے اسکا نشوونما
ہوسکتا ہے اور اسکا بدن قائم رہ سکتا ہے اور اس سے کم کا اثر ظاہر نہین ہوتا اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے لا تحرم
الرضعة والرضعتان ولا تحرم المصة والمصتان ولا تحرم الاملاجة ولا الاملاجتان نہ ایک گھونٹ و دو گھونٹ
حرام کرتے ہین نہ ایک چسکی و دو چسکیان اور نہ ایک دھار اور نہ دو دھارین اور جو شخص اس بات کا قائل ہے کہ کثیر و
قلیل دونون اثبات حرمت مین برابر ہین تو اسکا سبب رضاع کی تعظیم اور اسکا بالخاصیت موثر کرا دینا ہے
جیسے تمام ان چیزون مین جنکے حکم کا مدار معلوم نہین ہوتا خدا تعالی کا دستور جاری ہے دوسرا یہ ہے کہ رضاع بچے
کی تشکیل صورت قائم ہونیکی ابتدائی حالت مین پائی جائے ورنہ وہ دودھ اور اغذیہ کے مانند ہوگا جو صورت
و شکل قائم ہونیکے بعد کھائی جاتی ہین جیسے جوان آدمی روٹی کھاتا ہے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے انما الرضاعة
من المجاعة البتہ دودھ پلانا بھوک کے وقت ہے اور فرمایا ہے لا یحرم من الرضاع الا ما فتق الامعاء فی الثدی
وکان قبل الفطام دودھ پینے مین وہی دودھ پلانا حرام کرتا ہے جو پستان مین سے نکلکر آنتون کو بڑھائے اور دودھ چھڑانے
سے پہلے ہو اور انجملہ اقارب مین قطع رحم ہونے سے احتراز ہے کیونکہ سوکنون مین ہمیشہ حسد رہتا ہے اور انکا باہمی
بغض انکے اقارب کے ساتھ بغض کا سبب ہوتا ہے اور اقارب مین حسد کا ہونا نہایت قبیح اور شنیع امر ہے اور اسی لیے
سلف کے چند گروہون نے دو چچا کی بیٹیون کا جمع کرنا ناپسند کیا ہے ان دو عورتون کا تو ذکر ہی کیا ہے کہ اگر اسمین
ایک مرد فرض کیجاے تو دوسری اسپر حرام ہے جیسے دو بہنین اور پھوپھی بھتیجی اور خالہ بھانجی اور اسی اصل کا آنحضرت
صلعم نے اعتبار فرمایا ہے اور اپنی بیٹی اور غیر کی بیٹی مین جمع کرنا حرام فرمایا کیونکہ سوکن کا حسد اور خاوند کا اسکو اختیار
کرنا اسبابا اوقات سہولن اور اسکے کنبے کی ناخوشی کا سبب ہوتا ہے اور آنحضرت صلعم سے بغض رکھنا اگرچہ امور معاشیہ کے اعتبار سے
مفضی الی الکفر ہے اور اصل اسمین دو بہنون کا جمع کرنا ہے اور مسئلہ کے طور پر آنحضرت صلعم نے متنبہ فرما دیا ہے
اور یہ فرمایا ہے لا یجمع بین المراة وعمتها ولا بین المراة وخالتها نہ ایک عورت اور اسکی پھوپھی کو جمع کرے
نہ ایک عورت اور اسکی خالہ کو جمع کرے اور انجملہ مصاہرة ہے اسلیے کہ اگر لوگون مین اس قسم کا دستور جاری ہو کہ
مان کو اپنی بیٹی کے خاوند کے ساتھ اور مردون کو اپنے بیٹون کی بیویون کیطرف اور اپنی بیویون کی بیٹیون کی طرف

رغبت ہو تو اس تعلق کے توڑنے یا اُس شخص کے قتل کرنے میں جسکی طرف خواہش پائی جاتی ہے کوشش کیا کرین اور اگر
تو قدماء فارس کے قصے سُنے اور اپنے زمانہ کے اُن لوگون کے حال کا تتبع کرے جو اس سنت راشدہ کے پابند نہین ہین تو تو
بڑے بڑے امور اور بے انتہا ظلم اور ہلاکت دیکھیگا اور نیز اس قرابت مین صحبت لازم ہے اور پردہ کرنا متعذر ہے اور حسد
ایک مرض شنیع ہے اور جانبین سے مختلف حوائج پیش آتے رہتے ہین پس اسکا حال بمنزلہ مان اور بیٹی یا بمنزلہ دو بہنون کے ہے
اور از انجملہ وہ عدد ہے کہ معاشرت زوجہ مین اُس عدد کے ساتھ حسن معاشرت نہین ہو سکتا کیونکہ لوگ بسا اوقات عورتونکے
جمال کیطرف رغبت کرکے بہت سی عورتون سے نکاح کر لیتے ہین اور سب مین سے ایک کو جو اُنکے دل کو پسند ہوتی ہے اختیار
کرتے ہین اور باقی کو ادھر مین چھوڑ دیتے ہین پس نہ تو وہ پورے طور سے بیوی ہے جسکی طرف رغبت ہو اور نہ بیوہ ہے جو
اُسکو اپنا اختیار ہو اور یہ بھی ناممکن ہے کہ بوبی زیادہ تر تنگی کیجائے اسلیے کہ بعض لوگون کو ایک بیوی زنا سے محفوظ نہین
رکھ سکتی اور نکاح کی نہایت مقصود تناسل ہے اور ایک مرد سے بہت سی عورتون کے اولاد ہو سکتی ہے اور نیز چند بیویان
کرنا مردون کی خصلت ہے اور بسا اوقات اُنکی وجہ سے فخر حاصل ہوتا ہے لہذا تناسب چاہیے کہ ساتھ اُسکا اندازہ کیا
اسلیے کہ چار ایسا عدد ہے کہ تین شبون کے بعد ہر ایک کیطرف وہ شخص رجوع کر سکتا ہے اور ایک شب سے کم مین نوبت
کا فائدہ حاصل نہین ہوتا اور ایسے وقت مین یہ نہین کہہ سکتے کہ اُسنے کسی کے پاس شب باشی کی اور تین کثرت کی اول
حد ہے اور چار سے اُسکی زیادتی ہے اور آنحضرت صلعم کو اختیار تھا کہ جسقدر چاہین اپنا نکاح کرین اسلیے کہ اس حد کا مقرر
کرنا اُس مفسدہ کے دفع کرنے کے لیے ہے جو اکثر واقع ہوتا ہے اور اُسکا مدار صرف احتمال غالب پر ہے مفسدہ حقیقی کے
دفع کرنے کے لیے نہین ہے اور آنحضرت صلعم کو اُسکی حقیقت معلوم تھی اسلیے آپکو مظنہ کی حاجت نہ تھی اور طاعت الہی
اور اُسکے حکم کی بجاآوری مین بخلاف اور لوگون کے آپ مامون تھے اور از انجملہ اختلاف دین ہے چنانچہ اللہ پاک
فرماتا ہے لا تنکحوا المشرکین حتی یومنوا - مت نکاح کرو مشرکین سے جبتک ایمان نہ لائین اور خدا تعالی نے اس مصلحت کا جو
اس حکم مین رعایت کی گئی ہے اس آیت مین بیان فرمایا اسطرح کہ مسلمانون کے کافرون کے ساتھ صحبت اور باہم
اُنکے میل جول و غمخواری کا جاری ہونا خاصکر نکاح کے باب مین اُنکے دین کی مفسدہ ہے اور اُسکے قلب مین کفر کی طرف
حرکت پیدا ہونے کا سبب ہے خواہ وہ اُسکو معلوم ہو یا نہو اور یہود و نصاری آسمانی شریعت کے معتقد ہین اور قوانین تشریع کے
اصول اور کلیات کے قائل ہین بخلاف مجوس و مشرکین کے پس اُنکی صحبت کا مفسدہ بہ نسبت اور دونکے خفیف ہے
کیونکہ خاوند کا بیوی پر دباو ہوتا ہے اور وہ اُسپر حاکم ہوتا ہے اور بیوی خاوند کی قیدی ہوتی ہے پس اگر مسلمان کتابیہ
نکاح کرے تو زیادہ فساد کا خطرہ نہین ہے لہذا اُسکی اجازت دینا اور اُسمین ایسا تشدد نکرنا چاہیے جیسے اور اس قسم
کے مسائل مین ہوتا ہے از انجملہ عورت کا دوسری کی چھوکری ہونا ہے ایسے وقت مین بہ نسبت اپنے مولا کے اُسکو
اپنی شرمگاہ کا محفوظ رکھنا ناممکن ہے -

اور یہ بات ناروا ہے کہ اُس سے خدمت لینے اور اُسکے ساتھ خلوت کرنے سے اُسکے مولی کو ممانعت کیجائے کیونکہ اسمین ملک
ضعیف کو ملک قوی پر ترجیح دینا ہے کیونکہ ملک دو قسم کی ہوتی ہین ملک رقبہ اور ملک بضعہ اور پہلی ملک قوی

اور دوسری پر مشتمل ہے اور دوسری اُسکی تابع ہے اور دوسری ملک ضعیف ہے اور اُسمین ضرر ہے اور اصل لسان اولیٰ کو ڈھلنے مین قلب موضوع ہے اور اُسکے ساتھ اختصاص کا ہونا اور جو شخص اُسکی طمع رکھے اُسکی مدافعت کا ممکن ہونا زنا کی اصل ہے اور آنحضرت صلعم نے اُن نکاحون کی تحریم مین جنکو اہل جاہلیت باہم کیا کرتے تھے مثل استبضاع وغیرہ کے چنانچہ حضرت عائشہؓ نے بیان کیا ہے اسی اصل کا اعتبار فرمایا ہے پس جب ایک چھوکری خدا پر ایمان رکھتی ہے اور اپنی شرمگاہ کو محفوظ رکھتی ہے اور اُسکے ساتھ نکاح کی حاجت ہے اسلیے کہ زنا کا خوف ہے اور حرہ سے نکاح کرنے کی استطاعت نہیں ہے تو وہ فساد خفیف ہوگیا اور ضرورت پائی گئی اور ضرورتون کی وجہ سے ممنوع چیزین مباح ہوجاتی ہین - اور ازانجملہ کسی عورت کا کسی مسلمان یا کافر کے زیر نکاح ہونا ہے کیونکہ زنا کی اصل ایک موطوءہ پر لا کسی ایک خصوصیت کے اور دوسرے کی طمع منقطع ہونیکے جمع ہونا ہے اسلیے زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین جسکا حاصل یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے زنا کو تو حرام کیا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہاتھ کچھ چھوکریان لگین اور اُنکے ساتھ صحبت کرنے سے صحابہؓ نے حرج سمجھا اسلیے کہ اُنکے خاوند مشرکین موجود تھے پس خدا تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی والمحصنات من النساء الا ما ملکت ایمانکم - اور عورتون مین سے جو خاوند والیان ہین وہ حرام ہین مگر جو تمھارے ہاتھ کی ملک ہین یعنی وہ تمھارے لیے حرام نہین اسلیے کہ قید کے سبب سے طمع منقطع ہوجاتی ہے اور اختلاف دارین اسپر کئی شخصون کے ازدحام سے مانع ہے اور ایک شخص کے حصہ مین ایک چھوکری کا آنا مخصص ہے - اور ازانجملہ عورت کا زانیہ اور کسبی ہونا ہے کہ جبتک وہ اپنے اس فعل سے توبہ نکرے اور بالکل اُسکو ترک نکردے اُسکے ساتھ نکاح درست نہین ہے چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے الزانیۃ لا ینکحہا الا زان او مشرک - زانیہ عورت سے وہی شخص نکاح کرتا ہے جو زانی یا مشرک ہے اور اُسمین راز یہ ہے کہ زانیہ کا خاوند کی عصمت اور قبضہ مین ہونا اور زنا کی حالت پر باقی رہنا دیوثیت اور فطرت سلیمہ سے باہر آجانا ہے اور نیز اُسمین اختلاط نسب کا اندیشہ ہے اور چونکہ تحریم محرمات کی مصلحت بغیر اس بات کے تمام نہین ہوتی کہ تحریم کو ایک امر لازم اور عادت جبلی اور بمنزلہ اُن اشیاء کے گردانا چاہیے جنسے بالطبع انسان کو نفرت ہوتی ہے لہذا ضروری ہوا کہ پورے طور پر اُسکی شہرت اور شیوع کیا جاے اور لوگ اُسکو اسطرح قبول کرلین کہ اگر محرمات کی تحریم مین کوئی شخص اہمال کرے تو اُسپر سخت ملامت کیجاے اور اُسکا طریقہ یہ ہونا چاہیے کہ جو شخص اپنے محرم سے صحبت کرے خواہ نکاح سے یا بغیر نکاح کے وہ شخص جان سے ماردیا جاے لہذا آنحضرت صلعم نے اُس شخص کے سر سنگسار کرنے کے لیے جسنے اپنے باپ کی منکوحہ سے نکاح کیا تھا ایک شخص کو بھیجا۔

## آداب مباشرت کا بیان

معلوم کرو کہ خدا تعالیٰ نے جب انسان کو مدنی الطبع پیدا کیا اور تناسل سے اُسکی نوع کا بقا چاہا لازمی ہوا کہ شرع مین تناسل کی کامل طور سے ترغیب لائی جاے اور قطع نسل اور اُسکے اسباب سے نہی شدید فرمائی جاے اور نسل کا سبب عظیم جو بکثرت پایا جاتا ہے اور جو نسل کیطرف رغبت دلاتا ہے وہ شہوت شرمگاہ ہے یہ ایسی چیز ہے کہ

گویا انھین کی ذات مین سے انھین پر مسلط کر دیگئی ہے اور خواہ مخواہ اُنکو نسل کی جستجو پر مجبور کرتی ہے اور اگر لونڈون سے اغلام کرنے اور عورتون سے دبر مین صحبت کرنیکا طریقہ جاری ہو تو خلق الہی کی تغییر لازم آتی ہے اسلیے کہ یہ طریقہ اُس شہوت سے جو انسان پر مسلط کی گئی ہے مقصود حاصل ہونیکا مانع ہے اور ان دو نون نمین بڑھکر لونڈون سے اغلام کرنا ہے کیونکہ اسمین جانبین سے خلق اللہ کی تغییر ہے اور مردون کو عورت بنجانا بدترین خصائل مین سے ہے اور اسیطرح اعضائے تناسل کے قطع کرنیکا طریقہ جاری ہونا اور اُن ادویہ کا استعمال کرنا جو باہ کو قطع کرتی ہین اور ترک دنیا وغیرہ مین خلق اللہ کی تغییر اور طلب نسل کا اہمال ہے لہذا رسول خدا صلعم نے ان سب صورتون سے نہی فرمائی ہے اور فرمایا لا تاتوا النساء فی ادبارہن ملعون من اتی امراۃ فی دبرہا عورتون سے انکی دبر مین صحبت نہ کرو جو شخص کسی عورت کی دبر مین صحبت کرے وہ ملعون ہے اور اسیطرح خصی بننے وغیرہ سے بہت احادیث مین نہی فرمائی ہے اللہ پاک فرماتا ہے نساؤکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم تمھاری بیبیان تمھاری کھیتیان ہین اپس جیسے چاہو اپنے کھیتون پر آؤ۔ مین کہتا ہون مباشرت کی ہیئت مین یہود بلا کسی آسمانی حکم کے تنگی کرتے تھے اور انصار اُنکے ساتھی بھی اُنکے دستور کو اختیار کرتے تھے اور کہا کرتے تھے جب کوئی شخص پیچھے کیجانب سے اپنی بیوی کی فرج مین صحبت کرتا ہے تو بچہ احول پیدا ہوتا ہے پس یہ آیت نازل ہوئی یعنی اگر ایک ہی مقام مین صحبت ہو تو اختیار ہے کہ آگے سے کرے یا پیچھے سے اسکی وجہ یہ ہے کہ کوئی ایسا امر نہین ہے کہ جسکے ساتھ مصلحت مدنیہ و ملیہ متعلق ہو اور ہر شخص اپنی نشاط کی مصلحت خود خوب جانتا ہے اور یہ بات یہود کے تکلفات مین سے تھی لہذا اُسکا منسوخ ہونا مناسب ہوا اور آنحضرت صلعم سے کسی شخص نے عزل (یعنی قبل انزال آلہ نکالکر آب منی کو باہر ڈالنا) کے باب مین پوچھا آپ نے فرمایا اسکے کرنے مین تمپر کوئی مضائقہ نہین ہے اسلیے کہ کوئی جان قیامت تک موجود ہونیوالی نہین مگر وہ ہوکر رہیگی۔ مین کہتا ہون اس حدیث شریف مین اس بات کیطرف اشارہ ہے کہ عزل اگرچہ حرام نہین ہے مگر مکروہ ہے اور اسکا سبب یہ ہے کہ مصالح مختلف ہوتے ہین پس جبکہ یہ نہین مثلاً مولود اپنی ذات کے اعتبار سے یہ ہوتی ہے کہ عزل کرے اور مصلحت نوعیہ یہ ہوتی ہے کہ عزل نکرے تاکہ اولاد کثرت سے ہو اور نسل قائم رہے اور مصلحت نوعیہ کا اعتبار کرنا خدا تعالی کی عادۃ احکام تشریعیہ اور تکوینیہ مین مصلحت شخصیہ کے اعتبار کرنے سے اولی ہوتا ہے علاوہ برین جسقدر دبر مین صحبت کرنے سے تغییر خلق اللہ کے اور بقاء نسل سے اعراض ہے اسقدر عزل مین نہین ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ما علیکم ان لا تفعلوا۔ اسکے کرنے مین تمکو کچھ مضائقہ نہین اس بات پر تنبیہ فرمائی ہے کہ تمام حوادث اپنے موجود ہونے سے پہلے مقدر ہوا کرتے ہین جب کوئی چیز مقدر ہوا کرتی ہے اور زمین مین اُسکا صرف ضعیف سا سبب پایا جاتا ہے تو خدا تعالی کی عادت جاری ہے کہ وہ اُس سبب ضعیف کو فراخ کر دیتا ہے حتی کہ وہی سبب ضعیف فائدہ تامہ کا مفید ہو جاتا ہے پس جب انسان انزال کے قریب ہوتا ہے اور اپنے ذکر کو باہر کرنا چاہتا ہے تو بسا اوقات چند قطرے اُسکے احلیل سے ٹپک پڑتے ہین جو بچے کے مادون کو کافی ہو جاتے ہین اور اُس شخص کو اسکا علم بھی نہین ہوتا یہی راز ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بچے اُس شخص کے ساتھ ملحق کیا جنے اُس عورت کے ساتھ مس کرنے کا اقرار کیا تھا اور فرمایا عزل اُسکا مانع نہین ہے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے۔ لقد ہممت ان انہی عن الغیلۃ فنظرت فی الروم وفارس فاذا ہم یغیلون اولادہم

فلا تضر اولادهم و قال لا تقتلوا اولادکم سرا فان الغیل یدرک الفارس فیدعثره - میرے نے قصد کیا تھا کہ غیلہ یعنی دودھ
پلانے کی حالت میں عورت سے صحبت کرنیکو نہی کرون پھر مین نے روم و فارس مین نظر کی تو اُن لوگون کو دیکھا کہ وہ اپنی اولاد
کے دودھ پینے کے زمانہ مین اپنی بیویون سے صحبت کرتے ہین اور اس سے اُنکی اولاد کو کچھ ضرر نہین پہونچتا اور فرمایا کہ خفیہ طور پر
اپنی اولاد کو قتل مت کرو کیونکہ صحبت کی ہوئی دودھ گھوڑے کے سوار کو ملجاتی تو اُسکو گرا دیتا ہے - مین کہتا ہون اسمین اس
بات کیطرف اشارہ ہے کہ غیلہ اگرچہ حرام نہین مگر مکروہ ہے اور اسکا سبب یہ ہے کہ دودھ پلانیوالی سے صحبت کرنے مین دودھ
بگڑ جاتا ہے اور بچہ لاغر ہو جاتا ہے اور جب اُسکی ابتدا ہوتی ہے ضعف ہوا تو وہ اُسکے مزاج اصلی مین داخل ہو گیا اور آنحضرت
صلعم نے اس بات کو بیان فرمادیا کہ آپکا قصد ضرر کے احتمال غالب ہونے سے اُسکے حرام کرنے کا تھا مگر جبکہ آپنے استقرا
فرمایا تو معلوم ہوا کہ عام طور پر اُسکا ضرر نہین ہوتا اور اسمین احتمال غالب ہونے کی صلاحیت نہین ہے تاکہ اُسپر حرمت کا
مدار کیا جاے - اور یہ حدیث اُس بات پر جسکو ہم ثابت کر چکے ہین سمجھانے والے ایک دلیل ہے کہ آنحضرت صلعم اجتہاد فرمایا
کرتے تھے اور آپکا اجتہاد مصالح اور مظنات کو معلوم کرکے حرمت اور کراہت کے اوپر دائر کیا ہوتا تھا اور آنحضرت صلعم نے
فرمایا ہے ان من اشر الناس عند الله منزلة الرجل یفضی الی امراته وتفضی الیه ثم ینشر سرها - خدا تعالے کے نزدیک
سب لوگون سے بدتر اُس شخص کا درجہ ہے جو اپنی بیوی کے پاس جاتا ہے اور وہ اُسکے پاس آتی ہے پھر وہ شخص اُسکا راز
کھولتا ہے - مین کہتا ہون چونکہ پردہ کرنا واجب ہے اور جس چیز کا پردہ کیا گیا ہے اُسکا افشاے راز کرنا پردہ کے مقصود کا
بدلدینا اور اُسکی مخالفت کرنا ہے لہذا اُسکے اظہار سے نہی ضروری ہوئی اور نیز ایسی باتون کا اظہار کرنا بیہودگی اور بیحیائی
ہے خواہشون کے اتباع سے نفس مین تاریکیون کے متمثل ہونے کی قابلیت پیدا ہوتی ہے - اب اس بات مین اہل ملت کا
اختلاف تھا کہ حائض کے ساتھ کیا کیا جاے یہودیون نے تو یہانتک تعمق کیا تھا کہ اُسکے ساتھ کھانے اور لیٹنے سے منع
کرتے تھے اور مجوسی اسقدر اسمین تہاون کرتے تھے کہ جماع کو بھی تجویز کرتے تھے اور حیض کی کچھ پرواہ نہ کرتے تھے غرض سب مین
افراط و تفریط تھی پس ملت مصطفویہ نے توسط کی رعایت فرمائی اور یہ فرمایا کہ سواے جماع کے سب کچھ کیا کرو اور اسکی کئی
وجہ ہین ایک تو یہ کہ حائضہ سے جماع کرنا خاصکر جب حیض کی ترقی ہو نہایت مضر ہے تمام اطبا کا اسپر اتفاق ہے اور دوسرے یہ
نجاست مین متلطخ ہونا صفت ذمیمہ ہے جس سے طبیعت سلیم نفرت کرتی ہے اور اُسکی وجہ سے شیاطین کے ساتھ قریب ہوتا ہے
اور استنجا مین اول تو یہ بات ہے کہ وہ ایک ضروری چیز ہے دوسرے یہ کہ استنجا مین نجاست کا ازالہ مقصود ہوتا ہے اور حائض سے
جماع کرنے سے نجاست کے اندر داخل ہونا چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے قل هو اذى فاعتزلوا النساء فی المحیض کہدے وہ ناپاکی ہے
پس حیض کی حالت مین عورتون سے بچتے رہو اور مادون جماع مین روایت مختلف ہے بعض یہ کہتے ہین کہ جہانتک
خون کا اثر ہے وہان سے بچنا چاہیے اور بعض کے نزدیک جو کچھ ما تحت الازار ہے اُس سے پرہیز کرنا چاہیے اور بہر تقدیر
اسمین دواعی جماع کا بند کرنا ہے اور جو شخص خدا تعالے کی نافرمانی کرکے حائض سے جماع کر بیٹھے تو اُسکو دینار یا نصف دینار
کے صدقہ کرنے کا حکم ہے اور یہ مسئلہ مجمع علیہ نہین ہے اور کفارہ کی حکمت وہی ہے جو ہم چند مرتبہ بیان کر چکے ہین -

# زوجیت کے حقوق کا بیان

معلوم کرو کہ مابین خاوند اور بیوی کے جو میل جول ہوتا ہے وہ تمام ارتباطات منزلیہ سے بڑھکر ہے اور اسکا نفع بھی زیادہ ہے
اور حاجت بھی بہت ہے اسلیے کہ تمام عرب و عجم کے قبائل کا یہی دستور ہے کہ بہ نسبت اوقات کے زیادہ کامل کرتی ہیں بیوی خاوند کی
معاونت کرے اور اسکے کھانے و پینے و لباس کے مہیا و تیار کرنے کی متکفل ہو اور اسکے مال کو محفوظ اور اسکی اولاد کو حفاظت
سے رکھے اور بعد اسکے پیچھے جا بجائے اس مکان میں اسکی قائم مقام رہے اور علاوہ ان کے بہت سے امر ہیں جنکی تشریح اور بیان کی
ہمکو حاجت نہیں اور اسی لیے اکثر توجہ شرائع کی اسی طرف ہے و الی حد الامکان اسکا باقی رکھنا اور اسکے مقاصد کا بڑھانا
اور اسکے ملک کرنے اور باطل کرنے سے بیزاری چاہتا ہے اور کسی ارتباط کے مقاصد کا پورا کرنا بدون الفت کے ممکن نہیں ہو سکتا
اور الفت بغیر اس خصلت کے ہے وہ خاوند و بیوی اپنے آپکو مجبور کرکے نہیں حاصل ہو سکتی لہذا حکمت کا مقتضی ہوا کہ اس
خصلت کی طرف توجہ و رغبت کیجاے آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے استوصوا بالنساء خیرا فانہن خلقن من ضلع فان
ذہبت تقیمہ کسرتہ وان ترکتہ لم یزل اعوج عورتوں کے معاملہ میں بھلائی کی وصیت قبول کرو تم اسلیے کہ وہ پسلی سے
پیدا کی گئی ہیں پھر اگر تو اسکے سیدھا کرنیکا قصد کریگا تو اسکو توڑ دیگا اور اگر اسی حالت پر اسے چھوڑ دیگا تو ہمیشہ وہ پسلی
کجی کی حالت پر باقی رہیگی میں کہتا ہوں اسکے یہ معنی ہیں کہ میری وصیت کو قبول کرو اور عورتوں کے باب میں اسپر
عمل کرو اور انکی پیدایش میں کجی و برائی ہے اور یہ بات مثل امر لازم کے ہو کر بمنزلہ اس چیز کے ہو گئی ہے جو ایک شے کے
مادہ میں ہمیشہ سے چلی آتی ہے اور انسان جب مقاصد منزلی کے پورا کرنیکا اس عورت سے قصد کرے تو اسکو نہایت لابدی ہے
کہ ادنی ادنی امور سے درگذر کرے اور جو بات اپنے خلاف مرضی کے دیکھے اسپر اپنے غصہ کو دبائے مگر ہاں جو بات غیرت کے قبیلہ سے ہو
یا کسی ظلم وغیرہ کا بدلہ لینا ہو تو کچھ مضائقہ نہیں اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا یفرک مومن مومنۃ ان کرہ
منہا خلقا رضی منہا الآخر کسی مسلمان مرد کو مسلمان عورت سے بغض رکھنا نہیں چاہیے اگر اسکی ایک عادت ناپسند ہے
تو وہ دوسری سے راضی ہوتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ جب خاوند کو بیوی کی کوئی عادت ناپسند آئے تو اسکو زیبا نہیں کہ فورًا
طلاق پر دلیری کرے کیونکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ اسکی دوسری عادت سے خوش ہو جاتا ہے اور اسکی بدخلقی سے
تحمل کیا جاتا ہے اور اسی لیے آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے اتقوا اللہ فی النساء فانکم اخذتموہن بامان اللہ واستحللتم
فروجہن بکلمۃ اللہ ولکم علیہن ان لا یوطئن فرشکم احدا تکرہونہ فان فعلن فاضربوہن ضربا غیر مبرح ولہن
علیکم رزقہن وکسوتہن بالمعروف۔ عورتوں کے معاملہ میں خدا سے ڈرو کیونکہ خدا کی امان پر تمنے انکو اپنے قبضہ میں
لیا ہے اور خدا کے حکم سے تمنے انکی شرمگاہوں کو اپنے لیے حلال کیا ہے اور تمھارا انپر یہ حق ہے کہ تمھارے فرشوں پر کسی
ایسے کو جگہ نہ دیں جس سے تم بیزار ہو پھر اگر وہ ایسا کریں تو انکو مارو مگر تھوڑا اور تمپر انکا کھانا اور پہننا حسب دستور ہے۔ اللہ پاک
فرماتا ہے وعاشروہن بالمعروف۔ اور معلوم کرو کہ واجب اصلی وہ معاشرت بالمعروف ہے جسکی تفصیل آنحضرت صلعم نے
کھانا کھلانے اور لباس دینے اور اچھا برتاو کرنے کے ساتھ بیان کی ہے اور جو شرائع مستند الی الوحی ہیں انمیں ممکن نہین

کہ قوت کی جنس اور اُسکی تعداد معین کر دیجاے کیونکہ یہ بات ناممکن ہے کہ تمام جہان کے لوگ ایک ہی چیز پر اتفاق کر لین
اسلیے مطلق حکم کیا گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا دعا الرجل امراتہ الی فراشہ فابت فبات غضبان
لعنتہا الملائکۃ حتی تصبح - جب کوئی خاوند اپنی بیوی کو اپنی بستر کیطرف بلاتے پس اُسنے آنے سے انکار کیا پھر وہ غصہ ہی
کی حالت پر سوگیا تو صبح تک ملائکہ اُسکو لعنت کرتے رہتے ہین مین کہتا ہون اُنکی کے اندر جب امت کی رعایت کی گئی ہے
وہ شرمگاہ کی حفاظت ہے تو اس مصلحت کا تحقق ضروری ہوا پھر اصول شرائع سے یہ بات ہے کہ جب کسی شے کے لیے مظنہ
مقرر کیا جاے تو ایک ایسا حکم دیا جاتا ہے جس سے اُس مظنہ کے ساتھ مصلحت کا پایا جانا ضروری ہوتا ہے اور یہان یہ صورت ہے
کہ جسوقت خاوند اپنی بیوی سے فرمانبرداری کا قصد کرے تو عورت کو اُسکی فرمانبرداری کا حکم دیا جاے اور اگر اُس نے فرمانبرداری
اُسنے نہین کی تو شرمگاہ کی حفاظت نہ ثابت ہوئی پھر اگر اُسنے انکار کیا تو اُس عورت نے اُس مصلحت کے ربط مین
وسعت کی جسکو خدا تعالی نے اپنے بندون کے اندر قائم کیا تھا پس ملائکہ کی وہ لعنت اُسکی طرف توجہ ہوئی جو ہر شخص
اُسکے فساد کے اندر کوشش کرنے پر متوجہ ہوا کرتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان من الغیرۃ ما یحب اللہ
ومنہا ما یبغض اللہ فاما التی یحبہا اللہ فالغیرۃ فی الریبۃ واما التی یبغضہا اللہ فالغیرۃ فی غیر ریبۃ -
بعض غیرت تو ایسی ہے جو خدا تعالے کو پسند ہے اور بعض ایسی ہے جس سے خدا کو نفرت ہے پھر جو غیرت کہ اللہ پسندیدہ ہے
وہ زنا کی غیرت ہے اور جو ناپسند ہے وہ غیر زنا کی غیرت ہے مین کہتا ہون آنحضرت صلعم نے
مصلحت اور سیاست کے قائم کرنے مین جسکے بدون چارہ نہین ہے اور بدخلقی اور بلا سبب تنگ کرنے اور ظلم کرنے مین فرق
کیا ہے اللہ پاک فرماتا ہے الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ سے ان اللہ کان علیا کبیرا تک مین کہتا ہون
یہ بات ضروری ہے کہ خاوند اپنی بیوی پر حاکم بنایا جاے اور جبلت کے اعتبار سے خاوند کا اثر دباو ہو کیونکہ خاوند مین عقل
کامل ہوتی ہے اور اُسمین کامل طور سے سیاست اور حمایت اور عار کے دفع کرنے کا بخوبی مادہ ہوتا ہے اور نیز اسلیے کہ وہ اسکا خرچ
اُٹھاتا ہے اور تمام انتظام اُسی کے متعلق ہے لہذا اگر عورت سرکشی کرے تو اُسکی تعزیر اور تادیب خاوند کے متعلق ہونی چاہیے
اور اُسکو بتدریج تادیب کے طریقہ کا اختیار کرنا چاہیے الاسہل فالاسہل یعنی اولا صرف زبان سے کہکر اُسکو نصیحت کرے
بعد ازان اُسکے پاس لیٹنا ترک کر دے مگر گھر سے اُسکو نہ نکالے اگر اُس سے بھی باز نہ آئے تو اُسکو مار لگانی چاہیے مگر سخت
مار نہ لگائے اور اگر اصلاح کی صورت نہو اور ہر ایک دوسرے کی نافرمانی اور ظلم پر کمر باندھے تو اُسوقت ان قطع منازعت کی
یہ شکل ہے کہ دو حکم مقرر کیے جائین ایک خاوند کے کنبے مین سے اور ایک بیوی کے کنبے مین سے اور وہ دونون نفقہ وغیرہ کے
متعلق خاوند بیوی مین جو کچھ مناسب مصلحت دیکھین فیصلہ کر دین اسواسطے کہ خاوند بیوی کے معاملات مین بینہ کا قائم
کرنا ناممکن ہے پس اس سے بہتر کوئی صورت نہین ہے کہ یہ فیصلہ اُن لوگون کے متعلق کیا جاے جو سب سے زیادہ اُن دونون کے
قریب اور اُنکے شفیق ہین - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لیس منا من خبب امراۃ علی زوجہا او عبدا علی سیدہ
جو شخص خاوند سے کسی بیوی کو بگاڑے یا مولی سے غلام کو بگاڑے وہ ہم مین سے نہین ہے مین کہتا ہون تدبیر منزل کے
بگاڑنے کے جو اسباب ہین ایک سبب اُسکا یہ بھی ہے کہ کوئی شخص بیوی یا غلام کو اُسکے خاوند اور مولی سے برگشتہ کر دے

اور ایسی انتظام کے توڑنے اور اسکے بگاڑنے مین کوشش کرنا اور اس مصلحت کی مخالفت کرنا ہے جسکا قائم کرنا ضروریات
سے ہے۔ معلوم کرو کہ تدبیر منزل کے بگاڑنے کی لوگون مین بہت سی صورتین ہین جنمین کثرت سے لوگ مبتلا ہین پس شرع کو اُسکا
ذکر کرنا اور اُس سے بحث کرنا ضروری ہوا۔ ازانجملہ یہ ہے کہ کسی مرد کے پاس کئی عورتین ہون اور باری وغیرہ مین اُنمین سے بعض
بعض پر ترجیح دے اور دوسری پر ظلم کرکے اُسکو ادھر مین چھوڑ دے۔ اللہ پاک فرماتا ہے ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء
ولو حرصتم فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقة وان تصلحوا وتتقوا فان اللہ کان غفورا رحیما۔ اور تم ہرگز عورتون مین
برابری نہین کرسکتے اگرچہ تم اُسکی تمنا کرو پس بالکل جھک مت پڑو کہ اُسکو ایسے چھوڑ دو جیسے ادھر مین اور اگر بھلائی کرو
اور ڈرو تو خدا تعالی غفور الرحیم ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اذا کانت عند الرجل امراتان فلم یعدل
بینھما جاء یوم القیامة وشقه ساقط۔ جب کسی مرد کے پاس دو عورتین ہون اور اُن دونون مین وہ برابری نکرے
تو قیامت کے روز جب آئیگا اُسکے ایکطرف جھکی ہوئی ہوگی۔ مین کہتا ہون کہ پہلے بیان کرچکے ہین کہ عمل کی جزا عمل کی صورت
مین ظاہر ہوتی ہے لیکن اب اُسکا اعادہ نہین کرتے۔ اور ازانجملہ یہ کہ عورتون کے ولی اُنکو اُن مردون کے ساتھ نکاح کرنے سے روکین
جو اُنکے کفو ہین اور اُنکی طرف رغبت پائی جاتی ہے اور اُسکا منشا اُنکی خواہش نفسانی مثل حسد اور بغض وغیرہ کے ہوتا ہے
اور اسمین جو فساد ہے وہ عیان ہے پس یہ آیت نازل ہوئی واذا طلقتم النساء فبلغن اجلھن فلا تعضلوھن ان ینکحن
ازواجھن۔ اور جب تم عورتون کو طلاق دو اور وہ اپنی مدت کو پورا کرلین تو اُنکو اُنکے خاوندون کے ساتھ نکاح کرنے سے
مت روکو۔ اور ازانجملہ یہ ہے کہ کوئی شخص یتیم لڑکیون سے جو اُسکی پرورش مین ہین اُنکے مال یا جمال کی وجہ سے نکاح
کرلے اور حقوق زوجیت ادا نکرے جیسے باپ والی عورتون کے حق ادا کیے جاتے ہین۔ اور اگر وہ یتیم لڑکیان ایسی نہین ہین
تو اُنسے واسطہ نہ رکھے پس یہ آیت نازل ہوئی وان خفتم الا تقسطوا فی الیتمی فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی
وثلث وربع فان خفتم الا تعدلوا فواحدة او ما ملکت ایمانکم۔ اور اگر تمکو یہ خوف ہو کہ یتیم عورتون مین انصاف نکروگے
پس نکاح کرو تو تمین اُنکے ساتھ جو تمھارے پسند ہون دو دو اور تین تین اور چار چار پس اگر تمکو خوف ہو کہ تم برابری نکروگے
تو ایک سے یا جسپر تمھارے ہاتھون نے قبضہ کیا ہے۔ پس اگر ظلم کرنے کا اندیشہ ہو تو یتیم لڑکیون یا کئی عورتون سے نکاح کرنا
منع ہے۔ اور ایک شخص کے ایک بیوی موجود ہو اور پھر ایک کنواری عورت سے نکاح کرے تو اُسکے واسطے یہ سنت مقرر کیگئی
کہ سات دن تک اُسکے پاس رہے بعد ازان حسب دستور نوبت بہ نوبت رہا کرے اور اگر شوہر رسیدہ سے نکاح کرے تو تین روز
اُسکے پاس رہکر پھر باری باری سے رہا کرے۔ مین کہتا ہون اسمین یہ بھید ہے کہ اس باب مین زیادہ تر تنگی نہ کیجائے
کیونکہ اکثر لوگون کا اسمین بس نہین ہوتا ہے چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء ولو حرصتم
اسمین اس بات پر تنبیہ ہے کہ جب خالص عدل کا قائم کرنا ناممکن تھا لہذا ضروری ہوا کہ صریح ظلم پر اس حکم کا مدار کیا جائے
پس جب کسی مرد کو کسی عورت کیطرف رغبت ہو اور اُسکے حسن وجمال پر اُسکا دل فریفتہ ہوجائے اور اُسکا کثرت سے
اُسکو اشتیاق ہو تو یہ نہین ہوسکتا کہ وہ شخص اُس سے بالکل روک دیا جائے اسواسطے کہ یہ تکلیف بالمحال کے قبیلہ سے ہے
اسلیے اُسکے ترجیح دینے کی ایک مقدار مقرر کردی تاکہ وہ اُس سے آگے بڑھکر دوسری پر ظلم وجور نکرنے پائے۔ اور نیز شرع نے

اس مصلحت کی رعایت کی ہے کہ جدید کے قلب کی تالیف اور اُسکی قدردانی کرنی چاہیے اور رعایت اسیطرح حاصل ہو سکتی ہے
کہ اُسکو ترجیح دیجاے - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہؓ سے جو یہ فرمایا ہے لیس لک علی اہلک ہوان ان شئیت
سبعت - الحدیث - اسمین اسی کیطرف اشارہ ہے یعنی تو اپنے خاوند کے نزدیک بیقدر نہین ہے اگر تیری مرضی ہو
تو مین سات سات روز رہا کرون - اور پہلی بیوی کے دل شکستہ ہونیکا شارع نے بانبطور علاج کیا کہ نئی کے لیے ہمیشہ
کیواسطے زیادتی کا طریقہ مقرر کردیا اسلیے کہ جب ایک چیز کا ہمیشہ کے لیے دستور مقرر ہو جاتا ہے اور اسمین کسی کی اپنا سیالی
منظور نہین ہوتی اور وہ حکم کسی کے لیے خاص نہین ہوتا بلکہ ایک عام حکم ہوتا ہے تو کسی کے دل کو چندان ناگوار نہین گذرتا - اس
آیت مین اسی کیطرف اشارہ ہے ذلک ادنی ان تقر اعینہن ولا یحزن و یرضین بما اتیتہن کلہن - اسمین امید ہے
کہ آنکی آنکھین ٹھنڈی ہون اور غم نکرین اور جو تو نے اُنکو دیا ہے اُس سے وہ سب کی سب راضی ہو جائین - یعنی جب تو نے ان مین
اُنکو اختیار دیدیا گیا تو اب وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ناخوش نہونگی - اور کنواری عورت کیطرف مرد کو زیادہ رغبت
ہوتی ہے اور نیز اُسکو تالیف قلب کی زیادہ ضرورت ہے لہذا اُس ترجیح کی مقدار سات روز مقرر کیگئی اور شوہر رسیدہ کی مقدار
تین روز مقرر کی گئی - اور حضور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہم کے پاس باری باری سے رہا کرتے
اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سفر کا قصد کرتے تھے اُنمین قرعہ ڈال لیا کرتے تھے - مین کہتا ہون اسکی وجہ یہ تھی
کسی کو ملال نگذرے - اور بظاہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف سے یہ بطور تبرع اور احسان کے تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم پر باری فرض نہ تھی اسواسطے کہ اللہ پاک فرماتا ہے ترجی من تشاء منہن وتووی الیک من تشاء - انمین سے
جسکو تو چاہیے موخر کرے اور جسکو انمین سے چاہیے اپنے پاس جگہ دے - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور ونمین تامل
اور اجتہاد کا موقع ہے مگر جمہور فقہا نے نوبت کو واجب کیا ہے اور قرعہ اندازی مین اُنکا اختلاف ہے - مین کہتا ہون
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے فلم یعدل وہ مجمل ہے اور نہ معلوم اُس سے کونسا عدل مراد ہے اور یہ آیت
اسکے باب مین ہے فتذروہا کالمعلقہ - کہ صریح ظلم کرنا اور بالکل اُس سے کنارہ کشی کرلینا اور بداخلاقی کے ساتھ
اُس سے برتاو کرنا مراد ہے - اور بریرہ کا خاوند غلام تھا جب وہ آزاد ہوگئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکو اختیار دیا
کہ چاہے اُسکے نکاح مین رہے چاہے نہ رہے تو اُسنے غلام کے نکاح مین رہنا پسند نہ کیا اور اپنا اختیار لیلیا - مین کہتا ہون
اُسکا سبب یہ ہے کہ حرہ کا غلام کے نیچے رہنا اُسکے لیے عار کا باعث ہے پس اس عار کا دفع کرنا اُس سے ضروری ہے - اور
اگر وہ خود ہی راضی ہو تو وہ جُدی بات ہے - اور نیز جبتک باندی اپنے مولی کے ملک مین ہے تو اُسکی رضامندی فی الحقیقت
رضامندی نہین ہے اور نکاح رضامندی سے ہوا کرتا ہے - پھر جب وہ آزاد ہوگئی اور اُسکو اپنی جان کا اختیار ہو گیا
تو اس نکاح مین اُسکی رضامندی کا اعتبار ضروری ہوا - اور اُسی مین ایک روایت کے اندر یہ بھی آیا ہے ان قربک
فلا خیار لک - کہ اگر وہ تجھسے صحبت کرلے تو تجکو پھر اختیار نہوگا - اور اسکی وجہ یہ ہے کہ اختیار کے لیے ایک حد کا مقرر
کرنا ضروری ہے کہ اُسکے بعد پھر کچھ اختیار نہ رہے ورنہ اُسکو مدت العمر اختیار رہیگا اور اسمین مقصود نکاح کا بدل دینا ہے
اور اس اختیار کی حد کلام کے ساتھ مقرر نہین ہوسکتی اسواسطے کہ بسا اوقات وہ اپنے کنبے سے مشورہ کرتی ہے اور کبھی

اپنے آپ ہی وہ اس بات کا ذکر فکر کرتی رہتی ہے اور اکثر اسکی زبان سے اختیار کا کلمہ بلا قصد نکل جایا کرتا ہے اور اگر اسکو اس بات کی تاکید کیجاے کہ زبان سے ایسی بات نہ نکالے تو اسمین اسکے لیے دقت ہے - پس حد مقرر کرنے کے لیے صحبت سے زیادہ مناسب کوئی چیز نہین ہے اسواسطے کہ صحبت کرنا ملکیت کا فائدہ حاصل کرنا ہے اور ملک سے وہ مقصود ہے اور ایسی چیز ہے جو ملک سے پوری ہو سکتی ہے واللہ اعلم -

# طلاق کا بیان

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ایما امراۃ سألت زوجہا طلاقا من غیر باس فحرام علیہا رائحۃ الجنۃ جو عورت بلا ضرورت اپنے خاوند سے طلاق چاہے تو جنت کی بو اسپر حرام ہے اور نیز آپ نے فرمایا ہے ابغض الحلال الی اللہ الطلاق - حلال چیزون سے خدا تعالی کو زیادہ تر مبغوض طلاق ہے معلوم کرو کہ طلاق کی کثرت اور بے پروائی کے ساتھ طلاق کا طریقہ جاری ہونیمین بہت سے مفاسد ہین اسلیے کہ بہت سے لوگ شہوت نفسانی کے تابع ہوتے ہین اور تدبیر منزل کے قائم کرنے اور التزامات ضروریہ مین معاونت انکو مقصود نہین ہوتی اور انکا مقصود شرمگاہ کی حفاظت ہوتی ہے بلکہ عورتون کے ساتھ تلذذ اور ہر عورت سے لذت کا حاصل کرنا انکو مقصود ہوتا ہے یہ بات انکو کثرت سے نکاح کرنے اور طلاق دینے پر آمادہ کرتی ہے اور انکے نفوس کیطرف ضرر کے عائد ہونیمین زناکار لوگون مین اور انمین کچھ فرق نہین ہے اگرچہ سنت نکاح کے قائم کرنے اور سیاست مدنیہ کے موافقت مین زناکارون سے تمیز معلوم ہوتے ہین آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے لعن اللہ الذاقین والذواقات - کہ مزہ چکھنے والون اور مزہ چکھنے والیون پر خدا کی لعنت - اور نیز اس دستور کے جاری ہونیمین اس معاونت دائمی یا قرب دائمی کا ترک کرنا ہے جسپر نفس کا قائم کرنا نکاح کے اندر مقصود ہوتا ہے اور نیز اسباب کے کشادہ کرنیمین اس بات کا احتمال غالب ہے کہ ادنی ادنی امور مین خاوند اور بیوی کا دل تنگ ہوا کرے اور جدائی کا قصد کیا کرے اور یہ بات صحبت کی ناگوار باتون سے برداشت کرنے اور انتظام خانگی ہمیشہ قائم رکھنے پر اتفاق کرنے سے نہایت بعید ہے اور نیز عورتون کا ان باتون کے ساتھ عادی ہو جانا اور لوگون کو ان باتون کی کچھ پرواہ و افسوس نکرنا بیحیائی کے باب کے مفتوح ہونیکا سبب ہے اور نیز ایسے وقت مین ان دونون مین سے ہر واحد دوسرے کا فرشل اپنے ضرر کے خیال نہ کریگا اور ہر ایک دوسرے کی چیزون مین خیانت کریگا اس خیال سے کہ اگر جدائی ہو جائے تو یہ چیز ہمارے کام آوے اور اسمین جو قباحت ہے ظاہر ہے اور باینہمہ اس باب کا بالکل بند کر دینا اور وقت مین ڈال دینا بھی ناممکن ہے اسلیے کہ کبھی باہم میان بیوی کے مخالفت ہوتی ہے اور اسکا منشا یا تو ان دونون کی بدخلقی ہوتی ہے یا ان دونونمین سے کسی اجنبی کے حسن کیطرف رغبت ہوتی ہے یا رزق کی تنگی کے سبب سے یا دونونمین کسی کی حماقت کیوجہ سے وعلی ہذا القیاس پس باوجود ان قبائح کے اس نظم کا قائم رکھنا بلاے عظیم اور حرج کا سبب ہے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے رفع القلم عن ثلاثۃ عن النائم حتی یستیقظ وعن الصبی حتی یبلغ وعن المعتوہ حتی یعقل - تین شخصون سے قلم اٹھا لیا ہے سونیوالے سے جبتک بیدار ہو - لڑکے سے جبتک بالغ ہو اور مجنون جو مصالح کے سمجھنے سے بالکل عاری ہین اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے - لا طلاق ولا عتاق فی اغلاق -

یعنی اکراہ مین نہ طلاق ہے نہ عتاق ہے۔ معلوم کرو کہ مکرہ کے طلاق کے باطل ہونے کی دو وجہ ہین ایک تو یہ ہے
کہ وہ اُس طلاق سے راضی نہین ہے اور اُسنے کسی مصلحت منزلیہ کا ارادہ نہین کیا بلکہ لاچار ہوکر اُس سے یہ امر وقوع مین آیا ہے
پس اُسکا حال نائم کا سا ہے۔ اور دوسری یہ کہ اگر اُس شخص کی طلاق طلاق سمجھی جائے تو اسمین باب اکراہ کا مفتوح کرنا ہے پس
ایسے وقت مین ہوسکتا ہے کہ کوئی ظالم شخص کسی ناتوان و بیکس کو خفیہ طور پر پکڑ کر لیجاے اور تلوار سے اُسکو خوف دلاکر
طلاق پر اُسکو مجبور کرے اور اُسکی بیوی کیطرف رغبت اُسکا منشا ہو پھر جب ہمنے اُسکی امید کو منقطع کردیا اور اُسکی
مراد کو اُسپر منقلب کردیا تو اب لوگ باہم اس قسم کا ظلم نہیں کرسکتے اور اُسکی نظیر وہ ہے جو ہم اُس حدیث مین بیان کرچکے ہین
القاتل لا یرث۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم نے فرمایا ہے لا طلاق فیما لا یملک جس چیز کا انسان مالک نہین
اُسمین طلاق نہین جاری ہوسکتی ہے اور فرمایا ہے لا طلاق قبل النکاح۔ کہ طلاق نکاح کے قبل نہین ہوتی۔ مین کہتا ہون
بظاہر یہ حدیث طلاق منجز او معلق کو خواہ وہ نکاح کے ساتھ معلق ہو یا اور کسی چیز کے ساتھ عام ہے اور اُسکا سبب یہ ہے
کہ طلاق کا جواز مصلحت کے سبب سے ہے اور مالک ہونے اور اُس عورت کی سیرت کے دیکھنے سے پیشتر مصلحت اُسکو
متمثل نہین ہوسکتی پس یہ طلاق قبل از ملک ایسی ہے جیسے کوئی مسافر کسی بیابان مین اقامت کی نیت کرے یا کوئی
مجاہد دار الحرب مین کہ قرائن حالیہ خود اُسکے مکذب ہین۔ اور اہل جاہلیت جسقدر چاہتے تھے طلاقین دیکر رجوع
کرلیا کرتے تھے اور ظاہر ہے کہ اسمین عورت پر کسقدر ظلم تھا لہذا یہ آیت کریمہ نازل ہوئی الطلاق مرتان الآیہ۔
طلاق دو مرتبہ ہے یعنی جس طلاق کے بعد رجعت ہوتی ہے وہ دو مرتبہ ہے پھر اگر تیسری طلاق دے تو اُسکے بعد جبتک
وہ عورت کسی اور خاوند سے نکاح نکرے اُسکے لئے حلال نہین ہوتی۔ اور آنحضرت صلعم نے نکاح کے ساتھ صحبت کرنے کو بھی
زیادہ کیا ہے اور طلاق کو صرف تین کے اندر محدود کرنے مین یہ راز ہے کہ وہ کثرت کی شروع حد ہے اور نیز اُسمین فکر کرنا
اور سمجھنا ضروری ہے اور بہت سے لوگون کو اُسکی کچھ مصلحت نہین معلوم ہوتی جبتک وہ عورت کے ملک سے نکلنے کا مزہ
نہین چکھ لیتی اور تجربہ کے لیے اقل الکم تنہا ایک چیز کا عمل مین لانا ہے اور دوسرے تجربہ کی تکمیل ہوجاتی ہے اور تیسری
طلاق کے بعد نکاح شرط کرنا تجدید اور انتہا کے معنی ثابت کرنیکے لیے ہے اسلیے کہ اگر بغیر دوسرے نکاح کے اُس سے رجوع
درست ہوتا تو اُسکا حال رجعت کا سا تھا اسلیے کہ مطلقہ سے نکاح کرنا بھی ایک قسم کی رجعت ہے اور عورت جبتک
خاوند کے گھر مین اور اُسکے قبضہ مین اور اُسکے اقارب کے سامنے ہے تب تو ہوسکتا ہے کہ خاوند اُسکی راے پر غالب رہے
اور خواہ مخواہ وہ اُس چیز کو پسند کرے جسکی خوبی اُس عورت کے سامنے وہ لوگ بیان کرین اور پھر جب اُنسے بالکل جدا
ہوگئی اور زمانہ کی سردی و گرمی کا مزہ چکھ لیا اور اُسکے بعد اس شخص سے راضی ہوگئی تو وہ رضامندی فی الواقع رضامندی
ہے اور نیز اُسمین مفارقت کا مزہ چکھانا اور بلا کسی ضروری مصلحت کے معلوم کیے خواہش نفسانی کے تابع ہونیکا عذاب دینا ہے
اور نیز اُسمین مطلقہ ثلاث کا اُسکی آنکھون مین عزت دینا ہے اور اس بات کا جتانا ہے کہ تین طلاقون پر وہی شخص دلیری
کرسکتا ہے جو بغیر ذلت اور حد سے زیادہ بیغیرتی کے بعد اپنے نفس کو اُسکی جانب سے امید کے قطع کرنے پر قائم کرلے
اور جب رفاعہ نے اپنی اہلیہ کو طلاق دی اور پھر اُسکو مغلظہ کردیا اور اُسنے دوسرے خاوند سے نکاح کرلیا اور آنحضرت صلعم سے

دوسرے خاوند کا کچھ ذکر کیا تو آپنے اُس سے فرمایا کہ کیا پھر تیرا قصد رفاعہ کیجانب رجوع ہونیکا ہے تو اُسنے عرض کیا ہان
آپنے فرمایا نہین جبتک تو اُسکی لذت اور وہ تیری لذت حاصل نکرے مین کہتا ہون آنحضرت صلعم نے نکاح کے تمام
ہونے کو لذت کرنے کے ساتھ اسلیے مشروط کیا تاکہ اس تحدید کے معنی جسکو خدا نے اُنکے لیے مقرر کیا ہے متحقق ہوجاوین
اسلیے کہ اگر یہ بات نہو تو کوئی شخص یہ حیلہ کر سکتا ہے کہ اُسنے زبانی نکاح کراکے اُسکو دوسرے خاوند سے اُسی جلسہ مین
طلاق دلوالے اور اسمین تحدید کے قاعدہ کی مخالفت ہے اور آنحضرت صلعم نے حلالہ کرنیوالے اور اُس شخص پر جسکے لیے
حلالہ کرتا ہے لعنت کی ہے مین کہتا ہون چونکہ بعض لوگ محض حلالہ کی غرض سے نکاح کرتے ہین اور اُنکا مقصود اس
نکاح سے زندگانی کی معاونت نہین ہوتی اور نکاح سے جو مصلحت مقصود ہے وہ مصلحت اُس نکاح سے پوری نہین ہوتی
اور نیز اسمین بیحیائی اور بیغیرتی اور ایک عورت پر کئی مردون کو جمع ہونا تجویز کرنا ہے اور معاونت کے قبیلہ سے نہین ہے
لہذا آپنے اُس سے منع فرمایا ہے اور جب حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے حیض کی حالت مین اپنی بیوی کو طلاق دیدی
اور آنحضرت صلعم سے اس بات کا تذکرہ کیا تو آپکو غصہ آگیا اور فرمایا اُسکو چاہیے کہ تو اُسکو رجوع کرے پھر جبتک پاک ہو
اور پھر حیض آوے اور پھر پاک ہو تو اُسکو روکنا چاہیے پھر اگر اُسکو طلاق دینا مناسب سمجھے تو پاکی کی حالت مین اُسکو ہاتھ
لگانے سے قبل طلاق دیدے مین کہتا ہون اسکی وجہ یہ ہے کہ کبھی کوئی شخص اپنی اہلیہ سے مقتضاء طبیعت کے اعتبار سے
نفرت کرتا ہے اور وہ نفرت اس قابل نہین ہوتی کہ اُسکو مانا جاوے مثلاً اُسکا حائضہ ہونا اور گرد و غبار مین آلودہ ہونا
اور کبھی اُس مصلحت کے سبب سے اپنی اہلیہ سے نفرت کرتا ہے جسکے قائم کرنیکا عقل سلیم حکم کرتی ہے اگرچہ رغبت طبعی وہان
موجود ہوتی ہے اور یہ نفرت اتباع کے قابل ہے اور ندامت اکثر پہلے قسم کی نفرت مین ہوتی ہے اور اُسمین رجعت واقع
ہوتی ہے اور یہ ایسی خواہش ہے جسکے ترک کرنے پر تہذیب نفسانی کا مدار ہے اور یہ دونون قسم کی نفرتین بہت سے لوگون پر
مشتبہ ہوتی ہین لہذا ایسے حد کا مقرر کرنا ضروری ہوا جس سے فرق ثابت ہوجاوے پس طہر کو رغبت طبع کا مظنہ اور حیض کو
نفرت طبیعی کا مظنہ اور باوجود رغبت طبعی کے طلاق پر اقدام کرنا مصلحت عقلیہ کا مظنہ اور اسی حالت پر باوجود
حالت کے بدلنے کے یعنی حیض سے طہر کیطرف اور بیرونقی سے زینت کیطرف اور انقباض سے انبساط کے طرف خاص
عقل اور تدبیر خالص کا مظنہ ہے لہذا حیض مین طلاق مکروہ کی گئی اور مراجعت اور حیض جدید کے درمیان مین اُنکا
حکم دیا اور نیز اگر اُسکو حیض مین طلاق دے تو یہ حیض اگر عدت مین شمار کیا جاوے تو عدت کی مدت کم ہوتی ہے
اور اگر شمار نہ کیا جاوے تو عورت کو عدت کے زیادہ ہوجانے سے ضرر پہونچتا ہے خواہ قروء کے لفظ سے طہر مراد لیجاوین
یا حیض ہر صورت اُس حد کی مخالفت لازم آتی ہے جسکو خدا نے اپنی کتاب محکم مین ثلاثۃ قروء کے ساتھ معین کیا ہے
اور طہر کے اندر صحبت کرنے سے قبل طلاق دینے کا حکم بدو وجہ ہے ایک تو یہ کہ اُسمین رغبت طبعی کا بقا ہے کیونکہ صحبت کے
سبب سے رغبت کے غلبہ کو کمی ہوجاتی ہے دوسرے یہ کہ ایسی صورت مین نسب مشتبہ نہین ہوسکتا تو خدا تعالے نے
طلاق پر دو گواہ کر دینے کا حکم اسلیے دیا کہ ایک تو اسمین شہرہ گواہون کا عظیم الشان ہونا ہے تاکہ تدبیر منزل کا قائم ہونا
اور نیز اُنکا انقطاع لوگون کے روبرو پایا جاوے اور دوسرے یہ کہ نسب کا اشتباہ لازم نہ آئے اور ایسا نہو کہ طلاق دیکر پھر خاوند

ہو کہ اپنے طور پر راضی ہو جاوین اور طلاق کی پروا نکرین - واللہ اعلم - اور ایک طہر مین تین طلاق کے جمع کرنے کو بھی مکروہ کیا اسواسطے کہ اُسمین اُس حکمت کا ترک لازم آتا ہے طلاقون کے متفرق واقع کرنے مین جسکی رعایت کی گئی ہے کیونکہ تفریق طلقات اسی لیے مقرر کی گئی ہے کہ اگر کسی سے کوتاہی ہو جائے تو اُسکا تدارک ہوسکے اور تینون کرنے مین اپنے اوپر دقت کا لازم کرنا اور ندامت کا پیش کرنا ہے - اور تین طہرونمین بھی تین طلاقین دینے مین وقت اور ندامت کا مظنہ ہے مگر صورت اولی سے کم ہے اسواسطے کہ اسمین فکر کرنے کا موقع اور اتنی مدت مل جاتی ہے جسمین احوال متغیر ہوتے رہتے ہین اور بہت سے لوگون کی مصلحت حرمت مغلظہ کے ثابت کرنے مین ہوا کرتی ہے -

## خلع اور اظہار اور لعان اور ایلاء کا بیان

معلوم کرو کہ خلع کے اندر ایک قسم کی قباحت پائی جاتی ہے اسلیے کہ خاوند نے عورت کو جو کچھ دیا ہے وہ صحبت کے بدلے ہے چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے وکیف تاخذونہ وقد افضی بعضکم الی بعض واخذن منکم میثاقاً غلیظاً اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لعان کے اندر اسی معنی کا اعتبار کر کے فرمایا ہے ان صدقت علیہا فہو بما استحللت من فرجہا - اگر تو نے اُسکو کچھ دیا ہے تو یہ اُسکے بدلہ ہے جو تو نے اُسکی شرمگاہ کو حلال کیا ہے اور باینہمہ خلع کی حاجت ہوتی ہے چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے فلا جناح علیہما فیما افتدت بہ - یعنی نہین ہے گناہ ان دونون پر کچھ مضایقہ جس چیز کا عورت بدلہ دے - اور اہل جاہلیت اپنی اہلیون کو اپنی اوپر حرام کر لیا کرتے تھے اور اُنکو اپنی ماں کی پشت کے مثل گردان لیا کرتے تھے اور پھر کبھی اُنکے پاس نہ جاتے تھے اور ظاہر ہے کہ اسمین کسقدر قباحت تھی کیونکہ وہ عورت نہ تو مرغوب ہوتی تھی کہ خاوند سے وہ تمتع حاصل کرسکتی جسطرح عورتین اپنے خاوندون سے تمتع حاصل کرتی ہین اور نہ وہ بیوہ ہوتی تھی جو اُسکو اپنی جان کا اختیار ہوتا آنحضرت صلعم کے زمانہ مین ایسا واقعہ پیش آیا اور آپ سے اُسکے بارےمین دریافت کیا گیا تو یہ آیت نازل ہوئی قد سمع اللہ قول التی تجادلک فی زوجہا - بلاشک اللہ پاک نے اُس عورت کی گفتگو سن لی جو اپنے خاوند کے بارےمین تجھسے جھگڑا کرتی ہے عذاب الیم تک اور اسکا سبب یہ ہے کہ خداتعالی نے اُنکے اس قول کو بالکل لغو بھی نہین کیا کیونکہ وہ ایک امر ہے جسکو خاوند نے اپنے اوپر لازم کیا ہے اور پختگی کے ساتھ اُسنے وہ بات کہی ہے جسطرح اور قسمو نمین ہوا کرتا ہے - اور اُسکو ہمیشہ کے لیے بھی نہین گردانا جسطرح اہل جاہلیت کیا کرتے تھے تاکہ وہ دقت اُنسے رفع ہو جائے - اور کفارہ کے ساتھ اُسکو موقوف کیا اسواسطے کہ کفارہ گناہون کے دور کرنے اور مکلف کو اُس چیز سے روکنے کے لیے جو اُسکے دلمین پیدا ہوتی ہے وضع کیا گیا ہے اور خداتعالی نے یہ جو فرمایا ہے کہ وہ جھوٹ کہتے ہین اُسکی یہ وجہ ہے کہ زوجہ نہ تو فی الحقیقت ماں ہوتی ہے اور نہ اُنمین کچھ مشابہت یا مجاورت ہوتی ہے جسکی وجہ سے ایک کا اطلاق دوسرے پر صحیح ہو - یہ تو اُس تقدیر پر ہے کہ جب اُسکو خبر کے قبیلہ سے کہا جاے اور اگر وہ انشا ہے تو ایک ایسا عقد ہے کہ جو مصلحت کے موافق نہین ہے اور نہ خداتعالی نے اپنے شرائع مین اُسکو بطریق وحی کے بیان فرمایا ہے اور نہ روے زمین کے عقلا نے اسکو مقرر کیا ہے

اور اُسکو جو یہ فرمایا ہے کہ وہ منکر بات کہتے ہین تو اُسکے منکر ہونے کیوجہ یہ ہے کہ وہ ایک طرح کا ظلم اور جور اور جسکے ساتھ
احسان کرنیکا حکم ہے تنگ کرنا ہے۔ اور ظہار کا کفارہ ایک غلام کا آزاد کرنا یا ساٹھ مساکین کو کھانا کھلانا یا پیاپے
دو مہینے کے روزے رکھنا اسلیے مقرر کیا گیا کہ تمامہ مقاصد کفارہ کے ایک یہ بات ہے کہ مکلف کے نزدیک وہ ایک ایسی چیز ہونی چاہیے
جسکے لازم ہونیکا اس فعل کے مرتکب ہونے سے مکلف کو ڈر لگے اور یہ بات جب ہی ہو سکتی ہے کہ وہ کفارہ ایک عبادت
شاقہ ہو اور نفس پر اُسکا غلبہ ہو یا تو اسلیے کہ اُسمین اسقدر مال کا صرف کرنا مقرر ہو جسکا صرف کرنا نفس پر بہت شاق گذرے
یا اُسمین بھوک پیاس کی تکلیف زیادہ اُٹھانی پڑتی ہو۔ اللہ پاک فرماتا ہے للذین یؤلون من نسائہم تربص اربعة اشہر
جو لوگ اپنی بیبیون سے ایلا کرتے ہین اُنکو چار مہینہ رکنا ہے۔ معلوم کرو کہ اہل جاہلیت اس بات کا حلف کیا کرتے تھے کہ اپنی
بیبیون سے بہت زیادہ مدت دراز تک صحبت نکرینگے اور اسمین عورتون پر نہایت ظلم اور ضرر تھا لہذا خدا تعالیٰ نے چار مہینے
تک انتظار کرنے کا حکم دیا پھر اگر وہ رجوع کرین تو خدا تعالیٰ غفور الرحیم ہے اور رجوع کرنے مین علماء کا اختلاف ہے بعض کہتے ہین
چار مہینے گذرنے کے بعد ایلا کرنیوالے کو روکدیا جاے بعد ازان اُسکو مجبور کیا جاے کہ یا تو بھلائی کے ساتھ اُسکو چھوڑ دے
یا حسب دستور اُسکو نکاح مین رکھلے اور بعض کے نزدیک چار مہینے گذرتے ہی اُسپر طلاق پڑ جاویگی اور اُسکو روکا نہ جاویگا اور
اس مدت کے معین کرنے کی یہ وجہ ہے کہ اتنی مدت مین خواہ مخواہ نفس کو جماع کا شوق پیدا ہوتا ہے اور اُسکے چھوڑنے سے ضرر ہو جاتا ہے
جیسا کہ انسان واقف خود و تجربہ پر ہے اور یہ مدت سال کا ایک ثلث حصہ ہے اور نصف سے کم کا انضباط ثلث کے ساتھ ہوا کرتا ہے اور نصف
مدت کثیرہ شمار کیا جاتا ہے۔ اور اللہ پاک فرماتا ہے والذین یرمون ازواجہم ولم یکن لہم شہداء۔ الآیہ۔ جو لوگ اپنی بیبیون
کیطرف زنا کی نسبت کرتے ہین اور اُنکے لیے گواہ نہین ہوتے۔ اور حضرت عویمر عجلانی اور ہلال بن امیہ سے اس باب مین حدیث مروی ہے
معلوم کرو کہ اہل جاہلیت مین جب کوئی مرد کسی عورت کیطرف منسوب کرتا تھا اور اُن دونو مین باہم یہ منازعت ہوتی تھی
تو کاہنون کے پاس جایا کرتے تھے جیسا کہ ہند بن عتبہ کے قصہ مین ہوا تھا پھر جب اسلام آیا تو یہ بات ناممکن ہوئی کہ اُنکے لیے کاہنون
کے پاس جانے کی اجازت دیجاے اسلیے کہ ملت حنفیہ کا مبنیٰ ان رسومات کے چھوڑنے اور اُنکے دور کرنے پر ہے اور نیز کاہنون پاس
بلا انکا سچ وجھوٹ معلوم کیے جانے مین ضرر عظیم ہے اور یہ بات ناممکن تھی کہ خاوند کو چار گواہ سنانے ورنہ حد لگانے کا حکم دیا جاتا
اسواسطے کہ زنا تنہائی مین ہوا کرتا ہے اور خاوند اپنے گھر کا حال خوب جانتا ہے اور جو جو قرائن وغیرہ اُسکو معلوم ہین وہ دوسرے کو
نہین معلوم ہو سکتے اور یہ بات بھی ناممکن ہے کہ خاوند تمام اُن لوگون کے مانند کیا جاے جنپر حد ماری جاتی ہے اسواسطے کہ خاوند شرعاً
اور نیز عقلاً اپنے ننگ و ناموس کی حفاظت کرنیکا مامور ہے اور اُسکی جبلت مین اس بات سے غیرت کرنا داخل ہے کہ اُسکے ناموس مین
دوسرا شخص مداخلت کرسکے۔ اور خاوند شک کے دفع کرنے اور عورت کی شرمگاہ کے محفوظ رکھنے مین سب سے زیادہ مناسب تر اور
اولیٰ ہے پس اگر خاوند عورت کے ساتھ کسی امر کا مواخذہ کرنے مین غیر لوگون کے برابر رکھا جاے تو امن مرتفع ہوتی ہے اور مصلحت کا
مفسدہ کیطرف انقلاب لازم آتا ہے۔ اور جب یہ واقعہ پیش آیا ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُسکے اندر حکم دینے مین متردد تھے
کبھی تو ان معارضات کیوجہ سے کچھ حکم نہین دیتے تھے اور کبھی اُسکے حکم کا اُن قواعد سے استنباط کرتے تھے جنکو خدا تعالیٰ نے
آپ پر نازل فرمایا تھا تو آپ نے ہلال بن امیہ سے فرمایا البینة او حداً فی ظہرک۔ یا تو بینہ ہے ورنہ تیری پشت پر حد ہے

یہانتک کہ اُسنے کہا اُس ذات کی قسم جسنے آپکو حق کے ساتھ بھیجا ہے مین بلاشک سچا ہون اور بلاشبہہ خدا تعالیٰ ایسا کوئی حکم نازل فرمائیگا جسکی وجہ سے میری پشت حد سے بری ہو جائیگی۔ پس خدا تعالیٰ نے آیت لعان نازل فرمائی اور اصل اسمین یہ ہے کہ وہ موکدہ قسمین ہوتی ہین جنکے سبب سے خاوند حد قذف سے محفوظ رہتا ہے اور عورت پر دھبہ لگجاتا ہے اور پھر وہ قید مین رکھی جاتی ہے اور اُسکو تنگ کیا جاتا ہے اور اگر خاوند قسمون کے کھانے سے انکار کرے تو اُسپر حد قذف لگائی جاتی ہے۔ اور اگر عورت بھی قسمین کھالے تو بری ہو جاتی ہے اور انکار کرے تو اُسپر حد لگائی جاتی ہے۔ اور الحاصل جب خبر بینہ نہین ہوتی اور نہ وہ خبر ایسی ہے کہ بالکل لغو جھوٹ سمجھی جاوے اور اُسکی سماعت نکیجاوے اُس خبر مین موکدہ قسمون سے زیادہ مناسب اور کوئی چیز نہین ہے اور یہ قدیمی طریقہ جاری ہے کہ عورت اُسکو بیان کرے تاکہ قسمون سے جو مقصود ہے وہ حاصل ہو اور یہ بھی قدیمی طریقہ جاری ہے کہ وہ عورت پھر بھی اُس خاوند کیطرف عود نکرے کیونکہ ان دونومین جب ایسا نزاع ہو چکا اور اُن دونون کے دلمین سخت بیر پڑگیا اور خاوند نے اُسکی بدکاری مشہور کردی تو غالباً اب کسی صورت سے اُنکے مابین محبت پیدا نہین ہو سکتی اور نکاح اُنہین مصلحتون کے لیے وضع کیا گیا ہے جو محبت و موافقت پر مبنی ہین اور نیز اسمین دونون کو ایسے معاملہ پر اقدام کرنے سے روکنا ہے۔

# عدت کا بیان

اللہ پاک فرماتا ہے والمطلقات یتربصن بانفسہن ثلاثۃ قروء۔ الآیہ۔ مطلقہ عورتین تین قروء تک اپنی جانون کو روکے رکھین معلوم کرو کہ عدت منجملہ اُن امور کے ہے جو زمانہ جاہلیت مین مسلم و مشہور تھی اور عدت ایسی چیز تھی جسکے اُنسے ترک ہونیکا احتمال نہ تھا اور اسمین بہت سے مصالح ہین از انجملہ یہ ہے کہ اُسکے سبب سے رحم کا خاوند کے نطفہ سے پاک ہو جانا معلوم ہو جاتا ہے اور نسب مین اختلاط نہین لازم آتا کیونکہ نسب بھی ایک چیز ہے جسکی لوگون کو خواہش ہوتی ہے اور عقلمند لوگ اُسکے طالب ہوتے ہین اور نسب نوع انسانی کے خواص مین سے ہے اور منجملہ اُن چیزون کے ہے جسکے سبب سے انسان اور حیوانات ممتاز ہوتا ہے استبرا کے باب مین بھی اسی مصلحت کی رعایت کی گئی ہے اور ازانجملہ یہ ہے کہ عدت سے لوگون کو نکاح کی عظمت پر آگاہ کرنا منظور ہوتا ہے اور اُنکو معلوم ہو جاتا ہے کہ نکاح ایسا امر نہین ہے کہ تو بغیر لوگون کے اجتماع کے قائم ہو سکے یا بغیر انتظار دراز کے وہ منقطع ہو سکے اگر یہ بات نہوتی تو نکاح مثل بچون کے کھیل کے ہوتا ایک ہی ساعت مین قائم ہو کر اُسی ساعت مین منقطع ہو جایا کرتا اور ازانجملہ یہ ہے کہ نکاح کی مصلحتین اُسیوقت پوری ہو سکتی ہین جب خاوند بیوی اس عقد کے ثابت رکھنے پر بظاہر اپنے آپکو قائم رکھین پھر اگر کوئی حادثہ پیدا ہو جاوے جسکے سبب سے اس عقد کا انقطاع ضروری ہو تو بھی اُس دوام کی صورت کا باقی رکھنا جب بھی ضروری ہے باینطور کہ عورت کچھ مدت تک اپنے آپکو روکے رہے اور اُسکو اسمین تکلیف و دقت اُٹھانی پڑے۔ اب مطلقہ کی عدت تین قروء ہین بعض کے نزدیک (قروء) سے طہر مراد ہے اور بعض کے نزدیک حیض۔ اور اگر اُس سے طہر مراد ہے تب تو اسمین یہ راز ہے کہ طہر رغبت کا زمانہ ہوتا ہے جیسا کہ ہم بیان کر چکے اور اُسکی تکرار عدت لازمہ مقرر کیگئی تاکہ فکر کرنیوالا ان طہرونمین فکر کرسکے چنانچہ آنحضرت صلعم نے طلاق کے بیان مین فرمایا ہے فتلک العدت التی امر اللہ بالطلاق فیہا۔ پس وہ زمانہ ہے کہ جسمین خدا تعالیٰ نے طلاق دینے کا حکم دیا ہے

کبھی اُسکو مشابہت ہوتی ہے اور جس شخص نے ایام حمل مین اُسکی ماں کے ساتھ صحبت کی ہے اُسکے ساتھ اُسکو مشابہت ہے
حضرت عمرؓ کے قول سے یہ بات معلوم ہوتی ہے اور آنحضرت صلعم نے بھی اُسکی طرف اشارہ فرمایا ہے اور فرمایا ہے لایحل لامرء
یؤمن باللہ والیوم الآخر ان یسقی ماءہ زرع غیرہ یعنی کسی کو جو خدا اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے یہ بات حلال
نہیں ہے کہ دوسرے کی کھیتی اپنے پانی سے سیراب کرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا ہے کیف یستعبدہ الخ اسکے
یہ معنی ہیں کہ حاملہ کے ساتھ جماع کرنے سے جو بچہ پیدا ہوتا ہے اُسکو دونون شخصون کی مشابہت ہوتی ہے اور مشابہت کا
حکم دوسری مشابہت کے خلاف ہے بلکہ پہلی کے مشابہت کا مقتضا یہ ہے کہ وہ بچہ غلام ہو اور دوسری کی مشابہت
چاہتی ہے کہ وہ اسکا بیٹا ہو اور پہلی مشابہت کا حکم غلام ہونا اور مولی کے لیے اُسپر خدمت کا واجب ہونا ہے اور دوسری کا
حکم بیٹا اور استحقاق میراث ہے پس مجامعت کے سبب اُس بچہ کے اندر احکام شرعیہ کا التباس لازم آتا ہے اسلیئے جماع
کرنے سے ممانعت کی گئی واللہ اعلم۔

## اولاد و غلام و لونڈی کی پرورش کے بیان مین

معلوم کرو کہ نسب منجملہ اُن امور کے ہے جنکی محافظت آدمی کی سرشت مین داخل ہے پس اقالیم صالحہ مین سے
کسی اقلیم کے اندر جہان آدمی پیدا ہوتے ہین کسی انسان کو کبھی نہ دیکھوگے مگر یہ بات اُسکو محبوب ہوگی کہ اسکے باپ دادا
کیطرف اُسکو منسوب کرین اور یہ بات اُسکو ناگوار معلوم ہوتی ہے کہ اُنکو اُنکی طرف نسبت کرنے مین کوئی عیب لگایا جائے
بجز اسکے کہ کوئی خاص غرض مثلاً رغبت یا ضرر کے دفع کرنے یا نفع کے حاصل کرنے وغیرہ کی غرض سے اور نیز اُسکو یہ بات بھی محبوب
ہوتی ہے کہ اُسکی اولاد کو اُسکی طرف منسوب کرین اور اُسکے بعد اُسکی قائم مقام ہو پھر بسا اوقات اولاد کے طلب کرنے مین
بے انتہا کوشش کیا کرتے ہین اور اپنی تمام طاقت اُسکے حاصل کرنے مین خرچ کرتے ہین پس تمام لوگون کا اتفاق اس
خصلت پر ایک ہی معنی کے سبب سے ہے جو اُنکی خلقت مین داخل ہین اور شرائع الٰہی کا مبنا اُن مقاصد کے باقی رکھنے پر
کہ جو تمام عبادت کے ہوتے ہین اور جنکے اندر نزاع وحرص جاری ہوتی ہے اور نیز مقدار کے اُن مقاصد سے حق دلانے
اور باہمی ظلم سے روکنے پر اُنکا مبنی ہے پس اسلیئے شارع کو نسب سے بحث کرنا ضروری تھا آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے الولد
للفراش وللعاہر الحجر- لڑکا عورت کے لیے اور مرد زناکار کو پتھر- بعض نے اس سے سنگساری مراد لی ہے اور بعض نے نامرادی
مین کہتا ہون اہل جاہلیت بہت سے طریقون سے جنکو قوانین شرعی ثابت نہین کرتے اولاد طلب کیا کرتے اور بعض اُن
طریقون کو حضرت عایشہ صدیقہؓ نے بیان فرمایا ہے پس جب آنحضرت صلعم مبعوث ہوئے تو یہ باب بند کیا گیا اور زناکار کی
امید منقطع کیگئی اسلیئے منجملہ اُن مصالحہ ضروریہ کے جنپر نوع انسانی کا بقا موقوف ہے مرد کا اپنی بیوی کے ساتھ مختص ہونا
بھی ہے تاکہ ایک عورت پر کئی مردون کے جمع ہونیکا باب مسدود کیا جائے لہذا مناسب ہوا کہ جو شخص اس سنت راشدہ کے
برخلاف کرے اور بغیر اس خصوصیت کے اولاد طلب کرے اُسکو نامراد کیا جائے تاکہ اُسکی ذلت اور اُسکا کچھ بس نہ چلنا آیندہ کو
کبھی ایسا قصد نکرے وللعاہر الحجر سے اگر نامرادی کے معنی مقصود ہین جیسے بیدہ التراب اور بیدہ الحجر کہا کرتے ہین تو

اسمین اسکی طرف اشارہ ہے اور نیز جب حقوق کا مقابلہ ہوا اور ہر شخص اپنے لیے اُس حق کا مدعی ہے تو ضرور ہوا کہ جسکے پاس ایسی ظاہری حجت ہے جسکو تمام لوگ سن سکتے ہین اُسکو ترجیح دیجاوے اور جسکے پاس ایسی حجت ہے جو اُسپر ملامت کے زیادہ ہونیکے سبب ہے اور وہ جھگڑے مانیکا باب مفتوح کرتا ہے یا اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ اُسنے خدا کی نافرمانی کی ہے اور باایں ہمہ وہ ایک پوشیدہ امر ہے جو اُسکے عرض کرنے سے معلوم ہوتا ہے پس اُس شخص کے لیے یہ بات نامناسب ہے کہ اُسکو محروم اور کالعدم کیاجاے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ہی معنی کا لحاظ فرماکر لعان کے قصے مین فرمایا ہے ان کذبت علیہا فہو ابعد لک - اگر تو اُسپر جھوٹ بولتا ہے تو وہ (یعنی مہر کا تیری طرف عود کرنا) تجھسے بہت دور ہے - اور وللعاہر الحجر سے اگر سنگساری مراد ہے تو اسمین اسی کیطرف اشارہ ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من ادعی الی غیر ابیہ وہو یعلم انہ غیر ابیہ فالجنۃ علیہ حرام - جو شخص اپنے باپکے سوا کسی اور کیطرف اپنی نسبت کرے اور اُسکو یہ بات معلوم ہو کہ وہ اُسکا باپ نہین ہے جنت اُسپر حرام ہے - مین کہتا ہون کہ بعض لوگ مقاصد دنیہ کا خیال کرکے اپنے باپ کو چھوڑکر دوسرے شخص کیطرف اپنی نسبت کردیتے ہین اور یہ بڑا ظلم و نافرمانی ہے کیونکہ اسمین باپ کی امید کا قطع کرنا ہے اسلیے کہ اُسنے اپنی نسل کا بقا جو اُسکی طرف منسوب و اُسسے پیدا ہے چاہا ہے اور اسمین باپ کی نعمت کی ناشکری اور اُسکے ساتھ بدسلوکی ہے اور نیز نصرت اور معاونت قبائل اور شہرون کے انتظام کے لیے ضروری چیز ہے اور اگر باپ سے انقطاع نسبت کا باب مفتوح کردیاجاے تو یہ مصلحت متروک ہوتی ہے اور تمام قبائل کے نسب مخلوط ہوجاتے ہین اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے ایما امرأۃ ادخلت علی قوم من لیس منہم فلیست من اللہ فی شئی ولن یدخلہا اللہ الجنۃ وایما رجل جحد ولدہ وہو ینظر الیہ احتجب اللہ منہ وفضحہ علی رؤس الخلائق - جونسی عورت کسی قوم مین اُس شخص کو داخل کردے کہ وہ اسمین نہین ہے تو خدا کے ہان اُسکا کچھ نصیب نہین اور نہ کبھی خدا تعالی اُسکو جنت مین داخل کریگا اور جو شخص اپنے ولد کا انکار کرے حالانکہ وہ اُسکی طرف نظر کرتا ہے تو خدا تعالی اپنے دیدار سے اُسکو محروم کریگا اور تمام خلائق کے روبرو اُسکو فضیحت کریگا مین کہتا ہون جبکہ عورت عدت وغیرہ کے اندر امانتدار اور اس بات پر مامور ہے کہ اُنکے انساب کو مشتبہ نہ ہونے دے تو یہ بات ضروری ہے کہ وہ اس سے ڈرائی جاوے اور اس امر مین اُسپر عذاب دیے جانے کی یہ وجہ ہے کہ اسمین جہان کی مصلحت کے باطل کرنیمین سعی اور جبلت نوع کے ساتھ مناقضت ہے اور بعض ملاء اعلی کی جانب ہے کیونکہ وہ اصلاح نوع کے دعا کرنے پر مامور ہین اور علاوہ برین اسمین اُسکے ولد کے لیے نامرادی اور تنگی ہے اور دوسرون پر اپنی اولاد کا بار ڈالنا ہے اور جب کوئی شخص اپنے بچہ کا انکار کرے تو البتہ اُسکو ذلت دائمی اور بے انتہا عار کے لئے پیش کیا اسلیے کہ اُسنے نسب کو ضائع کردیا اور اُسکی جان کو کم کردیا کیونکہ کوئی اُسکا خرچ اُٹھانیوالا نہین اور یہ صورت مروجہ قتل اولاد کی مشابہ ہوگئی اور اُسکی مان کو بھی مدت العمر کے لیے دقت اور عار مین ڈالدیا -

## عقیقہ کے بیانمین

عرب اپنی اولاد کا عقیقہ کیاکرتے تھے اور عقیقہ مین بہت سی مصلحتین تھین جنکا رجوع مصلحت ملیہ و مدنیہ اور نفسیہ

کی عادت تھی تو آنحضرت صلعم نے اسکو برقرار رکھا اور آپنے بھی اُس پر عمل کیا اور اوروں کو بھی اُسکی ترغیب دی منجملہ ان مصلحتوں کے
یہ ہے کہ عقیقہ میں نہایت خوبی کے ساتھ اولاد کے نسب کی اشاعت ہوتی ہے اور اشاعت نسب بہت ضروری امر ہے تاکہ کوئی
شخص مثل نسبت کوئی ناپسندیدہ بات نہ کہے اور یہ بات نامناسب تھی کہ اُسکا باپ گلی کوچوں میں پکارتا پھرتا کہ میرے اولاد
ہوئی ہے پس اشاعت کے لیے یہی طریقہ بہت مناسب ہوا اور از انجملہ عقیقہ کے اندر سخاوت کے معنی کا اتباع اور بخل کی
صفت کا عصیان پایا جاتا ہے اور از انجملہ یہ ہے کہ نصاری میں جب کسی کے بچہ پیدا ہوتا تھا تو اُسکو زرد پانی سے رنگا کرتے تھے
اور اُسکو معمودیہ کہتے تھے اور انکا قول تھا کہ اسکے سبب سے وہ بچہ نصرانی ہو جاتا ہے اسی امر کے ساتھ مشاکلت کے طور پر قصہ پاک
صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ مناسب ہوا کہ حنیفیہ یعنی دین محمدی میں بھی اُنکے اس فعل کے مقابل میں کوئی
ایسا فعل پایا جاوے جس سے اُس فرزند کا حنیفی اور ملت ابراہیمی و اسمعیلی کا تابع ہونا معلوم ہو اور حنیفہ کے افعال حضرت ابراہیم
و اسمعیل علیہما السلام کے ساتھ مختص تھے اور برابر اُنکی اولاد میں چلے آتے ہیں اُنمیں سب سے زیادہ مشہور حضرت ابراہیم علیہ السلام
کا اپنے بیٹے کے ذبح کرنے پر آمادہ ہونا اور پھر خدا تعالی کا اُسکے فدیہ میں ذبح عظیم کے ساتھ انعام کرنا ہے اور انکی دونوں شرائع
میں سے زیادہ مشہور حج ہے جسمیں اندر سر منڈانا اور ذبح کرنا ہوتا ہے پس ان باتوں میں اُنکے ساتھ مشابہت پیدا کرنا ملت حنیفی
آگاہ کرنا اور اس بات پر متنبہ کر دینا ہے کہ اس فرزند کے ساتھ اُس ملت کا برتاؤ کیا گیا ہے اور از انجملہ یہ ہے کہ اُسکے شروع
ولادت میں اُسکے ساتھ یہ فعل کرنے سے اسکے خیال میں یہ بات پیدا ہوتی ہے کہ گویا اُسنے اپنے فرزند کو خدا کی راہ میں دیا ہے
جیسے ابراہیم علیہ السلام نے کیا تھا اور اسمیں سلسلہ احسان اور نیازمندی و فرمانبرداری کو حرکت دینا ہے جیسا کہ صفا و مروہ
کے مابین سعی کرنے میں جسکو ہم بیان کیا ہے - اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے مع الغلام عقیقۃ فاہریقوا عنہ دما واميطوا عنہ
الاذی - لڑکے کے ساتھ عقیقہ ہے پس اُسکی طرف سے خون بہاؤ اور اُسکی طرف سے اُسکے آزار کو دفع کرو - اور آنحضرت صلعم نے
فرمایا ہے الغلام مرتہن بعقیقتہ یذبح عنہ یوم السابع ویسمی ویحلق - لڑکا اپنے عقیقہ میں مرہون ہوتا ہے اسلیے
اُسکے بدلہ ساتوین دن ذبح کیا جاوے اور نام رکھا جاوے اور سر منڈایا جاوے - میں کہتا ہوں عقیقہ کے حکم دینے کا سبب وہی ہے
جو مذکور ہوا - پھر ساتوین روز کی تخصیص اسلیے ہے کہ ولادت و عقیقہ میں کچھ فاصلہ ہونا ضروری ہے کیونکہ سب کنبہ
اُس زچہ اور بچہ کی خبرگیری میں اول اول معروف رہتا ہے پس ایسے وقت میں مناسب نہیں ہے کہ اُنکو عقیقہ کا حکم دیکر
انکا شغل اور زیادہ کیا جاوے اور نیز بہت سے لوگوں کو اسیوقت بکری دستیاب نہیں ہو سکتی بلکہ تلاش کرنے کی
حاجت ہوتی ہے پس اگر پہلے ہی روز عقیقہ مسنون کیا جاوے تو لوگوں کو دقت ہو لہذا سات روز کا فاصلہ ایک کافی اور
معتد بہ مدت ہے اور زیادہ نہیں ہے اور لیکن اماطۃ الاذی میں حج کے ساتھ مشابہت ہے اور ہم بیان کر چکے ہیں اور
ساتوین دن نام رکھنے کی یہ وجہ ہے کہ اس سے پہلے لڑکے کے نام رکھنے کی کیا حاجت ہے اور آنحضرت صلعم نے حضرت
امام حسن کیطرف سے ایک بکری کے ساتھ عقیقہ کیا اور فرمایا اے فاطمہ اُسکے سر کو منڈوا دو اور بہموزن اُسکے بالوں کے
چاندی خیرات کرو میں کہتا ہوں کہ چاندی کے خیرات کرنے کا یہ سبب ہے کہ بچہ کی حالت جنینیہ سے منتقل ہوکر طفلیت کی
طرف خدا تعالی کی نعمت ہے تو اسپر شکر واجب ہے اور بہترین شکر یہ ہے کہ اُسکے بدلہ کچھ دیا جاوے اور جنین کے بال نشان

جنینہ کے بقیہ تھے انکا دور ہونا نعمات طبعیہ کے استقلال کی نشانی ہے اسلیے مامور ہونا واجب ہوا کہ انکے بدلہ چاندی دیجاسے
اور چاندی کی خصوصیت یہ ہے کہ سونا گران ہے سواے امیر کے اور کسی کو دستیاب نہین ہوتا اور چیزین علاوہ اسکے ایسی نہین ہین
کہ مولود کے بالون کے برابر ہوسکین اور آنحضرت صلعم نے حضرت حسن بن علی کے کان مین نماز کی سی اذان جبکہ حضرت فاطمہ انکو
جنی تھین پڑھی تھی۔ مین کہتا ہون اسمین وہی راز ہے جو عقیقہ کے اندر مصلحت ملیہ ہم بیان کرچکے ہین اسلیے کہ اذان شعائر
اسلام اور علامات دین محمدی صلعم سے ہے پھر ضروری ہے خصوصیت مولود کی اسی اذان کے ساتھ اور وہ بھی بانطور کہ مولود کے
کان مین آواز سے اسکو کہا جاوے اور علاوہ ازین یہ بھی معلوم ہے کہ اس اذان کی یہ خصوصیت ہے کہ شیطان اسکے سنتے ہی بھاگتا ہے
اور اول اسکے پیدا ہوتے ہی شیطان اسکو ایذا دیتا ہے چنانچہ حدیث مین وارد ہے کہ مولود کا چلانا اسی سبب سے ہوتا ہے
آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے عن الغلام شاتان وعن الجاریۃ شاۃ۔ کہ لڑکے کی طرف سے دو بکریان اور لڑکی کی طرف سے
ایک بکری ہے۔ مین کہتا ہون کہ جو شخص دو بکریان کو پاوے اسکو مستحب ہے کہ لڑکے کی طرف سے ذبح کرے اور اسکا یہ سبب ہے
کہ لوگون کے نزدیک بنسبت لڑکیون کے لڑکون کا نفع زیادہ تر ہے لہذا دو کا ذبح کرنا زیادتی شکر اور اسکی عظمت کے مناسب ہے
آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے احب الاسماء عند اللہ عبد اللہ وعبد الرحمن کہ خدا تعالی کے نزدیک محبوب تر نامون کے
عبداللہ اور عبدالرحمن ہین معلوم کرو کہ مقاصد شرعیہ مین سب سے بڑھکر یہ بات ہے کہ انکے ارتفاقات ضروریہ مین خدا کا
ذکر داخل ہو تاکہ یہ ایک زبان ہو جو خلق کو حق کیطرف بلائین اور مولود کے اس قسم کے نام رکھنے مین توحید کی طرف اشارہ ہے
اور نیز عرب وغیرہ اپنی اولاد کے وہی نام رکھتے تھے جنکی وہ عبادت کرتے تھے اور آنحضرت صلعم جب مبعوث کیے گئے مراسم
توحید کے قائم کرنے کے لیے لہذا یہ بات واجب ہوئی کہ نام رکھنے مین بھی مثل اسکے مسنون کیا جاوے اور انھین دونون کا محبوب ہونا
بہ نسبت اور تمام نامون کا جنمین لفظ عبد کا خدا کے نامون مین سے کسی نام کیطرف منسوب ہو کیون ہوا اسلیے کہ یہ دونون نام
سب نامون سے زیادہ مشہور ہین اور نیز یہ دونون نام سواے ذات خدا تعالی کے کسی پر نہین بولے جاتے ہین بخلاف اور
نامون کے اور ہمارے اس بیان سے لڑکے کا نام احمد و محمد رکھنے کے استحباب کی علت کو معلوم کرسکتا ہے اسلیے کہ تمام لوگ ہمیشہ
اپنی اولاد کا نام ان گذشتہ لوگون کے نام پر رکھتے چلے آئے ہین جو انکے نزدیک بزرگ تھے اور اسمین دین پر آگاہ کرنا اور
گویا اس بات کا اقرار کرنا ہے کہ وہ فرزند دین کا اہل ہے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے اخنی الاسماء یوم القیمۃ عند اللہ
رجل یسمی ملک الاملاک۔ بدترین نامون کا خدا تعالے کے نزدیک قیامت کے دن وہ شخص ہوگا جسکا نام ملک الاملاک
مین کہتا ہون اسکا یہ سبب ہے کہ دین کا اصل الاصول خدا تعالی کی تعظیم اور اسکے ساتھ کسی کو برابر نکرنا ہے۔ اور کسی چیز
کی تعظیم کرنا اسکے نام کے تعظیم کو مستلزم ہے لہذا واجب ہوا کہ خدا کے نام جیسا نام نہ کہا جاوے خاصکر یہ نام جو بہت اعلی
درجہ کی تعظیم پر دلالت کرتا ہے۔ اللہ پاک فرماتا ہے والوالدات یرضعن اولادھن حولین کاملین۔ اور مائین اپنی
اولاد کو پورے دو برس دودھ پلائین۔ مین کہتا ہون جب خدا تعالی کو بطور تناسل کے نوع انسانی کا باقی رکھنا منظور ہوا اور
اسکا حکم بقا کے اندر جاری ہوگیا اور عادت کے اعتبار سے بچہ جبتک کہ ماں باپ اسکے زندگی کے سامان [illegible] پہنچاوین
نکرین زندہ نہین رہ سکتا اور یہ ایک جبلی امر ہے جو لوگون کی سرشت مین داخل ہے کہ اسکی مخالفت خلق الہی کی تغیر اور

اُس چیز کے بگاڑنے مین کوشش کرتا ہے جسکی حکمت الٰہی مقتضی ہے لہذا شرع کو آپسے بحث کرنا ضروری ہوا کہ ان دونون خاوند
بیوی پر بقسمت سدی آن چیزون کو مقرر کرے جو آن دونوں سے بسہولت ادا ہو سکین اور مان سے یہ بات ہو سکتی ہے کہ اُسکو دودھ
پلائے اور اُسکی تربیت کرے پس یہی واجب کیا گیا اور باپ سے ہو سکتا ہے کہ اپنے مقدور کے موافق بچہ کا خرچ اُٹھائے
کیونکہ خاوند نے اُسکو تمام مشاغل و مکاسب سے روک کر بچہ اُسکی پرورش مین دیا ہے اور وہ اُسکی پرورش مین محنت کرتی ہے
پس تعاون کا مقتضی یہی ہے کہ خاوند اسکا خرچ اُٹھائے اور چونکہ بہت سے لوگ جلد دودھ چھڑاتے ہین اور اکثر اوقات بچے کو
اُس سے ضرر پہنچتا ہے لہذا خدا تعالیٰ نے اُسکی ایک ایسی حد مقرر فرما دی جسکے بعد دودھ چھڑانے سے غالباً بچہ صحیح و سالم رہ سکتا ہے
اور وہ پورے دو سال ہین اور اُس سے کم مین بھی دودھ چھڑانے کی اجازت دی ہے بشرطیکہ وہ دونون آپس مین مصلحت بھلائی بات کی
تجویز کرین کیونکہ بسا اوقات اس مدت سے پہلے بچہ کھانے پینے کے قابل ہو جاتا ہے مگر یہ بات سوچنے اور فکر کرنے سے معلوم
ہو سکتی ہے اور اسکے اندر فکر کرنے کے لیے مان باپ ہی زیادہ تر مناسب ہین اور ان بچے کی خصلت سے وہی خوب واقف ہین
پھر خدا تعالیٰ نے جانبین سے ضرر رسانی کو بھی حرام کیا اسلیے کہ اُسمین وقت تھی جسسے معاونت مین نقصان لازم آتا تھا
پس اگر لوگون کو بچے کی مان کے ضعیف یا مریض ہونے کے سبب سے دودھ پلوانے کی حاجت پڑے یا خاوند بیوی مین وقت ہو یا کوئی
اور اُسکو دودھ پلانے کی خوشی نہو یا اور کوئی سبب ہو تو کسی اور سے دودھ پلوانے مین کچھ مضایقہ نہین ہے اور ایسے وقت مین جانبین سے
انصاف حق کا ضروری ہے اور کسی شخص نے آنحضرت صلعم سے عرض کیا کہ حق رضاع سے کس چیز کو دیکر مین بری ہو سکتا ہون آپ نے
فرمایا غرۃ عبد او امۃ - ایک غلام یا ایک لونڈی - معلوم کرو کہ دایہ حقیقی مان کے بعد ایک مان ہوتی ہے اور بہت
ساتھ سلوک کرنے کے نیت اُسکے ساتھ سلوک کرنا واجب ہے حتیٰ کہ آنحضرت صلعم نے اپنی مرضعہ (دایہ) کے لیے اپنی چادر مبارک
کو اُسکی عزت کے سبب سے بچھا دیا اور بسا اوقات وہ اُس چیز سے راضی نہین ہو سکتی جو بطور ہدیہ کے اُسکو دیجاے اگرچہ وہ بہت ہو
اور اکثر اوقات دودھ پلانے والا دیتے وقت تھوڑی سی چیز کو بہت سمجھ سکتا ہے اور اسمین ایک قسم کا اشتباہ تھا لہذا آنحضرت
صلعم سے اُسکی حد مقرر کرنیکا سوال کیا گیا تو آپ نے ایک باندی یا غلام کے ساتھ اُسکی حد معین فرمائی اسوجہ سے کہ مرضعہ حق
اُسکے ذمہ ثابت ہونے کیوجہ اُسکے بنیہ کا قائم کرنا اور اُسکا انسان کامل بنانا اور اُسکی پرورش کرنا اور اُسکی محنت اُٹھانا ہے
اُسکی پوری پوری جزا یہ ہے کہ رضیع (دودھ پینے والا) اُسکو آدمی عطا کرے جو اسکے لیے تدابیر ضروریہ کے ارادہ کرنے مین
بمنزلہ اعضا کے ہو اور اُس مرضعہ کے کام و کاج کا بار اُٹھائے اور یہ ایک حد استحبابی ہے نہ ضروری - اور ہندہ نے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ابو سفیان ایک بخیل شخص ہے اُسکے مال سے بغیر اُسکی اجازت کے جو کچھ مین لیلیون وہ لیتی ہون
ورنہ وہ مجھے کچھ نہین دیتا تو آنحضرت صلعم نے فرمایا جسقدر تیرے اور تیری اولاد کے لیے کافی ہو سکے اس سے حسب دستور
اُسقدر لیلیا کر - مین کہتا ہون چونکہ اولاد اور بیوی کا نفقہ منضبط ہونا ایک دشوار امر تھا اسلیے آنحضرت صلعم نے اُسکی رائے پر
اُسکو چھوڑ دیا اور اُسکے لینے مین دستور کی قید لگا دی اور قاضی کیطرف رجوع کرنے کی حاجت باقی نہین رہی کیونکہ ایسے
وقت مین اُسمین دقت تھی - اور نبی صلعم نے فرمایا ہے مروا اولادکم بالصلوۃ وہم ابناء سبع سنین - الحدیث
جب تمھاری اولاد سات برس کی ہو جاے تو اُنسے نماز کے لیے کہو اسکے اسرار پہلے بیان ہو چکے ہین اس باب مین

آنحضرت صلعم نے لڑکے کی پرورش کرنے مین فقط حلم کو مقدم رکھا آپنے عورت کی محبت کا لحاظ کیا ہے جو اولاد اور مان باپکے لیے مناسب ہے اور آسانی ہے
اور جو شخص ضرر رسانی کا قصد کرے اور معاونت مین احتیاط نکرے آپنے لحاظ نہین کیا کیونکہ حسد اور ضرر رسانی اتباع کے قابل نہین ہے
چنانچہ ایکمرتبہ آپکی خدمت شریف مین ایک عورت نے حاضر ہوکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلعم میرا یہ بیٹا میرے ہی پیٹ مین
رہا اور میرے ہی پستان کا اسنے دودھ پیا اور میرے ہی گود مین رہا اور اسکے باپ نے مجھے طلاق دیدی ہے اور مجھسے ہی چھینا
چاہتا ہے تو آپنے اوسسے فرمایا انت احق بہ مالم تنکحی تو جبتک نکاح نکرے تو ہی اسکی مستحق ہے مین کہتا ہون اسکا یہ
سبب ہے کہ مان پرورش کرنا خوب جانتی ہے اور زیادہ شفقت رکھتی ہے اور نکاح کرنے کے بعد وہ دوسرے خاوند کی مملوکہ ہوجاتی ہے
اور وہ ایک اجنبی شخص ہے اور بھلائی اسکی اسوقت اسمین نہین اور ایک لڑکے کو آپنے اختیار دیا کہ وہ خواہ باپکے پاس رہے
یا مانکے پاس اسوجہ سے کہ جب وہ اپنی بھلائی کی تمیز کرنے لگے معلوم کرو کہ انسان مدنی الطبع پیدا کیا گیا ہے
اور باہمی معاونت کے بغیر اسکی زندگی کا انتظام نہین ہوسکتا اور معاونت بغیر باہمی الفت اور شفقت کے نہین ہوسکتی اور
الفت بغیر غمخواری و ہمدردی کے جاری نہین رہ سکتی اور الفت بغیر اسکے نہین ہوسکتی اور معاونت کا کوئی مرتبہ مقرر نہین بلکہ اسکے
مختلف مرتبے ہین جنکے اختلاف سے بھلائی اور ہمدردی بھی مختلف ہوا کرتی ہے ادنی مرتبہ اسکا ارتباط ہے جو باہم مسلمانون کے
ہوتا ہے اور رسول خدا صلعم نے مسلمانون کی باہم بھلائی کو پانچ چیزون مین محدود کیا ہے اور فرمایا حق المسلم علی المسلم خمس
رد السلام وعیادة المریض واتباع الجنائز واجابة الدعوة وتشمیت العاطس وفی روایة ستة السادسة
اذا استنصحک فانصح له مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہین سلام کا جواب دینا اور بیمار کی عیادت اور جنازے کے
پیچھے چلنا اور چھینکنے والے کے لیے دعا دینا اور ایک روایت مین چھ ہین چھٹا یہ ہے کہ جب تجھسے خیرخواہی چاہے تو تو اسکی
خیرخواہی کرے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے اطعموا الجائع وفکوا العانی بھوکے کو کھانا کھلاؤ اور قیدی کو چھڑاؤ
اور اصلی وجہ یہ ہے کہ ان پانچ چیزون مین لوگون کو کچھ ایسی دقت نہین ہوتی اور انسے باہمی الفت ہوجاتی ہے اور اسکے بعد
وہ ارتباط ہے جو ایک قبیلہ یا ہمسایہ کے اندر یا اقارب مین ہوتا ہے پس ان لوگون مین یہ چیزین بھی ضرور ہوتی ہین اور تعزیت
و تہنیت اور آمدورفت اور باہمی تحفہ و تحائف بھی ضروری ہے اور آنحضرت صلعم نے انکے لیے ایسے امور واجب کیے جنکے وہ
پابند ہون جو کہ انکے مطالب ہون یا منکر جیسا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من ملک ذا رحم محرم فهو حر
جو شخص اپنے ذی رحم محرم کا مالک ہو پس وہ حر ہے اور جیسے کہ دیتون کے باب مین بھی وہ میل جول کہا ہے کنبہ کے ہوتا ہے
جیسے بیوی و غلام لونڈی لیکن بیوی کے متعلق بھلائی تو ہم اسکو بیان کرچکے لیکن غلام و لونڈی کے متعلق بھلائی تو اسکے
اپنے مرتبے گردانین ایک واجب جسکا کرنا انکو ضروری ہو خواہ چاہین یا نہ چاہین اور دوسرے درجہ کی بھلائی یہ ہے کہ
اسکا کرنا انکو بہتر ہے ضروری نہین لیکن پہلا مرتبہ وہ ہے جو آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے للمملوک طعامه وکسوته و
لا یکلف من العمل ما لا یطیق غلام کے لیے اسکا کھانا اور کپڑا ہے اور جو کام اسکے مقدور سے باہر ہو وہ اس سے نلیا جاے
اور اسکا کپڑا کھانا اسلیے ہے کہ وہ سید کی خدمت کے سبب اپنے کسب کرنے سے مجبور ہے لہذا ضروری ہوا کہ غلام کا لباس
وطعام اسپر واجب ہو اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے من قذف مملوکه وهو بری مما قال جلد یوم القیمة جو شخص اپنے

غلام پر تہمت لگائے حالانکہ وہ اسکے فعل سے بری ہے قیامت کے دن اسپر کوڑے لگائے جاوینگے اور نیز آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے من جدع عبدہ فالعبد حر علیہ۔ جو شخص اپنے غلام کے ناک کان کاٹڈیں اسپر اسکا غلام آزاد ہے۔ مین کہتا ہون اسمین یہ بات ہے کہ اسمین اسکے اوپر ملکیت جاتے رہنے سے اس ہولاکے اس فعل سے جو اسنے کیا ہے زجر و توبیخ ہے اور رسول خدا صلعم فرماتے ہین لایجلد فوق عشر جلدات الا فی حد من حدود اللہ۔ دس سے زیادہ دہ کوڑے نہ ماجائے بجز کسی حد حدود خدا تیعالی سے۔ مین کہتا ہون اسمین دروازہ ظلم کا مسدود کر دیا ہے۔

یا اس سے مراد یہ ہے کہ اس ذات کے متعلق دس کوڑون سے زیادہ عذاب دینے سے نہی ہے جیسے کہ نماز کو ترک کرنے وغیرہ کے اور مراد حد سے وہ گناہ ہے جسکی شرع کے حق مین نہی آئی ہے اور جیسا کسی قائل کا یہ قول کہ تو حد کو پہونچ گیا اور میرے گمان مین یہ وجہ قریب تر بفہم ہے اسلیے کہ خلفاے راشدین حقوق شرع کے اندر دس سے زیادہ تعزیر کیا کرتے تھے اور دوسرا امر یہ بھلائی کا وہی جو آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے اذا صنع لاحدکم خادمہ طعامہ ثم جاءبہ وقد ولی حرہ ودخانہ فلیقعدہ معہ فلیاکل فان کان الطعام مشفوہا قلیلا فلیضع فی یدہ منہ اکلۃ او اکلتین۔ جب تم مین سے کسی کا خادم کھانا پکائے پھر وہ اسکے پاس کھانا ایسی حالت مین لائے کہ اسکو اسکا دھوان و حرارت لگا ہے پس اسکو مناسب ہے کہ اسکو اپنے پاس بٹھائے اور اسکے ساتھ کھانا کھائے اور اگر تھوڑا سا ہے تو ایک یا دو لقمہ اس کھانے مین سے اسکے ہاتھ پر رکھدے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من ضرب غلاما لہ حدا لم یاتہ او لطمہ فان کفارتہ ان یعتقہ۔ جو شخص اپنے غلام کو بلا کسی حد کے جسکا وہ مرتکب ہے مارے یا اسکے طمانچہ لگائے تو اسکا یہ کفارہ ہے کہ اسکو آزاد کر دے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے اذا ضرب احدکم خادمہ فذکر اسم اللہ فلیمسک۔ تم مین سے جب کوئی شخص اپنے خدمتگار کو مارے اور وہ خدا تیعالی کا نام زبان پر لائے تو اسکو رک جانا چاہیے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے من اعتق رقبۃ مسلما اعتق اللہ بکل عضو منہ عضوا منہ من النار۔ جو شخص کسی مسلمان باندی غلام کو آزاد کر دے تو خدا تیعالے اسکے ہر عضو کے مقابل مین اسکی عضو کو آگ سے آزاد کر دیگا۔ مین کہتا ہون آزاد کرنے کے اندر مسلمانون کی جماعت کا اکٹھا کرنا قیدی کو قید سے رہا کر دینا ہے پس اسکی پوری پوری جزا دیا جائیگا اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے من اعتق شقصا فی عبد اعتق کلہ ان کان لہ مال۔ جس شخص کا ایک غلام مین کچھ حصہ ہو اور وہ اسے آزاد کر دے تو اگر اسکے پاس مال ہے تو وہ سب آزاد ہو جائیگا۔ مین کہتا ہون اسکا سبب وہی ہے جسکی نص حدیث مین تصریح واقع ہوئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خدا تیعالی کا کوئی شریک نہیں ہے اس سے مراد یہی ہے کہ آزاد کر دینا فی الواقع خدا تیعالی کی ملک مین اسکا دیدینا ہے اور یہ بات خلاف ادب ہے کہ خدا کے ساتھ کسی کی ملک باقی رہے۔ اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے من ملک ذا رحم محرم فہو حر۔ مین کہتا ہون اسکا سبب صلہ رحم ہے پس خدا نے صلہ رحم کی ایک قسم کو اپر واجب کر دیا خواہ آنکی مرضی ہو یا نہو اور واجب کرنے کے لیے اس قسم کے صلہ رحم کو اسلیے خاص کیا کہ اپنی قریب کا مالک ہو جانا اور اسپر تصرف کرنا اور غلامون کی سی اس سے خدمت لینا اسپر بڑا ظلم ہے اور رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے اذا ولدت امۃ

الرجل منه فهي معتقة عن دبر منه - جب ایک شخص کی بندی کی اسی شخص سے کچھ اولاد پیدا ہو تو وہ اُسکے مرنے کے بعد آزاد ہوگی مین کہتا ہون اُسکا یہ راز ہے کہ اولاد کے ساتھ سلوک کرنا ہے تاکہ کوئی غیر شخص بجز اُسکے باپ کے اُسکی ماں کا مالک نہو جسکے سبب سے اُسکو عار لاحق ہو اور شارع سے غلام پر مولا کی خدمت واجب کی اور بھاگنا اُسپر حرام کیا اور رسول خدا صلعم فرمایا ہے ایما عبد ابق فقد برئت منه الذمة حتی یرجع - جو غلام بھاگ گیا پس البتہ وہ اسلام کے عہد سے الگ ہوگیا جبتک واپس آئے اور آزاد کیے ہوے پر شارع نے اس بات کو حرام کیا کہ بجز اپنے موالی کے کسی اور کو اپنا والی بنائے اور سب سے بڑھکر صلہ رحم والدین کے حقوق کی حرمت وعزت ہے رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے من اکبر الکبائر عقوق الوالدین سب کبائر مین بڑھکر گناہ کبیرہ والدین کی نافرمانی ہے - اور والدین کے ساتھ سلوک کرنا چند امور سے پورا ہوتا ہے انکو کھلانا اور لباس دینا اور اگر انکو خدمت کی حاجت ہو تو خدمت کرنا اور جب وہ بلائین تو انکا جواب دینا اور جب کسی بات کا حکم کرین بشرطیکہ وہ حکم معصیت نہو تو اُنکی اطاعت کرنا اور کثرت سے اُنکے پاس آمد ورفت رکھنا اور نرمی کے ساتھ اُنسے بات چیت کرنا اور اُنسے ہون تک نکہنا اور اُنکو نام لیکر نہ پکارنا اور اُنکے پیچھے پیچھے چلنا اور اگر اُنکا کوئی عیب کرے یا کوئی گالی دے تو اُسکی مدافعت کرنا اور نشست وبرخاست مین اُنکا وقار کرنا اور اُنکے مغفرت کی دعا کرنا - واللہ اعلم -

## یہ باب سیاست شہرون کے اندر ہے

معلوم کرو کہ مسلمانون کی جماعت کے اندر مصلحتون کے لیے ایک خلیفہ کا ہونا ضروری ہے اسلیے کہ بغیر اُسکے پورے نہین ہوسکتے اور وہ مصلحتین اگرچہ کثرت سے ہوتی ہین مگر دو قسمون مین منحصر ہوتی ہین ایک تو یہ ہے کہ جسکا نتیجہ سیاست مدنیہ ہے یعنی اُن لشکرون سے مدافعت کرنا کہ جو اُنسے لڑے اور اُنکو مقہور کرنا اور ظالم کو مظلوم سے روکنا اور قصے جھگڑون کو فیصل کرنا اور علاوہ انکے اور ہین اور ان حوائج کی پیشتر ہم تشریح کر چکے ہین اور دوسری قسم جسے مقصود ملت کی اصلاح کرنی ہوتی ہے اور اُسکا بیان یہ ہے کہ دین اسلام کی عظمت تمام ادیان پر جب ہی ہوسکتی ہے کہ جب باہم مسلمانون کے کوئی خلیفہ ہو جو دین سے خارج ہونیوالے اور اُس چیز کے مرتکب ہونے والے کو جسکی حرمت منصوص ہے یا اُس چیز کے ترک کرنیوالے کو جسکی فرضیت نص سے ثابت ہے سخت طور پر ممانعت اور انکار کرے اور باقی تمام ادیان کے لوگون کو مطیع کردے اور اُن سب پر ذلت ڈالکر اُنسے جزیہ لیا کرے ورنہ وہ مرتبہ مین برابر ہونگے اور ایک فرقہ کو دوسرے فرقہ پر ترجیح ظاہر نہوگی اور کوئی چیز مدلسی سے اُنکو روکنے والی نہوگی اور رسول خدا صلعم نے تمام اُن حوائج کو چار باب کے اندر منحصر کردیا ہے باب مظالم - باب حدود - باب قضا - باب جہاد - پھر ان ابواب کے کلیات منضبط کرنے اور جزئیات کے ائمہ کی راے پر چھوڑ دیے اور اُنکو مسلمانون کی جماعت کے ساتھ پھیلانے کی رغبت کرنے کی ضرورت ہوئی اور اُسکے کئی اسباب ہین از انجملہ یہ ہے کہ جو شخص خلیفہ بنتا ہے وہ اکثر ظالم اور ستمگر ہوتا ہے اور اپنی خواہش نفسانی کا تابع ہوتا ہے اور حق کی تابعداری نہین کرتا اسلیے رعایا مین فساد ڈالدیتا ہے اور اُسکا یہ فساد اُس مصلحت سے

پر زیادہ ہوتا ہے جسکے لیے خلافت ہوتی ہے اور وہ خلیفہ اپنے افعال مین یہ حجت پیش کرتا ہے کہ وہ حق کے تابع ہے
اور اسی بات مین اُسنے مصلحت سمجھی ہے بس ایسے کلیات کا ہونا ضروری ہے کہ جو شخص اُنکی مخالفت کرے اُسکو روکا جائے
اور اُن کلیات کے ساتھ اُس سے مواخذہ کیا جاے اور اُن کلیات کے ذریعہ سے لوگ اُس خلیفہ پر حجت قائم کرسکین اور
از انجملہ یہ ہے کہ خلیفہ پر یہ بات واجب ہے کہ لوگون کے سامنے ظالم کے ظلم کو ثابت کرے اور نیز یہ بات ثابت کرے کہ سزا
حاجت سے زیادہ نہین ہے اور بعضون کے فیصلہ مین اس بات کو ثابت کرے کہ اُسنے ٹھیک ٹھیک فیصلہ کیا ہے اور
اگر یہ بات نہوگی تو لوگ علی الخلافت مین اختلاف کرینگے اور جسکو ضرر ہوچکا ہے اُسکے اور نیز اُسکے اقارب کے دلمین خلیفہ
کیطرف سے غصہ و جوش پیدا ہوگا جسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ غدر کرنیکے منتظر بیٹھے رہینگے اور اُنکے دلونمین خلیفہ کیطرف سے بغض پیدا ہوجائیگا
اور یہ سمجھینگے کہ اُنکی جانب ظلم ہوا اور فساد عظیم کا سبب ہے اور از انجملہ یہ ہے کہ بہت سے لوگ اس بات کو نہین جانتے کہ
سیاست مدن مین حق کیا ہوتا ہے پس وہ اجتہاد کرتے ہین اور بہت سے حق کے راستہ سے پھر جاتے ہین بعض آدمی تو
نہایت سخت ہوتا ہے کہ وہ نہایت درجہ کی تہدید و توبیخ ادنی خیال کرتا ہے اور بعض آدمی ایسا نرم ہوتا ہے کہ ادنی کو
بھی بہت سمجھتا ہے اور بہت سے لوگ ایسے کانون کے کچے ہوتے ہین کہ جیسا مدعی نے کہا اُسکو سچ سمجھنے لگتے ہین اور
بعض ایسے سخت و ضدی ہوتے ہین کہ خواہ مخواہ لوگون کی نسبت بدظنی کرتے رہتے ہین اور اُسکا احاطہ ممکن نہین کیونکہ
بمنزلہ تکلیف بالمحال کے ہے پس ضروری ہوا کہ اصول منضبط کیے جاوین اسلیے کہ اصول کے اندر اُس خلافت مین ہے کہ جسقدر
فروعات مین ہوتا ہے اور از انجملہ یہ ہے کہ جب وہ قوانین شروع سے پیدا ہوے ہین تو وہ قربت الٰہی کے پیدا کرنے اور
لوگونکے اندر حق کا ذکر پائے جانے مین نماز و روزہ کے مثل ہین۔ الحاصل جو لوگ قوت بہیمیہ یا سبعیہ کے تابع ہوتے ہین
بالکل اُنکو اختیار دیدینا ناممکن ہے اور خلفا بھی عصمت اور ظلم سے محفوظ ہونا تسلیم نہین ہوسکتا اور جن مصلحتون کا ہمنے
تشریع اور ضبط مقادیر کے اندر بیان کیا ہے سب وہ وہان موجود ہے۔ واللہ اعلم۔

## خلافت کا بیان

معلوم کرو کہ خلیفہ مین عاقل بالغ آزاد مرد شجاع ذی ہوش اور گویا ہونا اور اُن لوگون مین سے ہونا شرط ہے
کہ لوگ اُسکی اور اُسکی قوم کی شرافت مانتے ہون اور اُسکی فرمانبرداری سے عار نکرتے ہون اور یہ بات جانتے ہون کہ
سیاست مدنی مین یہ حق کا اتباع کریگا۔ یہ سب باتین عقل سے معلوم ہوسکتی ہین اور یہ ایسے امور ہین کہ تمام مختلف
ملکون اور مختلف ادیان کے لوگون کا خلیفہ کے اندر ان باتون کی شرط ہونے کا اتفاق ہے اسلیے کہ سب لوگ اس بات کو
جانتے ہین کہ خلیفہ کے مقرر کرنے سے جو مصلحت مقصود ہے وہ بغیر ان امور کے تمام نہین ہوسکتی اور ان امور مین سے
کوئی امر بھی اگر رہجاے تو لوگ اُسکو نامناسب خیال کرتے ہین اور اُنکے دلونمین اُسکا خلیفہ ہونا ناگوار گذرتا ہے اور اگرچہ وہ
بظاہر سکوت کرلیتے ہین مگر اُنکے دلون مین ناخوشی ہوتی ہے چنانچہ ملک فارس مین جب لوگون نے ایک عورت کو
اپنا بادشاہ بنایا تو رسول خدا صلعم نے فرمایا جس قوم نے عورت کو اپنے اوپر حاکم بنایا وہ ہرگز فلاح کو نہ پہونچیگی اور ملت [illegible]

علاوہ ان امور کے جو نبی کے خلیفہ ہونے مین چند اور امور کا بھی اعتبار کیا ہے جنمین اسلام اور علم و عدالت بھی ہے اسلیے کہ دینی مصالح
بدون ان امور کے تمام نہین ہوتے اسلیے کہ تمام مسلمانون نے اسی پر اتفاق کیا ہے اور اسکی حجت یہ آیت ہے وعد اللہ الذین
آمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنہم فی الارض کما استخلف الذین من قبلہم سے فاولئک ہم الفاسقون تک تم مین سے
جو لوگ ایمان لائے ہین اور اچھے کام کیے ہین ان سے خدا تعالی نے وعدہ کر لیا ہے کہ وہ بلا شبہ المومنین مین خلیفہ بنائیگا - اور
ازانجملہ اسکا قریشی ہونا چاہیے کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے الائمہ من قریش - ائمہ قریش مین سے ہونگے اور اسکا سبب
یہ ہے کہ حق جسکو خدا تعالی نے انحضرت صلعم کی زبان پر ظاہر کیا ہے وہ قریش کی زبان مین اور انھین کی عادت کے موافق نازل
ہوا ہے اور اکثر مقادیر اور حدود کی تعیین انھین چیزون کے ساتھ کی گئی ہے جو انھین مین موجود تھین اور بہت سے احکام انھین
کے معاملات کے متعلق نازل ہوے ہین پس سب سے زیادہ ان احکام کو قائم کرنیوالے اور انسے دلیل پکڑنیوالے وہی
لوگ ہین اور نیز قریش انحضرت صلعم کی قوم اور آپکا گروہ ہین اور انکا سارا فخر دین محمدی کے بلند ہونے پر ہے پس انکی
غیرت دینی و نسبی دونون پائی جاتی ہین اور یہی لوگ شرایع کے قائم کرنے اور انسے استدلال کرنے کے قابل ہین اور نیز
خلیفہ کو ایسا شریف النسب والحسب ہونا چاہیے جسکی فرمانبرداری سے لوگ عار نکرین اسلیے کہ جس شخص کا نسب عمدہ نہین ہوتا ہے
اسکو حقیر و ذلیل جانتے ہین اور نیز خلیفہ ان لوگون مین سے ہونا چاہیے جنمین قدیم سے ریاست اور شرافت اور لوگون کے جمع کرنے
اور قتال کے قائم کرنے کا مادہ اور سلسلہ چلا آیا ہے اور نیز اسکی قوم کے لوگ قوی ہونے چاہییں جو اسکی حمایت و مدد کر سکین اور
اسکی خاطر اپنی جانین دے سکین اور یہ سب امور بجز قریش کے کسی قوم کے نہین پائے جاتے خاصکر جبکہ رسول خدا صلعم مبعوث ہو
اور قریش کا درجہ اور بھی انتہا بلند ہوگیا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسکی طرف اشارہ کیا ہے اور فرمایا خلافت کا کام
بجز قریش کے ہرگز کسی کے لیے نہین معلوم ہوتا وہ تمام عرب مین خاندان کے اعتبار سے درمیان مین واقع ہوے ہین اور خلیفہ کا
مثلاً ہاشمی ہونا بدو وجہ شرط نہین کیا گیا ایک تو یہ کہ لوگون کو اس سے شک واقع نہو اور یہ کہنے کی گنجایش نہو کہ نبی کو اپنے گھرانہ کی
بادشاہت مقصود ہے جسطرح بادشاہون کو ہوتی ہے اور یہ بات انکے ارتداد کا سبب ہو اور یہی وجہ تھی کہ رسول خدا صلعم نے
عباس بن عبد المطلب رض کو بیت اللہ کی کنجی عطا نہین فرمائی اور دوسری وجہ یہ ہے کہ خلافت کے اندر نہایت ضروری امر یہ ہے کہ
لوگون کا راضی ہونا اور اسپر اتفاق کرنا اور اسکی توقیر کرنا اور خلیفہ کا لوگون پر حدود کا قائم کرنا اور دین کے خاطر قتال کرنا اور احکام
نافذ کرنا ہے اور یہ سب امر کسی نہ کسی شخص مین جمع ہو سکتے ہین اس بات کے شرط کرنے مین کہ خلیفہ ایک خاص قبیلہ سے ہو لوگون کو
دقت اور حرج ہے کیونکہ بسا اوقات ہو سکتا ہے کہ اس قبیلہ مین کوئی شخص ان اوصاف کا جامع نہ پایا جاوے اور دوسرے
قبیلہ مین ایسا شخص موجود ہو اسی وجہ سے فقہا کہتے ہین کہ چھوٹی سی بستی حاکم ہونے کے لیے اس شخص کی سب کے نزدیک
مسلم ہونا شرط نہین ہے اور بڑی بستی مین شرط ہے - اور خلافت کے انعقاد کی کئی صورتین ہین ایک تو اہل حل و عقد یعنی
علما اور رؤسا اور لشکر کے افسرون کا وعلی ہذا القیاس ان لوگون کا بیعت کر لینا جنکی عقل کو مسلمانون کی خیرخواہی مین
دخل ہے جسطرح حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت منعقد ہوئی ہے اور ایک صورت یہ ہے کہ خود خلیفہ ہی لوگون کو
دوسرے کے خلیفہ کرنے کی وصیت کرے جسطرح حضرت عمر کی خلافت ہوئی - یا خلافت کی بابت قوم کے اندر کسی خاص شخص کے لیے

مشورہ کیا جائے جسطرح حضرت عثمان بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہما کی خلافت کا انعقاد ہوا۔ یا کوئی شخص جو ان اوصاف کا
جامع ہو لوگوں پر استیلاء اور تسلط کر کے خلیفہ ہو جائے جسطرح خلافت نبوت کے بعد اور خلفاء کی خلافت ہے پھر اگر
کوئی ایسا شخص جو ان اوصاف کا جامع نہو لوگوں پر غلبہ حاصل کر لے تو اُسکی مخالفت پر بھی جرأت نکرنی چاہیے
اسلیے کہ غالباً اب وہ شخص بغیر لڑائیوں اور جھگڑوں کے خلافت سے معزول نہیں ہو سکتا ہے اور یہ فساد بہ نسبت اُس
مصلحت کے زیادہ ہے جو خلافت سے مقصود ہوتی ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے عرض کیا ہم ان ائمہ سے
قتال نکریں آپ نے فرمایا نہیں جبتک وہ تمہارے اندر نماز قائم رکھیں اور فرمایا مگر جس صورت میں تم صریح کفر دیکھو اور خدا کی
طرف سے تمہارے پاس اُسکی دلیل موجود ہو۔ الحاصل جب خلیفہ ضروریات دین میں سے کسی ضروری حکم کا منکر ہو کر کافر ہوگیا
تو اُسکے ساتھ قتال کرنا درست بلکہ واجب ہے ورنہ نہیں اسواسطے کہ اب اُسکے وقت میں اُسکے خلیفہ کرنے سے جو مصلحت
مقصود تھی وہ فوت ہوگئی بلکہ لوگوں میں اُسکے فساد پھیلانے کا اندیشہ ہے پس اُسکے ساتھ قتال کرنا خدا کی راہ میں
جہاد کرنا ہے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے السمع والطاعة على المرء المسلم فيما احب وكره ما لم يؤمر بمعصية واذا
امر بمعصية فلا سمع ولا طاعة - ماننا اور بجا آوری امام کی مسلمان پر ان چیزوں میں جنکو وہ پسند کرے اور ناپسند کرے
جبتک ہے کہ اُسکو معصیت کا حکم نہ دیا جائے اور جب معصیت کا حکم دیا جائے تو نہ ماننا چاہیے نہ سننا چاہیے۔ میں کہتا ہوں
امام دو قسم کی مصلحتوں کے لیے جنمیں دین اور ملک کا انتظام مقرر ہوتا ہے اور رسول خدا صلعم بھی انھیں دونوں مصلحتوں
کی غرض سے مبعوث ہوئے تھے اور امام آنحضرت صلعم کا نائب اور آپکے حکم کا نافذ کرنیوالا ہے لہذا اُسکی فرمانبرداری
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری اور اُسکی نافرمانی آپکی نافرمانی ہے مگر جب امام معصیت کا حکم دے تو یہ بات
ظاہر ہے کہ اُسکی فرمانبرداری خدا تعالی کی فرمانبرداری نہیں ہے اور وہ شخص آپکا نائب نہیں ہے اسی لیے رسول خدا
صلعم نے فرمایا ہے ومن يطع الامير فقد اطاعني ومن يعص الامير فقد عصاني اور جو شخص امیر کی اطاعت کرے اُسنے
میری اطاعت کی اور جو اُسکی نافرمانی کرے اُسنے میری نافرمانی کی اور فرمایا ہے انما الامام جنة يقاتل من ورائه ويتقى به
فان امر بتقوى الله وهدى فان له بذلك اجرا وان قال بغيره فان عليه منه - امام تو ایک ڈھال ہے جسکی پناہ لیکر
قتال کیا جاتا ہے اور جسکے سبب سے لوگوں کو بچاؤ ہوتا ہے پھر اگر امام خدا کے خوف اور ہدایت کا حکم کرے تب تو اُسکے لیے
اُسکا اجر ہے اور اگر کچھ کہے تو اُسپر جو کچھ ہے اُسکی طرف سے ہے۔ میں کہتا ہوں کہ امام کو بمنزلہ ڈھال کے اسلیے فرمایا کہ امام کے سبب سے
سب مسلمان ایک جان ہو جاتے ہیں اور اُنپر کوئی آفت نہیں آسکتی اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من رأى
من اميره شيئا يكرهه فليصبر فانه ليس احد يفارق الجماعة شبرا فيموت الا مات ميتة جاهلية - جو شخص اپنے امیر سے
کوئی ناپسند بات دیکھے تو اُسکو اُسپر صبر کرنا چاہیے کیونکہ کوئی شخص ایسا نہیں جو جماعت سے بالشت بھر بھی جدا ہو کر مر جائے
مگر جاہلیت کی موت مریگا۔ میں کہتا ہوں اسلام جاہلیت سے انھیں دو وجہ سے ممتاز ہے اور خلیفہ اُن دونوں مصلحتوں میں
نائب رسول ہوتا ہے پس جب کسی شخص نے اُن مصلحتوں کے نافذ کرنے اور اُنکے قائم کرنیوالے سے مخالفت کی تو وہ جاہلیت
کے مشابہ ہوگیا اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے ما من عبد يسترعيه الله رعية فلم يحطها بنصيحة الا لم يجد رائحة الجنة

کوئی بندہ ایسا نہین جسکو خدا تعالی کسی رعیت کا اُسکا محافظ بنائے اور خیرخواہی کے ساتھ وہ اُنکی حفاظت نکرے مگر
جنت کی بو اُسکو نہ ملیگی مین کہتا ہون چونکہ خلیفہ کا مقرر کرنا مصلحتون کے قائم کرنے کے لیے تھا لہذا ضروری ہوا کہ
جیسے لوگون کو خلیفہ کی فرمانبرداری کا حکم کیا گیا ہے اسیطرح خلیفہ کو بھی ان مصلحتون کے ایفا کا حکم کیا جاے تاکہ
جانبین سے معاملتین پوری ہوسکین پھر چونکہ امام سے یہ بات نہین ہوسکتی کہ خود صدقات کو بھی وصول کرے اور عشر بھی لے
اور تمام اطراف کے مقدمات فیصل کرے لہذا اعمال و قضاۃ کا بھیجنا ضروری ہوا اور چونکہ وہ سب کام چھوڑ کر مصالح
عامہ مین سے ایک کام مین مشغول ہے لہذا بیت المال مین اُنکا روزینہ مقرر کرنا ضروری ہوا چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق
جب خلیفہ ہوے تو انھون نے اسکی طرف اشارہ فرمایا ہے اور فرمایا کہ میری قوم جانتی ہے کہ میری تجارت میرے کنبہ کا
خرچ اُٹھانے سے عاجز نہ تھی اور مین مسلمانون کے کام مین مشغول ہوگیا لہذا اب ابوبکر کی اولاد اس مال سے یعنی
بیت المال سے کھائے گی اور وہ یعنی ابوبکر مسلمانون کے لیے محنت کریگا پھر ضروری ہوا کہ عامل کو سہولت سے کام لینے کا
حکم دیا جاے اور فریب و رشوت سے اُسکو منع کیا جاے اور لوگون کو اُسکی فرمانبرداری کا حکم کیا جاے تاکہ مصلحت پورے
طور سے حاصل ہو چنانچہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان رجالا یتخوضون فی مال اللہ بغیر حق فلہم النار یوم
القیٰمۃ بعض لوگ خدا تعالی کے مال مین بغیر حق کے تصرف کرتے ہین پس قیامت کے دن اُنکے لیے آگ ہے اور
فرمایا ہے من استعملناہ علی عمل فرزقناہ رزقا فما اخذ بعد ذلک فہو غلول جسکو ہم کسی کام کے لیے مقرر
کرین اور اُسکو کچھ قوت دین پھر بعد اسکے بھی اگر وہ لے تو خیانت ہے اور آنحضرت صلعم نے راشی اور مرتشی پر
لعنت کی ہے اور اُسکی وجہ یہ ہے کہ رشوت کا لینا دینا مصلحت مقصودہ کے منافی اور باب مفاسد کے مفتوح ہونیکا
سبب ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا نستعمل من طلب العمل جو شخص عامل ہونا چاہے ہم اُسکو عامل نکرینگے
مین کہتا ہون اُسکی وجہ یہ ہے کہ عامل ہونے کی خواستگاری اکثر خواہش نفسانی سے خالی نہوگی اور آنحضرت صلعم نے
فرمایا ہے اذا جاءکم العامل فلیصدر وہو عنکم راض جب تمھارے پاس عامل آئے تو مناسب ہے کہ وہ تمسے خوش ہوکر
واپس ہو پھر یہ ضرور ہوا کہ عمال کو اُنکے عمل کے بدلے مین جو کچھ دیا جاے اُسکا اندازہ ہونا چاہیے تاکہ امام اُسمین کم و بیشی
نکرین اور نہ عامل خود اُسمین کچھ زیادتی کرسکے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من کان لنا عاملا فلیکتسب
زوجۃ فان لم یکن لہ خادم فلیکتسب خادما فان لم یکن لہ مسکن فلیکتسب مسکنا جو شخص ہمارا عامل ہو اُسکو چاہیے
کہ ایک بیوی کرے پھر اگر اُسکے پاس خدمتگار نہو تو ایک خدمتگار رکھے پھر اگر اُسکے پاس گھر نہو تو ایک گھر لیلے پس جب
امام عامل کو سال بھر کے صدقات تحصیل کرنے کو بھیجے تو اُسکو مناسب ہے کہ اُن صدقات مین سے اُسکو اسقدر مقرر کردے
کہ جو اُسکے خرچ کو بھی کافی ہوجاے اور اسقدر بچ بھی رہے کہ ان حوائج مین سے کسی حاجت کو پورا کرسکے کیونکہ زیادہ کی
کوئی حد نہین ہے اور بدون زیادتی کے صرف خرچ کے لیے کافی ہوجانے کے خاطر عامل عمل کی محنت گوارا
نکرسکیگا اور نہ اُسکی طرف توجہ کرسکیگا۔

# مظالم کا بیان

معلوم کرو کہ جن مقاصد کے لیے انبیاء علیہم السلام مبعوث کیے گئے ہین اُنمین سے ایک مقصود اعظم یہ ہے کہ لوگونمین سے باہمی مظالم کا دور ہو جاویں کیونکہ اُنمین باہم ظلم کا ہونا اُنکی حالت کے خراب ہونے اور وقت کے واقع ہونے کا سبب ہے اور یہ بات مستغنی عن البیان ہے اور مظالم کی تین قسمین ہین جان پر تعدی کرنا اور لوگون کے اعضاء پر تعدی کرنا اور اُنکے مال پر تعدی کرنا پس حکمت الٰہی کا مقتضی ہوا کہ ان اقسام مین سے ہر قسم کی نہایت تاکید کے ساتھ پوری سزا کیجاوے جسکے سبب سے دوبارہ اُنکے مرتکب ہونے سے باز رہین اور یہ بات نامناسب تھی کہ سب سزائین ایک درجہ کی ہوتین اسلیے کہ قتل کرنا ہاتھ یا پیر کے کاٹنے کے برابر نہین ہوسکتا اور نہ ہاتھ و پیر وغیرہ مال کے ہلاک کرنے کے برابر ہوسکتا ہے اور جن باتون سے یہ مظالم پیدا ہوتے ہین اُنکے مراتب مختلف ہوں پس یہ بات ظاہر ہے کہ کسی شخص کا عمداً قتل کرنا ایسا نہین ہے جیسے تساہل جو کوئی خطا کا سبب ہو جاوے پس سب سے بڑھکر ظلم قتل ہے اور تمام اہل ادیان کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قتل سب گناہون مین بڑھکر گناہ ہے کیونکہ اُسمین خواہش غضب مین نفس کی اطاعت ہے اور لوگونمین فساد ڈالنے کا بڑا سبب ہے اور اُسمین خلق الٰہی کے تغیر اور بنیاد الٰہی کا منہدم کرنا ہے اور خدا تعالیٰ نے اپنے بندون سے جو نوع انسان کا پھیلانا چاہا ہے اُسمین اُسکی مخالفت پائی جاتی ہے اور قتل کے تین قسم ہیں قصداً خطاء شبہ قصداً قتل عمد اُس قتل کا نام ہے جسمین ایسی چیز سے جان کا نکالنا قاتل کا مقصود ہو جو اکثر خواہ اپنی تیزی سے خواہ اپنے بوجھ سے مار ڈالتی ہو اور قتل خطا اُس قتل کا نام ہے جسمین اس انسان کا مارنا مقصود نہین ہوتا بلا اتفاق سے وہ چیز اُس تک ہونچکر اُسکو قتل کر دے مثلاً کوئی شخص دوسرے شخص پر گر پڑے اور وہ مر جاوے یا کسی درخت کیطرف کوئی تیر وغیرہ چلاوے اور کسی انسان کے وہ تیر لگکر اُسکو ہلاک کر دے اور شبہ بالعمد کی صورت یہ ہے کہ کسی شخص کو ایسی چیز سے مارے جو غالباً ہلاک نہین کرتی مگر وہ شخص اُس سے ہلاک ہو جائے جیسے کوئی شخص کسی کے کوڑا یا لاٹھی مارے اور وہ مر گیا اور قتل کی تین قسمین اسلیے کی گئین کہ ہم پہلے اشارہ کر چکے ہین کہ سزا ایسی ہونی چاہیے جو داعیہ نفسانی اور مفسدہ کی مقاومت کر سکے اور داعیہ اور فساد کی مراتب مختلف ہین پس چونکہ قتل عمد مین فساد زیادہ ہے اور اُسکا داعیہ بھی قوی ہے لہذا اُسمین سخت سزا کا دینا مناسب ہوا تاکہ پورے طور پر اُسکے ارتکاب سے روکے اور قتل خطا مین چونکہ فساد بھی کم ہے اور داعیہ بھی خفیف ہے لہذا ضروری ہوا کہ اُسکی سزا مین تخفیف کیجاوے اور رسول خدا صلعم نے عمد اور خطا کے مابین ایک اور قسم کا استنباط فرمایا ہے اسلیے کہ وہ دونون کے مابین واسطہ ہے اور دونون کے ساتھ اُسکو مشابہت ہے پس اُن دونونمین سے ایک مین اُسکا داخل ہونا نامناسب ہے، قتل عمد کے باب مین یہ آیت نازل ہوئی ہے ومن یقتل مومنا متعمدا فجزاءه جہنم خالداً فیہا وغضب اللہ علیہ واعدلہ عذاباً عظیما۔ اور جو کوئی کسی مومن کو عمداً قتل کر ڈالے تو اُسکی جزا جہنم ہے درانحالیکہ وہ اُسمین ہمیشہ رہیگا اور اُسپر خدا تعالیٰ کا غضب و اُسکی لعنت ہوگی اور خدا تعالیٰ نے اُسکے لیے عذاب عظیم تیار کر رکھا ہے ظاہر اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قاتل کی کبھی مغفرت

ہوگی اور حضرت ابن عباسؓ کا مذہب یہی ہے مگر ظاہر سنت سے یہ معلوم ہوتا ہے اور جمہور کا بھی یہی مذہب ہے کہ اعمال
بھی اور گناہوں کا سا ہے اور یہ تشدیدات زجر کے طور پر ہیں اور اُنکے جہنم میں مدت دراز تک رہنے کو خلود کے ساتھ تشبیہ
پائی جاتی ہے اور اُسکے کفارہ میں اختلاف ہے کیونکہ خدا تعالی نے قتل عمد کے مسئلہ میں کفارہ کی تصریح نہیں فرمائی
اور اللہ پاک نے فرمایا ہے یا ایہا الذین امنوا کتب علیکم القصاص فی القتلی الحر بالحر والعبد بالعبد والانثی
بالانثی - اے ایمان والوں مقتولوں میں تمپر قصاص لکھا گیا حر کے بدلہ میں حر غلام کے بدلہ میں غلام اور عورت کے بدلہ میں
عورت اخیر تک - یہ آیت عرب کے قبائل میں سے دو قبیلوں کے باب میں نازل ہوئی ہے ایک قبیلہ اُنمیں سے بہ نسبت دوسرے کے
شریف تھا اور گھٹیا قبیلہ کے لوگوں نے اول شریف قبیلہ کے کچھ لوگوں کو قتل کر ڈالا تو اشرف قبیلہ نے کہا کہ ہم بدلے غلام کے
اور عورت کے بدلہ مرد ہلاک کرینگے اور ہم میں سے جو زخمی ہوا ہے اُسکے بدلہ میں دو چند زخمی کرینگے اور آیت کے معنی واللہ اعلم
یہ ہیں کہ مقتولین میں صفات خاصہ کا مثل علم و جہل وغیرہ کبیر و شریف یا مالدار ہونے کا اعتبار نہیں ہے وعلی ہذا
بلکہ صرف نام اور بطلان کلیہ کا اعتبار ہے اسلیے ہر عورت دوسری عورت کے برابر ہے لہذا سب عورتوں کی دیت ایک ہے
مقرر کی گئی ہے اگرچہ اوصاف میں تفاوت ہو اور اسی طرح ہر حر دوسرے حر کا مثل اور ہر غلام دوسرے غلام کا مانند ہے پس قصاص
کے معنی برابری اور مساوات کے ہیں کہ دو شخص ایک ہی درجہ میں سمجھے جائیں اور ایک کو دوسرے پر فضیلت نہ دیجاوے
قصاص کے معنی اُسکے بدلہ میں قتل کرنیکے ہرگز نہیں ہیں پھر سنت سے یہ بات ثابت ہوئی کہ مسلمان کافر کے عوض میں
قتل نہ کیا جائیگا اور نہ حر غلام کے بدلہ مگر مرد عورت کے بدلہ قتل کیا جائیگا اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی کے
بدلہ یہودی کو قتل کیا اور آنحضرت صلعم نے یمن کے حکام کے طرف جو نامہ روانہ فرمایا اُسمین یہ حکم لکھا ہوا تھا کہ عورت کے بدلہ
مرد قتل کیا جاوے اور اسکا سبب یہ ہے کہ قیاس دو صورتیں مختلف ہے کیونکہ مرد و زن کا دونوں پر ... اور اگر ہو تو مرد کا
تو یہ مقتضی ہے کہ عورتوں کے بدلہ مردوں سے قصاص لیا جاوے اور دونوں کی جنس ایک ہی ہے صرف فرق صغیر و کبیر
اور قوی اور ضعیف کا سا ہے اور اس قسم کی رعایت کرنا البتہ دشوار بات ہے اور بہت سی عورتیں باعتبار عمدہ
عادات کے مردوں سے بہتر ہوتی ہیں یہ مقتضی ہے کہ عورتوں کے بدلہ اُنسے قصاص لیا جاوے پس ضروری ہوا کہ
دونوں قیاسوں پر عمل کیا جاوے اور عمل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ قتل میں قصاص کا اعتبار کیا گیا اور دیت میں نہ اور یہ اسلیے
کیا گیا کہ عمداً قتل کرنیوالے نے اُسکی حیات کا قصد کیا اور اسپر تعدی کا قصد کیا اور جو شخص قصداً تعدی کرنیوالا ہو تو اُس
تعدی کو اُسسے پورے طور پر دفع کرنا چاہیے عورت صاحب شوکت نہیں ہے اور اُسکے قتل کرنیمیں کوئی دقت واقع نہیں ہوتی
بخلاف مردوں کے قتل کرنے کے کہ ایک مرد دوسرے سے قتال کرتا ہے لہذا یہ صورت قصاص واجب کرنے کے لیے زیادہ مناسب ہوئی
تاکہ پھر دوبارہ ایسے کام سے باز رہے اور رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے لا یقتل مسلم بکافر - کہ کافر کے بدلے مسلمان قتل
کیا جاوے میں کہتا ہوں کہ اُسکی یہ وجہ ہے شرع کا مقصود اعظم ملت محمدی کا بلند کرنا ہے اور یہ بات اُسیوقت حاصل ہو سکتی ہے
کہ مسلمان کو کافر پر فضیلت دیجاوے اور اُنمیں باہم برابری نہ کیجاوے اور رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے لا یقاد الوالد بالولد
بیٹے کے بدلہ ماں باپ سے قصاص لیا جاویگا اُسکا سبب یہ ہے کہ والدین کی محبت اور شفقت اولاد پر نہایت ہوتی ہے

پس والدین کا قتل پر اقدام کرنے مین ایسی بات کا ظن غالب ہوتا ہے کہ انھون نے قتل کا قصد نہین کیا اگرچہ قصد کی
علامات پائی جائین یا وہ قتل کسی ایسے سبب سے ہوا ہے جسنے قتل کو مباح کر دیا اور جسطرح ایسے آلہ کا استعمال کرنا جو غالبًا
قتل نہین کرتا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ قاتل نے جان سے مار ڈالنے کا قصد نہین کیا والدین کا مارنا بھی اس بات پر اس سے
کم دلالت نہین کرتا اور اس قتل مین جو مشابہ بالعمد ہے آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے من قتل فی عمیۃ فی رمی یکون بینہم بالحجارۃ
او عملہ بالسیاط او ضرب بعصا فہو خطاء عقلہ عقل الخطاء - جو شخص کسی فتنہ مین مارا جاوے جسکے اندر لوگون مین پتھر یا کوڑہ
یا لٹھ چلے تو وہ قتل خطا ہے اور اسکی دیت وہی ہے جو قتل خطا کی ہوتی ہے - مین کہتا ہون اسکے یہ معنی ہین کہ وہ خطا کے مشابہ
اور وہ قصدًا نہین ہے اور اسکی دیت فی الحقیقت اسی کی دیت ہے اور امتیاز صرف صفت کے اعتبار سے ہے یا یہ معنی ہین کہ قتل
خطا اور اسمین سونا چاندی کے اعتبار سے کچھ فرق نہین اور دیت مغلظہ مین دو مذہب مختلف ہین ابن مسعودؓ فرماتے ہین کہ
دیت مغلظہ مین چار قسم کے اونٹ دینے چاہئین پچیس جذعہ اور پچیس حقہ اور پچیس بنت لبون اور پچیس بنت مخاض اور
آنحضرت صلعم سے ایک روایت ہے کہ اگر کوڑے یا لاٹھی سے قصدًا خطاء سے قتل ہو جاوے تو سو اونٹ آتے ہین جنمین سے
چالیس گابھن اونٹنیان ہون اور ایک روایت مین تیس حقے اور تیس جذعے اور چالیس گابھن اونٹنیان آئی ہین اور اگر اپنی
رضامندی سے جو کچھ کم و بیشی کرے تو جائز ہے اور قتل خطاء مین دیت خفیفہ آئی ہے جسمین پانچ قسم کے اونٹ دیئے آتے ہین
۲۰ بنت مخاض ۲۰ ابن مخاض ۲۰ بنت لبون ۲۰ حقے ۲۰ جذعے ان دونون قسمون مین عاقلہ پر تین برس کے اندر دیت دینی
واجب ہوتی ہے اور چونکہ ان اقسام کے مراتب مختلف ہین اسلیئے کئی وجہ سے تخفیف و تغلیظ کا قاعدہ کے اندر لحاظ کیا گیا ایک تو یہ کہ
قاتل کے مار ڈالنے کا حکم صرف قتل عمد مین دیا گیا اور باقی دو قسمون مین دیت کا حکم دیا گیا اور یہود کی شریعت مین بجز قصاص کے
کچھ اور نہ تھا لہذا خدا تعالے نے اس امت کی سہولت کے لیے تخفیف کی پس قتل عمد کا بدلہ دو باتون مین سے ایک مقرر کیا قتل یا مال کیونکہ
بسا اوقات مال وارثون کے لیے انتقام لینے سے زیادہ تر مفید ہوتا ہے اور نیز اسمین ایک مسلمان کی حیات بچتی ہے اور ایک یہ
قتل عمد مین خود قاتل سے دیت لیجاتی ہے اور ان دو قسمون مین عاقلہ سے دیت لیجاتی ہے تاکہ اسمین سخت ممانعت پائی جاوے
اور قاتل کے لیے ابتلاے عظیم ہو جس سے پورے طور پر اسکے مال پر صدمہ پہنچے اور غیر عمد مین عاقلہ (محلہ والون) سے اسلیے
دیت لیجاتی ہے کہ کسی کا خون کرنا نہایت فساد عظیم ہے اور مصیبت زدون کے قلوب کی تسلی شرع کو مقصود ہے ایسے امر مین
قاتل سے تساہل کرنا گناہ عظیم ہے جسمین اسکو تنگ کرنا ضروری ہے پھر چونکہ ذوی الارحام پر صلہ رحم واجب ہے اسلیے حکمت الٰہیہ کا
مقتضی ہوا کہ اسمین سے کچھ خواہ مخواہ انپر واجب کیا جاوے اور دو سبب سے یہ بات متعین ہوئی ایک تو یہ کہ خطا پر اگرچہ تساہل کیوجہ سے
مواخذہ کرنا چاہیے مگر انتہا درجہ کا مواخذہ کرنا نامناسب ہوا پس لوگون پر انکے ذی رحم کیطرف سے جو چیز واجب کیجاوے وہ
ایسی چیز ہونی چاہیے جسمین اسپر تخفیف ضروری ہے اور دوسری یہ کہ عرب کے لوگ مصیبت کیوقت جان و مال سے اپنے ساتھ کے
آدمی کی مدد کرنے کو مستعد ہو جاتے تھے اور اسکو ایک صلہ ضروری اور لازمی حق سمجھتے تھے اور اسکے ترک کو بڑی نافرمانی اور
قطع رحم خیال کرتے تھے پس انکی اس عادات کا مقتضی ہوا کہ یہ امر انکے لیے مقرر کیا جاوے اور منجملہ انکے یہ ہے کہ قتل عمد
کی دیت سال بھر کے اندر واجب کرنی اور غیر عمد کی تین برس تک مہلت دینے مین ایک قسم کی تخفیف پائی جاتی ہے

جسکو ہم بیان کر چکے ہین اور دیت مین اصل یہ ہے کہ اسمین بہت سا مال واجب ہونا چاہیے جسکا لوگون پر بار لگے اور انکے
کمی پڑے اور لوگون کے نزدیک اسکی قدر ہو اور اسقدر مال ہونا چاہیے کہ جسکو بہت محنت اٹھا کر ادا کر سکین تاکہ زجر کے معنی اسمین
پائے جاوین اور یہ مقدار اشخاص کے مختلف ہونے سے مختلف ہوتی ہے اور اہل جاہلیت نے دیت مین دس اونٹ مقرر کیے تھے
پس عبد المطلب نے جب یہ دیکھا کہ اسقدر مال ادا کرنے سے لوگ قتل سے باز نہین رہتے تو سو اونٹ دیت مین مقرر کر دیے اور آنحضرت
صلعم نے بھی اسکو برقرار رکھا اسواسطے کہ ان دنون عرب مین اونٹون کی اکثرت تھی مگر آنحضرت صلعم نے جب اس بات کو معلوم کیا
کہ آپکی شریعت تمام عرب و عجم بلکہ تمام دنیا پر لازم ہے اور تمام ملکون مین اونٹون کی کثرت نہین ہوتی لہذا آپنے سونے سے
ہزار دینار اور چاندی سے بارہ ہزار درہم دیت کے لیے مقرر فرمائے اور گائے بیل سے دو سو اور بکریون سے دو ہزار دیت کے لیے مقرر
فرمائے اور اسکا سبب یہ ہے کہ تین برس کے اندر سو مردون پر اگر ہزار دینار تقسیم کیے جاوین تو ایک سال مین فی آدمی تین دینار
سے کچھ زیادہ ہوتے ہین اور دراہم سے کچھ اگلے تیس درہم ہوتے ہین اور یہ اتنی مقدار ہے کہ اسے کم کے ادا کرنے مین لوگون کو
کچھ پرواہ نہین ہوتی اور قبائل متفاوت ہوتے ہین کوئی بڑا کوئی چھوٹا - پس چھوٹے کا اندازہ پچاس آدمیون سے کیا گیا ہے اسلیے
کہ اس سے کم اتنے آدمیون سے قریہ آباد ہوتا ہے اسلیے کہ قسامت مین پچاس قسمین مقرر ہوئین جو پچاس شخصون پر منقسم ہوتی ہین اور
بڑے قبیلہ کا اندازہ پچاس سے دو چند کیا اسلیے دیت مین سو اونٹ مقرر کیے گئے تاکہ ہر شخص ایک اونٹ یا دو اونٹ یا ایک
کچھ زیادہ اکثر قبائل مین اگرچہ مستوی الحال ہون اور بعض احادیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جب اونٹون کی ارزانی
ہوتی تھی تو دیت مین کمی فرماتے تھے اور اگر انکی گرانی ہوتی تھی تو آپ بڑھا دیا کرتے تھے میرے نزدیک اسکے یہ معنی ہین کہ آپکا
یہ ارشاد انھین لوگون کے ساتھ خاص تھا جہان اونٹون کی پیداوار ہوتی تھی اور اگر تم اکثر شہرون کی تفتیش کروگے تو
لوگون کی دو قسمین نکلینگی ایک اہل تجارت و اموال اور یہ لوگ شہری ہوتے ہین اور ایک اہل مویشی اور وہ دیہاتی ہوتے ہین
اور اکثر لوگون کا حال اس سے خالی نہین ہوتا - اللہ پاک فرماتا ہے - ومن قتل مومنا خطاء فتحریر رقبة مومنة - جو شخص خطاءً
مومن کو قتل کر ڈالے تو اسکو ایک بردہ مومن کا آزاد کرنا چاہیے - مین کہتا ہون کفارہ مین مسلمان بردہ کا آزاد کرنا یا ساٹھ
مساکین کو کھانا کھلانا اسلیے واجب ہوا کہ فیما بینہ وبین اللہ قربت کا سبب ہوتا ہے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے - کہ جو شخص
مسلمان ہے اور اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ بجز خدا تعالی کے کوئی معبود نہین اور مین اسکا رسول ہون تو اس شخص کا خون کرنا
حلال نہیں ہوتا مگر تین باتون مین سے ایک بات کے ساتھ جان کے بدلے جان اور بیوی والا زناکار اور تارک دین و جماعت کا
مین کہتا ہون تمام ادیان مین یہ قاعدہ متفق علیہ ہے کہ قتل اسی مصلحت کلیہ کے سبب سے درست ہوتا ہے جو بغیر قتل کے حاصل
نہین ہوتی اور اس مصلحت کا ترک قتل سے بھی زیادہ خرابی کا سبب ہوتا ہے چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے الفتنة اشد من القتل
فتنہ قتل سے بڑھکر ہے اور رسول خدا صلعم نے جب احکام مقرر فرمائے اور حدود کی تعیین کی تو ضروری ہوا کہ اس مصلحت کلیہ
جو قتل کو جائز کر دیتی ہے انضباط کیا جائے اور اگر اسکا انضباط نہ کیا جاتا اور مہمل چھوڑ دیے جاتے تو قتل کرنیوالا ایسے شخص کو
مصلحت کلیہ سمجھکر قتل کر سکتا تھا کہ جسکے قتل مین مصلحت کلیہ نہوتی پس رسول خدا صلعم نے تین چیزون سے اسکا انضباط
فرمایا - ایک تو قصاص کہ وہ زجر کا سبب ہوتا ہے اور اسمین بہت اسباب ہین اللہ پاک نے بھی آنکی طرف اس آیت مین

اس آیت میں اشارہ فرمایا ہے ولکم فی القصاص حیوۃ یا اولی الالباب - اور تمھارے لیے اے عقلمندو قصاص کے اندر
زندگی ہے اور وہ شخص جو بیوی والا ہو کر زنا کرے اسلیے کہ زنا تمام ادیان میں اکبر الکبائر سے ہے اور یہی جبلت انسانی کا اصل
مقتضی ہے کیونکہ انسان بشرطیکہ اسکا مزاج سالم ہو اسکی خلقت میں اس بات سے غیرت داخل ہوتی ہے کہ کوئی شخص اسکی موطوءہ
ہا خلت کرے جیسے اور بہائم میں ہوتا ہے مگر انسان کے لیے یہ بات ضروری تھی کہ جس سے باہمی انتظام قائم ہو سکے وہ بات
اسکو معلوم ہو لہذا اسپر یہ بات واجب کی گئی تیسرے مرتد کہ اسنے خدا تعالے اور اسکے دین پر جرات کی اور دین کے قائم کرنے
اور رسولوں کے بھیجنے کی جو مصلحت ملحوظ تھی اس شخص نے اسکی مخالفت کی اور ان تین کے ماسوا جسکی امت قائل ہے اور محاربہ کرنیوالا
بلا اس بات کے کہ کسی کو قتل کرے جو شخص محارب کی سزا میں تخییر کا قائل ہے تو اسکا رجوع ان اصول میں سے کسی کی طرف
ممکن ہے اور معلوم کرو کہ اہل جاہلیت بھی قسامت کا حکم کرتے تھے اور اول جسنے قسامت کا حکم دیا ہے وہ ابو طالب ہیں چنانچہ
ابن عباسؓ نے بیان کیا ہے اسلیے کہ قتل بسا اوقات ایسے پوشیدہ مقامات اور تاریک شب میں ہوتا ہے کہ جہاں اسپر بینہ
نہیں قائم ہو سکتی پھر اگر اس قسم کے قتل کی کچھ بازپرس نکیجاے تو لوگوں کو اسپر جرات ہو اور فساد زیادہ ہو اور اگر بلا دلیل
مقتول کے وارثوں کا دعوی مسموع ہو تو لوگ تمام اپنے دشمنوں کا نام لے دیا کریں لہذا رسول خدا صلعم نے اسکا حکم کرکے ثابت
و برقرار رکھا - اب فقہا میں اس علت کے اندر اختلاف ہوا جسپر قسامت کا مدار ہے - بعض کے نزدیک اسکی علت ایک مقتول
جسمیں زخم یعنی چوٹ یا گلا گھوٹنے کا اثر موجود ہو کسی ایسے مقام میں پایا جانا ہو جو ایک قوم کی حفاظت میں ہے جیسے محلہ اور
مسجد اور مکان اور یہ علت عبداللہ بن سہل کے قصہ سے ماخوذ ہے کہ انھوں نے ایک مقتول کو خیبر میں جون کے اندر تڑپتا ہوا
دیکھا اور بعض کے نزدیک اسکی علت ایک مقتول کا پایا جانا اور کسی پر قتل کے شبہہ کا قائم ہونا خواہ مقتول کے بیان کرنے سے یا
نصاب سے کم کسی کی گواہی دینے سے وعلی ہذا القیاس اور یہ اس قسامت کے قصہ سے ماخوذ ہے جسکا ابو طالب نے حکم دیا تھا اور آنحضرت
صلعم نے فرمایا ہے دیۃ الکافر نصف دیۃ المسلم کہ کافر کا خونبہا مسلمان کے خونبہا سے نصف ہے میں کہتا ہوں کہ اسکا
سبب وہی ہے جو ہم بیان کر چکے کہ ملت اسلامیہ کی عظمت اور مسلمان کو کافر پر فضیلت دینا ضروری ہے اور نیز کافر کے
قتل کرنے سے مسلمانوں کے اندر چنداں فساد نہیں پڑتا اور کافر کے قتل کرنے کا گناہ بھی کم ہے اسلیے کہ وہ کافر اور سباع الاصل
اور اسکے قتل کرنے سے کفر کا ایک شعبہ دور ہوتا ہے مگر باانیہمہ اسکا قتل کرنا گناہ اور خطا اور ملک میں فساد پھیلانے سے
خالی نہیں لہذا مناسب ہوا کہ اسکی دیت میں تخفیف کیجاے اور اگر کوئی شخص کسی عورت کا حمل گرادے تو رسول خدا صلعم نے
ایک بردہ غلام یا باندی کے آزاد کرنیکا حکم دیا ہے - معلوم کرو کہ جنین کے اندر دو باتیں پائی جاتی ہیں ایک یہ کہ وہ نفوس
بشریہ میں سے ایک نفس ہے اور اسکا مقتضی ہے کہ اسکے بدلہ میں بھی ایک نفس واجب ہو اور ایک یہ کہ وہ اپنی ماں کا ایک ٹکڑا اور
ایک عضو ہے جو بغیر ماں کے قائم نہیں رہ سکتا اور اسکا مقتضی یہ ہے کہ مال کا حکم دینے میں اسکا حال اور زخموں کا سا ہو
پس دونوں باتوں کا لحاظ کرکے اسکی دیت ایک مال جو آدمی ہے گردانی گئی اور یہ نہایت انصاف ہے اور انسان کے
اعضا پر تعدی کرنے کا حکم کئی اصول پر مبنی ہے - ایک تو یہ کہ اسمیں سے جو عمداً ہو اسمیں برابر بدلہ لیا جاے مگر جس
صورت میں برابر بدلہ لینے سے ہلاک ہونے کا اندیشہ ہو تو اسمیں برابر بدلہ لینے سے مانع ہوگا چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے

النفس بالنفس والعین بالعین والانف بالانف والاذن بالاذن والسن بالسن والجروح قصاص جان کے بدلے
جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور کان کے بدلے کان اور ناک کے بدلے ناک اور دانت کے بدلہ دانت اور زخم برابر ہیں پس آنکھ کے بدلہ میں
آنکھ گرم آئینہ سے زائل کرنی چاہیے اور دانت کے بدلہ دانت ریتی سے تراشنا چاہیے اور اکھاڑنا نہیں چاہیے اسلیے کہ اکھاڑنے میں
زیادہ تکلیف کا اندیشہ ہے اور زخم اگر اس قدر ہو کہ جس سے ہڈی نظر آنے لگے تو بقدر اسکی گہرائی کے چھری سے ناپکر اسی جگہ سے
زخم کریں اور اگر ہڈی ٹوٹ جاوے تو اسکا بدلہ نہیں ہے اسلیے کہ اسکے عوض لینے میں ہلاکت کا خوف ہے اور بعض تابعین سے طمانچہ کے
بدلے میں طمانچہ اور چٹکی کے بدلے چٹکی لینا مروی ہے۔ اور دوسرے یہ کہ جس چیز میں انسان کے کسی نفع پہونچانیوالی قوت کا ازالہ ہو
جیسے پکڑنا اور چلنا اور دیکھنا اور سننا اور سمجھنا اور جماع کرنا جسکے سبب سے انسان لوگون کے اوپر بار ہو جاوے اور اپنی معاش
بلا دوسرے کی استعانت کے حاصل نکر سکے اور لوگونمین اسکے سبب سے عار لاحق ہو اور اسکا مثلہ کرنا ہو جس سے خلق الٰہی کی
تغییر لازم آتی ہے اور مدت العمر تک اسکا اثر جسم میں باقی رہے تو اسمین پوری دیت واجب ہوتی ہے اسلیے کہ اسمین
ظلم عظیم اور خلق اللہ کی تغییر و مثلہ کرنا اور عار کا لاحق کرنا ہوتا ہے اور چونکہ لوگ اس قسم کے مظلوم کی مدد کے لیے ایسے نہیں ہوتے
جیسے قتل کے بابمین اسکی مدد کرتے ہیں اور خود وہ ظالم و نیز حکام اور ظالم اور مظلوم کا گروہ ان باتون کو کوئی بڑا امر نہیں
سمجھتے لہذا ضروری ہوا کہ شارع اسمین تاکید کرے اور انتہا درجہ اسمین زجر کرے اور اصل اسمین یہ حدیث ہے کہ جب
حضور نبوی صلعم نے اہل یمن کو نامہ روانہ فرمایا تو اسمین یہی لکھا تھا فی الانف اذا اوعب ناک جب جڑ سے کاٹ
لیجاوے تو اسمین دیت ہے اور دانتوں و لبوں و خصیتین و ذکر و پشت و چشموں میں دیت ہے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے
فی العقل الدیۃ کہ عقل میں دیت ہے پھر جسمین اس منفعت میں سے نصف منفعت کا تلف کرنا ہو تو اسمین نصف دیت ہے
پھر ایک پیر میں نصف دیت اور ایسے ہی ایک ہاتھ میں نصف دیت ہے اور جسمین اس منفعت کے دسوین حصہ کا تلف ہونا
پایا جاوے مثلاً ہاتھ یا پیر کی انگلیونمین ایک انگلی کا کاٹ ڈالنا ہو تو اسمین دسوان حصہ ہے اور ہر دانت میں بیسوان حصہ ہے
اسلیے کہ دانت اٹھائیس یا چھبیس ہوتے ہیں اور کسر کا اس عدد کے اعتبار سے ایک کے مقابل نکالنا پوشیدہ امر ہے جسمین
حساب کے اندر تعمق کی ضرورت ہے لہذا ہمنے بیس کا عدد مقرر کر لیا اور دیت کا بیسوان حصہ بدلہ ہر دانت کے مقرر کر دیا اور
تیسرے یہ کہ جن زخمون میں نہ کسی پوری قوت کا باطل کرنا ہو اور نہ نصف کا اور نہ اسمین مثلہ ہو بلکہ وہ صرف زخم ہو جو چند روز
میں بھر سکتا ہے تو اس زخم کا بمنزلہ جان یا بمنزلہ ہاتھ پیر کے گردانکر نصف دیت کا واجب کرنا مناسب نہیں ہے اور نہ
یہ مناسب ہے کہ اس سے کوئی چیز نہ واجب کیجاوے پس زخم کا مرتبہ کم از کم موضحہ ہو اسلیے کہ جو اس سے کم ہے اسکو خراش وغیرہ
کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں زخم نہیں کہتے اور موضحہ اس زخم کو کہتے ہیں جسمین ہڈی نظر آنے لگے اور اسمین دیت کا بیسوان
حصہ ہے اسلیے کہ بیسوان حصہ ان حصونمین سے کمتر وہ حصہ ہے جو بلا فکر کیے حساب ہمین معلوم ہو جاتا ہے اور شمار کا
مبنی ان حصص پر ہے جنکی مقدار محاسب و غیر محاسب سب جانتے ہیں اور جس زخم میں ہڈی ٹوٹ جاوے اور اپنی جگہ سے
جدا ہو جاوے تو اسمین پندرہ اونٹ آتے ہیں اسلیے کہ ایک تو اسمین ہڈی تک زخم ہو گیا دوسرے ہڈی ٹوٹ گئی تیسرے
وہ ہڈی اپنی جگہ سے ہٹ گئی پس وہ زخم بمنزلہ تین موضحہ زخمون کے ہے اور جائفہ اور آمّہ یعنی وہ زخم جو سر یا پیٹ کے

اندر تک پہونچ جاے اور وہ زخم جو یافوخ تک ہو یہ دونون بہت بڑے زخم ہین پس اُنمین سے ہر ایک مین تہائی دیت واجب
ہونی چاہیے اسلیے کہ نصف سے کم کا اندازہ ثلث سے ہو سکتا ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ہذہ وہذہ سواء
یہ اور یہ یعنی خنصر و بنصر انگشت برابر ہین اور فرمایا ہے الثنیۃ والضرس سواء یعنی اگلا دانت اور داڑھ برابر ہین مین کہتا ہون
اُسکا سبب یہ ہے کہ ہر عضو کے ساتھ جو منافع مقصود ہین اُنکا انضباط دشوار ہے لہذا نام اور نوع حکم کا مدار ٹھہرانا ضروری ہوا معلوم کرو
کہ بعض انواع قتل اور زخم ہدر ہوتا ہے یعنی وہ ضائع ہوتا ہے اسکا بدلہ کچھ نہین کیا جاتا اور اسکی دو صورتین ہین یا تو وہ قتل و زخم
کسی شر کے دفع کرنے سے ہو جو انسان کو لاحق ہوتا ہے اور اسکی دلیل یہ حدیث ہے کہ ایک شخص نے رسول خدا صلعم سے عرض کیا
کہ اگر کوئی شخص میرا مال چھیننے کے قصد سے آئے تو آپ اسمین کیا فرماتے ہین آپنے فرمایا تو اُسکو اپنا مال مت دے اُسنے عرض
کیا اور جو وہ مجھسے مقاتلہ کرنے لگے تو آپ کیا فرماتے ہین آپنے فرمایا تو اُس سے مقاتلہ کر پھر اُسنے عرض کیا اگر وہ مجھے قتل کر ڈالے
آپنے فرمایا کہ تو شہید ہے اُسنے عرض کیا کہ اگر مین اُسکو قتل کر ڈالون تو آپ کیا فرماتے ہین آپنے فرمایا تو وہ دوزخ مین
جائیگا اور ایک آدمی نے ایک آدمی کے کاٹا اور جسکے کاٹا تھا اُسنے کاٹنے والے کے منھ مین سے اپنا ہاتھ کھینچا تو اسکا ایک
دانت بھی اُسکے ساتھ کھینچ لیا تو آپنے اُس دانت کا قصاص نہ دلوایا ۔ الحاصل اگر کوئی شخص کسی کی جان یا اُسکے عضو
یا مال پر حملہ کرے تو جسطرح ممکن ہو اُسکا دفع کرنا درست ہے حتی کہ اگر قتل کی بھی نوبت پہونچے تو کچھ گناہ نہیں اسلیے کہ بہت
ضعیف لوگ اکثر ملک مین تغلب کرتے ہین جو اگر اُنکی مدافعت نہ کیجاے تو لوگون کی حالت بہت تنگ ہو رسول خدا صلعم نے
فرمایا ہے لو اطلع فی بیتک احد ولم تاذن لہ فخذفتہ بحصاۃ ففقأت عینہ ما کان علیک من جناح ۔ اگر تیرے
گھر مین کوئی جھانکے اور تونے اُسکو اجازت نہ دی ہو اور تو اُسکی طرف کنکر پھینک کر اُسکی آنکھ پھوڑ دے تو تجھپر کوئی گناہ نہین
اور ایک صورت قصاص نہ لینے کی یہ ہے کہ وہ قتل یا زخم ایسے سبب سے ہو جسمین کسی طرف سے تعدی نہین پائی جاتی بلکہ وہ بمنزلہ
آفت سماوی کے ہو اور اُسکی دلیل یہ حدیث ہے العجماء جبار والمعدن جبار والبئر جبار ۔ بہیمہ ہدر ہے اور معدن ہدر ہے
اور کنوان ہدر ہے مین کہتا ہون اسکا یہ سبب ہے کہ بہائم چرنے کے لیے چھوڑ دیے جاتے ہین اگر کسی کو زخمی کر دین تو وہ اُنکے
مالک کا فعل نہ سمجھا جائیگا اسیطرح اگر کوئی شخص کنوئین مین گر پڑے یا کان کے نیچے دبجاے تو وہ بھی اُسکے مالک کا فعل
نہین ہے پھر رسول خدا صلعم نے اُنپر احتیاط کرنا لازم کر دیا تاکہ کسی کو اُنمین سے خطا سے ضرر نہ لاحق ہو کہ مرض کے قریب ہونے سے
جان کے تلف ہونے کا خطرہ ہے اور اسی لیے رسول خدا صلعم نے اینٹ پتھر پھینکنے سے نہی فرمائی اور فرمایا ہے لا یصاد بہ
صید ولا ینکا بہ عدو ولکنہا قد تکسر السن وتفقا العین ۔ اُس سے شکار نہ کیا جاے اور نہ اُس سے کسی دشمن کو زخمی
کیا جاے لیکن اُس سے دانت ٹوٹ جاتا ہے اور آنکھ پھوٹ جاتی ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
اذا مر احدکم فی مسجدنا او فی سوقنا ومعہ نبل فلیمسک علی نصالہا ان یصیب احدا من المسلمین منہا شئ ۔ تم مین سے
جب کسی کا ہماری مسجد یا بازار مین گذر ہو اور اُسکے پاس تیر ہو تو اُسکو پیکان کی طرف سے تھامے رہے تاکہ مسلمانون مین سے
کسیکو اُس سے ضرر نہ پہونچے اور رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے لا یشیر احدکم الی اخیہ بالسلاح فانہ لا یدری لعل الشیطان
ینزع من یدہ فیقع فی حفرۃ من النار ۔ تم مین سے کوئی شخص اپنے بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ نہ کرے اسلیے کہ شاید

معلوم نہین کہ شاید شیطان اُسکے ہاتھ سے چھین لے پھر وہ شخص آگ کے گڑھے مین جا پڑے اور آپنے فرمایا ہے من حمل علینا
السلاح فلیس منا - جو کوئی ہمپر ہتھیار اُٹھا سکے وہ ہم مین سے نہین ہے اور فرمایا ہے کہ ننگی تلوار لی جاے اور اس
بات سے منع فرمایا ہے کہ دو انگلیون سے تسمہ کو پکڑ کر تراشے - اور لوگون کے مال پر تعدی کرنے کی چند قسمین ہین غصب کرنا اور
ہلاک کرنا اور چورانا اور لوٹنا چوری اور لوٹ کا حال تو تمکو عنقریب معلوم ہوگا اور غصب کے معنی غیر کے مال پر اپنی شوکت
پر بھروسہ کرکے جسکو شرع ثابت نہین کرتی یا اس بھروسہ پر کہ حکام کو حقیقت حال ظاہر نہوگی یا اسیطرح کسی اور اعتماد پر
تسلط کرنا پس غصب اس قابل ہے کہ اسکو معاملات مین شمار کیا جاے اور حدود اسپر نہین لگائی جاتین اسی لیے ہزار درہم
غصب کرنے سے تو ہاتھ کاٹنا واجب نہین ہوتا اور تین درہم کی چوری سے واجب ہوجاتا ہے اور مال کے تلف کرنے کی
تین صورتین ہین عمداً اور خطاءً اور شبہ عمد چونکہ مال کا درجہ جان سے کم ہے اسلیے مال کا عمداً کا حکم مقرر نہین
کیا گیا اور یاوان سب لوگون کا بدلہ جسکے لیے کافی ہوگیا اور رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے من اخذ شبرا من الارض ظلما
طوقہ یوم القیمۃ من سبع ارضین - جو شخص ظلم سے بقدر ایک بالشت کے زمین لیگا قیامت کے دن ساتون زمین طوق
کرکے اُسکی ڈالی جائیگی - مین کہتا ہون چند مرتبہ تمکو یہ بات معلوم ہوچکی ہے کہ جس فعل مین مصلحت مدنیہ کی مخالفت اور ایذا
و تعدی پائی جاے وہ فعل ملاء اعلی کی لعنت کا مستوجب ہوتا ہے اور عذاب عمل کی صورت یا اُسکے قریب قریب صورت
مین متمثل ہوتا ہے اور رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے علی الید ما اخذت - ہاتھ پر وہ چیز واجب ہے جو اُسنے لی ہو
غصب اور عاریت کے باب مین یہ حدیث اصل ہے پس عینہ اُس چیز کا واپس کرنا واجب ہے اگر عینہا اسکا واپس نہ ہو سکے یا تلف ہو
تو اُسکے مثل کا دینا واجب ہوتا ہے اور کسی شخص کی ایک رکابی ٹوٹ گئی تو آپنے اُسکے بدلہ ایک رکابی دیدی اور ٹوٹی ہوئی
کو رہنے دیا - مین کہتا ہون اتلاف کے باب مین یہ حدیث اصل ہے اور ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نقد کا اسمین
تاوان لینا جسکو عام و خاص کہتے ہین کہ یہ اُسکے مثل ہے درست ہے جیسے رکابی کے بدلے رکابی اور حضرت عثمانؓ نے صحابہؓ
کے ساتھ مغرور پر اسی بات کا حکم دیا کہ اپنی اولاد کے مثل فدیہ دے - (اور مغرور وہ شخص ہے جسکو کوئی عورت یہ دھوکا
دیکر کہ مین حرہ ہون اُس سے نکاح کرلے اور فی الحقیقت وہ کسی کی باندی ہو) اور رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے من وجد
عین مالہ عند رجل فھو احق بہ ویتبع البیع من باعہ - جو شخص بعینہ اپنا مال کسی کے پاس پائے تو وہ اسکا حقدار ہے اور خریدار
اُس شخص کا پیچھا کرے جسنے اُسکے ہاتھ فروخت کیا ہے - مین کہتا ہون اس حکم کا سبب اور مقتضی یہ ہے کہ جب یہ صورت
واقع ہو تو ہر جانب مین ضرر اور ظلم کا اعتبار ہے پس جب کوئی شخص اپنا مال کسی کے پاس دیکھے ایسے وقت مین اگر یہ قاعدہ
مقرر کیا جاتا کہ جبتک اُسکا بائع نہ ملے اُسوقت تک یہ شخص اُسکے مال کو نہ لینگے تو اصل مالک کا اسمین ضرر عظیم تھا اسلیے
کہ غاصب یا سارق کی جب خیانت معلوم ہوتی ہے تو غالبا اپنی جان بچانے کی غرض سے وہ یہ حیلہ پیش کرسکتا تھا کہ مین نے
ایک شخص سے اُسکو خریدا تھا اور اکثر ایسا ہوتا کہ سارق و غاصب اپنے اور نیز بائع کے سوا اور کسی شخص کے حوالہ
کردیا کرتا اور اسمین لوگون کی حق تلفی کا دروازہ کھولنا تھا اور اکثر اوقات بائع اُسوقت ملتا کہ جب وہ مشتری سے دور ہوتا
پس مالک اُسکے حق سے مطالبہ کرتا اور اُسکے پاس کچھ نہ پاتا اور یا امید جبر کرنا فوت کرلیتا اور اگر یہ حکم دیا جاتا تو مشتری کو خبر

قبضہ کر لیتا تو اسمین مشتری کا ضرر تھا کیونکہ بسا اوقات خریدنیوالا بازار مین سے کوئی چیز خریدتا ہے اور نہین جانتا کہ بائع
کا نام و نشان کیا ہے پھر اسکے مال مین کسی کا حق نکلتا ہے اور بائع کا اسکو پتہ نہین لگتا اور نا امید ہوکر سکوت کر لیتا ہے
اور بسا اوقات اسکو اس چیز کی حاجت ہوتی ہے اور عقد کے اسپر قبضہ کرنے اور بائع کے اسپر حوالہ کر دینے مین وہ حاجت فوت
ہو جاتی ہے پس جبکہ امر درمیان دو ضرر کے دائر ہوا اور ایک کا پایا جانا ان دونون مین خواہ مخواہ ضروری ہوا تو ایسے ضرر کی ادنیٰ
طرف جو کہ زیادہ ضروری ہوا جسکو بلا شبہ لوگون کی عقل قبول کر لے اور وہ امر یہ ہے کہ حق اس چیز کے ساتھ متعلق ہو گیا اور
عین اس عین کے معاوضہ جسکے متعلق ہے رد کر لیا جاوے بشرطیکہ بیع قائم ہوا اور اشکال مرتفع ہو جاوے اور قضیہ
استجماع اعتبار کا امامت ہے اور رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے یہ حکم دیا کہ دن مین باغون کی نگہبانی کرین اور مویشی جو نقصان
کرین اسکا تاوان مویشی والون پر ہے مین کہتا ہون اس حکم دینے کا سبب یہ ہے کہ جب مویشی نے لوگون کے باغ کا نقصان
کیا تو گویا اسکے ساتھ ظلم و غدر ہے مویشی والا تو یہ حجت کر سکتا ہے کہ اسکو چرنے کے لیے مویشی کا چھوڑنا ضروری ہے وقت
مویشی بھوکے مر جاوینگے اور ہر مویشی کے ساتھ ساتھ رہنا اور اسکی حفاظت کرنا تمام ضروریات مین خلل انداز ہوتا ہے
اور مویشی نے جو نقصان کیا ہے اسمین اسکا کچھ بس نہین ہے اور وہ کہہ سکتا ہے کہ مالی نے خود اپنے مال کی حفاظت مین
کوتاہی کی اور اسکو بلا نگرانی کے چھوڑ دیا اور مالی حجت پیش کر سکتا ہے کہ باغ شہر سے باہر ہوا کرتے ہین انکی نگرانی اور
انہین کسی کو نہ آنے دینا اور اسکے انتظام مین رہنا اسکی حالت کے خراب ہونیکا سبب ہے اور مالک مویشی نے یا تو خود
اسکو باغ مین چھوڑا ہے یا خود اسکی نگرانی مین کوتاہی کی ہے پس جب یہ امر باہم دونون کے دائر ہوا اور ہر ایک کیطرف سے
جور و غدر ملحوظ ہوا تو ضرور ہوا کہ اس دستور پر نظر کیجائے جو ہمیشہ سے ان سب مین جاری ہے اور اس دستور سے تجاوز کرنے
جو کی بنا پر کیجاوے اور دستور یہ ہے کہ ان مین ہر باغ مین کوئی شخص باغ کے کاروبار اور اسکی درستی و حفاظت کے لیے
رہتا ہے اور شب مین باغات کو خالی چھوڑ کر دیہون و شہرون مین شب باشی کرتے ہین اور مالکان مویشی شب مین
گھرون مین مویشی کو جمع کر لیتے ہین اور پھر دن کو چرنے کے لیے چھوڑ دیتے ہین پس انکے اس دستور عام سے تجاوز کرنا ظلم
سمجھا گیا اور آنحضرت صلعم سے کسی شخص نے اس پھل کی نسبت جو محفوظ نہو دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ جو کوئی شخص
محتاج اسکو منہ سے کھالے اور جھولی نہ بنالے تو اسپر کچھ مضایقہ نہین۔ معلوم کرو کہ لوگونمین باہمی نظالم کے دفع کرنیکی یہی
صورت ہے کہ جو کوئی کسیکو ضرر پہونچائے اور تعدی کرے اسکا ہاتھ پکڑا جاوے نہ یہ کہ انکے حرص و کینہ کی اقتدا کیجاوے پس
اس پھل کھانے مین جو معلق اور غیر محفوظ اور تھوڑا سا پھل ہے اگر کوئی محتاج آدمی اسکو پیٹ بھر کے کھالے تو اس سے مالک کو
ملال نہین گذرتا بشرطیکہ وہ آدمی دستور کی حد سے تجاوز نکرے اور جھولی نہ باندھے اور نہ اینٹ پتھر سے پھلون کو جھاڑے
کیونکہ عرف کا مقتضیٰ ایسے امور مین مسامحت کرنا ہے اور انہین باتون کا جو شخص دعوی کرے تو یہ اسکا بخل اور حرص اور
لوگون کو تکلیف دینی ہے لہذا اسکے دعوی کی پروا نہ کیجاویگی اور اگر وہ پھل کوئی شخص کھا جاے جو محفوظ رکھا ہوا ہے یا جھولی
بھر لے یا اینٹ پتھر سے پھل جھاڑے یا اور کسی طرح سے حد سے تجاوز کرے تو اسمین تعزیر اور تاوان آتا ہے اور مویشی کا دودھ
دینے مین قیاسات متعارض ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکا بیان فرمایا ہے پس کبھی حضور نبوی صلعم نے

اُسکو اُس مال پر قیاس کیا جو گھر مین حفاظت سے رکھا ہوا سواسطے اُسکے لیجانے سے منع فرمایا اور کبھی ثمر معلق اور غیر محفوظ
چیزون پر اُسکو قیاس فرماکر اُسکو بقدر حاجت مباح فرمایا ہے اگر مالک نہ ملے جس سے اجازت لیجائے اور احادیث کے اندر
جو اختلاف ہے اور علتین اُنکی ظاہر ہوگئی ہین اُنمین اصل یہی ہے کہ اِن علتون کے اعتبار سے اُنکی تطبیق دیجاے پس اگر
ایسی چیز کے خرچ کرنے اور اُسکی کچھ پروا نکرنے کا دستور ہو اور اُسمین لوگون کو کچھ دقت نہو اور حاجت ہو تو اُسکا کام مین لانا
درست ہے ورنہ درست نہین ہے اور علیٰ ہذا القیاس بیوی کا خاوند کے مال مین اور غلام کا سید کے مال مین تصرف کرنا ہے

## حدود کا بیان

معلوم کرو کہ بعض معاصی مین خدا تعالیٰ نے حد مقرر فرمائی ہے اور وہ ایسے معاصی ہین جنمین فساد کی کئی صورتین
پائی جاتی ہین ایک تو اُنمین ملک کا فساد اور لوگون کی آسایش کا قطع کرنا ہوتا ہے اور اُنکے لیے بنی آدم کے نفوس کے
اندر داعیہ ہوتا ہے ہمیشہ اُسکا ہیجان ہوتا رہتا ہے اور اُنکے لیے عادت ہوجاتی ہے جبکہ اُس سے اُنکے قلوب بچ جاتے ہین
تو اُس سے باز رہنا اُنکے بس مین نہین رہتا ہے اور بعض اکثر اوقات ایسا ضرور ہوتا ہے کہ مظلوم اپنی طرف سے اُسکے دفع
کرنے مین بیبس ہوجاتا ہے اور یہ آدمیون کے مابین اکثر واقع ہوتا رہتا ہے تو اس قسم کے معاصی مین صرف آخرت کا ڈرانا
کافی نہین ہوسکتا ہے بلکہ آدمیون کے سامنے اس قسم کے معاصی پر نہایت ملامت اور رنج کا پہونچانا چاہیے تاکہ جس گناہ
کا وہ ارادہ کرتے تھے اُس سے باز رہین جیسے زنا ہے کہ وہ عورتون کے حسن و جمال کیطرف رغبت و حرص کی خواہش دلاتا ہے
اور اُسکے اہل کے لیے اُسکے اندر نہایت درجہ کی عار ہے اور ایک موطؤہ پر آدمیون کے جمع ہونے سے جبلت انسانیہ کی تغیر ہے
اور اُسکے سبب سے اُنکے مابین لڑائیون اور کشت خون کا مظنہ ہے اور زنا اکثر زانیہ اور زانی کی رضامندی سے ہوا کرتا ہے
اور تنہائی کیوجہ سے صرف بعض لوگ ہی اُسپر مطلع ہوتے ہین پھر اگر حد نہ مشروع کیجاتی تو روک ٹوک کیونکر حاصل
ہوسکتی تھی اور جیسے سرقہ اسلیے کہ انسان اکثر اوقات کسب صالح نہین پاتا ہے تو چوری کیطرف میل کرتا ہے اور سرقہ
کے لیے اُنکے نفوس کے اندر عادت ہوتی ہے اور سرقہ بدون دیکھے آدمیون کے ہوتا ہے بخلاف غصب کے کہ اُسمین ایک
ایسی دلیل اور شبہہ ہوتا ہے کہ جسکو شرع نہین ثابت کرتی ہے اور مابین آدمیون کے اور اُنکے روبرو اس قسم کے
معاملات ہوتے رہتے ہین اسی لیے غصب منجملہ اور معاملات کے ایک معاملہ ہے اور جیسے رہزنی اسلیے کہ مظلوم اپنی
جان اور مال بچانے کی اُس سے طاقت نہین رکھتا ہے اور رہزنی مسلمانون کے بلاد مین نہین ہوسکتی ہے کیونکہ وہ اپنی
حکومت اور قوت کیوجہ سے اُسکی مدافعت کرسکتے ہین تو ایسے افعال کی جزاء سزا زیادہ مقرر ہونا چاہیے اور جیسے شراب
کا پینا اسلیے کہ اُسمین بھی نہایت حرص ہوتی ہے اور اُسکی وجہ سے ملک مین فساد اور اُنکی عقول کا زوال ہوتا ہے کہ
جنکے سبب سے اُنکی معاش و معاد کی اصلاح ہوتی ہے اور جیسے قذف (تہمت زنا کی لگانا) کیونکہ جسکو تہمت لگائی جاتی ہے
وہ نہایت درجہ کی تکلیف و رنج پاتا ہے اور اُسکے دفع کرنے پر قتل وغیرہ کے ساتھ بیبس ہوجاتا ہے کیونکہ اگر وہ مار ڈالے
تو خود بھی اُسکے سبب سے مارا جائے اور اگر چپ بیٹھے تو اُسکی وجہ سے بیٹھا جاے لہذا ایسے جرم پر کوئی زجر عظیم ہونا چاہیے - پھر حد

قتل ہے اور ایسی سزا ہے کہ اسکے اوپر کوئی اور سزا نہین ہے۔ دوسرے کسی عضو کا کاٹ ڈالنا ہے اسمین نہایت درجہ کی
تکلیف پہونچانا اور اسکی قوت کا باطل کردینا ہے کہ جسکے نتیجہ مدت العمر تک معاش حاصل کرنے کے لائق بلا مدد دوسرے کے نہین ہوسکتا
اور تیسرے شلاء اور مارنا ہے جسکا اثر آدمیونکے سامنے ظاہر ہے مخفی نہین ہوتا اسلیے کہ نفس دو سبب سے متاثر ہوتا ہے ایک تو وہ
نفس جو قوت بہیمیہ کے اندر منہمک ہو اسکو الم پہونچانا ایسی چیز سے ممکن ہے جو مار کھاتا ہے مثل بیل و اونٹ اور جس نفس کے اندر جبلت سوالی ہے
اسکو تکلیف سماعی سے بھی زیادہ یا ایک کام سے روکدینے سے عار دلانا بہت زیادہ اسکو دکھ پہونچاتی ہے پھر ان دونون وجہون کا حدود
اندازہ ہونا لازم ہوا اور ایک صورت یہ ہے جو قطع سے کم ہو جیسے صرف مارپیٹ سے یہ تکلیف کا پہونچانا مقصود ہے
حسین ... کا اثر ظاہر ہو مثلاً جلا وطن کرنا اور شہادت کا مقبول نکرنا اور طمانچہ وغیرہ ماردینا۔ اور معلوم کرو کہ شرائع
سابقہ مین قتل کی سزا قصاص اور زنا کی سنگسار کرنا اور سرقہ کے عضو کا کاٹنا تھی پس یہ سزائین شرائع سماویہ مین متوارث
چلی آتی ہین اور تمام انبیا اور انکی امتین اسپر متفق تھین تو ضرور ہے کہ انکو خوب مضبوطی سے پکڑنا چاہیے اور کبھی انکو ترک
نکرنا چاہیے مگر شریعت مصطفویہ نے اسمین ایک قسم کا تصرف کیا ہے اور ہر ایک کی سزا کی دو قسمین کی ہین ایک تو
بہت بھاری سزا ہے کہ اس سے زیادہ اور متصور نہین اور یہ سزا وہان دینی چاہیے جہان گناہ بھی بڑا بھاری ہو اور دوسری
وہ ہے جو پہلی سے کم ہے اور یہ وہان ہوگی جہان معصیت بھی پہلی معصیت سے کم ہو پس قتل کی سزا قصاص اور دیت ہے
اور اسکی دلیل یہ آیت ہے ذلک تخفیف من ربکم کہ اسمین تمھارے پروردگار کیطرف سے تخفیف ہے ابن عباسؓ نے کہا ہے
کہ اہل جاہلیت مین قتل کی سزا صرف قصاص تھی نہ دیت اور زنا مین کوڑے مارنا تھا اور یہودیون کی جب شوکت جاتی رہی
اور سنگسار کرنا ان پر شاق گذرا تو انہون نے تجبیہ و تسخیم کرنا ایجاد کیا (تجبیہ کے یہ معنی ہین کہ زانی و زانیہ کو گدھے پر الٹا
سوار کرکے لوگون کے سامنے پھرادین تسخیم منہ کالا کردینے کو کہتے ہین) تو اسمین شرائع سابقہ کی تحریف ہوئی تو ہماری شریعت نے
دونون شرائع کا لحاظ کیا شرائع سماویہ دائمہ باقیہ کا اور آئین ہمارے لیے نہایت رحمت ہے اور سرقہ مین عوض ادا دینا
اور آدمی سے دوچند تاوان لینا چاہیے جیسا کہ حدیث مین آیا ہے۔ اور ہماری شریعت مین ظلم کے بہت اقسام کو مثل قذف
اور شرب خمر کو اضافہ کیا اور انکے لیے بھی حد مقرر کی کیونکہ یہ بھی بمنزلہ انھین معاصی کے ہین اور رہزنی کی سزا زیادہ مقرر کی
اور معلوم کرو کہ لوگون کے دو درجے ہین اور ہر درجہ کی سیاست کا خاص طریقہ ہے ایک وہ لوگ ہین جو بذات خود مستقل
اور مختار ہین اور انکی سیاست کا یہ طریقہ ہے کہ لوگون کے سامنے گرفتار کیے جائین اور انکو تکلیف پہونچائی جائے جس سے
انکو نہایت سخت عار لاحق ہو اور انکی اہانت اور ذلت پائی جاے۔ اور ایک وہ لوگ ہین جو دوسرون کے قبضہ
مین ہین اور انکے پاس بمنزلہ قیدیون کے ہین اور انکی سیاست کا یہ طریقہ ہے کہ انکے مالکون کو حکم کیا جاے کہ بری
باتون سے انکی نگرانی رکھین اسمین انکے لیے ایسا طریقہ ظاہر ہوگا جو انکو انکے ان افعال سے باز رکھیگا چنانچہ
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا زنت امۃ احدکم فلیضربہا الحدیث تم مین سے کسی کی
باندی زنا کرے تو اسکو مارنا چاہیے اور فرمایا ہے اذا سرق عبد احدکم فلیبعہ ولو بنش پس یہ دونون درجہ
لوگ ایک ظاہری وصف سے منضبط کیے گئے پہلے درجہ کے لوگ حر اور دوسرے درجے کے غلام ہین پھر یہ بھی احتمال

کہ سید اپنے غلام پر ظلم کرتا اور کہدیتا کہ اسنے زنا یا چوری وغیرہ کی ہے پس ضرور ہوا کہ غلام کی سزا حر سے کم مقرر کیجائے
تاکہ یہ جور رفع ہو جائے اور نیز یہ ضرور ہوا کہ قتل کرنے اور قطع کرنے کا انکو اختیار نہ دیا جائے اور اس سے کم سزا کا اختیار انکو
دیا جائے اور حد دو وجہ سے گناہ کا کفارہ ہوتی ہے چنانچہ حدیث شریف میں ماعز بن مالک کی نسبت ارشاد ہے لقد تاب
توبۃ لو قسمت علی امۃ محمد لوسعتہم - اسنے وہ توبہ کی ہے کہ اگر محمد صلعم کی تمام امت پر تقسیم کیجائے تو انکو کافی ہے اور
دوسری وجہ یہ ہے کہ اسمین تکلیف کا پہونچانا اور اسکو اس فعل سے روکنا مقصود ہوتا ہے - اور اسمین یہ راز ہے کہ حکمت الہی کا
مقتضی ہے کہ اس شخص کی جان یا مال سے اس عمل کی سزا دیجائے پس حد کا قائم کرنا سزا دینے مین خدا تعالی کا نائب ہے
اللہ پاک فرماتا ہے الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منہما مائۃ جلدۃ - زانیہ اور زانی کو ہر ایک کے دونوں میں سے سو کوڑے
مارو - اور حضرت عمرؓ فرماتے ہین کہ خدا تعالی نے محمد صلعم کو حق دیکر بھیجا اور انپر کتاب نازل فرمائی جسمین آیت رجم بھی
چنانچہ رسول خدا صلعم نے سنگسار کیا اور ہمنے بھی آپکے بعد سنگسار کیا اور جو شخص زنا کرے اور محصن ہو خواہ مرد ہو یا عورت
کتاب الہی مین اسکا سنگسار کرنا حق ہے - مین کہتا ہون محصن کی حد سنگسار کرنا اور غیر محصن کے درے لگانا اسلیے مقرر
کیے گئے کہ جسطرح پندرہ برس کی عمر وغیرہ سے آدمی بالغ ہوکر پورا پورا مکلف ہوتا ہے اور اس سے قبل پورا پورا مکلف نہین ہوتا
اسلیے کہ اسکی عقل اور جسم اور رجولیت کا کمال اس سے پہلے نہین ہوتا ہے اسیطرح اس عقوبت مین بھی تفاوت ہونا چاہیے
جو کمال عقل اور مرد کامل اور استقلال سمجھ اور خود مختاری کے سبب سے پورا پورا مکلف ہوتا ہے اور اسلیے کہ محصن کامل ہے
اور غیر محصن ناقص ہے پس غیر محصن حر کامل اور غلام کے مابین واسطہ ہوا اور صرف سنگسار ہونے مین اس واسطہ کا اعتبار
کیا گیا اسلیے کہ وہ حق الہی کے اندر ہو جو سزا مقرر کی گئی ہے ان سب مین سخت ہے اور قصاص چونکہ حق العباد مین سے ہے
اور انکو اپنے حقوق کے لینے کی حاجت ہے اسلیے انکی حق تلفی نہ کیجائیگی - اور حد سرقہ وغیرہ ممیز اسنگساری کے نہین ہے
اور نیز اس شخص سے گناہ صادر ہونا جسپر خدا تعالی نے انعام کیا ہے اور بہت سی مخلوقات پر اسکو فضیلت دی ہے زیادہ تر
قبیح و شنیع ہے اسلیے کہ وہ نہایت نافرمانی ہے پس اسمین سزا کا بڑھانا مناسب ہوا اور کوارے اور کواری کی حد سو درے
مقرر کیے گئے اسلیے کہ عدد سو کا بڑی اور منضبط مقدار ہے جس سے زجر و تکلیف بخوبی حاصل ہو سکتی ہے اور جلا وطن کی
سزا اسلیے دی گئی کہ سزا کا اثر دو طرح پر ہوتا ہے ایک تو جسمانی تکلیف کے اعتبار سے اور ایک حیا و شرمندگی اور
عار کے لاحق کرنے اور ایک مالوف چیز کے علیحدہ کرنے سے - پہلی سزا جسمانی اور دوسری نفسانی ہے اور پوری پوری
سزا یہی ہے کہ دونوں جمع کیے جائین اللہ پاک فرماتا ہے فاذا احصن فان اتین بفاحشۃ فعلیہن نصف ما علی المحصنات
من العذاب جب احصان کے بعد ان سے فحش ظاہر ہو تو محصنات سے انکو نصف عذاب دیا جائیگا مین کہتا ہون کہ
غلامون پر نصف سزا کے مقرر کرنے کی یہ وجہ ہے کہ غلامون کا حال سید کے اختیار مین ہوتا ہے پس اگر کامل درجہ کی زجر
انکے لیے مقرر کیجائے تو اس سے باب الظلم مفتوح ہوتا ہے بایطور کہ سید اپنے غلام کو قتل کر ڈالے اور یہ کہدے کہ وہ زنا کا
تھا اور پھر اس سے مواخذہ کرنے کی کوئی صورت نہ ہو اسلیے کہ باندی و غلام کی حد اسقدر کم مقرر کی گئی کہ جس سے ہلاک کی
نوبت نہین آتی اور محصن و غیر محصن کا فرق جو ہمنے بیان کیا ہے وہ یہان بھی پایا جاتا ہے اور رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے

خذوا عنی خذوا عنی قد جعل اللہ لہن سبیلا البکر بالبکر جلد مائۃ وتغریب عام والثیب بالثیب جلد مائۃ والرجم
مجھ سے سیکھو مجھ سے سیکھو خدا تعالیٰ نے عورتوں کے لیے راستہ مقرر کیا ہے کنوارہ کنواری کے ساتھ زنا کرے تو اسکا حکم سو درے لگانا
اور سال بھر کے لیے جلا وطن کرنا اور بیاہا ہوا بیاہی کے ساتھ اگر زنا کرے تو اسکا حکم سو درے لگانا اور سنگسار کرنا ہے حضرت علی
نے اس حدیث پر عمل کیا ہے۔ میں کہتا ہوں لوگوں کو اس حدیث میں اشتباہ ہوا اور اس حدیث کو رسول خدا صلعم کے
سنگسار کرنے اور اسکے درے نہ لگانے کے ساتھ مخالف سمجھا۔ میرے نزدیک یہ حدیث آپکے فعل کے متناقض نہیں ہے اور آیت
عام ہے مگر امام کو رجم اور سو درونکے واجب ہونے کی صورتمین صرف رجم پر اقتصار کرنا مسنون ہے اور اسکا حال ایسا ہے جیسا
سفر میں قصر کرنا کہ اگر پوری نماز پڑھے تو بھی جائز ہے مگر قصر کرنا سنت ہے۔ اور اسواسطے مقرر کیا گیا کہ رجم بڑی اونچی
سزا ہے اور اس سے جو کم سزا ہے وہ اسمین شامل ہے اور اس بیان سے اس حدیث اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اسپر عمل کرنے
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اکثر آپکے خلفاء کے فعل میں تطبیق ہو سکتی ہے کہ انھوں نے رجم پر اقتصار کیا ہے اور حضرت
جابرؓ کی حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آپنے درے لگانے کا حکم دیا پھر کسی نے اسکا محصن ہونا بیان کیا تو آپنے سنگسار
کرنے کا حکم دیا اور سنگسار کر دیا گیا۔ کیونکہ درے لگانے پر اقدام کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر زانی کے درے لگانا درست ہے
اور میرے نزدیک جلا وطن کرنے میں عفو کا احتمال ہے اور آثار میں تطبیق کی یہی صورت ہے اور حدیث شریف میں آیا ہے
کہ جب ماعز بن مالک نے آنحضرت صلعم کے حضور میں حاضر ہو کر عرض کیا میں نے زنا کیا ہے آپ مجھے پاک کر دیجیے تو حضور نبوی
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شاید تو نے بوسہ لیا ہوگا یا ہاتھ سے اوس کو پکڑا ہوگا یا اسکی طرف دیکھا ہوگا تو ماعز نے عرض کیا
یا رسول اللہ نہیں تو آپنے فرمایا کیا تو نے اسکے ساتھ دخول کیا تو ماعز نے جواب دیا ہاں پس آپنے ماعز کے سنگسار کرنیکا
حکم کیا۔ میں کہتا ہوں حد مارنے میں احتیاط کا مقام ہے اور زنا کا اطلاق شرمگاہ کے سوا پر بھی آیا کرتا ہے جیسا کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ زبان کا زنا یہ ہے اور پیر کا زنا یہ ہے لہذا ایسی صورتمیں اسکا ثابت کرنا اور اسکی تحقیق ضروری
ہوئی۔ معلوم کرو کہ جو شخص زنا کا اقرار کرتا ہے اور حد قائم کرنے کے لیے اپنی جان کو سپرد کرتا ہے اور کہتا ہوں سے تو پکڑ سوالا
مثل ہوگیا ہے کہ اسپر حد نہ لگانی مناسب تھی مگر یہاں کئی سبب اسپر حد قائم کرنے کے مقتضی ہیں ایک تو یہ ہے کہ اگر توبہ
ظاہر کرنے اور اقرار لینے سے حد دفع ہو جاتی ہے تو ہر زانی امام کے مواخذہ کی خبر پاکر اقرار کے حیلہ سے حد کو دفع کر سکتا تھا اور
اسمین مصلحت کا مناقضہ ہے دوسرے یہ ہے کہ توبہ کامل طور سے اسیوقت ہوتی ہے جبوا ایک فعل ہے جو نہایت شاق ہو کہ بجز
مخلص کے کسی سے عمل میں نہ آسکے اس توبہ کی تقویت پائی جائے لہذا جب ماعز نے اپنی جان کو سنگسار کرنے کے لیے حوالہ کر دیا تو
رسول خدا صلعم نے فرمایا لقد تاب توبۃ لو قسمت بین امۃ محمد لوسعتہم۔ اور غامدیہ کے ایک قبیلہ کی نسبت آپنے فرمایا
لقد تابت توبۃ لو تابہا صاحب مکس لغفر لہ۔ اسنے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر صاحب مکس بھی توبہ کرتا تو بخشا جاتا اور
اور باینہمہ گناہ کا پردہ کرنا مناسب ہے چنانچہ آپ نے ہزال سے فرمایا لو سترتہ بثوبک لکان خیرا لک۔ کہ اگر اپنے کپڑے سے
اسکو چھپاتا تو تیرے لیے بہتر ہوتا اور نیز یہ بات مناسب ہے کہ اسکو فیما بینہ وبین اللہ توبہ کرنے اور حد کے دفع کرنے کے لیے
حیلہ کرنیکا حکم دیا جائے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے اذا زنت امۃ احدکم فتبین زناہا فلیجلدہا الحد ولا یثرب علیہا

ضروری ہوا چونکہ قذف زنا پر شہادت دینے کے ساتھ مشابہت ہے پس اگر کسی قاذف کو حد قائم کرنے کے لیے گرفتار
کیا جاوے تو وہ کہہ سکتا ہے کہ میں زنا کا گواہ ہوں اور اسمیں قذف کا بطلان لازم آتا ہے اور جو شخص زنا کا گواہ ہے مشہود علیہ
کیلئے اس سے بچنا بہتر اسکا ہے کہ زنا کی تہمت لگاتا ہے اور خود یہ حد کا مستحق ہے پس جب سیاست امت کے وقت ان دونون
عداوتیں فی الجملہ تھا جیسے زنا تو ایک خطا ہے پس ان دونون کی تمیز ضروری ہوئی اور وہ امر مخبرین کی کثرت کو جب مخبرین
کی کثرت ہوئی تو گواہی اور راست گوئی کا گمان قوی ہوا اور تہمت کا گمان ضعیف ہوگیا اسلیے کہ تہمت میں دو باتون کا
اجتماع ہوتا ہے ایک تو دین کے اندر ضعف اور دوسرے مقذوف کے ساتھ عداوت کا ہونا اور ان دونون وصفون کا
مسلمانون کی ایک جماعت میں جمع ہونا بعید ہے اور شاید ہی عادل پر اکتفا نہ کیا گیا اسلیے کہ عدالت تمام حقوق میں
معتبر ہے پس تعارض کا کوئی اثر ظاہر نہوتا اور کثرت کا انضباط شہادت سے اور چند کے ساتھ انضباط کیا گیا اور حد قذف
اسی درّے مقرر کیے گئے اسلیے کہ زنا سے بہرحال اسکی معصیت کم ہے اسلیے کہ ایک گناہ کا مشہور کرنا بمنزلہ اسکے کرنے کے
نہیں ہے اور حد زنا میں ایک مقدار ظاہری سے کمی کا انضباط کیا گیا یعنی بیس سے کیونکہ وہ عدد سو کا پانچوان حصہ ہے
اور اس حد کا تتمہ ہمیشہ کے لیے گواہی کا قبول نکرنا اسلیے مقرر کیا کہ سابقا بھی ہم بیان کر چکے ہیں کہ تکلیف کی دو قسمیں
جسمانی اور نفسانی اور شرع نے جملہ حدود میں انکے جمع کرنیکا لحاظ کیا مگر حد زنا کے ساتھ جلا وطن کرنیکا اعتبار کیا گیا
اسلیے کہ زنا حکام کی حکومت اور اولیا کی غیرت کے وقت میں اسوقت متصور ہوسکتا ہے کہ ان دونون میں باہم میل جول
اور اتحاد اور الفت ہو تو اسکے مناسب سزا یہی ہے کہ اس فتنہ کے مقام سے زانی کو نکال دیا جاوے اور حد قذف کے ساتھ
عدم قبول شہادت کو جمع کیا گیا اسلیے کہ قذف میں بھی ایک جز دیا ہوتا ہے پس قاذف کو ایسی عار سے سزا دیگئی جو اسکی
معصیت کے قبیل سے ہے اسلیے کہ قاذف کی شہادت نہ قبول کرنا اسکیلیے ایک سزا ہے اور باقی گنہگارون کی بہ سبب عداوت
اور رضامندی کے فوت ہونے کے سبب سے نہیں قبول ہوتی اور نیز ہم بیان کر چکے ہیں کہ قاذف کہہ سکتا ہے کہ میں گواہ ہون
پس تہمت کا باب اسیطرح مسدود ہوسکتا ہے کہ جس چیز سے اسنے حجت کی تھی ایسی ہی چیز سے اسکو سزا دینی چاہیے اور حد خمر میں
توبیخ بھی مقرر کی گئی ہے اور آیت الا الذین میں اختلاف ہے کہ یہ استثنا عدم قبول شہادت کیطرف راجع ہے یا نہیں
اور ہمارے بیان سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ جب فسق کی انتہا ہوئی تو اسکا اثر اور اسکی سزا بھی منتہی ہونی چاہیے اور خلفا نے
حد زنا کے اندر غلامون کے لیے نصف سزا دینے میں اسکا اعتبار کیا ہے۔ اللہ پاک فرماتا ہے السارق والسارقۃ فاقطعوا
ایدیہما جزاء بما کسبا نکالا من اللہ واللہ عزیز حکیم۔ چرانیوالے اور چرانیوالی کا ہاتھ کاٹ دو یہی جزا ہے انکے کیے کی
عذاب خدا تعالی کیطرف سے اور خدا تعالے غالب و حکمت والا ہے معلوم کرو کہ رسول خدا صلعم وحی کے بیان کرنے کے لیے
مبعوث کیے گئے چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے لتبین للناس۔ البتہ بیان کروگے تم اسکو لوگون کے لیے اور مال غیر کے لینے کی کئی
صورتیں ہیں چوری۔ رہزنی۔ اچکنا۔ خیانت۔ کسی کی پڑی ہوئی چیز اٹھا لینا۔ غصب۔ اور ایک وہ جسکو قلت مبالاۃ اور
کم احتیاطی کہتے ہیں پس ضرور ہوا کہ رسول خدا صلعم چوری کی حقیقت کا بیان فرمائیں تاکہ ان امور سے تمیز حاصل ہو تمیز
کا طریقہ یہ ہے کہ ان تمام چیزون کی ذاتیات کی طرف نظر کیجاوے جو چوری میں نہیں پائے جاتے اور لوگون کے عرف میں

اُس سے امتیاز حاصل ہوتی ہے یہ چنیا ہو منضبط معلوم کے ساتھ چوری کی حقیقت کا انضباط کیا جائے جسکے سبب سے
اُسکو تمیز ہو جائے لیکن ہنرلی اور غارتگری اور جریہ کرنا یہ سب ایسے امور ہین جو بہ نسبت مظلوم کے ظالم کو اپنی قوت پر اعتماد
والیسے مکان یا زمانہ کے اختیار کرنے کی خبر دیتے ہین جنمین وہ مظلوم مسلمانون کی جماعت سے فریاد نہین کر سکتے اور
اُچکنا لوگون کے روبرو اور اُنکے دیکھتے ہوئے کسی چیز کے لیجانے کی خبر دیتا ہے اور خیانت مین یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ان
دونون مین پہلے شرکت یا بے تکلفی اور باہمی ایک دوسرے کے مال مین بھی تصرف وغیرہ رہا ہے اور ٹری چیز کے اُٹھا لینے سے ایسی
چیز کا اُٹھا لینا معلوم ہوتا ہے جو کسی کی حفاظت مین نہو اور غصب مین مظلوم پر ظالم کا ایسا غلبہ معلوم ہوتا ہے جسکا مدار
ہتھیارون پر نہین ہوتا بلکہ زبان زوری اور اس بات کے گمان پر اسکا مدار ہوتا ہے کہ یہ قدمہ حکام تک نہ پہونچیگا اور
حقیقت مال اسپر ظاہر ہوگی اور قلت مبالات اور بے احتیاطی کا اطلاق اُن ادنیٰ ادنیٰ چیزون کے استعمال پر ہوتا ہے
عرف مین جنکے برتنے اور باہمی معاونت کا اُن چیزون مین دستور جاری ہے جیسے پانی اور ایندھن وغیرہ لہذا رسول خدا صلعم نے
اُن سب کے ذاتیات سے امتیاز کا انضباط فرمایا ہے اور فرمایا لاتقطع ید السارق الا فی ربع دینار کہ چور کا ہاتھ نہ کاٹا جائے
مگر ربع دینار مین اور ایک روایت مین آیا ہے القطع فیما بلغ ثمن المجن یعنی مال مسروقہ اتنا ہو جو ڈھال کا ثمن ہو سکے
تو ہاتھ کا قطع کرنا چاہیے اور ایک روایت مین ہے کہ رسول خدا صلعم نے ایک ڈھال کے چرانے مین جسکا ثمن تین درہم تھا
چور کا ہاتھ قطع کیا اور حضرت عثمان رض نے ایک اترج مین جسکی قیمت تین درہم تھی ہاتھ قطع کروایا تھا اور حاصل یہ ہے کہ یہ تینون
مقداریں آپکے زمانہ مین ایک ہی چیز پر منطبق تھین پھر آپکے بعد انمین اختلاف ہوا اور ڈھال غیر منضبط ہونیکے سبب سے
کوئی قابل اعتبار چیز نہین ہے پس باقی دونون حدیثونمین امت مین اختلاف ہوئی بعض ربع دینار کے قائل ہین اور بعض تین
درہم کے اور بعض نے اُس مقدار کا اسطرح پر انضباط کیا کہ ان دونون مقدارونمین سے کسی مقدار تک مال پہونچ جائے اور میرے نزدیک
یہی زیادہ تر ظاہر ہے اور اس مقدار کو رسول خدا صلعم نے ادنیٰ و اعلیٰ چیز مین فرق کرکے مقرر فرمایا ہے اسلیے کہ کوئی جنس خاص اندازہ
کرنے کی قابلیت نہین رکھتی کیونکہ مختلف بلاد مین ایک چیز کا نرخ مختلف ہوتا ہے اور نیز اختلاف بلاد کے لحاظ سے نفاست
وخساست مین مختلف ہوتی ہیں پس جو چیز ایک قوم کے نزدیک مباح وادنیٰ چیز ہے دوسرون کے نزدیک وہی چیز ایک قابل قدر
مال ہوتا ہے لہذا ثمن کے اعتبار سے اندازہ کا لحاظ کرنا ضروری ہوا اور بعض کہتے ہین دونون کے اندازہ کا اعتبار کرنا چاہیے
اور لکڑی مین چور کا ہاتھ قطع نکرنا چاہیے اگرچہ لکڑیون کی قیمت دس درہم ہو اور رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے لاقطع فی ثمر معلق
ولا فی حریسۃ الجبل فاذا آوا ہ المراح والجرین فالقطع فیما بلغ ثمن المجن ۔ جو ثمار معلق ہین اُنمین قطع نہین ہے اور
نہ اُن مویشی مین جو پہاڑ کے اندر رہتی ہین پس جب مویشی باڑ مین آجاوین اور جب ثمار کا ڈھیر لگا دیا جائے تو اگر اُنکی قیمت
ڈھال کے ثمن کو پہونچ جائے تو اُنمین بھی قطع ہے مین کہتا ہون آنحضرت صلعم نے اس بات کو جتلا دیا کہ قطع کرنے مین حفاظت
شرط ہے اور جو اسکا یہ سبب ہے کہ جو چیز غیر محفوظ ہے اُسکے لینے کو التقاط کہتے ہین پس اُس سے بھی پرہیز کرنا ضروری ہے
اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے لیس علی خائن ولا منتہب ولا مختلس قطع ۔ خائن پر قطع نہین ہے اور نہ لوٹنے والے پر
اور نہ اُچکنے والے پر ۔ مین کہتا ہون رسول خدا صلعم نے اس بات کو سمجھا دیا کہ چوری کے اندر پوشیدہ طور پر مال لینا شرط ہے

ورنہ لوٹ کرنا یا اُچکنا ہوتا ہے اور نیز یہ شرط ہے کہ پہلے سے اُسمین شرکت یا کوئی اور حق لازم نہو ورنہ وہ خیانت یا اپنے
حق کا استیفا ہوگا اور صحابہ سے مروی ہے کہ اگر غلام اپنے مولا کا مال چرالے تو وہ فرماتے ہین انما ہو مالک بعضہ فی بعض کہ وہ
تیرا ہی مال ہے بعض بعض کے اندر اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے چور کے باب مین فرمایا ہے اقطعوہ ثم احسموہ - کہ اسکا
ہاتھ قطع کرو پھر اسکو تیل مین داغ دیدو - مین کہتا ہون داغ دینے کا حکم اسلیے ہے کہ قطع کرنا حکم اثر کیا ہے اور وہ بعض اوقات
اسلیے کہ داغ دینے سے زخم سرایت نہین کرتا اور رسول خدا صلعم نے چور کے لیے حکم کیا کہ اسکا ہاتھ اسکی گردن مین لٹکا دیا جاے
چنانچہ ایسا ہی کیا - مین کہتا ہون یہ تہمت دینے کے لیے کیا گیا تاکہ لوگ اسکا چور ہونا معلوم کرین اور ظلم اور حد کے قطع کرنے
مین فرق ہو جاوے - اور رسول خدا صلعم نے اس چوری مین جو نصاب سے کم ہو اسکو سزا دینے اور دو چند تاوان دینے کا حکم فرمایا
مین کہتا ہون دو چند تاوان دینے کا حکم اسلیے دیا کہ چور کو اسکے اس فعل سے باز رکھنا اور اسکو مالی و بدنی سزا دینا مقصود ہے
اسلیے کہ انسان کو بسا اوقات جسمانی تکلیف سے مالی تکلیف زیادہ تر باز رکھتی ہے اور بسا اوقات اسکے عکس ہوتا ہے
اسلیے دونون تکلیفین جمع کی لیکن پھر اگر مال مسروقہ کے برابر تاوان کا حکم ہوتا تو چوری کرنا نہ کرنا برابر ہوتا اور کچھ سزا
نہوتی اسلیے دو چند تاوان دینے کا حکم کیا گیا تاکہ آیندہ کو کبھی چوری کا قصد نکرے - اور رسول خدا صلعم کے پاس ایک چور
لایا گیا اور اسنے چرانے کا اقرار کیا مگر اسکے پاس مال مسروقہ برآمد نہوا تو رسول خدا صلعم نے اس سے فرمایا کہ میرے خیال مین
تو نے چوری نہین کی ہے اسنے کہا کیون نہین تو آپنے دو مرتبہ یا تین مرتبہ اُس سے یہی ارشاد فرمایا تب آپنے اسکے ہاتھ
قطع کرنے کا حکم دیا اور ایک دفعہ ایک مجرم گرفتار ہوکر آیا تو آپنے فرمایا کہہ کہ مین خدا سے مغفرت چاہتا ہون اور
اُسکی طرف توبہ کرتا ہون اسنے کہا مین خدا سے مغفرت چاہتا ہون اور اُسکی طرف توبہ کرتا ہون تب آپنے تین [illegible]
سے یہ دعا کی اللھم تب علیہ - مین کہتا ہون اسکی وجہ یہ ہے کہ جب گنہگار اپنے گناہ کا اقرار کرتا ہے اور دل سے نادم ہو
تو مناسب ہے کہ کسی حیلہ سے حد اسپر سے دور کردیجاے اور ہم اسکا حال پہلے بیان کرچکے ہین - اللہ تعالی فرماتا ہے انما جزاء الذین
یحاربون اللہ ورسولہ - الآیہ - مین کہتا ہون محاربت کا مدار ایک جماعت مظلوم پر قتال کرنے پر ہوتا ہے اور
چوری کی حد سے اس حد کے مقرر کرنے کا سبب زیادہ تر قوی ہے اور وہ یہ ہے کہ بنی آدم کے مجمع مین خواہ مخواہ کچھ ایسے لوگ
ہوتے ہین جنمین خصلت سبعی کا غلبہ ہوتا ہے اور ان لوگونمین سخت جرات اور قتال اور اجتماع کا مادہ ہوتا ہے اور
قتل کرنے اور غارتگری مین بیباک ہوتے ہین اور اسکا فساد چوری کے فساد سے زیادہ ہے کیونکہ لوگ چورون سے اپنے
مالون کو محفوظ رکھ بھی سکتے ہین مگر رستون کے چلنے والے رہزنون سے محفوظ نہین رہ سکتے اور نہ حکام لوگ اور
مسلمانون کی جماعت اس مکان اور اس وقت مین انکی مدد با آسانی کرسکتی ہے اور نیز قطاع الطریق کو جو ارادہ اسکے
فعل پر آمادہ کرتا ہے وہ زیادہ سخت و مستحکم ہوتا ہے اسلیے کہ رہزن وہی شخص ہوتا ہے جو بڑا دلیر اور قوی الجثہ شخص
اور نیز ان لوگون کا باہم اجتماع و اتفاق رہتا ہے بخلاف چورون کے لہذا ضروری ہوا کہ رہزن کی سزا چور کی سزا سے
زیادہ تر سخت مقرر کیجاے اور اکثر کے نزدیک سزا مین ترتیب کرنی چاہیے اور وہ قول اس حدیث کے موافق ہے لا یحل
المومن الا باحدی ثلث - الحدیث - اور بعض کے نزدیک سزا کے اندر اختیار ہے اور یہ قول لفظ أو کے مناسب ہے اور

نزدیک جو آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے المارق للجماعة - اسمین دو علتون کے جمع کر دینے کا احتمال پایا جاتا ہے اور مراد یہ ہے کہ
ان دونون مین سے ہر علت حکم کے مفید ہے جسطرح رسول خدا صلعم نے اس حدیث مین دو علتون کو جمع کیا ہے لا یخرج الرجلان یضربان
الغائط کاشفین عن عورتهما یتحدثان - دو شخص پاخانہ کے لیے اپنا ستر کھولے ہوے باتین کرتے ہوے باہر جا کر نہ بیٹھیں ستر کا
کھولنا لعنت کا سبب ہے اور باتین کرنا بھی ایسی حالت مین اسیطرح ہے خدا تعالی فرماتا ہے یا ایها الذین آمنوا انما الخمر والمیسر والانصاب
والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوه لعلکم تفلحون انما یرید الشیطان ان یوقع بینکم العداوة والبغضاء
فی الخمر والمیسر ویصدکم عن ذکر الله وعن الصلوة فهل انتم منتهون - اے ایمان والون شراب و جوا اور بت اور تیر ناپاک
چیزین ہین شیطان کے کام سے پس ان سے پرہیز کرو شاید کہ تم فلاح پاؤ - شیطان کا یہی ارادہ ہے کہ تم مین شراب اور
جوے کے اندر عداوت اور بغض پیدا کرے اور خدا تعالی کے ذکر اور نماز سے باز رکھے پھر کیا تم باز رہنے والے ہو - مین کہتا ہون کہ
خدا تعالی نے اس آیت کو بیان فرما دیا کہ شراب مین دو قسم کی برائی ہے ایک تو لوگون کے لیے برائی ہے کہ شارب الخمر لوگون سے
لڑتا جھگڑتا اور گالی دیتا ہے اور ایک برائی کا انجام اصلاح ہے بسبب نفس کی طرف رجوع کرتا ہے کیونکہ شارب الخمر حالت بہیمی کے
اندر غرق ہو جاتا ہے اور اسکی عقل جو نیکی کا مدار ہے زائل ہو جاتی ہے اور چونکہ تھوڑی شراب بہت سی شراب کا شوق
دلاتی ہے لہذا سیاست امت کے لحاظ سے ضرور ہوا کہ حرمت کا مدار اسکے نشا آور ہونے پر رکھا جاوے اور فی الحال نشہ کے
موجود ہونے کا لحاظ نہ کیا جاوے - پھر آنحضرت صلعم نے بیان فرمایا کہ شراب کیا چیز ہے اور فرما دیا کل مسکر خمر وکل مسکر حرام ہر چیز
نشا آور شراب ہے اور ہر چیز نشہ آور حرام ہے اور فرمایا کہ شراب ان دو درختون سے ہوتی ہے چھوارہ و انگور اور ان دونون کی
اس ملک کی حالت کے اعتبار سے ہے اور رسول خدا صلعم سے مزر اور تبع کی نسبت دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ ہر نشہ
اور ہر چیز حرام ہے (مزر اہل یمن کی شراب ہے جو جوار سے بنتی ہے اور تبع اس شراب کو کہتے ہین کہ جو شہد سے بنایا جاتا ہے)
اور آپ نے فرمایا ہے ما اسکر کثیره فقلیله حرام - جو چیز بہت سی نشہ آور ہو وہ تھوڑی بھی حرام ہے - مین کہتا ہون
یہ سب احادیث مستفیضہ ہین اور مین اس بات کو نہین جانتا کہ شراب انگوری اور کسی دوسری شراب مین کیا فرق ہے کیونکہ شراب کی
حرمت ان مفاسد کے سبب نازل ہوئی ہے جنکی قرآن پاک مین تصریح کی ہے اور وہ مفاسد سب قسم کے شرابون مین برابر
پائی جاتی ہین اور رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے من شرب الخمر فی الدنیا فمات وهو یدمنها لم یتب لم یشربها فی الآخرة
جس کسی نے دنیا مین شراب پی اور شراب کا عادی ہو کر بغیر توبہ کیے مر گیا تو آخرت مین شراب نہ پیے گا - مین کہتا ہون اسکا
یہ سبب ہے کہ جو کوئی صفت بہیمی مین غرق ہو گیا اور صفت احسان سے اسنے بالکل پشت پھیر لی جنت کے لذائذ سے وہ شخص محروم
رہیگا پس شراب کا پینا اور اسکا عادی ہو جانا اور اس سے تایب نہونا قوت بہیمی مین مستغرق ہونے کا سبب گردان کر اسپر حکم
دائر کر دیا گیا اور جنت کے لذائذ مین سے شراب کو مخصوص کیا گیا تاکہ ظاہر مین دونون لذتون کی مخالفت محسوس ہو جاوے
اور نیز جب نفس کو لذت بہیمی کے اندر کسی فعل کے ضمن مین انہماک ہوتا ہے تو وہی فعل اس لذت کا اس شخص کے نزدیک
صورت مثالیہ ہو جاتا ہے جسکے یاد کرنے سے اسکو یاد کر لیتا ہے پس وہ شخص اس بات کا مستحق نہین ہے کہ احسان کی لذت
اسکے لیے ظاہر ہو اور نیز فعل کی سزا اسکے مناسب ہوا کرتی ہے پس جس شخص نے ایک چیز پر اقدام کیا ہے اسکی سزا یہ ہے کہ اسکی

خواہش اور امید کیوقت اُس لذت کے معدوم کرنے سے اُسکو تکلیف دیجاے اور رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے ان علی اللہ
عہدا لمن شرب المسکران یسقیہ من طینۃ الخبال عصارۃ اہل النار۔ خدا یتعالی پر اس بات کا عہد ہے کہ جو شخص نشہ
پیے گا اُسکو خدا طینۃ الخبال پلائیگا دوزخیون کا نچوڑ ہے۔ مین کہتا ہون اُسکی یہ وجہ ہے کہ پیپ و خون اشیاء بہنے والی مین
بدترین اور حقیر ترین اور سخت ترین اشیا ہین باعتبار نفرت طبیعت سلیمہ کے اور شراب بہنے والی چیز ہے اور مشابہ ہے پیپ کے بصورت
خیالیہ مین جیسا کہ منکر نکیر کے باب مین علماء نے فرمایا ہے کہ اُنکی آنکھین نیلگون ہوتی ہین اسلیے کہ عرب اس رنگ سے بیزار ہین
جیسا کہ خواب مین بعض چیزین انسان کو دکھائی دیتی ہین اور رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے من شرب الخمر لم یقبل اللہ له
صلوٰۃ اربعین صباحاً فان تاب تاب اللہ علیہ شارب الخمر کی چالیس دن کی صبح کی نماز خدا یتعالی نہین قبول
کرتا ہے پس اگر وہ توبہ کرے تو اللہ پاک بھی اُسکی توبہ قبول کرتا ہے مین کہتا ہون کہ اُسکی نماز قبول ہونے مین یہ حارج ہے
کہ صفت بہیمیہ کا ظاہر ہو جانا اور ملکیہ پر معصیت الٰہی کے مرتکب ہونے سے اُسکا غالب ہو جانا خدا یتعالے پر جرأت کرنا اور
اپنے نفس کا ایک حالت خوار مین جو صفت احسان کے بالکل منافی اور مخالف ہے مستغرق کر دینا ہے جسکے سبب سے نماز کا
نفع اُسکے حق مین جاتا رہتا ہے اور جب شراب پینے والا آنحضرت صلعم کے پاس گرفتار ہو کر آتا تھا تو آپ اُسکے مارنے کا حکم
دیتے تھے اور جوتیون اور کپڑے اور ہاتھ سے اُسکو مار پیٹ کیجاتی تھی یہانتک کہ چالیس ضرب اُسکے لگتے تھے پھر آپ فرماتے تھے
کہ اسکو ڈانٹ بتاؤ تو لوگ اُسکی طرف متوجہ ہوتے تھے تو ایسی ایسی باتین کہتے تھے کہ تو نے خدا کا خوف نہین کیا تو تو بے
نڈر ہو گیا اور تو نے رسول خدا سے کچھ حیا نہ کی اور ایک روایت مین ہے کہ آنحضرت صلعم نے زمین سے خاک اُٹھا کر اُسکے منہ پر
ماری۔ مین کہتا ہون بہ نسبت اور حدود کے اس حد کے کم ہونے کا سبب یہ ہے کہ اور معاصی مین اُسیوقت خرابی موجود ہوتی
مثلاً وہ شخص کسی کا مال چراتا ہے یا رہزنی کرتا ہے یا چوری کرتا ہے یا کسی کو زنا کیطرف منسوب کرتا ہے اور شراب پینے مین
فساد کا احتمال ہے مگر بالفعل فساد موجود نہین ہوتا اسواسطے تھوڑے سے کم شراب کی حد مقرر کی گئی اور آنحضرت صلعم چالیس درے
اسواسطے مارتے تھے کہ اسمین قذف کا احتمال ہے اور جو ایک چیز کا مظنہ ہوتا ہے وہ اُس شے سے بمنزلہ حد کے ہوتا ہے
پھر جب فساد زیادہ ہو گیا تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے اسّی درے شراب کی حد مقرر کیے یا تو اسواسطے کہ کتاب الٰہی مین جسقدر
حدود مذکور ہین اسّی کی مقدار اُن سب مین ادنیٰ درجہ کی ہے پس جس حد کی قرآن مجید مین تصریح نہین کی گئی ادنیٰ
درجہ کی حد سے وہ حد کم ہونی چاہیے یا اسواسطے کہ شراب پینے والا اگر خود زنا یا قتل نہین کرتا ہے تو اورون کو اکثر زنا کیطرف
منسوب کرتا ہے اور اکثر کو حکم یقین کا ہوتا ہے اور توبیخ کرنے کا بھید ہم پہلے بیان کر چکے ہین اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے
تم سے پیشتر لوگ اسیواسطے ہلاک ہو گئے کہ جب اُنمین سے کوئی معزز شخص چوری کرتا تو اُسکو چھوڑ دیتے اور اگر ناتوان
آدمی چوری کرتا تو اُسپر حد قائم کرتے تھے اور خدا کی قسم اگر فاطمہ محمد صلعم کی بیٹی چوری کرے تو بلا شبہ مین اُسکا ہاتھ
کاٹ ڈالون اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے جس شخص کی سفارش حدود الٰہی مین سے کسی حد کی نسبت پائی گئی اُس شخص نے
خدا یتعالی کی مخالفت کی مین کہتا ہون آنحضرت صلعم کو یہ بات معلوم تھی کہ خاندانی لوگون کی عزت کا محفوظ رکھنا
اور اُنکے ساتھ درگذر کرنا اور اُنکو بچانا اور اُنکے معاملہ مین سفارش کرنا ہمیشہ سے اُمتون مین چلا آتا ہے اور پہلے لوگ

اور آخرین اس بات کے بیرو مین لہذا آنحضرت صلعم نے اسکی نسبت بہت تاکید اور اہتمام کیا اسواسطے کہ شرفاء کی سفارش اور
ترس سے درگذر کرنا ان حدود کی مخالفت کرنا ہے جنکو خدا تعالیٰ نے مقرر فرمایا ہے اور آنحضرت صلعم نے محدود پر لعنت کرنی اور اسپر
واقع ہونے سے نہی فرمائی ہے تاکہ اس سبب سے حد کے قائم کرنے سے لوگ باز رہین اور اسواسطے کہ حد گناہ کا کفارہ ہے اور جب
شے کا کفارہ سے تدارک ہوگیا تو وہ شے کالعدم ہوگئی چنانچہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے والذی نفسی بیدہ انہ الفی انہار الجنۃ
ینغمس فیہا۔ قسم اس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہے بلا شبہہ وہ جنت کی نہرونمین ڈوبا ہوا ہے اور حدود کے ساتھ
دو قسم کی زجر اور بھی ہوتی ہین ایک تو دین کی شان عزت کی سزا اور ایک ملامت سے روکنا پہلے کی دلیل یہ حدیث ہے
من بدل دینہ فاقتلوہ۔ جو شخص اپنا دین بدلے اُسکو قتل کر ڈالو اُسکی وجہ یہ ہے کہ دین سے باہر ہونے کی سزا مین
سخت ملامت کا قائم کرنا ضروری ہے ورنہ دین کی ہتک کا دروازہ مفتوح ہوتا ہے اور خدا کو یہ منظور ہے کہ ملت آسمانی بمنزلہ
جبلی امر کے ہوجائے جو جدا نہین ہوسکتا اور ارتداد اسی بات سے ثابت ہوتا ہے جسمین خدا تعالیٰ یا رسولون کی نفی یا کسی رسول
کی تکذیب پر دلالت ہو یا ایسا فعل جس سے دین کے ساتھ صراحتًا استہزا مقصود ہو اور اسیطرح ضروریات دین کے انکار سے ارتداد
ثابت ہوتا ہے اللہ پاک فرماتا ہے وطعنوا فی الدین۔ اور انھون نے دین کے اندر عیب نکالا۔ اور ایک یہودیہ رسول خدا صلعم کو
کچھ برا بھلا کہا کرتی تھی تو ایک شخص نے اُسکا گلا دابدیا حتیٰ کہ وہ مرگئی آپنے یہ خبر سنکر اُسکے خون کو ہدر کردیا اسلیے کہ دین
اسلام مین عیب جوئی اور مسلمانون کی ظاہری ایذا رسانی سے عہد منقطع ہوجاتا ہے اور رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے۔
انا بری من کل مسلم مقیم بین اظہر المشرکین لا یترایا ناراہما۔ جو مسلمان مشرکین کے اندر رہے مین اُس سے بیزار ہون
وہ دونون ایک دوسرے کی آگ نہ دیکھنے پائین۔ میرے نزدیک اُسکا سبب یہ ہے کہ کفار کے ساتھ اختلاط کرنا اور اُنکے گروہ کو
بڑھانا بھی ایک قسم کی مدد ہے پھر آنحضرت صلعم نے کفار کی بستیون سے دور رہنے کو اسطرح منضبط فرمایا کہ اگر ایک فریق
شہر یا محلہ مین اگر کسی بلند جگہ پر آگ روشن کیجائے تو دوسرے فریق کو ظاہر نہو اور دوسرے کی دلیل یہ آیت ہے فان بغت احدہما
علی الاخریٰ فقاتلوا التی تبغی حتی تفیٔ الی امر اللہ۔ پھر ایک گروہ نے دوسرے پر بغاوت کی پھر جسنے بغاوت کی ہے
اُسپر قتال کرو اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے اذا بویع الی الخلیفتین فاقتلوا الآخر منہما۔ اگر دو خلیفہ کی بیعت کیجائے
تو ان دونو مین سے دوسرے خلیفہ کو مار ڈالو مین کہتا ہون اسکا یہ سبب ہے کہ امامت ایسی چیز ہے کہ انسان کی طبیعت کا
میلان اسکی طرف ہوتا ہے اور مخالفت ولایتومین لوگون کے اندر کوئی نہ کوئی ایسا شخص پیدا ہوتا ہے جو امامت کی خاطر
قتال پر اسکو جرات ہوتی ہے اور کچھ لوگ اُسکے بھی مددگار ہوتے ہین پس اسکو اگر علی حالہ چھوڑ دیا جاے اور قتل نکیا جائے
تو وہ ضرور خلیفہ کو قتل کرے پھر کوئی اور اُس سے قتال کرے اور وہ اُسکو قتل کرے وعلیٰ ہذا القیاس مسلمانونمین فساد عظیم
برپا ہو پس اس مفسدہ کے انسداد کی یہی صورت ہے کہ مسلمانونمین اسکے متعلق ایک طریقہ مقرر کیا جائے کہ جب ایک شخص
خلیفہ مقرر ہوجائے پھر دوسرا شخص اُسمین جھگڑا کرنے کے لیے آمادہ ہو تو اُسکا قتل ضروری ہے اور اُسکے مقابل مین خلیفہ کی
مدد کرنا مسلمانون کو ضروری ہے پھر اسکے بعد وہ شخص ہے جو اپنی ذات یا کنبہ سے کسی ظلم کے دفع کرنے کے ارادہ سے
بتاویل شرعی خلیفہ پر خروج کرے یا خلیفہ کے اندر کوئی نقصان ثابت کرے اور دلیل شرعی سے اُسپر حجت کرے اور جمہور مسلمانونکے

نزدیک وہ دلیل مسلم ہو اور نہ وہ خدا کا ایسا حکم ہو جو برہان قطعی سے ثابت ہو جسکا انکار نکر سکین پس اس شخص کا حال
اُس شخص سے کم درجہ پر ہے جو ملک مین فساد پھیلانے کی غرض سے خروج کرے اور شرع کو چھوڑ کر تلوار کو حکم قرار دیوے یہ
دونون شخص ایک مرتبے کے ہونے چاہئین اسلیے امام کو لازم ہے کہ اُس مفسد کیطرف کسی دانا عالم کو نصیحت کے لیے بھیجے
تاکہ اُس شبہہ کو دور کرے یا اُس سے ظلم کو دفع کرے جسطرح امیر المومنین حضرت علیؓ نے عبداللہ بن عباسؓ کو حروریہ کی طرف
کیا ہے اگر وہ شخص مسلمانون کی جماعت کیطرف رجوع کرے فبہا ورنہ امام کو اُس سے قتال کرنا چاہیے مگر انمین سے جو شخص
بھاگ جائے اُسکا تعاقب کر کے قتل نکرنا چاہیے اور نہ اُنکے قیدی قتل کرنے چاہئین الخ جو شخص زخمی ہو جائے اُسکو بھی
پھر قتل نکرنا چاہیے اسلیے کہ مقصود دفع شر اور اُنکی جماعت کا پراگندہ کرنا تھا وہ حاصل ہو گیا اور دوسرا شخص محاربین
مین سے ہے اور اُسکا حکم محارب کا حکم ہے۔

# قضاء کا بیان

معلوم کرو کہ جن حاجات کا بکثرت وقوع ہوتا ہے اور جنکا فساد سخت ہوتا ہے وہ لوگون کی باہمی مناقشات ہین
وہی مناقشات عداوت او بغض اور باہمی فساد کے باعث ہوتے ہین اور انھیں سے حق کے نہ ماننے اور دلیل کے
نہ ماننے کی خواہش پیدا ہوتی ہے پس ضرور ہوا کہ ہر طرف مین ایک ایسا شخص مقرر کیا جائے جو شرع کے موافق انکے
مقدمات کو فیصل کرے اور اُس فیصلہ پر عمل کرنے پر خواہ مخواہ اُنکو مجبور کرے یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلعم کو قضاۃ کے
بھیجنے کا نہایت اہتمام رہا پھر آپکے بعد آپکے خلفاء اور تمام مسلمانونمین اس بات کا اہتمام رہا پھر چونکہ لوگون کے
فیصلہ کرنےمین ظلم اور جور کا احتمال ہے لہذا ضروری ہوا کہ لوگون کو فیصلہ کے اندر نا انصافی کرنے سے خوف دلایا جائے
جن کلیات کیطرف احکام کا رجوع ہوتا ہے وہ منضبط کیے جائین اور رسول خدا صلعم نے فرمایا من جعل قاضیا
بین الناس فقد ذبح بغیر سکین۔ جو شخص لوگون کے اندر قاضی مقرر کیا گیا بلا شبہہ بغیر چھری کے ذبح کیا گیا مین کہتا ہون
اس سے رسول خدا صلعم نے اس بات کو بیان کیا کہ قضاء نہایت بھاری بوجھ ہے اور اُسپر اقدام کرنے مین ہلاکت کا خطرہ ہے
الا ماشاء اللہ اور رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے من ابتغی القضاء وسئل وکل الی نفسہ ومن اکرہ علیہ انزل الیہ
ملکا یسددہ۔ جو شخص قضاء کا طالب ہو اور اسکی درخواست کرے تو وہ شخص اپنی ذات پر چھوڑ دیا جاتا ہے اور
جو شخص زبردستی قاضی بنایا جاتا ہے تو خدا تعالے اُسپر ایک فرشتہ نازل کرتا ہے کہ جو اُسکی صلاح کرتا رہتا ہے
مین کہتا ہون اسمین یہ راز ہے کہ جو شخص حکومت کا طالب ہوتا ہے غالبا مال یا جاہ کی خواہش یا کسی دشمن سے بدلہ
لینے کی قدرت کا حاصل ہونا وغیرہ اُسکا منشاء پڑتا ہے پس اس شخص سے خلوص نیت جو نزول برکات کا سبب ہے
نہین پائی جاتی اور رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے القضاۃ ثلثۃ احد فی الجنۃ واثنان فی النار۔ الحدیث قاضی
تین قسم ہین ایک جنتی اور دو دوزخی ہین۔ جنتی وہ شخص ہے جو حق کو پہچانے اور اُسکے موافق حکم دے اور جو شخص حق
پہچانکر حکم دینے مین ظلم کرے وہ دوزخی ہے اور وہ شخص جو جاہل ہو کر حکم دے وہ بھی دوزخی ہے مین کہتا ہون

حدیث سے یہ بات ثابت ہوئی کہ قاضی ہونے کے قابل وہ شخص ہے جو عادل ہو اور ظلم اور کسی کیطرف میلان سے پاک ہو اور اُسکی یہ بات لوگوں میں مشہور ہو اور نیز وہ شخص عالم ہو جو احکام حقہ خاصکر مسائل قضا سے واقف ہو اور اسکا سبب ظاہر ہے اور وہ یہی سبب ہے کہ قاضی کرنے سے جو مصلحت مقصود ہے وہ بغیر ان باتوں کے غیر متصور ہے۔ اور رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے لا یقضین حکم بین اثنین وھو غضبان۔ کوئی پنچ غصہ کی حالت میں دو شخصوں کے مابین فیصلہ نکرے۔ میں کہتا ہوں اسکا یہ سبب ہے کہ جب ایک شخص کا دل غصہ کی حالت میں مشغول ہے تو وہ شخص دلائل اور قرائن کے معلوم کرنے میں پورے طور پر غور نکرسکیگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا حکم الحاکم فاجتہد فاصاب فلہ اجران واذا حکم فاجتہد فاخطا فلہ اجر واحد جب کوئی حاکم فیصلہ کرے اور اُسمیں اجتہاد کرے پس اُسکا اجتہاد ٹھیک جا پڑے تب تو اُسکے لیے دو اجر ہیں اور اگر فیصلہ کرے اور اجتہاد کرنے میں وہ چوک جاے تو اُسکے لیے ایک اجر ہے۔ اور اجتہاد کے معنی حتی الوسع دلیل کی تلاش کرنے میں کوشش کرنے کے ہیں اُسکی وجہ یہ ہے کہ تکلیف بقدر وسع کے ہے اور انسان کی وسع میں صرف اسقدر ہے کہ حتی المقدور دلیل تلاش کرے باقی رہا حق کو پہونچ جانا سو یہ ہرگز اُسکے بس میں نہیں ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا ہے اذا تقاضی الیک رجلان فلا تقض للاول حتی تسمع کلام الآخر فانہ احری ان یتبین لک القضاء۔ جب دو شخص تیرے پاس کوئی مقدمہ لائیں تو جبتک تو دوسرے کی بات نسن لے اسوقت تک پہلے کے موافق فیصلہ مت کر کیونکہ دونوں کی بات سننے سے حکم اچھی طرح ظاہر ہوسکتا ہے۔ میں کہتا ہوں اسواسطے کہ دونوں کی دلیل کو ملاحظہ کرنے سے ترجیح ظاہر ہوسکتی ہے اور معلوم کرو کہ قضا کے دو درجہ ہیں اول تو مدعی مدعا علیہ کے مقدمہ کی حقیقت حال کا معلوم کرنا اسکے بعد اُن مقدمہ میں انصاف سے حکم دینا اور قاضی کو کبھی تو دونوں کو ضرورت ہوتی ہے اور کبھی صرف ایک کی مثلاً اگر دو شخص ہیں اور ہر ایک سر بات کا دعویٰ کرتا ہے کہ یہ جانور میری ملک ہے اور میری ہی ملک میں پیدا ہوا ہے یا یہ تیر میں نے پہاڑ سے اُٹھایا ہے تو یہاں کچھ اشکال نہیں ہے کیونکہ یہ بات ظاہر ہے اور حضرت علی اور زید اور جعفر رضی اللہ عنہم کے مابین حضرت حمزہ کی لڑکی کی پرورش کے باب میں جو مقدمہ پیش تھا وہاں وہ مقدمہ ظاہر تھا صرف حکم دینا باقی تھا اور اگر ایک شخص دوسرے پر غصب کا دعویٰ کرے اور مال کی صورت متغیر ہوا ہو اور دوسرا انکار کرے تو اولاً حقیقت حال معلوم کرنے کی ضرورت ہوگی کہ وہاں غصب ہے یا نہیں اور اسکے بعد حکم دینے کی ضرورت ہوگی کہ بعینہ اُس شے کے واپس کرنیکا حکم دیا جاے یا اُسکی قیمت دینے کا اور رسول خدا صلعم نے قضا کے دونوں مقام کو قاعدہ کلیہ سے منضبط فرمایا ہے مقام اول میں تو گواہی اور قسم سے زیادہ مناسب کوئی چیز نہیں ہے کیونکہ حقیقت الحال بجز اس صورت کے نہیں معلوم ہوسکتی کہ یا تو کوئی شخص جو اس واقعہ میں موجود تھا اُسکی خبر دے یا خود وہی مقدمہ والا ایسی تاکید سے اسکو بیان کرے کہ جسکے ساتھ کذب ہونیکا ظن نہ پایا جاے اور رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے لو یعطی الناس بدعوٰھم لادعی ناس دماء رجال واموالھم ولکن البینۃ علی المدعی والیمین علی المدعی علیہ۔ اگر لوگوں کو صرف دعویٰ کرنے سے دلایا جاے۔ تو بلاشبہ لوگ آپسمیں خون و مال کا دعویٰ کرنے لیکن مدعی کے لیے بینہ اور مدعا علیہ پر قسم لازم ہے پس مدعی وہ شخص ہوتا ہے جو ظاہر کے

خلاف دعوی کرکے ایک نئی بات ثابت کرتا ہے اور مدعا علیہ اصل کا پابند اور ظاہر سے دلیل پکڑتا ہے بلکہ ایسی صورتین
ہو ایک بات کے کوئی صورت انصاف کی نہین ہے کہ مدعی سے بینہ کا اعتبار کیا جاے اور جو ظاہر سے استدلال کرتا ہے
اوسے اسکو کہا جاتا ہے درصورت مدعی کے پاس بینہ نہونے کے اس شخص سے قسم لیجاے اور رسول خدا صلعم نے اسی قاعدے
مقرر ہونیکا سبب اشارۃً اس حدیث مین بیان فرمایا ہے لو یعطی الناس بدعویہم الخ یعنی یہ ظلم کا سبب ہے تو ایسی
صورتمین جب کا ہونا ضروری ہے کہ گواہ مین اس صفت کا ہونا معتبر ہے کہ لوگون کے نزدیک وہ پسندیدہ ہو جیسا کہ
اللہ پاک فرماتا ہے ممن ترضون من الشہداء گواہون مین سے جسکو تم پسند کرو۔ اور یہ صفت عقل و بلوغ اور اس
معاملہ کے ضبط اور گویائی اور اسلام اور عدالت اور مروت اور عدم تہمت سے ہوتی ہے رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے
لا یجوز شہادۃ خائن ولا خائنۃ ولا زان ولا زانیۃ - ولا ذی غمر علی اخیہ و یرد شہادۃ القانع لاہل البیت
کہ نہین درست ہے گواہی خیانت کرنیوالے کی اور نہ خیانت کرنیوالی کی اور نہ زانی اور زانیہ کی اور نہ اس شخص کی جو
اپنے بھائی سے بغض رکھتا ہو اور جو شخص کسی کے گھر کا نوکر ہو اسکی گواہی رد کیجائیگی اور اللہ جل جلالہ نے قذف کرنیوالے
کی نسبت فرمایا ہے ولا تقبلوا لہم شہادۃ ابدا۔ واولئک ہم الفاسقون الا الذین تابوا الآیہ۔ اور باقی
کبائر کو بھی زنا اور قذف کا ہی حکم ہے اسواسطے کہ خبر مین فی نفسہ صدق اور کذب کا احتمال ہوتا ہے اور ان دونون مین
ایک کو کسی قرینہ سے ترجیح ہوتی ہے اور وہ قرینہ یا تو مخبر مین ہوتا ہے یا اسمین جس سے خبر دیجاتی ہے یا کسی اور مین۔ اور
ان قرائن مین سے انضباط کے قابل جسپر حکم کا مدار کیا جاے بجز صفات مخبر کے کوئی چیز نہین ہے البتہ ظاہر حال ملکیت
اور ابقاء ما کان علی ما کان قابل انضباط ہے مگر مدعی کے لیے بینہ اور مدعا علیہ کے لیے قسم مقرر ہونی اسکا اعتبار ہو چکا
اب رہی گواہون کی تعداد ان اطوار مختلفہ کے اعتبار سے مقرر کی گئی جنکو شارع نے مختلف حقوق کے اندر رکھا ہے پس
زنا کا ثبوت چار گواہون سے ہوسکتا ہے یہ آیت اسکی دلیل ہے والذین یرمون المحصنت ثم لم یاتوا باربعۃ شہداء
الآیہ۔ اور ہم سابق مین اسکی مشروعیت کا سبب بیان کرچکے ہین اور قصاص و حدود مین صرف مردون کی گواہی کا اعتبار
کیا جاتا ہے اور اسکی دلیل زہری رحمۃ اللہ کا یہ قول ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے برابر یہ دستور جاری ہے
کہ حدود مین صرف مردون کی گواہی معتبر ہوتی ہے اور حقوق مالیہ مین ایک مرد اور دو عورت کی گواہی کا بھی اعتبار ہوتا ہے
بحکم آیہ فان لم یکونا رجلین فرجل وامرأتان - پس اگر دو مرد نہون تو ایک مرد اور دو عورتین گواہی دین اور جناب
باری تعالی نے بجاے ایک مرد کے دو عورتوں کے مقرر کرنے کی وجہ بھی بیان فرمادی کہ ان تضل احداہما فتذکر احداہما الاخری
ان دونون مین سے ایک چوک جاے تو انمین سے ایک دوسری کو یاد دلادے یعنی عورتین ناقصات العقل ہوتی ہین پس عدد ڈیوڑھا
اس کمی کا پورا کرنا ضروری ہوا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایکمرتبہ ایک شاہد اور ایک قسم سے حکم دیدیا اسواسطے کہ
شاہد عدل کے ساتھ اگر قسم بھی پائی جاے تو وہ امر ثابت ہوجاتا ہے اور گواہون کے امر مین توسعہ ضروری ہے اور برابر
سنت جاری ہے کہ اگر شاہدین مین قاضی کو کسی قسم کا تردد ہو تو بطور خود انکا تزکیہ کرے اسواسطے کہ انکی گواہی کا اعتبار
انکی صفات کیوجہ سے ہے باعث ہے انکے صدق کو کذب پر ترجیح ہے پس انکے صفات کا ظاہر ہونا ضروری ہے اور

اور یہ بھی برابر سنت جاری ہے کہ اگر شک ہو تو قسم کو زمانہ اور مکان اور لفظ سے خوب مضبوط کیا جاوے اسواسطے کہ قسم
صدق خبر کی دلیل اسی قرینہ کی وجہ سے ہوتی ہے جسکے ساتھ خبر دینے والا کذب پر اقدام نہیں کر سکتا پس مناسب ہوا کہ اگر
زیادہ شک ہو تو قرائن کو قوی کیا جاوے لفظ کے اعتبار سے مضبوط کرنے کی یہ صورت ہے کہ اسماء و صفات زیادہ
بیان کیے جاویں اسکی دلیل یہ حدیث ہے احلف باللہ الذی لا الہ الا ہو عالم الغیب والشہادہ - اور زمانہ سے
تاکید کی یہ صورت ہے کہ بعد العصر حلف کرے بحکم آیہ تحبسونہما من بعد الصلوۃ - اور جگہ سے تاکید کی یہ صورت ہے کہ اگر
مکہ معظمہ میں ہو تو رکن اور مقام کے درمیان میں حلف کرائے اس سے اظہار لیں اور اگر مدینہ منورہ میں ہو تو حضور نبوی کے
منبر کے پاس کھڑا کرکے اس سے گواہی لیں اور دوسرے شہروں میں مساجد کے منبر کے پاس کھڑا کریں کیونکہ ان مقامات کی
فضیلت شرع سے ثابت ہے اور خصوصاً ان مقامات میں جھوٹ کہنے کا سخت گناہ ہے پھر اس بات کی حاجت پڑی
کہ لوگوں کو اس بات سے نہایت خوف دلایا جاوے کہ خدا تعالی کے ان احکام کی مخالفت کریں جنکو خدا تعالی نے انکے
مقدمات کے فیصل کرنے اور حقیقت حال کے معلوم ہونے کے لیے مقرر فرمایا ہے - اور ان ترہیبات میں اصل تین
چیزیں ہیں ایک تو یہ کہ جس فعل سے خدا تعالی نے نہایت شدت سے نہی فرمائی ہے اسپر اقدام کرنا قلت ورع اور خدا تعالے
کے روبرو جرات کرنے کی دلیل ہے پس ان اشیاء پر جرات کرنے کا حکم داخل کیا گیا اور جرات کا اثر مثل وجوب دخول نار اور تحریم جنت
وغیرہ کے اسپر داخل کیا گیا - دوسرے یہ کہ اسمیں ظلم کی کوشش پائی جاتی ہے اور اسکا حال سرقہ اور رہزنی یا چوروں کو چوری کیطرف
رہبری کرنے یا رہزن کو رہزنی پر آمادہ کرنے کے مثل ہے لہذا خدا تعالے اور ملائکہ اور لوگوں کی لعنت جو زمین میں فساد
ڈالنے والوں کے متعلق ہوا کرتی ہے اس عاصی کیطرف متوجہ ہوئی اسلیے دوزخ کا مستحق ہوا اور تیسرے یہ کہ اسمیں ان احکام کی
جنکو خدا تعالی نے اپنے عباد کے لیے مشروع کیا ہے مخالفت اور مرضی الہی کے موافق انکے نہ جاری ہونے میں کوشش کرنا ہے
کیونکہ قسم حق ظاہر کرنے کے لیے اور بینہ حقیقت حال بیان کرنے کے لیے مشروع کیا گیا ہے پس اگر جھوٹی گواہی اور جھوٹی قسم کا
دستور جاری ہو جائے تو مصلحت مقصودہ کا دروازہ بند ہوتا ہے پس از انجملہ گواہی کا چھپانا ہے اسکی نسبت اللہ تعالے
فرماتا ہے ومن یکتمہا فانہ آثم قلبہ اور جو شخص اسکو چھپائے تو اسکا دل گنہگار ہے - اور از انجملہ جھوٹی گواہی ہے - آنحضرت
صلعم نے اسکو کبائر میں شمار کیا ہے - اور از انجملہ جھوٹی قسم ہے حدیث شریف میں آیا ہے من حلف علی یمین صبر وہو
فیہا فاجر لیقتطع بہا حق امرء مسلم لقی اللہ تعالی یوم القیمۃ وہو علیہ غضبان - جو شخص حبس کی قسم پر حلف کرے
اور وہ اسمیں جھوٹا ہو اور اسکا مقصود اس سے کسی مسلمان کا حق تلف کرنا ہو تو وہ خدا تعالی سے قیامت کے دن ایسی
حالت پر ملیگا کہ خدا تعالی اسپر غضبناک ہوگا - اور از انجملہ جھوٹا دعوی ہے حدیث شریف میں آیا ہے جو شخص ایسی
چیز کا دعوی کرے جو اسکی نہو تو وہ ہم میں سے نہیں ہے اور اسکو دوزخ میں اپنے لیے جگہ ڈھونڈھنی چاہیے اور از انجملہ
بلا حق بحکم قاضی کسی چیز کا لے لینا ہے حدیث شریف میں آیا ہے انما بشر مثلکم وانکم تختصمون - الحدیث
اور از انجملہ مقدمہ بازی کی عادت ڈال لینا ہے یہ بھی باہم فساد ڈالنے سے خالی نہیں ہے - حدیث شریف میں آیا ہے
ان ابغض الرجال الی اللہ الالد الخصم مبغوض ترین لوگوں کا عند اللہ وہ شخص ہے جو بڑا جھگڑالو ہے - اور جو شخص

حق اور باطل مین بالکل مخاصمت نکرے تو وہ شخص صفت سماحت کا پابند ہے اور آنحضرت صلعم نے ترک مخاصمت کی
رغبت دلائی ہے اور نیز بسا اوقات حقیقت مین ایک شخص کا حق نہین ہوتا اور اُسکو یہ معلوم ہوتا ہے کہ میرا حق ہے پس
یقیناً عمدہ ہے اُسوقت یا ہر سکتا ہے کہ مخاصمت کو بالکل ترک کردے خواہ حق سے ہو یا ناحق ہو اور حدیث شریف
مین وارد ہے کہ دو شخصون نے ایک حیوان مین دعوی کیا اور ہر ایک نے اس بات پر بینہ قائم کردی کہ وہ جانور اُسی
کا ان پیدا ہوا ہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ جانور اُس شخص کو دلا یا جسکے قبضہ مین تھا - مین کہتا ہون اُسمین
یہ راز ہے کہ جب دونون حجتون مین تعارض ہوا تو دونون ساقط ہو گئین اور جسکا قبضہ ہے اُسکے پاس وہ شے باقی
رہی کیونکہ اُسکے رد کرنے کا کوئی سبب نہین پایا گیا یا ہم یہ کہتے ہین کہ دونون دلیلون مین سے ایک دلیل کو قرینہ
ظاہری یعنی قبضہ سے مدد ملگئی لہذا اُسکو ترجیح دیگئی ۔ اب رہا قضا کا مقام ثانی پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
چند اصول فرمائے ہین جنکی طرف اس مقام کا رجوع ہوتا ہے اور مجملاً اُسکا بیان یہ ہے کہ حقیقت حال معلوم ہوگی
تو ایسے نزاع ایسی شے مین جو اصل مین مباح ہے اور ہر شخص اُسکا دعوی کرتا ہے ایسے وقت مین اُسکا حکم ترجیح کا
ظاہر کرتا ہے خواہ وہ ترجیح کسی ایسی صفت سے ہو جسمین مسلمانون کو اور نیز اُس شے کو نفع ہو - یا ترجیح کی یہ صورت ہو
کہ اُن دونون مین سے ایک کا قبضہ بہ نسبت دوسرے کے بیشتر ہو یا قرعہ اندازی سے وہ ترجیح حاصل ہوجاے
اُسکی مثال ایک تو زید و علی و جعفر رضی اللہ عنہم کا قصہ ہے حضرت حمزہؓ کی بیٹی کی پرورش کے متعلق کہ آنحضرت صلعم نے
جعفر رضی اللہ عنہ کو اسطے پرورش کا حکم دیا اور فرمایا الخالۃ ام خالہ مان ہے سو دوسرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اذان کے
متعلق فرمایا ہے کہ اگر لوگون کو اذان اور صف اول کا ثواب معلوم ہو اور اُس ثواب کو قرعہ اندازی کے بغیر حاصل نکرسکین
تو قرعہ اندازی کیا کرین اور نیز رسول خدا صلعم جب کسی سفر کا ارادہ فرماتے تھے ازواج مطہرات مین قرعہ اندازی کیا کرتے تھے
اور ایک ترجیح کی صورت یہ ہے کہ بطور عقد یا غصب کے کسی کا قبضہ چلا آتا ہو اور ہر ایک اس بات کا دعوے کرے کہ
مین اُسکا حقدار ہون اور اُسمین ہر ایک کو شبہ ہو اور اُسکا حکم یہ ہے کہ لوگون مین جو دستور و عرف جاری ہے اُسکا اتباع
کیا جاے لہذا اقرار اور عقود کے الفاظ کی تفسیر اُنھین معنی سے کیجاتی ہے جو جمہور کے نزدیک اُسکے معنی ہین اور مہر سالی
وغیرہ اُنھین کے دستور سے معلوم ہوسکتی ہے اُسکی مثال براء بن عازبؓ کا قضیہ ہے کہ اُنکی اونٹنی کسی باغ مین جا پڑی
اور اُسنے باغ کا کچھ نقصان کردیا اور ہر شخص اس بات کا مدعی ہوا کہ مین معذور ہون پس رسول خدا صلعم نے اُنکی عادت
کے موافق اُس مقدمہ مین حکم دیا اور عادت و دستور یہ ہے کہ مالی دن مین اپنے مال کی حفاظت کیا کرتے ہین اور مویشی
پالنے والے شب مین مواشی کی حفاظت رکھتے ہین اور جن قواعد پر بہت سے احکام مبنی ہین انمین سے ایک یہ بھی
قاعدہ ہے کہ نفع تاوان کے ساتھ ہوتا ہے اور اُسکی اصل وہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے حکم دیا ہے کہ آمدنی تاوان کے
ساتھ ہے اسلیے کہ منافع کا انضباط دشوار ہے اور جاہلیت کے قسامات اور خون اور جو کچھ زمانہ جاہلیت مین ہوا ہے اُس سے
کچھ تعرض نہ کیا جاوے گا اور جاہلیت کے بعد از سر نو احکام قائم کیے جاوینگے اور قبضہ بلا کسی دوسری دلیل کے
نہ توڑا جاویگا اور استصحاب یعنی ابقاء ما کان علی ما کان کی اصل یہی ہے اور یہ کہ اگر تفتیش کا طریقہ مسدود ہو جاے

توحکم وہ ہوگا جو مال والا چاہیگا یا دونوں اپنی لیلینگے اور اُسکی اصل یہ حدیث ہے البیعان ان اختلفا والسلعۃ قائمۃ
الحدیث - اور ہر عقد مین اصل یہ ہے کہ ہر ایک کے لیے پورا پورا حق دلایا جاے اور عقد سے جو شخص جس چیز کا التزام کرے
وہ اُسپر لازم ہے بجز اُس عقد کے جس سے شارع نے منع فرمایا ہے چنانچہ حدیث شریف مین آیا ہے المسلمون علی شروطھم
الا شرطا احل حراما او حرم حلالا -

یہ قدر سے اُن احکام کا بیان ہوا جنکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام ثانی کے متعلق شروع فرمایا ہے - اور
وہ قضایا جسمین حضور نبوی صلعم نے حکم فرمائے ہین یہ ہین منجملہ اُن ایک قضیہ ہے حمزہؓ کی پرورش کے باب مین ہے
جیسا کہ حضرت علیؓ نے فرمایا بنت اخی رانا اخذتھا - اور جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا بنت عمی و خالتھا
تحتی - اور زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے بنت اخی اور کہا کہ خالہ تو بمنزلہ مان کے ہوتی ہے اور ایک قضیہ
ابن ولیدہ زمعہ کا دعوت کے باب مین ہے جیسا کہ سعدؓ نے کہا ہے کہ میرے بھائی نے اُسمین البتہ میرے ساتھ عہد کیا تھا
اور عبد ابن زمعہ ابن ولیدہ نے کہا کہ میرا باپ تو اُسکے بستر پر پیدا ہوا ہے - پس آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اے ابن زمعہ
وہ تیرے لیے ہے الولد للفراش وللعاہر الحجر - اور ازانجملہ زبیرؓ اور ایک نصاری کا قضیہ پانی کے گول کے باب مین ہے
پس آپ نے ایسا حکم دیا کہ جسمین دونون کے لیے وسعت تھی کہ اے زبیر اول تم اُسمین پانی لیلو پھر اپنے ہمسایہ کو چھوڑ دو پھر انصاری
غصہ ہو گیا پھر زبیر کے لیے اُسکا حق پورا کردیا فرمایا کہ اتنا پانی لے کہ دیوارون کی جڑ تک ہو جاے - اور ازانجملہ براء بن عازب
کی اونٹنی کا قضیہ ہے کہ وہ ایک باغ مین گھس گئی اور اُسکا نقصان کیا تو آپنے یہ حکم دیا کہ مالی لوگ دن مین اپنے باغ کی
حفاظت کرین اور مواشی پالنے والے رات مین اپنی مواشی کی حفاظت کرین اور آپنے شفعہ کا جب اُس شے کی تقسیم
نہوئی ہو حکم دیا اور حدود پڑجانے کی اور راستے علیحدہ علیحدہ ہوجائین تو اُسمین شفعہ نہین ہے اور ان مقدمات کے وجوہ
ہم قبل بیان کر چکے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا اختلفتم فی الطریق جعل عرضہ سبعۃ اذرع جب تم
راستے میں اختلاف کرو تو اُسکی چوڑائی سات ذرعہ کیجائے میں کہتا ہون اسکی یہ وجہ ہے کہ جب لوگ کسی مباح زمین کو
آباد کرتے ہین اور وہ شہر ہوجاتا ہے اور راستے مین جھگڑا واقع ہوتا ہے بعض تو چاہتے ہین کہ راستہ کو تنگ کرین اور
اُسمین اپنے مکانات بنائین اور بعض اس بات سے مانع ہوتے ہین اور کہتے ہین لوگون کے لیے فراخ راستہ ہونا چاہیے
لہذا حکم دیا گیا کہ راستہ کا عرض سات درعہ کا ہونا چاہیے اور اسکی یہ وجہ ہے کہ اونٹون کی دو قطارین ضرور اُس راستہ
سے گذر سکین باینطور کہ ایک ایک جانب سے اور دوسری دوسری جانب سے تو ایسی صورتمین اس بات کی ضرورت ہے
کہ اُنکے واسطے بخوبی نکلنے کا راستہ ہو ورنہ دقت لازم آتی ہے اور اُسکا اندازہ سات درعہ ہے اور نیز آپنے فرمایا ہے جو کوئی
شخص کسی کی زمین بلا اُسکی اجازت کے کھیتی کرے تو اُسکو بجز اُسکی حق محنت کے اور کچھ نہ ملیگا - پس آنحضرت صلعم نے اُسکو
بمنزلہ کیری کے گردانا کہ مالک زمین کے لیے اُسنے محنت کردی - واللہ اعلم -

## جہاد کا بیان

معلوم کرو کہ تمام شرائع مین زیادت کامل ترتمام وہ شریعت ہے جسمین جہاد کا حکم پایا جاے اسواسطے کہ خدا تعالیٰ کو

اپنے بندون کا اوامر و نواہی کے ساتھ مکلف کرنا ایسا ہے کہ جیسے ایک شخص کے غلام مریض ہو جاتے ہین اور اُسنے
اپنے خاص لوگون مین سے ایک شخص کو یہ حکم دیا کہ اُنکو کوئی دوا پلائے پھر اگر وہ شخص اُنکو مجبور کر کر کے اُنکے منہ مین دوا دے
تو یہ بات نامناسب نہوگی مگر رحمت کا مقتضی ہے کہ اول اُن غلامون سے اُس دوا کے فوائد بیان کر دے تاکہ خوشی کے
ساتھ اُس دوا کو پی لین اور نیز اُس دوا مین کوئی شیرین چیز مثلاً شہد شامل کر دے تاکہ رغبت طبعی اور نیز رغبت
عقلی اُسکی معین ہو جاوے پھر البتہ ایسے لوگ بھی ہوتے ہین کہ ریاستون کی محبت اور اُنکا شوق اور شہوات دنیاوی
اخلاق سبعی اور وساوس شیطانی اُنپر غالب ہوتے ہین اور اُنکے آبا و اجداد کے رسوم اُنکے قلوب مین مستحکم ہو جاتے ہین
تو اُن فوائد پر وہ کان نہین دھرتے اور جس چیز کا حضور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا ہے اُسمین وہ فکر نہین کرتے
اور نہ اُسکی خوبی مین اُنکو غور ہوتا ہے تو اُن لوگون کے حق مین رحمت کا مقتضی یہ نہین ہے کہ صرف اثبات حجت کا
اُنپر اقتصار کیا جاوے بلکہ رحمت اُنکے حق مین یہی ہے کہ اُنپر جبر کیا جاوے تاکہ خواہ مخواہ ایمان اُنپر ڈالا جاوے جسطرح
تلخ دوا کے پلانے پر مجبور کیا جاتا ہے اور مغلوب کرنے کی یہی صورت ہے کہ جن لوگون کی زیادہ تر ایذا رسانی اور
اور اُنکو زیادہ تر قوت ہے قتل کیا جاوے یا اُنکی قوت کو متفرق کیا جاوے اور اُنکے مال چھین لیے جائین تاکہ وہ بالکل
بیبس ہو جاوین ایسے وقت اُنکے اتباع اور ذریات خوشی اور اطاعت کے ساتھ ایمان مین داخل ہو سکتے ہین
لہذا رسول خدا صلعم نے قیصر کو لکھ بھیجا کہ تجھپر خادمونکا وبال ہے اور بسا اوقات اُنکا مقید و مغلوب کرنا اُنکے
ایمان کا سبب ہوتا ہے اسی کی طرف آپنے اس حدیث مین ارشاد فرمایا ہے عجب اللہ من قوم یدخلون الجنۃ
فی السلاسل جو لوگ جنت مین زنجیرون سے بندھے ہوے داخل ہونگے خدا کو وہ اچھے معلوم ہونگے اور نیز انسان
کی رحمت بہ نسبت بشر کی رحمت تامہ کاملہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ اُنکو احسان کیطرف ہدایت کرے اور انکو ظالمون سے
چھڑائے اور اُنکے اتفاقات اور اُنکی تدبیر منزلی اور اُنکی سیاست مدنی کی اصلاح فرمائے پس اُنکے مدن فاسدہ مین
جنمین نفوس سبعیہ کا غلبہ ہوتا ہے اور اُنکے لیے نہایت درجہ کی قوت ہوتی ہے اور یہ بمنزلہ مرض آکلہ کے ہوتی ہے جو بدن
انسان مین پیدا ہوتا ہے کہ بغیر اُسکے قطع کیے اُسکی صحت ہی ممکن نہین تو جو شخص اُسکے مزاج کی اصلاح اور اُسکی
طبیعت کے قائم کرنے کیطرف توجہ کرے تو اُسپر لازم ہے کہ اُسکو قطع کرے اور تھوڑی سی قباحت جس سے خیر کثیر حاصل ہو
اُسکا کرنا ضروری ہے اور تجکو عبرت حاصل کرنا چاہیے قریش کے حال سے اور جو عرب ہین کہ تمام خدائی مین احسان کے
اعتبار سے سب سے بعید ترین تھے اور ضعیفون پر ظالم ترین تھے اور باہم اُنکے شدید مقاتلے ہوتے تھے اور بعض لوگ بعض کو
قیدی بناتے تھے اور اکثر ایسے تھے کہ حجت مین تامل نہین کرتے تھے صرف دلیل کو دیکھ لیا کرتے تھے تو حضور نبوی صلعم
نے اُنسے جہاد کیا اور اُنکے سرکشون کو جو نہایت مضبوط اور شریر تھے قتل کیا حتی کہ امر الہی ظاہر ہو گیا اور آپ کے
فرمانبردار ہو گئے اور بعد ازان وہ اہل احسان ہو گئے اور اُنکے تمام کام سنور گئے پس اگر ان لوگون پر شریعت کے اندر
جہاد نہوتا تو یہ رحمت اُنکے حق مین کیونکر حاصل ہوتی اور نیز خدا تعالیٰ جب عرب و عجم سے ناخوش ہو گیا اور اُنکی دولت
اور ملک زائل کرنے کا حکم دیدیا پس رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب پر بالذات اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے دلون پر

آپکے واسطے یہ بات الفاظ فرمائی کہ اُسکی راہ مین لڑین تاکہ امر جو مقصود ہے حاصل ہو پس وہ اس بات مین ملائکہ کے مانند
ہو گئے اور خدا تعالیٰ کے احکام پورا کرنے مین کوشش کرتے رہتے مین اتنا فرق ہے کہ ملائکہ بلا تقریر کسی قاعدہ کلیہ کے کوشش
کرتے ہین اور مسلمان بندے ایک قاعدہ کلیہ کے موافق جسکو خدا تعالیٰ نے اُنکے لیے مقرر فرمایا ہے لڑتے ہین اور انکا یہ عمل
سب اعمال سے بڑھکر ہے اور قتل اُنکی طرف منسوب نہین ہوتا بلکہ اُسکی نسبت حاکم کیطرف ہوتی ہے جیسے کسی مجرم کے
قتل کی نسبت امیر کیطرف کیجاتی ہے نہ جلاد کیطرف چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے فلم تقتلوهم ولكن الله قتلهم پس تمنے انکو
قتل نہین کیا ولیکن خدا تعالیٰ نے انکو قتل کیا۔ اور اسی راز کیطرف انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا ہے کہ
مقت وهم وتجمهم الحديث۔ اور انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لاکسری ولاقیصر نہ کسری ہے نہ قیصر
یعنی وہ لوگ دین جاہلیت پر تھے۔ اور جہاد کے فضائل کا مرجع چند اصول کیطرف ہے ازانجملہ ایک یہ ہے کہ جہاد مین تدبیر
الہی اور اُسکے الہام کے ساتھ اتفاق ہے پس اُسکے تمام کرنے مین کوشش کرنا شمول رحمت کا باعث ہے اور اسکے ابطال مین
کوشش کرنا شمول رحمت کا باعث ہے اور ایسے مادہ مین جہاد کا ترک کرنا خیر کثیر کا ہاتھ سے فوت کرنا ہے اور ازانجملہ
یہ ہے کہ جہاد ایک دشوار عمل ہے کہ اسمین سخت تکلیف کے گوارا کرنے اور جان و مال کے خرچ کرنے اور وطن اور ضروریات سے
علیحدہ ہونے کی ضرورت ہوتی ہے۔ پس ایسی عبادت شاقہ پر وہی شخص شدید سعی کرسکتا ہے جو خدا تعالیٰ کے دین پر
خلوص کے ساتھ یقین رکھتا ہے اور آخرت کو دنیا کے مقابلہ مین اُسنے اختیار کرلیا ہے اور خدا تعالیٰ پر اُسکو ٹھیک ٹھیک
بھروسا ہے اور ازانجملہ یہ ہے کہ ایسی خواہش کا قلب مین واقع ہونا اُسیوقت ہوسکتا ہے کہ اُس شخص کو تشبہ بالملائکہ
حاصل ہو اور اُس کمال سے اُسکو پورا حصہ ہو اور شرور بہیمہ سے اُسکو بعد ہو اور دل سے رسوخ دین کیطرف اُسکو پورا پورا
میلان ہو ایسا شخص اپنی سلامتی قلب پر خود دلیل ہوگا۔

یہ تمام باتین اُسیوقت حاصل ہوسکتی ہین کہ جہاد شرائط کے ساتھ پایا جاے چنانچہ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
جب سوال کیا گیا کہ کوئی شخص اپنی شجاعت سے مقابلہ کرتا ہے اور کوئی شخص حمیت کے اعتبار سے مقابلہ کرتا ہے پس ان
دونون مین سے خدا تعالیٰ کی راہ مین قتال کرنیوالا کونسا ہے تو حضور نبوی صلعم نے فرمایا جو شخص خدا تعالیٰ کی راہ مین
لڑے جس سے خدا تعالیٰ کی بات اُسکو اونچی رکھنی مقصود ہو پس وہی شخص خدا کی راہ مین قتال کرنیوالا ہے۔ اور ازانجملہ
یہ ہے کہ قیامت کے روز جزا اعمال کی صورتمین متمثل ہوگی چنانچہ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا یکلم
احد فی سبیل اللہ واللہ اعلم بمن یکلم فی سبیلہ الا جاء یوم القیامۃ وجرحہ یثعب دما اللون لون الدم والریح
ریح المسک۔ کوئی شخص ایسا ہوگا جو خدا تعالیٰ کی راہ مین زخمی ہوا اور یہ بات خدا تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ اُسکی راہ مین
کون زخمی ہوتا ہے مگر قیامت کے روز جب وہ آئیگا اُسکے زخم سے خون جاری ہوگا رنگ تو اُسکا خون کا رنگ اور اُسکی بو
مشک کی ہوگی اور ازانجملہ یہ ہے کہ جہاد خدا تعالیٰ کے نزدیک ایک پسندیدہ امر ہے اور دستور کے اعتبار سے بغیر خرچ کرنے
اور گھوڑون کے جمع کرنے اور تیراندازی وغیرہ کے پورا نہین ہوتا۔ پس ضرور ہوا کہ خدا تعالیٰ کی رضامندی ان چیزون کیطرف
بھی چونکہ یہ اصل مطلوب کے اسباب ہین پہونچ جاے۔ اور ازانجملہ یہ ہے کہ جہاد کی وجہ سے ملت کی تکمیل اور اُسکی عزت دینا ہے

اور لوگون کے لیے جہاد ایک لازمی چیز کیلئے مقرر کیا گیا ہے۔ جب تمنے یہ اصول دریافت کر لیے تو اب تمکو ان احادیث کی حقیقت
جو فضائل جہاد مین وارد ہین منکشف ہوجائیگی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان فی الجنۃ مائۃ درجۃ اعدہا اللہ
للمجاہدین۔ الحدیث۔ جنت کے اندر سو درجے ہین جنکو خدا تعالیٰ نے مجاہدین کے لیے تیار کیا ہے۔ مین کہتا ہون اسکی
وجہ یہ ہے کہ دار الجزاء مین مکان کا بلند ہونا خدا تعالیٰ کے نزدیک بلندی مرتبہ کی صورت مثالیہ ہے اسواسطے کہ
جو رفعت بر طاعات اعیانی وغیرہ سے نفس کو سعادت حاصل ہوتی ہے اور نیز اسکا یہ سبب ہے کہ جہاد شعائر الٰہی اور اسکے
دین اور تمام ان چیزون کے جنکے مشہور ہونے مین خدا تعالیٰ کی رضامندی ہے شہرت دین کا سبب ہے اور ایسے ہی
وہ اعمال جنمین ان دونون صفت کا منظر ہے انکی جزا جنت مین درجات کا حاصل ہونا ہے چنانچہ قرآن
کی تلاوت کرنیوالے کے حق مین وارد ہوا ہے کہ اسسے کہا اقرأ وارتق ورتل کما کنت ترتل فی الدنیا۔
اور جہاد کے بارہ مین وارد ہوا ہے کہ یہ درجات کے بلند ہونیکا سبب ہے اسلیے کہ اسکو عملمین لانے سے دین مین رفعت حاصل
ہوتی ہے تو اسکی جزا بھی مثل عمل کے ہوگی پھر درجے کے بلند ہونے کی بھی بہت سی وجہین ہین اور ہر ایک وجہ جنت مین
درجہ کے اعتبار سے متمثل ہوگی اور ہر درجہ مثل ما بین السماء والارض ہوگا کہ یہ بعد فوقانی باعتبار تشبیہ علوم کے اندر
غایت بعد ہے تو جیسا انکے علوم مین یہ متمکن تھا ویسا ہی دار الجزاء مین بھی متمثل ہوگا آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے
المجاہد فی سبیل اللہ کمثل القانت الصائم۔ کہ خدا تعالیٰ کے راستہ پر جہاد کرنیوالا ایسا ہے جیسے قائم اللیل صائم الدہر
مین کہتا ہون اسمین یہ راز ہے کہ قائم اللیل صائم الدہر کو اپنے غیر پر اسلیے فضیلت ہوئی کہ وہ خدا تعالیٰ کی مرضی کی
غرض سے اس فعل دشوار کو عملمین لایا اور یہ شخص اس فعل کیوجہ سے بمنزلہ ملائکہ کے ہوگئے اور انکے ساتھ اسنے تشبہ
حاصل کرلیا اور مجاہد جبکہ موافق شرع کے جہاد کرے تو اسکو ہر طرحسے قانت اور صائم کے ساتھ مشابہت ہے سوا
اسکے کہ طاعتون مین کوشش کرنے سے اسکے نفس کو سب لوگ مان لیتے ہین اور اسکو خاص خاص لوگ جانتے ہین
لہذا قانت وصائم کے ساتھ اسکو مشابہت دی تاکہ اسکا حال منکشف ہوجائے پھر ترغیب دینے مین ان مقدمات
جہاد کیطرف حاجت پڑی کہ جہاد عادت ورسم مین بغیر انکے ممکن نہین کہ حاصل ہو مثل رباط اور رمی وغیرہ کے اسلیے
کہ خدا تعالیٰ جبکہ کسی چیز کا حکم دے اور اسکے کرنے سے راضی ہوا - اور اس بات کو جانتا ہے کہ وہ چیز بغیر ان مقدمات کے
حاصل نہوگی تو ضروری ہے کہ انکا بھی حکم فرمادے اور انسے راضی ہو رباط کے باب مین آیا ہے کہ یہ دنیا ومافیہا سے بہتر ہے
اور نیز ایک مہینہ کے روزے اور اسکے قیام سے بھی بہتر ہے اور جو شخص مرجاے تو جو عمل کرتے ہوے مرا ہے وہی اسپر جاری
کیا جائیگا اور اسپر اسکا رزق جاری کیا جائیگا اور فتان سے محفوظ رہیگا۔ مین کہتا ہون اسکا دنیا ومافیہا سے
بہتر ہونے کا یہ سبب ہے کہ اسمین ثمرہ ہے کہ قیامت مین باقی رہیگا اور دنیا کی جو نعمت ہے اسکو خواہ مخواہ زوال ہوتا ہے
اور ایک مہینے کے روزے اور اسکے قیام سے بہتر ہونے کی یہ وجہ ہے کہ وہ ایک نہایت شاق عمل ہے جو قوت بہیمی پر
نہایت گران ہوتا ہے اور یہ عمل صرف خدا تعالیٰ کے لیے اور اسکی راہ مین ہوتا ہے جسطرح صیام وقیام اور اسکا
عمل جاری رکھنے مین یہ راز ہے کہ جہاد کا ایک جزو دوسرے جز پر مبنی ہوتا ہے جسطرح عمارت مین دیوار کا قیام بنیاد پر

اور چھت کا دیوار پر ہوتا ہے اسلیے کہ اگر مہاجرین و انصار قریش وغیرہ کے اسلام مین داخل ہونیکا سبب پڑے پھر
خدا تعالی نے قریش کے ہاتھ پر عراق و شام کو فتح کیا پھر انکے ہاتھ پر فارس و روم کو پھر فارس و روم کے ہاتھ پر
ہندوستان و ترکستان اور سوڈان کو فتح کیا پس جہاد پر جو نفع مترتب ہوتا ہے وہ وقتاً فوقتاً بڑھتا رہتا ہے اور اسکا اوقاف
اور رباطات اور صدقات جاریہ کا سا ہوتا ہے اور فتان یعنی منکر و نکیر سے امن مین رہنے کی یہ وجہ ہے کہ منکر نکیر سے
وہی شخص ہلاکت کی جگہ مین ہوتا ہے کہ جسکے قلب کو دین محمدی پر اطمینان نہین ہے اور نہ وہ کبھی دین کی مدد کے لیے
اٹھا ہے اور جو شخص جہاد کے لیے شرائط پورا کرنے وا لتزام رکھتا ہے وہ شخص ایسا ہے دین کی تصدیق کرتا ہے اور نور
الہی اسکے ساتھ ساتھ چلتے ہین اسکا ارادہ پختہ ہے اور حدیث شریف مین آیا ہے من جہز غازیا فی سبیل اللہ فقد غزا
جو شخص مجاہد فی سبیل اللہ کو سامان دیوے تو اسکو ثواب جہاد کے مثل ہوگا اور جو مجاہد کے پیچھے اسکے گھر کی خبرگیری کرتا ہے
تو اسنے بھی جہاد کیا اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے بہترین صدقہ خدا کی راہ مین سایہ کے لیے خیمہ دینا ہے وعلی ہذا القیاس
مین کہتا ہون اسمین یہ راز ہے کہ یہ کام مسلمانون کے نفع کا ہے جسکا انجام انکی مدد ہے اور جہاد اور صدقہ مین مسلمانونکا
نفع ہی مقصود ہوتا ہے اور حدیث شریف مین آیا ہے لا یکلم اللہ احد فی سبیل اللہ۔ الحدیث۔ مین کہتا ہون
عمل کا نفس کے ساتھ ہیئت وصورۃ اتصال ہوا کرتا ہے اور اس عمل کے اعتبار سے زیادتی کے معنی نفس مین پیدا ہوجاتے ہین
اور جزا و سزا کا مبنی نعمت و راحت کی صورت قریبہ مین متمثل ہونے پر ہوتا ہے پس قیامت کے دن جب شہید پیش ہوگا
اسکا عمل اسپر ظاہر ہوگا اور عمل کی صورت سے اسپر انعام کیا جائیگا اور رسول خدا صلعم نے اس آیت کی تفسیر مین و
لاتحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربہم یرزقون۔ الآیہ۔ جو لوگ خدا کی راہ مین قتل کیے گئے
ہین انکو مردہ مت سمجھ بلکہ وہ زندہ ہین اپنے خدا کے ہان رزق حاصل کرتے رہتے ہین۔ فرمایا ہے ارواحہم فی جوف
طیر خضر لہا قنادیل معلقۃ بالعرش تسرح فی الجنۃ حیث شاءت ثم تاوی الی تلک القنادیل انکی ارواح
سبز جانورون کے جوف مین ہین جنکے لیے عرش مین قندیلین لٹکی ہوئی ہین جہان چاہتے ہین جنت مین چگتے ہین
پھر ان قندیلون مین واپس آجاتے ہین۔ مین کہتا ہون جو شخص خدا کی راہ مین مارا جاتا ہے اسمین دو باتین جمع
ہوتی ہین ایک تو یہ کہ اسکی جان کامل و ہوا فر ہوتی ہے اور اسکے علوم جنکے اندر دنیاوی زندگانی مین جان مستغرق
رہتی ہے ان علوم مین کسی قسم کا نقصان نہین آتا بلکہ اس شخص کا حال ایسا ہوتا ہے جیسے کوئی شخص اپنے کاروبار مین
مصروف ہوا اور اسی اثنا مین وہ سو جاوے بخلاف اس میت کے جسنے بہت سے مرض کی تکلیف اٹھائی اور اسکا مزاج
صحت کی حالت سے بدل گیا اور بہت سے علوم سے اسکو نسیان ہوگیا دوسرے یہ کہ وہ رحمت الہی جس سے خطیرۃ القدس
اور ملاء اعلی کے قلوب لبریز ہو رہے ہین جو انتظام عالم کیطرف متوجہ رہتی ہے پھر اس شخص کو شامل ہوجاتی ہے پس
جب اس شخص کی روح نکلتی ہے اور دین الہی کے قائم کرنے کا شوق اسمین بھرا ہوتا ہے تو ایک نہایت وسیع راستہ
اس شخص مین اور خطیرۃ القدس مین مفتوح ہوجاتا ہے اور وہان سے انس و راحت اور نعمت کا نزول اس شخص پر
ہوتا رہتا ہے اور خطیرۃ القدس کو اس بندہ کیطرف ایک توجہ مثالی ہوتی ہے اور اسکے عمل کے موافق اسکی غذا متمثل

ہوجاتی ہے پھر ان دونون خصلتون کے اجتماع سے عجیب وغریب امور پیدا ہوتے ہین - ازانجملہ یہ ہے کہ اُسکا نفس کسی
وجہ سے عرش مین معلق ہوکر متمثل ہوتا ہے اسلیے کہ وہ شخص حاملین عرش سے ہوجاتا ہے اور اُسکی ہمت اُسی طرف
متوجہ رہتی ہے - اور ازانجملہ یہ ہے کہ اُسکے لیے سبز جانور کا جسم متمثل ہوتا ہے سبز پرند ہونیکے بعد یہ ہے کہ وہ شخص
ملائکہ کے اندر اجمالاً احکام جنس کے ظاہر ہونے مین ایسا ہوتا ہے جیسے چارپایون مین پرند - اور سبز ہونے کی وجہ یہ ہے
کہ سبزی نگاہ کو اچھی معلوم ہوتی ہے اور ازانجملہ یہ ہے کہ اُسکی نعمت اور راحت رزق کی صورتمین ظاہر او متمثل ہوتی ہے
جسطرح دنیا مین نعمت دہ جات وغیرہ کی صورتمین متمثل ہوتی ہے - پھر اس بات کی ضرورت ہوئی کہ جو چیز نفس کو شائستہ
کرتی ہے وہ چیز اُس چیز سے جو نفس کو شائستہ نہین کرتی متمیز کیجاے اور اُسمین اشتباہ ہے اسلیے کہ شرع کے اندر دو باتین
ہین ایک تو قبائل او شہرون اور دین کا انتظام اور ایک نفوس کی تکمیل - کسی شخص نے آپ سے عرض کیا کہ کوئی شخص
غنیمت کی خاطر لڑتا ہے اور کوئی شہرت کی خاطر اور کوئی اظہار شجاعت کے خاطر پس ان مین سے خدا کی راہ مین کون
شخص لڑتا ہے تو حضور نبوی صلعم نے فرمایا جو شخص خدا تعالیٰ کی بات ہی بلند کرنے کی خاطر لڑے وہ خدا تعالیٰ کی راہ مین
لڑتا ہے مین کہتا ہون اسکی وجہ وہی ہے جو ہم بیان کر چکے کہ اعمال اجساد ہین اور اُنکی روح نیت ہے اور اعمال کا مدار
نیت پر ہے اور جسم کا بغیر روح کے اعتبار نہین اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ صرف نیت ہی عمل کا فائدہ دیجاتی ہے اگرچہ
اُسکے ساتھ عمل کا اقتران نہو یہ جب ہوتا ہے کہ اُس عمل کا فوت ہونا اُسکی کوتاہی سے نہو بلکہ کسی آسمانی عارضہ کے
پیش ہونے سے ہو چنانچہ رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے ان بالمدینۃ اقواما ما سرتم مسیرا ولا قطعتم وادیا الا کانوا
معکم حبسہم العذر - مدینہ مین ایسے ایسے گروہ ہین کہ تم کسی جگہ کو نہ چلے ہوگے اور کوئی جنگل تمنے نہ قطع کیا ہوگا
جو وہ تمھارے ساتھ نہ رہے ہون عذر کے سبب وہ اب رک گئے ہین - اور اگر وہ عمل ایسے شخص کی کوتاہی سے فوت
ہوا ہو تو اُسکی نیت ہی ناتمام رہی جسپر اجر مترتب ہوتا ہے اور فرمایا ہے البرکۃ فی نواصی الخیل - کہ برکت
گھوڑون کی پیشانی مین ہے اور فرمایا ہے الخیل معقود فی نواصیہا الخیر الی یوم القیمۃ الاجر والغنیمۃ - گھوڑون کی
پیشانی مین قیامت تک بھلائی برقرار ہے اجر او غنیمت - معلوم کرو کہ رسول خدا صلعم کو خدا تعالیٰ نے خلافت
عامہ کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے اور آپکے دین کو تمام ادیان پر جہاد کرنے اور سامان جنگ تیار رکھنے سے غلبہ ہوسکتا ہے
اور جب جہاد چھوڑ دیا او بیلون کی دُم کے پیچھے ہولیے تو لامحالہ ہرطرف سے اُنکو ذلت احاطہ کریگی اور تمام اہل ادیان
اُنپر غالب آجائینگے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے من احتبس فرسا فی سبیل اللہ ایمانا باللہ وتصدیقا
بوعدہ فان شبعہ وریہ وروثہ وبولہ فی میزانہا یوم القیمۃ - جو شخص خدا پر یقین رکھکر اور اُسکے وعدہ کو
سچا سمجھکر اُسکی راہ مین ایک گھوڑا باندھے پس البتہ اُسکا پیٹ بھرنا او پانی پلانا اور اُسکی لید و پیشاب کی تکلیف
گوارہ کریگا تو اُسکا یہ عمل اُسی چیز کی صورتمین ظاہر ہوگا جسکی تکلیف گوارا کی ہے پس قیامت کے دن یہ سب چیزین
اپنی اپنی صورتمین ظاہر ہونگی اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان اللہ یدخل بالسہم الواحد ثلثۃ نفر الجنۃ
صانعہ یحتسب فی صنعتہ والرامی بہ ومنبلہ کہ خدا تعالیٰ ایک تیر کیوجہ سے تین شخصون کو جنت مین داخل کریگا

ایک جسنے ثواب کی نیت سے اسکو بنایا ہے اور ایک چلانیوالےکو اور ایک تیر کے دینے والیکو اور آپنے فرمایا من رمی بسہم
فی سبیل اللہ فھو لہ عدل محرر کہ جو شخص خدا کی راہ مین ایک تیر پھینکیگا تو یہ مثل غلام کے آزاد کرنے کے ہوگا۔ مین
کہتا ہون جبکہ خدا تعالی کے علم مین یہ بات تھی کہ کفار کا مسلمانون پر مغلوب ہونا بغیر ان چیزون کے نہین پورا ہو سکتا لہذا
خداتعالی کی رضامندی لفظ نماز کے دوسری ہمین ان چیزون کی طرف بھی منتقل ہوئی اللہ پاک فرماتا ہے لیس علی
الاعمی حرج ولا علی الاعرج حرج ولا علی المریض حرج کہ نابینا پر کچھ مضایقہ ہے اور نہ لنگڑے و مریض پر کچھ مضایقہ ہے
اور نیز اللہ پاک فرماتا ہے لیس علی الضعفاء ولا علی المرضی ولا علی الذین لایجدون ما ینفقون حرج کہ ضعیف
اور مریضون پر کچھ حرج نہین ہے اور نہ ان لوگون پر جو خرچ کرنے کو کچھ نہین پاتے ہین اور آنحضرت صلعم نے کسی سے
فرمایا الک والدان قال نعم قال ففیھما فجاھد کیا تیرے ماں باپ ہین اسنے عرض کیا ہان تو آپ نے فرمایا انہین
ہی جہاد کر مین کہتا ہون چونکہ سب لوگون کا جہاد کرنا انکی تدابیر ضروریہ کی خرابی کا سبب تھا لہذا ضرور ہوا کہ ان
سب مین سے بعض لوگ جہاد کو قائم کرین اور وہ بعض وہ لوگ ہین جو ان علتون سے خالی ہین اسلیے کہ جنمین یہ
علتین پائی جاتی ہین انپر جہاد انہین دفت ہے اور نہ اسلام کو انکے جہاد کرنے سے قابل اعتبار نفع ہے بلکہ بسا اوقات
انسے ضرر کا خطرہ ہے اللہ پاک فرماتا ہے الآن خفف اللہ عنکم وعلم ان فیکم ضعفا۔ اب تمسے خدا تعالی نے
تخفیف کردی اور جان لیا کہ تم مین ناتوانی ہے مین کہتا ہوا علاء کلمۃ اللہ اسطرح ممکن ہے کہ مسلمان لوگ اپنی
جانون کو ثبات اور دلیری اور قتال کی مشقتون پر صبر کرنے پر قرار دین اور اگر یہ دستور جاری ہوتا کہ اگر مشقت
معلوم کرین تو بھاگ جائین تو مقصود نہ حاصل ہوتا بلکہ بسا اوقات ذلت کی نوبت ہوپہنچتی اور نیز بھاگنا بزدلی
اور کمزوری کی دلیل ہے اور یہ بدترین اخلاق مین سے ہے پھر ضرور ہوا کہ اسکی حد بیان کیجاے جس سے واجب اور
غیر واجب مین فرق ہوجاے اور دلیری و شجاعت اسی وقت پائی جاتی ہے کہ شکست کے اسباب غلبہ کے اسباب سے
زیادہ ہوتے لہذا اولا دس مثل سے اسکا اندازہ کیا گیا ہے اسواسطے کہ کفار اسوقت کثرت سے تھا اور مسلمان بہت
تھوڑے سے تھے پس اگر انکو فرار کرنے کی اجازت دیجاتی تو جہاد کبھی ہوتا پھر مسلمانون پر تخفیف کی گئی دو چند کی اسلیے
کہ ثبات و دلیری اس سے کم مین نہین ممکن ہے پھر جہاد چونکہ اعلاء کلمۃ اللہ کیوجہ سے واجب کیا گیا تو وہ چیز بھی
واجب ہوئی کہ جسکے بغیر اعلاء کلمۃ اللہ نہو سکے اور اسیوجہ سے قلعون کا بنانا اور مقابلہ کے لیے آمادہ رہنا اور تمام
اطراف و قلعون مین افسرون کا مقرر کرنا امام پر ضروری اور دستور قدیمی مقرر ہوا اور رسول خدا صلعم اور آپ کے
خلفا نے اس باب مین بہت سے طریقے مقرر فرمائے اور رسول خدا صلعم جب کسی لشکر یا فوج پر کسی کو سردار مقرر کرتے تھے
تو خاص اس شخص کو خدا تعالی سے خوف کرنے اور ساتھ کے مسلمانون کو بھلائی کی نصیحت فرمایا کرتے تھے اور فرماتے تھے
خدا کی راہ مین خدا تعالی کے نام سے جہاد کرو اور منکرین خدا تعالی سے مقابلہ کرو اور جہاد کرو اور خیانت مت کرو
الحدیث۔ خیانت کرنے سے آپنے اسلیے منع فرمایا کہ خیانت کرنے سے مسلمانون کے دل شکستہ ہونگے اور باہم انمین
اختلاف واقع ہوگا اور قتال چھوڑ کے لوٹ ڈالدینگے اور اس سے بسا اوقات شکست ہوگی اور غدر کرنے سے آپنے

منع فرمایا کہ اس واسطے امان انکے عہد و ذمہ سے مرتفع ہو اور اگر امن جاتی رہے تو سب سے بڑی اور اقرب فتح یعنی ذمہ انکے
ہاتھون سے جاتا رہا اور مثلہ سے آپنے منع فرمایا کیونکہ اسمین خلق اللہ کی تغییر ہے اور بچون کے قتل سے منع فرمایا اسلیے
کہ اسمین مسلمانون کا ہرج اور انکا ضرر ہے اسلیے کہ اگر زندہ رہے تو مسلمانون کے قبضہ مین آکر انکے غلام بنینگے اور
ہم مسلمانون کے پاس رہینگے اسلام مین انکے تابع رہینگے اور نیز بچے اپنے دشمن کو نہ خود ضرر پہونچا سکتے ہین اور نہ
اپنے گروہ کی مدد کر سکتے ہین اور حدیث شریف مین جو تین خصلتون کیطرف ترتیب بلانیکا حکم ہے انمین سے
پہلی خصلت اسلام ہے ہجرت و جہاد کے ساتھ اور اسوقت مین اس شخص کے لیے مجاہدین کے برابر فی اور غنیمت مین
حصہ ہے دوسری خصلت اسلام ہے بلا ہجرت و جہاد کے سوا اس صورت کے کہ جہان نفیر عام ہو اور اسوقت
غنیمت اور فی مین اس شخص کا حصہ نہین ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ فی کے صرف کرنیکا وہان موقع ہے جہان مہمات
ضرورت ہو اور عادت اس بات پر حکم کرتی ہے کہ بیت المال مین اسقدر گنجایش نہین ہوتی کہ جو لوگ سوا مجاہدین
شہر و ہمین رہتے ہین انکا خرچ اٹھائے پس اسمین اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول مین کچھ مخالفت نہین ہے
کہ اگر مین زندہ رہا تو بلا شبہ چرانیوالے کو بھی غنیمت مین سے حصہ پہونچیگا اگرچہ وہ حمیر کے کسی ٹیلہ پر رہتا ہو اور
جسکی پیشانی پر اس غنیمت کے حاصل کرنے مین پسینہ تک نہ آیا ہو انتہی۔ یعنی جب بادشاہ دین کے خزانے فتح کیے جاوین
اور کثرت سے خراج آنے اور مقاتلین وغیرہ کے حصہ کے بعد باقی رہجائے تو پھر اور لوگون کا حصہ ہے۔ تیسری یہ ہے
وہ لوگ اہل ذمہ ہون اور سب کے سب دیگر جزیہ عطا کرین پس پہلی خصلت مین دو مصلحتین حاصل ہوتی ہین ایک تو
ملک کا انتظام اور باہمی نظام کا رفع دفع اور دوسرے تہذیب نفس کہ وہ دوزخ سے نجات پائین اور حکم الہی کی ہر دو یا
مین کوشش کرین اور دوسری خصلت مین دوزخ سے نجات کا حاصل ہونا ہے مگر مجاہدین کے درجہ سے وہ لوگ
محروم ہین۔ اور تیسری خصلت مین کفار کی شوکت کا زائل ہونا اور مسلمانون کی شوکت کا ظاہر ہونا ہے اور حضرت
صلعم انھین مصالح کے قائم کرنے کے لیے مبعوث ہوے اور امام پر واجب ہے کہ مسلمانون کی شوکت ظاہر ہونے
اور کفار کے بے بس کرنے کے اسباب مین غور اور اجتہاد اور تامل کرے اور جو اسکا اجتہاد حکم کرے اسپر عمل کرے
بشرطیکہ وہ یا اسکی نظیر رسول خدا یا آپکے خلفاء سے ثابت ہو اسلیے کہ امام مصلحتون کے قائم کرنیکے لیے مقرر کیا گیا ہے
اور وہ اسکی بغیر تمام نہین ہوتین اور اصل اس باب مین رسول خدا صلعم کی سیرت ہے اور ہم اب ان احادیث کا حاصل
بیان کرتے ہین جو اس باب مین وارد ہین۔ پس ہم کہتے ہین کہ امام پر واجب ہے کہ مسلمانون کے قلعون کو اسقدر
فوج سے جو انکے گرد کے دشمنون کو کافی ہوسکے درست رکھین اور کسی ایسے شخص کو انپر حاکم مقرر کر دے جو
مسلمانون کا خیر خواہ اور دانشمند اور بہادر شخص ہو اور خندق کے کھودنے یا قلعہ کے بنانے کی حاجت ہو تو اسکو
بنائے یا کھودے چنانچہ آنحضرت صلعم نے خندق کے دن ایسا کیا ہے اور جب کسی پلٹن کو روانہ کرے تو ایک
شخص کو انپر سپہ سالار کر دے جو ان سب مین افضل اور مسلمانون کے حق مین نفع رسان ہو اور اسکو خود
اسکے حق مین اور مسلمانون کے ساتھ بھلائی کی نصیحت کرے چنانچہ آنحضرت صلعم ایسا ہی کیا کرتے تھے اور جب

اور جب جہاد کے لیے خروج کا ارادہ کرے تو اپنی فوج کا معائنہ کرے اور پیادہ و سوار کو درست کرے اور پندرہ سال سے کم عمر کا آدمی
فوج مین بھرتی کرے چنانچہ رسول خدا صلعم کا یہی دستور تھا اور نہ اُس شخص کو فوج مین بھرتی کرے جو مخذل ہو یعنی اور دلونکی ہمتین
تھکائے اور نہ اُس شخص کو جو مرجف ہو یعنی کفار کی قوت کا ذکر کرتا ہے اسکی دلیل یہ آیت ہے کرہ اللہ انبعاثہم فثبطہم و
قیل اقعدوا مع القاعدین لو خرجوا فیکم ما زادوکم الا خبالا - ناگوار ہوا خدا تعالی کو انکا اٹھنا سو انکو روک دیا اور
کہدیا کہ تم بیٹھ جاو بیٹھنے والون کے ساتھ اگر وہ تمھارے ساتھ خروج کرتے تو بجز فساد کے اور کچھ نہ بڑھاتے اور نہ مشرک کو
فوج مین بھرتی کرے اسلیے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے انا لا نستعین بمشرک - لہم الا شبہ کسی مشرک سے مدد نہین چاہیے
البتہ جس صورتمین ضرورت ہو اور اسپر اعتماد ہو - اور نہ جوان عورت کو جس سے فتنہ کا خوف ہو فوج مین بھرتی کرے کھنچی ہوئی
عمر کی عورت کو اجازت دیدی کیونکہ رسول خدا صلعم ام سلیم و انصار کی چند عورتون کے ساتھ جہاد کیا کرتے تھے اور یہ عورتین
فوج کو پانی پلاتی تھیں اور زخمون کی مرہم پٹی کرتی تھین - اور امام کو چاہیے کہ فوج کے دو حصے یمین و یسار کرے اور ہر گروہ کا
ایک جھنڈا اور ہر طائفہ کے لیے ایک سردار اور لڑائی والا مقرر کرے جیسا کہ آنحضرت صلعم نے فتح کے دن کیا تھا - کیونکہ اسمین
دشمنون پر بھی زیادہ خوف ہوتا ہے اور فوج پر بھی قابو رہتا ہے اور نیز اُسکو چاہیے کہ انکے لیے کچھ شناخت مقرر کرے کہ شبخون
کرتے وقت باہم اُسکو بولا کرین تاکہ کوئی کسی کو اسمین قتل نکر ڈالے آپ ایسا ہی کیا کرتے تھے اور جمعرات یا پیر کے روز جہاد کے لیے
خروج کرے کیونکہ ان دونومین اعمال پیش ہوتے ہین اور پہلے اسکو ہم بیان کر چکے ہین اور انکو اسقدر راستہ چلنے کا حکم دے
کہ ناتوان لوگ بھی اُسکی طاقت رکھتے ہون البتہ اگر ضرورت ہو تو اُسکے موافق حکم دے اور انکے لیے وہ ایسا مقام تجویز کرے
جو سب مقامات مین عمدہ و بہتر ہوا اور پانی کی وہان کثرت ہو - اور اگر دشمن کا خوف ہو تو اسکو چاہیے کہ پہرہ مقرر کرے اور
کسی بلند جگہ پر کچھ لوگون کو مقرر کردے جو دشمن کو دور سے دیکھتے رہین اور حتی الامکان اپنے حال پوشیدہ رکھین مگر جو لوگ
خیرخواہ و عقلمند ہین اُنسے پوشیدہ نہ رکھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا تقطع الایدی فی الغزو - جہاد مین ہاتھ
نہ قطع کیے جاوین (حدین) اور اسمین وہی راز ہے جو حضرت عمرؓ نے بیان فرمایا ہے کہ اسمین اُس شخص کو غیرت شیطانی کے
لاحق ہونے اور کفار مین شامل ہو جانے کا اندیشہ ہے اور اسی لیے کہ اکثر اوقات لوگونمین نزاع واقع ہو جاتا ہے اور
اس سے مصلحت مین خلل پڑجاتا ہے اور امام کو اہل کتاب و مجوس سے مقاتلہ کرنا چاہیے کہ یا تو وہ اسلام لائین یا ادا قبول
کرکے سب جزیہ قبول کرین اور کسی بچے یا عورت یا بہت بوڑھے آدمی کو قتل نکرین مگر ضرورت کیوقت مثل شبخون کے
اور درخت نہ کاٹین اور آگ نہ لگاوین اور مواشی کو ہلاک نکرین مگر جسوقت کہ مصلحت اُسمین مقرر ہے جیسے بنی نضیر کے قریہ
بغیرہ مین کیا گیا اور امام کو چاہیے کہ نقض عہد نکرے اور سفیر کو قید نکرے کیونکہ اسمین باہمی خط و کتابت کا انقطاع کرنا ہے
اور چاہیے کہ لڑائی مین دھوکہ دیا کرے کیونکہ لڑائی دھوکہ کا کام ہے اور بیخبری مین اُنپر ہجوم کرے اور گوپھن انکی طرف پھینکے
اور انکا محاصرہ کرے اور انکو تنگ کرے آنحضرت صلعم سے یہ سب باتین ثابت ہین اسلیے کہ ظاہر ہے ان باتون کے بغیر قتال
نہین ہوتا اور جس شخص کو اپنی ذات پر اعتماد ہو امام کے حکم سے اُسکو لڑنا درست ہے جیسے کہ حضرت علی اور حضرت حمزہؓ نے کیا
اور مسلمانون کو وہ انسے چارہ و اناج جو ہاتھ لگے اسمین تصرف کرنا درست ہے اور اسمین سے خمس نہ لیا جائیگا اسلیے کہ اگر اسکی

اجازت نہ دیجاسے تو لوگون کو وقت ہو اور جب کفار قید ہوکر آئین تو چار باتون مین سے امام کو ہر بات کا اختیار ہے چاہے قتل کرے
چاہے فدیہ لے چاہے احسان رکھکر چھوڑ دے چاہے آزاد کردے انمین سے جس بات مین نفع زیادہ دیکھے وہی عمل مین لائے
اور امام کو جائز ہے کہ انمین سے کسی کسی کو امن دیدے اور اُسکی دلیل یہ آیت ہے وان احد من المشرکین استجارک
فاجرہ - اور اگر مشرکین مین سے کوئی پناہ مانگے تو اُسکو پناہ دے - اور یہ اسلیے کہ انکا اسلام مین داخل ہونا مسلمانون کے
ساتھ اختلاط کرنے اور انکے دلائل اور انکی سیرت معلوم کرنے سے ہوتا ہے اور نیز بسا اوقات تجارہ وغیرہ کی آمدرفت کی
حاجت ہوتی ہے اور امام کو جائز ہے کہ اگر ضرورت ہو تو اُنسے صلح کرلے خواہ مال لیکر خواہ بغیر مال کے کیونکہ مسلمانون کو بسا اوقات
کفار کے ساتھ لڑنے کی طاقت نہین ہوتی اور صلح کی حاجت ہوتی ہے اور بسا اوقات قوت حاصل کرنے کے لیے
مال کی ضرورت ہے اور بسا اوقات اس بات کی ضرورت ہوتی ہے کہ ایک قوم کے شر سے بچکر دوسری قوم سے لڑنے کی
حاجت ہوتی ہے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا لا القین احدکم یجی یوم القیمة علی رقبته بعیر له رغاء یقول یا رسول الله
اغثنی فاقول لا املک لک شیئا قد بلغتک - مین تم مین سے کسی کو ہرگز ایسا نہ پاؤن کہ قیامت کے دن آئے کہ
اُسکی گردن پر اونٹ ہو اور وہ اونٹ بلبلاتا ہو اور وہ شخص کہتا ہو کہ یا رسول اللہ میری خبر لیجیے تو مین کہون مجھے تیرے
کسی بات کا اختیار نہین ہے مین تجھپر تبلیغ کرچکا اور اسی کے مثل حدیث شریف مین آیا ہے علی رقبته فرس له حمحمة و شاة
لها ثغاء ونفس لها صياح ورقاع تخفق - کہ اُسکی گردن پر گھوڑا ہنہناتا ہوا ہوگا اور بکری ممیاتی ہوئی اور کوئی نفس
چلاتا ہوا ہوگا اور کپڑون کے پارچے اڑتے ہوے ہونگے - مین کہتا ہون اسکی اصل یہ ہے کہ جس چیز مین گناہ واقع ہوا ہے
اُسی کی صورتمین وہ متمثل ہوگا اور اُسکا اُٹھانا اُسکا بار اُسکے ساتھ تکلیف پاتا ہے اور اُسکا آواز دینا لوگون پر اُس
گناہ کو مشہور کرکے اُسکو سزا دینا ہے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے اذا وجدتم الرجل قد غل فاحرقوا متاعه واضربوه
جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ اُسنے خیانت کی تو اُسکا سب اسباب جلادو اور مارو - حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے ایسا
عمل کیا - مین کہتا ہون اسمین اُس خائن کو زجر کرنا اور لوگون کو ایسے فعل سے باز رکھنا ہے - اور معلوم کرو کہ کفار سے جو مال
لیے جاتے ہین اُنکی دو قسمین ہین ایک تو وہ مال ہے جو گھوڑون اور اونٹون کے دوڑانے اور قتال کے صدمات اُٹھانے سے
حاصل ہوتا ہے اُسکا نام غنیمت ہے اور ایک وہ مال جو بغیر قتال کے اُنسے حاصل ہوتا ہے مثلاً جزیہ و خراج و عشور جو اُنکے تجار سے
لیے جاتے ہین اور وہ مال جو صلح کرکے دین وہ خرچ کرتے ہین یا وہ پریشان ہوکر اُسکو چھوڑ بھاگتے ہین غنیمت مین خمس
نکالا جاتا ہے اور وہ خمس اُن مواضع مین صرف کرنا چاہیے جنکا خدایتعالے نے قرآن پاک مین ذکر فرمایا ہے واعلموا
انما غنمتم من شیء فان لله خمسه وللرسول ولذی القربی والیتمی والمساکین وابن السبیل - اور اس بات کو جان لو
کہ تمنے جو کچھ مال غنیمت حاصل کیا ہے پس خدایتعالی اور رسول اور اقارب اور یتیمون اور مساکین اور مسافر کے لیے ہے پس
آنحضرت صلعم کے بعد آپکا حصہ مسلمانون کے مصالح مین بترتیب خرچ کرنا چاہیے اور ذوالقربی کا حصہ بنی ہاشم اور بنی مطلب
خواہ محتاج ہون یا غنی مرد ہون یا عورت خرچ کرنا چاہیے - اور میرے نزدیک مقادیر کے تعین کرنے مین امام کو اختیار ہے
اور حضرت عمر آل رسول کے لیے بیت المال سے زیادہ حصہ دیا کرتے تھے اور انمین سے جو لوگ قرضدار اور نکاح اور حاجتمند ہوا کرتے تھے

آنکی اعانت کیا کرتے تھے اور یتیمون کا حصہ چھوٹے چھوٹے محتاج بچون کو جنکا باپ نہو دینا چاہیے اور فقراء و مساکین کا حصہ
فقراء و مساکین کو دینا چاہیے مگر امام کو اسکا اختیار ہے کہ اپنے اجتہاد ورائے کے موافق اسکی تعیین کرے اور الاہم فالاہم کو مقدم
اور اپنے اجتہاد کے موافق عمل کرے اور پانچ حصہ مین سے باقی چار حصے غانمین مین تقسیم کرے اور اولاً لشکر کے حال مین اسکو اجتہاد
کرنا چاہیے پس جسکو زیادہ دینا مسلمانون کی مصلحت کے مناسب ہو اسکو زیادہ دے اور اسکی تین صورتین ہین ایک تو یہ
کہ مثلاً امام دار الحرب مین داخل ہوا اور رستے ایک کسی قریہ کے لوٹنے کو ایک فوج روانہ کی تو خمس کے بعد ربع یا ثلث اسکو مقرر
کردے پس وہ فوج جسقدر مال لیکر آئے اسکا خمس تو علحدہ کرے اور باقی کا ربع یا ثلث اس فوج کو دیکر اس سے جو باقی رہے وہ
غنیمت مین شامل کردے - دوسری یہ صورت ہے کہ امام اس شخص کے لیے ایسے کام کے بدلہ جسمین مسلمانون کا نفع ہو کچھ
مقرر کردے مثلاً امام کہدے کہ جو شخص اس قلعہ پر چڑھجاوے تو اسکے لیے اسقدر مال دیا جائیگا یا جو کسی کو قید کر لائے تو
اسکو اسقدر مال دیا جاویگا اور جو کسی کو قتل کرے تو اسکا اسباب اسکو دیا جاویگا پس اگر مسلمانون کے مال مین سے یہ مقرر کیا ہے
تب تو اسمین سے دے اور اگر غنیمت مین سے مقرر کیا ہے تو خمس نکالنے کے بعد جو باقی رہا ہے تو اسمین سے دے اور تیسری صورت یہ ہے کہ
امام خاص کر بعض غانمین کو کچھ مال دیدا اسلیے کہ دشمنون کو اس سے خوف زیادہ ہو اور مسلمانون کا اس سے نفع زیادہ ہو
جسطرح آنحضرت صلعم نے سلمہ بن اکوع کو جنگ ذی قرد مین سوار و پیدل کا حصہ عطا فرمایا اسلیے کہ آنکی ذات سے
مسلمانون کو بہت نفع پہونچا تھا اور میرے نزدیک صحیح یہ بات ہے کہ مقتول کے اسباب کا قاتل مستحق ہوتا ہے خواہ قبل
از قتل امام کے مقرر کرنے سے خواہ بعد کو نفل کے طور پر دینے سے اور امام کو چاہیے کہ حصہ سے کم اسقدر مال ان عورتون کے لیے
جو زخمیون کی دوا دارو کرتی ہین اور کھانا پکاتی ہین اور مجاہدین کا کام کرتی ہین اور غلامون اور بچون اور اہل ذمہ
کے لیے جنکو امام نے اجازت دیدی ہے جدا کر دے اگر مجاہدین کو انسے نفع پہونچا ہو اگر امام کو معلوم ہو کہ مال غنیمت مین سے
کچھ مال کسی مسلمان کا ہے جسکو کفار ظفر یاب ہو کر لیگئے تھے بغیر کچھ لیے وہ مال اسکو دیدے اور باقی مال کو تمام ان لوگون پر
تقسیم کر دے جو لڑائی مین موجود تھے اسطرح کہ سوار کو تین حصے اور پیدل کو ایک حصہ اور میرے نزدیک اگر مناسب سمجھے اور
شتر سوار یا تیر انداز کو کچھ زیادہ حصہ دے یا گھوڑے کے سوار کو بیل وغیرہ کے سوار پر ترجیح دے تو اسکو اختیار حاصل ہے
مگر اہل رائے سے اسکو ایسے امر مین شورہ کر لینا چاہیے تاکہ اسکی وجہ سے لوگ اسکی امامت مین مختلف نہو جائین اور
حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کی سیرت مین اس باب کے اندر جو کچھ اختلاف ہے اسمین تطبیق کی وجہ یہی ہے - اور جس
شخص کو امام لشکر کی کسی مصلحت سے روانہ کرے اسکو بھی حصہ دے اگرچہ وہ لڑائی مین موجود نہو مثلاً قاصد یا طلیعہ یا جاسوس
جسطرح جنگ بدر مین حضرت عثمان رض کو غنیمت مین حصہ دیا گیا - اور جو مال بطور فی کے حاصل ہو اسکو ان مواضع مین صرف
کرنا چاہیے جسکا خدا تعالی نے اس آیت مین بیان فرمایا ہے ما افاء اللہ علی رسولہ من اہل القری فللہ وللرسول
ولذی القربی والیتمی والمساکین وابن السبیل الی قولہ رؤف رحیم - اور جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس آیت کو
پڑھا فرمایا کہ اسنے تمام مسلمانونکا احاطہ کر لیا آپ اہم فالاہم کیطرف صرف کرتے تھے اور فی صرف کرنے کے اندر مسلمانونکی
مصلحتون کیطرف غور فرماتے تھے نہ اپنی کسی خاص مصلحت کیطرف اور فی کی تقسیم کرنے کی کیفیت یہی مختلف طریقہ ہین

آنحضرت صلعم تو جس روز فئی آتی اسی روز اُسکو تقسیم کر دیتے تھے بیوی والیکو دو حصے اور غیر اہل والیکو ایک حصہ حضرت ابوبکر صدیقؓ حر اور غلام دونوں میں تقسیم کرتے تھے اور اُنکو کفایت حاجت کا لحاظ تھا اور حضرت عمرؓ نے سوابق اور حاجتوں پر دیوان مقرر کیا تھا۔

اور اصل اسمیں یہ ہے کہ باہمی آنکے یہ اختلافات جو واقع ہوے وہ اس بات پر محمول ہیں کہ ہر ایکنے اپنے اجتہاد کے موافق ایسا کیا تو موافق اپنی مصلحت وقت کے ہر ایک نے کوشش کی اور جن اراضیات پر مسلمان غالب آگئے اُنمیں امام کو اختیار ہے چاہے باہم غانمین کے اُنکو تقسیم کر دے چاہے مجاہدین پر اُنکو وقف کر دے جیساکہ آنحضرت صلعم نے خیبر میں کیا کہ نصف اسمیں کی تقسیم کر کے نصف کو وقف کر دیا اور حضرت رضی اللہ عنہ نے ارض سواد کو وقف کیا تھا۔ اور اگر امام چاہے تو اراضیات کو بارے کفار ذمیوں کے لیے روک رکھے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ہر بالغ سے دینار یا اُسکے برابر مینی کپڑا اخذ کریں اور حضرت عمرؓ نے متمولین پر اڑتالیس درہم اور متوسطین پر چوبیس درہم اور غریب پر جو مزدوری کرتا ہو بارہ درہم مقرر کیے۔ اور اسی جگہ سے معلوم کرنا چاہیے کہ اسکا اندازہ امام کی راے پر ہے جو اسکی مصلحت کا مقتضی ہو عمل میں لائے اور اسی لیے اُنکی سیرتوں اور عادتوں میں اختلاف ہے اور میرے نزدیک خراج کے مقابلہ میں بھی یہی حکم ہے اور تمام اُن امور میں جنمیں رسول خدا صلعم اور آپکے تمام خلفا کی عادات مختلف ہیں اور خدا تعالی نے ہمپر غنیمت اور فئی کے مباح کرنے کی یہی وجہ ہے جو آنحضرت صلعم نے بیان فرمائی ہے جیساکہ آپنے فرمایا ہے کہ ہمسے پہلے کسی کے لیے غنیمت نہیں حلال کی گئی کیونکہ جب خدا تعالی نے ہمارے اندر ضعف اور عجز دیکھا تو غنائم کو ہمارے لیے حلال کیا اور آپنے فرمایا کہ خدا تعالی نے میری امت کو سب امتوں پر فضیلت عطا فرمائی اور ہمارے لیے غنیموں کو حلال گردانا اور قسم اول میں ہمنے اسکی تشریح کر دی ہے پس یہان اُسکے اعادہ کی حاجت نہیں۔ اور مصارف کی اصل یہ ہے کہ بلا شبہہ اصول مقاصد کے چند امور ہیں۔ ازانجملہ اُن آدمیوں کا باقی رکھنا جو کسی چیز پر قادر نہیں ہیں خواہ اپاہج ہونے کیوجہ سے خواہ تنگدست ہونے کی وجہ سے خواہ اس سبب کہ اُنکو اپنے مال سے بعد ہو گیا ہے۔ اور ازانجملہ شہر کی سرحدیں قائم رکھنا اور لشکر اور ہتھیاروں اور گھوڑوں کا خرچ اُٹھا کر کفار سے محفوظ رکھنا ہے اور ازانجملہ شہر کا انتظام اور بندوبست کرنا اور پاسبانوں اور قضات اور محتسبوں کا مقرر کرنا اور حدود کا قائم کرنا۔ اور ازانجملہ دین کی حفاظت کے لیے خطبا اور واعظین اور ائمہ اور مدرسین کا مقرر کرنا اور ازانجملہ منافع مشترکہ میں مثلاً نہروں کا نکالنا اور پل بنانا وغیرہ۔ دوسرے یہ کہ شہر دو قسم کے ہیں ایک تو وہ شہر ہیں جنکے باشندے صرف مسلمان ہیں مانند ملک حجاز کے یا مسلمان اُنمیں اور قوموں کی نسبت زیادہ رہتے ہیں۔ دوسرے وہ شہر ہیں جنکے اکثر باشندے کفار لوگ ہیں اور بزور تلوار یا صلح کر کے مسلمانوں نے اُن شہروں پر قبضہ کیا ہے۔ دوسری قسم کے شہروں کے لیے فوج اور ہتھیاروں اور پاسبانوں اور قضات اور عمال کی ضرورت ہے اور پہلے قسم کے شہروں میں ان چیزوں کی زیادہ حاجت نہیں ہے اور شرع کو یہ منظور ہے کہ بیت المال میں جو مال مجتمع ہے وہ اُن شہروں پر مناسب طریقے سے تقسیم کیا جاوے پس زکوۃ اور عشر کا مصرف وہ مقرر کیا گیا جسمیں اوروں کی نسبت محتاجوں کی زیادہ تر نفع ضرورت ہے اور غنیمت کا مصرف وہ لوگ مقرر کیے گئے جنسے لڑائی کا انتظام اور دین کی حفاظت اور شہر کا انتظام زیادہ تر ہے

لہذا غنیمت مین سے یتیم اور مسکین وغیرہ کا حصہ بہ نسبت صدقات کے حصے کے کم قرر کیا گیا اور مجاہدین کا حصہ بہ نسبت صدقات کے غنیمت مین سے زیادہ مقرر کیا گیا اور چونکہ غنیمت گھوڑے اور اونٹ اور لڑائی مشقت سے حاصل ہوتی ہے پس مبارک اُن لوگون کو غنیمت سے حصہ دیا جاوے وہ غنی نہین ہو سکتے اور شرائط طلبہ جو لوگون پر مقرر کی گئی ہین اُنکے اندر خلقت کے حال کا ملحوظ رکھنا اور رغبت عقلی کے ساتھ رغبت طبعی کا جمع کرنا ضروریات سے ہے اور اُنکی رغبت طبعی اسطرح حاصل ہو سکتی ہے کہ قتال کے عوض مین اُنکو کچھ مال دیا جاوے لہذا پانچ حصون مین سے چار حصے مال غنیمت مین غانمین کے لیے مقرر کیے گئے اور فی یعنی وہ غنیمت جو بلا مشقت ہاتھ آئے صرف رعب کیوجہ سے حاصل ہوتی ہے چونکہ وہ بلا مشقت حاصل ہوتی ہے لہذا اُسکا خاص قسم کے لوگونمین تقسیم کرنا ضروری ہوا اور اہم فالاہم کی تقدیم کی گئی - اور خمس کی اصل یہ ہے کہ ایام جاہلیت مین ربع کا قدیمی دستور تھا جو شخص قوم کا رئیس اور انکا پشت پناہ ہوتا تھا وہ اُس ربع کو لیلیا کرتا تھا یہ بات اُنکے دلونمین قرار پاچکی تھی اور یہ خیال نہ تھا کہ اُسکو نکال لینے سے اُنکے دلمین ناگواری پیدا ہوا سی کے بیان مین ایک شاعر کہتا ہے شعر وان لنا المرباع من کل غارة ٭ تکون بنجد او بارض التهائم ٭ ہر لوٹ مین ہمارا چہارم حصہ ہے خواہ وہ نجد مین ہو خواہ تہائم کے ملک مین - پس خدا تعالے نے خمس کو اُنکے قدیمی دستور کے قریب قریب شہر اور دین کی ضروریات کے لیے مقرر فرمایا جسطرح خدا تعالے نے انبیاء پر اُنکے دستور کے موافق آیات نازل فرمائی ہین اور وہ ربع اُس شخص کو ملا کرتا تھا جو اُنکا سردار اور پشت پناہ ہوتا تھا تاکہ اسمین اُسکی عظمت اور عزت ثابت ہو اور علاوہ بریں وہ شخص سب کے کام مین مصروف ہوتا ہے اور اُسکو بہت خرچ کی حاجت رہتی ہے پس خدا تعالی نے وہ خمس آنحضرت صلعم کے لیے مقرر فرمائی اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگون کے کام مین مشغول ہونے کیوجہ سے اتنی کہان فرصت تھی جو اپنے اہل و عیال کے لیے کسب کرتے لہذا ضرور ہوا کہ آپکا نفقہ مسلمانون کے مال مین مقرر ہو اور علاوہ بریں نصرت اور مدد الہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت اور آپکے رعب کیوجہ سے جو آپکو اللہ پاک نے عنایت فرمایا تھا حاصل ہوئی ہے پس آپکا مال ایسا ہوا کہ گویا آپ ہر جنگ میں خود موجود ہے - اور دوسری یہ خمس ذوی القربی کے لیے خدا تعالی نے مقرر فرمائی کیونکہ سب لوگون سے زیادہ آنحضرت کے ذوی القربی کو حمایت اسلامی ہے اسواسطے کہ اُنمین حمایت دینی اور حمایت نسبی دونون موجود ہین کیونکہ اُنکا سارا فخر دین محمدی کے بلند ہونے مین ہے - اور نیز اسمین آل نبی صلعم کی تعظیم پائی جاتی ہے اور اس مصلحت کا نتیجہ دین کیطرف راجع ہوتا ہے - اور جبکہ علماء اور قراء کی تعظیم مین دین کی تعظیم ہے تو ذوی القربی کی تعظیم مین بطریق اولی دین کی تعظیم ہوگی - اور ایک محتاجون کے لیے مقرر کیا گیا اور خدا تعالی نے محتاجون کا انضباط مساکین اور فقراء اور یتامی کے ساتھ فرمایا - اور حدیث شریف سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خمس مین سے مولفۃ القلوب وغیرہم کو بھی عطا فرماتے تھے - اس تقدیر پر آیت کے اندر پانچ مصارف خاص کا ذکر کرنا اُن مصارف کے مہتم بالشان ہونے کیوجہ سے ہے اور اس بات کی تاکید کرنے کے لیے ہے کہ خمس اور فی کو لیکے صید دیکر ایسے امتیاز لوگ محتاجون کی پروا نہ کرکے نہ لیلیا کرین اور تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے اقارب کیطرف کسی کو بدگمانی کرنے کا موقع نہ ملے - اور انفال اور انعامات اسواسطے مقرر کیے گئے کہ بسا اوقات انسان بغیر طمع کے

جان جو کمون کی جگہ مین اپنے آپکو نہین ڈالتا ہے اور یہ ایسی جبلت اور پیدائشی بات ہے جسکی رعایت ضروریات سے ہے۔ اور گھوڑے کے سوار کو پیدل کے حصہ سے سہ چند اسواسطے مقرر کیا گیا کہ سوار سے مسلمانون کو زیادہ تر قوت اور نفع ہوتا ہے اور اسکو زیادہ تر مشقت کرنی پڑتی ہے اگر تم لشکرون کا حال دیکھو تو اس بات کا تمکو یقین ہو سکتا ہے کہ اگر سوار کو پیدل کے حصے سے چند نہ دیا جاوے اور کچھ کمی کیجاوے تو وہ راضی نہین ہو سکتا اور اسکی محنت کے اعتبار سے وہ ناکافی ہوتا ہے۔ تمام عرب و عجم باوجود اختلاف احوال و عادات کے اس بات پر متفق ہین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لئن عشت ان شاء اللہ لاخرجن الیہود والنصاری من جزیرۃ العرب واوصی باخراج المشرکین منہا۔ اگر انشاء اللہ تعالیٰ مین زندہ رہا تو بلاشبہ یہود و نصاریٰ کو جزیرہ عرب سے نکالدونگا اور مشرکون کو وہان سے نکالدینے کی مین وصیت کرتا ہون یعنی گویا ہون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات معلوم تھی کہ زمانہ کا حال ایک سا نہین رہتا پس ایک وقت ایسا ہوگا کہ اسلام مین ضعف آجائیگا اور اسکی جمعیت منتشر ہو جائیگی پس اگر ایسے وقت مین دشمنان دین کا جزیرہ عرب مین جو اسلام کا اصل الاصول قیام رہا تو ضرور حرمات الٰہی کا ہتک وقوع ہوگا لہذا آپنے دار العلم کے حوالی اور محل بیت اللہ سے نکالنے کا حکم دیا اور نیز کفار کے ساتھ اختلاط کرنے مین دین کے بگڑنے اور قلوب کے بدلنے کا اندیشہ ہے اور چونکہ یہ بات محال تھی کہ تمام ملکون سے بخوف مغالطت انکو نکالدیا جاوے لہذا صرف حرمین شریفین کو انسے پاک کرنیکا حکم فرمایا۔ اور نیز آخر زمانہ مین جو دین کا حال ہونیوالا تھا آپ پر ویسا ظاہر کر دیا گیا چنانچہ آپنے فرمایا ہے ان الدین لیارز الی المدینۃ الخ۔ اور پوری پوری حفاظت کی یہی صورت ہے کہ وہان مسلمانون کے سوا کوئی قوم نہ رہے۔ واللہ اعلم

# معیشت کا بیان

معلوم کرو کہ تمام اقالیم صالحہ کے باشندون کا کھانے و پینے اور پہننے اور قیام و نشست و تمام ہیات و احوال مین آداب کے ملحوظ رکھنے پر اتفاق ہے اور یہ ایک ایسا امر ہے کہ بشرط سلامت مزاج اور ظہور مقتضاء نوعی کے باہمی اجماع اور دیکھابھی کے لحاظ سے گویا ہر ایک جبلت مین داخل ہے اور ان آداب کی رعایت مین لوگونکے طریقے مختلف ہین بعض فرقے حکمت طب کے قواعد کے موافق ان آداب کی رعایت کرتے ہین اور تمام احوال و افعال مین ان آداب کا بیان کرتے ہین کہ طب تجربہ کے اعتبار سے انمین نفع ہی کی امید ہوتی ہے اور ضرر کا خوف نہین ہوتا۔ اور بعض فرقے قوانین احسان کے موافق یعنی جسطرح انکا دین انکو حکم کرتا ہے ان آداب کو عملین لاتے ہین اور بعض فرقون کو اپنے بادشاہون اور حکما اور درویشون کے آداب عملین لانے مقصود ہوتے ہین۔ اور بعض لوگ اور طریقون کے موافق انکا برتاو کرتے ہین چونکہ انمین سے بعض آداب مین منافع مترتب ہوتے ہین۔ لہذا انپر آگاہ کرنا اور ان منافع کے لحاظ سے انکا حکم دینا ضروری ہوا اور بعض آداب مین مفاسد پیدا ہوتے ہین لہذا ضروری ہوا کہ انسے نہی کیجاوے اور لوگون کو ان آداب پر آگاہ کیا جاوے۔ اور بعض آداب مین دونون باتون سے ایک بات بھی نہین پائی جاتی۔ لہذا ضروری ہوا کہ وہ مباح چھوڑ دئے جاوین اور انکی اجازت دیجاوے پھر آداب کی تنقیح و تفتیش بھی منجملہ ان مصالح کے ٹھہری جنکے پورا کرنیکے لیے

آنحضرت صلعم کو مبعوث کیا ہے اور اصل اسکے اندر چند باتین ہین ایک تو یہ کہ ان اشغال مین مصروف ہونے سے ذکر الٰہی نسیان ہوتا ہے اور قلب کی صفائی مین کدورت پیدا ہوتی ہے پس ضروری ہوا کہ اس سم کا کسی تریاق سے علاج کیا جاے اور وہ تریاق یہ ہے کہ ان اشغال مین مشغول ہونے سے قبل اور بعد اور حالت اشتغال مین کچھ اذکار مقرر کیے جاوین تاکہ قلب کو ان اشتغال کے اندر بالکل انہماک نہو جائے اور ان اذکار مین منعم حقیقی کا ذکر اور جانب قدس کی طرف میلان فکر نہ پایا جاوے ۔ اور ایک یہ ہے کہ بعض افعال و ہیأت کو مزاج شیطانی سے مناسبت ہوتی ہے اسطور پر کہ اگر کسی کے خواب یا بیداری مین شیطان متمثل ہو کر نظر آوے بالاحتمال ان افعال مین سے کسی نہ کسی فعل کے ساتھ وہ متلبس ہوتے ہین پس انسان کو ایسے افعال کے ساتھ متلبس ہونا شیاطین کے ساتھ نفرت اور شیاطین کے اوصاف قبیحہ کے اس شخص کے دل مین نقش ہونیکا سبب ہین پس ضرور ہوا کہ ان افعال سے خواہ کراہتہ خواہ تحریماً مقتضائے مصلحت کے موافق نہی کیجاے اور وہ افعال یہ ہین کہ مثلاً ایک جوتہ پہنکر چلنا اور بائین ہاتھ سے کھانا وغیر ذلک ۔ اور بعض افعال و صفات انسان کو شیاطین سے دور اور ملائکہ سے قریب ہونیکا سبب ہوتے ہین ۔ مثلاً گھر مین داخل ہوتے اور نکلتے وقت خدا تعالے کا ذکر کرنا اس قسم کے افعال پر رغبت دلانا ضروری ہوا اور ایک ان ہیأت سے اجتناب کرنا جنسے بحکم تجربہ لوگون کی ایذا رسانی ہوتی ہے ۔ مثلاً مکان کی چھت پر بغیر پردہ کے سونا اور سوتے وقت چراغ کا گل نکرنا چنانچہ رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے کہ چوہا گھر کو جلا دیتا ہے ۔ اور ازانجملہ عجمیون کے ساتھ ان عادت مین مخالفت کرنا ہے جنکے وہ لوگ عادی ہین مثلاً ہر چیز مین نہایت درجہ کا تکلف کرنا اور نہایت بیفکری سے دنیا کے اندر منہمک ہونا ۔ کیونکہ یہ امور یاد الٰہی سے بھلاتے ہین اور کثرت سے دنیا کے طلب کرنے اور قلوب کے اندر دنیا کے لذائذ متمثل ہونے کا سبب ہے پس ضروری ہوا کہ ان سب مین سے ان امور کو خاصکر حرام کیا جاے جو سب تکلفات مین بڑھکر ہے مثلاً حریر اور قسی اور میاثر اور ارجوان اور وہ کپڑے جنمین حیوانات کی صورتین بنی ہوئی ہون ۔ اور سونے چاندی کے برتن اور معصفر یعنی کسم کے رنگے ہوے کپڑے اور خلوق وغیرہ اور باقی اور عادات کو عام طور پر مکروہ کیا ہے اور ادواعیش کی اکثر چیزون کا ترک کرنا مستحب ہے اور ازانجملہ ان ہیأت سے اجتناب چاہیے جو منافی وقار کے ہین اور نیز ان ہیأت سے جو انسان کو دیوانیون مین لاحق کر دیتی ہین ان لوگون مین سے جو احکام نوع کے لیے ہین فارغ ہوے ہین تاکہ افراط اور تفریط مین میانہ روی حاصل ہو ۔

# کھانے اور پینے کی چیزون کا بیان

معلوم کرو جبکہ انسان کی سعادت انھین اخلاق اربعہ کے اندر ہے جنکو ہم ذکر کر چکے ہین اور اسکی شقاوت انکے اضداد کے اندر ہے لہذا حفظ صحت انسانیا ور دفع ہونے امراض نفسانیہ کے لئے واجب ہوا کہ ان اسباب سے جو مزاج انسانی کو دو جانبون مین سے کسی ایک کی طرف بدلدیتے ہین ۔ ازانجملہ وہ افعال ہین جنکے ساتھ نفس متصف ہوتا ہے اور اسکے تصورات مین داخل ہو جاتے ہین ان افعال کا ہم کافی بیان کر چکے ہین اور ایک وہ امور ہین جنسے نفس متـ

صفات دنیہ جو شیاطین کے ساتھ مشابہت اور ملائکہ سے بُعد پیدا ہونے کا سبب ہوتے ہین اور اخلاق صالحہ کے
خلاف صفات کو پیدا کرتے ہین خواہ اُس شخص کو اس بات کی حس ہو یا نہو پس جو نفوس ملحق بملاء اعلیٰ اور اونکے ہمیشہ
ہمراہ ہین خطیرۃ القدس مین سے ان امور کی بدمزگی کا ادراک اسطرح حاصل ہوتا ہے جسطرح طبیعت کو تلخی اور بدمزگی کا ادراک
ادراک ہوتا ہے ایسے امور کی نسبت خداتعالیٰ کے الطاف اور اُسکی رحمت کا مقتضیٰ ہوتا ہے کہ ان امور کے اصول اور
چیزون کے ساتھ جنسے وہ امور منضبط ہین اور اُنکا اثر ظاہر ہے کسی پر پوشیدہ نہین ہے لوگون کو مکلف کیا جائے اور چونکہ
تغیر بدن اور اخلاق کے تغیر کے اسباب مین سے زیادہ تر قوی سبب غذا ہے لہذا ضروری ہوا کہ وہ اصول غذا کے لحاظ سے
ہون پس ان سب سے زیادہ تر قوی الاثر ایسے جانور کا کھانا ہے جسکی صورت مین کوئی قوم مسخ کی گئی ہے اسلیے کہ جب
خداتعالیٰ کی لعنت اور اُسکا غضب کسی انسان کیطرف متوجہ ہوتا ہے تو اسکے سبب سے انسان کے اندر ایک ایسا مزاج
پیدا ہوجاتا ہے جو صحت انسانی سے اسقدر بعید ہوتا ہے کہ وہ شخص انسان کی صورت نوعیہ سے بالکل خارج ہوجاتا ہے
بدن انسانی کے عذاب دینے کی صورتون مین سے ایک صورت ہے اور ایسے وقت مین اُسکا مزاج انسانی صورت سے
نکلکر کسی خبیث جانور کی صورت پکڑ جاتا ہے جس سے طبیعت سلیمہ کو نفرت ہوتی ہے ایسے وقت مین کہا جاتا ہے کہ
خداتعالیٰ نے اُس شخص کو مسخ کرکے بندر یا خنزیر بنا دیا۔ پس خطیرۃ القدس مین اسکے متعلق یہ علم متمثل ہوجاتا ہے
کہ اس قسم کے جانور اور انسان کے مغضوب علیہ و رحمت الٰہی سے بعید ہوتے ہین ایک مناسبت خفیہ ہے ۔ اُنمین
اور اُس طبیعت سلیمہ مین جو اپنی فطرت پر باقی ہے نہایت درجہ کا بُعد ہے پس لامحالہ ایسے جانور کا کھانا اور اُسکو اپنے
بدن کا جزو گردانا نجاست کے ساتھ اختلاط کرنے اور اُن افعال کے عمل مین لانے سے جو غضب کو ہیجان مین لاتے ہین
زیادہ تر بُرا ٹھہریگا لہذا ہمیشہ سے خطیرۃ القدس کے ترجمان یعنی حضرت نوح کیوقت سے تمام انبیاء علیہم السلام خنزیر کو حرام
کرتے اور لوگون کو اُس سے بعید رہنے کا حکم کرتے چلے آئے ہین حتیٰ کہ عیسیٰ علیہ السلام اُسکو نازل ہوکر قتل ہی کردینگے
اور غالباً خنزیر کو کوئی فرقہ کھایا کرتا تھا لہذا شرائع مین نہایت شدت کے ساتھ نہی کی گئی اور اُسکے ترک کرنے کا حکم
دیا گیا۔ اور بندر و چوہا ایسے جانور ہین کہ اُنکو ہرگز کوئی قوم نہین کھاتی اسلیے اُنسے نہی کرنے مین تاکید شدید کی ضرورت
نہوئی جناب رسول خدا صلعم نے گوہ کی نسبت فرمایا ہے کہ خداتعالیٰ نے بنی اسرائیل کے کسی قبیلہ پر جب غصہ ہوگیا تو اُنکو چارپایون
کیصورت مین جو زمین پر چلتے ہین مسخ کردیا نہین معلوم کہ شاید گوہ بھی انھین مین سے ہو۔ اور خداتعالیٰ فرماتا ہے
جعل منہم القردۃ والخنازیر وعبد الطاغوت ۔ کردیا انمین سے بندر اور خنزیر اور پرستش کرنیوالے شیطان کے
اور اسی کی مثل یہ ہے کہ جس زمین مین خسف یا عذاب نازل ہوا ہے اُس زمین مین ٹھہرنا مکروہ ہے اور مغضوب علیہم کے
ہیات بنانا مکروہ ہے کیونکہ ان اشیاء کے ساتھ اختلاط کرنا نجاسات کے ساتھ اختلاط کرنے سے کم نہین ہے۔ اور
اشیاء کے ساتھ ملتبس ہونیکا اثر اُن ہیات کے ساتھ ملتبس ہونیکے اثر سے کم نہین ہے جو مزاج شیطانی کا مقتضی ہے
اور انکے بعد اُس جانور کا کھانا ہے جسکی سرشت مین ایسے افعال داخل ہین جو ان اخلاق کے مضاد ہین جو انسان سے
مطلوب ہین حتیٰ کہ وہ ضرورت کیوجہ سے اُنکی فطرت ثانیہ ہوگئی ہے اور وہ ضرب المثل ہوگیا ہے اور طبائع سلیمہ اُسکو خبیث جانتی ہین

اور اُسکے کھانے سے اعراض کرتی ہین مگر بار خدایا وہ گروہ جو قابل اعتبار کے نہین ہین اور وہ جانو جسمین اس معنی کا
کمال ہوگیا اور اُسکا ظہور بین ہوگیا اور تمام عرب وعجم نے اُسکو مان لیا وہ چند ہین ازانجملہ ایک وہ حیوان سبعی ہین جنکی
خلقت مین خدش یعنی چھیلنا نچونا وغیرہ ہے اور زخم اور دبدبہ اور قساوت قلبی ہے اسی لیے رسول خدا صلعم نے
بھیڑیے کے باب مین فرمایا ہے او یاکلہ احد۔ کیا اُسکو کوئی کھاتا ہے اور ازانجملہ وہ حیوانات ہین جنکی خلقت مین
آدمیون کو تکلیف پہونچانا اور اُنسے کسی چیز کا اُچک لیجانا اور اُنپر لوٹ کرنے کی غرض سے فرصت کے منتظر رہتے ہین
اور اسمین الہام شیطانی کا قبول کرنا جیسے کوا اور چیل اور چھپکلی اور مکھی اور سانپ اور بچھو وغیرہ اور ازانجملہ وہ حیوانات
ہین جنکی خلقت مین ذلت اور گڑھون مین چھپا رہنا ہے مثل چوہے اور حشرات الارض کے اور ازانجملہ وہ حیوانات ہین
جو نجاستون اور ناپاکیون مین اپنی زندگی بسر کرتے ہین اور اُسمین رہتے ہین اور وہی کھاتے پیتے ہین یہانتک کہ اُنکے
بدن اُسمین بھرے رہتے ہین اور ازانجملہ گدھا ہے اور وہ بلاشبہ ذلت اور حماقت مین ضرب المثل ہے اور اکثر اہل عرب
جنکی طبائع سلیمہ تھین اُسکو حرام سمجھتے تھے اور شیاطین کے ساتھ اُسکو مشابہت دیتے تھے جیسا کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے
اذا سمعتم نہیق الحمار فتعوذوا باللہ من الشیطان فانہ رائی شیطانا۔ جبکہ تم گدھے کا رینکنا سنو تو خدا تعالیٰ کی شیطان سے
پناہ مانگو اسلیے کہ اُسنے شیطان کو دیکھا ہے اور تمام اطبا نے اتفاق کر لیا ہے کہ یہ سب جانور بلاشبہ مزاج نوع انسان کے
مخالف ہین لہذا طب کے اعتبار سے بھی اُنکا کھانا نہ چاہیے۔ اور معلوم کرو کہ اس جگہ فیما مور پوشیدہ ہین اُنکے حدود کے
ضبط کرنے اور شکل کی تمیز کرنے کی حاجت پڑی۔ ازانجملہ یہ ہے کہ مشرکین بلاشبہ اپنے معبودون اور بتون کے لیے اُنکو ذبح
کرکے اُنکی طرف اُسکا تقرب کیا کرتے تھے اور اسمین ایک نوع کا شرک تھا۔ لہذا حکمت الہیہ کا مقتضی ہوا کہ اس اشراک سے
نہی کیجاے پھر اُس تحریم کی اسطرح تاکید کیجاے کہ طواغیت کے لیے جو جانور ذبح کیا جاے اُسکے کھانے سے لوگون کو ممانعت کردیجاے
تاکہ اُس فعل سے باز رہین اور نیز ذبح کرنے کی قباحت اُس مذبوح مین بھی سرایت کرجاتی ہے اسکی وجہ ہم صدقہ مین بیان
کرچکے ہین پھر ذبیحہ للطواغیت چونکہ ایک مبہم تھا اسلیے شارع نے ما اہل لغیر اللہ بہ اور ما ذبح علی النصب۔ اور اُس
جانور کے ساتھ جسکو مسلمان اور اہل کتاب کے سوا کسی ملت کا کوئی شخص جسکے دین مین خدا تعالیٰ کے نام کے سوا ذبح کرنیکی
حرمت نہین ہے ذبح کرے انضباط فرمایا اسلیے لازم ہوا کہ ذبح کیوقت خدا کے نام کا ذکر کرنا واجب ہو کیونکہ حلال وحرام مین
بظاہر تمیز کی یہی صورت ہے اور نیز جب حکمت الہیہ نے انسان کے لیے اُن حیوانات کو جو حیات مین اسی کے مثل ہین
مباح کردیا اور اُن حیوانات پر اُسکو قدرت عطا فرمائی لہذا واجب ہوا کہ ان حیوانات کی جان نکالتے وقت اس نعمت سے
غافل نہون اور غافل نہونے کی یہی صورت ہے کہ خدا کا نام اُنپر ذکر کرین چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے لیذکروا اسم اللہ علی
مارزقہم من بہیمۃ الانعام۔ تاکہ خدا کا نام ذکر کرین زبان سے اُس چیز پر جو خدا تعالیٰ نے اُنپر عطا فرمائی ہے بہیمیہ
چارپایون سے اور ازانجملہ یہ ہے کہ تمام ملل حقہ وباطلہ مین مردار جانور حرام ہین ملل حقہ کا اس بات پر اسواسطے اتفاق ہے
کہ حظیرۃ القدس سے اُن ملت والون کو اس بات پر تلقی ہوئی ہے کہ وہ چیزین خبیث ہین اور مذاہب باطلہ کا اسواسطے
اتفاق ہے کہ اُنکے علم مین اکثر مردار چیزون مین اثر سمی ہوتا ہے۔ مردار جانور کے بدن مین مرنے کے وقت اخلاط سمیہ پھیل جاتے ہین

جنکو انسانی مزاج سے منافات ہوتی ہے - پھر اس بات کی ضرورت ہوئی کہ مردار کو غیر مردار سے جدا کیا جاسے پس اُسکا انضباط یون کیا گیا کہ غیر مردار وہ ہے جسکی جان کھانے کی غرض سے نکالی جاے اس باعث سے اُس جانور کا کھانا حرام ہو گیا جو سینگ لگنے یا گیر کر مر جائے یا کوئی درندہ اُسکو کھالے کیونکہ یہ سب خبایث اور موذی چیزین ہین - اور از انجملہ یہ ہے کہ عرب اور یہود تو ذبح اور نحر کیا کرتے تھے اور مجوس گلا مروڑ کر یا پیٹ پھاڑ کر کھا جایا کرتے تھے اور ذبح اور نحر انبیا علیہ السلام کا ہمیشہ سے طریقہ چلا آتا تھا اور اسکے اندر بہت سی مصلحتین تھین ایک تو یہ کہ اسمین ذبیحہ کو زیادہ تر تکلیف نہین ہوتی کیونکہ جان نکالنے کا سب سے آسان طریقہ یہی ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے فلیرح ذبیحتہ - پس چاہیے کہ اپنے ذبیحہ کو آرام دیوے اور شریطۃ الشیطان یعنی نیم بسمل کرکے چھوڑ دینے سے جو آپ نے نہی فرمائی اُسمین یہی راز ہے - اور ایک یہ ہے کہ خون منجملہ نجاسات کے ہے جنکے لگجانے سے کپڑے کو دھو ڈالتے ہین اور اُنسے بچتے رہتے ہین اور ذبح کرنے مین ذبیحہ کا اُس نجاست سے پاک کرنا ہوتا ہے بخلاف گلا مروڑنے اور پیٹ چاک کرنے کے کہ اسمین وہ جانور ملطخ بالنجاست ہو جاتا ہے - اور ایک بات یہ ہے کہ ذبح کرنا ملت ابراہیمی کے شعائر مین سے ہے جسکی وجہ سے اس دین کا آدمی اور دین والون سے متمیز ہو سکتا ہے پس ذبح کرنا ختنہ اور خصال فطرت کے مانند ٹھہرا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چونکہ خدا تعالے نے ملت ابراہیمی کے قائم کرنیکے لیے مبعوث فرمایا ہے اسواسطے آپکے اوپر اُسکا محفوظ رکھنا ضرور ہوا پھر گلا مروڑنے اور پیٹ چاک کرنے سے تمیز معدوم ہوئی اور اُسکی یہی صورت ہے کہ کسی تیز چیز سے کاٹنا اور وہ بھی حلق اور گردن کی جڑ مین یہ وہ چیزین ہین جنسے صحت انسانی کے بحفوظ رکھنے اور مصلحت دینی کے قائم کرنے کے لیے منع کیا اور وہ چیزین جنسے صحت بدنی کو نقصان پہونچتا ہے مثل سموم اور مفترات اُنسے ممانعت کرنیکا حال ظاہر ہے اور جب یہ اصول ممہد ہو چکے تو اب ہم مفصل طور پر بیان کرتے ہین پس ہم کہتے ہین کہ جس چیز کو ماکولات سے خدا تعالے نے منع فرمایا ہے اُسکی دو قسمین ہین ایک تو وہ قسم ہے کہ خدا تعالی نے کسی قسم کے جانور کو کسی صفت کیوجہ سے جو اُس قسم مین پائی جاتی ہے حرام فرمایا ہے اور دوسری وہ قسم ہے جسکو ذبح کی شرط نہ پائے جانے سے حرام کیا ہے اب حیوانات کی کئی قسمین ہین ایک تو گھریلو جانور ہین اُنمین سے اونٹ گاے بیل بھیڑ بکری مباح کیے گئے چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے احلت لکم بہیمۃ الانعام - اُسکی وجہ یہ ہے کہ یہ جانور پاک اور معتدل المزاج اور مزاج انسانی کے موافق ہوتے ہین اور خیبر کے دن گھوڑے کے کھانے کی اجازت دیگئی اور گدھے کے کھانے سے نہی کی گئی اسلیے کہ تمام عرب و عجم گھوڑے کو پسند کرتے ہین اور تمام حیوانات مین گھوڑے کو فضیلت دیتے ہین اور انسان کے ساتھ اُسکو مشابہت ہے اور گدھا اپنی حماقت اور ذلت مین ضرب المثل ہے اور اُسکی خاصیت ہے کہ شیطان کو دیکھکر رینگتا ہے - اور عرب کے پاکیزہ اور ذکی الطبع لوگ اُسکو حرام جانتے تھے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مرغی کا گوشت تناول فرمایا ہے اور مرغابی اور بط بھی مرغی کے مثل ہے اسلیے کہ یہ بھی پاک چیزین ہین اور مرغ کی خاصیت ہے کہ فرشتہ کو دیکھکر بانگ کہتا ہے اور کتا اور بلی حرام کیے گئے اسلیے کہ یہ دونون درندون مین داخل ہین اور حرام چیزون کو کھاتے ہین اور کتا شیطان ہوتا ہے - اور دوسری قسم وحشی یعنی جنگلی جانور ہین ان جانورون مین سے جو جانور نام و صفت مین بہیمۃ الانعام کے مشابہ ہین مثلاً ہرن اور نیل گاے اور شتر مرغ - اور انحضرت رسول خدا صلعم کو کسی نے بطور ہدیہ کے گورخر کا گوشت بھیجا تو آپنے اُسکو تناول فرمایا اور کسی شخص نے

خرگوش کا گوشت آپکو بھیجا تب بھی آپنے اُسکو قبول فرمایا اور ایک مرتبہ آپکے دسترخوان پر لوگون نے گوہ کا گوشت کھایا
اسلیے کہ عرب لوگ ان چیزون کو پاک طیب جانتے تھے اور ایکمرتبہ آنحضرت صلعم نے گوہ کے۔ کھانے کی نسبت یہ عذر کیا کہ
میرے قوم کے ملک مین یہ نہین تھی۔ اسلیے مجھے اچھی نہین معلوم ہوتی اور ایکمرتبہ احتمال مسخ کے ساتھ معذرت فرمائی
اور ایکمرتبہ اُس سے نہی فرمائی اور میرے نزدیک انمین کچھ تناقض نہین ہے۔ کیونکہ اسمین دونون وجہ پائی جاتی ہین کہ غذا کے لیے
ہر ایک کافی ہے مگر مشتبہ چیز کا ترک کرنا ترع مین داخل ہے پر وہ چیز حرام نہین ہوتی اور نہی سے آپکی مراد کراہت تنزیہی ہے
اور آپنے تمام درندون کے کھانے سے نہی فرمائی ہے اسلیے کہ انکی طبیعت اعتدال سے خارج اور انکی عادات بد اور انکے دلمین
رحمت نہین ہوتی اور پرندون مین سے کبوتر اور چڑیا کو مباح کیا اسلیے کہ یہ پاک جانور ہین اور ہر شکاری پرندکے کھانے سے
نہی فرمائی اور بعض جانورون کو آپنے فاسق سے تعبیر فرمائی لہذا اُسکا کھانا بھی ناجائز ہے اور جو جانور مردار اور نجاست
کھاتا ہے یا عرب کے لوگ اُسکو خبیث جانتے ہین اُسکا کھانا مکروہ ہے اللہ پاک فرماتا ہے ویحرم علیہم الخبائث
اور حرام کیا انپر خبیث چیزین اور آنحضرت صلعم کے زمانہ مین ٹڈی کو کھایا کرتے تھے کیونکہ عرب اُسکو پاک جانتے تھے
اور ایک قسم دریائی جانور ہین انمین سے جنکو عرب پاک جانتے ہین اُنکا کھانا مباح کیا گیا ہے مثلاً مچھلی اور عنبر۔ اور جسکو
وہ ناپاک سمجھتے ہین اور حرام جانور سے اُسکا نام لیتے ہین مثلاً خنزیر تو اسمین ادلہ متعارض ہین مگر احتیاط اولیٰ ہے۔
اور ایکمرتبہ آنحضرت صلعم سے کسی نے گھی کی نسبت جسمین چوہا مر گیا تھا سوال کیا تو آپنے فرمایا اُس چوہے اور اُسکے
آس پاس کے گھی کو نکال ڈالو اور باقی کو کھالو۔ اور ایک روایت مین آیا ہے کہ اگر گھی مین چوہا گر پڑے پس اگر وہ گھی
جما ہوا ہے تب تو اُسکا حکم ہے اور اُسکے آس پاس کے گھی کو نکال ڈالین اور اگر پگلا ہوا ہو تو اُسکے گرد نہ پھٹکو۔ مین کہتا ہون
مردار اور وہ چیز جسمین مردار کا اثر ہو جاے تمام ملتون اور امتون مین خبیث ہو جاتی ہے پس اگر وہ خبیث دوسری
پاک چیز سے متمیز ہو تو اُس پاک کو کھا لیا جاے اور ناپاک کو پھینکدیا جاے اور اگر متمیز نہو تو وہ سب حرام ہو جاتی ہے
اور حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر نجاست اور ہر وہ چیز جسمین نجاست پڑی ہو حرام ہو جاتی ہے اور رسول خدا صلعم نے
اُس جانور کے کھانے اور اُسکے دودھ پینے سے منع فرمایا ہے جو نجاست کھاتا ہے۔ مین کہتا ہون اُسکی یہ وجہ ہے جبکہ
اُسکے اعضا نے نجاست کو جذب کر لیا اور اُسکے اجزا مین پھیل گئی تو اُسکا حکم مثل نجاست یا اُس جانور کے ہو گیا جو نجاست
مین اپنی زندگی بسر کرتا ہے رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے احلت لنا میتتان ودمان اما المیتتان الحوت والجراد
والدمان الکبد والطحال۔ ہمارے لیے دو میت اور دو خون حلال کیے گئے ہین لیکن دو میت تو مچھلی اور ٹڈی ہین
اور دو خون جگر اور تلی ہین مین کہتا ہون کید اور طحال دو عضو ہین اعضاء و بدن میں سے مگر یہ دونون خون کے مشابہ
نہین تو آپنے اُنکے اندر جو شبہ تھا اُسکو دور کر دیا اور مچھلی ٹڈی مین دم مسفوح یعنی بہتا ہوا خون ہی نہین ہے
لہذا انکے اندر ذبح مشروع نہین کیا گیا اور آنحضرت صلعم نے گرگٹ کے مار ڈالنے کا حکم فرمایا اور آپنے اُسکا نام فاسق
رکھا اور فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آگ پر یہ پھونک مارتا تھا اور آپنے فرمایا ہے من قتل وزغا فی اول
ضربۃ کتب لہ کذا وکذا وفی الثانیۃ دون ذلک وفی الثالثۃ دون ذلک۔ جو شخص گرگٹ کو پہلے ہی ضرب مین

مارے تو اسکے لیے ایسا او ر ایسا لکھا جاویگا یعنی سو نیکیان لکھی جاوینگی اور دوسری مرتبہ مین اس سے کم اور تیسری
مرتبہ مین اس سے کم۔ مین کہتا ہون بعض حیوان کی خلقت مین یہ بات داخل ہوتی ہے کہ انسے افعال و ہیات شیطانیہ
صادر ہوتی ہین اور وہ حیوانات مین قریب تر شیطان کے ہوتے ہین اور وسوسہ کے اعتبار سے وہ اسکے تابع ہوتے ہین
اور رسول خدا صلعم نے معلوم کر لیا تھا کہ گرگٹ بھی انھین حیوانات مین سے ہے اور اس بات پر آپنے تنبیہ فرمائی کہ وہ
حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آگ کو پھونکتا تھا اسکے کرنے کے لیے اسکا مقتضای طبعی تھا شیطان کے وسوسہ سے
اگرچہ اسکے پھونکنے کا آگ کے اندر کچھ اثر نہ تھا اور اسکے قتل کر نیمین آپنے دو وجہ سے رغبت دلائی ایک یہ کہ اسمین
نوع انسانی کی ایذا کا دفع ہے تو اسکا حال ایسا ہو گیا جیسے شہرون سے درختون ہمی کو قطع کرتے ہین اور سوا
اسکے جسمین یہ خصلت پائی جاسے دوسری وجہ یہ ہے کہ اسمین لشکر شیطانی کا توڑنا ہے اور اسکے وسوسہ کا دور کرنا
اور یہ بات اللہ تعالیٰ اور ملائکہ مقربین کے نزدیک پسندیدہ ہے اسکا مارڈالنا اول ضرب مین دوسری مرتبہ سے
اسلیے افضل ہے کہ اسمین حذاقت اور سرعت الی الخیر پائی جاتی ہے واللہ اعلم اللہ پاک نے فرمایا ہے حرمت علیکم
المیتۃ والدم ولحم الخنزیر وما اہل لغیر اللہ بہ والمنخنقۃ والموقوذۃ والمتردیۃ والنطیحۃ وما اکل السبع الا
ما ذکیتم وما ذبح علی النصب وان تستقسموا بالازلام ذلکم فسق۔ مین کہتا ہون کہ میتۃ یعنی مردار اور خون کے
مردار ہونے کی یہ وجہ ہے یہ دونون نجس ہین اور خنزیر کی یہ وجہ ہے کہ یہ ایسا جانور ہے کہ اسکی صورتمین ایک قوم
مسخ ہو چکی ہے وما اہل لغیر اللہ بہ۔ اور جو اصنام کے نام پر ذبح کیے جاتے ہین اسمین قطعی شرک ہے اور اسلیے کہ
فعل کی برائی مفعول بہ مین سرایت کرتی ہے اور منخنقہ وہ جانور ہے کہ جسکا گلا مروڑا جاوے اور وہ مرجاوے اور موقوذہ
وہ جانور ہے جو بغیر چھری کے مارا جاوے مثل لکڑی اور پتھر سے اور متردیہ وہ جانور ہے جو اوپر سے نیچے گیکر دن کر چڑھے
اور نطیحہ وہ جانور ہے جو سینگ لگکر مرجاوے وما اکل السبع یعنی درندے کے کھانے سے جو بچ رہے۔ یہ سب حرام ہین
اسواسطے کہ ذبیحہ طیبہ کا انضباط شارع نے اس صفت کے ساتھ فرمایا ہے کہ جسکے حلق یا گردن پر کسی تیز چیز کا جان
نکالنے کے قصد سے استعمال کیا جاے۔ پس اس سے لازم ہوا کہ ان سب صورتونمین جو اسکے سوا ہین وہ جانور حرام ہو
اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ان صورتونمین اس جانور کا بہتا ہوا خون اسکے تمام بدنمین پھیل جاتا ہے اور اسکی وجہ سے
اسکا تمام گوشت ناپاک ہو جاتا ہے۔ الا ما ذکیتم۔ یعنی مگر وہ جانور کہ جسکو اسطرح چوٹ لگے یا زخم ہونچ جائے اور
ہنوز وہ زندہ ہو اور پھر تم اسکو ذبح کر لو اور جان کا نکلنا ذبح کرنے کی وجہ سے ہو تو وہ حلال ہے۔ وان تستقسموا بالازلام
یعنی تمھاری قسمت مین جو برائی یا بھلائی ہے جوے کے تیرون سے تم اسکا معلوم کرنا چاہو۔ جاہلیت میں ایسا کیا کرتے
کہ کسی بات کے معلوم کرنے کو وہ تیر پھینکا کرتے تھے ایک تیر مین افعل یعنی کر اور ایک مین لا تفعل یعنی مت کر
اور ایک مین غفل یعنی خالی لکھا ہوتا تھا۔ اور اسکے اندر خدا تعالیٰ پر افترا اور اپنے جہل پر اعتماد پایا جاتا تھا اسواسطے
خدا تعالیٰ نے اس سے نہی فرمائی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے نہی فرمائی ہے کہ نشانہ بازی کے لیے
کسی جانور کو زندہ باندھ دیا جاے اور پھر نشانے لگاکر اسکو مار ڈالین اور اسکا گوشت کھانے سے بھی منع فرمایا ہے

میں کہتا ہوں اہل جاہلیت جانوروں کو باندھکر اُس سے نشانہ بازی کیا کرتے تھے اور اسمیں بلا ضرورت اُس جانور کو ستانا تھا
اور نہ وہ خدا تعالی کے لیے قربانی یا کسی نعمت کا شکریہ ہوتا تھا اسواسطے اس سے نہی کی گئی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے کہ خدا تعالی نے ہر چیز پر احسان لکھا ہے پس جب تم قتل کرو تو اچھی طرح پر قتل کرو اور جب تم ذبح کرو تو اچھی طرح پر
ذبح کرو اور تم میں سے کوئی ہو اُسکو چاہیے کہ اپنی چھری کو تیز کر لیا کرو اور اپنے ذبیحہ کو آرام لینے دیا کرو۔ میں کہتا ہوں کہ تیز
طریقہ جان کے نکالنے کے اختیار کرنیمیں داعیہ رحمت کا اتباع ہے اور یہ وہ خلقت ہے جس سے پروردگار عالم راضی ہوتا ہے
اور اسپر اکثر مصالح منزلیہ اور مدنیہ موقوف ہیں اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ جو کسی جانور کا عضو کاٹا جاے اور جانور
زندہ ہو تو اُسکو مردہ کا حکم ہے میں کہتا ہوں وہ لوگ اونٹوں کے کوہان اور دُنبیوں کی چکیاں کاٹ لیا کرتے تھے
اور اسمیں عذاب دینا تھا اور جو طریقہ خدا تعالی نے ذبح کا مشروع کیا تھا اُسکے خلاف تھا تو آپنے اس سے نہی فرمائی
آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے جو شخص چڑیا یا اُس سے بڑے جانور کو ناحق مار ڈالے تو اللہ عزوجل اُسکے قتل سے استفسار فرمائیگا
آپسے عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ صلعم اور اُسکا حق کیا ہے آپنے فرمایا اُسکا حق یہ ہے کہ اُسکو ذبح کرلے اور اُسکو کھائے
اور یہ نکرے کہ اُسکے سر کو قطع کر دے پھر اُسکو پھینکدے۔ میں کہتا ہوں کہ اس جگہ دو چیزیں مشتبہ ہیں پس باہم اُنکی تمیز
ضروری ہے ایک تو یہ ہے کہ ذبح کرنا حاجت کیوجہ سے ہو اور مصلحت نوع انسانی کے داعیہ کا اتباع ہو اور دوسرا یہ ہے
کہ ملک میں نوع حیوانی کے فاسد کرنیمیں سعی ہو اور قساوت قلبی یعنی بیرحمی کے داعیہ کا اتباع ہو اور معلوم کرو کہ
شکار بازی عرب کی عادت اور اُنکی عورت فاشیہ تھی حتی کہ شکار بازی منجملہ اُنکے اُن پیشوں کے جنپر اُنکی معاش
موقوف ہے ایک پیشہ تھا پس آنحضرت صلعم نے اُسکو مباح کر دیا اور اسکی کثرت میں جو برائی تھی اُسکو اپنے اس قول
کے ساتھ ظاہر کر دیا من اتبع الصید لهی جس شخص نے شکار کا پیچھا کیا اُسنے لہو کا کام کیا۔ اور شکار کے احکام اس پر
مبنی ہیں کہ تمام شروط میں شکار کرنا ذبح کرنے پر محمول ہے بجز اُس شرط کے کہ جسکا نبھانا دشوار ہے اور اُسکے لگانے میں
اکثر کوشش شکار کرنیمیں بیکار جاتی ہے لہذا شکاری جانور کے چھوڑتے یا تیر پھینکتے وقت خدا کا نام لینا شرط کیا گیا
اور شکار کرنیوالے کی اہلیت شرط کی گئی اور ذبح کرنا اور حلق یا گردن شرط نہ کیا گیا اور ایک اس بات پر مبنی ہے کہ
شکار کرنے کی ذاتیات اُسمیں پائی جائیں۔ مثلاً سکھائے ہوے جانور کا قصداً شکار پر چھوڑنا اور اگر یہ بات نہوئی تو
اتفاق سے اُس شکار کا دبالینا ہوگا اور شکار کرنا نہوگا اور ایک یہ کہ اُس شکاری جانور نے اُس شکار کو کھا نہ لیا ہو اور
کچھ کھا لیا ہے تو اُسکی دو صورتیں ہیں یا تو وہ زندہ ملگیا ہو اور اُسنے اُسکو ذبح کر لیا ہو تب تو وہ حلال ہے ورنہ حرام ہے
تاکہ معلم کے معنی پائے جائیں اور ما اکل السبع سے تمیز ہو جاے اور آنحضرت صلعم سے جب شکار اور ذبایح کے احکام دریافت
کیے گئے تو آپنے انھیں اصول کے موافق جواب ارشاد فرمائے کسی نے عرض کیا کہ ہم اہل کتاب کے ملک کے باشندے ہیں کیا ہم
اُنکے برتنوں میں کھا لیا کریں اور ہم شکار کے ملک میں رہتے ہیں اپنی کمان اور اپنے کتے معلم و غیر معلم سے شکار کرتے ہیں
تو ہمکو کیا بات مناسب ہے رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ اہل کتاب کے برتنوں کا جو تو نے حال بیان کیا پس اگر تمکو اور برتن
میسر ہوں تب تو ان برتنوں میں کھاؤ اور اگر میسر نہوں تو اُنھیں کو دھو کر کھا لیا کرو اور خدا تعالی کا نام لیکر اپنی کمان سے

جو تو شکار کرے آپ سے کھا لیا کر اور خدا کا نام لیکر اپنے سدھائے ہوئے کتے سے جو تو شکار کرے اسکو کھا لیا کر اور جو بے سدھائے
کتے سے شکار کرے اور اس شکار کو زندہ پائے اسکو ذبح کرکے کھالے ۔ رسول خدا صلعم نے یہ جو فرمایا ہے کہ اگر تمکو اور دین
سے جو پہنچین تو انہیں مت کھایا کرو مین کہتا ہون اسمین ناپسندیدہ بات کا قصد کرنا اور وسواس ہے دل کا مطمئن کرنا ہے
اور کسی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلعم ہم سدھے ہوئے کتون کو چھوڑا کرتے ہین تو آپ نے فرمایا کہ جب تو اپنے کتے کو
چھوڑے تو خدا کا نام لیا کر پس اگر وہ کتا شکار کو تیرے لیے پکڑ رکھے اور تو جو پہنچا اس شکار کو زندہ پالے تب تو اسکو
ذبح کر لے اور اگر تو اسکو جا کر مرا ہوا پائے اور کتے نے اسکو نہ کھایا ہو تو اسکو کھالے اور اگر کتے نے اسکو کھا لیا ہو تو مت کھا
کیونکہ کتے نے وہ شکار اپنے لیے پکڑا تھا اور اگر تو اپنے کتے کے پاس جا کر اور کوئی کتا دیکھے اور شکار مر گیا ہو تو اسکو مت کھا
کیونکہ تجکو اس بات کی خبر نہین کہ ان دونو مین سے کس نے اسکو مارا ہے ۔ اور کسی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلعم مین شکار پر
تیر پھینکتا ہون اور پھر کل کو وہ تیر اس شکار مین گھسا ہوا ملتا ہے تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جب تجکو یقین ہو کہ
تیرے تیر سے وہ مرا ہے اور کسی درندہ کا اثر تجھے نہین معلوم ہو تو اسکو کھالے اور ایک روایت مین یون آیا ہے کہ جب تو
اپنے تیر کو پھینکے تو خدا کا نام لیا کر پھر اگر ایک دن تک وہ شکار تجکو نہ ملے اور پھر اسکے لیے بجز اسکے صرف تیرا اثر ہی کا
اثر دیکھے تو اگر تو چاہے تو اسکو کھالے اور اگر شکار کو پانی مین ڈوبا ہوا دیکھے تو اسکو مت کھا ۔ اور کسی نے عرض کیا کہ ہم ایسا
وہ تیر جسمین پھال اوپر ہو مارتے ہین تو آپ نے فرمایا کہ جو جانور زخمی ہو گیا اسکو کھالے اور جو جانور تیر کی چوڑائی کے
چوٹ لگکر مر جاوے تو وہ جانور موقوذہ ہے اسکو مت کھا اور کسی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلعم یہان چند قوم نئے مسلمان ہین
اور ہمارے پاس گوشت لاتے ہین اور ہمکو نہین معلوم کہ انہون نے اسپر خدا کا نام لیا ہے یا نہین تو آپ نے فرمایا کہ تم خود
خدا کا نام لیکر اسکو کھا لیا کرو ۔ مین کہتا ہون اسکی اصل یہ ہے کہ حکم ظاہر پر دیا جاتا ہے اور کسی نے آپ سے عرض کیا کہ ہم
کل دشمن سے مقابلہ کرنیوالے ہین اور ہمارے پاس چھری نہین ہے کیا ہم بانس سے ذبح کر لیا کرین تو فرمایا جو چیز خون کو بہا دے
اور اسپر خدا کا نام لیا جاوے اسکو کھالے بجز دانت اور ناخون کے اور انکا حال مین ابھی تجھسے بیان کرتا ہون دانت تو
ایک ہڈی ہے اور ناخون حبش کی چھری ہے اور ایک مرتبہ ایک اونٹ بھاگ گیا اور ایک شخص نے تیر مارکر اسکو روک لیا
تو آپنے فرمایا ان اونٹون کو وحشی جانورون کی طرح آدمیون سے نفرت ہوتی ہے جب انکی کوئی بات تمکو مجبور کرے تو
اسکے ساتھ ایسا ہی کرو ۔ مین کہتا ہون چونکہ وہ وحشی ہو گیا تو اسکا حکم مثل حکم شکار کے ہو گیا اور ایک اسی طرح کے
باب مین آپ سے سوال کیا گیا کہ جبکو ... دیکھا کہ اسپر آثار موت کے طاری ہو رہے ہین تو اسنے ایک پتھر
توڑ کر اسکو ذبح کیا آپ نے اسکے کھانے کا حکم فرمایا کہا گیا ہے کہ کھانون مین سے بعض کھانے ایسے ہوتے ہین کہ انکو گناہ
آپ حرج سمجھتے ہین فرمایا کہ اپنے دلمین کسی بات کا اختلاج نکر اسمین نصرانیت کی مشابہت کی تو نے عرض کیا گیا
یا رسول اللہ صلعم اونٹ کو نحر اور گائے و بکری کو ذبح کرتے ہین ہم اور انکے پیٹون مین ہم بچہ پاتے ہین اسکو پھینکدیا کرین
یا کھالین آپ نے فرمایا اگر تمہارا دل چاہے تو اسکو کھالو اسکا ذبح وہی ہے جو اسکی ماں کا ذبح ہے ۔

# کھانے کے آداب کا بیان

معلوم کرو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے کے اندر آداب سکھائے ہیں تاکہ امت کے لوگ عمل میں لایا کریں۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے برکۃ الطعام الوضوء قبلہ والوضوء بعدہ۔ کھانے کی برکت کھانے سے پہلے کلی
کرنا اور اسکے بعد کلی کرنا ہے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کیلوا طعامکم یبارک لکم۔ اپنے طعام کو ناپ لیا کرو کھانے
کے لیے برکت دیجائیگی اور یہ فرمایا ہے اذا اکل احدکم طعاما فلا یاکل من اعلی الصحفۃ ولکن لیاکل من اسفلہا فان البرکۃ
تنزل من اعلاہا۔ تم میں سے جبکہ کوئی کھانا کھائے تو کنارے سے اوپر سے نہ کھائے بلکہ اسکے نیچے سے کھائے کیونکہ برکت
اسکے اوپر نازل ہوتی ہے۔ میں کہتا ہوں برکت کے یہ معنی ہیں کہ نفس سیر ہوجاے اور آنکھوں کو سرور ہو اور دل کو
تسلی ہو اور زیادہ حرص نہو جیسے کوئی کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا اسکا مقصد بیان یہ ہے کہ بسا اوقات ایسا ہوا کرتا ہے
کہ دو شخص ہیں اور انمیں سے ہر ایک کے پاس روپیہ ہیں مگر انمیں سے ایک تو اپنے تنگدست ہو جانیکا اندیشہ لگا رہتا ہے
اور لوگوں کے مال میں اسکو طمع رہتی ہے اور اپنے مال کو خرچ کرنیمیں موقع محل نہیں دیکھتا تاکہ اسکو دین یا دنیا کا کچھ نفع
اور دوسرا ایک کماتا آدمی ہے اور جو لوگ جانتے ہیں وہ دولتمند آدمی ہے اور میانہ روی سے زندگی بسر کرتا ہے اور
اسکا انجام بہتر ہوتا ہے۔ پس دو شخص کے مال میں برکت دیکھی اور پہلے کے مال میں برکت نہ دیکھی اور برکت کے یہ
معنی ہیں کہ ایک شخص اپنی کسی چیز کو اپنی ضرورت میں صرف کرے تو وہ شے اسکے لیے بہ نسبت اپنے امثال کے زیادہ تر کافی
ہوگی۔ اسکی تفصیل یہ ہے کہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ دو شخص ہیں اور ہر ایک انمیں سے ایک مثل کھانا کھاتا ہے مگر ایک کی
طبیعت غذا کو جزو بدن کر لیتی ہے اور دوسرے کے معدہ میں کچھ آفت ہوتی ہے اور کھانا اسکے لیے مفید نہیں ہوتا
بلکہ مضر ہوتا ہے اور بسا اوقات دو شخصوں کے پاس مال ہوتا ہے مگر ایک شخص اپنے مال کو ایسا اسباب کے خریدنے میں صرف
کرتا ہے جسمیں اسکا زیادہ تر نفع ہے اور تدبیر زندگانی میں موقع محل کا لحاظ رکھتا ہے اور دوسرا شخص اپنے مال کو
فضول صرف کرتا ہے اور اسکی ضرورت میں وہ مال کچھ کام نہیں آتا اور ہیات نفسانیہ اور عقائد نفسانیہ کو برکت کے
ظاہر ہونیمیں ایک قسم کا اثر ہوتا ہے چنانچہ رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے فمن اخذہ باشراف نفس لم یبارک لہ فیہ و
کان کالذی یاکل ولا یشبع۔ پس جس شخص نے اسکو حرص نفسانی کے ساتھ لیا اسمیں اسکو برکت نہ دیجاویگی اور وہ
ایسا ہوگا کہ جیسے کوئی کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ اگر ہوا میں کسی لکڑی کو ہاتھ لگا کر رکھدیا جاے تو
اسپر سے چلنے والے کا پیر پھسل جاتا ہے اور اگر اسی لکڑی کو زمین پر رکھدیا جائے تو نہیں پھسلتا۔ پس جب ایک شخص کسی
چیز کیطرف قصد کرتا ہے اور اسکو یہ مقصود ہوتا ہے کہ وہ چیز اسکے لیے کافی ہوجاے اور اس بات پر اپنے نفس کو مطمئن
کردیتا ہے تو یہ اسکی خوشی اور اطمینان خاطر اور قناعت کا سبب ہوجاتا ہے اور بسا اوقات یہ امر طبیعت کے اندر
سرایت کرتا ہے اور وہ طبیعت ضروریات میں اسکو صرف کرتی ہے۔ پس جب ایک شخص نے کھانے سے پہلے اپنے ہاتھ
دھوئے اور جوتہ پیروں سے اتار کر علیحدہ کر دیا اور باطمینان خاطر بیٹھ گیا تو ان باتوں کا اسنے خوب لحاظ کیا اور خدا کا

زبان سے نام لیا تو اُسپر برکت کا فیضان ہو جاتا ہے اور جب کوئی شخص تول ماپ کر اُسکی مقدار اُسکو معلوم ہوتی ہے اور جاننے
کے ساتھ اُسکو اپنی ذات پر صرف کرتا ہے تو اگر کم اسکو اسقدر غلہ کافی ہو سکتا ہے جو دو مردوں کے لیے کافی نہیں ہو سکتا اور
جب غلہ کو بے احتیاطی کے ساتھ ڈالدیا ہے اُس سے دلمیں اُسکے بیقدری ہو جاتی ہے اور اُسکے سبب سے وہ ایک بیقدر چیز ہو جاتا
اور کم از کم غلہ جو اُسکے لیے کافی ہو سکتا ہے وہ اُس غلہ سے جو اور ونکے لیے کافی ہو سکتا ہے زیادہ ہو جاتا ہے اور تیرے گمان میں
یہ بات ضروری ہے کہ کسی پر پوشیدہ نہیں ہے کہ انسان بسا اوقات ایک وقتی حاجت سے زیادہ کھا جاتا ہے یا جلدی چلتے
اور باتیں کرتے اُسکو کھا لیتا ہے اور اُسکے کھانے کا کچھ اثر نہیں ہوتا ہے اور نہ وہ اُسکے بدن میں جزو بدن ہوتا معلوم ہوتا ہے
اور نہ اُس سے اُسکی نیت سیر ہوتی ہے اگرچہ معدہ بھر جاوے اور بسا اوقات ایک رطل کے قدر اندازہ سے لیا جاتا ہے پس
حقیقت میں جو ایک رطل سے زیادہ ہے اُنکے وجود و عدم کیساں ہیں اور وہ کسی کام میں نہ آیا مگر کچھ مدت کے بعد جب
اُس غلہ کو دیکھا تو کم معلوم ہوئی - الحاصل برکت کے پائے جانے اور نہ پائے جانے کے اندر اسباب طبعی ہیں جنکے ضمن میں
کوئی فرشتہ بزرگ یا شیطان مردود مدد کرتا رہتا ہے اور ان اسباب کی صورتمیں روح ملکی یا شیطانی پھونک دیجاتی ہے
واللہ اعلم - اور کھانا کھانے سے پہلے ہاتھ کے دھونے کی یہ وجہ ہے کہ اُسمیں میل دور ہو جاتا ہے اور کھانے کے بعد ہاتھ
دھونے سے کھانے کی بو اور دسومت زائل ہو جاتی ہے اور اس بات کا اندیشہ جاتا رہتا ہے کہ ہاتھوں سے اُسکے کوئی خراب
یا کوئی درندہ اُسکے ہاتھ کو چاب ڈالے یا سانپ بچھو وغیرہ کاٹ لے چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے من بات وفی یدہ
غمر لم یغسلہ فاصابہ شیٔ فلا یلومن الا نفسہ - جس شخص کا ہاتھ کھانے میں سنا ہوا ہو اور اُسکو بغیر دھوئی ہوے سو جاوے
اور پھر اُسکو کچھ تکلیف ہو پہنچے تو اُسکو چاہیے کہ اپنی ہی ذات کو ملامت کرے اور حدیث شریف میں آیا ہے اذا اکل احدکم
فلیاکل بیمینہ واذا شرب فلیشرب بیمینہ - تم میں سے جب کوئی کھائے تو داہنے ہاتھ سے کھاوے اور جب پیئے تو داہنے ہاتھ
سے پیئے - اور حدیث شریف میں آیا ہے لا یاکل احدکم بشمالہ ولا یشرب بشمالہ فان الشیطان یاکل بشمالہ ویشرب
بشمالہ تم میں سے کوئی شخص بائیں ہاتھ سے نہ کھاوے اور بائیں ہاتھ سے نہ پیئے کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے
اور پیتا ہے اور حدیث شریف میں آیا ہے ان الشیطان یستحل الطعام ان یذکر اسم اللہ علیہ - کھانے پر خدا کا نام
لینے سے شیطان اُسکو حلال کر لیتا ہے اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ تم میں سے جب کوئی کھانے پر خدا کا نام لینا
بھول جاوے اور کھالے تو اُسکو یہ کہنا چاہیے بسم اللہ اولہ وآخرہ اور آنحضرت صلعم نے ایسے شخص کی نسبت فرمایا ہے کہ شیطان برابر
اُسکے ساتھ کھاتا رہتا ہے اور جب یہ خدا کا نام لیتا ہے تو کچھ اُسکے پیٹ میں ہوتا ہے قے کر دیتا ہے اور آنحضرت صلعم
فرمایا ہے تم میں سے ہر ایک کے ساتھ اُسکے تمام حالات میں شیطان ساتھ رہتا ہے حتی کہ کھانے کیوقت بھی اُسکے پاس
آکر موجود ہوتا ہے پس جب تم میں سے کسی کے پاس لقمہ گر پڑے تو شیطان کے لیے اُسکو نہ چھوڑے اور اُس لقمہ کو خاک
سے صاف کرکے کھالے میں کہتا ہوں منجملہ اُن علوم کے جو خدا تعالے نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمانے میں
ملائکہ اور شیاطین اور اُنکے زمین کے اوپر منتشر رہنے کا علم بھی اُنہیں سے ہے اُنکا کام ہے کہ ملاءِ اعلیٰ سے عمدہ باتوں کا فیضان
الہام کے طور پر حاصل کر لیتے ہیں اور پھر بنی آدم سے اُن الہامات کو بیان کر دیتے ہیں اور شیاطین کج مزاج میں آکر فاسدہ

پیدا ہوتے رہتے ہین جنکا میلان انتظامات فاضلہ کے بگاڑنے اور حکم وقار اور طبیعت سلیمہ کے مقتضی کی مخالفت کرنیکی طرف
ہوتا ہے وہ ان الہامات کو حاصل کرکے بنی آدم کیطرف جو انکے پیرو ہین بیان کردیتے ہین منجملہ شیاطین کے حالات کے یہ بھی ہے
کہ خواب یا بیداری مین جب وہ کسی کو متمثل ہوتے ہین تو ایسی ہیئت مین انکا ظہور ہوتا ہے جس سے طبیعت سلیمہ کو نفرت ہوتی ہے
مثلاً بائین ہاتھ سے کھانیوالے یا نکٹے وغیرہ کی صورتمین۔ اور منجملہ ان احوال کے یہ ہے کہ کبھی شیاطین کے نفس مین ان صفات
دنیہ کا انتقاش ہوتا ہے جو بنی آدم کے اندر قوت بہیمیہ کی وجہ سے پیدا ہوتی ہین مثلاً بھوک و شہوت جماع وغیرہ جب
یہ صفات انکے اندر پیدا ہوتے ہین پھر ان صفات کے پیدا ہونیکے بعد الوان خوارج کے ساتھ اختلاط اور تلبس ور
انسان کو ان حوائج کے وقت جو کام کرنا پڑتا ہے اسی کام کے نقل کرنے کی ضرورت پڑتی ہے اور اپنے خیال مین ان
افعال کے ساتھ وہ شیاطین اپنی قضائے حاجت کرتے ہین اور اسی عقبا سے جو اولاد ایسے جماع سے پیدا ہوتی ہے جسمین شیاطین کی
شرکت ہوتی ہے اور اسمین وہ شیاطین اپنی بھی قضائے شہوت کرتے ہین قلیل البرکت ہوتی ہے اور شیطنت کی طرف
اسکو میلان ہوتا ہے اور اسیطرح جس کھانے مین شیاطین کا اشتراک اور انکی ضرورت کا پورا کرنا ہوتا ہے اوس کھانے مین بھی
برکت کم ہوتی ہے اس کھانے سے لوگون کو نفع نہین حاصل ہوتا بلکہ بسا اوقات وہ مضر ہوجاتا ہے اور خدا کا نام
لینا اور پناہ مانگنا بالطبع انکی مخالفت کرتا ہے یہی سبب ہے کہ جو شخص خدا کو یاد کرے اور اسکی پناہ مانگے شیاطین
اس سے ہٹ جاتے ہین اور ہمارے ایکروز ایسا اتفاق ہوا کہ ہمارا ایک دوست ملاقات کے لیے آیا اور کچھ کھانا اسکے سامنے
پیش کیا اسکے کھانے کا ایک نوالہ اسکے ہاتھ مین سے گر پڑا اور زمین مین لڑھک گیا وہ شخص اٹھکر اسکے اٹھانے کو چلا جتنا وہ
چلتا تھا اوتنا ہی وہ اس سے دور ہوتا جاتا تھا یہانتک کہ حاضرین کو کسیقدر تعجب ہوا اور اسکو بھی اسکے پکڑنے مین
کسیقدر محنت کرنی پڑی مگر وہ اسکو اٹھا کر کھا گیا پھر چند روز کے بعد ایک شخص پر شیطان یعنی جن آگیا اور وہ جن
اس شخص کی زبان سے کلام کرنے لگا اثنائے کلام مین اسنے یہ بھی بیان کیا کہ فلان شخص پر میرا گذر ہوا وہ کھا رہا تھا تو مجکو
وہ کھانا اچھا معلوم ہوا اور اسنے مجکو کچھ نہین کھلایا تو اسکے ہاتھ مین سے مین نے اسکو اچک لیا تو اسنے مجھسے اسقدر
جھگڑا کیا کہ آخیر کو وہ مجھسے چھین لیگیا اور ایک مرتبہ ہمارے گھر کے آدمی گاجرین کھا رہے تھے ناگاہ کوئی گاجر اسمین سے گر کر
لڑھک گئی جھٹ پٹ ایک شخص اسکو اٹھا کر کھا گیا پھر اسکے سینہ و پیٹ مین درد شروع ہوا اور اسپر جن آکر بولنے لگا
اور اسنے بیان کیا کہ مین نے وہ گری ہوئی گاجر لی تھی اور اس قسم کی بہت سی باتین ہمارے کان مین پڑی ہین جنسے ہمکو یقین
ہوگیا ہے کہ یہ احادیث اپنے معنی حقیقی پر محمول ہین ان احادیث کے قبیلہ سے نہین جنمین معنی مجازی مراد ہین۔ واللہ اعلم
اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے اذا وقع الذباب فی اناء احدکم فلیغمسہ کلہ ثم لیطرحہ فان فی احد جناحیہ شفاء وفی الآخر
داء وفی روایة وانہ یتقی بجناحہ الذی فیہ الداء۔ جبکہ تمہارے کسی کے برتن مین مکھی گر پڑے تو سب مکھی کو ڈبا کر پھر اسکو
پھینکدے کیونکہ اسکے ایک پر مین شفا اور دوسرے مین بیماری ہے اور ایک روایت مین یہ بھی آیا ہے کہ وہ مکھی اس پر سے
بچتی ہے جسمین بیماری ہے۔ معلوم کرو کہ خدا تعالی نے حیوان کے اندر اسکی طبیعت کو تدبیر بدن کے لیے پیدا کیا ہے وہ
طبیعت بسا اوقات مواد موذیہ کو جو جزو بدن ہونیکی قابلیت نہین رکھتے اعماق بدن سے اطراف بدن کیطرف دور کردیتی ہین

یہی سبب ہے کہ اطبا ریجانوروں کی دم کھانے سے منع کرتے ہیں اور کبھی ایسا اوقات خراب غذا جو جزو بدن ہونیکی صلاحیت
نہیں رکھتی کھائی جاتی ہے اور اُسکی طبیعت اُس مادہ فاسد کو اُسکے عضو خسیس کے یعنی پر کی طرف پھینکتی ہے پھر وہ عضو جسمیں
یہ مادہ جمع ہوتا ہے تا کہ عضو کیطرف دفع ہوتا ہے اور یہی عضو وقت ہجوم بیماریوں کے مقدم ترین اعضا کا ہوتا ہے اور خدا کی
یہ حکمت ہے کہ جس چیز میں سم رکھا ہے تو اسمیں مادہ تریاقیہ بھی رکھا ہے تاکہ اسکے سبب سے وجود انسان کا ہلاکت سے محفوظ رہے
اور اگر ہم اس مبحث طبعی کو بیان کریں تو کلام دراز ہو جائیگا اور حاصل کلام کا یہ ہے کہ مکھی کے کاٹنے کا اثر بعض جانوروں
اور بعض غذاؤں کے کھانے کے وقت محسوس اور معلوم ہوتا ہے اور جس عضو کیطرف یہ مادہ لذاعہ دفع ہوتا ہے اسکا درجہ بھی
معلوم ہوتا ہے اور طبیعت جسکے اندر وہ چیز جو ان مواد موذیہ کی مقاومت و مقابلہ کرے پوشیدہ ہوتی ہے معلوم ہوتی ہے لیکن ان
چیزوں کی معرفت نہیں ہوتی اور آنحضرت صلعم نے خوان پر تناول نہیں فرمایا اور نہ پیالے کے اندر اور نہ کبھی باریک چپاتی آپکیلیے
پکائی گئی اور نہ کبھی سالم بکری بھنی ہوئی کو دیکھا اور نہ کبھی آپکے لیے ترکاری کھایا اور نہ کبھی چپاتی دیکھی بلکہ بھوسی اور
بغیر چھنے ہوے جو نوش فرماتے تھے معلوم کرو کہ رسول خدا صلعم عرب میں مبعوث کیے گئے اور انکی عادات دنیاوی
عادات عربی اور عجمیوں کے سے تکلفات نہیں کرتے تھے اور انکا اختیار کرنا عمدہ بات ہے اور اولیٰ اسکا یہ ہے کہ دنیا میں
نہ تعمق کریں اور خدا تعالیٰ کی یاد سے نہ اعراض کریں اور نیز صاحبان ملت کے لیے یہ بات پسندیدہ نہیں کہ انکا اشتغال بہت
کم اور زیادہ ہمیشہ سیری کی ہو آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے ان المومن یاکل فی معاء واحد والکافر یاکل فی سبعة
امعاء مومن ایک آنت میں کھاتا ہے اور کافر سات آنتوں میں میں کہتا ہوں اسکے یہ معنی ہیں کہ کافر کا قصد تو پیٹ کا
بھرلینا ہے اور مومن کا قصد ذخیرہ آخرت ہے تو مومن کو یہی سزاوار ہے کہ کھانا کمی کرے اور اسکا کھانے میں کمی کرنا
منجملہ خصال ایمان کے ایک خصلت ہے اور کھانا بہت کھانا حرص ہونا منجملہ خصال کفر کے ایک خصلت ہے اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ ایک شخص دو چھواروں کو کھانے میں جمع نہ کرے میں کہتا ہوں یہی دو چھواروں کو جمع
کرنے کی نہی کئی احتمال سے ہے انجملہ ایک یہ ہے کہ دو چھواروں کے جمع کرنے میں مقنع یعنی چبانا اچھی طرح سے نہ ہوگا اور یہ صورت
ستی ہے کہ خوب منضبط ہونیکی موجب ہو اور گٹھلیاں اُسکو تکلیف دینگی بخلاف اسکے جب ایک ہی گٹھلی ہو اور ایک یہ ہے
کہ یہ ہیئت انکی نہایت قبیح ہو سکتی ہے اور ایک یہ ہے کہ اسمیں اپنے آپکو دوستوں پر اختیار کرلینا ہے اور اس بات کا
احتمال ہے کہ اسکے مصاحب اس بات کو برا سمجھیں مگر ہاں جبکہ وہ اپنے مصاحبوں سے اس بات میں اجازت لیلے تو کچھ مضائقہ
نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا یجوع اہل بیت عندہم التمر جنکے ہاں چھوارے ہیں انکے گھر کے لوگ
بھوکے نہ رہینگے اور نیز فرمایا ہے بیت لا تمر فیہ جیاع اہلہ جس گھر میں چھوارے نہیں اسکے گھر والے بھوکے مرینگے اور آنحضرت
صلعم نے فرمایا ہے نعم الادام الخل کہ بہتر سالنوں کا سرکہ ہے میں کہتا ہوں کہ تدبیر منزل اسمیں ہے کہ اپنے گھر میں
کچھ ذخیرہ رکھے جو ارزاں ہو جیسے مدینہ میں چھوارے اور ہمارے ملک کے دیہات میں گاجروں کی جڑیں وغیرہ پس اگر
کھانا نہ ہوگا تو طبیعت رغبت کرتی ہے اپنے قبضہ میں جو چیز اسکے پاس ہو وہی اسکی روزی اور ستر ہو جائیگا پھر اگر وہ
ایسا نہ کرینگے تو بھوک کے وقت تکلیف اٹھائینگے اور یہی حال سالنوں کا ہے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے من اکل ثوما

اور بصلا قا یعنی لہسن - جو شخص لہسن یا پیاز کھائے تو وہ ہمیشہ جدا رہے اور ایک ہانڈی آپکے سامنے پیش کی گئی جسمین وہ ترکاریان تھین جنہین بو تہی تو آپنے ایک صحابی سے فرمایا کہ تم کھاؤ مین اسکو نجات دیتا ہون جسکو تو نہین دیتا - مین کہتا ہون ملائکہ لطافت اور پاکیزگی کو محبوب جانتے ہین اور ہر ایک اُس چیز کو جو عادت پاکیزہ کو برانگیختہ کرے اور اسکے خلاف سے نفرت کرتے ہین اور آنحضرت صلعم درمیان نزدیکیت ملائکہ کے تھین اور ملائکہ کے پیچھے رہتے ہین اور ہاتھون انکے فیصلے فرق کر دیا ہے آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ خدا تعالی اُس بندہ سے جو ایک لقمہ کھائے اور اُسپر خدا کا شکر کرے اور ایک گھونٹ پانی پیے اور اُسپر خدا کا شکر کرے راضی ہو جاتا ہے مثل اسکا گذر چکا ہے اور حمد کے باب مین جتنا طریقہ مروی ہین جو نسا ہو اا آپ نے شکر ادا کر دیا از انجملہ یہ ہے الحمد للہ حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ غیر مکفی ولا مودع ولا مستغنیا عنہ ربنا اور از انجملہ یہ ہے الحمد للہ الذی اطعمنا وسقانا وجعلنا مسلمین اور از انجملہ یہ ہے الحمد للہ الذی اطعم وسقی وسوغہ وجعل لہ مخرجا اور ہمراہ مہمانی کرنا سمجھا اسباب جو انمردی ہے ایک اپنے اور عادات ہمیشہ چاہیے جمع کرنے کیلیے اسبب سبب اسکی وجہ سے مابین آدمیون کے دوستی ہوتی ہے اور مسافر لوگ کچھ فرق نہیں پاتے ہین تو اسکا پاس انکو حقیقت شمار کرنا ضروری ہوا اور ضروری ہے کہ اسمین غیبت اور حرص ڈالی جاے آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے من کان یومن باللہ والیوم الآخر فلیکرم ضیفہ جو شخص خدا تعالی اور دن آخرت پر ایمان رکھتا ہو تو چاہیے کہ اپنے مہمان کی خاطر کرے اب یہ حاجت لاحق ہوئی کہ مہمان نوازی کی مدت معین کیجاوے تاکہ مہمان کے سبب میزبان کو دقت نہ واقع ہو یا مہمان تھوڑے کو بہت نہ شمار کرے لہذا ایک رات دن اسکی خاطر داری کی مدت مقرر کی گئی اور وہ بمنزلہ صلہ کے ہے اور منتہا مدت تین روز مقرر کیے گئے

## مسکرات کا بیان

معلوم کرو کہ کسی نشہ اور چیز کے کھانے سے عقل کا زائل کرنا لا محالہ عند العقل ایک قبیح فعل ہے اسلیے کہ اسمین نفس کو ورطہ بہیمیت مین ڈالدینا اور ملکیت سے نہایت درجہ بعید ہو جانا ہے اور نیز اسمین خلق الہی کی تغیر ہے اسلیے کہ اس شخص نے اپنی عقل کو جسکے ساتھ خدا تعالی نے نوع انسان کو مخصوص ممنون کیا ہے بگاڑ دیا اور نیز اسمین مصلحت منزلیہ اور مدنیہ کا بگاڑنا اور مال کا ضائع کرنا اور ہیات قبیحہ کا اپنے اوپر طاری کرنا اور مضحکہ اطفال بننا ہے خدا تعالی نے ان سب باتون کو صراحتہ اور اشارتا اس آیت کریمہ مین جمع فرمایا ہے انما یرید الشیطان ان یوقع بینکم العداوۃ الآیۃ - یہی سبب ہے کہ تمام ملل و نحل کا یقینا اُسکی قباحت پر اتفاق ہے اور بعض فاقد البصیرۃ لوگ جو یہ گمان کرتے ہین کہ حکمت عملیہ کے اعتبار سے وہ ایک عمدہ چیز ہے کیونکہ طبیعت کی تقویت ہوتی ہے انکا یہ گمان حکمت طبیہ کی حکمت عملیہ کے ساتھ اشتباہ کے قبیلہ سے ہے اور تحقیق یہ ہے کہ وہ دونون متغائر ہین اور اکثر اوقات اُن دونو مین کشاکشی اور تنازع پیدا ہو جاتا ہے مثلا قتال ایسی چیز ہے کہ طب کے اعتبار سے منع ہے کیونکہ اسمین بدن انسان کی قدامت کرنا ہے طب کے اعتبار سے جسکی حفاظت واجب و ضروری ہے اور اصلاح ملک یا عادات بدیہ کے دور کرنے کی غرض سے حکمت عملیہ بسا اوقات اُسکو

ضروری جانتی ہے اسیطرح جماع ایک ایسی چیز ہے کہ غلبۂ شہوت اور اُسکے چھوڑنے سے ضرر کے اندیشہ کی صورت مین
حکمت علمیہ اُسکو واجب کرتی ہے اور بسا اوقات عار کے لاحق ہونے یا سنت راشدہ کی مخالفت پائے جانے سے حکمت عملیہ
اُسکو حرام سمجھتی ہے اور ہر فرقہ اور ہر قرن کے دانشمند لوگون کے نزدیک مصلحت کو طب پر ترجیح ہے اور یہ عقلاء لوگ اُس
شخص کو جو مصلحت سے نفع نہ حاصل کرے اور صحت جسمانی حاصل کرنے کے لیے اُسکی پابندی چھوڑ دے بالاتفاق فاسق
وفاجر اور بدکردار جانتے ہین - خدا تعالی نے ہمکو اس آیت مین اس بات کی تعلیم فرمائی ہے فیہما اثم کبیر ومنافع للناس
واثمہما اکبر من نفعہما - اور دونومین گناہ عظیم ہے اور لوگون کے لیے منافع ہین اور انکا گناہ انکے نفع سے زیادہ
بڑا ہے - البتہ نشہ آور چیز کے استعمال کرنے مین جس صورت کے اندر حد سکر کو نہ پہونچے اور اُسپر مفاسد مترتب نہ ہون عقلاء کا
اختلاف ہے اور شریعت مستحکمہ محمدیہ جو سیاست امت وفساد کے اسباب بند کرنے اور احتمال تحریف کے قطع کرنے مین
درجہ کمال کا رکھتی ہے اُسنے اس بات کا لحاظ فرمایا کہ تھوڑی شراب بہت سی کیطرف پہونچاتی ہے اور جبتک نفس کو
شراب سے نہی نکیجاے مفاسد سے نہی کرنا کچھ موثر نہین ہے اسکے لیے مجوس وغیرہ کا پورا حال شاہد ہے اور نیز اگر بعض
شراب کی اجازت کا دروازہ مفتوح کردیا جاے تو سیاست ملیہ کا انتظام ہرگز نہین ہوسکتا لہذا مطلق شراب کے ساتھ
حرمت متعلق کی گئی خواہ قلیل ہو یا کثیر حدیث شریف مین آیا ہے لعن اللہ الخمر وشاربہا وساقیہا وبایعہا ومبتاعہا
وعاصرہا ومعتصرہا وحاملہا والمحمولۃ الیہ شراب پر اور اُسکے پینے والے اور پلانیوالے اور بیچنے والے اور خریدنیوالے اور
نچوڑنیوالے اور نچڑوانے والے اور لیجانیوالے اور منگوانے والے پر خدا تعالے کی لعنت ہے - مین کہتا ہون جب ایک
چیز کے حرام کرنے اور اُسکے نیست ونابود کرنے مین مصلحت قرار پاگئی اور اُسکی بابت حکم الہی نازل ہوگیا تو ضرور ہوا کہ تمام
اُن چیزون سے نہی کیجاے جنسے اُسکی قدر اور لوگونمین دستور اور رغبت پائی جاے کیونکہ اسمین اس مصلحت کی مخالفت
اور شرع کے ساتھ عداوت ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے صحابہؓ سے بہت سی احادیث بیشمار طریقون اور مختلف
عبارتون سے منقول ہین چنانچہ آپنے فرمایا ہے الخمر من ہاتین الشجرتین النخلۃ والعنبۃ - شراب ان دو درختون سے
بنتی ہے چھوارے کا درخت اور انگور کا درخت اور ایک شخص نے اپنے تبع اور مزر وغیرہ کی بابت دریافت کیا تو آپنے
فرمایا جو نشہ لائے وہ حرام ہے اور آپنے فرمایا ہے ہر نشہ آور شراب ہے اور نشہ آور حرام ہے - اور جو چیز بہت ساری نشہ لائے
وہ تھوڑی سی بھی حرام ہے اور جسکا ایک پیالہ نشہ لائے اُسکا ایک چلو بھی حرام ہے اور جن لوگون نے نزول آیت کا
مشاہدہ کیا ہے انکا قول ہے کہ جب شراب کی حرمت نازل ہوئی ہے اُسوقت مین شراب پانچ چیزون سے بنا کرتی تھی
انگور - چھوارہ - گیہون - جو - شہد - اور خمر یعنی شراب اُس چیز کا نام ہے جو عقل کو مخمور کردے اور نیز انھین کا قول ہے
کہ جب شراب حرام کی گئی ہے تو شراب انگوری بہت کم میسر ہوتی تھی اور اکثر شراب گدر چھوارون یا خشک چھوارون کی
ہوا کرتی تھی اور جب آیت کا نزول ہوا ہے تو لوگون نے شراب کے مٹکے جو گدر چھوارون کے بنے ہوئے تھے پھوڑ ڈالے
اور قوانین شرع کا یہی مقتضی ہے کہ مطلق شراب حرام ہو اسلیے کہ شراب انگوری کے خاص ہونیکے کیا معنی ہوسکتے ہین
حرام ہونیکی وجہ صرف عقل کا زائل کرنا اور قلیل کا کثیر کیطرف داعی ہونا ہے لہذا مطلق شراب کی حرمت کا قائل ہونا

ظروف نہ ہوا اور اس زمانہ مین کسی شخص کو جائز نہین کہ جو شراب انگور سے نہ بنائی جاوے یا مقدار سکر سے کم استعمال کیجاوے اسکی
حلت کا قائل ہو البتہ چند صحابہ اور تابعین کو شروع شروع مین یہ حدیث نہ پہونچی تھی اسلیے وہ معذور تھے اور جب یہ حدیث
تمام مین پہونچگئی اور نصف النہار کے مانند یہ بات ظاہر و عیان ہوگئی اور یہ حدیث صحت کے درجہ کو پہونچگئی لیشربن
ناس من امتی الخمر یسمونہا بغیر اسمہا بلا شبہہ میری امت کے لوگ شراب پیا کرینگے اور شراب کے سوا اور کچھ اسکا نام
رکھینگے تو اب کوئی عذر باقی نہین رہا اعاذنا اللہ تعالی والمسلمین من ذلک - اور آنحضرت صلعم سے کسی شخص نے
شراب سے سرکہ بنانے کی نسبت سوال کیا تو آپ نے اسکو منع فرمایا اس سائل نے کہا مین دوا کے لیے اسکو بناتا ہون
تو آپ نے فرمایا وہ دوا نہین ہے بلکہ بیماری ہے مین کہتا ہون چونکہ لوگ شراب کے حریص تھے اور اسکے پینے کے لیے حیلے کیا کرتے
تھے اسلیے مصلحت تامہ اسمین ٹھہری کہ بہر حال اس سے نہی کیجاوے تاکہ کسی کو کوئی حیلہ اور عذر باقی نہ رہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے نبیذ تمر و بسر یعنی گدر چھوارے اور نبیذ کشمش و چھوارے اور نبیذ زہو و رطب سے منع فرمایا ہے اور زہو ان گدر چھوارون کو
کہتے ہین جنمین سرخی نمودار ہو جاوے اور رطب تازہ پکے ہوئے چھوارون کو کہتے ہین - مین کہتا ہون اسکی یہ وجہ ہے کہ ملانے کے
سبب زیادہ ہونے سے پہلے ہی ان چیزون مین نشا پیدا ہو جاتا ہے جسکے سبب سے پینے والے کو گمان ہوتا ہے کہ وہ مسکر نہین ہے حالانکہ
وہ مسکر ہوتا ہے اور رسول خدا صلعم جب کسی چیز کو پیا کرتے تھے تو تین سانسون مین پیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس سے
سیرابی خوب ہوتی ہے اور کچھ تکلیف نہین ہوتی اور طبیعت کو خوب گوارا ہوتا ہے - مین کہتا ہون اسکی یہ وجہ ہے کہ معدہ مین
جب تھوڑا تھوڑا پانی پہونچتا ہے تو طبیعت جہان اسکو ضروری سمجھتی ہے اچھی طرح صرف کرتی ہے اور جب دفعتاً بہت
پانی اسپر غلبہ کرتا ہے تو اسکے اندر صرف کرنے مین متحیر ہو جاتی ہے بارد المزاج آدمی کے معدہ مین جب بہت سا پانی دفعتاً
پہونچتا ہے تو مقدار کثیر کی مزاحمت واقع ہونے سے اسکی قوت ضعیف ہو جاتی ہے اور اس شخص کی برودت اور زیادہ ہو جاتی
ہے بخلاف اس صورت کے کہ بتدریج اسقدر پانی پہونچے اور حار المزاج آدمی کے معدہ مین جب دفعتاً پانی پہونچتا ہے
تو ان دونون مین مدافعت ہوتی ہے اور برودت پورے طور پر حاصل نہین ہوتی تاکہ عمدہ طور پر اسکی سیرابی ہو اور جبکہ
بتدریج پانی پیتا ہے تو اولاً مزاحمت ہوتی ہے اور بعد کو پھر برودت کو غلبہ ہو جاتا ہے اور آنحضرت صلعم پانی کے
برتن سے منہہ لگا کر پانی پینے سے اور مشک وغیرہ کے دہانے اور لوٹے کے ٹونٹی سے پانی پینے سے منع فرمایا ہے - مین کہتا ہون اسکی یہ
وجہ ہے کہ جب مشک کا منہہ دہرا کرکے کوئی شخص اس سے پانی پیے تو پانی اسمین سے اچھلکر دفعتاً اسکی حلق مین پہونچیگا
اور اس سے درد جگر پیدا ہو جاتا ہے اور معدہ کو ضرر پہونچتا ہے اور نیز پانی کے دفعتاً منہہ مین آنے سے تنکا وغیرہ تمیز نہین ہوتا
اور منقول ہے کہ ایک شخص نے مشک کو منہہ لگا کر پانی پیا تھا تو ایک سانپ اسکے حلق مین پانی کے ساتھ ساتھ چلا گیا اور
رسول خدا صلعم نے کھڑے ہوکر پانی پینے سے منع فرمایا ہے اور ایک روایت مین آیا ہے کہ آپنے کھڑے ہوکر پانی پیا - مین کہتا ہون
کہ یہ نہی تادیب و ارشاد کے لیے ہے کیونکہ بہترین صورت بیٹھکر پینا ہے اور سیرابی اور نفس کو سیری اسی عمدہ طرح حاصل ہوتی ہے اور
طبیعت کی اس پانی کو محل پر صرف کرنے کی بہترین صورت یہی ہے اور آنحضرت صلعم کا فعل بیان جواز کے لیے ہے اور
آپنے فرمایا ہے الایمن فالایمن - یعنی داہنی طرف کا پس داہنی طرف کا ہے - مین کہتا ہون اس سے آپکی مراد قطع منازعت ہے

اسلیے کہ اگر افضل کا مقدم کرنا مقرر کیا جاتا تو اکثر ایسا ہوتا کہ ایک شخص کی فضیلت کو سب لوگ نہ ملتے اور بسا اوقات ایک کے مقدم کرنے سے دوسرے کو ملال ہوتا اور آنحضرت صلعم نے برتن مین سانس لینے یا اسمین پھونک مارنے سے منع فرمایا ہے - مین کہتا ہون اسکی یہ وجہ ہے کہ پھونکنے یا سانس لینے سے منھ یا ناک سے کسی ناگوار چیز کے گرنے کا خیال ہوتا ہے جسکے سبب سے ایک ہیئت قبیحہ پیدا ہوتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے سموا اذا انتم شربتم واحمدوا اذا انتم فرغتم جب کوئی چیز پیو تو بسم اللہ پڑھا کرو اور جبکہ تم کھانا اٹھا یا کرو تو خدا تعالے کا شکر کیا کرو اسکا راز ہم بیان کر چکے ہین -

# لباس اور زینت و ظروف وغیرہ کا بیان

معلوم کرو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے عجم کی عادات اور لذائذ دنیاوی کے اندر منہمک ہونے پر اور انکے تکلفات پر نظر ڈالی تو انمین سے جو سب کی جڑ اور سب کی اصل ہین انکو حرام کیا اور جو انسے کم درجہ کے تکلفات ہین انکو مکروہ کیا اسلیے کہ آپ جانتے تھے کہ یہ چیزین دار آخرت کی بھلانیوالی اور طلب دنیا کی کثرت سے متلازم ہین منجملہ ان اصول کے لباس فاخرہ ہے کیونکہ سب سے زیادہ انکو اسی کا اہتمام ہوتا ہے اور اسی سے انکو بڑا فخر ہوتا ہے - اور اسمین کئی طرح بحث کی گئی ہے - ازانجملہ کرتہ اور ازار کا بہت نیچا کرنا ہے کیونکہ اس سے ستر اور زیبایش جو لباس سے مقصود ہوتی ہے انکو مقصود نہین ہوتی بلکہ صرف فخر اور اپنی تونگری وغیرہ دکھانا مقصود ہوتا ہے اور زیبایش صرف اسیقدر مین ہے جو بدن کے برابر ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا ینظر الیہ یوم القیمۃ الی من جر ازارہ بطرا - جو شخص اترانے کی غرض سے اپنی ازار کو کھینچتا چلے تو قیامت کے دن اللہ پاک اسکی طرف نظر نکریگا اور نیز فرمایا ہے ازرۃ المومن الی انصاف ساقیہ لا جناح علیہ فیما بینہ وبین الکعبین ما اسفل من ذلک ففی النار - مومن کی ازار اسکی پنڈلیون کے نصف نصف تک ہوتی ہے اور نصف اور ٹخنون کے مابین جو کچھ ہو اسپر مضایقہ نہین ہے اور جو اس سے نیچی ہے تو وہ آگ مین ہے - اور ازانجملہ نہایت نادر اور نازک قسم کے کپڑے ہین اور رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے من لبس الحریر فی الدنیا لم یلبسہ یوم القیمۃ جسنے دنیا مین حریر پہن لیا تو وہ قیامت کے دن اسکو نہ پہنے گا اسکی وجہ وہی ہے جو ہم شراب مین کہہ چکے ہین حریر اور دیباکے پہننے اور قسی اور میاثر اور ارجوان کے پہننے سے منع فرمایا ہے اور بقدر دو انگشت یا تین کے اجازت دی ہے کیونکہ اسقدر استعمال کرنا پہننے مین داخل نہین ہے - قسی وہ کپڑا ہے جو کتان و حریر سے بنا جاتا ہے (میاثر) میثرہ کی جمع ہے میثرہ ایک چھوٹا تکیہ ہوتا ہے جسکو سوار اپنے نیچے رکھ لیتا ہے شاید اس سے یہان وہ تکیہ مراد ہے جو حریر سے بنا ہو یا نہی تکلف سے ہے - ارجوان ایک سرخ رنگ ہے اور یہان سرخ کپڑا مراد ہے اور آنحضرت صلعم نے حضرت زبیر اور حضرت عبد الرحمن بن عوف کو حریر کے پہننے کی اجازت عطا فرمائی اسلیے کہ انکے بدن مین خارش ہو گئی تھی اور اسکے پہننے سے ترفع مقصود نہ تھا بلکہ خارش کا جاتا رہنا مقصود تھا - اور ازانجملہ وہ کپڑا ہے جو کسی ایسے رنگ سے رنگا ہوا ہو جس سے سرور و فخر پیدا ہوتا ہے اور اسمین دکھاوا پایا جاتا ہے اسلیے آنحضرت صلعم نے کسم کا رنگے ہوے اور زعفرانی کپڑے سے

نہی فرمائی اور فرمایا کہ یہ دونو چیزین کی لباس مین سے ہے اور نیز آپنے فرمایا الا طیب الرجال ریح لا لون له وطیب النساء
لون لا ریح له - خبردار ہو جاؤ کہ مردون کی خوشبو وہ بو ہے جسمین رنگ نہو اور عورتون کی خوشبو وہ رنگ ہے جسمین
خوشبو نہو اور رسول خدا صلعم کے ان ارشادات مین کہ ان البذاذة من الایمان - زینت کا ترک کرنا ایمان سے ہے
اور من لبس ثوب شهرة فی الدنیا البسه الله ثوب مذلة یوم القیمة - جسنے شہرت کے لیے دنیا مین کپڑا پہنا
قیامت کے دن خدا تعالی اسکو ذلت کا کپڑا پہنائیگا اور ان ارشادات مین کچھ مخالفت نہین ہے کہ ان الله
یحب ان یری اثر نعمة علی عبده - خدا تعالی کو یہ بات پسندیدہ ہے کہ اسکی نعمت کا اثر اسکے بندہ پر نظر آئے
اور آنحضرت صلعم نے ایک شخص کے بال پراگندہ دیکھا تو آپنے فرمایا اسکو ایسی چیز نہین ملتی جس سے کہ بالون کو درست کرلے
اور ایک شخص کو میلے کپڑے پہنے ہوے دیکھا تو آپ نے فرمایا کہ اسکو ایسی چیز نہین ملتی جس سے اپنے کپڑے دھولے اور
آپنے فرمایا - جبکہ خدا تعالی تجکو مال دے تو شایان ہے کہ اسکا انعام و اکرام تیرے اوپر نظر آئے - ان احادیث مین
اختلاف نہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہان دو امر مین اور وہ فی الحقیقت مختلف ہین مگر بظاہر انمین اشتباہ ہوتا ہے انمین سے
ایک تو صفت مذمومہ ہے اور ایک شارع کو مطلوب اور مقصود ہے - مطلوب تو بخل کا ترک کرنا ہے اور لوگون کے درجات
مختلف ہونے سے اسمین بھی اختلاف ہوتا ہے - مثلاً جو چیز ملوک کے اعتبار سے بخل مین داخل ہوتی ہے فقرا کے اعتبار
وہ اسراف مین داخل ہوتی ہے اور نیز شارع کو جنگل اور ملحق بالبہائم کی عادات کا ترک کرنا اور پاکیزگی اور پسندیدہ
اخلاق کا اختیار کرنا مطلوب ہے - اور مذموم تکلفات اور دکھاوے کے لئے کپڑا پہننا اور کپڑون سے باہم فخر کرنا اور فقرا کی
دلشکنی کرنا وغیرہ امور ہین اور الفاظ حدیث مین ان معانی کیطرف اشارے واقع ہوے ہین جیسا کہ متامل پر واضح ہے
اور خیال کا مدار داعیہ تکبر اور فخر کے اتباع سے نفس کے باز رکھنے پر ہے اور آنحضرت صلعم جب کوئی جدید لباس پہنتے تھے اسکا نام
عمامہ یا کرتہ یا چادر لیکر فرماتے تھے اللهم لک الحمد کما کسوتنیه اسالک خیره وخیر ما صنع له واعوذ بک من شره وشر
ما صنع له - اسکی وجہ پہلے بیان ہو چکی ہے اور منجملہ ان اصول کے اعلی درجہ کا زیور ہے اور یہان دو اصل ہین ایک تو یہ
کہ سونا ایک ایسی چیز ہے جسپر عجمی لوگ فخر کرتے ہین اور اگر سونے کے زیور پہننے کا دستور جاری ہو تو کثرت سے طلب کیا
ضرور ہوگا بخلاف چاندی کے اسلیے آنحضرت صلعم نے سونے کی بابت تشدد فرمایا اور فرمایا ولکن علیکم بالفضة
فالعبوا بها - مگر تم چاندی کو اختیار کرو اس سے کھیلا کرو - دوسری اصل یہ ہے کہ عورتون کو آراستگی کی زیادہ ضرورت
ہوتی ہے تاکہ انکے خاوندون کو رغبت ہو یہی سبب ہے کہ تمام عرب و عجم مین بہ نسبت مردون کے عورتون کی آراستگی کا زیادہ
دستور ہے اسلیے ضروری ہوا کہ عورتون کو بہ نسبت مردون کے زیادہ تر زینت کی اجازت دیجاے لہذا حضرت نبوی
صلی الله علیه وسلم نے فرمایا - احل الذهب والحریر لاناث من امتی وحرم علی ذکورها - سونا اور حریر میری
امت کی عورتون کو حلال اور مردون کو حرام کیا گیا - ایک شخص کے ہاتھ مین حضرت صلعم نے سونے کی انگوٹھی دیکھکر فرمایا
تم مین سے کوئی شخص آگ کے انگارہ کا ارادہ کرکے اسکو اپنے ہاتھ مین کرلیتا ہے چاندی کی انگوٹھی کو مردون کے لیے
بھی آپنے اجازت عطا فرمائی ہے خاصکر صاحب حکومت کے لیے اور فرمایا کہ برابر ایک مثقال کے اسکو مت پورا کر

اور آنحضرت صلعم نے عورتوں کو سونے غیر مقطع سے منع فرمایا اور غیر مقطع وہ ہے جو ایک ہی ٹکڑے سے بنی ہو اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے جو کوئی اپنے دوست کو آگ کا حلقہ پہنانا چاہے تو وہ اسکو سونے کا حلقہ پہنائے من احب ان يحلق حبيبه حلقة من نار فليحلقه حلقة من ذهب اور اسی قاعدہ پر ہنسلی اور کنگن کو ذکر کیا اور اسیطرح سونے کے ہار اور نیز سونے کی کان کی بالیوں اور سونے کے توڑے کے باب میں تصریح آئی ہے اور آنحضرت صلعم نے اس حکم کی وجہ بیان فرمائی ہے اور فرمایا ہے کہ آگاہ ہو جاؤ تم میں سے کوئی عورت دکھانے کے لیے زیور نہیں پہنتی مگر اسی زیور سے وہ عذاب دیجاویگی حضرت ام سلمہ کے پاس سونے کی ایک ہیکل تھی اور ظاہر یہ ہے کہ وہ مقطع کے قبیلہ سے تھی۔ اور آنحضرت صلعم نے جو فرمایا ہے کہ عورتوں کے لیے سونا حلال ہے اسکے یہی معنی ہیں کہ فی الجملہ حلال ہے یہ جو کچھ کہ ہمنے بیان کیا ان احادیث کا مفہوم ہے اور ان احادیث کا کوئی معارض نہیں ملا اور فقہاء کا جو اسمیں مذہب ہے وہ معلوم و مشہور ہے واللہ اعلم بحقیقة الحال

اور انجملہ بالوں کی زینت ہے اسکے لیے لوگوں کے مختلف طریقے تھے مجوس تو اپنی داڑھیوں کو ترشواتے اور مونچھوں کو بڑھاتے تھے اور انبیاء علیہ السلام کا طریقہ اسکے مخالف تھا اسلیے آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے خالفوا المشركين اوفروا اللحى واحفوا الشوارب ۔ مشرکین کی مخالفت کرو داڑھیوں کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو خوب ترشواؤ۔ اور کچھ لوگ پراگندہ حال رہتے اور ذلت اور مسکنت رہنے کو پسند کرتے تھے اور آرایش و زینت سے انکو نفرت تھی اور کچھ لوگ آرایش میں نہایت تکلف کرتے تھے اور اسکو ایک فخر کی بات سمجھتے تھے اور دوسرے لوگوں کو ذلیل سمجھتے تھے پس ان سب کے طریقوں کا نیست و نابود کرنا منجملہ مقاصد شرعیہ کے ٹھہرا کیونکہ شرائع کا مبنی افراط و تفریط کے مابین حالت پر اور ان دونوں مصلحتوں کے جمع کرنے پر ہے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے الفطرة خمس الختان والاستحداد وقص الشارب وتقليم الاظفار ونتف الابط فطرة - پانچ چیزیں ہیں ختنہ کرنا اور موئے زیر ناف لینا اور مونچھ کا ترشوانا اور ناخنوں کا ترشوانا اور بغل کے بالوں کا اکھاڑنا پھر اسکے معین کرنے کی ضرورت پڑی تاکہ اس طریقے کے مخالف انکار متوجہ ہو سکے اور ایسا نہو کہ بعض لوگ ہر روز بال مونڈا کریں اور اکھیڑا کریں اور بعض لوگ سال سال بھر تک خبر نہ لیا کریں لہذا مونچھوں کے اور ناخنوں کے ترشوانے اور بغل کے بال اکھاڑنے اور زیر ناف کے بال مونڈنے کی یہ مدت مقرر کی گئی کہ چالیس روز سے زیادہ دیر نکیے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان اليهود والنصارى لا يصبغون فخالفوهم - یہود و نصاری نہیں رنگتے ہیں پس تم انکی مخالفت کرو یعنی تم خضاب لگایا کرو اور اہل کتاب سدل کیا کرتے تھے اور مشرک لوگ فرق کیا کرتے تھے پس آنحضرت صلعم نے اول سدل کیا اور بعد کو فرق کیا سدل کے معنی پیشانی کے بالوں کا منہ پر چھٹا رکھنا ہے اور یہ ایک عجمی کی صورت ہے اور فرق بالوں کے دو حصے کرکے ہر حصہ کو کنپٹی کی طرف پہونچا دینے کو کہتے ہیں اور آنحضرت صلعم نے چٹیے رکھنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ یہ ہیئت شیطانی اور ایک قسم کا مثلہ ہے جسکو تمام نفوس بجز انکے جو اسکے عادی ہوکر ماؤف ہوگئے ہیں مکروہ جانتے ہیں اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے من كان له شعر فليكرمه جس کسی کے بال ہوں تو انکی عزت کرنی چاہیے اور آنحضرت صلعم نے کنگھی کرنے سے بجز غب کے

منع فرمایا ہے اس سے آپکی مراد افراط و تفریط مین توسط ہے اور نیز آپنے فرمایا ہے لعن اللہ الواشمات والمتوشمات
والمتنمصات والمتفلجات للحسن المغیرات خلق اللہ۔ گودنے والیون اور گدوانے والیون اور منھ کے بال
اکھڑوانے والیون اور جو خوبصورتی کے لیے دانتون کے ریتوانے والیون پر جو خلق الہی کو بدلتی ہین خدا تعالی کی لعنت ہے
اور اسیطرح آنحضرت صلعم نے زنانے مردون اور مردانی عورتون پر لعنت کی ہے مین کہتا ہون اسکی وجہ یہ ہے کہ خدا تعالے
نے ہر نوع اور ہر صنف کو اسکے بعض خاص احکام کا مقتضی بنایا ہے مثلاً مردون کے اندر داڑھی وغیرہ کا شوق اور عورتون کے
اندر خوشی اور سرور کی باتین سننے کی رغبت پیدا کی ہے پس اپنی استعداد کے اعتبار سے جو اسکے مادہ مین پائی جاتی ہے
کچھ احکام کا مقتضی ہوا اب بنا ان احکام کی اضداد سے نفرت کرتا ہوا ہے لہذا ہر نوع اور ہر صنف کا اسکے مقتضاے
فطرت کے موافق باقی رہنا پسندیدہ ہوا اور تغییر خلق اللہ لعنت کا سبب ٹھہرا۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
خچر پیدا ہونیکے لیے گھوڑے کو گدھے سے گابن کرانے سے نہی فرمائی ہے۔ مگر بعض قسم کی آرایش تو ایسی ہوتی ہے جسمین طبیعت
کے فعل کی تقویت اور اسکی تائید اور اسکی پیروی ہوتی ہے مثلاً سرمہ لگانا اور کنگھی کرنا اور یہ آرایش پسندیدہ چیز ہے
اور بعض قسم کی آرایش فعل طبیعت کے مخالف ہوتی ہے جیسے انسان کو حیوانات کی ہیئت بنانا اور بعض قسم کی وہ زینت ہے
جسمین تکلف کرکے نئی نئی چیزون کا ایجاد کیا جاے طبیعت جسکی مقتضی نہین ہے اس قسم کی آرایش بھی ناپسندیدہ ہے
اگر انسان کو اسکی فطرت کے ساتھ چھوڑ دیا جاے تو انسان ضرور اسکو مثلہ خیال کرے۔ اور از انجملہ کپڑون اور دیوارون
اور فرش مین تصاویر کا بنانا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے نہی فرمائی ہے اور اس نہی کا مدار دو باتون پر ہے
ایک تو یہ کہ اسمین ترفہ اور آرایش کی صورت ہے اسواسطے کہ وہ لوگ تصاویر سے فخر کیا کرتے تھے اور مال کثیر اسمین صرف
کیا کرتے تھے پس اسکا حال بھی حریر کے مانند ہوا اور یہ امر درخت وغیرہ کی تصویر مین بھی موجود ہے۔ دوسری بات یہ ہے
کہ تصاویر مین مشغول رہنا اور انکا بنانا اور انکی طرف رغبت کرنے کا دستور جاری ہونا ایسا امر ہے کہ اس سے بت پرستی کا
دروازہ مفتوح ہوتا ہے اور اسمین بتون کی عظمت اور بت پرستون کے لیے انکی یاد دہانی ہے اور اکثر اقوام مین بت پرستی کے
جاری ہونیکا منشا یہی واقع ہوا ہے اور یہ بات صرف حیوانات کی تصویر مین پائی جاتی ہے اسیواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے مورتون کے سر کاٹنے کا حکم دیا ہے تاکہ وہ درخت کی صورت پر ہو جائین اور درختون کی تصویر مین اسقدر قباحت
نہین لازم آتی اور فرمایا ہے ان البیت الذی فیہ الصورۃ لا تدخلہ الملائکۃ۔ جس گھر مین تصویر ہوتی ہے
اسمین فرشتے نہین آتے اور فرمایا ہے کل مصور فی النار یجعل لہ بکل صورۃ صورہا نفسا فیعذبہ فی جہنم ہر مصور
آگ مین ہے جو جو تصویر اسنے بنائی ہے ہر ایک کے بدلہ مین اسکے لیے ایک نفس مقرر کیا جایگا وہ نفس اسکو جہنم کے اندر
عذاب دیگا۔ اور فرمایا ہے من صور صورۃ عذب وکلف ان ینفخ فیہ ولیس بنافخ۔ جسنے کوئی صورت بنائی ہے اسکو
عذاب دیے جائینگے اور کہتے جائینگے کہ اسمین جان ڈال اور وہ جان نہ ڈال سکیگا مین کہتا ہون چونکہ تصاویر کے اندر
بتون کے معنی پائے جاتے ہین اور ملاء اعلی مین بتون اور بت پرستون پر لعنت اور غضب کا اقتضا پایا جاتا ہے
تو ضرور ہے کہ ملائکہ کو انسے نفرت ہو اور جب تمام لوگ قیامت کے روز اپنے اپنے اعمال کے ساتھ اٹھائے جائینگے تو اُن

مصور کا عمل اُن نفوس کی صورتمین متمثل ہو جائیگا تصویر بنانے وقت جنکا آسنے تصور کیا تھا اور اُسنے نقل بنانی چاہی تھی
اسواسطے کہ انھین نفوس کی صورتمین ظاہر ہونا نہایت مناسب ہے اور اُس مصور نے اُن حیوانات کی نقل بنانے پر
جو اقدام کیا ہے اور اس بات مین کوشش کی ہے کہ نقل بنانے مین کمال کے مرتبے کو پہونچا دے قیامت کے روز اسکا ظہور اسطرح
ہوگا کہ اُس سے کہا جائیگا اس تصویر مین جان ڈال اور وہ نہ ڈال سکیگا اور از انجملہ غم غلط کرنیوالی چیزون مین مشغول رہنا ہے
یہ ایسی چیزین ہوتی ہین جنکی وجہ سے نفس کو دنیا و آخرت سے بیغمی ہو جاتی ہے اور اوقات ضائع ہوتی ہے مثلاً سعرف اور
شطرنج اور کبوتر بازی اور جانورون کا لڑانا وعلی ہذا القیاس کیونکہ انسان جب ان چیزون مین مشغول ہوتا ہے پھر اسکو کھانے
اور پینے اور ضروریات کی خبر نہین رہتی بلکہ بسا اوقات پیشاب پاخانہ روکے بیٹھا رہتا ہے اور وہان سے نہین ٹلتا پھر اگر
ایسی چیزون مین مشغول رہنے کا دستور عام ہو جاے تو تمام شہر والے شہر پر بھاری پڑ جائین اور اپنی جان کی درستی کی اُنکو
خبر نہ رہے۔ معلوم کرو کہ راگ اور دف ولیمہ وغیرہ کے اندر تمام عرب و عجم کی عادات اور معاملات مین داخل ہے اسواسطے
کہ یہ سرور اور خوشی کے حال کا مقتضی ہے اور اُن چیزون مین سے نہین ہے جس سے دنیا و دین خراب ہو جاے اور ان
چیزون مین ما بہ الامتیاز یہ ہے کہ جو چیزین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین تمام ملک حجاز اور تمام آبادیون مین
فرح اور سرور سے جو ایک مطلوب چیز ہین زائد ہون وہ چیزین ممنوع اور دنیا و عاقبت کی خراب کرنیوالی ہین مثلاً
مزامیر۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من لعب بالنرد فکانما صبغ یدہ فی لحم خنزیر ودمہ جسنے شطرنج کھیلا
اُسنے اپنا ہاتھ خنزیر کے گوشت اور اسکے خون مین رنگا اور حدیث شریف مین آیا ہے لیکونن من امتی اقوام یستحلون
الخز والحریر والخمر والمعازف۔ میری امت مین بلاشبہ کچھ گروہ ایسے ہونگے جو فرج اور حریر اور شراب اور کھیل کی
چیزون کو حلال سمجھینگے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اعلنوا النکاح واضربوا علیہ بالدف۔ نکاح کا
اعلان کرو اور اُسپر دف بجادو۔ پس ملاہی دو قسم کی ہین ایک حرام یہ وہ کھیل کی چیزین ہین جو طرب اور سرور پیدا
کرنے کے لیے استعمال کیجاتی ہین مثلاً مزامیر اور ایک مباح وہ ولیمہ وغیرہ مین اظہار سرور کی غرض سے دف بجانا اور
گانا ہے۔ اور حدی اصل مین تو وہ ہوتی ہے جو اونٹون کے اندر جولانی کرنے کی غرض سے پڑھی جاتی ہے مگر یہان
مطلق خوش الحانی اور گھٹاؤ بڑھاؤ کے ساتھ کسی چیز کا پڑھنا مراد ہے وہ بھی مباح ہے اسواسطے کہ یہ کوئی ایسی
چیز نہین ہے جس سے دنیا و آخرت سے بیفکری ہو جاے بلکہ وہ ملال دور کرنیوالی چیز ہے اور آلات جنگ سے بازی کرنا
مثلاً تیر بازی کرنا یا گھوڑے کا پلٹانا یا نیزہ بازی کرنا تو فی الحقیقت یہ چیزین کھیل مین داخل نہین ہین کیونکہ ان سے مقصود
شرعی حاصل ہوتا ہے اور آنحضرت صلعم کے روبرو آپکے ہی مسجد شریف مین ایکمرتبہ حبشیون نے پٹا کھیلا ہے۔ اور
ایکمرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص کو کبوتر کے پیچھے پیچھے جاتا دیکھا تو آپنے فرمایا ایک شیطان ہے جو اپنے شیطان کے
پیچھے جا رہا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جانورون کے لڑانے سے نہی فرمائی ہے۔ اور از انجملہ حاجت سے زیادہ
صرف و کھانے اور فخر کرنے کیلیے سواریون اور فرش فروش کا اکٹھا کرنا ہے چنانچہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے فراش
للرجل وفراش لامرأتہ وثالث للضیف والرابع للشیطان۔ ایک بستر تو مرد کے لیے ہوتا ہے اور ایک اسکی

بیوی کے لیے اور تیسرا مہمان کے لیے اور چوتھا شیطان کے لیے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے یکون ابل للشیاطین وبیوت للشیاطین - یعنی اونٹ شیاطین کے لیے اور بعضے گھر شیاطین کے لیے ہوتے ہین - ابو ہریرۃ فرماتے ہین شیاطین کے لیے اونٹ تو مین نے دیکھے ہین تم مین سے کوئی شخص عمدہ عمدہ اُنٹنیون کو فربہ کرکے اپنے ساتھ لیکر نکلتا ہے اور انمین سے کسی پر سوار نہین ہوتا ہے اور راستہ مین اُسکو کوئی بھائی مسلمان ملتا ہے جسکے پاس سواری وغیرہ نہین ہوتی تو وہ اُسکو بھی نہین سوار کرتا - اور اہل جاہلیت کو کتے پالنے کا بھی بڑا شوق تھا اور کتا ایک ملعون جانور ہے جس سے ملائکہ مقربین کو تکلیف پہونچتی ہے کیونکہ اُسکو شیاطین کے ساتھ مشابہت ہے جیسا چھپکلی کے اندر ہمنے بیان کیا ہے لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکے گھر مین رکھنے سے منع فرمایا اور فرمایا من اتخذ کلبا الا کلب ماشیۃ او صیدا و زرع انتقص من اجرہ کل یوم قیراط وفی روایۃ قیراطان - جو شخص کتا رکھے بجز اُس کتے کے جو مواشی یا شکار یا کھیتی کے لیے ہو ہر روز اُسکے اجر مین سے ایک قیراط گھٹتا رہتا ہے اور ایک روایت مین دو قیراط آیا ہے اور بندر اور خنزیر کے پالنے کا بھی حکم کتے کے پالنے کی مانند ہے - مین کہتا ہون اجر کے کم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اُس سے قوت بہیمی کو مدد پہونچتی ہے اور ملکیت مغلوب ہوتی رہتی ہے اور قیراط کی مقدار کو تمثیل کے طور پر ذکر فرمایا ہے اور اُس سے جزء قلیل مراد ہے لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک قیراط اور دو قیراط کے ساتھ بیان کرنے مین کچھ منافات نہوئی - اور ازانجملہ سونے چاندی کے ظروف کا استعمال کرنا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الذی یشرب فی اناء الفضۃ انما یجرجر فی بطنہ نار جہنم - جو شخص چاندی کے برتن سے پیتا ہے بلا شبہ اپنے پیٹ مین جہنم کی آگ بھرتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا تشربوا فی آنیۃ الذہب والفضۃ ولا تاکلوا فی صحافہا فانہا لہم فی الدنیا ولکم فی الآخرۃ - سونے اور چاندی کے برتن مین مت پیو اور نہ اُسکی رکابیون مین کھاؤ کیونکہ اُنکے لیے تو وہ دنیا مین اور تمھارے لیے وہ آخرت مین ہین - اور سابقاً ہم جو بیان کرچکے ہین اُس سے اسکی وجہ صاف صاف معلوم ہو سکتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خمروا الآنیۃ واوکوا الاسقیۃ واجیفوا الابواب واکفتوا صبیانکم عند المساء فان للجن انتشارا وخطفۃ واطفئوا المصابیح عند الرقاد فان الفویسقۃ ربما اجترت الفتیلۃ فاحرقت اہل البیت - شام کے ہوتے ہی برتنون کو ڈھانک دیا کرو اور مشکیزون کے دہانے باندھ دیا کرو اور دروازون کو بند کر دیا کرو اور اپنے بچون کو اکٹھا کر لیا کرو کیونکہ جن پھیلے رہتے ہین اور اُچکتے پھرتے ہین اور سوتے وقت چراغون کو گل کر دیا کرو اسواسطے کہ فویسقہ یعنی چوہا اکثر فتیلے کو کھینچ لیتا ہے اور گھر والون کو پھونک دیتا ہے اور ایک روایت مین اسکے ساتھ یہ بھی آیا ہے فان الشیطان لا یحل سقاء ولا یفتح بابا ولا یکشف اناء کیونکہ شیطان مشک کو نہین کھولتا اور نہ دروازہ کو کھولتا ہے اور نہ برتن کو کھولتا ہے اور ایک روایت مین آیا ہے فانما فی السنۃ لیلۃ ینزل فیہا وباء لا یمر باناء لیس علیہ غطاء او سقاء لیس علیہ وکاء الا نزل فیہ من ذلک الوباء - کیونکہ سال بھر مین ایک رات ایسی ہوتی ہے جسمین وبا نازل ہوتی ہے پھر اُس وبا کا جس کسی برتن بغیر ڈھکے پر یا بغیر بندھی ہوئی مشک پر گذر ہوتا ہے ضرور اُسمین اُس وبا مین سے کچھ نازل ہوتا ہے - مین کہتا ہون کہ

شام کیوقت جنات کے پھیلجانے کا یہ سبب ہے کہ وہ اصل فطرت کے اعتبار سے ظلمانی ہین پس جہان مین تاریکی پھیلنے سے
انکو جمعیت اور سرور حاصل ہوتا ہے اور وہ جہان مین منتشر ہو جاتے ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا ہے
کہ شیطان بند چیز کو نہین کھولتا تو اسکی وجہ یہ ہے کہ اکثر دیکھا ہے کہ شیاطین کا اثر افعال طبعیہ کے ضمن مین ہوا کرتا ہے
مثلاً ایسی گھر مین ہوا کا گذر ہوتا ہے تو جنات اسکے ساتھ ملکر اسمین گھس جاتے ہین یا کسی پتھر کو اوپر سے ڈھکیلا جاے اور
اسکے لڑھکانے مین کوشش کیجاے تو مقتضاے عادت سے زیادہ وہ جنات کے اثر سے لڑھکجاتا ہے وعلی ہذا القیاس
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جو فرمایا ہے کہ سال بھر مین ایک شب ایسی ہوتی ہے جسمین بلا کا نزول ہوتا ہے اسکے
یہ معنی ہین کہ مدت دراز کے بعد ایک ایسا وقت پیدا ہوتا ہے جسمین ہوا بگڑ جاتی ہے اور مین نے اکثر تجربہ اسکا مشاہدہ کیا ہے
اسکی یہ صورت ہوا کہ مجھے ایک خراب ہوا چلتی ہوئی معلوم ہوئی جس سے اسوقت میرے سر مین درد پیدا ہو گیا اور انجملہ
بلند بلند مکان بنانا اور انکی زیب و زینت کرنا ہے اس بات مین عجمی لوگ نہایت تکلف کرتے تھے اور مال کثیر اسمین صرف
کر ڈالتے تھے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت سخت حکم سنا کر اسکا علاج کیا اور فرمایا ما انفق المؤمن من نفقة
الا اوجر فیہا الا نفقتہ فی ہذا التراب - مومن کوئی خرچ ایسا نہین کرتا جسمین اسکو اجر نہ دیا جائیگا بجز اس خرچ کے
جو اس مٹی مین کرتا ہے - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کل بناء وبال علی صاحبہ الا ما لا الا ما لا یعنی
الا ما لا بد منہ - ہر عمارت اپنے بنانے والے پر وبال ہے مگر ما لا مگر ما لا یعنی جسکے بغیر چارہ نہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے لیس لی او لیس لنبی ان یدخل بیتا مزوقا - میرے لیے جائز نہین یا کسی نبی کے لیے جائز نہین ہے کہ کسی
آراستہ گھر مین داخل ہو - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان اللہ لم یامرنا ان نکسو الحجارة والطین
خدا تعالی نے ہمکو اس بات کا حکم نہین دیا ہے کہ پتھروں اور مٹی کو کپڑے پہناوین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
بیشتر لوگون کا دستور تھا کہ اپنے امراض و مصائب مین طب و منتر سے کام لیا کرتے تھے اور کسی آیندہ چیز کے معلوم
کرنے مین فال اور شگون اور خطوط سے کام لیا کرتے تھے اسکا نام رمل ہے اور نیز کہانت اور نجوم اور تعبیر خواب سے کام
لیتے تھے اور انکے اندر بعض ناسزاوار امور تھے لہذا انمین سے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرما دیا اور باقی کو مباح
رکھا پس طب کی حقیقت ادویہ حیوانیہ یا نباتیہ یا معدنیہ کے طبائع کے موافق عمل کرنا اور اخلاط کے اندر تصرف کرکے
انمین کمی بیشی کرنا ہے اور قواعد شرعیہ سے انکا ثبوت ہوتا ہے اسواسطے کہ انمین شرک کی آمیزش نہین ہے اور
نہ انمین دین و دنیا کا کچھ نقصان ہے بلکہ اسمین بہت منفعت اور لوگون کی جماعت کا مجتمع کرنا ہے - مگر شراب سے
علاج کرنا ممنوع کیا گیا ہے اسواسطے کہ شراب کی جسکو چاٹ لگجاتی ہے پھر اسکا جانا دشوار ہوتا ہے اسیطرح خبیث ادویہ
یعنی سمیات سے حتی الامکان علاج کرنا منع ہے کیونکہ بسا اوقات انسے جان جاتی رہتی ہے اور حتی الامکان داغ
دینا بھی منع ہے کیونکہ آگ سے جلانا ایسی چیز ہے جس سے ملائکہ کو نفرت ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو معالجات
مروی ہین انکی اصل وہی تجربات ہین جو عرب کے نزدیک تھے اور منتر کی حقیقت ان کلمات کا استعمال کرنا ہے عالم مثال
مین جنکے لیے تحقق اور اثر نکلتا ہے اگر وہ کلمات شرک سے خالی ہون تو قواعد شرعیہ انکو رد نہین کرتی خصوصاً جبکہ وہ

کلمات قرآن و حدیث سے ہوں جنمیں تضرع الی اللہ تعالی کے معنی پائے جاتے ہیں۔ اور نظر حق ہے اور نظر حقیقت میں
اثر اور صدمہ کا نام ہے جو دیکھنے والے کی تاثیر نفس سے اسکو صدمہ پہنچتا ہے جسکو نظر لگائی جس چیز پر اسکی نگاہ پڑے اسکے اندر پیدا ہوتا ہے اور یہی جنات کے نظر کا
حال ہے اور جن احادیث میں منتر اور تعویذ اور حب کے عمل وغیرہ سے نہی وارد ہوئی ہے وہ انھیں صورتوں کے ساتھ
متعلق ہے جنمیں شرک یا سبب کے اندر اسقدر انہماک کے معنی پائے جاتے ہوں جسکی وجہ سے باری تعالی سے غفلت
ہو جائے۔ اور شگون بد یا شگون نیک کی حقیقت یہ ہے کہ ملاء اعلی میں جب کسی امر کا حکم دیدیا جاتا ہے تو بسا اوقات
وہ واقعات جو اپنی جبلت کے اعتبار سے ہر چیز کا عکس سرعت کے ساتھ قبول کر لیتے ہیں اسی امر کا رنگ پکڑ لیتے ہیں
وہ واقعات ایک تو دلوں کے خواطر اور خیالات ہیں اور ایک الفاظ ہیں جو مقصود الیہ بالذات ہوتے ہیں اور ایک وقائع
جو یعنی وہ واقعات جو زمین و آسمان کے مابین فضا میں ظاہر ہوتے رہتے ہیں کیونکہ طبیعت کے اعتبار سے ان
واقعات کے اسباب بہت ضعیف ہوا کرتے ہیں اور انکا ایک صورت کے ساتھ خاص ہونا اور دوسری کے ساتھ ہونا
اسباب فلکیہ یا ملاء اعلی میں کسی امر کے ثابت ہو جانے کیوجہ سے ہوتا ہے۔ اور عرب کے لوگ ان باتوں سے واقعات
آیندہ پر استدلال کیا کرتے تھے چونکہ اس بات میں صرف تخمین کو دخل ہوتا تھا اور وہم کا اسمیں برانگیختہ کرنا بلکہ بسا اوقات
تھا اور اس بات کا اندیشہ تھا کہ خدا تعالی سے انکی توجہ ہٹ جائے لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بدشگونی سے بالکل
منع فرما دیا اور فرما دیا کہ خیرہا الفال بہتر اسمیں فال ہے یعنی کوئی نیک کلمہ جو نیک آدمی کی زبان سے نکلے کیونکہ وہ
ان قباحات سے پاک ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عدوی یعنی ایک کی بیماری دوسرے کو لگ جانے سے انکار
فرمایا ہے نہ بایمعنی کہ وہ بالکل ایک بے اصل چیز ہے بلکہ عرب کے لوگ اسکو ایک سبب مستقل خیال کرتے تھے اور توکل کو
بالکل بھول جاتے تھے۔ اور حق بات یہ ہے کہ ان اسباب کی سببیت اسوقت تک ثابت رہتی ہے جبتک انکے خلاف
خدا تعالی کا حکم ثابت ہو اسواسطے کہ حکم الہی کے منعقد ہو جانیکے بعد خدا تعالی اسکو پورا کر دیتا ہے اور نظام بھی
بدستور قائم رہتا ہے زبان شرع سے اس نکتہ کو اسطرح بیان کر سکتے ہیں کہ یہ اسباب عقلیہ نہیں ہیں بلکہ اسباب
عادیہ ہیں ہامہ (جانور جو قبر میں پیدا ہوتا تھا زمانہ جاہلیت کے اوہام میں سے ہے) اور غول سے شرک کا دروازہ کھلتا ہے اسواسطے ان امور کے
اندر مشغول ہونے سے انکو منع کیا گیا نہ اسواسطے کہ یہ بالکل بے حقیقت چیزیں ہیں یہ نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ احادیث
متظاہرہ سے جنات اور جان میں انکے منتشر رہنے اور عدوی کا ثبوت ہوتا ہے اور نیز احادیث سے عورت اور گھوڑے
اور مکان کے اندر نحوست کی اصل کا ثبوت ہوتا ہے پس لا محالہ انکی نفی بایمعنی ہوگی کہ انکے اندر کا خوض منع ہے
اور اسمیں مخاصمت نہیں ہو سکتی پس اگر کوئی شخص کسی پر دعوی کرے کہ اسنے اپنا بیمار اونٹ میرے اونٹ کے پاس
کرکے اسکو بیمار کر دیا یا مار ڈالا وعلی ہذا القیاس تو اسکا دعوی مسموع ہوگا اور یہ چیزیں بالکل بے اصل ہو بھی نہیں سکتیں
تم جانتے ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہانت یعنی جنات کی خبر بیان کرنے سے نہایت سختی سے نہی فرمائی ہے
اور جو شخص کاہن کے پاس جائے اس سے آپ نے بری الذمہ ہونا بیان فرمایا ہے پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
کاہنوں کا حال دریافت کیا گیا تو آپ نے بیان فرمایا کہ ہوا کے جو میں ملائکہ کا نزول ہوتا ہے اور وہ اس امر کا باہم

ذکر کرتے ہین آسمان مین جسکا حکم دیدیا جاتا ہے تو شیاطین خفیہ طور پر وہان سننے کے لیے جا پہونچتے ہین اور اُسکو سُن آتے ہین
اور کاہنون سے آکر کہدیتے ہین اور وہ اُسکے ساتھ ایک سو جھوٹ ملا لیتے ہین یعنی ملاء اعلیٰ مین جب کوئی امر ثابت ہو جاتا ہے
تو ملائکہ سافلہ پر جو الہام کی قابلیت رکھتے ہین اُسکا القا ہوتا ہے پھر بعض بعض جنات جو ہوشیار اور زیرک ہوتے ہین
ملائکہ سے اُسکو معلوم کر لیتے ہین پس اس بات کا یقین کر لو کہ ان امور کے ساتھ جو نہی متعلق ہے اُسکا ما حصل یہ نہین ہے
کہ نفس الامر مین وہ چیزین نہین پائی جاتین بلکہ اسواسطے اُنسے نہی کی گئی ہے کہ اُن سب مین خطا اور شرک و فساد کا
اندیشہ ہے چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے **قل فیہما اثم کبیر و منافع للناس و اثمہما اکبر من نفعہما** کہدے کہ اُن دو نو مین
گناہ عظیم ہے اور لوگون کے لیے منفعتین ہین اور اُنکا گناہ اُنکے نفع سے زیادہ بڑا ہے۔ باقی رہے ستارے تو یہ بات
بعید نہین ہے کہ اُنکی بھی کچھ اصل ہو کیونکہ شرع نے صرف اُنکے اندر مشغول رہنے سے نہی فرمائی ہے اُنکی حقیقت کی نفی
بالکلیہ نہین کی ہے اور اسیطرح سلف صالح سے ان چیزون مین مشغول نہونا اور مشتغلین کی مذمت اور اُن تاثیرات کا
قبول نکرنا تو برابر چلا آیا ہے مگر اُنسے ان چیزون کا معدوم ہونا ثابت نہین ہوتا۔ علاوہ برین انمین سے بعض اشیا ہم
ایسی ہین جو یقین کے درجہ مین بدیہیات اولی کے درجے کو پہونچ چکی ہین مثلاً شمس و قمر کے حالات مختلف ہونے سے
معمول کا مختلف ہونا و علی ہذا القیاس و بعض باتین فکر یا تجربہ یا رصد سے ثابت ہوتی ہین جسطرح تجربہ وغیرہ سے
مثلاً سونٹھ کی حرارت اور کافور کی برودت ثابت ہوتی ہے اور غالباً اُنکی تاثیر دو طریقہ سے ہوتی ہے ایک طریقہ تو
طبیعت کے قریب قریب ہے یعنی جسطرح ہر نوع کے لیے طبائع مختلف ہوتی ہین جو اُسی نوع کے ساتھ مختص ہوا کرتی ہین
یعنی حرارت و برودت اور رطوبت و یبوست اور امراض کے دفع کرنے مین انھین طبائع سے کام لیا جاتا ہے اسیطرح
افلاک اور کواکب کے لیے بھی طبائع خاص و عجیب اور عجیب خواص ہین مثلاً آفتاب کے لیے حرارت اور چاند کے لیے رطوبت
اور جب ان کواکب کا اپنے محل مین گذر ہوتا ہے زمین پر اُنکی قوت کا ظہور ہوتا ہے۔ دیکھو کہ عورتون کے لیے جو عادات
اور اخلاق مخصوص ہین اُنکا منشا عورتون کی طبیعت ہی ہوا کرتی ہے اگرچہ اُسکا ادراک ظاہر طور پر نہو سکے اور
مرد کے ساتھ جو اوصاف مختص ہین مثلاً جرأت آواز کا بھاری ہونا اسکا منشا بھی اُسکی کیفیت مزاجی ہوا کرتی ہے
پس تم اس بات سے اُنکا یقین کرو کہ جسطرح ان طبائع خفیہ کا اثر ہوتا ہے اسیطرح زہرہ اور مریخ وغیرہ کے قوائے زمین
حلول کرکے اپنا اثر ظاہر کرین اور دوسرا طریقہ قوت روحانیہ اور طبیعت کے باہم ترکیب کے قریب قریب ہے اسکی مثال
ایسی ہے کہ جسطرح جنین کے اندر مان اور باپ کیطرف سے قوت نفسانی حاصل ہوتی ہے اور آسمان و زمین کے ساتھ
ان عناصر ثلثہ کا حال ایسا ہی ہے جو مان باپ کے ساتھ جنین کا حال ہوا کرتا ہے پس یہی قوت جہان کو اولاً صورت
حیوانیہ اور ثانیاً ان صورت انسانیہ کے قبول کرنے کے قابل بناتی ہے۔ اور اتصالات فلکی کے اعتبار سے انکے اثر کا
حلول کئی طرح پر ہوتا ہے اور ہر قسم کے خواص مختلف ہوتے ہین۔ جب کچھ لوگون نے اسکے اندر غور کرنا شروع کیا تو اُنکو
ستارون کا علم یعنی علم نجوم حاصل ہو گیا اور اسکے ذریعہ سے آیندہ واقعات اُنکو معلوم ہونے لگے مگر جب مقتضائے الٰہی
اُسکے خلاف مقرر ہو جاتی ہے تو ستارون کی قوت ایک دوسری صورت مین جو اُسی صورت کے قریب قریب ہوتی ہے متصور ہو جاتی ہے

اور خدا تعالیٰ کا حکم پورا ہو کر رہتا ہے اور کواکب کے خواص کا انتظام بھی قائم رہتا ہے - اور شرع میں اس نکتہ کو اسطرح پر
تعبیر کیا جاتا ہے کہ کواکب کے خواص میں لزوم عقلی نہیں ہے بلکہ عادت الٰہی اسطرح جاری ہے اور یہ خواص بمنزلہ امارات
اور علامات کے ہیں مگر جب کثرت سے لوگوں کو اس علم میں توغل ہو گیا اور ہمہ تن اسمیں مشغول ہو گئے تو اسواسطے اسمیں
کفر اور خدا تعالیٰ پر ایمان کے قائم نہ رہنے کا احتمال پیدا ہوا کیونکہ جو شخص اس علم میں مشغول ہو رہا ہے وہ تہ دل سے کیونکر
یہ بات کہہ سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے فضل اور اسکی رحمت سے مینہ برستا ہے بلکہ وہ تو خواہ مخواہ یہی کہیگا کہ فلاں فلاں
تارے کیوجہ سے برستا ہے لہذا یہ امر اسکو اس ایمان سے جو نجات کا دارمدار ہے ضرور مانع ہوگا اور اگر کسی شخص کو اس علم سے ناواقفیت
ہو تو اسکی یہ ناواقفیت کچھ مضر نہیں کیونکہ خدا تعالیٰ خود تمام عالم کا مقتضائے حکمت کی موافق انتظام کرتا ہے خواہ کوئی
اس سے واقف ہو یا نہو پس ضرور ہوا کہ شرع میں ایسا علم نیست و نابود کر دیا جاوے اور لوگوں کو اسکے سیکھنے سے ممانعت ہو
کردیجاوے اور یہ بات ظاہر کردیجاوے کہ جیسے نجوم سیکھا اسنے جادو کا ایک شعبہ حاصل کیا جسقدر زیادہ سیکھے اسیقدر اسکا وبال
اسکا حال توریت و انجیل کا سا حال ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے ساتھ نہایت تشدد کیا ہے جو
انکے دیکھنے کا قصد کرے کیونکہ ان دونوں میں تحریف ہو گئی ہے اور انکے دیکھنے میں احتمال ہے کہ آدمی انکو دیکھکر قرآن
عظیم کی فرمانبرداری ترک کردے - اسواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے نہی فرمائی - یہ جو کچھ ہمنے بیان کیا ہماری
رائے ہے اور ہمارے تفحص کا نتیجہ ہے پس اگر سنت سے اسکے خلاف کچھ ثابت ہو تو جو سنت سے ثابت ہو وہی بات ٹھیک ہے -

# خواب کا بیان

خواب کی پانچ قسم ہیں ایک خواب بشارت الٰہی ہوتی ہے اور ایک آن حمائد و رذائل کے متمثل ہونے سے
عبارت ہے جو ملکی طریقہ پر نفس کے اندر مندرج ہوتے ہیں - اور ایک صرف تخویف شیطانی ہوتی ہے اور ایک صرف
تخیلات نفسانی ہوتے ہیں حالت بیداری میں جنکا نفس عادی ہوتا ہے قوت متخیلہ میں وہ خیالات محفوظ رہتے ہیں
اور وہ خیالات مجتمعہ حس مشترک میں ظاہر ہو جاتے ہیں اور ایک خیالات طبیعیہ جو غلبہ اخلاط اور نفس کو ان اخلاط سے
ایذا پہنچنے پر متنبہ حاصل ہونے سے پیدا ہوتے ہیں - پہلی قسم کی خواب یعنی بشارت الٰہی کی حقیقت یہ ہے کہ نفس ناطقہ کو
حجابات بدنی سے بذریعہ اسباب خفیہ کے جو بالتامل معلوم نہیں ہو سکتے جب فرصت حاصل ہوتی ہے تو اسمیں اس بات کی قابلیت
پیدا ہو جاتی ہے جس قسم کے علوم اسکے پاس مخزون اور مجتمع ہوتی ہیں آوے اور یہ خواب تعلیم الٰہی ہوا کرتی ہے جیسا کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں معراج ہوئی اور خدا تعالیٰ کو ایک بہت عمدہ صورت میں آپنے دیکھا اور خدا تعالیٰ نے
آپکو کفارات اور درجات تعلیم فرمائی اور ایک مرتبہ اور آپکو خواب میں معراج ہوئی اور دنیاوی زندگی سے علیحدہ ہونیکے بعد
مردوں کا جو جو حال ہوتا ہے وہ آپ پر ظاہر ہوا چنانچہ جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے یا آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کو دنیا کے واقعات آیندہ کا جو کچھ علم ہوا وہ بھی اسی قبیلہ سے تھا اور خواب ملکی کی حقیقت یہ ہے کہ انسان کے اندر
دو قسم کے ملکات ہیں حسنہ اور قبیحہ مگر ان ملکات کے حسن و قبح سے وہی شخص واقف ہوتا ہے جبکہ صورت ملکی کیطرف

تجرد حاصل ہوتا ہے پس تجرد حاصل ہونے کے بعد اسکو اپنے حسنات اور سیئات صورت مثالیہ مین ظاہر ہو جاتے ہین
ایسا شخص کبھی خدا تعالے کے دیدار سے خواب مین مشرف ہوتا ہے اور اسکی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ شخص خدا تعالی کا
فرمانبردار ہوتا ہے اور کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہوتا ہے اور اسکی وجہ آنحضرتؐ کا اتباع
اور فرمانبرداری ہوتی ہے اور وہ فرمانبرداری اسکے دل مین مرکوز ہوتی ہے اور کبھی وہ شخص خواب مین انوار کا مشاہدہ کرتا ہے
اور اسکی اصل وہ عبادات مکتسبہ ہوتی ہین جو اسکے سینہ اور اعضا مین مرکوز ہو رہی ہین یہی عبادات انوار اور
پاکیزہ چیزون کی صورتون مین مثل شہد اور گھی اور دودھ کے ظاہر ہوتی ہین لیکن جو شخص خواب کے اندر خدا تعالے
یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا ملائکہ علیہم السلام کو بری صورت یا غضب کی حالت مین دیکھے تو اسکو سمجھنا چاہیے
کہ اسکا عقیدہ ناقص اور ضعیف ہے اور اسکا نفس کامل نہین ہوا اسیطرح ظلمات کی وجہ سے جو انوار حاصل ہوتے ہین
کبھی وہ شمس و قمر کی صورتون مین ظاہر ہوتے ہین۔ اور جو خواب تخویف شیطانی ہوتی ہے اسکی اصل حیوانات ملعونہ سے
اس شخص کا ڈرنا ہوتا ہے مثلاً بندر اور ہاتھی اور کتے یا کالے کالے آدمیون کا خواب مین دیکھنا انسان کو چاہیے
کہ جب خواب مین ایسی چیزین دیکھے تو خدا کی پناہ مانگے یعنی اعوذ باللہ پڑھے اور اپنے بائین طرف تین مرتبہ تھوک دیوے
اور جس کروٹ سے وہ لیٹا ہے وہ کروٹ بدل دے۔ اور جو خواب بشارت الہی کے قبیلہ سے ہوتی ہے اسکے لیے تعبیر یا الہی
اور تعبیر کا بہتر طریقہ خیالات کا معلوم کرنا ہے کہ کس چیز مین کس چیز کا مظنہ ہوتا ہے اور اس سے کیا مقصود ہوا کرتا ہے
پس کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ مسمی سے اسم کیطرف ذہن منتقل ہو جاتا ہے جیسطرح ایکمرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
خواب مین اپنے آپکو عقبہ بن رافع کے گھر مین دیکھا اور اسی خواب مین آپکے پاس کوئی ابن طاب کے تازہ چھوارے
لایا (ابن طاب ایک قسم کے خاص چھوارے ہوتے ہین) پس آنحضرت صلعم نے فرمایا مین نے اس خواب کی یہ تعبیر کی
کہ ہم دنیا مین رفعت یعنی سرفرازی اور آخرت مین عافیت کے ساتھ رہینگے اور ہمارا دین طیب یعنی پاکیزہ ہو گیا اور
کبھی دو چیزون مین التزام ہوتا ہے اور ملزوم سے لازم کیطرف ذہن منتقل ہو جاتا ہے مثلاً کوئی شخص خواب مین تلوار کو
دیکھے تو اسکی تعبیر قتال ہوگی اور کبھی ایک وصف سے ایک ذات کی طرف جو اس وصف کے مناسب ہوتی ہے ذہن منتقل
ہوتا ہے جیسطرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو شخص کو جنپر مال کی محبت غالب تھی خواب مین سونے کے دو کنگن کی
صورتون مین دیکھا الحاصل ایک چیز سے دوسری چیز کیطرف ذہن کے منتقل ہونے کی مختلف صورتین ہین اور سچے خواب
نبوت کے شعبون مین سے ایک شعبہ ہے اسواسطے کہ وہ ایک قسم کا فیضان غیبی اور خدا تعالی کی خلق کے ساتھ ایک
خاص تقرب کا اثر ہے اور نبوت کی اصل یہی ہے اور خواب کے اقسام باقیہ کی کچھ تعبیر نہین ہوا کرتی۔

## آداب صحبت کا بیان

معلوم کرو کہ منجملہ ان امور کے جنکو فطرت سلیمہ اور اشخاص انسانی مین باہم حاجات کا واقع ہونا اور اتفاقات
واجب کرتے ہین ایک آداب ہین جنکا بنی آدم کے افراد باہم برتاو کرین۔ اکثر یہ آداب تو ایسے ہین کہ تمام عرب و عجم کے

مختلف گروہ اُنکے اصول پر متفق ہین اگرچہ صرف صورتون اور اشباح مین اُنکے اندر اختلاف ہے لہذا اُن آداب سے بحث کرنا
اور اُن آداب مین سے آداب صالحہ اور آداب فاسدہ کو تمیز کرنا اُن مصلحتون مین داخل ہے جنکو پورا کرنے کو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم خلق کیطرف مبعوث ہوے ہین۔ انہیں مین سے ایک تحیہ ہے کہ بعض بعض کے لیے اُسکو عمل مین لایا کرین کیونکہ
لوگون کو باہم خوشی اور بشاشت کے اظہار اور اس بات کی ضرورت ہوا کرتی ہے کہ بعض بعض کے ساتھ ملاطفت اور
موانست کرین اور چھوٹے بڑون کو اپنا بزرگ سمجھین اور بڑے چھوٹون پر شفقت کرین اور آپسمین بھائی بھائی
اور دوست ہوکر رہین اسواسطے کہ اگر یہ بات نہین تو صحبت اور دوستی کا فائدہ اور نتیجہ حاصل ہو اور اگر اس خوشی کے
اظہار کے لیے کوئی لفظ مقرر نہ کیا جاے تو وہ ایک اندرونی چیز ہے جو بدون قرائن سے استنباط کیے معلوم ہو سکے لہذا
ہمیشہ سے ہر گروہ کے سلف کا طریقہ اپنی اپنی راے کے موافق باہم تحیہ کے برتاو کا چلا آتا ہے پھر ہوتے ہوتے اُنکی ملت
کا شعار اور اپنی ملت کے آدمیون کو پہچاننے کا طریقہ ہوگیا تھا مشرک تو عند الملاقات ایک دوسرے سے یہ کہا کرتے تھے
انعم اللہ بک عینا اور انعم اللہ بک صباحا۔ اور مجوس کہا کرتے تھے ہزار سال بزی۔ اور قانون شرعی کا مقتضی
تھا کہ اسمین اُس طریقہ کو اختیار کیا جاے جو انبیاء علیہ السلام کی سنت ہے اور انھون نے ملائکہ سے اُس طریقہ کو سیکھا ہے
اور وہ طریقہ دعا اور ذکر الہی کے قبیلہ سے ہے دنیاوی زندگانی مین دل لگانے کے قبیلہ سے نہین ہے مثلاً درازی عمر اور
دولت کی تمنا کرنا اور نہ اسمین کثرت سے تعظیم ہے جو آدمی کو شرک کے قریب کردے جسطرح سجدہ کرنے اور زمین بوسی مین
اور وہ سلام ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لما خلق اللہ آدم قال اذہب فسلم علی اولئک النفر
وہم نفر من الملائکۃ الحدیث۔ خدا تعالی نے جب آدم علیہ السلام کو پیدا کیا فرمایا جا تو پس سلام کر اوپر اُن کے وہ
اور وہ ملائکہ کا گروہ بیٹھا ہوا تھا پس تو سن کہ کس چیز سے تیرا تحیہ کرتے ہین پس آدم علیہ السلام نے جاکر کہا السلام علیکم
پس فرشتون نے کہا السلام علیک ورحمۃ اللہ فرمایا آپ نے پس زیادہ کیا فرشتون نے ورحمۃ اللہ۔ اللہ پاک نے جو
یہ فرمایا کہ انپر سلام کر واللہ اعلم۔ اسکے یہ معنی ہین کہ تحیہ کر تو اُنکے ساتھ اپنی راے کے موافق پس اسمین اُنکی راے
صواب ہوئی اور انھون نے کہا السلام علیکم اور اللہ پاک نے جو یہ فرمایا کہ یہ تحیہ تیرا ہے یعنی وجوبا اسواسطے کہ انھون نے
معلوم کیا کہ حظیرۃ القدس سے اسکا القا ہوا ہے اور خدا تعالی نے جنت کے بیان مین فرمایا ہے سلام علیکم طبتم
فادخلوہا خالدین۔ سلام تمھارے اوپر خوش ہو تم اور ہمیشہ کے لیے جنت مین داخل ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے لاتدخلون الجنۃ الحدیث۔ نہ داخل ہوگے تم جنت مین جبتک ایمان نہ لاؤگے اور ایمان نہ لاؤگے
جبتک باہم محبت نکروگے کیا مین تمکو ایسی چیز نہ بتلادون کہ جب تم اُسکو عمل مین لاؤ تو آپسمین دوست ہوجاؤ باہم سلام کا
رواج ڈالو۔ مین کہتا ہون کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ سلام کا فائدہ اور اُسکی مشروعیت کا سبب بیان
فرمایا کیونکہ باہم محبت پیدا ہونا ایسی خصلت ہے جس سے خدا تعالی کی رضامندی ہے پس سلام کا افشا محبت پیدا
کرنے کا کافی ذریعہ ہے اور اسیطرح مصافحہ اور دست بوسی وغیرہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے یسلم
الصغیر علی الکبیر الخ۔ چھوٹا بڑے کو سلام کرے اور گذرنیوالا بیٹھے ہوے کو اور تھوڑے لوگ بہت سے لوگون کو سلام کرین

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سوار پیادہ چلنے والے کو سلام کرے میں کہتا ہوں کہ لوگوں کا دستور ہے کہ جو کوئی کسی کے گھر آتا ہے تو وہ گھر والے کو سلام کرتا ہے اور ادنی درجہ کا اعلی درجہ والیکو سلام کرتا ہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایکمرتبہ لڑکوں پر گذر ہوا اور آنکو سلام کیا اور عورتوں پر آپکا گذر ہوا تو آپ نے آنکو سلام کیا اسواسطے کہ آپنے معلوم کیا کہ انسان کا اس شخص کو بزرگ سمجھنا جو اس سے بڑا اور اشرف ہو جماعات ملک کا جمع کرنا ہے اور اسمین ایک طرح کی خود پسندی بھی ہے لہذا آپنے بڑوں کا طریقہ تواضع اور خوردوں کا طریقہ یہ مقرر کیا کہ بزرگوں کی توقیر کریں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من لم یرحم صغیرنا الخ۔ جو شخص خوردوں پر رحم نکرے اور بڑوں کی عظمت نکرے وہ ہم میں سے نہیں ہے اور سوا اسکے یہ طریقہ کہ پیادہ پا کو سلام کرے اسواسطے مقرر فرمایا کہ سوار عند الناس باہمیت اور اپنی ذات کے اعتبار سے بڑا ہے اسواسطے اسکے لیے تواضع کا طریقہ مقرر فرمایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا تبدأوا الیہود والنصاری بالسلام الخ۔ ابتداءً تم یہود و نصاری کو سلام مت کرو اور جب تمین سے کسیکو کوئی رستہ میں ملجاوے تو اسکو تنگ رستہ کیطرف مجبور کرو۔ میں کہتا ہوں اسکی یہ وجہ ہے کہ منجملہ مصلحتوں کے جنکے اتمام کے لیے حضور نبوی کی بعثت ہوئی ہے ملت اسلامیہ کی عظمت اور تمام ملل سے اسکو اعلی اور اعظم کردانا ہے اور یہ بات اسیطرح پائی جاسکتی ہے کہ مسلمانوں کو تمام ملت والوں پر قدرت اور فضیلت ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن لوگوں کے السلام علیکم عشر الخ السلام علیکم کی دس نیکیاں ہیں اور جو شخص ورحمۃ اللہ کہے بیس نیکیاں اور جو شخص وبرکاتہ بھی کہے تیس نیکیاں ہیں اور جو شخص مغفرتہ بھی زیادہ کرے تو چالیس درجہ ثواب ہے اور فرمایا اسیطرح فضیلتیں ہوا کرتی ہیں یعنی جسقدر الفاظ زیادہ ہوتے ہیں اسیقدر ثواب زیادہ ہوتا ہے۔ میں کہتا ہوں زیادتی ثواب کی وجہ اور اسکا مدار یہ ہے کہ اسمین اس خیر کا تمام کرنا ہے جسکو خدا تعالی نے مشروع کیا ہے اور وہ بشاشت و الفت اور درستی اور دعا اور ذکر اور خدا تعالی پر کام کا حوالہ کرنا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے یجزی عن الجماعۃ الخ جماعت کے لیے جب وہ ہو کر گذرین اسقدر کافی ہے کہ اسمین سے ایک شخص سلام کرے اور بیٹھے ہوے لوگوں کو اسقدر کافی ہے کہ انمین سے ایک شخص سلام کا جواب دے۔ میں کہتا ہوں اسکی یہ وجہ ہے کہ جماعت حقیقت کے اعتبار سے ایک چیز ہے اور اُسمین ایک کا سلام کرنا باہمی نفرت کو دور کر دیتا ہے اور باہم الفت پیدا کر دیتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اذا انتہی احدکم الی مجلس الخ۔ تم میں سے جب کوئی شخص کسی جلسہ کیطرف پہونچے تو اگر اسکے دلمین بیٹھنے کا قصد ہو تو بیٹھ جائے اور جب کھڑا ہو تو اسکو چاہیے کہ سلام کرے پس پہلا سلام کرنا دوسری مرتبہ سلام کرنے سے زیادہ سزاوار اور اولی نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں رخصت کیوقت سلام کرنیمیں چند فوائد ہیں منجملہ انکے ایک یہ ہے کہ اسکی وجہ سے کراہت اور ملال سے کھڑے ہونے ہونیمین تمیز ہو جاتی ہے اور معلوم ہو جاتا ہے کہ ضرورت کیوجہ سے قیام کیا ہے اور پھر جو کوئی بات کہنی کو باقی رہجاتی ہے اسکو پورا کرے اور منجملہ اُن فوائد کے یہ ہے کہ اسکا جانا خفیہ طور پر نہو اور مصافحہ کرنے اور مرحبا کہنے اور معانقہ وغیرہ کرنیمین یہ راز ہے کہ مصافحہ وغیرہ سے محبت بڑھتی ہے اور خوشی پیدا ہوتی اور باہمی وحشت اور نفرت دور ہوتی ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا التقی المسلمان الخ

جب دو مسلمان ملین اور مصافحہ کرین اور خدا تعالیٰ کی حمد کرین اور خدا تعالیٰ سے اپنے گناہون کی مغفرت مانگین تو اُن دونون
کی مغفرت ہو جاتی ہے۔ مین کہتا ہون یہ اسواسطے ہے کہ مسلمانو نمین خوشی پیدا ہونا اور آپسمین محبت اور مہربانی کا پایا جانا
اور خدا تعالیٰ کے ذکر کا آپسمین جاری ہونا خدا تعالیٰ کی رضامندی کا سبب ہے اور قیام مین احادیث مختلف ہین پس
آپنے فرمایا ہے من سرہ ان یتمثل لہ الرجال قیاما فلیتبوأ مقعدہ من النار جسکو یہ بات پسند ہو کہ اُسکی خدمتمین
کوئی شخص کھڑا ہے تو اُسکو اپنا ٹھکانا جہنم مین بنانا چاہیے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا تقوموا
کما یقوم الاعاجم یعظم بعضہم بعضا مت کھڑے ہو تم جسطرح کھڑے ہوتے ہین عجمی بعض بعض کی تعظیم کیلیے
اور فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعدؓ کے قصہ مین قوموا الی سیدکم۔ کھڑے ہو تم طرف سردار اپنے کے
اور حضرت فاطمہؓ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا کرتی تھین تو آپ اُنکے لیے کھڑے ہو جایا کرتے تھے
اور اُنکا ہاتھ پکڑ کو بوسہ دیتے تھے اور اپنی جگہ اُنکو بٹھاتے تھے اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہؓ کے پاس جاتے تھے
تو حضرت فاطمہؓ کھڑی ہو جایا کرتی تھین اور آپکا دست مبارک پکڑ کر چومتی تھین اور اپنی جگہ آپکو بٹھاتی تھین۔ مین کہتا ہون
اسمین فی الحقیقت اختلاف نہین ہے اور جس معنی پر امر و نہی کا مدار ہے وہ مختلف ہے اسواسطے کہ عجمی لوگون کا قاعدہ
تھا کہ اُنکے خدمتگار اُنکے سامنے کھڑے رہا کرتے تھے اور رعایا بادشاہون کے روبرو کھڑا رہا کرتی تھی اور وہ اُنکی تعظیم مین
افراط بھی یہانتک کرتے کہ شرک مین واقع ہونیکا احتمال تھا لہذا اُس سے ممانعت کی گئی اور اسی کیطرف اس حدیث مین
اشارہ واقع ہوا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کما یقوم الاعاجم۔ اور من سرہ ان یتمثل۔ کہا کرتے ہین مثل بین یدیہ
مثولا جب خدمت کے لیے سیدھا کھڑا ہوتا ہے اور جو کھڑا ہونا واسطے خوشی مومن کے ہو اور اُسکا اکرام اور اُسکے دل کی
خوشنودی منظور ہو نہ یہ بات کہ اُسکے سامنے خدمت کے لیے کھڑا ہو تو اسمین مضایقہ نہین اسلیے کہ اسمین شرک کی
آمیزش نہین ہے اور کسی نے عرض کیا اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی شخص ہم مین سے اپنے بھائی سے ملے
آیا اُسکے واسطے جھک جاے فرمایا نہین اور اُسکا سبب یہ ہے کہ جھکنا رکوع نماز کے مشابہ ہے پس وہ بمنزلہ سجدہ تحیۃ کے ہے
اللہ پاک فرماتا ہے یا ایہا الذین آمنوا لا تدخلوا بیوتا غیر بیوتکم الخ۔ اے ایمان والو گھرونمین بجز اپنے گھرون کے
داخل مت ہو یہانتک کہ اجازت لو اور سلام کرو اُن گھر والون پر اور اللہ پاک فرماتا ہے یا ایہا الذین آمنوا
لیستاذنکم الذین ملکت ایمانکم الخ۔ اے ایمان والو چاہیے کہ وہ لوگ جو تمھارے ہاتھون کے مملوک ہوے ہین
تمسے اجازت لین اور وہ لوگ جو تم لین سے بلوغ کو نہین پہونچے الی قولہ کما استاذن الذین من قبلکم
پس خدا تعالیٰ کا تستانسوا تستاذنوا کے معنی مین ہے مین کہتا ہون استیذان اسیواسطے مقرر کیا گیا ہے کہ یہ بات
تمکو ناپسندیدہ ہے کہ لوگ آدمیون کی شرمگاہون پر مطلع ہون اور وہ چیز جو اُنکو گوارا نہو دیکھین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے کہ استیذان بینائی کے لیے مقرر کیا گیا ہے پس مناسب ہے کہ لوگون کے مختلف ہونے سے وہ بھی مختلف ہو پس
بعض آدمی نہین سے اجنبی ہین کہ اُن سے اور اُنسے میل جول نہین ہے اور اُسکے لیے مناسب ہے کہ جبتک آواز دیکر اجازت نہ مانگے
اور آواز سے اُسکو اجازت نہ ملجاے داخل نہو اسیواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کلدہ بن حنبل ورنہی عامر کے ایک

شخص کو تعلیم فرمایا کہ یہکے السلام علیکم ادخل۔ اور فرمایا ہے کہ استیذان تین مرتبہ ہے پس اگر تجکو اذن دیا جاوے
فبہا وگرنہ لوٹ آ اور بعض آمین حرج ہین اگرچہ محارم نہیین ہین مگر آپسمین میل جول اور دوستی ہے پس انکا اجازت لینا آسکے
استیذان سے کمتر ہے اسیواسطے آپنے عبد اللہ بن مسعودؓ سے فرمایا تیرا اذن میرے اوپر یہ ہے کہ تو پردہ کو اٹھا دے اور
یہ کہ سنے تو میرے کلام کی آواز یہانتک کہ مین تجکو منع کرون اور بعض آنمین سے لڑکے اور غلام ہین کہ انسے پردہ فرض نہین ہے
لہذا اُنکے لیے استیذان کی ضرورت نہین ہے مگر ان اوقات مین کہ عادتاً کپڑے اتار دیے جاتے ہین اور خدا تعالے
نے ان تین اوقات کو اسواسطے خاص کیا ہے کہ وہ اوقات لڑکون اور غلامون کے آنے کے ہین بخلاف آدمی باہر کے
مثلاً اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے رسول الرجل الی الرجل اذنہ۔ آدمی کی طرف آدمی کا قاصد اسکا اذن ہے
اسواسطے کہ اسنے معلوم کرلیا اُس چیز کو جسکی طرف وہ بھیجا گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب کسی
قوم کے دروازے پر تشریف لاتے تھے تو دروازے کے سامنے سے نہ آتے تھے پس فرماتے تھے السلام علیکم اور یہ اسواسطے
تھا کہ ان لوگون کے گھرون کے سامنے پردے نہ تھے اور منجملہ آداب بیٹھنے اور سونے اور سفر کرنے کے آداب ہین آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لایقیم الرجل الرجل من مجلسہ الخ کوئی شخص کسی کو اُسکی جگہ سے اٹھا کر آپ نہ بیٹھے
بلکہ کشادہ ہوکر اور گھل کر بیٹھو مین کہتا ہون یہ اسواسطے ہے کہ کسی کو اُٹھا کر بیٹھنا غرور اور خود پسندی کی بات ہے
اور دوسرے کے دلمین اس سے رنج اور کینہ پیدا ہوتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من قام من مجلسہ الخ
جو شخص اپنی جگہ سے کھڑا ہوا اور پھر وہین آیا تو اسکا وہ سزاوار زیادہ ہے۔ مین کہتا ہون جو شخص پہلے بیٹھ گیا اور وہ جگہ
اُسکے لیے مباح تھی خواہ مسجد ہو یا خانقاہ یا گھر پس اسکا حق اُس سے متعلق ہوگیا پس جبتک اُسکو اُس جگہ کی حاجت ہو
اُسوقت تک اُسکو برگشتہ نہ کیا جاے اور اُسکا حال بنجر زمین کا سا ہے کہ جو کوئی بنجر کو توڑ کر کھیتی کرے وہی اسکا مستحق ہے
اور پہلے اسکا حال گذر چکا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لایحل لرجل ان یفرق بین اثنین الا باذنہما
کسی شخص کو روا نہین کہ دو شخصون کے بیچ مین اُنکو علیحدہ کرکے بیٹھے مگر اُنکی اجازت سے مین کہتا ہون اسکی وجہ یہ ہے
کہ دو شخص اکثر اوقات باہم خوشنودی اور مسرت کی باتین کرنے کے لیے پاس پاس بیٹھ جاتے ہین پس اُن دونوں کے بیچ مین
بیٹھ جانا اُنکے دل کو مکدر کرنا اور کبھی وہ باہم محبت کرنے کی باتین کرتے ہین پس اُنکے درمیان مین بیٹھنا اُنکو متنفر کرنا ہے
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لایستلقین احدکم الخ۔ تم مین سے چت لیٹ کر ایک پیر کو دوسرے پیر پر نہ رکھے
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگون نے چت لیٹے ہوے اور ایک قدم کو دوسرے پر رکھے ہوے دیکھا ہے۔ مین کہتا ہون
لوگ لنگی باندھا کرتے تھے اور لنگی باندھنے والا جب ایک پیر کو دوسرے پر رکھتا ہے تو وہ شرمگاہ کے کھلنے سے مامون نہین ہوتا
پس اگر پاجامہ پہنے ہوے ہو یا شرمگاہ کے کھلنے سے مامون ہو تو اسطرح لیٹنے مین مضایقہ نہین ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے ایک شخص سے جو اُلٹا پڑا تھا فرمایا یہ ایسا لیٹنا ہے جو خدا تعالیٰ کو ناگوار ہے۔ مین کہتا ہون اسکی یہ وجہ ہے کہ یہ لیٹنا
ایک منکر اور قبیح ہیئت ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من بات علی ظہر بیت الخ۔ جو شخص گھر کی
چھت پر رات کو سوے اور اُس چھت پر کوئی آڑ نہو تو اُس سے ذمہ بری ہے۔ مین کہتا ہون اسکی یہ وجہ ہے کہ یہ ہیئت

اپنی جان کے ہلاک کرنیکا سامان کیا اور اپنے آپکو ہلاکت مین ڈالا اور خدا تعالی فرماتا ہے لاتلقوا بایدیکم الی التہلکۃ اپنے
ہاتھون کو ہلاکت مین مت ڈالو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ملعون علی لسان محمد صلی اللہ علیہ وسلم الخ
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر جو شخص حلقہ کے بیچ مین بیٹھے ملعون ہے۔ بعض کے نزدیک اس سے ماجن مراد ہے جو اپنے
آپ کو مسخراپن مین ڈالتا ہے تاکہ اس سے مسخراپن کرین اور یہ شیطانی کام ہے۔ اور ممکن ہے کہ یہ معنی ہون کہ ایک گروہ
کیطرف تو پشت اور ایک کیطرف منہ کرے اور اس سے لوگون کے دل کو ناگوار گذرے اور اگر یہ مرد و عورت ملے بیٹھے تھے
تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتون سے فرمایا استاخرن الخ۔ پیچھے کو بیٹھو تمکو روا نہین ہے کہ راستہ کے درمیان مین
بیٹھو بلکہ تمکو لازم ہے کہ راستے سے ادھر ادھر بیٹھو پس عورتین دیوارون کو چمٹنے لگین۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
اس بات سے بھی منع فرمایا ہے کہ کوئی مرد دو عورتون کے بیچ مین ہوکر گذرے۔ مین کہتا ہون اسمین اندیشہ ہوتا ہے کہ مرد
عورت سے ملجائے اور وہ عورت غیر محرم ہے یا اسکی طرف دیکھے اور فرمایا ہے اذا عطس احدکم الخ۔ تم مین سے جب
کوئی چھینکے تو اسکو الحمد للہ کہنا چاہیے اور اسکے بھائی کو یا اسکے صاحب کو یرحمک اللہ کہنا چاہیے اور پھر اسکو یہدیکم اللہ
ویصلح بالکم کہنا چاہیے اور ایک روایت مین ہے اور وہ اگر الحمد للہ نہ کہے تو اسکو جواب مت دو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا ہے شمت اخاک ثلاثا الخ۔ اپنے بھائی کی چھینک کا تین مرتبہ جواب دو اور جو زیادہ ہو تو وہ زکام ہے
مین کہتا ہون چھینکتے وقت حمد اسواسطے مقرر کی گئی ہے کہ ایک تو وہ دلیل شفا ہے اور اس سے دماغ کی ابخرہ غلیظ
نکل جاتے ہین دوسرے یہ کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کی سنت ہے اور حمد کرنے سے معلوم ہوجاتا ہے کہ وہ شخص تابع
سنن انبیا علیہم السلام ہے اور ملل انبیا پر وہ جما ہوا ہے اور اسیواسطے جواب دینا واجب ہوا اور وہ حقوق اسلام سے ہوا
اور جواب دینے والے کے لیے جواب دینا اسواسطے مقرر کیا گیا کہ اسمین مبادلۃ الاحسان بالاحسان ہے اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے انما التثاؤب من الشیطان الخ۔ جماہی لینا تو شیطان کے ہی طرف سے ہے پس تم مین سے
جب کوئی جماہی لے تو جہانتک اس سے ہوسکے اسکو روکے اور تم مین سے جب کوئی جماہی لیتا ہے تو اس سے شیطان ہنستا ہے
مین کہتا ہون جماہی سستی طبع اور غلبہ ملال سے پیدا ہوتی ہے اور شیطان کو اسمین موقع ملتا ہے اور منہ کھولے اور
آہ آہ کی آواز سے شیطان ہنستا ہے اسواسطے کہ وہ ایک قبیح ہیئت ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔
اذا تثاوب احدکم الخ۔ تم مین سے جب کوئی جماہی لے تو اسکو چاہیے کہ اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لے اسواسطے کہ شیطان
گھسجاتا ہے مین کہتا ہون شیطان مکھیون اور مچھرون کو اڑا کر اسکے منہ مین گھسا دیتا ہے اور اکثر اوقات منہ کے
عضلات سکڑ جاتے ہین اور مینے ایسا دیکھا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لو یعلم الناس ما فی الوحدۃ الخ
اگر لوگون کو معلوم ہو کہ وحدت مین کیا بات ہے جو مین جانتا ہون تو سوار رات کو تنہا نہ چلے۔ مین کہتا ہون اس سے
آپکی مراد یہ ہے کہ مہلکات مین پڑجانا اور آنکی دلیری کرنا بلا ضرورت ایک ناپسندیدہ امر ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے جو حضرت زبیر کو مقدمۃ الجیش کرکے تنہا بھیجا تھا تو اسکی ضرورت تھی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے لاتصحب الملائکۃ الخ۔ نہین ساتھ ہوتے فرشتے ان رفیقون کے جنمین کتا اور گھنٹہ ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

فرمایا ہے الجرس مزامیر الشیطان گھنٹہ شیطان کے مزامیر ہیں۔ میں کہتا ہوں جو آواز نہایت سخت ہے شیطان اور
اُسکے ذریات کے موافق ہے اور ملائکہ کو اُس سے نفرت ہے اور اُن دونوں کے جبلی مزاج کا مقتضی ہے۔ اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے سافرتم فی الخصب الخ۔ جب تم ارزانی میں سفر کیا کرو تو اونٹ کو اُسکا حق ادا
کیا کرو جو زمین میں ہے اور جب تم قحط میں سفر کرو تو اُسکو جلد جلد چلاؤ۔ اور جب اخیر رات میں آ نیند تو راستہ سے بچو کیونکہ
وہ رات کے وقت دواب کا رہگذر ہے اور حشرات کا ماوا ہیں۔ میں کہتا ہوں یہ سب ظاہر ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا ہے السفر قطعة من العذاب۔ سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے۔ تم میں سے ایک کو نیند اور کھانے و
پینے سے باز رکھتا ہے پس جبکہ پورا کر چکے اپنی حاجت کو جو اُسکے سامنے ہے تو اُسکو چاہیے کہ اپنے اہل کو جلدی سے
چلا آئے۔ میں کہتا ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو مکروہ سمجھا کہ آدمی تھوڑی چیزوں کے پیچھے پڑا رہے
اور اُنکی وجہ سے اُسکو زیادہ روز تک سفر کرنا پڑے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا اطال احدکم الغیبة
جب تم میں سے کوئی غیبت کو دراز کرے تو اُسکو چاہیے کہ رات میں اپنے گھر نہ آوے۔ میں کہتا ہوں بسا اوقات انسان
کو بسبب پراگندہ ہونے بالوں وغیرہ کے نفرت ہو جاتی ہے اور وہ اُن دونوں کے تکدر حال کا باعث ہوتی ہے۔
از انجملہ کلام کرنے کے آداب ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اخنی الاسماء یوم القیامة عند اللہ
رجل الخ۔ یعنی بدترین ناموں کا خدا تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے روز وہ شخص ہے جسکا نام ملک الاملاک ہو
اور فرمایا آپ نے کہ نہیں بادشاہ مگر خدا تعالیٰ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوالحکم کنیت رکھنے سے منع فرمایا ہے
ان اللہ ہو الحکم۔ کہ حکم خدا تعالیٰ ہی ہے اور اُسی کی طرف حکم ہے۔ میں کہتا ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
اس کنیت سے اسواسطے منع فرمایا کہ اسمیں تعظیم بکثرت پائی جاتی ہے اور وہ شرک کے قریب کرتی ہے اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لاتسمین غلامک یسارا الخ۔ اپنے لڑکے کا نام یسار ہرگز مت رکھو اور نہ رباح
اور نہ نجیح اور نہ افلح۔ پس تو کہتا ہے کہ یسار اس جگہ ہے پس نہیں ہوتا پس کہا جاتا ہے نہیں۔ اور جابرؓ نے فرمایا ہے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود اس بات سے منع کرنا تھا کہ نام رکھا جاوے ساتھ یعلی اور برکت اور نافع وغیرہ کے
پھر میں نے آپکو دیکھا کہ اس منع کرنے سے خاموش ہو رہے پھر آپکی وفات ہو گئی اور اُس سے منع نہیں کیا میں کہتا ہوں
ان ناموں کا مکروہ ہونا اسواسطے ہے کہ وہ ایک ہیئت منکرہ کیطرف پہونچاتے ہیں کہ وہ ہیئت اقوال میں ایسی ہے
جیسے اجابع وغیرہ افعال میں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الاجدع شیطان۔ نکٹا شیطان ہے۔
اور احادیث میں تطبیق باینطور ہے کہ آپ نے نہی میں تاکید نہیں کی مگر ارشاد کے طور پر تمیز امشورہ کے
اس سے منع فرمایا یا نہی کے علامات آپکو ظاہر ہوے پس ادمی نے کہا کہ از روے اجتہاد کے منع کیا جسنے اُسکو محفوظ کیا
حجت ہے اُس شخص پر جسنے محفوظ نہیں کیا۔ اور میرے نزدیک یہ وجہ صحابہؓ کے فعل کے موافق ہے اسواسطے کہ وہ ہمیشہ
اس قسم کے نام رکھا کرتے تھے۔ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سموا باسمی الخ۔ میرے نام پر نام رکھو اور میری
کنیت پر کنیت مت کرو اور فرمایا آپنے نہیں گردانا گیا میں قاسم مگر اسوجہ سے کہ تم میں تقسیم کرتا ہوں۔ کہتا ہوں

اگر کسی کا نام نبی کے نام پر ہوتا تو اس گمان کا موقع تھا کہ احکام میں اشتباہ واقع ہو اور ان احکام کی نسبت اور رفع
کرنے میں تلبیس واقع ہوئی اور جب کہا یا کہا ابوالقاسم نے یہ گمان ہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم ہے اور
بسا اوقات مراد کچھ اور ہوتا - اور بسا اوقات آدمی کو نام لیکر کوئی گالی دیتا ہے اور لڑائی جھگڑو میں اسکے لقب
ذم کیجاتی ہے پس اگر نبی کے نام پہ نام ہو تو اسمیں ایک بیت منکرہ پائی جاتی ہے پھر یہ بات کنیت کے اعتبار سے
اکثر پائی جاتی ہے بہ نسبت علم کے بدو وجہ ایک تو یہ وجہ ہے کہ لوگوں کو شرعاً اس بات سے ممانعت تھی اور عادت کے
اعتبار سے اس بات سے باز رہتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نام لیکر ندا کریں اور مسلمان یا رسول اللہ
کہکر ندا کرتے تھے اور ذمی لوگ کہتے تھے یا ابا القاسم - دوسرے یہ کہ عرب نام لیکر بزرگی یا حقارت کا قصد نہ کیا کرتے تھے
بلکہ کنیت سے بزرگی یا حقارت کا قصد کرتے تھے جیسے ابوالحکم اور ابوجہل کہ اول میں تشریف اور دوسرے میں تحقیر مقصود ہے
وعلی ہذا القیاس - اور آپکی کنیت ابوالقاسم اسواسطے ہوئی کہ آپ قاسم تھے پس دوسرے کی یہ کنیت رکھنا ایسا ہوا
جیسا آپسے برابری کرنا - اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اس بات کی رخصت دی کہ آپکے بعد آپنے لڑکے کا نام آپکے
نام پر رکھیں اور آپکی کنیت پر اسکی کنیت کریں اسیواسطے دی کہ التباس رفع ہوگیا کیونکہ آپکا زمانہ گذر گیا - اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا یقولن احدکم عبدی او امتی - الخ - چاہیے کہ تم میں سے کوئی نہ کہے عبد میرا
اور امت میری بلکہ تم سب خدا ہی کے بندے ہو اور تمہاری سب عورتیں خدا تعالی کی بندیاں ہیں بلکہ اسکو یہ کہنا
چاہیے غلام میرا اور لونڈی میری اور جوان میرا اور جوان میری اور غلام کو چاہیے کہ یہ نہ کہے رب میرا بلکہ اسکو یہ کہنا
کہ میرا آقا - میں کہتا ہوں کہ اسمیں درازی کرنی اور لوگوں کو حقیر سمجھنے کا سبب کبر اور خود پسندی ہے اور اسمیں
لوگوں کی دلشکنی ہے اور نیز چونکہ کتب آسمانی میں اس نسبت کو جو خالق اور مخلوق کے اندر پائی جاتی ہے عبدیت
اور ربوبیت کے ساتھ تعبیر فرمایا ہے لہذا لوگوں کو باہم اسکا استعمال کرنا بے ادبی ہے - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے انگور کی نسبت فرمایا ہے کہ کرم مت کہا کرو بلکہ عنب اور حبلہ کہا کرو اور یہ مت کہو یا خیبۃ الدہر یعنی اے
زمانہ کی بے نصیبی کیونکہ خدا تعالی تو دہر ہے اور اللہ پاک نے فرمایا ہے کہ دہر کو برا کہکر ابن آدم مجکو ایذا دیتا ہے
دہر تو میں ہی ہوں میرے ہاتھ میں ہی امر ہے رات و دن کو لوٹتا پوٹتا رہتا ہوں - میں کہتا ہوں کہ جب خدائے پاک
نے شراب ہی فرمادی اور وہ ایک اتری ہوئی چیز ہوگئی تو مناسب ہوا کہ جس بات میں اسکی عظمت پائی جاے
اور جس بات سے اسکی عمدگی کا خیال ہو سکے اس سے بھی ممانعت فرمائی جاسے اور انگور شراب کی اصل اور مادہ ہے
اور عرب کا دستور تھا کہ اکثر اوقات شراب کو بنت کرم کہکر تعبیر کیا کرتے تھے اور اسی نام سے اسکو مشہور کرتے تھے
اور ایام جاہلیت کا قاعدہ تھا کہ واقعات کو دہر یعنی زمانہ کیطرف منسوب کیا کرتے تھے اور یہ ایک قسم کا شرک تھا
اور نیز اکثر دہر سے مقلب ہر انکو مراد ہوا کرتا تھا بہر حال دہر کے برا کہنے کا مآل خدا تعالی سے ناخوشی کیطرف تھا اگرچہ
اسکے عنوان میں وہ خطا کرتے تھے غلط تھا اور حدیث شریف میں آیا ہے تم میں سے کوئی یہ نہ کہے کہ میرا نفس
خبیث ہوگیا بلکہ اسکو یہ کہنا چاہیے کہ میرا نفس بگڑ گیا - میں کہتا ہوں کہ اکثر خباثت کا استعمال کتب آسمانی میں

خباثت باطنی اور بدطینی پیدا ہوتی ہے لہذا یہ کلمہ بمنزلہ بیات شیطانیہ کے ٹھہرا۔ اور اگر کوئی شخص کسی بات کو اسطرح
بیان کرے کہ لوگ یہ گمان کرتے ہین کہ یہ بات اسطرح ہے تو اسکی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
بئس مطیۃ الرجل برا ذریعہ آدمی کا ہے یعنے صرف لوگون کے گمان کرنے سے کسی بات کا بیان کر دینا برا ہے
مین کہتا ہون اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ مراد ہے کہ آپکو یہ بات ناگوار ہے کہ کوئی شخص بلا ثبوت کسی
بات کو ذکر کرے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا تقولوا ما شاء اللہ وشاء فلان اور یہ بات
مت کہو کہ جو خدا نے چاہا اور فلان نے چاہا اور یہ کہو کہ جو خدا نے چاہا پھر فلان نے چاہا۔ مین کہتا ہون برابر برابر
ذکر کرنے سے رتبہ کے اندر برابری کا وہم ہوتا ہے لہذا اس قسم کے لفظ کا زبان سے نکالنا سوء ادبی ٹھہرا اور
معلوم کرو کہ بیفائدہ باتون مین غور کرنا اور کلہ درازی اور فصاحت وبلاغت مین انہماک اور اشعار اور مزاح کی
کثرت اور قصہ کہانیون مین وقت کا گذارنا یہ سب امور منجملہ ان امور کے ہین جو انسان کو دنیا و دین سے بیخبر کر دیتے ہین
اور جنکا مدار باہمی تفاخر اور نمود پر ہوتا ہے لہذا انکا حال عادت اہل عجم کا سا حال ہوا اسواسطے حضور صلی اللہ
علیہ وسلم نے انکو ناپسند فرمایا اور انکے نقصانات بیان فرمائے مگر جسقدر مین کراہت کے معنی نہین پائے جاتے
اسقدر کی اجازت عطا فرمائی اگرچہ بادی الرائے مین انکے اندر اشتباہ پایا جاوے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا ہے ہلک المتنطعون یعنی فضول باتون مین غور کرنیوالے برباد ہوگئے تین مرتبہ اس کلمہ کو ارشاد فرمایا
اور فرمایا ہے الحیاء والعی شعبتان من الایمان والبذاء والبیان شعبتان من النفاق حیا اور
ترک رنگین باتین کرنا ایمان کے دو شعبے ہین اور بیحیائی اور بیان بیدھڑک تقریر کرنا چاہے زبان سے کچھ نکلے یا
نفاق کے دو شعبے ہین۔ مین کہتا ہون اس سے آپکی مراد بیحیائی اور تعمق اور تطاول کلام کا ترک کرنا ہے
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان احبکم الی واقربکم منی یوم القیامۃ احاسنکم اخلاقا
الحدیث۔ تم مین سے مجکو زیادہ تر پسندیدہ اور بروز قیامت تم مین سے مجھسے زیادہ تر قریب وہ لوگ ہین جنکے
اخلاق عمدہ ہین اور تم مین سے مجکو زیادہ تر مبغوض اور مجھسے زیادہ تر دور تم مین سے وہ لوگ ہین جو بد اخلاق
اور بڑے باتونی اور کلہ دراز اور متکبر ہین۔ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مین نے جانا یا حکم دیا گیا کہ گفتگو
مین اعتدال اور اختصار بقدر کفایت کرنا بہتر ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تمہارا شکم ریم سے
پر ہو جسکو تم دیکھتے ہو اس سے بہتر ہے کہ وہ شعروں سے بھرا ہوا ہو۔ حضرت حسان سے آنحضرت نے فرمایا کہ جبتک
تو مشرکین کے مقابلہ مین خدا اور رسول کی جانب سے مخاصمت کریگا (کفار کا مقابلہ) تو روح القدس ہمیشہ تیری مدد
کریگا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مسلمان اپنی تلوار اور زبان سے جہاد کیا کرتا ہے اس ذات کی قسم
جس کے قبضہ مین میری جان ہے کہ تمہارے اشعار مشرکین کی ہجو مین تیر مارنے کا حکم رکھتے ہیں۔ احسان کے باب مین
جہان ہم نے آفات زبانی کے اصول وقواعد بیان کئے ہین وہان وہ حدیثین ظاہر کر دی ہین جنسے حفظ لسان
ہوتا ہے۔ جیسا آنحضرت نے فرمایا ہے کہ جسکو خدا اور آفات پر ایمان ہے اسکو چاہئے کہ نیک بات کہے ورنہ خاموش

بھی ہو اور دل میں اس کے متعلق فیصلہ کر لیا ہو اس کو خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ خدا تم سے ان قسموں کا مواخذہ کریگا جو
تم نے منعقد کی ہونگی دوسرے لغو الیمین جیسے کہ لوگ بلا قصد کہدیا کرتے ہیں واللہ باللہ بلے واللہ یا ایسی شے پر قسم کھا
بیٹھیں جسکے ہونے کا گمان ہو اور بعد کو اس کے خلاف ثابت ہو اسمیں خدا تعالیٰ کا قول ہے کہ خدا لغو قسموں میں مواخذہ
نہیں کرتا تیسری یمین غموس کہ قصداً جھوٹی قسم اس لئے کھائی جائے کہ اس سے ناحق کسی مسلمان کا مال ہضم کر لیا جائے
یہ قسم کبائر میں سے ہے۔ چوتھی وہ قسم جو کسی محال عقلی سے کھائی جائے جیسے یہ کہنا اگر گذشتہ کل کا روزہ رکھونگا یا دو ضدوں
کا جمع کرنا یا کسی محال عادی پر قسم کھائی جائے شلا مردہ کو زندہ کرنا یا اشیا کی حقیقت بالکل بدل دینا اور ان دونوں قسموں
میں جن میں نفی وارد نہیں ہے یہ اختلاف ہے کہ ان میں قسم کا کھانا آتا ہے یا نہیں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
اپنے باپ دادوں کی قسمیں نہ کھایا کرو جس کو قسم کھانی ہو وہ خدا کی قسم کھائے یا خاموش رہے اور نیز آنحضرتؐ نے فرمایا ہے۔
جس نے خدا کے سوا دوسرے کی قسم کھائی اس نے شرک کیا ۔

میں کہتا ہوں کہ کسی کے نام کی قسم جب ہی کھائی جاتی ہے کہ اس میں عظمت اور بزرگی کا اعتقاد ہو اس کے نام
میں برکت خیال کی جائے اسلئے کوتاہی اور جس امر کے لئے وہ نام ذکر کیا گیا ہے اس کو فروگذاشت کرنا گناہ تصور کیا جاے
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص قسم کھائے اور قسم میں باللات والعزیٰ کہے تو اس کو چاہئے کہ اس
کے بعد لا الہ الا اللہ کہے اور جو اپنے رفیق سے کہے آؤ قمار بازی کریں تو اس کو چاہئے کہ صدقہ کرے میں کہتا ہوں
کہ زبان دل کی ترجمان ہوا کرتی ہے اور اس کی مقدمہ ہوتی ہے دلی تہذیب جبتک حاصل نہیں ہوسکتی کہ زبان کی محافظت
کا لحاظ کیا جائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب کوئی شخص قسم کھائے اس کے بعد دوسرے اس
کو بہتر معلوم ہو تو قسم کا کفارا دیکر اسی بہتر شے کو عمل میں لانا چاہئے آنحضرتؐ نے فرمایا ہے تم قسم کھا کر اپنے اہل میں اس کے
اضرار کا اصرار کیا کرتے ہو اسمیں خدا کے نزدیک اس سے زیادہ گناہ ہے کہ اس کا کفارہ جو خدا نے اس پر فرض کیا ہے
ادا کیا جائے میں کہتا ہوں اکثر لوگ کسی بات پر قسم کھا بیٹھتے ہیں پھر اپنے نفس پر اور لوگوں پر سختی اور تنگی سے اس کو
پورا کرتے ہیں اور یہ امر مصلحت کے خلاف ہے اور کفارہ صرف اسواسطے مقرر کیا گیا ہے کہ مکلف کی نفسانی حالت کو روکے
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تیری قسم اسی حالت پر رہیگی کہ تیرا مقابل یعنی مدعی اسکی تصدیق کرے
میں کہتا ہوں کہ کسی مسلمان کے مال ہضم کرنے کے لئے حیلہ کیا جاتا ہے اور قسم میں تاویل کی جاتی ہے۔ مثلاً یوں قسم
کھاتا ہے کہ واللہ میرے ہاتھ میں تیرے مال کا کوئی حصہ نہیں ہے اس سے قصد یہ ہوتا ہے کہ خاص میرے ہاتھ میں
نہیں ہے اگرچہ میرے قبض و تصرف میں ہو ظلم اس پر آمادہ کرتا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
جو شخص قسم کھائے اور انشاء اللہ کہدے وہ حانث نہیں ہے میں کہتا ہوں کہ اس وقت میں دل کا قطعی فیصلہ اور
قصد مصمم نہیں ہوا کرتا۔ اور کفارہ کے لئے اسی کی ضرورت ہوتی ہے ۔

خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ خدا لغو قسموں میں تم سے مواخذہ نہیں کرتا ہے لیکن جن قسموں کا تم نے مصمم قصد کر لیا
ہے ان کا کفارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو اوسط درجہ کا کھانا کھلا دیا جائے۔ جو تم اپنے اہل کو کھلاتے ہو یا ان کا لباس

یا ایک بردہ آزاد کرنا اور جسکو اُس کی قدرت نہو دو تین روزے رکھ لے تمہاری قسموں کا یہ کفارہ ہے جب تم قسم کھاؤ۔ کفارہ واجب ہونے کا راز پہلے ذکر چکا ہے۔ فراجع ۰

نذر کی چند قسمیں ہیں۔ (۱) نذر مبہم اُسمیں آنحضرت کا ارشاد ہے کہ اگر نذر معین نہو تو اُس کا کفارہ اور قسم کا کفارہ ایک ہی ہے (۲) نذر مباح۔ اسکے متعلق آپ نے فرمایا نذر کو پورا کر سکیں پورا کرنا واجب نہیں ہے ابو اسرائیل کا قصہ اس کے متعلق آگے آنیوالا ہے (۳) کسی خاص جگہ اور خاص صورت میں کسی طاعت ادا کرنے کے لئے نذر کی جائے اُس کے متعلق ابو اسرائیل کا قصہ ہے اُنھوں نے نذر کی تھی کہ میں کھڑا رہونگا نہ بیٹھونگا نہ سایہ کی آڑ لونگا نہ بولونگا اور روزہ رکھونگا اس پر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو حکم کرو کہ باتیں کرے اور سایہ میں رہے اور اپنا روزہ پورا کرے اور ایک شخص نے نذر کی تھی کہ مقام بوانہ میں جہاں نہ کوئی بت تھا نہ اہل جاہلیت کا میلہ وغیرہ ایک اونٹ ذبح کرونگا تو آپ نے فرمایا اپنی نذر پوری کرے (۴) نذر معصیت آنحضرت نے فرمایا ہے جو شخص کسی معصیت کی نذر کریگا اُسکا کفارہ وہی ہے جو یمین کا ہے (۵) نذر محال آنحضرت نے فرمایا ہے جو شخص ایسی چیز کی نذر کرے جسکو ادا نکر سکے۔ اُسکا کفارہ بھی یمین کا سا ہے۔ نذر کے باب میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ کفارہ اس لئے مشروع ہوا ہے کہ گناہ کا لوث اس سے جاتا رہے اُس کے سینہ میں جو چیز اڑ رہی ہے وہ دور ہو جاوے اس لئے جو شخص کسی طاعت کی نذر کرے وہ پورا کرے اور جو غیر طاعت کی نذر کرے اور دل میں تنگی دیکھے تو کفارہ واجب ہے ۰ واللہ اعلم

## مختلف ابواب

جن امور کے بیان کرنے کا ہم نے اس کتاب میں قصد کیا تھا اُس سے ہم فارغ ہو گئے والحمد للہ رب العالمین جو اس میں ذکر کیا گیا ہے اُس سے اُن تمام اسرار شریعت کا استیعاب نہیں ہوا ہے جو ہمارے سینوں میں مخفی ہیں اس لئے کہ دل میں ہر وقت یہ فیاضی نہیں ہوتی کہ اسرار کا انکشاف کر دیا کرے زبان ہمیشہ دلی رازوں کا اظہار نہیں کرتی ہے اور عوام اس قابل ہی نہیں ہوتے کہ ہر ایک نکتہ کا اُن کو مخاطب کریں اور ہر شے اس قابل نہیں ہوتی کہ بغیر تمہید اور مقدمات کے اُسکو معرض بیان میں لائیں اور یہ امر بھی نہیں ہے کہ جو راز ہمارے دلوں میں ہیں وہ اُن علوم کے برابر ہو سکیں جو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے دل پر نازل کئے گئے ہیں۔ اس درجہ والے کو جس پر وحی اور قرآن نازل ہوتا تھا اپنی اُمت کے ایک شخص سے کیا نسبت ہو سکتی ہے ہیہات ذلک ان دونوں کی حالت میں بڑا فرق ہے اور یہ امر بھی نہیں ہے کہ جن علوم کو خدا تعالے نے اپنے نبی کے دل میں مکمل طور پر جمع کیا تھا وہ اُن حکمتوں اور مصلحتوں کا پورا مجموعہ ہوں جو احکام الٰہی میں محفوظ رکھے گئے ہیں۔ اس نسبت کو خضر علیہ السلام نے واضح طور پر بیان کیا ہے کہ میرے اور تیرے (حضرت موسے) علم کو خدا کے علم سے ایسی نسبت ہے جیسے اس سمندر کے ساتھ اس نمی کو جو چڑیا کی چونچ میں ہے ان مرتبوں سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اُن مصلحتوں کا کتنا پایہ بلند ہے جنکا احکام شریعت میں لحاظ کیا گیا ہے یقیناً اُن کی کوئی نہایت نہیں ہے جتنا اُن کا ذکر کیا جائے۔ اُن مصلحتوں کا حق پورا ادا نہیں ہو سکتا ہے اور نہ اُن کی پوری واقفیت کے لئے کافی ہو سکتا ہے لکن مالا یدرک کله لا یترک کله ۰

رہتے مثلاً دعاؤں کی قبولیت آیندہ واقعات کی پیشین گوئی جس شے میں برکت کی درخواست کرتے اس میں برکت ہوتی
ایسے ہی تمام انبیاء علیہم السلام کی سرشت میں یہ اوصاف ہوا کرتے ہیں۔ اُن کی فطرت ہی ان امور کی جانب ان کو
جھکا دیا کرتی ہے۔ اپنی دعا میں حضرت ابراہیم نے آپ کا ذکر کیا تھا اور آپ کے جلالت رتبہ کی بشارت دی تھی
حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام نے آپ کے وجود باجود کی پیشین گوئی کی تھی اور باقی انبیاے کرام
صلوات اللہ علیہم نے آپ کی اطلاع دی تھی۔ آپ کی والدہ نے خواب میں دیکھا کہ اُن کے اندر سے روشنی نکلی اور
تمام زمین اُس سے نورانی ہوگئی۔ اس کی تعبیر یہ دی گئی کہ ایک پر برکت لڑکا پیدا ہوگا جس کا دین مشرق سے مغرب
تک پھیل جائیگا جنوں نے آپ کے پیدائش کی خبریں دیں۔ کاہنوں اور نجومیوں نے آپ کی پیدائش اور جزئیات کی
خبر دی اور واقعات جو نے آپ کی اعزاز و سربلندی کی جانب رہنمائی کی جیسے ایوان کسرویٰ کے کنگرے ریزہ ریزہ ہوگئے۔
نبوت کی دلیلیں آپ کے اندر جمع ہوگئیں جیسے کہ ہرقل قیصر روم نے اُن کی خبر دی۔ آپ کی پیدائش اور شیرخوارگی کے
زمانے میں لوگوں نے برکت کے آثار مشاہدہ کئے۔ فرشتوں نے ظاہر ہوکر آپ کے قلب میں چیرہ دیا اور ایمان و
حکمت سے اُس کو بھر دیا۔ عالم مثال اور عالم شہود کے بین بین یہ واقعہ ظہور پذیر ہوا اس لئے چیرہ دینے سے ہلاکی
کا خطرہ پیش نہیں آیا اور رشتہ کا اثر باقی رہا جو واقعات عالم مثال اور عالم شہادت کی آمیزش سے پیش آیا کرتے
ہیں ان کی حالت ایسی ہی ہوا کرتی ہے جب ابوطالب سفر شام میں آپ کو اپنے ہمراہ لیگئے تو راہب نے آپ کے
اندر نبوت کی علامتیں دیکھکر نبوت کا اقرار کیا۔ جب شباب شروع ہوا تو فرشتوں سے تناسب اور تعلق ظاہر ہونے لگا۔
کبھی غیبی آواز کے ذریعے سے کبھی فرشتے بدنی صورت میں ظاہر ہوتے تھے۔ خداتعالیٰ نے ظاہری حوائج کی بندش
اس طرح فرمادی کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو آپ کے ساتھ ہمدردی کا خیال پیدا ہوگیا۔ یہ قریش کی عورات میں سے بانروت
تھیں۔ جب خدا کسی کو دوست رکھتا ہے تو اپنے بندوں ہی میں سے کسی کو اُس کا کارساز بنا دیتا ہے جب دستِ
کعبہ کی تعمیر میں شریک تھے اور عادات عرب کے موافق اپنے ازار کو دوش مبارک پر ڈال لیا تھا اس سے آپ بے ستر
ہوگئے اور بے ستر ہوتے ہی بے ہوش ہوکر زمین پر گر پڑے اور غشی کی حالت میں ہی منع فرمایا کہ کہیں شرمگاہ
ظاہر نہ ہو جائے۔ یہ نبوت کی ایک طاقت تھی نفس کے مواخذہ کرنے کی یہ بھی ایک قسم ہے +

اس کے بعد آپ خلوت کو پسند فرمانے لگے۔ مقام حرا میں چند راتوں تک خلوت گزیں رہتے۔ پھر دولت خانہ
کو تشریف لاکر ویسے ہی چند روز کی غذا ہمراہ لیتے اور وہیں قیام فرماتے۔ غلبہ روحانیت نے دنیا سے آپ کی توجہ کو
ہٹا دیا تھا اور ہمہ تن آپ کا رخ اُس فطرت کی جانب پھیر دیا تھا جس پر خداتعالیٰ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ اول آغاز
رویائے صالحہ سے ہوا آپ کوئی خواب نہ دیکھتے مگر اُس کا ایسا ظہور ہوتا جیسے صبح کا سپیدہ۔ یہ بھی نبوت کی طاقت کا ظہور
تھا۔ اس کے بعد مقام حرا میں صداقت یعنی حضرت جبرئیلؑ اور وحی کا نزول شروع ہوا اور غلبہ ملکیت کے وقت طبیعت
کا قانون ہے کہ اُسمیں حیرت اور پریشانی پیدا ہوتی ہے اس لئے اس وقت آپ میں بھی گھبراہٹ پیدا ہوگئی اس
واسطے حضرت خدیجہ آپ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لیگئیں اور یہ حالت بیان کی اُنہوں نے کہا ھوالناموس الذی

نزال علی موسیٰ - یہ وہی فرشتہ ہے جو موسیٰ پر نازل ہوا تھا - اس کے بعد چند روز تک وحی منقطع ہو گئی اس کی وجہ یہ تھی کہ انسان میں دو مختلف طاقتیں جمع ہوتی ہیں ایک بشری دوسری ملکی جب تاریکیوں سے نور کیجانب خروج ہوتا ہے تو مختلف مزاحمتیں اور المجھاؤ پیش آتے ہیں یہاں تک کہ جو خدا کی مرضی ہے وہ پوری ہو جاتی ہے آپ فرشتہ کو کبھی آسمان و زمین میں بیٹھا ہوا دیکھتے تھے کبھی حرم میں کھڑے ہوتے کہ اس کے ازار باندھنے کی جگہ کعبہ سے ممتد ہوتی تھی - و نحو ذالک اس کا راز یہ ہے کہ جن نفوس میں نبوت کی استعداد ہوتی ہے تو ملکیت اس کی حس کے سامنے متمثل ہو جاتی ہے بدنی مشاغل سے آزادی ہوتی ہے اس کے سامنے ملکی تجلی درخشان ہونے لگتی ہے جیسا وقت کا اقتضا ہوتا ہے ویسے ہی یہ حالت پیدا ہوتی ہے جیسے عوام لوگوں کو آزادی کی حالت میں خواب کے ذریعہ سے بعض امور کا انکشاف ہوتا ہے - رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ آپ پر نزول وحی کس طرح ہوتا ہے آپ نے فرمایا کبھی گھنٹہ کی جھنکار کی طرح اس کی مجھ پر زیادہ گرانی ہوتی ہے اس آواز کے جدا ہوتے ہی میں اس کی بات کو محفوظ کر لیتا ہوں اور کبھی مجھے فرشتہ کی صورت نظر آتی ہے وہ کہتا جاتا ہے اور میں یاد کرتا جاتا ہوں جو کہتا ہوں اس آواز کی حقیقت یہ تھی کہ جب کوئی برزور تاثیر حواس سے ٹکراتی ہے تو اُن میں ایک تشویش و شورش پیدا ہو جایا کرتی ہے بینائی میں شورش اس طرح پیدا ہوتی ہے کہ مختلف رنگ کی چیزیں مثلاً سرخ زرد سبز وغیرہ نظر آتی ہیں اور شنوائی میں اس طرح اُس کا ظہور ہوتا ہے کہ بے معنی آوازیں جیسے جھنجھناہٹ جھنکار وغیرہ محسوس ہوتی ہیں جب یہ اثر ختم ہو جاتے ہیں تو علم حاصل ہو جایا کرتا ہے اور فرشتہ حدیث میں نظر آتا ایسے موقع پر ہوتا ہے جہاں عالم مثال اور عالم شہود دونوں کے احکام و آثار یکجا جمع ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ فرشتوں کو بعض لوگ دیکھتے تھے بعض نہیں دیکھتے تھے ؞

ان حالات کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ دعوت اسلام کریں او مخفی طور پر آپ نے اسلام کی تعلیم شروع کی اس کا اثر ہوا کہ حضرت خدیجہ اور حضرت ابوبکر صدیق وغیرہما رضی اللہ عنہم نے اسلام قبول کیا ؞

پھر ارشاد ہوا فاصدع بما تؤمر جو حکم تم کو دیا جاتا ہے اس کی آشکارا تعمیل کرو اور فرمایا گیا وانذر عشیرتک الاقربین اپنے قریب رشتہ داروں کو ڈراؤ اب آپ نے علانیہ دعوت اور شرک کی رسموں کو باطل کرنا شروع کر دیا اس وجہ سے تمام لوگ بگڑ گئے نہایت سختی سے پیش آنے لگے زبان اور ہاتھ سے برابر تکلیفیں دینے لگے مذبوحہ جانوروں کی اوجھڑی آپ پر ڈالتے آپ کا گلا گھونٹ دیتے تھے لیکن آنحضرت نہایت استقلال کے ساتھ ان شدتوں کو جھیلتے تھے اور برابر مسلمانوں کو فتح کا مژدہ دیتے تھے اور کافروں کو شکست اور بربادی کا خوف دلاتے رہے - جیسے خدا تعالیٰ فرماتا ہے جند ما هنالك مهزوم من الاحزاب یہاں تک لوگ جماعتوں سے بھاگ جائینگے اب انہوں نے اور بھی زیادہ تنگ کرنا شروع کیا اور قسمیں کھائیں کہ باہم معاہدہ کریں کہ مسلمانوں کو اور ہاشمی و مطلبیوں کو جو ان کے ہمدرد ہیں خوب تنگ کریں اس وقت مسلمانوں پر بہت سختی ہوئی کہ حبشہ

کی جانب ہجرت کر جائیں اس سے وسعت کے پہلے کسی قدر وسعت اور کشادگی ہو گئی جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور ابوطالب آپکے چچا کا انتقال ہو گیا اور ہاشمیوں کی جماعت اور قوت منتشر ہو گئی تو اس کی وجہ سے آپ کو بے اطمینانی پیش آئی اور یہ امر اجمالی طور پر آپکے قلب میں القا کیا گیا تھا کہ ہجرت سے کامیابی حاصل ہو گی۔ اس لئے اپنے خیال و فکر سے ہجرت کا ابتدائی قصد فرمایا۔ اولاً طایف ہجر یمامہ کی جانب توجہ اور میلان ہوا اور مختلف طریقے سوچے۔ لیکن عجلت کر کے طایف تشریف لیگئے وہاں آپ کو نہایت سخت تکلیف ہوئی۔ اس کے بعد بنی کنانہ کی طرف تشریف فرما ہوئے یہاں بھی کوئی خوشگوار امر پیش نہ آیا۔ اس لئے موسم کے زمانے میں مکہ کو مراجعت کی اور آیت نازل ہوئی وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی الا اذا تمنی القی الشیطان فی امنیتہ۔ جب ہم نے تم سے پہلے کوئی رسول بھیجا ہے تو اس کی یہ حالت ہوئی کہ جب اس نے کسی امر کی تمنا کی تو شیطان نے اس کی آرزو میں کوئی شے ملا دی ہے آپ کی تمنا یہ تھی کہ جن امور کو اپنے دل میں غور کرتے تھے ان سے خدا کے وعدوں کے پورے ہونے کی خواہش رکھتے تھے اور شیطان کا اس میں ملا دینا یہ ہوا کہ ارادہ الہی کے خلاف امور پیش آئے اور عملی حالت پر ایک نقاب حائل ہو گیا*

اسی اثنا میں مسجد اقصی کی سیر کرائی گئی اور وہاں سے سدرۃ المنتہیٰ اور جو جو خدا کی مرضی تھی وہاں تک سیر واقع ہوئی۔ یہ تمام امور بدن کے ذریعے سے ہوئے بیداری کی حالت میں لیکن ایسے موقع میں جو عالم مثال و شہود میں برزخ کی طرح واقع ہے جس کے احکام اس میں جمع تھے۔ بدن پر تمام روح کے احکام طاری ہوئے۔ روح اور معانی امور بدنوں کی صورت میں پیش آئے اس واسطے ان واقعات میں ہر ایک واقعہ کی ایک تعبیر ہے حضرت حزقیل و حضرت موسٰی وغیرہ انبیا علیہم السلام کو بھی ایسے ہی واقعات پیش آتے رہے تھے اور اولیاے امت کو ایسے امور پیش آتے ہیں تاکہ ان کے برتر مقامات کی حالت ایسی ہو جیسے خواب میں دوسروں کے حالات ہوا کرتے ہیں واللہ اعلم

شق صدر اور ایمان سے اس کے بھرنے کے معنی یہ ہیں کہ ملکی طاقت کے انوار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر غالب ہو گئے اور طبیعت کی آگ فرو ہو گئی اور طبیعت اس قابل ہو گئی کہ جن علوم کا حظیرۃ القدس سے افاضہ کیا جائے ان کو مطیعانہ اخذ کر سکے* اور براق پر سوار ہونے کی حقیقت یہ ہے کہ آپ کے نسمہ پر جس میں کمال حیوانی ہوتا ہے نفس ناطقہ کا استیلا اور غلبہ ہو گیا۔ براق پر مضبوط ہو کر سوار ہوئے یعنی بہیمت پر نفس ناطقہ کے احکام مسلط ہو گئے اور مسجد اقصی کی طرف سیر ایسا اس طرح ہوا کہ وہ مسجد شعائر اللہ کے ظاہر ہونے کا موقع ہے۔ ملاء اعلیٰ کی ہمتیں اس سے متعلق رہتی ہیں انبیا علیہم السلام کی توجہ کا وہ آماجگاہ ہے یا وہ ملکوت کے لئے ایک روشندان ہے* اور انبیا علیہم السلام سے ملاقات کرنا اور ان سے مفاخرت کرنا اسکی حقیقت یہ ہے کہ حظیرۃ القدس کے ارتباط اور تعلق سے سب کا اجتماع ہوا اور ان سب میں کمالات نبوت کے اوصاف میں آپ کی خصوصیت اور فضیلت ظاہر ہوئی* اور آسمان پر ترتیب ایک کے بعد دوسرے پر صعود کرنے کے معنی یہ ہیں کہ خاص قرارگاہ جلالت اور الوہیت تک منزل بمنزل آپ نے ترقی کی۔ ملائکہ سے تعارف ہوا جو وہاں مقرر ہیں ان بزرگ روحانیوں سے لقا ہوا۔ جو آدمیوں میں سے فرشتوں میں منسلک ہو گئے ہیں ان تدابیر کا اب علم حاصل ہوا۔ جن کی وہاں وحی کی گئی اس

خصوصیت کو دریافت کیا جو اُن منازل میں حاصل ہوتی ہے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تفاکر بادن سے نہ تھا بلکہ وہ اُس حالت کی مثال تھی جو دعوت عامہ کے جاتے رہنے سے اُن کو پیش آئی اور جس کمال کے وہ آستگاہ تھے اس کے پورا ہونے میں ایک حصہ کی کمی رہ گئی +

سدرۃ المنتہیٰ سے وجود کا درخت مراد ہے جس کے حصوں میں ترتیب ہوتی ہے اور اس کی تمام طاقتیں ایک ہی تدبیر میں جمع ہوتی ہیں جیسے قوت غاذیہ نامیہ وغیرہا کی سب قوتیں صورت شجری میں جمع ہوا کرتی ہیں اور اس حالت کو جس میں مجموعی اور اجمالی تدبیر کی طرف اشارہ ہو اور اس کے تمام افراد میں عموم اور کلیت ہو زیادہ تر مشابہت درخت سے ہے نہ حیوان سے۔ حیوان میں تفصیلی طاقتیں ہوتی ہیں اور ارادہ حیوانی جبلت کے قوانین کو مضمحل اور ظاہر حالت میں کر دیا کرتا ہے۔ اس درخت کی جڑ میں نہروں سے مراد وہ عالم ملکوت کی رحمت ہے جس کا وہاں سے فیضان مسلسل رہتا ہے۔ عالم شہادت کی جانب وہ جاری اور ساری رہتی ہے۔ اُس کا اثر ہے زندہ رکھنا اور زندگی کو بالیدہ کرنا ہے اسی لئے وہاں بعض نافع امور کی تعیین کی گئی جیسے نیل و فرات۔ اور جو انوار اس درخت کو تغشیہ کئے ہوئے ہیں وہ الٰہی انتظامات اور رحمانی تدبیریں ہیں جنکی عالم شہادت میں ہر شے کی استعداد کے موافق چمک و دمک رہتی ہے اور بیت المعمور تجلی الٰہی کا نام ہے اُسی کی جانب آدمیوں کے سجدہ اور عبادت کی ہمتیں اور حاجتیں متوجہ رہتی ہیں اُس کی تشبیہ بیت کے ساتھ کعبہ اور بیت المقدس کی مثال پر دی گئی ہے +

ان امور کے بعد معراج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک ظرف دودھ کا اور ایک شراب کا پیش کیا گیا۔ آپنے دودھ کا پسند فرمایا تب حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا آپ فطرت کی جانب رہنما کئے گئے اگر شراب کا پسند کرتے تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی۔ اس لئے کہ دودھ میں اشارہ تھا کہ آپ کی اُمت فطرت کو پسند کریگی اور شراب میں اشارہ تھا کہ دنیوی لذتوں کو پسند کرے گی۔ اور معراج ہی میں پنجگانہ نمازیں فرض کی گئیں۔ اور ثواب کے لحاظ سے وہ پچاس ہیں آہستہ آہستہ خداوند کریم نے اُس پچاس کی تعداد کو ظاہر فرمایا تاکہ معلوم ہو جائے کہ نعمت بھی کامل ہو گئی اور تنگی بھی رفع ہو گئی۔ اور اس معنی کو حضرت موسیٰ کی جانب اس واسطے منسوب کیا کہ تمام انبیا میں وہ امت کی اصلاح اور سیاست سے زیادہ واقف تھے معراج کے بعد رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم قبایل عرب سے تقویت اور امداد طلب کرتے رہے لیکن انصار کو خدا نے اسلام کی توفیق دی اور انہوں نے دو بار بیعت کی ایک عقبہ اولیٰ میں دوسری عقبہ ثانیہ میں۔ اور اس کے بعد اسلام مدینہ شریف کے ہر ایک گھر میں داخل ہو گیا۔ اور خدا تعالےٰ نے اپنے نبی پر صاف طور پر ظاہر کر دیا کہ دین کی ترقی جب ہی ہو گی کہ مدینہ کی طرف ہجرت کیجائے اس لئے ہجرت کا پورا قصد فرما لیا۔ اب قریش میں غصہ کی آگ اور زیادہ جوشزن ہوئی اور مختلف منصوبے کرنے لگے کہ آپ کو قتل کر دیں یا ٹھہرائے رکھیں یا کہیں کو نکال دیں لیکن آپ خدا کے محبوب برکت والے تھے۔ خدا نے آپکے غالب ہونے کا فیصلہ کر دیا تھا اس لئے چند معجزات کا ظہور ہوا جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غار میں داخل ہوئے تو ابوبکر صدیق رض کے پاؤں میں سانپ نے کاٹا اور آنحضرت صلعم نے برکت کی دعا کی اور فوراً اُن کو آرام ہو گیا۔ کفار جب غار کے منہ پر آکھڑے ہوئے

تو خدا تعالیٰ نے اُن کی آنکھوں کو اندھا کر دیا اور اُن کے خیالات کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی جانب سے ہٹا لیا جب سراقہ بن مالک نے دونوں حضرات کا تعاقب کیا تو آپ نے اُس پر بددعا کی جس کے اثر سے اس کا گھوڑا شکم تک سنگلاخ زمین میں دھس گیا۔ زمین خدا کی قدرت سے پھٹ گئی۔ سراقہ نے اس پر یہ کفالت کی کہ میں آپ دونوں کو دشمن سے بدلتا رہونگا اس کے بعد وہ رہا ہو گیا۔ جب ام معبد کے خیمہ پر آپ کا گذر ہوا تو اُس بکری نے دودھ دیا جس کا دودھ بالکل خشک تھا اور دودھ کے قابل نہ تھی جب مدینہ شریف میں تشریف لائے تو عبد اللہ بن سلام نے آکر تین سوالے دریافت کئے جس کا جواب سوائے نبی کے اور کوئی نہیں جانتا ہے! اول یہ کہ قیامت کی پہلی علامت کیا ہوگی دوسری جنت کا پہلا کھانا کیا ہوگا تیسری کیا وجہ ہے کہ بچہ کبھی باپ کے مشابہ ہوتا ہے کبھی ماں کے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اول علامت قیامت کی آگ ہے جو مشرق سے قریب یک لوگوں پر پھیل جائیگی۔ اور پہلا کھانا اہل جنت کا مچھلی کے جگر کا ٹکڑا ہوگا۔ اور جب مرد کا نطفہ رحم میں پہلے پہنچتا ہے تو بچہ باپ کے مشابہ ہوتا ہے۔ اور اگر ماں کا نطفہ پہلے پہنچتا ہے تو ماں کے مشابہ ہوتا ہے۔ اس پر عبد اللہ بن سلام نے اسلام قبول کر لیا اور تمام علماء یہود میں خاموشی پیدا ہو گئی۔ اس کے بعد آپ نے یہودیوں سے صلح کر لی اور اُن کے شر سے نجات مل گئی مسجد کی تعمیر شروع کی اور لوگوں کو نماز اور اوقات نماز کی تعلیم دینے لگے اور اس میں مشورہ کیا کہ نماز کی اطلاع کس چیز سے دی جائے۔ عبد اللہ بن زید نے اپنی خواب میں اذان کے کلمات سیکھے فرشتہ سے۔ فیضان یہی کا انتظار آنحضرت صلعم کو تھا۔ عبد اللہ سفیر اور واسطہ ہو گئے۔ لوگوں کو عبادت جمعہ۔ روزہ پر آمادہ کیا زکوٰۃ کا حکم دیا اور زکوٰۃ کے حدود کی تعلیم دی۔ لوگوں کو علانیہ دعوت اسلام دینی شروع کی اور اُن کو راغب کیا کہ اپنے اپنے وطنوں سے ہجرت کریں اس لئے کہ اُن کے وطن دار الکفر تھے وہاں حدود اسلام کا قائم کرنا ممکن نہ تھا اور تمام مسلمانوں کی جمعیت کو مواخاۃ سے نہایت مستحکم کر دیا۔ اس مواخات نے مسلمانوں میں صلہ اور مصارف میں ایک دوسرے کی امداد اور باہم ایک دوسرے کا وارث ہونا لازم کر دیا تاکہ اس سے اُن میں وحدت پیدا ہو جائے اور اس قابل ہو جائیں کہ مجموعی طاقت سے جہاد کر سکیں اور اپنے دشمنوں کے حملوں کو روک سکیں۔ پہلے اہل عرب میں دستور تھا کہ ایک خاندان دوسرے خاندان سے مدد لیا کرتے تھے جب خدا نے دیکھا کہ مسلمانوں میں وحدت اور قوت جمع ہو گئی ہے تو اپنے نبی کو جہاد کی وحی بھیجی کہ کفار کی خوب ہوشیاری سے دیدبانی کریں +

جب جنگ بدر واقع ہوئی تو مسلمانوں کے پاس پانی نہ تھا خدا نے وہاں خوب مینہ برسایا۔ لوگوں سے آنحضرت صلعم نے مشورہ کیا کہ قافلہ کا قصد کرتے ہو یا لشکر سے مقابلہ کا۔ تو آنحضرت صلعم کی رائے سے صحابہ رضی اللہ عنہم کی رایوں میں مدد دی گئی۔ اور سب نے مقابلہ کا اہتمام کیا۔ پہلے ایسے مقابلے کا گمان بھی نہ تھا جب آپ نے دشمن کی کثرت کو ملاحظہ کیا تو خدا کی حضور میں نہایت عاجزی کی۔ اور آپ کو فتح کا مژدہ دیا گیا۔ اور وحی سے اُن مواقع کی اطلاع دی گئی جہاں منافق مقتول ہو کر گرینگے آپ نے فرمادیا فلاں جگہ میں فلاں شخص مرا پڑا ہوگا اور فلاں جگہ میں وہ شخص آپ اپنا ید مبارک رکھ کر فرماتے جاتے تھے کہ یہاں وہ ہوگا اور یہاں وہ ہوگا۔ پس کوئی ایسا نہ تھا کہ سر ہوئے اُس جگہ سے ہٹا ہو جو آپ نے اپنے ہاتھ سے تعیین کر دی تھی فرشتے اُس روز لوگوں کی آنکھوں کے سامنے نظر آتے تھے تاکہ موحدین کے دل پختہ

ہوجائیں۔ اور مشرکوں کے دل تھرا جائیں۔ اس لڑائی میں مسلمانوں کی عظیم الشان فتح ہوئی اس جنگ نے اُن کو غنی بنا دیا اور شرک کی طاقت کو پس پا کر دیا۔ قریش کے منتخب لوگ اور جگر گوشے ہلاک ہو گئے۔ اسی واسطے اس جنگ کا نام فرقان ہے اور خدا کی مرضی تھی کہ شرک کی بیخکنی ہو جائے۔ اور صحابہؓ نے اپنی رائے سے فدیہ لینے کی طرف میلان کیا۔ اس پر عتاب ہو گئے۔ لیکن اخیر میں اُن کو معافی دی گئی۔ اس کے بعد یہود کے جلاوطن کرنے کی تقریب پیش آئی۔ یہودی جب تک مدینہ کے جوار میں رہتے دین الٰہی کے خالص اور مطمئن ہونے کی کوئی صورت نہ تھی۔ انہوں نے عہد شکنی کی اس لئے آنحضرت صلعم نے بنی نضیر اور بنی قینقاع کو جلاوطن کر دیا اور کعب بن اشرف کو قتل کرا دیا اور اُن کے دلوں پر ایسا رعب چھایا کہ انہوں نے ان لوگوں کی جانب رخ نہ کیا جنہوں نے مدد دینے کے وعدے کئے تھے اور جب اُن کے دلوں کو بڑھایا تھا اُن کے مالوں کو خدا نے اپنے نبیؐ کی طرف پھیر دیا اور اول دفعہ میں فراغی مسلمانوں کو اسی سے حاصل ہوئی اور ابو رافع حجاز کا تاجر مسلمانوں کو بہت تکلیفیں پہنچایا کرتا تھا اس کی طرف آنحضرت صلعم نے عبداللہ بن عتیک کو روانہ فرمایا۔ انہوں نے آسانی سے اُسے قتل کر دیا جب عبداللہ اس کے گھر سے باہر آ رہے تھے تو اُن کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اپنا پاؤں پھیلا دو۔ آپ نے اُس پر ہاتھ پھیر دیا وہ ایسا صحیح و سالم ہو گیا گویا کبھی کوئی شکایت ہی نہ ہوئی تھی ✦

جب سباب سماوی کا اقتضا ہوا کہ جنگ اُحد میں مسلمانوں کی شکست ہو تو اس موقع پر چند طریقوں میں رحمت الٰہی کا ظہور ہوا کہ اس واقعہ سے بڑی مذہبی بصیرت اور بیداری پیدا ہوئی اس لئے کہ شکست کی وجہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی مخالفت ہوئی۔ آپ نے فرما دیا تھا کہ درہ پر جسے رہیں اور لوگوں کا وہاں سے ہٹنا تھا کہ حملہ آوروں کا کام پورا ہو گیا اور خدا نے اجمالی طور پر اپنے نبیؐ کو شکست پر آگاہ کر دیا تھا۔ آپ کو خواب میں شکستہ تلوار اور ذبح کی ہوئی گائے دکھائی گئی تھی شکست اور صحابہ کا شہید ہونا اُسی کی تعبیر تھی۔ یہ جنگ نہر طالوت کی نظیر ہو گئی جس میں با اخلاص لوگ غیروں سے ممیز ہو گئے۔ اس میں رہبری ہو گئی کہ حد مناسب سے زیادہ کسی پر اعتماد نہ کیا جائے۔ اور جب حضرت عاصم رضی اللہ عنہ اور اُن کے رفقا شہید ہوئے تو بِھڑوں نے اُن کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور دشمن اپنے ارادہ کو پورا نہ کر سکے ✦

جب قرا صحابہ بیر معونہ میں شہید ہو گئے تو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نماز میں قاتلوں پر بددعا کرنے لگے۔ اور اس میں ایک قسم کی عجلت تھی جو بشریت کے اقتضا سے ہوا کرتی ہے۔ خدا نے اس پر تنبیہ فرما دی کہ رسالت کے تمام امور فے اللہ اور محض خالصتہً للہ ہونے چاہئیں انہیں کوئی لوث بشری نہ ہو ✦

جب عرب کے بڑے بڑے قبایل نے مدینہ طیبہ کا محاصرہ کر لیا اور خندق کھودی گئی تو بھی مختلف عنوانوں سے رحمت الٰہیہ کا ظہور ہوا۔ خدا نے کفاروں کے مکروں کو کامیاب نہ ہونے دیا اور مسلمانوں کو کسی قسم کی مضرت نہ پہنچی اور حضرت جابر کے کھانے میں اتنی برکت ہوئی کہ ایک صاع جو اور ایک بزغالہ سے قریب ایک ہزار آدمیوں کے خوب سیر ہو گئے۔ کسریٰ اور قیصر کے ایوانات پتھر کی ضرب سے جو شرارہ اُٹھا تھا اُس میں نظر آئے اور اُن کے فتح ہونے کی

آپ نے بشارت دی اور شب تاریک میں ایسی سخت ہوا کو جنبش ہوئی کہ کفار کے دل مرعوب ہو گئے اور وہ بھاگ نکلے بنی قریظہ کا محاصرہ کیا گیا اور حضرت سعدؓ کے فیصلہ کے موافق وہ اپنے قلعوں سے نیچے اُتر آئے تو حضرت سعدؓ نے حکم دیا کہ اُن میں سے جو لڑنے کی طاقت رکھتے ہیں قتل کر دئے جائیں۔ اور اُن کے بال بچے قید کر لئے جائیں۔ اس میں اُن کی رائے حق بجانب تھی +

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی جانب طبعی میلان تھا اور اس میں ایک مذہبی مصلحت تھی کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ لے پالک کی بیوی بیٹوں کے لئے درست ہے اس لئے خدا تعالٰے نے اس کا انجام یوں کیا کہ ان کے خاوند نے اُنکو طلاق دے دی اور خدا نے اُن کا نکاح آنحضرت صلعم سے کروادیا۔ ایک دفعہ جمعہ کے روز آپ خطبہ پڑھ رہے تھے کہ ایک اعرابی نے کھڑے ہو کر کہا یا رسول اللہ ھلک المال وجاع العیال فاستسق۔ اے رسول مویشی ہلاک ہو گئے اور کنبہ بھوکا مرتا ہے آپ بارش کی دعا فرمائیے۔ اُس وقت آسمان پر ابر کا ایک ٹکڑہ بھی نہ تھا۔ ہاتھ اُٹھا کر آپ سمانگنے لگے ابھی آپ نے ہاتھوں کو نیچے نہ کیا تھا کہ بادلوں کے دل پر دل پہاڑوں کی طرح گھر گئے اور سات روز تک بارش کی جھڑی لگ گئی اتنا پانی پڑا کہ لوگوں کو نقصان کا اندیشہ ہونے لگا تب آپنے فرمایا حوالینا ولا علینا۔ ہماری اطراف میں پڑے نہ ہم پر۔ کوئی سمت نہ تھی کہ اسطرف بادل پھٹنے کا اشارہ فرماتے ہوں اور بادل نہ ہٹ جاتا ہو +

جس شے میں آپنے برکت کی خواستگاری فرمائی ہے بارہا اُس میں برکت ہوئی جیسے حضرت جابرؓ کا انبار خرما۔ اور اُم سلیمؓ کی روٹیاں ونحو ذالک +

بنی مصطلق کی لڑائی میں ملائکہ ظاہر آنمودار ہوئے اور دشمن پر خوف طاری ہو گیا۔ اسی جنگ میں حضرت عایشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ پر تہمت لگائی گئی اور خدا کی رحمت سے آپ کی برات ثابت ہوئی۔ اور جس نے ایسی شناعت کو آپ کی جانب سے شایع کیا تھا اُس پر حد قذف قائم کی گئی۔ ایک بار سورج گرہن ہوا تو آپنے اس لئے بارگاہ خداوندی میں عجز و نیاز کیا کہ ایسا انقلاب خدا کے نشانات میں سے ایک نشان تھا۔ ایسے وقت میں برگزیدہ لوگوں کے دل میں خوف طاری ہوا کرتا ہے۔ اسی نماز میں آپ نے اپنے اور دیوار قبلہ کے مابین جنت اور دوزخ کا مشاہدہ کیا۔ یہ مشاہدہ اسی طرح تھا کہ عالم مثال کے احکام کسی موقع خاص پر ظاہر ہوا کرتے ہیں۔ اور خواب میں جناب الٰہی نے آپ کو مطلع کیا کہ فتح کے ساتھ مکہ میں حلق اور قصر کے بعد داخل ہونگے بلا خوف وہراس اس لئے لوگوں نے عمرہ کا قصد کیا۔ اور ابھی تک عمرہ کا وقت نہیں آیا تھا اور یہی تقریب صلح کی ہو گئی جو بڑے بڑے فتوحات کا مقدمہ تھی۔ لوگوں کے وہم و خیال میں بھی یہ بات نہ تھی +

اس موقع پر نبوت کے چند نشانات ظاہر ہوئے۔ لوگ پیاسے تھے اور پانی صرف ایک برتن میں موجود تھا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ید مبارک اس ظرف میں رکھدیا اور آپ کی اُنگلیوں میں سے پانی کی دھار نکلنے لگی۔ حدیبیہ کا تمام پانی صحابہ نے کھینچ لیا تھا اُس میں ایک قطرہ باقی نہ رہا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی فرمائی تب تمام لوگ سیراب ہوئے +

اور مخلصین کے اخلاص کی جانچ کے لئے بیعۃ الرضوان واقع ہوئی۔ اس کے بعد خدا تعالیٰ نے خیبر کو فتح کیا۔ اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو اتنا مال غنیمت ملا جس سے جہاد کی طاقت بڑھا سکیں۔ اس سے خلافت کے منتظم ہونے کی بنیاد ڈالی گئی۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم زمین پر خلیفۃ اللہ ہو گئے اور یہاں بہت سے معجزات ظاہر ہوئے۔ آپ کے کھانے میں یہودیوں نے زہر ملا دیا اور خدا تعالےٰ نے آپ کو اس پر آگاہ کر دیا اور بھی جنگ میں سلمہ بن اکوع کے چوٹ لگ گئی تھی۔ آپ نے کئی بار اُس ضرب پر دم کر دیا کہ پھر کبھی انہوں نے درد کی شکایت نہ کی۔ آپ نے قضاء حاجت کا ارادہ فرمایا کوئی شے ستر کی نہ تھی آخر نفت آپ نے دو درختوں کو بلایا۔ وہ اس اونٹ کی طرح جس کے ناک میں نکیل ہو مطیعانہ کھینچے چلے آئے۔ جب آپ فارغ ہو گئے تو ان کو اپنی جگہ واپس کیا۔ جب محارب بی نے ارادہ کیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر غالب ہو جانے تو خدا نے اس کے دل پر رعب بٹھا دیا آپ نے اس کے ہاتھ باندھ دیئے۔

اور جب امر کا ملاء اعلےٰ میں فیصلہ ہو گیا تھا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دل میں اس کا القاء ہوا کہ تمام بڑے سے بڑے سرکش ملعون ہوں ان کی سطوت زائل ہو جائے ان کی بیخیں نابود ہو جائیں اس لئے اس میں سعی فرما کر خدا کی بارگاہ میں تقرب حاصل کیا قیصر اور کسرے اور تمام معاند بادشاہوں کو نامے تحریر فرمائے۔ کسرے نے نامے سے سوء ادبی کی۔ اس لئے آپ نے اس پر بد دعا کی اور اس کو خدا نے ریزہ ریزہ کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید اور حضرت جعفر اور حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہم موتہ مقام ملک شام میں روانہ فرمایا اور ان پر وہاں جو حالت گزری وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ظاہر ہو گئی۔ آپ نے اس سے پیشتر کہ کوئی خبر وہاں سے پہنچی ہو ان کی وفات کی خبر دی۔ آنحضرت جب تمام قبائل عرب کے جہاد سے فارغ ہو گئے اور قریش نے عہد شکنی کی اور کوراندیشی اختیار کی تو آپ نے فتح مکہ کا اہتمام فرمایا اور حاطب بن ابی بلتعہ صحابی نے اہل مکہ کو آپ کے ارادہ پر مطلع کرنا چاہا تو خدا نے اپنے رسول کو اس پر آگاہ کر دیا اور آپ نے مکہ کو فتح کیا **ولو کرہ الکفرون** اہل مکہ میں اس طریق سے اسلام پھیل گیا کہ اس کا وہم و گمان بھی نہ تھا۔

جنگ حنین میں جب مسلمانوں اور کافروں کی مٹ بھیڑ ہوئی اور کفار نے جولانی کی تو رسول خدا صلعم اور آپ کے اہل خاندان نے نہایت ہی استقلال ظاہر فرمایا آپنے ان کی جانب گرد پھینکی۔ اس میں یہ اعجاز تھا کہ کوئی شخص نہیں بچا جس کی آنکھ میں وہ گرد پہنچی ہو۔ اسی وجہ سے وہ لوٹ گئے۔ اس کے بعد خدا تعالےٰ نے مسلمانوں کے دل میں جمعیت اور اطمینان پیدا کیا اور سب نے ہمت کر نہایت سخت کوشش کی اور فتح کر لیا۔ آپنے ایک شخص کی نسبت جو مدعی اسلام تھا اور اس نے بہت ہی سخت مقابلہ کیا تھا فرمایا کہ وہ دوزخی ہے۔ قریب تھا کہ بعض لوگوں کو آپ کے ارشاد میں شک پیدا ہو لیکن بعد میں ظاہر ہو گیا کہ اس نے خودکشی کر لی ہے۔

اور آپ پر جادو کیا گیا آپ نے خدا سے دعا مانگی کہ اصلی حالت ظاہر ہو جائے تو خواب میں دو شخصوں نے آپ کو جادو اور جادو کرنے والے کی کیفیت ظاہر کر دی۔ اور ذوالخویصرہ نے آکر کہا یا رسول اللہ انصاف سے تقسیم فرمائیے

اسپر آنحضرتؐ کو اُس شخص کا اور اُس کی قوم کا انجام منکشف ہو گیا کہ یہ لوگوں میں سے ایک بہترین فرقہ سے جنگ کرینگے اُن
کی شناخت آدمی سے کی جائیگی جس کا رنگ سیاہ ہوگا اور اُس کا ایک بازو ایسا ہوگا جیسے عورت کا پستان حضرت علی رضی
نے اُن سے مقابلہ کیا اور جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا ویسے ہی اُس کی صفت آپنے پائی۔ حضرت ابو ہریرہؓ
کے لئے آپنے دعا فرمائی اور وہ اُسی روز نسیان سے آئے ایک روز آپ نے فرمایا کہ جب تک کہ میں اپنی اس تقریر کو
ختم کروں جو شخص اپنا کپڑا بچھا کر اپنے سینہ سے لگائیگا وہ کبھی اپنی بات نہ بھولیگا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ
نے اپنا کپڑا بچھا کر سینہ سے لگا لیا۔ پھر کبھی اُن کو اپنے دل میں نسیان نہ ہوا +

آنحضرتؐ نے ایک روز اپنا دست مبارک جریرؓ کے سینہ پر مار کر فرمایا یا رخدایا اُس کو ثابت رکھ اس کے بعد پھر کبھی وہ
گھوڑے سے نہیں گرے اور پہلے وہ گھوڑے پر خوب نہیں جم سکتے تھے۔ ایک شخص مرتد ہو گیا تھا تو اُس کو زمین نے
قبول نہیں کیا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایک شاخ پر سہارا دیکر خطبہ پڑھا کرتے تھے جب ممبر بن گیا اور اُس پر قیام فرمایا
تو اُس شاخ میں گریہ و گداز پیدا ہو گیا یہانتک کہ آپ نے اُس کو پکڑ کر چمٹا لیا + ایک مرتبہ آنحضرتؐ ایک سست گھوڑے پر
سوار ہو کر فرمانے لگے ہم نے تمہارے گھوڑے کو دریا میں بحر کیطرح پایا اسکے بعد سے کوئی گھوڑا اسکا مقابلہ نہیں کرتا تھا +

ان امور کے بعد خدا نے اپنے دین کو خوب مستحکم کر دیا اور ایلچیوں کی پیاپے آمدورفت شروع ہو گئی اور متواتر
فتوحات ہونے لگیں تمام قبائل عرب پر حکام و عمال کا تقرر فرمایا شہروں میں قاضی مقرر کر دئے گئے اور خلافت مکمل
حالت میں ہو گئی۔ اس اطمینان کے بعد آپ کے قلب مبارک میں القا کیا گیا کہ مقام تبوک کی طرف نہضت فرمائی جاوے
تاکہ رومیوں پر آپ کی شوکت و جلالت ظاہر ہو اور اُن اطراف کی طاقتیں مطیع ہو جائیں۔ یہ جنگ نہایت گرمی اور
تنگی کے زمانہ میں واقع ہوئی تھی۔ اس کی وجہ سے خدا نے خالص و منافق میں تمیز کرا دی۔ آنحضرتؐ ایک عورت
کے باغیچہ پر گذرے جو وادی القرےٰ میں تھا اس باغیچہ کا اندازہ آپ نے بھی فرمایا اور دیگر صحابہ نے بھی فرمایا
لیکن جیسے آپ نے ارشاد کیا تھا اُسی کے موافق برآمد ہوا۔ جب دیار حجر کے قریب پہونچے تو لوگوں کو اُسکے پانیوں
سے ممانعت فرما دی تاکہ موقع لعنت سے لوگ متنفر رہیں۔ ایک دفعہ شب کو آپ نے ممانعت فرما دی کہ کوئی شخص
باہر نہ جائے۔ اتفاقاً ایک شخص باہر چلا گیا تو اُس کو ہوا نے طی کی پہاڑیوں میں پھینکدیا۔ ایک مرتبہ آنحضرت صلعم کا اونٹ
گم ہو گیا تو ایک منافق کہنے لگا کہ اگر نبی ہوتے تو اپنے اونٹ کا حال معلوم کر لیتے کہ کہاں ہے اس پر خدا تعالےٰ نے
آپ کو اُس منافق کے قول اور مقام اونٹ سے آگاہ کر دیا اور بعض مخلصین نے زلہ اور غلطی کی وجہ سے رفاقت نبوی
سے تخلف کیا تھا لیکن بعد میں زمین اُن پر تنگ ہو گئی وہ نہایت ہی نادم ہوئے اس لئے اُن کا قصور معاف کر دیا گیا
اور شاہ ایلہ کو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے قید کر لیا جسکا پہلے سے گمان بھی نہ تھا جب اسلام میں پوری طاقت آگئی اور
خدا کے دین میں گروہ کے گروہ داخل ہونے لگے تو خدا تعالےٰ نے اپنی وحی سے آپ کو حکم فرمایا کہ مشرکین سے جو
معاہدے ہیں اون کو جبر یاد دلا دینا چاہئے اور سورہ برارت کا نزول ہوا نجران کے عیسائیوں سے آپ نے مباہلہ کا
ارادہ کیا لیکن اُنھوں نے عاجز ہو کر جزیہ قبول کر لیا +

اس کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حج کو تشریف لے گئے آپ کی معیت میں ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ تھے
مناسک حج اُن کو بتائے اور زمانہ شرک کی ترابیات دور کر دیا جب تمام احکام اسلام کی تکمیل ہو چکی اور وفات کا زمانہ قریب ہوا
تو خدا تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو آدمی کی شکل میں بھیجا سب لوگ اُن کو دیکھتے تھے حضرت جبریل علیہ السلام
نے آپ سے دریافت کیا کہ ایمان و اسلام و احسان کی حقیقت کیا ہے اور قیامت کا حال دریافت کیا آپ بیان فرماتے
رہے اور حضرت جبریل علیہ السلام اُس کی تصدیق کرتے گئے یہ گویا دین کا تتمہ و تکملہ تھا +

جب آپ پھر مدینہ میں پہنچے تو رفیق اعلیٰ کو یاد کرتے رہے اور ملاء اعلیٰ کی جانب اظہار شوق و کشش فرماتے رہے۔
یہانتک کہ خدا نے آپکو وفات دی اور آپ کی خدمات دین کا مشغلہ ہو گیا ایسے لوگوں کو اُس نے قائم کیا جو کسی ملامت کرنے
والے کی ملامت سے خوف نہیں کرتے تھے انہوں نے مدعیان نبوت اور روم و عجم سے جنگ آرائیاں کیں یہانتک کہ
اس کے حکم کی تکمیل ہوگئی اور اسکا وعدہ پورا ہوا صلے اللہ علیہ وعلے آلہ واصحابہ وسلم +

## الفتن فتنوں کے بیان میں

معلوم کرنا چاہئے کہ فتنوں کے مختلف اقسام ہیں (۱) ذاتی فتنہ اس طرح پر کہ آدمی کے دل میں قساوت و سختی آجائے
اسکو طاعات میں کچھ حلاوت و مناجات میں کوئی لذت محسوس نہ ہو انسانی زندگی کے تین جز ہیں اول دل وہ تمام حالات
انسانی غصہ دلیری حیا محبت خوف رضا انقباض و انبساط وغیرہ کا مبدا ہے دوسرے عقل جو تمام اُن علوم کا مبدا ہے جنہیں حواس
کی انتہا ہوتی ہے مثلاً وہ بدیہی احکام جو تجربہ اور حدس وغیرہ سے حاصل ہوں یا علوم نظری جو دلیل خطابیات وغیرہ سے مستفاد
ہوں تیسرے طبیعت جو کہ تمام نفسانی رغبتوں کا مبدا ہے خواہ وہ رغبتیں قیام بدن کے لئے خود ضروری ہوں یا انکی جنس
کی ضرورت ہو مثلاً وہ خواہشیں جو کھانے پینے خواب ہم بستری کی وجہ سے پیدا ہوا کرتی ہیں جب عقل پر بہیمی خصلتیں غالب
ہو جاتی ہیں تو اُس کے تمام ارادے انقباض و انبساط کے متعلق ایسے ہی ہونگے جیسے بہائم کے جو طبیعت اور اوہام کی تحریک
سے پیدا ہوتے ہیں ایسے دل کو بہیمی کہتے ہیں اور جب دل شیطانیت سے بیداری اور خواب میں شیطانی وسوسوں کو قبول کرنے
لگے تو ایسے انسان کو شیطان الانس کہتے ہیں اور جب دل پر فرشتوں کے سے صفات غالب ہوں تو اُس کو قلب انسانی کہتے
ہیں اس وقت اُس کے تمام جذبات خوف و رغبت وغیرہ اعتقادات حقہ کی جانب مائل ہوا کرتے ہیں جن کو اُس نے حاصل کیا
تھا جب قلب کی حالت نہایت صاف اور اُس کی نورانیت اور لمعان کامل ہو جاتی ہے تو قلب روح ہو جاتا ہے تب
اُس میں بغیر انقباض کے ہمیشہ انبساط رہتا ہے اور بغیر اضطراب و بےچینی کے اطمینان اور سکون رہتا ہے تمام ملکی خاصیتیں
اُس کی عادت اور طبیعت ہو جاتے ہیں اور وہ ادنیٰ نہیں ہوتیں جیسے مکتسب چیزیں ہوتی ہیں اور جب بہیمی عادات عقل پر
غالب ہوتے ہیں تو وہ سبک ہو جاتا ہے نفسانی جنبشوں میں مبتلا رہتا ہے طبیعت کے دواعی کی طرف انکی کشش رہتی ہے
اگر خواہش نفس کی جنبش پیدا ہوتی ہے تو مجامعت کے خیال میں رہتا ہے بھوک معلوم ہونے لگے تو کھانے کے خیال میں
پڑا رہتا ہے وعلی ہذا اور شیطانی وسوسوں سے جب وہ مغلوب رہتا ہے تو اعلیٰ قسم کے جو انتظامات ہیں اُن کے بطلان

اور تنسیخ میں بسر کرتا ہے۔ سچے اعتقادات میں شبہات پیدا کرتا ہے اور اُن بدنما افعال کی جانب اُس کو شش ہوتی ہے جس سے نفوس سلیمہ تنفر رہتے ہیں اگر ملکی خصایل کا فی الجملہ بھی قوی اثر ہوتا ہے تو عقل کے لوازم سے ہوتا ہے کہ جن علوم کی تصدیق ضروری ہے اُس کی تصدیق کی جاتی ہے جن کا تعلق تدابیر نافع اور اُن تدابیر سے ہوتا ہے جو وجہ احسان سے متعلق میں اُن کا ثبوت بدیہیہ ہو یا نظری طور پر۔

اور جب اُس کی نورانیت اور انجلا میں ترقی ہوتی ہے تو نفس کی حالت کو سر کہتے ہیں اس وقت یہ مختلف طریقوں سے خواب۔ فراست کشف آواز غیبی وغیرہ کے ذریعے سے اُن علوم کا ادراک کرتا ہے جسکا فیضان عالم غیب سے ہوتا ہے اور جب اُس کا میلان اُن موجودات کی طرف ہوتا ہے جو زمانہ اور مکان سے بری ہیں تو نفس کو خفی کہتے ہیں۔ اور نفس کی کشش جب طبعی عادات میں منحصر ہو جاتی ہے تو اُس وقت اُسکا نفس امارہ نام ہوتا ہے اور قوائے بہیمی اور ملکی میں جب اُس کی مذبذب حالت ہو اور میلانوں کا فیصلہ کبھی اس جانب ہو کبھی اس جانب تو اُسکو نفس لوامہ کہتے ہیں۔

اور جب نفس شریعت کا پورا پابند ہو اُس کی حکومت سے بغاوت نہ کرے اُس کی ہر ایک جنبش شریعت کے موافق ہی ہو اُس کو نفس مطمئنہ کہتے ہیں هذا ما عندی من معرفة لطائف الانسان واللّٰه اعلم۔

ایک انسانی فتنہ وہ ہے جس کا تعلق اُس کے اہل سے ہوتا ہے یعنی تدابیر منزلی کا ابتر ہو جانا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قول میں اسی کی طرف اشارہ ہے کہ ابلیس اپنا تخت پانی پر بچھاتا ہے یہانتک کہ آپ نے فرمایا کہ ایک شیطان اُسکے پاس آ کر کہتا ہے کہ میں نے فلان شخص کو نہیں چھوڑا جبتک کہ اُس میں اور اُسکی بیوی میں جدائی نکردی اس شیطان کو ابلیس اپنے قریب بلا کر کہتا ہے تو بہت ہی اچھا ہے۔

اور ایک فتنہ وہ ہے جو دریائے مواج کی طرح موجزن اور متلاطم ہوتا ہے وہ تمدن کی تدابیر کا برباد ہونا ہے اور لوگوں کا خلاف حق خلافت میں طمع کرنا آنحضرت نے فرمایا کہ شیطان مایوس ہو گیا ہے کہ جزیرۂ عرب میں نماز پڑھنے والے اُس کی پرستش کریں لیکن وہ اُن میں فساد ڈلواتا رہیگا۔ ایک فتنہ مذہبی ہے کہ صحابہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم میں سے حواری فنا ہو جائیں اور نا اہل لوگ مذہب کے معتمد علیہ بنیں۔ ملا اور درویش مذہبی امور میں زیادہ تعمق کریں اور سلاطین و جاہل دین میں تہاون اور کسل ظاہر کریں کوئی نیکی کا رہنما اور بدی سے روکنے والا نہ ہے اور زمانہ جاہلیت کے زمانہ کے ہمرنگ ہو جائے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ہر نبی کے لئے حواری ہوتے رہے الی آخر الحدیث

اور ایک فتنہ وہ ہے جو آفاق میں پھیل جاتا ہے کہ لوگ انسانیت کے اصلی نظام اور مقتضائے انسانی سے بالکل بدل جائیں سب میں از کی اور اعلے درجے کے زاہد تو طبیعت کے جذبات کو بالکل ترک کریں۔ اُن کی اصلاح اور منتظم کرنے کی پروا نہ کریں۔ اپنے آپ کو مجردات سے مشابہ کسی نہ کسی طرح سے کرلیں اور عوام خالص بہیمیت میں جذب ہو جائیں کچھ لوگ دونوں کے درمیانی حالت میں ہوں لَا اِلٰی هٰؤُلَاءِ وَلَا اِلٰی هٰؤُلَاءِ ۔

اور ایک فتنہ واقعات جو سے متعلق ہے جنمیں عام تباہی اور بربادی کی تہدید اور تخویف ہوا کرتی ہے مثلاً ہولناک قانون کا ظاہر ہونا وبا کا پھیلنا۔ زمین کا دھس جانا دور تک اطراف عالم میں آتشزدگی کا ہونا مثل دنک۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اکثر فتنوں کی تفصیل اور تشریح بیان فرمائی ہے آپ نے فرمایا ہے کہ تم اگلے لوگوں کے

تمام طریقوں میں ایسی ہی پیروی کروگے جیسے بالشت بالشت کے ساتھ اور گز گز کے برابری کرتا ہے حتی کہ اُنمیں سے اگر کوئی سوسمار کے سوراخ میں داخل ہوا ہو تو تم بھی اُس کی پیروی کروگے اور آنحضرت نے ارشاد فرمایا ہے کہ نیک لوگ درجہ بدرجہ فنا ہوتے جائینگے اور بعید در رسک طبع ایسے باقی رہتے جائینگے جیسے جو کی بھوسی خدا تعالے کو اُن کی کچھ بھی پروا نہوگی میں کہتا ہوں آنحضرتؐ کو معلوم ہوگیا تھا کہ جب نبوت کا زمانہ منقرض اور ختم ہو جائیگا اور آپ کی صحابہؓ میں حواریوں کے درجہ کے لوگ باقی نہ رہینگے اور نااہل لوگ معتمد علیہ بنائے جائینگے . تو ضرور ہے کہ نفسانی اور شیطانی تحریکات اور وہ امی کے موافق ہمیں پھیل جائینگی اور وہ الا ماشاءاللہ سب میں سرایت کر جائینگے +

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اسلام کی ہدایت نبوت اور رحمت سے ہوتی ہے اس کے بعد خلافت اور رحمت کا زمانہ آئیگا پھر اُس کے بعد گزندہ حکومت ہوگی اس حکومت کے بعد ظلم سرکشی اور زمین پر فساد ہوگا ریشم تحریکا ہوں اور شراب کو لوگ جائز اور درست سمجھیں گے اسی حالت پر اُن کو رزق دیا جائیگا اُن کی مدد کی جائیگی جبتک کہ وہ خدا سے ملیں +

میں کہتا ہوں آنحضرتؐ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات سے نبوت کا اختتام ہوگیا اور وہ خلافت جسمیں باہم مسلمانوں میں تلوار نہ تھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت سے ختم ہوئی اور اصل خلافت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی معزولی سے ختم ہوگئی اور ملک عضوض یعنے گزندہ کا وہ زمانہ ہے جس میں بنی امیہ سے صحابہ رضی اللہ عنہم کی لڑائیاں رہیں اور بنی امیہ سختیاں کرتے رہے یہاں تک کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت قائم ہوگئی اور جبر و سرکشی کا زمانہ عباسیوں کا ہے اس لئے کہ اُنہوں نے کسرے اور قیصر کی رسم و آئین کے موافق خلافت کی بنیاد ڈالی تھی ؛

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ فتنے دلوں پر پیش ہونگے وہ دلوں کو گھیر لینگے جیسے چٹائی کی بناوٹ میں ایک جزو دوسری جز میں گُھسا ہوا ہوتا ہے جن دلوں میں وہ فتنے سرایت کر جائینگے . اُن میں ایک سیاہ نقطہ پیدا ہو جائیگا اور جو قلوب اُن سے بیگانہ رہیں گے اُن میں سپید نقطہ پیدا ہوگا - اس طرح دو قسم کے دل ہو جائیں گے ایک سپید چٹان کی طرح صاف و بے داغ اُس کو کوئی فتنہ مضرت نہ پہنچا سکیگا جب تک زمین و آسمان قائم ہیں دوسرا سیاہ گرد آلود جیسے ٹیڑھا کوزہ نہ نیکی کی شناخت کرتا ہے نہ بدی کی بجز اپنی خواہش کے جو دل میں سرایت کر گئی ہے +

میں کہتا ہوں کہ جب فتنے برپا ہوتے ہیں تو نفسانی اور شیطانی ولولوں کے دل میں جنبش ہوتی ہے بداعمالیاں دلوں کو گھیر لیتی ہیں کوئی ہادی نہیں ہوتا جو حق پر آمادہ کرے اس واسطے اُنہیں دلوں کو اُن فتنوں سے علیحدگی اور بیگانگی ہوا کرتی ہے جو اُن کی مخالف اور بدنما ہیئت سے ناآشنا محض ہوتے ہیں باقی اور سبھوں پر اُن کا عام اثر ہوا کرتا ہے +

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ امانت اصل طبیعت میں پیدا ہوا کرتی ہے پھر اُس کا علم قرآن

وحدیث کے ذریعے سے ہو جاتا ہے اور امانت کے جاتے رہنے کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یوں بیان فرمایا کہ آہستہ آہستہ امانت کا اثر دل سے زایل ہوتا ہے اول اول اوسکا نور زائل ہو کر کسی قدر تیرگی آجاتی ہے پھر اثر ظلمت کا دیرپا ہو جاتا ہے ❖

میں کہتا ہوں جب خدا تعالےٰ نے ارادہ کیا کہ اسلام کو غلبہ ہو تو ایک قوم کو اس نے پسند کیا اور اطاعت وجان نثاری کا ان کو مراحس اور مشتاق بنایا حکم الہی کے موافق ان کی ہمت اور عزم کو جمع کیا پھر اسی اجمالی فرمان پذیری کی احکام کی قرآن وحدیث میں پوری تفصیل کردی گئی اس کے بعد رفتہ رفتہ غفلت اور بے پرواہی بڑھتی جاتی ہے اس وقت نہایت ہوشمندی اور فراست میں دیکھا جاتا ہے کہ اس کے دل میں دین الہی اور لوگوں کے باہمی تعلقات اور معاملات میں اونے حصہ تدین اور امانت کا نہیں ہوا کرتا ہے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ جیسے اسلام سے پیشتر تاریکی پھیل گئی تھی کیا بعد کو بھی ہو جائیگی آپ نے فرمایا ہاں ایسی ہی ہو جائیگی میں نے کہا اس سے نجات کیسے حاصل ہو گی آپ نے فرمایا تلوار نجات دے سکتی ہے میں نے کہا بعد تلوار کے بھی کیا کچھ تاریکی باقی رہیگی آپ نے فرمایا ہاں۔ ناخوشی اور ناگواری سے حکومت قایم ہو گی اور مکر وفساد سے صلح ہو گی میں نے عرض کیا پھر کیا ہو گا فرمایا گمراہی کی طرف لوگ بلاینگے اگر اس وقت میں کوئی خلیفہ موجود ہو جو امور باطل پر تیری پیٹ پر درّے لگائے اور تجھ سے مال وصول کرے تو اس کی اطاعت کرنا ورنہ افسوس وغم کی حالت میں مرجانا ❖

میں کہتا ہوں وہ زمانہ جس میں نجات تلوار سے حاصل ہوئی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عہد خلافت تھا جس میں اہل عرب مرتد ہو گئے تھے اور ناخوشی کی حکومت وہ باہمی نزاع تھی جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں پیش آئے اور مکر وفساد کی وہ صلح تھی جو حضرت معاویہ رضی اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے زمانے میں واقع ہوئی اور گمراہی کی طرف بلانا ان میں سے ملک شام میں یزید تھا اور عراق میں مختار وغیر ذلک یہانتک کہ عبد الملک بن مروان کی حکومت مستقل ہو گئی ❖

رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فتنہ احلاس کا ذکر فرمایا آپ سے عرض کیا گیا کہ اس میں کیا ہو گا آپنے فرمایا بھاگنا اور جنگ کرنا پھر آپ نے فرمایا کہ اس کے بعد فتنہ سرا ہو گا اس کا ظہور ایسے شخص کے قدموں کے نیچے سے ہو گا جو کہیگا کہ مجھ میں سے ہے حالانکہ مجھ میں سے نہو گا یقیناً مجھ سے قیبر متقی لوگ ہیں اس کے بعد تمام لوگ ایک شخص سے صلح کر لینگے لیکن اس کی حالت کچھ منتظم نہو گی اور اسکے بعد فتنہ دہماء ہو گا کوئی شخص اس امت کا اس کے طمانچے سے محفوظ نہ رہیگا جب لوگ کہینگے کہ اب اس کی انتہا ہو گئی اس میں اور ساتھ زیادہ ہو جائیگا میں کہتا ہوں کہ فتنہ احلاس واللہ اعلم وہ ہے جس میں اہل شام نے حضرت عبد اللہ بن زبیر سے جنگ کی تھی جب وہ مدینے سے بھاگ کر مکہ میں آگئے تھے اور فتنہ سرا سے مراد یا تو مختار کا غالب کرانا اس دعوے سے کہ میں اہل بیت کا قصاص لیتا ہوں قتل وغارت کرنا ہے آنحضرت کا یہ فرمانا کہ وہ کہیگا کہ مجھ میں ہو گا اسکے ایک معنی یہ ہیں کہ اہل بیت کے گروہ اور انصار میں سے ہو گا اس

کے بعد مروان اور اولاد مروان پر مسلط ہوگئی تھی یا اس فتنہ سے ابو مسلم خراسانی کا عباسیوں کے مقابلہ کے لئے خروج کرنا مراد ہے اُس کا بھی یہی قول تھا کہ میں اہل بیت کی خلافت کرنا چاہتا ہوں اُس کے بعد سفاح پر مسلط ہوگئی اور فتنہ دہیا سے چنگیزیوں کا مسلمانوں پر غالب آ جانا مراد ہے اُنہوں نے ممالک اسلام میں خوب غارتگری کی +

اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے قیامت کے علامات بیان فرمائے ہیں اِن علامات کی انتہا بھی انہیں مختلف فتنوں پر ہوتی ہے جن کا اوپر ذکر ہو چکا +

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے قیامت کے علامات سے ہے کہ علم اٹھ جائیگا جہل کی کثرت ہوگی زنا و شراب کی زیادتی ہو جائیگی مرد کم ہو جائینگے عورتیں زیادہ ہو جائیں گی پچاس پچاس عورتوں پر ایک شخص کی حکومت ہوگی + زبان شریعت میں حشر کے دو معنی ہوتے ہیں ایک لوگوں کا ملک شام میں جمع ہونا قیامت سے پیشتر یہ واقع اُس وقت ہوگا جب زمین پر لوگوں کی قلت ہو جائیگی تو بعض لوگ مختلف تقریبوں کی وجہ سے اور بعض لوگ آگ کی وجہ سے وہاں جمع ہونگے دوسری حشر کے معنی ہیں بعد موت کے زندہ ہونا اس سے پیشتر ہم معاد کے اسرار بیان کر چکے ہیں واللّٰہ اعلم

جن بڑے بڑے فتنوں کی رسول خدا صلعم نے خبر دی ہے وہ چار ہیں +

اول فتنہ ناگوار حکومت کا یہ فتنہ اُس حالت پر صادق آتا ہے جس میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد صحابہ میں تشویش پیدا ہوئیں یہانتک کہ حضرت معاویہؓ کی خلافت قائم ہو گئی۔ ہدنۃ علی دخن میں اسی خلافت کی طرف اشارہ ہے۔ حضرت معاویہ کے ہی متعلق ہے یعرف امرہ و ینکر کہ اُن کے حکم کی تعمیل بھی کی جائیگی اور اُس سے انکار بھی کیا جاوے گا اس لئے کہ اُن کی سیرت سلاطین کی طرز پر تھی نہ خلفا کے روش پر +

دوسرا فتنہ احلاس ہے جسمیں لوگ جہنم کے دروازوں کی طرف بلائینگے یہ اُس زمانہ پر صادق ہے کہ حضرت معاویہؓ کے انتقال کے بعد لوگوں میں اختلاف ہوا اور خلافت کی تمنا میں اُنہوں نے جنگ آزمائیاں کیں یہانتک کہ عبدالملک کی حکومت جم گئی +

تیسرا فتنہ سرا ہے جبر و سرکشی کا زمانہ ہے جس میں عباسیوں نے بنی امیہ پر خروج کیا یہانتک کہ خلافت عباسیہ کی بنیاد قائم ہوگئی۔ عباسیوں نے سلاطین عجم کی سی ٹھاٹ قائم کی اور زبردستی حاکم بن بیٹھے +

چوتھے جو عام طور پر سب کو طمانچہ لگائیگا جب کہینگے کہ اب ختم ہو گیا ہے وہ اور ممتد ہو جائیگا اور لوگ دو حصوں میں منقسم ہو جائینگے وہ چنگیزی ترکوں کا بلا خیز حملہ تھا جنہوں نے عباسی خلافت کو پاش پاش کر دیا +

اور جو دیگر فتنوں کے باب میں وارد ہیں اُن میں سے دس پہلے بیان ہو چکی ہیں +

آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے اسلام کی آسیا پینتیس یا چھتیس سال تک گردش کرتی رہیگی پس اگر لوگ ہلاک ہو جائیں تو اُن کی ہلاکی ایسی ہی ہوگی جیسی اگلوں کی ہوتی اور اگر اُن کا دین ثابت اور مستقیم رہا تو ستر برس باقی رہیگا راوی نے کہا یہ مدت ستر سال کی آیندہ ہے یا گذشتہ سالوں کو ملا کر آپ نے فرمایا اُن گذشتہ کو ملا کر اس قول کے کہ اسلام کی آسیا گردش کرتی رہیگی معنی یہ ہیں کہ اسلام کی پوری قوت اُن سالوں میں رہیگی حدود قائم ہونگے جہاد تمام امت میں ہوگا اور یہ حالت جہاد کی ابتدا اور اوائل ہجرت سے جب تک باقی رہے کہ سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور مدت میں تعداد

کے لحاظ سے جو شبہ ہے اُس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے متعلق اجمالی وحی کی گئی ہے اور آپ کا یہ فرمانا کہ اگر سب ہلاک ہو جائیں اس کے معنی یہ ہیں کہ اس قدر دشواریاں اور دقتیں پیش آئیں گی کہ دیکھنے والے کو شک ہوگا کہ مبادا کہ تمام امت تباہ ہو جائے اور تمام اُن کے امور تباہ و نہو جائیں اور ستر برس سے ابتدائے بعثت سے حضرت معاویہؓ کی انتقال تک کا زمانہ مراد ہے اس کے بعد فتنہ دعاۃ الضلال کا قائم ہو گیا ۔

رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے وہ لوگ لڑینگے جن کی آنکھیں چھوٹی چھوٹی ہونگی ان سے ترک مراد ہیں وہ تم کو تین مرتبہ ہٹا دینگے یہانتک کہ جزیرۂ عرب سے تم مل جاؤ گے پہلی دفعہ جو بھاگیگا وہ بچ جائیگا دوسری مرتبہ کچھ بچینگے کچھ ہلاک ہونگے تیسری مرتبہ وہ بالکل استیصال کر دینگے اس کے معنے یہ ہیں کہ اہل عرب اُن سے لڑینگے اور غالب آجا ئینگے اس کی وجہ سے باہم اُن میں عداوتیں اور رنجشیں پیدا ہونگی جنکا انجام یہ ہوگا کہ وہ اپنے شہروں سے عرب کو دور کر دینگے اور اُس پر ہی قناعت نہ کرینگے بلکہ خود بلاد عرب کے اندر آجائیں گے حتی تلقوہم بجزیرۃ العرب سے یہی مراد ہے اُن کے اول بار کی جنبش میں بھاگنے والے کو نجات مل جائیگی یعنی جو مقابلہ نہ کریگا وہ بچ جائیگا اور یہ پیشین گوئی چنگیزیوں کے جنگ پر صادق ہوئی جو عباسی بغداد میں تھے ہلاک ہو گئے اور جو مصر کو بھاگ گئے تھے محفوظ رہے ۔ دوسری مرتبہ فرمایا گیا کہ بعض بچیں گے بعض ہلاک ہونگے یہ امر تیمور کے حملے پر صادق ہے جس نے ملک شام کو پامال کر دیا اور عباسیوں کو دبالا کر دیا اور تیسری بار سب کا استیصال کر دینگے یہ عثمانیہ حکومت پر صادق ہے کہ تمام دائرہ حکومت پر غالب آگئے واللہ اعلم ۔

## المناقب

صحابہ رضی اللہ عنہم کے مناقب چند امور پر مبنی ہیں اول یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اُن کی وہ نفسانی ہیئت اور حالت معلوم ہوئی جس کی وجہ سے آدمی جنت میں داخل ہونے کے قابل ہو جایا کرتا ہے جیسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نسبت آپ کو معلوم ہوا کہ اُن میں نمایش نہیں ہے اور اُنہوں نے اُن اوصاف کو مکمل کر لیا ہے جن کی صورت مثالی جنت کے دروازے ہوتے ہیں تب آپ نے فرمایا مجھ کو امید ہے کہ تو اُن لوگوں میں سے ہے یعنی اُن لوگوں میں سے جو جنت کے تمام دروازوں سے بلائے جائیں گے ۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم کو کبھی راستے میں چلتا ہوا شیطان نہیں ملا مگر وہ تمہارا راستہ چھوڑ کر دوسرا شروع کر لیتا ہے اور نیز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت سے اگر کوئی محدث اور ملہم بالغیب ہے تو وہ عمرؓ ہے ۔

دوسری صورت یہ ہے کہ خواب کے ذریعے کسی کا راسخ فی الدین ہونا آپ کو معلوم ہو جائے جیسے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو آپ نے خواب میں دیکھا کہ جنت اُن کا استقبال کرتی ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نسبت آپ نے خواب میں دیکھا کہ جنت میں اُن کا ایک محل ہے اور بڑی لمبی چوڑی قمیص پہنے ہوئے ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انکو اپنے دودھ سے بقیہ عطیہ فرمایا ہے جس کی تعبیر یہ ہوئی کہ علم اور دین سے انکو کافی حصہ ملیگا ۔

تیسری صورت یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ان سے اپنی محبت ظاہر فرمائیں اُن کی توقیر کریں اُن کے ساتھ مواسات اور ہمدردی کریں اسلام کے پہلے خدمات اور ابتدائی اوصاف اُن میں پائے جاتے ہوں ان سب امور سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب امور اسی لئے تحقق ہوئے کہ ان کے دل نورِ ایمانی سے منور تھے +

معلوم ہونا چاہئے کہ بعض زمانوں کی بعض پر فضیلت اور فوقیت مشکل نوجوہ نہیں ہو سکتی ہے اسی واسطے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ میری اُمّت کی صفت بارش کی سی ہے میں نہیں جانتا کہ پہلا مینہ اچھا ہے یا پیچھے کا امتی کمثل المطر لا ادری اولہ خیر ام آخرہ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تم میرے صحابہ ہو اور میرے بھائی وہ ہیں جو میرے بعد پیدا ہونگے انتم اصحابی واخوانی الذین یاتون بعدی اس کی وجہ یہی ہے کہ مختلف اعتبارات اور مختلف وجہیں ہر زمانہ میں موجود ہوا کرتی ہیں +

اور یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ عمدہ اور بزرگ زمانے کے ہر شخص کو دوسرے مفضول زمانہ پر فوقیت اور فضیلت ہو یہ کیسے ہو سکتا ہے جو قرون بالاتفاق عمدہ اور بزرگ تھے ان میں بعض لوگ فاسق اور منافق بھی تھے. انہیں زمانوں میں حجاج یزید بن معاویہ مختار ہیں اور قریش کے نوجوان جو لوگوں کو ہلاک کرنے والے تھے اور ان کے سوا اور جن کی بداعمالیوں کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے لیکن اس میں شک نہیں ہے کہ قرن اول کے جمہور لوگ قرن دوم کے جمہور لوگوں سے افضل اور بہتر تھے اور مذہب کا ثبوت اور وجود نقل سے ہوا کرتا ہے کہ ایک دوسرے کا وارث ہوتا چلا جاتا ہے اور توارث سب ہی ممکن ہے کہ اُن بزرگوں کی تعظیم و توقیر کی جائے جنہوں نے وحی کے مواقع کو معاینہ کیا تھا اُن کی تعبیر اور تاویل اُن کو معلوم تھی۔ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو آنکھ سے دیکھا تھا اس میں تعمق اور سختی کو مخلوط نہیں کیا تھا دوسرے مذہب کی آمیزش سے اس کو پاک و صاف رکھا تھا +

اور تمام اُن لوگوں کا جو اُمّتِ محمدیہ میں شمار اور اعتبار کے قابل ہیں اس پر اتفاق ہے کہ تمام اُمّت میں سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اُن کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس لئے کہ نبوت میں دو حصے ہوا کرتے ہیں علوم کو خدا کی جانب سے حاصل کرنا اور لوگوں میں اُن کی اشاعت کرنا پہلے حصہ میں نبی کا کوئی ہمسر اور شریک نہیں ہوا کرتا اور اُن علوم کا شائع کرنا انتظام تالیف قلوب سے حاصل ہوا کرتا ہے اور اس میں کچھ شک و شبہ نہیں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اور آپ کے بعد کوئی شخص اس اُمّتِ محمدیہ علی صاحبہا التحیہ والسلام میں ایسا نہیں ہے کہ اس حصہ میں شیخین رضی اللہ عنہما سے اُس کو سبقت اور فوقیت حاصل ہو۔ واللہ اعلم +

ولیکن ھذا آخر ما اردنا ایرادہ فی کتاب حجۃ اللہ البالغۃ والحمد للہ تعالیٰ اولاً وآخراً وظاہراً وباطناً وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمدٍ وآلہ واصحابہ اجمعین

تمت